قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ إِلَيَّ

هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ

مقطعات

قرآن مجید

اور

شاہد بینہ

تصنیف وتالیف

سید یوسف

بنگلور

ISLAH MAHDAVIA

NO 30/2, 2ND FLOOR 1ST MAIN

SRK GARDEN BANGALORE 560041

syedyusufsam92@gmail.com

Phone 9242653492

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

انتساب

فخر موجودات حضرت سردار دوعالم خاتم الانبیاء باعث تخلیق کائینات

حبیب خدا سید الانام حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور

خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ مبین کلام اللہ خاتم ولایت محمدیہ حضرت میراں

سید محمد جونپوری مہدیٔ موعود آخر الزماں خلیفۃ الرحمٰن کے نام۔

درود وسلام نازل ہو ہر دو خاتمین پر آپ کے آل واصحاب ؓ پر۔

وہ جس نے عطا کی ہے آنکھ دیکھنے کے لئے　　　اُسی کو چھوڑ کے سب کچھ دکھائی دیتا ہے

زبیر علی تابش

یہ کتاب ان ویب سائیٹس سے فری ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی

www.scribd.com/document/476648104/shahid-e -Bayyana-16F

www.archive.org/details/shahid-e-bayyana

جنہوں نے مارچ 2023 سے پہلے یہ کتاب ڈاون لوڈ کرلی ان سے گزارش ہے کہ دوبارہ ڈاون لوڈ کرلیں کیونکہ بہت ساری املا کی غلطیاں بھی درست کی ہیں اور کچھ نئے حقایق کو شامل کیا ہے۔

حروفِ آغاز

میری انتہائے نگارش یہی ہے   تیرے نام سے ابتداء کر رہا ہوں

بات شروع کی تھی اللہ جل جلالہٗ کے اسماءُالحسنٰی سے، مقطعات کا بیان غیرارادۃً آگیا اور ان کے حقایق کے نکات جمع کرتے کرتے اللہ کے نبی پیغمبر اور رسول جو زمین پر اللہ کے خلفاء ہوتے ہیں ان کے حق ہونے پر باتیں سامنے آنے لگیں اس دوران خاتم الانبیاء حضور پرنور محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیغمبر برحق ہونے اور ان کے دلیل روشن ہونے کی قرآنی شہادتیں سامنے آنے لگیں تو آخر میں سورۂ بینہ تک پہنچنے پر خیال گزرا کہ اللہ کے رسولؐ کے تابع تام خلیفۃ اللہ مراداللہ حضرت مہدی موعود آخرالزماں سید محمد جونپوری علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان قرآنی شہادتوں کا خیال آیا کہ جو آپؑ نے اپنے دعویٰ مہدی کے ثبوت میں 18 آیات سے دیا تھا ان میں سورۂ بینہ آخری اور اٹھارویں سورہ تھی یہ عقیدہ و مذہب کے باب میں ایک ایسی شہادت ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس بات کی شہادت قرآن دے وہی حق ہے اور حضرت مہدی موعود سید محمد جونپوریؑ تاریخ اسلام کے وہ واحد حقیقی مدعی مہدی ہیں جنھوں نے نہ صرف قرآن سے اپنے دعویٰ کی شہادت دی ہے بلکہ سنت رسول کی اتباع کو قرآن کیساتھ منسلک کر کے اپنا دعویٰ پیش کیا ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہ'' یوں اپنا تابع قرآن وتابع محمدؐ ہونا بیان کیا ہے۔ جبکہ جھوٹے مدعیان مہدی نے وقت حالات یا سیاسی تقاضوں کے تحت اور صرف احادیث کے بیان کی بنیاد پر دعویٰ کیا ہے۔ اور جن اولیا نے حالت سکر میں دعویٰ کیا انہوں نے بھی احادیث کی بنیاد پر ہی دعویٰ کیا تھا اور بعد میں تائب ہوئے تھے۔ لہٰذا مدعی مہدی کا قرآن کا شاہد بینہ ہونا یا اس بینہ کا اللہ کے کتاب کی بنیاد پر اپنا بینہ یا دلیل روشن مدعی ہونا حق ثابت ہونا قرار پائے گا۔ یہ دونوں باتیں مہدی موعود آخرالزماں میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ سے ثابت ہوی ہیں 1) اللہ کے حکم سے قرآن کی 18 آیات سے خود کا مہدی موعودؑ ہونا ثابت کرنا 2) اپنے دعویٰ کی بنیاد کا اعلان ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ'' سے آغاز کرنا۔

یہاں ہم نے ایمان اعتقاد تاریخ جغرافیہ اور معرفت الٰہی کے ساتھ قرآن کے علم ریاضی کی حیرتوں کے ساتھ کچھ ظاہری اور چھپی حقیقتوں کا ایک ایسا تجزیہ پیش کیا ہے کہ قاری کو اپنے ایمان وعقیدہ کی تصدیق کا جایزہ لینے میں آسانی ہوسکتی ہے۔

انسان کتنا ہی عقل فہم کا دعویٰ کرلے جب تک اللہ تعالیٰ کی التفات کرم نہ ہو اُسے سمجھنے بولنے لکھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوجاتی ہے تو الفاظ احساسات اور خیالات کا سیل رواں بہنے لگتا ہے۔ کبھی کسی دلیل یا واقعہ کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں وہ بات سامنے آجاتی ہے۔

چراغوں کی طرح خود کو جلائے رکھنا پڑتا ہے   یوں ہی مٹھیاں باندھ لینے سے انقلاب نہیں آتا

سید یوسف۔ بن ڈاکٹر سید موسیٰ مرحوم اہل چن پٹن ریاست کرناٹک   مقام: بنگلور

syedyusufsam92@gmail.com

کچھ اپنی بات

نظر ہے ابرِ کرم پر درختِ صحرا ہوں　　کِیا خدا نے نہ محتاجِ باغباں مجھ کو　　اقبالؔ

ہمارے وقت میں تعلیم کا نظام اردو ہی تھا انگریزی ساتویں جماعت سے شروع ہوئی وہ بھی صرف ایک کتاب ہوا کرتی تھی آٹھویں جماعت سے ساری تعلیم انگریزی میں صرف دو کتابیں اردو کی تھیں مگر 1968 میں اردو ادب سے دلچسپی پیدا ہوئی تو روز بروز اس میں دیوانگی کی حد تک اضافہ ہوگیا۔ اُس وقت نئی جماعتوں عقیدوں کا غلغلہ ہوا اسی کے ساتھ آئے دن ان کے درمیان کا ٹکراؤ شدت اختیار کر گیا تو ہمیں خود اپنے عقیدہ و ایمان کے بنیادوں کا خیال آیا' جب اس طرف خیال ہوا تو عقیدہ و مذہب کی کتابیں تقریباً پہنچ سے باہر تھیں لہٰذا اسلام کی معروف اور مشہور کتب کا آہستہ آہستہ مطالعہ ہوتا رہا لیکن سنہ بہتر 1972 میں کہیں کسی سے عقیدہ و ایمان پر بحث ہوئی اور الجھن ہوئی تو باقاعدہ تلاش و جستجو شروع ہوئی ایک طرف اسلامی کتب دوسری طرف عقایدی ورثہ کی تلاش ہوتی رہی سنہ اکیاسی 1981 کے بعد کہیں کہیں سے کچھ کچھ کتابیں ملنے لگیں تو یہ مطالع' مطالع نہ ہوکر دوسرے عقایدی گروہوں کا تقابلی جائزہ بنتا چلا گیا اور یہی سنگ میل ثابت ہوا جہاں سے لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ میرا ماننا ہے کہ بغیر تقابلی ادیان و عقاید کے جائزے کے دینیات Theology کا علم نامکمل ہے یہی قرآن کا طریقہ تعلیم ہے جو حق ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن میں تمام قوموں گروہوں مذاہب عقاید کے احوال کو تفصیل سے بیان کر کے حق کے انتخاب کا فیصلہ انسانوں پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ خالص ناقص بدتر اور بہتر میں تمیز کرنا سیکھیں۔ قرآن کریم کا یہی طریقہ تعلیم صدیوں سے غیر مسلموں کو بھی متاثر کرتا آیا ہے لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کے دنیا میں کچھ ایسے لوگ ہوئے ہیں جن کا مذہب اسلام نہ تھا اور نہ کبھی مسلمانوں سے ان کا رابطہ رہا انہوں نے قرآن کی صداقت و حق کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور کئی ان میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ہم نے ماہ نامہ نور حیات حیدرآباد دکن میں تقریباً سات یا آٹھ مضامین لکھے' اور نور ولایت حیدرآباد میں لکھا' اس طرح نور ولایت میں تقریباً پینتالیس یا کچھ اور مضامین لکھے۔ ان مضامین کو میں نے ''گنجینہ احساس'' سے موسوم کر کے ۳۲۴ صفحات پر مجلد کیا اور دوسرا ''تصدیق کے موتی'' ۱۳۴ صفحات پر مجلد کیا۔ کچھ اور مضامین یوں ہی رہ گئے۔ اس طرح مجھے خیال آیا کہ ہر مہینہ ایک مضمون لکھنے کے بجائے مضامین کو لکھ کر جمع کر لیا جائے بعد میں انہیں اشاعت کے لئے استعمال کیا جائے۔ لیکن جب یہ کوشش یوں ہی ضبط قلم ہوتی چلی گئی جس میں' میں نے کچھ صداقتوں اور حقیقتوں کو جمع کرنے کی کوشش کی تو اندازہ ہوا کہ کیوں نہ اسے ایک کتابی شکل دی جائے' جس سے کہ مہدی موعودؑ کے ثبوت مہدی کی قرآنی آیات اور تعلیمات سے لوگوں کو واقف کرایا جائے۔ اور اسلام اور مہدویت کی کچھ پوشیدہ حقیقتوں کو سمجھنے کی کوشش کی جائے' کیونکہ اکثر لوگ رٹی رٹائی اور مشہور باتوں کو ہی دہرانا پسند کرتے ہیں جو حقیقتیں پوشیدہ ہیں ان پر بات کرنا نہیں چاہتے وہ اس لئے کہ اس میں محنت بھی ہے اور مالی منفعت نہیں ہوتی۔ لہٰذا ان باتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے میں نے اس کے عنوانات کا انتخاب کیا۔ اس طرح اس میں کئی وضاحتیں اور اضافتیں کرنی پڑیں اور کچھ باتوں کو حذف کرنا پڑا جو ایک کتاب کی شکل میں تیار ہوتی گئی۔ بعد میں احساس ہوا کہ

یہ تو اچھی خاصی کتاب بن گئی ہے پھر اس پر مزید نظر ثانی ہوتی رہی ۔قر آن وحدیث اور اسلامی تعلیمات کا علم بحر بیکراں کی طرح ہے ۔ قوم مہدویہ میں مذہب و اعتقاد پر بزرگوں نے بہت کتابیں لکھی ہیں ۔مگر پچھلے ایک سو برسوں میں لکھنے لکھانے یا تحقیقی مواد پر بہت کم توجہ دی گئی چند ایک رسالے لکھے گئے وہ بھی پچھلی صدی کے اول میں جن میں دو ایک کتابیں قابل ذکر ہیں ایک کحل الجواہر دوسری مقدمہ سراج الابصار ان کے علاوہ کوئی قابل ذکر کتاب نہیں ہے ۔ پچھلے ایک سو برسوں میں ساری توجہ واعظ بیان تک محدود ہوگئی اور اعمال مہدویہ کی تعلیم بالکل موقوف کردی گئی ' ایسا رویہ اپنایا گیا کہ جو ہم کہہ رہے ہیں وہی دین ہے ۔اس طرح مہدویوں کی نئی پیڑی تعلیمات مہدی سے ناواقف ہوگئی ۔ جہاں تک ہماری اس کتاب کا تعلق ہے یہ ایک منفرد کوشش ہے جس میں اسلام اور مہدویہ مذہب کے حقایق کو موجودہ زمانے کی حقیقتوں سے ہم نے ہم آہنگ کرنے کی سعی کی ہے ۔ کیونکہ آج کا قاری کہاوتوں قصہ کہانیوں اور واقعات کے بیانوں سے زیادہ دلیل ثبوت اور حقیقی شہادتوں پر یقین رکھتا ہے کیونکہ **علامہ گوگل** نے ہر موبایل استعمال کرنے والے صارف کو عالم بنادیا ہے کیا مسلمان کیا ہندو کیا یہودی کیا عیسائی ۔ اب لوگ کتابوں کا مطالع کم کرتے ہیں بلکہ بالکل نہیں کرتے ' شارٹ کٹ ' کاپی پیسٹ کا دور ہے صرف ادھر اُدھر سے نکات اور سوالات جمع کر کے بحث مباحث کرنے لگ جاتے ہیں ' ان میں زیادہ تر سوالات ایسے ہوتے ہیں جن کا سر پیر ہی نہیں ہوتا ۔ کئی ایسے ہیں جنھوں نے قر آن پڑھا ہی نہیں کہیں سے ایک دو آیات یاد کر کے سوال جواب کرنے لگتے ہیں ' احادیث میں تو اتنی خردبرد ہوتی ہے کہ اللہ معاف کرے عربی کا متن اور اردو کا ترجمہ ہی کچھ اور اور لوگ اسی کو حدیث مان کر بحث کرتے ہیں ۔ان میں مہدویہ نقلیات کا معاملہ ہی نرالہ ہے ' مہدی موعود اور صحابہ مہدیؑ کے بیانوں کو تصوف سمجھ کر اسی رنگ میں بیان بازی ہورہی ہے جس سے تعلیمات مہدی کا دور دور تک کا واسطہ نہیں ؛ جن باتوں کا اسلاف مہدویہ کے پاس ذکر ہی نہیں رہا وہ باتیں مہدویت سے متعلق جوڑتوڑ کر کہی جا رہی ہیں ۔ ظاہری علوم کو ہی معرفت الٰہی کا ذریعہ بتایا جا رہا ہے ۔ایک عجیب انتشار اور بے بسی کا عالم ہے اس پر اہل علم کا دور دور تک نشان نہیں ملتا ۔مدرسوں کی تعلیم کا طریقہ مہدویوں نے بھی اختیار کرلیا ہے بنیادی تعلیم جتنی پڑھ کر آئے وہی دین و مذہب ہے تحقیق جستجو حقیقت شناسی کا کوسوں دور تک پتہ نہیں ' صرف واقعات قصے کہانیاں ہی سننے کو ملتی ہیں اور وہ خاص تربیت نگرانی جو مہدویوں کی پہچان تھی وہ بالکل غایب ہے اب عمل نہیں علم دین ہے ۔

آج تعلیمات مہدیؑ کو زندہ کرنے کا ایک اور واحد طریقہ ہر جماعت خانہ اور مسجد میں نوبت کے ذریعہ ذکر دوام کا اہتمام کیا جانا ہے جس کے ذریعہ سالک تقوی اور توکل کی طرف راغب ہوسکتا ہے اور یہ تعلیمات مہدی موعودؑ میں بنیادی عنصر اور مقام ہے جس کے ذریعہ معرفت الٰہی کی مہدئ موعودؑ کی تعلیم کو عام کیا جا سکتا ہے ۔جس جماعت خانہ یا مسجد میں نوبت اور ذکر دوام کا اہتمام نہیں وہ دایرہ مہدویہ نہیں ' سلطان الیل اور سلطان النہار کا ذکر کاسبوں اور عام لوگوں کے لئے ہے ۔منصب نشیں اور تارک حب دنیا کے لئے نہیں ۔

اپنا ذاتی خیال یہ ہے کہ حضور نبی کریم خاتم الانبیا محمد مصطفی ﷺ کی نبوت کے پہلے دس 10 برس ایک نبی رسول اور

اللہ کے پیغمبر کی زندگی کے وہ ایام ہیں جو ہر نبی رسول کی زندگی میں ہوتے ہیں جس میں اُنہیں کڑی آزمایشوں مشکلوں تکلیفوں سے گزارا جاتا ہے اس کے بعد انہیں انسانیت کے لئے ایک لایحہ عمل اور نصب العین دیا جاتا ہے ۔اسی لئے ہم دیکھتے ہیں ان دس برسوں میں حضور ﷺ پر وہ تمام آزمایشیں اور تکالیف وارد ہوگئیں ۔ان دس برسوں کے بعد اسلام کی یا اُمت محمدی کی تاریخ یا تقدیر لکھی گی ہے ۔بعد کے تیرہ برس یعنی مکہ مکرمہ کے تین اور مدینہ منورہ کے دس برس وہ ہیں جس میں اسلام کے سنہری دور کی بنیادیں رکھی گئیں ۔نبوت کے دس برس کا ہر دن ہر لمحہ ایک نئے دور کا آغاز دکھائی دیتا ہے اس بات کو واقعہ معراج اور بعد میں ہجرت کے واقعات میں دیکھیں تو بات صاف نظر آتی ہے ۔یہی احوال مہدی موعودؑ آخرالز ماں میراں سید محمد مہدی موعود جونپوری کے پہلے کے تیرہ 13 برسوں کے ہیں مگر جب مکہ مکرمہ میں پہلا دعوی ہوا تو اس کے بعد حالات یکسر بدلے ہوئے نظر آتے ہیں ۔مہدویہ محققوں کو انہیں پہلے دعوی کے بعد کے دس 10 برس کے مہدویہ اعمال و احوال پر توجہ مرکوز کرنی ہوگی ۔جو معرفت الٰہی کی حقیقتوں کو جاننے کے لئے ضروری ہیں ۔

اس کتاب کو ہم نے ۲۰۱۸ سے ۲۰۲۳ تک لکھا مرتب کیا اس دوران ہمیں نہیں معلوم تھا کہ یہ اتنی ضخیم ہوجائے گی، ہم نے کئی بار اسے ختم سمجھ کر ویب سایٹ پر اپلوڈ کردیا، مگر اس میں بار بار اضافہ اور ترمیم ہوتی رہی اسی وجہ سے اسے بار بار اپلوڈ کرنا پڑا ۔باجود اس کے اسمیں کئی باتیں ان کہی رہ گی ان میں ہم نے اپنی بات میں اس طرف دھان نہیں دیا کہ ہم نے اس کا عنوان ''مقطعات قرآن مجید اور شاہد بینہ'' تو رکھ دیا لیکن اس کے آغاز میں مقطعات جو لوح محفوظ سے ہیں ان کے متعلق متعارف نہیں کرایا ' لہٰذا سنہ ۲۰۲۴ میں اس کمی کا احساس ہوا تو اسے اس میں شامل کیا ہے ۔دراصل اگر قرآن مجید کو حقیقی معنوں میں سمجھنا ہے تو قرآن کے نزول اور ترتیب کی حقیقت کو سمجھے بغیر نہ صحیح مذہب معلوم کرسکتے ہیں نہ ہی ایمان کی حقیقی نہج کو پہنچ سکتے ہیں ۔دراصل نزول قرآن ہی تاریخ اسلام ہے جیسے جیسے قرآن نازل ہوتا رہا اسلامی تاریخ مرتب ہوتی رہی مورخوں نے اسی بنیاد پر تاریخ اسلام لکھی ہے لیکن انہوں نے اس بات کی وضاحت نہیں کی ۔اور قرآن میں مقطعات اور علم ریاضی کی مہین باریکیوں کو اس وقت تو نہیں سمجھا گیا لیکن آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی مسلمانوں نے اس پر توجہ نہ دی جب کہ دوسری قوموں نے اس سے خوب فایدہ اُٹھایا' قرآن میں مقطعات کے علاوہ کچھ سورتوں کا نزول اور ترتیب اتنا حیران کن ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے لامحالہ قرآن کو خالق عالم اللہ رب العزت کا حکم نامہ اور کتاب ماننے کو مجبور ہو جاتے ہیں ۔اس کتاب میں ہم نے چند ایک تجزے اور جدول پیش کئے ہیں تا کہ بات سمجھ میں آئے کہ سورتوں کا آگے پیچھے ہونا مقطعات کی معجزاتی ترتیب کچھ ریاضی کی حقیقتیں حیران کن ہیں ۔ہمیں یہ حقیقتیں اور زیدہ با معنی معلوم ہوئیں جب ہم اپنی دوسری تیسری کتاب ''فرایض ولایت قرآن کی بنیاد پر ہیں'' اور ''عظمت محمدؐ اور خلافتہ اللہ مہدی موعودؑ آخرالز ماں'' لکھی ۔اس لئے یہ سطور یہاں دوبارہ لکھ دئے تا کہ خود اپنا اطمینان کرلیں کہ ہم نے جو سمجھا یا وہ حقیقت پر مبنی ہے ۔چونکہ اس کو ہم نے کتابی شکل میں شایع نہیں کی اسلئے یہ تھوڑا آسان لگا کہ بات مکمل کریں ۔کتاب ''فرایض ولایت قرآن کی بنیاد پر ہیں'' لکھنے کی

ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ہم نے "مقطعات قرآن مجید اور شاہد بینہ" میں مہدی موعودؑ قرآنی ثبوتوں کو تو بیان کر دیا مگر آپؑ کی تعلیمات اور دعوت حق کو بیان نہیں کیا۔ جس کے لئے ایک الگ کتاب کی ضرورت تھی اسی ضرورت کے تحت یہ کتاب لکھی۔

جب ہم اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں تو ہمیں اسلام ایمان قرآن اور سنت رسول ﷺ کا علم ہونا ضروری ہے کیونکہ اسلام چند اعمال یا رسوم عقاید کا مذہب نہیں ہے اسلام زندگی کے بھر پور لائحہ عمل کے عنوانات کی فہرست ہے۔ اس کے علاوہ پیغمبر اسلام حضور محمد ﷺ کو نہ صرف نبی رسول پیغمبر بلکہ خاتم النبیین ماننا ضروری ہے کیونکہ انہیں کے توسط اور وسیلے سے ہمیں اسلام کی سوغات ملی ہے ایمان تو بہت بعد کی بات ہے اگر کسی وجہ سے ہم اس میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہوں تو ہمارے مسلمان ہونے کی ساری بنیادیں کمزور اعمال پر کھڑی ہونگیں۔ بالکل اسی طرح جب ہم خود کو مہدوی یا مصدق کہتے ہیں تو ہمیں میراں سید محمد جونپوری کو مہدی موعود خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ماننا ضروری ہے اور اسی کے ساتھ ان کی تعلیمات مقام مرتبہ اور ان کی زندگی کا علم ہونا ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں خلیفۃ اللہ کہا ہے اور اللہ تعالی نے انہیں تابع رسول ﷺ کہا ہے۔ بغیر اس کے کوئی بھی بد عقیدہ بے دین جماعت گروہ یا نظریہ ہمارے دین وایمان کی کمزوری کا باعث ہوسکتا ہے۔ بغیر تحقیق ودلیل کے کسی بھی دقیقہ کو حقیقت یا یقین مان لینا دین وایمان کی کمزوری کی علامت ہے جس سے خیالات میں اعمال میں نفاق انتشار اور فساد پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے جس کی وجہ سے لوگ دینی ایمانی اور دنیاوی توازن کھو بیٹھتے ہیں۔ دین ومذہب کھیل کود اور تماشہ نہیں ہے کہ جس کی جو سمجھ میں آئے کرلیا ایسا کرنا بت پرستوں کا کام ہے۔ کھیل کود مثلاً کرکٹ میں بھلے ہی ہم کتنے اچھے کھلاڑی ہوں سامنے والے بلے باز اور گیند باز کی خوبی اور کمزوری پر نظر رکھنی پڑتی ہے ورنہ مد مقابل ہماری خوبی پر نظر تو رکھے گا ہی لیکن ہماری کمزوری کا فایدہ اُٹھا کر گیند ڈالے گا یا بلہ گھمائے گا۔ یہ اس لئے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے یہاں آج عقلمندوں کی بہتات ہے سمجھ داروں کی کمی ہے عالموں کی بہتات ہے عمل کرنے والوں کی کمی ہے ہر کوئی عالم معلم اور استاد ہے طالب علم اور طالب حق کوئی نہیں۔

کس قدر آساں ہوگیا کار ہدایت　　　ہمیں اک اُمتی ہیں ہر کوئی پیمبر ہے

اس کتاب کو لکھنے اور اس کے عنوانات کو منتخب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ثبوت مہدی موعود علیہ السلام کے تعلق سے ہم مہدویوں میں یک طرفہ سوچ اور تقابلی ادیان وعقاید سے موازنہ نہ کرنے کی گھبراہٹ اور مایوسی ہے اُس سے ذرا ہٹ کر میں نے کچھ حقیقتوں اور احوال کا جائزہ لیا ہے۔ اس میں کس حد تک مجھے اللہ تعالی نے کامیاب کیا ہے اس بات کا اندازہ مجھے اس بات کا بخوبی مجھے ہے کہ اللہ تعالی نے ان تمام حقایق کو جمع کرنے اور پیش کرنے کی مجھے توفیق دی جس سے کہ ایک ایسا معجون مرکب تیار ہوا مخالفین ومعاندین نے جو معاشرتی واعصابی کیفیت طاری کرنے کی کوشش کی ہے مذہبی وعقایدی معاملات میں اس سے باہر قدم رکھ کر مہدوی اپنے عقیدہ ومذہب کا جائزہ لیں اور راہ مستقیم کا انتخاب کریں اور اپنی ذہنی دینی ومذہبی اور عقایدی صحت کی شفایابی کے ذرائع تلاش کریں کیونکہ مایوس اور بیمار معاشرہ قوموں میں انتشار اور فساد پیدا کرتا ہے۔

جب آپ کوئی کام کرتے ہیں اور آپ کی صرف تعریف ہوتی ہو تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے لوگوں کو خوش کرنے کے لے روایتی کام کیا ہے اور کسی اچھے مقصد سے سمجھوتہ کیا ہے۔ اور اگر آپ کے کام کی مخالفت یا تنقید ہوتی ہو تو اس کا مطلب ہے کہ آپ نے کچھ الگ کیا ہے جو کہ یا تو بہت اچھا ہے یا بہت برا ہے۔ مگر جو کچھ کیا وہ اچھا ہے یا برا اس کا اندازہ کام کرنے والے کو بخوبی ہوتا ہے۔ اگر آپ کو یقین ہے کہ میں نے کام اچھا کیا ہے مقصد نیک ہے تو اُس کام کو اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے اور مقصد پر جمے اور ڈٹے رہنا چاہیے مخالفت اور تنقید خود بخود دم توڑ دیگی۔ ہمارا اس کتاب کو لکھنے کا مقصد کسی کی تنقید کرنا یا کسی کو ناراض کرنا نہیں ہے اور اسی کے ساتھ کسی کو بے جا خوش کرنا یا ناحق باتوں کی تائید کرنا بھی نہیں ہے' حق کی حقیقت کو اُجاگر کرنا ہے۔ ادب و احترام علم مرتبہ عمل اور تقدس کا ہونا چاہیے ورنہ بے جا ادب واحترام بدعات رسوم اور وحدت و رسالت کے اُمور میں دخل اندازی کے مترادف ہے۔ کیونکہ اس سے جھوٹے اور خودنما لوگ قوم وملت کی رسوائی کا سبب بن جاتے ہیں۔

سوائے اللہ تعالی کی ذات کے کوئی بھی کامل واکمل نہیں ہے' اللہ تعالی کے بعد انبیاء ومرسلین اور اللہ کے خلفاء سہو نسیاں غلطی سے مبرا ہوتے ہیں' کیونکہ ان کے دل خیالات اعمال واحوال اللہ تعالی کے قبضہ قدرت میں ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ ہر انسان چاہے وہ کتنا ہی بڑا عالم فاضل ہو صوفی وولی ہو ان سے غلطی کا احتمال رہتا ہے یہ فطری بات ہے۔ اگر کسی نے کچھ کہہ دیا لکھ دیا وہ حرف آخر نہیں ہوتا۔ ہر زمانے میں لوگ پیدا ہوتے ہیں جو علم میں معاشرے میں مذہب کو سمجھانے کے لئے کچھ نئی باتوں کو پیش کرتے ہیں تا کہ لوگ فلاح واصلاح کی راہ کو آسان بنائیں۔ اگر غلطی ہو جائے تو اسے اپنی انا کا مسلہ نہیں بننے دینا چاہئے۔ ہر زمانے میں علم میں کچھ نئی باتوں کا اضافہ ہوتا ہے جو حق ہو انہیں قبول کرنا چاہئے جو غلط ہو اسے نظر انداز کر دینا چاہئے۔ البتہ کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ قرآن میں سنت رسول میں تبدیلی پیدا کریں تا کہ اللہ کے احکام کی غلط ترجمانی اور غلط بیانی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالی نے تخلیق آدم کے وقت ہی کہہ دیا ہے کہ ''میں نے آدمؑ کو علم دیا ہے'' یہی علم انسان کو دوسری مخلوقات میں ممتاز کرتا ہے۔ علم حقیقی بھی ہوتا ہے اور غیر حقیقی بھی۔ حقیقی باتوں کو اختیار کرنا چاہیے اور غیر حقیقی باتوں کو چھوڑ دینا چاہئے۔

دین اسلام اور شریعت محمد مصطفیٰ ﷺ میں مسلمانوں کو جس طرح ماہ رمضان کا چاند نظر آنے کے بعد بلاعذر روزہ رکھنا فرض ہے' اسی طرح بعثت مہدی کے متعلق معلوم ہونے یا خبر پہنچنے کے بعد تصدیق مہدی کی بیعت کرنا فرض ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ہے کہ ''جب تم مہدی کے متعلق سنو تو اُس کی بیعت کرو کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے' چاہے تمہیں برف پر سے رینگ کر ہی کیوں نا جانا پڑے''۔ اس سے معلوم ہوا تصدیق و بیعت مہدی ضروریات دین سے ہیں۔ اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ تم بہترین اُمت ہو جو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو''۔ 110 آل عمران۔ قرآن مجید کا یہ حکم خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد اُمت مسلمہ کو تھا' بعثت مہدی کے بعد یہ ذمہ داری مصدق مہدویوں کی ہے' یہ کام مہدویہ بزرگوں نے پچھلے چار صدیوں سے بخوبی نبھائی' مگر! پچھلے ایک سو برسوں کے مہدویوں نے بالکل اس فرض کو بھلا دیا' بلکہ خود قوم مہدویہ کو تعلیمات واعمال مہدویہ سے نابلد نا

آشناو ناواقف کرادیا۔یہی وجہ ہے ہمیں یہ کتاب تحریر کرنے کی تا کہ بتایا جائے تعلیمات مہدویہ کیا ہیں ۔شہادت مہدی کی بنیاد قرآن مجید ہے اور مہدویہ عقاید کیا ہیں جن کا موازانہ ہم نے اسلام کے دوسرے گروہ اور فرقوں کے ساتھ دوسری اقوام تاریخ عالم اور دوسری مثالوں حالات و واقعات کے ذریعہ خلیفۃ اللہ میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام آخرازماں کے کچھ نامعلوم اور غیر معروف حقیقتوں اور حالات کو منطق دلیل کے ساتھ قوم کے افراد کو بتایا اس کتاب میں ۔ہم سے اگلوں نے جو غیر ذمہ داری کی سو کی آج ہم سبھی اس غیر ذمہ داری نا اہلی تساہلی کا شکار ہیں ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی ہمیں خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا چاہئے ۔مہدی موعودؑ کی تعلیمات ہمارے بزرگوں اور اسلاف کا اسوہ اور اعمال صالحہ کو ہی اگر ہم اپنالیں تو یہ ایک مثالی کوشش ہوگی ۔اگر اب بھی ہم خواب غفلت سے نہیں جاگے تو دنیا میں ہماری رسوائی ہوگی سو ہوگی بروزحشر اللہ تعالیٰ کو بھی جواب اور حساب دینا پڑیگا کہ دنیا میں صرف کھانے پینے عیش کرنے کے لئے ہمیں نہیں پیدا کیا گیا بلکہ دنیا کے ساتھ دین کا کام بھی کرنا ہے ۔اور یہ کام قرآن سنت رسولؐ اور تعلیمات مہدی کے بغیر ممکن نہیں اس عمل کے لئے اخلاص اور نیت کی پاکیزگی کے بغیر ممکن نہیں ۔باوجود اپنی بے بضاعتی کے ہم نے حتی المقدور تمام احوال وحقایق کو اس کتاب میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے اس کے باوجود کوئی کمی رہ گئی تو انشاء اللہ ہم سے بہتر اور آنے والے لوگ ایسی اور اس سے بہتر کوشش کریں گے اور اس کار خیر کو جاری رکھیں گے ۔اس وقت ہماری کچھ اپنی ذمہ داریاں ہیں اس لئے اس کو کتاب کی شکل میں (ہارڈ کاپی) نہیں پیش کر سکے لیکن اسے دو ویب سایٹ پر اپ لوڈ کیا ہے وہاں سے مفت پی ڈی ایف Pdf کاپی ڈاؤن لوڈ کر کے استفادہ کریں جس کا لنک ہم نے آگے دیا ہے اور آپ خود بھی دینی مذہبی معلومات میں اضافہ کریں اور جو لوگ کشش و پنج میں مبتلا ہیں انہیں بھی اس سے آگاہ کریں تا کہ وہ اس سے فایدہ حاصل کریں اور اپنا ایمان احسان اور عقیدہ مضبوط کریں اگر کسی وجہ سے مفت ڈاؤن لوڈ نا ہو سکے تو ہمارے ای میل پر فون پر رابطہ کریں ہم یہی Pdf کاپی آپ کو ارساں کریں گے ۔اگر اس کتاب کے عنوانات ہماری یہ کوشش اور اس کی ضرورت اور افادیت اگر آپ کو پسند آئے تو بطور اُجرت ہمیں آپ کی دعاؤں سے نوازیں تا کہ ہمارے گناہوں کو اللہ معاف کرے اور حشر کے دن ہمارے ساتھ راضی ہو جائے۔

جیسا کہ ہم نے حرف آغاز میں کہا کہ خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ آخرالزماں کی شہادتوں کو جمع کرتے ہوئے کئی مختلف انواع کے مضامین کے ذریعہ ان شہادتوں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے تا کہ قاری کے سامنے تاریخ عالم اور دوسری حقیقتوں کی مثالوں میں حقیقت دعوت مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ کی حقانیت پوری طرح واضح ہو جائے ۔یہ محض خانہ پوری یا اپنی علمی خصوصیت بتانا نہیں ہے ۔بلکہ مصدقوں کے سامنے وہ تمام حقایق آجائیں جو میراں سید محمد مہدیٔ موعودؑ کی دعوت حق کی حقیقت بیان کے لئے ضروری ہوں ۔اس کتاب میں قرآن حدیث روایات دلیل منطق کے علاوہ کئی ایسی روایات بھی پیش کی ہیں جو اس سے پہلے قوم مہدویہ میں پیش نہیں ہوئیں ۔اور قرآن کے بیان کی اُن تمام سورتوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو تعلیمات ودعوت مہدی کے حق ہونے پر دلالت کرتی ہوں ۔ہوسکتا ہے آگے کوئی اور ہم سے بہتر باتیں اس ضمن میں پیش کر سکے تا کہ قوم مہدویہ کے خاص وعام کے علم اور

معلومات میں اضافے کا سبب ہوں۔ہم نے حتی المقدور دعوت مہدیؑ کے تمام حقایق کے اِشکال کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ مصدقوں کو اپنا ایمان عقیدہ اور طریقہ مضبوط کرنے میں آسانی ہو اور وہ دوسرے گروہ اور جماعتوں سے متاثر نہ ہوں' کیونکہ اللہ تعالی اپنے رسول محمدﷺ خاتم الانبیاء کے وسیلے اور تعلیمات مہدی کے ذریعہ سے ہمیں ایک بہترین مذہب اور دین کا پیرو کار بنایا ہے۔اگر ہم دعوت مہدی موعودؑ کی حقیقت کو سمجھ لیتے ہیں تو اسلام اور ایمان کی حقیقت کو مکمل طور پر سمجھنے قابل ہو سکتے ہیں۔ضرورت ہے قرآن وسنت رسولﷺ کی روشنی میں تعلیمات مہدی میں غور کریں۔انسان کے شعور میں بہت ساری باتیں اور خیالات ہوتے ہیں وہ بولنا اور لکھنا چاہتا ہے بول اور لکھ بھی دیتا ہے' لیکن کچھ باتیں اس کے تحت الشعور میں پنہاں ہوتی ہیں انہیں بیان کرنا یا لکھنا بہت مشکل کام ہے انہیں الفاظ کا جامہ پہنانا۔ان میں ذات حق کا بیان ہے' دنیا میں کوئی بھی مخلوق ذات کا مظہر نہیں بن سکتی ایسی کوئی بھی کوشش اور خواہش شرک کی طرف لے جاتی ہے البتہ صفات کا مظہر ہو سکتی ہے۔اسماء الہی اور مقطعات انہیں صفات کا مظہر ہیں۔

اس کتاب کی پروف ریڈنگ خود مجھے کرنی پڑی اس لئے کہیں کہیں الفاظ اور املا کی اور ٹائپنگ کی غلطیاں رہ گئیں ہیں' ممکن حد تک انہیں درست کرنے کی کوشش کی ہے۔اس کتاب کو میں نے سنہ 2018 ستمبر سے لکھنا شروع کیا اس کے احوال بھی جمع ہوتے رہے کتابوں کا مطالع بھی جاری رہا' مئی سنہ 2020 میں اسے ختم تو کر دیا لیکن بعد میں کچھ وضاحتیں بھی ہوتی رہیں اور کچھ موضوعات اور جملے حذف بھی کئے

اس کتاب کتاب کو لکھنے میں کئی موقعوں پر اللہ کی مدد شامل حال رہی ورنہ مجھ جیسا بے بضاعت یہ لکھ نہ پا تا۔شکر الحمدللہ۔

خاکِ گروہ پاک

سید یوسف مقام: بنگلور بن ڈاکٹر سید موسی مرحوم اہل چن پٹن ریاست کرناٹک

اتوار 16 رمضان 1441 مطابق 10 مئی 2020

نظر ثانی جمعہ 12 ذی القعدہ 1444 مطابق 02 جون 2023

" بدھ 10 شعبان 1445 " 21 فروری 2024

syedyusufsam92@gmail.com

عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اسماء الحسنٰی اور مقطعات

اسماء الحسنٰی جنہیں اسماء الصفات بھی کہا جاتا ہے اللہ تعالی کے وہ نام ہیں جو قرآن میں بتائے گئے ہیں اور جن میں بیان کی گئی صفات کے وسیلے سے اللہ تعالی کو پہچانا جاتا ہے اس کا ذکر کیا جاتا ہے اور اسے مدد طلب کی جاتی ہے ان کی تعداد 99 ہے۔وَ لِلّٰہِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا اللہ تعالی ہی کے لئے حسن وخوبی کی (صفتیں) نام ہیں پس تم کو چاہے کہ ان صفتوں کے ساتھ اسے پکارو (الاعراف ۱۸۰)۔ایسا اس لئے ہے کہ انسان کو اپنی کم مائیگی ناتوانی کمزوری اور مجبوری کا احساس ہے اور وہ جانتا ہے کہ وہ اپنے آپ نہیں آیا یا پیدا ہوا بلکہ اسے پیدا کیا گیا ہے کسی مقصد کے لئے اس میں کسی قسم کی قوت طاقت یا دم نہیں ہے کہ خود کی تخلیق کرلے'' آدم'' معنی کسی نے اس میں'' روح '' پھونکی تو دم آیا ہے دم معنی سانس ۔نفس ۔زندگی ۔روح ۔قوت ۔اگر اس میں طاقت یا دم ہوتا تو اپنی مرضی کی اولاد نا ک نقشہ عقل بول چال طریقہ حیثیت رنگت سبھی بھر لیتا' اور راموت اور ہمیشہ قایم ودایم ہوجاتا 'وہ جانتا ہے کہ وہ بے بس ہے کسی کی عظیم قدرت کے آگے یہ بات نہ صرف اس کی عقل اسے سمجھاتی ہے بلکہ اسے پیدا کرنے والے نے اسے سمجھانے کے اسباب بھی مہیا کئے ہیں اسی کے جیسے انبیاء مرسلین اور صحیفوں کے ذریعہ اسے بتایا جاتا ہے کہ اسے کیا کرنا کیا نہیں کرنا ہے یہی عمل اسے ''بندہ'' یا بندھا ہوا کسی اور کے حکم اور اطاعت کے آگے بناتا ہے ۔جیسے کہا آدم' دَم سے ہے روح سے آدمی' عربی میں دَمٌ لہو اور خون کو کہتے ہیں اور انسان لہو یا خون سے بنا ہے ۔اور جس کا محکوم ہے اس کو یاد کرنے مدد طلب کرنے اور اسے پہچاننے کے اسباب ذکر اسماء الحسنٰی یا دیگر اعمال ہیں ۔صحیفہ ہمام بن منبہؒ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلّٰهِ تِسعةٌ وَّتسعُوْنَ اِسْمَا' مِاٰ ئِنَةٌ اِلَّاوَ احِدَةٌمَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ اِنَّهٗ وِترٌ يُحبُ الْوتْرَ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو جو شخص ان کو یاد رکھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا' اللہ طاق ہے طاق (عدد) کو پسند کرتا ہے ۔اور حروف مقطعات disjoineded letter جنہیں لوح قرآن بھی کہا گیا ہے' حروف ہجا کے ادائیگی کی ایک ایسی شق نوع ہے' جو قرآن مجید کی کچھ سورتوں کے آغاز کلام میں آئے ہیں یا جن سے کچھ سورتوں کی ابتداء ہوتی ہے ۔جن کے نہ معنی ہیں نہ ان کی وضاحت قرآن وحدیث میں ہے اور نہ ہی علمائے اسلام میں زیر بحث ہے بلکہ یہ باضابطہ طور پر اسرار خداوندی کے زمرے میں ہیں ۔اس لئے ان کے بارے میں علمی وتحقیقی مواد نہیں کے برابر ہے ۔اسلام کے مذہبی ادب میں یہ ایک خشک موضوع ہے' جیسا کہ علم فلسفہ' جو زندگی کی تلخیوں سے روبرو تو کروا دیتا ہے مگر ان کا حل نہیں پیش کرتا ۔جسے پڑھنے سمجھنے اور معلوم کرنے کی کوشش صحرا میں سراب کا پیچھا کرنے جیسی ہے' اور انہیں جاننے پہچاننے معنی معلوم کرنے کی کوشش پانی کو مٹھی میں بند کرنے جیسی ہے کہ ہاتھ تر تو ہوجاتا ہے مگر مٹھی خالی ہی رہتی ہے ۔حافظ اعماد الدین ابوالفداء ابن کثیر نے لکھا ہے کہ: ہر ایک مبتدی جو بالکل کسی اچھوتی چیز کو ہاتھ لگاتا ہے اور ہر مخترع جو کسی نئے کام کو چھیڑتا ہے' جس کو اس سے پہلے کسی نے نہ کیا ہو تو ضروری ہے کہ وہ کام پہلے تھوڑا اور چھوٹا ہو بعد

میں بڑھے ۔کسی بھی شخص کو جو دوسرے علماء کے بعد آئے شہر علم کا کوئی نہ کوئی ایسا دروازہ کھلا ملتا ہے جس میں متقدمین کا گزر بھی نہ ہوا ہو (الاتقان ۴) ۔اس لئے کچھ چنیدہ چنیدہ موضوعات میں سے ان حقایق کو تلاش کرنا لفظ و معنی کو سمجھنا' آب حیات تلاش کرنے جیسا ہے ۔البتہ انہیں معلوم کرنے اور سمجھنے کی کوشش میں ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ان مقطعات میں عظمت خداوندی کا ایک بے حد وسیع و بے کنار دریا موجزن ہے ۔مقطع کے جیسا تو نہیں البتہ قرآن میں ' بَــرْزَخٌ ' ایک لفظ آیا ہے' جس کی کوئی وضاحت نہیں ہے' بلکہ چند صحابہؓ نے اس کے معنی موت سے لے کر دوبارہ اٹھائے جانے تک کا مقام لئے ہیں ۔اسی طرح کی متشابہ آیات اور بیان ہیں کہ اللہ تعالی نے کفار مکہ سے کہا کہ تم اپنی زباں دانی پر اتنے ہی نازاں ہو تو قرآن جیسی ایک آیت ہی لاؤ' یہ چیلنج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی نہ صرف برقرار ہے بلکہ قرآن کے ہر حرف لفظ آیت اور سورہ میں ایک چیلنج چھپا ہوا ہے ۔یہاں ہم نے قرآن کی ہزارہا حقیقتوں میں سے کچھ کو سمجھنے کی کوشش کی پھر بھی یہ بیان تشنہ ہے' اس لئے کچھ لفظ و معنی کی حقیقتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں تو قرآن کے رموز و اوقاف کی ایسی باریکیاں سامنے آتی ہیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے ۔اور کسی معلوم حقیقت کو بیان کرنا یا لکھ دینا آسان ہوتا ہے' بہ نسبت کسی نامعلوم حقیقت کو تلاش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے' اس لئے انہیں بغیر حوالوں اور ثبوتوں کے لکھا نہیں جا سکتا نہ سمجھا جا سکتا ہے ۔اشعت اللمعات جلد ۴ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ :حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کے پاس کوئی چیز احکام میں سے ایسی ہے جو قرآن پاک میں نہیں ہے تو فرمایا: قرآن سب سے بڑی کل ہے بالقوہ اور اجمالی طور پر تمام علوم کا جامع ہے کوئی چیز اس سے باہر نہیں رہتی لیکن اگر کسی کو اس کا فہم اور اس سے معانی و مطالب حاصل کرنے کی قوت دی جائے تو یہ بعید نہیں ہوگا یہ فہم بعض کو حاصل ہوتا ہے یہ اللہ تعالی کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے ۔

ہم نے اسلام قبول کیا ہے اور تصدیق مہدی کی ہے مگر! ہمیں مومن بننا ہے ۔اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ **قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.** اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ۔آپ (ﷺ) فرمائے **تم ایمان تو نہیں لائے البتہ یہ کہو کہ ہم نے اطاعت اختیار کر لی ہے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا** ۔اور اگر تم (سچے ہو) اطاعت کرو گے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ ذرا کمی نہیں کرے گا تمہارے اعمال میں' بے شک اللہ غفور رحیم ہے ۔(سورہ حجرات ۱۴) بات صاف ہے کوئی بھی خود کو مسلمان کہلا سکتا ہے مگر مومن بننا حقیقی اسلام ہے ۔مہدی موعودؑ نے فرمایا ''مومن بنو'' ۔حضو ﷺ نے کعبہ کے ۳۶۰ بت گرا دئے لیکن جو نفس کی انا کی خودی کی شخصیت پرستی کی بت پرستی لوگوں میں باقی تھی اسے گرانے کی اللہ کے حکم سے خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ نے بحیثیت تابع تام رسول اللہ کے تعلیم دی ۔یہی ہے ثم ان علینا بیانہ (سورہ قیامہ ۱۹ مکی) اور سورہ حجرات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس کا نزول 106 ہے' کہنے کا مطلب ہے حضو ﷺ کی پندرہ سترہ سالہ تبلیغ رسالت کے بعد بھی لوگ مکمل طور پر مومن نہیں بنے تھے چند ایک مقدس صحابہؓ کے ہاں اسلام قبول کر لیا تھا' یہی بات اللہ تعالی نے یہاں کہی ہے کہ تم نے

مکمل طور پر خود کو اللہ کے حوالے نہیں کیا ہے' تم میں دینی شعور ابھی پیدا نہیں ہوا ہے۔ بعد میں اس کا اظہار بھی ہو گیا یہی عرب تھے جو مسلمان بن گئے مگر مومن کا کردار ادا نہیں کیا' حضرت عمرؓ شہید ہوئے' حضرت عثمان کو شہید کیا' حضرت علیؓ کو شہید کیا' جنگ جمل ہوئی' معرکہ کربلہ ہوا۔ مہدی موعودؑ نے فرمایا ''ہر کسے فرعون است''۔ ایک شرابی کو لوگ مارنے لگے آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کا نشہ تو رات بھر کا ہے پہلے تم اپنی انا ء کا خودی کا شخصیت پرستی کا نشہ اُتارو۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وبندگی یہ نہیں کہ صرف فرایض ادا کر لئے بلکہ اللہ کی معرفت حاصل کرنا اصل مقصد بندگی ہے وہ حاصل ہوتی ہے تدبر سے غور وفکر سے ذکر اللہ سے۔ **''وہ عقلمند جو یاد کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہوئے' بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے' اور غور کرتے رہتے ہیں آسمانوں کی اور زمین کی پیدائش میں (اور تسلیم کرتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے کار نہیں پیدا فرمایا جو پاک ہے ہر عیب سے**۔ عمران ۱۹۱۔ یعنی اللہ کی صفات میں غور کر کے اُس کا خیال اُس کا ذکر اُس کی موجودگی کو محسوس کرنے والے۔ بہت ساری خوبیوں کمالات طاقتوں سمجھ اور عقل کے باوجود انسان کمزور اور ناتوان ہے' صرف علم حاصل کر لینے عابد وزاہد کا لباس فاخرہ زیب تن کر لینے سے مومن نہیں بنتے۔ جب وہ دنیا اور عجائبات دنیا میں غور کرتا ہے تو اسے کسی ان دیکھی قوت اور عظیم طاقت کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے یہ احساس کبھی اس طاقت سے محبت اور عقیدت پیدا کراتا ہے' کبھی خوف وہراس میں مبتلا کرتا ہے' اور یہی احساس بہت قوی تب ہو جاتا ہے جب وہ اپنے جیسے کسی انسان کی زندگی اور موت پر غور کرتا ہے کہ ارے میں تو بس اتنا ہی موجود ہوں جتنا کہ مجھے وجود عطا کیا گیا ہے۔ یہیں سے انسان کے کسی اور سے تخلیق کئے جانے اور خالق وما لک ہونے کا احساس اس مالک وخالق کی طرف متوجہ ہونے کی طرف راغب کرتا ہے جسے عبادت اور بندگی کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت تخلیق اور انسان کی کم مائیگی بے بسی حقارت کو بتانے کے لئے قرآن میں تقریباً ۲۵۰ آیات نازل کی ہیں لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (بقرہ ۱۶۰) ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں (قدرت کی) نشانیاں ہیں۔ اصل ذکر اللہ یہی ہے' ذکر کا معنی صرف زبان سے یا دل میں اللہ ھو اللہ ھو' یا رحیم یا رحیم کہتے رہنا یا رٹا مارتے رہنا نہیں تسبیح کے دانے گھماتے ہوئے۔ بلکہ اللہ کی صفات قدرت اور اس کی تخلیقی عظمت میں غور کرنا ہے جسے فہم وادراک کہا گیا۔ زبان یا دل سے ذکر کرنا ذکر تو ہوا مگر ظاہری' ذکر خفی حقیقی ذکر ہے' کہ چپکے چپکے خاموشی سے دل میں خیال میں یکسوئی خلوص اور پوری توجہ اور انہماک سے اللہ تعالیٰ کی عظمت ربوبیت بزرگی کا اقرار کرنا اس کی نوازشوں کا شکر گزار رہنا ہمیشہ دل میں اُس کی عبادت بندگی کا وقت پر ادا کرنے کا خیال ہونا منکرات سے بچنے کی کوشش کرنا اللہ کا خوف اور موجودگی کا احساس رکھنا صلہ رحمی کرنا حدود اللہ کا خیال رکھنا حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھنا ملایک۔ فرشتوں کی موجودگی کا خیال کرنا مغیبات کو اللہ کی تخلیق میں دیکھنا کفر وشرک رسم وبدعت سے بچنے کی کوشش کرنا اللہ کی عظمت کے آگے خود کو حقیر جاننا' یہ سب ذکر خفی کے اشکال اور علامتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَا عَ اللّٰہَ جس نے رسولؐ کی اطاعت کی (گویا) اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اس پہلے سورہ حجر میں ''اعراب'' کا لفظ آیا ہے اس پر بھی بات کرتے ہیں عربی زبان میں اس کے معنی ''دیہاتی'' کے ہیں قاضی شوکانی نے بدوؤں اور صحراؤں میں سکونت گزیں ہونے کو اعراب

کہا ہے اور سیبویہ نے کہا کہ 'اعراب' صیغہ جمع تو ہے مگر لفظ 'عرب' کی جمع کا صیغہ نہیں ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہاں بجائے 'عرب' کے 'اعراب' کہا ہے معنی دیہاتی یا ناسمجھ لوگ ۔ جبکہ اگر اسے صیغہ جمع میں لیں تو تمام عرب ہوئے' اس طرح اللہ کا خطاب تمام عرب سے ہوا جس کا مطلب ہے مسلمان تو بن گئے مومن بننا باقی ہے اور اُمت کو مومنوں کی تعلیم دینے کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ اللہ مہدی موعود آخرالزماں پر رکھا ہے کہ جب اُمت میں ایمان کی بلاغت پیدا ہو جائے تا کہ معرفت الٰہی کی تعلیم دی جائے' اور یہی ہے ''اس (قرآن) کے بیان کا ذمہ ہم پر'' ہے اور یہ خلیفۃ اللہ محض حدیث کے الفاظ 'مدینہ' کی بنیاد پر 'مہدیؑ عربی'' نہیں ہوگا بلکہ عجمی ہوگا عربی نہیں ۔ اور ایسا ہوا بھی جب اپنے طور پر لوگوں نے معرفت الٰہی کو سمجھنے کی کوشش کی تو ہوش کھو بیٹھے منصور حلاجؒ نے 'اناالحق'' کا نعرہ لگایا 'شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ''سبحانی مَااعظم شانی '' کا نعرہ لگایا ۔ ان بزرگوں کا تعلق اعراق وعرب سے تھا' اور جب علمائے سو مہدی موعودؑ کی تعلیم معرفت الٰہی کو سمجھ نا پائے تو مخالفت کی ان میں شیخ علی متقی برہانپوری سب میں زیادہ مخالف مہدویوں کا ہو گیا ۔ مہدی موعود میراں سید محمد جونپوری کو جب دلیت رائے سے مقابلے میں شرک اور ایمان کے اظہار کی وجہ سے ایمان کا غلبہ ہوا تو آپ علیہ السلام پر جذبہ حق طاری ہو گیا جو بارہ برس تک رہا جس میں آپؑ نے چند سیر غذا نوش کی اور صرف نماز کے وقت ہوش میں آتے انہیں بی بی الہ دیتیؓ وضو کراتیں اس کے بعد پھر جذبہ حق میں مستغرق ہو جاتے اس دوران شریعت وسنت رسول ﷺ کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا جب افاقہ ہوا تو ہجرت اختیار کی ۔ تیرہ برس تک اس حالت کو جذب کرتے رہے جب تک مکہ میں اپنا دعویٰ مہدی نہیں فرمایا ۔

اور فہم وادراک کی یہی تگ ودو جستجو کبھی انسان کو حقیقی مالک کی تلاش کی طرف لے جاتی ہے کبھی حاضرات وموجودات کی غلامی میں مبتلا کر دیتی ہے ۔ انہیں انسانوں کے درمیان ہی میں کوئی خودغرض ذی ہوش چالاک عقل مند یا صاحب حیثیت شخص دیکھتا ہے کہ میں بہت سارے انسانوں کو قابو میں کر کے ان کا مالک وآقا بن سکتا ہوں تو وہ یا خود کو ان کا مالک بن جاتا ہے یا کسی اور کے خوف میں انہیں مبتلا کر کے اپنی اطاعت اور حکومت قائم کر لیتا ہے حضورؐ کے بعد مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے یہی کیا ۔ اس کی کئی اور قسمیں ہیں حکومت اور بادشاہی' انجانی طاقت کے خوف میں مبتلا کر کے اپنی بات منوانا یا بتوں کے ذریعہ اپنی بات قائم کر لینا' اس کی آخری اور غیر محسوس قسم رسم وبدعت اور عادت ہے ۔ عبادت اور پرستش میں بین فرق یہ ہے کہ عبادت بندگی کو کہتے ہیں جبکہ پرستش پوجا (کسی مخلوق موجود کے آگے نجات مانگنا ضرورت بیان کرنا گڑگڑانا) معنی کسی سے مرعوب ہو کر اس کی چاہت میں گرفتار ہونا ۔ بندگی کا لفظ عربی میں ''عبد'' سے ماخوذ ہے یعنی غلام' بندگی معنی غلامی ۔ قرآن میں یہ لفظ اللہ کی غلامی سے منسوب ہے ۔ غلام اور آقا' مالک اور نوکر 'مالک یعنی نگران' غلام یعنی زیرنگیں ۔ عبادت معنی اللہ کی غلامی' اطاعت کو قرآن نے عبادت کہا ہے ۔ اب سوال یہ ہے کہ ''عبادت'' کس کی اور کس لئے ؟ عرب معاشرے میں یا اس دور کے معاشروں میں کسی اندیکھی طاقت قوت کو کسی شکل' مورت یا بت کی صورت میں تراش کر یا اپنے آبا اجدا یا کسی خاندانی بزرگ یا طاقت ور انسان یا اور اندیکھی مخلوق کی محبت یا خوف سے اس کے آگے جھک جانے اس کی منت سماجت کرنا پرستش ہوا کرتا تھا ۔ جب اسلام کا دور شروع ہوا تو عربی لفظ کا غلام جو مخلوق ہے وہ خالق کا غلام کہلایا جو بندوں

کا معبود زندگی اور موت دیتا ان کی نگرانی کرتا اس کے اچھے اور برے اعمال کا احتساب کرتا ہے۔اسی سے بندگی کا لفظ عام ہوگیا۔جب عبد و معبود کا تعلق واضح ہوگیا تو پرستش یعنی بتوں کی محبت یا مخلوقات کی محبت چاہت اطاعت کو شرک اور بت پرستی کا نام دیا گیا یعنی حقیقی مالک یا خالق کے علاوہ کسی اور مخلوق کو چاہے وہ کوئی انسان ہی کیوں نہ ہو خدائی صفات میں شامل کرنا غیر فطری قرار ہوا اور حقیقی مالک آقا و معبود کے علاوہ کسی اور کی پرستش بندگی اطاعت کرنے کو کفر قرار دیا اور حقیقی مالک کا انکار کرنا یا اس کے احکام سے بغاوت کرنا کفر ٹہرا۔بت پرستی صرف یہ نہیں کہ حاضرات موجودات چاند سورج ستاروں پہاڑوں ندی پیڑ پودوں کی پرستش ہے بلکہ کسی انسان میں خدائی اوصاف کے ہونے کا اقرار بھی بت پرستی ہے۔مسلمانوں میں کشف مراقبہ مشاہد مکاشفہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جس میں کئی غلط فہمیاں پیدا کرلی گئی ہیں جیسے انسان کو خدائی اختیارات کا حاصل ہوجانا انسان کے مشاہدے میں خدا کا دیکھا جانا کرامات اور محیر العقول اعمال و احوال سے انسان کا مرتبہ بلند ہوجانا یہ سب تصوراتی اضافتیں ہیں جن کا دین ایمان اور معرفت الٰہی سے کچھ لینا دینا نہیں بلکہ ان باتوں کو اختیار کرنے سے رسم و بدعت اور عادت میں اضافہ ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے،مہدی موعودؑ نے فرمایا'' خدا اور بندے کے درمیان جو بھی چیز حایل ہو وہ اُس کا بت ہے''۔اسلام سے پہلے پرستش اور بت پرستی ہی مذہبی رسومات ہوا کرتے تھے مذہب کی کوئی حتمی شکل نہیں تھی ہر فرد خاندان قبیلہ کا اپنا معبود تھا' حالانکہ اسلام سے پہلے حقیقی مالک آقا معبود کی بندگی کا تصور آسمانی احکام معبود حقیقی کی جانب سے ایک مجموعہ اور کتابی شکل میں دیے جانے کو 'مذہبی' احکام کو بتانے حقیقی مالک کی اطاعت پر راغب کرانے والوں کو نبی رسول پیغمبر اور خدا کا خلیفہ بتایا گیا اُس سے پہلے رسم و بدعت بت پرستی ہی انسانوں کی عبادت ہوا کرتی تھی جو انسان کے اندر کی فطری جبلت خوف اور اطاعت کی ترجمان ہوا کرتی تھی۔وقتاً فوقتاً انسان کی ذہنی تربیت اور بندگی کے آداب سکھانے کے لئے اللہ کے خلفاء دنیا میں بھیجے جاتے رہے ہر قوم اور قطعہ میں کچھ عرصہ تک انسان بندگی اور اطاعت پر قایم رہتا پھر سے انحراف حکم عدولی فتنہ فساد طوایف الملو کی انتشار میں مبتلاء ہوجاتا۔انسانی تربیت اور اصلاح کی ارتقاء کا سلسلہ چلتا رہا اور جب انسانیت اپنی عقل سمجھ علم اور ترقی کی بلندی پر پہنچ گئی تو ایک آخری حکم نامہ قرآن پیش کرکے بتایا گیا کہ اب اور تمہاری تعلیم اور تربیت کی ضرورت نہیں اب جو کچھ تمہارے اچھے برے کا فیصلہ کرنا ہے تم خود ہی کرو۔البتہ تمہاری خالق حقیقی کی قربت اور چاہت کی خواہش کو ہم آخری نبی رسول محمدﷺ کی زندگی میں مثال کے طور پر پیش کردیتے ہیں یہی تمہارے لئے راہ راست ہے۔مگر اس کی تعلیم اور تربیت پوری طرح بعد میں بیان کرینگے۔حضور نبی کریم کی نبوت سے پہلے روئے زمین پر بادشاہتیں حکومتیں قوم ملک اور قطعے تو ہوا کرتے تھے لیکن انسانی سہولیات کے خاطر ترقی کے جو اسباب آج پائے جارہے ہیں وہ پہلے نہیں تھے طلوع اسلام کے بعد ہی نئی تحقیقات ایجادات سہولت اور آسانیوں کی تلاش کا دور شروع ہوا۔وہ پہلے مسلمان ہی تھے جنہوں نے سفری سہولیات کے لئے ستاروں کی گردش کے علم کو جو پہلے صرف بتوں کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اسے راتوں کے تعین سمندری سفر رقبہ اور علاقہ کی حدود بندی ادویات معدنیات علم الحیوان' نباتات جمادات پر تحقیق کرنا سوچنا شروع کیا۔دوسری قوموں کو جنہیں موجد و مورخ سمجھا جارہا تھا

ہے ان کا دور پچھلے تین سو برسوں میں ہی شروع ہے ورنہ تمام علوم میں مسلمانوں نے سب سے پہلے اپنی تحقیق کا آغاز کر دیا تھا' اسی لئے کہا جائے گا کہ محمد ﷺ کو علم اور عقل والی اُمت میں بھیجا گیا ۔ رہی بات مہدی موعود علیہ السلام کے مبین کلام اللہ ہونے کی یہ طریقہ اور دستور ہے دنیا کا بھی کہ ہر طریقہ رواج کتاب دین و مذہب کا ایک معلم ہوتا ہے' کوئی بھی یوں ہی اپنے آپ علم حاصل نہیں کر لیتا ۔ اور اُس معلم کا قبول کیا جانا اس بات پر ہوتا ہے کہ کتاب دئے جانے والے کی طرف سے وہ منتخب کیا گیا ہو اس طرح صاحب کتاب کا وہ سند یافتہ مانا جائے گا جسے رسول کہا جاتا ہے اور اس کتاب کے بیان کی تربیت بھی اُسی بارگاہ سے ہونا ضروری ہے جہاں سے کتاب آئی اور جسے دی گئی تھی ۔ لہذا اللہ تعالی نے یہی بات سورہ الرحمٰن کی پہلے آیت میں بتائی **خلق انسان علمه البیان** رحمٰن نے جو صاحب کتاب ہے علم دیا کتاب کا اپنے نبی رسول محمد ﷺ کو اس کے بعد اس کا بیان یا وضاحت جو خدا کی مرضی پر بیان کرنے کے لئے ہو خلق انسان میں ایک مبین کو پیدا کیا اور اُس کے مبین ہونے کی شرط معلم کلام اللہ یا صاحب کتاب اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ یہ بتائی گئی کہ" میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کریگا **من یقفو اثری و لا یخطی** "اور اس مبین کو" اللہ تعالی ایک ہی رات میں صلاحیت عطا کریگا" ۔ حضور نبی کریم ﷺ نے تمام آثار و شواہد اُس مبین کے بتا تو دیے لیکن اُس کے پہچاننے اور اقرار کرنے کا ذمہ اُمت کے سپرد کر دیا" ۔ لیکن جیسا کہ ہوتا آیا ہے انسان کو جہاں کہیں اجازت مقام مرتبہ دیا گیا اُس نے اس کا استعمال غلط ہی کیا سوائے اللہ کے خلیفوں کے یعنی پہچان کر بھی یا نا پہچانا یا انجان بنا رہا یا بالکل انکار کر دیا ۔ تمام اللہ کے نبیوں سے یہ بات کہی گئی ہے کہ" تم تو ہم جیسے آدمی ہو ہم تمہیں کیسے قبول کرلیں" ۔ لہذا ایک خالق و مالک اللہ تعالی کی عبادت اس کے احکام اور اطاعت سے انحراف کا پہلا طریقہ اس کے انبیا مرسلین اور خلفاء کا انکار یا کفر سے شروع ہوتا ہے ۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی کو بھی اُن کے اعمال اور احوال کی بنیاد پر قبول کر لیا جائے' یا یہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ بغیر تحقیق ضد عناد بغض علم اور فرقہ پرستی کی بنیاد پر کسی کا بلا تحقیق انکار کر دیا جائے' دونوں صورتیں جہالت اور کفر کا سبب ہو سکتی ہیں' اس بات کو قرآن نے بار بار دہرایا ہے فہم و ادراک ۔

مسلمان بننا اسلام قبول کر لینا ایک ابدی حقیقت کا اقرار ہے جبکہ مومن بننا ایک دوسری حقیقت ہے' معنی یہ کہ ہاں ہم نے قبول کر لیا اللہ ایک ہے محمد اللہ کے رسول ہیں فرشتے ملائکہ ۔ جنت جہنم کا اقرار اسلام ہے ۔ مگر مومن بننے کے لئے امتحان دینا پڑیگا آزمایش سے گزرنا پڑیگا ۔ سورہ عنکبوت آیت ا ۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ" **کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں انہیں صرف اس بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہیں کہ ہم ایمان لے آئے' اور انہیں آزمایا (نہیں) جائے گا؟ ۔ اور بیشک آزمایا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے گزرے پس اللہ تعالی ضرور دیکھے گا جو (دعویٰ ایمان میں کتنے) سچے تھے اور ضرور دیکھے گا (ایمان کے) جھوٹے دعوے داروں) کو** ۔ مومن بننے کے لئے آزمایشوں سے مخالفتوں سے بھوک پیاس سے تقوی توکل کی راہ سے ہجرت ظاہری و باطنی سے کفر و شرک رسم و بدعت کے انکار سے اللہ کے احکام کی بجا آوری سے فرایض و سنن کی پابندی سے دھوکہ فریب سے کنارہ کر کے حرام حلال میں تمیز کر کے مشرکین کے طعنہ و تشنیع سے دنیا کی ذمہ داریوں کی سنت کے مطابق ادائگی سے ان تمام میں اعمال صالحہ کی عمل آوری کے

کے بعد ہی ایمان مفصل یا ایمان مکمل حاصل ہوگا جو اللہ کی رضا کا باعث ہوگا۔ ورنہ نام کے مسلمان کی اللہ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔ اس آیت میں وَ هُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ہے جس کا معنی آزمائش کرنا مصیبت میں مبتلا کرنا ہے۔ دنیا راحت عیش و عشرت ہے کفار مشرکین کے لئے۔ جنت جیسی عظیم نعمت کیا یوں ہی آسانی سے حاصل ہو جائے گی؟ اس طرح تو بدعمل اور گنہگار بھی اس کے مستحق بن جائیں گے۔ اس طرح انسان اللہ تعالی کی عظیم قدرت کو اپنی مرضی کے مطابق عاجز نہیں سمجھ سکتا کہ ہم اس کے بندے ہیں اسلام قبول کر لیا مسلمان ہو گئے کبھی کبھار نماز پڑھ لی کبھی کچھ اچھا کر لیا تو اللہ کو چار و نا چار ہمیں اپنی قربت اور جنت عطا کرنا ہی پڑیگا۔ اللہ فرماتا ہے کہ "**اور نہیں تم بے بس کرنے والے (اللہ تعالی کو) زمین میں اور نہ آسمان میں**" یہاں ایک اور بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالی کو بے بس نہیں سمجھا جانا چاہے کسی بھی معاملے میں کہ اللہ یہ کر سکتا ہے وہ نہیں کر سکتا' اسی میں مسلہ "دیدار" بھی کہ اللہ تعالی کو دنیا میں سر کی آنکھوں سے دیکھنا جو اللہ کی مرضی پر ہے۔ ہم اسے نہیں دیکھ سکتے یہ ہماری اوقات ہے وہ دکھائی دے سکتا ہے یہ اُس کی قدرت کو زیب دیتا ہے کہ اسے دکھائی دینا ہے کہ نہیں جس طرح آسمانوں میں وہ ہے اُسی طرح وہ زمین پر موجود حاضر و ناظر ہے۔ یہی بات سورہ انعام میں فرمایا کہ "نگاہیں اسے نہیں گھیر سکتیں' وہ نگاہوں پر چھا جاتا ہے۔ انسان جتنا عبادت یا ضت کے ذریعہ معرفت الٰہی میں ترقی کرے گا اتنا اللہ سے قریب ہوگا' دنیا کی ترقی عارضی ہے عقبی کا انعام یقینی۔

رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی طرف منہ (جہت' رُخ) کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا' کیونکہ اللہ تعالی نے یہ رخ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھیرا تھا' اس لئے کہ دنیا کا پہلا مرکز عبادت کعبہ ہی رہا ہے' لیکن! یہ بین الجہتی یا قبلہ اول قبل دوم کی اور حقیقت کچھ اور بیان کرتی ہے کہ قبلہ بیت المقدس ہو کہ کعبۃ اللہ' حکم اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا ہے' یہ بالکل ایسا ہے کہ اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو کر دیا ابلیس کی طرح حجت کرنا کہ پہلے بیت المقدس کیوں تھا اب کعبہ کیوں ہے؟ ہمیں اللہ کے حکم سے مطلب ہے قبلہ کا رخ بدلنے سے نہیں' محمدؐ کو خاتم الانبیاء ماننا ہے مان لیا مہدئ موعودؑ کو خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ماننا ہے مان لیا۔ کعبہ آدمؑ نے بنایا حضرت ابراہیم نے اس کی تجدید کی حضور ﷺ نے ابراہیمؑ کے دین حنیف پر عمل کیا۔ اگر رخ اور جہت کی بات کریں تو نماز کی نیت باندھنے سے پہلے جو سورہ انعام کی ۷۹ ویں آیت پڑھی جاتی ہے وہ کچھ اور بیان کرتی ہے۔ اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ بیشک میں نے اپنا منہ یک رُخ ہو کر اس کی طرف موڑ لیا ہے جس نے زمین اور آسمان بنائے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ یہاں صاف پیغام ہے "میں نے اپنا رُخ اس کی طرف موڑا ہے جو خالق کائنات ہے رب العالمین ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس اللہ کی طرف رخ کے مڑنے میں قبلہ کعبہ ہو کہ بیت المقدس ہمیں اہمیت نہیں اہمیت اللہ کی ذات کی ہے۔ اسی میں بصیرت اور دیدار الٰہی کا راز مضمر ہے اس کی طرف جہت کرنے معنی اسے دیکھنے میں یہ آسمان زمین کعبہ قبلہ مانع نہیں ہو سکتے وہ ہر جگہ موجود ہے **وھو معکم این ما کنتم**

خلوص دل سے ہو سجدہ تو اُس سجدے کے کیا کہنے　　وہیں کعبہ سرک آیا جبیں میں نے جہاں رکھدی　　سیماب اکبر آبادی

عملی اور روحانی طور پر خدائے تعالیٰ کی طرف جہت کر لے جو نہ صرف عالموں کا ارض و سمٰوات کا مالک و بادشاہ ہے بلکہ وہ انسان سے دور نہیں بالکل قریب ہے نماز صرف اُٹھک بیٹھک نہیں ہے بلکہ خدا کے سامنے دن میں پانچ مرتبہ حاضر ہونا ہے خلوص سے خشوع و خضوع سے اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''الصلوۃ معراج المومنین'' نماز بقید حیات انسان کا دنیا میں اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے ۔مگر معرفت الٰہی یہ ہے کہ اسے دیکھ کر عبادت کی جائے ۔اس آیت میں حَــنِیْـفًـــا کا لفظ آیا ہے جس کے معنیٰ '' یک رُخ ہو کر'' یہاں حرف ''ح'' کے اوپر زبر ہے جبکہ سورہ بینہ میں حُـنَفَآء ہے ''ح'' کے اوپر پیش ہے جس کے معنیٰ بھی '' یک رخ ہو کر'' ہی ہیں ۔مگر سورہ انعام کی آیت ۷۹ میں یہ وَجَّهْـتُ وَجْهِـیَ میں نے اپنا منہ موڑ لیا ہے یہ ایمان ہے جبکہ سورہ بینہ میں '' یک رخ ہو کر'' نماز قایم کرنے کے حکم میں ہے اور یہی احسان ہے ۔مگر دونوں سورتوں کی حالت ایک ہے اللہ کی طرف ''رُخ کرنا'' اگر صاف صاف معنی بیان کریں تو اللہ کو دیکھتے ہوئے اسکی نماز پڑھنا۔مگر سورہ انعام کی اس یک رخ ہو کر نماز شروع کرنے کی بات کے بعد ۸۹ویں آیت میں کہا گیا ہے کہ ''اللہ کی آیت کا (یا مہدی کا) انکار کریں لوگ تو ہم (اللہ نے) مقرر کر دئے ہیں ایسے لوگ جو اس کا انکار نہیں کریں گے ۔سورہ انعام کا نزول ۵۵ ہے جو مکی سورۃ ہے اس کے بعد مدنی سورہ بینہ نزول ۱۰۰ میں اس یک رخ ہو کر عبادت کرنے کا حکم ایک دوسرے بینہ جو تابع رسول کا ذکر ہے جنھوں نے نویں صدی ہجری میں ''طلب دیدار'' کی تعلیم دی۔

عبادت کا مقصد مالک حقیقی کی اطاعت و بندگی ہے تا کہ انسان نماز ,روزہ ,زکوۃ اور حج کے ذریعہ خود کو خدائے واحد ولاشریک کے عتاب اور عذاب سے بچائے اور اعمال صالحہ کے بدلے موت کے بعد ابدی سکون کے لئے جنت کا حقدار بنے نا کہ مخلوقات کو اس کی طاقت اور عظمت میں شریک سمجھے اور کفر کرے ۔اس کے لئے سب سے پہلے اسے شہادت یعنی گواہی دینی پڑیگی کہ اللہ رب العزت کے سوا کوئی معبود نہیں اور دوسرے انبیا کی طری آخری نبی رسول اور پیغمبر محمد ﷺ ہیں ۔یہی اس کی نجات کا واحد راستہ ہے جو انسان کو نفس اور شیطان سے پناہ دلا سکتا ہے ۔اب ہوا یہ ہے کہ مسلمانوں کا ہر گروہ اور فرقہ یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ عبادات و اطاعت وہ اللہ کے لئے کر رہا ہے ۔جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے کر رہے ہیں تا کہ مالک حقیقی ان کی کسی حرکت سے ناراض نہ ہو جائے جسے اللہ کی عبادت کہا جا رہا ہے اس طرح ہر مسلمان اپنے بچاؤ اور انعام کی کوشش میں لگا ہوا ہے جسے عبادت سمجھ لیا گیا ہے ۔عبادت وہ ہوتی ہے جو اللہ کی محبت میں اسے خوش کرنے کے لئے کی جائے اور وہ عبادت صرف آخری نبی رسول اور پیغمبر حضور محمد مصطفیٰ ﷺ نے کی تھی ایسی عبادت کوئی بندہ نہیں کر سکتا البتہ ایسی عبادت کی کوشش ضرور کر سکتا ہے ۔جس کا طریقہ رسول اللہ ﷺ کے تابع تام مہدی موعود علیہ السلام نے تعلیم اور تربیت کے ذریعہ اُمت کو بتایا ہے وہ ہے تقوی تو کل جو حضور ﷺ کی زندگی کا خاص عنصر تھا اس کے لئے ہمیں اللہ کے حبیبؐ کے کہنے کے مطابق ''دنیا مردار اس کے چاہنے والے کتے'' سمجھ کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے ہوگی ایسا کرنے کے لے مخلوق کے ساتھ خود کو پہلے الگ تھلگ رکھنا ہوگا اور ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی ہوگی جو ماسوا اللہ کی اطاعت و بندگی کے کسی چیز میں دلچسپی نہیں رکھتے ۔اور دنیا اور اس کائنات کی رنگا رنگی میں اللہ تعالی کی

قدرت کی جو بے شمار نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں اور جو اللہ کے احسانات ہم پر ہیں ان کے شکرانے کے طور پر ہمیشہ اس کی تعریف توصیف کرتے رہنا ہے جسے ذکر دوام کہا گیا ہے اور یہ کوشش اتنی شدید ہونی چاہیے کہ جس خالق و مالک نے یہ بنائی ہے وہ کتنا عظیم حسین و جمیل ہوگا اسے دیکھنے اس کے قریب ہونے کی طلب اپنے اندر پیدا کرنا ہے کہ جس کی راہ پر اللہ تعالی نے بلانے اپنے رسول کو حکم دیا کے آپ بھی ایسی بصیرت کی راہ لوگوں کو دکھائے اور بعد میں آپ کا تابع بھی اسی کام پر مامور ہوگا جسے ہم اپنے کلام اور بیان کا علم عطا کریں گے۔فرایض ادا کرنا اسلام ایمان دین اطاعت بندگی ہے۔اور تعلیمات فرایض ولایت (اللہ سے محبت قربت یگانت اور معرفت کا طریقہ) اصل میں حقیقی عبادت ہے۔اللہ تعالی کو ہماری عبادتوں ریاضتوں کی ضرورت نہیں ہے وہ بے نیاز ہے ان باتوں سے بلکہ ہمیں ضرورت ہے اس کی توجہ کی نوازشوں کی عطاودرگزر کی اللہ تعالی کا ذکر اس کی ثناء خوانی یہ کائنات یہ کہکشاں زمین وآسمان کا ذرہ ذرہ کررہا ہے۔انسان عبادت کر کے اللہ پر کوئی احسان نہیں کر رہا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر احسان کر رہا ہے تا کہ خدا کے حضور کامیاب ہو اس کی نظروں میں عزیز ہو اور وہ اپنے قربت اور نوازش عطا کرے طلب دیدار کے ذریعہ جس کا وعدہ حضور ﷺ اور جبرئیل امین کے مابین گفتگو میں ہوا ''تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے یا اتنا جان لے کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے''۔یہ عقیدہ اور ایمان ہی حقیقی عبادت ہے۔

آج سے پچاس برس پہلے تک قرآن وحدیث کا علم وبیان صرف عالموں زاہدوں تک محدود تھا،لیکن آج ہر شخص تھوڑا بہت قرآن جاننے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ دنیا کی کئی زبانوں میں قرآن کے ترجمے اور واقعات وتاریخ اسلام عام ہونے لگے ہیں۔اور دوسرے مذاہب کے لوگ بھی انہیں سمجھنے سمجھانے لگے ہیں اور اسلام کی ستایش کرنے لگے ہیں،ہم نے کئی بار اسی بات کو دہرایا ہے کہ معرفت الٰہی کو سمجھنے کے لئے قرآن کا فہم ضروری ہے وہ آج دن بہ دن بڑھ رہا ہے۔یہاں پر خلیفۃ اللہ مہدی کے پیغام کی اہمیت معلوم ہوتی ہے،لیکن مہدویہ اہل رشد وہدایت اور عالموں نے انتہائی غیر ذمہ داری اور غفلت کا مظاہرہ پچھلے سو برسوں میں کیا ہے۔بہت غور کریں تو ایک بات معلوم ہوتی ہے کہ تعلیمات مہدی کا نکتہ اور مرکزی عمل ذکر دوام اور نوبت (جماعت در جماعت یا باری باری) ذکر کا اہتمام ہے ذکر دوام کا مہدویت میں کلیدی کردار ہے اور اسی کو بالکل چھوڑ دیا گیا۔عزلت از خلق کے فقرا کی بات کیا جو خود کو اہل رشد وہدایت کے منصب پر سمجھتے ہیں انہوں نے نوبت اور ذکر دوام کو چھوڑ رکھا ہے اور سلطان الیل اور سلطان النہار پر اکتفا کرلیا ہے،معنی تعلیم مہدی کو اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق ڈھال رکھا ہے۔اس سے بڑھکر غیر ذمہ داری اور کیا ہوسکتی ہے۔ان لوگوں کا فرض تھا تعلیمات مہدی کو دوسروں تک پہنچاتے مگر آج خود اس تعلیم سے محروم ہو چکے ہیں۔ہم نے بار بار اس مسئلے کو بیان کیا ہے جس کی وجہ یہی ہے کہ جس مہدویت کو آج سمجھایا اور دکھایا جا رہا ہے وہ مہدویت ہے ہی نہیں اور نا ہی اس کی نقل ہے بلکہ یہ کوئی اور طریقہ بنا دیا گیا ہے۔کبھی ہم اپنی نا سمجھی اور لاپرواہی میں اور کبھی ضد ہٹ دھرمی اور عناد میں اپنی تعمیری و تخلیقی خوبیوں کو انجانے میں ضائع کر دیتے ہیں،جبکہ ہمیں کچھ اچھا اور بہتر کر سکتے تھے،مگر ہم اس کا اعتراف کرنے کے بجائے

دوسروں کی کامیابی اور خوشی میں جلن اور حسد میں مبتلا ہو جاتے ہیں' یہ ایک ذہنی عارضہ ہے جو انسان کی خوبیوں کو فسق و فجور میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مسند رشد و ہدایت ایک بے حد نایاب مقصد کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے اسے جزوی اور سطحی ضرورتوں کے تابع کر دیا جاتا ہے جو ایک نادر موقعہ کا ضیاں ہے' یہ بالکل ایسا ہے کہ کوئی شیر اور چیتا اپنے وقار اور فطرت کے برخلاف چوہوں اور نیولوں کے شکار پر اکتفا کر لے۔

زندگانی ہے صدف قرہ نیساں ہے خودی   وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے   اقبالؔ

قرآن مجید کا نزول اور ترتیب

آج ہمارے سامنے جو قرآن مجید موجود ہے اس کے اسباق کی ایک فہرست اور ترتیب ہے جو دور نبوت میں مرتب ہو گئی تھی۔ جس میں بڑی سورتیں پہلے اور چھوٹی بعد میں رکھی گئیں انسانی عقل و فہم کے اعتبار سے یہ صحیح بھی ہے اور ٹھیک بھی۔ مگر جب اس کے نزول کی ترتیب کو اُلٹ کر دیکھتے ہیں تو لگتا ہے انسانی فطرت کے مطابق ایک ایسا طریقہ کار یا ضابطہ ترتیب دیا گیا ہے جو تاریخ انسانی کے تمام اُصولوں سے مختلف ہی نہیں بڑا غیر معمولی اور فطری ہے۔ دنیا کی کونسی کتاب یا طریقہ ہے کہ جس میں جس طرح پڑھا لکھا گیا اسے اسکے بالکل اُلٹ تشکیل دیا اور مرتب کیا گیا ہو۔ دنیا کی ہر تہذیب کا تعلیمی و تدریسی طریقہ ابتداء میں چھوٹے اسباق سے شروع ہو کر اختتام بڑے اسباق سے بتدریج پڑھایا لکھایا جاتا ہے اسکول کالج میں ہی نہیں مدرسوں کا بھی یہی نظام ہے۔ مگر قرآن کی تعلیم کا سارا طریقہ انسانی اُصولوں سے مختلف اور انوکھا ہے۔ پہلے بڑے اسباق جس میں احکام و واقعات آخر میں چھوٹے اسباق یا معاملات جو نتیجہ کا اصل ہیں' درمیان میں احکام کے ساتھ رموز و اسرا بھی بتائے گئے ہیں جو انسان کی تخلیقی فطرت کی ترجیحات ہوتی ہیں کہ دیکھیں انسان انہیں کتنا سمجھتا ہے مسایل کا حل کس طرح کرتا ہے حق اور ناحق میں پہچان کی قابلیت ہے کہ نہیں؟ دنیا میں ابتدائی حصہ میں تعلیم اور بعد میں ان پر عمل کر کے فوایدکا حاصل کرنا اور آخر میں ان فوایدسے سکون حاصل کرنا۔ مگر تعلیم قرآن میں فرق یہ ہے کہ ابتداء میں تعلیم ہے درمیان میں عمل حق و باطل کی پہچان آخر میں امتحان۔ دنیاوی تعلیم ایک معمہ ہے جس کی کامیابی کا انحصار عقل چالاکی چابکدستی وہم گمان اور غیر بھروسہ مند زندگی کے ایام' جس میں کامیابی کا انحصار ایک دوسرے کو نیچا دکھانے پر منحصر ہے۔ جبکہ مذہب ایک ایسی حقیقت ہے جسے اختیار ہی اس لئے کیا جاتا ہے کہ سکون و قرار حاصل ہو۔ مگر اس میں بھی عقل و تدبر' احساس خیر و بد' حق اور باطل کے درمیان تمیز اعمال و اخلاص کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ ان اُمور کو ہر مسلمان سرسری یا جزوی طور پر سمجھ تو لیتا ہے مگر ان کی اصل حقیقت کھل کر تب سامنے آتی ہے جب ہم قرآن کی ترتیب اور نزول کے قرینے کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس میں ہم احکام کے ساتھ اسماء الحسنٰی مقطعات واقعات کے علاوہ ان رموز و اسرا کو سمجھنے کی کوشش کریں جسے دین و مذہب میں ادراک کہا گیا ہے جسے نہ سمجھنے والے کو قرآن کو سمجھنے کے لئے کچھ بنیادی باتوں کا جاننا ضروری ہوتا مثلاً علماء کا اس پر اختلاف ہے جمہور علماء نے سورہ علق کو پہلی نازل کردہ سورت کہا ہے۔ جبکہ بیہقی نے دلائل نبوۃ میں ابومیسرہ عمرو بن شرجیل سے روایت کی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے فرمایا: جب میں تنہا ہوتا ہوں تو میں ایک آواز سنتا ہوں اللہ کی قسم مجھے کچھ ہونے کا اندیشہ ہے (غالبًا یہ معاملہ غارحرا کی پہلی وحی سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب غارحرا میں جبرئیلؑ سورہ علق کی وحی لاتے ہیں تو حضور ﷺ گھبرا جاتے ہیں اور حضرت خدیجہؓ کو گھر آ کر معاملہ بیان کرتے ہیں تو ورقہ بن نوفل سے ذکر کرتی ہیں جو توریت وزبور کے عالم تھے کہتے ہیں یہ وہی ناموس ہے جو اگلے انبیاء کے پاس آتا تھا........لگتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ پہلے بھی ورقہ بن نوفل سے جو کہ آپؓ کے چچیرے بھائی تھے اس معاملے پر گفتگو کر چکی تھیں اور جب حضور کو لے جا کر غارحرا کا معاملہ بیان کرتی ہیں تو وہ فوراً معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں کیوں کہ کچھ اسی قسم کا معاملہ حضور ﷺ کے ساتھ ہو چکا تھا۔) اس کے بعد بڑی طویل روایت ہے یہاں اختصار کرتے ہوئے بتادیں کہ حضور ﷺ کو ایک آواز سنائی دیتی تھی کہ یا محمدؐ! کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...اس کے بعد تمام سورۂ فاتحہ ا لْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے وَ الضَّآلِّیْنَ تک سنائی جاتی۔ اس طرح سورۂ فاتحہ کا نزول پہلی سورہ معلوم ہوتا ہے (بہ حوالہ تفسیر قرطبی) یہ اختلاف علماء کا ہے مگر سورۂ فاتحہ کو 5 ویں نازل ہونے والی سورہ ماننے پر تمام اُمت متفق ہے اور ترتیب قرآن میں اسے پہلے مقام پر رکھنا اس کی شان وعظمت کی دلیل ہے۔ اور نزول قرآن کے وقت جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تو حضرت جبرئیل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ وحی کا آغاز کرتے تو حضور ﷺ سمجھ جاتے کہ یہ دوسری سورہ کا بیان شروع ہو رہا ہے اسی لحاظ سے پچھلی سورہ کو محفوظ کر لیتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک سورہ کی آیات مختلف مقامات اور موقعوں پر بھی نازل ہوتیں جیسے کی مکی اور مدنی سورتوں کی چند ایک آیات براہ سفر یہ موقع معرکہ یا جنگ یا حج کے موقع پر یا قبیلوں کی تبلیغ یا صلح واقرار کے موقعوں پر بھی نازل ہوئیں مگر آپ نے جس ترتیب میں انہیں صحابہ کو جمع کرایا حفظ کرایا وہ آج تک ویسی ہی حالت میں ہیں۔ اور اس میں ربط وضبط کا ایک ایسا ضابطہ ہے کہ اس کے بیان میزان مخرج ادائیگی میں کسی قسم کی رکاوٹ بے چینی اور تنگی کا احساس نہیں ہوتا' بلکہ زبان عربی سے ناواقف افراد بھی اسے اتنی ہی آسانی اور خوش کلامی سے پڑھتے ہیں جتنا کہ عربی جاننے والے یہ بات دنیا کی کسی کتاب یا کلام کو حاصل نہیں۔

سورہ فاتحہ کی عظمت وفضیلت کا اندازہ صرف اس بات نہیں لگایا جا سکتا کہ یہ قرآن میں اول مقام پر ہے بلکہ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ قرآن مجید میں کئی احکام اعمال احوال کا خلاصہ بھی ہے اور وضاحت بھی لیکن بندہ جب کوئی سورۃ کوئی رکوع کوئی آیت کو پڑھتا اور سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو اُسکے خیالات واحساسات کا محور گھوم پھر کر سورہ فاتحہ کی طرف ہی پلٹ کر آتا ہے۔ سورۂ فاتحہ قرآن مجید کے احکام وبیان کا نکتہ انجماد ہے' اس کے اردگرد ہی قرآن کے احکام وبیان کو متوازی طور پر اعتدال کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تا کہ انسان تنگی اور کوفت نہ محسوس کرے اور جب بھی وہ عبادت یا نماز کے لئے خدائے بزرگ وبرتر کے سامنے حاضر ہو اُسے اللہ کے کلام میں وہ احکام وبیان سامنے آجائیں کہ جیسے وہ اللہ سے یہ احکام سن رہا ہے۔ قرآن جس طرح عام لوگوں سے مخاطب ہے اسی طرح وہ انفرادی طور پر ہر ایک سے مخاطب ہے' جب بندہ کوئی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور قرآن سنتا یا پڑھتا ہے تو اسے لگے گا کہ یہ مجھ سے کہا جا رہا ہے۔ اگر کوئی قوم سنتی ہے تو انہیں لگے گا کا یہ قرآن اُن سے مخاطب ہے۔ اس طرح گھوم پھر کر بندوں کو سورہ فاتحہ کے کلام

اور بیان کی طرف رُخ کرنا پڑتا ہے اسی لۓ شاید فاتحہ کو شروع میں ابتدائے کلام اللہ میں رکھا گیا ہے اور عبادتوں میں اس کا ورد ضروری ہے ۔اس کا شروع کلام میں ہونا اس کی فضیلت اور اولیت کا متقاضی اس لۓ ہے کہ وہ تاج القرآن ہے ۔جس طرح بادشاہ کی بادشاہت اس کے تاج سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح قرآن کی فضیلت سورہٗ فاتحہ سے پہچانی جائے گی۔

انسانوں کی قوموں کی مذاہب کی عقاید کی عمر کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو مگر ایک ہزار برس سے زیادہ نہیں ہوئ ۔چا ہے حکومتیں ہوں عقاید و مذہب ہوں رسم ورواج ہوں ۔مگر شریعت خداوندی کی عمر طویل وعریض رہی ہے معنی جو وحدت کا سبق ابتدائے انسانیت کو آدمؑ سے دیا گیا آج تک وہی دیا جارہا ہے تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ۔یہاں ہم ایک زایچہ دیکھتے ہیں کہ جس سے اس حقیقت کو بہتر سمجھا جا سکتا ہے ۔حالانکہ یہ معلومات اور اعداوشمار اور کچھ حقیقتوں کو ہم نے اسلام سے پہلے کی کتابوں کے بیانوں سے لیا ہے کہ جس میں کچھ باتیں حقیقت پسندی سے دور غیر مستند ہیں اور ان میں غلط بیانی بھی ہے لیکن کچھ باتوں کو سمجھنے کیلۓ چند باتوں کا دیکھنا ضروری ہوتا ہے جیسے ایمان کو سمجھنے کے لۓ کفر وشرک کا جایزہ لینا ۔

حضرت آدمؑ کی عمر 960 برس بتائ جاتی ہے ۔ہابیل وقابیل کے تنازعہ کے بعد آدمؑ کی اولاد میں حضرت شیثؑ ان کے جانشیں ہوئے جن کی عمر 912 برس بتائ جاتی ہے ۔ان کے بیٹے انوس کی عمر 905 ان کے بیٹے قاین کی عمر 910 ان کے بیٹے مہلایل کی عمر 895 یازد کی عمر 962 ان کے بیٹے اخنوخ کی عمر 365 برس انہیں ادریسؑ بھی کہا گیا ان کے بیٹے متوشلق کی عمر 960 برس ان کے بیٹے لامک کی عمر 777 برس ان کے بیٹے حضرت نوح علیہ السلام ہیں ۔حضرت نوحؑ تک حضرت آدمؑ حیات رہے ان کی تمام نسلوں کے سامنے جب نوحؑ پیدا ہوئے آدمؑ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے ۔

اس طرح حضرت نوح آدمؑ کے ایک ہزار برسیا 960 برس بعد پیدا ہوئے ۔اور نوحؑ کی عمر 950 برس تھی ۔ان کے بیٹے سام کی عمر 600 برس بتائ جاتی ہے ان کے بیٹے ارفاخاشد کی عمر 450 برس ان کے بیٹے شالخ کی عمر 430 ان کے بیٹے عوبر کی عمر 460 ان کے بیٹے فارغ کی عمر 240 ان کے بیٹے ساروغ کی عمر 230 ان کے بیٹے ناحور کی عمر ان کے بیٹے تاحور جنہیں آزر کہا جاتا ہے جو حضرت ابراہیم کے باپ تھے 175 برس کی عمر پائ ۔ان کے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کی عمر 175 برس ۔یہ سب اندازے ہیں اس میں حقیقت کم بیان ہے ۔اس طرح حضرت نوحؑ سے حضرت ابراہیمؑ تک 1000 ایک ہزار برس کا زمانہ بیان کیا جاتا ہے ۔اس دوران نوحؑ کی دوسری اولادوں میں بے شمار نبی رسول آئے جن میں موحد بھی تھے کافر ومشرک بت پرست آتش پرست بھی ۔حضرت ابراہیمؑ تک جو قومیں آئیں اُن میں بہت ساری عذابوں میں نیست و نابود ہوگئیں اور چند ایک باقی بھی رہیں ۔حضرت ابراہیمؑ کے دور میں بابل ونینوا میں جو آج کے عراق شام اور ایران کے علاقے ہیں جنہیں سیمریائ کہتے ہیں ان میں بت پرستی کے علاوہ انسان پرستی شخصیت پرستی کا آغاز شروع ہوگیا تھا ۔پہلے کے نبی رسولوں کو صرف بدکاری گناہ حکم عدولی کے بت پرستی شرک وکفر سے مقابلہ تھا ۔حضرت ابراھیمؑ کے بعد ان انبیا مرسلین کو ان تمام کے علاوہ شخصیت پرستی سے بھی مقابلہ شروع ہوگیا ۔

حضرت ابراہیمؑ کے اولادوں میں حضرت اسماعیلؑ اپنی ماں بی بی حاجرہ کے ساتھ مکہ میں فروکش ہو گئے جہاں بہت بعد میں شرک وبت پرستی داخل ہوئی وبھی رسم رواج جادوسحر جھاڑ پھونک کے ذریعہ لیکن ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے اسحاقؑ اوران کی اولادیں چونکہ کنعان مصرایران اعراق شام میں آباد ہوئیں ان میں وحدانیت کے ساتھ کفرشرک انحراف بت پرستی اور شخصیت پرستی جاری رہی جس کی مثال نمرود شداد فرعون ہیں۔ابراہیمؑ کے بیٹے اسحاق کی اولاد میں بےشمار نبی پیدا ہونے کی وجہ ان کے اطراف کے بت پرست کفروشرک میں مبتلا قوموں کی تبلیغ واصلاح تو تھی ہی لیکن خودموحد قوموں جیسے بنی اسرائیل میں شروفساد ظلم عدول کفرو بغاوت فطری طور پر آ گئی تھی جوان مشرک کافروں کے میل ملاپ کی وجہ تھی۔

حالانکہ حضرت اسماعیلؑ کے بیٹے قیذار کی اولاد میں عدنان تک چالیس سے زیادہ نسلوں کا ہونا دوسری قوموں معنی بنی اسرائیل نے بیان کیا ہے۔لیکن **حضورﷺ نے اپنا نسب نامہ عدنان تک ہی لیا ہے** اور فرمایا کہ عدنان سے پہلے مبالغہ آرائی کی زیادتی ہوئی ہے اس لئے حضورﷺ کا نسب نامہ عدنان سے لیا جاتا ہے۔عدنان۔معد۔نذر۔مذر۔الیاس۔مدرکہ۔خذیمہ۔کنعانہ۔نظر۔مالک۔فہر(قریش)۔غالب۔لوئی۔کعب۔مرہ۔کلاب۔قصی(زید)۔عبدمناف۔ہاشم۔عبدالمطلب۔حضرت عبداللہ۔محمدﷺ۔

اس طرح حضرت آدمؑ سے نوحؑ تک ایک ہزار برس لئے جاتے ہیں نوحؑ سے ابراہیمؑ تک ایک ہزار برس۔ابراہیمؑ سے داؤدؑ وسلیمانؑ تک دو ہزار برس۔داؤدؑ سے موسیٰؑ تک ڈیڑھ ہزار برس۔موسیٰؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک ڈیڑھ ہزار برس۔حضرت عیسیٰؑ سے حضور نبی کریمؐ کا زمانہ پانچ سو ستر برس کا ہے۔اس طرح 1000+1000+2000+1500+1500+570=7570 کا زمانہ ہوگا اور حضورﷺ نے اپنے بعد قیامت کو چودہ سو برس بعد بتایا ہے۔اس کو جمع کریں تو ہو گے 9070 برس۔یہاں پر عدد 9 کا ایک کلیدی کردار نظر آتا ہے۔ہے جیسے حضرت آدم 960 حضرت نوح 950 حضورﷺ تک آدمؑ سے 9 صدیاں اور حضورﷺ اپنے بعد ایک خلیفۃ اللہ کے آنے کا وعدہ نویں 9 صدی میں فرماتے ہیں۔**حالانکہ یہ قیاسی اندازے ہیں جن کا حقیقت سے واسطہ نہیں** ہے۔پھر بھی ایک تسلسل اس میں دکھائی دیتا ہے۔اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو انسان کی حیات کا سلسلہ دنیا میں چند ایک ہزار برس کا ہے باوجود اس کے انسان ہزاروں برس کی تیاری کرتا ہوا نظر آئے گا۔اس طرح کسی بھی انسان قوم یا مذہب وعقیدے کو دنیا میں ہزار برس سے زیداہ کی مہلت نہیں دی سوائے وحدت کے شریعت خداوندی کے دنیا میں وحدت کا غلغلہ زمانے کے ہر دور میں رہا ہے بھلے کفار مشرکین بت پرست خود کو کتنے ہی ہزار برس پرانے ہونے کے دعوے کرلیں مگر ان کے کفر بت پرستی شرکیہ عقاید کی کیفیت حالت طریقہ بدلتا رہا ہے جیسے نوحؑ کے بعد کی بت پرستی بدل گئی ابراہیمؑ کے بعد بت پرست بدل گئی داؤد موسیٰ عیسیٰ کے زمانے کی بت پرستی بدل گئی مگر نہیں بدلا تو شریعت خداوندی کا نظام وہ ہے خالق و مالک کل رب العالمین اللہ تعالیٰ کا نظریہ عقیدہ جو آدمؑ کے وقت میں تھا وہ آج بھی ہے جبکہ ابلیسیت شرک

وکفر میں تغیر وتبدل ہوتا گیا۔البتہ وحدت سلامتی یا دوسرے معنوں میں معرفت الٰہی کا طریقہ اور دورِ حضور خاتم الانبیا نبی کریم محمد ﷺ سے شروع ہوا اور مہدی موعود آخرالزماں تابع تام رسول اللہ کے دور میں اپنی انتہایا عروج کو پہنچا صاف دکھائی دیتا ہے۔کہنا یہ ہے کہ کنت کنزاً مخفیا کا بیان منہاج انسانیت کی انتہا پر اللہ تعالی نے کیا ہے جس کی ابتدفخر موجودات ﷺ سے کی گی سورہ الفاتحہ کے ذریعہ جو قرآن مجید کا لب لباب ہے اور اس کے عمل کا طریقہ تعلیمات فرایض ولایت مقیدہ مخصوصہ میں بتایا گیا ہے۔

مقدمہ سراج الابصار صفحہ 588 میں الاتقان کے حوالے سے روایت ہے کہ:ابن الحصار نے کہا کہ سورتوں کی ترتیب اور آیات کا رکھا جانا وحی کے مطابق تھا۔اور لکھا ہے کہ اسی طرح قرآن اللہ کے پاس لوح محفوظ میں ہے۔اور صفحہ 589 پر صاحب انصاف نامہ کی روایت ہے کہ حضرت میراںؑ نے فرمایا کوئی آیت قرآن میں منسوخ نہیں ہے اور قرآن میں تکرار نہیں ہے جملہ معترضہ اور حرف زایدہ نہیں ہے۔اور نقلیات حضرت بندگی میاں سید عالم میں ہے کہ حضرت میراںؑ نے فرمایا کہ قرآن میں جملہ معترضہ جملہ مستانفہ استثناد منقطع اور حذف روا نہیں چونکہ یہ حکم خلیفتہ اللہ کا ہے اس لئے حکم قطعی ہے۔اسی لئے ہم نے آگے کے صفحات میں نزول وترتیب کو سمجھنے کی کوشش کی ہے وہ محض اللہ کے رسول ﷺ کے نبوت کے دور کے تسلسل واقعات اور حالات سے ایک صحیح نقشہ دکھایا جائے کہ ایک کے بعد ایک واقعات کیسے رونماء ہوئے اُن کے ذریعہ حقیقت کے بیان اور تعلیمات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔کیونکہ یہود ونصاریٰ نے توراۃ اور زبور کے بیانوں کو پیش کرنے کے لئے ایسے سقم پیدا کردئے جس کی وجہ سے انہیں تبلیغ واصلاح کے لئے غیر حقیقی اور یونان کے دیومالائی قصہ کہانیوں سے مدد لینی پڑی جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ آسمانی احکام وبیان کو شک وشبہ کے گھیرے میں لاکھڑا کردیا۔مگر قرآن کے ساتھ ایسا نہیں ہے صحابہؓ نے جہاں ترتیب کی ضرورت بتائی وہیں پر نزول کا سارا معاملہ اُمت کے سامنے پیش کرکے اللہ کے رسول ﷺ کے معاون ومددگار ہونے کا حق ادا کیا ہے۔دنیا کی ہر قوم کی تاریخ قصہ کہانیوں غیر معتبر بیانوں اور آثار وشواہد پر مبنی ہیں،مگر اسلام کی تاریخ عینی شہادتوں کی بنیاد پر ہے جو صحابہؓ رسولؐ نے بیان کی جو بذات خود یا موقعہ پر موجود رہے۔ترتیب قرآن لوح محفوظ کی حقیقت ہے لیکن !صحابہؓ رسولؐ نے حضو ﷺ کے حالات زندگی کے ساتھ قرآن کی سورتوں آیات اور احکام الٰہی کے بیان کے مقامات یعنی کہاں کونسی سورہ یا آیت کس مقام پر کس حکم کے تحت کس تناظر میں نازل ہوئی روایات میں بیان کرکے تاریخ اسلام رقم کی ہے اُنہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ تاریخ بیان کررہے ہیں انجانے میں وہ تاریخ اسلام کے شاہد تھے۔بعد میں انہیں کے عینی شہادتوں کے بیانوں پر مورخوں نے اسلامی تاریخ لکھی ہے۔اس طرح نزول قرآن نہ صرف تاریخ قرآن ہے بلکہ تاریخ اسلام کی بنیاد ہے۔اگر دیکھا جائے،تو بنی اسرائیل کے پاس عینی شاہد نہیں تھے لیکن اُنہوں نے توریت میں جینسس Genesis کہ جس میں انبیاء کی اولاد کا بیان ہوا ہے جسے Genealogy یا شجرہ نسب کہا جاتا ہے اُسی کو بنیاد بنا کر تاریخ بنی اسرائیل کے طور پر پیش کردیا،جبکہ اسلام کی تاریخ عینی شاہدوں پر مبنی ہے۔

اَلَمْ یَعْلَم بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی (سورہ العلق ۱۴) کیا وہ (انسان) نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔نزول قرآن کی پہلی

سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ وہ دیکھ رہا ہے۔ دنیا کا کونسا مذہب اور دین ہے جو بتاتا ہے کہ اس کا معبود اور خالق کوئی ہے جو ہمیشہ دیکھ رہا ہے اپنی مخلوق کو؟ اور ہمیشہ زندہ ہے اور قایم ہے سوائے اسلام کے یعنی پہلی ہی وحی میں بتا دیا کہ خالق کائنات تخلیق کے بعد غیر موجود کبھی نہیں رہا ہمیشہ موجود رہا ہے نگرانی کے لیے مگر انسانوں نے نفس یا شیطان کی اطاعت میں اُسے غیر موجود سمجھ کر حاضر اور موجودات کی بت پرستی کی اور اُس کی ذات میں انہیں شریک سمجھا۔ انسان کی تخلیق کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت ربوبیت اُس کے معبود برحق ہونے کی پہچان اور اس کی عبادت اور اطاعت کے لئے ہے۔ انسانوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ زندگی خاندان قبیلہ یہ دنیا کے اسباب سہولتیں مصیبتیں یہ ایجادات یہ عیش وعشرت ہی حقیقت ہے جبکہ یہ سب اسباب ہیں اللہ رب العزت کی پہچان کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کتنا عظیم اور قدرت والا ہے ہمیں صرف اس کی بڑائی اور تعریف وتوصیف کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہم یہ بھلا بیٹھے ہیں کہ سمجھ عقل علم اور دولت یہ سب خدا کی امانتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے علم کو پیدا کر دیا اور قلم سے کہا کہ لکھ جو کچھ ہمارے علم ہے اسے لوح محفوظ میں۔ اس کے بعد **مخلوقات کو پیدا فرمایا اور آخر میں "آدم" کو** اپنے **دست قدرت** سے پیدا کیا اور علم دیا صرف آدمؑ کو دوسری مخلوق کو علم نہیں دیا۔ یعنی جو مخلوق سب سے آخر میں پیدا کی اُسے علم دیا' یہی طرز عمل دنیا کے لئے بھی رکھا اسی طرح دنیا میں آدم علیہ السلام کے بعد کئی انبیا رسولوں کو بھیجا' مگر خاتم الانبیاﷺ کو سبھی پر فضیلت دی اور سردار دو عالم بنایا اور قرآن مجید جیسا صحیفہ دیا جو اس سے پہلے کسی نبی رسول کو ایسا صحیفہ نہیں دیا۔ یہی قرینہ معرفت الٰہی کے لئے بھی رکھا گیا کہ قرب قیامت سے پہلے خلیفۃ اللہ مہدی موعود کے ذریعہ طلب دیدار یعنی قربت الٰہی کی تعلیم بھی آخر میں دیا جانا طے تھا۔ نماز روزہ عبادتیں ہیں' حقیقی مقصد اللہ تعالیٰ کی پہچان اس کی ربوبیت کا اعتراف ہے۔ اس کے بجائے انسان اپنی تعریف اور بڑائی میں لگ گیا' ہم نے یہ بنایا وہ بنایا پہاڑ سمندر آسمان فتح کر لے علم حاصل کر لیا عقل مند ہو گئے' یہ بھلا بیٹھے کہ یہ سبھی اللہ کی عطا اور اُس کا دیا ہوا علم ہے۔ دوسری قوموں نے جو کیا سو کیا آخر میں مسلمان بھی یہی کرنے لگے ,جیسے کہا بہترین تخلیق علم کو سب سے آخر میں پیدا کی جانے والی مخلوق انسان کو دیا' علم سمجھ عقل سبھی علم کے ذرایعے ہیں' انسانی علم کی ترقی آہستہ آہستہ بتدریج ہوئی ہے' جو چیزیں آدمؑ کے زمانے میں میسر نہ تھیں آج ہیں' یہی بات اللہ کے علم کی بھی ہے جو باتیں اگلے انبیاء کو نہیں بتائیں وہ محمدﷺ کو بتائیں قرآن میں وحی کے ذریعہ اور وحی غیر متلوا حادیث میں اور جب اُمت نے اس پر بھی توجہ نہ دی تو خلیفۃ اللہ مہدی کو بھیج کر معرفت الٰہی کی منہاج ''طلب دیدار'' کی دعوت دی کہ دنیا زمین آسمان کو تو پہچان لیا اب خدا کو پہچانو اس کی تلاش کرو اسکی طلب اُسی سے کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سبھی مخلوقات کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو صرف 'کُـنْ ' ہو جا کہا اور ہو گئی 'فَیَـکُـوْن' ,لیکن جب آدمؑ کو پیدا کیا تو ہو جا نہیں کہا بلکہ اپنے دست قدرت سے پیدا کیا' یہ دست قدرت کیا ہے؟ دست ہاتھ کو کہتے ہیں ,جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس کی کوئی مثل نہیں' تو پھر ہاتھ کو انسانی ہاتھوں پر محمول کرنا یا سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ عربی زبان میں 'یَـدٌ' کا معنی ہاتھ تو ہے لیکن اس کے مختلف بیان بھی ہیں معنی قابو ,قبضہ قدرت ,غلبہ ,ملک ,تصرف ,برکت ,سخاوت ,احسان ,بھلائی ,ذلت ,ندامت۔ یَـدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیـھِمْ (سورہ فتح ۱۰) بالفرض یہ تمثیل

کے ہیں جیسے مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ عطَا اللهَ (نسا ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ **گویا رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اللہ ہی کی اطاعت کرنا ہے' آدمؑ کو سب سے آخر مخلوق پیدا کرنا اور اپنے دست قدرت سے پیدا کرنا اس کے بعد ان میں اپنی روح پھونکنا' بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس کے بعد زمین پر آدمؑ کی اولاد میں حضور ختمی مرتبت ﷺ کو معراج پر بلانا اس کے بعد قرآن میں کہنا کہ" آپ بھی بصیرت کی دعوت دیں اور آپ کا تابع بھی وہی دعوت دیگا"** یہ تمام احوال خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ انسان کو صرف معرفت الٰہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے جسے مہدی موعود آخرالزماں نے "طلب دیدار" کہا۔ اوراس کی نشانی یہ دی گئی کہ" رسول ﷺ نے اُسے دو کمانوں کے درمیان دیکھا اوراس کی ٹھنڈک محسوس کی"۔ **اگر کہا جائے کہ جو دعوت دیدار سردار الانبیا ﷺ نے نہیں دی اُسے اُن کے تابع مہدی موعود آخرالزماں خلیفۃ اللہ کو دینے کے لئے کیوں کہا؟ جواب حضرت عائشہ صدیقہؓ کا دیا جائے گا کہ" ابتدائے اسلام میں جنت جہنم کی باتیں بتائی گئیں' اگر بیک وقت احکام نازل ہوجاتے تو لوگ انہیں قبول نہ کرتے منحرف ہوجاتے"۔ اور ایسا ہوا بھی پہلے خلیفہ رسول حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے مختصر سے دور میں مرتدین نے زکواۃ دینے سے انکار کردیا تو کیا تعلیمات فرایض ولایت کے وہ متحمل ہوجاتے؟۔ حالانکہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کی بصیرت کی راہ اختیار کرنے کی دعوت کو بتادیا قرآن میں' اور کہا کہ جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا"۔ اور آپ ﷺ کو اللہ تعالی کا یہ حکم دینا کہ" آپ بھی بصیرت پر بلائیں آپ کا تابع بھی بلائے گا" یہ بتاتا ہے کہ حضور ﷺ نے دعوت بصیرت کی ابتداء کردی صرف اس کی وضاحت آپؐ کے تابع مہدیؑ نے کی ہے۔ اور اس کی دلیل حدیث احسان یا حدیث جبرئیل کا بیان ہے' تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے یا اتنا جان کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔**

نزول قرآن اور ترتیب قرآن کے ایک فہرست ہم نے آگے ۴۹۷ صفحات سے آگے پیش کی ہے کہ قرآن کی سورتوں کا نزول ایک کے بعد ایک کس طرح ہوا۔ اب اس ترتیب کے تحت دیکھیں پہلی 1 نازل کردہ سورہ علق میں بتایا کہ **آلـم یـعـلـم بـان الـلــه یـری** (آیت ۱۴) کیا وہ (انسان) نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟۔ اس کے بعد 23 ویں نزول سورہ نجم میں کہا کہ **ثـم دنـا فـتـدلـی .. فـالان قاب قوسین او ادنی** آیت 8 اور 9۔ "پھر وہ آیا اور معلق ہوگیا۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا"۔ اس کے بعد سورہ بنی اسرائیل نزول 50 میں اس کی دوبارہ تصدیق اور تفصیل کی۔ اس کے بعد سورہ یوسف نزول 53 میں کہا کہ" آپ بھی بصیرت (دیدار) کی راہ پر (بندوں کو) بلائیں اور آپ کا تابع (مہدی موعودؑ) بھی بلائے گا۔ اس کے بعد سورہ بقرہ نزول 87 آیت میں فرمایا کہ' اور اے نبی میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں' تو انہیں بتادو کہ میں اُن سے قریب ہوں۔ اس کے بعد نزول قرآن کی 94 سورۃ سورۃ الحدید میں کہا کہ" تم جہاں کہیں ہو وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے"۔ اس طرح ابتدائے نبوت سے ہی بتادیا گیا کہ اللہ قریب ہے حاضر وموجود ہے تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اسکی موجودگی کے احساس کے ساتھ زندگی گزارو بلکہ حدیث احسان میں کہلوایا کہ' تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا اُسے دیکھ رہا ہے"۔ یعنی روز اول سے ہی" دیدار"

کامسلہ ایک مسلمہ حقیقت رہا ہے مگراس کی تعلیم اورتربیت نویں صدی ہجری میں دی گئی جس کا وعدہ رسول نبی کریم ﷺ سے کیا گیا تھا **ثم ان علینا بیانه** سورہ قیامہ۔ کہ ہم اس کا بیان بعد میں تفصیل سے کریں گے۔

اب اس کے بعد نزول قرآن کی ترتیب کولوح محفوظ کی ترتیب میں رکھنا معنی خیز ہے' مثلاً سورہ علق جونزول قرآن کی پہلی سورۃ ہے مگر قرآن میں 96 مقام پر ہے کہنا یہ ہے کہ نزول ترتیب کا ہم جب جایزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے اللہ تعالی نے انسانی عقل سمجھ اورعلم کی حقیقت کے مطابق قرآن میں پیش کیا ہے۔دیکھیں سورہ بقرہ کا نزول 87 سورہ کے بطور مدینہ میں بعد ہجرت ہوا مکہ مکرمہ میں' ابتدائے نبوت کے چودہ برسوں بعد مگر اسے قرآن میں 2 دوسری سورہ کے طور پر رکھا گیا' یہی وہ سورۃ ہے کہ جس میں فرایض کے احکام زیادہ ہیں جیسے نماز روزہ زکواۃ (آیت ۴۳) اورقرآن کی سب سے بڑی آیت' آیت الکرسی اس میں ہے' اورمعراج میں آسمان پر وحی کی جانے والی تین آیات بقرۃ کی آخر میں ہیں اوراس کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ قرآن محمد ﷺ پر نازل ہوا لیکن ابتدائے قرآن میں پہلی بار حضور ؐ کو نام سے نہیں بلکہ ''اے پیغمبر'' سے مخاطب کیا گیا' اوربطور نام کے پہلا نام'' آدمؑ کا آیا ہے'' اس سے پہلے کہا گیا تھا کہ زمین پر میں اپنا ''خلیفہ'' بنانے والا ہوں (آیت ۳۰) مگر نام (۳۱ ویں آیت میں آیا) اس کے بعد دوسرا نام ''موسیٰ'' کا آیا ہے (آیت ۵۱) یہ بنی اسرایئیل کے بیان میں آیا ہے کیونکہ تاریخ عالم میں بطور ایک قوم پہلی بنی اسرایئیل تھی اور فرعون کے لوگ جو قبطی تھے۔ان سے پہلے کی قومیں جیسے عاد ثمود صالح مٹ چکی تھیں۔ بنی اسرایئیل کے بعد باقاعدہ تہذیب وتمدن کا آغاز ہوا ہے' یہ بات ہم فرعانہ مصر کی تہذیب و معاشرت میں دیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ اُن سے پہلے کی قوموں کے آثار بھی باقی نہیں رہے صرف ہڈیوں کے ڈھانچے رہ گئے' جو طویل قامت ہیں جو آج کھدایوں میں مل رہے ہیں۔ یہی بات ہے کہ اللہ تعالی قرآن کے آغاز میں ہی کہدیا کہ'' یہ کتاب متقی اور پرہیز گاروں کے لئے ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں'' یعنی اللہ تعالی اس کے فرشتوں اور نبیوں پر ایمان لانا' اوربعد میں اس میں باربار بتایا گیا کہ'' تم زمین پر گھوم پھر کر کیوں نہیں دیکھتے اللہ کی نشانیوں میں'' اس کے بعد بھی جنہوں نے نہیں سمجھا انہیں'' دنیا میں بھی اندھا آخرت میں بھی اندھا'' کہا۔ معنی خدا کو پہچاننے کی کوشش نہیں کی دیکھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ یہ سمجھ لیا کہ اللہ صرف آسمانوں میں نظر آسکتا ہے زمین پر نہیں اس طرح اللہ تعالی کو مقید اورمحدود کردیا اپنی عقلوں میں۔اسی لئے مبشر رسول ﷺ مہدیٔ موعودؑ نے اس کی تعلیم اورتربیت اپنے صحابہ ؓ کو دی تاکہ وہ اس پیغام کو عام کریں۔ حالانکہ حضور ﷺ کو سورہ بقرہ میں'' اے پیغمبر'' سے خطاب کرنے سے پہلے 14 برسوں تک نبی سے خطاب ہوا ہے' اسی طرح 100 سورتوں میں حضور ﷺ کو مہدی آخرالزماں خلیفتہ اللہ کے بارے میں بتائے جاتے رہنے کے بعد سورہ بینہ میں بتایا گیا کہ'' ایک بینه'' روشن دلیل'' جو سامنے موجود ہیں کفار ومشرکین کو ہدایت کے لے مبعوث ہوے ہیں اورایک دوسرے بینه جو خلیفتہ اللہ تابعد نام محمد رسول اللہ ﷺ بعد میں آئیں گے جوفرقوں میں بٹی اُمت محمدؐ کو قرآن کا بیان کریں گے۔قرآن کے نزول کے بعد بیان کی ضرورت اسی لئے تھی کہ اللہ تعالی کو معلوم تھا کہ اُمت فرقوں میں بٹے گی اورخدا شناسی کی راہ سے ہٹ جائے گی۔

بے شک قرآن میں ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے **لن ترانی** ،لیکن اس سے پہلے موسیٰ طور پر پیڑ سے روشنی پھوٹتی دیکھتے ہیں پہچان نہیں پاتے جب تک اللہ تعالی آپ کو مخاطب نہیں کرتا' اس کے بعد بنی اسرائیل کے ضد کرنے پر ان کے ستر 70 مقتدر لوگوں کو طور پر لے جاتے ہیں جب اللہ کے نور کا ظہور ہوتا ہے اُن کے کلیجے پھٹ جاتے ہیں اور وہ کچھ دیر موت کے عالم میں چلے جاتے ہیں اور حضرت موسی بھی بے ہوش ہو جاتے ہیں ۔اس کے علاوہ قوم بنی اسرائیل کو صدیوں تک درس وحدت دیا گیا' باوجود اس کے وہ ہر دور میں ہدایت سے منحرف ہوتے رہے اور جب بنی اسرائیل کے ایک طبقہ نے عیسایت کو قبول کیا تو عیسی علیہ السلام اور بی بی مریم کی بت پرستی شروع کر دی' جبکہ طلوع اسلام کے بعد مسلمانوں میں ارتداد اور منافقت تو رہی لیکن شرک و بت پرستی کی طرف مسلمانوں کا کوئی طبقہ نہیں لوٹا 'ہاں مگر مسلمانوں میں ختم نبوت کے تعلق سے انکار و انحراف ہوتا رہا ہے' مگر وحدانیت سے تعلق بنا رہا۔ یہ تمام احوال بتا رہے ہیں کہ اُس دور میں انسانیت معرفت الٰہی کے احوال کو جذب کرنے کی متحمل نہیں ہوئی تھی تو اللہ تعالی نے فرمایا ہو **لن ترانی** تم مجھے نہیں دیکھ سکتے ۔مگر حضرت موسیٰ کے ڈھائی تین ہزار برس بعد حضور ﷺ کو معراج میں بلانا اور دیدار کرانا بتاتا ہے کہ انسانیت معرفت الٰہی کے کار عظیم کو جذب کرنے اخذ کرنے کے قابل ہو چکی تھی' حضور ﷺ کے وقت میں اصحاب صفہ کی موجودگی حضرت عویص قرنیؓ کے معاملات اور ابو ذر غفاریؓ اور خلفائے رُاشدہ کے احوال معرفت الٰہی کی طرف اصحاب رسول ﷺ کی توجہ وانہماک کی گواہ ہیں ۔یہی بات حضرت موسیٰ سے پہلے کے انبیاء مرسلین کے متعلق ہے کہ ہو نہ ہو اُنہوں نے بھی کبھی خواہش کی ہوگی اللہ کو دیکھنے کی؟ لیکن قرآن نے صرف حضرت موسیٰ کی خواہش کا ذکر کیا ہے ۔کسی بھی چیز کو جذب کرنے کی اہلیت بلوغیت میں پیدا ہوتی ہے یعنی جب قلب ونظر میں پختگی پیدا ہو' یہی بات انسانیت کی ترقی وترویج کے لئے بھی ہے ۔اگر یہ کہا جائے کہ جب حضور ﷺ نے بصیرت کی دعوت دی تو علماء اولیا اور اتقیاء تو اسلام میں بہت آئے کیوں نہیں انہوں نے اس کا اظہار کیا؟ جواب ہے بہت لوگوں نے اظہار کیا لیکن اس کی تعلیم اور طریقہ کار سے انہیں آگاہی نہیں ہوئی تھی 'جنہوں نے اظہار کیا وہ جذبہ حق کو اخذ کرنے یا ہضم کرنے کے متحمل نہ ہوئے تھے ۔اس کی مثال حضرت عبدالقادر جیلانیؒ معروف اولیا میں سے ہیں انہوں نے بھی نعرہ لگا دیا کہ' **سبحانی مآ اعظم شانی** '' لیکن جب ہوش آیا تو توبہ استغفار کیا اسی طرح انہوں نے دعوی مہدی بھی کیا بعد میں تائب بھی ہوئے اور ایک منصور حلاج تھے جنہوں نے **انا الحق** کا نعرہ لگایا اور اس کی پاداش میں ان کا سر قلم ہو گیا ۔ہندوستان میں خواجہ گیسو درازؒ نے بھی دعوی مہدی کیا بعد میں تائب ہوئے ۔کہنے کا مطلب ہے کہ جب تک اُصولی طور پر تعلیم اور تربیت کا انتظام یا نفاذ نہیں ہوتا لوگ اپنے طور پر کوشش تو کرتے ہیں مگر اس میں بھٹکنے اور راہ حق سے انحراف کر جانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے ۔حضور نبی کریم ﷺ سے بھی کفار نے سوال کیا تھا کہ آپؐ جیسے یتیم اور اُمی کو کیوں نبی رسول بنایا گیا ہم میں سے کسی دولت مند صاحب اثر ورسوخ واہل ثروت کو کیوں نہیں؟ اور قرآن کو کیوں ایک کتاب کی شکل میں پورا ہمیں نہیں دیا گیا؟ ظاہر بات ہے کہ وقفہ وقفہ لحہ بہ لحہ موقع در موقعہ قرآن کا نزول کیا گیا اور ایک نبی رسول اور اللہ کے آخری پیغمبر کے ذریعہ۔اور یہ حقیقت ہے

کہ نبوت کے ابتدائی دس برسوں تک اہل عرب جن کی زبان ہی عربی تھی جنہیں اپنے لسان عرب کے ماہر ہونے پر فخر تھا قرآن کے پیغام احکام اور آیات کو سمجھ نا پائے جو دوسروں کو عجمی یعنی گونگے کہتے تھے اور یہود و نصاری جو خود کو اللہ کی تنزیل توریت زبور اور انجیل کے ماہر ہونے کا دعوی تھا وہ بھی نزول قرآن کی حقیقت کو سمجھ نہ پائے یہی بات اہل قرآن کی ہے قرآن کے لفظ و معنی فقہی مسایل میں اُلجھ گئے معرفت الٰہی یا قربت خداوندی کے احوال و اشکال کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی یہ بات اللہ تعالی کے علم میں تھی کہ ایسا ہونے والا ہے اسی لئے ایک مبین کلام اللہ اور بینہ کو بھیجے جانے کا وعدہ اپنے پیغمبر سے کرایا۔ یہی وجہ ہے کہ اُمت مسلمہ سے سورہ نجم میں کہا گیا کہ **مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى** تمہارا رفیق نہ بھٹکا ہے نہ بہکا۔ (سورہ نجم ۲) (نہ گھبرائے نہ بیہوش ہوئے) **وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى** وہ (اللہ) سامنے آکھڑا ہوا جبکہ وہ بالائی اُفق پر تھا (۷) **ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى** پھر قریب آیا اور اوپر معلق ہو گیا (۸) **فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى** ا یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ (۹) **فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى** تب اُس نے اپنے بندے (رسولؐ) کو جو وحی پہنچائی جو وحی انہیں پہنچانی تھی (اس وقت کیا راز و نیاز ہوئے تھے وہ اللہ اور اُس کا رسول جانے) **مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى** نظر نے جو کچھ دیکھا دل نے اُس میں جھوٹ نہ ملایا (۱۱) یعنی جو کچھ آنکھ نے دیکھا اُسے قلب نے بھی تصدیق کی کہ جو کچھ ہے حق ہے۔ **اب اس کے بعد حتمی طور پر تنبیہ کے طور پر ڈانٹ کر اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى** "اب کیا تم اُس چیز پر اُس سے جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے؟ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (۱۳) اور ایک مرتبہ پھر اُس نے دیکھا عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى (۱۴) سدرۃ المنتہٰی کے پاس اُس کو دیکھا عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (۱۵) جہاں پاس ہی جنت الماوی ہے اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى (۱۶) اس وقت سدرہ پر چھایا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (۱۷) نگاہ نہ چندھیائی نہ حد سے متجاوز ہوئی لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (۱۸) اور اُس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ **یہاں صاف بیان کیا گیا ہے کہ نہ صرف اللہ کے رسول ﷺ نے عرش پر اللہ کا دیدار کیا** بلکہ سدرۃ المنتہٰی تک ذات باری کے مناظر آپ ﷺ کو دکھائے جاتے رہے جہاں جنت الماوی ہے اللہ تعالی آپ ﷺ پر سایہ فگن رہا جب تک کہ آپ ﷺ جنت کے کنارے تک نہیں پہنچ گئے اور آپؐ کی نگاہ نے صاف دیدار کیا نہ آنکھ جھپکی نہ بہکی بلکہ آپؐ ذات باری کو ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے اور جنت سے روانگی کے بعد بھی اللہ تعالی نے اپنی ربوبیت کی بڑی بڑی نشانیاں آپؐ کو دکھائیں۔ یہاں غور طلب اَمر یہ ہے کہ نبوت کے گیارہ برسوں کی پریشان کن دور کے بعد جیسے ہی معراج ہوئی اللہ تعالی کی ربوبیت اور قدرت کے آثار بتا دئے گئے اپنے رسولؐ کو اور اللہ تعالی کی موجودگی کا احساس دلا دیا گیا حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ۔ اور بعد ہجرت سورہ بقرہ نزول 87 آیت 186 میں اپنے رسول ﷺ سے کہا کہ **اے نبیؐ میرے بندے اگر تم سے پوچھیں میرے متعلق تو اُنہیں بتادو کہ میں اُن سے قریب ہوں** اس کے بعد نزول قرآن 94 کی مدنی سورہ الحدید آیت 3 میں کہا کہ **وہی اول بھی ہے وہی آخر بھی ظاہر بھی ہے باطن بھی اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے**۔ اس کے بالکل بعد آیت ۴ میں معاملہ بالکل صاف کردیا کہ **وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو** (آسمانوں اور زمین میں

بھی) **جو کام بھی تم کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے**۔ یہی بات تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لوگو میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے**۔اس طرح اللہ تعالی نے انسانیت جب اپنی بلوغیت کی انتہا پر پہنچ گئی اور معرفت الٰہی کو اخذ کرنے جذب کرنے کے قابل ہو گئی تو دیدار کی تعلیم محمد ﷺ کو دی اور کہا کہ آپ ﷺ کا تابع مہدی موعود خلیفۃ اللہ بھی یہ دعوت دیگا جو آیت ۱۰۸ سورہ یوسف میں ہے۔اس سے پہلے حضرت عیسی کا بیان انجیل میں ہے کہ ''لوگوں کچھ اُمور ایسے ہیں اگر میں بیان کروں تو تم لوگ انہیں سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتے' جب وہ مقدس روح (محمد ﷺ) آ ئیگی تو اس کا بیان کریگی۔اس کے علاوہ بار بار بتایا کہ جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا۔اس طرح سب سے پہلے خدا کی بینائی محمد ﷺ کو عطا ہوئی آپؐ کے بعد مہدی موعود آخر الزماں خلیفۃ اللہ تابع تام رسول کو عطا ہوئی اور مہدی کو اس کے حصول کی تعلیم اور تربیت کی ذمہ داری بھی دی گئی جسے مہدی موعود میراں سید محمد جونپوری علیہ السلام نے تعلیمات فرایض ولایت مقیدہ مخصوصہ کے اپنے اصحابؓ کو اس کی تعلیم بھی دی اور تربیت بھی کی' لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ مہدی موعودؑ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے چار صدیوں تک مہدویوں میں عمل اور عبادتوں میں اخلاص کا بول بالا رہا۔آج مہدویوں کی عملی وعقایدی تنزل کی وجہ پچھلے ایک سو برسوں کے عالموں اور رہنماؤں کی لاعلمی ذہنی انتشار اور خود نمائی اور خاندانی وراثت کا انجماد ہے۔یہی بات ہے کہ آج کے مہدوی' تعلیمات مہدی کے بجائے گوئی دیو بندی کوئی تبلیغی کوئی جماعت اسلامی کوئی بریلوی اور کوئی وہابی نظریات کو دین سمجھ بیٹھا ہے جو کہ یہ انسانوں کے اپنے عقایدی نظریات ہیں دین نہیں۔تقوی کے معنی اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی کے ساتھ اُس کی ربوبیت اور ہیبت اُس کی نگرانی کا ڈر ہے صرف تقوی یہ نہیں کے حلال اور حرام کا لحاظ کرلیا۔توکل اللہ کی محبت میں کسی بھی حد سے گزر جانا' ذکر اللہ ,اللہ سے لگاؤ وابستگی اُس کی قربت کی تلاش ہے جو خالق حقیقی اور معبود برحق ہے۔عزلت از خلق ترک حب دنیا صحبت صادقین لوازمات ہیں اسباب ہیں طلب دیدار یا معرفت الٰہی کے حصول کے اور ہجرت یہ نہیں کہ مال واسباب چھوڑ کر اللہ کی راہ میں جنگل وصحرا کو چلے گئے' بلکہ ہجرت ظاہری وباطنی اللہ کے تئیں خودسپردگی ہے کہ اپنے مالک وآقا کے لئے سب کچھ ترک کردینا۔

حقیقت ہوئی جب مجھ پر عیاں　　　قلم بن گیا ہے خدا کی زباں　　　ابرار کاشف

اگر دیکھا جائے تو نبوت کے ابتدائی دور میں صرف ایمان اور اسلام کی تعلیم دی گئی اور خدا کی ربوبیت اور قدرت اور کبریائی کا درس دیا گیا جس کی مثال سورہ فاتحہ نزول 5 اور سورہ اخلاص نزول 22 ہے اسے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ **یہ کلمہ شہادت کے اقرار کا دور ہے۔معراج کے بعد جو سب سے پہلا درس دیا گیا وہ خدا کی پہچان یا معرفت الٰہی کا تھا**۔کہ کفر وشرک سے باہر نکل آؤ اور وحدت کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کرو اس عظیم وبیکراں خدا کی تخلیقات میں جس کا مظاہرہ واقعہ اسراء میں ہوا۔اس کے بعد احکام واطاعت نازل ہونا شروع ہوئے اور ہجرت کے بعد نماز روزہ زکواۃ حج جیسی عبادات کا حکم ہوا ہے معنی پہلے معرفت الٰہی کا ہی درس دیا گیا۔اب لوگوں نے عملی عبادادت کو تو اختیار کرلیا جیسے وضو طہارت نماز کے طریقے زکواہ کی مقدار حج کے ارکان وراثت

کے اُصول اور علم فقہہ کو دین سمجھ لیا لیکن !روحانی عبادتو ں کو یکسر بھلا دیا جو حقیقی ایمان ہیں ۔اس کے علاوہ روحانی عبادتوں کو تصوف سے مخصوص کر دیا بعد میں چل کر اسی میں بدعات اور شرکیہ رسوم داخل ہو گئیں ۔مہدی موعودؑ کا بھیجا جانا انہیں مفروضات کو ختم کرنے کے لئے تھا۔

کسی بھی زبان عقیدے مذہب کو سننا یا سمجھنے کی کوشش کرنا اُن سے سبق حاصل کرنے کی کوشش بری بات نہیں ہے۔مگر ! اُس زبان کو مذہب یا عقیدے یا نظرے کو بغیر تحقیق اپنا لینا اور اُس کی تعریف کرنا بری بات ہے اللہ تعالی نے قرآن میں کہا ہے کہ "تم زمین پر گھوم پھر کر کیوں نہیں دیکھتے اللہ کی نشانیوں کو اور اگلی قوموں کو جو ہم نے نیست و نابود کر دیں" ۔اکثر اس طرح ہم بلا سوچے سمجھے اپنے مذہب عقیدہ و کلچر کو انکار کر رہے اور بھلا رہے ہوتے ہیں زبان اردو کے ساتھ یہ ہو رہا ہے اور یہی بات اسلام اور مہدویہ تعلیم کے ساتھ کی جارہی ہے ۔ہم اسلامی روایات مہدویہ تعلیم سے متابقت کر کے بتانے کے بجائے دوسرے مذاہب کلچر کو اپنے مذہب کا حصہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔اس طرح ہماری اچھائیاں ضائع ہو رہی ہیں اور مہدویت کو پراگندہ اور میلا کرنے کی کوشش ہو رہی ہے ۔**کوئی بھی علم حاصل کرنا بری بات نہیں ہے مگر اُس علم کا غلط استعمال بری بات ہے اور بلا تحقیق تو کسی بھی چیز کو قبول نہیں کرنا چاہئے**۔ہم نے کہیں کہہ دیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو سردار دو عالم کہا جاتا ہے مگر رسول کائینات پیغمبر کائینات نہیں اس لئے مہدی موعودؑ کو "امام کائینات نہیں کہنا چاہے کیونکہ مہدی موعود تابع رسول ﷺ ہیں اس پر جاہلوں نے اتنا کھڑاک مچایا کہ خدا کی پناہ اسی طرح ہم نے کہا کہ "پنجتن پاک" مولا علی علیہ السلام اور حسین علیہ السلام نہیں لکھنا یا بولنا چاہے یہ شیعوں اور روافضہ کا طریقہ ہے کہ دوسرے صحابہؓ کی تضحیک تو کرتے ہیں ان کے سوا کسی کو مقدم نہیں مانتے انہیں گالی گلوچ تک کرتے ہیں جسے وہ تبرہ کہتے ہیں کیونکہ علیہ السلام رسول نبی پیغمبر سے مخصوص ہے اس پر لوگ گالی گلوچ پر آ گئے ۔اگر آپ کسی اچھی بات کو اچھی نہیں سمجھ سکتے تو یہ آپ کی بدنصیبی ہے۔یہ صحبت کا ذہین کا اثر ہے مراسم اور تعلقات اچھی بات ہے لیکن جس طرح تم ان کی ہر بات پر حامی بھرتے ہو کبھی اُن کو قایل کر کے دیکھوں تو سہی کہ سید محمد جونپوری مہدی موعود ہیں تو وہ تمہاری طبیعت ہری کر دیں گے۔

جن کو معلوم نہیں ہے دعا کا مطلب وہ ہمیں خاک بتائیں گے خدا کا مطلب یاسر خاں انعام

مہدیٔ موعودؑ کو مبین کلام کہا جاتا ہے سورہ رحمٰن کی آیت **خلق الانسان علمه البیان** اور **ثم ان علینا بیانه** سورہ قیامہ کی بنیاد پر اس کی بنیادی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے قرآن مجید کی تشریح اور توجیہہ کو بعد کے لوگوں نے میں مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے مہدیٔ موعودؑ آخر الزماں خلیفۃ اللہ کے بھیجے جانے کو ہم حضور نبی کریم ﷺ کے خاتم الانبیاء کی بعثت میں دیکھ سکتے ہیں کہ اس سے پہلے کئی کتابیں اور صحیفے اللہ کی طرف سے نازل ہوئے مگر اللہ کے نافرمانوں اور خود پرستوں نے ان میں اپنی طرف سے کئی زیادتی کی اور تحریف کی اسی لئے تمام کتابوں صحیفوں شریعتوں کو معزول اور رد کر کے آخری حکم نامہ اور شریعت محمدؐ کے ذریعہ دی گئی اور ان کے طریقے کو سنت کہا گیا باوجود اس کے خود پرست نام و نمود کے خود ساختہ مسلمان عالم اس میں من مانیاں

کرتے ہیں ترجموں اور تفسیروں کے ذریعہ اور ان میں اپنے خیالات وعقاید بیان کرتے ہیں۔اسی لئے معرفت الٰہی کے بیان جو قرآن میں بیان ہیں اُن میں دخل اندازی نہ کرنے رسم وبدعت کی نشاندہی کرنے کے لئے مُہدی موعود آخرالزماں کا وعدہ اپنے رسولﷺ کے ذریعہ اللہ نے کیا۔مگر کیا اس سے نام ونمود کے دلدادہ شہرت کے لئے کیا اپنی ریشہ دانیوں سے باز آ گئے ہیں؟ حالانکہ احادث کی حقیقی روایات سنت رسولؐ ہیں لیکن ان کے بیانات میں کمی زیادتی ہوئی ہے اسی وجہ سے احادیث کو اسماء ورجال کی بنیاد پر پرکھا جاتا ہے۔باوجود اس کے کئی احادیث کے بیان' قرآن کے بیانوں سے مطابقت نہیں ہو پاتے۔مثلاً سورہ''کوثر'' جس کے بارے میں روایات ہیں کہ یہ جنت کی نہر کوثر سے متعلق ہے۔مگر غور سے دیکھا جائے تو اس کا بیان کچھ اور حقیقت بتاتا ہے۔سورۃ الکوثر مکہ میں بطور 15 ویں سورۃ کے نازل ہوئی اور اسے ترتیب میں حضورؐ نے 109 مقام پر رکھوایا ہے۔اردو میں اس کا عام ترجمہ دیکھیں'' بے شک ہم نے آپ کو' کوثر' عطا کیا' پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی دیں' بے شک آپ کا دشمن ہی نامراد۔دُم کٹا۔بےنسل ہے۔اِنَّآ بے شک اَعْطَيْنٰكَ ہم نے آپ کو عطا کیا الْكَوْثَرَ کوثر فَصَلِّ پس نماز پڑھیں لِرَبِّكَ اپنے رب کے لئے وَ انْحَرْ اور قربانی دیں اِنَّ بے شک شَانِئَكَ آپ کا دشمن هُوَ الْاَبْتَرُ دُم کٹا۔نامراد ۔بےنسل ہے۔ہمیں یہاں کوثر کے نہر ہونے کی روایت سے کلام نہیں' بلکہ اس سورۃ کے لفظ ومعنی اور بیان سے مراد ہے۔جس کی وجہ سے قرآن مجید کے بیان کے لئے مبین کلام اللہ کی بعثت ہوئی ہے۔ الْكَوْثَر عربی میں كَثْرَةٌ سے ہے جس کے معنی''کثیر'' (وافر' زیادہ) مرتبہ اور عظمت کو بھی عربی میں کوثر کہا گیا۔فَصَلِّ نماز پڑھنا۔رب کے لئے' وَ انْحَرْ معنی قربانی دینا۔ شَانِئَكَ دشمن آپ کا۔هُوَ الْاَبْتَرُ دُم کٹا۔نامراد۔بےنسل ہے۔الْكَوْثَر سے متعلق اہل عرب کی لغت میں 16 مختلف قول ہیں اس کے معنوں میں' کسی نے اس سے کتاب اور نبوت مراد لی ہے' کسی نے قرآن معنی لئے ہیں' کسی نے اسلام معنی لئے ہیں کسی نے ایثار(قربانی) مراد لی ہے کسی نے رفعت (بلندی' اُونچائی' ترقی' بزرگی' عزت' شان' رُتبے کی بلندی) لی ہے اور کسی نے پانچ نمازیں مراد لی ہیں۔اس کے بعد فَصَلِّ معنی نماز پڑھنا۔اس کے ساتھ وَ انْحَرْ قربانی دینا۔یہاں وَ انْحَرْ میں جو''واؤ'' ہے وہ کچھ اور کہہ رہا ہے۔ذرا پہلے''واؤ'' کی لغوی ومعنوی حقیقت دیکھ لیتے ہیں' حرف واؤ ایک ساتھ دوسرے کو لازم کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی دو چیزوں کو ایک حکم میں جمع کرنے کے لئے آتا ہے اس طرح یہاں یہ نماز اور قربانی کو جمع کرتا ہے۔نماز تو اللہ کی بندگی اور عبادت ہے یہاں قربانی کا بیان کیوں؟ جبکہ سورہ کوثر کے نزول کے بارہ برس بعد سورہ بقرہ میں حج کا ذکر ہوا جس میں قربانی کا بیان ہے' اور حج کے فرض ہونے میں مختلف روایات ہیں کہ پانچویں چھٹی نویں یا دسویں ہجری میں حج فرض ہوا تھا۔اور سورۃ کوثر کے نزول کے وقت نبوت کے شروعات کے اسلامی دور میں قربانی کا وہ نظریہ وعقیدہ اسلام میں نہیں تھا جو نبوت سے پہلے کفار ومشرکین کی قربانی کے مماثل ہو۔اس لئے یہاں سورۃ الکوثر میں ''نماز پڑھو اور قربانی دو'' کا مطلب وہ قربانی نہیں ہے جو ایام حج کے موقعہ پر دی جاتی ہے یہ کوئی اور قربانی کا تذکرہ ہے اور وہ وہی نفس اور شیطان کی قربانی ہے تاکہ وہ نفس اور شیطان نامراد ہوں۔بالکل اسی طرح اس

سورہ میں کوثر''کثرۃ'' کے معنوں میں ہے یعنی اللہ کے انعام کی کثرت بشرطیکہ اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزاری جائے۔یہاں یہ بیان نفس کی قربانی 'جس سے کہ شیطان کٹ جائے نامراد ہو جائے بندے کو بہکانے سے 'ورغلانے سے اللہ کے خلاف کرنے سے کے معنوں میں ہے 'اب اہل لغت نے اس سے مراد 'رفعت (بلندی 'اُونچائی 'ترقی 'بزرگی 'عزت 'شان 'رُتبے کی بلندی) لی ہے۔تو یہ صرف جنت کی نہر کے معنوں میں نہیں ہے بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کے حوالے سے بندوں سے کہا جا رہا کہ ''اگر بندگی کا حق ادا کرنا ہے تو کثرت سے نماز پڑھا کرو اور نفس کی اپنے اندر کے شیطان کی وسواس کی 'خیالات کی' خواہشات کی قربانی دیا کرو' جیسا کہ حضور ﷺ کو رفعت (بلندی 'اُونچائی 'ترقی 'بزرگی 'عزت 'شان 'رُتبے کی بلندی) عطا ہوئی تھی اس طرح (معرفت الٰہی) کی یا اس سے کم رفعت بندوں کو بھی عطا کی جائے۔اس کے لے نفس اور اپنے اندر کے شیطان کو جڑ سے کاٹنا ہوگا نماز تقوی توکل ترک حب دنیا خلقت سے کنارہ کشی نیک لوگوں کی صحبت ذکر دوام نوبت کے ذریعہ ہجرت ظاہری و باطنی کے ذریعہ تو اللہ تعالی ایسی ہی رفعت 'عزت 'شان دے گا۔اپنے ''دیدار'' سے قربت سے معرفت الٰہی سے۔ہم نے اس کتاب میں دیدار ہونا نبوت کے ساڑھے گیارھویں برس سورہ نجم کے نزول سے لیا ہے تو پھر یہاں سورہ الکوثر تو ابتدائے نبوت کے شروع کے ایام کی سورہ ہے جو نبوت کے پہلے کے چار پانچ برسوں کی اس میں کیسے دیدار کی بات کہہ سکتے ہیں' حقیقت یہ ہے کہ کوثر کے نہر ہونے کی باتیں بھی بعد ہجرت مدینہ کی ہیں اور حضور ﷺ نے جب قرآن مجید کی ترتیب فرمائی تو اس سورۃ کو 109 مقام پر رکھوایا اسی کے لحاظ سے ہم نے دیدار کی بات یہاں اس سورہ کے ضمن میں کی ہے۔حالانکہ دیدار سے متعلق سورتوں آیات اور مہدی موعودؑ کے اشارات اور ثبوت سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

اگر ہمیں سورہ کوثر نزول 15 کی حقیقت کو سمجھنا ہے تو اس سے پہلے کی چار نازل کردہ سورتوں میں غور کرنا ہوگا والضحیٰ نزول 11 الم نشرح نزول 12 العصر نزول 13 عادیت نزول 14 ۔سورہ فجر کے بعد حضور ﷺ کو جب بہت عرصہ تک وحی نہیں آئی تو کفار طعنے دینے لگے 'مذاق اُڑانے لگے کہ تمہارے رب نے تمہیں چھوڑ دیا تو اللہ تعالی نے ضحیٰ میں فرمایا ''(اے نبی) تمہارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ ناراض ہوا' اور یقیناً تمہارے لے بعد کا دور پہلے سے بہتر ہے 'اور عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا دیگا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔الم نشرح میں کہا کہ (اے نبی) کیا ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لے کھول نہیں دیا؟....عصر میں کہا کے زمانے کی قسم انسان بڑے خسارے میں ہے (کون سا خسارہ؟) سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے 'اور نیک عمل کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔اور سورہ عادیات کی 8,7,6 آیات قابل غور ہیں فرمایا'' حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے 'اور وہ خود اس پر گواہ ہے' کہ وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے۔جب ان چار سورتوں کی آیات میں غور کرتے ہیں تو سورۃ الکوثر میں ''کثرت'' سے عطا کیا جانا اور سورہ ضحیٰ میں ''عنقریب اتنا زیادہ دیا جانا کہ رسول ﷺ خوش ہو جائیں'' سورۃ کوثر کا نماز پڑھنے اور قربانی دینا سورۃ عصر کا ایمان لانے والوں کو خسارے (نقصان) سے بچانا 'عادیات میں انسان کا ناشکرا

ہونا مال و دولت کی محبت میں مبتلا ہونا اور سورہ کوثر میں نماز پڑھنا اور قربانی دینا (نفس کی) تا کہ دشمن شیطان نامراد ہو۔ یہ وہ حقیقتیں ہیں جو ''کوثر'' کی کثرت کو بیان کرتی ہیں ۔ بے شک حضور ﷺ نے اسی لئے حوض کوثر پر ایسے ہی لوگوں کو سیراب کرنے کا وعدہ کیا ہو؟ اور یہ کوثر وہ کثرت یا زیادتی کی بھی ہوسکتی ہے جو باب ایمان میں نعمت و عطا کی معراج ہے یعنی ''دیدار''۔ جس کے پہلے داعی خود ﷺ تھے ان کے بعد ان کے تابع مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ ۔ قرآن میں غور و خوص کرنا تدبر و تفکر کرنا غلط نہیں ہے بلکہ اس کے معنی و مطلب اور توجیہات غلط تاویلات بیان کرنا غلط ہے۔ سورہ محمدؐ کی 24 ویں آیت میں ہے کہ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا کیا ان لوگوں نے قرآن میں غور نہیں کیا یا ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں ۔ (سورہ محمد ۲۴) ۔

اس کتاب میں ہم نے قرآن کی رہنمائی کے انداز کو اختیار کرنے کی کوشش ہے کہ جس میں اللہ تعالی نے واقعات اور قصایص کو بیان کر کے انسانی غلطیوں کوتاہیوں حکم عدولی اور خالق اللہ رب عز وجل کے تئیں لاپرواہی کے نتیجے میں اللہ کے قہر و غصب کو دعوت دینے کا' کام جن قوموں نے کیا اس کے انداز کو اپنا کر قرآن سنت رسول ﷺ اور تعلیمات مہدی موعودؑ کی طرف راغب کریں۔ روایات کے مطابق حضرت آدمؑ کی اولاد میں حضرت شیثؑ کو صحیفہ کے ذریعہ احکام اور طریقے بتائے گئے ان کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر صحایف نازل ہوئے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد باقاعدہ انسانی تہذیب وتمدن کا آغاز بابل ونینوا سے شروع ہو گیا' اس سے پہلے قوم ثمود قوم عاد قوم لوط زمین پر یا دنیا میں سب سے طاقت ور قوی ہیکل زور آور قومیں تھیں' مگر اتنی مہذب نہیں تھیں جو بعد کی قومیں تہذیب سے آراستہ ہوئیں۔ اللہ تعالی نے جس طرح پہلے کی سنتوں شریعتوں کو ختم کر کے نئی شریعت سے متعارف کرایا' ایسا قوموں کے ساتھ بھی کیا ہے' معنی جو قومیں بالکل غیر مہذب جاہل اڑیل مغرور و متکبر تھیں انہیں دنیا کے صاحہ ہستی سے ہی مٹا دیا' پھر دوسری قومیں لائیں جب انہوں نے بغاوت انحراف کا راستہ اختیار کیا تو دوسری قومیں لائیں جب یہود و نصاری نے بغاوت انحراف اور حکم عدولی کی راہ اپنائی تو پھر اسلام کا طریقہ اور قوم مسلم کو دنیا میں پیدا کیا اور جب مسلمانوں میں حکم عدولی و انحراف پیدا ہونے کے آثار تھے تو اُمت رسول عربی ﷺ کو آگاہ کیا کہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ (المایدہ ۵۴) اے ایمان والو ! اگر دین سے مرتد ہونا (اللہ کے احکام سے انحراف کرنا) چاہتے ہو تو ہو جاؤ اللہ تعالی پھر سے ایک قوم لائے گا۔ اور یہاں فَسَوْف کا لفظ ہے جس کے معنی عنقریب ہیں' فَسَوْف کے معنی عنقریب کے ہیں جیسے الھی فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اب آگے جان لو گے' اس میں تنبیہ ہے کہ کوئی الوقت نہیں بعد میں وہ لامحالہ ہو کر رہے گی' اور یہ ڈھیل اور تاخیر کے معنی کا مقتضی ہے' یہ فَسَــــــوْف کا غالب استعمال کبھی وعید (وارننگ) کبھی تہدید میں ہوتا ہے۔ تہدید معنی سرزنش 'دھمکی' ڈرانے کے معنوں میں ہے۔ اللہ تعالی کا کلام مطلق ہوتا ہے محدود نہیں' یہاں بھی بات محدود نہیں ہے صرف ایک قوم کی بات نہیں بلکہ گروہ جماعت یا عقاید میں بھی یہی حکم ہے کہ اگر کسی قوم کے اراد میں یا گروہ میں ایک طبقے یا لوگ ارتداد نفاق گمراہی کا شکار ہو جائیں تو اللہ انہیں میں سے ایک گروہ چند افراد یا دوسرے لوگ پیدا فرما دیگا جو حق بات کریں گے اور جو ناحق لوگ اور طریقے

ہونگے ان کی مخالفت کرتے رہینگے ۔جیسے کہا بابل ونینوا سے تہذیب کا آغاز ہوا جو آج کے اعرق اور شام کے علاقے ہیں' یہ تہذیبیں دریائے' دجلہ وفراط کے کناروں پر آباد تھیں' جنہیں بعد میں پچھلے دوسو برسوں میں انگریزوں نے یوپھر یتاس اور ٹیگرس ویالی سولایزیشن کا نام دیا' اس طرح قوم نمرود وفرعانہ مصر دنیا کی پہلی متمدن اور تہذیب یافتہ قومیں ہوئیں ۔اور یہیں سے احکام' صحایف کے ذریعہ دینے کا عمل شروع ہوا' ان کے بعد حضرت داؤد ؑ کو زبور دی گئی' اس کے بعد توراۃ نازل ہوئی یہاں سے انسانی تہذیب ارتقاء کی بلندیوں کی طرف بڑھنے لگی ۔پھر دنیا میں علم تعلیم اور تحقیق وجستجو کا بول بالا ہونے لگا تو رومی یونانی چینی ہندی قومیں ترقی کرنے لگیں ہند میں جسے گنگا جمنی تہذیب کہا گیا جو موہن جوداڑو اور ہڑپہ کے طور پر مشہور ہوئیں ۔حضرت عیسی کے بعد علم انسان کی ضرورت اور لیاقت کی پہچان بن گیا' حضور نبی کریم کے زمانہ آتے آتے انسانیت مکمل مہذب متمدن ہو چکی تھی جن کی مثال رومی اور ایرانی بازنطینی سلطنتیں ہیں جو جزرہ نما عرب کے اطراف تھیں ۔جن سے اسلام کا بعد میں واسطہ پڑا' اور طلوع اسلام کے بعد علم تحقیق جستجو ریاضی انتظامی امور جغرافیہ تاریخ فلسفہ ایجادات کا نا رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا جو آج تک جاری ہے ۔یہی بات ہے کہ قرآن جیسی عظیم کتاب حضور نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی' ۔حضور ﷺ کے بعد مسلمانوں میں مدارس وخانقاہوں کا دور شروع ہوا' یہ ایک طرح سے موجودہ ریسیڈینشیل یونورسٹیس تھیں' اور خانقاہوں میں علم اور تعلیم کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا جو معرفت الٰہی کی جستجو کے لئے تھا اس سے پہلے کی قوموں میں یہی خانقاہیت تجرد کی زندگی سے ماخوذ تھیں مگر اسلام میں خاندانی ذمہ داریوں کے ساتھ شروع ہوئیں کیونکہ اسلام اور سنت رسول ؐ میں نکاح اور اہل وعیال کا اہم کردار ہے ۔جیسا کہ علوم ظاہری میں بدعملیاں اور بدعات وشرک داخل ہوئے' اسی طرح اس معرفت الٰہی کی تعلیم اور اعمال میں بدعات رسوم اور بدعملیاں بعد میں شروع ہونے لگیں ۔جبکہ نبی کریم ﷺ کی زندگی ان دونوں علوم اور طریقوں کی جہات پر مبنی تھیں مثلاً کاروبار دنیا حیات اور زندگی کی ضرورت نہیں بلکہ اطمینان وسکون سے دین کی تکمیل کے لئے تھیں ۔بعد میں انہیں لوگوں نے یعنی دنیا دار عالموں اور جھوٹے صوفیوں نے بجائے' حیات زندگی کی ضرورت کو مذہب کے اطمینان وسکون کا سبب بناتے انہیں زندگی کی آسایشوں کے حصول کا مقصد بنالیا اور قرآن وسنت رسول ﷺ کو دنیا کو حاصل کا ذریعہ بنالیا ۔مہدیٔ موعود خلیفۃ اللہ کی تعلیم مذہب اور دنیاداری کے درمیان ایک حد فاصل ایک خط مستقیم ہے اللہ کی عبادت' رضا جوئی اطاعت وبندگی کے لئے ۔اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ خالق کی پہچان تہذیب وتمدن میں صحایف انبیاء وکتب نزول سے کرانے کے بعد خلیفۃ اللہ مہدی کے ذریعہ معرفت الٰہی کی تعلیم کا دیا جانا جو خاتم الانبیا ﷺ کا وصف خاص تھا دنیا ودینوی زندگی کی ضرورت کے لئے' علم ہنر ترقی ترویج انسانیت وشرف مخلوق کا منتہٰی Culmination ہے ۔

جیسے کہا الکوثر ابتدائے' نبوت کی نزول ۵اویں سورۃ ہے جسے حضور ؐ نے ۱۰۹ مقام پر رکھا ہے ۔کچھ اسی طرح نزول انبیا وخلافت اللہ کے احوال بھی ہیں مثلاً مہدویت کی اساس حضرت آدم ؑ خلیفۃ اللہ سے' حضرت ابراہیم کی امامت اور نبوت کی دعا میں حضور ﷺ کا بحیثیت پیغمبر کتاب آنا اور وعدہ کرنا ایک خلیفۃ اللہ کا اپنے بعد ۔اس تسلسل میں حضرت آدم خلیفۃ اللہ تھے تو حضرت

ابراہیمؑ تمام موحدوں کے دین حنیف کے پیروکاروں کے جد امجد ہیں اور حضور خاتم النبیینؐ نبی کتاب ہیں اور عترت فاطمہؓ یا ابراہیم کی ذریت میں امام مہدی موعودؑ امام آخرالزماں ہیں اس طرح خلافۃ اللہ آدمؑ سے شروع اور مہدی موعود خلیفۃ اللہ پر ختم ہوتی ہے ان کے درمیان ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی رسول اور اولوالعزم پیغمبر ہیں ان میں محمدﷺ فخر موجودات ہیں ۔چونکہ محمد مصطفیٰﷺ سردار دو عالم سردار الانبیا ٔفخر موجودات ہیں ان پر نبوت ختم کی گئی اس لئے خلافۃ اللہ کے خاتم مہدی موعود آخرالزماں ہوئے ہیں ۔یہ محمدﷺ کی نبوت کا تقدس واحترام ہے کہ خلافۃ اللہ کی ختمیت آپؐ پر نہ ہوکر کے مہدی کے ذمہ رکھی گئی ' کیونکہ نور محمدﷺ تخلیق آدم سے پہلے بھی موجود تھا قیامت تک موجود ہے اور خلافۃ اللہ کا خاتمہ آپ کے نور کے خاتمے کی وجہ نہیں ہوسکتا' اسی لئے مہدی موعودؑ کی بعثت ضروری لگتی ہے ۔

اللہ تعالی نے انسان کو جتنا علم دینا تھا اُتنا ہی دیا ہے ملا یک فرشتوں جنات ابلیس شیاطین یہ ایسی مخلوق ہیں جنہیں ہم نے دیکھا نہیں اللہ تعالی نے ہمیں بتایا ہم نے یقین کرلیا اور ایمان لائے ۔یہی بات ہے کہ قرآن کے شروع میں اللہ تعالی نے بندوں کو متنبیٰ کردیا کہ یومنون بالغیب و یوقیمون الصلوۃ غیب پر ایمان لانا اور یقین کے ساتھ نماز قایم رکھنا کہ اللہ نے جو کہا وہ حق ہے ۔لیکن! حضور نبی کریمﷺ کا سفر معراج ایک ایسی حقیقت بیان کرتا ہے جو سوائے اہل ایمان کے کوئی قوم یقین نہیں رکھتی' کہ لمحوں میں آسمانوں کہکشاں جنت جہنم فرشتہ وملا یک کو دیکھنا ان سے گفتگو کرنا اور آخر میں خالق کل سے ملاقات کرنا ۔ان تمام کے علاوہ اللہ رب العزت نے کونسی مخلوقات پیدا کی ہیں ہم نہیں جانتے سوائے زمین پر موجود مخلوقات کے ۔یہ بے حد وسیع طویل و عریض کہکشاں کی پیدایش محض دنیا کے وجود کو باقی رکھنے کے لئے نہیں ہوسکتی' کون جانے کہ ان میں اور کونسی مخلوقات اللہ نے پیدا کر رکھی ہیں؟ کیوں کہ یہ محض گمان نہیں ہے بلکہ قرآن اس بات پر شاہد ہے سورہ النحل کی یہ آیت کچھ اور حقیقت بیان کر رہی ہے وَّ الْخَيْلَ وَالْبِغَا لَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ط وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل ۸) اور اس نے پیدا کے گھوڑے خچر اور گدھے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور (تمہارے لئے ان میں) زینت ہے اور پیدا فرائے گا ایسی مخلوق جنہیں تم نہیں جانتے ۔اس کا صاف مطلب ہے کہ اللہ تعالی یہ جانور تو انسان کی ضرورت کے لئے پیدا فرمائے اور آیندہ بھی ایسی ہی کوئی مخلوق پیدا کرے گا۔ یہاں حیوانات کے پیدا کرنے کے بعد کوئی اور مخلوئی کا پیدا کرنا سوالیہ ہے؟ کیوں کہ اس ضمن میں تفسیر قرطبی کی ایک روایت بحوالہ تفسیر الماوردی کچھ اور بیان کرتی ہے ۔حضور نبی کریمﷺ سے مروی ہے کہ" وہ سفید زمین ہے' سورج کی مسافت تیس دنوں کی ہے وہاں ایک مخلوق پیدا فرمائے گا وہ نہیں جانتے ہوں گے کہ زمین میں اللہ تعالی کی نافرمانی کی جاتی ہے" ۔صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا وہ آدم کی اولاد سے ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا ہے' صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ تو ان میں سے ابلیس کہاں ہے؟ فرمایاؐ نے وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالی نے ابلیس کو بھی پیدا کیا ہے' پھر آپؐ نے یہ تلاوت فرمائی وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اب سوال یہ ہے کہ جب وہ نہ آدمؑ کو جانتے ہیں اور نہ ابلیس کو تو بالکل اسی طرح ہم

انسان بھی انہیں یا اُن جیسی مخلوقات کا علم نہیں رکھتے ہمیں اتنا ہی معلوم ہے جتنا کہ اللہ نے ہمیں بتایا ہے۔یہ ایک ایسی پہیلی ہے جس کا علم سوائے اللہ تعالی کے کسی کو نہیں ہے۔اور درمنثور میں سورہ نجم کی تفسیر میں ایک روایت یوں بھی ہے کہ "حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کی ایک ایسی مخلوق ہے جو آنکھ جھپکنے کی دیر میں بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتی' جنہیں پرندوں کی شکلوں پر پیدا کیا گیا ہے اُن کا کھانا پینا سب ہوا ہے اُن کے کپڑے جانور سب ہوا کے ہیں اُن کے سینوں میں کیا ہے سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا" اور وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالی نے آدمؑ اور ابلیس جیسی کوئی مخلوق پیدا کی ہے۔یعنی بات وہی ہے کہ جس طرح وہ ہمیں نہیں جانتے ہم اُن کے بارے میں علم نہیں رکھتے کہ اللہ تعالی کی اس وسیع وعریض کائینات میں کس جگہ کونسے کرہ یا ستارہ پر کونسی مخلوق ہے ۔یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ اللہ تعالی کا ایک ایسی مخلوق کو پیدا کرنا جو پرندوں کی شکلوں پر ہیں ان کا کھانا پینا جانور سب ہوا کے ہونا۔مثلاً سورۃ فیل میں ابابیل کا ذکر ہے جو ایک چھوٹی سے چڑیا ہے جس نے کنکریوں سے ہاتھوں کی فوج تہس نہس کر دی' آج علم حیات کے سائنس دانوں نے اسلام کے چودہ صدیوں بعد اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ابابیل ایک ایسا پرندہ ہے جو آٹھ مہینے تک زمین پر اترے بغیر ہوا میں محوِ پرواز رہتا ہے اور پرواز میں ہی نیند بھی کرتا ہے اور ہوا میں موجود کیڑے اس کی غذا ہوتے ہیں' جبکہ دنیا پچھلے چودہ سو برسوں سے محوِ حیرت اور کئی ایک شک وشبہ میں مبتلا تھے کہ اتنا چھوٹا سا پرندہ کیسے ہاتھیں اور انسانوں کو بھس بنا دیتا ہے' اب ان کنکریوں کی بھی بات لیں سائنس کہتی ہے کہ Atom جو ہر آنکھوں سے نظر نہیں آتا خوردبین سے بھی نہیں مگر ایسی تابکار لہریں پیدا کرتا ہے کہ ہر جیم تہس نہس ہو جاتی ہے ۔ہماری یہ کہکشاں آنکھ کی مثل کہکشاں کہا جاتا ہے جبکہ کائینات میں لاکھوں کہکشاں تیر رہے ہیں کہاں کہاں کچھ ہے انسان نہیں جانتا بس اتنا کہ جتنا اللہ نے بتایا۔البتہ دنیا میں طلوع اسلام کے بعد تحقیق وجستجو کا جو سلسلہ چلا ہے جس میں پچھلی تین چار صدیوں میں اہل مغرب نے جو کھنڈرات اور کھدایوں کی جانچ وتحقیق کا کام کیا ہے اس میں بہت ساری معلومات مہیا کی ہیں مثلاً ایسے انسانی پنجر اور ڈھانچے دریافت کئے ہیں جن کا قد سو 100 سوا سو 125 فٹ ہے چلئے اسے یوں مان لیتے ہیں کہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ اور قوم ثمود وعاد کے قد کی اُونچائی بہت تھی اور وہ بہت بلند قامت ہوا کرتے تھے۔لیکن جنوبی امریکہ کے کھنڈرات خصوصًا امیزان کے جنگلوں میں ماچو پچو میں پتھروں پر کچھ ایسی تصویروں کی کھدائی اور نقوش ملے جو انتہائی غیر معمولی تھے جن کا سر اور آنکھیں جسم سے کافی زیادہ بڑی تھیں جسے آج ایلین Alian کہا جاتا ہے۔اس ایلین کا نظریہ پچھلی صدی عیسوی سے بڑا مشہور رہا جارہا ہے اور کئی ایلین کی ویڈیوں بھی دکھائی جاتی ہیں کہ جس میں کتنی سچائی ہے کوئی نہیں جانتا۔البتہ کاربن ڈیٹنگ جو آج کی سائنس کی ایک کامیاب ایجاد ہے اُس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ مٹی پتھر درخت اور بوسیدہ ہڈیاں کتنے سال پرانی ہیں اور اسی کی بنیاد پر ہزاروں لاکھوں برسوں کے یہ باقیات ہونے کا دعوی کیا جاتا ہے۔ان باتوں سے قطع نظر پتھروں پر کوئی اور مخلوق کے نقوش کی کندہ تصویر کچھ اور کہتی ہے یعنی وہ قرآن مجید کے سورہ نحل کی 8 آٹھویں آیت کی تصدیق کر رہی ہے۔اس طرح انسانیت اس بات سے آج بھی واقف نہیں کہ اللہ تعالی نے کہاں کس جگہ کونسی کتنی اور کیسی کیسی مخلوق تخلیق کی ہے۔لہٰذا ہم انسانوں نے خود کے انسان ہونے پر

بڑی خوش فہمیاں فخر اور غرور پال رکھا ہے کہ ہم اتنے بڑے عالم فاضل پارسا ہیں جبکہ ہماری حیثیت اللہ کے حضور تنکے کے برابر بھی نہیں ہے۔یہی وجہ ہے مہدی موعودؑ نے فرمایا ہے کہ'' **خدا بننا آسان ہے بندہ بننا مشکل ہے**''فرعون بھی خدا بن گیا شداد ہامان نمرود بھی خدا بن گیا بے وقعت اور حقیر و ذلیل لوگ بھی خدائی کا دعوی کر دیتے ہیں' لیکن بندہ بننا مشکل ترین کام ہے اور بندگی کی اعلی و ارفع مثال ذات محمد ﷺ ہیں جنہوں نے اللہ تعالی کی وسعت کبریائی کا مشاہدہ کیا اور کہا **لا تحصی ثنا ک** کہ میں تیری کبریائی کی تعریف یا ثناء خوانی کا حق ادا نہیں کر سکتا' اس بات کو مہدی موعودؑ تابع تام رسول اللہؐ نے فرمایا ''خدا بننا آسان ہے بندہ بننا مشکل ہے'' کیوں کہ ہر کوئی محمد رسول اللہ نہیں بن سکتا' لہٰذا مہدی موعودؑ نے اتباع رسول ﷺ میں اُمت مسلمہ کو''طلب دیدار'' کی دعوت دی تا کہ بندہ ایک جھلک ہی صحیح اس ذات احدیت کے انوار کا مشاہدہ کر کے اپنی حقارت اور حیثیت کو پہچانے اور قاعدے سے اللہ تعالی کی بندگی کرے۔جنت میں کوئی کافر مشرک بد بخت گنہگار لنگڑا لولا نہیں رہ سکتا وہاں کا نظام طے شدہ ہے' اللہ کی جانب سے جو جتنا کہا جائے' اتنا ہی کرنا ہے مثلاً فرشتے جس کو جتنا کام دیا گیا ہے اتنا ہی کرنا ہے جو ذکر دیا گیا ہے اتنا ہی کرنا ہے' مگر اعمال دنیا میں انسان کو اظہار رائے' اور مرضی کی آزادی ہے' فرایض سنن کے علاوہ جتنی عبادت ہے کر لے نفل ہے صدقہ ہے اُس کے علاوہ گناہوں میں بھی وہ مرضی کا مالک ہے مگر دونوں حالتوں کا جواب بروز حشر دینا ہے۔حضو ﷺ کو ملاقات کے لئے اللہ تعالی نے دنیا سے بلایا تھا کیوں؟ یہ کام تو جنت میں بھی ہوسکتا تھا دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد؟ دنیا میں مبعوث کرنے کے بعد اللہ تعالی کا آسمانوں پر بلانا ملاقات کرانا احکام کا دیا جانا کائنات کی سیر کرانا' کس لئے؟ اگر اللہ تعالی کو جنت میں ہی نظر آنا ہے تو؟۔زمین پر یا دنیا میں !اللہ کے پیغمبروں کا ہر قول عمل سنت اور شریعت میں شمار ہوتا ہے۔رسول نے تقوی اختیار کیا' اُمت کو تقوی اختیار کرنا ہے' رسول نے جیسی عبادت کی ویسی ہی عبادت کرنا ہے' رسول نے جو حکم دیا ویسا ہی کرنا ہے کیونکہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہے۔سوال یہ ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے خدا سے ملاقات کی ہے تو کیا محض انسانوں کے بتانے کے لئے کہ میں آسمانوں کی سیر کر کے آیا ہوں ؟ بلکہ جس طرح رسول ﷺ کا عمل اطاعت ہے اُسی طرح خدا سے ملاقات کی تمنا کرنا یا اُسے دیکھنے کی طلب رکھنا کیا رسول ﷺ کی اطاعت نہیں ہوسکتا؟۔تمام سنت اور شریعت میں اطاعت جایز' اور اللہ کی معرفت میں اُس سے ملاقات کی کوشش یا دیکھنے کی کوشش کیوں جایز نہیں؟ رسول ﷺ کی ہر سنت پر عمل کی کوشش کا بدلہ اگر جنت ہے تو جنت میں دیدار خدا بھی دنیا میں رسول کے عمل کی کوشش پر منحصر ہوگا؟ ہوسکتا دنیا میں رسول کی طرح اللہ سے ملاقات کی کوشش نہیں کی تو جنت میں بھی خدا کا دیدار نصیب نہ ہو؟ دنیا میں مومن اس اُمید پر جیتا ہے کہ دنیا میں نیکی اور بھلائی کریگا تو اللہ اُسے بدلہ دیگا جنت میں یا اُس کی قربت کا' یہی اُمید کہ میں اللہ کو دیکھنے کی تمنا دنیا میں کروں گا تو جنت میں کم از کم دیدار تو ہوگا دنیا میں نہ صحیح۔اس طرح دنیا میں ایک مومن کی پرخلوص کوشش اُسے معرفت الٰہی کی راہ پر لگادے؟ فریضہ حج ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہے' اگر صاحب نصاب ہوتو' سوال یہ ہے کہ دنیا میں کروڑوں مسلمان ہیں کیا ہر مسلمان حج ادا کرتا ہے؟ جنہیں وسایل مہیا نہیں ان کی بات چھوڑیں' کروڑوں مسلمان ایسے ہیں جو صاحب نصاب ہونے

کے باوجود حج نہیں کرتے اور یا تو وہ ذاتی طور پر کوشش نہیں کرتے اگر کرتے بھی ہیں تو دنیا کے قوانین کی وجہ سے انہیں موقع نہیں ملتا کیونکہ ایک مخصوص اور محدود تعداد ہی مکہ مکرمہ یا عرب جاسکتی ہے کیونکہ انتظامی مسایل ہوتے ہیں' کئی لوگ اسی انتظار میں دنیا سے چلے جاتے ہیں۔مگر ہر مسلمان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ فریضہ حج ادا کرے! کچھ اس خواہش میں کامیاب ہوتے ہیں کچھ نا کام! یہی بات ''طلب دیدار'' کی ہے کہ کوشش کرو کامیاب ہوگے تو ماشاءاللہ اگر نہیں تو رسول ﷺ کی سنت پر کوشش تو کی۔اسی لئے اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ''کہہ دو اے محمدؐ یہ میرا رستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت (دیدار) کی بنیاد پر' اور وہ بھی بلاے گا جو میرا تابع ہے''۔اگر بصیرت یا دیدار ممکن نا ہوتی تو اللہ تعالی اپنے نبی رسول ﷺ کو یہ حکم نہ دیتا' بلکہ اللہ تعالی نے یہ سہولت بندوں کو دی کہ اگر بالفرض میری حیات مبارک میں اس راستے کو دکھانا ممکن نہ ہوا تو میرا تابع (مہدی موعود خلیفۃ اللہ) یہ راستہ دکھاے گا'' بھلے ہی 9 نوصدی بعد کیوں نہ ہو۔ بجاے اس کے اپنے خیال سے یہ ممکن ہے یہ ممکن نہیں طے کر لینے کا حق اُمت کو کس نے دیا؟ جبکہ اللہ تعالی وعدہ فرمارہا ہے کہ ''اس قرآن کا بیان ہمارے ذمہ ہے'' اور یہ بھی کہہ رہا ہے کہ ''پھر (یہ آیتیں) تفصیل سے بیان کی جائیں گی حکمت والے کی طرف سے''۔اس سے زیادہ صاف اور واضح پیغام اور کیا دیا جاسکتا ہے؟۔مسلمان مہدی جونپوری کو مہدی موعود نہیں مانتے یہ الگ بات ہے جنھوں نے طلب دیدار کی دعوت دی؟ اگر ان کی نگاہ میں کوئی مہدی ہو وہ اگر یہ دعوت دے تو بھی کیا اُن سے یہی سوال جواب اور بحث کی جائے گی؟۔اور!!! ایسا ہی ہونا ہے کیونکہ انسانوں نے ہمیشہ اللہ کے رسول نبی خلیفوں کا اسی طرح انکار کیا کرتے آے اور کرتے رہے ہیں کہ ایسا کیوں ہے ویسا کیوں نہیں' کیونکہ انسان اپنی سہولت تن آسانی خیال اور مرضی کے مطابق دنیا میں جینا زندگی گزارنا چاہتا ہے' وہ جانتے ہوے بھی اپنے خالق وآقا کی حکم عدولی کرتا آیا ہے کرتا رہیگا۔وہ اپنی مرضی کے عقاید پر چلے اپنی پسند کی جماعت کی تقلید کریگا اپنے خیال اور سہولت کا دین اختیار کریگا خدائی اطاعت عبادت ایک دکھاوا اور بہانہ ہے' جب وہ جانتے ہوے بھی فرایض ادا نہیں کرتا اپنے آقا و مولا اللہ کی حکم عدولی کرتا ہے تو کسی رسول نبی خلیفۃ اللہ کی بات کیسے قبول کریگا' اُسے اپنی پسند اور سہولت کا دین چاہیے' اور غیر معصوم عالم فاضل ولی اسے رجھانے کے طور طریقے بتائیں گے اُن پر عمل کریگا کیونکہ وہ فرقے اور جماعتیں اس کی مرضی کا دین اُسے پیش کرتی ہیں جو اُس کا دل لبھائے۔مگر اللہ کا قانوں اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے جو وہ اپنے خاص بندوں کے ذریعہ بتاتا ہے جنہیں ہم نبی رسول اللہ کے خلفاء کہتے ہیں۔اور انسان کو انہیں سے اصلی مخالفت اور بیر ہمیشہ رہا ہے۔

یہاں پر اس بات پر غور کیا جانا چاہیے کہ سورہ بقرہ کی آیت 129 ہے کہ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِنۡهُمۡ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی ''اور اے رب ان لوگوں میں خود انہیں میں سے ایک ایسا رسول اُٹھا جو انہیں تیری آیات (احکام) سنائے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ **''وہ رسول میں ہی ہوں''** حالانکہ یہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہے' جبکہ ابراہیمؑ کی اولاد میں بے حساب نبی رسول اور پیغمبر آئے کسی نے نہیں کہا کہ ''وہ رسول میں ہی ہوں'' سوائے خاتم الانبیاء ﷺ کے۔یہ بقرہ کی ۱۲۹ آیت ہے جس کے

پہلے ابراہیمؑ نے ایک رسول کو بھیجے جانے کی دعا کی اور اس سے پہلے آیت ۱۲۴ میں ایک امام کو بھیجے جانے کی دعا کی تھی۔ جس محمد ﷺ نے وہ رسول خود کا ہونا بیان کیا بالکل اسی طرح تابع تام رسول اللہ مہدی موعودؑ نے خود کا مہدی موعود آخر الزماں ہونا اس ۱۲۴ آیت سے ثابت کیا اپنے دعوی کے اٹھارہ آیات کے ساتھ ثبوت میں۔ اس طرح اللہ تعالی نے کس کو نبی رسول پیغمبر بنانا خلیفہ بنانا اور دوسری مخلوق کا پیدا کرنا اللہ کے اختیار میں ہے جس پر کسی کو کلام نہیں ہونا چاہئے البتہ حق کی تحقیق ہر بندہ مومن کو ضروری ہے تا کہ غلط راہ نہ اختیار کر لے اور اللہ تعالی کی مدح سرائی میں کوشاں رہے۔ دنیا کی ہر قوم کی فطرت بحث ومباحثہ مبالغہ آرائی حجت مناظرہ مقابلہ رہی ہے اس میں نہ مسلمان پیچھے ہیں اور مہدوی۔ اسی مہدی موعودؑ نے ان تمام خرافات اور جھمیلوں سے دور ذکر دوام تقوی یوکل ترک علایق کا حکم دیا ہے۔

مقطعات کے بارے میں جب ہم غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے سورتوں کی ترتیب نزول آیات کی موضوعیت سورتوں کا آگے پیچھے رکھا جانا اور اس میں مقطعہ اسماء قصص وبیان کا وہ انداز کے ایک واقعہ کو مختلف سورتوں میں کئی وجوہ سے بیان کرنا احکام کو بیان کر کے اگلی قوموں کے واقعات کو بیان کرنا بتاتا ہے کہ انسان کے اندر کے شرف کو اُبھارا جائے اور اعمال و اخلاق مذمومہ کو دبایا جائے لیکن انسان آدمیت کے جامہ سے باہر آنا نہیں چاہتا وہ وہی طریقہ اختیار کرتا ہے جو اس کا نفس یا اس کے اندکا شیطان اسے سمجھاتا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالی نے غور وخوص کرنے کا حکم دیا ہے ہر ایک کو تفسیر کرنے کا نہیں اب اس کا کیا کیا جائے انسان خالق کے احکام میں اپنی عقل کے دخل کو ضروری سمجھتے ہوئے تفسیر لکھنا اپنا فرض منصبی بنالیا ہے جس میں اپنا نظریہ عقاید اپنا خیال اللہ کے احکام سے زیادہ بیان کرتا ہے۔ اس لئے دوسروں کو بھی اسی طریقہ پر اپنے ایمان وعقیدے کا دفاع کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ تفسیر کا علم اگر صحابہؓ نے دیا تو حقیقی علم تبع تابعین کے دور تک ہی صحیح تھا اس کے بعد تو قرآن کے اصول ضابطے طریقے بنا لئے گئے۔ حضرت آدمؑ سے حضرت موسی علیہ السلام تک صرف دو نظریات تھے یا تو خالق کل کی وحدانیت کے یا تو شرک وبت پرستی کے۔ قوم بنی اسرائیل نے مذہب میں نظریات اعمال اور عقاید باطلہ خودنمائی نفسی خواہشات کو مذہب کا حصہ بنادیا اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کے بیان میں بنی اسرائیل کی سب سے زیادہ مذمت کی گئی ہے جو آج کے یہود ونصاری ہیں۔ اور اس قوم نے بڑی ہشیاری اور کمال ہنرمندی سے تابعین کے بعد اس مذموم طریقہ کو مسلمانوں میں رائج کروادیا۔ آج اسلام میں رسم وبدعت کے علاوہ عقاید باطلہ کا بول بالا ہے معرفت الٰہی کو تقلیدی اور فرسودہ ثابت کرنے کے لئے اسلام میں نئے نئے گروہ پیدا کئے جارہے ہیں۔ جس اللہ کے رسول ﷺ نے شروع میں احادیث کو ضبط قلم کرنے کی اجازت نہ دی۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالی نے آپؐ سے کہلوایا کہ ایک مبین کلام اللہ خلیفۃ اللہ کی بعثت کا وعدہ کریں جو کلام کا بیان کریگا۔ لہٰذا مہدئ موعود نے کلام کا بیان کیا ہے تفسیر نہیں کی قرآن کو سمجھنے کا طریقہ بتایا وہ تھا ذکر اللہ تقوی وتوکل جس سے قرآن کے معنی خود سمجھ میں آجاتے ہیں' آپؐ کے صحابہؓ کی زندگیوں میں بھی قرآن کی تفسیر کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے نہ شایبہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے جو تفسیر منسوب کی جاتی ہے وہ نکات ہیں جوانہوں نے بیان کئے

ہیں حضرت ابن عباسؓ کو معلوم بھی نہیں تھا کہ وہ تفسیر کر رہے ہیں اب بعد میں اسے تفسیر کا نام دیا گیا ہو تو وہ الگ بات ہے۔ تفسیر کا معنی کھول کر مضمون بیان کرنا مگر آج کل تفسیر کا معنی اپنے عقاید کے مطابق قرآن بیان کرنا ہے اسمیں سبھی شامل ہیں کسی فرد گروہ جماعت یا قوم کی تخصیص نہیں ہے۔اب اس کا کیا کیا جائے کہ قوم میں بھی تفسیریں لکھنے کا خمار چڑھا ہے۔آدم علیہ السلام سے اب تک جتنے انبیاء آئے اوران پر جو صحایف نازل کئے گئے(104)قرآن مجید ان تمام کا مجموعہ ہے اسی طرح حضور نبی کریمﷺ کے بعد جو چند ایک تفسیریں لکھی ہیں وہ دین وایمان کو سمجھنے عقیدہ و مذہب پر قایم رہنے کے لئے کافی ہیں۔آج کل جو تفسیریں لکھی جارہی ہیں وہ یاتو نام ونمود کے لئے ہیں یا مالی منفعت حاصل کرنے کے لئے یہ دونوں باتیں ریا کاری اور متاع دنیا کی طلب ہیں ان سے اخلاص ایمان کا کوئی مطلب نہیں ان سے نہ صرف دین وایمان بلکہ عقاید کے نقصان کا اندیشہ زیادہ ہے ایسے میں مہدئ موعود علیہ السلام کے انکار کئے جانیوالوں کے طریقہ یا تفسیر کی کیا کوئی اہمیت رہجاتی ہے بلکہ قوی اندیشہ ہے ایمان ضایع ہوجائے گا اور ایسا ہوا ہے جو لوگ ایسی تفاسیر یا شرح یا جماعتی گروہ بندیوں سے متاثر ہوئے آج ان کا نفاق ایک مثال بن چکا ہے۔نفاق کہتے ہیں اس عمل اور عقل کو کہ ایک انسان جس چیز کو اختیار کئے ہوئے ہے اس پر اسے وہم اور گمان ہے وہ اس لئے اسے چھوڑنا نہیں چاہتا کہ اس سے جو سماجی و معاشی فایدہ اُٹھا رہا ہے وہ یوں ہی چلتا رہے۔دوسری طرف وہ چاہتا کہ دوسروں کے اعمال اور طریقے سے اسے جو سماجی و اخلاقی فایدہ ملے گا وہ اسے حاصل ہو ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں۔اللہ تعالی نے قرآن میں سورہ بقرہ کے ابتداء میں مومن کی پہچان کے لئے 3 آیات کافر کی پہچان کے لئے 5 آیات اور منافق کی پہچان کے لئے 11 آیت نازل کی ہیں کیونکہ منافق بھیڑ کے گلہ میں بھیڑئے جیسا ہے اس کی پہچان مشکل ہوتی ہے۔اس کا اخلاقی پہلو یہ کہ منافق سے جہاد نہیں بلکہ مرتد سے جہاد ہے کیونکہ مرتد دین سے پوری طرح نکل چکا ہوتا ہے اور منافق عقیدہ اسلام کے جسم کا وہ سڑا گلا حصہ ہے جو نہ چھوڑتے بنتا ہے نہ کاٹتے۔آج مذہب اسلام میں ایک رسم وبدعت اور دوسری مذہبی مطلق العنان طریقوں کا زورا ور چلن ہے جو راہ حق سے بھٹک چکے ہیں ان کا صرف یہ کہنا ہے یا ہماری مانو ورنہ تم کو مسلمان نہیں سمجھیں گے حضورﷺ نے ایسے گروہوں سے آخر زمانے میں ہشیار رہنے کو کہا ہے جو دین وایمان بگاڑ دیں گے جن کی وضع قطع تو مسلمانوں جیسی ہوگی مگر ایمان اور قرآن ان کے حلق کے نیچے سے نہیں اترے گا وہ لوگ اپنے ایمان کو ان کے ایمان سے کمتر جانیں گے۔لہٰذا آج ہم دیکھ سکتے ہیں کہ عالموں مدرسوں رسم وبدعت کے گروہوں اور کسی ایسے ملک سے وابستگی جن کا اسلام ڈنڈے کی زور پر چل رہا ہے وہی فقط اسلام اور ایمان مانا جارہا ہے باقی سب بیدین کہلائے جارہے ہیں گویا اللہ تعالی نے تمامتر دین کی متاع انہیں کے ہاتھوں دے دی ہو۔

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ (سورہ توبہ 84)اور نہ پڑھئے کسی نماز جنازہ پر ان میں جو مرجائے کس حالت میں کہ وہ نافرمان (منافق) تھے۔یہ آیت منافق عبداللہ بن ابی سلول کے متعلق نازل ہوئی جو منافقوں کا سردار تھا۔اس قرآنی حکم کے بعد اللہ کے رسولﷺ نے کسی بھی منافق

کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی اس ضمن میں بہت ساری احادیث بیان ہیں ۔دین میں دوہرا میعار اختیار کرنا بدعقیدہ ہونا اور اپنے خیال اور دوسرے بدعقیدہ لوگوں کی حمایت کرنا اور ان کے طریقے کو اختیار کرنا منافقی ہے جن کی جنازوں پر اللہ تعالی نے نماز نہ پڑھنے کا حکم لگایا ہے چہ جا یکہ انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ۔

قرآن میں پہلے طویل سورتیں ہیں جنہیں السبع الطّوال کہا گیا اس کے بعد درمیانی سورتیں ہیں اور آخر میں چھوٹی سورتیں ہیں یہ قرآن کی ترتیب ہے جس کو چودہ سو سالوں سے امت مسلمہ پڑھتی آئی ہے اور قیامت تک ایسے ہی پڑھی جاتی رہیں گی کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے حکم سے اسے اسی ترتیب میں صحابہؓ کو حفظ کرنے یا د کر لینے اور محفوظ رکھنے کو کہا ہے ۔مگر! جب وحی الٰہی کا نزول شروع ہوا اس کی ترتیب یا سلسلہ مختلف تھا اسے دوسری ترتیب میں رکھنے یا ان سورتوں کو آگے پیچھے کرنے Reconstruct کرنے میں مصلحت خداوندی کیا ہے نہیں معلوم ۔بہ نظر غائر انسانی علوم سے اس کا مشاہدہ کیا جائے تو کئی حیران کن حقیقتیں سامنے آتی ہیں جسے آگے ہم نے بیان کیا ہے ۔سیوطی نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے لئے قرآن کے معنی کا سمجھنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا عبادت کرنا فرض قرار دیا گیا ہے ۔آگے کی سورتوں میں آیتوں میں سلسلوں واقعات میں ایک بات کو اچھی طرح محسوس کیا جا سکتا ہے وہ یہ کہ قرآن کا نزول ہو کہ ترتیب ہو یکساں Even Numbers میں ہے جیسے 10'8'6'4'2 ۔جبکہ احادیث یا نبوت کے معاملات میں یہ طاق Odd Numbers میں ہے 9'7'5'3'1 جیسے لیلۃ القدر 27 رمضان کو معراج 27 رجب کو اور حضور ﷺ کا وصال 63 برس کی عمر میں مہدی آخر الزماں کی بعثت 9 صدی میں ۔اس کے علاوہ اسماء الحسنیٰ 99 ہیں 9+9=18=9 اور نوں کا عدد تقسیم نہیں ہوتا ۔سب سے کم عدد 1 اور سب سے بڑا عدد 9 دونوں کو ملائیں تو ہوتے ہیں 10 جس کا حاصل 1 یعنی واحد ہے ۔سورۂ فاتحہ 5 ویں سورہ نازل ہوئی اسے استفتاح القرآن مان لیں تو جس سورہ سے قرآن کے احکام و بیان شروع ہوئے وہ اسماء الحسنٰی سے نہ شروع ہو کر مقطع ''الٓمٓ'' سے شروع ہونا قابل غور امر ہے جبکہ سورہ بقرہ جس کا نزول 87 ہے یعنی بعثت نبویؐ کے چودہ سال بعد نازل ہونے والی سورہ سے آغاز قرآن ۔مگر ایک عدد ایسا ہے قرآن میں جو ہر جگہ ایک مثبت حقیقت کو بیان کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ ہے 14 کا عدد جیسے 14 مقطعہ 14 سجدے 114 سورۃ لہٰذا ہم نے آگے اس تفصیل سے بیان کیا ہے ۔

ہم نے اس کتاب میں ممکن حد تک مہدیٔ موعود کے دعوی حق ہونے کے ثبوت کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اسی کے ساتھ قرآن کے نزول اور ترتیب پر بات کی ہے جس سے دین ایمان اسلام اور تاریخی حقایق کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے ۔جو اس کے بعد کے صفحات میں دیکھی جا سکتی ہیں' لیکن یہ اندازہ ہمیں بہت بعد میں ہوا کہ آیات کے نزول اور ترتیب میں بھی یہ حیرتیں پوشیدہ ہیں ۔مثلاً سورہ اصحاب کہف جو مکی سورۃ ہے جس کا نزول 69 سورہ کے بطور رہا' مگر اسے قرآن کی ترتیب میں 18 ویں مقام پر رکھا گیا ہے ۔اس میں ان نیک اور باکباز اللہ کے بندوں کا ذکر ہے جو مشرکوں اور اللہ کے بندوں کے دشمنوں کے خوف سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ لیتے ہیں' اور کرشمائی یا کراماتی طور پر تین سو برسوں تک نیند کی حالت میں رہتے یعنی اللہ ان پر نیند کی حالت طاری

کر دیتا ہے۔اُس زمانے میں یہ ایک محیر العقل واقعہ تو تھا' لیکن پوری تاریخ انسانیت میں ایسا واقعہ کہیں بیان نہیں ہے۔اس کے علاوہ اس سورۃ کی ۷ویں آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ" واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ سروسامان زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے **تا کہ لوگوں کو آزمائیں** کہ ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔اس سورۃ کی ۵۱ویں آیت میں ایک بہت اہم بات اللہ نے کی ہے کہ" میں نے آسمان و زمین پیدا کرتے وقت ان کو (مخلوقات کو یا ان معبودان باطلہ کو یا ابلیس کو) نہیں بلایا تھا (معنی انہیں نہیں پیدا کیا بلکہ بہت بعد میں انہیں پیدا کیا) اور نہ خود ان کی اپنی تخلیق میں انہیں شریک کیا (معنی ان کی پیدائش سے پہلے یہ کہاں تھے نا پیداور غیر موجود تھے' اب کہاں سے پیدا ہو گئے؟ (میرا یہ کام نہیں کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بناؤں معنی مجھے اپنی تخلیقات میں کسی معاون و مددگار کی بالکل ضرورت نہیں میں ہر چیز پر قادر ہوں) اسی سورہ آیت ۶۰ میں حضرت موسیٰ اور ایک بندہ (خضرؑ) کا ذکر ہے جو محیر العقل علم سے خدا کی طرف سے نوازے گئے تھے جو علم ایک جلیل القدر نبی موسیٰؑ کو نہیں دیا تھا' اور اس کی آیت ۸۳ میں ذولقرنین کا ذکر ہے جو زمین میں مشرق سے مغرب کے حاکم تھے' کہ جس میں سورج کے ڈوبنے تک ایک قوم کے موجود ہونے کا ذکر ہے' یہ تاریخ انسانیت میں محیر العقل واقعہ ہے' اس سورۃ کی ۹۴ آیت میں یاجوج اور ماجوج کا ذکر ہے جنہیں ایک بند یا دیوار میں ذولقرنین نے قیامت تک کے لئے بند کر دیا' ان تمام واقعات کو بتانے کے بعد اللہ تعالیٰ حضورؐ سے کہتا ہے کہ تمام سمندر کو روشنائی یعنی سیاہی بنادو تو بھی اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے قابل تمام انسان ہو نہیں سکتے۔اس سورۃ کے بیان کی تمہید ہم نے اس لئے باندھی کہ اس کے آخری سورہ ۱۰۹ اور ۱۱۰ دس کے پیغام کو سمجھیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ" اے محمدؐ کہو کہ میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا' (مگر) میری طرف وحی کی جاتی ہے (کہ میں خدا کا برگزیدہ پیغمبر ہوں مگر) تمہارا خدا اور میرا خدا بس ایک ہی ہے' **پس جو کوئی اپنے رب سے ملاقات کا اُمیدوار ہو (دیدار کی طلب کا تو) اسے چاہیے' کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں (خدا کو رب ماننے میں) اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے**۔دراصل اس حقیقی پیغام کو پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام حیرت انگیز واقعات معقولات و ماکولات عجایب و غرایب کو اس سورۃ میں بیان کیا ہے۔معنی اللہ کے لئے ہر کام ممکن ہے وہ جو چاہے کرے بندوں کے لئے وہ مشکل اور ناممکن نظر آتا ہے۔یہی بات اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے کہ" نگاہیں اس کو نہیں گھیر سکتیں' وہ نگاہوں پر چھا جاتا ہے" (سورہ انعام) معنی مہدی موعودؑ کا طلب دیدار کا پیغام ممکنات سے ہے' مگر شرط یہ ہے کہ اللہ کے حضور کسی قسم کا شرک نا کیا جائے خصوصاً اس میں شرک خفی کا اشارہ ہے۔ہم اس لئے یہ کہہ رہے ہیں کہ جس طرح قرآن کو سمجھانے کے لئے نزول قرآن کی ترتیب بدل گئی بالکل اسی طرح معاملات اور واقعات کو سمجھانے کے لئے آیات کی ترتیب بھی بدلی ہوئی ہے۔اس لئے ہمیں ان آیات کو تطبیق کر کے یا جوڑ کر دیکھنا ہوگا تا کہ جو حقیقی' حقایق ہیں ہم ان کو سمجھ پائیں۔اس کی بہترین مثال نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھا جانا' اس کے بعد ضم سورہ میں قرآن کی سورتوں و آیات کی تلاوت کرنا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت حمد و ثنا کے بعد قرآن کی تلاوت میں ان آیات کا واقعات کا معاملات کا احکام کا سمجھانا ہے' کہ ہم سورہ فاتحہ کی تمہید کے بعد قرآن کی سورتوں یا آیات کو کبھی سورہ بقرہ سے پڑھتے ہیں جو پہلی سورہ ہے تو کبھی سورہ

حدیہ سے جو درمیانی سورہ ہے تو کبھی قرآن کے آخر کی سورتیں پڑھتے ہیں ۔قرآن کو پڑھنے سمجھنے غور کرنے ان پر عمل کرنے کا یہی اُصول ہے کے مختلف آیات کو سورتوں کو مرتب کر کے اور جوڑ کر سمجھنے اور عمل کرنے کی کوشش کریں تبھی اللہ کے احکام کو ہم مختلف زاویوں سے مواقعہ اور حالات کی مناسبت سے سمجھ پائیں گے ۔شرک خفی کی بات ایسی ہے کہ ہم ظاہری شرک کو تو دیکھ سکتے ہیں باطنی شرک کو دیکھنا اس سے بچنا ہی حقیقی بندگی ہے مثلاً ہم ظاہری باتوں کو آنکھوں سے تو دیکھ سکتے ہیں' مگر خود کے اندر دیکھنے اپنا جایزہ لینے کے لیے بصیرت' دماغ' لقا اللہ یا قلب ونظر کی ضرورت ہوتی ہے ۔یہی اس سورہ میں بیان ہے کہ ناممکنات' ممکن ہوسکتے ہیں بشرطیکہ اللہ کے ساتھ پوری طہارت کے ساتھ معاملہ کیا جائے' جس میں رتی برابر شرک کا شایبہ بھی نہ ہو ۔اسی بات کو قرآن **وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُم** دلوں کا اطمینان سکون کہتا ہے ۔جب پوری طرح اطمینان وسکون کی کیفیت انسان یا بندہ پر طاری ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۔ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً** ارشاد ہوگا (اللہ کی بارگاہ سے)' چل اے نفس مطمین' اپنے رب کی طرف' اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک)پسندیدہ ہے ۔(سورۃ الفجر ۲۷,۲۸) یہی نہیں بلکہ **فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ , وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ** شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں ۔(فجر ۲۹,۳۰)

سورہ انعام کا نزول کی باتوں میں بہت اہم ہے ۔قرآن تھوڑا تھوڑا آیت در آیت نازل ہوا اور کئی آیات مدت بعد نزول ہوئیں لیکن سورہ انعام کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ساری سورۃ مکمل ایک مرتبہ نازل ہوئی سورہ فاتحہ کی طرح 'اس کی چند ایک آیات کو چھوڑ کر یہ بات روایتوں میں ہے'اور اس سورہ کے نزول کے وقت اتنے فرشتے ساتھ آئے کے زمین فرشتوں سے بھر گئی اور ان کی تسبیح کی آواز سے زمین گونجنے لگی ۔روایتوں میں کسی سورہ کے نزول کے وقت بے شمار فرشتوں کا آنا سورہ فاتحہ سورہ انعام کے وقت ہوا اور بعد ختم نبوت ہر سال فرشتے روح الامین کے ساتھ لیلۃ القدر کی رات آتے ہیں ۔ایسی کیا خصوصیت تھی اس سورہ انعام کی کہ جو ایسا اہتمام کیا گیا تو ایک بات سامنے آتی ہے کہ اس سورہ کی وہ ہے اس کی آیت نمبر ۱۰۳ کہ جس میں کہا گیا کہ'' **آنکھیں اس کو نہیں پا سکتیں ,اور وہ آنکھوں کو پا سکتا ہے' وہ بڑا باریک بین اور خبردار ہے ۔اور مزید آگے اس کی وضاحت کردی کہ' تمہارے رب کے پاس سے نشانیاں آچکیں تو جس نے دیکھ لیا (اُسے) اس نے اپنا فایدہ کیا' اور جو اندھا بنا رہا (اُسے دیکھنے سے) تو اس کا وبال) اسی پر ہے اور میں (ﷺ) تم پر نگہبان نہیں**'اور اسی طرح ہم آیتیں (احکام) کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ یہ نہ کہیں کہ تم کسی سے پڑھ کر آئے ہو'اور ہم جاننے والوں پر ہر بات واضح (اور صاف) کر دیتے ہیں ۔اس سے پہلے آیت ۱۰۲ میں کہا کہ ''وہ ہر چیز کا کارساز (بنانے والا' پیدا کرنے والا' مواقعہ دینے والا' اسباب پیدا کرنے والا) اور نگہبان ہے (بلکہ دیکھ بھی رہا ہوتا ہے کہ کس کو کیا دینا ہے کیا نہیں اور کس قابل ہے)۔اب واپس اس کی آیت 19 پر آتے ہیں جس میں کہا کہ ''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے' حکمت والا ہے' (سب کی) خبر رکھنے والا ہے ۔آپ کہیں سب سے بڑی گواہی کس کی ؟ آپ کہہ دیں میرے اور تمہارے درمیان گواہ اللہ ہے

'اور یہ قرآن مجھ پر وحی کیا گیا ہے تا کہ میں تمہیں اس سے ڈراؤں اور جسے یہ پہنچے' اور یہ آیت بھی مہدیؑ موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کی ہے۔اس میں گواہ میرے اور تمہارے درمیان کی بات ہے اس میں عربی بَیْنِی وَ بَیْنَکُمْ لفظ ہے۔یہاں بَیْنِی مضاف ہے ''میرے درمیان'' مضاف نحو میں جو کسی دوسرے اسم کے ساتھ لگایا جائے، اضافہ کیا جائے، اور حرف 'ی' ضمیر واحد متکلم ہے۔اس کے بعد لفظ وَ بَیْنَکُمْ ہے معنی حضور ﷺ کے ساتھ جو اسم جوڑا گیا ہے وہ ایک فرد واحد مہدی کے لئے ہے۔ وَ بَیْنَکُمْ معنی درمیان 'یہ جمع مذکر ہے اور حاضر مصاف ہے یہ خطاب ہے تو لوگوں کے لئے مگر ایک ایک فرد واحد یا اسم کو جوڑنے جو اپنے وقت پر حاضر ہو یا مبعوث کیا جائے گا۔' اور حضور ﷺ اور مہدی موعود خلیفۃ اللہ کے درمیان اللہ گواہ ہے کہ قرآن محمدؐ پر وحی کیا گیا ہے تا کہ محمدؐ بھی ڈرائیں اور وہ مہدیؑ جس کو یہ پہنچے۔اس طرح یہاں محمدؐ کے ساتھ اسم مہدیؑ کو جوڑا گیا اس کا گواہ اللہ ہے۔جیسے اس سے پہلے کہیں لکھا کہ اُمت محمد میں مسلمان مومن کافر مشرک سبھی ہیں اور ہر کوئی قرآن سے ڈرانے کے منصب پر فایز نہیں ہوسکتا' اس لئے ایک فرد موعود مہدیؑ ہیں جو اس ذمہ داری کو نبھائیں گے۔اب اس کے بعد اسی سورہ انعام کی ۳۱ ویں آیت دیکھیں۔'' 1) وہ جنہوں نے جھٹلایا اللہ سے ملاقات کو' 2) یہاں تک کہ ان پر قیامت آ گئی 'اچانک 3) بولے ہائے' افسوس! اس کوتاہی پر جو ہم سے ہوئی 4) **اس زندگی میں''**۔یہاں ہم سیدھے بغیر وضاحت کے بات کرتے ہیں 1) اللہ سے ملاقات کو جھٹلانا' اور یہ معاملہ اللہ سے ملاقات کا دنیا سے متعلق بیان ہو رہا ہے کیونکہ اس کے 2) بعد اچانک قیامت کے آنے کا ذکر ہے جو حیرانگی کا باعث ہے۔حیرانگی کا مقام دنیا ہے جنت نہیں' جنت میں اللہ سے ملاقات کرنے والے سکون واطمینان سے کریں گے' اس کے بعد 3) کف افسوس ملنا کہ ہم سے کوتاہی ہوگئی (حیات) دنیا میں اللہ سے ملاقات کرنے یا ''دیدار'' کی طلب کرنے یا اللہ سے دنیا میں روبرو ہونے کی کوشش کرنے میں یا معرفت الٰہی حاصل کرنے میں۔اور 4) چوتھی اہم بات ''اس زندگی میں'' معنی حیات دنیا میں۔ہم نے اللہ سے ملاقات یا دیدار کی کوشش نہیں کی۔کہ اُس بَیْنِی وَ بَیْنَکُم کہ اس فرد واحد جو حضور ﷺ کے تابع کی بات مان کر تعلیم دی اور حاصل کرنے میں۔اور ان دونوں کے درمیان اللہ گواہ تھا ''کہدو اے محمدؐ یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت کی راہ پر اور وہ بلائے گا جو میرا تابع ہے'' (سورہ یوسف ۱۰۸) اس طرح بَیْنِی وَ بَیْنَکُم کی حقیقت صاف اور واضح ہو جاتی ہے۔اور اس میں میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ نے اس بَیْنِی وَ بَیْنَکُم یعنی اللہ اور اس کے رسول کے درمیان جو اللہ سے ملاقات کی تعلیم ہے اس کی شہادت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا واوحیی الی ھـذا القرآن لا نذرکم بہ و من م بلغ میں اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ و من م بلغ وہ تیری ذات ہے۔لہٰذا قرآن کے نزول اور ترتیب کی طرح سورتوں کی آیات میں بھی ایک حیران کن ہوش ربا محیر العقل ترتیب بیان ہے جس کو سمجھنے سے قرآن کے قیامت تک کا معجزہ ہونا یقینی ہو جاتا ہے۔یہی ربط وضبط ترتیب و بیان ہم سورہ قدر اور انعام میں بھی دیکھ سکتے ہیں' کہ جس طرح سورہ انعام کے نزول کے لئے بے شمار فرشتوں کا جبریل امین کے ساتھ زمین پر آنا بیان ہے اسی طرح سورہ قدر میں جبرئیل امین کا بعد ختم نبوت ہر سال فرشتوں کے ساتھ شب قدر آنا بیان ہے مگر اس میں ایک فرق ہے سورہ انعام میں جبرئیلؑ

فرشتوں کے غول کے ساتھ انعام کی سورہ لے کر آئے تھے کہ جس میں ''اللہ کا نگاہوں پر چھا جانا بیان ہے'' اس کے بالکل برعکس سورہ قدر میں پہلے فرشتوں کا ذکر ہے بعد میں روح القدس کا ایسا کیوں؟ ۔ایسا اسلئے شاید ہو کہ شب قدر میں اُمت مسلمہ کے مومنوں یا محسنوں پر جو دیدار کی نعمت ہے اس کا جشن منایا جائے اور یہ لگا تار رمضان کے آخر عشرہ میں 5 دن چلتا ہے طاق راتوں میں معنی لگا تار فرشتے ان راتوں میں آتے ہیں اور بعد میں ایک دن روح القدس لیلۃ القدر کے تعین کے دن بھی ان فرشتوں کے ساتھ اُمت کے مومنوں کا جائزہ یا معانقہ کرتے ہیں جیسے یہ عید ''دیدار'' ہو۔ورنہ اتنے اہتمام کے ساتھ شب قدر ہی کو کیوں روح الامین فرشتوں کی معیت میں دنیا میں ہر سال ایک مرتبہ آئیں گے۔عیدالفطر' عید رمضان صوم وصلواۃ کا صلہ ہے تو لیلۃ القدر احسان یا دیدار کا صلہ کیوں نہیں ہے؟ بے شک اس میں قرآن اتارا گیا لیکن اس کی اہمیت صوم صلواۃ کے ساتھ احسان کی نعمت کا بھی صلہ ہے ۔ایسا نہیں کہ یہ صلہ صرف محسنوں کے لئے ہے بلکہ مومنوں کے لئے بھی ہے۔شب قدر کا تعین مہدی موعودؑ نے یوں ہی نہیں کر دیا' بلکہ آپؑ نماز عشا گزار چکے تھے اور استراحت فرما رہے تھے کہ اللہ تعالی کا حکم آیا کہ اُٹھو اپنے اہل وعیال اور احباب کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھو آج لیلۃ القدر ہے ۔اندازہ لگائے اللہ تعالی نے اپنے حبیب ﷺ کو یہ عظیم رات دکھائی اور بھلا دی! غور کریں جو صحابہؓ رسول حضور نبی کریمؐ کی چھوٹی چھوٹی باتیں وقت مقام اور موقعہ محل کے حوالوں سے بتا گئے' یا وہ نزول قرآن کا دن اور بعد میں تاریخ نہیں بتا سکتے تھے ۔غور طلب امر یہ کہ قرآن مجید کا نزول ایک الگ حقیقت ہے اور قرآن مجید کا آسمانوں سے اُتارا جانا ایک دوسری حقیقت ہے ۔یہاں دیکھیں اللہ تعالی اپنے خلیفہ موعودؑ کو جو آپؐ کے تابع تام خلیفۃ اللہ مہدیؑ کو جگایا اُٹھایا اور نماز کا حکم دیا' یہ تھی عظمت اس ایک رات کی حضور ﷺ نے قرآن کے نزول کو اُمت تک پہنچا دیا اور مہدی موعودؑ نے قرآن کے آسمان دنیا پر اُتارے جانے کے جشن کا اعلان یا تعین کیا ہے۔جب بطور اللہ کے گھر کعبہ کا جشن حج کے طور پر منایا جاتا ہے تو اللہ کے کلام کے اتارے جانے کا جشن کیوں نہیں؟ اور جشن کے' جانے کے بعد ہی انعام واکرام دیا جاتا ہے' اور وہی ہوا جس انسانیت کو قرآن دیا گیا اسے اس کے پڑھنے عمل کرنے کی فضیلت کے طور پر ایک رات کی عبادت کا صلہ ایک ہزار مہنیہ کی عبادت مقرر ہوا ہے ۔اب شب قدر کی ان حقایق کو دیکھنے کے لئے قرآن مجید کی چند حقیقتوں کو بھی دیکھ لینا چاہئے۔سال 12 مہینے کا ہونا قرآن میں بیان ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں قرآن میں ''یوم'' کا لفظ 365 آیا ہے کچھ کہتے ہیں اس سے زیادہ گنتی میں یوم کا لفظ ہے اس بحث سے قطع نظر اگر ہم ماہ صیام یعنی رمضان کے 30 دن کے روزے لیں تو اس کے بعد حضور ﷺ نے مزید چھ 6 روزے رکھنے پر پورے سال کے بارہ 12 مہینے روزے رکھنے کا ثواب بتایا اور قرآن میں شھر کا لفظ 12 مرتبہ آیا ہے شھر کا معنی عربی میں مہینہ ہے ۔انگریزی کے 365 یوم تو سورج کی تاریخ کے 354 یوم چاند کے یا دن ہوتے ہیں' اب اس رمضان کے 30+6 دن کو 36 کے بجائے 360 یوم مان لیں جو ایک برس کے روزے کا بدلہ ہے تو یہ ایک درمیانی عدد یا یوم ہوا ۔یعنی سال میں 12 مہینے ہوتے ہیں ان میں ایک مہینہ صیام ہے اگر اسے 10 ماہ پر محمول کریں تو بنے 10×30=300 ۔اب اس میں دو ماہ باقی رہجاتے ہیں 2×30=60' اس طرح 360 دو ماہ پورے ہو گے

۔سنن نسائی ابن ماجہ میں حضورؐ سے ایک حدیث منقول ہے کہ جو کوئی عید الفطر کے بعد 6 چھ روزے رکھے گا وہ سال بھر روزے رکھنے کے برابر ہیں' اور یہ روزے سنت مستحب بتائے گئے ہیں ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کا پہلا عشرہ (دس دن) رحمت' دوسرا عشرہ مغفرت' تیسرا عشرہ نجات ہے۔اسے رمضان میں محسوس کیا جاسکتا ہے' جیسے سال بھر ہم خوب سیر ہو کر کھاتے پیتے ہیں ہمارے جسم میں قوت اور طاقت و رتوانائی ہوتی ہے اور رمضان کے پہلے دس دن آسانی سے گزر جاتے ہیں اُس کے بعد روزہ محسوس ہونے لگتا ہے اگلے دس دنوں میں یعنی بھوک پیاس' اور آخر کے دس دنوں میں کئی روزہ داروں کی حالت خراب رہتی ہے۔جو لوگ بلا ناغہ روزے رکھتے ہیں انہیں اس کا احساس ہوتا ہے اور جو درمیان میں چھوڑتے رکھتے رہتے ہیں انہیں روزے کے اس تسلسل کو برقرار رکھنا مشکل ہوتا ہے۔یہی بات ان چھ 6 روزوں کی ہوتی ہے کہ تسلسل ٹوٹ جانے کے بعد دوبارہ چھ 6 روزے رکھنا کٹھن کام ہوتا ہے طبعیت کے لحاظ سے عادت اور فطرت کے لحاظ سے' اور روزہ کا فلسفہ ہی یہ ہے کہ اپنی فطری و نفسانی خواہشات کو دبایا جائے قابو میں رکھا جائے' یہی تقوی اور توکل ہے اُس مشکل پر قابو پانے کا انعام ہی پورے سال بھر کے روزے کا صلہ ہے۔اور اس میں ایک اشارہ ہے باقی کے ہر ماہ کی چاند راتوں کے 15,14,13 تاریخوں کو روزے رکھنا' اس طرح اسلام ہر حال انسان کو تقوی پرہیز گاری پر لگائے رکھنا چاہتا ہے۔شکم سیر ہو کر کھانا اور افطاری کے بعد خوب لذیذ غذائیں کھانا وقت سحر خوب کھالینا کے بھوک محسوس نا ہو روزہ کا مقصد اور فلسفہ نہیں ہے۔روزہ جہاں تقوی پرہیز گاری کی تربیت کرتا ہے وہیں پر معاشرے کے مسکین و غربا کی مدد کی تعلیم دیتا ہے اور جسمانی طور پر کئی بیماریوں کا کورفع کرنے کا سبب بھی ہے۔جب ہم سال بھر خوب شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں تو ایک مہینہ جسم میں غیر ضروری چربی حیاتیں پروٹین اور فاصد مادہ جمع ہو جاتا ہے جو کئی موسمی اور مہلک بیماریوں کا سبب ہوتے ہیں' رمضان کے روزہ کا فاقہ جسم میں سے انہیں خشک کر کے ضائع کر دیتا ہے نچوڑ دیتا ہے۔ایک طرح سے یہ قدرتی نظام تطہیر جسمانی نظام ہے' یہ بغیر دوا کے علاج کا اسلامی نظام ہے جسے انگریزی میں Medication کہتے ہیں۔اسلام کی ہر عبادت ہر عمل اور حکم انسانوں میں مستقل مزاجی پیدا کرنے کے لئے ہے' روزہ وقت گزاری اور تضیح اوقات نہیں ہے۔قرآن کی کچھ حقیقتیں زمانے کے بعد ظاہر ہوئی اور ہو رہی ہیں مثلاً قرآن کہتا ہے کہ مادر رحم میں انسان میں روح 120 دن بعد ڈالی جاتی ہے اور اس بات کی تصدیق آج سائنس کر چکی ہے۔ایسی بیشمار حقیقتیں قرآن میں ہیں ان میں نزول و ترتیب قرآن اور آیات کے آگے پیچھے بیان میں کئی حقیقتوں کا خلاصہ ہے' جن میں بعثت مہدی اور تعلیم دیدار کو بیان کیا گیا ہے ضرورت ہے انہیں سمجھنے اور غور کرنے کی جسے قرآن فہم و ادراک کہتا ہے۔

نزول قرآن کے وقت معدودے چند صحابہؓ کے کثیر تعداد لوگوں نے اس کے ظاہری معنوں کو سمجھا اور اس کا بیان کیا' یہ سلسلہ آیمہ اربعہ کے دور میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔البتہ چند صحابہؓ اور ان کے تلامذہ نے اس کے باطنی معنوں کو سمجھا اور سمجھانے کی کوشش کی جنھیں بعد میں صوفی کہا گیا اور اس طریقہ کو تصوف۔جبکہ یہ ذاتی طور پر ایک عملی تعلیم اور تجربہ کا معاملہ تھا یعنی پراکٹیکل تعلیمی نظام تھا جسے طلوع اسلام کے بعد کی چار پانچ صدیوں میں مسلم عالموں محققوں یا سائنس دانوں نے ایک دوسرے طریقے پر

سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی، لیکن مسلمانوں میں جدت پسندی میں تخریبی عناصر کی شدت پسندی آ گئی تھی۔ پچھلے تین چار سو برسوں میں اہل مغرب نے اسلام اور اسلامی عالموں کی تحقیقوں اور کوششوں سے استفادہ حاصل کر کے بجلی کی سرعت سے ترقی کر ڈالی۔ پچھلے دو سو برسوں میں اس میں انقلاب آیا ہے ان میں ایک رفتار کی پیمائش کا علم ہے جسے پہلے لا آف موشن کہا گیا پھر اسے ٹائم ٹراول کا نام دیا گیا'۔ اس طرح پہلے صوتی آواز کی رفتار کو ناپا گیا' جسکی رفتار 343 میل فی سیکنڈ معلوم کی گئی جس کی بنیاد پر مورس کوڈ فون' ریڈیو اور ٹیلی ویژن بنے۔ بعد میں روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار یعنی تین لاکھ کلومیٹر فی سکنڈ کو ناپا گیا اور اس کے مدد سے ریڈیو ٹیلیسکوپ ایلکٹرانک دوربین بنے پھر فایبر آپٹکس کی ایجاد نے ایک نیا انقلاب پیدا کیا۔ مگر ان تمام ذرایعوں میں ایک قدرتی اور فطری ذریعہ انسان کا خیال اور تصور ہے جسے قرآن فہم وادراک کہتا ہے' یہ تمام انسانی ذرایعوں سے تیز رفتار ہے۔ یہ ایسا ذریعہ ہے کہ انسانی آلات اور مشین سے پہلے پہنچ جاتا ہے یعنی آپ فون پر ویڈیو کال پر بات کرنے سے پہلے ہزاروں میل دور اس انسان کے پاس پہنچ جاتے ہیں جس سے آپ کو بات کرنا ہوتا ہے ان رابطوں سے پہلے آپ کا خیالی رابطہ دور بیٹھے انسان سے ہو چکا ہوتا ہے۔ یعنی کسی دوسرے ذریعہ کے وہاں پہنچنے سے پہلے آپ کا خیال اور تصور وہاں پہنچ چکا ہوتا ہے' اسی کو قرآن فہم وادراک کہتا ہے اگر سیدھے معنوں میں بات کریں آمدم بر سر مطلب تو اسی کو قرآن عالم غیب کہتا ہے بعد میں جس کے بیان کے لئے اللہ تعالی نے اپنے بعد مہدی موعودؑ کو بھیجے جانے کا وعدہ فرمایا۔ لہٰذا آج ہم دیکھ سکتے ہیں کہ لوگ خانہ کعبہ میں مسجد نبویؐ میں فرشتوں کی روشنی کے ویڈیو ڈال کر خوش ہو رہے کہ انہوں نے فرشتہ کی ویڈیو لے لی جبکہ یہ معاملات جزوی اور سطحی ہیں' اصل معاملہ تو کچھ اور ہے' "تو خدا کی عبادت اس طرح کر کہ گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے یا اتنا جان کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے" جسے خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ نے طلب دیدار کہا ہے۔

قرآن مجید جس ترتیب میں آج ہے اس میں اتنی بے شمار حیرتیں ہیں' کہ قرآن جس طرح نازل ہوا اگر اس کے مطابق غور کرتے ہیں تو اور زیادہ اسرار معنی حیرتیں احکام سامنے آتے ہیں۔ اس سے ایک بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ قرآن کسی محدود علاقہ زمانہ اور کسی ایک قوم کے لئے نہیں بلکہ یہ عالمی پیغام ہے۔ صحابہؓ رسولؐ جو مکتب نبوت کے تلامذہ ہونے کی وجہ سے صحبت پر فیض رسول کی وجہ سے ایمان عقیدہ اسرار علم ونکات کی باریکیوں سے واقف ہو گئے' ورنہ ہم دیکھتے ہیں اسی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کئی ایسے قابل اور عقل مند لوگ تھے جو گمنامی کے اندھیروں میں کھو گئے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نزول قرآن کے وقت ہی اس علاقے کے لوگ اسے سمجھ گئے ہوتے لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کی اشاعت تبلیغ تشریح وبیان میں غیر عربی قوموں کا زیادہ حصہ رہا ہے' عجمیوں نے قرآن کے معنی مطالب اور نکات کو زیادہ سمجھا اور سمجھایا ہے جس کی مثال امام اعظم ابو حنیفہ امام بخاری امام مسلم امام سیوطی اعماد الدین ابن کثیر جیسی شخصیات ہیں۔ اور یہ تقاضۂ قدرت ہے کہ ایمان عقیدہ اور علم کا کسی ایک قوم یا گروہ میں جمع ہو جانا یا انہیں کے قبضہ میں چلا جانا اُس مذہب عقیدہ یا علم کو محدود کر دینا ہے۔ بنی اسرائیل اور اہل ہنود کی مثال سامنے ہے جو کتابیں یا طریقے انہیں بتائے گئے اس قوم کے عالموں نے انہیں اپنے قبضہ میں کر کے اللہ کے بندوں کو اپنا مطیع وفرمانبردار بنائے رکھنے کے لئے مذموم ہتھکنڈے اپنائے

یہاں تک کہ اپنے غیر عقایدی فرسودہ باغیانہ خیالات کوان کتابوں کا حصہ بنادیا ۔یہودیوں کا مذہب آج بھی ایک پراسرار حقیقت ہے'اہل ہنود نے علم اور کمال علم کو اپنے قبضہ میں رکھنے کے لئے معاشرے میں برہمن شتری ویش اور شودر کی تقسیم کرڈالی ۔اس لئے ہم دیکھتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کے احکام وبیان کا مکمل اور تفصیلی ذکر ہوا ہے احادیث کا نہیں ۔البتہ بہت سارے قرآن کے احکام وبیان کا خلاصہ مدینہ منورہ کی احادیث میں ہوا ہے مکی دور نبوت میں نزول قرآن کی اہمیت زیادہ تھی احادیث کی اہمیت بعد میں ظاہر ہوئی جب قرآن کو سمجھنے سمجھانے کے لئے مکتب رسولؐ کا مسند مسجد نبوی میں سجایا گیا' یہیں سے قرآن کے درس کا انتظام ہوا جو روایات اور احادیث مکہ مکرمہ کی بیان ہوئی ہیں وہ مدینہ میں اپنی صحت کو پہنچی ۔اس مکتب میں عربی عجمی شامی افریقی یمنی اور ہندیوں کے ناموں کی بھی آثار ملتے ہیں ۔ورنہ ٹرانکور کے راجہ کے وفد کا مدینہ اتنی جلدی پہنچ جانا کیا معنی؟ ۔جب مکتب مدینہ اللہ کے رسول ﷺ کے بعد خلفائے راشدہ کے پاس آیا تو انہوں نے مزید نکھارا سنوارا اور آہستہ آہستہ کلام وحدیث پر کام شروع ہوا ۔اس کے بعد کوفہ بغداد دمشق خراساں بخارا میں علم کلام وحدیث اپنی عروج کی انتہا کو پہنچے اس لئے جس ضبط وترتیب سے قرآن کو جمع کیا گیا احادیث کا جمع کرنا دوسرے ڈھنگ سے ہوا ہے ۔تمام محدثین نے موضوع اور احکام کے لحاظ سے باب باندھے ہیں جیسے غسل وضو نماز روزہ زکواۃ حرام حلال کے احکام ۔احادیث میں زمانہ موقع واقعہ محل وقوع کا کم خیال رکھا گیا صرف اس کی اسناد تواتر ومعنی صحیح و غلط راوی کی شخصیت کی شناخت اور قرآن کی ترجمانی کے بیانوں کو جگہ دی گئی ۔مسلم وبخاری کی احادیث میں ظاہری احکام زیادہ بیان ہوے ہیں' دوسرے محدثین نے ان احادیث کو بھی جمع کیا ہے جو معرفت الٰہی یا حیات بعد الموت کی تفصیل و بیان میں ہیں' جن محدثین نے کچھ حقیقی احادیث کو متنازعہ اور اُس وقت چھوڑ دیا انہیں تبہ تابعین نے اور اولیا وصوفیائے حق نے جمع کر کے ان کے معنی ومطالب بیان کئے ہیں ۔اس بات کا اقرار امام ابن تیمیہ ان کے شاگرد ابن قیم الجوزی اور اعماد الدین ابن کثیر جیسے ولایت وتصوف بیزار عالموں کو بھی ہے ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کے کوئی حقیقت اگر ہمیں سمجھ نہ آئے تو اُس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی بلکہ دوسرے انہیں حقیقت کے بیانوں کو سمجھ جاتے ہیں مقطعات یا دیدار کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے ۔جیسے حاکموں کی نظر میں آزادی کی کوئی اہمیت نہیں کمیونسٹوں اور دہریوں کی نظر میں مذہب کی کوئی اہمیت نہیں چوراچکوں کی نظر میں قانون کی کوئی اہمیت نہیں' جنگلی قبایئل کے پاس انسانیت کی کوئی اہمیت نہیں ۔ہر ایک اپنے زاویہ نگاہ سے عمل اور کیفیت کا مشاہدہ کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہی حق پر ہے جبکہ حق کی حقیقت کا اعتراف کرنا حق پر ہونا ہے نہ کہ اپنے نظریہ کی بنیاد پر حق پر ہونا حق پر ہونا ہے ۔نمرود اور فرعون اپنے نظرئے اور عقیدے کی بنیاد پر دوسروں کو حقیر مانتے تھے جبکہ حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰ اللہ تعالی کے خالق کل اور حق ہونے کی حقیقت کے اعتراف میں اپنا حق پر ہونا مانتے تھے اس لئے اللہ کے بندوں کو ان غیر حقیقی لوگوں کے چنگل سے چھڑایا اس میں ان کی ذاتی غرض کوئی نہ تھی ۔کفار مکہ نے پیش کش کی کہ ہم آپ کو عرب کا حاکم مان لیتے ہیں آپ حق کہنے سے باز آئیں' آپ ﷺ نے متاع دنیا کی پیش کش ٹھکرادی اور آپؐ نے تمام کفار واہل کتاب سے مخالفت کو گوارہ کیا مگر اللہ کے بندوں کو راہ حق دکھلانے میں کوشاں رہے ۔یہی کام آپؐ کے تابع تام

مہدیؑ نے کیا آپؑ کے وقت علمائے دین کی بہتان تھی' کیوں اللہ کے بندوں کو جنگل وصحرا میں الگ لے جا کر معرفت الٰہی کی تعلیم دی اوراللہ سے قربت کے طریقے بتائے' کیونکہ عالموں نے دین کو اپنے منافع کے لئے اور جاہل صوفیوں نے تصوف کو رسم وبدعت کے ذریعہ نفس پرستی متاع دنیا کی طلب کے ذریعہ بنالیا تھا۔توریت میں حضرت عیسیٰؑ کے بادشاہ ہونے کی پیشن گوئی موجود ہے جس کی بنا پر یہودیوں نے آپؑ سے سوال کیا کے توریت کی پیشن گوئی کے مطابق آپؑ بادشاہ نہیں ہیں' حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا میری بادشاہت روحانی ہے(براہین)حضور رسالت مآب ﷺ کی نسبت (انجیل یوحنا باب ۱۴۔آیت ۳۰) میں (آپؐ) کو رئیس العالم (تمام عالم کے بادشاہ) کہا گیا ہے مگر مسلمان آپ کو ساری دنیا کا ظاہری بادشاہ نہیں مانتے صرف روحانی حیثیت سے سردار دو عالمؐ مانتے ہیں جو کہ دین ودنیا کی تاریخ میں ایک لازوال و بے مثال موقف ہے' انجیل کے الفاظ یہ ہیں **لا اتکلم معکم لا ن رئیس ھذا العالم یاتی** میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا کیونکہ اس دنیا کا رئیس آتا ہے۔یہی قرینہ اوراصول مہدیٔ موعودؑ کے لئے ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ ہیں نہ کہ تمام عالم کے مسلمانوں کے حکمران وبادشاہ یا جنگجو نہیں جیسا کہ سمجھ لیا گیا ہے۔رسول اللہؐ فرماتے ہیں **المہدی منی یقفو اثری ولا یخطی** کہ مہدی میرے قدم بہ قدم چلیں گے خطا نہیں کریں گے کے فرمان کے موافق مہدیٔ اللہ کے رسول ﷺ کے تابع ہیں اس لئے یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ وہ سوائے رسول اللہؐ کے کوئی اور مطابعت اختیار کریں انہیں وہی کرنا ہوتا ہے جو کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا ہے۔خاتم الانبیاء حضور ﷺ زمین پر اللہ کے خلیفہ تھے بادشاہ نہیں اوران کے تابع خاتم ولایت محمدیہؐ کا خلیفہ ہونا ہی مہدی موعود ہونا ہے بادشاہ حکمران اور جنگجو ہونا نہیں۔

قرآن کا طرز معاشرت اور معرفت الٰہی

ترتیب قرآن احکام شریعت اوراحکام خالق کائینات ہیں جو ضابطۂ خلاق انسانی کالائحہ عمل ہے۔اورنزول قرآن حقیقی تاریخ اسلام ہے اگر ہم نزول قرآن کی حقیقت سمجھ لیتے ہیں تو گویا تاریخ اسلام کو سمجھ لیتے ہیں۔تعلیم انسانیت کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی کا جو حصہ گزرا وہ تمام احوال وکوائف نزول قرآن سے معلوم ہوتے ہیں کہ اللہ تعالی نے کس طرح فطرت انسانی کے لئے قانون دیا ہے۔دنیا کا کوئی حیوان ہو یا تو گوشت خور Carnivirous ہوتا ہے یا پھر سبزی خور Herbivirous صرف عالم حیوان میں انسان ہی گوشت خور اور سبزری خور بیکوقت ہے۔اورقرآن نے اس کی اسی فطرت کے تقاضے کے مطابق اسے انسان بنے رہنے کے لئے گوشت خوری کے لئے شریعت میں حلال کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ اس تقاضے کو پورا کرنے کے لئے وحشت کا مظاہرہ نہ کرے جیسے کہ درندے کرتے ہیں۔اورمعاشرتی زندگی گزارنے کے لئے نکاح جو باہمی قول وعمل سے قایم بھی ہوتا ہے اور ختم بھی کیا جاتا ہے ایسا نہیں کہ اپنی شہوت کے لئے وہ جانوروں جیسے برتاؤ کرے۔شریعت کی ضرورت حیات دنیا کے تقاضے پورا کرنے کے بعد اللہ کی طلب جستجو اوراللہ کی محبت کے اظہار میں وہ معرفت الٰہی کے راستے تلاش کرنا ہے جو فرایض اور ذکراذکار میں پوشیدہ ہیں۔اسلام کے علاوہ دنیا کی قوموں میں جتنے قانون رایج' ہیں ان کا جایزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ارتقاء معاشرت کی تمام

تاریخ کو سامنے رکھ کر ایک قانون لایحہ عمل یا Constitution بنایا جاتا ہے یہ آج کی مہذب دنیا کا طریقہ ہے مگر اس تہذیبی اقدار کو سب سے پہلے اسلام یا قرآنی شریعت کے ذریعہ پیش کیا گیا۔ اسلام سے پہلے جو طریقے یا مذاہب کی کتابیں ہیں وہ منتشر اور بکھرے احوال کا جامع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلام جیسا کوئی قانون دنیا میں نہیں ہے جو بیک وقت دنیاوی و دینوی معاملات کا حل پیش کرتا ہو۔ ایسی مثال دنیا کے کسی قانون یا مذہبی معاشرے کی کتاب میں نہیں ہے۔ جو کتابیں بنی اسرائیل کو دی گئیں اسے انہوں نے اپنے ذاتی خیالات کو ان میں داخل کر کے مشکوک و مخدوش بنا دیا۔ قرآن کا نزول ایک تاریخی منظر نامہ پیش کرتا ہے جو ہمیں احادیث و روایات قصایص قرآن احکام آیات کی ترتیب میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ نزول قرآن کے بعد جتنی تواریخ منضبط کی گئیں وہ اسی نزول قرآن کی ترتیب پر ہیں چاہے وہ ابن اسحاق ابن ہشام طبقات ابن اسعد ابن کثیر یا ابن خلدون یا تاریخ طبری ہو۔ قرآن کے نزول کے بعد ہی اسی کی طرز پر تاریخیں قلمبند کی گئی ہیں۔ دنیا کی دوسری تاریخیں بے ضابطہ قصہ کوئی اور قیاسات پر مبنی ہیں۔ یہی روایت نویں 9 صدی ہجری میں بعثت مہدی کے بعد اسلامی فقہ تاریخ شرعی علوم رسم و بدعت اور معرفت الٰہی کے سلسلے کی ہیں چاہے اسے کوئی مانے یا نہ مانے حقیقت یہی ہے کہ بعثت مہدی کے بعد اسلام کے دوسرے گروہوں جماعتوں تصوف کے سلسلوں میں یہ بات نظر آتی ہے مثلاً ولایت و معرفت الٰہی میں رسم و بدعت سے نالاں گروہوں نے اسلام کو دین سے الگ دنیاوی معاشرت کے لئے مخصوص کر دیا اور ولایت و معرفت الٰہی کی جو جستجو کر رہے تھے انہوں نے خالص تصوف کو اسلام تصور کر لیا۔ نویں صدی ہجری میں **تعلیمات مہدی موعود آخر الزماں میں دایرۂ اسلام کے دنیاوی زندگی کا نظام ایک ماڈل کے طور پر ابھرا اور معرفت الٰہی کو اسی دایرۃ السلام کے اندر ایک مضبوط مرکزیت اور معاشرت کا حصہ بنا کر پیش کیا گیا اس طرح دونوں لازم و ملزوم ہوتے ہوئے نظر آئے مثلاً بندہ انسانی زندگی کے تقاضوں کے ساتھ معرفت الٰہی کی کے طریقوں اور کوشش کا ہر دن مشاہدہ کرے اور ایک معینہ وقت پر خود کو اللہ تعالی کے حوالے کر دے یہ بالکل اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی کے عین مطابق ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی دنیاوی زندگی چالیس برسوں تک ایک مثال رہی اس کے بعد آپ ﷺ کی اللہ سے قربت اور معرفت الٰہی ایک انقلاب تھا انسانوں کے لئے یہ وہ معاملہ ہے جس کے لئے دنیا کی تشکیل ہوئی ہے۔ کنت کنزاً مخفیاً** .... مہدویت کی دیکھا دیکھی نام و نمود کے دلدادہ لوگوں نے اسے بگاڑ بگاڑ کر اپنا ایک کیمون بنانے کی کوشش کی جس میں معاشرت تو تھی مگر معرفت الٰہی نہیں تھی اس کی وجہ فرایضِ ولایت کی تعلیم اور طلب دیدار کی کوشش کا نہ ہونا ہے کہ جس میں بندہ اپنے نفسانی خواہشات سے اُبھر کر حق کی جستجو کرنے لگتا ہے۔

کیا مذہب انسان کی ضرورت ہے؟ بالکل وہ اس لئے کہ انسان حیات دنیا میں ایک اُصولی اور باضابطہ زندگی گزارے، کہ جس میں امن آشتی اطاعت فرمابرداری باہمی اُلفت و محبت و اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ ہو۔ اور جب مذہب ضروری ہوا تو لامحالہ ایک مالک بادشاہ حاکم کی طرح ایک حاکم قادر مطلق معبود ہو جس کے آگے وہ اپنے جیسے انسانوں اور غیر حقیقی معبودوں اور مخلوق کے بجائے سر اطاعت خم کرے اور اسی سے اپنی حاجتیں اور ضرورتیں مانگے تاکہ مخلوق کے آگے ذلت نہ اُٹھانا پڑے۔ جب سے

انسان نے عقل اور ہوش سنبھالا وہ کسی کے نہ کسی کے آگے مطیع وفرمابردار رہا ہے کہیں انسان کے آگے کہیں غیر مرئی قوتوں کے آگے اس کی وجہ اطاعت کے علاوہ خوف ہراس ہے جو اُسے غیر یقینی صورت حال سے بچائے۔ جب انسان میں اس سوچ کے تحت جستجو و ارتقاء کی نئی راہیں تلاش کیں تو اسے حیران کن حالات سے دو چار ہونا پڑا اور یہی ورطہ حیرت اُسے ایک حقیقی معبود کی تلاش میں لے گیا۔ یہ چاند یہ سورج یہ کہکشاں یہ زمین کی وسعتیں بدلتے موسم بدلتے زمانے نیکی بدی سے جب اس کا سابقہ پڑا تو اس کی سوچ کا دائرہ اسکے اپنے اطراف اکناف وماحول سے وسیع ہوتا گیا تو حقیقی معبود نے اس کی راہنمائی کے لئے انہیں انسانوں میں سے اس کی ذہنی کشمکش اور بے چینی دور کرنے کے لئے نبی رسول پیغمبر مصلح بھیجے تاکہ اسی کی راہنمائی کریں تاکہ وہ حقیقی معبود کی پہچان کرے اور اسی کی اطاعت کرے نہ کہ فنا ہونے والے مخلوقات کو اپنا معبود سمجھے اور یہیں سے صحیح اور غلط اچھائی برائی نیکی بدی کی کشمکش کا آغاز ہوا اور احتساب ومحتسب کا دور بھی جسے دین مذہب یا اُصولی طریقہ پر زندگی گزارنے کا لائحہ عمل شروع ہوا۔ شریر اور آزاد انسانوں نے انہیں ماننے سے انکار کیا اور شریف النفس انسانوں نے وہ مذہب اختیار کیا کہ جس میں سلامتی ہو جسے کبھی دین حنیف کبھی اسرائیلیات کبھی عیسایت اور کبھی کچھ کہا گیا لیکن! جب ان مذاہب میں بگاڑ اور حکم عدولی اور انحراف کا طریقہ اپنالیا گیا تو آخر میں خاتم الانبیا ﷺ کے ذریعہ شریعت آخریں اسلام پیش کیا گیا جو جو قیامت تک کے انسانوں کے لئے آخری حقیقی مذہب ہے۔ دہرے لادین ایتھسٹ Aethist ناستک جو خدا گاڈ یا بھگوان کو نہیں مانتے وہ بھی ایک مجلس تنظیم بنا کر اس کا سربراہ ایک چیرمین یا سکریٹری بنا کر اس کی اطاعت اور غلامی اختیار کر لیتے ہیں اس کی مثال کیمونسٹ پارٹی اور فری میاسن تحریک ہے ان تحریکوں میں بڑی فرعونیت اور سحرانگیزی دیکھی گئی ہے جو جبر اور طاقت کے علاوہ شیطانی خیالات والی الیومنائی تحرک سے وابستہ ہوتے ہیں بہر کیف ایک عظیم قدرت طاقت اور رحم وکرم والے خدا کے بجائے انسان اس طرح مخلوق کی غلامی خود اختیار کر لیتا ہے۔ آزادی اچھی ہے لیکن بہت زیادہ آزادی انسان کو بے اُصول اور وحشی بنا دیتی ہے درندوں کو اس لئے وحشی کہا جاتا ہے کہ وہ آزاد بھی ہوتے ہیں بے اُصول بھی۔ وطن میں بہت زیادہ آزادی انسان کو باغی بنا دیتی ہے مذہب میں زیادہ آزادی انسان کو پہلے منافق بناتی ہے بعد میں کافر بنا دیتی ہے ' آزادئ رائے انسان کو بے حیاء بے شرم اور بدتمیز بنا دیتی ہے معاشرے میں آزادی انسان کو غیر قانونی کی طرف لے جاتی ہے پھر بدماش بدقماش اور غنڈہ بنا دیتی ہے۔ ایسا نہیں کہ صرف انسان ہی اُصول ومذہب کا پابند ہوتا ہے حتیٰ کہ جانور حشرات پیڑ پودے ندی دریا پہاڑ جنگل بیاباں صحرا بھی اپنے اپنے ماحول اور اُصول کے پابند کئے گئے ہیں۔ جانوروں کی ایک قسم دوسرے جانوروں سے الگ اور مختلف زندگی گزارتی ہے وہ ایک دوسرے میں ضم نہیں ہوجاتے ہر پیڑ پہاڑ ندی نالے پھل پھول کی اپنی الگ پہچان اور شناخت ہے یہی اُصول ان کا دین ومذہب ہے۔

قرآن مجید کے اللہ تعالی خالق کُل اور معبود کا کلام ہونا ان حقایق پر مبنی ہے۔ 1) یہ نبی اُمی پر نازل ہوا کہ جن کو عالم فاضل ہونے کا دعوی نہیں تھا یہاں تک کہ لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے اور اس کے حفظ کرنے اور ضبط قلم کرنے کا کام بھی

انہوں نے نہیں بلکہ اُن کے صحابہؓ نے کیا ہے۔اوراس کلام کے بیان کا دبد بہ وجلال اس کے آسمانی نزول کے ہونے کا ثبوت ہے اسی کے ساتھ یہ کفار ومشرکین کے درمیان نازل ہوا جنہیں معبود اعلیٰ کی وحدت ولاشریک ہونے کا وہم وگمان بھی نہ تھا اوراہل عرب کو مہذب ومتمدن ہونے کا غرور بھی نہیں تھا بلکہ ساری آبادی ناخواندہ تھی۔2) قرآن کی ہرسورۃ کا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہونا' جبکہ دنیا کی کسی بھی مذہبی کتاب کو یہ مرتبہ حاصل نہیں حتیٰ کہ پہلے نازل کردہ کتابوں میں بھی یہ نہیں ہے۔ 3) یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کی چند سورتوں کا آغاز مقطعات یا ندائیہ الفاظ یا کلمات سے ہوا ہے جبکہ قرآن کی 85 سورتیں بغیر مقطعہ کی بھی ہیں لیکن باقی کی 29 سورتوں میں مقطعہ کا ہونا ان کی خصوصیت اوراہمیت کے بطور رہوا ہے۔4) دنیا کی تمام مذہبی یا روایتی کتابیں یا نزول کردہ ہوں یا تو عالموں پنڈتوں رشیوں پادریوں یا ربیوں (ربی) کی دخل اندازی کی نذر ہیں اور یا وہ کتابیں حفظ کرکے عبادتوں ریاضتوں میں پڑھی نہیں جاتیں ان کی مذہبی کتاب الگ ہوتی ہے اورعبادتوں کی تنتر منتر کی کتابیں الگ ہوتی ہیں۔جبکہ اسلام کے ہر ماننے والے کو اس کے چند سورتوں یا آیتوں کا حفظ کرنا عبادتوں میں پڑھنا ذکر واذکار میں استعمال کرنا ضروری ہے۔5) دنیا کی کسی قوم یا گروہ کو اس بات کا دعویٰ نہیں کہ اُن کی مذہبی یا روحانی کتاب انسانوں کے خیالات کی دخل اندازی آمزش سے پاک ہے جبکہ قرآن کا اعجاز اوراس ماننے والوں کو اس کا دعویٰ بھی ہے اوراس کے تقدس کا بھی ہے۔6) دنیا کے تمام مذہبی وغیرمذہبی اُصولی کتابوں میں احکام اُصول اوراس کتاب کے پیش کرنے والوں کی سوانح کے احوال کو ایک ہی کتاب میں جمع کیا جاتا ہے جبکہ مذہب اسلام واحد مذہب ہے جس میں خالق ومعبود کے احکام اور پیغام کی کتاب قرآن ہے اوران پرنازل ہونے والی اس کتاب کے نبی پیغمبر کے احکام احوال سوانح اورزندگی کی الگ کتابیں احادیث ہیں۔8) دنیا کی کسی مذہبی کتاب میں احکام اُصول تاریخ جغرافیہ قصایص اقوام عالم کائنات کی ابتداء انتہا کہکشاں چاندسورج کی گردشوں جانوروں پرندوں کیڑے مکوڑوں فرشتوں جنوں شیطانوں انسانوں ہوا پانی دھوپ برسات بجلی اس کی گڑگڑاہٹ ان سبھی کے پیدا ہونے کے مراحل اُن کے خاتمے عبادتوں کے طریقے معجزات توحید ایمان کفر شرک ترقی تنزل پہاڑ دریا سمندر موت حیات دنیا کے احوال معاملات کا احاطہ نہیں کرتی جبکہ قرآن میں ان تمام اُمورحالات کیفیات کو جمع کیا گیا ہے دنیا کی یہ منفرد کتاب ہے جو عبادتوں آداب زندگی اُصول وقواعد کا درس دیتی ہے۔**قرآن کا سب سے بڑا پیغام خالق ومعبود کی عظمت اورمخلوق کا حقیر وتابع ہونا پیدا ہونا اورفنا ہوجانا ہے۔**

آخری حکم نامہ اورشریعت کو نبی آخرالزماں حضرت محمدﷺ خاتم الانبیاء کو دیے جانے اورنبوت ورسالت کے ختم کے جانے کے بعد اللہ کے رسولﷺ کے ذریعہ ایک خلیفۃ اللہ مہدی موعود آخرالزماں کو بھیجے جانے کا آخر کیا مقصد ہوسکتا ہے؟ اس پرغور کیا جانا چاہیۓ جنہوں نے بعثت مہدی سے انکار کیا سو کیا' مگر جنہوں نے اقرار کیا وہ بھی تذبذب شش وپنج میں پڑھ گے کہ مہدی دنیا کے خلفاء کی طرح حاکم ہوگا کسی نے مہدی کو رضی اللہ کہا' حکومت خلافت سے اکثر منصوب نہیں رہی چند ایک انبیاء کو چھوڑکر ' سارے انبیا مرسلین عام انسانوں کے درمیان ہی اصلاح وتبلیغ کرتے تھے حضورﷺ نے معرکے بھی کے نظم ونسخ بھی

سنبھالا مگر کبھی خود کو بطور حاکم یا فرماں روا کے نہیں پیش کیا' رہی بات مہدی کے رضی اللہ ہونے کی تو جنھوں نے نبی رسول کا ساتھ نبھایا اور ایمان لائے اُن سے اللہ راضی ہوا تھا' کسی کے پیدا ہونے سے نوصدی پہلے اللہ کا راضی ہوجانا کیا معنی؟ ایسا مقام تو انبیا کو حاصل نہیں ۔جیسا کہا نبوت رسالت کے خاتمے کے بعد مہدی خلیفتہ اللہ کی بعثت کے مقصد کو جاننا ہے تو اگلی قوموں کے حالات اور انسانی فطرت کا جایزہ کیا جانا ضروری ہے ۔جس قوم کو بھی پہلے کتاب دی گئی انہوں نے بعد میں شریعت اور احکام خداوندی سے انحراف کیا ہے اور خدائی قوانین میں اپنی من مانیاں اور مرضی کو داخل کیا' اور اُمت محمدیﷺ بھی اس سے اچھوتی نہیں ہوسکتی تھی؟ یہ بات اللہ عزو جل کو معلوم ہے ۔لہٰذا مہدی موعود کا بھیجا جانا نئی شریعت کے لئے نہیں تھا بلکہ شریعت محمدؐ میں جو اضافتیں رسم و بدعت اور عادت اختیار کر کے صرف تفسیر اور حدیث کے علوم پر بحث مباحث کرنا نہیں ہے بلکہ عمل کی تعلیم کا دیا جانا ضروری تھا۔لہٰذا آج ہم دیکھ سکتے ہیں کوئی کسی کی تفسیر کو صحیح مانتا کوئی کسی کی' کوئی صرف صحیح بخاری اور مسلم کو صحیح مانتا ہے کوئی کسی کو' قرآن میں غور کرنے اور عمل کرنے پر کسی کی توجہ ہی نہیں ہے' یعنی اللہ تعالی کے احکام اور سنت نبویؐ پر عمل کے بجائے فرقے گروہ اور جماعتوں کے عالموں کی بات لوگوں کے لئے دین و مذہب بنالی گئی ہے ۔میراں سید محمد مہدیؑ موعود آخرالز ماں کی تعلیمات میں نہ تصوف کی بھول بھلیاں ہیں اور نہ علمی موشگافیاں جیسے فقہہ تفسیر مباحث حدیث نہ علم الکلام نہ لغت نہ صرف ونحو نہ مشاہدہ نہ مکاشفہ نہ مناظرہ اور نا ہی کشف و کرامات کی بدعتیں ۔بلکہ سیدھا سادھا قرآان کا علم تقوی توکل عزلت خلق ترک حب دنیا ذکر دوام صحبت صادقین اور اللہ کی طلب یعنی ''طلب دیدار'' ۔اور اب آج کل مہدوی بھی انہیں راستوں پر چل پڑے ہیں جو کہ مہدویہ تعلیم نہیں ہے بلکہ علم پرستی کے علاوہ مہدویوں میں شخصیت پرستی کی لعنت بھی آگئی ہے ۔اور جہاں شخصیت پرستی آگئی وہاں سے معرفت الٰہی اور ایمان تو کیا اسلام بھی چلا جاتا ہے ۔ اور آج یہ ہورہا ہے فرایض کی پابندی اور تعلیمات مہدی پر عمل کے بجائے صرف جلسہ جلوس وعظ بیان مرشد بولے پر عمل ہورہا ہے اور مرشد کو خود نہیں معلوم کہ کیا بول رہے ہیں کیا بولنا چاہئے ۔یہی وجہ ہے بندگی میاں سید خودمیر صدیق ولایتؓ نے مرشد ہونے کی شرایط بتائیں ہیں ,اور آج معدودے چند کے یہ شرایط بھی کسی کو معلوم نہیں اور جنھیں معلوم ہیں اُس پر اُن کا عمل نہیں ہے ۔

سمندروں کو بھی معلوم ہے ہمارا مزاج ہم تو پہلا قدم ہی بھنور میں رکھتے ہیں ابرار کاشف

اسماءالحسنٰی اور مقطعات کی بات تو ٹھیک ہے ان پر اہل علم نے بہت کام کیا ہے مگر ان کے ساتھ ہمارا بینہ کو شامل کر کے بیان کرنا کیا معنی؟ وہ اس لے کہ جب ہم اسماءالصفات اور مقطعات کی حقیقت کو جاننے کوشش کرتے ہیں تو قرآن میں ایسی بیشمار رموز واسرار ظاہر ہوتے ہیں جن سے اللہ تعالے کے خالق و عالم الغیب ہونے کا مطلق یقین پیدا ہوجاتا ہے اسی کے ساتھ قرآن کے الفاظ بیان معنی اور آیات و احکام میں ایسی نادر باتیں معلوم ہوتی ہیں جو ہمیں پہلے معلوم نہیں تھیں' اور یہ عالموں اللہ کے ولیوں کے ساتھ عام انسانوں سے مخاطب کلام اللہ ہے جو پرہیز گاروں کے لئے ہے ,طالب دنیا اس سے حلوہ مانڈہ روٹی روزی تو حاصل کر لیتے ہیں مگر ہدایت نہیں حاصل ہوتی ۔بینات یعنی انبیاء مرسلین اور اللہ کے خلیفوں کا منفرد ہونا جس طرح ایک حقیقت ہے'

اسی طرح قرآن میں مقطعات کا ہونا منفر ہے۔ مقطعات قرآن مجید دنیا کی دوسری کتابوں سے اسے منفرد بناتے ہیں۔
ہمیں اگر اسمائے صفات یا اسماءُ الحسنٰی اور مقطعات کے بارے میں کچھ سمجھنے کی کوشش کرنا ہے تو قرآن مجید میں اللہ تعالی نے جو بے شار معجزاتی و کرشمائی باریکیاں رموز و اسرار بیان کئے ہیں انکا جایزہ بھی لینا چاہئے۔ مقدمہ ابن خلدون میں ہے کہ: قرآن کریم بالذات وحی بھی ہے معجزہ بھی اس لئے کہ اس کی ذات ہی میں شاہد وجود ہے اور قرآن کو اپنی صداقت کے لئے کسی باہری دلیل کی ضرورت نہیں جیسے وحی کی تصدیق کے لئے دیگر معجزوں کی ضرورت پیش آتی ہے'' (۲۰۷/۱)۔ اور عربی کے کلام و بیان کے قواعد سے بھی استفسار و استفادہ حاصل کرنا ہوگا ورنہ بات سمجھانے میں مشکل ہوگی۔ ہم نے یہاں پر کچھ ایسے موضوعات پر بھی بات کی ہے کہ مضمون میں غیر ضروری سمجھے جاسکتے ہیں لیکن یہ ضروری اس لئے ہیں کہ کچھ لوگوں کو کسی بات یا حقیقت کا کچھ بھی علم نہیں ہوتا وہ بنا سوچے سمجھے تحقیق کے کسی بھی حقیقت کا دھڑلے سے انکار کر دیتے ہیں چاہے ان کی بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور اپنی جانب سے حکم اور فیصلہ بھی سنا دیتے ہیں کچھ لوگ قرآن کے معنی تو کجا قرآن بھی نہیں پڑھے ہوتے نہ احکام و بیان کا علم ہوتا ہے نہ ان کا عقیدہ صحیح ہوتا ہے وہ واعظ بیان سن کر یا یوٹیوب پر دیکھ کر چلہ لگا کر آتے ہیں اور سوال کرنے لگ جاتے ہیں وہ کیوں ہے یہ کیوں ہے وہ ایسا ہے وہ ویسا ہے اور ایسی منطق دلیل لاتے ہیں کہ جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا وہ کسی بھی چیز پر ٹکے نہیں رہ سکتے جو لوگ اسلام کے حرف سے واقف نہیں وہ چاہتے ہیں چلتے پھرتے مٹرگشتی کرتے گلی کوچہ میں بیٹھے بکواس کے دوران دین ایمان و عقیدے کا سارا علم چٹکی بجا کر حاصل کرلینا چاہتے ہیں اور علم و دین کی تمام باتیں انہیں آن واحد میں حاصل ہوجائیں یہ منافقی ہے اور کچھ نہیں لوگوں کو زچ کرنے کا طریقہ۔ ایسے انکار کرنے والے مذہبی مسلکی یا علمی عددی یا زبانی تحقیقی علوم کا بھی نہ سمجھتے ہوئے انکار کرتے ہیں۔ نفاق کہتے ہیں اس عمل یا عقل کے وہم وگمان کو جس کو کوئی شخص بغیر تحقیق کے اختیار کرلیتا ہے وہ اُس چیز کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتا جو اُس کی پچھلی زندگی کا حصہ ہے دوسری طرف وہ چاہتا ہے کہ وہ اُن اعمال اور طریقوں کو بھی اپنائے جو اس کی آسانی اور فایدے کے لئے ہوں۔ دینی وعقایدی طور پر منتشر و مضطر ایسے کسی فرد کو منافق کہا جاتا ہے اللہ تعالی نے ایسے منافقوں کی پہچان کے لئے قرآن مجید کے شروع میں 11 یا کچھ اور آیات نازل کی ہیں کیونکہ کہ ان کی پہچان اور نشاندہی مشکل عمل ہے۔ جبکہ ایمان والوں کی پہچان 2 اور کفار کی پہچان کے لئے 3 آیات نازل کیں اس لئے بات سمجھ میں آئے ہم نے یہاں چند باتوں کا اضافی ذکر کیا ہے اور اپنے ایمان وعقیدہ کے اسباب ان میں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ الجوینیؒ کا قول ہے کہ حروف مقطعہ کو تنبیہ (خبردار، ہشیار، الرٹ، کاشن) سمجھنا چاہئے اس لئے کہ خدائے تعالی نے بعض اوقات حضور ﷺ کو صحابہؓ کے ساتھ ان کے دینی اُمور میں مشغول ہونے پر جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا ہو کہ جب وہ رسول ﷺ کے پاس جائیں تو پہلے الٓمٓ حٰمٓ کہیں تا کہ نبی کلام الٰہی کان لگا کر سنیں۔ ابن جریرؒ اور ابن ابی حاتم نے قولہ تعالہ الٓمٓ کے بارے میں ابی العالیہ کا قول نقل کیا ہے کہ الٓمٓ یہ تین حروف ہیں اُن انتیس 29 حروف میں سے جن کی زبانیں تلفظ کلمات میں پھرا کرتی ہیں۔ یہ تین حروف ایسے ہیں کہ ان کا کوئی نہ کوئی حرف خدائے تعالی کے کسی اسم کا مفتاح

(پہلا حرف)ضرور ہے'اور خدا کی نعمتوں آزمائشوں اور قوموں کی مدتوں ان کی میعادوں میں بھی ضرور آتا ہے۔مثلاً ''الف'' اللہ کا مفتاح ہے آلاءَ اللّٰہ خدا کی نعمتیں''لام'' سے لُطفُ اللّٰہ خدا کی مہربانیاں اور''میم'' سے مَجِیدُ اللّٰہ خدا کی بزرگی کا آغاز ہوتا ہے۔اور مدتوں کی مثال''الف'' سے ایک سال''لام'' سے تین سال اور''میم'' سے چالیس سال نکلتے ہیں۔الجومین نے لکھا ہے کہ کسی امام نے اللہ کے فرمان الٓمّ غلبت الرُّومُ (۲'۱ سورہ الروم) سے یہ بات پیدا کی کہ مسلمان 183 ہجری میں بیت المقدس فتح کرینگے اور ایسا ہی ہوا'یعنی اس میں روم کے فتح کی خوشخبری ہے جس کا تصور اہل عرب کو نہیں تھا۔بہر کیف اللہ تعالی فرماتا ہے کہ کِتٰبٌ اَنزَلْنٰہُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِیَدَّبَّرُوا آیَاتِہٖ (صٓ ۲۹) یہ کتاب جو ہم نے اتاری ہے آپ کی طرف بڑی بابرکت ہے تا کہ وہ تدبر (غور وفکر) کریں اس کی آیتوں میں اور نصیحت پکڑیں عقلمند۔آدمؑ کی تخلیق کے بعد جو پہلی خصوصیت انہیں سکھائی گئی وہ تھی علم وتدبر وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا آدم کو سب سے پہلے تمام چیزوں کے نام سکھائے۔(بقرہ ۳۱)معلوم ہوا کہ بغیر نام کے کسی چیز کی پہچان یا شناخت ممکن نہیں۔یعنی آدمیت کی خصوصیت ہر چیز کا نام جاننا'خود سے علم حاصل کرنا'غور وخوص سے تدبر سے اور کسی چیز کی ایک شناخت بنانا ہے مثلاً جب ہم کسی شے مقام کیفیت یا شخصیت کے بارے میں نہیں جانتے یا علم نہیں رکھتے تو ہماری کشمکش اور ذہنی خلجان ہمارے اندر کے تذبذب کی عکاسی کرتی ہے کہ''وہ'' کیا تھا''وہ'' کیا کہتے ہیں'اسے کیا کہا جائے'ارے''وہ'' ایسا تھا قسم کے الفاظ ذہن میں آتے ہیں۔یعنی''وہ''جسے ہم جانتے ہیں اور نہیں بھی جانتے'جسے نہیں جانتے ہیں اس کی کوئی شناخت ہمارے پاس نہیں ہے'اور جسے جانتے پہچانتے تو ہیں اس کی شناخت بھی ہمیں معلوم ہے'لیکن!اس کا نام نہیں جانتے جسے ہم متعارف ہوسکیں یا کسی اور کو متعارف کراسکیں۔جب کوئی اس چیز کی شناخت بتائے'یا ہمارے پوشیدہ احساس میں اس کی ایک شناخت بن جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے ایک نام یا پہچان بن جاتی ہے جو ہمارے حواس میں بس جاتی ہے۔بالکل اسی طرح سب سے پہلے جو خلق میں متعارف ہوا''وہ''یعنی ھُوَا تھا۔اور اس میں پہلی سبقت''وہ''یعنی اس کے نام کی ہے کہ جب وہ عالم غیب میں ہے تو اسے'' ھُوَ ''یعنی''وہ'' سے خطاب ہوتا ہے ھُوَ اور وہ 'میں فرق نہیں ہے'عربی میں پہلے ھا اور بعد میں واو ہے'اور اردو میں پہلے'واو ' بعد میں 'ھے ' ہے جو غائب بعید کی طرف اشارہ ہے'اول بھی وہی آخر بھی وہی'ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْآخِرُ۔یعنی ھُو مستقل ہے'اس میں کسی قسم کا تغیر وتبدیلی نہیں'جو ازل سے ابد تک ہے۔علم نحو میں ھُوَ (وہ) اَنْتَ (تو)اَنَا(میں)یہ ایسے ضمایر ہیں جو اسم معرفہ متکلم مخاطب یا غایب پر دلالت کرتے ہیں۔اور ھُوَ جملہ اسمیہ میں مبتداء ہوتا ہے'یہ دوسرے کلمہ سے ملائے بغیر بولا جاتا ہے یہ کلمہ ایک ہی حالت میں رہتا ہے اور مبنی برفتحہ ہے اس کا اعراب عامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا۔اور یہ مرفوع منفصل ہوتا ہے۔اس کا واحد ھُـــوَ تثنیہ ھُمَا اور جمع ھُم ُ ہے۔ھُوَ کے واو پر فتحہ یعنی زبر ہے یہ ھُوَ ہے ھُو نہیں ہے جیسا کہ کچھ تصوف کے سلسلوں میں اذکار و وجد میں نعرہ لگایا جاتا ہے۔فتحہ اور اِمالہ اُس کسر یا حرف مکسور (زیر والے) کو کہتے ہیں جس میں الف کو''یے'' سے بدلا جاتا ہے جیسے ''الیف'' کے نیچے''زیر'' لگادی جاتی ہے''اِلف''جسے اِمالہ کہتے ہیں۔فتحہ میں زبان اُوپر کو اُٹھتی ہے اِمالہ میں نیچے کو پھسلتی ہے۔اس

کے علاوہ رحم، حلم، سماع، ہدایت کے اوصاف مخلوقات میں بھی پائے جاتے ہیں جو اللہ تعالی کے اسمائے صفات ہیں۔مگر ''رب، اللہ، ھو'' ہونا صفات نہیں ہیں یہ ذات مطلق سے ہیں یہ صرف خالق کی ذات سے منسوب ہیں۔باوجود اس کے اسمائے صفات میں علماء کے گروہ انہیں اسماء الحسنٰی میں شمار کرتے ہیں۔لیکن اللہ یا رب کی طرح 'ھُــوَ '' زبان زد عام نہیں ہے اور اہل اسلام کی کثیر تعداد اس سے واقف بھی نہیں وہ عام فہم اسماء کو ہی جانتے ہیں اور ''ھُوَ ''یعنی'' وہ'' ان کے لئے غیر مفہوم اور سوالیہ ہے۔مگر قرآن میں یہ غایب متکلم کے طور پر نہ صرف جابجا آیا ہے' بلکہ کسی بھی صفت کے اظہار سے پہلے خصوصی طور پر پہلے'' وہ'' سے متعارف کرواتا ہے۔بعد میں صفات کے ساتھ اپنے اعلی وارفع ہونے کا اظہار فرماتا ہے۔اس لئے اسم اللہ یا رب کی طرح خطاب ادب کا ترجیہی اسم ہے۔رب، اللہ ھُوَ ,یہ تینوں اسم کسی بھی مخلوق کی شناخت حالت کیفیت کی پہچان نہیں بنتے اگر ایسا کرنے کی کوشش بھی کی تو معنی نہیں دیتے۔ان کا تعیُّن صرف معبود اعلی کی طرف ہی پھیرا جاسکتا ہے دوسری کسی بھی حالت یا کیفیت کی طرف نہیں۔اور اسم اللہ میں 4 حرف ہیں ا ل ل ہ علماء کا کہنا ہے کہ اگر الف اس میں سے نکال دیں تو صرف ل ل ہ رہجاتے ہیں تو یہ لِلّٰہ ہوا جس کے معنی ہر چیز اُسی کی ہے اور اس کے بعد پہلا لام نکال دیں تو یہ لــہ ہوا معنی سب کچھ وہی ہے اب دوسرا لام نکال دیں تو ہے ہ رہجاتا ہے وہ جس میں اس کی شناخت چھپی ہے جسے کوئی نہیں جانتا سوائے اُس کے۔کوئی بھی حرف اس میں سے نکال دیں معنی وہی رہیں گے۔

رب کا لفظ مختلف بیانوں میں قرآن میں 650 بار آیا ہے اور ھو کا لفظ 261 بار اور اللہ کا اسم مع بسم اللہ قرآن میں 2697 بار آیا ہے دوسرے تمام اسماء میں یہ سب سے ذیادہ دہرایا گیا ہے۔اور جب عالم ظہور میں ہوتا ہے تو اس کی صفات سے خطاب کیا جاتا ہے' جیسے اللہ ,رحمٰن ,رحیم ,قدوس ,سلام وغیرہ ان اسماء کی تعداد 99 ہے یہ ناموں کی گنتی قرآن میں نہیں بتائی گی ہے علماء نے انہیں جمع کیا ہے۔حالانکہ سورہ مریم میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل کے سامنے جب ''رحمٰن'' کا نام لیا جاتا تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے' مگر!! آج جو اناجیل موجود ہیں ان میں یہ اسم نہیں ملتا' شاید نزول قرآن کے بعد قرآن کے پیروی نہ کرنے کے حسد میں انہوں نے حذف کردیا ہو جیسا کہ ان کا طریقہ رہا ہے۔البتہ یلوہی یلوام الہ لویا جیسے الفاظ ہیں جو اللہ کا مخفف ہوسکتے ہیں اور ایک لفظ توراۃ میں آیا ہے وہ ہے' یاہوہ'' Yahwe یہ ''ھوا'' یا اسکا بدل ہوسکتا ہے۔یہ لفظ انجیل میں ڈیٹرونامی باب 2:33 میں یوں بیان ہوا ہے Yehweh یا ہوے جو خدا کی حکومت اسرائیل ہے یمیریا میں یہودا کی۔مگر یہودیوں نے اس لفظ کو مبہم یا دھندلا کرنے کے ایک نیا نام ''اڈونائی'' adonai بنالیا جو ''رب'' کا بدل ہے اس کے بعد یہ لفظ تبدیل ہوتا رہا adon, Lao, Eloi میں اڈونائی اصل میں ''اڈان'' کی جمع لفظ ہے جو خدا یا گاڈ کے لئے بولا جاتا ہے اسی طرح اہل یہود بہت سارے ناموں کو مبہم اور دھندلا کرتے چلے گئے۔جیسا کہ انجیل باب اشایہ 4:1-42 میں لفظ ''احمد'' آیا ہے جو خاتم الانبیاء ﷺ کی پیش گوئی کے بطور مگر آج کل کی جو انجیل دستیاب ہیں ان میں یہ نام ''احمد'' بدل کر انہوں نے ''اِیتماک'' ETMAK کردیا ہے۔یہ صرف یہودیوں اور عیسایوں کا معاملہ

نہیں ہے مسلمانوں نے بھی قرآن کے لفظ ''مَنِ اتَّبَعَنِی ''میری اتباع کرنے والا کو تمام مسلمانوں سے جوڑ دیا جبکہ یہ خاص اتباع ہے اللہ کے رسول ﷺ کی۔''مَنِ اتَّبَعَنِی ''اس نے میری پیروی کی اِتَّبَعَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غایب 'ن' وقایہ 'ی' ضمیر واحد متکلم۔یا تو میری پیروی کر اتَّبِعُوْا تم پیروی کرو جمع مذکر ' اتَّبِعُوْنِی تم میری اتباع کرو جمع مذکر' اِتَّبَعُوْہُ انہوں نے اس کی پیروی کی جمع مذکر غایب۔''مَنِ اتَّبَعَنِی ''سورہ یوسف کی 108 آیت میں آیا ہے اردو کے تمام تر جمے اُٹھا کر دیکھیں واحد مذکر غایب واحد متکلم کو جمع مذکر ترجمہ کیا گیا ہے برصغیر میں جان بوجھ کر یہ ترجمہ ہوا ہے تا کہ یہاں ''مہدیٔ موعود میراں سید محمد جونپوری'' کے خطاب کو عام خطاب کے معنی دیے جائیں بعثت مہدی اور دعوت مہدی کو چھپایا جائے کیونکہ نویں صدی ہجری میں مہدی کی بعثت ہو چکی تھی ہندوستان میں اردو کا چلن اس کے دوسو سال بعد ہوا یہ مذہبی تعصب کا نمونہ ہے۔ اللہ تعالی کو اللّٰـہُ جَـلِ جَلالُـہُ کہا جا تا ہے آج مسلمانوں کی ایک جماعت نے بڑے جوش وخروش سے اپنی جماعت کے لوگوں میں اللّٰـہُ جَـلِ جَلالُہٗ مَنو الُہٗ یعنی مَنو الُہٗ کا ایک اضافی لفظ مشہور کر رکھا ہے جبکہ تاریخ اسلام کے کسی دور میں یہ لفظ کہیں نہیں دکھائی نہ سنائی دیتا ہے۔یہ وہی بات ہے دوسروں کی بدعت بدعت اوران کی اپنی بدعت دین۔بہر کیف الله ' الله تعالی ' بالله' اللھم قرآن میں آئے ہیں۔اور اِلٰہٗ معبود برحق 120 مرتبہ آیا ہے اور 37 مرتبہ جھوٹے خداوؤں کے بیان میں ہے۔ایک لفظ جو ہر دن نمازوں میں عیدین میں حج کے تلبیہ میں یا نعرہ میں کثرت سے بولا جاتا ہے''اللہ اکبر'' قرآن میں نہیں ہے' مگر!!کَبِیرٌ 6 مُتَکَبِّر 1 آیا ہے اور کَبُرا ' یَسْتَکْبِرُوْنَ اَکْبَرُ ' الْکِبْرِیَا جیسے ملتے جلتے الفاظ 161 اور 18 مرتبہ مختلف بیانوں میں آئے ہیں۔کَبْرِیَا کے معنی عظیم اور خود مختار ہیں۔اللہ اکبر کی تکبیر دن کی پنج وقتہ نمازوں اور تین واجب الوتر کو شامل کرلیں تو 127 مرتبہ کہی جاتی ہے۔ اس کا ایک حیران کن پہلو ملاحظہ ہو حروف تہجی کے اعداد کے حساب سے اللہ کے عدد 66 اور اکبر کے 43 دونوں کو جمع کریں 66+ 43= 109۔اس کا حاصل 10 معنی 1 یعنی ہم کو معلوم ہی نہیں کہ ہم اللہ کو اکبر یعنی عظیم تو مان ہی رہے ہیں اور غیر ارادوی طور یا نا معلوم طور پر اللہ کے 1 ایک ہونے کا دن میں 127 مرتبہ اعلان کر رہے ہیں۔دن کی 17 فرض اور تین واجب الوتر نمازیں' وتر میں ایک زاید تکبیر کے ذریعہ فبای 'الای ربکما تکذبان ' تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کا انکار کرو گے۔حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں اسلام پر قایم ہونے والوں کی زبانوں سے اللہ تعالی اپنی عظمت کا اعلان ہر دن یوں کرواتا رہتا ہے' ابلیس جو بندوں کو شرک میں مبتلا کرتا رہتا ہے اس کی تضحیک یوں ہوتی رہتی ہے۔

آدمؑ کا خمیر پانی اور مٹی سے ہوا ہے ان دونوں میں نیستی تسلیم ورضا کا عنصر نمایاں ہوتا ہے مٹی اپنے اندر پستی کا مزاج رکھتی ہے اور پانی میں تحلیل ہو جانے کی کیفیت ہوتی ہے' وہی ہوا بھی' جب آدمؑ کے اندر جان یعنی روح ڈالی گئی تو انہیں چھینک آئی , انہوں نے جو پہلا کلام کیا وہ اللہ کی تعریف تھی' اَلْحَمْدُ لِلّٰہ تمام تعریف صرف اللہ ہی کے لے ہے۔نیستی عاجزی تسلیم ورضاء پستی اور اپنی ذات میں تحلیل ہو جانے یا فناء ہونے کی صفت کے ساتھ اللہ کی حمد کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا۔اور جواب میں اللہ تعالی نے

فرمایا"یرحمک اللہ"معنی اللہ تم پر رحم کریگا۔یہاں پر بڑا لطیف پیرایہ اور انداز بیان ہے' آدم علیہ السلام اللہ تعالی کی حمد وثنا کر رہے ہیں' مگر اللہ کا جواب دیکھئے' اللہ تم پر رحم کریگا' یعنی آدم کی حمد کرنے پر اللہ نے اپنی صفت رحم کا اظہار فرمایا' معلوم ہوا کہ سب سے پہلے صفت رحم سے اس نے خلق کو روشناس کرایا اس طرح"رحیم" ہونا اس کے صفت کی شناخت بنی۔آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے جانے سے ایک بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ کسی بھی مخلوق میں فطرت کے مطابق اللہ تعالی پہلے خصوصیات کو ڈالدیتا ہے' یہ نام سکھانا بعد میں نہیں ہوا پہلے سے وہ خصوصیت آدمؑ کو اللہ نے ودیعت کردی۔تمام مخلوقات جن وبشر میں اپنے خالق کی ربوبیت و جلال کا احساس پہلے سے ہوتا ہے؛ بعد میں ان میں عناصر ترکیبی اور نفسیات مذمومہ کی وجہ سے برائی کا اظہار ہونے لگتا ہے۔حدیث میں ہے کہ ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے بعد میں اس کے ماں باپ اسے یہودی عیسائی اور بت پرست بنادیتے ہیں' اور جو انس وجن ان عناصر سے احتیاط برتتے ہیں ان سے نیکی اچھائی اور پارسائی کا اظہار ہوتا ہے۔اور انسانوں میں جو کچھ ہمہ گیر خصوصیات ہوتی ہیں وہ پہلے سے ان میں ڈالدی جاتی ہیں' جسے تقدیر کہا گیا ہے۔کوئی بھی انسان تمام خصوصیات کا حامل نہیں ہوتا۔اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَا أُوتِيتُم مِنَ الْعِلْمِ الَّاقَلِيْلًا تم کو علم کا تھوڑا حصہ دیا گیا ہے۔وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ قَلِيْلٌ 'اِلَّاقَلِيْلَ دس سے کم مقدار کی چیزوں کے لئے آیا ہے۔آدم یا انسان بندگی یا اللہ کی غلامی سے تعبیر ہے اسے اپنے آقا و مالک کی ہمشہ بندگی اور تعریف"حمد"کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور نام"محمد"میں انسان کی بندگی کا عکس یا شکل موجود ہے وہ ایسے کہ"میم"کو انسان کا"سر"تصور کریں"ح"کو گردن اور شانوں پر اور"میم"کو پیٹھ اور کمر پر اور"دال"کو گھٹنوں سے ٹخنوں اور پاؤں کے پنجے پر اسم"محمد"ایسا لگتا ہے کہ انسان کا سراپا حالت جلسہ کی شکل میں سر جھکائے محو ذکر ہے۔

یہ بات روایتوں سے معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ادریسؑ جنہیں اخنوخ اور ہرمیس بھی کہا گیا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں تشریف آوری کے 450 سال بعد میں پیدا ہوئے' اور ساتویں پشت میں بتائے گئے ہیں' انہوں نے سب سے پہلے لکھنا پڑھنا سیکھا اور سکھایا جب کہ حضرت آدمؑ بقید حیات تھے۔"علم رَمَل" ہندسوں اور خطوط کے علم پر پہلے حضرت ادریسؑ نے ہی گفتگو فرمائی۔حضورﷺ سے"رمل"کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ایک نبی ریت پر خط کھینچا کرتے تھے جس شخص کا خط (لکیر) ان کے موافق ہوتا اسے بعض چھپی چیزوں کا علم ہوجاتا۔اس طرح اللہ تعالی نے انسان کو حروف کی پہچان کرائی بعد میں یہ الفاظ بنے پھر بولیاں بنیں ان بولیوں سے کلام ہونے لگا۔انسان کی خوش کلامی میں جو سکون اور کشش کا تاثر ہوتا ہے وہ بد کلامی اور ترش روئی میں نہیں ہوتا۔یہ حروف اور الفاظ کے علاوہ ذہنی کیفیت کا ردعمل بھی ہوتا ہے۔آج سے پہلے بیسویں صدی عیسوی کے نصف تک کمپیوٹر کا کوئی وجود نہیں تھا کسی مشین کو ایک ہی وقت میں مختلف انواع قسم کے کام کرنے کو کمپیوٹر مانا جاتا تھا جسے انولاگ analog کمپیوٹر کہتے تھے جب ٹرانسسٹر transistor اور integrated سرکیوٹ کی ایجاد ہوئی تو موجودہ کمپیوٹر تیار ہوا اسے کنٹرول کرنے کے لئے سافٹ ویر بنا جس کے لئے لینگویج language بنائیں جیسے c++ ,Java ,Hadoop ,Python ,Selenium وغیرہ

بنیں آج ان کے بغیر کوئی کام ممکن ہی نہیں لگتا ایسی باتیں انسانی ارتقاء اور ترقی سے منسوب ہوتی ہیں۔مثلاً کمپیوٹر کا کی بورڈ جو ہمارے سامنے ہے اس پر انگریزی زبان کے حرف عدد ابجد 123 A'B'C ہندسے اور کچھ علامتیں } & % # @ ہوتی ہیں جو ہم سمجھتے ہیں' لیکن سافٹ ویر پروگرامنگ کرنے والے انجینیر کے لئے یہ کمپیوٹر کے ذہن دماغ کہلائے جانے والے پروسیسر میں جمع شدہ ڈیجیٹس یا وہ نقطے ہیں جنہیں کمپیوٹر کی تخلیق کے وقت جنہیں ایک پیٹرن اور ڈزاین کر کے اس کی سیلکان چپ میں محفوظ کردیا گیا ہے۔ہمارے لئے abcd یا دیگر ہو سکتے ہیں لیکن پروسیسر کے لئے یہ نقش نہیں بلکہ اس کے پاس نقطے ہیں جنہیں وہ ایک لمحہ split of second میں پہچان لیتا ہے اور خاطر خواہ نتیجہ دکھاتا ہے۔یہی بات اسماء الحسنٰی اور خصوصاً مقطعات میں ہے۔ہم نے اللہ تعالی کا کوئی اسم لیا ماحول میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور الٓمٓ ادا کیا یا یوں سمجھیں کے بٹن دبایا ماحول میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے جو آسمانوں کی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہے جس سے کہ فرشتے بھی مستعد اور چاق وچوبند ہو جاتے ہیں مگر انسانوں کو دکھائی نہیں دیتا یا اندازہ نہیں ہوتا کہ کیسی اور کیا تحریک ہو چکی ہے۔ ایسا ہی کچھ مذہبی عبادتوں اور دعاوؤں میں بھی ہوتا ہے اور قرآن مجید کی ابتداء جس سورہ بقرہ سے کی گئی ہے اس کا پہلا لفظ یا حروف مقطعہ "الف لام میم" ہے حالانکہ قرآن میں اس کی ادائگی کا طریقہ نہیں بتایا گیا لیکن اللہ کے رسول ﷺ سے جو احادیث بیان ہوئیں اس سے اس کی ادائگی کے اصول معلوم ہوتے ہیں' دنیا کا کوئی بھی حافظ یا قاری کو ہم نے انہیں وقفہ یا توقف کے ساتھ پڑھتے نہیں سنا! بلکہ اس الف لام میم کو ملا کر سات حروف کی آواز میں کھینچ کر پڑھا جاتا ہے' جو اہل عرب کا لسانی طریقہ یا لحن کا اُصول ہو جو غیر ارادی طور پر بیان ہو جاتا ہے دنیا کی ہر زبان کے قواعد ہوتے ہیں۔زبان اردو میں "خدا کی پناہ' لفظ ہے ہم "خدا" کہتے ہوے اُس کے حرف "خا" کو حلق کے اندر سے نکالتے ہیں اور "پناہ" کے "نون' کو نطق زبان اور دانتوں کے اگلے حصہ سے چپکا کر نکالتے ہیں جس سے کہ حیرت اور حسرت کا احساس ہوتا ہے۔الٓمٓ الٓمٓصٓ الٓمٓرٰ کٓھٰیٰعٓصٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ و دیگر مقطعات قرآن کو ایک ایسا ڈیجیٹل سسٹم یا بٹن یا لینگویج سمجھیں جس کی ادائگی سے انسان کی ندا طلب ضرورت مقصد یا آواز خالق کلائنات تک سرعت سے پہنچ جاتی ہے۔

اسماءصفات اور اسم اعظم

نبی کریم ﷺ سے جو احادیث بیان ہوئی ہیں ان میں' اور روایتوں میں جو صراحتیں آئی ہیں ان کے مطابق اللہ تعالی کے 99 نام ہیں جو قرآن میں ہیں' بعض بزرگان دین کا کہنا ہے کہ فرشتوں کے ذکر کے لئے الگ اسماء ہیں' دوسری مخلوقات کے ذکر کے الگ ہیں' کچھ اسماء الحسنٰی توریت زبور اور انجیل میں بھی ہیں' اس طرح یہ تعداد ہزاروں میں ہے جو صرف اللہ کو معلوم ہے۔اور ہونا بھی یہی چاہے' جو لامحدود ہے وہ ننیا نوے یا سو میں محدود نہیں ہو سکتا۔اور جو بھی اسم ہوتا وہ واحد ہوتا ہے اس کا جمع یا تثنیہ نہیں ہوتا' اور روایتوں میں اسم اعظم کا بھی بیان ہوا ہے۔مگر اسم اعظم کیا ہے کہاں ہے اس کی تعریف بیان نہیں ہوئی' بس اتنا کہا گیا کہ خالق کل اللہ تعالی کا یہ ایسا اسم ہے جس کے ذکر کرنے سے کوئی بھی دعا ردّ نہیں ہوتی اللہ تعالی قبول فرمالیتا ہے' اس طرح یہ اللہ تعالی کے

اسماء میں عظیم نام ہے ۔اللہ تعالی کی مخلوقات میں کسی کی کوئی طلب نہیں ہے سبھی اللہ تعالی کی عطا یعنی انہیں جو کچھ دیا گیا اس پر شاکر ہیں سوائے انس وجن کے یہ دو مخلوق ایسی ہے جنہیں جہنم سے نجات اور جنت کی عطا کی طلب کے علاوہ سہولیات وضروریات دنیا کے مطالبات قانع تقدیر ہونے میں مانع ہوتے ہیں اوراس لئے اللہ کی رضاء توکل اس کی قربت اس کی محبت کی طلب رکھنے والوں کا مرتبہ سب سے بلندترین ہے والـذیـن امـنـو اشـد حبـا اللـه (بقرہ ۱۶۵) جوایمان والے ہیں وہ سخت محبت کرتے ہیں اللہ کے ساتھ ۔یہ حیات دنیا میں ایک کٹھن مرحلہ ہے جواس راستے پر ثابت قدم رہکر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوگا وہی مقربین میں ہے ۔مقربین یہ نہیں کہ ہر وقت اللہ کے قریب رہیں یا آس پاس ہوں اللہ جن سے محبت کرتا یا جنہیں پسند کرتا ہے یا جن کے ذکر یا اللہ کے جانب ان کی توجہ سے اللہ کی توجہ ہمیشہ ان کی طرف ہو وہ مقربین ہیں ۔''تو اللہ کی عبادت (ذکر) اس طرح کر کہ گویا اللہ تجھے دیکھ رہا ہے''۔جس اسم اعظم کا ذکر احادیث میں ہے اس کو ان ننیانوے اسماء میں شامل کرتے ہیں تو کل سو 100 بنتے ہیں 1 اکائی 10 دہائی اور 100 سینکڑہ 3 '2 '1 یا 3 یعنی اگر ان 100 سو اسمائے صفات کا ایک مخفف دیکھیں تو وہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔کہ جس کے اعداد کی کل جمع ہوتی ہے 3 کیونکہ اس میں اسما بھی تین ہیں ۔جس اسم اعظم کا بیان روایتوں میں ہوا ہے وہ واحد ہی ہونا چاہے اور وہ کسی نے نہیں بتایا نہ رسول ﷺ نے نہ صحابہؓ نے اور نہ ہی علماء نے نہ صوفیا نے ۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو 99 اسمائے صفات ہیں ان سے الگ یا ان صفات کے علاوہ اللہ تعالی کی بزرگی اور شان قدرت کے مطابق یہ کوئی اسم ذات ہونا چاہے جو صرف مخلوق انسان کے لئے ہی نہیں تمام مخلوقات میں محترم ومعتبر ہو۔اسم ذات وہ ہے جو کسی بھی کیفیت اور صفت سے مبرا ومنزّہ ہو یعنی بے عیب پاک وصاف ہو یعنی جو صفات مخلوقات میں پائی جاتی ہیں اس کا شایبہ اسم اعظم میں نہ ہو۔ایسے دو 2 اسماء اور ایک مقطعہ ہے هـــو اللـه حٰمٓ ہیں ان تینوں کی کیفیت معنی وصفت بیان نہیں ہوسکتی ۔صحابہؓ رسولؐ نے دوسرے مقطعات کے بارے میں کچھ نہ کچھ اشارہ دیا ہے مگر! حٰمٓ کے بارے میں کوئی بات نہیں کہی ۔لیکن اس سے ان کی انفرادیت تو معلوم ہوتی ہے مگر ان کا اسم اعظم ہونا ثابت نہیں ہوتا ۔قرآن وحدیث میں بتایا گیا ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ اور ہر مخلوق اللہ کے ذکر میں مشغول ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ دوسری مخلوقات کا ذکر کیا ہے اور کیسا ہے؟ فرشتوں کے بارے میں کہا گیا کہ وہ صفیں باندھے اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں (سورہ صفات)۔عملی طور پر صف باندھنا مخلوق انس وجن کے لئے اطاعت خصوصی طور پر صلواۃ یا نماز کی علامت ہے ۔صلواۃ کے معنی دعا یا اللہ سے رحمت طلب کرنے اور درود بھیجنے کے ہیں ۔صلوٰۃ لفظ عموما عبادت اور رحمت کے معنی دیتا ہے (الاتقان) لیکن جو معروف معنی ہیں وہ یہ کہ انسان جو جانداروں اور جنوں میں نہ صرف عقل اور سمجھ رکھتا ہے بلکہ کسی بھی شئے کو بنانے اور بگاڑنے کی قوت بھی رکھتا ہے وہ یہ سمجھے کہ یہ طاقتیں اور کمالات جو مجھ میں ہیں ان کو دینے والا ایک قادر مطلق ہے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور مجھے ان پر فضیلت یا شرف عطا کیا ہے اس کے بدلے میں انسان اس کے آگے سر اطاعت خم کر کے اس بات کا اقرار کرے کے وہی معبود ہے جس کی مجھے عبادت کرنی ہے یا اس کے آگے رکوع وسجود بجالانے کو صلواۃ یا نماز کہا جاتا ہے ایسا کرنا اللہ سے قریب ہونا ہے ۔و سـجـدو واختـرب سجدہ

کیجیے اور قریب ہو جائے (اقراء ۱۹) رکوع اور سجدہ دو ایسے عمل ہیں جو انسان کی کمتری اور کم مائیگی کا اظہار ہیں۔ رکوع اور سجدہ مخلوق کے حقیر ہونے اور جس کے سامنے سجدہ کیا جا رہا ہے اس کے عظیم ہونے کی علامت ہے۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ اس معبود یا رب جسے اللہ اور دوسرے ناموں سے پکارنے کا اللہ کے نبیوں کے ذریعہ حکم ملا ہے تو وہ اس معبود یا اللہ کی بارگاہ میں مغضوب و معتوب ہے جسے بعد حساب محشر عذاب ہوگا اس لئے قرآن و حدیث میں بتایا گیا کہ جو نماز نہیں پڑھتا وہ اللہ کا باغی ہے جس سے باز پرس ہوگی نماز تاکیدی تعمیل ہے اور ذکر اللہ تعالی سے والہانہ عقیدت و قربت اختیار کرنے کا موجب ہے۔ اسماء الحسنٰی کا ورد یا ذکر ایک ایسی عبادت ہے جو بندہ خودی سے اختیار کرتا ہے بندہ کو معلوم ہے کہ اگر ذکر نہیں کرتا تو کوئی باز پرس نہیں ہوگی مگر! جس کا وہ حکم بجا لاتا ہے اس سے قربت بڑھے گی جو دین و دنیا میں سرخ روئی کا باعث ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ادب و احترام کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں کھڑے یا بیٹھے یا جس کسی حالت میں ہوں متوجہ ہونا اس کی طرف اپنے تمام ہوش و حواس کے ساتھ متوجہ ہونا بھی ذکر ہوتا ہے کیونکہ قرآن میں نماز کو اللہ کے ذکر سے تشبیہ دی گئی ہے نماز کی ہر تحریک و عمل میں ذکر ہے چاہے فرائض ہوں کے واجبات جیسے نیت اللہ کی عبادت کی تکبیر اللہ کی ثناء اللہ کی تمہید یا فاتحہ اللہ کا ضم سورہ اللہ کے قرآن کا قیام اللہ کے لئے خشوع و خضوع کے ساتھ رکوع اللہ کے آگے تکبیر اللہ کی سجدہ اللہ کے لئے تسبیحات اللہ کے اسماء کی رخ قبلہ اللہ کے حکم کی طرف قومہ اللہ کے لئے (رکوع کے بعد کھڑا ہونا) جلسہ التحیات اور سلام ان تمام حرکات میں ذکر ہوتا ہے۔ نماز زبانی جسمانی روحانی ذکر ہے۔

آگے قرآن کے احوال کا تناسب اندازاً فیصد میں

قرآن کے مضامین کی فہرست ہر کسی نے الگ طریقے پر بتائی ہے لیکن ہم نے محض اندازے کے بنا پر ان مضامین کو یہاں تخمیناً فیصد میں لیا ہے تا کہ بات سمجھ میں آئے۔

قرآن میں	واقعات وقصایص	کابیان	20% ہے
ایضاً	جنت وجہنم	کابیان	10% ہے
ایضاً	دوسری مخلوقات	کابیان	10% ہے
ایضاً	ابلیس شیاطین وجنات	کابیان	10% ہے
ایضاً	چاند ستاروں کہکشاں زمین	کابیان	5% ہے
ایضاً	سماجی معاملات مخالفت جنگ	کابیان	5% ہے
ایضاً	عورتوں کے مسایل ان کی سماجی حیثیت	کابیان	5% ہے
ایضاً	نبوت ورسالت اور درجات	کابیان	10% ہے
ایضاً	خلایق عالم اور انسان کی حیثیت	کابیان	5% ہے
ایضاً	احکام اور شریعت	کابیان	10% ہے
ایضاً	عبادات ذکرواذکار	کابیان	5% ہے
ایضاً	اسرار ورموز اور معرفت الٰہی	کابیان	5% ہے

(اللہ کی قربت، معراج، وحی، مقطعات، اسماء الٰہی

مقامات، درجات)

یعنی 90% فیصد قرآن تعلیم تربیت اخلاق معاشرہ احکام خلایق مسایل اور انسان کی دنیا و دین میں درجہ بندی کے اصول سکھاتا ہے۔ اس کے بعد صرف 10% فیصد خالق کائنات کی پہچان کا درس دیتا ہے۔ اور یہ دس فیصد ان نوے فیصد کے برابر اس لئے ہیں کہ اصل مقصد اللہ تعالی کی پہچان اور بندگی ہے جس کے لئے کتابیں صحایف انبیاء مرسلین کا نزول ہے۔ انہیں دس فیصد میں بندوں کو حق کی تلاش کرنا ہے چاہے عبادات میں ذکرواذکار میں معرفت الٰہی میں اسرار ورموز میں۔ اور اس کی انتہا "تو اللہ تعالی عبادت اس طرح کر کہ گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے یا اتنا جان کے وہ تجھے دیکھ رہا ہے" ورنہ جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا۔ کیونکہ اصل زندگی وہی ہے۔

اس حقیقت کو مان لینا چاہے کہ مقطعات میں زیادہ کرید نے کی اجازت نہیں لیکن! اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ تعالی کے اسماء الحسنٰی کے 99 ہونے کا ذکر کیا ہے مگر وہ کونسے ہیں نہیں بتائے یا گنائے ہاں مگر ! وقتاً فو قتاً کچھ اسماء کی خصوصیات بیان کی ۔لیکن جو اسماء الحسنٰی یا اسمائے باریٰ تعالی کے نام سے ہمیں ذکر وظایف کی کتابوں میں ملتے ہیں وہ مختلف عالموں نے جمع کر کے پیش کئے ہیں ۔اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کتابوں میں جو اسمائے باریٰ تعالی ہیں وہ دوسری کتابوں میں مختلف ہوتے ہیں اس طرح ان کے تعداد ننیانوے سے تجاوز کر جاتی ہے ۔مثلاً کچھ عالموں نے **ھو اللہ , الذی, لا الہ , الا ھو , جل جلا لہ ,** کو ننیانو میں جمع کیا ہے **مولا , مرید , متکلم** کو ان ننیانوے سے الگ لکھا ہے اور **صبور, سمیع , بصیر , مصیر , علیم , قدیر ,** کو ان میں شامل نہیں کیا ۔جبکہ دوسری جگہ پر **الذی لا الہ** واحد اسم لکھا ہے ۔**ذوالجلال و الکرام** الگ ہے اور **صبــــــور** ان ننیانوے میں شامل کیا ہے ۔یہ کوئی ایسا فرق نہیں ہے جس سے کہ تضاد پیدا ہو جائے بلکہ جس کو جو بہتر لگا وہ لکھ لیا ۔اسماء الحسنٰی کے سمجھنے اور ان کی سہی گنتی میں اختلاف ہے تو مقطعات کے معنی کیسے سمجھے جاسکتے ہیں ۔یہاں اس بات کو ذہن نشیں رکھنا ہے کہ تضاد اور اختلاف میں بہت فرق ہے ۔بہر کیف مسلمانوں کے پاس اسوقت جو اسماء الحسنٰی ہیں وہ ننیانوے کی گنتی سے زیادہ ہیں ۔مگر ! مقطعات میں شان خداوندی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان کی گنتی باضابطہ قرآن میں بتا رکھی ہے 14 اس سے مقطعات کی خصوصیت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ جو اسماء میں اللہ تعالی نے اپنی صفات بتای ہیں وہ مخلوقات میں پائی جاتی ہیں ۔مگر مقطعات کی خصوصیت کسی مخلوق میں نہیں ہے وہ ذات باری سے مخصوص ہیں ۔جب لوگوں کو اسماء الحسنٰی کو سمجھنے میں اتنی پریشانی لاحق ہے تو ظاہر ہے مقطعات اور بینہ کی حقیقت کیا سمجھ میں آسکے گی وہ اللہ کا خلیفہ ہی سمجھا سکتا ہے ۔

مہدیٔ موعود خلیفۃ الرحمٰن مراد اللہ نے نہ صرف بینہ کی وضاحت کی ۔بلکہ مقطعات کی حقیقت کا اشارہ دیتے ہوئے سورۂ بقرہ کے تین حصے کر کے فرمایا کہ الٓمٓ کے حروف میں اس سورہ کی تفسیر ہے (مطلع الولایت ۵۶) آپ علیہ السلام نے مقطعات کی جو وضاحت کی جو خلاصہ کیا اس سے بہتر معنی وخلاصہ ان کا ہو نہیں سکتا ۔کیونکہ اگر ہم دیگر سورتوں میں غور کریں جہاں مقطعہ آئے ہیں تو یہ بات حق معلوم ہوتی ہے کہ ان سورتوں کا بیان اسی اصل پر ہے ۔اس طرح قرآن کے 114 سورتوں میں 29 سورہ جن میں 14 مقطع دہرائے گئے ہیں وہ مخصوص بیان کے حامل ہیں ۔جیسے کہ حــــمٓ والی سورتوں میں اللہ تعالی کے معبود و خالق ہونے اور بندوں کا عبادت کے لئے پیدا کئے جانے کے علاوہ ان کے حقیر ہونے کا بیان ہے ۔الٓــــرٰ والی سورتوں میں اللہ تعالی کے حاضر و ناظر ہونے بندوں کے احوال سے واقف ہونے ہمیشہ موجود ہونے کا بیان ہے ۔سورۂ قٓ قرآن جو اللہ کا کلام ہے اس کی عظمت اور اس کے پیغمبر کی حقیقت کا بیان ہے ۔اور سورہ الرعد میں الٓمٓرٰ مقطع کے علاوہ ایک سجدہ بھی ہے اور اس کا بیان کا موضوع صرف اللہ کی قدرت کایٔنات عجایبات میں غور کرنے اللہ تعالی کی نے دعوت دی ہے ۔غرض ان سورتوں میں جو مقطع آئے ہیں اسی ترتیب سے ان کا بیان ہوا جس کا مہدی علیہ السلام نے اشارہ کیا ہے ۔

انسانوں اور جنوں کی فطرت

دنیا میں کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالی کے پیدا کئے ہوئے جاندار شجر حجر ہوا پانی آگ معدنیات کو استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو سوائے انسان کے جنہیں عقل اور سمجھ دی گئی ہے اور روز ازل سے انسان حیوانات جانور اور درندوں کو بھی اپنا مطیع وفرماں بردار بناتا آیا ہے لیکن کبھی کبھی جانوروں سے بھی وحشت کا اظہار ہوتا رہتا ہے جنگلی جانور تو اتنے وحشی اور حواس باختہ ہوتے ہیں کہ مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں ۔جنوں کا بھی معاملہ کچھ ایسا ہی ہے انہیں سمجھ دی گئی ہے عقل نہیں وہ اچھائی اور برائی کے احساس سے عاری ہیں ۔اس لئے جنات ایسے کمالات اور قوتوں سے بھی عاری ہیں انہیں نظروں سے اوجھل رہنے سرعت سے منتقل ہونے شر وفساد برپا کرنے کے علاوہ کوئی ایسی طاقت یا قابلیت نہیں دی گئی ,یہاں تک کہ انہیں کئی معاملات میں انسانوں کے تابع کیا گیا ہے روایتوں میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس جنات اپنی فریادیں لایا کرتے تھے اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گوشت کی بچی ہڈیاں کھاتے ہیں اور انسانوں کے بنے مکانوں میں بسیرا کرتے ہیں خود مکان نہیں بناتے وگرنہ پہاڑوں غاروں جزیروں اور جنگلوں میں بستے ہیں متمدن دنیا سے ان کا رشتہ نہیں ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہبوط آدمؑ سے پہلے زمین پر حیوانات میں جانور ہوا کرتے تھے ایسا ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کیونکہ جب جنات ہڈیاں کھاتے تھے تو اس حالت میں جانوروں کا زمین پر ہونا لازمی ہوا اور اس بات پر یقین اس لئے بھی ہوتا ہے کہ آج ہمارے سامنے بن مانس (گوریلا) اور دوسرے اسی قسم کے حیوان موجود ہیں جیسے گبان چمپانزی اور نگوٹان وغیرہ اسی بنیاد پر اہل مغرب نے جنہوں نے پچھلے چار پانچ صدیوں میں علم حاصل کیا وہ ان کھدائیوں میں ملنے والی ہڈیاں جسم کے اعضاء ودگر باقیات پیش کر کے قیاسات واندازوں کا طومار کھڑا کر دیا ہے اور آدم یا انسان کی عمر کے اندازے لاکھوں سالوں کے لگاتے ہیں جبکہ وہ انہیں حیوانات کے باقیات ہیں ۔ہبوط آدم کے بعد ہی انسان یا عقل وعلم والے حیوان کا دنیا میں وجود ہوا ہے ۔روئے زمین پر انسان کی موجودگی ہبوط آدم کے بعد سات یا آٹھ ہزار سال سے ذیادہ نہیں ہے ۔غیر مصدق ذرائع کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے جنوں کی پانچ اقسام کوئی چھ اقسام بتاتے ہیں ایک ہوا میں اڑنے والی دو کالے کتے اور سانپ کی شکل اختیار کرتے ہیں تیسری قسم ان جنات کی ہے جو قبیلے قوم کی شکل میں ہوتے ہیں ان میں گروہ اور قبیلے ہوتے ہیں اور وہ کبھی کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل بھی ہوتے ہیں ان میں بھی مذاہب کو ماننے والے اور مشرک کافر ہوتے ہیں ایک قسم وہ ہے جو انسانوں کو شدید قسم کا نقصان پہنچاتے رہتے ہیں قرآن وحدیث میں جن کی ایک قسم قرین کا بیان ہوا ہے جو ہر انسان کے ساتھ لگا رہتا ہے یہ کبھی انسان کے ساتھ مر جاتا ہے اور کبھی اس انسان کے مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے اس کا کام وسوسے ڈالنا ہے ۔یہی بات جنوں کو انسانوں کو تکلیف دینے ستانے پر اُکساتی ہے یہی حسد ان کا سب سے بڑا ہتھیار انسان کو قادر مطلق اللہ تعالی سے بدظن کرنے اس کے دل میں شکوک پیدا کرنے اور سب سے بڑھ کر خالق کی عبادت سے بھٹکا کر دوسری مخلوقات کے آگے مجبور کرنے اور بے حیائی کی حرکات کروا کر اللہ کی بارگاہ میں انسان کو ذلیل ورسواء کرنے میں ان کی تسکین ہوتی

ہے۔ جوانسان دوسری مخلوقات پر غلبہ پاچکا ہے اگر جن اسے دکھائی دیتے تو انہیں بھی مغلوب کر دیتا' یہ اللہ تعالی کی منشاہ ہے کہ انسان کہیں تو مجبور محض رہے ورنہ انسان کا نفس بھی اتنا قوی ہے کہ وہ ''انا'' یا میں کہنے میں کبھی دیر نہ کرتا فرعون ونمرود کی بات چھوڑئے آج ہمارے سامنے کتنے ان گنت لوگ ہیں جن کی ''انا'' اور میں کا اظہار ہم ہر لمحہ دیکھتے رہتے ہیں۔ البتہ نیک انسانوں کی طرح نیک جن بھی ہوتے ہیں وہ اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں اور انسانوں میں بھیجے گئے انبیاء ورسول کی اطاعت بھی کرتے ہیں' ایسے جنات بھی قرآن کے علوم اس کی سمجھ اور اللہ کی بندگی کے لئے انسانوں سے مدد لیتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالی نے رابطہ یا تعلیم کا سلسلہ بذریعہ وحی انبیاء ورسول انسانوں سے ہی رکھا ہے۔ جن حضور ﷺ سے پہلے طایف میں نخلہ کے مقام پر ملے اور دین کے بارے میں دریافت کیا تھا اس کے بعد کہتے ہیں چھ مرتبہ جنات کے وفود آئے اور ایمان لائے۔ سورہ انعام کی ۱۳۰ آیت'' اے گروہ جن اور انسانوں کے! کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول........ کے متعلق تفسیر قرطبی میں مختلف روایات ہیں یہاں ہم نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل لی ہے کہ فرمایا: پہلے انبیاء ورسل انسانوں کی طرف مبعوث کئے جاتے تھے اور حضرت محمد ﷺ جن وانس کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ انسان کی حیثیت اور ذمہ داریاں جنوں سے زیادہ ہیں باوجود قلیل عمر ہونے کے جبکہ جنوں کی لمبی عمریں ان کے شرف کا باعث نہیں ہوتیں۔ جادو یا سحر اس عمل یا حالت کو کہتے ہیں جس کی کوئی کیفیت یا حالت نظر نہیں آتی مگر اثر انداز ضرور ہوتی ہے' یہ وہ حالت ہے جو ابلیس نے خدا سے طلب کی تھی کہ وہ انسان کی رگ و پے میں داخل ہونے اور اسکے دل ودماغ میں سرایت کرنے کی اجازت لے کر آیا ہے۔ اور جن بجائے خود یا کسی ساحر جس کا وہ مطیع یا قابو میں ہوتا ہے اس کے حکم پر دوسرے انسان کی رگ و پے میں داخل ہو کر اسے اذیتیں دیتا ہے' لڑائی جھگڑا برے کام کرواتا ہے دماغ ماؤف کر کے اس کی روزی ترقی میں پریشانی پیدا کرتا ہے اور ذہنی و جسمانی نقصان پہنچاتا ہے' اور انسان کے حواس پر حاوی ہو جاتا ہے اسی طرح جادو سحر انسان کی زندگی اس کی حرکات اور اعمال پر اثر انداز ہو جاتے ہیں' جس طرح ابلیس یا شیطان نظر نہیں آتا اسی طرح جادو سحر کے اثرات نظر نہیں آتے مگر متاثر ضرور کرتے ہیں۔ اور انسان کو اللہ تعالی نے ابلیس یا شیطان سے زیادہ زور اثر کلمات اسماء الحسنٰی مقطعات اور اسم اعظم کے طور پر دئے ہیں' مگر اس کے لئے ایمان طہارت یقین اعتماد کی ضرورت ہوتی ہے جس سے کہ ان آثار قبیحہ کو زائل کیا جا سکے۔ ابلیس اپنے لئے کچھ مانگ کر لایا ہے جبکہ آدمؑ نے کچھ طلب نہیں کیا جو کہا گیا تھا کیا جنت میں رہنے کو دیا تو رہے زمین پر اتار دیا تو چلے آئے۔ ابلیس نے ان سے غلطی کروائی انہوں نے اللہ تعالی کے کسی حکم کا انکار نہیں کیا نہ بغاوت کی' یہی کردار وعمل اللہ تعالی روئے زمین پر اولاد آدم میں دیکھنا چاہتا ہے کہ کون ابلیس کے نقش قدم پر چلتا ہے اور کون اللہ کے احکام پر انہیں اعمال پر انعام سزا و جزاء کا فیصلہ ہے۔ اب رہی بات اسماالحسنٰی کلمات آیات یا مقطعات کے اثرات کی قرآن کے آیات اسماء اور مقطعات سے فوایدحاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کو نہ صرف رٹا جائے بلکہ اسے سمجھ کر پڑھا جائے اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے اور اس سے معرفت الٰہی کے وسیلے تلاش کئے جائیں اس طرح جتنا ہم ان علوم میں آگے بڑھیں گے اتنا ہمارا علم ہی نہیں دوسرے فواید کے حصول کا احساس ہوتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالی خود کہتا

ہے کہ "اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو یہ اللہ کی خشیت (ہیبت) سے ریزۃ ریزہ ہو جاتا" اس کا مطلب ہے کہ اس میں ایسی کچھ تاثیر ہے جو نہ صرف پڑھنے والے پر بلکہ اسے سننے والے کو بھی متاثر کرتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسم اعظم خطاب ربوبیت یا خالق ومعبود برحق کو نداء کرنے صدا دینے اس کی بارگاہ میں طلب کے لئے اذان دینے کا سب سے زیادہ مقدس و معتبر اسم ہے۔ اسماء الحسنٰی سے اللہ تعالی کو یاد کیا مقطعات سے اللہ کو آواز دی اس طرح اسم اعظم کا راز اگر کسی کو معلوم تھا یا ہے یا ہوگا تو صرف اشرف المخلوقات انسان کو معلوم ہوسکتا ہے۔ چونکہ انسانوں میں بھی خیر اور شر کی کیفیات پائی جاتی ہیں انسانوں میں انبیاء و مرسلین ہوئے ہیں تو نمرود فرعون شداد ہامان مسیلمہ کذاب بھی ہوئے ہیں۔ شیطان سے مراد ابلیس اور اس کی فوج مراد ہے مگر! قرآن نے **واذا خلو الی شیاطینھم** میں کفار کے بھائی اور دوست مراد ہیں کہا ہے (اتقان) اس کا مطلب شیطان صفت انسان بھی ہوتے ہیں۔ اسم اعظم اللہ تعالی کے مقربوں کے سوا کوئی نہیں جانتا جو اللہ تعالی کی امانت میں خیانت کا خیال تک دل میں نہیں لاتے۔ اگر علم سے عقل سے سمجھ سے حساب کتاب سے عبادتوں ریاضتوں سے اس کا معلوم ہونا ہوتا تو انسان کوشش کر لیتا لیکن !اسم اعظم کا عطا کیا جانا انبیاء کے لئے معجزہ ہے اولیاء کے لئے کرامت ہے اور متقی پرہیزگاروں کے لئے اللہ کی عطا کے بغیر ممکن نہیں۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالی نے ایسا اسم سکھایا جس کی برکت سے وہ بارش کی دعا مانگتے اور نصرت طلب کرتے تو جناب الٰہی میں یہ دعا قبول ہو جاتی۔ یہاں اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ اسم کوئی خاص اسم تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ اسم اعظم تھا؟۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ابلیس کا تعلق فرشتوں کے ایک قبیلے سے ہے جس کا نام الجن ہے۔ پہلے تو یہ بات کہ ابلیس آسمانوں پر رہتا تھا یا آتا جاتا رہتا تھا جیسا کہ کچھ فرشتے زمین پر آتے جاتے رہتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ تمام فرشتوں میں کچھ ایسے فرشتے تھے جنھوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ اللہ تعالی ہم سے بہتر مخلوق نہیں پیدا کریگا **و نحن نسبح بحمد و نقدس لک** کہ ہم ہر لحہ تیری حمد و ثناء کرتے رہتے ہیں کوئی لحہ تیرے ذکر سے غافل نہیں رہتے۔ اگر آدمؑ اور ان کی اولاد کی تخلیق کا مقصد تیری عبادت ہے ہم تو اس میں کوئی غفلت نہیں کرتے؟ (پھر تو آدمؑ کو کیوں پیدا فرماتا ہے؟) اللہ تعالی نے فرمایا **انی عالمو مالا تعلمون** جو علم میں رکھتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ **و علم آدم السماء کلھا** میں نے آدمؑ کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ یہ خاص صفت تھی جس طرح اللہ تعالی کو ہر چیز کا علم ہوتا ہے اس کا تھوڑا حصہ اولاد آدم کو دیا گیا ہے کیونکہ وہ نائب تھے۔ اس کے بعد فرشتوں نے اطاعت میں سر جھکا دیا **سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم** اے ہمارے رب! تو اس بات سے پاک ہے کہ تیرے سکھائے بغیر تیرے وسیع و عریض علم میں کسی چیز کا احاطہ نہیں ہے۔ ان حالات کو دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ فرشتوں نے کیا خیال کر رکھا تھا چونکہ الجن بھی انہیں کے ایک قبیلے سے تھا تو اس کے دل میں حضرت آدمؑ کے تحقیر کا ہونا ایک فطری بات تھی البتہ تمام فرشتے اپنے خام خیالی پر نادم ہو کر سجدہ ریز ہو گئے اور ابلیس اسی بات پر بضد ہو گیا اور حکم عدولی کی اور راندہ درگاہ ہو گیا۔ مگر دنیا

میں معاملہ اُلٹ ہے یہاں کثیر تعداد اولاد آدم کی نافرمان ہے سوائے چند خاص کے جنھیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں لئے ہوئے ہوان میں اللہ کے نبی رسول پیغمبر وہ خلیفۃ اللہ انبیاء کے اصحاب اور وہ اللہ والے جنھوں نے اللہ کی اطاعت میں سرمو فرق نہیں کیا ہو غفلت نہ کی ہو یہی بات قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **یجمع المومنون یوم القیامۃ** قیامت کے دن مومن جمع ہو نگے یعنی اہل ایمان کی الگ ہی پہچان ہو گی ایک گروہ کی شکل میں ایک قبیلے کی شکل میں یہی لوگ کامیاب ہو نگے ۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ **اھبط منھا اوراخرج منھا** اعراف 13 بقرہ 38 طہ 123) سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن آسمانوں پر تھا۔حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ''جس جنت سے ابلیس کو نکالا گیا تھا بعد میں اس جنت میں آدمؑ وحوا کو رکھا گیا۔**قلنا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ** اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو۔اس جنت کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں یہ جنت وہ ہے جہاں آدمؑ نے گیہوں کھالیا تھا اوران سے نجاست ہو گئی اور انہیں نیند بھی آ گئی ۔ جنت میں ایسی باتیں نہیں ہوتیں یہ احادیث و روایات کہتی ہیں یعنی حضرت آدم وحواؑ کو جس جنت میں رکھا گیا وہ جنت کا کوئی آخری مقام ہو گا یا پھر جنت کا کنارہ ۔حقیقی جنت میں اولاد آدم بعد محشر احتساب کے بعد ہی جا ئیگی یہی بات ہے معراج میں حضورﷺ نے انبیاء کو اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھتے دیکھا جنت میں نہیں البتہ حضورﷺ ان جنتوں سے اعلیٰ مقام محمودؐ پر پہلے ہی بقید حیات ہو آئے ہیں۔

جنات کے گروہ اور قبیلوں خصوصاً قرین (الزخرف 38) کے متعلق جاننے کے بعد یہ خیال دل میں آنا فطری بات ہے کہ کیا یہ وسوسہ پیدا کرنے والا ایک ہی ابلیس ہے یا یہ کہ یہ اُس کی اولادیں ہیں یا دوسرے جنات ہیں جو وسوسہ پیدا کرتے ہیں؟ مسلم کی روایت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے ہے۔فرمایا رسول اللہؐ نے :تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں مگر اس کے ساتھ ایک شیطان لگا دیا گیا ہے۔صحابہؓ نے عرض کی کہ: کیا آپؐ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں! میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی تو مسلمان ہو گیا۔اب وہ مجھے بھلائی کا حکم دیتا ہے۔ یہاں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کیا انسان کا ''نفس'' ہی قرین ہے؟۔اسے قابو میں کرنے کے لئے علماء نے ''تزکیہ نفس'' کے اعمال وطریقہ بتائے ہیں'جن میں خواہشات کو قابو میں رکھنا مجاہدہ کرنا روزے رکھنا خواہشات شہوانی کی نگرانی رکھنا اور شرعی حدود کی پابندی کرنا اور باوضو رہنا۔انسان کے اندر دوطرح کی کیفیات پوشیدہ ہیں نفسانی وروحانی 'روحانی اللہ کے اطاعت ومعرفت الٰہی سے معمور ہیں اور نفسانی شیطانی بغاوت وانحراف سے لبریز ہیں جس میں مستی غرور اور دوسروں کے متعلق حقارت ہوتی ہے جو ابلیس کی فطرت ہے جس نے آدمؑ کو حقیر جانا جس سے کہ مقابلہ آرائی نفاق تفرقہ تضاد اور انتشار پیدا ہوتا ہے جس کا اظہار آدم کے دنیا میں اتارے جانے کے بالکل بعد ظہور ہو گیا ہابیل اور قابیل کی شکل میں ۔روحانی کیفیات میں اللہ تعالیٰ کی صفات جیسے رحم شفقت عطا و درگزر تقدیس وتحریم کا جذبہ ہوتا ہے ان کا اظہار حضرت شیثؑ اور ادریسؑ کے طور پر ظاہر ہوا۔ہم نے دیکھا ہے کہ کالے انسانوں کی نسلیں کالی ہی پیدا ہوتی ہیں وہ سفید فام یا گورے نہیں ہوتے اس کی

وجہ وہ جین Gene خلیہ ہے یا اس نسل یا قوم کا DNA۔ deoxyribonucleic acid معنی جسم کے اندر کا وہ سیال مادہ جو نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا ہے۔اس میں کسی قسم کی تبدیلی لاحق نہیں ہوتی۔انسانی امراض میں آج کی مہلک بیماریوں میں دمہ اور شکر یعنی آستمہ اور ذیابیطس ہیں۔جن خاندانوں میں یہ ہوتی ہے وہ نسل در نسل منتقل ہوتی رہتی ہے بالکل اسی طرح جب ابلیس نے اللہ تعالی سے انسان کے دل و دماغ اور جسم کے اندر داخلہ کی اجازت حاصل کر لی اس نے آدمؑ یا اولاد آدم میں اپنے اثرات جین کی یا ڈی ین اے کی شکل میں داخل کر دئے ہیں اور وہ انسانی نسلوں میں منتقل ہو رہے ہیں یہ ایک نفسیاتی مہلک بیماری کی طرح ہے اس کا علاج سوائے احتیاط اور اللہ کے احکام کی پیروی سے ہی ممکن ہے۔جو اللہ کی اطاعت و بندگی کرتے ہیں ان پر یہ اثرانداز نہیں ہوتی یا کم ہوتی ہے جو اللہ کے احکام سے انحراف کرتے ہیں انہیں یہ اثرات شرک بت پرستی رسم و بدعت میں مبتلاء کرتے ہیں۔روایات اور قصص کے بیانوں میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ابلیس نے حضرت حواؑ کو بہکایا حضرت ابراہیمؑ اسماعیلؑ اور حاجرہؑ کو رغلایا حضرت عیسیٰؑ کو بوڑھے کے بھیس میں آ کر گفتگو کی اسی طرح کی انبیا مرسلین اور اولیاء کاملین کے ساتھ بھی کرتا آیا ہے۔مگر!! یہ جراءت اسنے حضرت سردار دو عالم خاتم الانبیا ﷺ کے ساتھ کبھی نہیں کی اور آپؐ کے تابع تام کے ساتھ بھی ایسے کسی واقعہ کا ذکر نہیں ملتا یہ عظمت خاتمین کی دلیل ہے۔البتہ حضور ﷺ کے پاس جنوں کا آنا اسلام کا قبول کرنا اور کئی ایک لمبی عمر کے جنوں کا آپؐ سے گفتگو کرنا روایتوں میں ہے۔کہا جاتا ہے کہ جنوں کی عقل اور سمجھ آٹھ یا دس سالہ انسانی بچے جتنی ہی ہوتی ہے۔جس طرح انسانوں میں چند کو اللہ تعالی نے **واذا خلوا الی شیاطینهم** کہا اس طرح نفس کو مارج کہا ہے۔اس کے معنی بھڑکتا ہوا شعلہ جس میں دھواں نہ ہو جو مضطرب رہتا ہے اور اسے قرار نہیں ہوتا۔ مَــــارِدٍ جو آدمی یا شیطان سرکش ہو جو خیر سے خالی ہو اسے کہا جاتا ہے۔آسیب اُن مشرک اور کافر انسانوں کی روحیں ہیں جو قبل از وقت کسی حادثہ یا قتل میں مر جاتے ہیں وہ وقت مقررہ تک دنیا میں رہتی ہیں اور لوگوں کو ایذا پہنچاتی رہتی ہیں جادوگر انہیں قابو میں کر کے اپنے کام چلاتے ہیں۔قرآن و حدیث میں پریوں چڑیلوں کا ذکر نہیں ہے یہ آسیب جن جیسی کوئی بد اروح مخلوق ہیں۔

جنوں کو آگ سے پیدا کیا گیا! آگ تو نظر آتی ہے جنات کیوں نظر نہیں آتے؟ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لال آگ کی تپش کی پیمائش 525 سے 1000 سینٹی گریڈ ہے اس کی لپٹیں تیز دکھائی دیتی ہیں اور اندھیرے میں تو یہ اطراف و اکناف کو روشن کر دیتی ہے اس کے بعد پیلے رنگ کی آگ میں روشنی کی شدت اور زیادہ ہوتی 1000 ۔1200C اور جب آگ میں زیادہ حرارت و تمازت ہو جاتی ہے تو وہ سفید رنگ کی ہو جاتی ہے C 1400--1500 تک کی ہو جاتی ہے اور زیادہ حرارت اسے سفید اور نیلے رنگ میں ہوتی ہے جس کا درجہ حرارت C 2600--3000 ہوتا ہے جب تمام رنگ مل جاتے ہیں درجہ حرات انتہائی گرم ہو تو سفید میں تبدیل ہو جاتی ہے اور جب اس میں بہت زیادہ گرمی و حرارت ہو جائے تو وہ سفید رنگ بھی دکھائی نہیں دیتا جس میں روشنی اور تپش تو ہوتی ہے مگر دکھائی نہیں دیتی جنوں کا حال یہی ہے جو دکھائی نہیں دیتے مگر ان میں دوسری مخلوق جیسے کو ا کتا بننے کی صلاحیت بھی

ہوتی ہے سو وہ انسانوں کے قریب ہونے کے لئے اپنی گرمی کو محسوس ہونے نہیں دیتے کہ انسان پر اثر انداز نہ ہو یا محسوس نہ کرے یہ اللہ کے خلقت کی تخلیق کی قدرت ہے۔یہی معاملہ روح کا ہے جو صرف انسانوں میں ہوتی ہے اور اتنی لطیف کے نہ دکھائی دیتی ہے نہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔" آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں آپ کہہ دیں روح میرے رب کے حکم سے ہے مگر تمہیں علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا (بنی اسرائیل ۸۵) مگر! جس جسم میں روح رہتی ہے اُسے زندہ رہنے اور حیات کے سلسلے کو قائم رکھنے میں مدد دیتی ہے یہ آگ نہیں ہے نہ روشنی یہ کوئی ایسی شے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم میں پھونکی تھی۔اس کی لطافت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ غذا اور پانی سے پھلتے پھولتے مٹی کے جسم میں رہنے کے باوجود نہ اسے جلاتی ہے نہ اس کے وجود کو روشن کر دیتی ہے بلکہ اسے متحرک رکھنے سوچنے سمجھنے کے اعضاء جیسے دل و دماغ کو روشن رکھتی ہے اور انسان کی حیات کا سبب بنتی ہے اور جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو انسان محض ہڈیوں اور گوشت کے ڈھیر میں تبدیل ہو جاتا ہے جس میں تعفن سڑانڈ اور بدبو پیدا ہو جاتی ہے اسی لئے اسے مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے معلوم ہوا حیات کا سلسلہ روح سے ہے جسم سے نہیں جسم کا رشتہ یا سبب حیات اور روح کے درمیان کا تعلق ہے جس سے زندگی میں بھلائی برائی سرزد ہوتی ہے اسی وجہ سے روح کو عذاب ہے جسم کو نہیں اور نعمت بھی روح کو حاصل ہے جسم کو نہیں ۔جو ارواح عالم علی اعلیین اور عرش معلیٰ تک پرواز کی استطاعت رکھتی ہے انسان کو مٹی سے اس لئے بنایا گیا کہ ایک طے شدہ مدت تک اس میں روح رہے۔اس مقام پا قید جسم کی بات جنوں کو کیوں نہیں ہے؟ کیونکہ آگ کو قید نہیں کیا جاسکتا جس میں رہے گی اسے جلا دیگی دھاتوں اور ٹھوس اشیاء کو ہم نے جلتے پگھلتے دیکھا ہے اور وہ مٹی کو بھی پگھلا دیتی ہے مثلاً شیشہ جو بنتا ہے وہ ریت سے بنتا ہے جو مٹی کی ایک قسم ہے معلوم ہوا آگ کا کام جلانا ہے۔مگر جنوں کی موت کس طرح واقع ہوتی ہے؟ جب اُن کی موت کا وقت آتا ہے تو ان کی اندر کی گرمی یا تپش ماند پڑھ جاتی ہے اور دھیرے دھیرے بجھ کر ٹھنڈی ہو جاتی ہے جیسے دئے کی لو۔سوال ہے کہ حیوانات میں کیا شے ہوتی ہے؟ آدم کو مٹی سے بنایا گیا ہے دنیا میں اس کی بود وباش سواری غذا کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ایک ایسی مخلوق کی تخلیق ہوئی ہے جس میں حیات تو ہوتی ہے مگر تحریک نہیں جسکا مادہ عقل وفہم ہے۔اسی وجہ سے حیوانوں میں سوچ سمجھ کا مادّہ نہیں ہوتا جیسے جنوں میں سوچ سمجھ عقلمندی نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ انسان ان کا گوشت کھاتا ہے اور جن ان کی ہڈیاں کھاتے ہیں یہ انس وجن کی مشترک غذا ہیں ۔چونکہ حیوان یا جانوروں میں بھی موت حیات کا سلسلہ ہے اس لئے ہوسکتا ہے انہیں روح کے درجات کا آخری ادنیٰ حصہ دیا گیا ہو؟ اسے یوں سمجھیں کہ انبیا کی اور اللہ کے مقربوں کا درجات کا اعلیٰ ہونا جن کو حیات دنیا میں اور حیات بعد الموت میں دنیا اور آسمانوں یعنی دونوں جہانوں میں دخل ارادت حاصل ہوتی ہے یہ مراعات اعلیٰ ارواح کے لئے ہیں اس کی مثال حضورؐ کا معراج پر جانا عیسیٰؑ کا آسمانوں پر رہنا حضرت ادریس کا آسمانوں پر اُٹھایا جانا ہے یہ عام انسانوں کا علاقہ نہیں ہے انبیاء کا مخصوص علاقہ ہے تو عام اولاد آدم میں یہ مراعات اور خصوصیت کیوں نہیں ہے۔اسے تخلیق آدمؑ کے وقت فرشتوں ملا یکہ کا موجود ہونا معلوم ہے مگر جہاں اللہ کی نافرمانی کی بات آتی ہے وہاں صرف واحد "ایک" ابلیس کا ذکر ملتا ہے دوسرے جنات یا اُس کے ہمنوا یا

ہمنشیں جنوں کا وہاں ہونا بیان نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درجات ومقامات کچھ مخصوص لوگوں کوعطا کئے جاتے ہیں ہر کسی کو نہیں ۔اسی طرح جانوروں کی روحیں انسانوں سے درجات میں کم ترین ہیں ۔یہ انسانوں کے لئے باربرداری اور غذا دونوں حاصل کرنے کیلئے ہیں جس طرح زمین سے اناج اُگتا ہے انسان تر وتازہ سبزی اور میوہ بھی کھاتا ہے سوکھا ہوا بھی اور جانوروں کا گوشت اور پانی کے جانوروں کو بھی غذا کے لئے استعمال کرتا ہے ۔انسانی حیات کے سلسلے کو قایم رکھنے کے لئے اللہ تعالی نے اسباب بنائے ہیں تا کہ وہ ان سے فایٔدہ حاصل کرے جسم میں حرارت پیدا کرے حیات کے سلسلے کو باقی رکھے جو حیات روح کی بالیدگی اور دنیا میں انسان کے قیام کا سبب بنی رہے ۔انسان کا دنیا میں یہ قیام اللہ تعالی کی تعریف تذکیر حمد وثناء اور بندگی کے لئے ہے تا کہ ملا ئکہ اور جنوں کو بتایا جائے کہ اللہ تعالی نے اپنی ثناء کے لئے ایک بے مثال مخلوق بنائی ہے جو تمام خلایق میں شرف رکھتی ہے جن کی نسلوں میں اس کے احکام کا انحراف کرنے والے ہیں تو ان سے بڑھ کر اس کی حمد وثناء سے زمین وآسمان کو معمور کرنے والے بھی ہیں ۔حیات بعد الموت میں انسانوں کو جنت جہنم میں ڈالے جانے کا بیان ہے مگر جنوں کو جہنم میں ڈالے جانے کا بیان تو ہے جنت جیسے کسی مقام کا بیان نہیں انہیں کونسا مقام دیا جائے گا اللہ تعالی نے کچھ مخلوقات کو محض انسانوں کو فایٔدہ پہنچانے کے لئے ہی پیدا کیا ہے ۔جسے ماحولیات Ecosystem کہا جاتا ہے یہ علم غیب سوائے اللہ کے کسی کو نہیں اسی طرح انسانوں کے علم اور مرتبہ کے گھٹنے بڑھنے کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے مگر فرشتوں اور جنات کے علم ومرتبہ کے گھٹنے بڑھنے کا ذکر کہیں نہیں ہے انسان کا اشرف المخلوقات ہونا اسی ثابت ہوتا ہے ۔اللہ تعالی نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے انسان کو مٹی میں دبایا جاتا ہے جنوں کا شعلہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے جانوروں کے تعلق سے حضرت امام جعفر صادقؓ کی ایک نقل ہے کہ کسی نے آپؓ سے پوچھا کہ دنیا میں انسانوں سے زیادہ تعداد جانوروں اور پرندوں کی ہے مگر ان کے مردہ جسم اور لاشے دکھائی نہیں دیتے ؟تو آپؓ نے فرمایا کہ چرند پرند جانور کی جب موت قریب ہوتی ہے تو اللہ کی طرف سے انہیں ہدایت ہوتی ہے اور وہ بلوں میں غاروں میں اور ایسے گڑھوں میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں جہاں کھلا آسمان نہ ہو پھر ان کی موت واقع ہو جاتی ہے اللہ تعالی نے یہ انتظام اس لئے مقرر کر رکھا ہے کہ فضاء آلودہ نہ ہو تعفن اور بدبو نہ پھیلے تا کہ انسان اور دوسرے حیوانوں پر اس کا اثر نہ پڑے ۔یہ پیغام انہیں کس طرح ملتا ہے اس کی مثال سورہ نمل میں ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ''ہم نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی''۔وحی کا معنی پیغام ہے ۔

یہ حقیقت ہے کہ جنوں کے متعلق ہمارے ذہنوں میں دل ودماغ میں صرف نفرت اور بغاوت کا جذبہ پایا جاتا ہے کہ ہر جن ابلیس اور شیطان ہی ہوتا ہے ایسا نہیں ہے ۔کیونکہ ابلیس جس کے اطاعت گزار بہت سارے جنات ہوتے ہیں جنہیں شیطان کہا جاتا ہے اللہ تعالی نے قرآن میں کچھ انسانوں کو بھی شیطان فطرت کہا ہے ۔جس طرح نیک انسان ہوتے ہیں اسی طرح نیک فطرت جن بھی ہوتے ہیں ۔جیسے کہا حضور ﷺ کے پاس جن آئے اور اسلام قبول کیا اور ایمان لائے ۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے خدمت گار جن تھے وہ مددگار تھے شیطان نہیں ۔مہدیٔ موعود علیہ السلام کی بھی جنات نے تصدیق کی تھی ۔کئی ایسے واقعات ہیں کہ

مومن جنوں نے مومن مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ لہذا ہر جن کو شیطان سمجھنا فاش غلطی ہے۔ البتہ اُن کی طبیعت اور فطرت مختلف ہوتی ہے اس طرح تو ہر انسان کی طبیعت بھی مختلف ہوتی ہے۔ جنوں میں ایمان یا اسلام نہ ہوتا تو اللہ تعالی قرآن میں انسانوں کے ساتھ ساتھ بار بار انہیں مخاطب نہ فرماتا۔ قرآن میں کئی جگہ ہم یہ بات دیکھ سکتے ہیں اور سورہ الرحمٰن میں تو مکرر دہرایا گیا ہے کہ اے انس و جن تم اللہ کی کون کونسی نعمتوں کا انکار کرو گے۔ لہذا انسانوں میں مومنوں کی طرح مومن جن بھی ہوتے ہیں۔ ایک جن ابلیس کہلایا اس کا مطلب یہ نہیں کہ سارے جن شیطان بن گئے۔ ہم انسانوں میں کثیر تعداد نافرمانوں مشرکوں کافروں کی ہے بہت کم ایمان والے ہوتے ہیں اور اُن میں بھی متقی پرہیز گار بالکل کم ہوا کرتے ہیں۔

ان چند وضاحتوں کے بعد یہ سوال باقی رہجاتا ہے کہ جن شیطان آسیب خبیث خبایث جادو سحر کا دایرہٗ اختیار کیا ہے؟ اس مخلوق یا اس کی قسموں کا اثر انسان کے جسم یا حواس پر اتنا ہی ہے جتنا کہ مکھی یا وہ زہریلی مکھیاں جیسے ڈراگن فلائی یا بچھو سانپ دوسرے حشرات اور درندے ہوتے ہیں۔ زہریلی مکھیاں کیڑے مکوڑے دیکھنے میں چھوٹے سے ہوتے ہیں مگر انکے کاٹنے ڈنک مارنے کا خوف انسان کے حواس پر چھاجاتا اور اسے سراسیمہ کرجاتا ہے۔ ایسا ہی بچھو سانپ اور حشرات کا پھرتیلا پن لپک انسان کے حواس باختہ کردیتی ہے اور یہی بات درندوں کی بھی ہے حالانکہ انسان کی ذرایوں سے ان پر قابو پالیتا ہے لیکن ان سے خوف زدہ بھی رہتا ہے۔ آسیب جن شیطان چونکہ نظر نہیں آتے وہ نظروں سے غایب رہتے ہیں تو انسان کا ان کے تئیں حساس اور خوف زدہ ہونا ایک فطری بات ہے اور وہ اس قابلیت اور خصوصیت کا فایدہ بھی اُٹھاتے ہیں اور انسان کو تنگ کرتے اور تکلیف پہنچاتے ہیں جب کہ یہ مخلوق اتنی زور آور طاقت ور اور توانا نہیں ہوتی اُن کا حجم Size/volume کسی بھی انسان یا جانور جتنا ہی ہوتا ہے لیکن چونکہ یہ آگ سے بنے ہیں اور دھواں آگ کا ایک حصہ ہے سو یہ دھواں بن کر کبھی سکھڑ جاتے اور کبھی اتنا پھیل جاتے ہیں کہ ایک قوی ہیکل ہیولہ یا دیو ہیکل شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جبکہ انکی طاقت اور توانائی اتنی ہی ہوتی ہے جتنی کسی جانور یا درندے کی ہاں مگر یہ حواس پر چھا سکتے اور انسان کے جسم میں داخل ہو سکتے اور غلبہ حاصل کر سکتے ہیں فحاشی برائی گندگی جہاں ہو یہ وہاں زیادہ ہوتے ہیں۔ قرآنی آیات وظایف آسمانی نازل کردہ کتابوں کے کلمات تنتر منتر کے الفاظ انہیں بے چین کر دیتے ہیں جس طرح پھونک مارنے سے دھواں بکھر جاتا ہے اسی طرح ان کلمات کی آواز سے یہ بکھرتے اور در بدر ہو جاتے ہیں جیسے ٹرین کی تیز سیٹی یا سایرن کی آواز سن کر لوگ چونکے ہو جاتے ہیں ہم میں سے بہت لوگوں نے دیکھا اور محسوس کیا ہوگا کہ کئی آوازیں ایسی ہوتی ہیں جن سے اتنا زور اثر ارتعاش یا لرزہ پیدا ہوتا ہے کہ جسم میں تھرتھراہٹ ہوتی ہے اور کئی بار عمارتوں کے شیشے کھڑ کیا ٹوٹ جاتی ہیں حالانکہ عملی طور پر اس آواز اور شیشہ کا کوئی تصادم نہیں ہوتا۔ جیسے کہ انسان کے کہے اچھے الفاظ دل و دماغ کو خوشی پہنچاتے اور برے الفاظ رنج و غم اسی طرح اچھے کلمات آیات وضایف و دیگر انہیں بے چین کر دیتے ہیں جب یہ بار بار دہرائے جائیں تو ان سے آسیب و شیاطین بھاگ جاتے ہیں۔ مثلاً ہم اللہ کے اسماء کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ اللہ سن رہا ہے کہ وہ تمجید تمجید اور ثنا سے خوش ہوتا ہے درود و سلام حضور

ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے کسی مردہ شخص کو قرآن و درود کا ثواب پہنچایا جاتا ہے اس کا مطلب ہے کہ ان چیزوں کی کوئی حیثیت اور شناخت ہوتی ہے اسی طرح آیات کلمات وضایف کی ایک حیثیت ہے وہ دوسری مخلوقات پر اثر انداز ہوتی ہیں جس کا ہمیں علم نہیں ہوتا قرآن پاک میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ "اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ اللہ کی خشیت (ہیبت) سے ریزہ ریزہ ہو جاتا" مطلب اس کے کلمات و آیات میں بہت زیادہ قوت اور تابکار لہریں نکلتی ہیں جسے سائنس میں گاما ریس کہا گیا جو جسموں کے اندر سے نہیں بلکہ پہاڑوں اور معدنیات کے اندر سے گزرتی ہوئی انہیں زیروزبر کر دیتی ہیں بلکہ ان سے زیادہ قوی لہریں کلام اللہ کی ادائیگی اور استعمال سے نکلتی ہیں۔البتہ جن شیطان آسیب کسی کے قابو میں نہیں ہوتا یہ ایک مفروضہ ہے کہ کچھ لوگ کہتے جن شیطان کو کسی نے قابو میں رکھا ہے۔لیکن جس طرح الفاظ کی ادائیگی سے اچھی بری تحریک ہوتی ہے اسی طرح تحریر یا لکھائی سے بھی تحریک ہوتی ہے۔جادوگر ساحر عامل جو تعویز گنڈے کرتے ہیں وہ یہی ہے کہ کچھ ایسی تحریں ہندسے عدد زاویہ اور زائچے بناتے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر جن شیطان آسیب کو تکلیف رنج ہوتا ہے اور خوشی بھی اسی لحاظ سے عامل اور جادوگر عملیات وسحران سے کرواتے ہیں یا انہیں بھگاتے ہیں جس سے سحر زدہ شخص پر منفی ومثبت اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔لہٰذا ایمان والوں کو ان مخلوقات سے ڈرنے یا خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں لیکن چونکہ انسانی فطرت میں ڈر اور خوف کا عنصر ہوتا ہے اس کا تقاضہ ہے کہ ہم ایسے حالات میں قرآن آیات کلام اللہ ذکر واذکار وظائیف سے اس کو قابو کرنا چاہئے نہ کہ کسی عامل جادوگر ساحر کے چکر میں پڑھ کر اپنا دین و ایمان نہیں گنوانا چاہئے کیونکہ ایسے لوگوں کی جگہ جہنم کے آخر حصہ میں ہوتی ہے جہاں کی گرمی اور تپش سے جہنم بھی اللہ سے دن میں ستر مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔

"مہدیؑ موعودؑ نے فرمایا: ایمان خدا کی ذات ہے" اگر ایمان خدا ہے تو شیطان یا ابلیس شرک وکفر ہوا۔ایسا نہیں کہ ابلیس جن یا شیطان ہزاروں برسوں سے دوڑ دوڑ بھاگ بھاگ کر شرک وکفر و بے دینی پھیلا رہا بلکہ اس کی صفات کا انسانوں میں ہونا بھی شیطانیت وابلیسیت ہے ایک اکیلا ابلیس صدیوں سے دنیا کے ہر کونے میں موجود بھی ہو اور اللہ کی نافرانی پر لوگوں کو اُکسا رہا ہو یہ تو بہت بڑی طاقت کا ہونا ہوا جبکہ مقرب فرشتے جو ابلیس سے کئی گناہ طاقت ور ہیں اُن کو یہ مرتبہ حاصل ہونا چاہے مثلاً دنیا میں لاکھوں اموات ہوتی ہیں ہر گھڑی ہر لمحہ تو کیا بیک وقت حضرت عزرائیلؑ ارواح قبض کر رہے ہوتے ہیں۔اللہ تعالی نے ہر روح کی موت کا وقت مقرر کر رکھا ہے جب اُن کا وقت آن پہنچتا ہے تو حضرت جبرئیل صرف خیال کرتے ہیں وہ روح انسان سے باہر نکل جاتی ہے اسے یوں سمجھیں کہ حضور ﷺ نے لمحہ بھر میں معراج میں آسمانوں کی سیر کر لی تھی۔جب ابلیس کو یہ کمال وقوت ہے کہ وہ سمندر پر تخت بچھائے دنیا کے جنوں شیطانوں سے کام لے رہا ہے تو مقرب فرشتوں کو ایسا کمال کیوں نہیں۔اسے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک ہلکی سی برقی لہر میں دنیا کے لاکھوں کروڑوں موبایل فون بیک وقت مصروف ہیں۔جب اللہ تعالی نے اپنے خلیفوں میں نبی رسول پیغمبر سلامتی کا راستہ بتانے دنیا میں بھیجے ہیں تو ایسا ہی کوئی نظام فرشتوں جنوں شیاطین میں بھی جاری رکھا ہے۔ایمان ایک اکائی کا نام نہیں ہے اللہ تعالی اس کے رسول نبی اس کی نازل کردہ کتابوں فرشتوں جنت جہنم یوم حساب سبھی کا اقرار کرنا ایمان ہے

۔مہدی موعودؑ نے فرمایا: قرآن کو سمجھنے کے لئے ایمان کا نور کافی ہے ۔یعنی جس میں ایمان کا نور نہیں وہ قرآن کو نہیں سمجھ پائے گا' جو کوئی قرآن کو پڑھنے یا پڑھانے کے لئے ازبر کر لیتا ہے وہ ایمان کو حاصل نہیں کر سکتا قرآن شریعت اور احکام پر عمل کرنے کے لئے تو ہے لیکن یہ صرف حصول ایمان کے لئے ہے ۔مدرسے سے سند حاصل کر لینے وعظ و بیان کر دینے یا کوئی کتاب لکھ لینے سے عالم نہیں بن جاتا عالم وہ ہے جو پہلے خود عمل کرتا ہے بعد میں علم کی تشریح کرے۔

حروف ہجا اور علم العداد

عرب میں حرف ہجا سے مخاطب کرنے کا چلن تھا یا نہیں یہ تحقیق طلب ہے مگر مقطعات کے متعلق انہیں علم نہیں تھا۔البتہ یہودیوں کو حروف ابجد سے اعداد نکالنے کا علم تھا وہ اس سے کئی قیاسی اندازے لگایا کرتے تھے۔حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ: ابویاسر بن اخطب یہودی جب گزر رہا تھا تو اس نے سنا کہ حضور ﷺ **الٓمّ ذالک الکتاب** کی تلاوت فرما رہے تھے۔اس نے اپنے بھائی حی بن اخطب سے ذکر کیا جو خود ایک عالم تھا وہ علماء یہود کے پاس گیا 'اس نے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا کیا یہی سنا ہے۔اس کے بعد علماء یہود حضور ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا یہی الفاظ آپؐ کو وحی کئے گئے ہیں؟ آپؐ نے کہا ہاں! تو انہوں نے حروف ابجد کے اعداد کے مطابق الف لام میم کے اعداد نکالے' الف کا 1 لام کا 30 اور میم کے 40 ان کو جمع کر کے 71 عدد نکالے اور کہا آپؐ کے مذہب کی میعاد 71 سال ہے ہم کیوں ایسے قلیل مدت مذہب کو اختیار کریں ۔اس کے بعد آپؐ سے انہوں نے پوچھا اس کے علاوہ اور کچھ نازل ہوا؟ آپؐ نے جواب میں کہا ہاں الیف لام میم صاد' یہود نے حساب لگایا' الف کا 1 لام کے 30 میم کے 40 صاد کے 90 اس کے کل ہوئے 161 بنتے ہیں۔پھر انہوں نے سوال کیا اور کچھ' آپؐ نے کہا الف لام را انہوں نے حساب لگایا الف 1 لام 30 را 200 کل ہوئے 231۔انہوں نے آپؐ سے پھر پوچھا اور کچھ آپؐ نے فرمایا الف لام میم را انہوں نے حساب لگایا الف کے 1 لام کے 30 میم کے 40 اور را کے 200 کل ہوئے 271 یہودی ہر مرتبہ پوچھتے اور کہتے اس مذہب کی عمر اتنی ہی ہے آخر میں علمائے یہود تذبذب میں مبتلا ہو گئے کہنے لگے اے محمد! (ﷺ) ہمیں کچھ علم نہیں ہو رہا ہے کہ آپؐ کو کیا دیا گیا ہے ۔اس کے بعد ابو یاسر جو یہودی عالم تھا کہنے لگا اے محمد! (ﷺ) آپ کو پتہ نہیں کہ 71+161+231+271 =734 بنتے ہیں اسے زیادہ ہم حساب نہیں لگا سکتے ۔یہودیوں میں علم العداد کا چلن عام تھا وہ اس کی بنیاد پر بہت سے قیاسات لگایا کرتے تھے۔حضور ﷺ نے حی بن اخطب یا دوسرے علماء یہود کے ان اعداد و تعداد کی نفی نہیں فرمائی نہ ہی اقرار کیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم العداد کو ایک فن کے بطور جزیرہ عرب میں شہرت حاصل تھی' کچھ علمائے اسلام کا خیال ہے کہ اگر ان اعداد و تعداد کا کوئی تعلق نہ ہوتا تو یقیناً سید الانام ﷺ ان علمائے یہود سے گفتگو ہی نہ فرماتے ۔یہاں چونکہ حضور ﷺ کا سورۃ بقرہ کا تلاوت کیا جانا بتا رہا ہے کہ یہ واقعہ مدینے کا ہے جہاں یہ سورہ نازل ہوئی اور آپؐ کی نبوت کو جزیرۂ عرب میں شرف قبولیت حاصل ہو چکی تھی' تبھی تو علمائے یہود آپؐ کی نبوت کی میعاد بتا رہے تھے۔

حکیم ترمذی کا کہنا ہے کہ فواتح القرآن مخفف الفاظ ہیں انہیں اُمت کے حکماء کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔اس کا مطلب یہ ہوا اُمت کے حکماء جانتے ہیں کہ مقطعات کیا ہیں یہاں پر حکیم اور طبیب کے فرق کو جاننا چاہئے۔طبیب دوا کو جانتا ہے دوا دیتا ہے جیسے آج کل کیمیسٹ سے دوالے کر کھالی۔مگر حکیم وہ ہوتا ہے جو مرض کی اصل دوا اور اس کی مقدار اس کے نفع ونقصان کو جانتا ہے جیسے ڈاکٹر۔اُمت کے حکماء عالم ہونے کے ساتھ معرفت الٰہی سے بہرور ہوتے ہیں جنہیں اولیاء کہا گیا ہے۔اور جو صرف ظاہری دینی علوم مدرسہ یا مکتب سے حاصل کرتے ہیں جو شہرت کے ساتھ متاع دنیا کی طلب رکھیں وہ ان کیمسٹ ڈگرسٹ کی طرح ہوتے ہیں جو دوا تو فروخت کر رہے ہیں مگر اس کے نفع ونقصان کا انہیں اندازہ نہیں ہوتا انہیں بس اپنی دکان چلانا ہے۔نہ وہ مقطعہ کے ظاہر سے واقف ہیں اس کے باطنی فوائد یا ان کے غلط استعمال کی رجعت سے واقف نہیں ہوتے۔حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ یہ فواتح فرشتوں کے نام ہیں میں نے کچھ خاص طریق پر ان مقطعات کے ذریعہ ان فرشتوں سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہیں ہوئی البتہ! اتنا ضرور ہوا کہ اس طرح کچھ معنی معلوم ہو گئے جو اس سے پہلے میرے علم میں نہیں تھے۔مگر اتنا اندازہ ہوا کہ فرشتے میرے استاد ہیں جو مجھے تعلیم دے رہے ہیں۔جب کبھی میں نے ان مقطعات کا ورد کیا ایسا لگا کہ صدا دے رہا ہوں اور مجھے جواب دیا جا رہا ہے۔شیخ ابوالحسن کہتے ہیں کہ ''حٰـــمٓ'' میں دو 2 اسرار ہیں جو انسان کے اندر سے ایک روشنی پیدا کرتے ہیں۔اور کہا ہندسہ 70 کی حرمت وتقدس جو یٰـس کے ی کے 10 اور سین کے 60 ہیں اس سے کل 70 بنتے ہیں جو حرف ''ع'' کا عدد ہے اور عین کے معنی بصیرت اور دیدار کے ہیں۔اور اللہ کا نام علیم جو ہے وہ علم سے بنتا ہے اور حرف ''ف'' کا عدد 80 ہے۔علم یعنی ''ف'' سے فاتحہ اور یہ اسرار اللہ کی جانب سے محمد کی طرف ہے یہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان مخفی اسرار ہیں۔ان اقوال کے بعد دیکھیں ایک حرفی الفاظ ''ص' ق' اور ن'' 3 ہیں۔دو حرفی ''طٰه' یٰس' طٰس' حٰمٓ 4 ہیں۔تین حرفی ''الٓر'' الٓمٓ طٰسٓمٓ'' اور عٓسٓقٓ 5 ہیں چار حرفی الٓمٓر الٓمٓصٓ 2 اور پانچ حرفی کٓهٰیٰعٓصٓ 1 ہے۔ان میں حٰم دو حرفی اور عٓسٓقٓ تین حرفی دونوں کو ملا دیں تو 5 حرف بنتے ہیں یہ دونوں سورۃ الشوریٰ میں آئے ہیں جو ۴۲ ویں سورہ ہے۔ان تمام میں 5 کٓهٰیٰعٓصٓ حٰم 2 اور عٓسٓقٓ 3 مقطعہ کی جمع 10 بنتی ہے اس کا حاصل 1 ہے۔رحمٰن رحیم قدوس ستار جبار علیم حکیم ہونا صفات ہونے کی وجہ سے اسماء الحسنٰی ہیں مگر ھو اللہ رب کی طرح حٰـمٓ مقطعہ اسم ذات ہوا چونکہ یہ دوسرے اسماء ذات سے مختلف ہے اور اسماء الحسنٰی کا حصہ نہیں ہے جبکہ ھواللہ رب اسماء میں شامل ہیں یہ حٰـمٓ اعلیٰ و ارفع کیفیت کا حامل ہے۔ہمیشہ زندہ رہنا ہمیشہ قائم رہنا یہ صفت سوائے قادر مقتدر اللہ جل جلالہ خالق ومعبود ہی کی ہے یہ دو صفات مخلوقات میں نہیں پائی جاتیں اس لئے ذات حق سے وابستہ ہیں وہ ذات حٰـــمٓ ہے حیُ ح سے شروع قیوم میـــم پر ختم۔کٓهٰیٰعٓصٓ صرف یہ واحد ہے باقی جمع میں ہیں۔

انسانی فطرت ہے کہ جب واقعہ بیان کرتا ہے اسے چند ایک مضامین یا نشست میں پورا کر دیتا ہے۔انسانوں کی فطرت ہے کہ جب کوئی کتاب لکھی جاتی ہے یا زائچہ یا نقشہ بنایا جاتا ہے تو اس لفظ بلفظ درجہ بہ درجہ ابتدا سے انتہا کی طرف لکھا یا بنایا جاتا ہے

لکھائی میں اگر اسے کہیں تو اسکرین چلے کہتے ہیں ۔قرآن کا یہ معجزہ ہے کہ اس کی سورتیں اور آیات کسی وقت کہیں اور نازل ہوئیں مگر ان کی ترتیب اس طرح رکھی گئی ہے کہ قرآن پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ قرآن کا نزول اسی طرح ہے جبکہ علما یا دس فیصد افراد ہی نزول کی حقیقت سے واقف ہیں ۔جبکہ وحیٔ الٰہی کا نزول بالکل الگ ڈھنگ سے ہوا ہے ضرورت حالت موقع مقام اور عمل کے لحاظ سے ایک ایک آیت حکم یا واقعہ کا نزول ہوا ۔پھر انہیں اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ الگ الگ مضامین یا سورتوں میں ترتیب سے مرتب کیا گیا تاکہ انسانی فطرت انہیں آسانی سے سمجھ لے ۔لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ جو روایتیں صحابہؓ سے منقول ہیں ان کے مطابق کبھی کسی وقت ایک آیت یا حکم کا نزول ہوتا ہے وہ سلسلہ وہیں پر رک جاتا ہے پھر دوبارہ اسی آیت یا حکم کو مکمل کر دیا جاتا ہے یہ کام ابتدائے وحی کے پہلے دن سے شروع ہو گیا ۔پہلی وحی سورۂ العلق کی پانچ آیات نازل کیں اسے وہیں روک کر سورہ قلم نازل ہوا' پھر دوبارہ سورہ علق مکمل ہوا ۔اس طرح جو بات جس طرح جہاں اور جیسے بتانی تھی بتائی گئی مگر! جب قرآن مرتب ہوا تب حضور ﷺ نے اسے اسی ترتیب میں محفوظ کروایا جو آج موجود ہے ۔کوئی بھی چیز جب کبھی کسی کو دی جاتی ہے تو دینے والا جانتا ہے کہ وہ کس کو کیا دے رہا ہے اور لینے والے کی استطاعت کتنی ہے حضور نبی کریم ﷺ صحابہؓ کو قرآن کا درس دیتے یا شریعت کے اصول بتاتے جو احادیث میں وارد ہیں تو آپؐ جانتے تھے کے کس صحابیؓ میں کتنی استطاعت ہے یا ان میں وہ کیا خصوصیت ہے جس کی تعلیم دی جائے یعنی جو باتیں حضرت علیؓ کو بتائی گئیں وہ حضرت صدیقؓ یا حضرت عمرؓ کو ذاتی طور پر نہیں بتائیں اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کو بتاتے وہ دوسرے صحابہؓ کو نہیں بلکہ انہیں عامیانہ تعلیم ہوتی تھی ۔ورنہ حضرت ابو ہریرہؓ ہرگز نہ کہتے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے کچھ باتیں ایسی بتائیں کہ اگر ان کا اظہار کروں تو میری گردن کاٹ دی جائے گی ۔بہرہ محمد یا فیض محمدؐ ہر کسی کو ایک جیسا نہیں ملا یہی بات مہدیٔ موعودؑ کے تعلق سے بھی کہی جائے گی اور آپؑ کے بعد بھی یہی بات ہے کہ بہرہ دینے والے کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کیا دے رہا ہے اگر ایسا نہیں ہوتا تو یہ محض ایک رسم ہے' رسم کو دین میں بدعت مانا گیا ہے' اور یہ بات یقینی ہے کہ اگر بہرہ دینے والا مخلص اور معرفت الٰہی سے آگاہ ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ بہرہ دیا گیا ورنہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ سالک نے رسم ادا کر دی (تصوف میں سالک اس کو کہتے ہیں جو خدا کی قربت بھی چاہے اور معاش کی فکر بھی رکھے) نماز قرات قرآن ذکر اسماء الحسنیٰ یا مقطعات کی ادائیگی میں ان کیفیات کو بخوبی محسوس کیا جا سکتا ہے ۔قرآن کی حقیقت سے آگاہی کے لئے کسی ظاہری اور خارجی تحریک کی ضرورت نہیں ہے اگر انسان شریف النفس ہے تو قرآن اپنی بات اُس سے منوالیتا ہے ۔اس کی مثال ایک محمد مرماڈوکے پکتھل ہے جس نے قرآن کا منظوم طرز پر ترجمہ کیا جو کہ بذات خود ایک عیسائی تھا سارا قرآن ترجمہ کرتے ہوئے جب سورۃ التکاثر پر پہنچا تو اس کے دل نے کہا کہ جو کتاب آج ہونے والے واقعات کی نسبت چودہ سو برس پہلے بیان کرتی ہے وہ واقعی اللہ کا ہی کلام ہے لہٰذا وہ اور اس کی بیوی جو ترجمہ کرنے میں اس کی مددگار تھی دونوں نے اسلام قبول کرلیا ۔اس کی دوسری مثال ایک فرانسیسی میوزک ڈایرکٹر ماوریث جارے ہے جو ایک یہودی تھا جس نے میوزک کے شوق میں اپنی اعلیٰ تعلیم چھوڑ دی بعد میں جس نے لارنس آف عریبیا' عمر مختار' ڈاکٹر زیوا گو' پیسیج ٹو انڈیا' فلم کی میوزک دی بعد میں اسلام

پر بنی فلم دی میسیج کا میوزک کمپوز کیا،لیکن جب اُس نے دی میسیج کی میوزک کمپوز کرنے عرب ممالک کا دورہ کیا تا کہ ماحول کو سمجھے تو وہ اسلام سے متاثر ہوگیا اور قرآن کے مطالع کے بعد اسلام قبول کرلیا اور ترکی میں رہائیش اختیار کرلی اور ۲۰۰۹ میں وہیں انتقال کیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو شریف النفس ہوتے ہیں انہیں اسلام کی حقانیت اثر کرجاتی ہے اسی طرح تعلیمات مہدی موعود کا معاملہ ہے کیونکہ یہ تعلیمات حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقی زندگی کا آیینہ ہیں ۔ جسے خلیفۃ اللہ مہدی موعود میراں سید محمد جونپوری کے ذریعہ نویں صدی ہجری میں دوبارہ عملی طور پر بتایا گیا۔

دنیا میں جتنی کتابیں لکھی گئیں ہیں ان کا بیان سلسلہ وار ہوتا یہ اُصول تحریر ہزاروں سالوں سے چلی آرہی ہے ان میں تھوڑی بے ترتیبی سے انسان اُلجھ جاتا ہے ذہنی خلجان میں مبتلاء ہوتا ہے ۔صرف قرآن کی سورۂ فاتحہ اور سورۃ الانعام ایک مرتبہ یا یوں کہیں ایک نشست میں نازل ہوئے باقی تمام کی تمام سورتوں میں کبھی چند آیات کبھی ایک آیت یا حکم یا معاملہ اور واقعہ بیان ہوا ہے ۔ انبیاء کے قصص میں تو یہ حیران کن حقیقت ہے مثلاً حضرت موسیٰ کا قصہ قرآن میں بہت زیادہ بیان ہوا ہے لیکن کہیں واقعہ کا ایک حصہ یا منظر نامہ ہے کہیں اور کچھ ہے کہیں ایک مکالمہ ہے اس طرح حضرت موسیٰ کا بیان لگ بھگ 135 جگھوں پر بیان ہوا ہے مگر حیرت ہے کہ قرآن کا قاری یا اسے پڑھنے والا یا مطالع کرنے والا نہ بے چینی محسوس کرتا ہے نہ اُلجھن بلکہ آسانی سے بات کو سمجھتا چلا جاتا ہے ۔ یہ بات توریت وزبور اور انجیل کے بیانوں میں بھی کچھ حد تک دیکھنے کو ملتی ہے مگر جہاں انسانوں نے دخل اندازی کی ہے محسوس ہونے لگتا ہے کہ گڑبڑ ہوئی ہے ۔ **یہی اُصول اور طریقہ مہدی موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے بیان میں اختیار کیا گیا ہے ۔آپؑ نے چودہ سورتوں میں اٹھارہ آیات دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی ہیں حیرت یہ ہے کہ ان کے بیان اور تسلسل میں بے ضابطگی یا اُلجھن کا احساس نہیں ہوتا بلکہ یہ تمام آیات ایک دوسرے سے منسلک اور مربوط نظر آتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے ان کی کڑیاں ایک دوسرے سے ملی نظر آتی ہیں جس خالق کل نے اللہ کے رسول ﷺ پر وحی کا نزول کیا اسی خالق نے آپؑ کے تابع مہدی موعود پر لقاء سے حکم دیا ہے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے ۔اس طرح بھی حضرت مہدی موعود علیہ السلام جو سید محمد نپوری کا مہدی حق ہونا ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ خلیفۃ اللہ ہیں** ۔ جب ہم جیسے بے بضاعت لوگ قرآن کے نزول اور ترتیب کے بارے میں سوچ سکتے ہیں تو کیا خلیفۃ اللہ کو اس کا علم نہ ہوگا ،مگر دیکھیے سُنت رسول ﷺ کا پاس ولحاظ کس طرح رکھا گیا ہے کہ مہدی موعود علیہ السلام نے جن آیات کا ثبوت دیا ترتیب قرآن سے ہی دیا جس طرح اللہ کے رسول نے ترتیب رکھی ہے ۔

دعویٰ مہدیؑ کی حقیقی بنیا قرآن مجید ہے

زمین پر آدمؑ کے اُتارے جانے کے بعد ان کی اولادوں کی ہدایت اصلاح وتبلیغ کے لئے زمین کے ہر قطعے میں وقتاً فوقتاً نبی رسول پیغمبر بھیجے جاتے رہے اور آخر میں خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا گیا ایک آخریں شریعت قرآن کے ساتھ آپ ﷺ کے بعد قیامت کا اعلان بھی ہوگیا ابتدائے نبوت میں ہی قیامت کے متعلق بتا دیا گیا سورہ مزمل میں جو نزول قرآن

کی تیسری 3 سورہ تھی۔اس کے بعد سورہ قیامہ نزول 31 میں قرآن کے بیان کرنے کا وعدہ کیا گیا اور سورہ فاطر نزول 43 میں اللہ کی کتاب قرآن کے ایک وارث اور اُس کی قوم کو بھیجے جانے کا وعدہ کیا گیا۔ **سوال یہ ہے کہ جب نبوت کی خاتمیت کا اعلان کردیا ؟ آخریں شریعت قرآن نازل ہو گیا؟ سنت محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا کا طرز معاشرت قرار دے دیا گیا؟ تو پھر اس کے بعد ایک "مہدی" کے بھیجے جانے کا وعدہ کیوں؟ جو خلیفۃ اللہ ماموُر من اللہ مبین کلام اللہ ہوگا۔اسی میں دین ایمان کا بنیادی نکتہ پوشیدہ ہے۔** اور اس مہدی کی خصوصیت یہ کہ تمام مبلغ مصلح کو نبی رسول پیغمبر کہا اور صرف ایک خلیفۃ کو "مہدی" یعنی ہدایت یافتہ کہا۔جبکہ انبیا و مرسلین کو ازخود ہدایت یافتہ کر کے بھیجا جاتا ہے۔مگر اُس آخری خلیفۃ اللہ کو ہی "ہدایت یافتہ" یعنی مہدی کیوں کہلوایا گیا اپنے رسول کے ذریعہ۔یہ امر غور طلب ہے۔اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اس مہدی کے پاس پہلے سے اللہ کا حکم نامہ قرآن موجود تھا جس میں خود مہدی موعودؑ کی نشانیاں اور آثار بیان ہو چکے تھے صرف اتنا کیا گیا کہ اس آیت کا حکم تمہارے لئے ہے یہ آیت تمہارے لئے ہے ۔لہٰذا امیراں مہدی موعودؑ نے جب اپنے دعویٰ کی آیات پیش کیں تو کہا کہ "اللہ کا فرمان" ہوتا ہے "اللہ کا" حکم ہوتا ہے کہ تم مہدی ہو یعنی اس قرآن کی حقیقی "ہدایت" تم کو فطرتاً دی جاچکی ہے۔لہٰذا اُمت کی اصلاح و تبلیغ کرو یہی بات تھی کہ "مہدی" کے لقب سے پیغمبر آخرالزماں محمد الرسول اللہ ﷺ نے آپؑ کے بھیجے جانے کا وعدہ کیا۔دنیا میں جتنے انبیا پیغمبر کتاب و صحیفہ لائے اُنہیں ایک مدت بعد کتاب اور نبوت دی گئی مگر "مہدی موعودؑ" آخرالزماں کو پہلے سے قرآن اور سنت محمد رسول اللہ ﷺ کے تابع کیا گیا تھا یعنی پیدائش کے پہلے "ہدایت" کا انتظام پہلے سے موجود تھا اسی لئے سورہ ھود آیت 17 میں کہا گیا کہ "پس جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل (قرآن) پر ہو کیا اس کے برابر دوسرے عام لوگ ہوسکتے ہیں؟۔اور سورہ الرحمٰن میں کہا گیا کہ "علم القرآن خلق الانسان" قرآن کا علم اور اُس کا بیان اُس "مہدی" و ہادی کے ذمہ ہے۔

دنیا میں ہر زمانے میں انبیا و مرسلین بھیجے جاتے رہے ہیں اور اُن میں بڑے عظیم المرتبت پیغمبر گزرے ہیں مگر! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہی خاتم الانبیا ہونا کیوں قرار پایا؟ آپ ﷺ کو ہی سردار الانبیاء حبیب خدا کیوں کہا گیا؟ کیوں کہ ہر شئے کی ایک انتہا اور منہاج ہوتی ہے رسالت و نبوت کی منہاج محمد الرسول اللہ ﷺ ہیں۔فرشتوں اور آدمؑ سے لیکر تمام مخلوقات میں اللہ تعالی کی عظمت ربوبیت اور کبریائی قدرت کا اظہار اور ذکر ہوتا رہا مگر زمین و آسمان میں ختم رسالت و نبوت کے بعد خالق کائنات اللہ رحمٰن رحیم کی عظمت بزرگی برتری کا اظہار ہادی و مہدی موعود کے ذریعہ کیا گیا مگر!! تابع محمد ﷺ خاتم الانبیا کے ذریعہ جو خلیفۃ اللہ ہے یہی بات ہے ذات احدیت کے اظہار کو ہدایت آخریں مہدی کے ذریعہ کیا گیا کہ ذات واحد و لاشریک اللہ رحمٰن رحیم کے سوا سب کچھ فانی ہے وہی ایک باقی رہنے والی ذات ہے۔اُسی کا مظہر اور پرتو حاضرات و مخلوقات ہیں جو نظر تو آتے ہیں مگر فانی ہیں صرف ذات واحد و لاشریک کو بقا ہے یہی بات ختم رسالت و نبوت کے بعد ختم ولایت یا ختم معرفت الٰہی کی تعلیم کے ذریعہ اظہار ہوا "طلب دیدار" کی تعلیم کے ذریعہ۔

امام مہدی کی فضیلت کے متعلق امام سیوطی نے الحاوی جلد۲ صفحہ۹۳ پر مصنف ابن شیبہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جس میں ابن سیرین کا قول ہے کہ "اس اُمت میں ایک خلیفہ ہوگا جس پر حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو بھی فضیلت نہ ہوگی۔ یہیں ضمرہ کی سند سے ابن سیرین سے منقول ہے کہ فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ﷺ نے جب فتنوں کا زمانہ آئے تو تم اپنے گھروں میں بیٹھ جاؤ یہاں تک کہ ابوبکرؓ وعمرؓ سے بہتر آدمی کے آنے کا سن لو۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا ان دونوں سے افضل کوئی شخص آئے گا؟ تو فرمایا وہ تو بعض انبیاء پر فضیلت رکھتا ہوگا۔

انسانیت نے موت حیات جہنم جنت پر ایمان ہونے کے دنیا کی زندگی کو ہی اہمیت دی ہے اور عقبیٰ کو بھلا رکھا اللہ تعالی کے صحایف آسمانی میں مکرّر سکرّر یاددہانی کے باوجود کہ انسانوں اور جنوں کو صرف اللہ کی بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے مگر ظاہری عبادات اور اعمال کو ہی دین سمجھ لیا بندگی کا مطلب خدا کی غلامی ہے نہ کہ صرف ظاہری اعمال کا سدھر جانا بلکہ باطن کو پاک اور مطہر کرنا تا کہ اللہ کے حضوری اور نیابت کے قابل بنیں۔ مسلمانوں نے ظاہر تو سنوار لیا باطن پراگندہ ہی رہا یہ آج بخوبی دیکھا جاسکتا ہے کہ آٹھ ارب کی دنیا کی آبادی میں مسلمان صرف ڈیڑھ ارب ہیں کیونکہ مسلمانوں نے اپنے کردار واعمال کو اُس طرح نہیں ڈھالا جس طرح اللہ اور اُس کے رسولؐ نے بتایا تھا تا کہ دنیا میں شرافت کا بول بالا ہو یہی وجہ تھی کہ مہدی موعود آخر الزماں کے ذریعہ تقوی توکل ہجرت ظاہری وباطنی ترک حب دنیا ترک علایق ذکر دوام صحبت صادقین کے ذریعہ طلب دیدار یا معرفت الٰہی کا تعلیم اور طریقہ سکھایا گیا۔ مہدی موعودؑ کا مبعوث کیا جانا انسان کی باطنی طہارت اور شرافت کے لئے ہے تا کہ حضور رباری میں مطہر ہو کر حاضر ہو نہ کہ کثافت وغلاظت کے ساتھ۔ چار صدیوں تک مہدویہ بزرگوں نے اس کردار کو خوب اچھی طرح نبھایا لیکن آج مہدویوں میں بھی انا خودنمائی داخل ہو چکی ہے جو کہ بے دین جماعتوں اور تصوف کی بدعتوں سے متاثر ہونے کی وجہ سے ہے۔

توریت زبور اور انجیل کے نزول کے بعد کسی بھی خلافت اللہ کے دعوے کی بنیاد اُن آسمانی صحیفہ کے نزول میں اس خلافت اللہ کی شہادت کا ہونا قرار پایا ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اُن آسمانی صحایف میں کبھی "فارقلیط" کا بیان ہوا ہے کبھی "احمد" کا بیان ہوا ہے کبھی "فاران کی چوٹیوں سے اس خلافت کا قدسیوں کے ساتھ آتشی شریعت کے ساتھ آنا بیان ہوا ہے اس طرح کے اشارے اور شہادتیں دی گئی ہیں اُمتوں کو تا کہ جب بھی اُس خلافت اللہ کی بعثت ہو اُمتیں اُس اللہ کے خلیفہ اور نبی رسول کی شناخت ان صحایف کی بنیاد پر شہادت آسمانی سے کر لیں۔ قرآن مجید جو اللہ کے رسول نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا کئی بار ان صحایف کا حوالہ اور اشارہ دیا گیا ہے اور خود نبی کریم ﷺ نے سابق انبیاء کی تائید اور تقدیس بیان کی ہے اور خود کا ان کے سلسلے میں ہونا بیان کیا ہے اور خصوصی طور پر دین حنیف کی اتباع کرنا جو کہ اپنے جد امجد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہونے کا ذکر کیا ہے۔ یہی ضابطہ اور اُصول خلیفۃ اللہ مہدی موعود آخر الزماں کے لئے بھی ہے جس کا بیان سورہ یوسف کی ۱۰۸ویں آیت میں من اتبعنی کے طور پر کیا گیا۔ اس کی مزید وضاحت کے لئے اللہ تعالی نے بینه ، من م بلغ ، خلق الانسان ، اورثنا الکتاب کے القاب وخطابات

سے کیا ہے۔اگر مہدی موعود علیہ السلام حضرت میراں سید محمد مہدیؑ موعود جونپوری کی تیئیس 23 سالہ ہجرت و دعوت مہدی کے احوال کا جائزہ لیں آپؑ نے اپنے دعوی کی بنیاد قرآن مجید کی آیات پر ہی رکھی ہیں۔آپؑ نے پہلے دعوی مکہ کے بعد مباحث مناظر اور دعوی کی شہادت میں قرآنی آیات کو ہی پیش فرمایا' بہ وقت ضرورت احادیث کا مثبت جواب سایل کے سوال کرنے پر دیا ہے مگر جب بھی شہادت پیش کی قرآن سے پیش کی ہے۔جب ہم مہدویہ اسلاف کی روایتوں اور تحریروں کا جائزہ لیتے ہیں تو وہاں پر ہمیں صرف تعلیمات مہدی پر عمل پیرا ہونے کی روایتیں حالات اور واقعات نظر آتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے لئے دعوی مہدی کی شہادت حق' حقیقت پر مبنی تھی کیونکہ وہ اس کے عینی گواہ تھے ان کے لئے مصدقوں کی تعلیم وتربیت ضروری تھی ان علمی و منطقی مباحث سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا وہ عمل اور صرف عمل پر اپنی توجہ مرکوز کئے ہوئے تھے۔مگر پچھلی صدی ہجری کے بعد اسلام میں جب صرف ظاہری علم و عمل کی جماعتوں کا زور ہونے لگا تو ضرورت تھی اُن قرآنی شہادتوں سے دعوی مہدی کو پیش کیا جاتا لیکن! اس دور میں اس حقیقی شہادت کو نظر انداز کیا گیا اس سلسلے میں ہمیں صرف ایک کتاب ''بشر دہ آیات'' میاں عبدالغفور سجاوندیؒ کی ملتی ہے اس میں بھی مختصر وضاحت ہے۔مگر میاں حضرت نے بے مثال کام کیا ہے کیونکہ جس طرح ہمارے مذہبی وعقایدی کتابیں بہت کم دستیاب ہیں اگر میاں کی یہ کوشش نہ ہوتی تو ہمیں معلوم ہی نہ ہوتا کہ مہدیؑ موعودؑ کے ان قرآنی ثبوتوں کا اگر کہیں کسی کتاب میں اکا دُکا آیات کے حوالے مل بھی جاتے تو ہم انہیں یوں ہی نظر انداز کر دیتے جس طرح اس قیمتی اثاثے کے ہونے پر بھی ہماری نظر نہیں جاتی۔اور مخالفین ومعاندین کے فتوؤں پر جو جوابات دئے گئے ان میں خصوصاً مقدمہ سراج البصار اور کحل الجوہر میں بھی احادیث اور روایت ہی سے بحث کی گئی ہے ان قرآنی شہادتوں سے کوئی وضاحت نہیں ہے حالانکہ حقیقی شہادت قرآنی ہونی چاہیے تھی۔ہم نے یہاں مختصر کوشش ضرور کی ہے انشاءاللہ آیندہ کے علماء و محققین اس طرف ضرور توجہ دیں گے۔ احادیث حق ہیں لیکن ان میں علماء نے کلام کیا ہے مگر قرآن پر کلام نہیں کیا جاسکتا احادیث میں کئی موقعوں پر صحابہؓ کی مختلف آراء ہیں اور ان میں مباحث بھی بہت ہیں احادیث کو کئی وجوہ سے اپنے عقاید اور بیان کے لئے استعمال کیا گیا ہے مگر قرآن کے ساتھ ایسا کرنے کی کسی کی جراءت نہیں ہے۔

یہاں مہدیؑ موعودؑ کے دعوی کے ایک اہم گواہ حضرت شیخ دانیالؒ کا ذکر ضروری ہے۔مہدویہ واقعہ نگاروں نے حضرت دانیالؒ کا امام علیہ السلام کی تسمیہ خوانی میں موجودگی کا ذکر کیا ہے اس سے پہلے آپؑ کی پیدائش پر مہدیؑ کے والد کو اپنے فرزند کے خصوصی احوال کے ہونے کے وارد ہونے کا ذکر ہے اور مدرسہ میں داخلے پر مہدی موعودؑ کے بھائی امیر سید جلال الدین کو آپؑ کا مقام ومرتبہ بتانے اور احترام کرنے کا ذکر ہے اور اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ کھوکھری مسجد لے جانے اور امانت رسول ﷺ حوالے کرنے کے گواہ کے بطور ذکر ہے۔اس کے بعد آپؒ کا تذکرہ کم یابالکل بیان نہیں ہوا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہدی موعودؑ کو مدرسہ سے اسدالعلماء کہلائے جانے سے پہلے بذریعہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت دانیالؒ کی گواہی میں منصب خلافتہ اللہ کے بارے میں بتادیا گیا تھا ! ۔حضرت خضر علیہ السلام کا اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں ایک گواہ حضرت

پیغمبر کے پیدا ہونے کی بشارت ایک رسول جبریل کر رہے ہیں، رسول معنی اللہ کا رسالہ یا پیغام پہنچانے والا۔ معنی جو اللہ کی طرف سے موسیٰ کے ساتھ حضرت یوشع بن نونؑ کا ہونا بیان ہوا ہے، جب حضرت موسیٰ اللہ کے خاص بندے کی تلاش میں اللہ کے حکم سے نکلے تھے جہاں آب حیات کا معاملہ بھی پیش آیا تھا۔ حضور ﷺ کے وصال کے وقت حضرت خضرؑ کا آنا اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کا ان کو پہچان لینا روایت میں ہے۔ اب رہی بات حضرت شیخ دانیالؒ کی اسی طرح حضور ﷺ کی نبوت سے پہلے آثار وشمائل نبوت کے گواہ ورقہ بن نوفل رہے ہیں۔ جو حضرت خدیجہؓ کے رشتے میں بھائی تھے اور توریت وزبور کے عالم بھی، انہوں نے ابتدائے نبوت میں ہی کہہ دیا تھا کہ محمدؐ کو نبوت عطا کی گئی ہے کیونکہ فرشتہ ناموس حضرت جبریلؑ نبیوں کے پاس ہی آتے رہے ہیں۔ اور انہوں نے کہا کہ محمدؐ کی قوم ان سے دشمنی اور مقابلہ کرے گی، کاش میں اُس وقت زندہ رہوں تو ضرور ان کی مدد کروں۔ مہدی موعود تابع رسول اللہؐ ہیں لیکن معرفت الٰہی کے مبین جیسا کہ سورہ رحمٰن کے شروع میں کہا، اس سے مہدی کا مرتبہ نا بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے جو کام اللہ تعالیٰ نے جس کے سپرد کیا ہے وہی اس کا ذمہ ہے، مثلاً حضرت موسیٰ ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت خضرؑ کا قرآن میں نام بھی نہیں لیا صرف ''ہمارا بندہ'' کہا باوجود اس کے وہ معلم موسیٰ کہلائے گئے۔ مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا ''خدا بننا آسان ہے بندہ بننا مشکل ہے'' وہ یہی بات ہے کہنے اور کرنے کا فرق ہے بندہ بن کر اطاعت وبندگی اللہ کی کرنا بڑا مشکل کام ہے کہنے کو فرعون و نمرود نے خود کو خدا کہہ دیا مگر باقی ہی نہ رہا فنا ہو گیا۔

میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام خلیفۃ اللہ نے خلافۃ اللہ کے تمام احوال کے آپؑ پر ظاہر ہو جانے کے خاموشی اختیار کی پہلے آپ کا عقد ہوا اس کے بعد 28 برس کی عمر میں جذبہ حق طاری ہوا، اور چالیس برس کی عمر میں جب جذبہ حق سے فارغ ہوئے تو ہجرت اختیار کی پہلے مقام دانا پور میں ہی بی بی الہ دیتی کو حق کے جانب سے معلوم کرایا گیا کہ آپؑ کے شوہر کو مہدی موعود مبعوث کیا گیا ہے وہ بھی خاموش رہیں اس کے بعد کسی وقت میراں علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا تو آپؑ نے فرمایا حق ہے مگر وقت یا حکم نہیں ہوا اور یہ گفتگو بندگی سید محمود اور بندگی شاہ دلاور نے بھی سنی اور بیعت کا ارادہ کیا تو آپ علیہ السلام نے انہیں بھی یہی کہا کہ حکم نہیں ہے۔ حضرت بی بی مریمؑ کو بھی حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بتایا گیا تھا کہ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ صلے لِاَهَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا (سورہ مریم 19) اس نے (جبرئیلؑ نے) کہا اس کے سوا نہیں کہ میں بھیجا ہو رسول ہوں تیرے رب کی طرف سے تا کہ عطا کروں تجھ کو ایک پاکیزہ لڑکا۔ (یہاں جبرئیلؑ خود کو **رسول** کہہ رہے ہیں جو اللہ کا بھیجا ہوا ہے) یعنی ایک نبی اور اللہ کی بھیجا جاتا ہے وہ رسول ہوتا ہے چونکہ نبوت کی خاتمہ کا اعلان ہو چکا تھا اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے مہدی موعودؑ کو خلیفۃ اللہ کہا۔ اور آثار وشمائل سے لوگوں میں آپؑ کے مہدی موعود ہونا عوام میں مشہور ہو رہا تھا اور کئی علمائے کبار اور اولیائے کاملین نے قبول کیا کہ یہ ذات مہدی ہے، مگر آپ علیہ اسلام نے دعویٰ نہیں کیا اور جب مکہ مکرمہ پر گئے تو دعویٰ مہدی کیا اس وقت تک آپؑ کو خطہ ہند میں رسم وبدعت سے منع کرنے اصلاح اُمت میں 13 برس گزر چکے تھے۔ مکہ کے بعد دو دعوے کئے ان میں بڈلی کے دعویٰ میں اعلان کیا کہ

میں لسان شریعت کے مطابق مہدی موعود آخر الزماں ہوں۔اسی کے ساتھ پہلے دعوے کے ساتھ ہی قرآن مجید سے اپنے دعوے کے دلایل وشواہد دینے لگے۔آپؑ کا دعوی 53 برس کی عمر میں ہوا یعنی پوری طرح آپؑ پر حق کے ظاہر ہونے کے بعد اللہ کے حکم سے دعوی کیا۔اگر ان 53 برسوں میں مدرسہ کی تعلیم کے 13 برس منہا کر دیں تو بھی 40 چالیس برس ہی قرار پائیں گے جب کہ آپؑ نے 40 برس کی عمر میں ہی ہجرت اختیار کی جذبہ حق سے فارغ ہونے کے بعد۔اس طرح ہجرت سے چالیس برس پہلے آپؑ کو ہدایت کے لئے منتخب کئے جانے کا علم تھا باوجود اس کے 53 برس کی عمر میں جب تک اللہ کا حکم نہیں ہوا دعوی نہیں کیا۔آپ علیہ السلام کے متبوع حضور نبی کریمﷺ کو بھی پہلی وحی کے بعد جب تک سورہ مزمل/مدثر میں برملا اعلان کا حکم نہیں ہوا آپﷺ نے کھلے عام نبوت کا اعلان اور تبلیغ کا آغاز نہیں کیا۔حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ہارونؑ حضرت سلیمانؑ کے باپ مشہور پیغمبر و رسول تھے اس لئے انہیں کسی نئی شریعت نافذ نہیں کرنی تھی اور قرآن میں 25 برگزیدہ پیغمبروں میں ان کے نام ہیں۔رسول اللہﷺ نے مہدی کو خلیفۃ اللہ کہا ہے جو عترت فاطمہؓ میں یعنی آپ ہی کے نسلوں میں آنے والے اور مہدی کا نام خدا نے قرآن میں بطور تابع رسول کے لیا ہے اور انہیں ایک دوسرا بینہ اور مبین کلام اللہ کہا۔اس لئے مہدی موعود آخر الزماں کا نئے احکام نئی شریعت پیش کرنا باطل ہے اور یہی کام مہدی موعودؑ نے کہا کہ ''قرآن اور سنت رسول کو اپنا پیشوا اور امام بتایا''۔اس سے ان کے خلیفۃ اللہ ہونے پر کیا اعتراض ہے۔

ہم مہدی موعود میراں سید محمد جونپوری علیہ السلام کو مہدی ماننے والوں کا دعوی ہے کہ اب کوئی مہدی آنا والا نہیں حضرت عیسی قرب قیامت آئینگے، جس مہدی موعود کو آنا تھا وہ آچکے،اس کی کوئی بنیادی وجہ یا دلیل ہم نہیں بتاتے معنی ہمارے عالموں نے نہیں بتائی۔اس کے لے وہ تسبیح کی لوگ پیش کردیتے ہیں جو مہدوی خاص مذہبی موقعوں اور خصوصاً بعد نماز عشاء پڑھتے ہیں۔**القرآن والمهدی امامنا آمنا و صدقنا** قرآن اور مہدی ہمارے امام ہیں ہم نے اُن کی تصدیق کرلی۔اس طرح اُن کی آمد وگزشت مانتے ہیں۔پوری تسبیح اس طرح ہے **لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ . اللہ الہنا محمد نبینا . القرآن والمهدی امامنا آمانا و صدقنا** ۔اس کا مطلب یوں بھی ہے کہ قرآن آخری شریعت ہے اور سید محمد جونپوری آخری امام مہدی ہیں۔جبکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید سے میراں علیہ السلام نے جن آیات قرآن سے اپنا مہدی ہونا ثابت کیا انہیں پیش کرنا ہے۔کہا جاسکتا ہے کہ دوسرے بھی قرآن کی آیات کو پیش کرسکتے ہیں' جواب ہے کہ پچھلی آٹھ 8 صدیوں میں تو کسی نے نہیں پیش نہیں کیا' مہدی موعودؑ کے اپنا مہدی موعود ہونا اللہ کے حکم سے ثابت کیا اب آگے بھی کوئی ثابت نہیں کرسکتا کیونکہ جو جو احکام اشارے احوال مہدی موعود آخر الزماں نے پیش کئے اور خود کا مہدی ہونا ثابت کیا ہے ایسا کسی غیر معصوم سے ممکن نہیں ہے۔تاریخ اسلام میں یہ اتنا مثبت اور مدلل دعوی ہے کہ جن کا انکار ہی نہیں کیا جاسکتا۔شریعت میں تین گواہ اور تین دلایل کی شرط ہے میراں سید محمد مہدی موعودؑ نے دلایل **ثم ان علینا بیانہ ' وَ من ذریتی ' ثم اورثنا الکتاب ' من اتبعنی ' بینہ 'خلق الانسان** ہونا بیان کرکے ثابت کیا ہے اور اپنی قوم کا موعودہ ہونا بھی ثابت کیا **فسوف یاتی اللہ بقوم 'لا اولالباب 'فقد وکلنا بھا قوم**

' قلیل من الاخرین ' و آخرین منهم ۔اس کے علاوہ جو تعلیمات مقیدہ مخصوصہ آپ علیہ السلام نے پیش کیں وہ قرآن کا مغز اور نچوڑ ہیں' جس طرح حضور ﷺ کی منہاج نبوت معراج مقدس ہے' اس طرح مہدی موعود کی دعوت طلب دیدار آپ علیہ السلام کی دعویٰ کی منہاج ہے جو بحیثیت تابع رسول آپؐ نے دی۔

بینہ کا دُلیل روشن ہونا

اللہ تعالی کے اسماءُ الحسنٰی اور مقطعات اگر حق کی حقیقت کا اظہار ہیں تو پھر بینہ کا ان سے کیا تعلق ہے؟ تو پہلے بینہ کے معنی پر نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اس کے معنی ''روشن دلیل'' ہے۔ بینہ قطعی حجت اللہ کی جانب سے اللہ کا نامزد کیا ہوا' اللہ تعالی کا نمایندہ 'مستند انسان' a person of authority from Allah ایسا دنیا کے نظام حکومت میں بھی ہوتا ہے کہ جب کسی ملک کا سفیر دوسرے ملک میں بھیجا جاتا ہے تو اسے باقاعدہ سند/سرٹیفکٹ عطا کی جاتی ہیں جو وہ اس دوسرے ملک کے بادشاہ صدر مملکت کو پیش کرتا ہے سند کے طور پر تا کہ اپنے ملک کی وہ نمایندگی کرے۔ حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ الْبَیِّـنَــةُ مراد حضور ﷺ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا: کیا تم اللہ تعالی کے پاس ملایکہ کے رتبہ اور درجہ پر تعجب کرتے ہو؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! قیامت کے دن بندہ مؤمن کا رتبہ اللہ تعالی کے پاس فرشتہ کے رتبہ سے کہیں اعلی اور عظیم ہوگا۔ اگر تم چاہو تو یہ پڑھ لو: اِنَّ الَّـذِیـنَ اٰمَـنُوْ اوَعَمِلُو االصّٰلِحٰتِ لا اُلٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ (سورہ بینہ) اس آیت کے نزول کے بعد جب حضرت علیؓ آئے تو حضور ﷺ نے کہا کہ قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بیشک یہ اور اس کا گروہ قیامت کے دن یقیناً کامیاب ہیں۔ اور صحابہؓ جب بھی حضرت علیؓ آتے تو کہتے خَیـْرُ الْبَـرِیَّۃِ ساری مخلوق سے بہتر آ گیا۔ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ عنہ کو فرمایا: بے شک اللہ تعالی نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تجھ پر لَـمْ یَـکُـنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْ ا پڑھوں۔ یہاں چار 4 باتیں معلوم ہورہی ہیں۔ 1) بینہ یعنی ذات محمد ﷺ روشن دلیل ہیں 2) بندہ مؤمن کا درجہ فرشتہ کے درجہ سے اعلی اور عظیم ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد آدمؑ میں مومنین کا مرتبہ فرشتوں سے بھی اعلی ہے یہ بات حضور ﷺ کے سدرۃ المنتہٰی سے آگے جانے سے معلوم ہوگی 3) حضرت علیؓ کی آل یا آل محمد ﷺ کا ساری مخلوق میں بہتر ہونا جس میں مہدیٔ موعود آخر الزماں کی بعثت ہونی تھی 4) اللہ تعالی کے حضورؐ کو حکم کرنا کہ یہ سورۃ بینہ حضرت ابی بن کعبؓ کو خصوصی طور پر پڑھ کر سنایئں یعنی اُمت مسلمہ اس امام آخر الزماں کا نہ صرف انتظار کرے بلکہ اس کی آمد پر شرع کی بنیاد پر بعد تحقیق اس کی بیعت کرے۔ حضرت وحی بن کعبؓ کے بارے میں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علم تفسیر کے عالم تھے' اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ علم االکلام معنی قواعد کے ساتھ معاملات اور واقعہ کو سمجھنے کی قابلیت رکھتے تھے۔ سب سے پہلے ''روشن دلیل'' جو حضورؐ ہیں ہی اور قرآن میں کئی آیات میں انبیاء کو روشن دلیل بتایا گیا ہے یعنی انبیاء ومرسلین جو اللہ کے خلیفہ ہوتے ہیں وہ روشن دلیل ہوتے ہیں۔ دوسرا مومن کا مرتبہ فرشتہ سے اعلی اور عظیم ہونا یہاں صاف بات ہے کہ انسان کا مرتبہ فرشتہ سے عظیم ہے مطلب یہ کہ جو فرشتہ یا

دوسری مخلوق سے ممکن نہیں وہ انسان کے لے ممکن ہے اور وہ دیدار بھی ہے اور آل محمدؐ کا ساری مخلوق سے بہتر ہونا حضرت علیؓ کی آل معنیٰ عترت فاطمہؓ جس میں مہدیؑ کی بعثت ہونی تھی انہیں سے ناممکن ممکن ہوا دیدار ۔تیسرا حضورؐ کے ایک مخصوص صحابیؓ کو سورہ بینہ پڑھ کرسنانے کا حکم ہونا مطلب یہ کہ سورۂ بینہ کا پیغام عام نہیں خاص ہے جس میں دلیل روشن تابع تام رسول اللہ ﷺ کے پیغام دیدار کی اہمیت ہے ۔ان تمام باتوں سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ سورہ بینہ خصوصیت کی حامل ہے وہ یہ کہ یہ سورۃ خود ایک روشن دلیل ہے ایک ایسی حقیقت کے بیان کی جس میں آل محمد ﷺ کی بزرگی اور عظمت ظاہر کی گئی ہے جس کا اختتام اللہ کے خلیفہ حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کی اس بات سے ہوجاتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے دعویٰ مہدی کے ثبوت میں سورۂ بینہ کو آخری سورہ کے طور پر پیش کیا ہے اور اس کے نزول 100 اور قرآن کی ترتیب 98 میں صرف دو سورہ کا فرق ہے اور یہ مدنی سورہ ہے نبوت کے آخری دور کی ۔اس میں حضرت ابی بن کعبؓ کو خصوصی طور پر پڑھ کرسنانے کا اللہ کا حکم اُمت کو باخبر کرنے کی طرف اشارہ کررہا ہے کہ محمد ﷺ اور آل محمدؐ میں خلیفۃ اللہ مہدیٔ موعود آخرالزماں کا روشن دلیل ہونا جن کے بعثت کی خبر مخبر صادق ﷺ نے نویں صدی ہجری میں دی ہے ۔حضور ﷺ کا دلیل روشن ہونا دو باتوں پر ہے 1) آپؐ کو قرآن کا دیا جانا، 2) معراج میں دیدار کرانا ۔مہدیٔ موعودؑ کا دلیل روشن ہونا بھی دو باتوں پر ہی ہے 1) دیدار کی تعلیم کا بیان کرنا 2) دیدار کی دعوت دینا۔ جس طرح اسماء الحسنیٰ اور مقطعات کی اہمیت قرآن و دلایل سے قرآن میں بتائی گئی اسی قرآن میں ''روشن دلیل'' کی اہمیت بتائی گئی ہے کہ اُمت اس میں غور وخوص کرے ۔وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۵۲ الاعراف) ہم ان کے پاس ایک کتاب لائے جسے ہم نے تفصیل سے بیان کیا علم (کی بنیاد) پر ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے ۔بالکل صاف اور واضح بیان کہ ایمان والوں کے لئے اس میں علم کی بنیاد پر تمام تفصیل بتادی گئی ہے جو ہدایت اور رحمت کے لئے ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ علم کی بنیاد پر اس تفصیل میں غور کیا جائے جس سے اللہ تعالی کے اسمائے صفات کی عظمت مقطعات میں پوشیدہ جلال و دبدبہ اور روشن دلیلیں بینات محمد ﷺ کی نبوت ورسالت اور ان کے تابع تام خلیفۃ اللہ مہدیٔ موعود آخرالزماں کی خلافت اللہ کی حقیقت ظاہر ہوجائے ۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَه، نبی کریم ﷺ کے بعد علمائے حق محدث مفسر آئے اُن کے بعد بے انتہاء مفسر آئے انہوں نے قرآن وحدیث کی شرحیں لکھیں ۔لیکن !! ساری تاریخ اسلام میں کسی نے یہ نہیں کہا کہ **ہم اللہ تعالی کی مراد بیان کررہے ہیں یعنی جیسا اللہ تعالی بیان کرنا چاہتا ہے ویسا بیان ہم کرتے ہیں ۔ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَه، یہ مراد اللہ کا بیان کرنا صرف مہدیٔ موعود میراں سید محمد جونپوری علیہ السلام خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ** نے کیا ہے ۔عربی میں ثُمَّ مستقبل بعید اور تاخیر زمانی کے لئے آتا ہے ۔

❁ ۞ ❁

بسم الله الرحمن الرحیم
089
لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ
الْبَيِّنَةُ
أیت 1
وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ
اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ
الْبَيِّنَةُ
آیت 4
اس سورۃ میں دو بینہ ہیں

سورۂ بینہ میں دو بینہ ہونے کا صاف پیغام آیت 1 اور آیت 4 میں ہے۔"جن لوگوں نے کفر کیا **اہل کتاب** اور **مشرکوں میں** سے باز آنے والے نہ تھے یہاں تک کہ آئے ان کے پاس کھلی دلیل (بینہ) اللہ کا رسول پاک صحیفے پڑھتا ہوا۔ **حَتّٰی تَاتِیَھُمْ** حتی یہاں انتہاء غایت کے لئے آیا ہے جو افعال شرک اُن میں تھے ان سے باز نہ آنے کی ضد جو شرکین و اہل کتاب میں تھی ان کے ذرا ذرا ختم ہونے کا پتہ دیتا ہے "حتی" یہ کام حضور نبی کریم ﷺ کے دور نبوت میں انجام پایا۔ اس کے بعد چوتھی آیت میں **مَـا جَـآءَ تْھُمُ الْبَیِّـنَۃُ** ہے جب لوگ فرقوں فرقوں میں بٹے ہوے تھے بعد اس کے ان کے پاس آگئی دلیل یا بینہ۔ **مَـا** یہاں استفہامیہ یعنی سوالیہ ہے کہ کون ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے قصد کیا وہ آنے والا ہے؟ اور **جَآءَ تْھُمُ** میں **جَآءَ** آنے کے معنی میں ہے (ایک بینہ کے) اس کے معنی خود آنے کسی کے حکم سے آنے کسی جگہ یا کام کا قصد کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ مشرکین و اہل کتاب جن باتوں کا انکار کرتے تھے انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے دور نبوت میں ذرا ذرا ختم کیا گیا۔ اس کے بعد مبشر رسولؐ خلیفۃ اللہ مہدی ہیں اُس **جَـــآءِ** آنے والے کے دور میں جو مسلمان فرقوں میں بٹے ہوے تھے انہیں یک رخ ہو کر خالص دیدار کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم دیا گیا جو کہ نہایت مضبوط دین ہے۔ یہی پیغام سورہ بینہ کی ان دو آیات میں اس طرح ہے **لَـمْ یَـکُـنِ الَّـذِیْـنَ کَفَرُوا وَمِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ** یہاں اھل "والے" کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جیسے وہ کتاب والے جو ماضی بعید ہے اور **وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُتُوْ ا الْکِتٰبَ** میں **اُتُوْ ا** معنی وہ دیے گئے ان کو دیا گیا ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غایب ماضی قریب یا حال یہ مشار الیہ کے بطور استعمال ہوا ہے پہلی آیت میں **وہ کتاب والے** کہا گیا اور چوتھی آیت **وہ کتاب دیے گئے**۔ اسے یوں سمجھیں وہ کتاب دیے گئے **تھے** اور ہم کتاب دیے گئے **ہیں**۔ اور جو کتاب دیے گئے تھے **انہوں نے کفر کیا** اور جو کتاب دیے گئے ہیں **انہوں نے تفرق** کیا یعنی فرقوں میں بٹ گئے۔ پہلے والے شرکین و اہل کتاب ہیں اور بعد والے جو کتاب یعنی قرآن دیے گئے وہ ہیں جنہیں دین اسلام میں درجات کے بلند کیے جانے کا طریقہ دیا گیا ہے جو ایک مضبوط دین اور خالص اللہ کے لئے یک رخ ہو کر **دیدار** کے ساتھ عبادت کرنے کا ہے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالی ان سے ایسا ہی راضی ہوگا جیسا کہ ان سے پہلے راضی ہوا تھا اُن سے اگلوں صحابہ رسولؐ پر یہ بات آٹھویں آیت میں بتائی ہے۔ قرآن میں ایسی باریکیاں ہیں کہ جنہیں اُمت چودھ سو سالوں سے پڑتی آرہی ہے باوجود اس کے نئے نئے اس میں انکشافات ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً سورہ النمل میں 2 دو بسم اللہ ہیں اسی طرح سورہ فاتحہ میں 2 بسم اللہ ہیں جسے ہم نے آگے کہیں بیان کیا ہے اور سورہ بینہ میں دو بینہ کا ذکر ہے اور محمد ﷺ ایک ہیں اور ان کے تابع خلیفۃ اللہ مہدی دوسرے محمدؐ ہیں ایمان کے اقرار کی بنیا دو دو باتوں پر اللہ کو ایک معبود ماننا دوسرے محمد ﷺ کو نبی رسول ماننا ورنہ ایمان کامل نہیں۔ صفحہ ۲۱۶ سے آگے ہم نے قرآن کے نزول و ترتیب کا ایک موازنہ پیش کیا ہے جس میں دیکھا جا سکتا ہے کہ سورہ بینہ کا نزول 100 ہے اس کے بعد 14 سورہ نازل ہوئے جن میں سورہ جمعہ 110 اور سورہ المایدہ 112 نازل ہوئے جو مدینہ کے آخری دور کے نزول ہیں اور حضرت میراں مہدی موعودؑ نے بھی سورہ بینہ کے بعد انہیں دو سورتوں میں ایک قوم موعودہ کے آنے کا ذکر اللہ کے

حکم سے کیا جبکہ ترتیب قرآن میں سورہ المایدہ 5 ویں مقام پہ ہے اور سورہ جمعہ 62ویں مقام پر مگر سورۃ البینہ کو ترتیب قرآن میں 98 مقام پر رکھا گیا جو لوح محفوظ کی ترتیب ہے ۔ بتانے کا مطلب یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو آخری دور نبوت میں باضابطہ طور پر بتا دیا گیا کہ خاتم ولایت محمد یہ گو بعد میں بھیجا جائے گا معرفت الٰہی کے بیان کے لئے جن کی اتباع اور اطاعت ایک قوم موعودہ کریگی جس کا ذکر سورہ جمعہ آیت 3 سورہ المایدہ آیت 54 میں کیا گیا ۔

اس سورۃ میں تفرقہ کی بات کہی گئی ہے جبکہ اللہ تعالی نے اس سے پہلے 53 نازل ہونیوالی سورۃ یوسف کی آیت 106 میں اس سے زیادہ سخت بات کہی ہے ''وَ مَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُ ھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَ ھُمْ مُّشْرِ کُوْنَ **ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے شرک ہی ہیں** ۔ یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے کہ لوگ ایمان لانے کے باوجود شرک کرتے ہیں ۔

ابوموسی المدینی نے المعرفہ میں حضرت اسماعیل بن ابی الحکیم مزنیؒ کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا '' بے شک اللہ تعالی لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُو کی قرآت سنتا ہے اور فرماتا ہے: میرے بندے کو خوشخبری دے دو مجھے میری عزت وجلال کی قسم ! میں دنیا میں تجھے آخرت کے احوال میں سے کسی حال میں بھی نہیں بھولوں گا اور تجھے جنت میں اختیار دونگا کہ تو راضی ہوجائے گا ۔ اور دوسری روایت حضرت قتادہؓ سے بینہ کی تفسیر اس طرح بیان ہوئی ہے کہ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُ وْامِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِ کِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ کہ اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ''کفر'' کیا اور مشرکین اپنے کفریہ نظریات سے باز آنے والے نہ تھے ۔ کفر کے معنی انکار کے حضور نبی کریم ﷺ کے بعد قرآن اور اللہ کے رسول کے کسی بھی حکم کا انکار کرنے والے اہل کتاب کے گروہ میں شامل مانے جائیں گے ۔ حَتّٰی تَاْ تِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ یہاں تک کہ یہ قرآن ان کے پاس آ گیا ۔ اگر قرآن کے احکام میں غور کرنے اور ماننے کو تیار نہیں ہیں تو کس طرح اللہ کو اور اس کے احکام کو ماننے والے کہلائیں گے ۔ اور آگے پوری وضاحت فرمادی رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً لا ا (ایسا بینہ رسول یا اللہ کا خلیفہ ہے) قرآن کا انتہائی خوب صورت اور حسین انداز میں ذکر کرتا ہے اور خوب صورت الفاظ میں اس کی تعریف کرتا ہے .... وَ یُقِیْمُوْ االصَّلٰوۃَ وَ یُؤ تُو االزَّکٰوۃَ وَ ذٰ اِلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ یہ وہ دین ہے جس کے ساتھ اللہ تعالی اپنے رسول کو مبعوث فرمایا اور اسے ''اپنی ذات'' کے قرب کا راستہ قرار دیا اور اسے پسند فرمایا (تفسیر طبری ۔ بیروت) ۔ یہاں جو باتیں معلوم ہورہی ہیں وہ یہ کہ: اللہ تعالی کا اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر یہ کہنا کہ اس آیت میں غور وخوص کر کے ایمان ویقین رکھنا ' دنیا وآخرت میں اللہ کا اس بندے کو نہ بھولنا یا یہ کہ ہر ہمیشہ اللہ کا اس بندے کو اپنی نظر میں رکھنا (تو اللہ کی اس طرح عبادت کر کہ تجھے اللہ دیکھ رہا ہے) اور بندے کو اختیار دینا کہ وہ راضی ہوجائے (کونسا اختیار؟ کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے یا دیکھ سکتا ہے ! جس کے ساتھ اللہ تعالی اپنے رسول کو مبعوث فرمایا اور اسے ''اپنی ذات'' کے قرب کا راستہ قرار دیا اور اسے پسند فرمایا ۔ یہ ''اپنی ذات'' کے قریب کا راستہ کونسا ہے؟ معراج کے وقت کیا ہوا تھا قربت ہی تو تھی !! اَوْ اَدْنٰی 6 فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی 10 (سورہ نجم) پھر وہ قریب ہوا اور قریب ۔ یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے

بھی کم کا فاصلہ۔اور یہ وہی تو نہیں اللہ کو دیکھ کر عبادت کرنے کا اس سے بڑھ کر اللہ کی ذات کی قربت اور کیا ہو سکتی ہے اللہ کے رسولؐ نے فرمایا قال النبی ﷺ **لا راحة المومنین دون القاء الله** فرمایا آنحضرتؐ نے کہ: مومنوں کو اللہ کے دیدار کے بغیر راحت نہیں (مطلع الولایت ۴۳)۔اور آخر میں قرآن کا انتہائی خوب صورت اور حسین انداز میں ذکر کرنا اور خوبصورت الفاظ میں اللہ کی تعریف کرنا۔**قرآن کی حسین اور خوبصورت انداز میں تعریف کرنا اللہ کی مراد بیان کرنا ہے کہ جس میں انسانی علمی نحوی اور عقایدی آمیزش نہ ہو جو مبین کلام اللہ خلیفۃ اللہ کا منصب ہے جو اس سورہ کے دوسرے بینہ ہیں** جنہیں پہلے بینہ اللہ کے رسول ﷺ کی جانب سے قرآن کے بیان پر مبعوث کیا جانا ہے۔بینہ کا ہی مبین کلام اللہ ہونا کس طرح ہے؟ جب کہ کئی علم کلام کے علماء نے کلام کا بیان کیا تفسیریں لکھیں کیا وہ بیان نہیں ہے؟ جواب یہ ہے وہ ویسا بیان نہیں جس کے متعلق اللہ تعالی فرماتا ہے **ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ** کہ اس (قرآن کا) بیان ہمارے ذمہ ہے یہ مستقبل بعید ہے ماضی مجہول۔ظاہر بات ہے غیر معصوم بندوں کو مبین کلام بنانا ایسے ہی جیسا کسی جاہل کو مسند رشد وہدایت پر فایز کردینا، یہی کام علمائے بنی اسرائیل نے کیا انہوں نے توریت زبور اور انجیل میں اپنے نفس اور بے ہودہ بیانات اور خیالات کو داخل کر دیا۔اللہ تعالی جب ذمہ لے رہا ہے تو اس کا انتظام بھی وہی کریگا سو اس نے اسی لئے حضور ﷺ سے کہلوایا کہ "اللہ تعالی مہدی میں ایک رات میں صلاحیت کو پیدا کر دیگا" اور یہ صلاحیت بیان کی بھی ہو سکتی ہے کیونکہ مہدی کو اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کا خلیفہ کہا ہے جو معصوم ہوتا ہے، ظاہر ہے وہ بیان بھی اللہ کی منشاء اور مرضی سے کریگا اسی لئے مہدی موعود آخر الزماں مراد اللہ ہیں۔اب اس کے بعد قرآن مجید کے نزول اور ترتیب کی ایک اور شان ملاحظہ ہو سورۂ بینہ کا نزول 100 اور سورۂ الزلزال کا 93 سورۂ العادیات کا 14 سورۂ القاریہ کا 30 ہے۔بعد کی ان تین سورتوں میں قیامت اور حشر کی ہولنا کی کا ذکر ہے۔سورۂ زلزال مدنی اور عادیات اور قاریہ کی سورہ ہیں **ان تمام میں قیامت کے احوال بیان کرنے والی سورہ کو ایک دوسرے بینہ کے بیان کے بعد لگاتار ترتیب میں رکھنا بتا رہا ہے کہ اس بینہ کے بعد قیامت کے زمانے کا قریب ہونا ہے یعنی اس کے بعد قیامت کا زمانہ قریب ہوگا**۔یعنی اولاد آدمؑ کو موقع دیا گیا کہ معرفت الہی کے اسباب کا اس مدت تک پانا یا حاصل کرنا ہے تو کرلو پھر اس کے بعد موقع نہیں ملے گا جیسے کہا جاتا ہے کہ توبہ کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا بند ہونے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوگی جو حضرت ابوذرؓ کی روایت میں بیان ہے (بخاری جلد ۴ حدیث ۴۲۱) یہ قیامت کے دن کی بات ہے۔اور بیان قرآن کی بات قیامت سے پہلے نویں صدی عیسوی کے متعلق ہے جب اللہ کا خلیفہ مہدی مبعوث ہوگا۔اس کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت بڑی معنی خیز ہے ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ مجھے پڑھائے تو آپؐ نے اس سے فرمایا: "را" والی (الٓر) سورتوں میں تین پڑھو۔تو اس نے کہا میری عمر بڑھ گئی ہے دل سخت ہو چکا ہے اور زبان موٹی ہوئی ہے۔تو پھر آپؐ نے حٰمٓ والی تین سورتیں پڑھنے کو کہا اس نے پہلے جیسی گفتگو کی تو پھر آپؐ نے مسبحات یعنی **سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی** میں سے تین پڑھو پھر اس نے پہلے کی طرح کلام کیا اور کہا آپؐ مجھے کوئی جامع سورت پڑھائے آپؐ نے **اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَھَا** پڑھائی یہاں تک کہ آپؐ نے مکمل سورت

پڑھادی..... یہاں معلوم ہورہا ہے کہ اللہ کی قربت یالقاء کی بات آخر زمانے میں لوگوں کی زبان وذہن پرنہیں چڑھ پائیں گی یہ انہیں کا حق ہوگا جواس حقیقت کونہ صرف سمجھتے ہیں اوراس کا اعتراف کرتے ہیں ۔لہٰذا اُن کے لئے قیامت کا ذکر ہی اللہ سے ڈرنے اور عبادت کرنے کا موجب ہوگا' یعنی معرفت الٰہی کی تعلیم آخر زمانے میں مشکل ہی نہیں منقودہوجائے گی ۔جب ہم نے سورۂ بینہ کے بعد والی تین سورتوں میں غوروخوص کیا تو ضروری معلوم ہوا کہ اس سے پہلے والی تین سورتوں میں بھی غوروخوص کرلیں تو اس میں بڑی حیران کن حقیقتیں سامنے آئیں ۔سورۂ التین کا نزول 28 ہے سورۂ العلق 1 سورۂ قدر 25 یہ تینوں مکی سورتیں ہیں ۔اب ان کو ترتیب قرآن میں 95'96'97 پر رکھا گیا ہے' ان سورتوں کے احکام وبیان پر غور کریں ۔سورۂ التین میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسم کھائی ہے 1) انجیر وزیتون کی 2) طورسینا کی جہاں پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا اور دیدار کی خواہش کی تو تجلی ذات سے بے ہوش ہوگئے 3) امن والے شہر مکہ مکرمہ کی ۔وہ کیا خصوصیت ان تین چیزوں کی؟ پہلی انجیر اور زیتون بڑے پاکیزہ میوے ہیں دوسرا طورسینا جہاں تجلی ہوئی تھی تیسرا مکہ مکرمہ جہاں سے حضورﷺ معراج مقدس کے لئے گئے تھے ۔اس سورہ میں بعد کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وشکل دے کر دنیا میں بھیجا یعنی مجسم کرکے اس لئے کہ وہ دنیا میں نیک عمل کریں تا کہ ان کو "نہ ختم ہونے والا اجر دیا جائے" کیا ہے یہ نہ ختم ہونے والا اجر؟ اب ان انجیر اور زیتون کا پہلے خلاصہ دیکھ لیتے ہیں ۔حضرت ابن عباسؓ نے وَالتِّيْنِ اس سے مراد علاقہ شام لیا ہے اور الزَّيْتُوْنِ سے مراد علاقہ فلسطین لیا ہے انہیں عباسؓ سے دوسری روایت میں دو مسجدیں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ لیا ہے جہاں سے حضورﷺ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی تھی ۔حضرت قتادہؓ نے وَالتِّيْنِ سے مراد وہ پہاڑ لیا ہے جس پر دمشق ہے اور الزَّيْتُوْنِ سے مراد بیت المقدس لیا ہے حضرت محمد بن کعبؓ نے وَالتِّيْنِ سے مراد اصحاب کہف کی مسجد اور الزَّيْتُوْنِ سے مراد مسجد ایلیا لیا ہے اس طرح اور بھی بہت سے روایتیں ہیں ۔مگر اصل بات یہ ہے کہ یہ علاقے انبیاء مرسلین کے دعوت الی اللہ کے ہیں اور خصوصاً معراج کا واقعہ ان علاقوں کی اہمیت اور خصوصیت بیان کرنے کے لے ہوا ہے ۔اس کے بعد سورہ العلق جسے 96 مقام پر ترتیب میں رکھا گیا اس میں سورۂ التین کی طرح جس میں انسان کو عقل اور چہرہ دینے کے بعد مجسم دنیا میں بھیجے جانے کی بات ہے اسی طرح انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کرکے قلم سے علم سکھانے کی بات ہے ۔اوراس میں خصوصیت یہ کہ **اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى کیا اس نے نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟** یہ بڑی اہم بات ہے کہ پہلی ہی نزول کی سورۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "میں دیکھ رہا ہوں" یعنی پہلے ہی جتا دیا کہ میں دیکھ رہا ہوں اور بعد میں بار بار یہ بات دہرائی گئی "جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا" اور آخر میں جنہوں نے نہ سمجھا انہیں آخری دور نبوت میں حضورﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ (حدیث جبرئیل میں) بتایا گیا کہ میں تو دیکھ رہا ہوں تم بھی دیکھو یا وہ مقام پیدا کرو اور اس کا طریقہ بھی اس سورہ میں بتایا گیا وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ اور سجدہ کرو اور نزدیک ہوجاؤ۔اوراس کے بعد ترتیب قرآن میں سورۂ قدر 97 پر ہے کہ جس میں ایک ایسی عظیم رات کا ذکر ہے جس میں روح الامینؑ اور ملائیکہ ہر رمضان کی ۲۷ ویں شب کو نازل ہوتے ہیں اور یہ ایک رات ہزار مہینوں کی مقبولہ عباتوں سے بہتر ہے' کیونکہ اسی

شب کولوح محفوظ سے آسمان دنیا پر قرآن اتارا گیا جس میں معرفت الٰہی کا ذکر ہے اس کے بعد بینہ کا ذکر 98ویں ترتیب میں معنی خیز ہے۔اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ فرشتے اور ملا ئکہ تو آتے ہی ہیں مگر اللہ ذوالجلال کے جلوے اس رات کو ہر خاص و عام کے لئے نچھاور کئے جاتے ہیں تا کہ دیکھنے والی آنکھیں جو دنیا میں اندھی نہیں ہوتیں وہ دیکھ لیں؟ حدیث احسان مبارک کے الفاظ یہاں دیکھیں و **عبد ربک کانک تراہ** اور اپنے پرودگار کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے **فان لم تکن تراہ** اگر تو خدا کو نہیں دیکھ سکتا تو اتنے یقین سے عبادت کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اس کتاب میں ہم نے قرآن میں علم ریاضی کے معجزانہ استعمال پر تھوڑی بہت معلومات اکھٹا کی ہیں جو بہت بعد میں دیکھنے کو ملیں گی۔لیکن اس بات کو تسلیم کیا جانا چاہئے کہ دنیا کے تمام علوم کا سرچشمہ قرآن ہے بھلے ہی مسلمانوں نے اسے ثابت نا کیا ہو لیکن آج دوسری خصوصاً مغربی قومیں اسے آئے دن ثابت کر رہی ہیں۔جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے سورۃ بینہ میں دو 2 بینہ ہونے پر گفتگو کی ہے اس کی کچھ اور شہادتیں یہاں دیکھیں۔ہم سبھی نے دیکھا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے تقدس کے طور پر ہم یہ نا لکھ کر صرف 786 لکھ دیتے ہیں یہ دراصل حروف ابجد کی تعداد کو جمع کر کے بنایا گیا ہے جسے ہم نے آگے بیان کیا ہے۔اسی طرح اسم محمدؐ کے حروف کی تعداد جمع کریں تو 92 عدد حاصل ہوتے ہیں۔اب اس کی ذرا تفصیل دیکھیں سورہ بینہ کا نزول 100 ہے مگر قرآن میں یہ 98 مقام پر ہے سورہ القدر 97 کے بعد۔حضورﷺ نے اسے صحابہؓ کو لوح محفوظ کی ترتیب میں رکھوایا ہے۔یعنی نزول کے بہ نسبت دو 2 سورہ پیچھے یہ سورۃ حضورؐ کے نبوت کے آخری دور میں نازل ہوئی۔یہاں ایک مبین اشارہ ہے کہ اس دوسرے بینہ کی بعثت آٹھ 8 اور نو 9 ہجری کے درمیان ہوگی جس کے متعلق حدیث میں بیان ہے۔اور مہدیٔ موعودؑ کی پیدائش 847 ہجری اور وصال 910 ہے۔اب دوسری حقیقت دیکھیں کہ اسم ''محمدؐ'' کے حروف کے اعداد 92 ہیں اس میں سے ترتیب بینہ کے 100 منہا کردیں تو بچے 8 اس طرح بھی بعثت دوسرے بینہ آٹھویں 8 ہجری دکھائی دیتی ہے۔حالانکہ یہ حساب کتاب علم ریاضی بعد میں ایجاد ہوئیں لیکن قرآن میں کچھ حقیقتیں ان باتوں کی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔مثلاً قرآن میں عذاب یا سزاء کا لفظ 117 مرتبہ آیا ہے اور معافی کا لفظ 234 مرتبہ آیا ہے جو 117 کا دوگنہ ہے یعنی اللہ تعالی قہار و جبار ہونے سے زیادہ رحمٰن و رحیم ہے۔کہو کا لفظ قرآن میں 332 مرتبہ آیا ہے اور انہوں نے کہا کا لفظ بھی 332 مرتبہ ہی آیا ہے۔دنیا کا لفظ قرآن میں 115 مرتبہ آیا ہے اور حیات بعد الموت کا لفظ بھی 115 مرتبہ آیا ہے۔شیطان کا لفظ 88 اور فرشتہ کا لفظ بھی 88 مرتبہ آیا ہے۔آسمان 77 اور زمین 77 مرتبہ۔زکواۃ کا لفظ 32 اور ثواب کا لفظ 32 مرتبہ۔کروموزومس chromo zomes کے جس سے عورت اور مرد کے ملاپ سے بچہ پیدا ہوتا ہے 46 مرتبہ ہے اور سائنس کہتی ہے کہ عورت میں 23 اور مرد میں 23 کروموزومس کے ملنے سے افزائش نسل انسانی ہوتی ہے۔قرآن میں ''یوم'' کا لفظ 365 مرتبہ آیا ہے اور آج کا کیلینڈر ایک برس کے 365 دن ہونے پر بنا ہے۔''شہر'' کے معنی عربی میں مہینے کے ہیں اور شہر کا لفظ قرآن میں 12 مرتبہ آیا ہے۔اب ذرا قرآن کی 114 سورتوں کو دیکھیں جس میں 14 مقطعات ہیں جو 29 سورتوں

میں دہرائے گئے ہیں جبکہ اگر "عسق" کو ایک الگ مقطعہ مانا جائے تو یہ کل 30 بنتے ہیں۔ان 114 میں سے 30 کو منہا کردیں تو 84 باقی رہیں گے جو مہدی موعودؑ کی بعثت کا سال ہے جسے حضورﷺ نے نویں 9 صدی میں ہونا بیان کیا ہے۔قرآن میں 114 سورتوں کا نزول ہوا اس کے جز یا پارے بعد میں بنے اس کی منزلیں رکوع بھی بعد میں بنائے گئے جس کا بیان آگے ہے۔اب اسی ترتیب میں دیکھیں کہ قرآن مجید کے 29 جز یا سپاروں میں 78 سورہ ہیں جبکہ صرف ایک جز 30 عـــم میں 36 سورہ ہیں۔اس طرح 29 سورتوں میں 29 مقطعہ بیان ہوے ہیں اور ایک جز میں 36 سورۃ۔یہ اور ایسی کئی حقیقتیں سورہ بینہ میں سوچنے ادراک کرنے پر مجبور کرتی ہیں کہ سورہ بینہ میں جو دو بینہ ہیں اس کے پہلے بینہ حضور نبی کریمﷺ ہیں دوسرے بینہ مہدی موعود آخرالزماں خلیفۃ اللہ ہیں جن کے آنے کا وعدہ نبی کریمﷺ نے کیا ہے۔

نزول قرآن میں ترتیب قرآن کی ایک اور حقیقت ملاحظہ ہو جس میں فرائضِ ولایت کے درس کا سلسلہ ہے۔

سورہ	نزول	ترتیب		
سورہ البلد	نزول 35	ترتیب 90	اس میں نیک لوگوں کے ساتھ رہنے اور اللہ ایک دوسرے کی تلقین کرنے اور اللہ کی مہربانی طلب کرنے کی بات ہے۔	صحبت صادقین
سورۃ الشمس	نزول 26	ترتیب 91	تقوی اختیار کرنے اور نفس کو پاک رکھنے کی بات ہے تاکہ مراد حاصل ہو	تقوی و توکل
سورہ الیل	نزول 09	ترتیب 92	جس میں ذکراللہ اور ترک دنیا کی بات ہے	ذکر ترک علایق
سورۃ الضحیٰ	نزول 11	ترتیب 93	اس میں اللہ کے رسولؐ کو اتنا عطا کئے جانے کی بات ہے کہ اللہ کے رسول خوش ہو جائیں	دیدار
سورہ الم نشرح	نزول 12	ترتیب 94	اس میں اللہ کے رسولؐ کا سینہ کھول دینے کی بات ہے	دیدار
سورہ التین	نزول 28	ترتیب 95	اس میں طور کی حقیقت مکہ مکرمہ بیت المقدس اور معراج کے واقعات کی جھلک ہے	دیدار
سورہ العلق	نزول 01	ترتیب 96	جس میں انسان کی حقارت جتا کراسے قلم سے علم دئے جانے کی بات ہے تا کہ وہ اللہ کا نام لے کر پڑھے یا ذکر کرے اور آیت 14 میں کہا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔	ذکر

سورہ القدر نزول 25 ترتیب 97 اس میں ایک ایسی رات کی بات ہے جس میں
عبادت کرنا ہزار مہینوں سے بہتر ہے جس کا تعین
اللہ کے خلیفہ مہدی موعود نے کیا۔ تعین قدر

اس کے بعد سورہ بینہ ہے جس کا نزول 100 اور ترتیب میں 98 نمبر پر ہے۔غور طلب امر یہ ہے کہ یہ تمام معرفت الٰہی کے اُمور 90 سے 98 کی ترتیب میں رکھنا کیا معنی؟ جب کے ان کا نزول 1'9'11'12'25'26'28'35 کے بطور رہوا ہے۔اب اس ترتیب کو ہم ذرا بدل کر دیکھتے ہیں 1'9'11'12---23---25'26'28'35 اس ترتیب میں درمیان کی 23 ویں نزول سورہ سورۂ النجم ہے جسے 53 ویں مقام پر رکھا گیا ہے۔یہاں دیکھیں اس 23 کے پہلے 4 اور اس کے بعد 4 سورہ ہوتے ہیں یعنی کل ملا کر 9۔تعجب خیز امر یہ کہ سورہ النجم میں اللہ کے رسول ﷺ کو معراج مقدس میں اللہ کا دیدار ہوا تھا۔مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی 11 اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی 12 وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی 13 نہ جھوٹ کہا دل (نے) جو اس نے دیکھا' کیا تم جھگڑتے ہو اس پرُ جو اس نے دیکھا اور تحقیق' اس نے دیکھا اسے دوسری مرتبہ۔ایک تو 90 اور 98 کے درمیان معرفت کا بیان دوسرا ان 9 سورہ کی ترتیب بدلنے سے نویں 9 صدی ہجری کی خصوصیت ظاہر ہوتی ہے جس میں مہدی موعود آخر الزماں نے طلب دیدار کی تعلیم دی۔اور اس طرح بھی دیکھیں 90'91'92'93---53---94'95'96'97 اس 9 کی ترتیب کے درمیان اگر 53 ویں ترتیب قرآن کی سورہ النجم کو رکھ کر دیکھتے ہیں تو 3+5 =8 ہوتے ہیں یعنی اس طرح بھی نویں صدی ظاہر ہو جاتی ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے بتا دیا تھا۔اب اس کو دوسرے طریقے پر دیکھیں حضرت مہدی موعودؑ نے 887 سنہ ہجری میں ہجرت اختیار کی جب آپؑ کی عمر 40 برس تھی۔اور 13 برس تک اقطائے ہند میں دعوت تبلیغ کی اسی اثناء میں آثار و قراین سے اور اللہ تعالی کی جانب سے آپؑ کا مہدی آخر الزماں ہونا مشہور ہو گیا تھا 901 سنہ ہجری میں مکہ مکرمہ میں دعوی مہدی کیا جب کہ اس وقت آپؑ کی عمر 54 برس تھی اس کے بعد 903 میں احمد آباد میں تاج خاں سالار کی مسجد میں دوسرا دعوی پیش کیا اس وقت عمر شریف 56 برس تھی اور بڑلی میں دعوی موکد 905 سنہ ہجری میں کیا جب آپؑ کی عمر 58 برس تھی اور اہم بات یہ کہ دعوی موکد کے وقت تک آپ علیہ السلام 887 سے 905 سنہ ہجری تک 18 سال سفر ہجرت میں گزار چکے تھے مطلب یہ کہ 18 جمع 9 کا عدد بار بار نویں صدی کی اہمیت کو ظاہر کر رہا ہے۔اسکے بعد حیات کے 5 پانچ برس ہجرت و تبلیغ میں رہے اور آپؑ کا دعوی غیر موکد 18 اور موکد 5 برس کا تھا اور 63 سال میں وصال ہوا۔یہاں واقعات کی سلسلہ وار ترتیب کے ساتھ اس sequences کا بتانا مقصود ہے جو نویں صدی سے متعلق ہیں۔اللہ کے رسول ﷺ ہجرت کے بعد حج کو روانہ ہوئے مکہ والوں نے مزاحمت کا ارادہ کیا اور قاصد رسول ﷺ حضرت عثمان کو قید کر لیا خبر پھیل گئی کہ عثمانؓ شہید ہو گئے اور بیعت رضوان (ببول کے پیڑ کے نیچے) ہوئی کہ بدلہ لیا جائے گا مگر کفار مکہ نے صلح کر لی اور عثمانؓ واپس آ گئے یہ چھٹی 6 ہجری کا واقعہ ہے۔اب متابعت مہدی کے احوال دیکھیں مہدی موعود 13 برس دعوت تبلیغ میں رہے اس کے

بعد حج کیااور پہلا دعوی بھی کیااور چھٹے 6 ہی برس بڑلی میں کھیرنی کے پیڑ کے نیچے بیعت مہدی لے رہے ہیں۔کیا یہ قدم بہ قدم چلنا متابعت نہیں ہے؟ یہ اندازہ تو مہدی کو بھی نہیں ہوگا مگر قادر مطلق نے ایسے اسباب پیدا کئے ہیں آپؑ کے حق ہونے کی حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے۔**اللہ کے رسول ﷺ 13 برس مکہ مکرمہ میں نبوت کے ایام گزارتے ہیں بعد میں ہجرت کا حکم ہوا مہدی موعودؑ 13 برس قطہ ہند میں اصلاح وتبلیغ کرتے ہیں بعد میں مکہ مکرمہ میں پہلا دعوی کرتے ہیں۔تابعؑ کی متبوعؐ کی اتباع کی ایک سنت یہ بھی ہے۔دعوی موکد تک کے 5 برس اور بڑلی سے فراہ تک کے 5 بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔**

اسلام واحد مذہب ہے جو بتاتا ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے جو معبود برحق ہے۔جس نے فرشتے انسان جانور زمین آسمان کہکشاں چاند ستارے پہاڑ سمندران میں پائی جانی والی مخلوقات آسمان میں اُڑنے والے پرندے زمین کے اندر پائے جانے والے کیڑے مکوڑے حشرات ان سبھی کی موت حیات رزق کے دئے جانے کا مالک ہے اور انسانوں کی رہنمائی کے لئے نبی رسول پیغمبر اور اللہ کے خلفاء انہیں میں پیدا فرماتا ہے۔اُس خالق ومعبود کو اللہ رحمٰن رحیم اور دیگر اسماء کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید قصہ کہانیوں کی کتاب نہیں ہے اس میں یہ سب اگلی قوموں کا انجام بتانے کے لئے کہ جنہوں نے اللہ کے احکام وشریعت سے انحراف کیا ان کا کیا انجام ہوا۔بلکہ قرآن اللہ تعالی کی عظمت ربوبیت قدرت اس کی صنائی اور اس کے کلام کی باریکیوں میں غور کرنے کے لئے ہے کہ وہ کیسا عظیم خالق ہے جو معبود اعلی ہے اور انسان کتنا حقیر و بے پایاں ہے۔**حضور نبی کریم محمد ﷺ کے نبی رسول پیغمبر ہونے اور قرآن مجید کے معجزہ ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ نبوت سے پہلے حضور ﷺ کا رجحان کبھی بھی شعر وسخن کی طرف نہیں رہا اور نا ہی آپ ﷺ کو لغات صرف ونحو کا علم تھا کیوں کہ آپ ﷺ اُمی تھے اور قرآن سارے کا سارا علم جرح وتعدیل سے مزین ہے** معنی اس میں بات کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے اس علم سے مزین کیا گیا ہے اس کا ہر حرف لفظ آیت کلمہ سورہ سبھی میں بے مثال علمی مباحث کی انوکھی جلوہ نمائیاں ہیں اس کے مقابل دنیا کی کوئی کتاب ایسی مثالی نہیں ہے۔جو کوئی اطمینان قلب توجہ اور خلوص سے اس کا مطالع کرتا ہے وہ ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے مسلمانوں کی بات نہیں غیر مسلموں نے اس کا بارہا راعتراف کیا ہے۔جرمن مفکر اور شاعر گوئیتے کہتا ہے کہ''جب بھی یہ کتاب قرآن میں پڑھتا ہوں میری روح میرے اندر کانپنے لگ جاتی ہے'' اس طرح کے اقوال کی بے انتہا مثالیں ہیں۔اور ہم مسلمان ہیں کہ اسے صرف تجوید قاعدہ نحو صرف قرآت تک محدود رکھے ہوئے ہیں زیادہ سے زیادہ اتنا کہ فقہی مسایل کے حل کے لئے ،اور ساری توجہ احادیث کی کتابوں اور محدثوں کی فضیلت پر مرکوز کردی ہے اور اب تو فرقے گروہ اور جماعتیں ہی احادیث کے بنیادوں پر ہیں ،اور وہ بھی امام بخاری امام مسلم تک یا صحیحین کی کتابس تک کئی گروہ محدود کر چکے اپنا ایمان ودین اگر ان کتابوں میں ہے تو دین ورنہ وہ دین نہیں دوسری احادیث کو غلط اور غیر ضروری قرار دینے میں سارا زور لگا رکھا ہے۔یہی بات ہے کہ خلیفۃ اللہ مہدی موعود علیہ السلام کو اللہ نے صرف قرآن کے بیان کے تابع رکھا' کیونکہ اُمت نے خود کو احادیث کے تابع کرلیا تھا' محمد ﷺ کے عظمت فضیلت کی بنیاد ہی وحی الٰہی ہے جو قرآن کے بطور

آپ ﷺ کو دیا گیا۔اگر خدانخواستہ وحی الٰہی کا نزول اور قرآن بطور شریعت حضور ﷺ کو نہ دیا جاتا تو کیا لوگ حضور ﷺ کی باتوں کی پرواہ کرتے جیسے آج کرتے ہیں؟ پہلے دن ہی حضور ﷺ کو نا قبول کر دیتے اور اُن کی باتوں پر کوئی کان نہ دھرتا۔اِقْـرَا بِـاسْـمِ رَبِّـکَ الَّـذِیْ خَلَقَ پڑھو(اے نبیؐ)اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔خَـلَـقَ الْاِنْسَا ن مِنْ عَلَقٍ (اس نے) جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی اِقْـــرَا وَرَبُّـکَ الْاَکْــرَمُ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔نزول وحی کا پیغام ہی انقلاب ہے''پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا''۔اس کے بعد انسان کی حقارت کو جتایا کہ''اُس نے جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی''۔اُسی کے نام سے پڑھو کیونکہ وہ رب بڑا کریم ہے''۔ان تین آیات میں ایک جلال دبدبہ اور رعب کی کیفیت ہے جو بتاتی ہے کہ محمد ﷺ کا یہ پیغام اور بیان نہیں ہے یا حکم نامہ بلکہ رب کائینات کا کلام ہے۔ذرا اندازہ لگائیں کہ جنہیں اپنے عربی اور ماہر کلام اہل سخن ہونے کا غرور تھا جو دوسروں کو عجمی یا گونگے سمجھتے تھے جب اُن کے سامنے یہ آیات بیان ہوئی تو اُن کی حالت کیا ہوئی ہوگی۔کیونکہ ایسا پُر مغز با محاورہ دبدبہ و جلال والا کلام تو پہلے کبھی اُنہوں نے سنا ہی نہیں تھا جو دوسروں کو عجمی یعنی گونگا سمجھ رہے تھے وہ ہکا بکا رہ گئے اور جان گئے کہ محمد ﷺ ایسا کلام کہہ نہیں سکتے وہ تو اُمی ہیں۔لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ اکابر صحابہؓ کی زندگیوں میں کہ اُنہوں نے کبھی بکریاں چرائی ہوں یا کسمپرسی اور مفلسی کا دور دیکھا ہو سوائے محمد ﷺ کے دیگر اکابر صحابہؓ یا تو تاجر تھے یا حاکم یا پھر مکہ کے روسا میں شمار ہوتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو سفیر ہوا کرتے تھے اور عثمان غنی اور ابو بکر صدیقؓ تو اشرافیہ اور روسا میں شمار ہوتے تھے'جبکہ حضور ﷺ یتیم بے کس اُمی ایسے کسی شخص سے اس طرح کے کلام کی مکہ والوں کو اُمید نہیں تھی یہی حیرت اور معجزہ اہل مکہ کو نزول وحی کو متحیر کن کلام ماننے پر مجبور کر رہا تھا'بعد میں ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروقؓ جیسے ہی کلام کی آیات سنتے ہیں ورطہ حیرت میں پڑ جاتے ہیں عش عش کر اُٹھتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہوسکتا۔آج جنہوں نے حدیث کو مقدم کر کے حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کر رکھی ہیں انہیں جان لینا چاہے کہ ان کا ایمان اور اسلام کس نہج کا ہے'حضور ﷺ کا قول و عمل قرآن کی بنیاد پر تھا'نا کہ اُن کے علم و عقل پر۔آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ سوائے خُدا کے کوئی نہیں جان سکتا'یہی بات تھی کہ آپ کو نبوت کے لئے منتخب کیا گیا۔مومنوں کے لئے آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے مقابل ان جیسے انسان تو کیا کوئی مخلوق نہیں ہے۔اگر قرآن کے بیان کے لئے آپ کے قول و عمل کو الگ کر دیا تو دین و ایمان جاتا رہیگا۔مثلاً عیسائی بائبل تو پڑھتے ہیں لیکن ان کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول و عمل کی رہنمائی نہیں ہے وہ چرچ میں جا کر پادری جو پڑھتا ہے اُسے رٹ کر آجاتے ہیں اور کبھی بائبل کے کلام و بیان پر غور نہیں کرتے حالانکہ آج جو بائبل موجود ہے وہ عیسیٰ پر نازل صحیفہ نہیں ہے وہ انجیل یوحنا انجیل متی انجیل مارکس ہیں یعنی حواریوں کی بیان کردہ کتابیں ہیں جس کا حضرت عیسیٰ پر کی جانے والی وحی کی گئی انجیل کا کوئی واسطہ نہیں یہ بات عیسائی بھی مان رہے ہیں کہ انجیل عیسیٰ ان کے پاس نہیں ہے۔جبکہ دنیا مانتی ہے قرآن محمد عربی ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت خداوندی کی کتاب ہے جو وحی کی گئی ہے۔بالکل اسی طرح مسلمانوں کے عالم فاضل اور ولی یہ **دعوی نہیں کرسکتے** کہ جو گروہ

جماعت ان کی اپنی بنائی ہوئی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے ۔جبکہ میراں سید محمد مہدیؑ موعود علیہ السلام نے قرآن کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا کہ قوم موعودہ مہدی اللہ کے حکم سے تشکیل کی ہوئی قوم ہے ۔لیکن یہاں اس بات کو بھی دیکھنا ہے کہ وہ صرف مہدی موعود کے صحابہؓ اور تابعین اور تبع تابعین مہدویہ تھے بعد میں قوم مہدویہ میں آہستہ آہستہ اعمال میں کمی آتی گئی ۔اب دیکھیں کہ مصدقین مہدی کس طرح موعودہ قوم کے افراد ہیں وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ، ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (سورہ محمد ۳۸) اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہونگے ۔جو کہ صحابہؓ رسول کے مانند ہونگے وَ قَلِيْلٌ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ چند آخرین میں سے (سورہ واقعہ ۱۴) جو صحابہؓ مہدی تھے وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ، وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ دوسرے لوگ جو ابھی ان سے نہیں ملے (سورہ جمعہ ۳) یعنی وہ ابھی نہیں آئے بعد میں کسی وقت یا نویں صدی ہجری میں آئینگے اپنے امام مہدی خلیفۃ اللہ کیساتھ اور وہ لوگ کیسے ہونگے یہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بتادیا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اگر تم دین سے مرتد ہوجاؤ تو اللہ ایسے لوگ پیدا فرمادے گا جو اللہ کو محبوب ہونگے اور اللہ اُن کو محبوب ہوگا ۔یہ وہ اشارے اور آیات ہیں جن کو اللہ کے حکم سے مہدی موعود نے بیان کیا کہ وہ قوم موعودہ مہدی خلیفۃ اللہ کی قوم ہے ۔ حالانکہ آٹھ صدیوں تک مسلمان قرآن پڑھ رہے تھے مگر ان آیات کی طرف اُن کا دھیان ہی نہیں گیا جب تک اللہ تعالیٰ نے نشاندھی اپنے خلیفۃ اللہ کے ذریعہ نہیں کرائی ۔جس طرح اُمت محمد ﷺ مخصوص کہلائی گئی ‘اسی طرح خلیفۃ اللہ مہدی کے مصدق مخصوص قوم کہلائیں گے ۔

قرآن مجید اللہ کا کلام اور حکم نامہ ہے ‘اسے پڑھنے اور سمجھنے کے آداب اور اُصول ہیں ‘جیسے تجوید قرآت ‘لغات اس کے معنی ومطالب کو سمجھنے کے لئے علم صرف ونحو علم الکلام علم حدیث ‘ان کے علاوہ قرآن کو سمجھنے کے لئے پورا قرآن کا مطالع کرنا ‘ہر سورت کے کلام وبیان کو سمجھنے کی کوشش کرنا ‘ہر آیت میں غور وخوص کرنا ‘اس کے ساتھ قرآن کے ہر لفظ کے معنی اور بیان کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کرنا کہ کس مقصد کے تناظر میں کہا گیا ہے اور یہ ضروری ہے کہ قرآن مجید کے احکام وبیان کو سمجھنے کے لئے جس لفظ یا آیت کو جاننا یا سمجھنا چاہتے ہیں اس سے پہلے والی آیات اور بعد والی آیات پر غور کرنا ضروری ہے ورنہ غلط نتیجہ نکالنے کا گناہ ہوسکتا ہے ۔ہم اپنی سمجھ سے اللہ کے کلام یا اللہ کی مرضی یا مراد کو بیان نہیں کرسکتے ‘یہی بات ہے کہ مہدویہ بزرگوں نے بیان قرآن کرنے والے اہل رشد وہدایت کے لئے کچھ شرایط بتائیں ۔لیکن آج ان کی ان دیکھی کرکے ہر کوئی بیان قرآن کرنے کا دعویٰ کررہا ہے ۔

کیا کسی نے سنا پڑھا یا لکھا ہوا دیکھا ہے کہ دوسرے مذاہب عقاید اور طریقوں میں ان کی کتابوں میں ان کے معبود نے کوئی شئے کی تخلیق کی ہو یا انہیں رزق دینے انہیں موت اور حیات دینے کا ملکہ ہو یا ان کا معبود ان کی ہمیشہ نگرانی کررہا ہو یا چاند ستاروں سورج کی گردش اس کے حکم کے محتاج ہوں ؟ ۔دنیا میں بہت سارے گروہ اور قومیں ہیں ہم یہاں اہل ہنود کی مثال لیتے ہیں ان کی دیومالاؤں Mythology میں ’’پرماتما‘‘ تو ہے مگر اُس کا تصور خالق کل کا نہیں ہے اُس نے ’’سرشتی‘‘ بنائی مگر وہ اپنے ہی

وجودکو برقرار رکھنے کے لئے اوتار اور بھگوان ہونے کے نت نئے روپ کا سہارا لیتا ہے جو انسانوں کی رہنمائی تو نہیں کرتا بلکہ اپنے بھگتوں کی آپسی لڑائیوں اور جنگوں میں صرف مدد کے لئے آتا ہے۔ یہ گیتا اور رامائن کے قصے کہانیوں میں صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ان کے پاس نہ آسمانی احکام کا مروجہ نظام ہے نہ ہی زندگی کے اُصول ومعاشرتی وطبقاتی نظام کی بے ضابطگیوں کے لئے عدالت اور انصاف کا کوئی لائحہ عمل ہے زندگی کے تمام اعمال وطریقے پرانے قبائلی طریقوں اور رسموں کی بنیادوں پر ہیں۔ان کا بھگوان اوتار بن کر ''پرکٹ'' تو ہوتا ہے مگر یہ نہیں بتاتا کہ اس نے انسانوں کی تخلیق کیسے اور کس مقصد سے کی اور ''دیو'' یا شیطان کو پیدا کرنے کا مقصد کیا ہے بلکہ اہل ہنود کے پاس ''دیو'' ایک بھوت ہے جو انسانوں کو ستاتا ہے ان کے جسموں میں داخل ہوکر پریشان کرتا ہے وہ ایسا کیوں کرتا ہے کس لئے کرتا ہے اُس کا مقصد کیا ہے یہ بتانے سے اہل ہنود قاصر ہیں۔اور جو دیوتا 'اوتار بن کر زمین پر بھگتوں کی جنگوں میں مدد کے لئے آتے ہیں وہ صرف آسمانوں بادلوں اور دیولوک میں ہی رہتے ہیں۔یہ دیولوک کیا ہے کیسا ہے اس کے بنانے کا مقصد کیا ہے یہ نہیں بتاتے اور انسانوں کا اہل ہنود بدھ اور جینیوں کا عقیدہ ہے کہ انسان دوبارہ دوبارہ مختلف اجسام اور جانوروں کی شکل میں دنیا میں پیدا ہوتا اور مرتا رہتا ہے وہ ''سورگ'' کی بات تو کرتے ہیں مگر وہ کس کے لئے کس مقصد کے لئے ہے یہ نہیں بتاتے کیونکہ جب انسان بار بار پیدا ہوتا مرتا رہے گا تو سورگ کس کے لئے ہے؟ کیا صرف دیوتاؤں کے رہنے کے لئے یا پرماتما کے رہنے کے لئے اگر نہیں تو یہ چاند ستارے یہ دنیا کے پیدا کرنے کا کوئی مصرف تو ہونا چاہئے اور دنیا میں پیدا ہوکر اچھے کرم کرنا اس کے بعد دوسرے انسانی یا جانوروں کے جسم میں داخل ہونا ہی ہے تو اس کا مقصد کیا؟ جو اوتار بن کر آئے انہوں نے کوئی تعلیم یا برائی سے بچنے کا طریقہ نہیں بتایا یا ایسا پیغام دیا کہ ساری دنیا میں انصاف اور امن کا بول بالا ہو یعنی کوئی clear guidence یا Mandate نہیں ہے۔تمام قصے کہانیاں ابہام قیاس موہوم بیانات اور متضاد اُصولوں پر مبنی ہیں رشتہ داریاں شادی بیاہ تعلقات وہی ہزاروں سالہ غیر مہذب قبائلی رسم ورواج اور صدیوں پرانے نابلد غیر مہذب اعمال ہیں۔اہل ہنود کے علاوہ بھی دوسری قوموں میں جیسے بدھ مت جین مت میں بھی بھگوان انسان کے روپ میں آتا جاتا گردش کرتا رہتا ہے اس کے علاوہ کوئی مثبت کام وہ نہیں کرتا بلکہ ان تمام مذاہب میں پرماتما یا بھگوان یا اوتار انسانوں کی مدد کرنے کے بجائے انسانوں کو اس کے عالیشان مندر شیوالے استوپہ بنا کر اسے چڑھاوے چڑھا کر اسے خوش رکھنا پڑتا ہے ورنہ اسے غصہ آجاتا ہے۔اب رہی بات اُن ارواح پرست قوموں کی جو وسطی ایشاء افریقہ اور جنوبی امریکی ممالک میں رہتے ہیں اُن کے پاس تو ان بھگوانوں اور اوتاروں کا جنجال بھی نہیں ہے بس انسان مرتا ہے تو اُس کی روح ہی قابل پرستش بن جاتی ہے یعنی اس میں سوپر پاور آجاتا ہے۔حتیٰ کہ یہودی وعیسائی بھی ایک خدائی نظام کو موہوم اور مشکوک اس طرح بنا دیتے ہیں کہ اسرائیل نے کو خدا کی چہیتی بیوی بنا دیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا کر خدائی املاک اور خزانوں میں خود کے مالک وحق دار ہونے کے مدعی ہیں 'ہمیں تو یوں لگتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے جب خود کو خدا کی چہیتی بیوی بنایا تو دوسرے گروہ نے جو شاید محکوم اور مغبوض تھا ضد اور مقابلہ میں حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ بنا دیا ہوگا مثلاً جب اہل تصوف

یا بریلویوں نے قبروں کو پرستش گاہ بنادیا تو ضد بحثی اور مقابلے میں وہابیوں اہل حدیثوں دیوبندیوں تبلیغیوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے تقدس کو ہی پایمال کرنے لگے۔ بہر کیف صرف واحد اسلام میں ایک خالق و معبود کی الگ پہچان ہے اور مخلوقات کی پیدایش کسی مصرف کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور ان تمام قوموں کے قصہ کو یوں اور دیومالاؤں میں خالق و معبود سے آسمانوں پر جا کر ملنے اس کی عظمت کے بیان کرنے کا بھی تصور نہیں ہے گاڈ پرماتما یا بھگوان نے سارے کام اوتاروں کے حوالے کر کے چھوڑ دیا ہے اور اب اسے کوئی جانتا بھی نہیں۔ مگر اسلام کا معبود غایب ہونے کے باوجود حاضر و ناظر اور متحرک بھی ہے اور انسانوں کی سرزنش بھی کرتا ہے انہیں سزا و جزا بھی دے گا ان کی نگہداشت بھی کرتا ہے ان کی رہنمائی قرآن و حدیث کے ذریعہ کرتا ہے حیات موت جنت و جہنم کا فیصلہ بھی فرماتا ہے اور جس طرح کائنات کا نظام قایم کیا اسی طرح محشر بپا کر کے ان کا خاتمہ کریگا صرف اللہ تعالی اور اس کے مخلص بندوں کو حیات جاویداں دے کر جنت عطا کریگا۔ مہدویوں کے عقاید میں دیدار کا تصور اس فرق کو صاف کر دیتا ہے کہ بندہ صرف بندہ ہے خالق کل اللہ تعالی کے آگے مجبور کمزور حقیر اور ایک دن مٹی میں دفنائے جانے والا اور اللہ تعالی خالق کل تو ہے اور کاینات میں پھیلی ہوئی حقیقت ہے جو تخلیق بھی کرتا ہے اور موت بھی دیتا ہے محاسبہ بھی کرتا ہے وہ انسان کی عقل و احاطہ سے بہت دور بھی ہے اور اتنا ہی قریب بھی **و ھوا معکم این ما کنتم** تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے (حدید) اور اس کی قدرت اور غلبہ تمام خلایق اور کلاینات پر چھایا ہوا ہے کوئی بھی شئے اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں ذرہ ذرہ پر اس کی نظر ہے یہ ایسا ایمان اور عقیدہ ہے جس سے احساس ہوتا ہے کہ ہمارا احاطہ اس کی قدرت کئے ہوئے ہے **یہی احساس دیدار یا بصیرت کا پہلا زینہ ہے** اللہ تعالی فرماتا ہے **اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ** اللہ (وہ ہے کہ) اس کے بغیر کوئی عبادت کے لایق نہیں زندہ ہے اور قایم ہے ہمیشہ نہ اس کو نیند آتی ہے نہ اونگھ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں **یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ج وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ** اور نہیں گھیر سکتے کسی چیز کو اس کے علم سے مگر جتنا وہ چاہے۔ سما (گھیر) رکھا ہے اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو۔ اس کی قدرت نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو گھیر رکھا ہے یعنی ہر شئے اس کے احاطہ میں ہے اور ایک بڑی واضح بات یہاں بتائی گئی ہے کہ "اور نہیں گھیر سکتے کسی چیز کو اس کے علم سے **مگر وہ جتنا چاہے**" وہ جتنا چاہتا ہے اتنا ہی علم انسانوں کو دیتا ہے اور یہی بات بصیرت اور دیدار کے معنوں میں بھی ہے کہ اللہ تعالی جتنا چاہتا ہے انسان کو اتنا ہی دیدار کراتا ہے معنی ضروری نہیں کہ انسان کی آنکھیں اُس کا مکمل احاطہ کرلیں اُس کے نور کے ایک ذرہ کو بھی دیکھ لیا جانا دیدار ہے۔ مہدی موعودؑ نے یہی بات کہی ہے کہ "اگر انسان کو ایک ہزار برس تک ناک میں نکیل ڈال کر گھمایا جائے اگر اُسے ایک ذرہ یا لحہ دیدار ہو گیا تو وہ انسان کہے گا کہ مجھے ایک ہزار برس اور اسی طرح گھماؤ تا کہ میں اتنا دیدار کرلوں۔ اور مہدی موعودؑ نے یہ بھی کہا کہ "ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں"۔

اسلام دنیا کو مومن کے لئے قید خانہ اور آخرت جنت و آسایش کی جگہ کہتا ہے۔ اسلام کے سوائے دنیا کا ہر مذہب

دنیا کو آسائش راحت عیش وعشرت کی جگہ مانتا ہے یہاں تک کہ اہل کتاب یہود ونصاری بھی اسی طرز پر زندگی گزارتے ہیں ان کے لئے مذہب وعبادت معبود اعلی سے دولت راحت عیش وعشرت طلب کرنے کے لئے ہیں یہ بات ان کے اعمال اقوال عبادت میں ہم دیکھ سکتے ہیں اُن کے پاس آخرت کا کوئی مخصوص تصور واحساس نہیں ہے۔ان کے بجائے مسلمانوں کے پاس محشر احتساب جہنم جنت کے ساتھ خالق کل کی اطاعت وعبادت کا قوی احساس پایا جاتا ہے۔اہل اسلام زندگی گزارنے کے لئے دنیا کا استعمال تو کرتے ہیں لیکن ان کی توجہ کا سب سے بڑا مرکز اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت اور خوف نافرمانی وحکم عدولی میں پایا جاتا ہے وہ دنیا کی زندگی کو ناپائیدار اور حیات بعد الموت کو حقیقی زندگی مانتے ہیں ۔اور تعلیمات مہدی موعودؑ میں تو فقراءوکاسبین کی زندگی کا دنیا میں آنے کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالی کی اطاعت عبادت اور ذکر کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔دنیا اور حیات دنیا صرف اس زندگی کے سلسلے کو برقرار رکھ کر اسے دنیا اور بعد حیات دنیا اللہ تعالی کی خوشنودی قربت اور معرفت الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے کہ جس میں دار دنیا میں اللہ کا دیدار حاصل کریں اور بعد حیات دنیا یہ دولت دنیا سے توشہ کے طور پر لیجانا ہے۔کیونکہ اللہ تعالی کی قربت ودیدار تبھی ممکن ہوتا ہے جب بندے سے اللہ راضی ہوجائے اس طرح مہدوی دنیا سے اپنے خالق ومعبود کو راضی کرکے رخصت ہونے کے لئے دیدار کی طلب کرتے ہیں اگر وہ راضی ہوگیا تو یہ دونوں جہاں اللہ والوں کے ہیں ۔

برسبیل تذکرہ یہاں ایک روایت کو جاننا ضروری ہے جس میں کہا گیا ہے کہ"میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کی طرح ہیں"یہ روایت بہت ساری کتابوں میں آئی ہے۔اگر اسے صحیح مان لیں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ختم نبوت کے بعد ایک خلیفۃ اللہ مہدی موعود آخر الزماں کی بعثت کا وعدہ کیوں کیا؟ایسا اس لئے کہا گیا کہ کہ فطرت انسانی ہے کہ ہر خاطی وگنہگار عالم بھی خود کو بنی اسرائیل کے علما کی طرح سمجھنے لگے گا۔قرآن مجید میں پچیس 25 انبیاء کے نام آئے ہیں جن میں چار 4 صاحب کتاب یا تنزیل ہیں حضرت داؤدؑ جنہیں زبور دی گی حضرت موسیؑ جنہیں تورات دی گی حضرت عیسیؑ جنہیں انجیل دی گی اور آخرین شریعت اور تنزیل قرآن محمد ﷺ کو دی گی ۔باقی نبی رسول وپیغمبر یا تو صاحب کتاب تھے یا صاحب صحیفہ جیسے حضرت ابراہیمؑ جنہیں صحایف دے گئے تھے قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کو نوح علیہ السلام کا تابع کہا گیا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کو دین حنیف کا تابع کہا گیا ہے اور مہدی موعودؑ کو محمد ﷺ کا تابع کہا گیا۔ان کے علاوہ وہ ایک لاکھ چوبیں ہزار نبی رسول بھی کسی صاحب کتاب یا صاحب صحیفہ نبی رسول پیغمبر کے تابع تھے۔جنہیں وحی یا القاء کے ذریعہ احکام دے گئے اپنی اپنی قوموں کے لئے۔تابع کا لفظ حضرت عیسی نے اور مہدی موعودؑ نے استعمال کیا ہے۔عیسیؑ نے کہا میں شریعت موسی کا تابع ہوں اور مہدی موعود میراں سید محمد جونپوری علیہ اسلام نے کہا کہ"مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ"اس طرح تابع رسول ہونا الگ بات ہے اور"بنی اسرائیل کے علما کی طرح ہونا مختلف بات ہے۔اس قسم کی غلط فہمی کے ازالہ کا سد باب بعثت مہدی کا وعدہ کرکے پہلے ہی کردیا گیا۔یہاں دیکھیں قرآن مجید کی نفاست ولطافت بیان کا انداز وَ هُوَ مُحۡسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا اور وہ نیکوکار جس نے

پیروی کی دین ابراہیم کی۔(سورہ نسا آیت ۱۲۵)مقام غور ہے کہ قرآن محمدؐ پر نازل ہوا شریعت محمدﷺ کی اور اللہ کا فرمانا ہے نیکوکار دین ابراہیم کی پیروی کرتے ہیں۔اسی بات کو سمجھنے کے لئے اسی سورہ النساء کی ۱۶۳ ویں آیت دیکھیں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ''بیشک ہم نے وحی بھیجی آپؐ کی طرف جیسے ہم نے وحی بھیجی نوحؑ کی طرف اور اس کے بعد اور نبیوں کی طرف اور ابراہیمؑ اسماعیلؑ اسحٰقؑ یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ کی طرف اور عیسیٰؑ ایوبؑ یونسؑ ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف (وحی بھیجی)اور ہم نے داؤدؑ کو دی کتاب زبور۔''یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ دوسرے نبیوں کو وحی کئے جانے کی بات اللہ نے کی ہے جب داؤدؑ کا ذکر ہوا تو کہا ''ہم نے داؤدؑ کو **کتاب دی**''یہاں پیغمبر کتاب اور رسول و نبی وحی کا فرق معلوم ہو رہا ہے۔اس کے بعد خلاصہ کر دیا کہ''اور ایسے رسول بھیجے جن کے احوال ہم نے اس سے قبل آپؐ سے بیان کئے اور ایسے رسول (بھی بھیجے) جن کے احوال ہم نے آپؐ سے بیان نہیں کئے۔معنی یہ کہ جو صاحب کتاب وصاحب صحیفہ نبی رسول پیغمبر ہوتے ہیں ان کے تابع صاحب وحی والقاء نبی رسول اور اللہ کے دوسرے خلیفہ ہوئے ہیں جن کے متعلق حضورﷺ کو نہیں بتایا گیا۔مگر!آپﷺ کو اپنے بعد ایک خلیفۃ اللہ کی بعثت کے متعلق بتایا گیا جو مہدی موعود آخر الزماں ہیں جو تابع محمدﷺ ہیں،جس طرح نبوت کے خاتم محمد رسول اللہ ہیں اسی طرح اُن کی ولایت کے خاتم مہدی موعودؑ ہیں جو مبین کلام اللہ مراد اللہ اور دافع بلا کت اُمت محمد یہ بھی ہیں جیسا کہ خود محمدﷺ اور حضرت عیسیٰ ہیں جو مہدی کے بعد آنے والے ہیں۔یہاں انبیا مرسلین اور خلیفۃ اللہ اور علماء کا فرق واضح کر دیا گیا ہے۔

اللہ کے منکر قوموں اور مذاہب کو دیکھیں تو ان کے اثرات کو مسلمانوں نے بھی کسی حد تک اپنایا ہے کبھی رسم وبدعت میں کبھی خدا اور رسول کی گستاخیاں بداعمالیاں کر کے۔آج کے مسلمانوں کا اختلاف بدعقیدگی تذبذب اور نظریاتی کشمکش جس نے پچھلے تین صدیوں سے مسلمانوں میں داخل ہو کر دین اور ایمان جس کی انتہا معرفت الٰہی ہے اسے اسلام سے الگ ایک طریقہ بنا دیا ہے۔اس میں اہل قرآن اہل حدیث جماعتی گروہوں کے بانیوں نے ایسے بیان اور عقاید داخل کئے ہیں جس سے دین وایمان کا کوئی واسطہ نہیں ہے یہ صرف اور محض اسلام ہے یعنی علم مباحثہ مقابلہ مناظرہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی دوڑ ایک دوسرے کو کافر گردانے کا مشغلہ یہ باتیں مدرسوں خانقاہوں اور جماعتی سربراہوں اور حکومتی وبادشاہی ایوانوں کے اسلام کی دین ہے۔جس نے مسلمانوں کو انتشار وخلفشار میں مبتلاء کر دیا ہے۔دین وایمان پر چلا کر انہیں معرفت الٰہی یا شوق الٰہی میں انسانوں کو مبتلاء کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے ان کے لئے اسلام ایک حربہ ہے دنیاوی مقاصد حاصل کرنے کا ان کے نظریاتی اور اختلافی جماعتوں کے جنگجوؤں یا دوسرے معنوں میں دہشت گردوں کے گروہوں کے ذریعہ اسلام کو مار کاٹ والا مذہب کا تاثر دینے میں نمایاں کردار پچھلے دو تین صدیوں میں زیادہ ہوا ہے خصوصاً وہابیت کے عروج کے بعد جس سے کے نہ صرف غیر مسلم بلکہ مسلمانوں کا بڑا طبقہ انتشار اور غم وغصہ میں مبتلاء ہے۔اور بہت سارے نام نہاد مسلمان جو خود کو سیکولر قرار دیتے نظر آتے ہیں وہ انہیں علمائے سو رہبروں ورہنماؤں کا پیدا کیا ہوا نظام ہے جو اسلام کے نام سے پروسا جا رہا ہے۔ان جماعتوں کو موقع ان بدکردار صوفیوں جھوٹے ولیوں اور خانقاہوں کی بدعتوں

سے ملا ہے ۔**ان تمام کے درمیان صرف اسلام رہ گیا ہے اور دین وایمان غایب** ہے ۔ایسا نہیں کہ مہدویوں کی صفوں میں افراتفری و انتشار نہیں ہے بلکہ یہاں بے علم وعمل عالموں کے بعد جو طبقہ اپنے خاندانی میراث کی بنیاد پر اُنہیں مدارس سے فارغ ہوکر آیا اُس نے بڑا فساد اور انتشار پھیلایا ہے ۔اس کی وجہ سے مصدقوں میں بدعقیدگی بدعملی نفاق کا رجحان بڑا اگر یہ زیادہ اس لئے نہیں پھیلا کہ دایرؤں کے نظام کی زندگی معاشرت قربت اور رشتہ داریوں نے انہیں منتشر ہونے نہ دیا اب تک البتہ اخلاقی برائیاں بڑھی ہیں ۔لہٰذا اس خوش فہمی کو دلوں سے دور کردینا چاہے کہ عقیدت مندی ہمارے اتحاد انصرام واتفاق کی وجہ ہے جہاں کہیں معاشرت قربت رشتہ داری سے لوگ دور ہوئے وہاں نفاق اور انتشار کا بول بالا ہے ۔اپنی نا اہلی کو معتقدوں کی تضحیک ان سے بے رغبتی میں نہیں چھپایا جاسکتا مروت شفقت اصلاح وتصحیح تعلیم وتدریس دور اندیشی معاملہ فہمی کی اشد شدید ضرورت ہے ۔اغیار کی دیکھا دیکھی نئے بے بنیاد طریقے اندھی تقلید بے دین جماعتوں سے مرعوب ہونے کا چلن انہیں ہر ہمیشہ منت سماجت کرنے کا طریقہ ہماری بنیادوں کو کمزور کر رہا ہے ۔کچھ ایسا ہو کہ ہمارے اپنے بزرگوں اور اسلاف کے شعار کو زندہ کیا جائے نئی تحقیق اور تعلیم پر زور ہونا چاہے پچھلے ایک سو سال سے رٹا مارنے کا طریقہ اختیار کرلیا گیا ہے ۔بندگی میاں یہ بولے بندگی میاں وہ بولے وہ جو بولے سچ بولے اور حق بولے اور کیوں بولے کس لئے بولے اس بات کی تحقیق اور تعلیم ضروری ہے ان کا کہا حرف آخر نہیں ہے ان کے کہے کو قرآن حدیث اور مہدی موعودؑ کے اقوال واحول میں دیکھا جانا چاہے اگر اپنی میراث اور احترام کو قایم ودایم رکھنا ہے ۔

اللہ تعالی قرآن میں فہم وتدبر اختیار کرنے کی تاکید بار بار کیوں فرماتا ہے؟ اس کو سمجھنا ہے تو سورہ حدید کی شروع کی آیات کے ان دو یا اس آیت یا ان پانچ لفظوں کو سمجھنے سے بات پوری طرح صاف اور واضح ہوجاتی ہے **و ھو معکم این ما کنتم تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے ۔اس میں غور کریں معلوم ہوگا کہ ان میں اللہ تعالی کی عظمت جلال اور وسعت کا بحر بیکراں موجود ہے "تم جہاں کہیں ہو" عالم برزخ میں ماں کی کوکھ میں دنیا میں زمین کے طول وعریض میں قبر کے اندر جنت میں جہنم میں آسمانوں میں زمین کی گہرائیوں میں سمندر بیاباں میں پہاڑوں میں چاند ستاروں میں** ۔مگر مسلمانوں نے اللہ تعالی کو عرش پر مقید کر کے محدود کردیا یہی بات نہ کرنے کی مہدئ موعودؑ خلیفۃ اللہ نے تعلیم دی کہ اللہ کے "دید کی طلب کرو" وہ ہمارے آس پاس اطراف واکناف میں ہے ۔جو بندہ اللہ تعالی کی موجودگی کو اس طرح محسوس کرنے لگے گا کیا وہ گناہ اور حکم عدولی کرنا تو درکنار اس کا ارادہ بھی کریگا؟ ۔

قرآن میں احادیث میں قصایص میں اسرائیلی روایات میں خالق ومخلوق معبود وبندہ فرشتے ملایک جنت جہنم خلایق عالم وعدہ وعید احکام بیان کی تفصیل بتائی گئی ہے ۔مگر!! واقعہ معراج کی ایک حقیقت نے سارے علوم مناظر کلام وبیان کے رُخ کو پھیر دیا یہ آنکھوں دیکھا منظر تھا جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے کئی ثبوت اور سچائیاں بیان کیں جسے اہل کتاب ہی نہیں کفار ومشرکین بھی انکار نہ کرسکے لہٰذا تاریخ گواہ ہے کہ واقعہ معراج کے بعد اسلام کے اصلاح وتبلیغ کا منظر نامہ بدل گیا احکام وکلام وبیان کا رُخ بدل گیا ہجرت واقع ہوگئی اس کے بعد عروج اسلام کا شاندار باب ہے ۔اس کی مثال آج ہمارے سامنے موجود ہے آج سے پچاس برس پہلے

تک صرف ٹیلیگرام اور ریڈیو ایک واحد ذریعہ تھا جس سے حالات پڑھے اور سنے جاتے تھے بعد میں ٹی وی آیا جس سے حالات و اقعات دکھائے جاتے تھے بعد میں انٹرنیٹ کی ایجاد نے شوشیل میڈیا کو جنم دیا جس سے کہ انقلاب آ گیا آنکھوں دیکھا حال دیکھا جاتا ہے سنی سنائی نہیں یا پڑھی پڑھائی نہیں اگر اس دیکھے ہوئے معاملے کو کوئی بیان کرے تو اس کا یقین کر لیا جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے معراج کے واقعات کو ایسا بیان کیا جیسے صحابہؓ خود مناظر دیکھ رہے ہوں یہ روایات سے ثابت ہے اور اُمت نو صدیوں تک اُنہیں مناظر سے سبق حاصل کرتی رہی مگر کوشش نہیں کی کہ خود دیکھیں اللہ کے خلیفہ مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ ''تم بھی اس حقیقت سے واقف ہو سکتے ہو بشرطیکہ میری تعلیم پر عمل کرو'' جو کہ میری تعلیم نہیں ہے بلکہ اللہ کا حکم اور رسول ﷺ کی تعلیم ہے'' کہد وا ے محمدؐ یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع ہے''(سورہ یوسف ۱۰۸) یہی معاملہ حضرت مہدی موعود آخرالزماںؑ کی دعوت ''طلب دیدار'' کا ہے۔ جب تک آپؑ خطہ ہند کے طویل وعریض میں اصلاح وتبلیغ دین میں ہجرت کرتے رہے علماء فقہا میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ جب مکہ میں پہلے دعوی مہدی کے بعد آپؑ نے قرآنی شہادتوں سے اپنا مہدی حق ہونے کا ثبوت دیا اور اس سے بڑھ کر'' طلب دیدار'' کو فرض قرار دیا تو علوم وخانقاہوں کے ایوانوں میں تہلکہ مچ گیا۔ لیکن! آپؑ کے بیان قرآن کی تاثیر کچھ ایسی تھی کہ عالم آپؑ سے اس سلسلے میں گفتگو کرنے سے گھبرا گئے اور نہ ہی انکار کر سکے وہ مبہوت ہو گئے۔ دس برسوں تک آپؑ اخطائے ہند و برصغیر میں دعوت وہجرت دیتے رہے کسی نے ہمت نہیں کی اس معاملے کو چیلنج کرنے کی۔ یہ ایک ایسا منظر نامہ تھا جو حق پر مبنی تھا ان عالموں کی نہ ہمت ہوئی نہ حوصلہ اور نہ ہی ان کے ایمان ومعرفت کا وہ معیار تھا جو اس حقیقت کے ادراک کے لئے درکار تھا۔

مہدی موعود آخرالزماں کا روشن دلیل ہونا بھی اس بات پر ہے کہ قرآن کا نزول ہو کہ ترتیب جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے اسے اللہ کے حکم سے پیش کیا اسے اسی حالت میں بیان کریں کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ اور تابع رسول ﷺ ہیں۔ اس لئے مہدی موعودؑ نے قرآن کی کوئی وضاحت یا تفسیر یا تشریح نہیں فرمائی جیسا کہ دنیاوی عالموں کا طریقہ ہوتا ہے بلکہ اس کا بیان کیا اور قرآن کے تمام احکام کلام و بیان کو ''فرایضُ ولایت'' میں جمع کر دیا کہ جس میں معرفت الٰہی کی طلب کے سواء کچھ بھی علاوہ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ آپؑ نے ناسخ ومنسوخ کے اُصولوں کو قرآن کی آیت کی مثال دے کر مسترد کرتے ہوئے فرمایا: کہ اللہ تعالی جو کوئی دوسری آیت یا حکم نازل کرتا ہے تو اس سے بہتر حکم اور آیت نازل فرما دیتا ہے''۔ اور نزول قرآن ایک اللہ کے جلیل القدر پیغمبر کی جہد مسلسل اور اُمت کی تعلیم کے لئے ہے جبکہ ترتیب قرآن اُمت کے لئے قیامت تک ایک ضابطہ حیات ہے۔ اور مہدی موعودؑ نے قرآن وحدیث کے احکام اور شریعت محمدیہ ﷺ کو جوں کا توں قبول کرنے کی تاکید فرمائی۔ آپؑ تابع رسول ﷺ تھے اور انہیں کے طریقہ کو اپنایا اور دوسرے علماء کے نہیں۔ 1) قرآن سے اپنا دعوی پیش کرنا 2) ناسخ ومنسوخ جیسی مباحث کا رد کرنا 3) رسم وبدعت سے اجتناب کی دعوت دینا 4) اپنے مصدقوں میں کرامت کی آفت میں نہ مبتلا کرنے کی اللہ سے دعا کرنا جو کہ قبول ہوئی۔ 5) صرف قرآن کا بیان کرنا

تفسیر وتشریح کا نہ پیش کرنا 6) احادیث کو قرآن کے احکام پر جانچنے اور پرکھنے کا کہنا 7) کمالات معجزات کے ہونے کے باوجود ان کا اظہار نہ کرنا 8) اپنے مصدقوں کے قیامت تک قایم رہنے اور حضرت عیسیٰؑ سے ملنے کا وعدہ کرنا۔ایسے کئی معاملات ہیں جن کی لمبی فہرست ہے جس سے ثابت ہے کہ آپؑ نے شریعت محمدی ﷺ کے علاوہ کوئی تعلیم نہ دی اور کوئی طایفہ ایسا بنایا جو دین اسلام سے مختلف ہو بلکہ عین اسلام کو پیش کیا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کا ایمان اور اسلام تھا۔کہ جس میں کسی طبقاتی نظام حکومت ریاست بادشاہی اور استحصال بندگان خدا کا کوئی مقام یا تصور ہو۔اور فضول علمی مباحث میں الجھنے کے بجائے ذکر اللہ کے تاکید فرمائی جو معرفت الٰہی کی جستجو اور اس کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں جہاں پچھلی قوموں کے حالات واقعات بیان کئے ہیں' وہیں پر آنے والے زمانے میں حشر اور قیامت کا ذکر کیا ہے اسی کے ساتھ ایک قوم کو بھیجے جانے کا وعدہ کیا ہے۔تاریخ اسلام میں مورخوں مفسروں محدثوں نے اس پر بات نہیں کی نا ہی اس پر تحقیق کی کہ یہ آنے والی قوم کونسی ہے' اس کے بھیجے جانے کی ضرورت کیا ہے؟ خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ آخرالزماں میراں سید محمد مہدیؑ نے قرآن کی آیتوں سے اس قوم کی نشاندہی کی جو قوم خلیفۃ اللہ مہدی ہے۔1) سورہ آل عمران آیت 190۔2) المایدہ 54 آیت۔3) سورہ انعام آیت 89۔سورہ فاطر آیت 32۔سورہ واقعہ آیت 13,14۔سورہ جمعہ آیت 62۔

اس کے علاوہ سورۂ بینہ کے 1 سے 4 تک کی آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اس میں دو 2 بیّنات کا ذکر ہے۔لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ (آیت 1 سورۃ البینہ) پہلے بینہ اللہ کے رسول ﷺ اور دوسرے بینہ اللہ کا خلیفہ جو تابع تام رسول اللہ ﷺ ہے۔رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً لا (آیت 2) فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (آیت 3) وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ (2 دوسرے بینہ آیت 4) ط جس طرح حضور نبی ﷺ ایک روشن دلیل تھے جو "کفار و شرکین" کو پاک صحیفہ قرآن کے احکام بتایا کرتے تھے۔آپؐ کے بعد دوسری اسی طرح ایک "اور" روشن دلیل ہیں جو مسلمانوں (اہل کتاب) کے بٹے ہوئے فرقوں کو حکم دیں گے اللہ کے دین کو خالص اللہ کے لئے 'بالکل یکسو ہو کر' (تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے) نماز قایم کریں جو نہایت سچا دین ہے اس طرح اس سورۃ میں ایک نہیں دو 2 روشن دلیل کا بیان ہے۔ان دونوں آیات میں اَلْبَيِّنَةُ کے آخر میں پیش یعنی ضمہ ہے یہ معرب کلمہ کے آخر میں آتا ہے جس کا عامل بدلنے سے نہیں بدلتا یعنی کبھی اس کے آخر میں زبر' زیر' پیش یا جزم ہوتے ہیں اسے اسم متمکن کہتے ہیں یعنی جگہ پکڑنے والا قایم وہ کلمہ جو اعراب کو قبول کرے جیسے قَدِمَ الْغَايِبُ غایب آیا' رَاَيْتُ الْغَايِبَ میں نے غایب کو دیکھا۔یہاں اسم معرب جس کا آخر بدلتا ہے' اب یہاں اَلْبَيِّنَةُ روشن دلیل کو دیکھیں بدلنے والا یا بدل (تابع) بینہ آنے والا ہے۔اگر سورۂ بینہ میں دلیل روشن حضو ﷺ کے بعد کوئی نہ ہوتا تو وہ کلمہ مبنی ہوتا جس کا آخر عامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا ہمیشہ ایک (دلیل روشن) ہوتا۔بَيِّنَةً اور بَيِّنَةٌ اسم غیر متمکن اور مبنی الاصل کے مشابہ ہوتا ہے (یعنی متبوع ﷺ کی طرح تابعؑ کا

ہونا)اور مبنی الاصل کی طرح وہ اسم تعداد حرف کے مشابہ ہوتا ہے (واحد ہے) ۔ یہاں معلوم ہوا کہ نزول قرآن کے وقت کفار ومشرکین کے لئے بینہ دلیل روشن حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس تھی اور بعد کسی زمانے میں پاک صحیفہ قرآن کی مراد بیان کرنے والے تابع تام رسول اللہ ﷺ حضرت مہدیؑ موعود آخر الزماں ہیں ۔جنہوں نے اپنے دعوی کے ثبوت میں یہ آخری سورۃ پیش کی ۔ مہدی کے متعلق سے لکھی جانے والی بے شمار کتابوں میں سے 40 کتابیں مشہور ہیں ان میں امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم الجوزی کی تصانیف کے علاوہ علامہ طبری' ابن کثیر' قاضی شوکانی 'امام قرطبی قرآن میں مہدی کا اشارہ ہونے کی بات کرتے ہوئے سورۃ الزخرف کی آیت' لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ لَهُمْ فِي الْاٰ خِرَةِ عَذَاب ان کے لئے دنیا میں ذلت ورسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب'' کے تعلق سے فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب امام مہدیؑ کا ظہور ہوگا اور اسی سورۃ الزخرف آیت وَ اِنَّـهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور یقیناً وہ قیامت کی علامت ہے کے تعلق سے شیخ سید شبلنجی اپنی کتاب نورالابصار میں لکھا ہے :امام مقاتل بن سلیمان اور ان کی موافقت و متابعت کرنے والے دیگر مفسرین نے مذکورہ آیت میں وارد لفظ'' اِنَّـــه '' وہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ'' وہ'' امام مہدی جو آخر زمانے میں ظہور فرمائیں گے اور ان کے ظہور کے بعد قیامت کی بڑی بڑی علامات ونشانیاں ظاہر ہو جائیں گی (کتاب ظہور امام مہدی ایک اٹل حقیقت) یہاں معلوم ہو رہا ہے کہ دوسری روشن دلیل کا جو فرقے انکار کریں گے ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں عذاب ہے اور یہ عقاید اُمت کے ان علماء کے ہیں جو معصوم نہیں ہیں اگر وہ اپنی آراء قرآن کی آیات میں ظاہر کر سکتے ہیں تو کیا جو معصوم عن الخطا مامور من اللہ ہو قرآن سے اپنا ثبوت کیوں نہیں پیش کر سکتے ۔اور یہ دوسری روشن دلیل مہدی وہ ہیں آخر زمانے میں ظاہر ہونگے ۔غور طلب امر یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا پاک صحیفے پڑھ کر سنانا !حضو ﷺ پر جب قرآن نازل کیا جا رہا تھا اس وقت عرب میں معدودے چند افراد ہی پڑھے لکھے تھے' اور قرآن اُونٹ کی کھال پر ہڈیوں پر کھجور کی پتیوں پر لکھا جاتا تھا وہ صحیفہ کتاب یا مصحف کی شکل میں نہیں تھا تو اللہ کے رسول ﷺ کا صحیفہ پڑھ کر سنانا کیا معنی؟ قرآن کو مصحف کی شکل میں حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں مرتب کیا گیا تھا' اس قرآن کے پیغام کا صاف مطلب ہے کہ اس صحیفہ کو پڑھ کر سنانا **بعد کے زمانے کی بات ہے جب ترقی اور عروج کے دور میں کاغذ یا دوسرے اسباب مہیا ہو گے**۔ صحف صحیفہ کی جمع ہے جن کاغذات میں کوئی تحریر ہو اور کتب کتاب کی جمع ہے جس کے ایک معنی تو لکھی ہوئی چیز کے ہیں اس اعتبار سے کتاب اور صحیفہ ہم معنی لفظ ہیں اور کبھی لفظ کتاب بمعنی حکم بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ قرآن کی آیت لَـوْ لَا كِـتٰـبٌ مِـنَ اللّٰهِ سَبَقَ میں لفظ کتاب بمعنی حکم ہی استعمال ہوا ہے اس جگہ بھی دوسرے معنی مراد ہیں کیونکہ معروف معنی لیں تو کتب عین صحف ہیں فِيهَا کہنے کے کوئی معنی نہیں (معرف القرآن)يَتْـلُـوْ ا صُحُفًا مُطَهَّرَةً کے تعلق سے مفتی شفیع الرحمٰن نے معرف القرآن کے سورہ بینہ میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: يَتْـــلُـــوْ تلاوت سے مشتق ہے جس کے معنی پڑھنے کے ہیں ۔مگر ہر پڑھنے کو تلاوت نہیں کہا جاتا وہ پڑھنا جو پڑھانے والے کی تلقین کے بالکل مطابق ہو اس کو تلاوت کہتے ہیں ۔یہاں بات صاف ہے کہ'' وہ پڑھنا جو پڑھانے والے کی تلقین کے بالکل مطابق ہو اس کو تلاوت کہتے ہیں''۔یعنی تابع تام

رسول اللہؐ مہدیؑ موعود علیہ السلام کو حق کی طرف سے جو تلقین کی جاتی تھی اس طرح قرآن کا پڑھنا بیان کرنا ہے اس لئے عرف میں عموماً لفظ تلاوت صرف قرآن پڑھنے کو بولا جاتا ہے۔اور تلقین کے معنی تعلیم دینا سکھلانا ہے'تلقین کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے لہٰذا حضور ﷺ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ایک روشن دلیل اللہ کا خلیفہ مہدیؑ موعود آخر الزماں وہ مبین کلام اللہ ہیں جو اللہ کے احکام کا صحیفہ جو نبی کریم ﷺ پر نازل کیا گیا تھا اسے پڑھ کر صحیح معنوں کا بیان کریں گے اُمت کے ان لوگوں کے سامنے جو"روشن" دلیل" کے آنے کے بعد اہل کتاب کا وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ "فرقوں" میں بٹ جانا اہل قرآن کا فرقوں میں بٹ جانا دونوں ایک ہی نوعیت کے اعمال ہیں۔بالکل یہی بات 97 نزول ہونے والی سورۃ الرحمٰن میں بتادی گئی کہ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ یعنی ایک انسان کو پیدا کیا جائے گا اس قرآن کے بیان کے لئے جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اور اس قرآن کے بیان میں دیگر امور معرفت کے علاوہ دیدار کی دعوت اور لیلۃ القدر کا تعین بھی ہے وہ ایسے کہ سورہ الرحمٰن 97 کے نزول کے مقام پر سورہ القدر کو 97 پر رکھا گیا ہے کہ جس کا نزول 25 ویں سورہ کے بطور رہوا تھا۔کیونکہ تعین القدر دنیا میں ایک حقیقت ہے ورنہ کیا ساری زندگی لیلۃ القدر کی تلاش میں ہی امت سرگرداں رہے گی حضور ﷺ نے رمضان کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کو کہا ہے کسی چیز کو تلاش کرنے کے لئے اس لئے کہا جاتا ہے کہ جس کے حاصل ہونے کی اُمید ہو جس کی اُمید ہی نہ ہو اسے تلاش کرتے رہنے کے کیا معنی؟ حضور ﷺ نے حق فرمایا تلاش کرو معنی حاصل کرو ہے قیامت تک بھٹکتے پھرو نہیں۔اور جب اس کا تعین اللہ کے خلیفہ نے کر دیا تو تلاش کرتے ہی رہنا ایسا ہے جیسا ایک قوم کو اللہ نے اپنے حاکم کے قاتل کو پکڑے کے لئے اپنے نبی سے کہلوایا کہ ایک بیل ذبح کرو اس کے گوشت کا ٹکڑا اس مقتول پر مارو وہ لاش خود اپنے قاتل کا پتہ بتائے گی تو قوم کے لوگوں نے اپنے نبی سے حجت شروع کر دی کہ بیل کیسا ہونا چاہے کس طرح کا ہونا چاہے عمر کتنی ہونی چاہے رنگ کیسا ہونا چاہے وغیرہ اس طرح خود ہی مشقت مول لی (بقرہ) اللہ کے رسولؐ نے کہا تلاش کرو تو لگے رہے تلاش کرنے میں قیامت تک یقین نہیں کہ وہ رات کیسی تھی ملی بھی یا نہیں یہ تھی یا وہ تھی یہ کیا تُک ہے۔یہ انتظام اللہ تعالی نے اس لئے فرمایا کہ وہ مسبب الاسباب ہے وہ اپنی خلقت کی حقیقت سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ دور نبوت کے بعد ایسا دور آئے گا جس میں قرآن کے بیان معنی و مطالب اپنے خیال عقیدہ و نظریات کی بنیاد پر بتائے جائیں گے سو اسی لئے قران کا بیان اللہ کی مراد کے مطابق بیان ہو اس کے لئے ایک مبین کلام اللہ کی بعثت کا وعدہ کیا گیا'ایسا تاریخ ایمان و مذاہب میں پہلی بار نہیں ہوا بلکہ اس سے پہلے جو آسمانی صحایف قوموں کو دئے گئے ان قوموں نے ان احکام الفاظ عقاید و ایمان کے بیانوں میں تحریف و تبدیل کا ایسا مذموم سلسلہ شروع کیا کہ انسانیت معاشرت اور عقاید کے اقدار بدل دئے اور آج وہی کام مسلمانوں کے کئی گروہ کرنے میں ملوث ہیں ۔اور سورۂ الرحمٰن 97 کے نزول ہونے کے بالکل 2 دو سورہ بعد سورۂ بینہ کا نزول ہوا ہے جو 100 ویں تنزیل ہے اور قرآن کی ترتیب میں الرحمٰن 55 مقام پر ہے۔یعنی بیان قرآن اور دلیل روشن کے پاک صحیفہ پڑھ کر سنانے کے احکام ایک مختصر وقفہ میں ایک کے بعد ایک نازل کئے گئے' مطلب یہ کہ ایک مبین کلام اللہ کا وعدہ سورۂ الرحمٰن میں کیا گیا اس کے دو سورۃ بعد ایک دلیل روشن کو بھیجے جانے کا

وعدہ ہے جوقر آن پاک صحیفہ کا بیان کرنے والا ہے ۔اس کے علاوہ حقیقت یہ کہ اللہ تعالی نے تابع تام رسول اللہؐ کے مقام ومرتبہ کو واضح کرنے کے لئے ایک مربوط تسلسل بنایا ہے وہ یہ کہ سورۃ الرحمٰن کا نزول 97 جس میں مبین کلام کی بشارت ہے اوراسی خلیفۃ اللہ کے ذریعہ لیلۃ القدر کا اعلان سورۃ قدر میں جوترتیب قرآن میں 97 ہے حالانکہ کہ اس کا نزول 25 ویں سورہ کےطور پر ہے ۔یہاں سورۃ قدر کی ایک ریاضی کرشمہ سازی دیکھیں اس کا نزول 25 یعنی 5+2=7 اورترتیب 97 جمع 7+9=16=7 کیا یہ حیران کن نہیں لگتا۔یعنی اس کے نزول وترتیب کوایک مقام پر کیوں رکھا گیا ؟جس کے اعداد 7 ہی ہیں ۔سورۃ الرحمٰن کا نزول 97 اورترتیب میں 55 مقام پر ہےاورسورۃ القدر کا نزول 25 اورترتیب 97 مقام پر ہےاس 97 نزول سورہ الرحمٰن کے مقام پرسورۃ القدر کو رکھا گیا ہےسورہ الرحمٰن میں قرآن کے بیان کے لئے خلق میں ایک انسان کو پیدا کئے جانے کی بات ہے **خلق الانسان علم البیان** اس سے قرآن کا بیان تو مراد ہے ہی مگر کیالیلۃ القدر کے تعین کو بھی اسی خلق الانسان کے ذمہ نہیں کیا گیا ہے؟ ۔ورنہ کیابات ہےسورہ القدر کوہی سورۃ الرحمٰن کے مقام پر رکھا گیا ۔قرآن میں ایسی ترتیب کی بہت مثالیں ہیں جیسے معوذتین یعنی سورہ الفلق اورسورہ الناس' الزلزال العادیات القاریۂ النجم القمر' ودیگرایسی کی سورتیں ہیں جوایک دوسرے کےمقام وبیان کی تائید کرتی ہیں ۔اوراس کے بعد بینہ دلیل روشن کا بیان سورۃ بینہ میں جس کی ترتیب 100 مگرنزول قرآن میں 98 ویں مقام پر ایک ایسی حقیقت کوواضح کرتا ہے کہ یہ تمام اُمور سلسلہ وار رکھے گئے ہیں ۔یہ 97'97'98 کا سلسلہ یاSequence نویں 9 صدی ہجری کی طرف اشارہ کررہاہےاور سورۃ بینہ میں کل 8 آیات ہیں اوراس کا نزول 98 معاملہ صاف ہے 8 اور 9 سنہ ہجری میں مہدیؑ کی بعثت کا جووعدہ ہےوہ 847 اور 910 سنہ ہجری میں پورا ہو چکا ۔یہ معاملہ نبوت کے آخری دور کا ہےاس لئے کہ اس کے بعد صرف 14 سورۃ ہی نازل ہوئے سورہ حشر' نور' حج ...جمعہ' فتح جیسی سورتیں نازل ہوئیں ۔اورقرآن میں اللہ کے رسول ﷺ کی شہادت میں اللہ تعالی نے 3 سورہ طہٰ, یٰسین ,اورسورۃ محمد کو نازل کی ہےاورمہدیؑ موعودؑ نے اللہ کے حکم سے 14 سورتوں میں 18 آیات سےاپنے دعوی کا ثبوت دیا قرآن میں 114 سورہ ہیں اور 14 سورہ میں مہدیؑ نے اپنے مہدیؑ ہونے کی گواہی پیش کی باقی کی 100 سورہ میں کل انبیاومرسلین کی شہادت کا ذکر اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہوا ہے ۔اگرحضور نبی کریم ﷺ کو **یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً** ایک رسول اللہ کی طرف سے جوانہیں پڑھ کرسنائے پاک صحیفے مانتے ہیں تو مطلب یہ ہوا آدم علیہ السلام سے حضرت عیسٰی علیہ السلام تک جتنے انبیا مبعوث ہوئےان کے صحایف کا جامع قرآن کو پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد ﷺ نے پڑھ کرسنادیا ۔تو اللہ کے آخری نبی حضو ﷺ پر نازل کردہ پاک صحیفہ پڑھ کرسنانے والے یااس کا بیان کرنے والے مبین کلام اللہ خلیفۃ اللہ مہدیؑ جو مامور من اللہ معصوم عن الخطاء ہونے کی وجہ سےان کی بعثت ایک روشن دلیل کے ہوتی ہے جوسورۃ بینہ میں دوسرے بینہ کے بیان ہوئی ہے ۔طبقات ابن سعد میں حسنؓ سے روایت ہے کہ:ہمیں معلوم ہوا کہ قرآن کےاول وآخر (پہلی وحی اورآخری وحی) کےدرمیان میں 18 اٹھارہ سال کا فاصلہ تھا' 8 آٹھ سال تک مکہ مکرمہ میں اورہجرت کے بعد مدینے میں 10 سال تک قرآن نازل ہوا ۔(پہلی وحی پیر 13 December 610

اورآخری وحی 632 March 632 جمعہ اس طرح 22 برس کچھ مہینے ہوتے ہیں)

خلیفۃ اللہ اور نبی رسول پیغمبر میں ایک فرق نمایاں ہوتا ہے اس کونہیں بھولنا چاہئے جب اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے کہہ دیا کہ نبوت رسالت ختم ہوگئی تو اس کی خاتمہ کا اقرار ایمان کا جز ہے اس میں خیل وقال نہیں ہونا چاہئے اس کی اصل حضرت آدمؑ کا فرشتوں سے سجدہ کرانا اور کعبۃ اللہ کو مرکز عبادت اور اللہ کا گھر ماننا' کیونکہ یہ اللہ کی مصلحت اور آزمایش ہے بندوں کے لئے کہ جو کہا گیا وہ کرتے ہیں کہ نہیں اگر امام مہدی کو اللہ کے رسول نے خلیفۃ اللہ کہا ہے اور اللہ نے تابع رسول ﷺ تو بات ختم ہے کہ ہم مہدی موعود کو خلیفۃ ماننا ہے یہ حجت کہ وہ نبی ہیں رسول ہیں فلاں ہیں رضی اللہ ہیں وغیرہ وغیرہ بے دینی کی دلیل ہے ۔ پہلے کے انبیا مرسلین اور خلیفۃ اللہ کا فرق یہ ہے کہ جب وحی لقا یا فرشتہ کے ذریعہ پیغام دیا جاتا تو وقت کے نبی خود دعوی کرتے کہ میں اللہ کا نبی رسول ہوں ۔ مگر مہدی موعود آخرالزماں کا فرق یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مہدی کو اشارۃ **بینـہ من اتبعنی اورثنا الکتاب علمه البیان** کہا اور مخبر صادق رسول محمد ﷺ نے خلیفۃ کہا یہ مقام مرتبہ اعزاز دنیا میں دوسرے اللہ کے خلیفوں کونہیں ملا یہ کیا کم ہے؟ نا اللہ کے رسولؐ نے ناہی حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے خود کی نبوت یا امامت مخصوصہ کی بات کہی مگر لوگوں نے کھینچ تان کر انہیں نبی بنا دیا مولا علی بنادیا' اس لئے محبت اور اعتقاد الگ بات ہے حد سے تجاوز کرنا دوسری بات ہے' مصدقوں کے لئے اتنا کافی ہے کہ حضور ﷺ نے نویں صدی میں بعثت کا کہہ دیا اور خراساں میں مدفن کا اشارہ دیا یہی یقین کے لئے کافی ہے ۔

جب اللہ کے نبی پیغمبر آخرالزماں محمد ﷺ نے اسلام کو پیش کرتے ہوئے اپنا نبی ہونا بیان کیا تو ماننے والے کم نا ماننے والوں کی تعداد زیادہ تھی' آپؐ کو اللہ کا رسول ماننے کے دو اسباب تھے ایک قرآن مجید کا لاثانی پیغام اور بیان' دوسرا آپ کا اسوہ یعنی کردار نبوت و امامت وقیادت' مگر لوگوں نے انہیں جانچنے پرکھنے میں 13 برس لگائے اس دوران چند ایک سولوگ ایمان لائے ۔اس کے علاوہ آپ ﷺ کے معجزات تھے جن میں سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید تھا' جس کی مثل اُس وقت اور آج تک کوئی کتاب نہیں' اُس وقت عرب خود کو لسان عرب میں ماہر سمجھتے تھے اور دوسروں کو گونگے عجمی' لیکن قرآن میں اللہ نے اُسے کہا کہ قرآن جیسی ایک آیت بنالاؤ تو وہ لا نہ سکے ۔ جبکہ ہزاروں اشعار و واقعات کو ازبر اور حفظ کرنے والے تھے وہ' اُن کا محبوب مشغلہ شعرگوئی تھا 'لیکن قرآن کی آیت کے مثل وہ ایک کلمہ نہیں پیش کر سکے' دوسرا معجزہ شق القمر کا ہے یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہونا' اس کا ذکر سورہ قمر کی اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اور قیامت کی گھڑی آ گئی اور چاند پھٹ گیا ۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں بعد معراج بطور 37 سورہ کے نازل ہوئی ۔ چاند کا پھٹ جانا کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا اللہ تعالی نے اسے قیامت سے تعبیر کیا ہے' جب ایک زلزلہ آتا ہے تو دنیا زیر و زبر ہو جاتی ہے پہاڑی ڈھلان کھسکنے سے تباہی پھیل جاتی ہے' چاند کا پھٹنا قیامت کا عالم تھا' ایسے اعصاب شکن واقعہ کے بعد بھی کفار و مشرکین ایمان نہیں لائے ۔ حالات و واقعات سے معجزہ شق القمر پہلا معجزہ لگتا ہے !اس کے بعد بہت سارے معجزات مدینہ منورہ میں وارد ہوئے جو حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کے دلیل تھے اور بعد کے حالات میں صرف 23 برس میں اسلام کا ایک مضبوط دین کے

قایم ہوجانا' اور آپ کے فرمان کے مطابق روم یونان قسطنطنیہ اور ایران کا فتح ہوجانا ایک قلیل مدت میں آپؐ کے عظیم معجزات ہیں۔اور تو اور قرآن کے اقوال احکام احوال آج چودہ صدیوں بعد بھی سچ ثابت ہورہے ہیں اس سے بڑا معجزہ اور کیا ہوسکتا ہے۔حضور ﷺ کو سب سے زیادہ معجزات عطا ہوئے تمام انبیاء مرسلین کے مقابل۔مہدی موعود کا غیر معمولی اعجاز یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے بیان قرآن سے لوگ متاثر ہوکر تصدیق سے مشرف ہوتے چلے گئے۔کیونکہ آپؑ نبی رسول نہیں تھے اس لئے اُن واقعات کو معجزہ نہیں کہا جائے گا۔البتہ جس جگہ آپؑ ہجرت کرتے وہاں کی بولی میں گفتگو فرمایا کرتے جبکہ آپؑ مشرقی ہند کے اودھ علاقے کے رہنے والے تھے۔قرآن مجید میں جن انبیا مرسلین اور پیغمبروں کا ذکر ہوا ہے معجزات کا صدور بھی انہیں سے ہوا ہے اور عذاب ان کے طلب کرنے سے وارد ہوا ہے' لیکن !اللہ تعالی کا فرمان کے ہم نے بہت سی بستیاں نافرانوں اور مشرکوں کی تباہ کردیں جس کے آثار آج ہم دیکھتے ہیں اُن علاقوں میں ہیں جہاں کسی نبی رسول کا ہونا بیان نہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں بیان نبیوں کے علاوہ کچھ نبی رسول اور اللہ کے خلفاء ایسے گزرے ہیں جن کے ستائے جانے یا اُن کے عذاب طلب کئے جانے پر اللہ تعالی نے اُن علاقوں پر بھی عذاب نازل فرمایا ہے جن کے متعلق ہمیں معلوم نہیں' اس سے ایک بات معلوم ہوتی ہے کہ جن انبیا مرسلین اور خلیفۃ اللہ سے معجزات نہیں صادر ہوئے مگر ان کی دعا سے عذاب ضرور نازل ہوا ہے۔لہذا آج ہم دیکھ سکتے ہیں کہ خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ کو جن علاقوں میں ستایا گیا زدکوب کیا گیا وہاں کی آبادیاں اور بستیاں ویران غیر آباد تباہ حال ہیں جن میں ایک پاواگڑھ جسے چمپانیر کہا جاتا ہے جہاں پرم رفراور اس کے سالاروں کی حکومت تھی' دوسرا سندھ کا علاقہ ہے۔یہ وہ علاقے ہیں جہاں مہدی موعودؑ کے ساتھ ایذا رسانی اکابرتاؤ کیا گیا۔13 ویں اور 14 عیسوی میں یعنی مہدی موعود کی بعثت سے پہلے اور بعد ابن بطوطہ اور ابو قاسم فرشتہ نے سفر سیاحت کیا لیکن وہ اکیلے سفر کیا کرتے تھے مہدی موعود کے ساتھ دعوی مہدی سے پہلے تین چار سو لوگوں کا قافلہ تارک الدنیا فقراء کا ہوا کرتا تھا جو اُس زمانے میں کسی عالم یا صوفی کا طریقہ نہیں تھا' کہ بیکوقت اتنے تارک الدنیا کے ساتھ سفر کرتے اور دعوی مکہ مکرمہ کے بعد تو یہ تعداد ہزاروں میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔**دعوی سے پہلے** میراں علیہ السلام کا سب سے بڑا اجتماعی دایرہ چاپانیر لگتا ہے' جو ان دنوں چمپانیر کہا تا تھا جو آج کا پاواگڑھ ہے یہ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ نویں صدی ہجری میں علاقہ گجرات مسلمانوں کی ایک مضبوط سلطنت تھی کیونکہ آج کے پاواگڑھ یا چمپانیر کی مسلم عمارتوں کے جو کھنڈر اور مسجدیں آج بھی ہیں وہ دہلی سلطنت سے بڑی عظیم دکھائی دیتی ہیں۔لگتا یوں ہے کہ مغلوں نے گجرات کی تعمیرات سے متاثر ہوکر بعد میں دہلی آگرہ فتح پور سیکری میں شاندار تعمیرات کرائیں۔لہذا مہدی موعودؑ کا یہاں قیام دیڑھ برس رہا اور یہ پہلا بڑا دایرہ تھا بالکل چمپانیر یا آج کے پاواگڑھ سے ملحق تھا۔وصال مہدی کے بعد بھی یہاں مہدویہ آبادی رہی ہوگی جس کا ثبوت یہ کہ بندگی سید خوندمیرؓ کا یہاں پوست دفن کیا گیا۔بڑی آبادیوں کے پاس اصلاح و تبلیغ کا ہونا اسلام کے پہلے کی تاریخ میں بھی ہے مثلاً حضرت شعیب علیہ السلام جو حضرت موسیٰؑ خسر تھے بی بی صفورہ کے والد اور پیغمبر بھی تھے وہ اہل مداین یا قوم ایکہ کے رسول تھے قوم مداین پیڑوں کی پوجا کرتی تھی' شعیبؑ جنھیں یہود و نصاری

جیتر و Jethro کہتے ہیں یہ قوم بڑی سرکش تھی جو ناپ تول میں کمی کرتی تھی اور فحش تھی' جب ان پر عذاب آیا تو شعیبؑ مکہ مکرمہ چلے آئے اور کعبہ کے متولی بھی رہے۔ پہلے کے انبیا مرسلین حضرت نوحؑ ھودؑ صالحؑ کو بت پرستوں میں بھیجا گیا حضرت داؤدؑ سلیمان موسیٰؑ وعیسیٰؑ کو موحدوں اور مشرکوں میں بھیجا گیا' حضورﷺ کو پہلے مشرکوں کافروں میں بعد میں موحدوں اور ملحدوں میں بھیجا گیا۔ حضرت مہدی موعودؑ و خلیفۃ اللہ کو اُمت محمدیﷺ کی اصلاح و تربیت کے لئے بھیجا گیا۔ برصغیر کے ہندو بودھوں جینیوں اور جنوبی امریکہ کے بت پرستوں کے پاس ان کی اپنی دیومالا Mythology تو تھی جسے قرآن ''اساطیر'' کہتا ہے' جزیرہ نما عرب کے مشرکوں اور کافروں کے پاس یہ ''اساطیر'' یا دیومالا بھی نہیں تھی۔ جس کا یہ ثبوت ہے کہ ڈھائی تین ہزار سالہ تاریخ میں یہاں کوئی اصلاح وتبلیغ کا ایسا کوئی منظم طریقہ نہیں تھا' جس سے اس علاقہ کی قومیں اور قبایل یوں ہی بت پرستی کے واہمہ میں مبتلا ہو چکی تھی۔ لیکن مہدویوں کے پاس اُمت مسلمہ کا ایک طبقہ موجود تھا باوجود اس کے پچھلے ایک سو برس کے مہدویہ عالموں رہبروں مشایخوں اور اہل رشد وہدایت نے اللہ کے بندوں کو معرفت الٰہی سے روشناس کرانے کا کوئی کام انجام نہیں دیا اور تعلیمات مہدی کو نہیں پھیلایا' آپسی تضاد اور دھینگا مشتی میں مصروف رہے۔ جس کی وجہ سے ان سے علم بھی سلب ہو گیا اور عمل تو رہا ہی نہیں اور آج محض دکھاوا اور ریاکاری اور خودنمائی رہ گئی ہے جو تقریباً خاندانی وراثت پر محمول ہے نہ اس میں دین وایمان ہے اور نہ ہی اس میں معرفت الٰہی جو رہ گئی ہے رسم وبدعت اور عادت' اور کچھ عبوری طور طریقے۔ مہدویہ کی خاص پہچان ذکر کثیر اور ترک علایق ہوا کرتی تھی جو آج ندارد ہے۔ **جس دایرہ یا جماعت خانہ میں نوبت کا اہتمام نہیں وہ دایرہ مہدویہ نہیں ہو سکتا۔ ذکر سلطان الیل وسلطان النہار کاسیوں کے لئے ہے فقر او تا ک الدنیا کے لے' نہیں۔ ان کے لے نوبت کا اہتمام تعلیمات فرایض ولایت مہدی میں شامل ہے۔** جب نوبت کا اہتمام نہیں تو ترک علایق ترک حب دنیا کیسی اس میں تقوی اور توکل کیسے پیدا ہوگا' جو معرفت الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ جس سے طلب دیدار کی خواہش پیدا ہو۔ اور اب تو کوئی طلب دیدار کی بات بھی نہیں کرتا عالموں اور رہبروں کو اب یہ کیا چیز ہے معلوم ہی نہیں۔ اب واعظ بیان قصہ کہانیاں تقریر مجلس جلسہ شان وشوکت ہی دین رہ گیا ہے۔ اب نان ریزہ پر پڑھ کر پھونک مارنا ہی بہرہ ہے' بہرہ کے معنی بھی بہتوں کو معلوم نہیں' ہمیں بھی نہیں معلوم بہرہ کس طرح ملایا جاتا ہے اس کی حقیقت سے کوسوں دور ہیں آج کے رہبر۔ اس پر غرہ یہ کہ ہم جو کہہ رہے ہیں وہی دین ہے نا علم نا عمل' اب ایک قدم اور آگے بڑھ گئے' ہیں کہ آج جو ہمارے باپ دادا نے غلط تاویلات کی کتاب لکھی ہے شان رسولؐ میں گستاخی کی ہے وہی دین بتایا جا رہا ہے اور اس کو قوم پر مسلط کرنے کے لئے بے علم جاہلوں کا ایک حلقہ بنایا جا رہا ہے جو دوسروں کے نہیں ماننے پر ڈراتے دھمکاتے اور گالی گلوچ کرتے ہیں۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ زجاج نے کہا رَسُوْلٌ (آیت 2) اَلْبَیِّنَۃُ (آیت 1) کا بدل ہے۔ یا یوں کہ اَلْبَیِّنَۃُ .... رَسُوْلٌ کا بدل ہے تو ہمارے لئے اس کے معنی اس طرح ہونگے کہ اس سورۃ کے دوسرے بینہ مہدی موعودؑ رسول کا بدل ہیں یا د رہے بدل اصل نہیں ہوتا۔ یا یوں کہ خلیفۃ اللہ بینہ مہدی موعودؑ رسولؐ کا بدل ہیں یا یہ کہ مبشر رسولﷺ اس سورۃ کے دوسرے بینہ

مہدی ہیں۔دوسری بات اس آیت نمبر 2 کی عربی عبارت میں غور کریں رَسُوْل رسول مِنَ اللّٰہِ اللہ سے(اللہ کی طرف سے) یَتْلُوْا تلاوت کرتا ہوا پڑھتا ہوا۔صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً صحیفے پاکیزہ بات کہنا یہ ہے کہ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ "اللہ کی طرف سے ایک رسول یا بینہ پاک صحیفے پڑھتا ہوا" نہیں ہے بلکہ "**اللہ کے رسول کی طرف سے (آنا) پڑھتا ہوا پاک صحیفے**" ہوا۔یعنی "**اللہ کے رسول کی طرف سے**" یہاں بات واضح ہو رہی ہے کہ "وہ بینہ جو مبشر رسول ﷺ ہے پاک صحیفے پڑھتا ہوا حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ یہاں تک آئے ان کے پاس کھلی دلیل" بینہ "ہوگا۔اور فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ اس میں لکھے ہوئے مضبوط احکام یا حکم یعنی پہلے بینہ اللہ کے رسول ﷺ قرآن کے ذریعہ حکم دیا اور دوسرے بینہ نے اللہ کے رسول ﷺ اتباع میں قرآن کے بیان کے ذریعہ دعوت معرفت الٰہی دی۔ اور وہ احکام یا مضبوط حکم کیا ہے بتایا آیت نمبر 5 میں وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخلِصِیْنَ اور انہیں حکم دے گا کہ وہ عبادت کریں اللہ کی خالص کرتے ہوئے لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ دین (بندگی) یک رُخ ہو کر (خالص یعنی اللہ کی طرف توجہ کے ساتھ معنی جب کعبۃ اللہ کی طرف رخ کرلیا تو "حُنَفَآءَ یک رُخ ہونا" "دیدار" کے ساتھ یہ نظریا قلب کا ہے۔اس کے بعد کہا اور نماز قایم کریں زکواۃ ادا کریں اور "**یہی مضبوط دین ہے**" یعنی اللہ کے "دیدار" کے ساتھ اور اسکی موجودگی کے احساس یا احسان کے ساتھ عبادت کرنا مضبوط دین ہے اگر نہیں تو دین میں کمزوری کا برقرار ہونا ہوا۔اب اس کے بعد 8ویں آیت رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ، ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔یہ وہ لوگ ہیں جنہیں سورہ واقعہ میں قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ تھوڑے آخرین میں سے کہا گیا ہے۔یعنی صحابہؓ مہدی موعود آخرالزماں خلیفۃ اللہ کے صحابہؓ جس طرح ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ صحابہ رسولؐ تھے۔

پہلے کے انبیاء مرسلین اور خلیفۃ مہدی موعودؑ کا فرق یہ ہے کہ پہلے وحی نازل کی جاتی یا لقاء کیا جاتا یا فرشتہ کے پیغام کے بعد خود وقت اور مقام کے نبی اپنا نبی رسول ہونا لوگوں کو بتاتے' مگر! مہدی موعودؑ کے متعلق نہ صرف قرآن میں اشارے دئے گئے' بلکہ خاتم المرسلین ﷺ کے ذریعہ بتایا گیا کہ ایک تابع رسول اللہ' مبین کلام اللہ' روشن دلیل بینہ' اورثنا الکتاب' علمہ البیان (رحمٰن) بھیجا جائے گا۔وہ حامل قرآن کی طرح ڈرانے والا ہوگا' (انعام ١٩) اتنا سب کہنے کے بعد اللہ کے رسول سے کہلوایا گیا کہ وہ عترت فاطمہ میں ہوگا' میرے قدم بہ قدم چلے گا' دافع ہلاکت اُمت محمدؐ ہوگا' اور ان کی بعثت کے وقت کا تعین نویں صدی میں بھی کر دیا' اور مقام مدفن کا اشارہ بھی دے دیا خراسان۔محمد ﷺ پر نبوت رسالت پیغمبری کا خاتمہ ہونے کا اعلان رسول اللہ نے بھی کیا قرآن نے بھی' لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام کے دنیا میں آنے نا آنے کا کوئی پیغام رسانی کرنے نا کرنے کی وضاحت نہیں ہے' اور لیلۃ القدر میں ہر سال آنے کا بیان ہے تو کیا خلیفۃ اللہ مہدی کو جو احکام و پیغام دئے گئے' وہ کس وسیلے سے تھے؟ کیا وہ حضرت جبرئیل کے ذریعہ نہیں ہو سکتے؟ تو پھر کیا اللہ تعالی مہدی موعودؑ سے بالمشافہ احکام دیتا تھا' اس میں ایک اشکال ہے کہ جس طرح دوسرے اللہ کے خلیفوں کو احکام دئے گئے اسی طرح مہدی کو بھی احکام ملے ہونگے ہو سکتا ہے جبرئیل امین کے ذریعہ بھی

ہوں البتہ مہدی موعودؑ نے نا ہی اس کا ذکر کیا اور نا دعویٰ تو بات پھر وہیں لوٹ آتی ہے کہ حضور ﷺ سے جو نبی رسول اللہ کے خلیفہ غیر معروف تھے انہیں جس طرح الحکم و پیغام دیئے گئے مہدی موعودؑ کو اسی طرح احکام اور پیغام دیئے گئے۔

یہاں ایک حقیقت کو ضرور ذہن نشین کر لینا ہے کہ اللہ کے نبی محمد ﷺ کی نبوت سے پہلے اور قرآن نازل ہونے سے پہلے موحد کہلانے والے یہودی تھے عیسایوں میں تو بت پرستی شروع سے آ گئی تھی یہ دونوں قومیں باوجود موحد کہلانے کے برائیاں بدعات کفر حکم عدولی نبیوں کے حکم سے انحراف ان میں آ گیا تھا باوجود اس کے مشرکین کے مدمقابل وہ موحدین ہی تھے۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کو نبوت عطا ہوئی اور قرآن شریعت آخریں دے دیا گیا تو انہوں نے بلا تحقیق انکار کر دیا تو وہ بھی کفار یعنی اللہ کی حکم عدولی کرنے والے شمار کئے جانے لگے۔ یہی بات مسلمانوں کے گروہوں کے لئے ہے نماز پڑھنے زکواۃ دینے حج کرنے کے بدعتی تھے مگر تھے مسلمان ہی لیکن جب انہوں نے بینہ کا بلا تحقیق انکار کر دیا تو وہ انکار کرنے والوں میں شمار ہو گئے۔ کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے صاف فرما دیا ہے کہ **من انکر مهدی فقد کفر** جس نے مہدی کا انکار کیا اس نے کفر کیا۔ کیونکہ مہدی اللہ کا خلیفہ تو ہیں مگر وہ مبشر رسول ﷺ ہیں یہی بات **حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ ، رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً** یہاں تک کہ آئے ان کے پاس **بینہ اللہ کے رسول** کی طرف سے پڑھتا ہوا پاکیزہ صحیفے۔ یہ وہی بینہ ہے جو اللہ کے رسول کا جسے قرآن نے تابع کہا ہے۔ اللہ تعالی کے پاس حضور محمد ﷺ کا مقام کیا ہے یہ اس روایت میں دیکھیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا'' پھر اس کے بعد رجم کا فیصلہ کیا جب کہ رجم کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ اس کا معنی میں تمہارے درمیان اللہ تعالی کے حکم کے مطابق فیصلہ کرونگا ہے۔ (قرطبی ۴۴۱) اس کا مطلب ہوا اللہ کے رسول ﷺ جو بھی فیصلہ کرتے اللہ کے حکم سے کرتے اور اس بینہ کا بھیجا جانا بھی **رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ** اللہ کے رسول کی طرف سے ہے جس کا وعدہ آپؐ نے فرمایا ہے ''مہدی مجھ سے ہے میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کریگا''۔

جس طرح سورۃ بینہ میں ''دو بینہ'' کا ذکر ہے اسی طرح اس سورہ میں دین کا ذکر بھی ہے 1) **مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ** ایک خالص دین۔ 2) **دِیْنُ الْقَیِّمَةِ** مضبوط دین۔ یعنی ایک خالص دین جو قرآن کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے پیش کیا دوسرا مضبوط دین اللہ کے رسول ﷺ کے تابع مہدی نے پیش کیا جو **حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوْنَ االصَّلٰوةَ** " یک رُخ ہو کر نماز قایم کرنا'' معنی طلب دیدار کے ساتھ یعنی اللہ کو دیکھتے ہوئے۔ یہ مضبوط دین ہے۔

''قرآن شاہد بینہ ہے'' کہ جس طرح قرآن نے پہلے گزرے ہوئے انبیا و مرسلین جو زمین پر اللہ کے خلیفہ ہوا کرتے تھے ان کے بینہ (دلیل روشن) ہونے کی شہادت دی ہے اسی طرح اللہ کے رسول خاتم الانبیاء سردار دو عالم ﷺ کے بینہ (دلیل روشن) ہونے کی شہادت دیتے ہوئے اس خلیفۃ اللہ مہدی موعود آخرالزماں کی شہادت یا گواہی کو سورۂ یوسف کی 108 ویں آیت میں اس طرح منسلک اور ملتفت کیا ہے ''آپ بھی بصیرت کے راستے پر بلائیں اور وہ بھی بلائے گا جو آپ کا تابع ہے'' یہ

آیت 108 ہے جس کا حاصل 9 ہے اور مہدی موعود علیہ السلام نے قرآن کی شہادت پر اپنی شہادت کو 18 آیات سے پیش کیا ہے اور بینہ (دلیل روشن) والی آخری 18 ویں سورہ ہے۔ ان سب کی جمع کا حاصل 9 ہی ہے یعنی نویں صدی ہجری جس کی اللہ کے رسول ﷺ نے بشارت دی ہے' یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ بیان قرآن اور اس کے مبین کی اہمیت کتنی ہے۔ اب تک جو کتابیں نقلیات کی منظر عام پر آئی ہیں یا چھپ چکی ہیں ان میں مہدی موعود آخرالزماں سید محمد جونپوری علیہ السلام نے اپنے دعوی کے ثبوت میں جو قرآنی آیات پیش کیں ان کا بیان اور تفصیل تو ہے مگر! آپؑ نے کب اور کس دور میں کہاں یہ آیات شہادت خلافتہ اللہ پیش کیں ان کی تفصیل نہیں ہے حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے۔ آپ علیہ السلام کی ہجرت کے دور کا بنظر غور جایزہ لینے سے اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ کے پہلے دعوی کے بعد جب احمد آباد کی تاج خاں سالار کی مسجد میں آپؑ نے دوسرا دعوی کیا اس کے بعد ملا معین الدین کے شاگرد جب سوال جواب تیار کر کے مناظرہ کرنے آئے تو اس کے بعد آپؑ نے ان آیات سے اپنی شہادت بوقت ضرورت دی ہے دعوی موکد بڑلی کے بعد کے پانچ برس میں ملک گجرات علمائے قندھار کی مجلس اور فراہ میں علمائے خراساں کے سوال و جواب میں یہ اٹھارہ قرآنی شہادتیں دی گئی ہیں۔ دعوی کے پہلے کے سفر ہجرت میں یہ شہادتیں نہیں ملتیں۔ اور طلب دیدار کی دعوت بھی آپ علیہ السلام نے پہلے دعوی کعبتہ اللہ کے بعد ہی دی ہیں۔ اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ دعوی دلیل کا محتاج ہوتا ہے سو آپ نے قرآن کے دلایل کو اللہ کے حکم سے پیش کیا ہے۔ جن سورتوں میں مہدی موعودؑ نے اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کیا اس کی نزول قرآن کی ترتیب کے ایک انوکھی ترتیب دیکھیں۔

ترتیب قرآن		ثبوت مہدی کی سورتوں کے نام	نزول کی ترتیب	وقفہ/فاصلہ نزول	مقام نزول	آیت
75	1	سورۂ القیامہ	31	—	مکی	19
35	2	سورۂ فاطر	43	12سورہ بعد	مکی	32
56	3	سورۂ واقعہ	46	3 ...ایضاً...	مکی	13 اور 14
11	4	سورۂ ھود	52	6 ...ایضاً...	مکی	1 اور 17
12	5	سورۂ یوسف	53	1 ...ایضاً...	مکی	108
6	6	سورۂ الانعام	55	2 ...ایضاً...	مکی	19 اور 89
2	7	سورۂ بقرہ	87	32 سورہ بعد	مدنی	124اور 191
8	8	سورۂ الانفال	88	1 ..ایضاً...	مدنی	88
3	9	سورۂ آل عمران	89	1 ..ایضاً...	مدنی	20
47	10	سورۂ محمد	95	6 ..ایضاً...	مدنی	38

55	11	سورۂ الرحمٰن	97	2	..ایضاً...	مدنی	3 اور 4
98	12	سورۂ بینہ	100	3	..ایضاً...	مدنی	1 تا 4
62	13	سورۂ الجمعہ	110	10	.ایضاً...	مدنی	3
112	14	سورۂ المایدہ	112	2	..ایضاً...	مدنی	54

اُوپر دےئے گےُ جدول میں بتانا مقصود یہ ہے کہ مکی 6 اور 8 مدنی سورہ کے درمیان 32 سورہ کے نزول کا وقفہ ہے یعنی حضو ﷺ کی ہجرت سے پہلے ہجرت کے بعد 32 سورتوں کا ایسا فاصلہ ہے جس میں مہدیٔ موعودؑ کا اپنی شہادت میں کوئی آیت نہ پیش نہ کرنا بتاتا ہے کہ یہ وہ دورنبوت تھا جس میں کچھ اہم اُمور اُمت کو بتاےُ گےُ جن میں واقعہ معراج خصوصی اہمیت کا حامل ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کا دیدار کیا۔اس کے علاوہ مکی 6 اور مدنی 8 سورہ کو جمع کریں تو عدد بنتا ہے 14 جو مقطعہ سجدہ اور کئی حقیقتوں کو بیان کرتا ہے جس کا ہم نے آگے ذکر کیا ہے ۔اس دوران وہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں مقطعہ الٓـــرٰ حٰـــمٓ اور الٓــمٓ آئی ہیں خصوصاً حٰـمٓ عٓسٓقٓ جیسے سورہ یونس ،ھود ,یوسف ,المومن حم سجدہ ,شوریٰ ,زخرف ,دخان ,جاثیہ ,احقاف ,ابراہیم ,روم ,عنکبوت ,بقرہ جس میں معرفت الٰہی کا بیان زیادہ ہوا ہے یہی بیان ہیں جس سے کہ بصیرت اور بصارت کے اعمال کا خلاصہ سمجھا جاسکتا ہے یہ بات اللہ تعالی باربار کہتا ہے کہ جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا۔حضرت نوحؑ مشہور ہیں طوفان نوحؑ کے لئے حضرت ابراہیم مشہور ہیں آگ میں ڈالے جانے اللہ کے بچاےُ جانے کے لئے حضرت اسماعیل مشہور ہیں ذبیح اللہ اور آب زمزم کے لئے حضرت سلیمان مشہور ہیں مخلوقات کی بولی جاننے اوران پر حاکم ہونے کے لئے حضرت عیسیٰ مشہور ہیں بن باپ پیدا ہونے اور آسمانوں پر اٹھاےُ جانے کے لئے حضو ﷺ کا انتہائی مقام معراج ہے اسی طرح دعوت دیدار مہدی کے لئے ہے ۔

مہدی موعودؑ کی بعثت کے متعلق جو احادیث بیان ہوئی ہیں ان میں ایک حدیث میں ''خراسان سے کالی جھنڈیوں کا ظاہر ہونا ہے'' اس سے حضور نبی کریم کی حدیث کا کیا مطلب ہے یہ ایک الگ بحث ہے یہ اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانیں 'لیکن کالا رنگ فی زمانہ غم واندوہ کی علامت ہے اس لئے ہم یہاں اس سے **مہدی موعودؑ کا جاےُ مدفن** لیں گے' کیوں کہ آج کا افغانستان کئی صدیوں سے مملکت یا حکومت خراسان کے حدود قلمرو اور عملداری میں ہوا کرتا تھا اُسی کی ولایت میں مقام فراہ بھی ہوا کرتا تھا یہ بات مہدویہ روایتوں سے ثابت بھی ہے' ہمارا مہدی کا جاےُ مدفن اس کالی جھنڈیوں سے تشبیہ یا تعبیر کہیں ایک قیاسی ہے نا کہ حقیقی ۔اور معنوی لحاظ سے مقطعات کی وضاحت اللہ تعالی نے یا اس کے رسول ﷺ نے نہیں کی 'لیکن ان مقطعات کے ذریعہ یہ اشارہ ضرور دیا اور ایک کھلا پیغام بھی دیا اور نشاندہی کی ہے ۔ہم نے قرآن میں عدد 14 کے تعلق سے خصوصیت سے ایک عنوان باندھا ہے ۔بتانا مقصود یہ ہے کہ مہدی موعودؑ نے بھی اپنے دعوی مہدی کا ثبوت قرآن مجید کی 14 سورتوں کی 18 آیات سے دیا ہے ۔اور قرآن میں مقطعات 14 ہیں جو 29 سورتوں میں دہراےُ گےُ ہیں حضو ﷺ نے 632 سنہ عیسوی میں دعوی نبوت کیا تھا اور 632

سنہ عیسوی میں دنیا سے پردہ فرما گئے' اس وقت تک سنہ ہجری کی ابتداء نہیں ہوئی تھی' حضرت سیدنا عمرؓ کے دور میں سنہ ہجری کا تعین واقعہ ہجرت سے طے پایا یعنی حضور کے تقریباً چار یا پانچ برس بعد اس طرح جو بھی واقعات تھے وہ سنہ عیسوی میں ہی بیان ہوئے بعد میں علمائے اسلام نے ہجری کی بنیاد پر واقعات بتائے۔اس لحاظ سے بھی مہدی موعودؑ کی پیدائش سنہ عیسوی 1443 میں ہوئی۔رسول اللہ ﷺ نے نوصدیاں یا 9 سو برس فرمایا ہے اس میں عیسوی یا ہجری کی بات نہیں ہے۔سوال ہے کہ 14 کے عدد کی خصوصیت کیوں؟۔مسلمانوں میں ایسے بہت ساری باتیں ہیں مثلاً مہدی کا مدینہ میں پیدا ہونا' حضور ﷺ کے ہجرت کے بعد مدینہ مدینۃ الرسول کہلایا معنی رسول کا شہر' اس سے پہلے یہ یثرب ہوا کرتا تھا اور مدینہ عربی میں شہر کو کہتے ہیں' اور واقعہ نگاروں نے مہدی کی بعثت کو مدینہ سے مخصوص کر دیا' اس لحاظ سے جونپور ایک شہر ہے جہاں مہدی موعود آخرالزماں کی بعثت ہوئی۔اس طرح دوسرے انبیا ء جو ارض فلسطین مصر اور شام میں مبعوث ہوئے کیا انہیں نبی رسول نہیں مانا جائے گا؟ کیا ان کا مکہ میں یا جزیرہ نما عرب میں ہونا ہی انکے نبی رسول ہونے کی شرط ہوگی؟ اس لئے ان احوال اور حقیقتوں پر غور کیا جانا چاہئے۔اور معراج مقدس کا عظیم واقعہ کی ابتداء مکہ مکرمہ کے بعد بیت المقدس سے کیوں؟ انہیں مکہ مکرمہ میں بھی حضور ﷺ کی امامت کے لئے بلا لیا جاتا' بیت المقدس میں ہی انبیاء و مرسلین کی امامت کیوں؟۔دراصل یہ اللہ تعالی کی مصلحتیں ہیں یہ وہی جانے ہوسکتا ہے کہ ارض فلسطین جہاں بے شمار انبیا و مرسلین آئے اور یہ اُن کا جائے مدفن بھی ہے وہاں کی خصوصیت اُمت مسلمہ کو بتانا مقصود ہو' کہ مقام کا مکان کا تقدس اللہ کے پاس نہیں ہے مقصد ایمان اور اطاعت و بندگی ہے۔جیسے آدمؑ کا فرشتوں سے سجدہ کرانا کعبہ کو مرکز و سمت عبادت قرار دینا' اللہ تعالی بندوں کی ہر لحاظ سے آزمائش کرتا ہے کہ دیکھیں ان میں کتنا ایمان اور کتنی حجت ہے۔یہ ایسا ہے کہ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو نعمتیں دیں مگر انہوں نے من وسلوا طلب کیا' گائے ذبح کرکے مقتول سے قتل کی وجہ معلوم کرنے کو کہا تو موسی علیہ السلام سے حجت کرنے لگے کہ گائے کیسی ہونی چاہے نوجوان یا بوڑھی ہل جوتنے والی یا باربردار اس کا رنگ کیسا ہو وغیرہ وغیرہ۔دین وایمان کی بنیاد ایمان اور علم غیب اطاعت و فرمابرداری پر ہے نا کہ بحث مباحث حجت اور تکرار پر۔ہاں مگر! حق اور ناحق کی تحقیق قرآن اور سنت رسول ﷺ کی بنیاد پر ہونا چاہئے نا کہ اپنے علم عقل سمجھ معلومات اور اپنے عقایدی بنیادوں پر۔

حضور نبی کریم ﷺ خاتم الانبیا ہیں' آپؐ نے اپنے بعد اُمت کے احوال فرقے قیامت کے احوال اور چودھویں صدی میں قیامت کا برپا ہونا بیان کیا' اور قیامت کا انتظار مسلمانوں کو تو ہے مگر کیا کبھی یہ سوچا کہ اتنی لمبی مدت اُمت محمد ﷺ کو کیوں دی گئی؟ کیوں نہیں قرآن آخری شریعت کے نزول اور ختم نبوت کے بعد دنیا میں قیامت برپا کردی گئی؟ حضرت عیسیٰؑ کے چھ 6 سو برس بعد خاتم الانبیا کو مبعوث کردیا گیا' اُمت محمد ﷺ کو اتنا طویل عرصہ کیوں دیا گیا؟ اس کی وجہ وہی ہے کہ بندگان خدا کو آزمایا جائے کہ کون کتنا بندگی میں کامل ہے اور کون کتنا حجت مباحثہ کرتا ہے۔دنیا میں آدم علیہ السلام کا بھیجا جانا انکی آزمائش تو تھا ہی لیکن اُن کی صلبوں میں جو اولاد ہوگی اُن کا آزمایا جانا حقیقت ہے۔اور اُمت سے کہا گیا کہ "تم بہترین اُمت ہو" تو ثابت ہے کہ یہ

عمل کا معاملہ تو ہے ہی لیکن اس میں انسانوں معرفت الٰہی کتنی ہے یہ دیکھا جاتا ہے کہ تم ثابت کرو کہ خدا کی قربت حاصل کرنے کے قابل ہو کہ نہیں؟ معرفت الٰہی کے بجائے اپنے علم مقام مرتبہ کو اہمیت دے کر خدا کی بندگی اطاعت وفرمابرداری سے آنا کانی یہ بدعتیں رسم ورواج کفریہ وشرکیہ اعمال خدا کی بندگی کے بجائے خود کی خصوصیت شہرت خاندانی مرتبہ کا غرور بندوں کو گمراہ کرنے کا چلن خود میں خدائی اوصاف کو دکھاوا یہ سبھی اللہ تعالی کے عتاب اور قہر کو دعوت دینے کے مترادف ہے' یہی بات ہے کہ قرآن میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ ''کئی لوگ ایمان لانے کے بعد بھی کافر ومشرک ہی رہیں گے'' کیونکہ انسانوں کا پرانا طریقہ ہے کہ انفرادی ہو کہ اجتماعی خود کو ہمیشہ معزز اور محترم اعلی وارفع سمجھتے آئے ہیں' قابیل نے ہابیل سے خود کو بہتر سمجھا' قوم نوح نے خود کو نوحؑ سے بہتر سمجھا' قوم عاد ثمود اور قوم ھود نے اپنے وقت کے نبی سے خود کو بہتر سمجھا' نمرود شداد ہامان فرعون نے وقت کے نبی رسول سے خود کو بہتر سمجھا' بنی اسرائیل نے دوسری قوموں سے خود کو بہتر اعلی وارفع سمجھا' عیسایوں نے دوسروں سے خود کو بہتر سمجھا' برہموں نے خود کو دوسروں سے بہتر سمجھا' شیعہ خود کو دوسروں سے بہتر سمجھتے ہیں شیعوں میں نقوی آزاداری آغا خانی بوہرہ اثناعشریہ خود کو دوسروں سے بہتر سمجھتے ہیں مسلمانوں میں دیوبندی تبلیغی وہابی بریلیوی خود کو دوسروں سے بہتر سمجھتے ہیں' مہدویوں میں آل مہدی اور خوندمیری خود کو دوسروں سے بہتر سمجھتے ہیں اور ان میں بھی تخصیص ہے اہل منصب واہل ارشاد دسروں سے خود کو بہتر سمجھتے ہیں اور کئی ایسے ہیں کہ صرف انہیں کے مشاہدے میں خدا نظر آسکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ دراصل یہ انسانیت کے نفس کی ذلالت ہے اور یہی چیز اللہ تعالی انسانوں میں آزمانا چاہتا کہ دیکھیں یہ کس حد تک چلے جاتے ہیں۔ خدا کی معرفت درجات مقام مرتبہ خاندان قبیلہ کی بنیاد پر نہیں ہو سکتی۔ برہمن نے چوٹی رکھ لی مخصوص ہو گئے' یہودی نے بالوں کی لٹیں بڑھالی مخصوص ہو گئے' عیسائی نے قبا پہن لی مخصوص ہو گئے' مسلمانوں نے داڑھی رکھ لی پگڑی باندھ لی مخصوص ہو گئے' جبہ پاجامہ پہن لیا مخصوص ہو گئے' شیروانی پہن لی ہاتھ میں چھڑی اٹھالی مخصوص ہو گئے۔ یہ تمام چونچلے دکھاوا ریاکاری بارگاہ خداوندی میں نہیں چلنے والی' باپ دادا مذہبی تھے اولادیں ذلالتیں کرنے بےعلم اور جاہل ہونے کے بعد بھی خود کو منصب ومقام کے حقدار سمجھیں گے تو کیا اللہ تعالی کو دھوکہ دینا نہیں ہوا؟ اللہ تعالی کے پاس خلوص معرفت الٰہی تقوی پرہیز گاری کی قدر وقیمت ہے اس کے سوا سب کچھ خدا کو دھوکہ دینا ہے۔ ان سب باتوں کا مداوا ہو سکتا ہے صرف اور صرف قرآن سنت رسول ﷺ اور تعلیمات مہدی مقیدہ مخصوصہ پر خلوص کے ساتھ عمل پیرا ہونے سے۔

ہر دور کے انسانوں کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ ہوا کے سمت میں بہتے چلے جاتے ہیں' جب کفر وشرک یا منافقت کا غلبہ ہونے لگتا ہے تو لوگ اسی طرف زیادہ مایل ہوتے ہیں' پہلے یا بعد کے آثار وقراین بتادیتے ہیں کہ جب ایمان کا بول بالا ہو تو لوگ اس طرف متوجہ تو ہوتے ہیں لیکن اکثر وبیشتر زیادہ تر لوگوں کا اژدھام آزادی رائے من مرضی خود پسند نظریات کے قایل رہتے ہیں اُصول وقوانین احکام واطاعت پسند نہیں کرتے اس سے معاشرے میں ہمیشہ عدم استحکام رہا ہے۔ کامیابی وترقی اُسی کو کہیں گے جو ہمہ جہتی ہو' ترقی تو ہو مگر احکام وحدود کے دایرے میں' کہ جس میں کسی گروہ کو کسی سے ناراضگی یا قباحت نہ ہو۔ مگر آج دیوبندی تبلیغی

وہابی سلافی نظریات میں آزادی رائے کا بول بالا ہے کیونکہ ایک بے علم نا اہل جاہل بھی ان کی نگاہ میں عالم دین ہے۔انہوں نے تصوراتی عقاید کے حصار میں سبھی کو جکڑ دیا ہے' جبکہ ان کے بانیوں نے خدا رسول کے متعلق بڑی بڑی گستاخیاں کی ہیں ۔براہین خاطعہ کے صفحہ نمبر ۵ پر ہے کہ'' شیطان اور ملک الموت کا علم حضورﷺ سے (نعوذ باللہ) زیادہ ہے ۔فتاوی رشیدیہ کے صفحہ نمبر ۱۹ پر ہے کہ'' اللہ تعالی جھوٹ بول سکتا ہے'' یعنی انہوں نے نے اللہ کو جھوٹا قرار دے رکھا ہے ۔ان فرسودہ اور بیدین خیالات کو ہم نے حقیقی اسلام کے عنوان میں جمع کیا ہے۔

نفس کا معنی انسان کا باطنی وجود لیا جاتا ہے اس کے لغوی معنی جاندار' حیوان' دم' ہستی' خواہشات اور خودی ہے۔اسی طرح وجود انسانی روح اور جسم پر مبنی ہے' روح کا تعلق عقل بصیرت معرفت پرواز خیال علم سمجھ سماعت رہنمائی سکون واطمنان کی کیفیتوں سے موسوم ہے یعنی اوصاف سکینہ روح کی طرف سے ہیں اور نفس تحریک اعضا جسم انسانی کے تمام محرکات نفس کے تابع ہیں اُٹھنا بیٹھنا کھانا پینا نیکی بدی' ان تمام محرکات کا تھم جانا ٹہر جانا جامد وساکت ہو جانا موت ہے روح اور نفس ہمہ جہتی کردار انسان کے اندر ادا کرتے ہیں اسی لئے کل نفس ذایقة الموت ہر جاندار کو موت کا مزہ چکنا ہے کہا گیا' جیسے کہا روح کا تعلق محسوسات سے ہے جس میں اچھے برے میں خدا کی موجودگی کا احساس جس میں قوی ہو وہ بندہ خالق کے قریب تر ہوتا جاتا ہے' ہر انسان کا تعلق خالق حقیقی سے تو ہوتا ہے لیکن نفس کی اچھی بری محرکات کی وجہ کبھی روح کا رابطہ خدا سے منقطع ہو جاتا ہے' یا بعض اوقات ٹوٹ جاتا ہے جبکہ نفس انسان کے ساتھ موت تک جڑا رہتا ہے جیسے ہی نفس جسم سے جدا ہوتا ہے روح واپس انسانی جسم کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور اپنی تمام حسیات کو مجتمع کر کے خدا کے آگے جوابدہی کی تیاری میں مصروف رہتی ہے ۔اب یہ نہیں معلوم کہ ثواب یا عذاب کا صلہ روح کو ہے کہ نفس کو جسم تو خاکی تھا خاک ہو گیا چونکہ اللہ نے روح آدم میں پھونکی تھی تو بظاہر ثواب وعذاب کا مرحلہ نفس سے متعلق لگتا ہے۔

قیامت اور حشر دو الگ احوال ہیں حشر یا روز محشر انسانوں کے احتساب کا معاملہ ہے کہ انسانوں نے گناہوں نیکیوں بدعملیوں خدا کی طرف سے جو ذمہ داریاں عاید کی گئی تھیں احکام واطاعت کی ان کی عمل آواری میں بندے نے کتنی بجا لائیں کتنا احکام سے انحراف کیا کتنا اچھا یا کتنا برا کیا اس کا احتساب محشر میں اللہ احتساب کریگا۔دنیا میں انسان کی زندگی اللہ تعالی کی شان ربوبیت کی تعریف توصیف اطاعت بندگی کے لئے وُجود میں لائی گی ہے ۔اس کی عمل آواری نفس کے ذمہ ہے روح صرف رہنمائی کرتی ہے روح اللہ کی مطیع وفرماں بردار رہتی ہے مگر نفس ہر طرح کی بندشوں سے آزاد رہنے کو فوقیت دیتا ہے۔

اس سے پہلے ہم نے مہدی موعودؑ کے دعوی کی شہادتوں کی فہرست دکھائی ہے وہ نزول قرآن کے مطابق ہے اب ذرا ترتیب قرآن کے مطابق دیکھتے ہیں تو ایک دوسری حقیقت نظر آتی ہے جب ہم جیسے بے بضاعت نزول اور ترتیب میں غور کرتے ہیں تو کیا اللہ کے خلیفہ اس سے مطلع نہ تھے؟ بیشک اس حقیقت سے واقف تھے مگر آپؑ اپنے تابع رسولﷺ ہونے کے حدود سے بھی واقف تھے اسی لئے اُپنے مصدقوں کو انہوں نے اپنی شہادتیں ترتیب قرآن کے مطابق دی جو اللہ کے رسولﷺ نے لوح

محفوظ کے مطابق ترتیب دی تھیں۔ہم اب اسی ترتیب کے موافق آپ علیہ السلام کے دعوی کی شہادتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سورتوں کے قرآن کی ترتیب		ثبوت مہدی کی آیات		مہدیؑ کا اپنی شہادتوں کا بتدریج پیش کر کے ثبوت دینا
1	سورۃ البقرہ	2	124	حضرت ابراہیمؑ کے سلسلہ امامت کی آخری کڑی ہونا
2	سورۃ آل عمران	3	20	اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو کہدیں میں نے اپنا منہ اللہ کے لئے جھکا دیا اس جس نے ''میری پیروی کی''
3	سورۃ آل عمران	3	190	''اہل عقل لَا ولِي الْاَلْبَا بِ یعنی اللہ کی قدرت میں غور کر کرنے والے''بصیرت'' سے مہدی کی قوم ہے۔
4	سورۃ المایدہ	5	54	قوم مہدی کے اوصاف اللہ سے محبت کرنے والے
5	سورۃ الانعام	6	19	اوروحی کیا گیا ہے مجھ پر یہ قرآن تا کہ میں ڈراؤں اور اسے وہ پہنچے۔
6	سوۃ الانعام	6	89	اگر انکار کریں اس کا (مہدی کا) یہ لوگ تو ہم نے مقرر کر دیتے ہیں اس کے لئے ایسے لوگ جو اس کے انکار کرنے والے نہیں
7	سورۃ الانفال	8	64	اے نبیؐ! کافی ہے اللہ تمہارے لئے اور جو تمہارا تابع ہے اس کے لئے۔
8	سورۃ ھود	11	1	(یہ آیتیں) پھر تفصیل سے بیان کی جائیں گی حکمت والے باخبر اللہ کی طرف سے۔
9	سورۃ ھود	11	17	پس جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو (کیا اس کے برابر ہوسکتے ہیں)
10	سورہ یوسف	12	108	متبوع تابع کا بصیرت (دیدار) کے راستے پر بلانا۔
11	سورۂ فاطر	35	32	کتاب اللہ کا ایک قوم یا اس کے رہبر کو وارث بنانا
12	سورۂ محمدؐ	47	38	اگر اُمت اللہ کے احکام کی اندیکھی کرے تو دوسری قوم کا لانا
13	سورۂ الرحمٰن	55	1	بیان قرآن کے لئے ایک مبین کلام اللہ کا مبعوث کیا جانا
14	سورۂ واقعہ	56	13	صفات صحابہؓ رسول ﷺ
15	سورۂ واقعہ	56	14	صفات صحابہؓ تابع رسول ﷺ مہدی موعودؑ
16	سورہ جمعہ	62	3	قوم موعودہ کا قرب قیامت آنا

17	سورۂ قیامہ	75	19	رسولؐ کو اللہ تعالی کا قرآن کے بیان کا وعدہ فرمانا
18	سورۂ بینہ	98		دلیل روشن متبوع و تابع کا ہونا

قرآن کی تریب کے ان اٹھارہ آیات سے مہدی موعودؑ کی شہادتوں کے تسلسل Chronology میں محسوس کیا جا سکتا ہے کہ معاملات بعثت مہدی کو ایک کے بعد ایک پیش کیا گیا ہے مثلاً سب سے پہلے اس مہدی آخرالزماں کا حضرت ابراہیمؑ کی امامت کے سلسلہ آل میں ہونا دوسرا ان کا تابع رسولؐ خاتم میں ہونا تیسرا ان کی قوم کو بصیرت کا حاصل ہونا چوتھا اس قوم کا اللہ کی محبت میں حد سے گزر جانا پانچواں اس مہدی کا منصب اللہ سے ڈرانے والا ہونا جیسے کہ ان کے متبوعؐ تھے چھٹا ان کی قوم کا اللہ کے احکام پر بے چوں و چرا عمل کرنا بغیر قیل وقال کے ساتواں اللہ کے رسولؐ اور ان کے تابعؑ کا اللہ کا حامی و مددگار ہونا آٹھواں اللہ کے رسول ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا اس کا تفصیلی بیان کا بعد میں انتظام ہونا نواں اللہ کے خلیفہ کے برابر ان لوگوں کا نہ ہونا جو معصوم نہیں ہیں دسواں اللہ کے رسولؐ اور ان کے تابع کا دیدار کی دعوت دینا گیارہواں قرآن کے وارث کو بعد میں بھیجا جانا بارہواں اگر اُمت اللہ کے احکام میں روگردانی کرے قیل وقال کو اپنائے تو ایک قوم کا بھیجا جانا جو حق کو تسلیم کرنے والی ہو تیرہواں مبین کلام اللہ کا بھیجا جانا چودھواں صفات صحابہؓ نبی آخرالزماں پندرہواں صفات صحابہؓ مہدی آخرالزماں سولھواں قوم موعودہ کا قرب قیامت آنا سترہواں اللہ کے رسول ﷺ کو تسلی دیا جانا کہ اس قرآن کے مبین کو مبعوث کیا جاے گا اٹھارواں اللہ کے خلفاء کا دلیل روشن ہونا۔ یہ اللہ کی سنت ہے وہ بتدریج معاملات کو انسان کو پیش کرتا ہے۔ اس لئے یہ باتیں قرآن کی ترتیب اور نزول میں الگ الگ طریق پر پیش ہوئی ہیں۔ معنی یہ کہ جو معاملات نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کے مخصوص تھے وہ اُمت میں ان کے تابع کے لئے بالکل مختلف ہیں کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ شارع عالم ہیں اور مہدی آخرالزماں صرف مبین کلام اور تابع ہیں انہیں شریعت رسول ﷺ میں کمی وزیادتی کا اختیار نہیں صرف اس کا بیان اور ان پر عمل کروانا ہے تمام رسوم و بدعات سے دور کروا کے اور اضافتیں جو اُمت نے پیدا کرلیں اور جو فرایض چھوڑ دے ان کی پابندی کروانا ہے قیل وقال کو چھوڑ و اللہ کی یاد میں لگے رہو یہی منصب مہدی کا ہے۔ قرآن کا نزول اللہ کے نبی پیغمبر آخرالزماں ﷺ کے لئے مخصوص ہے جو معرفت الٰہی ہے اور ترتیب قرآن بندوں کی تعلیم تربیت اعمال زندگی کی ضروریات کے علاوہ معرفت الٰہی کی جستجو کے لئے ہیں جس کا بیان کرنے والے مہدی ہیں کہ "تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے" ان اعمال فرایض ولایت کی انتہی "طلب دیدار" میں۔

مہدیؑ موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں 18 آیات پیش کیں اس بات کا جواز ہم مہدویؑ کیوں نہ پیش کریں؟ کیا دنیا کا کوئی مسلمان یہ سوال کر سکتا ہے کہ نماز پنجگانہ کی فرضیت تو معراج کے واقعہ سے معلوم ہوگئی لیکن ان کا طریقہ اور اوقات تو حضور ﷺ نے بتائے کیا حضور نبی کریم ﷺ نے کبھی کہا یا ایسی روایت بیان ہے کہ حضورؐ نے کبھی قرآن کی آیات کا حوالہ دے کر حکم دیا کہ فلاں فلاں آیات میں اللہ تعالی نے مجھے طریقہ اور اوقات بتائے ہیں؟ آپ ﷺ نے نہ صرف نمازوں کے اوقات کا

تعین کیا اور طریقہ بتایا بلکہ قرآن میں نشاندہی نہیں کی' جبکہ اوقات کا بیان اللہ نے قرآن میں کیا ہے۔سورہ ھود آیت 114 کہ جس میں تین فرض نمازوں کا ذکر ہے فجر' عصر' عشا۔سورہ قاف آیت 39 فجر اور عصر کا۔سورہ روم آیت 17-18 فجر اور عصر کا۔سورہ بقرہ آیت 238 فجر' ظہر اور عصر کا۔سورہ بنی اسرائیل آیت 78 عصر' مغرب اور عشا۔مہدیٔ موعود علیہ السلام میراں سید محمد جونپوری نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ان آیات کو پیش کیا ہے اور بیعت اور اطاعت کا حکم دیا۔اللہ تعالی کے خلیفہ دعوی پیش کرتے ہیں اور حجت ثابت کر دیتے ہیں' اس کی تشریح توضیح اور تفسیر کرنے نہیں بیٹھ جاتے' جس کسی کو ماننا ہے مانے جسے نا ماننا ہے نا مانے وہ اُس کے اپنے ایمان یقین اور عقیدہ و مذہب کی بات ہے دلایل ثبوت منطق بحث مباحثہ مناظرہ مباہلہ کرنے ہر دور کے عالموں کا کام رہا ہے۔بات کی حقیقت کو سمجھ لینا یقین کا ہونا اللہ تعالی کی مرضی پر منحصر ہے۔

ہم نے یہاں کئی جدول اور تجزیہ کی تختیاں پیش کی ہیں' تا کہ بات کو اچھی طرح کھول کر سمجھا دیا جائے۔قرآن کی ترتیب لوح محفوظ کی ہے اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہونا چاہئے۔مگر ہم نے قرآن مجید کے نزول کو کیوں مختلف زاویوں سے بتانے کی کوشش کی اُس کے کئی اسباب ہیں' لیکن حضور محمد مصطفی ﷺ رسول خدا کو ابتدائے نزول وحی میں ہی کچھ باتوں کو بتا دیا گیا جن میں سورہ علق سوہ فاتحہ سورہ مزمل مدثر تکویر ضحیٰ نشرح کوثر فلق ناس اخلاص کے بیان خصوصی توجہ کے قابل تھے ان کے بعد سورہ النجم نزول 23 میں حضور ﷺ کو معراج واقع ہونے کے شہادت یعنی تصدیق کئے جانے کے بعد اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو کچھ باتوں کے اشارے یا آپ کو باخبر کیا جاتا رہا کہ آپ ﷺ نبوت کے پیغام کو پہنچاتے رہیں اور قرآن کو جمع کرنے یا جلد یاد کرنے کی کوشش نہ کریں لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (قیامہ ۱۶'۱۵) اے نبی اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں' اس کو یاد کرا دینا اور جمع کرا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر اس کے بالکل بعد کہا گیا کہ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ' پھر اس کا بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے (قیامہ ۱۹) اور پریشان نہ ہوا کریں ہم اس کی حفاظت تو کریں گے ہی وہ اس طرح کہ ایک مبین کلام اللہ کو مبعوث کریں گیا ور یہ بات سلسلہ وار ترتیب سے سلیقے سے بتائی جاتی رہی۔اور یاد رہے کہ سورہ القیامہ نزول کی 31 ویں سورہ ہے۔اور مہدیٔ موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں یہ آیت خدا کے حکم سے پیش کی۔ہم اس کو صحیح طور پر سمجھانے کے لئے ترتیب وار آیات کے نزول کو پیش کرتے ہیں تا کہ سارا معاملہ سمجھ میں آئے۔

قرآن محض احکام قوانین یا واقعات بیان کرنے والی کتاب نہیں ہے: بلکہ قرآن انسان کو اللہ سے قریب سے قریب تر ہونے کے اسباب اور طریقے مہیا کرتا ہے راستہ دکھاتا ہے کہ ہم دین میں یا معد حیات الموت تو اللہ سے قریب ہو سکتے ہیں لیکن دنیا میں بھی اللہ کی قربت کا راستہ طریقہ بتاتا ہے یہ محض کتاب نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔مہدی موعودؑ نے اسی لئے فرمایا کہ" قرآن عشق نامہ ہے"

سورہ قیامہ مکہ مکرمہ میں بعد واقعہ معراج نازل ہوئی یعنی اس کے نزول کا زمانہ تقریبًا ابتدائے نبوت کے بعد

ساڑھے گیارہ یابارہ برس کے درمیان کا ہے۔اس کے نزول کی 31 سورہ کی آیت ۱۶،۱۷اور۱۹ میں بتایا کہ آپ قرآن کے پیغام حق کو پیش کردیں پریشان نہ ہوں ہم اس کا بیان کریں گے۔ یہاں حضورﷺ سے نہیں کہا جارہا ہے کہ بعد میں آپؐ اس قرآن کا بیان کریں بلکہ یہ کہا کہ **ہم اس کا بیان کریں گے** ظاہر ہے اللہ کواس کا بیان کرنا ہے تو نبوت کے خاتمہ کے بعد کسی کے ذریعہ ہی یہ بیان ہونا تھا جیسا کہ پہلے خلیفۃ اللہ کو بھیجا جاتا رہا اور بہت بعد میں مدینہ میں حضورؐ سے خود کہلوایا کہ ’’خلیفۃ اللہ مہدی آئیں گے‘‘۔اس کے بعد نزول کی 32ویں سورۃ فاطر کی آیت ۳۲ میں کہا کہ ’’پھر ہم نے اس کتاب کا وارث بنادیا اُن لوگوں کو جنہیں ہم نے چن لیا اس وراثت کے لئے اپنے بندوں میں سے جو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں......اور نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں‘‘۔حقیقت ہے تمام لوگوں کو چن لینا ممکن نہیں بیان قرآن کے لئے اس لئے ایک قوم موعود کے لئے ایک ہادی ورہبر مہدی کو بھیجا جانا تھا۔اس کے بعد سورہ واقعہ نزول 46 میں ایسے چنے ہوئے لوگوں کی مثال دی کہ ’’وہ صحابہؓ رسولﷺ **ثلۃ من الولین** کے مانند ہونگے **قلیل من الآخرین** چند آخرین میں سے۔اس کے بعد نزول کی 52ویں سورۃ ھود میں فرمایا کہ ’’یہ (آیتیں) تفصیل سے بیان ہونگیں (معنی پورا قرآن نہیں تفسیر کیا جائے گا آیتوں کی تفصیل معنی آیات قرآن کے ذریعہ معرفت الٰہی کا بیان ہونا ہے)ھود آیت ۱۔اس کے بعد آیت ۱۷ میں کہا کہ وہ شخص (جو یہ قرآن کا بیان کریگا) اپنے رب کیطرف سے دلیل پر ہوگا (اپنی حجت قرآن کی آیتوں سے ثابت کریگا ایک بینہ)۔اورمزید وضاحت سورہ یوسف میں بیان کی جو نزول کے لحاظ سے 53 سورہ ہے اس کی آیت ۱۰۸ میں کہا کہ ’’آپ ﷺ بھی بصیرت (دیدار۔معراج میں دیدار کے بیان کا خلاصہ) کی راہ پر بلائیں اور آپؐ کا تابع (مہدی موعودؑ بھی دار دنیا میں طلب دیدار کی دعوت دیگا)۔واقعہ معراج بھی دنیا میں واقع ہوا اور طلب دیدار کی تعلیم بھی دنیا میں ہوگی ۔اس کے بعد مزید وضاحت سورہ انعام نزول 55 آیت ۸۹ میں کی کہ ’(معراج کے انکار) کی طرح اگر کوئی طلب دیدار کا انکار کرے تو ہم نے (معراج کے اقرار کرنے والوں کی طرح)دعوت طلب دیدار (کے اقرار کرنے والے بھی (پہلے ہی)مقرر کردئے ہیں ۔اس طرح **یہاں تک کی سورتوں میں بتایا جاتا رہا** اس کے بعد نزول کی 87 مدنی سورہ بقرہ کی آیت ۱۲۴ میں بتایا کہ ’’وہ ابراہیمؑ کی دعا (**وَامـامـاً ....مـن ذریتـــی**) یعنی اولا دابراہیم واسماعیل کی اولا د میں (جس طرح محمدﷺ خاتم الانبیا ہیں وہ عترت فاطمہ میں امام ہوگا)اس کے بعد نزول کی 88 سورہ انفال میں فرمایا کہ ’’اے نبی کافی ہے اللہ آپؐ کے لئے اور آپؐ کے (خصوصی)اتباع کرنے والے (مہدی موعودؑ) کے لئے۔اوراس کے بعد سورہ عمران نزول 89 کی آیت ۱۹۰ میں کہا کہ ’’(اُس مہدی موعودؑ کی قوم) خدا کی قدرت میں غور کرنے والی **لاولـــی الباب** ہونگے ۔نزول 95 کی سورہ محمد کی آیت ۳۸ میں کہا کہ اگر اُمت (مسلمانوں کے گروہ)اللہ کے احکام (بصیرت) کا انکار کرے گی یا اندیکھی کریگی تو ہم (اُس ہادی ومہدیؑ) کی ایک قوم لائیں گے۔(اوراس قوم کا ہادی)مبین کلام اللہ ہوگا۔یہ بات بتائی سورہ الرحمٰن کی پہلی آیت میں ۔بیان کے معنی اللہ کی حقیقی مرضی اورمراد کے معنی بیان کرنا ہے نہ کے وضاحت یا تفسیر کرنا ۔اوراس کے بعد معاملہ بالکل صاف کردیا نزول کی 100 سورہ میں کہ ’’پہلے بینہ اللہ کے رسول کی طرح جو کفار و مشرکین کو

دعوت ایمان دینے آئے تھے اسی طرح دوسرے بینہ اُمت کے منتشر فرقوں کو دعوت معرفت دیں گے۔اور دوبارہ سورہ جمعہ نزول 110 کی آیت ۳ میں قرآن کے بیان کا پھر سے وعدہ دہرایا۔اور یہ بیان اُن کے لئے ہوگا جو ابھی رسول اللہ ؐ نہیں ملے۔ وَ آخَــرِيْنَ مِنْهُمْ آخر میں آنے والے۔وہ وہی ہیں قـلـيـل مـن الاخـرين (سورہ واقعہ والے)۔اس کے بعد سب سے آخر میں پورا معاملہ صاف کر دیا نزول قرآن کی 112 ویں سورہ المایدہ کی ۵۴ ویں آیت میں۔کہ ان تمام حقایق کے بھی اہل اسلام اُس ہادی ومہدی کا اور اُن کی دعوت کا انکار کریں یا مرتد ہو جائیں تو کہا گیا کہ ''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے '(تو پھر جائے) اللہ ایک قوم کو لائے گا جو اللہ کو محبوب ہونگے 'اور اللہ اُن کو محبوب ہوگا' جو مومنوں پر نرم ہونگے اور کافروں پر سخت ہوں گے' جو اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے'۔ اب ان سورتوں کی ترتیب دیکھیں جو نزول کے لحاظ سے ہے جس میں حضور ﷺ کو سلسلہ وار ترتیب سے پہلے مکی سورتوں میں بعد مدنی سورتوں میں مہدی موعود آخرلزماں خلیفۃ اللہ کے متعلق بتایا جاتا رہا کہ ایک خلیفۃ اللہ کی بعثت ہوگی۔یہاں نزول کی سورتوں کا تسلسل دیکھیں۔سورہ القیامہ نزول 31 فاطر نزول 43 سورہ واقعہ نزول 46 سورہ ھود نزول 52 سورہ یوسف نزول 53 سورہ انعام نزول 55۔یہاں تک مکی سورتیں ہیں اس کے بعد مدنی سورتیں سورہ بقرہ نزول 87 سورہ انفال نزول 88 سورہ عمران نزول 89 سورہ محمد نزول 95 سورہ الرحمٰن نزول 97 سورہ بینہ نزول 100 سورہ جمعہ نزول 110 سورہ المایدہ نزول 112۔اگر سورتوں کی اس ترکیب بیان کی حقیقت کو سمجھ لیں جو ایک بعد ایک نازل ہوئیں تو معلوم ہوگا کہ مہدی موعود علیہ السلام کی بعثت اُس کا مقصد بالکل واضح ہو جائے گا۔اسلام کی تاریخ اور قصص بیان کرنے والوں نے قرآن میں مختلف سورتوں کی آیتوں میں انبیا مرسلین کے متعلق وارد ہے اُنہیں چن چن کر یکجا کر کے واقعات انبیا لکھے ہیں تا کہ اُلجھن نہ ہو ہم نے بھی وہی طریقہ پر یہ تسلسل لکھا ہے۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ایک تسلسل سے ترتیب وار بعثت مہدی موعود آخرالزماں کا بیان قرآن میں کیا ہے اور حضور ﷺ کو اُن کے متعلق آگاہ کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ نے خلیفۃ اللہ مہدی کے بھیجے جانے کا وعدہ فرمایا جن کی تفصیلات احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔اور یاد رہے کہ احادیث کو منضبط کرنے کا دور مدینے سے شروع ہوا ہے۔

وقت کرتا ہے پرورش برسوں حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

حضور نبی کریم ﷺ پر قرآن کا نزول کرنے کے بعد اللہ تعالی نے آپؐ سے بیان کی بات کی ہے قرآن کی وضاحت کی نہیں 'وضاحت کے معنی کھول کر بیان کرنا' جیسے کہ تفسیر 'شرح۔قرآن کو سمجھانے کی جہاں بات کی ''بیان'' کی بات کی بیان کے معنی گفتگو 'ذکر' خبر' وہ علم جس میں تشبیہ واستعارہ' جس میں اشارہ وکنایہ ہو' ٹھیک ٹھیک بات کو سمجھانا ہوتا ہے۔عَـلَّـمَهُ الْبَيَانَ قرآن کے علم کا بیان ثُـمَّ اِنَّ عَـلَيْنَا بَيَانَه' پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ (قیامہ ۱۹) یہاں بھی مطلب سمجھانا ہے نا کہ وضاحت کرنا۔جیسے كِتٰبٌ یہ کتاب اُحْكِمَتْ مضبوط کی گئی 'ايٰتُه' اس کی آیات (احکام 'حجت) ثُمَّ پھر فُصِّلَتْ تفصیل کی گئیں مِنْ

لَـدُنْ حَـكِيْـمٍ خَبِيْـرٍ   حکمت والے خبر دار (رب) کے پاس سے۔(ھود 1) یہاں قرآن کے احکام یا آیات کو تفصیل سے مضبوط کرنے کی بات ہے' لیکن اس میں ثُمَّ معنی پھر کا لفظ آیا ہے جو تراخی یعنی تاخیر زمانہ کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی پھر کسی وقت اس کی تفصیل بیان ہوگی۔معنی قرآن میں وضاحت یا تفسیر کی بات نہیں ہے بلکہ ''بیان'' کی بات ہے۔اور اللہ کے رسول ﷺ نے بھی قرآن لکھوایا قلمبند کرایا' احادیث کو نہیں۔احادیث آپؐ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد قلمبند ہوئیں۔البتہ قرآن اُس وقت بھی بیان ہوتا رہا ہے اور نویں صدی میں اس کا مفصل بیان ہوا' اور اس بیان کا مفصل ہونا اس کی احکامات کو اعمال کو کشیدہ کر کے مخصوص کرنا بھی ہے۔جو کہ مہدیٔ موعودؑ نے کیا سارے قرآن کے اعمال احوال کو تعلیمات اعمال ولایت مقیدہ مخصوصہ میں سمو دیا۔جیسا ہم بتا چکے ہیں کہ آدمؑ سے حضور ﷺ تک جتنے انبیا آئے اوران کو صحایف و کتابیں دی گئیں ان کے احکام و بیان کا خلاصہ قرآن مجید ہے اس طرح تعلیمات مہدیٔ موعودؑ میں قرآن کے مکمل و مفصل بیان کو اختصار کر کے اعمال ولایت میں سمو دیا گیا کہ اب صرف عمل کرو بحث و مباحث نہیں کہ تمام علوم کا احاطہ کرلیا اب اللہ کی قربت کے ذرایعہ تلاش کرو۔ذکرواذکات عبادت و بندگی تقوی و توکل طلب خدا یہی سب کچھ تو ہے تعلیمات اعمال ولایت میں۔

یہاں ہم تجزیے کے لئے ایک جدول بناتے ہیں جس میں حضور ﷺ کی دنیا میں آمد سے نبوت تک اور اس کے بعد کے حالات کو دیکھتے ہیں کہ جس سے بہت ساری حقیقتوں کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔حضورؐ واقعہ اصحاب فیل کے ۵۵ دن بعد پیدا ہوئے جسے عام الفیل یعنی ہاتھیوں کا سال کہا جاتا ہے۔یہاں پیش کئے گئے اعداد و شمار اندازاً ہیں تا کہ کچھ حقیقتوں کو سمجھا جائے۔حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کے ابتداء کے حالات کی تفصیل بہت کم بیان ہے' ہمیں جو بھی معلوم ہوتا ہے وہ قرآن کے بیانوں کی تطبیق کی وجہ سے مدینہ منورہ کے حالات تفصیل سے بیان ہیں اُس کی وجہ ہے حضور ﷺ سے پہلے عرب کی ناخواندگی کی وجہ سے علم تعلیم تاریخ جغرافیہ سے مکہ مکرمہ کے لوگوں کو کم واسطہ رہا' جو کچھ معلومات تھیں وہ دوسرے علاقوں کو تجارتی قافلے جانے آنے کی وجہ سے تھا' ورنہ ایک طرح سے عرب کا قبایلی نظام علاقائی حالات کے واقعات اور قصہ گویوں تک محدود تھا' عربوں کے آپسی معرکے لڑائیاں باہری دنیا سے انہیں روابط بڑھانے نہیں دیتی تھیں۔البتہ طلوع اسلام کے بعد عروہ بن زبیر جس کا انتقال 712 عیسوی میں ہوا جس نے حضورؐ کے فوراً بعد کچھ حالات قلمبند کئے۔اس طرح طلوع اسلام سے وہ قریب ترین دور میں تھا۔اس کے بعد وہب بن منبہ' ابن اسحاق' الواقدی' ابن ہشام' ان سب کا زمانہ 712 سے 834 سنہ عیسوی کا ہے' ان کے بعد 1364 سے 1400 المقرزی اور ابن حجر اسقلانی کا زمانہ ہے۔ان سبھی کو حالات اسلام یا احادیث مرتب کرنے کا خیال تب ہوا ہوگا جب قرآن مجید مصحف کیا گیا۔انہیں بھی جو شواہد دستیاب ہوئے وہ محدثین و مفسرین کے قلمبند بیانوں کی بنیاد پر ہے کہ جنہوں مکہ مکرمہ میں حالات نہیں درج کئے بلکہ حضور ﷺ اور طلوع اسلام کے جو واقعات ہیں انہیں مدینہ میں جو واقعات تھے انہیں لکھنا شروع کیا۔کیونکہ احادیث کو ضبط قلم کرنے کا سلسلہ حضور ﷺ کی نبوت کے آخری ایام سے شروع ہوا وہ بھی بہت مختصر۔اُس میں پہیل ہوئی آیمہ اربعہ کے دور میں۔ تو سوال یہ

رہ جاتا ہے کہ اتنے وثوق سے احادیث کیسے قلمبند کی گئیں‘اس کا جواب وہی ہے کہ عربوں کا حافظہ کہ جس میں وہ ہزاروں اشعارواقعات انساب من وعن ازبر کرلیا کرتے تھے‘اس پر بس نہ کرکے ان احادیث کو جانچنے کے لیے مختلف صحابہؓ سے ان کی تصحیح کرائی جاتی کہ کہیں غلط اور من گھڑت تو نہیں‘جس کی بنیاد داور طریقہ انہیں قرآن کے ضبط قلم کرنے سے ملا‘مطلب یہ کہ صحابہؓ نے یا حضرت عثمان غنی نے قرآن کومصحف کرنے سے پہلے معتبر اور صالح صحابہؓ جو قرآن کو ازبر کر چکے تھے ان کی ایک مجلس مرتب کی ان تمام نے یک زبان تسلیم کیا کہ جو قرآن انہوں نے حضور ﷺ سے سنا وہ ہو بہو بالکل صحیح یہی ہے۔اس کے علاوہ لکھے کتبے پتھر اور اُونٹ کی کھالیں بھی موجود تھیں ۔اس کے علاوہ قرآن مکہ و مدینہ میں ہر خاص و عام کو حفظ ہو چکا تھا۔حالانکہ امام بخاری اور امام مسلم و دوسرے محدثین کا حدیث کو صحیح جانچنے کا طریقہ جو ان سے منسوب ہے وہ دراصل قرآن کی صحت کو جانچے گئے طریقہ پر کیا گیا ہے۔

سنہ عیسوی	واقعات	میں	سورتوں کا نزول اندازاً
569/570	اسی برس حضور ﷺ کی پیدائش کے چھ 6ماہ پہلے آپؐ کے والد کا انتقال ہوا۔آپؐ کی پیدائش سے 55دن پہلے ابرھہ نے مکہ پرحملہ کیا تھا۔		
576	والدہ آمنہ بنت وہب کا انتقال ہوا		
578	دادعبدالمطلب کا انتقال ہوا		
583	شام کا تجارتی سفر		
595	حضرت خدیجہؓ سے نکاح		----------------
610	سرفراز نبوت		سورہ العلق 1 کا نزول سورہ القلم 2 سورہ مزمل 3 سورہ مدثر 4 سورہ فاتحہ 5 سورہ لہب 6 سورہ تکویر 7 سورہ اعلی 8 سورہ الیل 9 سورہ فجر 10 سورہ ضحیٰ 11 سورہ نشرح 12 (اندازاً)
613	دوسری ہجرت حبشہ		سورہ عصر 13 عادیات 14 کوثر 15 تکاثر 16
615	حضرت فاطمہؓ کی پیدائش		الماعون 17 کافرون 18 فیل 19 فلق 20
615	حبشہ کی دوسری ہجرت		الناس 21 کا نزول (یہ اندازہ ہے)
615	مقاطعہ درہ شعیب ابی طالب		-----------------
618/19	درہ شعیب ابی طالب میں مقاطعہ کا خاتمہ (Social Bycot)		

619	حضرت ابی طالب اور حضرت خدیجہؓ کا انتقال	
619	سفر طایف	
620		------------------
621	ہجرت سے ۱۶ مہینے پہلے واقعہ معراج	سورہ اخلاص 22 سورہ نجم 23 عبس 24
		قدر 25 شمس 26 بروج 27 التین 28
		قریش 29 القاریہ 30 **القیامہ 31** ھمزہ 32
		(رسولؐ کو پہلی بار بعد کسی وقت قرآن کے بیان کا وعدہ کیا گیا)
		مرسلات 33 ق 34 البلد 35 طارق 36
	پہلی بیعت عقبی	قمر 37 ص 39 اعراف 40 جن 41 یسین 42
		فرقان 43 **فاطر** 44 مریم 45 طہ 46 **واقعہ** 47
		النمل 48 قصص 49 نبی اسرائیل 50 یونس 51
		ھود 52 **یوسف** 53 حجر 54 **انعام** 55 صافات 56
		لقمان 57 سبا 58 زمر 59 المومن 60 حم سجدہ 61
		شوری 62 زخرف 63 دخان 64 جاثیہ 65 احقاف 66
		ذرعات 67 غاشیہ 68 کہف 69 نحل 70 نوح 71
622	دوسری بیعت عقبی	ابراہیم 72 انبیاء 73 مومن 74
		سجدہ 75 طور 76 ملک 77 حاقہ 78
		معارج 79 نبا 80 نازعات 81 انفطار 82
		انشقاق 83 روم 84 عنکبوت 85 مطففین 86 سورتوں کا نزول
623	حضور ﷺ کی ہجرت مدینہ	-----------------

جیسے ہم نے پہلے لکھا ہے کہ سورہ قیامہ نزول 31 سورہ فاطر 43 سورہ واقعہ 46 سورہ ھود 52 سورہ یوسف نزول 53 سورہ انعام نزول 55 جو کہ مکی سورتیں ہیں ان سے مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں آیات پیش کیں ۔ یہاں نزول کی ترتیب ہم نے دکھائی ہے جبکہ مہدی موعودؑ نے قرآن کی ترتیب جو لوح محفوظ کی ہے اس کے مطابق آیات پیش کیں ۔ یہاں کچھ حقیقتوں کو سمجھانے کے لئے ہم نے نزول کی ترتیب تاریخ وسوانخ اور علم الکلام کے عالموں کی

کتابوں سے لے کر اندراج کیا ہے یہ تمام واقعات سنہ عیسوی میں بیان ہیں کیونکہ سنہ ہجری کا چلن دوسرے خلیفہ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے دور میں حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے 7 ساتویں برس 639 میں شروع ہوا۔اب یہاں ہم مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی سورتوں کی آیات کا جایزہ لیتے ہیں۔چونکہ مدینہ منورہ کی سنہ عیسوی یا تاریخ کو ہم نے چھوڑ دیا ہے وہ تاریخی کتابوں میں درج ہے اور اس کی بہت طویل فہرست بن جا ئیگی اس لیے صرف قرآنی سورتوں کو درج کر دیتے ہیں۔

مدنی سورہ **بقرہ 87 انفال** 88 **عمران** 89 احزاب 90 ممتحنہ 91 النساء 92 زلزال 93

حدید 94 **محمد** 95 الرعد 96**الرحمٰن** 97 الدھر 98 طلاق 99**بینہ** 100 حشر 101

نور 102 حج 103 منافقون 104 مجادلہ 105 حجرات 106 تحریم 107 تغابن 108

الصّف 109 **جمعہ** 110 فتح 111**مایدہ** 112 توبہ 113 نصر 114۔ختم قران وحی

مدنی سورتوں کی ان آیات میں مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کا ثبوت پیش کیا۔**بقرہ ۔انفال۔ عمران ۔ محمدؐ ۔ الرحمٰن ۔ بینہ ۔ جمعہ ۔ المایدہ ۔**

آ گے ہم نے نزول قرآن اور ترتیب قرآن میں مکمل فہرست دی ہے دیکھ لیں۔(صفحہ ۱۴۷ سے آگے)

کیا وجہ ہے کہ جس طرح قرآن کا نزول ہوا اسی ترتیب میں نہ رکھ کر دوسری ترتیب یعنی لوح محفوظ کی میں رکھا گیا؟ یا پہلے لوح محفوظ کی ترتیب میں قرآن نازل کیا گیا؟ اللہ تعالی خالق عالم ہے اس کے احکام اور انداز انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں اُس سے ہمیں متبوع حضور نبی کریم ﷺ اور تابع مہدی موعودؑ کی بعثت کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔جس طرح حضور نبی کریم ﷺ پر نبوت ختم ہوئی اسی طرح وحی متلو اور شریعت آخریں کو مکمل کر دیا گیا۔لیکن اللہ تعالی نے قرآن میں کلام اللہ کی وضاحت کا ذمہ لیا ہے **ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ** یعنی اس کی وضاحت اور بیان کا باقی رہنا اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا مہدی اللہ کا خلیفہ ہے اور اس خلیفہ کے ذریعہ بیان کلام ہوا ہے جنہیں مبین کلام اللہ مراد اللہ کہا جاتا ہے۔ایسے کلمات کلام اللہ قرآن مجید میں ہمیں بہت سارے ملتے ہیں جیسے اللہ تعالی کا یہ کہنا کہ جب اللہ تعالی کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو کُنْ کہدیتا ہے تو وہ فَيَكُوْنُ بس ہو جاتی ہے ایسے کلمات قرآن میں ہیں۔اللہ تعالی نے کائنات کی تخلیق کی اور تمام اشیاء معرض وجود میں آ گئیں اور سب کی تقدیر بھی بنادی' لیکن آج بھی نئی حقیقتیں اور سچایاں سامنے آ رہی ہیں بہت ساری تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں ہر لمحہ گھڑی نئی حقیقتیں اور مظاہرات ہوتے رہتے ہیں۔اسی بات کو شاعر مشرق اقبالؔ نے بیان کیا ہے: ابھی یہ کائینات ناتمام ہے شاید فلک سے آ رہی ہے صدائے کن فیکوں ۔ یہی بات ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک مہدی کی بعثت کا اُمت سے وعدہ فرمایا جو خلیفہ اللہ ماموّر من اللہ ہوگا۔مسلمانوں کے تمام گروہوں میں صرف مہدویہ میں مبین کلام اللہ' مراد اللہ' ماموّر من اللہ' تابع تام رسول اللہ' خلیفہ اللہ کے الفاظ القاب اور استعارے استعمال ہوتے ہیں اور تعلیمات مہدی میں بھی جو الفاظ و معنی استعمال ہیں جیسے ترک دنیا' ترک علایق' ذکر دوام' طلب دیدار جیسے الفاظ بحیثیت قوم

صرف مہدویہ میں مستعمل ہیں جنہیں قرآن نے ثُلَّةٌ مِنَ الْآ خَرِینَ سے متعارف کرایا ہے جو صحابہؓ مہدی کا مقام ہے ۔اس طرح قرآن کی ترتیب لوح محفوظ کی ہے اور نزول حضور ﷺ کے حالات اور بعد کے زمانے کے حالات کے مطابق ہے کہ جس میں قیامت تک کے احوال کو درجہ بندی کے ساتھ رکھا گیا ہے لہٰذا ہم دیکھ سکتے ہیں کہ جو واقعات حالات نظارے اور پیشن گوئیاں آج سے چودھ 14 صدیوں پہلے بیان ہوئے آج ہو بہو من وعن پیش آرہے ہیں ۔ختم نبوت ختم وحی ختم قرآن ختم رسالت کو سارا عالم اسلام مانتا ہے ۔لیکن کیا !حضور ﷺ نے اپنے بعد ایک اللہ کے خلیفہ مہدی کے آنے کا وعدہ کیوں کیا؟ کبھی اس حقیقت پرغور کیا؟ نہیں کیا وہ اس لئے کہ انسان کا مطمع نظر ہمیشہ دنیا اور اسباب دنیا رہی ہے مذہب وعبادت اُس کی دوسری ترجیح ہوتی ہے ۔اس لئے مہدی کی آمد کو بھی دنیا حکومت دنیا مال جھولی میں بھر کر لینا تک محدود ہو گئے ,مال کا جھولی بھر کر لینا ایمان کا بھر کر لینا بھی تو ہو سکتا ہے ۔حضور نبی کریم ﷺ کی ختمیت کے بعد مہدی موعودؑ کی بعثت معنی خیز ہے اس میں بہت سارے احوال واسباب کے سوال پوشیدہ ہیں ۔ جب سب کچھ ہو چکا تو مہدی کی بعثت کیوں؟ ۔بات گھوم پھر کر وہیں آتی ہے معرفت الٰہی کی تعلیم' حالانکہ حضرت اویس قرنیؓ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ وحضرت علیؓ کی مجلسوں میں معرفت الٰہی کے انشراح کا صدور ہونے لگا تھا اس کے عرصہ بعد صوفیوں میں یہ علم عام اور اعمال عام ہونے لگے' لیکن چونکہ وحی کا خاتمہ ہو چکا تھا اور جو احوال واعمال اولیا کاملین سے صادر ہونے لگے اس میں خدا کی رہنمائی کا فقدان تھا اس لئے بہت بعد میں جھوٹے صوفی اور ولی پیدا ہو گئے جنہوں نے ان اعمال کو سبوتاژ کر دیا' جیسا مسیلمہ کذاب اسود عنسی نے حضور نبی کریم ﷺ کی حیات میں کوشش کی تھی مگر عظمت نبوت کے آگے وہ ناکام ونامراد ہو گئے ۔لیکن یہاں عظمت ولایت محمدیہ ﷺ کے تحفظ کا سارا معاملہ اولیا حق کے ذمہ تھا لیکن وہ اس میں ناکام ہو گئے کیوں کہ وہ معصوم عن الخطا نہیں تھے اس لئے نویں صدی ہجری میں خاتم ولایت محمدیہؑ نے بخیر وخوبی اس تعلیم کو ان اعمال کو نتیجہ خیز طریقے سے انجام دیا ۔مہدویت کی تعریف صرف اتنی ہے کہ اگر اللہ کے مخلص بندوں کو اللہ کے رسول ﷺ کی طرح خدا سے قربت ومعرفت الٰہی درکار ہو تو انہیں خلیفۃ اللہ مہدی کی اتباع وتصدیق کرنے ہوگی اور ان کے بتائے ہوئے طریقہ تعلیم پر عمل کرنا ہوگا ۔ وَ اَنْفُسَهُمْ كَانو يَظْلِمُونَ کیونکہ انسان کے اندر کا ظالم نفس ہی اسے اللہ کی اطاعت وبندگی سے روکتا ہے ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہے تو صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا آپؐ کے ساتھ بھی؟ تو آپؐ نے فرمایا ہاں !مگر اللہ نے میری مدد کی اور اب وہ مسلمان ہے اور مجھے بھلائی کا طریقہ بتاتا ہے ۔انسان کا حقیقی دشمن اس کا نفس ہے جو اس کا شیطان ہے جو رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا ہے اس پر قابو پانا ایمان کے حصول کے لئے ضروری ہے ۔

ہم نے اس سے آگے صفحہ 470 سے آگے دو جدول میں نزول اور ترتیب قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی پھر بھی دوبارہ ایک دوسرے زاوئے سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالی نے جہاں دین وایمان کے احکام کو اپنی حبیب ﷺ کے ذریعہ بندوں کو تعلیم دی آگاہ کیا کہ اللہ ہی رب العالمین اور خالق کائنات ہے وہیں پر خاتم النبیین ﷺ کو بتادیا کہ قربت

خداوندی اور معرفت الٰہی کیا ہے چونکہ عہد فترہ (حضرت عیسیٰؑ اور نبی کریمؐ کے درمیان کے 570/610 سالہ دور) کے بعد دوبارہ بندوں کی تعلیم اور تربیت کا انتظام ہوا تھا اس لئے بندوں پر گراں نہ گزرے ان اُمور کی تعلیم کے لئے ایک اور عہد فترہ (نو صدیاں) مقرر ہوا جس کی رہنمائی رہبری خلیفتہ اللہ تابع تام رسول اللہ مہدیٔ موعود کہ ذمہ رکھی گئی۔ اس بات کو یوں سمجھیں کہ انجیل اتارے جانے کے بعد پھر سے دوبارہ ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان قرآن میں تفصیل سے کیا اور جو معروضات اور شرک کے اسباب پیدا کر لے گئے تھے عیسایوں نے ان کی نفی کی اور معاملہ کو صاف کیا کہ اللہ کی قدرت سے بغیر باپ کے عیسیٰ کے پیدا ہو جانے سے وہ خدا کے بیٹے یا شریک خدائی نہیں ہو گئے بلکہ اللہ کے بندے اور نبی ہیں اور قیامت تک نبی ہی رہیں گے جب تک کہ انہیں زمین پر اُتار کر انسانوں کی طرح مٹی میں نہیں دبا دیا جاتا۔ ایسا ہی معاملہ مہدی آخرالزماں کا ہے کہ وہ خلیفتہ اللہ تو ہیں ہی مگر تابع رسول اللہ ﷺ ہیں جنہیں معرفت الٰہی کے بیان کے لئے پیدا کیا جائے گا اور وہ نبی یا رسول نہیں ہونگے۔ اس کے لئے مکہ مکرمہ کے دور نبوتؐ میں جب حضور ﷺ دعوت حق کو بندوں تک پہنچانے کی کوشش میں مصروف اور ایک طرح سے پریشان تھے کہ شاید مجھؐ سے یہ تبلیغ حق کی ذمہ داری پوری کرنے میں کوتاہی نہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی کہ آپؐ اطمینان سے اپنے مقصد میں لگے رہیں ہم بذات خود اس کو تکمیل کرنے کا ذمہ لیتے ہیں۔ اور ایسا بھی نہیں کہ صرف حضور ﷺ کی اس پریشانی کے ازالہ کے لئے خلیفتہ اللہ مہدی کو پیدا کئے جانے وعدہ کیا گیا' بلکہ یہ احوال روز ازل سے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں مقدر کر دئے تھے۔ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ واقعات کے رونماء ہونے پر کسی بات کا ارادہ فرماتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز یا مخلوق کے مطابق ان چیزوں یا حالات کو پہلے سے پیدا کئے ہوئے ہوتا ہے بعد میں وہ حالات یا واقعات رونماء ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ انسانوں کی آزمائش کے لئے مرتب کئے گئے مراحل ہیں۔ جیسا کہ خاتم الانبیا کا بھیجا جانا تمام انبیاء کو بتا دیا گیا تھا ورنہ حضرت ابراہیم اپنی ذریت میں ایک جلیل القدر نبی کی دعا نہ کرتے حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ نبی آخرالزماں کے متعلق بیان نہ کرتے۔ محمد الرسول اللہؐ متعلق اگلی کتابوں میں پیشن گوئیاں اور بیان نہ ہوتے۔ مثلاً حیوانات و انسان بغیر ہوا اور پانی زندہ نہیں رہ سکتا اس لحاظ سے زمین پر اللہ تعالیٰ نے ہوا اور پانی کا پہلے سے انتظام کر رکھا ہے جبکہ آج انسان جو خلائے بسیط میں اڑانیں بھر کے دیکھ چکا ہے کہ دوسرے سیاروں ستاروں اور کروں پر ہوا اور پانی کے آثار بھی نہیں اور وہاں حیات کا سلسلہ بھی نہیں ہے۔ اسطرح مہدی موعود آخرالزماں کا بھیجا جانا پہلے سے اللہ تعالیٰ کی مشیت میں مقرر ہو چکا تھا۔ جس طرح اُمت محمد میں پیدا ہونا اور ایمان کا حاصل ہونا خوش بختی کی بات ہے اسی طرح تصدیق مہدی ہونا خوش بختی ہے بشرطیکہ ایمان کے ساتھ احسان حاصل ہو جائے۔ اب دیکھیں اس سلسلے میں چھ 6 سورتوں کی آٹھ 8 آیات میں آپ ﷺ کو بتایا گیا معلوم کرایا گیا کہ معاملہ کیا ہے کہ ہم ایک خلیفتہ اللہ کے ذریعہ اپنی مراد بیان کریں گے۔ جسے مہدی موعود آخرالزماں علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کی اٹھارہ آیات میں سے پیش کیا'' یاد رہے یہ آٹھ 8 آیات شروع میں نزول ہونے والی سورتوں کی ہیں'' مطلب یہ کہ بعثت مہدی ابتدا ہی سے ایک مسلمہ حقیقت رہی ہے البتہ مقام مرتبہ آثار و شمائل

بعد مدینہ منورہ میں بیان ہوئے ہیں۔اور مہدی موعودؑ نے جن اٹھارہ آیات سے اپنا دعوی حق ثابت کیا ان میں مکہ معظمہ کی آیات کا بیان قدرے مختلف ہے مدینہ منورہ کی آیات سے ۔جیسا کہ ہم نے کہیں لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں قرآن کی اہمیت ضروری تھی احادیث کی ضرورت مدینہ منورہ کے دور میں زیادہ محسوس ہوئی اور مکہ کے واقعات اور احادیث مدینہ میں صحت کو پہنچی ہیں اسی طرح آیات شہادت مہدی میں جو بیان ہوئیں بعد میں مدینہ میں جو بیان ہوئیں ان کا خلاصہ یا احادیث مدینے میں ہی بیان کی گئیں یعنی مہدی موعود آخرالزماں کا زیادہ بیان اللہ کی نبی ﷺ نے مدینے میں کیا اور وہ بھی نبوت اور حیات مبارکہ کے آخری دور میں ۔اس سے پہلے ہم نے جو دوسرا جدول پیش کیا ہے اس میں غور کریں مکہ مکرمہ کا قرانی بیان بالکل مختلف ہے مدینہ منورہ کے بیانات سے ۔اور یہاں اس جائزے میں دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے وہ یہ آیات ہیں ۔سورۂ قیامہ سورت نزول 31 آیت 19 ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ پھر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کر دینا ۔یا بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان کرنا ۔کھول کر یا بیشک کے الفاظ پر غور کریں یعنی انتہائی یقینی ایسا ہوگا اِنَّ ۔ اَنَّ یعنی تحقیق بے شک کے معنوں میں آتا ہیں جہاں شک وشبہ کی گنجایش نہ ہو یہ خبر کی تاکید و تحقیق مزید کے لیے آتے ہیں ۔ایسا مستقل یقین دلانے سے پہلے کہا گیا کہ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ط اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ج صلے فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۱۶ ۱۷ ۱۸ آیات ۔آپؐ حرکت نہ دیں اپنی زبان کو اس (قرآن) کے ساتھ کہ جلد (یاد کرلیں) اس کو بیشک اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا (آسان کرنا) ہمارے (اللہ تعالی کے) ذمے ہیں ۔پس ہم اسے پڑھیں (فرشتے کی زبانی) آپؐ پیروی کریں اس کے پڑھنے کی ۔پہلے آپ ﷺ کو آگاہ کیا گیا کہ اس قرآن کو پڑھنے یاد کرنے میں جلدی نہ کریں نہ صرف اس کا جمع کرنا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے بس آپ محفوظ کرلیں اپنے سینے میں اور ہم ہیں جو اس کا بیان کریں گے ۔ظاہر بات ہے نبوت ختم ہو چکی تھی غیر معصوم عالموں سے تو یہ کام نہیں لیا جا سکتا تھا تو ایک خلیفتہ اللہ کے وعدے کا اظہار آثار مدینے میں بیان ہوئے جب اسلام سینوں میں قرار پکڑنے لگا تھا ۔اس سے پہلے 43 واں نزول سورہ فاطر مکی آیت 32 ۔ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا اپنے چنے ہوئے بندوں میں پس ان میں سے کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور ان میں سے کوئی اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والا ہے یہی ہے بڑا فضل ۔یہاں پر کتاب اللہ کے وارثین کی تمام شرایط اور لوازم بیان کر دیں نمبر ایک چنے ہوئے بندے دوا پنی جان پر ظلم کرنے والے یعنی تقوی توکل صبر تسلیم ورضا میں یکتا اللہ کے فقراء تین میانہ روحدود اللہ کی پابندی کرنے والے کوئی نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ذکر کثیر کے ذریعہ طلب دیدار کے ذریعہ اور یہی سب سے بڑا فضل ہے یعنی اس سے بڑا فضل یا دوسرے معنوں میں دین اور ایمان کا اور کوئی معیار نہیں ہوگا یہ قطعی حجت ہے ایمان وعرفان کی ۔اب اس کے بعد 46 واں نزول سورۃ واقعہ مکی آیت 13'14 ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ بڑی جماعت پہلوں میں سے اور تھوڑے پچھلوں میں سے ۔ثُلَّةٌ لغت میں بڑی

جماعت انبوہ کثیر کو کہتے ہیں اور اُون کا گھچا جو گوسفند یعنی بکری کے جسم پر ہوتا ہے اسے کہتے ہیں ۔ایک بڑی جماعت صحابہؓ پہلوں یا اگلوں کی ۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور سید الانا ﷺ کے ساتھ ہزاروں صحابہؓ کی تعداد تھی جبکہ مہدی کے صحابہؓ کی تعداد تھوڑی سی ہو گی یہ بات مکہ مکرمہ میں نبوت کی ابتداء میں اللہ تعالی نے اپنے حبیب ﷺ کو بتادی ۔سورہ ھود 52واں نزول آیت 1اور 17 الـــرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ یہ کتاب اس کی آیات مضبوط کی گئیں پھر تفصیل کی گئیں حکمت والے خبر دار کے پاس ۔اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ؕ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۔ (سورہ الانعام 19) پس کیا (وہ اس کے برابر ہیں) جو اپنے رب کے طرف سے دلیل پر ہو اور اس کے ساتھ (اللہ کی طرف) سے گواہ ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام (رہبر)ہو اور رحمت یہی لوگ اس (قرآن کے احکام) پر ایمان لاتے ہیں اور گروہوں (فرقوں) میں سے جو اس کا منکر ہو تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے ۔ بے شک وہ تیرے رب (کی طرف) سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور کون ہے سب سے بڑا ظالم ؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے ۔اس کتاب کی آیات مضبوط کی گئیں اور کھول کر بیان کر دی گئیں پہلے جو مضبوط کر دی گئیں دور نبوت میں محفوظ کر دی گئیں بعد میں کھول کر بیان کی گئیں حکمت والے خبر دار کی طرف سے ۔اور وہ خبر کیا ہے؟ جسے کھول کر بیان کیا گیا وہ ہے اُس کا بیان آیت سترہ میں ۔پس کیا اُس کی برابری کوئی کر سکتا ہے جو اپنے رب کی طرف سے ''دلیل' قرآن پر ہو اور اس کے ساتھ اللہ کی طرف سے گواہ موسیٰ کی کتاب ہو کہ جس میں حضرت ابراہیم کا تذکرہ ہے ایک امام رہبر یا ہادی کی بعثت کا اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو قرآن کے احکام پر ایمان لاتے ہیں اسلام کے ایمان والے فرقے (لوگ)اور جو اُس ہادی حق کا انکار کریں گے منکر ہونگے ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے ۔ بے شک وہ ہادی رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے یا لائینگے اور کون سب سے بڑا ظالم جو جھوٹ کہے کہ میں اپنے رب کی طرف سے ہوں جب تک کہ وہ قرآن کی دلیل پر نہ ہو۔جس پر اللہ کی طرف سے گواہ خاتم الانبیا ﷺ ہوں المھدی منی یقفو اثری ولا یخطئی مہدی مجھ سے ہے (میری عترت سے)وہ خطا نہیں کریگا میرے نقش قدم پر چلیگا میری اتباع کریگا جس نے اس کا انکار کیا اُس نے کفر کیا من انکر مھدی فقد کفر ۔اب اس کے بعد سورۂ یوسف نزول 53 آیت 108 مہدی موعودؑ نے یہ پانچویں آیت اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی ہے جس میں قرآن میں اللہ تعالی اپنے نبی مکرم ﷺ سے کہتا ہے کہ آپ بھی لوگوں کو بصیرت اور دیدار کی طرف بلائے اور وہ بھی بلائے گا جو آپ کا تابع ہے ۔ یہ تب کی بات ہے جب حضور ﷺ کو معراج پر بلایا گیا تھا اس سورہ یوسف کے بعد 33 سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ آپ کہہ دیں یہ میرا راستہ ہے اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت (دیدار) کے ساتھ میں اور وہ جو میرا تابع ہے اللہ تعالی پاک ہے میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں ۔یہاں

بصیرت کی طرف بلانا بغیر شرک کے ہے معنی اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوقات میں تلاش نہ کرو بلکہ اسے اسی کے ذریعہ پہچانو جو نور اعلیٰ نور ہے۔ یہ امر غور طلب ہے کہ سورۃ النجم کا نزول 23واں سورۃ اسراء کا نزول 50واں ان دونوں میں معراج کا بیان ہوا ہے **اس کے بعد سورۃ یوسف کا نزول 53واں کہ جس میں بصیرت یا دیدار کی طرف اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے تابع کو دعوت دینے کا ذمہ ہے** معنی اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے حبیب ﷺ بلا کر دیدار کرایا بعد میں دیدار کی دعوت کا حکم دیا ہے۔ یعنی پورے انتظام اہتمام اور طریقے سے اُمت کی تعلیم کا بندوبست کیا گیا ہے یہی باتیں نزول اور ترتیب قرآن کی منفرد ہیں اور معجزاتی ہیں جن کا جاننا اور سمجھنا ضروری ہے خصوصاً مصدقوں کے لئے۔ اور حضور ﷺ کو معراج مکہ میں ہجرت سے سولہ مہینے پہلے ہوئی تھی یعنی نبوت فاپرئز کے جانے کے گیارہ سال بعد آپ اس دوران مختلف طریق پر لوگوں کو اللہ رب العزت کی ربوبیت قدرت اور اُس کے خالق اور عظیم ہونے کی تعلیم دیتے رہے جہنم کے عذاب سے ڈراتے رہے لوگوں نے توجہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی تسکین اور دلجوئی کے لئے کہا کہ آپؐ دعوت دیتے رہیں یہ نہیں سمجھ سکتے تو نہ سہی بعد میں میں ایک ہادی کو بھیجوں گا جو نہ صرف آپ کی دعوت دہرائے گا بلکہ اس کی تصدیق کرنے والے اس پر یقین کریں گے اور ایمان لائینگے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اپنے نبیوں کی تسکین اور اطمینان قلب خود فرماتا ہے ایسی ہی بات انجیل میں عیسیٰؑ سے کہلوائی گئی کہ ''میں تم (یہود و نصاریٰ) کو بہت ساری باتیں بتانا چاہتا ہوں لیکن تم اس کے سمجھنے کے قابل نہیں ہو جب (میرے بعد) وہ مقدس روح آئے گا'' وہ'' تمہاری رہنمائی کریگا۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں بتائے گا مگر جو کچھ اُسے احکام (خدا سے) ملیں گے وہ بتائے گا اور مجھے سرخ رو کریگا (معنی وہ بتائے کہ میں ابن اللہ Son of God نہیں ہوں بلکہ اللہ کا بھیجا ہوا نبی رسول ہوں)۔ اور نو صدیوں بعد جو ہونے والا حق تھا لیکن اس دعوت کی تاکید کے کچھ ہی برسوں پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو معراج میں بلا کر اس بات کی تصدیق کر دی کہ یہ دیدار ممکن ہے۔ اُس وقت بھی جن لوگوں کا ایمان مضبوط بنیادوں پر تھا انہوں نے یقین کیا اور جو یوں ہی مسلمان بنے تھے انہوں نے نہ صرف انکار کیا بلکہ کئی مرتد بھی ہو گئے۔ قرآت تجوید قرآن میں وقف یعنی تلاوت کرتے ہوئے ٹھہرنے کی کئی علامات ہیں جیسے O ط لا ص قف وغیرہ مگر چار ایسے اوقاف ہیں جیسے وقف النبیؐ وقف مُنزل وقف جبرائیل اور وقف غفران ان میں پہلے تین پر رکنا مستحب ہے چوتھے پر بہتر ہے۔ وقف النبیؐ اس لئے کہا جاتا ہے کے اللہ کے رسول ﷺ نے یہاں توقف کیا تھا ایسے وقف درمیان میں نہیں حاشیہ پر لکھے جاتے ہیں۔ اس تشریح کے بعد دیکھیں اس آیت میں اللہ کے رسولؐ نے توقف کیا قُلْ ھٰذِہٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف یہاں پر نبی ﷺ نے توقف کیا اس کے بعد تلاوت کو جاری رکھا عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط میں بھی بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ بھی بلائے گا۔ آیت کا پہلا حصہ اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے راستے پر دعوت دے رہے ہیں اس کے بعد توقف کر کے بصیرت کی دعوت دیتے ہوئے اپنے تابع کو شریک کرتے ہوئے دعوت دینے کو اللہ کہہ رہا ہے یہ بڑا عجیب پہلو ہے نبی کریم ﷺ کا اللہ کے راستے پر بلانا توقف کے بعد بصیرت کی دعوت میں اپنے تابع کو شریک کرنا اللہ کے حکم سے بتا رہا ہے کہ بات زمانہ بعید کی ہے یا یوں کہیں کہ نویں صدی ہجری کی ہے جس کا آپؐ نے

وعدہ کیا ہے۔اور تاریخ اسلام میں قرآن کی آیات کی بنیاد پر اپنا دعوی پیش کرنا اور دعوت دیدار دینا صرف میراں سید محمد مہدی موعودؑ جونپوری نے ہی کیا اس طرح آپؑ کا دعوت دیدار دینا ہی آپؑ کو اُمت میں خلیفۃ اللہ ہونا ثابت کرتا ہے یعنی اللہ کے رسول ﷺ کا تابع ہونا ثابت کیا ہے اس کے بعد نزول قرآن کی 55 ویں سورہ انعام کی آیات 19 اور 89 سے مہدی موعود نے اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کیا یہ آپ کے دعوی کی چھٹی اور مکہ مکرمہ کے نزول کے سورتوں میں سے آخری سورۃ تھی اس کے بعد بھی مکہ میں 31 سورتیں اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوئی ہیں مگر مہدیؑ نے بعد میں مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں سے اپنا دعوی پیش کیا ہے۔یہی امتیاز ہے کہ مکہ مکرمہ کا پیغام اور ہے مدینہ کے پیغام میں وضاحت ہے۔**قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ,قُلِ اللّٰہُ ُقف لا شَهِیْدٌ م بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ قف وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْ ا نُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَ مَنْ بَلَغَ ط اَئِنَّکُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ ا لِهَةً اُخْرٰی ط قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ج قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّا حِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓ ءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ** آپ کہیں سب سے بڑی گواہی کس کی ہے؟ آپ کہیں میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور مجھ پر یہ قرآن وحی کیا گیا تا کہ میں تمہیں اس سے ڈراؤں اور جس تک یہ پہنچے کیا تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہیں؟ آپ کہہ دیں میں (ایسی) گواہی نہیں دیتا۔آپؐ کہہ دیں صرف وہ معبود یکتا ہے اور میں اس شرک سے بیزار ہوں جو تم کرتے ہو۔مہدی موعودؑ نے فرمایا اس آیت میں جو **مَنْ بَلَغَ** میں جو **مَنْ** ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وہ صرف تیری ذات ہے۔ان آیات میں صاف بتایا گیا کہ کسی بھی دعوی کی گواہی جب تک اللہ کی گواہی معنی "قرآن" کی گواہی شامل نہ ہو وہ گواہی معتبر نہیں ہوسکتی اور اس قرآن کا اتارا جانا اللہ تعالی کے احکام سے انحراف کرنے ڈرانے اور نصیحت کرنے کے لئے ہے۔اس کے بعد اللہ تعالی کا یہ کہنا کہ آپ کہہ دیں صرف وہ معبود یکتا ہے اور میں اس شرک سے بیزار ہوں جو تم کرتے ہو۔یہ آیت واقعتاً شرک سے بیزار ہونے کی علامت کے طور پر تو ہے۔مگر!!! یہاں آخر میں کہا گیا کہ "**اور میں اس شرک سے بیزار ہوں جو تم کرتے ہو**" یہ بڑی بہ معنی ہے۔کیوں کہ دیکھا گیا ہے قرآن کی تفسیر میں جہاں تہاں اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ یہ تبلیغ کرنا دعوت دینا دین کی طرف بلانا اللہ سے ڈرانا آیا ہے مفسروں نے اور لوگوں نے یہ کام اپنے ذمہ سمجھ لیا ہے اور خود کو اللہ کے رسول ﷺ کے مقام کے ساتھ منسلک کرلیا ہے یہ ایسا شرک ہے جو نہ دکھائی دیتا ہے اور سمجھ میں آتا ہے۔اور اس آیت میں "اور مجھ پر یہ قرآن وحی کیا گیا تا کہ میں تمہیں اس سے ڈراؤں اور جس تک یہ پہنچے" کو مفسروں نے خود کو اور دوسرے عام لوگوں کو بھی شامل کر دیا یعنی **شریک** کر دیا اور اللہ تعالی **اسی شرک سے بیزارگی بیان کررہا ہے**۔قوم بنی اسرائیل نے یہ کام پہلے شروع کیا۔اُن سے پہلے کی قومیں بت پرستی اور شرک سے اللہ کے احکام کا انکار کرتی تھی۔مگر بنی اسرائیل نے اللہ کو تو مانا مگر اس کے کلام احکام اور صحیفوں میں اپنے الفاظ و معنی بیان کر کے شرک کیا،ان کے بعد عیسایوں نے جو پہلے یہودی ہی تھے ان سے دگنا شرک کیا انجیل کا سارا کلام بدل دیا تا کہ وہ یسو مسیح کو خدا کا بیٹا بنا سکیں۔مسلمانوں نے شرک سے پرہیز تو کرلیا لیکن تفسیر و ترجمہ میں من مانیاں اور وضاحتیں کیں،اپنی مرضی کے کلمات معنی عقاید محاورے جڑ دئے۔اسی لئے اللہ تعالی نے مہدی کو تفسیر کرنے نہیں بیان کرنے کو بھیجا

علمه البیان (رحمٰن)ثم ان علینا بیانه ۔اللہ کے کلام میں اپنی مرضی داخل کرنا شرک خفی ہے جو دکھائی نہیں دیتا۔اس لئے ہم دیکھتے ہیں آج ہر ترجمہ جدا ہر تفسیر مختلف جو اپنے عقاید کی ترجمانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔اور مہدی موعودؑ نے معاملے صاف کرتے ہوئے کہا کہ اس منصب اور مقام پر دوسرے شریک نہیں ہیں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ یہاں مَن م بَلَغَ خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ مہدی موعود آخر الزماں ہیں اور آپؑ نے اس شرک خفی کو واضح کر دیا کہ یہ منصب جلیلہ مہدی کا ہے ہماشما کا نہیں۔مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں یہ آیت پیش کرتے ہوئے فرمایا مَن م بَلَغَ اللہ تعالی فرماتا ہے اس میں جو ''مَن'' ہے خاص ہے وہ فقط تیرت ذات ہے۔اس میں ایک اور خاص بات ہے کہ جس تک (یہ قرآن) پہنچے۔حالانکہ تمام مفسروں نے اسے ہر خاص و عام مسلمان کو شامل سمجھا ہے کہ وہ خدا سے ڈرانے والا یعنے مبلغ ہے جبکہ اس کے بعد اس آیت میں جو بیان ہے وہ کسی اور طرف اشارہ کر رہا ہے۔ وَّ اِنَّنِي بَرِیٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اور میں اس شرک سے بیزار ہوں جو تم کرتے ہو۔اللہ تعالی نے جہاں کہیں شرک کا بیان کیا وہاں اپنے قہر وغضب کا اظہار کیا ہے لیکن یہاں پر ''شرک سے بیزارگی'' کا اظہار کیا ہے۔معنی یہ کہ لوگوں نے تابع رسول ﷺ مہدی موعودؑ کے ساتھ خود کو شریک مبین کلام اللہ مراد اللہ سمجھ لیا۔اتنا ہی نہیں اللہ تعالی نے اس کے بعد وضاحت سے اس کا خلاصہ بھی کر دیا ''وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اس کو پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو کو پہچانتے ہیں۔انہوں نے خسارے میں ڈالا ہے اپنے آپ کو سو وہ ایمان نہیں لاتے اور کون سب سے بڑا ظالم ہے جو اللہ پر بہتان باندھے یا جھٹلائے جو اس کی آیتوں کو۔اللہ تعالی نے معاملہ صاف کر دیا ہے کہ ''خود کو تابع رسول ﷺ مہدی موعودؑ کے ساتھ اللہ کی مراد بیان کرنے میں شریک سمجھنا شرک ہے اور یہ اللہ کی آیت پر جھوٹ باندھنا اور بہتان لگانا ہے ,جس طرح نبی رسول کا جھوٹا دعوی کرنا شرک ہے اسی طرح مہدی کا جھوٹا دعوی کرنا خود کو مبین کلام اللہ سمجھنا شرک ہے۔جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کے معنی ومطالب سے خوب واقف ہونے کے ان پر ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال رکھا ہے تابع رسول مہدی موعودؑ کی تصدیق نہ کرکے۔مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت یا شہادت میں تمام یا پوری سورۃ یا پورا رکوع یا بہت ساری آیات کو نہیں پیش فرمایا صرف آپؑ نے مَنِ اتَّبَعَنِي 'مَن م بَلَغَ 'بَيِّنَة 'خَلَقَ الْاِنْسَانَ کے مختصر الفاظ کا اشارہ دیا ہے کیونکہ جب آپؑ نے یہ کہہ دیا کہ ''مذہب ما کتاب اللہ و اتباع سنت رسول اللہؐ'' تو پھر صرف اپنے دعوی کی نشاندہی ہی ضروری قرار پائے گی باقی جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوا جو آپؑ کے متبوع ہیں وہی آپؑ کے بیان کی بنیاد ہے امنا وصدقنا ہے۔اسی لئے مہدویہ میں القرآن ولمہدی امامنا آمنا و صدقنا کی تسبیح میں اس کا اعادہ کیا جاتا ہے۔بندوں کا شیوہ ہے کہ یا دوسروں کو خدا کے کام میں شریک کر دیتے ہیں یا خود شریک ہو جاتے ہیں' مگر یہاں پر بندوں نے خود کو خدا کے کام میں نہ شرک کر کے اللہ کے رسول ﷺ کے کام میں شریک ہونے کا طریقہ اختیار کیا ہے مہدی موعودؑ نے اسی شرک خفی کا خاتمہ کیا ہے۔اس کے بجائے آج دیکھیں کتنی جماعتیں اور طایفے ایسے ہیں جو مبلغ اور دین کے مصلح بنے ہوئے ہیں جن کا نہ کوئی اُصول ہے نہ بنیاد ان کا کہنا ہے رسول اللہؐ نے جو کیا اور ہم بھی کر رہے ہیں جس طرح رسول کی ذمہ داری تھی ہماری بھی ذمہ داری ہے یہ گویا اللہ تعالی نے

انہیں جماعتوں کوبطور خاص سپرد کی ہوا پنے رسول ﷺ کو بتائے بنا کیا یہ شرک نہیں ہے؟ کہ کارخانۂ قدرت میں بلا اجازت شریک ہو گئے۔ **اللہ کے رسولؐ نے اُمت سے کہا تھا قرآن اور میری سنت کو لوگوں تک پہنچاؤ یہ نہیں کہا ہے کہ میں جو کر رہا ہوں وہی کام تم بھی کرو۔ یہ خود کو اللہ کے رسول ﷺ کے قایم مقام بنا کر پیش کر رہے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کے قایم مقام خلیفۃ اللہ مہدی ہیں**۔ انسانوں کو خدا اور رسول بننا اچھا لگتا ہے بندہ بننا انہیں گوارہ نہیں سو بہانے اور دلایل دے کر نت نئے طریقے نکال لئے۔ اللہ تعالی نے حکم دیا کہ مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپؐ کو ان پر نگہبان نہیں بھیجا۔ (۸۰ النساء) بندوں کو اللہ کی رسول کی اللہ کے خلیفوں کی اطاعت کرنے کو کہا جاتا ہے خود نبی رسول اور خلیفۃ اللہ کے قایم مقام بننے کے لئے نہیں اور جو اس حکم سے اعراض کرے ان کی ذمہ داری اللہ کے رسول اور خلیفوں پر نہیں ہے۔ اور مہدی موعود نے ایسے گروہوں کو ایک طرح سے چیلنج کیا ہے کہ اگر ایسا ہی ہے کہ تم با اختیار ہو تو ''طلب دیدار'' کر کے دکھاؤ اگر نہیں تو میری تعلیم اور طریقے کو اختیار کرو جو کہ اللہ کے رسول ﷺ کا طریقہ ہے اور یہ اللہ نے بتایا ہے تو وہ تمہیں اپنی بصیرت اور بصارت سے سرفراز کریگا دونوں جہاں میں۔

اس طرح اللہ تعالی نے حضور اکرم ﷺ کو ابتداء نبوت سے ہی اطمینان دلایا کہ آپؐ اپنے مقصد کے حصول میں لگے رہیں اس قرآن کا بیان کرنا معرفت الٰہی کی تعلیم دینا ہمارے ذمہ ہے اور ہم وقت مقررہ پر اس کا انتظام کر دیں گے۔ لہٰذا مکہ مکرمہ کے نزول قرآن میں مہدی کی بعثت کا بیان اپنے رسول ﷺ سے اللہ تعالی نے کیا ہے اور یہی بات ہے جب مہدی موعودؑ نے دعوی کیا تو مکہ مکرمہ میں نازل سورتوں میں سے چھ 6 سورتوں کی آٹھ 8 آیات سے اپنے دعوے کی شہادت پیش کی۔ باقی دس 10 آیات آٹھ 8 سورتوں سے مدینہ کی سورتوں سے دی ہیں۔

یہ غور طلب امر ہے کہ اللہ تعالی اگلے انبیاء مرسلین کے صحیفوں میں نبیوں رسولوں کے ذریعہ یہ بتاتا رہا کہ ''فارقلیط'' آئے گا ''احمد'' آئینگے اللہ تعالی فاران کی چوٹیوں سے دس ہزار قدسیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوگا جس کے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہوگی۔ پہلے ایسا بار بار کیوں کہا گیا؟ کیا اس سے پہلے جو نبی رسول اللہ نے بھیجے وہ قابل نہ تھے؟ کیا اللہ تعالی ان سے مطمعین نہ تھا؟ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی جب انہیں معصوم قرار دیتا ہے تو ان کی نگہداشت بھی کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالی کی سنت یا طریقہ ہے کہ وہ بندوں کو یا اولاد آدمؑ کو بتدریج تعلیم وتدریس کرتا آیا ہے انسان کی ترقی وتدریج کے لحاظ سے اُس نے صحیفوں اور کلام کا نزول کر کے معاملات کو پیش کیا ہے جیسے جیسے انسان ترقی کرتا گیا عقل وفہم میں انسان کی تعلیم اور تربیت کی حیثیت بڑھائی گئی یہی بات قرآن میں ثم ان علینا بیانہ کے تعلق سے کہی جا یگی۔ کہ بعد میں ایک بینہ کو مبعوث کیا جائے گا جو اماماً من ذریتی کے مقام پر وارث قرآن ہوگا ثم اورثنا الکتاب (سورہ فاطر) اور وہ مہدی موعود آخر الزماں ہے تا کہ ختم نبوت کے معاملات معرفت فہم و ادراک سے بتائے جائیں۔

ہم نے یہیں پر تمام سورتوں اور آیات کو تفصیل سے ذکر کیا ہے مگر یہاں ان مکی سورتوں کی خصوصیت بیان کرنے کے لئے یہ سطور لکھے ہیں تاکہ جو جدول میں دکھائے ہیں اُن کو واضح کیا جائے۔ باقی کل چودہ سورتوں میں اٹھارہ آیات سے مہدی موعودؑ نے جو دعویٰ پیش کیا ہے اسے آگے بیان کیا ہے۔

نزول قرآن کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ پر کلام الٰہی مکہ مکرمہ میں تیرہ برس تک نازل ہوتا رہا جس میں 86 سورتوں کا نزول ہو چکا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں نبی رسول اور پیغمبر سے خطاب کیا کبھی نام ''محمدؐ'' سے مخاطب نہیں کیا۔ مومنو اللہ اور اس کے رسول کی فرمابرداری کرو (النساء ۵۹) اے پیغمبر لوگوں سے کہدو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو (عمران ۳۲) جیسی آیات نازل ہوئیں۔ قرآن میں کئی انبیاء کے قول ہیں جنھوں نے کہا کہ 'اللہ تعالیٰ سے ڈرو میری اطاعت کرو' اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مکہ مکرمہ یا ابتدائے اسلام میں اپنے پیغمبر جو دلیل روشن تھے ان کی حجت پوری مضبوطی سے قایم کرنا تھا باقی انکے اوصاف و اخلاق بطور محمدؐ روز روشن کی طرح عیاں تھے مگر مکہ والے انہیں نظر انداز کر رہے تھے سو اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار کے درمیان آپؐ کا اکرام اور توصیف کرتے ہوئے نام لیا ہو' مکہ مکرمہ میں اسم محمد یا محمدؐ سے واقف تھے مدینہ منورہ کی سورتوں میں نام لیا جانا اس لئے ہوگا کہ وہاں یہودیوں کی کثیر آبادی آس پاس تھی' جو 'احمدؐ' کا انتظار کر رہے تھے جو ان کے خیال سے بنی اسرائیل میں آنا تھا'۔ ہجرت کے بعد اللہ کی محبت اور التفات کرم کا انداز یکلخت بدل گیا مدینہ منورہ میں صرف 28 سورتیں نازل ہوئیں ان میں تمام امور معرفت الٰہی کا خاکہ پیش کر دیا گیا اور سورۃ آل عمران ترتیب قرآن میں تیسرے مقام پر ہے (قرآن کے نزول کی 89) آل عمران میں پہلی بار اللہ تعالیٰ نے نام نامی ''محمدؐ'' سے خطاب کیا ''محمد اللہ کے رسول ہی تو ہیں (ان سے) پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں (عمران ۱۴۴) اس کے بعد سورۃ الاحزاب نزول 90 ''نہیں ہیں محمد کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے (احزاب ۴۰) اس کے بعد سورہ محمد نزول 95 ''جو اتارا گیا محمدؐ پر وہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے (محمد ۲) سورۂ فتح نزول 111 ''محمد اللہ کے رسول ہیں (فتح ۲۹) ان سورتوں کے درمیان سورہ الصّف جو نزول کے اعتبار سے 109 ہے اس میں عیسیٰ علیہ السلام کا اعلان دہرایا ''مژدہ لایا ہوں ایک رسول کا جو آئے گا میرے بعد اس کا نام 'احمدؐ' ہوگا (الصّف ۶) اب قرآن کے اس نزول کا انداز دیکھیں 89'90'95'109'111 یعنی ایک کے بعد ایک ساتھ حضور ﷺ کا نام بعد ہجرت مدینہ آیا ہے اس کے علاوہ سورہ الصّف کا بیان اہمیت کا حامل ہے جس میں عیسیٰ' سے کہلوایا کہ ''مژدہ لایا ہوں ایک رسول کا جو آئے گا میرے بعد اس کا نام 'احمدؐ' ہوگا۔ اب معاملے کی نزاکت پر غور کریں حضور ﷺ کے بعد رسالت ونبوت کے خاتمے کا اعلان کرنے کے وحی غیر متلو یعنی حدیث پاک میں اعلان کیا کہ ''... جب تم دیکھو ان (مہدیؑ) کی بیعت کے لئے جاؤ چاہے تمہیں برف پر سے گھسیٹتے ہوئے (گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے) ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ اس لشکر میں'' اللہ کا خلیفہ مہدی' ہوں گے (ابن ماجہ ۱۳۶۷/۱۳ راوی حضرت ثوبان ثوریؓ) یہاں قرآن اور حدیث کے بیان میں تفاوت (علیحدگی) کے باوجود یکسانیت Similarities کو دیکھیں کئی مسایل کی پیش بندی کا ایک تسلسل نظر آتا ہے۔ اور نام ''محمدؐ'' میں حرف ابجد

کےمیم ح میم دال ہیں جن کے اعداد 40+8+40+ 4+= 92 ہیں اب اس 92 کونویں صدی پرمحمول کریں یعنی نویں 9صدی ہجری میں 2 دوسرے محمد مہدی کا بھیجا جانا۔اسی کے ساتھ اس طرح کا ایک معاملہ انجیل عیسیٰ میں ہے نام ''احمد''اس کے حروف الف ح میم دال ہیں جن کے اعداد 1+8+40+4= 53 اس 53 کواگر 570 پرمحمولکریں تو دیکھیں حضو ﷺ کی پیدائیش 570 سنہ عیسوی اوروفات 632 ہے ۔انسانی تہذیب یہ دعویٰ نہیں کرسکتی کہ اس کے پچھلے زمانوں کے تاریخی اندازے بالکل سہی ہیں قبل مسیح جوبھی اندازے ہیں وہ محض قیاسی ہیں ان کے بوتے پرانسانیت اپنی علم عقل کی دہائی دیتے نہیں تھکتی تو پھر 92اور 53 کو 9ویں صدی ہجری اور 570 عیسوی پر کیوں نہیں ایک قریبی علامتی تاریخ کےطور پر اندازہ لگایا جاسکتا۔اور براہین مہدویہ میں ہے حدیث ثوبانؓ ثم یخرج خلیفة الله المهدی کرتے ہوئےفسوف یاتی الله بقوم میں کہا ہے کہ ''ثمّ ''تاخیروتراخی پر دلالت کرتا ہےاورامام (مہدی)علیہ السلام بلاشبہ زوال بغداد کے 191 سال بعد پیدا ہوئے۔حضرت ابراہیمؑ آئےحضرت موسیٰ آئے حضرت عیسیٰ آئے کسی کے متعلق بعد میں یہ نہیں کہا کہ ان کے نام کے دوسرے نبی رسول بھی آئیں گے خاتم الانبیا محمد ﷺ نے خود اُمت سے وعدہ کیا کہ میرے بعد میرے ہمنام اللہ کا خلیفہ آئے گا یہی نہیں بلکہ ان کے ماں اور باپ کا نام بھی میرے ماں اور باپ کے ہمنام ہوگااور میری عترت میں ہوگا۔ یہ خصوصیات کسی خاص مقصد کی طرف اشارہ کررہی ہیں ۔حضرت عیسیٰ پہلے مبعوث ہوئے تھے تو انہیں صاحب کتاب نبی رسول کے مبعوث کیا گیا تھا'اس طرح بعد میں عیسیٰ کی بعثت اس بات کا اشارہ ہے کہ حضو ﷺ کا مقام ومرتبہ بتاناکہ بے شک عیسیٰ صاحب کتاب تھےمگرمحمد ﷺ کا صاحب کتاب ہوناکسی بھی نبی رسول سےمقدم اور فضیلت کی بات ہے'اسی لئے انکا دوبارہ آنا بطور نبی کےنہیں ہوگا۔حضرت یعقوبؑ کواسرائیل کہا گیا انہیں کی اولاد میں حضرت داؤدؑ تھے جن پر زبور نازل ہوئی تھی 'اورقوم بنی اسرائیل حضرت یعقوب و داؤدعلیہاالسلام کو مانتی تھی اور یہ قوم پہلی صاحب کتاب قوم تھی'حضرت موسیٰ فرعون کے دربار میں پلنے بڑھنے کے باوجود بنی اسرائیل قوم سے تھے اسی لئے اللہ نے انہیں فرعون سے اپنی قوم کونجات دلانے کا حکم دیا'اوران پر ایک دوسری شریعت یا کتاب توریت نازل کی'اس طرح زبور کے احکام ساقط ہوگئے مگر !جب عیسیٰ پر انجیل نازل کی تو شریعت اورکتاب موسیٰ کوبھی باعث اطاعت بنا گیا'اور جب حبیب خدا محمد ﷺ کی بعثت ہوئی تو ایک آخری کتاب قرآن اور شریعت کانزول ہوااور تمام سابقہ کتابیں ساقط ہوگئیں اور قرآن آخری حکم نامہ ٹہرا۔جس کی اتباع نہ صرف مہدی موعودؑکوکرنا ہےاور عیسیٰ کو بھی اسی قرآن کی اتباع کرنا ہے'مہدی نے تو برملا اعلان کردیا کہ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہؐ''۔مگرہم دیکھتے ہیں کہ یہودی زبوراورتوریت کی اطاعت تو کرتے ہیں انجیل کی نہیں اور عیسائی توریت زبوراورانجیل تینوں کتابوں کی اتباع کرتے ہیں ۔مہدی صاحب کتاب نہیں ہیں'اورعیسیٰ اب صاحب کتاب نہیں ہونگے'یہ دونوں خلیفة اللہ اب قرآن اورسنت محمد ﷺ فکے تابع ہیں۔

اسم'' محمد''مخصوص ہوا محمد مصطفیٰ ﷺ سے یعنی تعریف کیا گیا معنیٰ آپ کی تعریف آسمانوں پر پہلے ہی کی جاچکی

تھی ''نورِ محمد'' کو سب سے پہلے پیدا کر کے انہیں کے نور سے بعد میں کائنات کی تخلیق ہوئی ۔اب سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں مدینہ منورہ میں نازل سورتوں میں 4 چار مرتبہ ''محمد'' اللہ کے رسول اور نبی ہیں کہنے کے بعد سورہ الصّف 109 جو نبوت کے آخری ایام میں نازل ہوئی حضرت عیسیٰ کے بیان میں یہ کہنا کہ ''مژدہ لایا ہوں ایک رسول کا جو آئے گا میرے بعد اس کا نام ''احمد'' ہوگا (الصّف ۶) کہا یہ ایک مخصوص پیغام دیا گیا ہے ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر نبی تھے نصاریٰ یعنی عیسایوں نے انہیں اللہ کی قدرت سے دیئے گئے معجزات کی بنیاد ''ابن اللہ'' بنا دیا تھا اُن سے کئی درجہ اعلیٰ وارفع مقام تو ''احمد'' کا تھا جو ہزار قدسیوں کے ساتھ کوہ فاران پر جلوہ افروز ہونے والے تھے ۔اور حضرت عیسیٰ کے پانچ صدیوں بعد جب انہیں مبعوث کیا گیا تو ''محمد'' کہا گیا یعنی جن کی تعریف پہلے کی جا چکی ہے ۔یہاں پر اگلے صحیفوں کی پیشن گوئیاں پوری ہوئی جو پہلے کی شریعتوں میں ''احمد'' کے آنے کے وعدے تھے جو آسمانوں پر تھے ان انبیاء کے ادوار میں وہ مبعوث ہوئے زمین پر ''محمد'' بن کر ۔یہی بات اللہ کے حکم میں دکھائی دیتی ہے کہ کسی نبی رسول کو اللہ تعالیٰ نے **و ما ارسلناک الا رحمت اللعلمین** کہہ کر ان پر درود و سلام بھیجنے کی تاکید نہیں کی سوائے محمد ﷺ کے ۔یعنی دنیا میں آنے سے پہلے آپ ﷺ ''احمد'' تھے دنیا میں نزول اجلال کے بعد آپ ''محمد'' بنے یعنی جن کی تعریف کی جا چکی تھی ۔''احمد'' اور ''محمد'' میں فرق کیا ہے بظاہر کوئی نہیں !تعریف کیے گئے اور ''حمد'' کیے گئے دونوں ایک معنی ہیں ۔لیکن ''احمد'' کے پہلے ''الف'' ہے ''محمد'' کے پہلے ''میم'' ہے یہ الف اور میم ہٹا دیں ''حمد'' ہی باقی رہیگا ۔اللہ ''احد'' ہے اس میں ''الف'' کے بجائے ''میم کا اضافہ سے اسم ''محمد'' بنجاتا ہے اور ''احمد'' میں سے ''میم'' نکالدیں تو ''احد'' ہی باقی رہے گا ۔یہی بات بنی اسرائیل کی کتابوں میں بیان ہوئی کہ ''خدا سینا سے آیا ساعیر سے طلوع ہوا فاران کی چوٹیوں پر دس ہزار قدسیوں کے ساتھ جس کے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہوگی'' ۔جس اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق پر کہا تھا کہ ''میں'' زمین پر اپنا ''نائب'' یعنی خلیفہ بنانے والا ہوں ۔اسطرح اللہ تعالیٰ کے نائب کل ''محمد'' یا ''احمد'' ہوئے ہیں دوسرے نائبین یعنی انبیاء و مرسلین کے سردار حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں ۔اس طرح اصل اشرف المخلوق ذات محمد یا احمد ہوئے ۔باقی ان کی شرافت کا پرتو ہیں ۔جہاں پر ''احمد'' میں ''الف'' پہلے ہے جو ''احد'' کا الف بھی ہے وہیں پر ''محمد'' میں آدم کا ''میم'' ہے جو ''محمد'' کا خلایق عالم میں ہونا ظاہر کرتا ہے مگر مخصوص ''خلایق'' یعنی شرف و مقام میں سب سے اول ۔یہی بات معلوم ہوتی ہے مدینہ منورہ کی چار سورتوں میں ''محمد'' کہنے کے بعد نبوت کے آخری ایام میں حضرت عیسیٰ کے بیان میں ''احمد'' کا بیان کیا ہے ۔اس ''احمد'' کے بیان کے بعد سورۂ جمعہ نزول 110 اور سورۂ المایدہ نزول 112 میں ایک مختصر قوم کے آنے کا وعدہ کیا جو اللہ سے محبت کرنے والی ہوگی اس کے پہلے بتا دیا گیا تھا کہ اس قوم کی رہنمائی یا امامت محمد الرسول اللہ ﷺ کا تابع کریگا جسے اللہ کے رسول ﷺ نے ''اللہ کا خلیفہ'' کہا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے خلیفہ کو مہدی کہا یعنی ہدایت یافتہ جبکہ حضور ﷺ ہادی برحق تھے لیکن چونکہ آپ ﷺ کو ''احمد'' اور ''محمد'' کے ''حمد'' سے نوازا جا چکا تھا اس کا دوسرا درجہ ''ہادی'' یا مہدی ہونا خلیفۃ اللہ کے لئے قرار پایا ۔اب اس اللہ کے خلیفہ کی پہچان بھی خود اُن کی اپنی پہچان نہیں ہے بلکہ ''محمد'' کی پہچان اُس خلیفۃ اللہ کی پہچان ہے وہ

ہے اُن کا ''محمدؐ'' کا ہمنام ہونا اُن کی عترت میں ہونا اُن کے ماں باپ کا نام محمدﷺ کے ماں باپ کے ہمنام ہونا اور ''محمدؐ'' کے قدم بہ قدم عمل کرنا من یقفو یخطی و لا اثوی نوصد یوں بعد قیامت سے پہلے آنا ان کے بعد حضرت عیسیٰ کا آنا ۔ اور اُس خلیفۃ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ''تابع'' کہا کیونکہ اسم ''محمدؐ'' اور اسم ''احمدؐ'' کا مقام اور مرتبہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمیشہ بلند رہے ۔ یہ تو اللہ کے رسول رحمت للعلمینؐ ہیں جنھوں نے اپنے ''تابع'' کو 'اللہ کا خلیفہ' کہا ہے آپؐ کی عظمت کا یہ مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس خلیفہ کو ''تابع'' کہا وحی کے ذریعہ مگر وحی غیر متلو یعنی احادیث اس تابع ' بینہ ' من اتبعنی 'من بلغ کو مہدی موعود خلیفۃ اللہ کہتے ہیں ۔ جس طرح ''احمدؐ'' کا ''محمدؐ'' ہونا خصوصیت کا حامل ہے اسی طرح اس ''تابع'' کا ''مہدی موعود آخرالزماں خلیفۃ الرحمٰن'' ہونا خصوصیت کا حامل ہے جو خاتم ولایت محمدیہ مقیدہ مخصوصہ ہیں جن کو اللہ کے رسول ﷺ نے ''مہدی'' کہا ہے ۔ مقیدہ مخصوصہ یوں کہ محمدﷺ کی جو مخصوص ولایت قربت اللہ تعالیٰ سے تھی ان اعمال پر اُمت کو تعلیم دینا تربیت کرنا ۔ اور اس خلیفۃ اللہ کی خصوصیت اور اہمیت کو بیان کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''اس کی بیعت کرو اگر چہ تمہیں برف پر سے رینگ کر ہی کیوں نہ جانا پڑے' جو ایسا نہیں کرتا اُس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے من انکر مهدی فقد کفر ۔ جس نے اس کا انکار کیا اس نے کفر کیا ۔ یہ ہے ''احمدؐ'' ''محمدؐ'' اور ''تابع'' محمدؐ'' مقامات کی حقیقت ۔ اور برف پر سے رینگ کر جاتے ہوئے بیعت کرنا اُس ہادی و مہدی کی خصوصیت کو بتا رہا ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے ''دافع بلاکت اُمت محمدؐ'' کہا اپنے اور عیسیٰ کے درمیان یعنی ختم نبوت و قیامت کے درمیان ۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی مثل یا ''نذیر'' پیدا کی ہے' آسمان زمین' عورت مرد' نر و مادہ' آگ پانی' بینا نابینا' حالانکہ یہ ایک دوسرے کی ضد بھی ہیں لیکن ان میں ایک یکسانیت ہے مگر فطرتاً الگ دکھائی دیتے ہیں ۔ اسی طرح محمدﷺ کے ''نذیر'' خلیفۃ اللہ مہدی ہیں جو مقام اور وقت کا فاصلہ ہونے کے باوجود مقصد اصلاح و تبلیغ میں ایک دوسرے کی مثل یا نذیر ہیں ۔ حضور ﷺ نے اگلے انبیاء مرسلین کی کتابوں احکام و احوال کی مثالیں دیں اُمت کو سمجھانے کے لئے مہدی موعودؑ نے قرآن اور سنت رسول ﷺ کو پیش کیا ۔ نذیر کے معنی ڈرانے والا خوف دلانے والا اور مانند بھی ہے ۔

جس اللہ کے حبیب ﷺ کا چرچہ آسمانوں میں ہوا تھا زمین پر انبیاء و مرسلین نے ان کے وسیلے سے دعائیں مانگیں موسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف محمدؐ کا مقام و مرتبہ بتایا گیا بلکہ ان کی اُمت کی تعریف کی گئی اور حضرت عیسیٰؑ نے جن کے آنے کی بشارتیں سنائیں اور انہیں دنیا کا آنے والا سردار بتایا ایسے عظیم المرتبت نبیؐ کو آزمائشوں سے گزرنا پڑا صعوبتوں کو برداشت کیا ہجرت کرنی پڑی 13 برس تک قرآن نازل ہوتا رہا مگر اللہ نے آپ ﷺ کو اپنا پیغمبر نبی رسول تو کہا اور خود حضور ﷺ اپنا ثبوت نبوت قرآن سے پیش کرتے رہے ایک بار اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا کہ محمدﷺ میرے رسول ہیں بلکہ ہجرت کے 3 تین سال بعد جبکہ دو جنگیں معرکہ بدر اور معرکہ اُحد ہو چکے تھے اس کے بعد جب نجران کا عیسائی وفد آپ سے مباہلہ کے لئے مدینہ آیا تو اللہ نے نزول کی 89 سورہ آل عمران کی 144 آیت میں کہا کہ محمد میرے مبعوث کئے ہوئے پیغمبر ہیں تو شان رسول ﷺ کا اندازہ لگائے کس طرح آپؐ کو آزمایا

گیا اور آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی دعوت تبلیغ کس پامردی اور جاں فشانی سے فرمائی تو اللہ تعالیٰ سے آپﷺ کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور حبیب کہلائے جانے کا حق کس طرح ادا کیا۔ **ان حالات کے تناظر میں اگر مہدی موعود علیہ السلام کو جنھیں نہ کوئی آسمانی وحی کتاب نازل کی گئی اور نہ کوئی ظاہری اسباب ایسے تھے جس سے آپؑ کا ہادی و مہدی ہونا حجت ثابت کیا جا سکے قرآن کی بنیاد پر خود کا ثبوت پیش کرنا ان علماء کے سامنے جو انبیاء کے مقام پر ہونے کے مدعی تھے کتنا کٹھن مرحلہ تھا؟ اور تو اور بات یہ کہ نہ صرف آپؑ نے کوئی کرشمہ کرامت یا محیر العقل واقعہ پیش کیا بلکہ!!** آپؑ کے دائرے کے فقراء سے کوئی کرامت یا محیر العقل بات ظاہر ہو جاتی تو آپؑ سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے اور یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ میری تصدیق کرنے والوں میں کرشمہ و کرامت کا کوئی مظاہرہ نہ ہو پائے سو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی رسم و بدعت کو مٹانے کی اس سے زیادہ بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہی تو وہ معاملات ہیں جن کے ذریعہ جاہل انسان لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اپنا مطیع و فرمابردار بناتے ہیں اور انہیں راہ خدا سے بھٹکاتے دیتے ہیں۔ کرشمہ و کرامت کا اثر لوگوں پر وقتیہ ہوتا ہے اس کے بجائے بندوں کو تقویٰ تو کل ذکر اللہ کے ذریعہ راہ حق پر لگا دینا ہی اللہ کے خلیفوں کا کام ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل کو اتنے معجزے پیش کئے گئے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مزید ہٹ دھرم اور ضدی ہوتے چلے گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کے احکام و بیان کی ایسی معجزہ نمائی کی کے صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین عمل و اخلاص کے ساتھ ساری دنیا کے امام و رہبر بن کر ابھرے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے مہدی علیہ السلام کو مبین کلام اللہ مراد اللہ بنا کر مبعوث کیا تھا آپؑ کی زبان و بیان میں ایسی تاثیر بخشی تھی کہ بڑے سے بڑا عالم آپ کے سامنے خود کو بے بس محسوس کرتا تھا بلکہ آپؑ سے مباہلہ تو کیا کرتے کترا کے نکل جاتے کہ مبادا کہیں انہیں مہدی نہ ماننا پڑے۔ اگر خدا نخواستہ اللہ تعالیٰ اور قرآن کی پشت پناہی آپ کے ساتھ نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ جو غلغلہ آپ علیہ السلام کے مہدی ہونے کا گوڑھ بنگالہ اور برصغیر سے خراسان تک ہو چکا تھا وہ نہ ہوا ہوتا جس کے گواہی آپ کے معتقدین ہی نہیں مخالفین نے بھی دی ہے کہ "سید محمد جونپوری ایک پرتاثیر زبان رکھتے تھے"۔ جیسا کہا حضورﷺ مکہ مکرمہ میں 13 برس گزراتے ہیں اور ہجرت کے 3 برس بعد مدینہ منورہ میں آل عمران کا نزول ہوتا ہے کہ جس میں آپؐ کے نام سے پہلا خطاب ہوا اگر اس بعد کو 14 واں برس مان لیں تو حضرت مہدی موعودؑ 40 سال کی عمر میں اللہ کے حکم سے ہجرت کرتے ہیں 901 سنہ ہجری میں 54 سال کی عمر میں پہلا دعویٰ مکہ مکرمہ میں کرتے ہیں تو اس طرح 13 برس آپؑ کے ہجرت میں گزرے اس سے پہلے آپؑ دعویٰ کو ہضم کرتے رہے مبادا کہیں مہدی کے انکار میں اُمت پر اللہ کا غضب نہ ہو۔ ان 14 برس میں اسم محمدؐ مدینہ میں لیا جانا 14 ویں سال ہجرت کے مکہ میں مہدی کا دعویٰ کرنا کیا محض اتفاق ہے؟ یا کاتب تقدیر کی منشاء۔ رہی بات اللہ کے حکم سے ہجرت کرنے یا نہ کرنے کی حضرت مہدی کو ہجرت کا حکم اللہ کی جانب سے ہوا۔ اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام (Jonah) کو ہجرت "نہ" کرنے کا حکم ہوا تھا۔ انہیں 28 سال کی عمر (860--784 قبل مسیح پیدا ہوئے تھے) میں نبوت عطا ہوئی تھی انہیں نینوا کی آشوری (شام کی) قوم کی طرف مبعوث کیا گیا تھا انہوں نے اللہ کی مرضی کے بغیر قوم کی اصلاح کے بناء اللہ کے عذاب کی دعا کر ڈالی اور ہجرت کر گئے نگران کے

جانے کے بعد ان کی قوم کو احساس ہوا کہ اب اللہ کا قہر نازل ہوگا تو انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش کی مگر انہیں نہیں پایا مگر اللہ تعالی کی طرف رجوع ہوئے کہ اللہ تعالی نے انہیں معاف کر دیا اور عذاب ٹل گیا۔ مگر اللہ تعالی نے حضرت یونسؑ کو سزاء کے بطور مچھلی نے نگل لیا اور وہ 3 تین دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے اللہ سے معافی طلب کرنے کے بعد اللہ تعالی نے مچھلی کو حکم دیا تو اس نے اُگل دیا۔ یہاں مہدی علیہ السلام کے اللہ کے حکم سے ہجرت کرنے اس کے بعد دعوی کو ہضم کرتے رہنے کی حقیقت قوم نینوا سے مطابق کر کے دیکھیں کہ اللہ تعالی کے خلیفوں پر کس طرح اپنا حکم لگاتا ہے۔

اسلام میں بہت سارے عالم اور صوفیا گزرے ہیں لیکن کسی نے اپنی کسی تحریک میں اصلاح و تبلیغ کی باتیں تو کیں لیکن ہجرت کا معاملہ میراں سید جونپوری سے ہی مخصوص ہے۔ نبی مکرم ﷺ کے بعد ظاہری و باطنی ہجرت کا اعادہ آپ علیہ السلام نے کیا۔ کیونکہ جو کام جس سے اللہ لینا چاہتا ہے انہیں سے لیتا ہے۔ موسیٰ نبی تھے تو ہارونؑ بھی نبی تھے کیوں نہیں ہارونؑ کو طور پر بلا کر تختیاں دیں کہ موسی کو دے دو جو کہ موسیٰ کہ معاون و مددگار تھے۔ جبکہ موسیٰ جب فرعون کے دربار میں دعوت وحدت دینے جاتے ہیں تو اللہ سے ہارون کو ساتھ بھیجے جانے کی گزارش کرتے ہیں بغیر اللہ سے اجازت لئے بھی وہ ہارونؑ کو لے جا سکتے تھے مگر نہیں! اللہ سے اجازت مانگی کیونکہ جو کام اللہ جن کے سپرد کرتا ہے وہی اس قابل اور اس کا اہل ہوتا ہے۔ اللہ تعالی مقام مرتبہ کے ساتھ حیثیت بھی دیکھتا ہے کہ کون کس قابل ہے۔ حضور ﷺ کی حیات میں حضرت خالد صیف اللہ ہی معرکوں جنگوں کے سالار رہا کرتے تھے جبکہ حضور ﷺ کی سب سے زیادہ مخالفت اور جنگ جوئی حضرت خالدؓ نے کی تھی۔

آسمانی صحائف اور شہادتیں

جتنے بھی آسمانی صحائف اللہ تعالی نے نازل کئے ہیں ان میں صاحب تنزیل نبی و رسول کا نام ہی پیش فرمایا ہے ان کے ساتھ پہلے جو نبی رسول اور پیغمبر ہیں اور گزر چکے ہیں ان کے اور ان کی شہادت اللہ تعالی ہی پیش کرتا آیا ہے۔ جیسے اسمٰعیلؑ اسحٰقؑ یعقوبؑ جن پر کوئی کتاب نہیں نازل ہوئی انہیں براہ راست یا وحی کے ذریعہ احکام دئے گئے کچھ انبیاء کو صحیفوں کا دیا جانا روایتوں میں آیا ہے جیسے حضرت ابراہیمؑ مگر ان انبیاء کے نام قرآن اور دوسری نازل کردہ کتابوں میں آئے ہیں۔ مگر جو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی رسول اللہ کے خلیفہ گزرے ہیں جن کے نام آسمانی کتابوں میں نہیں ہیں انہیں معجزات سے احکام سے اور اگلے صحائف اور کتابوں کے دلایل سے اپنی شہادت پیش کرنی ہوتی ہے۔ جن انبیاء مرسلین کے احوال ہمیں قرآن سے اور دوسرے آسمانی صحائف سے یا اسرائیلیات سے معلوم ہیں ان کے بارے میں کلام نہیں مگر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی یا اللہ کے خلیفوں کے متعلق روایتیں جن کو ہم نہیں پہچانتے۔ ایسا بھی نہیں کہ اچھے اوصاف یا اخلاق والے کو یا کسی عادل و منصف مزاج بادشاہ یا حکمران کو تو یوں ہی نبی یا رسول کہنے لگ جائیں یہ بڑی جہالت ہے اب رہی بات ان کی جنھوں نے اپنے نبی یا رسول اللہ کا خلیفہ ہونے کا دعوی کیا اور اس پر اللہ کی کتاب یا ان کے بعد آنے والے یا ان سے پہلے آنے والے اللہ کے نبی رسول نے کہا کہ وہ نبی تھے یا اللہ کے خلیفہ ہونگے انہیں تو ماننا

پڑیگا تحقیق کے بعد کیونکہ یہی قرینہ اللہ اور اس کے رسولوں کی سنت کا رہا ہے۔اور ان کا بلا تحقیق انکار اللہ کے احکام سے انکار اور کفر ہی مانا جائے گا۔حضور نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی مکی زندگی کے دس برسوں تک قرآن کے ذریعہ دوسری نازل کردہ کتابوں انبیاء کے صحیفوں احوال معجزات غیر معمولی احوال کے ذریعہ اپنی نبوت رسالت اور پیغمبری کا ثبوت دیا ہے۔ہجرت کے بعد اللہ تعالی نے اپنی طرف سے قرآن میں محمد ﷺ کا نام نامی پیش کر کے شہادت دی کہ محمد اللہ کے رسول ہیں جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اللہ کے احکام ہیں ۔نبی کریم محمد ﷺ نبی آخر الزماں اور سردار الانبیاء ہیں لیکن! اگلے تمام انبیا و مرسلین کے احکام اور سنتوں کو آپ ﷺ کی سنت میں جمع کر دیا گیا ہے یہ بات اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو بتائی ہے مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ حم سجدہ آیت ۴۳۔اے پیغمبر تم سے وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو تم سے پہلے پیغمبروں سے کہی گئیں۔اللہ تعالی نے جس طرح آدمؑ کو اپنے دست قدرت سے پیدا کرنے سے پہلے اعلان کیا کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں بالکل یہی انداز اپنے حبیب ﷺ کے لئے اختیار کیا گیا جو کسی اور نبی کے لئے نہیں تھا یعنی آپؐ سے آگے کے صحایف اور آسمانی کتابوں میں صدیوں تک یہ چرچہ رہا کہ دنیا کا سردار آتا ہے اسی لئے یہ بات عرب اور ان قوموں میں مشہور تھی جنہیں پہلے کتابیں دی گئیں تھی اور یہ بات مشرکوں کو بھی معلوم تھی ۔اس لئے جیسے ہی آپؐ مبعوث ہوئے لوگوں کے ذہنوں میں آپ کی بزرگی اور سیادت ایک تسلیم شدہ حقیقت مانی گئی ہاں مگر آپ کو 11 سال تک نبوت و رسالت کو حق ثابت کرنے میں عرصہ ضرور لگا۔یہی طریقہ آپؐ کے تابع نام مہدی آخر الزماں کے لئے اختیار کیا گیا ہے ۔قرآن میں جن انبیا مرسلین کا بیان ہوا ہے اور احادیث میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا ہونا بیان ہے اگر انہوں نے اپنی قوموں کو اپنا نبی رسول ہونا بتایا تھا تو کوئی تو سبیل یا شہادت ہوگی جس پر اللہ تعالی نے اپنی مہر ثبت کی ہے کیونکہ آج بھی کئی لوگ ایسے ہیں جو وحی الٰہی اور لقا اللہ کے منکر ہیں اور ایسا بھی نہیں کہ ہر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ مجھ پر اللہ کے احکام آتے ہیں ۔حضور ﷺ کی کئی سوانح لکھی گئی ہیں تاریخ رقم کی گئی ہے کس بنیاد پر؟ کیا وحی الٰہی اور نزول قرآن کی بنیاد پر نہیں؟ جو ترتیب آپ ﷺ نے قرآن کی بتائی ہے اس کے مطابق تفسیر و شرح بیان کرنا الگ بات ہے جس طرح سوانح رسول لکھی گئی ہیں کیا اس کی بنیاد پر غور نہیں کرنا چاہئے۔یہی تو اصل حقیقت ہے جس سے کہ ایمان و یقین کی بنیادیں رکھی گئیں اور اسی میں معرفت الٰہی کا راز پوشیدہ ہے جو تاریخ تفسیر شرح بیان سوانح سبھی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے ۔جو بھی تفسیریں بیان ہوئی ہیں یا تو سبب نزول یا شان نزول کے مطابق ہیں اگر سلسلہ نزول کے مطابق اس میں غور کیا گیا تو کئی حیرتیں سامنے آئیں گی ۔مہدئ موعودؑ نے اپنا دعوی مہدئ جن آیات قرآنی کے ساتھ پیش کیا ہے وہ اسی جانب اشارہ کرتا ہے ۔حضور نبی کریم ﷺ کے بعد تاریخ اسلام میں صرف واحد سید محمد جونپوری نے ہی قرآن سے اپنا دعوی مہدی پیش کیا ہے ۔حضرت محمد ﷺ کو عام طور پر رسول عربی کہا جاتا ہے کیوں نہیں رسول مکی رسول مدنی کہا گیا بعثت کے وقت یہی ایک شناخت تھی اور روئے زمین پر اللہ تعالی کی وحدت کا پیغام پہنچانے والے صدیوں بعد واحد ذات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تھی ' آج قرآن اور محمدؐ ایک حقیقت ہیں اس لئے بہ لحاظ ادب حضور نبی کریم سردار الانبیاء شافی محشر سرورکونین سے خطاب کیا جاتا ہے یہ

خطابات کچھ اللہ نے دئے ہیں کچھ اُمت نے مگر حقیقت میں طلوع اسلام کے وقت آپ ﷺ کا رسول عربی ہونا ہی مشہور و معروف تھا ۔یہی وجہ تھی یمامہ کے جھوٹے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی یمنی صرف عربی ہونے کی بنیاد پر آناً فاناً جھوٹی نبوت کا دعوی کیا ۔سید محمد جونپوری ہونا مقام کی شناخت ہے مہدیؑ موعود آخر الز ماں ؑ تابع تام رسول اللہ ؐ مبین کلام اللہ ؑ مراد اللہ ؑ خطاب ادب ہیں اور ان کا خلیفۃ اللہ ہونا حق کی جانب سے ہے ۔**مہدی جونپوری کیوں؟ مہدی ہندی کیوں نہیں؟** وہ اس لئے کہ ملک ہندوستان میں اوروں نے بھی دعوی مہدی کیا تھا ان میں ایک معروف نام خواجہ محمد گیسودراز گلبرگہ کا بھی ہے جو بعد میں تائب ہو گئے تھے ؑ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ شیخ علی متقی نے بھی ایک دن مکہ میں صبح آ کر دعوی مہدی کیا بعد میں تائب ہوا (۴۶/۱ مقدمہ سراج البصار) یہ وہی شیخ علی متقی ہے جس نے کنز العمال کے نام سے احادیث کی شرح لکھی ہے جو تابعین مہدویہ کے دایرہ میں آیا تھا جس کے علم کی پذیرائی نہ ہونے پر مکہ جا کر مہدیؑ اور مہدویوں کا مخالف ہو کر فتوے جاری کرائے ۔مہدیؑ موعود علیہ السلام نے فرمایا: ''میں نے کتاب اللہ پیش کی ہے اور خلق کو توحید اور عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور باریٔ تعالی کی طرف سے اس کام پر معمور رہوں اور آخر تک اس دعوی پر قایم رہے'' ۔شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ ''میر سید محمد جونپوری نے ہندوستان میں بانگ دہل دعوی مہدیت کیا (مقدمہ ۱/۷۱) تین 3 مواقع ایسے ہیں جب حضرت میراں سید محمد نے اپنے مہدیؑ موعود آخر الز ماں ہونے کا دعوی مع ثبوت کے علماء کی مجالس میں پیش کیا 1) گجرات میں ملا معین الدین کے شاگردوں نے جب آپؑ سے بحث کرنے سوالات جمع کر کے لائے تھے ۔2) مرزا شاہ بیگ حاکم قندھار نے میراں علیہ السلام کو علماء کے سامنے بلا کر مسجد میں مباحثہ کرایا اس کے بعد مطمین ہونے کے بعد مرزا شاہ بیگ آپؑ کے معتقد و مصدق ہوئے ؑ اور جب آپؑ قندھار سے فراہ کی طرف سفر کرنے چلے تو چار میل تک امام علیہ السلام کے گھوڑے کی باگ تھامے الوداع کرنے آئے ۔3) موضوع فراہ میں میر ذوالنون حاکم سلطان حسین بایقرہ مرزا جو خاندان تیمور خراساں (874-906 ہجری) کی طرف سے ملاء علی فیاض ملا علی شیروانی ملا علی گل چو ملا مخدوم کے ساتھ جو دو مہینے تک مذہبی کتابوں کو کھنگال کر سوالات جمع کر کے لائے تھے آپؑ کے ساتھ مباحثہ رہا اور حاکم خراساں کو علماء نے اتفاق سے مراسلہ بھیجا کہ سید محمد جونپوری ہی مہدی موعود ہیں اور خود علماء نے آپؑ کی تصدیق کی (مطلع الولایت ۸۷ـ۹۲) علماء کے سوال پر کہ آپؑ رویت اللہ کا دعوی کرتے ہیں حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے علماء سے پوچھا تھا کہ قاضی کتنے گواہ پر راضی ہوتا ہے ؑ انہوں نے کہا دو معتبر گواہوں پر ۔پس امام علیہ السلام نے اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ لو مصطفیٰ ﷺ حاضر ہیں خدائے تعالی کے دیدار کی گواہی دیتے ہیں اور ایک گواہ بندہ ہے (مطلع الولایت ۹۱) پہلا مباحثہ جو ملا معین الدین کے شاگردوں کے ساتھ ہوا تھا وہ غالباً احمد آباد کی تاج خاں سالار کی مسجد کے دوسرے دعوی کے بعد کا لگتا ہے کیونکہ ملا معین الدین کا آپؑ سے مباحث سے کتراتا بتاتا ہے کہ وہ آپؑ کے بیان قرآن اور دعوے کی حقیقت سے واقف ہو گیا تھا ۔اس کے بعد بڑلی کے دعوی موکد کے بعد چاپانیر قندھار اور فراہ کے مباحث ہیں ۔یہ ایک کلیہ ہے کہ کسی حقیقت کے حق ہونے کے اسباب انہیں احوال کے اطراو اکناف تلاش کئے جاتے

ہیں اگر اللہ کے رسول ﷺ کے حق ہونے کے اسباب تلاش کرنے ہیں تو مسلمانوں اور اسلام کے ماننے والوں میں ہی تلاش کئے جاتے ہیں ان کے نہ ماننے والوں یا انکار کرنے والوں میں نہیں انکار کرنے والوں کا بغض وعناد ایک معلوم حقیقت ہوتی ہے وہ ہر اچھی بات کو بھی برا بنا کر پیش کرتے ہیں۔ سو مہدی موعود آخر الز ماں کے حق ہونے کی حقیقت کے دلایل مصدقوں سے ہی معلوم ہوتے ہیں انکار کرنے والوں یا معاندین کو تو انکار کرنا ہے وہ کسی بھی حالت میں نہ یقین کریں گے نہ حق کو قبول کریں گے۔ حضو ﷺ کو مشرک کافر بے دین یہود و عیسائی تو مانتے نہیں انہیں ہر حال میں ان کا انکار ہی کرنا ہے اس لئے ان کا نا ماننا آپ ﷺ کے حق صداقت کی دلیل نہیں ہوسکتا اسی طرح مہدی موعودؑ کے منکروں کا نا ماننا ہمارے لئے دلیل نہیں ہے۔

علم اور عالم دو الگ حقیقتیں ہیں علم ایک حقیقت ہے جو اللہ تعالی نے آدمؑ کو دیا تھا مگر عالم ہونا ایک دوسری کیفیت کا نام ہے۔ جیسے اس سے پہلے کہا شیخ علی متقی ایک عالم تھا جس کے عالم ہونے کی پذیرائی نہ ہوئی اس کے علم کی مہدویہ دایروں میں تو اسے ایک عالم ہونے کی ہتک تصور کیا اور حق کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ دنیاے علم میں علوم کے تمام شعبوں میں مہارت کے بعد سند یا ڈگری دی جاتی تھی مگر آج کل رٹے رٹاے اسباق کا امتحان دینا عالم ہونا تصور کر لیا گیا ہے۔ عالم وہ ہوتا ہے جو عملی طور پر اپنے علم کی مہارت کو ثابت کرتا ہے ورنہ اس کی ترقی نہیں ہوتی۔ صرف دین و مذہب ہی واحد ایسا علاقہ یا شعبہ ہے جس میں سند و دستار ہی علم کی قابلیت مان لی گئی ہے' سند مل گئی دستار باندھ لی ہو گئے عالم فاضل علامہ مفتی۔ کچھ تو خانہ پوری کے لئے عالم ہوتے ہیں نہ بولنے کا ملکہ نہ لکھنے کا ہنر نا بات کو سمجھنے کی عقل اور نہ ہی ان میں علم و ہنر کا کوئی جوہر ایسے لوگوں کے قول و عمل میں تضاد صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک سو عالموں میں ایک یا دو ہی ایسے ہوتے ہیں جو صاحب علم و فہم ہوتے ہیں باقی یوں ہی خود کو عالم سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ اب تو مدرسہ جا کر علم حاصل کرنے کی بھی ضرورت نہیں دھیلہ پیسہ خرچ کرو سند گھر بیٹھے ملتی ہے اور ایسے ہی لوگوں کے درمیان موروثی وارثوں کا بھی ایک طبقہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ خود کی حیثیت پر نازاں ہوتا ہے۔ ایسے لوگ سمجھتے ہیں کہ تمام علوم کی وراثت میں ان کے اندر حلول کر گئے ہیں اس لئے بس وضع قطع اختیار کر لی جاتی ہے لوگوں کو مطیع و فرمابردار بنانے کے لئے۔ یہ بات ہر مذہب اور طریقے میں دیکھنے کو ملے گی جو جتنا نا اہل ہوگا وہ خود کو زیادہ نمایاں ظاہر کریگا۔ اللہ تعالی کے علم قدیم میں یہ بات تھی کہ ایسا دور آیگا اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ کو نزول قرآن کے بعد اس کے بیان کے لئے ایک صاحب بینہ کو بھیجنے کا وعدہ کیا جو اللہ کی مراد بیان کریگا۔ اسی لئے مہدی موعود آخر الزماں نے علم سند و دستار کے بجائے بیان کے ذریعہ قرآن کے بنیادی اُصوصلوں کی تعلیم تربیت اور طریقہ سکھایا جسے تعلیمات فرایض ولایت کہا گیا۔ اس کے لئے عالم فاضل ہونا ضروری نہیں صاحب فہم و ادراک ہونا اور معرفت الٰہی کے احوال کو جذب و اخذ کرنے کی سکت ہونا ضروری ہے۔ ایک علم کسبی ہوتا ہے جو سیکھا جاتا ہے ایک علم عطائی ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے دیا جاتا ہے اللہ کے نبی رسول خلیفوں کو تا کہ وہ اُمتوں کی اصلاح کریں۔ علم کسبی ذریعہ معاش یا رتبہ و توقیر حاصل کرنے کے لئے حاصل کیا جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو علم عطائی دیا گیا جو تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔

آج اسلام کے ہر گروہ اور فرقے میں مذہبی علم ایک طریقہ اور تماشہ بنا دئے گئے ہیں اور یہ محض روٹی روزی کا ذریعہ ہیں دین ایمان کا ان سے لینا دینا نہیں' چھوٹی عمر کے نا کتخدا ور کمسن لڑ کے منبر ومحراب پر کھڑا کر دئے جاتے ہیں' جن کے پاس نا تعلیم کا رجحان ہوتا ہے نا تربیت یہ معاملہ اسلام کے ہر گروہ کا ہے کہیں زیادہ کہیں کم' کچھ لوگوں کو منبر ومحراب حاصل کرنے کے لئے اُوٹ پٹانگ بیان اور حرکتیں کرنی پڑتی ہیں کسی کے مخالفت میں بول دینا کسی پر فتوی لگا دینے بس بن گئے عالم اور موروثی سلسلوں میں تو یہ اندھی تقلید کی حد تک دیکھا جا سکتا ہے۔

رسول رحمت للعلمین خاتم الانبیاء محمد ﷺ

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔ (الانبیاء ۱۰۷) نہ صرف انسانوں کے لئے بلکہ سارے جہانوں کے لئے۔ جب بھی دین اسلام ایمان عرفان کی بات کی جائے گی بات شروع ہوگی خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ سے اور ختم ہوگی آپؐ ہی پر۔ **بعد از خدا بزرگ توئ قصه مختصر** ۔دنیا میں کئی انبیاء آئے مگر ان کی قومیں خود کو یہودی یعنی جوڑا سے جو آل موسیٰ میں ہیں اور عیسائی جو حضرت عیسیٰؑ سے خود کو منسوب کرتی ہیں' لیکن! واحد ذات محمدؐ ہیں جن کی قوم یا اُمت اسلام یعنی سلامتی اور ایمان سے خود کا مسلمان ہونا متعارف کراتی ہے۔سورہ انبیاء نزول قرآن کی 73 ویں سورۃ ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئ جو ہجرت سے پہلے کی 16 سورتوں سے پہلے ہے۔مکہ مکرمہ میں ہی اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو رحمت للعلمین قرار دیدیا۔اور ہجرت مدینہ کے بعد سورہ احزاب نزول 90 یعنی قیام مدینہ کے بعد یہ چوتھی سورۃ تھی جو نازل ہوئ اس میں اللہ تعالی نے اُمت کو حکم دیا اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِکَتَه' یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا بے شک اللہ تعالی اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی مکرم پر "اے ایمان والو تم بھی آپؐ پر درود بھیجا کرو (اور بڑے ادب سے) سلام عرض کیا کرو۔یعنی حضور نبی کریم ﷺ کو لگ بھگ 18/10 برس آزمایشوں سے گزارنے کے بعد اللہ تعالی نے حضرت خاتم النبین ﷺ کو رحمت عالم بھی کہا اور ان پر درود وسلام بھیجنے کی تاکید کی۔

اللہ تعالی نے اپنے حبیب ﷺ کے متعلق نہ صرف قرآن میں بلکہ احادیث کے ذریعہ اپنی محبت اور قربت کا بیان کیا ہے اور اگلے انبیاء کے صحایف میں آپ کی تعریف وتوصیف کی ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اسلام ایمان احسان تو دیا لیکن اللہ تعالی کے پاس اُن کا مقام ومرتبہ کتنا بلند ہے دیکھیں۔قرآن میں جا بجا اللہ کے ایک اور واحد ہونے کی بات کہی گی ہے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی بات بھی جا بجا آئ ہے قرآن میں **لا الـه الا الـلـه محـمـد الرسول الله** کا کلمہ ایک جگہ نہیں بیان ہوا ہے حالانکہ اقرار ایمان کا یہ پہلا فریضہ ہے مگر مختلف بیانوں میں آیا ہے مگر احادیث سے ثابت ہے کہ جب تک اس بات کی شہادت نہ دی جائے گوئ اسلام میں داخل نہیں ہوگا۔جیسے اس سے پہلے کہا آپؐ پر درود بھیجنا اُمت پر قرآن میں ضروری قرار دیا' اور اُمت سے کہا کہ تم محمدؐ کو اپنے جیسا نہ سمجھو نہ اُن سے ویسا کلام کیا کرو جیسا تم ایک دوسرے سے کرتے ہو سورہ نور میں آپؐ کے ادب کی تفصیل

بتائی۔اوراللہ تعالی نے فرمایا جس طرح میری اطاعت کرتے ہواسی طرح محمدﷺ کی اطاعت کروورنہ تم مومن نہیں ہو سکتے **اطیعو الله و اطیعو الرسول** اورقرآن میں آپ کو پہلے دعوت دیدار دینے والے قرار دیا اُن کے بعد اُن کے تابع کو آپ کو **مزمل مدثر طه یسن رحمت اللعلمین** سے مخاطب کیااور کہا کہ آپ مقام محمود پر فائز ہواور آپؐ سے اس طرح ملاقات کی کہ صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔اور رسولﷺ کے ہاتھ کواللہ تعالی نے اپنا ہاتھ قرار دیااور معرکہ بدر میں کفار پر رسولؐ کے کنکریاں پھینکنے کواللہ تعالی نے کہا کہ آپؐ نے نہیں میں نے وہ کنکریاں پھینکیں' حوض کوثر پر آپ کو شافی محشر بنایا' آپ کے نور سے کائنات کی تخلیق ہونا بتایا'اور کہا کہ آپ کی پیدائش کے لئے یہ کائنات تخلیق کی۔حضورﷺ نے فرمایا **من رانی فقد رای الحق** (بخاری) آپ کو یہ قوت عطا کی کے چاند کو دو ٹکڑے کر دیں۔بلکہ اگلے انبیا کے صحیفوں میں آپ کی تعریف وتوصیف کی کہ دنیا کا سردار آتا ہے حضرت عیسیٰ نے کہا کہ وہ حق کی روح آئے گی جو بہت ساری باتوں کا خلاصہ کریں گے۔حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ محمدﷺ کا مرتبہ مجھ سے بڑا ہے جو میرے بعد آینگے۔ایسا مقام مرتبہ اور تقدس ہے حضور نبی کریمﷺ کا اللہ تعالی کے پاس۔

فخر موجودات حضور نبی کریمﷺ کے اعمال واوصاف میں جو ندرت تھی اسے اہل عرب نے دیکھ لیا اور پہچان لیا تھا' باوجود اس کے آپ کی عظمت وتقدس کا اندازہ اعلان نبوت کے بعد ہوا' ۔نبوت سے پہلے کی لیاقتوں کے آپؐ میں جو حلم بردباری معاملہ فہمی دوراندیشی صلہ رحمی پاک دامنی حیا وطہارت کے اوصاف کے باوجود آپ کو ایک عام انسان سمجھا گیا۔لیکن جیسے ہی اعلان نبوت ہوا تو وہ خاص انسان بنے ایک دوسرے انسان صابر شاکر جری بہادر مصلح مبلغ معلم رہنما راہبر سپاہی سالار اعظم موقعہ شناس سفارت کار دکھائی دیتے ہیں۔مگر !مگر!ان تمام اوصاف حمیدہ کے اُنہوں نے ایک عام انسان کی زندگی گزاری ایک عام انسان کی طرح سوچا اور عام انسانوں کے لئے جدوجہد کی اور ساری دنیا کی تاریخ میں خاص یا مخصوص ہو گئے۔لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی ہر قوم اور معاشرے میں جب کوئی خاص بنایا بنایا گیا تو اُس نے خصوصیت کو اپنی کامیابی سے منصوب کرلیا'اور عام لوگوں کو حقیر جانا' یہی وجہ تھی کے تاریخ عالم میں کوئی اتنا کامیاب نہ ہوسکا جتنا کہ محمدﷺ ہوئے۔زمانے کے ہر دور میں انسانوں کا یہی طریقہ رہا' دور کیوں دیکھیں ہم مہدویوں میں جو ہمارے اسلاف آبا واجدا تھے انہوں نے چارسو برسوں تک خود کو خاص نہیں پہلے اللہ کی نظروں میں بعد عوام کی نظروں میں عام بنائے رکھا اور عام لوگوں کی طرح سوچتے زندگی گزارتے رہے' پچھلے سو برسوں میں مہدویں و نے جن کو خاص بنایا یا سمجھا اُنہوں نے خود کو مخصوص بنالیا اور سمجھ لیا کہ ہم عام نہیں خاص ہیں اسی لئے آج مہدویوں میں رہبری ورہنمائی کا فقدان ہے۔عام خصوصیات کو خاص سمجھ لیا جانا ناکامی ونامرادی کا سبب ہوتا ہے اور وہی ہوا خود ناکم ہیں اور عوام کو ناکام اور بے بس کر دیا ہے۔

حضور نبی کریمﷺ کا **من رانی فقد رای الحق** (بخاری) کہ جس نے مجھے دیکھا رب کو دیکھا تمثیلی بیان ہے۔
اور روایتوں میں آپ کا اللہ کے نور سے پیدا ہونا اور آپؐ کے نور سے دوسری مخلوق کا پیدا ہونا بیان ہوا ہے۔مگر! دنیا کا کوئی بھی

مسلمان آپ ﷺ کو رب نہیں کہتا !! بلکہ اللہ کے رسول ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے۔اور رب ماننے کا عقیدہ اسلام میں صرف اللہ عز و جل کے لئے ہی ہے جو حقیقی رب ہے۔اگر حضور ﷺ کی بات پر غور کیا جائے تو آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنا اور بالمشافہ دیکھنا گویا دیدار ہی ہوا۔اور مہدی موعودؑ کے حکم کے مطابق مہدویوں کا طلب دیدار کا عقیدہ رکھنا حقیقی اس لئے ہے کہ اس میں نفس کی تذلیل اور تنکیر اور اعمال نفسانی سے برأت اور کنارہ کشی کے لئے تعلیمات مقیدہ مخصوصہ میں جمع کر دیا گیا ہے۔جس سے بندہ صرف اور صرف اللہ کی عبادت اس طرح کرے جیسے کہ اُسے دیکھ رہا ہو۔ایک معرکے میں حضرت علیؓ عنہ کے پیر میں تیر کا پھل پیوست ہو گیا آپ درد سے بڑا کراہ تے تھے اور پھل نکالنا طبیب کو مشکل ہو رہا تھا معاملہ حضور ﷺ کے گوش وگزار کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جب علیؓ نماز کے لئے کھڑے ہوں تو پھل نکال لیا جائے چنانچے ایسا ہی کیا گیا جو علی درد سے کراہ رہے تھے انہیں نماز کی حالت میں احساس بھی نہیں ہوا کہ تیر کا پھل نکال لیا گیا۔ایسی ہوتی تھی صحابہؓ رسول کی نماز تو اندازہ لگایا جائے کہ اللہ کے رسول حضور نبی کریم ﷺ کی نماز کی حالت کیا ہوتی ہوگی۔

اللہ تعالی کے مقرب فرشتے تھے اور حضرت جبرئیلؑ ملایکہ کے سردار تھے۔کئی کئی انبیاء گزرے ان میں جلیل القدر رسول نبی پیغمبر تھے کسی کو صفی اللہ کہا کسی کو نجی اللہ کہا کسی کو خلیل اللہ کہا کسی کو کلیم اللہ کہا کسی کو روح اللہ کہا مگر! کسی پر درود وسلام بھیجنے کی خصوصی تاکید نہیں ہوئی اور نہ ہی رحمت عالم کہا سوائے حضور خاتم الانبیا ﷺ کے ایسا کیوں؟۔جیسا کہ روایتوں میں ہے کہ فرشتوں کے دل میں بھی تخلیق آدمؑ سے پہلے یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اللہ تعالی ہم سے بہتر مخلوق نہیں پیدا فرمائے گا چونکہ ابلیس آسانوں پر آنا جانا رہتا تھا وہ قبیلہ جن سے تھا جیسا کہ بہت سے فرشتے آسانوں پر آتے جاتے رہتے ہیں فطری طور اس کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہو گیا اور یہ عقیدہ جم گیا تھا یہی وجہ بنی اس کی بغاوت کی۔حضرت آدمؑ سے سہو ہوا' نوحؑ نے عذاب طلب کیا' یونسؑ نے قوم کی اصلاح کے بغیر عذاب طلب کیا' ھودؑ ' لوطؑ ' صالحؑ ' اور دیگر انبیاء نے عذاب طلب کیا انبیاء سے خطانسیاں بے صبری کا اظہار ہوا مگر خاتم الانبیاء حضور نبی کریم ﷺ سردار الانبیاء تھے جیسا کہ بیت المقدس میں تمام اگلے انبیاء کی امامت کی آپؐ کو طایف میں پتھروں سے لہولہان کیا گیا مکہ مکرمہ میں تین سال تک معاشرتی مقاطعہ کیا گیا جانوروں کی اوجھڑی آپ پر پھینکی گئی راستے میں کانٹے بچھائے گئے کعبہ کے احاطہ میں ابولہب نے نماز کی حالت میں گردن میں پھندا ڈال کر کس دیا زہر دینے کی کوشش ہوئی جادو کر دیا گیا آپؐ سے جدال وقتال کیا گیا وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا ظلم وستم کے تمام حربے آزمائے گئے قرابت داروں کو شہید کیا ان کو اذیتیں دی گئیں بچپن یتیمی میں گزرا آپؐ کے خلاف سازشیں کی گئیں ان تمام مصائب اور صعوبتوں کے کبھی آپؐ نے نہ عذاب طلب کیا نہ بد عا کی اور نہ کبھی نبوت کے احکام کی بجا آوری میں کوتاہی کی نہ حکم عدولی نہ سرتابی بلکہ اللہ تعالی کے حضور ہمیشہ ادب خوف کے عبادت میں مصروف رہے اور کہتے تھے **لا تحصی ثناء ک** کہ میں تیری حمد وثنا کا حق نہیں ادا کر سکتا۔رات کو تہجد میں پاؤں متورم ہو جاتے کبھی عبادت ناغہ نہیں کی کبھی اپنی نبوت اور مقام ومرتبہ کا غرور نہ کیا باوجود تمام اختیارات کے صلہ رحمی درگذر کا دامن

ہاتھ سے جانے نہ دیا مال غنیمت تقسیم کر دیا مگر گھر میں فاقہ گزارا۔آپؐ کی ساری زندگی کا مطالع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی نبی رسول سے خود کو بزرگ نہیں جانا بلکہ ان کا احترام کیا۔ایسی وجوہات تھیں کہ اللہ تعالی نے رحمت للعلمین کہا اور آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کی اُمت کو تاکید کی یہ وہ اوصاف حمیدہ تھے جس کی وجہ سے آپ ﷺ اللہ کے حبیب کہلائے اور اللہ تعالی نے کسی نبی رسول اور فرشتہ مقرب کو آسمانوں پر بلا کر پذیرائی نہ کی سوائے حضور نبی کریم ﷺ کے شرف ملاقات بھی بخشا اور دیدار بھی کرایا جنت جہنم دکھائی ملا یکہ جن وانس پر فوقیت عطا کی ۔حضرت حسنؓ بن علیؓ سے روایت ہے کہ جب کسی مسلمان کے ہاں میرا ذکر کیا جاتا ہے وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے تو دونوں فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالی تجھے بخش دے اللہ تعالی اور اسکے فرشتے جواب میں آمین کہتے ہیں۔کیسی شان ہے آپ ﷺ کی کہ آپؐ پر دورود بھیجنا بھی اُمت کی بخشش کا سبب بن جاتا ہے۔دیکھا گیا کہ دوسرے انبیاء ورسل کو اللہ تعالی نے کبھی کبھی سرزنش بھی کی اور ڈانٹا ہے مگر آپؐ سے نہ کبھی ناراض ہوا نہ جھڑ کا نہ خفا ہوا ہاں البتہ ایک مرتبہ آپ کے چچا ابو طالب کی مغفرت کی طلب پر آپ کو منع کر دیا اور ایک مرتبہ انشاءاللہ نہ کہنے پر کچھ دن وحی موقوف ہوگئی ۔ایسی ہی وجوہات تھیں جو آپ رحمت عالم ہیں ۔اللہ کے رسول ﷺ کا ادب کیا ہے یہ اللہ تعالی خود فرماتا ہے وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (الانفال آیت 1) یہاں اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اللہ کے رسول کی نہیں کہا بلکہ ''اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی''یعنی اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کو منسلک کر دیا اور کہا کہ ''اگر تم مومن ہو''تو یعنی اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت کرنا مومنوں کا طریقہ ہے ۔اور کہا مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ وَ مَنۡ تَوَلّٰی فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے منہ پھیرا تو نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان کا پاسبان بنا کر (النساء۸۰) قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ ..... (آل عمران۳۲/۳۱) آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تو محبت فرمائے گا اللہ تم سے اور بخش دے گا تمہارے لئے گناہ اور اللہ تعالی بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے ۔آپ فرمائے اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی پھر وہ اگر منہ پھیریں تو یقیناً اللہ تعالی دوست نہیں رکھتا کفر کرنے والوں کو۔ان تمام آیات کا غور سے مطالع کریں اللہ کے رسول سے محبت کرنا اللہ تعالی سے محبت کرنا ہے اور اس کے بدلے میں بخشش ہے اور مومن ہونے کی نشانی ہے ۔لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا نہ بلانا تم رسول کو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو اللہ اللہ کیسا اعلی مقام ہے نبی کریم محمد مصطفی ﷺ خاتم النبیین کا۔

اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو یوں ہی نہیں کہا کہ ہم نے آپ کو سارے عالم کے رحمت بنا کر بھیجا اس کے ٹھوس ثبوت آج دستیاب ہیں ۔اقوام متحدہ ایک بین القوامی ادارہ ہے جس میں انسانی مردم شماری کا تقریبًا ڈیڑھ ہزار سالہ ایک تخمینًا جایزہ پیش کیا ہے جس میں حضور ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا کی آبادی 21/20 کروڑ تھی ۔آبادی میں اچانک اضافہ پچھلی صدی میں ہونے لگا ۔اس لحاظ سے آج دنیا کی آبادی تقریبًا 8 سو کروڑ ہے اس میں مسلمان 2 سو کروڑ ہیں یعنی کل آبادی کا 25% فیصد۔اس لحاظ سے

امت محمد آٹھ سو کروڑ ہوئی اور مسلمان دوسو کروڑ اس لحاظ سے تمام انبیا مرسلین کی اُمتیں آدمؑ سے حضورؐ تک 20 کروڑ یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا مرسلین کی کل اُمتیں تقریبًا بیس کروڑ اور حضورﷺ کی اُمت آٹھ سو کروڑ ان میں مسلمان دوسو کروڑ۔ اور اس طرح صرف واحد حضورﷺ کی اُمت ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا مرسلین کے مقابلہ پچاس گنا سے زیادہ۔

یہ ہماری عقیدت مندی یا خوش عقیدگی نہیں ہے کہ آپﷺ کے تابع خلیفۃ اللہ مہدی موعود علیہ السلام کے متعلق مصدقوں نے اور مخالفین نے بھی ایسا کوئی معاملہ نہیں بیان کیا کہ جس سے اللہ تعالی کی ناراضگی یا خلاف شرع بات آپؑ سے صادر ہوئی ہو۔ آپؑ کی تمام زندگی اس کی گواہ ہے حالانکہ کئی اولیائے کبار نے حالت وجد وسکر میں کئی ایسے الفاظ اور کلمات کہہ دئے جس کی شریعت میں مناہی ہے' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے عالم جذب میں کہا کہ''میرا قدم تمام روئے زمین کے اولیاء کی گردن پر ہے'' اور کہا کہ''سبحانی ما اعظم شانی''اور حضرت منصور حلاجؒ نے''اناالحق'' کا نعرہ لگایا۔ ایسے بہت سے واقعات ہیں مگر! مہدی موعود آخرالزماں نے اس طرح کے کلمات نہیں کہے بلکہ آپؑ کے ایک صحابیؓ نے قم باذن اللہ کہہ کر مردہ زندہ کردیا تو آپؑ ناراض ہوئے اور اپنی مصدقوں میں کرامت کے صادر نہ ہونے کی اللہ تعالی سے دعا کی جو قبول ہوگئی۔

حضرت ابراہیمؑ پیغمبر تھے جن پر صحیفے نازل ہوئے ان کے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ نبی تھے ابراہیمؑ کے بھتیجے حضرت لوطؑ نبی تھے۔ حضرت موسیٰ پیغمبر تھے جن پر توریت نازل ہوئی ان کے بھائی ہارون نبی تھے ان کے خسر حضرت شعیبؑ نبی تھے حضرت خضرؑ نبی تھے اور حضرت خضرؑ کی ملاقات کے سفر میں نوجوان ساتھی یوشع بن نون نبی تھے حضرت داؤدؑ پیغمبر تھے ان پر زبور نازل ہوئی تھی اور ان کے فرزند حضرت سلیمان نبی تھے اور حضرت عیسیٰؑ پیغمبر تھے ان پر انجیل نازل ہوئی انکے چچازاد حضرت ذکریاؑ نبی تھے۔ مگر حضور خاتم الانبیاﷺ پیغمبر نبی رسول تھے' آپؐ کی حیات میں کسی کو نبی رسول نہیں کہا گیا۔ مگر اللہ کے رسولﷺ نے نوصدیوں بعد ایک اللہ کے خلیفہ کے آنے کا وعدہ کیا قرآن نے انہیں''تابع'' رسول کہا اللہ کے رسولؐ نے ان سے اپنی قرابت اس طرح بتائی کہ وہ عترت فاطمہ میں ہونگے اور ان کے ماں باپ کا نام حضورؐ کے ماں باپ کے ہمنام ہوگا اور یہی نہیں بلکہ ان کا نام بھی''محمد'' ہوگا یہ ایسی خصوصیت ہے کہ اگلے کسی نبی رسول پیغمبر کی اولادوں میں نہیں پائی جاتی یعنی محمد مہدی آخرالزماں کا نام محمدﷺ کے نام پر ہونا۔ اس کے باجود جب مہدی موعودؑ حج پر جاتے ہیں تو اللہ کے رسولﷺ حکم دیتے ہیں کہ مکہ سے واپس ہند جاؤ وہاں ضرورت ہے مدینہ آپؑ نہیں گئے۔ یہ محمد الرسول اللہﷺ کا امتیاز ہے کہ متبوعؐ اور تابعؑ ایک جا نہیں جمع ہوئے' یعنی مہدی موعود تابع رسولﷺ ہیں اور اصلاح اُمت کے مقام پر ہمسر رسول تو ہیں لیکن! جو تقدس احترام محمد الرسول اللہﷺ کا ہے وہ بلند ہے جن سے مہدی موعود آخرالزماں کو فیض ولایت مقیدہ مخصوصہ حاصل ہونا ہے جو کہیں سے بھی پہنچایا جاسکتا ہے وہ بلا واسطہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس طرح مہدی موعود تک اللہ کے احکام بلا واسطہ پہنچے تھے۔ اللہ تعالی کے نظام قدرت میں کئی ایسی مطابقت ہیں جو اظہر المن الشمس ہیں جیسے اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے فرشتوں سے کہا جب کہ''اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے بیشک میں انسان کو بنانے والا ہوں ایک کھنکھناتے

ہوئے سیاہ سڑے گارے سے، پھر جب میں اسے درست کرلوں (مکمل) اوراس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے لے سجدہ میں گر پڑو۔ (سورہ حجر ۲۹) اور زمین پر بندوں کو کہا کہ کعبہ کو سجدہ کریں جو کہ **اندر سے خالی** ہے۔فرشتوں سے آدمؑ میں اپنی روح پھونکنے کے بعد سجدہ کرانا معنی خیز ہے۔حضرت موسیٰ کو طور پر بلایا تو ایک شجر سے روشنی پھوٹ رہی تھی اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ کو اُسی روشنی کو سجدہ کرنے کو کہا۔تمام تاریخ اسلام میں ایک روایت نہیں بتاتی کہ کسی نبی رسول نے دوسرے کسی نبی رسول یا خلیفۃ کی زیارت کی ہو حالانکہ معراج میں حضورﷺ نے کئی انبیاء کو قبروں میں نماز پڑھتے دیکھا۔کیا آپﷺ کو اللہ تعالی نے نہیں بتایا ہوگا کہ کونسے نبی کہاں مدفن ہیں؟حتی کہ مکہ مکرمہ جہاں آپﷺ پیدا ہوئے وہاں پر آپؐ کے جد امجد اور مادر محترم حضرت اسماعیلؑ اور حاجرہ مدفن ہیں مگر کبھی بھی حضورﷺ نے اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی ان کی زیارت کے جانے کی روایت ہے جبکہ جنت البقیع میں آپؐ کے زیارت کرنے کی روایتیں ہیں۔آپﷺ نے کبھی حضرت اسماعیلؑ اور بی بی حاجرہ کے مدفن کی نشاندہی بھی نہیں کی جبکہ بی بی حاجرہ کے طریق پر آپﷺ کو صفاء و مروا کی سعی کرنے کا حکم دیا گیا۔یہی وجہ ہے کہ مہدی موعود علیہ السلام مدینہ منورہ سے واپس بھیجے گئے یہ بھی آپؑ کے مہدی حق ہونے پر دلالت کرتا ہے کہ سنت انبیاء کی پیروی آپ سے ہوئی اور اللہ کے رسولﷺ کی تکریم اور مہدی موعود خلیفۃ اللہ کی توقیر دونوں کا لحاظ رکھا گیا ہے اللہ کے رسولﷺ کو عرش پر بلا کر دیدار کرایا اور آپؐ کے تابع کو زمین پر دیدار کرایا یہ مراتب کا فرق ہے اور حج کے ارکان میں احرام، طواف، قیام مزدلفہ، عرفات، رمی جمرات قربانی ہیں، **نماز حج جیسا کوئی رکن اور مدینہ منورہ کی زیارت حج کے ارکان نہیں ہیں**۔ظہر کی چار رکعت کو جمعہ کی فرض دو رکعت میں بدل دیا تو کیوں حج میں نماز کی گنجائش نہیں ہے؟ نماز روحانی عبادت ہے ارکان حج بدنی اعمال اور عبادت ہیں۔مہدی موعود کو مدینہ نہیں بلایا گیا اور معراج میں حضرت عیسی علیہ السلام سے شرف ملاقات نہیں کروائی اور اسلامی روایات کے مطابق حضرت خضر علیہا السلام حیات ہیں لیکن کوئی روایت ایسی نہیں ہے جو بتائے کہ حضرت خضرؑ نے حضورﷺ سے ملاقات کی ہو یہی بات جنات کے قبول اسلام کی ہے کئی روایتیں ہیں کہ حضورﷺ کے دست حق پرست پر دین السلام قبول کیا لیکن بالمشافہ صحابہؓ کی موجودگی میں نہیں حتی کہ ایک بار ایک صحابیؓ کو ایک رات جنگل میں حصار باندھ کر گے کہ جنات انہیں نقصان نہ پہنچادیں واپس آکر جنوں سے ملاقات کا ذکر کیا۔جس طرح حضرت عیسی مجسم آسمانوں پر ہیں اسی طرح مہدیؑ زمین پر مجسم تھے یہ مقامات اور انبیاء کے علاقہ مخصوص ہیں حضورﷺ کو نبوت اور ولایت دونوں حاصل تھی مہدی کو ولایت محمدیہ مخصوصہ مقیدہ حاصل تھی اس طرح ولایت کے مقام پر مہدی موعود مقید تھے حضور محمد مصطفیﷺ شریعت اور طریقت کے۔اور معراج کے دن بھی تمام سابق انبیاء کی ارواح مدینہ میں یا مکہ نہیں آئیں بلکہ حضورﷺ نے خود بیت المقدس جا کر ان کی امامت کی ہے۔حضرت آدمؑ ہند سے مکہ میں جا کر اللہ کے حکم سے کعبہ تعمیر کرتے اور حجر اسود نصب کرتے ہیں اس کے بعد روایتوں میں ہے کہ آپؑ نے چالیس حج کے حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ حضرت شعیب حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰؑ کے مکہ مکرمہ آنے کے کچھ شواہد ہیں اور مکہ میں مشرکین کے جو بت تھے ان میں ہبل اور نائلہ حضرت نوحؑ کے زمانے کے اصحاب کے مجسمے تھے جو شیطان کے

بہکانے پر پرستش کئے جانے لگے تھے بعد از طوفان حضرت نوحؑ ہند سے جب ارض شام یا فلسطین آئے تو انہوں نے بھی کعبہ کی زیارت کی ہوگی ورنہ نوحؑ کے زمانے کے نیک لوگوں کے مجسموں کا مکہ میں ہونا کیا معنی؟۔ایسی کچھ حقیقتیں ہیں جن کے شواہد نہیں ملتے اس لئے مہدی کے اس فرمان پر یقین ہونا چاہیے کہ **دانستا ایمان گفتا کفر** ''ان باتوں کا جاننا ایمان ہے ان پر گفتگو کرنا کفر ہے''۔

حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ ایک معروف ولی ہیں جب وہ حج پر گئے تو حضورﷺ حاکم مکہ کے خواب میں آئے اور کہا کہ جامیؒ کو مدینہ آنے نہ دیا جائے۔حاکم مکہ نے حضورﷺ کے حکم کے مطابق حضرت جامیؒ کو مکہ جانے نہیں دیا پھر بھی وہ چھپتے چھپاتے جانے کی کوشش کرتے رہے آخر حاکم مکہ نے انہیں قید خانے میں ڈالدیا تو حضورﷺ اس کے خواب میں آئے اور کہا میں نے اس لئے جامی کو آنے سے روکا ہے کہ اُس نے میری منقبت میں ایسے اشعار لکھے ہیں کہ مجھے اس سے ملاقات کے لئے اپنے روضے سے باہر آنا پڑیگا لہذٰتم قید سے آزاد کردو۔حضورﷺ کے بلمشافہ ملاقات کے کئی واقعات بزرگوں ولیوں عالموں سے منقول ہیں اور روایتوں میں ہے کہ حضورﷺ سے خواب میں ملاقات کرنے کے مصداق ہے یعنی روبرو ملاقات کرنا ہے۔مہدیٔ موعودؑ تو خلیفۃ اللہ تو ہیں ہی آپ کی عترت میں ہیں کیا ایسے کسی واقعہ کے ظہور سے لوگوں میں اضطراب نہ پھیل جائے حضورﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہی واپس ہند جانے کی تاکید کی ہو؟۔ایک واقعہ کتابوں میں ہے کہ دو یہودی مسلمانوں کے بھیس میں مدینہ میں آکر رہنے لگے' کچھ دنوں بعد حضورﷺ نے حاکم مدینہ کو خواب میں بتایا کہ یہ دو لوگ میرے روضے کے قریب مجھے اذیت دے رہے ہیں' حاکم مدینہ نے تمام اہل مدینہ کی دعوت کی سبھی آئے حاکم مدینے نے پوچھا کوئی رہ تو نہیں گیا لوگوں نے کہا دو عبادت گزار جنگل میں رہتے ہیں وہ نہیں آئے حاکم نے انہیں بلا بھیجا تو دیکھا وہ وہی ہیں جن کے متعلق حضورﷺ نے بتایا تھا۔جب تفتیش کی گئی تو پتہ چلا کہ مسلمانوں کو رسوا کرنے کے لئے یہ دونوں حضورؐ کے روضہ تک ایک سرنگ بنا چکے تھے تاکہ آپؐ کے جسم اطہر کو اُٹھالے جائیں بعد میں انہیں سزاء دی گئی۔لہٰذا جو اللہ کے نبیؐ دوسرے لوگوں کو احکام دیتے اور وقعات سے مطلع کرتے ہیں کیا وہ خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ کو حکم نہیں دئے ہونگے؟۔

جب مہدی موعودؑ حج کو گئے تو بندگی میاں شاہ نظامؓ سے پوچھا کہ میاں نظام پہلے بھی حج پر آئے تھے اور آج حج پر آئے ہو کیا فرق محسوس کرتے ہو میاں شاہ نظامؓ نے کہا کہ میراں جی پہلے حج پر آیا تھا تو دیکھا لوگ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور آج دیکھا کہ کعبہ میراں جی کا طواف کرتا ہے۔اس سلسلے میں حضورﷺ کی ایک حدیث مبارک ہے کہ ''حضورﷺ نے غلاف کعبہ تھاما اور کہا اے کعبہ مجھے تو بہت پیارا ہے۔مگر مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے **مردمومن کی عزت اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے**''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک ''مومن'' کی عزت اللہ کے حضور کعبہ سے زیادہ ہے تو مہدی موعود آخرالزماں تابع محمدﷺ تو اللہ کے خلیفہ ہیں۔تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ چودہ 14 برس سفر کرتے اور ہر قدم پر

دو رکعت نماز اداء کرتے ہوئے حج پر گئے تو دیکھا کعبہ غایب ہے موجود نہیں کشف سے معلوم ہوا کہ کعبہ اللہ کی خاص بندہ حضرت رابعہ بصریؒ کے استقبال کے لے گیا ہے۔ ایسے معاملات علم غیب پر یقین رکھنے والے مومنوں کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں۔ جنہیں معرفت الٰہی کے احوال پر یقین نہ ہوا نہیں ایسے معاملات سمجھ میں نہیں آتے وہ ظاہری احوال پر ہی یقین کرتے ہیں علم غیب ان کی سمجھ سے بالاتر ہے ایسے ہی معاملات کو قرآن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضرؑ کے واقعہ میں بیان کیا ہے۔

ہم محمد مصطفیٰ بن عبداللہ بن عبدالمطلب عربی کو نبی رسول اللہ پیغمبر آخرالزماں خاتم الانبیاء ﷺ کیوں مانتے ہیں؟ کیوں کہ اللہ تعالی نے نہ صرف انہیں یہ خطابات واعزازات دے ہیں بلکہ تخلیق انسانیت کی ہدایت رہبری تبلیغ کا کام انہیں سونپا تھا۔ نزول قرآن سے پہلے نفس محمدؐ ایک عام عربی انسان تھے جب نزول قرآن ہوا تو اللہ کے بندوں کو حقیقت معلوم ہوئی کہ یہ ذات محمد ﷺ کتنی عظیم المرتبت ہے اور قرآن مجید کے ذریعہ یہ معلوم کرایا خالق کل رب العالمین اللہ تعالی نے اپنے کلام و بیان سے۔ تو معلوم ہوا کسی کی کتنی عظمت و بزرگی ہے وہ اللہ ہمیں بتاتا ہے اپنی کتابوں صحیفوں اور فرشتوں کے ذریعہ اس طرح قرآن سنت رسولؐ اور شریعت (انسانیت کے لئے خدائی قانون) کا سرچشمہ حیات ہے اسی سے ہمیں بھلائی برائی مقام انبیا و مرسلین کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ نزول قرآن یا آمد وحی سے پہلے محمدؐ کو بھی معلوم نہیں تھا کہ اُن کا مقام و مرتبہ کتنا بلند ہے وہ تو اُمی تھے ان باتوں کے طریقے اور علم سے ناواقف تھے اس طرح قرآن فیضان علم و حکمت ہے۔ جس میں اللہ تعالی نے اپنی حبیب ﷺ کے ذریعہ ہمیں نماز روزہ زکواۃ اور حج کرنے کا حکم دیا کہ عبادتیں اللہ کے لئے کی جائیں اُسے راضی کرنے اور یہ اُس کی اطاعت کا طریقہ ہے۔ جس طرح ہمیں قرآن سے تقویٰ توکل حب دنیا ذکر اللہ کی حقیقت قرآن سے معلوم ہوئی اسی طرح سب سے پہلے محمدؐ کو ان باتوں سے آگاہ کیا گیا اور ہمیں عمل کرنے کی ہدایت دی۔ نبی ﷺ پر درود بھیجنے ہمیں نہیں آسکتا تھا یہ بات ہمیں قرآن نے سکھائی کہ آپؐ کا تقدس و احترام کیسے کیا جائے کہ نہ صرف اللہ اور اس کے فرشتے ان کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ حتی کہ رسول اللہ ﷺ کا خاتم الانبیا ہونا، جنت جہنم کا وجود ان کے حالات ان کی ضرورت ملائکہ ابلیس نفس انسانی جن شیطان کا ذکر قرآن کیا مگر اس کی تفصیل اللہ کے رسولؐ سے معلوم ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کے محمد ﷺ خدا اور بندے کے درمیان واسطہ ذریعہ ہدایت ہیں اور دوسرے انبیا کا ذکر بھی ہمیں قرآن سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ اگر ملائکہ اور فرشتوں کے ذریعہ انسان کو پیغام ہدایت یا احکام دئے جاتے تو انسان گھبرا جاتا خوف زدہ ہو جاتا کیونکہ ملائکہ اور فرشتوں کی پیدائش بناوٹ طبیعت اور فطرت انسانوں کی سے بالکل مختلف اور جدا ہے۔ دوسری مخلوق کی آمد گزشت کی ہیبت و گھبراہت اور خوف میں انہیں کی پرستش شروع کر دیتا لہٰذا خالق اور مخلوق کی تفریق بتانے کے لئے اللہ نے انسانوں ہی میں نبی رسول پیغمبر اور اللہ کے خلیفہ بھیجے۔ اور پیغمبر آخرالزماں کے بعد اللہ نے اپنے کلام کے بیان کے لئے ایک خلفۃ اللہ کے بھیجے جانے کا وعدہ اپنے حبیب ﷺ سے کرایا۔ بیان قرآن کے یہ معنیٰ نہیں کہ تمام اُمت کو قرآن کے احکام اور معرفت کو ازبر یا حفظ کرایا جائے بلکہ قرآن مجید کے احکام کو سمجھنے کے لئے جو طریقے تعلیم کی ضرورت تھی انہیں بتا دیا گیا تقویٰ توکل صحبت صادقین ترک حب دنیا

ہجرت ظاہری و باطنی ذکر دوام کے ذریعہ اللہ کی طلب کرنا۔ یہ تمام باتیں قرآن میں اور سنت رسول میں وضاحت سے بتائی گئیں ہیں لیکن ہر شخص ان باتوں کو جاننے کی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا یا کلام اللہ کا علم حاصل نہیں کرتا جس کی وجہ سے وہ عالموں صوفیوں کے تابع ہو جاتا ہے جس کا فایدہ جھوٹے عالم اور صوفی امام پیر مرشد اُٹھا کر انسانیت کا استحصال کرتے ہیں۔ لہذا مہدی موعود کے ذریعہ تمام قرآن کا نچوڑ عام انسانوں کو دیا گیا کہ اتنا کر لو یہ تمام قرآن کا علم کا ماخذ ہے کامیاب ہو جاؤ گے۔ یہی ہدایت اور تعلیم کے لئے تابع رسول مہدی موعودؑ کی بعثت ہوئی ہے۔ رسولؐ کے پیش گوئی کے مطابق نویں 9صدی ہجری میں اور رسولؐ نے کہا کہ مہدی موعود دین کو زندہ کریگا' یعنی از سر نو تازہ کریں گے اس کے تعلیم اور طریقے بتائیں کے اللہ کی قربت و معرفت کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے بغیر ضخیم کتابوں کے مطالع کے۔ اور مہدئ موعودؑ نے فرمایا "با عمل مقبول بے عمل مردود" یہی خصوصیت مہدی کی ہے۔ علم حاصل کر کے خدا کے پانے کے بجائے یہ اعمال کر کے خدا کے قریب ہو جاؤ۔ کہا جاسکتا ہے عالموں اور صوفیوں نے بھی ایسا کیا ہے اس میں فرق کیا ہے؟ فرق یہ ہے کہ عالموں صوفیوں نے اپنے خیال اپنے طریقے اپنی سہولتاپنے نظریات وعقاید کے مطابق بتایا ہے جبکہ مہدئ موعود بحیثیت خلیفۃ اللہ' اللہ کے حکم سے انہیں دوبارہ اللہ کی مراد اور مرضی کے مطابق بتایا ہے۔ اس خصوصی مقام اور مرتبہ کی شہادت دینے احساس دلانے کے لئے کہ وہ اللہ کے خلیفہ ہیں قرآن سے اپنا دعوی ثابت کیا تا کہ کسی قسم کا تردد اور شک وشبہ باقی نہ رہے۔ یہی دراصل مہدی کا دوبارہ دین کو زندہ کرنا ہے جس کا وعدہ شافی محشرﷺ نے کیا ہے۔ یہی مہدی کی بعثت کی ضرورت ہے کہ اسلام کی دنیا میں کی قیامت اور حشر سے پہلے تجدید revival ہو۔ جس طرح متبوعﷺ کو نزول وحی سے پہلے اس مقام اور اس ہدایت کی ذمہ داری کا اندازہ نہیں تھا' اسی طرح مہدئ موعود کو جذبہ حق سے پہلے اس ہدایت اور ذمہ داری کا اندازہ نہیں تھا۔ جیسے ہی جذبہ حق سے فارغ ہوئے ہدایت کے کام کے لئے اصلاح و تبلیغ کے لئے ہجرت پر نکل پڑے۔ جب تک پوری طرح اس ذمہ داری کی ادا یگی کو پورا کرنے کا احساس نہیں ہوا تیرہ برس تک ہجرت میں رہے آخر کار مکہ مکرمہ میں اللہ کی بارگاہ میں اپنے دعوی مہدی موعودؑ ہونے کا اعلان کیا۔ اس کے بعد ہی آپ علیہ السلام نے منتہائے عروج بندگی کی کوشش طلب دیدار کی دعوت عام کی۔

رسول اللہﷺ کو تبلیغ واصلاح کے لئے کس طرح تیار کیا گیا اس کا اندازہ سورۃ مزمل میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ سورۃ نزول قرآن کی 3 تیسری سورہ ہے یعنی بالکل ابتدائے وحی کی اس میں اللہ کا کلام دیکھیں اپنے رسولؐ سے "اے کپڑوں میں لپیٹنے والے (محمدؐ) رات میں قیام کریں مگر تھوڑا سا" (یہ اللہ کی عبادت کا ابتدائی دور کا حکم ہے۔ قیام کرنا خدا کی یاد میں کھڑے ہونا ہے) آیت 1۔ اب اس کے بعد آیت 5۔ "بے شک ہم عنقریب ڈالیں گے آپؐ پر ایک بھاری کلام"۔ یہاں حضورﷺ کو بتادیا گیا کہ ایک عظیم کتاب (اور ذمہ داری) آپؐ کو دی جانے والی ہے اسی کے ساتھ (پریشانیاں بھی آپؐ کی منتظر ہیں)۔ یہ سورۃ اعلانیہ تبلیغ کے حکم سے پہلے کی ہے۔ کیونکہ اہل مکہ میں چہ میگویاں ہونے لگی تھیں کہ محمدؐ کچھ مختلف کام کرنے والے ہیں کیونکہ پہلے بھی وہ اہل قریش کی بت پرستی سے ناخوش اور کنارہ کش تھے' لہٰذا قریش نے حضورؐ کو مجنون کاہن جادوگر ساحر لوگوں میں اختلاف ڈالنے والا

کہنا شروع کر دیا تھا مگر محمدؐ کیا کرنے والے کیا کہنے والے ہیں اس بات کا انہیں تھوڑا اندازہ ہونے لگا تھا' کہ آپؐ آہستہ آہستہ خاموشی سے قرآن کی آیات احکام سنانے اور بت پرستی سے منع کرنے لگے تھے۔اس دوران ایک برس تک حضورؐ اور آپؐ کے چند ساتھی الگ تھلگ عبادت کرتے اور تنہا رہنے لگے تھے'اور حضورؐ قریش کی مخالفت کا سوچ کر چادر اوڑھ لی تو اس کے بعد حضرت جبرئیل نے وہ پیغام دیا جو تہلکہ پیدا کرنے والا انقلاب لانے والا تھا۔''اے چادر لپیٹنے والے اُٹھئے'اور (لوگوں کو) ڈرائے'اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے'اپنے لباس کو پاک رکھئے'اور بتوں سے (حسب سابق) دور رہئے۔ پہلا کھلا اور عام تبلیغ دین کا اعلان نبوت کے تیسرے 3 برس کیا گیا۔یعنی آپؐ تین برس تک خاموشی سے چپکے چپکے تبلیغ کرتے رہے۔سورۃ المدثر کے نازل ہونے کے بعد اعلانیہ تبلیغ کرنا شروع کیا۔اب اس تناظر میں مہدی موعودؑ کا 13 تیرہ برس تک اپنے مہدی ہونے کے دعویٰ کو ہضم کرنا' باوجود آپؑ کا مہدی موعود ہونا یا اس کے آثار کا پایا جانا اہل اللہ میں اور عوام میں مشہور ہو چکا تھا اور یہی مکہ مکرمہ میں اعلانیہ اعلان کرنے کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔

اہل ہنود کی کتابوں کی شہادتیں

اقوام عالم یا انسانوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ کچھ حقیقتوں کا بغیر تحقیق انکار کرتے ہیں یا اپنی عقل اور علم کو ہی حق کی حقیقت کو جانچنے کا ذریعہ مان لیتے ہیں چاہے وہ اللہ کے نبی رسول یا خلیفۃ اللہ کا اقرار ہی کیوں نہ ہو یہ روش انسان کی روز ازل سے ہے۔حضور ﷺ اور ان کے بعد ان کے تابع مہدی موعودؑ کے انکار میں پوشیدہ اُسی انسانی نفسیات کو جاننے کے لئے یم آئی لیاقت علی کے ایک آرٹیکل کا جائزہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔لیاقت علی نے حضور ﷺ کے متعلق جو اہل ہنود کی کتابوں سے کچھ حقایق کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اطہر وید کے کنٹپہ سکت میں ہے کہ:سنو اے لوگو! نراشنس (تعریف کیا گیا یعنی محمدؐ) جو کوراما (مہاجر' امن پھیلانے والا سلامتی لانے والا یا اسلام لانے والا) (آئے گا)۔اور انہیں ویدوں میں ایک عظیم ''مہاما'' (محمد) کا ذکر ہے ان کی عظمت کے لحاظ سے ''اعداد'' کا ایک عجیب سلسلہ ہے جو ان سے متعلق ہے 100 سونے کے سکےؔ 10 پھولوں کے ہار 300 گھوڑے 10 ہزار گائے۔ان اعداد کے سلسلے کو لیاقت علی نے یوں مرتب کیا ہے۔پھولوں کے ہار یعنی پہلی ہجرت حبشہ میں 10 صحابہؓ تھے + 100 سونے کے سکےؔ + 300 گھوڑے = 313 اصحاب بدر اور 10 ہزار گائے یعنی فتح مکہ کے وقت حضور ﷺ کے ہمراہ دس ہزار صحابہؓ کا ہونا۔اسی طرح بھویشیا پران جو سنسکرت میں پیشن گویوں کی کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ ایک عظیم استاد (رہبر) غیر ملکی زمین پر آئے گا (ملیچا آچاریہ) اور وہ کسی مورا استھل (صحرا) میں زندگی گذارے گا۔اس کا نام ''مہآمد'' ہوگا' اسی وید کے 18 اشعار میں ''مہآمد'' 5 مرتبہ بیان ہوا ہے۔چونکہ ہندومت ہندوستان میں ہے اس لحاظ سے ہندو پنڈت اس پیش گوئی کو ہندوستان سے متعلق سمجھتے ہیں جو کالکی اوتار ہوگا۔ایک ایسے ہی شعر میں ''مہآمد'' کے پیروکاروں کے بارے میں ہے کہ وہ مختون ہونگے (جبکہ اہل ہنود میں ختنہ کا رواج نہیں ہے) اپنے سر کے بال چھوٹے مگر داڑھی رکھیں گے (یہ شعایر مسلمانوں کا ہے) اور بلند

آواز سے صدا (اذان) دیں گے وہ سبزی اور گوشت خور ہو نگے۔ انہیں "مسالے" (مسلم) پکارا جائے گا۔ اس کے علاوہ کالکی پران میں ہے کہ: کالکی سب سے آخر میں آئے گا اور ساری دنیا کی رہنمائی کریگا۔ اور وہ 12 ویں دن پیدا ہوگا اس کے ماں باپ وشنو بھگت (عبداللہ) اور سومتی (امن دینے والی آمنہ) ہونگی۔ اُسے ایک پہاڑ کی اُونچائی (غار حرا) پر حکمت ملے گی انہیں بھگوان کی طرف سے گھوڑا (براق) ملے گا جو بجلی کی رفتار سے تیز گام ہوگا جو دنیا اور آسمانوں کی سیر کرائے گا اور وہ کالکی چاند کے دو ٹکڑے کرے گا۔ اسی طرح لیاقت علی نے گوتم بدھ کے متعلق لکھا ہے کہ موت کے بستر پر بدھ نے کہا: میں ہی ایک بدھا نہیں ہوں مجھ سے پہلے اور بعد بہت آئے اور آخری بدھ مغرب میں پیدا ہوگا وہ ہجرت کریگا وہ کائنات کو روبرو دیکھے گا (معراج میں دیدار) اُس کے آنے تک اُس کی قوم جہالت میں رہے گی اُس کا نام "میتر یا" ہوگا معنی صلہ رحمی شفقت رحم کرنے والا (رحمت اللعالمین) اور پارسیوں کے زرتشتی عویز دہ زند (پرانی فارسی) میں ہے کہ ایک عظیم انسان مغربی صحرا میں پیدا ہونگے ان کا نام "استوتے ریرا" (تعریف کیا ہوا معنی محمدؐ) ہوگا اور وہ "سوشیانت" (رحمت اللعالمین) ہوگا۔ اُن کے وقت میں اہل فارس آگ کی پرستش چھوڑ کر ایسے شیوالہ ےمندر کی طرف چلے جائیں گے جو بتوں سے پاک کیا ہوا ہوگا (کعبہ) آخر میں لیاقت علی نے لکھا کہ اہل ہنود عام لوگوں سے یہ باتیں چھپاتے ہیں بدھ کے بھشوں نے بدھ کے باتوں کی تحقیق نہ کی اور پارسیوں نے حسد و بغض میں اسلام کی مخالفت کی۔ ان حقیقتوں کے تناظر میں ہم دیکھتے ہیں یہود و نصاری حضورﷺ کے تعلق سے بھی ایک وہم کے بھرم میں مبتلاء ہیں۔ اور!!! اہل کتاب کی طرح اہل اسلام مہدی کے تعلق سے ایسے ہی وہم اور بھرم میں مبتلاء ہیں وہ سچائی اور حق کی تحقیق کرنا نہیں چاہتے اور منتظر بیٹھے ہیں۔ **فَهَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاتِيَهُمْ بَغْتَةً , فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا , فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰهُمْ** (سورہ محمد ۱۸) پس کیا یہ لوگ انتظار کر رہے ہیں قیامت کے آجائے ان پر اچانک۔ بے شک اس کی نشانیاں تو آہی گی ہیں (تو جب قیامت ان پر آ گئی) تو اس وقت ان کو سمجھنا نصیب نہ ہوگا۔ یہاں دیکھیں قیامت کی نشانیاں ظاہر ہو چکیں ابھی انتظار ہوا جا رہا ہے دنیا میں حکومت کرنے کا ساری دنیا پر قبضہ کرنے کا۔

یہ کیسا نشہ ہے میں کس عجب خمار میں ہوں   تو آکے جا بھی چکا ہے میں انتظار میں ہوں   منیر نیازیؔ

حالانکہ قوم بنی اسرائیل کو بھی آسمانی احکام کتابی شکل میں دیئے گئے جیسے توریت انجیل زبور لیکن انہوں نے ان میں اپنے عقاید فاصدہ کے اقوال واحوال داخل کر کے ان کے تقدس واحترام کو پامال کر دیا اب ان میں کونسا حکم کلمہ یا آیت آسمانی ہے یا انسانی دخل ہے اُس کا قطعی فیصلہ دنیا کے تمام عقلمند نہیں کر سکتے اس لے وہ شک وشبہ کے گھیرے میں ہیں۔ لیکن !! آج یہودی وعیسائی جنہیں آسمانی کتابیں مانتے ہیں ان میں کچھ لوگ چھیاسٹھ کچھ ستر کچھ ان سے زیادہ کچھ ان سے کم کو کتابوں کو ان کا حصہ سمجھتے ہیں باقی رد کر دیتے ہیں ان میں معروف جینیسس Genesis ، ایکسوڈس Exodus ڈیوٹرونومی Dueteronomy سالم Psalams نمبرس Numbers لیوٹکس Leviticus و دیگر ہیں ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابیں کچھ

مخصوص قوم اور قطعہ کے لئے ہی دی گئیں تھیں ان کا دایرہ اختیار محدود ہے مگر قرآن کے احکام اور خطاب بین القوامی و بین البراعظمی ہے۔اس کی چند مثالیں ہم یہاں دیتے ہیں۔

''یہ احکام ہیں خداوند کی طرف سے موسیٰ کو بنی اسرائیل کے لئے کوہ سینا پر''(لیویٹکس 27:34)

''اور خداوند نے موسیٰ سے کلام کیا' اے بنی اسرائیل''

'' کہدو بنی اسرائیل سے یہ سبت (ہفتے کا دن)ایک عہد ہے نسلوں کے لے (بنی اسرائیل کی.....(خروج 13)

''کہدو بنی اسرائیل سے جب وہ کوئی نذر اپنے خداوند کی گزارتا ہے..........(لیوٹکس 2)

یہ ہم نے دوتین مثالیں دی ہیں اسطرح سارے عہدنامہ قدیم اور جدید میں خطاب کا رخ صرف بنی اسرائیل سے ہے'اور لگتا ہے خداوند بار بار بنی اسرائیل سے گزارشیں کررہا ہے منا رہا ہے انہیں سمجھانے کی کوشش کررہا ہے منت سماجت کررہا ہے۔جبکہ قرآن کا خطاب سارے انسانوں سے حاکمانہ اور دبدبہ وجلال کا ہے جیسے ایک بندے کو ایک آقا یا مالک خطاب کررہا ہو۔تیس 30 سے زیادہ مرتبہ''اے انسانوں''۔''اے اولاد آدم''۔''اے لوگو'' سے خطاب بتاتا ہے کہ یہ تمام انسانوں اور آدمیت سے خطاب ہے کسی ایک قوم گروہ یا نسل سے نہیں یا اے اہل عرب اہل شام جیسے خطابات نہیں ہیں۔اور قرآن کا خطاب اپنے رسول محمد ﷺ سے انبیاء مرسلین سے'تمام قوموں سے ملکوں سے کافر و مشرک سے ایمان والوں سے حتیٰ کے جنوں سے خطاب ہوا ہے۔یہ واضح خطاب قرآن کے عالمی حکم نامہ ہونے کا ثبوت ہیں۔اور قرآن میں اللہ تعالی کے رب خالق مالک الملک ہونے کی آیات سے مزین ہیں یہ باتیں دوسری کتابوں میں بالکل نہیں ہیں۔مثلاً''برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے''(فرقان ٦١)۔اور ہم نے آسمان کو ایک چھت بنایا''۔(انبیاء ٢١)''وہ آسمان کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے''(حج ٢٢)''ہم نے آسمانوں کو چراغوں سے زینت دی''(حم سجدہ ١٢)۔اس طرح اللہ کے خالق عالم ہونے کے بیانات اُن کتابوں میں نہیں ہیں۔ساری کتابیں قوم بنی اسرائیل کی تعریف توصیف سے بھری پڑی ہیں گویا کہ دیگر اقوام عالم انسان یا اولاد آدم ہیں ہی نہیں سوائے بنی اسرائیل کے یہی نظریہ اہل ہنود کے مانوسمرتی کے اُصولوں کا ہے کہ صرف برہمن ہی بھگوان کے بچے ہیں دوسرے انسان ان کی غلامی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ ان میں انسانی دخل اندازی ہوئی ہے۔یہی باتیں یہود و نصاریٰ کو مغرور متکبر ضدی بنانے کا سبب بنی ہیں۔قرآن کالے گورے ادنی اعلیٰ مرد عورت میں کسی تمیز او نچ نیچ کے بیانات سے پاک صاف ہے۔

محمد ﷺ کے اُمی ہونے اور قرآن ان پر نازل کئے جانے پر لوگوں کو حیرت ہے'مگر آج ہمارے سامنے بل گیٹ ہے جو ایک کالج ڈراپ آوٹ تھا اس نے ونڈو سافٹ ویر بنا دیا جو دنیا میں کروڑوں لوگوں کی سہولت اور آسانی کا سبب بن گیا 'مارک زوکر برگ نے فیس بک بنائی جس سے ذریع ابلاغ میں انقلاب آگیا اور یہ شخص کالج ڈراپ آوٹ تھا'ہیولیٹ پیکارڈ کے بانی 'بل ہیولیٹ اور ڈیوڈ پیکارڈ نے بھی ڈراپ آوٹ تھے۔معنی ان نامکمل علم رکھنے والوں کی ایجادات پر لوگوں کا اعتراض نہیں ہے

مگر رسول عربی ﷺ کے اُمی ہونے اور قرآن ان پر نازل ہونے پر اعتراض ہے۔

بعثت مہدی موعودؑ آخرالزماں کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہمیں بنی اسرائیل کے ذہنی فطرت کو سمجھنا ضروری ہے۔ بنی اسرائیل میں حضور نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء کے متعلق مشہور تھا کہ آخری نبی آئیں گے۔ جب پیغمبر آخرالزماں کی بعثت ہوئی تو انہوں نے صرف اس بنیاد پر انکار کیا کہ وہ آل اسحاقؑ سے نہیں ہیں۔ یہی مسلہ مسلمانوں کا بھی ہے مگر فرق اتنا ہے کہ مہدی آخرالزماں کا نزول مدینہ میں ہی ہونا چاہے مطلب یہ کہ مدینۃ الرسول عرب میں ہے سو کسی عربی کو ہی مہدی موعود آخرالزماں ہونا ہوگا۔ اس طرح سارے مسلمانوں نے اس بات کا تہیہ کرلیا ہے۔ وہ اس بات کو ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں کہ مدینہ کے معنی شہر کے ہیں اور وہ شہر عجم میں بھی ہوسکتا ہے۔ یہودیوں کو اس بات پر اعتراض نہیں کہ حضرت ابراہیم بابل ونینوا کے رہنے والے تھے جو شام اعراق وایران کے علاقے میں ہے داوٗدؑ عرض فلسطین سے تھے موسیٰؑ مصر کے رہنے والے تھے مگر محمد ﷺ کا عربی ہونے پر انہیں اعتراض ہے' یہی اعتراض مسلمانوں کا کہ مہدی موعود عجم یا ہندوستان سے ہیں۔ یہ تمام اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ یہ اللہ کا اختیار ہے کہ وہ جس کسی کو جہاں پیدا کرے معبوث کرے۔ دراصل معاملہ مقام اور شخصیت کا نہیں ہے بلکہ اطاعت وفرمانبرداری کا ہے' یہ وہی بات ہے کہ ابلیس کو آگ سے پیدا کیا جو آسمانوں پر آتا جاتا تھا' اور آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا تو کیوں فضیلت دے دیا اور یہی حقارت آدم کا سجدہ کرنے میں مانع ہوگئی اتنا خیال نہیں کیا کہ حکم اللہ رب العزت کا ہے جو ہر مخلوق کا خالق ہے' کسی بھی مخلوق کا اللہ تعالی کے بجائے خود کی بڑائی عزت وتوقیر کا احساس ہی تکبر اور غرور ہے۔ ابوجہل ابواب لہب ودیگر اہل قریش کی حضور ﷺ سے مخالفت کی بڑی وجہ بھی خاندانی ہی تھی۔ اسے ہم بعد کے اُموی وعباسی خلافتوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ مہدی موعود آخرالزماں سید محمد جونپوری کی مخالفت سب سے زیادہ علمائے سُو اور جھوٹے ولیوں نے کی جن کا خاندانی شرافت سے کوئی رشتہ نہ تھا۔ مہدی موعودؑ کی بعثت کو جب دیکھنا ہو تو جغرافیائی لحاظ سے دو حصوں میں دیکھنا ہوگا جونپور سے مکہ مکرمہ کی ہجرت کے دعوے تک دعوی مکہ کے بعد فراہ میں آخری سکونت تک یہ دو الگ حقیقتیں ہیں۔ جیسا کہ دور نبوت مکہ کی کیفیت اور حالت الگ جہاں ایک جہد مسلسل دعوت ایمان کا دور ظلم اور دوسرا مدینہ منورہ میں قیام اسلامی حکومت اسلام ہے جس میں معرکے سرا یہ جنگیں اور صحابہؓ کی تعلیم وتدریس ہے شاہان وقت کو خطوط لکھ رہے ہیں۔ یہ وہی محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جو مکہ مکرمہ میں جب تک اللہ تعالی حکم نہیں آیا سورہ مزمل میں اعلانیہ تبلیغ نہیں کرتے ہیں' راستے میں کانٹے بچھائے جارہے ہیں پتھر مارے جارہے ہیں صحابہؓ کو قتل کیا جارہا ہے اذیتیں دی جارہی ہیں صحابہؓ حبشہ ہجرت کرنے پر مجبور ہیں اور جب مدینے میں قیام حکومت اسلام ہوگئی تو اسلام کی ایک مرکزیت قایم ہوجاتی ہے حبشہ سے صحابہؓ لوٹ آتے ہیں تعلیم قرآن کا دور شروع ہوتا ہے مال غنیمت اور دولت کے انبار لگے ہیں مگر تقوی تو کل بھی برابر جاری ہے۔

کچھ حقیقتوں کو قرآن میں بیان کیا گیا اور کچھ کو احادیث کے ذریعہ بتایا گیا۔ ایسا پہلے کے انبیاء کے صحیفوں میں بھی ہوا ہے۔ مثلاً سنن ابو داوٗد جلد 3/878 میں ہے کہ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے "اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالی اس دن کو

اتنا دراز کریگا کہ اس میں ایک شخص کو مجھ سے یا میرے اہل بیت سے اس طرح مبعوث کرے کہ اس کا نام میرے ہمنام ہوگا اس کے والد کا نام میرے والد کے ہمنام ہوگا' **وہ عدل وانصاف سے زمین کو بھر دیگا جیسا کہ وہ جور وظلم سے بھری ہوگی**''۔ سفیانؓ کی روایت ہے کہ'' **دنیا ختم نہ ہوگی تا نکہ ''عربوں کا مالک' ایک ایسا شخص ہوگا جو میرے اہل بیت سے ہوگا اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔**

اب توراۃ کا بیان دیکھیں Ishaiah 60/7;- All the folks of kedar should be gathered

He Shall come up with acceptance of hashems and He shall gloryfy the house of my glory- یہاں فالکس آف کیدار معنی قیدار کی اولادیں ہیں' حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں قیدار ہیں جن کی اولاد کے سلسلوں میں حضور خاتم الانبیا ﷺ پیدا ہوئے۔ اور گلوریفائی مائی ہاؤس معنی'' کعبہ'' ہے جو حضرت ابراہیم واسمٰعیل نے دنیا میں پہلے عبادت گھر کے طور پر مکہ میں تعمیر کیا تھا۔ اب آگے سنن ابوداؤد کی بیان کردہ حدیث کے مماثل توریت کا بیان دیکھیں۔

باب اشیایہ 7-1 /60 **He** bring a light of Hashem to world this holy prophet will appear in the time of darkness of the world and covering the earth . **He** will apperar in the world to eliminate the darkness and spread the light of the hashems and praise- اس طرح کے بیان یا شر 13/25,25/16 اور 29 chronicle میں بھی ہیں۔

یہاں ہمارے ان بیانوں کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ'' مہدی کا زمین کو عدل وانصاف سے بھرنا جیسے وہ جور وظلم سے بھری ہوگی۔ ایسا ہی بیان توریت کا حضورؐ کے متعلق ہے کہ'' وہ (حضورؐ) تب ظاہر ہونگے جب دنیا میں اندھیرا ہوگا جو دنیا پر چھایا ہوگا' اور وہ (حضورؐ) دنیا کو اندھیرے سے نکالیں گیا ور روشنی پھیلائیں گے۔ معنی **دنیا میں جو کفر شرک وظلمت کا اندھرا ہوگا اسے دور کرنا ہے۔ اور ایمان کی روشنی سے دنیا کو منور کرنا ہے''۔ یہی بات حدیث میں کہی گی ہے کہ میری اہل بیت کا ایک شخص مبعوث ہوگا جو کفر وظلمت کے اندھیرے کو مٹائے گا۔** اور اس حدیث میں ایک بات بڑی غور طلب ہے کہ'**دنیا ختم نہ ہوگی تا نکہ ''عربوں کا مالک' ایک ایسا شخص ہوگا جو میرے اہل بیت سے ہوگا اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔** یہاں صاف ہے کہ وہ شخص اہل بیت سے ہوگا اور '**عربوں کا مالک ہوگا**' یہاں یہ نہیں بیان ہے کہ وہ '' **عربوں سے ہوگا**'' بلکہ اہل بیت سے ہوگا اور عربوں کا مالک ہوگا۔ یعنی اس اہل بیت شخص '' **مہدی موعودؑ**'' کا عربوں سے'نا' ہونا اور عجم سے ہونا بیان ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی آمد سے متعلق توریت باب ڈیوٹرونومی کے باب 33/2 میں رسول ﷺ کے آمد کے متعلق بیان ہے کہ'' خدا سینا سے ظاہر ہوگا سعیر سے چمکے گا فاران پر جلوہ افروز ہوگا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ''۔ فاران مکہ کی پہاڑیوں کو کہتے ہیں جہاں اسمٰعیلؑ سکونت پذیر ہوئے تھے۔ جس طرح حضور ﷺ کے زمانے میں اور بعد میں بھی شرک وکفر دنیا میں باقی رہا بلکہ خود اہل کتاب کفر میں مبتلاء رہے' اسی طرح خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ کے بعد جور وستم اور ظلمت کا باقی رہنا ہے اور اہل قرآن نے بھی اللہ کے رسول ﷺ کے مبشر کی بیعت سے انکار کرنے کو کفر کہا ہے۔

یہاں ہم بتادیں کہ صرف مہدی موعود آخرالزماں کو ہی تابع قرآن یا نزول وحی نہیں کیا گیا بلکہ اس سے پہلے انبیاء بنی اسرائیل کو بھی تابع کتاب ماسبق کیا گیا ہے اس کی مثال زبور ہے جس کے تابع بہت سارے نبی رسول تھے اس کے بعد توریت کے تابع بہت ساری نبی رسول کو کیا گیا ان میں حضرت عیسیٰ بھی ہیں۔اس کی مثال انجیل ہے۔انجیل میں زبور کے نزول کے صحایف کو شامل کیا گیا اس کے بعد توریت کی پانچ کتابوں کو شامل کیا گیا ٗجیسے Deutronomy, Numbers, Levticus, Exodus, Genisis اسی کے ساتھ زبور کے صحایف بھی اس میں شامل ہیں انہیں اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ یہودی توریت کو نزول کی کتاب اور زبور کو احادیث کی کتاب کے بطور استعمال کرتے ہیں رہی بات عیسایوں کی انہوں نے انجیل میں حضرت عیسیٰ کی پیش کی گئی انجیل کونسی ہے بتا نہیں سکتے ان کی انجیل میں انجیل یوحنا، انجیل متی، انجیل مارکس وغیرہ ہیں اس کے بعد تقریبًا ساٹھ ستر کتابیں مختلف ہیں جسے آج انجیل کہا جاتا ہے جنہیں انجیل عیسیٰ نہیں کہا جاتا۔یعنی یہ وہ حقیقی کتابیں نہیں ہیں جنہیں موسیٰؑ اور عیسیٰؑ پر نازل کیا گیا یہ وہ کتابیں ہیں جو مختلف دور میں حواریوں اور پادریوں نے جمع کی ہیں اور اپنے خیالات کے تحت ان کو لکھدیا کاغذ کے دریافت سے پہلے پتھروں کتبوں پر لکھا جاتا تھا ٗ حالانکہ فرعانہ مصر کے زمانے میں درختوں کی چھالوں کو لکھائی کے لئے استعمال کیا جاتا تھا جسے پیپرس Papyrus کہا گیا توریت وزبور بھی کتبوں اور پتھروں پر کندہ تھی اور ہندوؤں کے ویداس اور بدھ مت کی تعلیمات بھی درختوں کی چھالوں پر لکھی گئی ہیں۔قرآن بھی پہلے پتھروں ہڈیوں اور اُونٹ کی کھال پر لکھا گیا۔مگر اس وقت تک چین میں کاغذ کا چلن شروع ہوگیا تھا حضورﷺ کے بعد دو دہوں کے اندر کاغذ دستیاب تھا اور حضرت عثمان کا جمع کردہ قرآن اسی طرح کے کاغذ پر لکھا گیا۔یہ بالکل ایسا ہے کہ قرآن ایک نازل کردہ حکم نامہ ہے جسے آیمہ اربعہ کے بعد میں مفسروں اور مترجموں نے اپنے طریق اور خیالات کے تحت سمجھایا یا ترجمہ کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضورﷺ کے تابع خلیفۃ اللہ مہدی کو مبین کلام اللہ بنا کر بھیجا۔وقت اور حالات بدل جاتے ہیں انسانوں کی فطرت نہیں بدلتی عیسایوں کی طرح آج مسلمانوں کے ہر فرقے کی ایک الگ تفسیر ہے۔اور اب مہدویوں میں بھی دوسروں کی دیکھا دیکھی تفسیر لکھنے کا چلن شروع ہوگیا ہے۔قرآن میں پچیس انبیا کا ذکر ہے ان میں صاحب کتاب کچھ ہی ہیں باقی ایک لاکھ چوبیں ہزار نبی رسول انہیں صحایف آسمانی کے تابع رہے اور مہدیٔ موعودؑ کو بھی قرآن کے تابع رکھا گیا اور اقرار کرایا گیا کہ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ''۔دنیا کے جتنے جھوٹے مدعی مہدی گزرے یہ اقرار نہیں کیا ہے سوائے حقیقی مدعی مہدی موعود میراں سید محمد جونپوری کے اور اس کا باقاعدہ حکم قرآن میں دے دیا گیا کہ ''مَنِ اتَّبَعَنِی میرا تابع یہ واضح پیغام اور حکم ہے۔

کئی غیر مہدویہ کا اعتراض ہے کہ مہدوی ٗمہدی جونپوری کو حضورﷺ پر فوقیت دیتے ہیں ٗ جبکہ ایسا نہیں ہے۔خود میراں سید محمد مہدوی موعودؑ نے کہدیا کہ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ'' تو بات ختم۔البتہ ہم بلا مبالغہ برملا کہہ سکتے ہیں کہ آج کے وہابی دیوبندی اور تبلیغی سلافیہ قرآن کی اہمیت گھٹا کر احادیث کو اہم مانتے ہیں ٗان کی ایک جماعت تو ''اہل حدیث'' سے

مشہور ہے ۔اور یہ جب تب "بڑے اعلی پیا نے پر" درس بخاری" کا اہتمام کرواتے ہیں ۔امام بخاری ایک محدث تھے کوئی نبی رسول یا خلیفۃ اللہ نہیں تھے ایک عالم تھے ان کی حدیث کا ہی درس کا اہتمام کیوں؟ کیا دوسرے محدثین عالم نہیں تھے؟ یا ان کی احادیث غیر اسلامی اور غلط ہیں؟ یہ تو شخصیت پرستی کی اعلی ترین مثال ہے ۔اور طعنہ ہم مہدویوں کو غلط دیا جاتا ہے۔

چینی زبان کی اساطیر' دیو مالا Mythology میں "چی" کا نظریہ پایا جاتا ہے "چی" Chi معنی ایک ایسی طاقت یا روشنی کا سرچشمہ جو ساری کائنات پر حاوی ہے جو ہر جاندار میں ہوتا ہے جو زندگی کو متحرک رکھنے کا سبب ہے اور یہ وہ طاقت ہے جو ہر چیز کی شکل یا نمونہ دنیا میں پیدا کرتی ہے جسے تائی چی یا تاؤ کہا گیا اسی سے چین میں تاؤ کا فلسفہ پھیلا ۔یہ نظریہ "نوڑ اعلی نور" کے جیسا ہے جو زمانہ حالات اور انسانوں کی نقل مکانی سے بدلا ہوا ہے ۔"چی" جو ہر طاقت سے عظیم تر ہونا' اور اس "چی" کی طاقت اور عظمت کے مقابل کئی ایسی طاقتیں اور عفریتیں ہیں جو اس کے امن وامان کو دنیا میں تباہ کرتی رہتی ہیں ۔جب کہ اسلام نے اسے روح کہا جو بوقت تخلیق آدم اللہ تعالی نے پھونکی تھی' اور اللہ تعالی نے اس "روح" کو مخلوقات میں شرف بخشا تھا ۔اور اسلام اس "چی" کو نور اعلی نور کہتا ہے جس کے بیان میں لیس کمثلہ شیء کا بیان ہوا ہے جو معبود اعلی کی موجودگی کا نظریہ ہے اس سے تمام تر تخیلات تصورات ظاہرات تشخص وتجسم کا خاتمہ ہو جاتا ہے ۔جبکہ دنیا کی مشرک قوموں نے اسے ایک تشخص وتجسم بنا کر پیش کر دیا جس سے بت پرستی کا رجحان پیدا ج ہوا ۔اسلام میں "روح" اور "نور" دو الگ کیفیتیں ہیں روح کا دائرہ کار محدود ہے جبکہ "نور کا وسع تر لا محدود ۔اس چی کے علاوہ چین میں "قی" Qi ہے جو بھاپ پانی ان دیکھی طاقت ذرات کی طاقت (نور) یہ تمام باتیں "روح" کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور نفس کی طرف بھی ۔اور "قی" کا ہونا چینی گردش میں بیان کرتے ہیں ۔یہ نظریہ بدھ مت اور جین مت میں بھی پایا جاتا ہے ۔دراصل بدھا اور جین مت ہندؤ مت کی مشرکانہ اور جاہلانہ رسوم کی مخالفت اور منافرت کی پیداوار تھیں مگر بعد میں ان میں بھی بت پرستی آ گئی جن لوگوں نے بت پرستی کی مخالفت کی انہیں کو بعد میں بت بنا دیا لہٰذا آج بدھا اور مہاویر کے بڑے بڑے بت بنے دکھائی دیتے ہیں ۔اسلام اور مسلمانوں میں نفس کا مقام "ناف" بتایا گیا ہے ۔جس طرح "چی" چینی زبان میں مثبت اثرات کا حامل ہے اسی طرح "قی" منفی اثرات پیدا کرتا ہے ۔اسے نور نار' ایمان کفر' پازیٹیو نیگیٹیو' جنت جہنم' سورگ نرک' کے معنوں میں دیکھیں دنیا کی ہر قوم میں ہمیشہ مثبت اور منفی اثرات مد مقابل رہے ہیں ۔آتش پرست اہل ایران کے ہاں بھی ایک رحم کا خدا ہے ایک ظلم کا ان کی مذہبی کتاب زیند اویستا بھی پہلے پتھروں پر کندہ تھی ۔ایسا نہیں کہ مسلمانوں نے خدا کی شراکت کی طرف اپنا رجحان نہیں دکھایا ہو ذولی پرستی امام پرستی' جماعت پرستی فرقہ پرستی نظریہ پرستی وہابیہ نے صحابہؓ اولیاءاور بزرگان دین کی قبروں کو مسمار کیا' لیکن وہ بھی ابن عبدالوہاب کے پرستار ہو گئے اس کے بعد دولت شان وشوکت دنیاوی عظمت کے آج پرستار ہیں کیا یہ خدا کی خدائی میں شرک نہیں؟۔

ہم نے اس کتاب میں جہاں کہیں دوسرے ادیان مذاہب یا طریقوں کے بارے میں لکھا ہے وہ تحقیقی مواد کے طور پر نہیں ہے بلکہ قاری کو یہ بتانا ہے کہ دنیا میں مذاہب اور ادیان کس طرح اپنی شناخت بناتے ہیں اور بعد میں ان میں کیسی بے

قاعد گیاں پیدا ہوتی ہیں ۔ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ مذہبی احکام کی کتابوں میں سب سے **آخری کتاب بھی قرآن ہی** ہے ۔ اب ان کی ترتیب دیکھ لیں حالانکہ ہندو یا اہل ہنود اپنی کتابوں کو پانچ ہزار سالہ پرانی بتاتے ہیں ان کے دعوؤں کا کوئی پختہ ثبوت نہیں ہے سب سے پہلے بھگوت گیتا کو لیتے ہیں جس کے معنی بھگوان کا ترانہ ہے کہ جس میں مہا بھارت کی لڑائیوں کے واقعات ہیں اور اسے لکھے جانے کا زمانہ 2 قبل مسیح بتایا جاتا ہے جس میں جنگوں کے واقعات قصص اور واقعات کی کہانیاں ہیں اسے سادھو ویاس نے لکھا ہے ۔اس میں حضرت موسیٰ کے زمانے کے واقعات کا ذکر ہے اس لحاظ سے یہ حضرت موسیٰ پر نازل تو راۃ کے بعد کا زمانہ ہے ۔ اب راماین کو لیں یہ بھی 4 قبل مسیح لکھی گئی ہے اسے ایک سادھو یا رشی والمیکی نے لکھا تھا اس میں بھی رام ان کے بھائی لکشمن کے واقعات ہیں جو سری لنکا کے ایک بادشاہ راون کے سیتا کو دھوکہ دے کر اُٹھا لے جانے پر بندروں کے بادشاہ ہنومن کی مدد سے سری لنکا پر حملہ کر کے سیتا کو واپس لانے کے جنگی واقعات ہیں اس طرح یہ دونوں کتابیں جنگی واقعات پر مبنی ہیں اس طرح یہ کتابیں دو ڈھائی ہزار سال پرانی ہیں یعنی زبور اور توریت کے بعد لکھی گئیں ۔ آج کے ہندو دعوی کرتے ہیں کہ ان کے مذہبی رسومات ہزاروں سال پرانے ہیں جبکہ ان کی بھگوت گیتا میں فرعون کے زمانے کے واقعات کا ذکر تو ہے لیکن! ان کے واقعات و مناظر سرزمین ہند کے اطراف میں گھومتے ہیں کروک شیتر پانی پت دوارکا سری لنکا ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آریائی قوم نے ہندوستان میں اپنی آمد کے بعد یہاں کہ باشندوں جنہیں ڈراویڈ کہا گیا انہیں مرعوب کرنے کے اور انہیں مطیع و فرمانبردار بنائے رکھنے کے لئے یہ کتابیں لکھی گئیں ۔ البتہ ہندوؤں کے احکام کی کتابیں اتھر وید کہ جس میں دشمنوں سے مقابلے کا طریقہ کے ساتھ کچھ احکام ہیں اس کے بعد رگ وید اس میں قصہ کہانیاں منظوم سنسکرت میں ہیں اس کے بعد سام وید اس میں رسوم و رواج ادا کرنے کے طریقے ہیں اس کے بعد یجر وید اس میں بھی مذہبی رسوم ادا کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں ان تمام ویدوں میں ایک خدا کی عبادت کا حکم ہوا ہے ۔ یہ تمام کتابیں آریاؤں کے ہندوستان میں آنے کے بعد لکھی گئی ہیں اور بعد میں ان میں طبقاتی نظام کو فوقیت دی گی ہے ۔ اس طرح دنیا میں آسمانی مذہبی کتابیں توراۃ زبور انجیل ہیں اور پچھلے زمانوں کے احکام و طریقوں پر اہل ہنود کی کتابیں ہیں اس کے علاوہ جینیوں کی بھی کتاب ہے جسے اگما سوترا کہتے ہیں جس میں جینیوں کے طریقے بتائے گئے ہیں اس کے علاوہ پارسیوں کی کتاب ''زیند اویستا'' ہے ۔ ان کے علاوہ دنیا میں مذہبی کوئی کتاب نہیں ہے بدھ مت کے ماننے والوں کی کتاب ہے اُس میں بدھ اقوال و احول جمع کئے گئے ہیں ۔ کل ملا کر بات یہ ہے کہ **قرآن مجید سب سے آخری مذہبی کتاب ہے اور آسمانی نزول ہونا آج ثابت ہو رہا ہے ۔** اور اسلام کے عقاید کے مطابق آسمانی کتابوں میں یہی آخری شریعت بھی ہے جو آخری نبی رسول محمد ﷺ پر نازل ہوئی ۔ دوسری کتابیں یا تو انسانوں کی اپنی لکھی ہوئی ہیں یا آسمانی ہیں بھی تو ان میں انسانوں نے اپنے عقاید اور خیالات کو داخل کر دیا ہے ۔ زبانوں کو ترجمہ کرنے کا ایک سافٹ ویر بنایا گیا ہے جسے ChatGPT کہتے ہیں جو Artificial Inteligance کے اُصول پر چلتا ہے اس میں سوال کیا گیا کہ وہ قرآن کی جیسی کتاب لکھے کر تو اس سافٹ ویر سے جواب آیا کہ وہ اس کا ترجمہ یا اس جیسا کلام پہچاننے سے معذور ہے یہ انوکھا کلام اور بیان ہے ۔

جوقو میں اپنے مذہب کے قدیم ہونے کے دعوے کرتی ہیں وہ کچھ صحیح ہیں کچھ غلط ہیں' مگر ان کی مذہبی کتابیں قدیم اور حقیقی ہیں جوں کی توں ہیں وہ یہ دعوی نہیں کر سکتے !وہ اس لے کہ دنیا کی کوئی بھی یہ قوم یہ دعوی نہیں کر سکتی کہ ان کی مذہبی کتابیں اتنی ہی قدیم ہیں جتنی اُن کا مذہب ہے ۔اگر وہ یہ دعوی کرتے بھی ہیں تو انہیں یہ بتانا پڑیگا کہ ان کی کتابیں کس شکل میں محفوظ رہی تھیں'قرآن مجید کے کتابی شکل میں یا کاغذی تحریر میں ہونے سے پہلے کوئی بھی مذہبی کتاب کاغذی شکل میں محفوظ نہیں تھی'یہودیت پرانا کتابی مذہب ہے لیکن ان کی کتابیں پتھروں پر لکھی گئیں ایک Dead Sea scrolls بحرمردار کے نوشتے' کو بہت پرانا بتایا جاتا ہے مگر وہ صرف چند صفحات ہیں ایک کتاب نہیں ۔بائبل کا زمانہ اسلام کا قریب تر زمانہ ہے لیکن اس بائبل یا انجیل کا بھی کوئی مکمل نسخہ یا کتاب یا آثار کتابی شکل یا کاغذی شکل میں نہیں ہیں ۔ہندوں کے وید پران گیتا راماین بھی پتوں چھالوں پر لکھی ہوئی ہیں یہی بات بدھ جین مت والوں کی ہے پارسیوں کی کتابیں بھی پتھروں اور مٹی کے ٹھیکروں پر الگ الگ مختلف جگہ کندہ تھی جمع کر کے آج کتاب کی شکل دی گئی ۔مطلب دنیا کا کوئی مذہب اپنی کتاب کی مکمل شکل کو نہیں پیش کر سکتا سوائے اسلام کے'قرآن جیسے نازل ہوتا رہا اسے اُنٹ کی کھال ہڈیوں پتھروں پر لکھ کر محفوظ کر لیا گیا اور پیغمبر اسلام کے پردہ فرمانے کے دس برسوں میں اسے کتابی شکل دے دی گئی جن میں نسخہ عہد عثمانی آج بھی محفوظ ہے ۔اس کے بعد تو اس نسخہ قرآن کی سیکڑوں ہزاروں کا پیاں بنا کر اسلامی سلطنتوں کے طویل وعریض میں بھیج دیا گیا تا کہ قرآن کے مطابق شریعت اسلام کا نفاذ ہو سکے ۔اس طرح کتاب کی شکل میں واحد کتاب قرآن مجید ہے ہی اس دنیا کی اولین کتاب ہے'اس کے بعد ہی دوسرے مذاہب والوں نے اپنی مذہبی کتابیں کاغذ اور کتابی شکل میں بنانی شروع کیں وہ بھی اسلام کے کئی صدیوں بعد اور حضور ﷺ کے کچھ خطوط جو دوسرے ملکوں کے حکمرانوں کو لکھے تھے وہ کاغذی شکل میں آج بھی محفوظ ہیں اسطرح اسلام میں پہلے کاغذ کو کتابی شکل میں بڑے پیانے پر لکھنے محفوظ کرنے کا عام رواج مسلمانوں سے ہوا۔جس طرح اسلام کی بہت ساری باتوں کو بعد میں اپنایا نقل کیا گیا اور آج ان کا اقرار کوئی بھی قوم کرنے کو تیار نہیں'بالکل اسی طرح مہدویوں کے اعمال وطریقوں کو مسلمانوں نے اپنایا مگر مہدویت کی صداقت کا اقرار نہیں کیا۔یہ بات ہم یوں ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ اگر آج سے پانچ سو برس کے پہلے مسلمانوں کے گروہ جماعت فرقوں کا بغور مطالع کریں اور بعثت مہدی کے بعد کی مسلمانوں کی جماعتوں کو دیکھیں یہ سبھی مہدویہ تعلیمات سے متاثر ہوئیں اور ان تعلیمات کو ردوبدل کر کے بگاڑ بگاڑ کر اپنی جماعتیں اور طایفے بنائے مگر انہیں اقرار نہیں ہے کہ وہ مہدویت سے متاثر ہوئے تھے ۔جس طرح کوئی بھی حق کا اقرار نہیں کرتا اور اپنی بات اپنا خیال اپنا نظریہ سبھی مانتا ہے جبکہ وہ دوسروں سے متاثر ہو کر اپنا ایک نظریہ بناتا ہے اسی طرح مسلمانوں کو جماعتیں اور طایفے مہدویت سے متاثر تو ہوئے بہت لیکن اپنی خودنمائی شان اور مقام کے زعم میں تعلیمات مہدی کا اقرار نہیں کیا ۔اور آج وہ مہدویوں پر آوازے کستے نظر آئینگے اور مہدویوں اور مہدویت کو نقصان پہنچانے میں اور اسے پوشیدہ کرنے میں پچھلے سو برس میں خود مہدویہ رہبروں عالموں کا خاندانی برتری میں قوم کے قابل لوگوں کے تئیں متعصبانہ کردار رہا ہے'اور آج بھی یہی رویہ ہے'اور آج انا اور خودپرستی اپنی انتہا پر ہے

دنیا میں کسی بھی نبی رسول پیغمبر یا خلیفۃ اللہ کا مقام و مرتبہ حضور ﷺ کے مقابل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا ذکر کیا ہے جو اللہ کے فرشتے بھی بھیجتے ہیں۔ تاریخ انبیاء میں ایسا کسی کے ساتھ نہیں کیا گیا اس لئے چاہے کوئی نبی رسول پیغمبر یا خلیفۃ اللہ یا صحابہؓ رسولؐ میں کوئی یا مہدی موعود آخر الزماں ہی کیوں نہ ہوں حضور ﷺ کے شان اور مقام سے بڑھا چڑھا کر نہیں بتانا یا بولنا چاہئے۔ یہ حبیب خدا ﷺ کی حق تلفی ہے دین اور ایمان کے باب میں ہر ایک کا ایک رتبہ اور مقام ہے نہ اس سے کم نہ زیادہ مگر رسول خدا ﷺ کا تقدس بے انتہا ہے۔ وہ اس لئے نہیں کہ آپ ﷺ اسلام کے پیغمبر ہیں یا مسلمان ان سے محبت کرتے ہیں۔ بلکہ یہ مقام انہیں اللہ کا دیا ہوا ہے اس کی مثال اگلی نازل کتابوں میں بھی ملتی ہے۔ جیسے اس سے پہلے کہا کہ توریت زبور انجیل میں آپ ﷺ کا ذکر خیر ادب کے ساتھ ہوا ہے اور تو اور اہل ہنود اور پارسیوں کی کتابیں بھی حضور ﷺ کے ادب ولحاظ سے آپ کا ذکر کرتی ہیں اس طرح تمام کتابوں میں محمد ﷺ کی تعریف کا کیا جانا نہ صرف حضور کا ادب بلکہ قرآن مجید کا ادب کا بیان کرنا ہے جو آخری آسمانی کتاب ہے۔ بائبل باب جان 16: 12-14 بے شک یہود و نصاریٰ اللہ کی نزول کردہ کتابوں میں اپنے خیالات اور عقاید داخل کر دئے ہیں باوجود اس کے اس کے کچھ احکام و بیانات کو نہیں بدلا جا سکا۔

New Testament Jhon 16 12-14

I have many things to say unto you,but you cannot bear them now. However it, When "He" the spirit of the truth is come, "He" will guide you unto all the truth,for "He" shall not speak of "Himself", but whatsoever He shall hear.that shall "He"speak and "He" will sshow you thngs to come. "He" shall glorify me ,for "He" shall recive of mine ,and shall show it unto you.

بہت سارے اُمور (احوال) ہیں جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں مگر **اس وقت تم ان کی سمجھ نہیں رکھتے**, ہاں مگر ! جب ''وہ'' سچائی کی روح آئے گا ''وہ'' تمہیں صحیح راستہ دکھائے گا تمام سچائیوں کا۔ اس کے لئے ''وہ'' اپنے لئے نہیں کہے گا ''وہ'' جو کچھ کہے گا بتائے گا ''وہ'' آنے والی ہونے والی باتوں کو بتائے گا۔ ''وہ'' مجھے سُرخ رو کرے گا (معنی جو مجھے خدا کا بیٹا بنا کر پیش کیا گیا ہے اُسے غلط ثابت کرے گا) ''وہ'' وہی جو کچھ کہے گا جو اُسے بتایا جائے گا (وحی کے ذریعے) اور تمہیں صحیح راستہ دکھائے گا۔

یہاں پر حضور خاتم الانبیاء ﷺ کا مقام و مرتبہ تو معلوم ہو ہی رہا ہے مگر عیسیٰ بتا رہیں کہ ''کچھ احوال'' ایسے ہوتے ہیں کہ اُنہیں سمجھنے کے لئے وقت اور صحیح حالات اور زمانے کا ہونا ضروری ہے۔ عیسیٰؑ نے بتایا کہ نصاریٰ نے مجھے جو اللہ کا بیٹا قرار دے لیا ہے اس لغویت سے انسانوں کو آزاد کریں گے محمد ﷺ اور ہوا بھی یہی۔ قرآن میں جا بجا حضرت عیسیٰؑ کے اللہ کا بندہ اور رسول ہونے کو دہرایا ہے۔ اور یہ باتیں حضور ﷺ نے وحی کی بنیاد پر بتائیں۔ حضرت عیسیٰؑ جیسے نبی کہہ رہے ہیں کہ کچھ باتوں کی سمجھ کے لئے وقت

اورحالات درکار ہوتے ہیں اسی طرح ''اللہ تعالیٰ'' حضور نبی کریم ﷺ کو قرآن میں وعدہ فرماتا ہے کہ **لا تحرک بلسانک** اس قرآن کو آپؐ حفظ کرلیں جلدی جلدی یاد کر لینے کی کوشش نا کریں اس کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے **ثم ان علینا بیانہ** (قیامہ ۷۵) عربی زبان میں **ثم** تاخیر زمانی یا بعد کے زمانے کے لئے آتا ہے اور یہ بھی اللہ نے بتایا کہ ''(یہ آیتیں) پھر تفصیل سے بیان کی جائیں گی حکمت والے باخبر اللہ کی طرف سے''۔ (سورہ ھودا) لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ کے ہی ذریعہ یہ وعدہ کیا گیا کہ میرے بعد ایک اللہ کا خلیفہ مہدی آئے گا جو دین کو زندہ کرے گا۔ وہ میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کرے گا۔ کہ اس طرح بائبل میں حقیقی انجیل کے کچھ باب باقی رہ گئے ہیں، مگر قرآن مجید میں تو کچھ بھی قطع وبرید نہ ہوئی ہے جیسا حضور ﷺ پر نازل ہوا من وعن وہی قرآن آج ہمارے سامنے ہے عربی میں اس سے چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئی البتہ ترجموں میں اس کے ساتھ کھلواڑ کیا جارہا ہے۔ باوجود اس کے لوگ حقیقی قرآن کو حاصل کرہی لیتے ہیں اور جس طرح بائبل کے بیان ہیں اس سے واضح بیان تو قرآن کے ہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کے بیان کا ذمہ لیا ہے اور چودہ صدیوں بعد بھی اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ہمارے سامنے لوح محفوظ کا قرآن ہے۔ اور جس طرح عیسیٰ نے فرمایا کہ ''وہ'' سچائی کی روح جب آئے گی تو حق ظاہر ہوگا اسی طرح قرآن کہتا ہے کہ رسول ﷺ کے ایک تابع کو بھیجا جائے گا جو رسولؐ ہی کی طرح بصیرت کا بیان کرے گا یا اس راستے پر اُمت کو بلائے گا جس پر خود حضور ﷺ چلے تھے۔ اور آپؐ کے راستے پر چلنا اتنا آسان نہیں تھا اس کے لئے باقاعدہ ایک تعلیم اور طریقہ بتایا گیا جو قرآن کے احکام پر مبنی تھا تقویٰ توکل ترک حب دنیا ذکر دوام ہجرت ظاہری و باطنی صحبت صادقین اور جس کا منتہیٰ طلب دیدار ہے یہی بیان کے کئے جانے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ رہے فرائض واحکام اور طریقہ اُس پر احادیث ان کے بعد اسلام کے علمائے حق کی توجیہات و تشریحات موجود ہیں صرف معرفت الٰہی یا دیدار کا بیان مہدی موعود علیہ السلام میراں سید محمد مہدیؑ موعود جونپوری نے کیا ہے۔ احادیث کی صحت میں متواتر حدیث کا بڑا درجہ ہے اور مہدی موعودؑ میراں سید محمد جونپوری علیہ السلام نے قرآن سے متواتر 18 آیات اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کئے ہیں اور احادیث نبویؐ میں حدیث قدسی کا نزول وحی کا مقام ہے اور حضور ﷺ نے کچھ احادیث مہدی کی بشارت میں جو دئے ہیں ان کا مقام بھی حدیث قدسی میں شمار ہے۔ اور مصدقین و معاندین کی مصدقہ شہادتیں میراں سید محمد جونپوی علیہ السلام کے مہدی موعود آخرالزماں ہونے میں شک گمان شش و پنج سے بالاتر ہیں۔ اور آپ علیہ السلام کا خلیفۃ اللہ مہدی ہونا حق ثابت ہے۔

تعلیمات مہدی موعودؑ میں دیگر تعلیمات جیسے ترک حُب دنیا ذکر دوام تقویٰ توکل صحبت صادقین تک تو بات ٹھیک ہے لیکن عزلت از خلق یعنی دنیا سے کنارہ کرنے کا کیا جواز ہے؟۔ چلو مان لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزمائش کے لئے دنیا میں پیدا کیا! لیکن اہل وعیال کی اور دوسری سماجی معاشرتی ذمہ داریاں بھی تو ودیعت کی ہیں ان کی ادائگی کس طرح ہوگی؟ اس کا جواب اس حدیث میں ہے کہ '' کیسے ہلاک ہوگی میری اُمت جس کے اول میںؐ ہوں آخر میں عیسیٰ ابن مریم اور درمیان میں میرا

فرزند مہدی ہے۔ یہاں درمیان میں میرا فرزند مہدی کے ہونے کو اگر سمجھنا ہے تو حضور نبی کریم ﷺ کے ان احادیث کو دیکھنا ہوگا جن میں آپؐ نے قیامت کا ذکر کیا ہے اس کی ایک مثال مختلف احادیث میں یہ ہے۔فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے کہ میری اُمت پر ایسا وقت آئے گا کہ جو اسلام پر چلنے کا دعوی کررہے ہونگے اُن کی عبادتیں دکھاوا اور ریاکاری ہوگی۔جب اُونچی عمارتیں ہر جگہ زمین پر بنائی جائینگی، چرواہے ان کے مالک ہونگے، لوگ اللہ کا نام لے کر جھوٹی قسمیں کھائیں گے، لوگ ایک دوسرے پر لعنت ملامت کریں گے، رشوت اور زناء عام ہوگا، لوگ احکام خدا کی کو بھول کر عیش وعشرت کے لئے آخرت کے بدلے دنیا جمع کرنے لگیں گے۔اگر تم یہ سب کچھ ہوتا دیکھو تو اللہ کی پناہ مانگو۔ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ اللہ کی پناہ کیا ہوگی؟ فرمایا ﷺ نے اپنے گھروں میں محدود ہو جاؤ یعنی بیٹھے رہو، خاموشی اختیار کرو اپنی زبانوں کو بند رکھو اور اللہ کی حکم عدول سے پرہیز کرو جب تک کہ تمہیں موت نہ آجائے۔اور رسول اللہؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اس وقت لوگ عبادت تو کریں گے مگر بغیر اس کے معنی ومقصد کو جانے، جلد بازی میں صرف اُٹھک بیٹھک کریں گے اور متاع دنیا کے حصول میں عبادت یا تو موقوف کریں گے یا پھر ناغہ یا ترک کریں گے۔اب اس کے تناظر میں مہدی موعودؑ کی تعلیم **عزلت از خلق** کو دیکھیں جس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسے نفسانفسی کے وقت گھروں میں بیٹھے رہو۔اور یہ تعلیم دینے کی بات حضور ﷺ نے اپنے اور عیسی علیہ السلام کے کے درمیان دئے جانے کی بات کہی ہے، کیونکہ حضرت عیسیؑ تو قرب قیامت آئینگے! اس سے پہلے تعلیمات ولایت مقیدہ مخصوصہ میں **عزلت از خلق** کو شامل کیا مہدی موعودؑ نے اللہ کے حکم سے تا کہ اللہ کے بندے حضورؐ کے فرمان کے مطابق قیامت کی تیاری کرلیں۔اور آج حالات ویسے ہی ہیں جیسے رسالت مآب ﷺ نے فرمائے تھے اور آج آپؐ کے تابع مہدی موعودؑ کی اس عزلت از خلق کی ضرورت سب سے زیادہ ہے جو ترک حُب دنیا کے ساتھ ترک دنیا کے لئے ضروری ہے۔

زمین پر خلافۃ اللہ کی ابتداء ہندیا برصغیر سے شروع اور یہیں پر ختم ہوئی ہے

ہبوط آدمؑ یعنی حضرت آدمؑ کو دنیا میں اتارے جانے کے تعلق سے بہت سی روایتیں ہمالیہ پر اُتارے جانے کے متعلق آئیں ہیں۔لیکن! کچھ روایتیں سراندیپ یا موجودہ سری لنکا کے بارے میں آئی ہیں ہم بھی یہی سنتے آئے تھے لیکن زیادہ روایات ہمالیہ کے تعلق سے ہیں جو ہند یا برصغیر کا شمالی حصہ ہے۔اور زیادہ روایات کا بیان خبر متواتر اور یقین کا درجہ رکھتی ہیں۔(اس تعلق سے راقم نے ایک ''مضمون ابتداء جہاں سے انتہا وہیں ہے'' ۔ماہنامہ نور ولایت ستمبر 2012 میں لکھا ہے جس میں اُن احادیث کو بھی جمع کیا ہے)اب یہاں ہبوط آدمؑ کے جغرافیائی حالات کا جائزہ لیتے ہیں یہ اس لیے ضروری ہے کہ مہدی موعودؑ کی بعثت کی صحیح نشاندہی ہو۔پہلے دیکھتے ہیں حضرت آدمؑ کو سراندیپ یا سری لنکا میں اُتارا جانے کی حقیقت! اگر حضرت آدمؑ سراندیپ میں اُتارے گئے ہوتے تو روایتوں میں آپؑ کا اللہ سے اُس کی عبادت کا گھر تعمیر کرنے کی التجاء کرنے اور اللہ تعالی کا فرشتہ کو بھیج کر مکہ مکرمہ میں کعبہ کے جگہ کی نشاندہی کرنے اور حضرت آدمؑ کا حجر اسود جو وہ جنت سے لائے تھے اُسے مکہ کی پہاڑیں پر

نصب کرنے کہ جس سے روشنی پھوٹتی تھی کے واقعات میں آپؑ کے سرزمین ہند سے گزرنے یا سمندر سے گزر کر گئے ہونے کے کچھ تو عوامل کہیں بیان ہوتے' سمندر سے پیدل سفر کرنا غیر فطری بات ہوگی کیونکہ کشتی بنانا اللہ تعالی نے حضرت نوحؑ کو آدمؑ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد سکھایا تھا ۔دوسرا یہ کہ حضرت آدمؑ اپنے ساتھ جنت سے حجر اسود کے علاوہ کچھ پتھر کے اوزار بھی لائے تھے' اور کچھ جنتی خوشبو کے درخت اور میوے بھی لائے تھے۔جنتی پھل میں انار اور سیب مشہور ہیں اور حضرت آدمؑ کی وفات کا جب وقت آیا تو اپنے بیٹوں سے جنتی پھل اور میوے کھانے کی خواہش کی تھی اور **یہ پھل سری لنکا میں پیدا نہیں ہوتے** آج بھی سری لنکا دنیا سے ان پھلوں کی کروڑوں ڈالر کی درآمد کرتا ہے ۔سری لنکا زمانے دراز سے مشہور ہے دار چینی لونگ الا ئچی اور گرم مصالوں کے لے'۔سری لنکا میں اتارے جانے کے واقعات اسرائیلیات اور ہندو دیو مالاؤں میں بھی نہیں ہیں یا دوسری قوموں کے قصہ کہانیوں میں'البتہ ہمالیہ کے قبایل کے غیر واضح کہانیوں بیانوں میں انسانی بود وباش کے کچھ آثار ملتے ہیں ۔اور دنیا میں سب سے زیادہ بت پرستی کا مرکز شروع سے ہندوستان رہا اور آج بھی ہے خصوصاً شوالک پہاڑیوں کے لوگ اپنی علاقے کو دیو بھومی کہتے ہیں جو ہمالیہ کے ترائی والے علاقے ہیں' کیونکہ یہاں ہندوستان کے بہ نسبت بہت بت پرستی ہے ہر گاؤں کا بھگوان اور بت جدا ہے اور یہاں کی قبیح رسم ورواج آج بھی ہیں کچھ جگہ پر آتش پرستی بھی ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ قابیل کی اولا دمیں شیطان نے جو بت پرستی اور شرک کی رسم شروع کروائی وہ یہاں بہت زیادہ دیکھنے کو ملتی ہے اور یہاں بڑی بدکار رسم ورواج ہیں ۔اور حضرت آدمؑ کے زمین سے چل کر گزرنے کے امکانات ہمالیہ سے مکہ مکرمہ پہنچنے کے آثار وشواہد کہیں کہیں ہیں ۔مکہ جسے زمانہ قدیم میں ''وادیٔ بکہ'' کہا جاتا تھا' حضرت شعیبؑ کی قوم کو قوم 'ا یکہ کہا جاتا ہے'' جو ایک قسم کے پیڑ کی پوجا کرتی تھی ۔' قوم ا یکہ' اس کے بعد ''وادی بکہ'' ملے جلے الفاظ ہیں ۔اور حضرت شعیبؑ بعد میں مکہ مکرمہ آ گئے تھے اور کعبہ کے متولی بھی رہے تھے ۔حضرت موسیٰ مصر کے بعد مکہ ہی آئے تھے اور شعیبؑ کی دختر صفورہ سے نکاح ہوا تھا ۔عرب میں جدہ ہے جہاں حضرت حوا سے آدمؑ کی ملاقات ہوئی تھی آدمؑ ان کے ساتھ واپس ہمالہ ہی آئے ہونگے کیونکہ ہابیل وقابیل کے واقعات میں اللہ کو نذر پیش کرنے کا واقعہ میں پہاڑ پر نذر رکھنے اور اسے آگ کے کھانے کا ذکر ہے ۔اور اسی راستے سے حضرت آدمؑ نے اپنی نوسو ساٹھ سالہ حیات میں چالیس حج بھی کئے ہوں گے یہ روایتوں میں ہے ۔انار اور سیب انگور جیسے پھلوں کی بہتات ہمالیہ کے علاقوں میں ہے جیسے آج کے ہندوستانی ریاست ہماچل پردیس جموں کشمیر گلگت بلتستان پاکستان اور افغانستان میں بہت ہے جبکہ سری لنکا میں یہ پھل نہیں اُگتے ۔حضرت آدمؑ کے ہمالیہ پر اُتارے جانے کی روایتوں کا واقعہ غیر فطری نہیں لگتا ۔اور حقیقت یہ بھی ہے کہ چین کا ''سلک روڈ'' اور درہ خیبر کی گزرگاہ دنیا کی قدیم گزرگاہوں میں سے ہیں انہیں راستوں سے ہندوستان میں آریائی چینی یونانی وسط ایشیائی ترک اور مغل قومیں ہندوستان آئی تھیں اور یہ عرصہ دراز سے معروف ومشہور راستے ہیں ۔جوارض فلسطین عرب اور یوروپی قوموں کی نقل وحرکت کے سفری راستے رہے ۔ہمالیہ کا علاقہ اس طرح بھی مقام مرکز رہا ہے کہ عرب چینی منگولی یوروپی عربی افریقی قوموں کی آبادی سے اطراف سے گھرا ہوا ہے ۔ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے خراسان میں ہندوکش

کے پہاڑی سلسلے سے شروع ہوتے ہیں اور برصغیر میں ہیم داری اور شیوا لک کہلاتے ہیں جن میں نیپال چین بھوٹان بھی ہیں ۔ ہندوستان میں ہمالیہ مشرقی کھماؤں اور تہری گھڑوال کی پہاڑیوں سے شروع ہوتا ہے جن کے کنارے یا دامن میں شہر جون پور خاندان تغلق کے بادشاہ جونا خان نے بسایا تھا اور اسے مرکز علم وفن اور و تجارت کے مشہور کیا تو ایران بخارا سمرقند اور دوسرے علاقوں سے علماء صوفیا کو بلا کر اس کی شہرت میں اضافہ کیا ۔اس طرح ہمالیہ کا علاقہ مغرب میں ایران کی سرحدوں سے جسے کبھی خراسان میں شامل سمجھا جاتا تھا آذربایجان ارینایا ترکمینستان افغان مشرق میں برصغیر سے آسام تک پھیلا ہوا ہے ۔اور ہمالیہ کے علاقے اطراف میں چینی نژاد چھوٹی آنکھوں چپٹی ناک والے جو حضرت نوح کے بیٹے یافث کی اولاد ہونا مانے جاتے ہیں اور سانولی رنگت کے ہندی افغانی بنگالی باشندے بھی ہیں جو حضرت نوحؑ کے بیٹے سام کی نسلوں میں مانے جاتے ہیں اور مغرب میں یونانی رومی مصری نسلیں ہیں جو غالباً حضرت نوحؑ کے بیٹے سام کی اور نوح کے پوتے المان کی نسل میں مانے جاتے ہیں اسی کے نام سے المان کبھی جرمنی کو کہا جاتا تھا ۔اور حام کی نسل میں افریقی نژاد افریقہ میں پائے جاتے ہیں اس طرح بھی ہمالیہ مرکز آدمؑ کی نسلوں کے درمیان ہے ۔اور حضرت نوحؑ کی کشتی اگر سراندیپ یا موجودہ سری لنکا سے گزرتی تو اُسے جزیرہ عرب یا خراسان کی پہاریوں میں کہیں ہونا چاہیے تھا مگر تمام روایتیں مقام ''ثمانین'' کا ذکر کرتی ہیں جہاں طوفان نوحؑ کے بعد کشتی رکی ''ثمانین'' عدد اسی 80 کو کہا جاتا ہے کیونکہ حضرت نوحؑ کے ساتھ کنعان جو غرق طوفان ہوا چھوڑ کر تمام اولاد نوح کشتی میں سوار ہوئی اور اصحاب نوحؑ کو ملا کر کل اسی افرا ہی سوار تھے اور انہیں سے دوبارہ دنیا کی آبادی بڑھی ہے اسی لئے حضرت نوحؑ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے ۔جب یہ نسلیں پروان چڑھیں تو ایمان والوں اور مشرکوں کی مقابلہ آرایوں میں کئی لوگ روم یونان مصر منتقل ہوئے کئی افریقہ کئی برصغیر آئے یہی ہندوستان میں آریائی کہلائے اور کئی شمالی امریکہ کے علاقوں میں چلے گئے جنہیں آزٹیک اور مایئن قومیں کہا جاتا ہے ۔

اب حقیقی بات پر بات کرتے ہیں جس کے لئے یہ تمہید باندھی جیسے کہا کہ **''زمین پر اللہ کے پہلے خلیفہ حضرت آدم ہمالیہ پر اُتارے گئے انسانوں کی پیدائش بود و باش کے لئے اسی کے ساتھ خلافۃ اللہ کی شروعات دنیا میں حضرت آدمؑ خلیفۃ اللہ سے ہوئی یعنی حضرت آدم دنیا میں اللہ کے پہلے خلیفہ تھے جس کا مقام ہمالیہ ہے اسی ہمالیہ کے دامن میں یا کنارے پر جہاں جون پور بسایا گیا حضرت میراں سید محمد مہدئ موعودؑ جونپوری حضور ﷺ کے مبشر خاتم خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ کی بعثت بھی ہوئی ہے اور خراساں کے دامن فراہ میں سپرد خاک ہوئے ۔آدمؑ پہلے خلیفۃ اللہ کا دنیا میں اُتارا جانا اور مہدی موعودؑ آخری خلیفۃ اللہ کو مبعوث کیا جانا ہند میں یا ہمالیہ کے پہاڑوں اور دامن میں ہوا ہے ۔کہنا یہ ہے کہ جہاں سے خلافۃ اللہ کی ابتداء ہوئی وہیں پر خلافۃ اللہ کی انتہا ہوئی ہے ۔**یہ بھی میراں سید محمد جونپوری کے مہدی موعود ہونے کا ایک جغرافیائی ثبوت ہے ۔کچھ شہادتیں مبہم اور غیر واضح ہوتی ہیں لیکن ان کا واسطہ حقیقت سے ضرور ہوتا ہے ۔اس کی مثال تراویح کی نمازوں میں حضرت عمر کا بیس پڑھنے کا حکم دینا ۔حضور ﷺ نے تراویح تین ہی پڑھائیں اُس کے بعد کہا کہ گھروں میں پڑھ لیا کرو اگر میں نے بیس پڑھائی اور اللہ تعالی نے وحی نازل فرمادی ان کے فرض

ہونے کی تو تم نہیں پڑھ سکو گے۔حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے ان کے دو برس بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو تراویح کے تیس پڑھانے پر صحابہؓ کو کہا 'جیداور محترم صحابہؓ نے یہ اعتراض کیا حضور ﷺ کا فرمان یاد دلایا کہ اگر میں تیس پڑھاؤں اور فرض پڑھنے کے لئے وحی نازل ہو جائے تو اُمت کو مشکل ہوگی۔حضرت عمر فاروقؓ نے مجلس شوری کے صحابہؓ سے پوچھا کہ کیا حضور ﷺ دنیا سے تشریف نہیں لے گئے اور نبوت ختم نہیں ہوگئی تو صحابہؓ نے کہا بے شک نبوت ختم ہوگئی۔تو حضرت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ نے فرمایا جب نبوت ختم ہوگئی تو وحی کا سلسلہ بھی ختم ہوگیا لہٰذا اب تراویح تیس فرض ہونے کا سوال ہی نہیں اب ہم سبھی رمضان کے تیس دن سنت رسول کی اتباع میں پڑھیں گے۔اور یہ فیصلہ حضرت عمرؓ کا اجتہادی فیصلہ تھا مگر مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اتباع رسول ﷺ میں تین ہی تراویح پڑھائی۔ایسی کچھ شہادتیں ہیں جن کو قبول کیا جاتا ہے۔نبوت کے بعد حضور ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ اسلام نے نماز کا طریقہ سکھادیا' مگر نماز فرض پنج وقتہ نبوت کے گیارہویں برس معراج میں عرش پر فرض کی گئیں اور اسی کے ساتھ التحیات اور بقرہ کی آخری تین آیات کو معراج میں عرش پر اللہ تعالی نے وحی کی۔یہاں کی باتوں کی وضاحت ہو جاتی ہے ایک بغیر جبرئیل امین کے بھی اللہ تعالی حضور ﷺ کو وحی کی ہے ,دوسورہ بقرہ ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی معراج کے تین یا چوتھے برس اوران تین آیات کو بقرہ میں آخر میں رکھا گیا اس سے نزول قرآن کی حقیقت معلوم ہوتی ہے تیسری بات یہ کہ نبوت کے گیارہوں برس معراج ہوئی اور معراج کے پڑاؤ کا پہلا مقام بیت المقدس تھا جہاں پر تمام پیغمبر انبیا ومرسلین کی ارواح نے حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی یہ کیا فرض نماز تھی؟اور فرض کا حکم معراج کے دوسرے پڑاؤ یا مرحلے میں ہوا تھا اس سے معلوم ہوا کہ یہ نماز انبیاء نے اتباع سنت محمد الرسول اللہ میں پڑھی تھی کیونکہ آپ ﷺ سردار الانبیاء خاتم الانبیاء تھے۔اس طرح تمام انبیاء سنت رسول اللہ ﷺ کے تابع ہوئے۔اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ شروع میں نماز باجماعت ہوتی تھی تو وہ صحابہؓ جو بعد میں دیر سے جماعت میں شامل ہوتے وہ صف میں نماز میں کھڑے صحابہؓ کو اشارے سے یا ہاتھ سے ٹھوکا لگا کر پوچھ لیتے کہ کتنی رکعت ہوئی اور وہ اُنگلی کے اشارے سے بتادیتے تو جلدی سے اتنی رکعت پڑھ کر باقی نماز جماعت میں شامل ہوتے 'ایک دن ایک مشہور صحابیؓ (جن کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں رہا شاید معاذ بن جبلؓ) بعد میں آکر جماعت میں شامل ہوئے مگر نہ اشارے سے پوچھا نہ ٹھوکا لگایا بلکہ نماز ختم ہونے پر پہلے سلام پھرنے کے فوراً بعد اُٹھ کھڑے ہوئے باقی نماز ادا کرلی یہ معاملہ حضور ﷺ کے گوش گزار ہوا تو حضور ﷺ نے اس کو پسند فرمایا اور آج بھی یہی طریقہ دین کا حصہ ہے۔یعنی ایسی باتیں دین میں ہوئی ہیں لہٰذا یہ اندازہ کہ'' آدمؑ سے زمین پر خلافتہ اللہ کی ابتدا ہند میں ہمالیہ سے ہونا اور خلیفتہ اللہ مہدی کا اسی ہند میں مبعوث ہونا اور خلافتہ اللہ کے خاتم ہونا غلط نہیں ہے''۔اس طرح یہ صحابہؓ کی برابری کرنا نہیں ہے ایک اندازہ ہے جس کے حق ہونے کی گواہ کچھ شہادتیں ہیں۔

اسی تناظر میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ جس طرح انسانوں نے آسمانی احکام واحوال کو اپنے عقاید میں ڈھالدیا بالکل اسی طرح ہر زمانے میں بھی انہیں احکام اور اعمال واعقاید کو اپنے اپنے خیال اور طریقوں پر اپنالیا یہی حال مسلمانوں کا بھی ہے بعثت

نبوی ﷺ کے بعد ہر گروہ اور طبقہ نے مذہب و عقاید اسلام میں من مانیاں کی ہیں اور اپنے عقاید اور خیالات کی بنیاد پر کتابیں لکھی ہیں ۔جبکہ مہدی موعود کے گروہ میں نہ کوئی کتاب ہے نہ ہی نئے عقاید بلکہ یہاں "مذہب ما کتاب اللہ و اتباع رسول" کے علاوہ کچھ نہیں ہے ہاں مگر حضور نبیٔ کریم ﷺ کے اعمال مخصوصہ اور معرفت الٰہی کو اولیت دی گئی ہے۔

تاریخ اسلام میں صلح حدیبیہ ایک مشہور واقعہ ہے اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے "فتح مبین" شاندار فتح قرار دیا اور یہ بات سورۂ فتح میں بتائی گئی اور سورۂ فتح مکہ اور مدینہ کے سفر کے درمیان نازل ہوئی۔ اور صلح حدیبیہ سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ نے ایک پیڑ شجرۃ الرضوان کے نیچے صحابہ رضوان اللہ علیہا اجمعین سے بیعت لی تھی اس صلح کو بیعت رضوان بھی کہتے ہیں۔ صحیفہ ہمام بن منبہ میں ہے کہ اس وقت حضور ﷺ کے ہاتھ پر 1400 لوگوں نے عہد کیا تھا۔ جس شجر کے نیچے بیعت لی گئی وہ خاردار (کانٹوں والا) اور بلند ریگستانی "ببول" کا درخت تھا یہ وہی وقت تھا جب غزوہ خیبر ہوا اسی دوران قبیلہ دوس کے لوگ آئے آپؐ پر ایمان لائے انہیں میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی تھے۔ اسی دوران حبشہ کی دوسری ہجرت کے 83 مہاجرین جن میں حضرت جعفر طیارؓ بھی تھے واپس آئے اور حضور ﷺ کو اس سے دوگنی خوشی ملی جس کا آپؐ نے اظہار فرمایا۔ اب حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا دعوی موکد دیکھیں جو "ہجرت" کے دوران "بڑلی" میں ہوا اور "کھیرنی" کے درخت کے نیچے ہوا جس میں عالم فاضل سپاہی عوام ہر قسم کے لوگ تھے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے فراہ میں مباحثہ کرنے جس طرح امیر ذولنون اور ان کے ساتھ علماء آئے تھے ایسا ہی معاملہ آپؐ کے متبوع حضور سید الانام ﷺ کے ساتھ پیش آنے کی روایت تفسیر قرطبی جلد۲/ ۵۱۹ میں اس طرح بیان ہوا ہے۔ سورۂ آل عمران کے ابتدائی حصہ کے سبب نزول کو اس طرح بیان کیا گیا ہے (قرآن کے نزول کی دو وجہ بیان کی جاتی ہیں ایک سبب نزول ایک شان نزول) نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد ساٹھ سواروں پر مشتمل حضور اقدس ﷺ کے قدمت میں حاضر ہوا.....ایک عاقب جوان کی قوم کا امیر تھا اور ایک ان میں صاحب رائے بھی تھا جس کا نام ابن المسیح تھا اس کے ساتھ ایک اس کا معاون مددگار سردار تھا جس کا نام الایھم تھا اور ابو علقمہ بن بکر بن وائل میں سے ایک پادری بشپ جوان کا عالم تھا یہ بعد نماز عصر مدینہ آئے۔ اصحابؓ رسولؐ بیان فرماتے ہیں ہم نے ایسی شان و شوکت والا جمال و جلال والا وفد نہیں دیکھا۔ جب ان کی عبادت کا وقت آیا تو وہ مسجد نبوی میں مشرق کی طرف رخ کر کے عبادت میں مصروف ہو گئے (صحابہؓ کی پریشانی دیکھ کر حضورؐ نے انہیں مسجد نبوی میں عبادت کرنے سے روکنے سے منع فرمایا) وہ مسجد نبوی میں کئی دن ٹھہرے رہے اور حضور سید الانام ﷺ سے مباحثہ کرتے رہے۔ اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں کہ مہدی میرے قدم بہ قدم چلے گا تو اس مطابعت کا تقاضہ ہے کہ متبوع کے احوال بھی تابع کے احوال میں پائے جائیں۔ روایتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور سردار الانبیا ﷺ کی نبوت کی گواہی سب سے پہلے ورقہ بن نوفل نے دی جو ایک عیسائی عالم دین تھے۔ اور حضرت سید محمد جونپوری کے مہدی موعود مبعوث ہونے کی پہلی گواہی حضرت شیخ دانیالؒ نے دی جو ایک عالم دین اور ولی کامل تھے اور حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں کے توسط سے کھوکھری مسجد میں اللہ کے رسول ﷺ کی امانت آپؑ کو پہنچائی تھی۔

قوم مہدویہ میں مہدیؑ موعودؑ کے تین دعوؤں کی روایتیں ہیں ۔تو کیا ان کے علاوہ مہدیؑ موعودؑ نے اپنے مہدیؑ ہونے کا بیان نہیں کیا؟ کعبۃ اللہ میں رکن ومقام کے دعوی کے بعد آپؑ نے وقتاً فوقتاً اپنا مہدی ہونا بیان بھی کیا ثابت بھی کیا۔ یہ تین دعویٰ اللہ کے حکم سے قطعی حجت کے بطور کئے تھے ۔ان کے علاوہ قرآن کی آیات مبارکہ سے اپنا دعوی مہدی موعود ہونا آپؑ ثابت کرتے رہے اس معلوم ہوا کے آپؑ نے تیئس 23 مرتبہ (غالبًا) اپنے دعوی مہدی کا اعادہ کیا ہے ۔مثلاً حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کیا اس کے بعد قرآن نے آپ ﷺ کو نبی رسول پیغمبر کہا اور مدینہ منورہ میں نازل سورتوں میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کا نام مبارک لے کر آپ ﷺ کی نبوت وپیغمبری کی شہادت دی۔لیکن عرب میں آپ ﷺ کا اللہ کا نبی پیغمبر رسول ہونا مشہور ہو چکا تھا ' آپ ہر دن اپنے نبی رسول ہونے کا اعلان نہیں کیا کرتے تھے۔البتہ مدینہ منورہ میں جب اذان شروع ہوئی تو اس میں با قاعدہ اللہ کی وحدت کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت کا بھی اعلان ہونے لگا ۔اور مہدویوں میں بعد نماز عشاء تسبیح میں اللہ کی وحدت اور رسول ﷺ کی نبوت کی شہادت کے ساتھ تصدیق مہدی کا اقرار واعلان ہر دایرے کی پہچان بن گیا۔انبیاء کی خلافۃ اللہ کیلئے ہجرت کرنا ایک فرض اور مسلمہ حقیقت ہے' نوحؑ نے طوفان کے ذریعہ ہجرت کی ابراہیمؑ نے آتش نمرود سے نجات کے بعد شام کنعان مصر مکہ کو ہجرت کرنا ایک حقیقت ہے حضرت موسیٰ کا مصر سے صحرائے سینا ہجرت کرنا حقیقت ہے حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ حضرت عیسیٰؑ کا ہجرت کرنا ایک حقیقت ہے حضرت عیسی 12 برس کہیں غایب رہے یہ عیسائی تاریخ کہتی ہے ۔مگر تاریخ عالم میں محمد ﷺ کی ہجرت ایک تاریخی حقیقت ہے تمام انبیاء نے ہجرت کی اس میں مصلحت خداوندی یہ ہوسکتی ہے کہ اپنے رسول اور نبی کے پیغام کی تشہیر دوسری قوموں تک پہنچے' یہی سنت خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ کے ساتھ پیش آئی آپؑ نے جونپور سے مکہ مکرمہ اس کے بعد فراہ تک ہجرت فرمائی ۔مہدیؑ موعودؑ کی ہجرت بعد جذبہ حق واقع ہوئی' حضور نبی کریم ﷺ کی ہجرت بعد معراج واقع ہوئی حالانکہ آپ ﷺ کو ہجرت کے متعلق اس سے پہلے بتایا گیا تھا اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کی دو ہجرتیں حبشہ کو پہلے ہو چکی تھیں ۔مگر مکہ کی 13 سالہ نبوت کے دور میں صرف چند لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا کثیر تعداد کفار ومخالفین کی تھی اور اس دوران اسلام لانے والوں کو بڑی مشکلیں پیش آئیں ہجرت کے بعد اسلام کا منظر نامہ بدل گیا مدینہ منورہ کے دس برس اسلام کا شاندار ماضی ہے ۔مہدیؑ موعودؑ کے دعوی مکہ کے بعد ہی مصدقوں کی تعداد میں اضافہ دکھائی دیتا ہے ۔ہر نبی رسول کو اپنے وطن میں وہ مقام اور پذیرائی نہیں ملتی کیونکہ لوگ اپنے درمیان کے کسی شخص کو مرتبہ ومقام پر دیکھنا نہیں چاہتے کیونکہ وہاں پہلے سے کچھ لوگ اپنا مقام اور علاقہ بنائے رہتے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ ان کے مقام پر کسی اور کو فایز کیا جائے' وہ خود تو مخالفت کرتے ہی ہیں دوسروں سے بھی کرواتے ہیں ۔یہ بات ہم قریش کے خاندانی نظام میں دیکھ سکتے ہیں جہاں ابوجہل ابولہب جیسے لوگ تھے بنو اُمیہ بنو ہاشم کی خاندانی رسہ کشی ایک حقیقت تھی حضور ﷺ کے بعد یہ پوری طرح حکومت بنو اُمیہ اور بنو عباس میں دیکھی جاسکتی ہے ۔مکہ مکرمہ مرکز عبادت پہلے بھی تھا مگر شہرت مدینہ سے شروع ہوئی' مہدویوں کے پاس جونپور کی اہمیت تو ہے لیکن مقام کا احترام فراہ مبارک سے ہے ۔

میراں علیہ السلام کے مختصر تاریخی حالات

میراں علیہ السلام کی ولادت باسعادت 847ھ مطابق 9 ستمبر 1443ء بروز پیر شہر جونپور میں ہوئی۔ 854ھ 7 سال کی عمر میں حفظ قرآن کیا' 859ھ بارہ سال 12 سال کی عمر میں علمائے جونپور نے اسدالعلماء کا خطاب دیا 866ھ میں بی بی الہ دیتیؓ سے آپ کی شادی ہوئی جب آپؑ کی عمر 19 برس تھی (تاریخ سلیمانی میں بی بی کی تاریخ تولد 855/854 بتائی گئی ہے اور 11 برس میں شادی ہونا بیان ہوا ہے'اس لحاظ سے آپؑ بی بی سے 8 برس بڑے ہوئے اور 8+ 11= 19 ہوئے'ان کو 847 میں جمع کرتے ہیں تو ہوئے 866ھ مگر! تاریخ سلیمانی میں بی بیؓ کا تاریخ وصال 894 لکھا ہے اس لحاظ سے 894 میں سے تاریخ پیدائش 854 منہا کردیں تو بچے 40 سال جو بی بیؓ کی حیات کے ہیں اس طرح بی بیؓ کی شادی کی عمر 15 برس ہوگی اس لئے اس بات کا امکان ہے کہ یا تو تاریخ پیدائش یا وفات دونوں میں سوانح نگاروں کو غلط فہمی ہوئی ہے اس میں بھی چالیس میں پندرہ منہا کریں تو بچے پچیس برس اگر یہ نہیں بھی مانا جائے تو ایک ایسی چونکانے والی حقیقت سامنے آتی ہے مہدی موعودؑ کے تابع ہونے یا رسولؐ اور مہدی میں یگانت کا ایک پہلو سامنے آجاتا ہے وہ ہے اگر 15 برس میں بی بی کا نکاح آپ سے ہوا ہے تو آپؑ کی شادی شدہ زندگی 25 برس کی ہے 894-854=40-15=25۔ اگر 11 برس میں نکاح 866 میں ہوا ہے تو مہدی موعود کا سفر ہجرت 887 میں شروع ہوا 887۔866=21 اور مقام چاپانیر میں جو محمود بیگڑا کا دارالخلافہ تھا وہاں بی بی کا وصال 891ھ میں ہوا اور سفر ہجرت کر کے پہنچنے کی مدت 4 چار برس کی ہے اور کل ملا کر 25 برس ہوئے اور دونوں حالت میں مہدی موعود علیہ السلام اور بی بی الہ دیتی کی ازدواجی معنی شادی شدہ زندگی 25 برس قرار پاتی ہے **اور اس میں مطابعت رسول ﷺ یہ ہے کہ حضرت بی بی خدیجہؓ اور نبی کریم ﷺ کی شادی شدہ یعنی ازدواجی زندگی بھی 25 برس کی ہی ہے۔** حضور ﷺ کا دوسرا نکاح زینب بنت جحش سے ہجرت کے بعد دوسری یا تیسری ہجری میں مدینے میں ہوا یہ آپؐ کے پھوپی زاد تھیں۔ ایک دوسرا زاویہ بھی دیکھ لیں جونپور سے ڈھابول بندر کا سفر 13 برس کا ہے اور اس ہجرت کے پہلے مرحلے میں پندرہ مقامات پر قیام کو اوسطاً لیں تو 9 ماہ ہوتے ہیں۔ اس طرح آپ علیہ السلام 4 برس میں جونپور سے چاپانیر پہنچے جو 5 واں مقام ہے جہاں پر بی بیؓ کا وصال ہوا پہلے کے 21+ یہ 4 برس ہوئے 25۔) 875ھ میں 28 برس کی عمر میں رائے دلپت سے جہاد کیا اس کے بعد آپؑ پر 12 سال کا جذبہ حق طاری رہا اور اس کے بعد 887ھ' 40 سال کی عمر میں اللہ کے حکم سے ہجرت فرمائی 892ھ 45 سال کی عمر میں شہر مانڈو پہنچے 899, / 900ھ 53 سال کی عمر میں احمد نگر پہنچے اسی سال ڈابول بندر سے 360 فقراء و مہاجرین کے ساتھ حج کو روانہ ہوئے اور 901ھ مکہ مکرمہ میں دعوی مہدی کیا بعض روایتوں میں 3 ماہ بعض میں 7 ماہ مکہ میں قیام کیا۔ واپسی دیو بندر کو ہوئی کھنبایت سے ہوتے ہوئے احمد آباد پہنچے تاج خاں سالار کی مسجد میں 903ھ میں دوسرا دعوی مہدی کیا اور اٹھارہ مہینے قیام کرتے رہے اور پٹن سے ہوتے ہوئے بڑلی 905ھ میں دعوی موکد کیا اور اٹھارہ مہینے اقامت فرمائی بعد میں ہجرت جاری رہی آپ کے ساتھ 2200 بعض روایتوں میں اس سے کم مہاجر تھے ان

میں 900 بیوی بچوں والے اور 1300 بغیر شادی شدہ تھے۔ جالور جیسلمیر ٹھٹھ ہوتے ہوئے فراح خراسان پہنچے وہاں 2 سال 5 مہینہ اقامت کی اور 910ھ مطابق 24 اپریل 1505ء بروز جمعرات دنیا سے پردہ کیا۔ آپ علیہ السلام کا دعوی 18 سال غیر موکد اور 5 سال موکد رہا۔ مولانا عبدالحکیم تدبیر صاحب براہین مہدویہ نے عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ کے حوالے سے **لا تعد ولا تحصی** لکھا ہے یعنی عقیدت مندوں کے تعداد بے شمار و بے گنتی کی تھی۔

حضرت عبداللہ کا سید خاں ہونا؟ مہدی موعود علیہ السلام کے والد محترم کا سید خاں ہونا ہر دور میں متنازعہ مسلہ بنایا ہے علمائے سُو نے۔ جونپور میں حضرت عبداللہ کا آل فاطمہ یا سعادات ہونا مشہور تھا اور یہ بات ان کے شجرہ نسب سے بھی ثابت ہے۔ لیکن مخالفین کو مخالفت کے لئے کچھ تو جواز چاہئے اس لئے مہدی موعود علیہ السلام کی حیات میں بھی اسے متنازعہ بنایا گیا اور آج بھی کبھی کبھی بنایا جاتا ہے۔ اس حقیقت کو بھی ذرا اختصار سے دیکھ لیتے ہیں۔ خان ترکی اور منگولی لقب یا خطاب ہوتا ہے منگولی حاکم چنگیز خان کا حقیقی نام ''خاگن'' تھا دوسرے منگولی حاکموں کو خان کہا جاتا تھا' وقت کے بدلنے سے چنگیز خاگن بھی خان ہی کہلایا جانے لگا۔ خان کے معنی سربراہ۔ حاکم۔ سالار۔ رہنما کے بھی ہیں ایسے ہی کچھ معنی خاقان کے بھی ہیں سلطان' بڑا بادشاہ' سردار' رئیس'۔ اور خاندان اسی سے آیا ہے جس کے معنی نسل' کنبہ' قبیلہ' گھرانا' یہ خان کے قبیلوں سے ہی نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ ہندوستان میں مغلوں نے بہت زیادہ خان کے خطاب والفاظ استعمال کئے جیسے خانِ خاناں جو اکبر کے نورتن میں ایک شاعر تھا۔ جس کا اصلی نام عبدالرحیم خانِ خاناں ہے اس کے باپ کا نام بیرم خاں تھا جو ترک تھا اور عبدالرحیم خانِ خاناں سے مشہور ہے۔ برصغیر میں سپہ سالار سردار رہنما رہبر یا قبیلے کے سربراہ کو خان کہا جانے لگا اور درباروں میں یہ خطاب اور لقب اختیار کرلیا گیا۔ بعد میں انگریزوں نے بھی ہندوستان میں ''خان بہادر'' کا تمغہ یا خطاب جاری کیا جو مسلمانوں اور ہندوں کو دیا جاتا۔ اس طرح ''خان'' ہونا بعد میں مسلم پٹھانوں سے جوڑ دیا گیا۔ اور ''خان'' پٹھانوں کا پشتینی نام نہیں ہے۔ پشتینی معنی پشت سے' پیچھے سے' پہلے سے' نسل سے خاندان سے موروثی قدیمی نام پٹھانوں کا خان نہیں ہے۔ یہ پشتینی لفظ پشتون کے بطور برصغیر میں استعمال ہوا بعد میں زمانے کی تبدیلی اور زبان کی تبدیلی میں منتقل ہوگئی۔ پشتون پشتان بنا پشتان پٹھان بن گیا۔ چونکہ پشتون یا پٹھان زورآور طاقت ور اور بہادر قوم تھی جن کے قبیلے بڑے جری اور بہادر اور جفاکش ہوا کرتے تھے اور یہ ''خان'' کا لفظ پٹھانوں سے معروف ہوتا چلا گیا۔ قیاس لگایا جاتا ہے کہ پٹھان قدیمی یا پشتینی طور پر ہندوستان میں آریاؤں کی طرح اعراق شام اور فلسطین سے نقل وطن کر کے آنے والے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا ایک گمنام قبیلہ ہے۔ چونکہ پٹھان میں ''نون'' ہے اسی مماثلت سے ''خان'' ان مسلم قبیلوں سے جوڑ دیا گیا جو افغانستان میں آباد تھے۔ جیسے کہا حرف ''نون'' اردو کا بتیسوال' فارسی کا انتیسواں عربی کا پچیسواں' اور ہندی کا بیسوال لفظ ہے اور ''نون'' اکثر مذکر ہوتا ہے جیسے لفظ ''مسلمان'' یہ مسلم سے آیا ہے مسلم معنی اسلام کا پیروکار مسلم معنی کامل مذہب والا' خان۔ پٹھان۔ مسلمان۔ کو نون لگا کر ایک مخصوص شناخت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ لہذا سردار بہادر قبیلے کا سربراہ یا سالار و رہنما کو ترک اور مغلوں کی طرح برصغیر میں ''خان'' کا

لقب یا خطاب دیا جاتا تھا جس طرح منگول ہندوستان میں مغل بن گئے اسی طرح غلامان ترک کے حاکموں نے اس ''خان'' کو عزت وافتخار کا درجہ دے دیا۔اور جونپور علمی اور فوجی مرکز کے طور پر مشہور تھا' مہدی موعودؑ کے والد بزرگوار کو کسی وجہ سے ''سید خاں'' کا لقب یا خطاب دیا گیا تھا' اس کا ایک حقیقی پہلو یہ ہے کہ مہدی موعودؑ کے والد محترم کو 'امیر عبداللہ اور اُن کے بھائی کو امیر جلال الدین کہا جاتا تھا اور مہدی موعودؑ کے بھائی کو 'امیر سید احمد'' کہا جاتا تھا' اس طرح اس خاندان کا حکومت وریاست سے منسلک ہونا ثابت ہوتا ہے اسی ''امارت'' کے بدلے حضرت عبداللہ کو 'سید خاں'' کہا گیا۔برصغیر یا کہیں بھی ''سید' اور خان'' کو بیک وقت کہیں نہیں استعمال کیا جاتا تھا۔اس لحاظ سے حضرت سید عبداللہ کے بجائے ''سید'' کا ''خان'' سے پہلے ہونا ہی پدر محترم مہدی کا سعادات سے ہونا ثابت ہوتا ہے۔بے شک بجائے سید عبداللہ کے ''سید خاں مشہور تھا'' جیسے پٹھان خان بن گئے جبکہ وہ پشتان یا بہادر ہونے کی وجہ سے پٹھان تھے۔لہذا علمائے سو کو کسی بھی حال میں مخالفت ہی کرنی تھی انہوں نے اصل حقیقت کو چھپا کر نیا شوشہ گھڑ لیا۔ایسا پہلے بھی ہوا ہے بنی اسرائیل 'محمد'' کو آخری پیغمبر نہیں مانتے کیونکہ آپ ﷺ آل اسماعیل سے ہیں اسی طرح عیسائی ''محمد' کو اس لئے نہیں مانتے انہیں 'احمد'' کا انتظار ہے۔ایمان کا دارومدار یقین پر ہوتا ہے لفاظی لفظ و معنی پر نہیں۔اسی کی ایک اور مثل یہ ہے کہ برصغیر میں ایک لفظ ''خواجہ'' ہے جس کے معنی مالک' سردار' آقا' یہ لفظ فارسی میں '' قاوچہ'' ہے۔جس کے معنی مذہبی رہنما یا استاد بھی ہوتا ہے۔خصوصاً برصغیر میں اللہ والوں کو خواجہ کہا گیا جیسے خواجہ اجمیری' خواجہ نظام الدین اولیا' خواجہ گیسودراز۔مگر اس لفظ کا ایک معنی 'ہجڑا' یا کنڑ کو بھی بولا جاتا ہے۔دراصل ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کے حرم یا عورتوں کے مقام یا زنان خانے میں مردوں کا داخلہ ممنوع ہوتا تھا اسی طرح عورتیں مردانے میں نہیں جاسکتی تھیں۔مگر! یہ خواجاؤں کو مناہی نہیں تھی انہیں ''خواجہ سرا'' کہا جاتا تھا۔ان میں بہت مشہور خواسرا بھی گزرے ہیں جن میں ایک '' ملک سرور'' جونپور میں مشہور رہا۔اور ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ جب مہدی موعودؑ سفر ہجرت پر روانہ ہوئے تو آپؑ کی بی بی الہ دیتیؓ آپؑ کے فرزند میاں سید محمودؓ اور آپؑ کے ماموں سید سلام اللہ ساتھ ہولئے۔لیکن آپؑ کے بھائی امیر سید احمد کا ساتھ ہونا بیان نہیں ہے' اس سے قیاس یہ ہے وہ حکومتی ذمہ داریوں کی وجہ سے یا کوئی اور وجہ رہی ہوگی سفر ہجرت میں شامل نہ ہوئے جو ان کے حکومتی مراسم یا مقام و مرتبہ کا سبب ہوگی۔

''مہدوی'' کا لفظ بھی میراں مہدی موعودؑ کے بعد ہی مشہور رہا' اس سے پہلے یہ لفظ کسی مذہبی شناخت میں نہیں ملتا۔شروع میں دایرے والے کہا جاتا تھا بعد میں لوگوں میں ان کے متعلق تجسس بڑھا کہ آخر یہ ہیں کون؟ بتایا گیا کہ یہ مہدی جونپوری کے ماننے والے ہیں اس طرح انہیں ''مہدوی'' کہا جانے لگا۔دعوی مہدی سے پہلے مہدی موعودؑ شہر سے دور دایرے بساتے وہیں رہتے تھے اس لئے غالبًا پہلے دایرے والے ہی مشہور رہا ہوگا' دعوی مہدی کے بعد مہدوی ہونا مشہور رہا ہے۔کچھ الفاظ اور جملے زبان زدعام ہونے کی وجہ سے روانی میں بول دئے اور لکھ دئے جاتے ہیں مگر اُن کا صحیح تلفظ کچھ اور ہوتا ہے مثلًا اردو دان جو لفظ 'اردو' لکھتے بغیر 'الف' پر پیش کے لکھ دیتے ہیں مگر تلفظ میں 'الف' پر پیش لگا کر بولتے ہیں 'اُردو' اگر کوئی نوسکھیا اردو زبان سیکھ رہا ہو تو شروع میں وہ

تلفظ میں اسے Urdu کے بجائے Ardu پڑھے گا الف پر پیش کے بغیر، مگر جب عام طور پر اس زبان کی بولی بولنے لگے گا تو اسے پیش کے ساتھ اردو بولے گا۔

اُم المصدقین بی بی الہ دیتی اما مناعلیہ السلام کی چچازاد تھیں آپؑ کے چچا امیر سید جلال الدین کی پانچ اولادیں تھیں سید سلام اللہ، سید کریم اللہ، سید عبدالغنی، بی بی راستی، بی بی الہ دیتی۔ بی بی راستی کا نکاح مہدی موعودؑ کے بھائی میاں امیر سید احمد سے ہوا تھا اور بی بی الہ دیتی کا مہدی موعودؑ سے۔ بی بی الہ دیتی اور بی بی راستی یہ نام ان کے بھائیوں سے کچھ الگ سے ہیں۔ اس کی وجہ ہمیں یہ معلوم ہوئی کہ مقام جونپور شرقی حکمرانوں کے ماتحت تھا لیکن! یہ گوڑھ بنگال جو آج کے بہار اور یوپی کا علاقہ تھا جن کے نام اُس وقت مختلف تھے ان علاقوں میں اودھی، برج بھاشا، پراکرت، ہندوستانی، فارسی، زبانیں بولی جاتی تھیں ان میں ایک زبان میتھلی بھی تھی جو آج بھی بہار میں بولی جاتی ہے اس زبان میں اُس وقت فاسی اور سنسکرت کے الفاظ شامل تھے فارسی میں راست معنی سچا یا سچائی یا ایماندار رہنا ہوتا ہے اور سنسکرت میں ''دیتی'' معصوم کو کہا جاتا ہے جیسے ''ادیتی'' جس کی کوئی حد نہ ہو بے حد وحساب۔ ''الہ'' معنی 'اللہ' 'اور'' دیتی معنی'' معصوم' ان دونوں کو جمع کریں تو بنے گا ''اللہ کی معصوم' بندی۔ اس طرح بی بی الہ دیتی ہوئیں 'اللہ کی معصوم' بندی۔

ان ناموں کا بدل جانا، واقعات کا بدل جانا کچھ کچھ تاخیر و تقدیم زمانہ کی وجہ سے بھی مختلف اور متنازعہ ہو جاتا ہے۔ جس میں لسانیت کے ساتھ قوموں کا ایک دوسرے سے میل جول بھی ہوتا ہے۔

ہم نے بہت سارے آثار وشواہد آگے بھی پیش کئے ہیں مگر یہاں واقعہ کی اہمیت کے مطابق ایک شہادت یہ بھی ہے کہ حضرت سید محمد جونپوری ہی مہدی موعود آخرالزاں ہیں اس کی شہادت دیکھیں **حضور نبی کریم ﷺ نے مہدی کی بعثت نویں صدی ہجری میں بیان کی یعنی 900ویں ہجری میں اگر اس نوسو میں سے اللہ کے رسول ﷺ کی حیات اور نبوت کے مکی زندگی کے 53 سال منہا کر دیں 900-53 = 847 ہوئے جو حضرت سید محمد جونپوری مہدئ موعود کی ولادت باسعادت کا سال ہے۔ اور اس کے برعکس ان 900 سالوں میں حضو ﷺ کے نبوت کی مدنی زندگی کے 10 سالوں کو جمع کر دیں 900+10=910 سال ہوئے جو مہدی موعود علیہ السلام کی وصال کا سال ہے۔** یہ محض اتفاق نہیں ہے اللہ تعالی کی بنائی ترتیب اور اسباب ہیں شہادت کے۔

ہجرت کا پہلا مرحلہ جو قطائے ہند میں شروع ہوا مہدی موعودؑ نے 13 برسوں میں تقریباً 15 مقامات پر قیام کیا سفر حج سے پہلے یعنی اوسطاً 9 ماہ ایک مقام پر قیام ہے۔ دوسرا مرحلہ دعوی مہدی کے بعد 5 برسوں میں 19 مقامات پر قیام کیا یعنی اوسطاً 3.8 تین مہینے آٹھ دن کا قیام ایک مقام پر رہا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہمیں ڈر تھا اس بات کا ہمارے نبیؐ کے بعد کو حدث ہوگا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو فرمایا: مہدی میری عترت میں نکلے گا اور پانچ یا سات یا نو سال زندہ رہے گا۔ یہ حدیث مبارک کس طرح حق ثابت ہوئی ہے دیکھیں۔

سنہ 901 ہجری میں آپؑ نے پہلا دعوی مکہ مکرمہ میں کیا 910 میں وصال ہوا910-901= 9 سال
سنہ 903ہجری میں آپؑ نے دوسرا دعوی احمد آباد تاج خاں سالار کی مسجد میں کیا910 میں وصال 7 سال
سنہ 905ہجری میں آپؑ نے تیسرا دعوی موکد بڑلی میں کیا 905 میں وصال 5 سال

مہدی موعود علیہ السلام دعوی موکد کے بعد 5 برس حیات رہے۔اس طرح یہ حدیث مبارک حق ثابت ہوئی ہے۔اور یہاں معلوم ہو رہا ہے کہ دعوی مہدی کے بعد آپؑ کی ذمہ داری دوچند بڑھی ہوئی دکھائی دیتی ہےاور ہجرت کے پہلے مرحلے میں ایک سکون اور ٹہراو دکھائی دیتا ہے۔مکہ مکرمہ میں دعوی کے بعد آپؑ کے کلام بیان اصلاح وتبلیغ میں شدت دکھائی دیتی ہے۔مکہ مکرمہ کے بعد تین مرتبہ اپنے دعوے کا اعادہ کیا معنی دہرایا بلکہ تحقیق وجستجو کی دعوت دی ایسا نہیں کہ دوسرے مدعیان یا جھوٹے مدعیان کی طرح دعوی کر کے بیٹھے رہے ایسا بھی نہیں کہ چند لوگوں کے درمیان یا مفلسوں میں یا امیروں میں یا فوجیوں کے دم خم پر دعوی کیا بلکہ امراء سلاطین کو دعوت کے خطوط لکھے دعوت کے جولوازمات تھے پورے کئے یہی وجہ ہے کہ نہ صرف برصغیر میں بلکہ چین ایران اعراق تک غلغلہ بلند ہوااور وہاں لوگوں نے آپؑ کومہدی قبول کیا۔جب جونپور میں آپؑ کوخواجہ خضرؑ کے ذریعہ بتادیا گیا کہ ہدایت کے لئے منتخب کیا گیا ہےاس کے بعد جب ہند میں تبلیغ فرمارہے تھےتو آپؑ میں آثار وشواہد مہدی ہونا مشہور ہوگیا تھا لیکن آپؑ نے اس کا اظہار نہیں کیا جب تک حکم نہ ہوا۔نعیم بن حمادؒ نے حضرت قتادہؓ سے روایت کی ہے کہ:**یخرج المهدی من المدینة الی مکة فیستخرجه الناس من بینهم فیبا یعونه بنین الرکن والمقام و هو کاره** نکلیں گے مہدی مدینے سے مکہ کی طرف پس لوگ انہیں پہچان لیں گےاوران کے ہاتھ پر رکن اور مقام کے درمیان بیعت کریں گےحالانکہ وہ اس کو پسند نہیں کرینگے۔(مقدمہ سراج البصار ا/۶۲)مدینہ عربی میں شہر کو کہتے ہیں جب آپؑ نے شہر جونپور سے ہجرت کی تو مکہ ہی کو روانہ ہوئے تھے۔دوسرے تیسرے مقام سے ہی مہدی ہونے کے آثار وشواہد کا چرچہ ہوگیا لوگوں نے پہچان کر بیعت کی گزارش کی مگر آپؑ نے اس کو پسند نہ کیا اس لئے کہ جب تک اللہ تعالی کا حکم نہ ہو۔''نکلیں گے مہدی مدینہ سے مکہ کی طرف''اس پر توجہ دیں''مدینے سے مکہ کی طرف مہدی کا نکلنا''اگر فی الفور اسے مدینہ منورہ مان لیا جائے جو مکہ کی طرف آئینگے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی ایسا شخص جو آل رسولؐ میں سے ہو وہ مدینہ سے روانہ ہو مکہ کی طرف دعوی مہدی کے لئے یعنی وہ اس انتظار میں بیٹھے کہ نوصدیاں گزرگئیں اب مجھے جاکر دعوی مہدی کرنا ہےاس طرح اہل تشیع یعنی روافضہ کے مہدی جوان کےعقیدہ کے مطابق غار سامرہ میں بیٹھے ہیں تیرہ صدیوں سے وہ آکے اپنا دعوی کریں گےاُن کے تعلق سے اہل سنت نے پہلے ہی انکار کردیا ہےاس طرح یہ بات نہیں ہوسکتی تو پھر مہدویہ کی دلیل ہی قاطع ہے کہ مدینہ کے معنی ''شہر'' کے ہیں مدینہ منورہ نہیں اور میراں سید محمد جونپوریؑ شہر جونپور سے نکلے تھےاور مکہ مکرمہ میں دعوی کیا تھا۔اور حدیث کا دوسرا حصہ کہ لوگ انہیں پہچان لیں گے مگر مہدی اس کو پسند نہیں کریں گے کہ انہیں مہدی کہا جائے''جب تک کہ وہ رکن و مقام پر اللہ کے حکم سے دعوی''نہ کرلیں اور ہوا یہی ہے کہ شہر جونپور سے آپؑ میں آثار وشمایل کا ہونا مشہور ہو چکا تھا کہ لوگ مہدی

ماننے لگے تھے مگر آپؑ نے نہیں کہا جب مکہ مکرمہ 901 میں آپؑ نے پہلا دعوی اللہ کے حکم سے نہیں کیا آپ نے کبھی اس کی تشہیر نہیں کی نہ خو کو خلیفۃ اللہ کہا۔ جب آپؑ کی بیعت ہوگئی تو آپ کا مہدی ہونا بھی مشہور ہوگیا اور اللہ تعالی کا حکم ہوا کہ خراساں کی طرف جاؤ وہاں ہم تمہارے دعوی کو نہج دیں گے اور اللہ کے رسول ﷺ نے بھی مکہ مکرمہ سے ہند جانے کو کہا تھا یہ سنت رسول ﷺ تھی کہ مہدی نے اپنے وطن واپس آنے کے بجائے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق خراساں (فراہ) چلے آئے اور اسی سفر میں آپؑ سے علماء کا مناظرہ و مقابلہ بھی ہوا لیلۃ القدر کا تعین ہوا دیدار کی دعوت دی گئی اور دوسرے معرفت الٰہی کے اُمور واضح کئے گئے۔ مقدمہ سراج الابصار میں میاں سید مصطفیٰ تشریف الٰہی نے 94 مقامات پر مہدویہ آبادیوں کے ہونے کا بیان کیا ہے ان میں خراسان ایران بخارا چین بلوچستان ملتان کے علاوہ ایک رومی مصدق کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور ابو الکلام آزاد نے آپؑ کے عقیدت مندوں میں نوسو ''علماء'' کا ہونا بیان کیا ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کا حجۃ الوداع جو آپ کا آخری حج تھا اور ہجرت کے 10 دسویں سال ہوا اس کے بعد آپؐ 3 تین ماہ حیات رہے اسے بنیاد بنا کر دیکھیں تو حضور کی بعثت کے وقت ساتویں صدی عیسوی میں دنیا کی آبادی 20 / 21 کروڑ تھی حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نفوس موجود تھے جو قبائل عرب یمن اور شام سے آئے تھے۔ اُس وقت یعنی 6 اور 7 صدی عیسوی میں جب حضرت سید الانام ﷺ کی بعثت ہوئی دنیا کی آبادی 20 سے 21 کروڑ جو بتائی جاتی ہے اس حساب سے حجۃ الوداع کے مسلمانوں کا اجتماع دنیا کی 20% فیصد مسلمان مان لیں تو آج دنیا کی آبادی 7 سو 73 کروڑ ہے اور مسلمانوں کی 1.37 یعنی ایک سو سینتیس کروڑ ہوئی جو دنیا کی آبادی کا 24% فیصد ہیں۔ اندازہ لگائیں آدمؑ سے حضور ﷺ تک اگر 21 کروڑ آبادی تھی تو عمرانیات کے لحاظ سے حضور ﷺ تک سات یا آٹھ ہزار برس کا زمانہ ہے اس پورے زمانے کے دوران کی کل آبادی کو فی الواقعہ قیاساً یا اندازاً بھی کل ملا کر ایک سو یا دو سو کروڑ مان لیں تو ان ایک یا دو سو کروڑ انسانوں کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی رسول پیغمبر اور 104 صحیفے اور 3 تین نازل کردہ کتابیں، اور حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد 1400 برسوں میں جو آبادی کا تناسب بڑھا ہے اسے فی الواقعہ آج کی آبادی 800 کروڑ اور اگلے ایک ہزار چار سو برسوں کی آبادی کو اگر اتنا ہی مان لیں تو حضور نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کا سردار الانبیا خاتم الانبیا ہونا ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ کی اُمت تمام انبیا مرسلین کی اُمت سے کئی گنا زیادہ ہوگی، اور قرآن مجید کا معجزہ عظیم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہودیت و عیسائیت اسلام سے پہلے کے مذاہب ہونے کے باوجود انہیں علاقوں میں پھیلے جہاں جہالت تھی جیسے یوروپ مگر جزیرہ نماء عرب شام مصر ایران کے فلسطین کے علاقے بہت کم ان مذاہب سے متاثر ہوئے کیونکہ جب تب یہاں انبیاء و مرسلین کی بعثت ہوتی رہی اور خدا کی وحدانیت کے ساتھ معاشرت و اخلاقیات کا درس بھی دیا جاتا رہا جہاں تہذیب و اخلاقیات سے لوگ مانوس تھے اس کے برعکس حال بت پرستی اور توہمات کی قوموں کا ہے وہ مرکز اصلاح و تربیت جزیرہ نماء عرب سے نقل وطن کرنے کے بعد دور سے دور ہوتے گئے ان میں تو ہمات و بت پرستی کے عناصر زیادہ نمایاں رہے بالآخران میں لادینیت کا بول بالا ہوا ہے جو کہ ہم مشرق بعید چین جاپان اور کوریا جیسے ممالک میں دیکھتے ہیں اور ویسے بھی نوحؑ کے بیٹوں میں

یافث یا جاپت کی نسلیں ابتداء سے ہی قاین/قابیل جو آدمؑ کا بیٹا تھا جس نے اپنے بھائی ہابیل کا دنیا میں پہلا قتل کیا اس کی قوموں سے بہت متاثر رہے جو شام و ایران سے نقل وطن کر منگولیا اور چین سے آگے پھیل گئے اور قابیل ہی کو ابلیس نے آتش پرستی کی طرف راغب کیا تھا جو بعد میں ایران کے زرتشتوں اور چین میں آگ اُگلنے والے ڈراگان کی شکل میں موجود رہا آج بھی ان قوموں کا مرغوب رنگ لال اور پیلا ہے جو آگ کی علامت ہے۔ روایات آثار وقرآئین سے معلوم ہے کہ قابیل نے ہابیل کا قتل کیا، مگر حضرت آدمؑ کی ناراضگی یا ڈر سے جب ہمالہ سے بھاگا جہاں پر حضرت آدمؑ کو اُتارا گیا تھا تو وہ ہمالیہ کے کوہستانی علاقوں سے نیچے کی طرف آیا جہاں اس نے سکونت اختیار کی وہ علاقہ آج کا ایران تھا جہاں پر شیطان نے اسے آگ کی پرستش سکھائی۔ ہمالیہ جہاں پر حضرت آدمؑ کو اُتارا گیا دنیا کا عظیم کوہستانی سلسلہ ہے جو جغرافیائی اعتبار سے تبت آسام نیپال ہماچل کشمیر اور پاکستان کے سوات کنجراب خیبر سے ہوتے ہوئے افغان کے ہندوکش پہاڑوں تک پھیلا ہے اس کے بعد خراسان ایران اور شام کے میدانی علاقے ہیں۔ نوح علیہ السلام کی کشتی جب کوہ جودی پر ٹہری تو وہ شام اور ترکی کے درمیان ہی ٹھری جہاں سے دوبارہ انسانیت پروان چڑھی جو مصر یونان اعراق ایران ایشاء افریقہ تک پھیلی اور دنیا کے شرکیہ مذاہب میں آتش پرستی کو اولیت حاصل ہے اس کے بعد بت پرستی آئی۔ اہل ہنود جو آج کے ممالک ہندوستان بر ماسری لنکا نیپال تھائی لینڈ تایوان میں آباد ہوئے یہ ایسی اقوام تھیں جو ہند میں آریائی کہلائی ان کے اساطیر، دیومالاؤں Mythology میں انبیاء کے واقعات کے بگڑے ہوئے قصایص کو صاف طور پر دیکھا جاسکتا ہے مثلاً بھگوت گیتا اور مہابھارت کے قصوں میں اُس وقت کے ظالم بادشاہ ''کامسا'' کو بھوش وانی ہوئی ایک لڑکا تیری حکومت تباہ کردیگا تو اس نے ملک کے سارے بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تو کرشنا کی ماں ''دیوکی'' نے چھپانے کی غرض سے بچہ دریا میں ڈالدیا۔ یہ وہ قصہ یا واقعہ ہے جو فرعون وموسیٰ کا بنی اسرائیل کے واقعات کا حصہ ہے'' کامسا'' رمسا'' کا بدلا ہوا لفظ ہے توریت کی کتاب خروج میں موسیٰ سے مقابلہ کرنے والے فرعون کا نام ''رمسیس'' ہے۔ زمانے کی دوری الفاظ اور ناموں کو کس طرح بدلتی ہے یہاں اس کی مثال دیکھیں، عربی فارسی اردو میں رہبر رہنما سالار میر کارواں کو ''امیر'' کہا جاتا ہے اس لفظ کو احترام کے طور پر'امیراں' کہا جانے لگا بعد میں ''میراں'' ہوا پھر ادائیگی کی روانی میں یہ'' میاں'' بن گیا۔ بہر کیف جب اُس وقت کے بت پرست نقل وطن کرکے ہندو برصغیر کی طرف آئے تو انہوں نے ان واقعات کو مافوق الفطرت واقعات کا رنگ دے کر انہیں بھگوان کا اوتار بنادیا اور انہیں کے بت بنا کر پوجنے لگے جو بت پرستی انہیں قوم نوحؑ اور قوم بابل ونینوا سے وراثت میں پائی تھی۔ اور مہذب اور متمدن قوموں سے دوری نے انہیں جہالت میں مبتلا کردیا جو عالم ان میں رہ گئے انہوں ان واقعات کو دیومالائی رنگ دیا جو بعد میں بت پرستی کی وجہ بن گئی۔ طلوع اسلام کے بعد کئی کوتاہیوں اور خامیوں کے مسلمانوں میں رسم وبدعت تو رہی مگر علم اور تعلیم کا رجحان برقرار رہا جو معاشرت واخلاقیات کے لئے ضروری ہے اور اس کا نتیجہ بھی ظاہر ہوا مسلمانوں نے آٹھ صدیوں تک ترقی ایجادات کیمیا کایناتی نظام تاریخ وجغرافیہ کے اُصول رقم کئے۔ کہنے کا مطلب یہ کہ جب تک کوئی قوم اپنے مرکز سے رابطہ استوار رکھتی ہے وہ نہ صرف اپنے ایمان اور مذہب کو محفوظ

کر لیتی ہے بلکہ وہ خود اپنی ترقی کی ضامن ہوتی ہے جب وہ اپنے مرکز یا نظام سے دوری بنا لیتی ہے منتشر ہو کر بکھر جاتی ہے۔مہدویوں کے دایروں کے نظام کو دیکھیں جب دایروں سے رابطہ اور تعلق رہتا ہے ایمان ومذہب کی مضبوطی کے ساتھ معاشرہ میں استقامت وسکون رہا ہے اس کے ساتھ تعلیمی ترقی بھی ہوتی رہی جب لوگوں نے روٹی روزی کے خاطر یا تعلیم کے خاطر دوری بنائی تو نہ صرف ایمان وعقیدہ بگڑ گیا بلکہ منتشر خیالات واعتقادات کا سلسلہ شروع ہوا جو تعلیم اخلاقیات اور معاشرت کو منتشر کئے جا رہا ہے۔اور اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے لوگ جب بہت مدت کی دوری کے بعد وہ دوبارہ اس ماحول کو اپنانا تو چاہتے ہیں جب تک بڑی دیر ہو چکی ہوتی ہے نئی نسلیں بے اعتقادی بیدنی کا شکار ہو چکی ہوتی ہیں ۔اس جایزے کا مقصد یہ ہے کہ آج ہمیں جو چیز آسان اور بہت بڑی معلوم ہوتی ہے وہ ابتداء میں یا ان دنوں کتنی مشکل اور محدود ہوا کرتی تھی یہ ترقی اور تناسب کا اندازہ ہمیں آسان معلوم ہوتا ہے۔حضور ﷺ کی حیات میں ایک نفس کا ایمان لانا بھی کٹھن مرحلہ تھا۔آج ثبوت دلایل اور کتابوں کا خزانہ ہونے کے باوجود ایمان وعقیدہ ڈگرگوں ہے۔جیسا کہ ابتدائے اسلام میں قرآن واحادیث کے علوم علماء فقہا کے مدرسوں اور خانقاہوں تک محدود تھے۔اس کے باوجود اگلے انبیاء خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور اُمت محمد یہ ﷺ کا موازنہ کریں تو جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ کہ جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلا کر صحرائے سینا یا کوہ طور کے پاس لائے تو اللہ تعالی نے آپؑ سے کلام کیا بنی اسرائیل جو ضدی اور اڑیل قوم تھی موسیٰ سے بحث کرنے لگے کہ ہمیں بھی تمہارے اللہ سے بات کراؤ یا تمہارے اللہ کو دکھاؤ۔مجبوراً حضرت موسیٰ ان کے ستر 70 آدمیوں کو لے کر کوہ طور پر گئے اور اللہ تعالی سے مدعا بیان کیا اللہ تعالی کا قہر جوش میں آیا اور تجلی ہوئی تو حضرت موسیٰ بے ہوش ہو گئے اور وہ ستر لوگوں کے کلیجے پھٹ گئے اور مر گئے۔موسیٰ نے دوبارہ اللہ سے گذارش کی کہ انہیں زندہ کر دے (کیونکہ بنی اسرائیل اتنی آسانی سے ان کی موت کو ماننے والے نہ تھے اور موسیٰ کو بھی بنی اسرائیل کو اللہ کی قدرت کا معجزہ دکھانا تھا) سو وہ دوبارہ زندہ کئے گئے۔اس کے بعد حضرت موسیٰ کو توراۃ کے احکام تختیوں کی شکل میں دئے گئے ایک مختصر عرصے کے بعد جب موسیٰ واپس کوہ طور سے آئے تو بنی اسرائیل سامری کے سحر اور اپنی ضد کے جال میں پھنس کر بچھڑے کی پوجا کرنے لگ گئے یہ دیکھ کر موسیٰ نے غصے میں احکام کی تختیاں ان پر دے ماریں جو ٹوٹ گئیں ۔اس سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں 1) بنی اسرائیل ہدایت ماننے والی اور اللہ کے احکام کو قبول کرنے والی قوم نہ تھی جو آج تک ہے 2) اللہ تعالی نے اس قوم کے لوگوں کو موت کے بعد حیات کا معجزہ بھی دکھایا مگر وہ حکم عدولی سے باز نہ آئے 3) اللہ تعالی نے موسیٰ سے کلام کیا دیدار نہیں کرایا مگر حضور سردار الانبیا ﷺ کو نہ صرف کلام کیا سدرۃ سے آگے بلا کر دیدار کرایا اور یہ معاملہ بعد میں آپ ﷺ کی حیات میں بھی جاری رہا اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ "میں اللہ کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے" اور حضور ﷺ کی اُمت نے نہ صرف بصد شوق اللہ کے احکام کو تسلیم کیا بلکہ اطاعت کی اور حیات بعد الموت کو یقین جان کر عبادت کی۔

تاریخ کے پچھلے ادوار میں طاقت ور انسان بادشاہ یا مہنت اور پجاری خود کو بھگوان گاڈ یا خدا کہتے تھے پھر ایک دور آیا

تاریخ کے دوسرے دور میں ہر قوم نے جس کسی انسان کو تقدس واحترام کے مقام پر بٹھایا اسے یا تو بھگوان یا بھگوان کا اوتار بنا کر ہی بٹھایا تا کہ دوسرے انہیں تحقیر و تضحیک کی نگاہ سے نہ دیکھیں مثلاً اہل ہنود رام اور کرشن کو جو کہ انسان تھے بھگوان کا اوتار بنا کر بٹھایا گوتم بدھ کی قوم نے بدھ کو بھگوان بنایا جینیوں نے وردمان کو مہاویر بھگوان بنایا عیسائیوں نے عیسیٰ مسیح کو گاڈ کا بیٹا بنایا۔ دنیا میں واحد مسلمان یا اسلام کے ماننے والوں نے حضورؐ کو نبی رسول پیغمبر سے متعارف کرایا اور سردارالانبیا ﷺ نے خود کو اللہ کا بندہ کہا۔ اور اپنے بعد آنے والے ہادی مہدی کو خلیفۃ اللہ کہا۔ باوجود اس کے مسلمانوں کے گروہوں میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے مہدی کو آسمانوں پر سے سیڑھی لگا کر اترتا ہوا ساری دنیا پر حکمرانی کرتا ہوا اور ساری دنیا کے مشرکوں کافروں کو مسلمان بنانے والا بنا کر پیش کیا یہ اس لے ہوا کہ وہی نظریاتی تاثرات کو ان گروہوں نے مشرکوں اور کافروں سے مستعار لیا۔ کفر وایمان کی محاذ آرائی آدم علیہ السلام کے زمین پر اُترنے کے ساتھ ہی شروع ہوگی۔ شیطان آگ سے بنا تھا جب حضرت آدمؑ کے بیٹوں ہابیل و قابیل میں رنجش ہوئی اور قابیل نے ہابیل کا دنیا میں پہلا قتل کیا تو قابیل وہاں سے بھاگ گیا اور اپنا گروہ بنالیا تو شیطان نے سب سے پہلے جو شرک کا طریقہ سکھایا وہ آگ کی پرستش تھی یعنی خود کی پرستش کرنا سکھائی۔ جب قابیل کا گروہ طوفان نوحؑ میں ہلاک ہوگیا تو شیطان نے دیکھا کہ شیثؑ ادریسؑ اور نوحؑ کی تبلیغ و اصلاح کی تعلیم سے لوگوں میں سمجھ اور عقل آ گئی ہے تو اُس نے اپنا طریقہ کار بدلا اور اولاد آدم کو ان کے اپنے بزرگوں کی پرستش سکھائی اور بعد میں انہیں کی بت پرستی پر انسان کو آمادہ کرلیا۔

حضور ﷺ کی نبوت کی مکی زندگی 13 برس کی ہی ہے اس کے بعد 10 برس مدنی۔ مہدی موعودؑ کی غیرارادۃً اتباع رسول ﷺ کی علامت دیکھیں قطعہ ہندوستان میں آپؑ 13 برس ہجرت میں اصلاح و تبلیغ کر رہے ہیں جب کہ آپؑ کو جونپور میں حضرت خضرؑ کے ذریعہ معلوم کرا دیا گیا کہ ہدایت کے منصب کے لئے آپؑ کو چن لیا گیا ہے۔ اس کے بعد پہلے دعوی مکہ کے آپؑ کی زندگی 10 سال کی ہے جو مکہ مکرمہ سے فراہ مبارک کی ہجرت ہے۔

13 برسوں تک مہدئ موعودؑ خطہ ہند میں ہجرت اصلاح اُمت کرتے رہے آثار وشمایل سے آپؑ کا مہدی ہونا مشہور ہوگیا لیکن آپ نے دعوی نہیں کیا آپؑ کے مہدی مشہور ہونے کی گواہی غیر مہدویہ مصنفوں نے بھی دی ہے حدیث میں آیا ہے کہ لوگ پہچان لیں گے کہ یہ مہدی ہے۔ لیکن آپؑ نے مکہ مکرمہ میں دعوی کے بعد ہی قرآن کی آیات سے اپنے دعوے کی شہادت دی۔ حضور ﷺ کی نبوت کے پہلے 13 برس کفار و مشرکین کی مزاحمت مخالفت مقابلہ آرائی میں گزرے مدینے کے 10 برس نفاذ شریعت اور استحکام میں، جبکہ مہدی کے پہلے 13 اصلاح اُمت میں گزرے دعوی کے بعد کے 10 برس اُمت کے علمائے سُو کی مزاحمت مخالفت میں گزرے۔

برصغیر یعنی براعظم ایشیاء کا جنوبی زمینی حصہ۔ آزادی ہند سے پہلے موجودہ ہندوستان، موجودہ بنگلہ دیش، موجودہ پاکستان اور کچھ حد تک افغانستان کو ملا کر بولا جاتا تھا۔ مگر! افغانستان اور موجودہ پاکستان یا تو خراسان کے حکمرانوں کے قلمرو میں رہے

یا افغانی حکمرانوں کے جو پشاور بلوچستان لاہور سندھ ہیں۔اسی افغانستان کے راستے سے آریائی جو بعد میں برہمن کہلائے ہندوستان آئے تھے۔ 330 قبل مسیح مقدونیا کا سکندر اعظم بھی ہندوستان نہیں بلکہ افغانی مملکت میں آیا تھا۔شروع سے افغانستان عرب اور چین کے درمیان ریشم کی راہداری کا اہم حصہ رہا ہے یہاں ایرانی آتش پرستوں مقدونیائی اور بدھ مت کا یہ مرکز رہا ہے کچھ عرصہ کے لئے۔سمرقند بخارا ازبک ترکمانی لوگوں کے لئے بھی یہ اہم تھا جو جزیرہ عرب کو سفر کرتے اسی راستے سے جاتے۔چندر گپت موریہ کے بھی یہ تسلط میں رہا یہاں ہندو اور بدھ مت بھی پروان چڑھے ان کے نشان بامیان کے بدھ کے دیوہیکل بتوں میں دیکھنے کو ملتی ہے۔اس مختصر تاریخ کو بتانے کی ضرورت اس لئے ہے کہ طلوع اسلام کے بعد خراسان اور افغان کی مملکت کے علاقے اسلامی تمدن قرآن وحدیث کی تعلیم اور تصوف کی گروہوں کا مرکز رہے ہیں۔مہدی موعود علیہ السلام کو اللہ تعالی نے حکم دیا تھا کہ خراسان کی طرف جاؤ اصلاح وتبلیغ کے لئے ہم وہاں پر تمہاری دعوت کو نہج دیں گے۔لہٰذا مہدی موعودؑ کی ہجرت کے دو حصہ ہیں ایک ہندوستان جو موجودہ ہند کا حصہ ہے جس میں آپؑ نے 13 سال تک اصلاح وتبلیغ کی اس کے بعد مکہ مکرمہ میں پہلے دعوی کے بعد 10 سال تک اسی خراسان کے قلمرو میں دعوت دی ہے آج کا صوبہ گجرات بھی اُس وقت اسی مملکت کا کچھ حصہ تھا جہاں سلطان محمود بیکڑا جیسے مسلم حاکم تھے اور آج کا پالن پور اُس وقت شہر نہر والہ کہلایا جاتا تھا جو دینی عالموں کا مرکز تھا اس حصہ میں۔یہ اللہ کے رسول ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی اور مہدی کی ہندو خراساں کی ہجرت کے دو پہلو کو دکھانا ہے۔طلوع اسلام کے بعد مرکز علم مکہ سے مدینہ منتقل ہو گیا' اس کے بعد کوفہ بصرہ اس کے بعد بغداد علم کا مرکز ہوا' اس کے بعد سمرقند بخارا علم کے مراکز بنے اس کے بعد خراساں علم کا مرکز رہا ہند میں جونپور اس کے بعد علاقہ گجرات علم دین کا مرکز رہا جو خراسان کا حصہ تھے اور ایک وقت ایسا بھی رہا جب موجودہ افغانستان علم دین کا مرکز بنا۔آج پاکستان ہندوستان اور مدینہ منورہ علم دین کے مرکز ہیں یہیں سے دینی علوم کی کتابیں ملتی ہیں' آج اعراق شام میں علم دین کے مراکز ختم ہیں وہاں شیعہ اور روافض نے علوم اسلام کو ختم کر کے اپنے نظریا بنا لئے ہیں اب سمرقند بخارا علم دین کے مرکز نہیں رہے۔کہنے کے مطلب یہ ہے کہ علم دین کی تبلیغ وابلاغ کے مراکز ہر ہمیشہ بدلتے رہے ہیں۔لیکن عرب سے وسطی ایشاء ہی دین اسلام کے فروغ کا مرکز رہے جیسے کہا آٹھویں صدی ہجری میں جونپور گجرات اور خراسان علم دین کے مرکز تھے۔

آگے کے صفحات میں سفر ہجرت کا نقشہ ہے

پہلا نقشہ۔ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کے سفر ہجرت کے ہندوستان سے ڈھابول بندر تک

887ھ سے جو ہجرت کا پہلا حصہ ہے جس میں ان مقامات پر قیام کا ذکر ہوا ہے 0) جونپور 1) داناپور 2) کالپی 3) چندیری 4) چاپانیر (جو اس وقت محمود بیکڑا کا دارالخلافہ تھا) 5) مانڈو 6) برہان پور 7) دولت آباد 8) احمد نگر 9) بیدر 10) گلبرگہ 11) چیتاپور 12) بیجاپور 13) رائے باغ 14) ڈھابول بندر۔اگر جونپور ملا لیا جائے تو 15 پندرہواں مقام ہے

۔سنہ 900 ہجری تک۔ دوسرا نقشہ۔ ڈھابول بندر سے مکہ مکرمہ حج کا سفر واپسی دیوبندر اور آخر میں فراح مبارک میں وصال تک کا ہے 901 ھ سے جو آپؑ کی ہجرت کا دوسرا مرحلہ ہے بعد سفر حج اور دعوی مہدی کے۔ 0) ڈھابول بندر 1) عدن (یمن) 2) جدہ 3) مکہ مکرمہ ۔ عدن ۔ 4) دیوبندر 5) کھمبایت 6) احمد آباد 7) سانتیج 8) پاٹن 9) بڑلی (بڈولی) 10) سانچور 11) جالور 12) ناگور 13) جیسلمیر 14) نگرٹھٹھہ (سندھ) 15) کاہہ (موجودہ کاہان بلوچستان ۔پاکستان) 16) قندھار 17) فراہ مبارک ۔910 ھ تک۔ تیسرا نقشہ۔ جونپور سے فراح تک کے سفر ہجرت کا مکمل نقشہ ہے جو قطعہ ہند عرب اور فراہ تک کے مقامات ہیں۔

مہدی موعودؑ کے ہجرت ہند برصغیر و عرب کی مسافت انداز اً کلومیٹر/میل میں

یہ ہم نے تخمیناً درج کیا ہے وہ اس لئے کہ گوگل میپ میں جو سیدھا سیدھا ناپ ہے وہ ہے یہ جبکہ زمینی سفری راستے اُوبڑ کھابڑ تیڑے میڑے ہوتے ہیں جس سے یہ مسافت اور زیادہ ہوگی۔اور مہدی موعود اوران کے مہاجر اصحابؓ کس راستے سے گزرے تھے اُس کا صحیح علم کسی کو نہیں صرف مقامات درج ہیں اس لئے یہ اندازہ ہے جو قریب قریب ہے۔

مقام ابتداء و ختم ہجرت	کلومیٹر	میل	موجودہ وطن وریاست سفر	سمندری	زمینی میل
جون پور سے داناپور (بہار)	235	146	اُتر پردیس/ بہار		146
داناپور سے کالپی	529	329	بہار / اتر پردیس		329
کالپی سے چندیری	225	140	اُتر پردیس		140
چندیری سے چاپانیر	529	330	اُتر پردیس/ گجرات		330
چاپانیر سے مانڈو	665	413	اُتر پردیس / مدھیہ پردیس		413
مانڈو سے برہان پور	513	318	مدھیہ پردیس		318
برہان پور سے دولت آباد	185	115	ایضاً		115
دولت آباد سے احمد نگر	107	66	مہاراشٹر		66
احمد نگر سے بیدر	319	198	مہاراشٹر / کرناٹک		198
بیدر سے گلبرگہ	97	60	کرناٹک		60
گلبرگہ سے چیتاپور	150	93	ایضاً		93
چیتاپور سے بیجاپور	148	92	ایضاً		92
بیجاپور سے رائےباغ	105	65	ایضاً		65

راستہ	کلومیٹر	میل	علاقہ	میل
رائے باغ سے ڈھابول بندر	209	130	کرناٹک / مہاراشٹر	130
ڈھابول سے عدن(یمن)	3068	1906	مہاراشٹر / یمن	1903
عدن سے جدہ	1150	719	یمن / عرب	719
جدہ سے مکہ مکرمہ	72	44	جزیرہ عرب	44

حج کے بعد

راستہ	کلومیٹر	میل	علاقہ	میل
مکہ مکرمہ سے عدن	1150	719	یمن / عرب	719
عدن سے دیوبندر(پوربندر)	2762	1716	یمن / گجرات	1716
دیوبندر سے کھمبایت	319	198	گجرات	198
کھمبایت سے احمد آباد	76	47	گجرات	47
احمد آباد سے سانتیج	13	8	ایضاً	8
سانتیج سے پاٹن	90	56	ایضاً	56
پاٹن سے بڑولی(بڈلی)	100	61	ایضاً	61
بڈلی سے سنچار	33	20	ایضاً	20
سنچار سے جالور	180	112	گجرات / راجستھان	112
جالور سے ناگور	281	174	راجستھان	174
ناگور سے جیسلمیر	283	175	راجستھان	175
جیسلمیر سے نگرٹھٹھ	385	239	راجستھان / سندھ پاکستان	239
ٹھٹھ سے کاہہ	131	81	سندھ پاکستان	81
کاہہ سے بلوچستان	502	312	پاکستان	312
بلوچستان سے قندھار	355	221	پاکستان / افغانستان	221
قندھار سے فراہ مبارک	351	218	افغانستان	218

کلومیٹر	7294	میل	4527	زمینی
"	8130	میل	5060	سمندری
کل کلومیٹر	**15424**	میل	**9487**	کل

اس طرح مہدی موعود علیہ السلام نے کل 15276 کلومیٹر یا 9495 میل کا سفر ہجرت کیا۔ چونکہ یہ سیدھی خط میں ناپا گیا ہے

جیسے کہ بتایا زمینی راستے مختلف اور فاصلہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے یہ سفر ہجرت اس سے زیادہ میل وکلومٹر کا ہوسکتا ہے ۔اور موجودہ سفری راستوں کا اُس وقت کے سفری راستوں سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان میں کافی تبدیلی ہوچکی ہے اگلے وقتوں میں جنگلوں سے بھی سفر ہوا کرتا تھا اور چکر کاٹ کر بھی ۔اس لئے صرف اندازہ لگایا گیا ہے ۔ یہ تمام سفر مہدی موعودؑ نے 23 برسوں میں کیا ہے اگر ان برسوں کو 365 سے ضرب دیں تو یہ 8395 دن بنتے ہیں ۔اس طرح مہدی موعودؑ کا یہ سفر ہجرت ایک 1 گھنٹے میں ایک کلومیٹر سے کم ہوا کرتا تھا یعنی سفر اور قیام ملا کر۔ جبکہ آج دہلی سے واشنگٹن کا 12 ہزار کلومیٹر کا سفر 15 گھنٹے میں کرلیا جاتا ہے۔

آگے کے جدول میں دیکھیں جون پور سے ہجرت کا 18 مقام مکہ مکرمہ ہے اور آپؑ نے قرآن مجید کی 18 آیات سے اپنے دعوی مہدی کو پیش کیا ہے اور.....بڑلی میں دعوی موکد ہجرت کے 18 ویں برس ہوا ہے ۔اس عدد 18 کا دہرایا جانا محض اتفاق نہیں ہوسکتا اور اس کی جمع 9 یعنی نویں صدی ہجری بنتی ہے۔

1. Jaunpur
2. Danapur [God Bangala]
3. Kalpi [now in UP]
4. Chanderi [now in MP]
5. Chapaner now in Gujrat
6. Mando [now in MP]
7. Burhanpur now in MP
8. Daulataba Maharashtra state
9. Ahmednagar MS
10. Bidar in Karnataka State
11. Gulbarga karnataka
12. Cheetapur [Gulbarga District]
13. Bijapur
14. Raibagh
15. Dhabol Buner MS
Hijrat of Mahdi Maud as Syed Muhammad Jaunpuri
in India from 887 to 900/901 Hijri
shown in mesured lines
Total distance: 3,902.54 km (2,424.92 mi)
India
Nepal
Bhutan
Bangladesh
GUJARAT
MAHARASHTRA
CHHATTISGARH
JHARKHAND
WEST BENGAL
ODISHA
MEGHALAYA
ASSAM
NAGALAND
MANIPUR
TRIPURA
SIKKIM
New Delhi
Lucknow
Kathmandu
Nagpur
Surat
Nashik
Mumbai
Kolkata
Chittagong
See travel times, traffic and nearby places

Mahdi Maud's journey from Hind to Makka mukarama ,to Dev Bunder to Farah shown in 15 to 32
15. Dhabol Bunder MS
16. Aden (Yemen)
17. Jedda (Arabia)
18. Makka Mukarrama
19. Dev Bunder (PorBunder)
20. Khambayat Guj
21. Ahmedabad
22. Sanlej
23. Patan
24. Badoli (Sabar kanta Dist)
25. Jalore Rajasthan
26. Sanchaur Rajasthan
27. Nagaur Rajasthan
28. Jaisalmer
29. Nagar Thatta (Pakistan Sindh)
30 Kahan (Kohlu Dist Baluchistan Pakistan)
31. Khandhar Afghanistan
32. Farah
Measure distance
Click on the map to add to your path
Total distance: 11,808.61 km (7,337.53 mi)
Afghanistan
Iran
Saudi Arabia
India
Egypt
Sudan
Eritrea
Yemen
Oman
Kuwait
Bahrain
Qatar
United Arab Emirates
Dubai
Muscat
Riyadh
Medina
Khartoum
Lahore
New Delhi
Jaipur
Lucknow
Nepal
Kathmandu
Hyderabad
Chennai
Kochi
Persian Gulf
Gulf of Oman
MAHARASHTRA
ODISHA
JHARKHAND
WEST BENGAL
TELANGANA
KARNATAKA
ANDHRA PRADESH
TAMIL NADU
UTTAR PRADESH
PUNJAB
UTTARAKHAND
HARYANA
HIMACHAL PRADESH
BIHAR
Search Google Maps
See travel times, traffic and nearby places
Satellite

تاریخ اسلام میں حضور نبی کریم ﷺ کے بعد قرآن کی بنیاد پر یا قرآن کی آیات کی بنیاد پر کوئی ایسا دعویٰ یا تحریک نہیں ہے جو اپنے دعویٰ کا حق ہونا قرآن سے ثابت کیا ہو سوائے حضرت میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام خلیفہ اللہ تابع رسول اللہ ﷺ جونپوری کے۔ یہی آپؑ کے دعویٰ کے حق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ مسلمان چاہے کتنا ہی بڑا عالم فاضل صوفی ولی متقی پرہیز گار ہو وہ اس بات کی ہمت نہیں کر سکتا کیونکہ انہیں اندازہ ہے کہ قرآن کی بنیاد پر دعویٰ کرنا اللہ کے حکم سے ہو سکتا ہے یا پھر ایسا دعویٰ جھوٹ اور تہمت ہے جو اللہ کے حضور اس گناہ اور عذاب کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے دعویٰ کیا اور دعوت دی کہ یا تو میرے اس دعوے کو از روئے شریعت جھوٹا ثابت کرو یا مجھے قتل کرو۔ قرآن کی بنیاد پر دعویٰ صرف اور صرف تاریخ اسلام میں مہدیٔ موعود علیہ السلام سید محمد جونپوری کا ہی ہے۔ اُس وقت برصغیر میں علما کی کثیر تعداد بھی تھی اور مسلم حکمران گجرات سندھ خراسان قندھار میں میں موجود تھے وہ دونوں ایسا نہ کر سکے جبکہ یہی لوگ بعد میں آپؑ کے صحابہؓ بندگی سید خوندمیرؓ اور بندگی شاہ نعمتؓ کو فوج لا کر شہید کر دیتے ہیں تو وہ مہدیٔ پر کیوں غلبہ نہ پا سکے؟؟ جبکہ نواسہ رسولؐ امام حسنؓ کو زہر دیا، امام حسینؓ کو شہید کیا خلیفہ رسول اور داماد حضرت علیؓ کو شہید کیا امام ابو حنیفہؒ کو شہید کیا امام احمد بن حنبلؒ کو شہید کیا حضور ﷺ کے لئے ان کے پاس بہت مواقع اور اسباب تھے مگر چونکہ اللہ کے خلیفوں کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو انسان ان پر قابو نہیں پا سکتا۔ ہاں! حاکم قندھار میر ذوالنون نے جب اس ضمن میں مہدی موعودؑ سے کہا تو اپنی تلوار انہیں دی آزمانے کے لئے اور ناکام ہوئے اور تصدیق کی۔ جیسے کہا اللہ اپنے خلیفوں کی حفاظت خود فرماتا ہے حضرت ابراہیمؑ کی حفاظت آگ سے اللہ تعالیٰ نے فرمائی حضرت اسماعیلؑ کی حفاظت اللہ نے فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام تو فرعون کے دربار میں کئی بار نہتے گئے معجزے دکھائے ڈرایا دھمکایا اس کی خدائی کا مذاق اڑایا اور مقابلہ کی دعوت دیتے رہے فرعون جیسا ظالم جابر بادشاہ باوجود موسیٰ اس کے قبضہ اور بس میں ہونے کے نہ حملہ کیا نہ کرایا نہ شہید کرنے کی کوشش کی اسے ایسی کون سی مجبوری یا احساس تھا کہ اُس کی ہمت نہ ہوئی۔ اور مانا کہ قریش مشہور اور بااثر قبیلہ تھا صحابہ رسول ﷺ پر ظلم و ستم ڈھائے ہیں لیکن حضور ﷺ پر وار کرنے یا شہید کرنے کی کوشش یا ہمت نہیں کی اور ہجرت کی رات اگر کی بھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کے سامنے سے حضور ﷺ کو حفاظت اور امن و امان سے باہر نکال دیا۔

یہاں پر اہل کتاب کے معنی بھی سمجھ لئے جائیں تو بہتر ہوگا۔ اہل کتاب صرف وہ نہیں جو توریت زبور اور انجیل کے ماننے والے ہیں بلکہ اہل قرآن بھی اہل کتاب ہیں۔ قرآن سے پہلے نازل ہونے والے صحیفوں میں خصوصاً حضرت موسیٰؑ کے قول و بیان میں قرآن کو انجیل کہا گیا ہے۔ یا رب اری فی الالواح اقواما اناجیلهم فی صدورهم فجعلهم اُمتی (تفسیر قرطبی) اے میرے رب میں ان تختیوں میں ایک قوم کو دیکھ رہا ہوں ان کی کتابیں (اناجیلهم) ان کے سینوں میں ہیں (قرآن کے سوا کوئی کتاب سینوں میں محفوظ نہیں) پس انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تلک اُمتی احمد وہ احمد کی اُمت ہے۔ یہاں حضرت موسیٰ کا یہ کہنا کہ ان کی انجیلوں میں میں دیکھ رہا ہوں یہ بتاتا ہے کہ قرآن سے پہلے کسی بھی آسمانی صحیفہ کو انجیل کہا

جاتا تھا۔انجیل کے معنی مقدس کتاب کے ہیں ۔اس لئے جب بھی قرآن کا خطاب اہل کتاب ہوگا تو اس میں مسلمان شامل سمجھے جائیں گے۔

بنی اسرائیل میں نصیحت واحکام قبول کرنے اطاعت بجالانے کی قابلیت تھی ہی نہیں' اسی لئے انہیں قرآن جیسے رموزواسرار نہیں دئے گئے مقطعات تو اور بات اسماءالحسنٰی بھی انہیں نہیں دئے گئے جو دئے گئے ان کی انہوں نے قدر بھی نہیں کی لہٰذا ہم دیکھتے ہیں ان کے ذکرواذکار ان کے اپنے ذہنی طور پر بنائے ہوئے ہیں ۔جس قوم کو جس لائق سمجھا گیا اللہ تعالی نے انہیں اتنی ہی استطاعت دی۔قوم ثمود قوی الجثہ تھے انہیں پہاڑ کاٹ کر مکان بنانے کی قوت دی گئی' بابل ونینوا اور مصر کی قوموں کو قوی ہیکل عمارتیں اوراہرام جیسے غیر معمولی بلند وبالا مقبرے بنانے کا فن دیا ہندی ویونانی قوموں کو علم نباتات وحیوانات کے علاوہ علم نجوم کا علم دیا' چینی نژاد باشندوں کو ریشم پچکاری نقش ونقوش بنانے کا علم دیا افریقی باشندوں کو مضبوط اور قوی الجثہ بنا کر درندوں اور جانوروں میں بودو باش کا ہنر سکھایا جزیرہ عرب کے باشندوں کو اصلاح وتبلیغ اور معرفت الٰہی کے احوال سمجھنے کا علم دیا اور حضور نبی کریم ﷺ کے طفیل میں عجمی یا دوسرے معنوں میں معرفت الٰہی کے اسرار دئے روایتوں میں صاف ظاہر ہے کہ ایسے معاملات کا جب بھی ذکر ہوا اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت سفیان ثوریؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف اشارہ کیا کیونکہ دونوں غیر عرب تھے ۔لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ ایران خراسان سمرقند بخارا اور ہند میں علم معرفت اپنے انتہا کو پہنچی یہیں سے ولایت اور تصوف کے بہت سارے سلسلے چلے ہیں چشتیہ نقشبندیہ کبراویہ سہروردیہ نقشبندیہ وغیرہ جب ان میں رسم وبدعات جگہ پکڑنے لگیں تو مہدی آخرالزماں خلیفۃ الرحمٰن کے ذریعہ اللہ کی قربت لقاء اور دیدار کا درس دیا گیا ہے جو تخلیق آدم کا منتہٰی ہے اور یہی اصل علم اور مقصد تھا کہ انسان اللہ تعالی کو اُسطرح پہچانے جس طرح اسے پہچاننے کا حق ہے' اور یہ درس ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ اور خاتم الانبیاء ﷺ کا ہے جنہوں نے کفروشرک کے ماحول میں بھی اللہ تعالی کو تلاش کیا اور اس کی عبادت کی جسے دین حنیف کہا گیا۔حنیف کے معنی سچے دین کو ماننے والا یا حقیقی معبود کا بندہ سچے عقیدہ ومذہب والا۔

پچھلے ایک سو برسوں میں قوم مہدویہ میں تعلیمات مہدی موعودؑ کے تعلق سے یک طرفہ سوچ اور کوشش رہی ہے وہ ہے مخالفین ومعاندین کو مطمئین کرتے رہنا۔اس سے دوطرح کا نقصان ہوا ہے قوم کے نوجوانوں میں کمتری کا احساس پیدا ہوا' دوسری بات یہ کہ ہماری علمی وتحقیقی کوششیں متاثر ہوئیں ۔اور مہدویہ تعلیمات کی اصلاح وتبلیغ کی کوششوں میں ہم نے اپنی تمام تر توانائیاں احادیث کے بیان اور اسلاف کی روایتوں تک محدود کردیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ابہام پیدا ہوگیا کہ قرآن میں تو مہدی کا ذکر ہی نہیں ہے جبکہ نہ صرف اللہ کے رسول ﷺ نے بلکہ قرآن نے بھی اس بعثت کے تعلق کا بیان کیا ہے اور مہدی موعود علیہ السلام نے قرآن کی 18 آیات سے اپنا ثبوت پیش کر کے اسے واضح کردیا کہ قرآن ہی مہدی کے تابع رسولؐ ہونے کا شاہد ہے ۔مہدویہ تعلیمات کی بنیاد دو باتوں پر ہے قرآنی آیات کی شہادتیں اور تعلیمات فریضٔ ولایت اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اس پر توجہ ہی نہیں دی

جاتی صرف احادیث اور روایتوں پر اکتفاء کر لیا جاتا ہے۔ایک عقیدہ شریفہ دوسری ہژدہ آیات کو چھوڑ دیں تو کہیں بھی اس بنیاد پر کام نہ ہوا اور یہ دو کتب بھی مختصر سی ہیں۔ہمارا خیال ہے کہ علماء ملت کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے صرف وعظ و بیان میں پچاس سو لوگوں کے سامنے بیان کر کے پلہ جھاڑنے سے نہیں بلکہ علمی و تحقیقی کام ہونا چاہئے۔اس ضمن میں یہ بات کہہ دینا ضروری ہے کہ دور صحابہؓ کے بعد اسلام میں قرآن و حدیث کی تعلیمات اور ولایت کے طریقوں کا ہی بول بالا رہا ہے۔اس کے بعد ان کی تائید و تنقید میں جماعتیں اور گروہ پیدا ہوئے جنہوں نے تھوڑا بہت اچھا کیا بہت زیادہ اسلام کے ایمانی و عقایدی بنیادوں کو نقصان پہنچایا۔مگر تعلیمات مہدی موعود علیہ السلام ان دونوں کا مرجع اور مرقع ہیں جس کا متبادل ہمیں کسی گروہ فرقہ یا جماعت میں کہیں نہیں دکھائی دیتا۔قرآن مجید نازل ہوا ہے پڑھ کر عمل کرنے کے لئے ایصال ثواب کر کے طاق میں رکھنے کے لئے نہیں یہی تعلیم مہدی موعودؑ کی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے قرآن شریعت اور سنت کو پیش کیا اور اسلام ایمان اور معرفت الٰہی کو واضح کر دیا، صحابہؓ رسولؐ نے جو اکتساب فیض نبوت سے علم حاصل کیا اسے جوں کا توں اُمت کو پیش کیا آیمہ اربعہ تابعین تبہ تابعین اولیاء کاملین نے اُن تمام علوم کو قرآن و شریعت و سنت رسول کی روشنی میں خلاصہ اور وضاحتیں کی اور اُمت کے سامنے ایک صاف شفاف اور واضح اسلام کو پیش کیا مگر بعد میں ایسے گروہ اور جماعتیں معرض وجود میں آئیں اُنہوں نے ظاہری احوال اسلام کو اپنے خیالات دلایل اور منطق کو ہی دین مذہب بنادیا جبکہ علوم قرآن و شریعت اور معرفت الٰہی لازم و ملزوم ہیں۔یہی حال مہدویہ کا ہے صحابہؓ مہدی تابعین تبہ تابعین مہدی نے تعلیمات مہدی کی جو وضاحت اور شرح بیان کرنا تھی سو کی لیکن بعد کے علماء نے نہ ان کی وضاحتیں کیں نہ ہی تعلیمات مہدی کو تحقیقی و تدریسی نصاب بنایا اور انہیں محدود و منجمد کر کے مخصوص طبقات تک صرف بیان روایتوں تک مخصوص کر دیا اس طرح مہدویت موہوم پر اسرار بنانے کی کوشش کی گئی اور تعلیمات مہدی کو شخصی ملکیت اور سینہ بہ سینہ علم کرنے کی غیر علمی کوشش کی گئی اور تعلیمات مہدی حقیقت پر مبنی ہونے کے باوجود ایک ابہام اور اسرار بن کے رہ گئے اس طرح علم دین اور معرفت الٰہی مہدویہ دایروں سے غایب ہوتا چلا گیا اور تعلیمات مہدی منقود و موقوف ہوتی چلی گئی اور انہیں خاندانی کہاوتوں بیانوں تک محدود کر دیا اور جب ملت کے افراد میں دوسری جماعتوں کی دیکھا دیکھی شعور بیدار ہوا تو اس کا حل غیر مہدویہ مدرسوں میں خلفاء کی تعلیم کا سمجھ لیا جس کا لازمی نتیجہ انتشار اور نفاق کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور آج نہ علم ہے نہ ہی معرفت الٰہی جسے احسان کہا گیا' اگر آج چند بزرگوں میں رہ بھی گیا ہے تو وہ یا تو علم کی جستجو میں یا معرفت کی جستجوں میں ہی کوشاں ہیں اور جو عالم کہلاتے ہیں وہ غیر مہدویہ علمائے سُو کی جماعتوں مدرسوں کے طریقوں اور بیانوں نظریات کی تقلید میں کوشاں ہیں مہدویت اور تعلیمات مہدی منقود ہے۔حالانکہ مسلمانوں میں جو گروہ اور فرقے ہیں ان کے علما و رہبروں اور ربانیوں نے جو اُصول اور طریقے بتائے اُن میں بے انتہا تبدیلیاں اور ترامیم کی گئی' جبکہ تعلیمات مہدی موعود آخرالزماں کے اُصول ضابطہ اور طریقہ پانچ صدیوں سے جوں کا توں اور غیر متبادل ہے اس میں کسی قسم کی کمی یا

زیادتی نہیں کی گئی مگر اعمال میں احوال چال ڈھال میں تبدیلی آ گئی ۔آج بھی تعلیمات مہدی بے عیب اور حق ہیں مگر ظاہری عقل اور نقل سے ملت مہدویہ کا چہرہ مسخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے ۔

مہدی موعود سے متعلق قرآنی شہادتیں

ان قرآنی شہادتوں کو سمجھنے سے پہلے اس بات کو جان لینا ضروری ہے کہ نبوت کے 13 برسوں تک اللہ کے رسول محمد ﷺ نے اپنی نبوت اور رسالت کی گواہی قرآن سے دیتے رہے ان تمام برسوں میں قرآن کا بیان ہی آپ کی شہادت کا مرکز رہا جو اللہ کا کلام ہے ۔ 15 / 16ویں برس سورہ عمران میں اللہ نے آپؐ کے اسم گرامی سے آپ کو اللہ کا رسول کہہ کر شہادت دی ۔ یہی قرینہ آپؑ کے تابع مہدی کے لئے بھی رہا 13 برس تک ہجرت اور اصلاح اُمت میں رہے اور دعوی کو ہضم کیا دعوی کے بعد 14 سورتوں کی 18 آیات سے اپنے دعوی کی شہادت پیش کی اور یہ ان 10 برسوں میں ہوا جو آپؑ کے دعوی کے بعد کا زمانہ ہے ۔احادیث مہدی کے متن اور روایتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں جب اسلامی شریعت کا انعقاد ہو گیا اس کے بعد ہی اللہ کے رسول ﷺ نے مہدی موعودؑ کے متعلق بشارتیں سنائیں ہیں حالانکہ آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ کے بتدائی ایام میں اس بعثت کے متعلق آگاہ کر دیا گیا تھا ایسا ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ جب آپؑ کے تابع قرآن سے اپنی شہادت پیش کرتے ہیں سورۂ قیامہ نزول 31 سورہ فاطر نزول 43 واقعہ 46 ھود 52 یوسف 53 انعام 55 یہ مکہ مکرمہ میں نازل سورتیں ہیں جو مہدیؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کئے ہیں تو کیا متبوع ﷺ جن کی اتباع تابع مہدیؑ کو کرنا تھا انہیں کیسے اس معاملہ سے مکہ میں ہی واقف نہ کرایا جاتا ۔ وہ مکہ کا ہی دور تھا جب آپؐ ہجرت کر رہے تھے تو سراقہ بن ملک کو آپ ﷺ نے شاہ ایران کسرہ کے کنگن پہنائے جانے کی خوشخبری سنائی تھی تو نو صدی بعد آنے والے مہدی کے بارے میں آپؐ کو کیوں نہ بتایا جاتا ۔چونکہ ایسے کسی معاملہ کو مکی زندگی کے نا مساعدہ حالات میں بیان کرنا انسانی نفسیات کے خلاف بات تھی غور کریں کہ حضو ﷺ کو سورہ احزاب کی ۴۰ویں آیت میں خاتم النبین کہا گیا جو کہ نزول قرآن کی 90ویں سورۃ ہے یعنی مدینہ منورہ آپؐ کے ہجرت کرآنے کے دو تین برس بعد بتایا گیا وَ لٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (محمدؐ) مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں ۔اگر حضو ﷺ مکہ مکرمہ میں جب کہ آپ کو مہدی موعو دخلیفۃ اللہ کے بارے میں بتایا جاتا رہا ہے باوجود اس کے آپؐ خاموش رہے یا آپ کو مہدی کے متعلق بیان کا حکم نہیں تھا اور جب مدینہ منور ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے مہدی موعود کے بارے میں بتانا شروع کیا 'اگر حضو ﷺ مکہ میں مہدی کے متعلق معرفت الٰہی کے متعلق اور اللہ کے دیکھنے اور بندوں کو اللہ کے بارے میں دیکھنے کی باتیں بتاتے تو لوگوں میں ایک ششو پنج اور گونا گوں کی کیفیت پیدا ہو جاتی کہ آپؐ خود کو خدا کا نبی رسول اور پیغمبر بھی کہہ رہے ہیں اور اپنے بعد ایک خلیفۃ اللہ کے آنے کی بات بھی بتا رہے ہیں' یہ مقام تقدس ختم نبوت کے برخلاف بات ہو جاتی کہ جس میں لوگ تر دد اور ذہنی خلجان میں مبتلا ہو جاتے ۔لہٰذا ہجرت کے بعد کی پہلی سورہ بقرہ کے نزول کی 124ویں آیت میں اس امامت اعظمیٰ کا ذکر کیا جو آپ ﷺ اور آپؐ کے تابعؑ پر اختتام کو پہنچے گی ۔اس کے بعد لگا تار حضو ﷺ کو

بتایا جا تا رہا مدینہ میں 28 سورتوں کا نزول ہوا ان میں سے 8 میں مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کی ہیں ۔ کیا یہ بات غور طلب نہیں کہ مدینہ منور میں سورتوں کے نزول میں 5 بار محمد ﷺ کا نام لیکر شہادت دی گئی اور مہدی موعودؑ نے 8 سورتوں میں شہادت پیش کی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اور خلیفۃ اللہ مہدی نے پہلے قرآن سے شہادت پیش کی ہے ۔ یہاں خاتم الانبیا ﷺ کے خاتم مہدی موعود کا مقام ظاہر ہوتا ہے ۔ قرآن سے بینات کی دلیل اس لئے اہم ہے کہ بیشک احادیث وحیٔ غیر متلو ہیں لیکن وہ زبان زد عام تھیں ضبط قلم نہیں ہوئیں تھیں انہیں بعد میں ضبط قلم کیا گیا امام مالک کی موطہ کو احادیث کی پہلی کتاب کہا جاتا ہے ۔ ان کا زمانہ تابعین کا ہے ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ جب قرآن کو مصحف کی شکل میں حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں جمع کیا گیا تو احادیث کا زمانہ تو بعد کا ہے جن میں احوال اعمال کے علاوہ دوسرے معاملات بیان ہیں ان میں احادیث مہدی روایات و دیگر معاملات ہیں ۔ اور ظاہر ہے ان کے بیان کرنے والوں میں کچھ لوگوں نے کمی پیشی کی اسی لئے اُسے صحیح کرنے کا طریقہ امام بخاری نے بتایا اور دوسرے محدثین نے بھی احادیث کو جمع کرنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا ۔ اسی وجہ سے آج ہمارے سامنے ان کی درجہ بندی کا علم ہے احادیث کو ان محدثین نے حدیث قدسی ۔ معروف ۔ موقوف ۔ مقطوع ۔ متصل ۔ مرسل ۔ منقطع ۔ معذل ۔ معلق ۔ متواتر ۔ عزیز ۔ غریب میں شمار کیا اب ان میں سے قول وحال نبی ﷺ کے اعتبار سے نشاندہی کرنا عالموں کا کام ہے مگر اس میں علم اور اعتقادات نے دخل کیا ہے اسی لئے وہی حدیث صحیح قرار پائے گی جو قرآن کے بیان پر صحیح اترے لہٰذا ہمیں پہلے اللہ کے رسول ﷺ اور مہدی موعود کی قرآنی شہادتوں پر نظر کرنی ہے ۔ کیونکہ بعد میں دیکھا گیا کہ احادیث کی بنیاد پر جھوٹے مدعیان مہدی پیدا ہو گئے تھے اور حضرت سید محمد جونپوری کا مہدی موعود علیہ السلام ہونا پہلے قرآن کی بنیاد پر حق ہے احادیث ہمیں آثار و شمایل کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اور مہدی موعود نے بھی احادیث کی بنیاد پر کم ہی اپنے دعوی کا ثبوت دیا ہے ۔ یہی عمل حضور نبی کریم ﷺ کا بھی رہا کبھی بھی آپؐ نے اسرائیلی روایات سے اپنا نبی رسول ہونا ثابت نہیں کیا ۔ حالانکہ آپؐ اُمی تھے لیکن حضرت جبرئیلؑ نے کئی اسرائیلی روایات بھی آپؐ کو بتائیں ہونگی لیکن ان کے سہارے آپؐ نے اپنی شہادت نہیں دی بلکہ قرآن کی بنیاد پر ہی خود کو ثابت کیا ہے ۔

مصدیقین میں اکثر وبیشتر موضوع بحث اور دلایل میں احادیث کو پیش کیا ہے ۔ جبکہ احادیث مہدی کی آمد اور شناخت سے متعلق ہیں کب آئیں گے کس طرح ان کے اخلاق وسراپا ہوگا نشانیاں اور حالات کیا ہونگے اور مہدی کس طرح اور کہاں اپنا دعوی پیش کریں گے آیا کہ وہ عام اُمتی ہونگے کہ خلیفۃ اللہ اور اُمت کی دین وایمان کی حالت کیا ہوگی وغیرہ ۔ اس ضمن میں عقیدہ شریفہ میں حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی یہ نقل بہت کچھ بتاتی ہے ۔ مہدی علیہ السلام نے فرمایا '' اگر کوئی شخص ہماری سچائی معلوم کرنا چاہے تو اس کو چاہے کلام اللہ اور اتباع رسول ﷺ سے ہمارے اعمال واحوال سے جستجو کرے (مقدمہ/۰۷) یہاں مہدیؑ نے دو باتیں کہیں ہیں 1) کلام اللہ سے 2) اتباع رسولؐ سے اعمال واحوال کا موازنہ کرے ۔ کلام اللہ سے مطلب جن آیات سے آپؐ نے دعوی کیا ان میں غور کرنا دوسرا یہ نہیں کہا کہ '' احادیث میں دیکھو'' بلکہ کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کے اعمال واحول سے جستجو کرنا

معنی وہی ہیں المھدی منی یقفو اثری ولا یخطئی کہ اطاعت رسول میں آپؐ کا قدم مطابعت میں ہے کہ نہیں ۔ ہمارے یہاں ان دو اہم باتوں کو چھوڑ کر احادیث سے مہدی کو ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ احادیث حق ہیں لیکن قرآن اور سنت رسول یعنی اللہ کے رسول ﷺ کے اعمال بھی حق ہیں بجائے محدثین کی آراء کے ۔ محدثین نے جو بیانات یا روایتیں قلمبند کی ہیں اسے انہوں نے خود ایک اُصول کے تابع رکھا ہے کہ کہیں غریب موضوع مرفوع تخریج والی احادیث جس کو انہوں نے خارج کر دیا ان کے بیانوں میں توقف کیا جائے یا ان کی تحقیق کی جائے ان میں مہدی کے آثار و بیان کی بھی ہیں ۔ لیکن یہ بات بہت حیران کن ہے کہ مہدویہ عالموں اور محققوں نے مہدی موعودؑ کے تعلق سے روایات احادیث اور دوسرے دلایل اور منطق کا سہارا تو لیا ہے' لیکن! سب سے اہم جز دعویٰ مہدی کے ثبوت کی آیات پر گفتگو ہی نہیں کی یا پھر کہیں کی بھی تو مبہم اور غیر محسوس انداز میں جبکہ یہی سب سے اہم دلیل اور ثبوت ہے جو میراں سید محمد مہدی موعودؑ نے پیش کی اور جب معاندین و مخالفین کا جواب بھی دیا تو ان آیات کے ثبوت کو نظر انداز کیا ہے' یہ بات مقدمہ سراج الابصار اور کحلل جوہر میں بھی دیکھنے کو ملے گی ۔ عقل حیران ہے کہ اتنی اہم بات کو کیسے نظر انداز یا درکنار کیا گیا ۔ جبکہ میاں عبدالغفور سجاوندی علیہ رحمہ نے با قاعدہ ان آیات کو ایک کتابچہ کی شکل میں جمع کر کے پیش کیا ہے' اور آج سے سو برس کے عالموں اور اس کے بعد کے عالموں رہبروں نے اپنے باپ دادا خاندان نسب منصب کے بیانوں میں زمین آسمان کے ملا کر ایک کر دیا ہے ایسی رطب السانی کی ہے کہ گویا وہ اللہ کے حضور عالم بالا کے خوشہ نشیں تھے اور مہدی کے متعلق انہوں نے ایسی لاپرواہی کیسے کی؟ یہ بات بڑی تعجب خیز ہے' اور آج تو عجب معاملہ ہے وہ مہدی کے دعویٰ کی حجت کو کیا ثابت کریں گے وہ حقیقی مہدویت سے ہی واقف نہیں ہیں' ساری بیان بازی غیر مہدویہ بدعقیدہ جماعتوں کی نقل میں ہو رہی ہے ۔

میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام جونپوری کا مہدی موعود آخرالزماں ہونا ان باتوں پر ہے

ا) تابع تام رسول اللہ ﷺ ہونا ۔ آپؑ نے فرمایا ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسولؐ اللہ'' اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں یہ آیات آل عمران ۲۰ ۔ فَاِنْ حَآجُّوْکَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجهِی لِلّٰهِ **وَمَنِ اتَّبَعَنِ** پھر اگر وہ آپؐ سے جھگڑا کریں تو کہہ دیں میں نے جھکا دیا اپنا منہ اللہ کے لئے اور جس نے میری پیروی/ اتباع کی ۔ یہاں زیر بحث دو لفظ ہیں'' مَن '' اور ''اتَّبَعَنِ '' یہاں قرآن میں مَنْ اسم واحد کے آیا ہے اتَّبَعَنِ اتباع کرنے والا یا پیروی کرنے والا ایسا خطاب واحد کے لئے ہوا ہے یہ واحد کے صیغہ میں ہے جمع کے نہیں یہاں مَنِ اتَّبَعَنِ ایک خاص پیروی کرنے والا ہے تمام اُمت نہیں جس کا خلاصہ سورہ ھود آیت ۱۷ میں کیا ہے اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَیَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ پس (یہ لوگ کیا اُس کے برابر ہو سکتے ہیں) جو اپنے رب کے کھلے راستے پر ہو اور اس کے ساتھ اللہ کی طرف سے گواہ ہو'' ۔ اللہ کی طرف سے کھلے راستے پر انبیا و مرسلین اور اللہ کے خلیفہ ہوتے ہیں دوسرے لوگ تو کچھ نہ کچھ ٹیڑے راستے اختیار کر ہی لیتے ہیں' اور اُس خلیفۃ اللہ کی گواہی اللہ کے رسول ﷺ نے بھی دی ہے جو آپؐ کے بعد میں آنے والا ہے کہ ''مہدی مجھ سے ہے میرے نقش قدم پر چلے گا کبھی خطا نہیں کریگا'' ۔ میراں سید محمد جونپوری

مہدی موعود خلیفۃ اللہ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میرے پاس وحی یا پیغام (جبریل) آتے ہیں۔ بلکہ ہمیشہ یہ کہا کہ مجھے اللہ کا حکم ہوتا ہے ۔وحی، پیغام اور حکم میں بڑا فرق ہے ۔وحی اور پیغام لامحالہ اللہ تعالی کا اپنے نبی رسول اور پیغمبر سے بذات خود یا بذریعہ فرشتہ امین کے ذریعہ شریعت کا دیا جانا ہے جبکہ "حکم" تب دیا جاتا ہے جب کہ پہلے سے ایک شریعت اور قانون موجود ہو۔ جب کہ شریعت پچھلے احکام یا شرائع کو منسوخ کرنے کے لئے وحی دی جاتی ہے ۔اور حکم اتباع اور تعمیل کے لئے دیا جاتا ہے ۔اور خصوی فیصلہ کرنے والے کو "حَكَم" کہتے ہیں مہدی موعودؑ کو حکم دیا جانا شریعت ماضی یعنی شریعت محمدﷺ پر عمل کروانا ہے ۔اس طرح مہدی موعود آخرالزماں اپنے رسول کی جانب سے کھلے راستے پر ہیں جس کے گواہ محمدﷺ ہیں جنہوں نے مہدی کے آنے کا وعدہ کیا تھا اور وہی رسولﷺ کی حقیقی پیروی کرنے والے ہیں ۔اسی لئے اللہ تعالی نے علمائے سُو اور کفر کرنے والوں سے آگاہ کیا ہے کہ **وَ جَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِه وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِه** ہم ان کے دل سخت پھیر دیتے ہیں کلام (اللہ) سے کیونکہ وہ بدل دیتے اور فراموش کردیتے اس کا بڑا حصہ جس کی اُنہیں نصیحت کی گئی تھی ۔سورہ المایدہ آیت ۱۳۔

۲) **مہدی کا قرآن مجید کی بنیاد پر اپنا دعوی پیش کرنا اللہ کے حکم سے ہے** ۔میراں علیہ السلام نے قرآن مجید کی 18 آیات سے اپنا دعوی مہدی پیش کیا۔جیسا کہ قرآن کا بیان ہے "قُلِ اللّٰهُ شَهِيدٌ لا قف (یہاں توقف ہے) بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ قف (یہاں دوسرا توقف ہے) وَاُوحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِه وَ مَنْ بَلَغَ ط ۔ آپؐ کہدیں اللہ گواہ ہے میرے درمیان اور تمہارے درمیان یہ وقفہ محمدﷺ اور مہدی کے درمیان زمان و مکان کا ہے کہ توقف کے بعد ایک دوسرا ڈرانے والا مہدی موعود ہوگا) اور وحی کیا گیا ہے مجھ پر یہ قرآن تا کہ میں تمہیں ڈراؤں اور وہ جسے یہ پہنچے **وَ مَنْ بَلَغَ** ۔یہ ڈرانے والا کوئی عام اُمتی نہیں بخصوص ہے اور واحد ہے وَ مَنْ بَلَغَ معنی ہر وہ شخص نہیں جسے یہ قرآن پہنچے اللہ کے رسولﷺ کی طرح ڈرانے والا نہیں ہوگا۔

۳) **مہدی موعودؑ نے اپنی تعلیم اور تربیت کی بنیاد مغز قرآن سے اخذ کر کے بتائی ہے** ۔جیسے تقوی توکل ترک حب دنیا عزلت از خلق صحبت صادقین ذکر دوام ہجرت اور طلب دیدار ۔اگر قرآن مجید کو جو اللہ کا کلام ہے بار بار غور سے پڑھیں تو اندازہ ہوگا کہ قرآن مجید کی بنیادی یہی تعلیمات ہیں جنہیں بتانے کے لئے احکام بیان قصایص انبیا و دیگر اقوام عالم کفار و مشرکین کے واقعات بیان ہوئے ہیں ۔اسی لئے مہدی کو مبین کلام اللہ کہا **خلق الانسان علمه البيان** ۔خلق میں ایک انسان کو پیدا کر کے بیان سکھایا جائے گا۔ جب اس میں تمام حالات واقعات کو بیان کر دیا گیا تو پھر **علمه الابيان** (سورہ الرحمٰن) کس لئے؟ اور قرآن کے نزول کے بعد **ثم ان علينا بيانه** پھر اس کا بیان کرنا کس لئے؟ حضورﷺ پر قرآن نازل ہو رہا ہے احکام بتائے جار ہے ہیں واقعات بتائے جار ہے ہیں اس کے بعد "اس کا بیان کرنا ہمارے ذمہ کس لئے"؟ اور نبوت کے آخر میں یہ بتانا کہ "فرقوں میں بٹی اُمت کو بیان کرنے کے لئے ایک دوسرے بینہ کا بھیجا جانا کس لئے؟" ۔بیان معنی معرفت الٰہی اور قربت خداوندی کی بنیاد دی اور ضروری باتوں کا بیان ہے ۔ویسے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ نو صدیوں تک عالموں نے تفسیریں کیں وضاحتیں کیں نکات بیان کئے مگر کسی نے قرآن کے

بیان کا مغز یعنی ضروری اور بنیادی تعلیم نہیں دی سوائے مہدی موعودؑ کے۔اس کی مثال آج یوں ہے کہ مدرسہ یا اسکول جاتے ہیں پورا سال کے 365 دن کئی اسباق اور کئی کتابیں پڑھتے ہیں' لیکن امتحان کے دن صرف ایک پرچہ دینا ہوتا ہے کہ جس میں چند ایک سوالات کا جواب دینا ہوتا ہے وہ بھی مختصر ایسا نہیں کہ سارا سبق لکھ دیا۔مہدی موعودؑ کی تعلیم ممتحن اللہ تعالی کے سوالات کا وہی پرچہ ہوگا جس کی تربیت مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ نے مصدقوں کا سکھائی۔

۴) ان تعلیمات پر مہدی موعود علیہ السلام نے پہلے خود عمل کیا پھر اپنی تصدیق کرنے والوں کو تربیت دی۔ جیسے ظاہری و باطنی ہجرت کرنا' دایروں کا قیام جہاں یکسوئی اور توجہ سے ان اعمال اور تعلیمات کو بتایا اور سکھایا جاتا تھا۔عزلت از خلق ترک حب دنیا اور ذکر دوام تو ابنیا کرام کا طریقہ ہیں۔اور انبیاء و مرسلین و صالحین کی خواہش طلب دیدار کی تعلیم اُمت کے عام افراد کو دینا جس کی کوئی تو حقیقت ہوگی؟ حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود آخرالزماں علیہ السلام اسد العلماء کہلائے گئے تھے۔لیکن اللہ کے خلفاء کی سنت کے مطابق آپؑ نے کوئی نئی تحریر یا کتاب نہیں چھوڑی بلکہ قرآن وسنت کو بنیاد بنایا حتی کے ایک رقعہ یا چٹھی بھی نہیں چھوڑی جسے متبرک بنا کر بعد میں آنے والے لوگ نئی بدعتیں نہ شروع کر دیں۔

۵) مہدی نے دعوی مہدی کرنے کے بعد کئی جگہ قیام بھی کیا اخراج بھی ہوا لیکن! تین جگہوں پر جہاں پر آپؑ نے دعوی مہدی کیا احمد آباد اور بڑلی میں ڈیڑھ برس یا 18 مہینے قیام کیا تا کہ اُمت کے ہر خاص و عام کو اطمینان دلا سکیں اور تبلیغ و اصلاح کا مقصد پورا ہو کہ اُن کا دعوی حق ہے سوال۔ایسا نہیں کہ کسی حجرے میں بیٹھ کر یا اپنے معتقدوں کے درمیان دعوی نہیں کیا یعنی بابا نگ دہل دعوی کیا۔اسی کے ساتھ تبلیغ و اصلاح ہجرت کے ذریعہ اپنے قول و عمل کے ذریعہ دوسرے مقامات پر نقل کرتے رہے۔

۶) میراں علیہ السلام کے مہدی ہونے پر مصدقوں نے تو اقرار کیا ہے معترضوں اور مخالفین نے بھی اعتراف کیا کہ آپؑ میں وآ ثار و شمایل تھے۔ ان میں علماء اتقیاء بھی شامل ہیں جن ایک لمبی فہرست مہدویہ کتب میں ہے۔

۷) آپؑ کے دنیا سے پھر دہ فرمانے کے پانچ صدیوں بعد بھی مہدویہ مصدقوں کی آج موجودگی اور دایروں کا قیام آپؑ کے دعوی کی صداقت کا ثبوت ہے۔

عدد 40 کا اسلام کے واقعات میں کلیدی کردار ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کو چالیس ویں برس نبوت عطا ہوئی۔مہدی موعودؑ نے چالیسویں برس ہجرت اختیار کی تادم آخر تک ہجرت میں رہے۔اللہ تعالی نے سورہ اعراف آیت ۱۴۲ میں فرماتا ہے کہ''**ہم نے موسیٰؑ سے وعدہ کیا تھا تیس 30 رات کا اور اس کو دس 10 اور بڑھا کر پورا کیا تو پوری ہوئی مدت اس کے رب کی چالیس 40 راتوں میں**۔اس چالیس کے عدد کے بعد ایک حقیقت کو دیکھنا چاہیے۔اسی آیت میں موسی کے بھائی ہارونؑ کا ذکر ہوا ہے جو آپؑ کے نایب تھے جیسا کہ خلیفۃ اللہ مہدی تابع تام رسول ﷺ ہیں۔''اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کے **میرے نایب رہو میری قوم میں** اور اصلاح کرنا اور مفسدوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا۔اور جب موسی آئے ہماری وعدہ گاہ (طور) پر اور اپنے

رب سے کلام کیا اور موسیٰ نے کہا اے میرے رب مجھے دکھا کہ میں تجھے دیکھوں''۔ یہاں موسیٰ ہارونؑ کے واقعہ کے مغائر میں اور اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے واقعہ میں دیکھیں اللہ کہہ رہا ہے کہ'' آپ بھی بصیرت کی راہ پر بلائیں اور آپ کا تابع بھی بلائے گا''حضرت موسیٰ وہارونؑ اور محمد ﷺ اور مہدی موعود کے حالات میں ایک تفاوت اور یکسانیت ہے۔ جبکہ موسیٰ سے کہدیا کہ''تم مجھے نہیں دیکھ سکتے'' یہاں کہا جارہا ہے کہ''بصیرت پر آپ بھی بلائیں اور آپ کا تابع بھی بلائے گا'' ایسا تب کہا گیا جب انسانیت بلیغ ہوچکی تھی۔ موسیٰ کی طرح حضور ﷺ نے فرمایا''مہدی مجھ سے ہے میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کریگا۔

میراں سید محمد جونپوری کا مہدیٔ موعودؑ برحق ہونا ان حقایق پر ثابت ہے۔

1) **اپنا دعوی قرآن کی بنیاد پر پیش کرنا**۔ دنیا میں جتنے اللہ کے خلفاء آئے یعنی نبی رسول پیغمبر انہوں نے اپنے سے پہلے کے نبی یا رسول یا پیغمبر کے صحیفے نازل کردہ کتاب یا اللہ کے حکم سے کسی نے اپنا نبی ہونا پیش کیا یا رسول ہونا یا پیغمبر ہونا۔ اپنے سابقہ آسمانی نزول ہی اُن کے لئے حجت ہوا کرتے تھے۔ یعنی جس کسی کو کتاب یا صحیفہ دیا جاتا وہ تو احکام اور شریعت بتادیا کرتے تھے، لیکن جنھیں کتاب یا صحیفہ نہیں دیا انہیں اپنے ماسبق صحیفہ یا کتاب کو بطور دلیل پیش کرنا ہوتا تھا اس کے علاوہ انہیں احکام بذریعہ وحی کئے جاتے اور اُس وحی کی کیا کیفیت ہوتی وہ اُسی نبی رسول یا خلیفۃ اللہ کو معلوم ہوتی تھی جسے قرآن نے لقاء بھی کہا ہے (واللہ عالم) مثلاً حضرت داؤدؑ پیغمبر کتاب زبور تھے لیکن اُن کے فرزند حضرت سلیمانؑ کی نبوت کی کیا حالت یا کیفیت تھی یہ کوئی نہیں بتاسکتا مگر اللہ تعالی نے انہیں قرآن میں نبی رسول فرمایا ہے۔ ایسے بہت سارے انبیاء اور مرسلین ہیں حتیٰ کہ حضرت آدمؑ صرف اپنی اولاد کی اصلاح وتبلیغ پر معمور تھے انہیں اللہ تعالی نے خلیفۃ اللہ بنایا اور نبی آخرالزماں حضور ﷺ نے آدمؑ کو نبی کہا ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ نے بھی اپنا پیغمبر آخرالزماں ہونا قرآن سے ہی ثابت کیا ہے۔ اور خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ نے اپنا خلیفہ اللہ ہونا قرآن سے ثابت کیا جو آپؐ کے متبوع حضور نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا تھا۔

2) مہدیٔ موعود میراں سید محمد جونپوریؑ نے اپنے دعوی کی تبلیغ ہجرت سے کی جو کہ انبیاء ومرسلین کی سنت رہی ہے۔ ہجرت تین طرح کی ہوتی ہے ایک کثافت دنیا سے پاک ہوکر ہمیشہ کے لئے اللہ کے ہوکر رہ جانا جو کہ باطنی ہجرت ہے دوسری ظاہری ہجرت اللہ تعالی کے لئے وطن عزیز ماں باپ بیوی بچوں قرابت داروں سے دور ہونا تا کہ خدا کو پاسکیں اس کی عبادت یکسوئی ودلجوئی سے کرسکیں۔ اور تیسری ہجرت اللہ کے دین کو پھیلانے کے لئے دنیا اور اسباب دنیا کو چھوڑ کر وطن سے دور ہوجانا اور پھر پلٹ کر ان کی طرف واپس نا آنا۔

3) تاریخ انبیاء ومرسلین میں سوائے ذات محمد ﷺ کے کسی کے خلیفہ نہیں گزرے اور نا ہی رسول کریم ﷺ نے ایسا کوئی وعدہ اُمت سے فرمایا نا کسی کو نامزد کیا۔ اور آپؐ کے تابع تام مہدی موعود آخرالزماں نے بھی آپ ﷺ کی اسی سنت کو نبھایا اور آپ علیہ السلام کے خلیفہ کا انتخاب لوگوں نے کیا جیسا کہ صحابہؓ رسول نے کیا۔ حالانکہ ولیا اور صوفیا کے طریقوں میں خلیفہ ہونے کی

بات کہی جاتی ہے مگر وہ صرف چند اعمال و احوال کے اختیار کر لینے کو' جبکہ اسلام اور مہدویت میں خلفاء کا ایک محترم و مقدس مقام رہا ہے جن سے معرفت الٰہی کے سلسلے بھی چلے۔

4) پیغمبر آخر الزماں نبی کریم محمد ﷺ کے بعد اُمت محمد ﷺ بحیثیت مسلمان ایک قوم بن کر اُبھری جو دنیا کے طول و عرض میں پھیل گئے' اسی طرح مہدی موعود میراں سید محمد جونپوری علیہ السلام کے بعد مصدقوں کی ایک قوم مہدوی بن کر اُبھری جو آج پانچ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی موجود ہیں۔

5) حضور خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایمان کی استقامت تقویت اور تکمیل کے لئے پانچ فرایض اللہ کے حکم سے مقرر کئے۔ اور اللہ نے کہا یٰٓاَ یُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ اَدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآ فَّۃً (بقرہ ۲۰۸) اے ایمان والوں پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ مسلمان یہ سمجھتے رہے ہیں کہ صرف فرایض ادا کر لینے سے ایمان حاصل ہوتا ہے' لیکن مہدی موعودؑ نے بیان کیا کہ ایمان حاصل ہوتا ہے فرایض کی پابندی کے بعد' تقوی توکل ترک حب دنیا' عزلت از خلق صحبت صادقین ہجرت ظاہری و باطنی' ذکر دوام سے اس کے بعد معرفت الٰہی کی طلب یعنی قربت خداوندی جسے ''طلب دیدار'' کہا گیا ہی ایمان پورا اور کامل ہوتا ہے اور یہی تکمیل دین ہے ہر مومن کے لئے۔ جس طرح پیغمبر آخر الزماں محمد ﷺ کا زندہ جاوید معجزہ قرآن دیا گیا ہے جو قیامت تک کے لئے ہے اسی طرح طلب دیدار اور اس کی تعلیمات معجزہ ہیں مہدی موعود آخر الزماں کے قیامت تک اللہ کے طالبوں کے لئے۔ یہی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ نے **لا نبی بعدی** میرے بعد نبوت نہیں ہے کا اعلان کرنے کے بعد فرمایا ''**من انکر مھدی فقد کفر**'' جس نے مہدی کا انکار کیا اُس نے کفر کیا۔ یہ اہمیت ہے بعثت مہدی کی۔

احادیث کے ترجمہ اور بیان میں کمی زیادتی

یہ بڑا ہی حساس معاملہ ہے اس کی شروعات بعد نبوت ہوگی تھی جس کی ابتداء خوارج نے کر دی اُن کی دیکھا دیکھی دوسروں نے بھی یہ راستہ اختیار کیا اسی لئے محدثین کو بیان حدیث کے اُصول و ضابطے و قواعد بنانے پڑے۔ اس کے باوجود متن حدیث کے علاوہ بیان اور ترجمہ میں اضافہ و کمی کا چلن پھر بھی باقی رہا ایسی بہت سی مثالیں ہیں مگر اس کا سب سے زیادہ اثر احادیث مہدی کے بیانوں میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جہاں کہیں پیش گوئیاں فرمائیں انہیں ایک معاملہ کو دوسرے معاملہ سے منضبط یا پیوستہ کر دیا گیا کہیں پر وہ حق اور صحیح ہے کہیں پر ان احادیث کا کلام و بیان متضمن اور غیر واضح کر دیا گیا ہے اور ترجموں میں تو اس کا کھل کر استعمال ہوا ہے مثلاً ان احادیث کو دیکھیں۔ **حدثنا عثمان بن ابی شیبه حدثنا ابو داود الحضرمی حدثنا یاسین عن ابراهیم بن محمد بن الحنفیه عن ابیه عن علیؓ قال قال رسول الله ﷺ المهدی من اهل بیت یصلحه الله فی لیلة** (ترمذی' ابوداود' حاکم المستدرک) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مہدی میری اہلبیت سے ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو ''امارت'' کی صلاحیت ایک ہی رات میں دے گا۔ اُوپر عربی عبارت میں ''**الامارة**'' یا ''**سلطانه**'' کا لفظ نہیں ہے صلاحیت

دینے کی بات کوحکومت امارت اورسلطنت سے جوڑ دیا گیا ۔یہ کام عام مسلمانوں نے نہیں بلکہ جوخود کومحدث مترجم مفسر کہتے ہیں انہوں نے کیا ہے ۔دوسری مثل ترمذی ۴۶جلد۲باب خروج المہدی۔**عن ابی ھریرہ قال لولم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذالک الیوم حتی یلی ھذا حدیث حسن الصیح** فرمایااللہ کے رسول ﷺ نے اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی ہوتو اللہ تعالی اس دن کواتنا لمبا کردیگا یہاں تک کہ مہدیؔ ''والی'' بنے ۔عربی عبارت میں مہدی کا نام بالکل نہیں ہے مگر نام کے ساتھ ترجمہ کیا گیا ۔بعثت مہدی کے تعلق سے جتنی احادیث بیان ہوئی ہیں ان میں مہدی کا نام بہت کم آیا ہے زیادہ تر احادیث بعد ہونے والے احوال کے متعلق پیشن گوئیاں ہیں ان میں کئی باتیں اضافی بیان کردی گئی ہیں اوراردو کے ترجموں میں تو من مانی قطع وبرید کی گئی ہے ۔جس کی وجہ سے مسلہ ٔبعثت مہدی غیرضروری موضوع وبحث کی نظر ہوگیا ہے ۔

دورنبوت ﷺ میں اورآپؐ کے بعد دورصحابہؓ میں قرآن کے احکام مسایل زندگی معاشرت فرایض سُنن اوراُمور دین جیسے عبادات جنت جہنم کے معاملات پر عام طور پر باتیں ہوتی تھیں ۔کچھ معاملات جیسے قیامت کے آثار بعد میں ہونے والے حالات و واقعات دنیا میں رونماء ہونے والے احوال جوخاتم النبین ﷺ کے بعد پیش آنے والی باتیں آنے والی قومیں اسلام میں داخل ہونے والی برائیاں اسلام کا دوسرے براعظموں اورقوموں پر غلبہ جیسے معاملات بیان ہوتے تھے مگر اُن مخصوص صحابہؓ کے گروہ کے درمیان جن کا علم اورفراست غیرمعمولی تھی جوماضی حال اورمستقبل کے احوال کی سمجھ رکھتے تھے انہیں میں مہدی موعودؑ اورقوم مہدویہ اوراسی طرح کے دیگر معاملات بیان ہوئے ہیں ۔یہی بات ہے امام بخاریؒ امام مسلمؒ جیسے محدثین ابن ہشام طبری ابن سعد جیسے مورخین کے ہاں بعثت مہدی کے متعلق کم بیان ہوی ہیں ۔جبکہ جن محدثین ومورخین نے چند مخصوص صحابہؓ وتابعین کے بیانات احادیث قلمبند کئے انہوں نے ان معاملات پر زیادہ گفتگو کی ہے ۔صحاح ستہ کے محدثین نے یہ احتیاط شاید اس لئے کی ہوکے ماضی قریب میں خلافت راشدہ کے دورسے جھوٹے مدعیان نبوت نے اپنی کارستانیاں شروع کردی تھیں جوبڑی مشکل سے فرد کی گئیں ۔محدثین نے تابعین کے بعد اُمت میں مبادا کہیں کوئی نیا فتنہ نہ پیدا ہواس لئے احادیث کے بیانوں میں احتیاط کا رخ اپنایا ہو۔لہٰذا دیکھا گیا ہے کہ ان محدثین کے بیانوں میں اصل حقیقت اوربعثت مہدی کی ضرورت کوچھوڑکر قصہ کہانیوں اورمنظرکشی والی روایتوں کا وجودنہیں ملتا ۔ورنہ مہدی کی بعثت کا معاملہ اتنا ہی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے تابع مہدی ہونگے جواللہ کے خلیفہ ہونگے ان میں صلاحیت (معرفت الٰہی کی) ایک رات میں عطا کردی جائے گی جومراداللہ مبین کلام اللہ ہونگے ۔دورنبوت ﷺ میں تمام ترتوجہ کا محورومرکز اللہ کے رسول ﷺ کی ذات اقدس ہی تھی وہاں پر اللہ کے رسول ﷺ کی حیات اوران کے معاملات کے علاوہ کوئی اورگفتگو قابل توجہ نہ تھی لیکن! جب آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے تو دوسرے احوال ومعاملات پر توجہ دینی شروع ہوئی ۔تبھی دوسرے معاملات دین ودنیا پرغورکرنا شروع کیا ۔یہیں پرابن خلدون اورسرسید احمد ابوالکلام آزاد اقبال جیسے لوگوں کومغالطہ ہوا انہوں نے مارکولیت کی ہاں میں ہاں ملائی ہے ۔اوریہ بات دیگرمحدثین اوربخاری ومسلم کی احادیث میں صاف نظر آتی ہے ۔اوربہت بعد میں تصوف کے سلسلوں میں

جو باتیں سامنے آئیں اس سے اُمت دو دھڑوں میں بٹ گئی اس کا لازمی نتیجہ مباحث مناظرہ اور تکرار کی صورت میں سامنے آیا۔اور اس پر جلتی پر تیل کا کام کیا خوارجوں کے بے بنیاد نظریات اور دعوں نے اور اس درمیان جو گروہ خاندانی وراثت اور حکومت کے مدعی تھے انہوں نے دینی وایمانی چولا اُتار پھینکا اور دنیاوی حکومت کے دعویدار بن کر اُبھرے اور ایک الگ گروہ بنالیا جو اُموی وعباسی حکومتوں کے طور پر ظاہر ہوئے۔اس کا سب سے بڑا خمیازہ معرفت الٰہی اور قربت خداوندی کے علوم و بیانوں اور اعمال کو ہوا۔تبہ تابعین کے دور کے بعد آیمہ اربعہ علمائے حق صوفیا کامل پر جنھوں نے مظالم ڈھائے جور وستم کی مثالیں قایم کر دیں وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تعصب اور مخالفت حق میں پیش پیش رہے وہی فرقے آج بھی موجود ہیں مگر دوسرے نام اور طریقے بدل کر امام حسنؓ کو زہر دیا امام ابو حنیفہ کو زہر دیا امام احمد بن حنبل کو قید و بند میں اذیتیں دیں ان کے ہاتھو اور پیروں کی ہڈیاں تڑوا دیں جس سے وہ جاں بحق ہو گئے یہ سلسلے انہوں نے بعد میں بھی جاری رکھے اور آج بھی ان کی دشنام طرازیاں اپنے عروج پر ہیں اور یہ خود کو ہی مسلمان سمجھتے ہیں باقی سبھی کو بدعتی اور مشرک خیال کرتے ہیں یہ بالکل ایسا ہے کہ اہل تشیع و روافضہ کے ہاں اکثر معصومین کا لفظ سنا دیکھا یا لکھا ہوا ہو گا جس کا مطلب یہ نہیں کہ شہداء کربلہ معصوم تھے انہیں شہید کر دیا گیا بلکہ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ آل رسولؐ اور اُن کے بعد جتنے امام گزرے سبھی معصوم عن الخطا ہیں یعنی اللہ نے انہیں بغیر کسی گناہ کہ پیدا کر دیا ہے یہ مقام انبیا مرسلین وخلافتہ اللہ کا ہوتا ہے ایسی بہت ساری غلط فہمیاں آج زیادہ پیدا کی جارہی ہیں۔

قرآن مجید کے احکام و بیان میں احادیث کے بیانوں میں غور کریں تو ایک بات محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نظام کایٔنات کی جو تخلیق کی ہے اس میں ازل سے ابد تک ملایک۔فرشتوں انس و جن دیگر مخلوقات کا ذکر تو ہے لیکن بعد محشر جن و انس کو عطائے جنت و دوزخ کے بعد جنت میں انسانوں حور و غلماں کا ذکر تو ملتا ہے مگر فرشتوں کا ذکر جنت میں نہیں ملتا' البتہ جہنم کے معاملات میں جہنم کے داروغہ یا فرشتوں کا بیان ہے مگر جہنم کو بھی ایک متعین وقت یا ضرورت کے بعد خاتمہ کر دیا جائے گا اور روایتیں بتاتی ہیں کہ تمام مخلوقات حتیٰ کہ چاند سورج کہکشاں سبھی کو فنا کر دیا جائے گا اور تو اور فرشتوں کو بھی اس کا کیا مطلب ہے؟ ملایک۔اور فرشتے اور دوسری مخلوقات بھی ذکر تسبیح و تحلیل کیا کرتی تھیں انہیں بھی ختم کر دیا جانا معنیٰ خیز ہے۔اس سے ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان ربوبیت کی عظمت کا اقرار کرانے کے لئے اس کایٔنات کی تشکیل کی ہے اور چونکہ آدم میں اپنی روح پھونکی تھی وہی روح ازل سے ابد تک اللہ جل جلال کی تسبیح و تحلیل کے لئے منتخب کی گئی ہے۔چونکہ اولا د آدم میں بھی اس روح مقدس کی تقدیس کا احترام نہ کرنے والے پیدا ہوئے تو انہیں بھی جہنم میں ضایع کر کے ارواح المومنین کی درجہ بندی کے بعد بحال رکھا جائے گا۔یہی **کنت کنزا مخفیاً** ہے میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔اسی لئے حیات بعد الموت کا مرحلہ ہے اور بندہ اگر اسے سمجھ لے تو بارگاہ الٰہی میں وہ کامیاب ہے۔

ہم نے یہاں جو بھی احوال اور کوائف کو جمع کیا ہے اُس کا ایک ہی مقصد ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور اُن کے

تابع مہدی موعود آخرالزماں کو جوبصیرت کی دعوت پر مامور کیا گیا تھا اُن کی وضاحت آج کے تناظر میں کریں۔اس کے لئے قرآن اوررسول ﷺ کی رہنمائی کے بغیر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔سورہ بقرہ آیت ۲۹ میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ق وُمَّاسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ (اللہ)وہ ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔پھر آسمان کی طرف قصد کیا تو ان کو سات آسمان بنادیا۔یہ آیت فہم وادراک کو دعوت دے رہی ہے' کہ پہلے اللہ تعالی نے زمین بنائی اُس میں وہ سب کچھ اسباب اور سہولتیں رکھدیں جو انسان کے لئے ضروری تھیں اس کے بعد قصد کیا آسمانوں کی طرف۔یعنی انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالی نے نہ صرف اُس کی آرام وآسایش کے اسباب جیسے ہوا پانی غذا بود و باش کی سہولتیں پیدا کردیں اُس کے بعد آدمؑ کو پیدا کیا۔ایسا اس لئے کیا گیا کہ ایک ایسی مخلوق ہو جو آزادی اظہار رائے کے باوجود صرف اللہ کی معرفت کی طلب گار ہو صرف اطاعت عبادت ذکر واذکار کے علاوہ صحیح اور غلط کی پہچان کی آزمائش سے گزرے اس کے لئے پہلے ایک اور مخلوق جنات کو زمین پر بسایا اُسے آسمان تک پرواز کی قوت دی اور دکھایا انسان کو کہ دیکھو ہم نے جنات کو قوت دی اُس نے غرور اور تکبر کیا اب ہم تمہیں اُسی زمین پر اُتارتے ہیں تا کہ تم کو آزمائیں؟۔اس کے لئے آل عمران کی آیت ۱۹۰۔۱۹۱ میں کہا کہ اِنَّ فِی خَلَقِ السَّمٰوٰات ...... تا..... لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے) ہیں کہ اے پروردگار تو نے اس (مخلوق) کو بے فایدہ نہیں پیدا کیا تو پاک ہے تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔یہاں واضح کردیا کہ انسان کو زمین پر اُتارے جانے کا کیا مقصد ہے یعنی اللہ کی معرفت اور ذکر تسبیح وتہلیل کے لئے اور خدا کی قدرت میں غور کرنے بصیرت سے بصارت سے اور وہ اس لئے تا کہ اس کی نافرمانی اس کے قہر وغضب سے بچا جائے۔سورہ ابراہیم' روم اور جاثیہ میں ایک آیت ہے خلق السموات و الارض بالحق ''حق'' اللہ کو کہا جاتا ہے اور حق کے معنی سچ کے بھی ہے حق یقین اور نشانی کو بھی کہتے ہیں۔حق اس کے سوا کیا ہے کہ اللہ کی حقیقت ہے باقی سب کچھ فنا ہونے والا ہے۔اور اللہ تعالی نے صاف پیغام دیا ہے کہ وَ کُلَّ شَیءٍ فَصَلْنٰہُ تَفْصِیْلاً اور ہم نے ہر چیز کو کھول کر تفصیل سے بیان کردیا۔تا کہ انسان اُس کی قدرت اور ربوبیت میں غور کرکے اسکی بندگی کرے۔اللہ تعالی سورہ اخلاص میں فرماتا ہے کہ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ کہ اللہ تعالی کا کوئی ہمسر نہیں۔معنی اُس جیسا کوئی نہیں ,اُس کے برابر کوئی نہیں ,اُس کی مثل کوئی نہیں۔اس کا مطلب ہوا باقی ہر کسی کی مثل اُس نے پیدا کی ہے' یہ بات اللہ تعالی نے سورہ الذرعات آیت ۴۹ میں بیان کی وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ اور ہم نے ہر چیز سے جوڑا جوڑا پیدا کیا تا کہ تم نصیحت پکڑو۔اس کے بعد کہا وَّخَلَقْنٰکُمْ اَزْوَاجًا النباء آیت ۸۔اور ہم نے تمہیں نر و مادہ پیدا کیا۔اب ذرا غور کرتے ہیں ''اس (قرآن) کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے'' (سورہ القیامہ ۱۹) سورہ قیامہ نزول کی ۳۱ ویں سورہ ہے اس کے بعد کہا کہ ''ہم نے ہر چیز کو کھول کر تفصیل سے بیان کردیا'' (سورہ بنی

اسرائیل۱۲) یہ نزول کی ۵۰ سورہ ہےاس کے بعد پھر سے سورہ ھودنزول ۵۲۔ آیت 1 میں کہا کہ'' (یہ آیتیں) پھر تفصیل سے بیان کی جائیں گی حکمت والے باخبر اللہ تعالی کی طرف سے''۔ کہنا یہ ہے کہ سورہ بنی اسرائیل نزول ۵۰ میں یہ کہنے کے کہ'' ہم نے ہر چیز کھول تفصیل سے بیان کر دیا'' اس سے پہلے سورہ قیامہ نزول ۱۳۱ اور اس کے بعد سورہ ھودنزول ۵۲ میں یہ کہنا کہ'' ہم اس کا بیان کریں گے اور اسے پھر تفصیل سے بیان کریں گے''۔ صاف بتا رہا ہے کہ کچھ معاملات کا بیان نبوت کے خاتمہ کے بعد کیا جائے گا ایک خلیفۃ اللہ کے ذریعۂ اور وہ بیان معرفت الٰہی کا ہے جسے مہدی موعودؑ نے ''طلب دیدار'' کہا ہے۔ **نبوت کی بعثت کے اسباب کیا تھے؟** خصوصاً خاتم الانبیا ﷺ کو مبعوث کرنے کے ذوہ تھے کفر اور شرک کو مٹانا۔ کفر بھی کرتے تھے مشرک بھی یہود و نصاری بھی مگر شرک بت پرست کیا کرتے تھے ان دونوں کی تبلیغ اور اصلاح ضروری تھی تا کہ حجت قایم ہوجائے قایم قیامت سے پہلے کہ اللہ تعالی نے کوئی ہادی و رہبر نہیں بھیجا' اور اس بات کا گلہ حشر میں کفار و مشرکین نا کریں۔ اسی طرح مسلمان یا اہل اسلام یہ گلہ نا کریں کہ معرفت الٰہی ہم بھی حاصل کرتے اگر کوئی رہبر رہنما و معلم و مبین اللہ کی طرف سے آتا' سو اللہ تعالی نے قرآن کی معرفت کے لئے اپنے رسول ﷺ سے وعدہ کروایا کہ ''مہدی خلیفۃ اللہ کو بھیجا جائے گا'.......جو میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کرے گا''۔ اور وہ خلیفۃ کیا کرے گا؟ اس کا جواب قرآن میں دیا کہ'' **علم القرآن** (محمد ﷺ) کو جو علم (قرآن) عطا کیا گیا ہے' اس کا بیان کریگا **علمه البیان** ۔کون؟ **خلق الانســـان** خلق انسان میں (سورہ رحمٰن ا)۔ تو کیا ہر خاطی گنہگار غیر معصوم قرآن کا بیان کرے گا؟ نہیں بلکہ ایک معصوم عن الخطا خلیفۃ اللہ اس کا بیان کریگا۔ اور مہدی موعودؑ نے وہ بیان کیا جو ''طلب دیدار'' ہے اس کا طریقہ تعلیمات ولایت (معرفت الٰہی' قربت الٰہی) مقیدہ مقصوہ کی تعلیم اور طریقہ بتایا۔ اب اس کا صحیح پہلو یہ ہے کہ جب قرآن مجید کے نزول کا دور ختم ہو گیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے لوح محفوظ کی بنیاد پر قرآن کو محفوظ کر دیا صحابہؓ کے پاس جس کی ترتیب آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس میں واضح طور پر سورہ ھود کو 11 سورہ بنی اسرایل کو 17 اور سورہ قیامہ کو 75 ویں ترتیب میں رکھا' اس طرح بات کی تکمیل کی'' (یہ آیتیں) پھر تفصیل سے بیان کریں گے'' ''ہم نے ہر چیز کو کھول کر تفصیل سے بیان کر دیا'' اور بعد میں سورہ قیامہ میں کہا کہ ''اس کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے'' اور سورہ ھود کی 17 میں اس کا خلاصہ بھی کر دیا کہ'' پس جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو کیا اس کے برابر عام لوگ) ہو سکتے ہیں''۔ اس کے بعد کی آیت میں اللہ کے راستے کا ذکر ہے جس سے ظالم یعنی کافر و مشرک روکتے ہیں اور اس راستے کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں' یہاں **سبیل** کا ذکر آیا ہے جس کے معنی راستہ ہے حالانکہ قرآن مجید میں سبیل کا ذکر بہت مرتبہ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے' اور جہاں تہاں **سبیـــل** استعمال ہوا ہے تانیث اور تذکیر دونوں طرح استعمال ہوا ہے مگر کثرت سے مذکر یعنی تذکیر ہی کے لئے لیکن سورہ یوسف آیت 108 میں بطور تانیث یعنی مونث ہی استعمال ہوا ہے۔ **قـــل هـــذه سبيـــلى** .... میری راہ میرا راستہ ''سبیل'' مضاف ''ی'' ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ مضاف وہ اسم ہے جو کسی دوسرے اسم کے ساتھ لگایا جائے۔ اس طرح سورہ یوسف کی اس آیت میں ''یہ اسم محمد ﷺ سے جڑا ہوا ہے اسم محمد مہدی کے ساتھ'' اللہ کے راستے پر

بصیرت (دیدار) کی طرف بلانے کے مقصد میں یعنی آپ ﷺ بھی بصیرت کی راہ پر لوگوں کو بلائیں اور آپ کا تابع بھی بلائے گا۔ **سبیــل الـلــہ** راہ خدا اللہ کا راستہ یہ لفظ عام ہے جو ہر اس خاص عمل کے لئے آتا ہے جس کی بدولت حق کے تقرب کا راستہ جیسے فرائض وعبادات کی ادائگی کے لئے اور جب یہ مطلق استعمال ہوتو بیشتر جہاد کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے کہا **سبیـل اللہ** حق یعنی اللہ کے تقرب کا راستہ ہے سورہ یوسف میں یہ ''دیدار اور بصیرت کا راستہ ہے'' جس پر بلانے کا ذمہ متبوع ﷺ اور تابع خلیفۃ اللہ مہدی موعود آخرالزماں کا ہے۔ مہدی موعود علیہ السلام میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام نے ان آیات کو اپنے دعوی مہدی کے دلیل میں بطور حجت پیش کیا ہے۔

جیسے اس سے پہلے کہا کہ تفاسیر واحادیث کے ترجموں میں بڑی بے باکیاں اور غلط بیانیاں کی گیئں یہ کام بعد دور نبوت کچھ یہودیوں نے شروع کر دیا حالانکہ علمائے حق اور آیمہ نے بہت حد تک ان کا ازالہ کر دیا پھر بھی یہ سلسلہ رکا نہیں چلتا رہا ۔یہی بات ہمیں مہدی موعود کی زندگی میں دیکھنے کو ملتی ہے کہ آپ علیہ السلام نے قرآن کا بیان فرمایا اس کی تفسیر یا توجیہہ نہیں کی اور تمام اعمال قرآن کو مجتمع کر کے تعلیمات فرایض ولایت میں سمو دیا ۔مہدویہ بزرگوں نے چار صدیوں تک اس کی حفاظت کی لیکن پچھلی ایک صدی سے مہدویوں نے بھی وہی غلطی کو جوں کا توں اپنالیا یعنی تعلیمات مہدی پر عمل کے بجائے جو اسلام کی حقیقی تعلیم ہے دوسروں کی دیکھا دیکھی تفسیر اور ترجمہ کو ہی اسلام اور ایمان سمجھ لیا اور وہ تمام غلطیاں جوں کی توں اپنالیں جو غیر مصدقوں نے کیں اور آج انہیں کو تعلیم کا ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے۔ وقتاً فوقتاً دیوبندی تبلیغی وہابی اور اہل حدیث کے عالم اور گروہ کے لوگ مہدویوں کے متعلق زہر افشانی کرتے رہتے ہیں اور دل آزاری کرتے ہیں وہ مہدی موعود آخرالزماں کے مقام ومرتبہ کو کیا جانیں؟ جبکہ اُنہوں نے شان رسول محمد مصطفی ﷺ کے متعلق خاکم بدہن بڑی گستاخیاں کی ہیں کفریہ کلمات کہے ہیں حتی کہ اللہ تعالی کے متعلق بھی ان کی بدزبانی کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں ہے ۔اور اس کے باوجود اس گروہ کے لوگ خود کو ناموس رسالت کے محافظ کہتے ہیں یہ جھوٹ صرف اپنی ساکھ قایم کرنے کے لئے پھیلایا جاتا ہے۔ محمد ﷺ کے مقام ومرتبہ کو یہ غرور وانا میں ڈوبے ہوئے لوگ کیا جانیں؟ اللہ تعالی جو خالق عالم ہے اس کی ذات قدیم میں یہ بات تھی کہ محمد ﷺ کا مقام اور مرتبہ کیا ہے اُسے سمجھنا ہو تو اس بات کو سمجھنا ہے کہ تخلیق آدمؑ کے وقت اللہ تعالی نے ملا یکہ اور فرشتوں کے یہ کہنے پر کہ ''اے رب العزت تو ایسی مخلوق پیدا کرتا ہے جو زمین پر فساد کرےگی'' تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ''جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے'' جو خالق یہ کہہ رہا ہے کیا وہ مقام ومرتبہ محمد ﷺ کو نہیں اپنے علم میں رکھا ہوگا کہ اللہ کے حبیب کا مقام ومرتبہ کیا ہوگا؟ جو ہر ذرہ ذرہ کا علم رکھتا ہے اور مہدی کے بعثت ان کے مقام کو بھی اللہ جانتا ہے اس لئے ہمیں پریشان ہوکر ان کا جہالت سے جواب دینے کے بجائے دلایل سے بتانا ہوگا کہ ان گروہوں کی دینی حیثیت کیا ہے ۔ایسے لوگ ایمان تو کجا اسلام کو سمجھنے کے قابل نہیں ہیں وہ محض اپنے دینداری کی دکان چلانے کو خود کے عالم فاضل ہونا سمجھ بیٹھے ہیں۔ آج کی نسل کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ چند دہوں پہلے ولی اس طرح پیدا ہو جاتے جیسے خودرو جھاڑیاں راتوں رات قبر بنادی جاتی اور مشہور کر دیا جاتا جس نے

زندگی میں کبھی ڈھنگ سے نماز نہیں پڑھی ہوتی ان کے بارے میں مشہور کردیا جاتا کہ یہ اللہ کے ولی ہیں اوران کی متعلق کراماتیں مشہور کردی جاتیں ٔہرے نارنگی کالے کپڑے پہننے والا ولی بن جاتا ٔمجال نہیں کسی کی کہ اُسے برا بھلا کہے بدعتی اور جاہل لوگ اسے برا کہنے پر مرنے مارنے پر اُتر آتے ۔آج تبلیغیوں اور دیوبندیوں کا بالکل ایسا ہی حال ہے ٔچال ڈھال کپڑے بدل دینا چند آیات سکھا دینا نماز پڑھا دینا ٔبس ہو گئے امیر جماعت یا دوسرے معنوں میں عالم دین ٔ کئی ان میں ایسے ہیں کہ جنھیں قرآن پڑھنا نہیں آتا وہ بھی حدیث اور روایتیں بیان کرتے نظر آئیں گے ۔ان کی دیکھا دیکھی مہدیوں میں بھی یہی حال ہے علم نہیں عمل نہیں خوف خدا نہیں تاریخ اسلام اور مہدویہ تاریخ اور حالات معلوم نہیں ہر کوئی دین سمجھا رہا ہے ۔اور کچھ تو بیان قرآن تک کرجاتے ہیں جبکہ بندگی میاں سید خوندمیر نے بیان قرآن کی جو شرایط بتائیں ہیں وہ ہماری کتابوں میں درج ہیں ۔طلوع اسلام کے بعد مسلمانوں میں سے آج تک دنیا میں کئی نئے گروہ طایفے جماعتیں عقیدے پیدا ہوئے اور وقت کی تاریکیوں میں کھو گئے ۔مگر اسلام کی حقانیت کو دبا نہ سکے ان میں صرف کچھ تصوف کے سلسلے باقی رہے ٔمگر بحیثیت قوم ٔمہدویہ ہی ایک اسلام کی حقیقی بنیادوں پر باقی رہی ہے ۔اور آج اس کے ماننے والوں میں بھی کچھ رسم وعادت اور بدعتیں اور بداعمالیاں داخل ہوگئی ہیں ٔباوجود اس کے تعلیمات مہدی ایک موثر طریقہ کے عوام میں باقی ہے ۔رہی بات آج کے چند مہدویہ عالموں کی ٔوہ مہدویت کی تعلیم اور عمل سے کوسوں دور ہیں اور وہ جو سمجھتے ہیں کہ جو وہ جانتے ہیں وہی مہدویت ہے جبکہ انہوں نے عقاید مہدویہ کو دوسرے عقاید میں ملوث کرکے اس کی پاکیزگی کو مکدر کردیا ہے ۔مگر اپنے مقام اور مرتبے کی بالادستی کو قایم رکھنے کے لئے جاہل معتقدوں کا حلقہ بنا کر بہ زور زبردستی اپنی شناخت باقی رکھنے کی کوشش میں سرگرداں ہیں ٔمگر حق کی حقیقت کو بہت دنوں تک دبایا اور چھپایا نہیں جاسکتا ۔مہدویہ مسند نشینوں عالموں رشد وہدایت کا مقام رکھنے والوں نے پچھلے ایک سو برسوں میں نہ مہدویت کی تعلیم دوسروں کو پہنچائی نہ تبلیغ کی نہ اصلاح کی بلکہ خود مصدقوں کو اسلام اور تعلیمات مہدی سے بے بہرہ کردیا ۔اب یہ حالت ہے کہ وہ خود نہیں جانتے کہ مہدویت ہے کیا؟ ایک کنفیوژن ہے اسے دور کرنے کے بجائے افراتفری میں دوسروں کی نقل میں جلسے جلوس وعظ بیان تقریر پر اکتفا کرلیا ہے ۔آج مہدویت مسجد اور مرشد کی حلقہ بندی تک محدود ہے ۔یہی وجہ ہے کہ ان کے مرید انہیں خدا کا وسیلہ اور ذریعہ مان کر عمل سے کوسوں دور ہیں اور کئی تصوف کے بیان کرنے لگے ہیں اور کئی دوسروں کی تعریف تو صیف اور کئی شیعہ مذہب کے عقاید اور قول مہدویوں کو سنانے لگے ہیں ۔جب مہدی موعود علیہ السلام کا دنیا سے رخصت کا وقت آیا تو حضرت بندگی میاں شاہ نعمت پہچان کر رونے لگے تو مہدی موعودؑ نے فرمایا ''میاں نعمت یہ رونے کا وقت نہیں ہے بلکہ رونے کا وقت وہ ہے جب بندہ تم میں نہیں رہے گا'' معنی تعلیمات مہدی اور اعمال صالحہ کو نظر انداز کرکے دیکھی سنی باتوں اور رسم وبدعت کو دوبارہ اختیار کرلیا جائے گا۔

مہدئ موعودؑ نے جن قرآنی آیات کی شہادتیں یا ثبوت دئے ہیں وہ اُن شہادتوں کے مطابق ہیں جو قرآن میں اللہ تعالی نے اپنے رسول پیغمبر آخرالزماں کے تعلق سے دی ہیں ۔مثلاً سورۂ آل عمران کی آیت 144 حضورؐ کے شان میں ہے ۔اور نہیں

محمدؐ اللہ کے رسول گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئ رسول تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کردیۓ جائیں (تو) پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین سے) اور جو پھر جاتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالی شکر کرنے والوں کو۔ پہلے ہم اس کے تعلق سے بخاری ومسلم کی ایک روایت حضرت عایشہؓ صدیقہؓ سے دیکھ لیں .....جب حضورﷺ کا وصال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کسی دوسرے مقام سے آۓ گھوڑے سے اتر کر مسجد میں داخل ہوۓ کسی سے گفتگو نہ کی حضرت عایشہؓ کے پاس گۓ رسول اللہﷺ کے جسم اطہر کی طرف دیکھا آپ کو یمنی چادر میں ڈھانپا گیا تھا آپؐ کے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی بوسہ دیا اور رونے لگے، پھر کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان اللہ تعالی دو موتوں کو آپؐ پر جمع نہیں کریگا جو موت آپ پر لکھی گئی تھی وہ آ گئی ....یہاں پر قابل توجہ بات یہ ہے کہ ''اللہ تعالی آپ کو دو موتوں پر جمع نہیں کریگا'' اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ایک طبعی موت جو ہر ذی نفس کو آنی ہے دوسری نبی و رسول کی وہ زندگی جو انہوں نے اللہ تعالی کے احکام کی خدمت میں گزاری اسے موت نہیں ہے ان کی طرف سے پیش کی گئی عبادتیں احکام احوال کا حوالہ دیا جاتا رہیگا وہ قیامت تک رہینگے، حضرت ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ موسیٰؑ داؤدؑ یوسفؑ عیسیٰؑ کو دنیا سے گزرے ہزاروں برس گزر چکے ہیں آج بھی ان کے احوال بتاۓ جاتے ہیں آج بھی وہ زندہ جاوید ہیں نبی کریمﷺ کو تو مسلمان ہی نہیں غیر اقوام کے گروہوں اور قوموں میں یاد کیا جاتا ہے۔ اربوں انسان آۓ وقت کے اندھیروں میں کھو گۓ اسی طرح کی مدعی مہدی آۓ اُن کا چرچہ موہوم ہوگیا حضرت سید محمد جونپوری مہدیٔ موعود کا چرچہ مصدقوں میں تو ہے ہی بلکہ معاندین مخالفین منکرین کے گروہوں کی مباحث میں جاری ہے۔اب دیکھۓ سورۂ احزاب آیت نمبر ۴۰ وَ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّ جَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْ لَ اللّٰهِ وَخَا تَمَ النَّبِيّٖنَ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد نہیں ہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے۔یہ آیت نص ہے اس پر کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی رسول پیغمبر نہیں جو صاحب شریعت و کتاب ہو جو اللہ کے احکام و شرع بیان کرے۔ہر نبی رسول ہوتا ہے رسول نبی نہیں ہوتا، رسول کا مرتبہ بڑا ہے۔مسند احمد میں ہے کہ رسولؐ فرماتے ہیں: رسالت و نبوت ختم ہوگئی میرے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ کوئی رسول، صحابہؓ آزردہ خاطر ہوۓ تو آپؐ نے فرمایا لیکن خوشخبری ہے صحابہؓ نے پوچھا وہ خوش خبری کیا ہے آپؐ نے فرمایا وہ خواب جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔رہی بات اللہ کے رسولؐ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد لوگوں کا دین سے پھر جانا یا مرتد ہوجانا اس کے تعلق سے آگے سورہ المایدہ کی آیت دلالت کرتی ہے کہ مسلمانوں کے دین سے پھرنے کے بعد اللہ تعالی ایک قوم کو لاۓ گا معنی خلیفتہ اللہ مہدی کی قوم ہے۔اللہ کے رسولﷺ کی حیات میں اللہ تعالی نے انتباہ کیا کہ جو اللہ کے رسولؐ کی حیات کے بعد کوئی مرتد ہوگیا تو وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔مگر اس کے بعد فرماتا ہے کہ جو دین سے مرتد ہوگیا تو اللہ ایک قوم کو لاۓ گا جس سے اللہ محبت کریگا اور وہ قوم اللہ سے محبت کریگی۔رسول اللہﷺ کی حیات میں بھی یہ بات کہی جاسکتی تھی مگر زمانہ بعد آنے والی ایک قوم کے بارے میں یہ بات بتانا وہ قوم موعودہ یا آنے والے مہدی موعود کے بارے میں بتانا

مقصود ہے۔

سورۂ فتح آیت ۲۹ جو نزول کے اعتبار سے 111 ویں سورہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا** محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو آپؐ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلے میں بہادر اور طاقتور ہیں اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں تو دیکھتا ہے کبھی رکوع کرتے ہیں کبھی سجدہ اور طلبگار ہیں اللہ کے فضل اور رضا کے لئے ۔ اب اس آیت کی تطبیق سورہ فتح کے بالکل بعد نازل ہونے والی 112 ویں سورہ المایدہ کی آیت نمبر 54 میں: اے ایمان والو جو پھر گیا تم میں سے اپنے دین سے سو عنقریب لے آۓ گا اللہ تعالی ایک ایسی قوم محبت کرتا ہے اللہ ان سے اور وہ محبت کرتے ہیں اللہ سے جو نرم ہونگے ایمان والوں پر اور سخت ہونگے کافروں پر جہاد کریں گے اور نہ ڈریں گے ملامت کرنے والوں کی ملامت سے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ جب نزول قرآن کی 111 ویں سورہ فتح میں اللہ کے رسول اور ان کے صحابہؓ کا جس طرح تذکرہ کیا بالکل ویسا ہی تذکرہ اس کے بعد والی سورۃ میں کرنا مگر مختلف انداز میں بتا رہا کہ بعد نبوت کچھ معاملات سلجھنے والے ہیں ۔نزول کے 112 ویں سورہ المایدہ میں اور ایک قوم کو لانے کا وعدہ کرنا جو اعمال کیفیات ایمان وعقاید میں مثل صحابہؓ رسول کے مشابہ ہوں کیا معنی؟ سورہ فتح میں اللہ کے رسولؐ اور ان کے صحابہؓ کا ذکر اور سورہ مایدہ میں ایک ایسی قوم کے اوصاف حمیدہ کا ذکر بتا رہا ہے کہ بعد ختم نبوت ولایت محمدیہؐ کے خاتم کی قوم کی طرف اشارہ ہے اور مہدئ موعودؑ آخرالزماں نے اپنے دعوی کے ثبوت میں یہ چوتھی آیت پیش کی ہے اب اس سے زیادہ شہادت کیا ہو سکتی ہے ۔اس ضمن میں مولانا عبدالحکیم صاحب تدبیر نے اپنے رسالہ براہین مہدویہ میں اس آیت **یا ایھا الذین ا منو من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبھم و یحبونه** کے تحت یہ خلاصہ پیش کیا ہے ۔اس آیت میں **فسوف یاتی الله بقوم** کا جملہ اس کے ماقبل و مابعد کی آیتیں ثابت کرتی ہیں کہ اس آیت میں 'یاتی ''مضارع کا صیغہ ہے جس کے پہلے ''**سوف**'' کا لفظ آیا ہے جس سے مضارع ,مستقبل بعید کے معنی دیتا ہے اور ''**بقوم**'' میں باۓ تعدیہ (فعل لازم کو متعدی بنانا) ہے'' **بـــا** '' بمعنی مصاحبت ہے اگر باۓ تعدیہ تصور کریں تو آیت کے معنی یہ ہوں گے اللہ تعالی ایک قوم کو مستقبل بعید میں لاۓ گا اور اگر بمعنی مصاحت لیں تو ترجمہ ہوگا ''اللہ تعالی مستقبل بعید میں ایک قوم کے ساتھ آۓ گا'' کسی قوم کو لانا یا کسی قوم کے ساتھ آنا دونوں کا مآل قریب قریب ہے ۔قرآن میں باۓ تعدیہ کا استعمال لفظ **یاتی** وغیرہ کے ساتھ اکثر جگہ آیا ہے لیکن باۓ مصاحت کا استعمال بہت کم آیا ہے مثلاً آیت مذکور میں لفظ اللہ سے مراد امام مہدئ علیہ السلام کا ظہور مرادلیا جاۓ تو یہ بات علماۓ اسلام کے مسلمات سے ہے جیسا کہ توریت میں ایک بشارت کے الفاظ یہ ہیں ۔**ان اللــه طلـع من سینـا و اشرق لھم من السیعیر و من جبل فاران تجلی** اللہ تعالی سینا سے طلوع ہوا سعیر سے چمکا اور کوہ فاران سے تجلی کیا (خطبات احمدیہ)توریت کی اس آیت میں اللہ تعالی کے ''سینا'' سے طلوع ہونے سے مراد موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہے اور سعیر سے اللہ تعالی کے چمکنے سے مراد عیسی

علیہ السلام کا ظہور ہے اور" کوہ فاران" سے اللہ تعالی کی تجلی کرنے سے مراد حضرت رسول اللہ ﷺ کا ظہور ہے۔

جس طرح اِمَا مًا .. اور.... مِنْ ذُرِّيَتِي (بقرہ ۲۰) مخصوص خلیفۃ اللہ کے لئے ہے اسی طرح **فسوف یاتی اللــہ بقـوم** ایک مخصوص قوم ہے۔قوم کہلائے جانے کے لئے انبوہ کثیر بڑی جماعت ملک یا خطہ کے باشندوں کا کثیر ہونا ضروری نہیں ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر 80 لوگ ہی ہجرت کر آئے تھے جو قوم کہلائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چند لوگ ہی ساتھ تھے حضرت عیسیٰ کے ساتھ صرف بارہ حواری تھے اور روایتوں میں ایک ایسے نبی کا ذکر ہے جن کا صرف ایک ہی اُمتی تھا۔اس لئے ضروری نہیں کہ نبی کے دور کے نافرمان لوگ قوم کہلائیں ۔قوم ہونے کے لئے ایمان و یقین کا ہونا ضروری ہوگا۔اُصولاً صحابہؓ تابعین اور تبہ تابعین مہدیؑ قوم کہلائے جاسکتے ہیں اور جو ان کے نقش قدم پر چلے ۔قوم کے نافرمان متاع دنیا میں ملوث لوگ قوم نہیں کہلائے جاسکتے ۔کیونکہ ان میں **یحبھم و یحبونہ** کے احوال و اعمال اور خصائل کا ہونا اشد ضروری ہے ۔مہدیٔ موعودؑ نے فرمایا: بہت سے لوگ محمد محمدؐ کہتے ہوئے (بھی) دوزخ میں جائیں گے تو کیا مہدی مہدی کہتے ہوئے دوزخ میں نہ جائیں گے۔**اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ** (النساء۱۴۴) منافق تو بس دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہونگے ۔امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں ایک حدیث بیان کی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: کہ میں ایک ایسی قوم کو جانتا ہوں جو میری منزل (مقام) میں ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ کیسے ہوسکتا ہے آپؐ قاتم النبین ہو اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں !! آپؐ نے فرمایا وہ لوگ انبیاء تو نہیں لیکن اللہ تعالی سے قرب و مقام کی وجہ سے انبیاء ان سے رشک کریں گیا ور وہ سب اللہ سے محبت رکھنے والے ہیں۔ اور حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ" وہ انبیاء نہیں انسان ان سے رشک کریں گے" بہت بڑی بات ہے کہ جب قوم کے لوگ یعنی صحابہؓ مہدی اور تابعین اس طرح ہونگے تو اُن کے ہادی رہبر اور امام کا مقام کیا ہوگا؟۔

دنیا میں جھوٹے مدعیان مہدی کی آئے لیکن حضرت سید محمد جونپوری کا مہدیٔ موعود حق ہونا یوں ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ نے بحکم خدا جو معنی و اسرار قرآن کے بیان کئے اور جس طرح قرآن سے اپنا دعویٰ حق ثابت کیا وہ ایک کھلی حقیقت ہے جس کے قریب قریب بھی کوئی جھوٹا مدعی نہ پہنچ سکا اس لئے کہ ان کے دعوے یا تو احادیث کو بنیاد بنا کر ہوئے تھے یا وقتی ضرورت کے تقاضوں کے تحت قرآن سے اپنا دعوی مہدی ثابت کرنے کی جرات کسی نے نہیں کی کیونکہ یہ دعوی مامور من اللہ ہے ۔رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل کتاب سب کے سب آپ کی نبوت و رسالت پر متفق تھے جب آپ کی بعثت ہوئی تو منکر ہو گئے یہی حال اہل قرآن کا ہے مہدیٔ کی آمد کے سب منتظر رہے لیکن جب مہدیٔ موعود آخر الزماں کی بعثت ہوگی تو منکر ہو گئے۔اور سورہ بینہ میں فرقوں کی بات ہے جنہیں مہدیٔ قرآنی احکام کا بیان اللہ کی مراد جیسی ہے ویسا کریں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدیٔ کی بعثت کے بعد تمام مسالک فرقے اور گروہ کی ضرورت باقی نہیں رہے گی ابو الحسنات عبدالحیٔ لکھنوی فرنگی محلی کے حوالے سے مولانا اثری نے "الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیہ" میں لکھا ہے کہ یہ نظام اسی طرح رہے گا تا آنکہ مجتہد مطلق آخری امام حق امام محمد بن عبداللہ (مہدیٔ موعود آخر الزماں)

علیہ السلام ظاہر ہونگے ان کے زمانے میں تقلید باطل ہوجائے گی اور وہ اپنا فیصلہ کتاب وسنت اور مشعل نبوی کی روشنی میں استنباط (چننا' نتیجہ اخذ کرنا) کریں گے''۔مہدیٔ موعودؑ نے فرمایا بندہ کسی مذہب (تقلید) کا پابند نہیں ہے اور کہا مذہب ما کتاب اللہ و اتباع سنت رسول اللہ ﷺ۔اسی بینہ کے تعلق سے حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کی پیش کردہ ان اٹھارہ آیات میں سورہ ھود کی آیت 17 پر بھی ایک نظر کرتے ہیں۔جن لوگوں نے کفر کیا اہل کتاب (اہل قرآن؟) اور مشرکوں میں سے باز آنے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس آ گئی روشن دلیل۔امام ابن ابی حاتم ؒ ابن مردویہ اور ابونعیمؒ نے المعرفہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ سے اس بینہ کے نزول کے بارے میں ایک آدمی نے پوچھا کہ آپؓ کے بارے میں کیا نازل ہوا ہے؟ فرمایا کیا تو سورہ ھود نہیں پڑھتا اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍمِّنْ رَّبِّہٖ وَیَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ پس رسول ﷺ اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل ہیں اور''میں'' ان کی جانب سے سچا گواہ ہوں۔یہاں پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور ﷺ کو روشن دلیل اور خود کو اس شاہد کا گواہ بتایا ہے۔حضور فرماتے ہیں حضرت علیؓ اور اس کا گروہ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ (سورہ بینہ ۷) بہترین مخلوق بتایا ہے۔اور یہ بھی کہا ہے کہ ''عترت فاطمہ'' میں مہدیٔ کا ظہور ہوگا پس یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ'' شاہد جو پاک صحیفہ پڑھ کر سنائے گا'' وہ وہی بینہ ہے جس کا ذکر یہاں اور سورۂ بینہ میں ہوا ہے۔جو عترت فاطمہ سے اور بہترین مخلوق میں ہے۔اس بات کی وضاحت ابونعیم اصفہانی نے علی بن ہزیلی سے روایت کی ہے کہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے والذی بعثنی بالحق ان منھما (حسنینؓ) مھدی ھذا الامۃ قسم ہے اس خدا کی جس نے حق کے ساتھ مجھے مبعوث کیا ان دونوں حسنینؓ سے اُمت کے مہدی ہونگے (اشعت اللمعات جلد ۴ صفحہ ۵۶۲ اردو) مہدیٔ موعودؑ نے اپنے دعویٰ مہدی کے ثبوت میں یہ آیت پیش کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالی سے بلا واسطہ سن رہا ہوں کہ یہ آیت تیرے حق میں ہے اور اَفَمَنْ کَانَ میں جو مَنْ جو مذکور ہے اس سے مراد تیری ذات ہے اور بَیِّنَۃٍ سے مراد حضرت محمد ﷺ کی ولایت کی اتباع ہے اور شَاھِدٌ سے مراد قرآن اور تو رایت ہے اور اُولٰٓئِکَ کا مشارالیہ اتباع کرنے والی اُمتیں ہیں اور ضمیر بِہٖ سے مراد مہدی کی ذات ہے۔(نقلیات بندگی میاں عبدالرشید 3 دربیان ثبوت مہدی)

حضرت مہدیٔ موعودؑ نے قرآن کی جن آیات سے اپنا ثبوت پیش کیا اس کا ایک مختصر جائزہ لیتے ہیں یہ اس لئے یہاں ضروری ہے کہ بینہ کی حقیقت معلوم ہو۔اور لوح قرآن یا مقطعات قرآن کے تعلق سے ایک اہم نکتہ امام ہمام علیہ السلام نے دیا ہے ۔نقل ہے کہ امام مہدیؑ نے سورۂ بقرہ کے تین حصے فرما کر بیان میں مقطع حروف الٓمّٓ کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تمام سورۂ بقرہ ان حرفوں کی تفسیر ہے (مطلع الولایت ۵۶) یہ وضاحت یا اشارہ اللہ کے خلیفہ اور تابع تام رسول اللہ ﷺ کا ہے جو مبین کلام اللہ مراد اللہ تھے۔بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعودؓ روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے بدلے ایک نیکی ہے اور ایک ایک نیکی کے بدلے دس نیکیاں ہیں۔میں الٓمّٓ کو ایک حرف نہیں کہتا بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔اس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ مقطعات میں ایک خلاصہ تفسیر وضاحت یا معنی

پوشیدہ ہیں جوغور طلب ہیں۔اسی مطلع الولایت کے صفحہ ۱۱۵ پرمہدیؑ موعودؑ کی فارسی قطعہ تاریخ وفات ہے جس کا اردو ترجمہ یوں ہے ۔اس کی رحلت کی تاریخ خراسان سے گن لیکن اس کے خراسان میں دوسال کم کردے۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے عدد 786 طٰہٰ عم کے عدد 124 کوملادوتو تاریخ وصال 910 ہجری نکلے گی۔ذوالقعدہ میں جوالف ہے اس کا حساب مت کر پس اس کی وفات کا مہینہ اور سال سمجھ لے اور تاریخ نکالنے کے لئے پنجشنبہ کے عدد 625 اور فراہ کے عدد 285 تو 910 تاریخ وصال نکل آئے گی۔

یہاں ہم نے بندگی میاں عبدالغفور سجاوندیؒ کے ہژدہ آیات سے ان قرآنی شواہد مہدی کو پیش کیا ہے کیونکہ آپؒ تابعین مہدویہ ہیں آپؒ کا زمانہ 975 ہجری کا ہے یعنی مہدیؑ موعودؑ کے وصال کے بعد کا زمانہ ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ آپؒ کا مناظرہ نواب عبدالرحیم خانخاناں سے ہوا تھا جو اکبر کے مصاحب میں تھا اور مذہب کے لحاظ سے شیعہ تھا اس کی تاریخ پیدائش 1 Oct 1566 --17Dec 1627 عیسوی ہے اس طرح یہ دسویں صدی کے آخر کا زمانہ ہے۔اس کے بعد حضرت بندگی میاں سید برہان الدین نبیرہ بندگی سید شہاب الدینؒ حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ نے 1052 ہجری کے آس پاس شواہد الولایت لکھی ان کے بعد حضرت بندگی میاں سید محمودؒ نبیرہ حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم کارنے معارج الولایت لکھی جس کی کوئی تاریخ درج نہیں اور نہ ہی کوئی حوالہ ہے کہ جس سے تاریخ ثابت ہو۔بہر حال میاں عبدالغفور سجاوندیؒ کا مہدی موعود علیہ السلام کے زمانے سے قریب ہونا اور ان آیات کا پیش کرنا صحیح ہے جبکہ دوسری کتابوں میں یہ برسبیل تذکیرہ بیان ہوئے ہیں۔جن کو شاید میاں سجاوندی نے یکجا کر کے لکھا ہے۔

میراں علیہ السلام سید محمد مہدیٔ موعودؑ خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہؐ کے دعوی مہدی کے ثبوت میں پیش کی گئی قرآنی آیات میں غور کرنے سے پہلے ایک بات سمجھنا ضروری ہے کہ کسی بھی بات کی بنیاد یا شہادت جو مذہب واعتقاد کے متعلق ہو اُس کا ٹھوس بنیادوں پر ہونا ضروری ہے۔ٹھوس بنیاد کیا ہے اسے جان لیتے ہیں۔دنیا میں دوسری قومیں ہیں جو شرک اور بت پرست ہیں جیسے ہنود بدھ اور جین ودیگر اُن میں دیوی دیوتا مہاتما یا سوامی گرو کی پرستش کرنا ہی اُن کا مذہب ہے اُن کے پاس دلیل وحجت کے لئے کوئی صحیفہ یا کتاب نہیں ہے۔جو بھی کتابیں ہیں وہ قصہ کہانیوں واقعات اور تنتر منتر کی کتابیں ہیں احکام اور اُصول کی نہیں۔

اب رہی بات یہود ونصاری کی وہ اپنے مذہب واعتقاد کو پیش کرنے کے لئے زبور توراۃ وانجیل کونہیں داؤد موسیٰ عیسیٰ مریم پیٹر جان کے حالات کو ہی پیش کرتے ہیں ان کو موخر اور مقدم ماننے کو ہی مذہب واعتقاد کا درجہ دے رکھا ہے کتاب وشریعت دلیل برہان حجت کے بطور وہ ان کتابوں کو نہیں پیش کرتے۔اور جو انبیا اور مرسلین پہلے گزر چکے ہیں جنہیں یہ یہود ونصاری پسند نہیں کرتے ان کا ذکر کرنا انہیں پیش کرنا بھی یہ پسند نہیں کرتے۔**مگر اسلام اپنی شناخت حجت دلیل برہان شہادت کی بنیاد کے طور پر قرآن کو پیش کرتا ہے جو اللہ کا کلام ہے۔اس کے بعد اقوال واحوال محمد ﷺ کو سنت اور شریعت یعنی اُصول وقانون کے طور پر تعلیم دیتا ہے۔یہی اُصول مہدیٔ موعود علیہ السلام میراں سید محمد مہدی موعودؑ کا ہے جو اللہ کے خلیفہ ہیں۔جبکہ اسلام کے دوسرے فرقے قرآن وحدیث کی بات تو کرتے ہیں**

مگر اپنے جماعتی گروہی وعقایدی نظریات کو ہی فوقیت دیتے ہیں۔ان کی گواہی شہادت ان کے عالموں مدرسوں کے نظام ان کے اجتماعی فیصلوں پر منحصر ہوتی ہے جس میں اختلاف اور انتشار کا ہمیشہ خدشہ رہتا ہے اگر کسی وجہ سے یہ نظام چل بھی جاتا ہے تو کچھ عرصہ بعد وہ بے اثر بھی ہو جاتا ہے دور صحابہؓ کے بعد کی جماعتیں اور عقاید پیدا ہوئے کچھ مدت کے بعد گمنامی کے اندھیروں میں کھو گئے۔حالانکہ ان کے زمانوں میں وہ حیرت انگیز طور پر مشہور اور معروف بھی ہوئے تھے۔زیادہ تر لوگ اکثریت کو اختیار کرنے کے عادی ہوتے ہیں یعنی بھیڑ بھاڑ اژدحام کے پیچھے چلنا پسند کرتے ہیں جبکہ کثرت تعداد جم غفیر حق اور صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے اور اللہ تعالی کا فرمان بھی ہے کہ بندوں کی اکثریت نافرمانوں کی ہی ہوتی ہے۔ہم آج دیکھ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہوں میں کسی نے صحیح بخاری کو ہی دین بنانے کا تہیہ کرلیا ہے کسی نے صحیح مسلم کو گویا ان کی نظر میں وہ احادیث قول وعمل حضورﷺ کے جو دوسرے محدثوں نے بیان کی ہیں بے معنی اور غلط ہیں اس طرح قول وعمل محمد رسول اللہﷺ کو ہی مشکوک اور مغبوض بنا دیا ہے اور اپنے قول واعتقاد کو ہی صحیح۔اس لحاظ سے میراں سید محمد مہدیؑ موعود خلیفۃ اللہ نے قرآن واتباع رسولﷺ کو اولیت دی ہے اور تمام احادیث کی کتابوں اماموں کے فقہی مسایل کے حل کو اہلیت اور رخصت میں تقسیم کیا ہے یعنی جو جس کے پاس قرآن کی بنیاد پر بہتر ہے وہی مہدویوں کے لے قابل قبول ہے۔آپؑ نے اتباع محمدؐ کہا ہے نا کہ اتباع بخاری ومسلم یا تصوف کی تعلیمات کو قبول کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہم مہدویؑ میراں سید محمد مہدیؑ موعودؑ کی قرآنی شہادتوں کی بنیاد پر آپ علیہ السلام کو اللہ کا خلیفہ اور مہدی آخر الزماں مانتے ہیں۔

ہژدہ آیات در ثبوت مہدی

پہلی آیت سورہ بقرہ 124 :وَاِذِابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ط قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ط قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۔جب آزمایا ابراہیمؑ کوان کے رب نے چند باتوں سے توانہوں نے پورے طور پر بجالایا۔اللہ نے فرمایا بے شک میں بنانے والا ہوں تمہیں تمام انسانوں کا پیشوا۔(ابراہیمؑ) نے عرض کیا کہ میری اولاد میں بھی (امام) بنا؟ فرمایا (اللہ تعالی نے) نہیں پہنچتا میرا وعدہ ظالموں تک۔یہاں معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالی نے ظالموں کو امام بنانے سے انکار کیا ہے اطاعت گزاروں فرمابرداروں کو نہیں' اگر ایسا ہوتا تو ابراہیمؑ کی فرزند اسحقؑ کی اولاد میں نسل در نسل بے شمار انبیا ءمرسلین یعنی پیشوا وامام آے ہیں اور اسمٰعیلؑ کی نسل میں حضور محمدﷺ خاتم الانبیاء سردار دو جہاں آے' اور یہ امامت یا پیشوائی بعد ختم نبوت خلافتہ اللہ کے حضرت مہدیؑ موعود تک پہنچی ہے۔مہدیؑ موعودؑ سید محمد جونپوری علیہ السلام نے وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ کے تحت فرمایا اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ وہ مسلم امام تیری ذات ہے۔لہٰذا جس طرح حضورﷺ کا انکار کرنے والے ظلم کرنے والے ہوئے' اسی طرح مہدیؑ کا انکار ظلم ہے۔کیونکہ حضرت ابراہیم واسمٰعیلؑ کے بعد حضور نبی مکرمﷺ ہیں ان کے بعد خلیفۃ اللہ مہدی جن کے آنے کا وعدہ حضورؐ نے فرمایا' اس طرح حضرت ابراہیمؑ اور ان کے فرزند اسمٰعیلؑ کی اولادوں میں نبوت وامامت کی کڑی کہیں نہیں ٹوٹی' جبکہ آل اسحاق میں یہ کڑیاں بے شمار انبیا اور مرسلین میں منتقل ہوتی نظر آتی ہیں اس طرح حضرت ابراہیمؑ کی ایک رسول مصحف کے بعد ایک امام بنانے کی دعا خلیفۃ اللہ

مہدی کے لئے ہے۔آدمؑ کے بعد تاریخ انسانیت کا کوئی ایسا دور نہیں رہا جب مبلغ مصلح یعنی اللہ کے خلفاء زمین پر وقتاً فوقتاً نہ آتے رہے ہوں اور اس سلسلے کو بعد ختم نبوت بھی جاری رکھا گیا نہ صرف مہدیٔ آخرالزماں تک بلکہ ان کے بعد قرب قیامت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئینگے ان کے بعد قیامت انسانیت کے بدترین لوگوں پر آئے گی وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ کی جو امامت ہے وہ مامور من اللہ انبیاء مرسلین اور اللہ کے خلفاء کے لئے مخصوص ہے نہ کہ ہر مدعی امامت کے لئے اور مدعی امامت کا ''دلیل روشن'' ہونا شرطیہ ہے کہ وہ اللہ کے کی جانب سے شہادت پیش کرے اور وہ شہادت نازل کردہ صحایف اور احکام کے ذریعہ ہوگی نہ کہ شرعی شرطوں کے مطابق اگر ایسا ہوتا تو دین کا ہر غیر معصوم خاطی عالم ''میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مقام پر ہیں'' کے تحت وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ کی امامت کا مدعی ہوجاتا۔تفسیر قرطبی میں ذُرِّيَّتِيْ کے متعلق لکھا ہے کہ بعض نے اسے ذرية کی اصل ذرورة کہا ہے لیکن جب تضعیف زیادہ ہوئی تو ایک را کو یا سے بدل دیا تو ذروية ہوگیا پھر واو کو یا میں ادغام کیا تو ذرية ہوگیا' یہاں ذریت سے مراد بیٹے ہی ہیں۔کبھی اس کا اطلاق آباء اور ابناء دونوں پر ہوتا ہے اسی سے اللہ تعالی کا ارشاد ہے وَ ا يَـةٌ لَّهُـمْ اَنَّـا حَـمَـلْنَا ذُرِّيَّتَهُم (یٰسین:۴۱) یہاں ذریت سے مراد آباء ہیں۔مہدیٔ موعودؑ سید محمد جونپوری علیہ السلام نے اِمَـامًا..... وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ کے تحت فرمایا اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ وہ مسلم امام تیری ذات ہے۔حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا ان انبیاء مرسلین اور اللہ کے خلفاء کے لئے ہے جو آپ کی نسل در نسل آئے کیونکہ ذُرِّيَّتِي' کے معنی میری اولاد ہے ذُرِّيَّه مضاف ہے ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ ہے۔صرف میں مضاف وہ ہے جو کسی دوسرے اسم کے ساتھ لگایا جائے۔اور ضمیر اس چھوٹے اسم/نام کو کہتے ہیں اسے غایب یا حاضر یا متکلم سمجھا جاتا ہے۔حضور رسالت مآب ﷺ کے تعلق سے ضحاکؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:''میں اپنے والد ابراہیمؑ کی دعا ہوں جب خانۂ کعبہ بلند کررہے تھے انہوں نے کہا ربنــا وبعــث فيهــم رسولًا منهم (بقرہ ۱۲۹) یہاں پر حضرت ابراہیم خصوصی طور پر''اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں میں ایک پیغمبر بھیج جو انہیں میں سے ہو'' کی دعا فرمارہے ہیں اسلئے یہ اِمَـامًا..... وَمِنْ ذُرِّيَّتِي (بقرہ ۱۲۴) امامت کی دعا ہے جو سب سے آخر میں خاتم ولایت محمدیہ کی ہی ہے قتادہؓ کی یہ روایت کہتی ہے کہ حضور ﷺ تو ازل سے نبی رسول اور پیغمبر تھے اُوپر بیان کی گئی روایتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ **حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ایک امام کے لئے ہے کسی نبی رسول یا پیغمبر کے لئے نہیں ہے۔** اور وہ امام مہدی موعود آخرالزماں ہی ہیں۔اِمَـامًا کے معنی پیشوا' مقتداء' رہنماء جس کی پیروی کی جائے' جس کے قول و فعل کی اقتداء کی جائے۔حضرت ابراہیمؑ کے بعد آل اسحاق میں بے شمار انبیاء و مرسلین آئے ان میں صاحب کتاب حضرت داؤدؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ ہیں اُن صحیفوں میں اللہ تعالی اُن پیغمبروں سے نہیں کہلوایا کہ ربنا وبعث فيهـم رسولًا منهم (بقرہ ۱۲۹) قرآن میں محمد الرسول اللہ سے کہلوایا اور اللہ کے رسولؐ نے بھی کہا کہ ''میں اپنے والد ابراہیمؑ کی دعا ہوں جب خانہ کعبہ بلند کررہے تھے۔بالکل اسی طرح کسی بھی نبی رسول جو اللہ کے خلیفہ ہوتے ہیں اُن سے نہیں کہلوایا کہ ''میں ہی وہ ذریت کا امام ہوں جن کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی۔بلکہ ختم نبوت کے بعد محمد الرسول اللہ ﷺ کے مبشر مہدی موعود

آخرالز ماں میراں سید محمد مہدی موعودؑ سے اللہ تعالی نے کہلوایا کہ وہ اِمَامًا..... وَمِنْ ذُرِّيَّتِي (بقرہ ۱۲۴) تم ہو۔کیونکہ یہ باتیں لوح محفوظ میں پہلے ہی مقدر ہو چکی ہیں۔اس لئے دوسروں کے ذہنوں میں وہ باتیں نہیں آتیں' یہ بالکل ایسا ہے کہ صرف حضرت موسیٰ سے کلام کیا' سلیمانؑ کو چرند پرند اور دوسری مخلوقات پر حکومت دی اور اُن کی بولیاں سکھائیں حضرت عیسی کو ہی بن باپ کے پیدا کیا اور مردوں کو زندہ کرنے پر مامور کیا اور حضور ﷺ کو ہی خاتم الانبیاء بنایا۔یہ اللہ تعالی کے فیصلے ہیں وہ جس سے جو کام لینا چاہتا ہے لیتا ہے اور ظلم کرنے والوں کو امام نا بنانا۔ظلم' ظلمت سے ہے جس کے معنی اندھیرا' دنیا میں بہت سارے عالموں نے بجائے اصلاح اُمت کی روشنی پھیلانے کے بجائے رسم بدعت نفاق بدعملی خودنمائی کا مظاہرہ کیا ہے جس کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔حضور ﷺ کے بے شمار معجزات ہیں مگر حضرت عیسیٰ کی طرح مردوں کو زندہ کرنا کوڑیوں کو شفا بخشنا' ایسا کچھ نہیں کیا' تو کیا حضور کی عظمت و تقدس پر سوال کیا جائے گا؟ حضور ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ تو قرآن مجید ہے جو آپ ﷺ کے اُمی ہونے کے باوجود ایسا فصیح و بلیغ کلام آپ پر نازل ہوا۔اور واقعہ معراج ایک ایسا معجزہ ہے جو تاریخ انسانیت پیش نہیں کرتی اسی طرح آپ ﷺ کے تابع مہدی موعود خلیفۃ اللہ کا معجزہ دعوت طلب دیدار ہے' دنیا میں کوئی ہے جو خدا کو دیکھنے اور دکھانے کا مدعی ہو؟ ہم قرآن کو معجزہ مانتے ہیں اور اسے پڑھتے بھی ہیں' اسی طرح اگر کسی کو معرفت الٰہی حاصل کرنا ہے تعلیمات مہدی پر عمل پیرا ہونا ہوگا' جس طرح قرآن کو سمجھنے کے لئے اُسے پڑھنا ضروری ہے اسی طرح طلب دیدار کے لئے تعلیمات مقیدہ مخصوصہ کو اختیار کرنا ہوگا جو کہ اللہ کے رسول ﷺ نے پہلے کر کے دکھایا اور بعد میں ان کے تابع نے اور پھر اس کی تعلیم اور تربیت دی۔نبی رسول پیغمبر کا مقام امام سے بلند ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت افضل الانبیا ﷺ تک کوئی ایسی ہستی تاریخ اعتقاد و مذہب میں نہیں معلوم جسے ابراہیمؑ کی ذریت کا امام کہا گیا ہو یا مشہور ہو۔جیسے اس سے پہلے کہا کہ اِمَامًا..... وَمِنْ ذُرِّيَّتِي (بقرہ ۱۲۴) یہ سورۃ بقرہ کی 124 آیت جس میں حضرت ابراہیم اللہ سے ان کی اولاد میں ایک امام کی دعا کر رہے ہیں جبکہ اس کے بعد 129 آیت میں یعنی پانچ آیات کے بالکل بعد **ربنا و بعث فیھم رسولًا منھم** (بقرہ ۱۲۹) اے ہمارے رب بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول انہیں میں سے تا کہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں' بڑا ہی واضح پیغام ہے کہ ابراہیمؑ اللہ سے ایک برگزیدہ رسول کو بھیجنے اور اسے ایک تنزیل اور شریعت یا سنت کے ساتھ بھیجنے کی دعا کر رہے ہیں۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ابراہیم جیسے جلیل القدر پیغمبر پہلے ایک امام کو بھیجنے کی بات کہتے ہیں اس کے بعد ایک رسول کو تنزیل اور شریعت کے ساتھ۔اس لئے آپؑ کی پہلی دعا ایک ''امام'' کی ہے دوسری ایک ''پیغمبر'' کے لئے ہے۔اور پیغمبر کی دعا ابراہیمؑ نے جب مانگی تب وہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔اس دعا کے مانگنے پر اللہ تعالی نے ابراہیم سے کچھ نہیں کہا مگر اولاد میں ''امام'' کی دعا مانگنے پر کہا کہ ''میں ظالموں کو امام نہیں بناتا''۔فرق صاف ہے محمد ﷺ کے لئے دعا مانگے جانے پر اعتراض نہیں البتہ ''امام'' خلیفۃ اللہ کی دعا پر اعتراض ہوا ہے کہ صرف اطاعت گزار کو امام بناؤں گا اور وہ اطاعت گزار **من یقفو اثری ولا یخطی** کی شرط پر ہوگا۔یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا سورہ بقرہ کی ۱۲۴ اور ۱۲۹ آیات میں آئی ہیں

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ محمد ﷺ نبی آخر الزماں برگزیدہ نبی رسول صاحب کتاب وشریعت اوران کے تابع تام خلیفۃ اللہ مہدی کی دعا ابو الانبیاء نے بیک وقت مانگی ہے اور قبول ہوئی اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مہدی مجھ سے ہے میری عترت سے'' اور '' کیسے ہلاک ہوگی میری اُمت جس کے اول میں ہوں آخر میں عیسیٰ ابن مریم اور درمیان میں میری عترت سے مہدی ہے''۔ **ربنا وبعث فیھم رسولًا منھم** کے بعد اِمَامًا..... وَمِنْ ذُرِّيَّتِي کا قرینہ بتارہا ہے کہ وہ **یہ وہی اِمَامًا..... وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ہیں جو عترتی من اھل بیتی کے امام ہیں جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے المھدی منی یقفو اثری ولا یخطی کہا** ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ''میں آفرنیش وخلقت میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے پہلا شخص ہوں''۔ وحی متلو قرآن مجید کے بعد وحی غیر متلو حدیث مبارک میں ہے۔ **وان زید بن ارقم قال قال رسول اللہ ﷺ انی تارک فیکم ماان تمسکتم بہ تضّلو ا بعدی احد ھا اعظم من الا خر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اھلی بیتی ولن یتفرقا ابدا حتی یرد اعلی الحوض** (مخزن الدلایل ۸۳) زید بن ارقم ؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بیشک میں چھوڑنے والا ہوں تم میں ایسی چیز اگر تم اسے دلیل لو گے (تھامے رہو گے اپنے ہر فعل واعتقاد پر) تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے میرے بعد۔ ان دونوں میں سے ایک سے زیادہ بڑی ہیں ایک اللہ کی کتاب پھیلی ہوئی رسی (کے مانند) آسمان سے زمین تک اور دوسری میری عترت (میرا فرزند مہدی) میرا اہل بیت ہے یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ آئینگے حوض کوثر پر۔ اب یہاں پر قرآن کے بیان اِمَامًا..... وَمِنْ ذُرِّيَّتِي اور حدیث کے الفاظ **و عترتی اھلی بیتی** دونوں کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کے حضرت ابراہیم کی آل میں اِمَامًا..... وَمِنْ ذُرِّيَّتِي جو ہوئے یعنی انبیاء ومرسلین ایسے ہی **و عترتی اھلی بیتی** ایک اللہ کا خلیفہ مہدی موعود ہیں۔ کیونکہ بعد از ختم نبوت ذُرِّيَّتِي اور **و عترت اھلی بیتی** کی شرط بتاتی ہے کہ وہ معصوم عن الخطا ہوگا جس طرح حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو یہود ونصاری نے اپنے لئے خدا کے بچے مان لیا اسی طرح حضورؐ کے بعد کچھ گروہوں نے **و عترتی اھلی بیتی** کو ان تمام لوگوں میں شامل کرلیا جو حضور ﷺ کی آل یا عترت کہلاتے ہیں۔ بلکہ یہ تو مخصوص **و عترتی اھلی بیتی** جس کی تخصیص اِمَامًا... وَمِنْ ذُرِّيَّتِي سے ہے۔ امام سفارینیؒ نے اپنی کتاب الدرۃ المضیۃ فی عقیدۃ الفرقیۃ المرضیہ میں کہتے ہیں کہ: علامات قیامت جن کا تذکرہ احادیث میں آیا ہے وہ سب برحق ہیں اور انہیں میں سے حضرت عیسیٰؑ کا نزول اور امام خاتم ''مہدی'' کا ظہور بھی ہے۔ اور ان کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوگا۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي کے امام کی تخصیص اس طرح بھی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی عترت میں اسے خاص ''امام مہدی'' کو تفویض کی ہے امام حسین رضی اللہ عنہ کے تعلق سے صرف اتنا کہا کہ ان سے میری آل چلے گی یعنی سادات کا سلسلہ چلے گا اور وہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہونگے اور یہ کوئی معمولی مقام نہیں ہے! البتہ یہ نہیں کہا کہ میرے بعد یہ دنیا میں اُمت کے امام ہونگے اور نہ ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کبھی ایسی کسی امامت یا خلافۃ اللہ کا دعوی تو کجا اظہار بھی کیا ہو یزید کے خلاف آپؓ صرف اُمت رسول ﷺ کی حقوق کی پامالی کے خلاف جہاد کی

غرض سے کربلا گئے تھے نہ کہ تقاضہ خلافت دنیاوی کی غرض سے اگر بعد میں اپنے مقاصد کی طلب کے لئے کسی نے ان کے مقام مرتبہ اور نام کا استعمال غلط کیا ہے تو اس سے امام حسینؓ اور ان کے خاندانی افراد بری الذمہ ہیں۔اور تاریخ گواہ ہے کہ امام حسینؓ کے نام پر دین میں لوگوں نے تفرقہ صرف اس لئے پیدا کیا تا کہ دنیا میں زمام حکومت ان کے خاندان میں رہے۔اندازہ لگائے کہ اگر امام حسینؓ اُس وقت یزید کے خلاف نبرد آزما نہیں ہوئے ہوتے تو اسلام کے ماننے والوں کی مایوسی اور بزدلی کس حد کو پہنچ جاتی اور ایک مطلق العنان اور ناکارہ وعیاش قسم کے حکمرانوں کے طریقہ حکومت وریاست کا سلسلہ شروع ہو جاتا جو مذہب وعقیدہ کے لئے پریشانی کا سبب ہوتا امام حسینؓ نے ایسے وقت میں یزید کے خلاف آواز بلند کی جب کہ دوسرے بلند قد وقامت کی شخصیات اس سے مقابلہ آرائی سے گریز کر رہی تھیں صرف چار حضرات ایسے تھے جنہوں نے یزید کی مخالفت کی 1) امام حسینؓ 2) عبداللہ بن زبیرؓ 3) عبداللہ بن عمرؓ 4) عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ۔امام حسینؓ نے ناحق اور نا اہل حاکم کے خلاف پرچم بلند کیا اس سے اُمت میں ایک نیا جذبہ اور ولولہ پیدا ہوا جو حق کے لئے اپنے آپ کو سرفروشی کے لئے تیار پایا۔اور نہ ہی امام حسینؓ نے اپنے پیچھے کوئی دینی وعقایدی ورثہ چھوڑا جس سے کہ ان کی امامت وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ثابت ہوتی ہو وہ اپنا دامن دنیا سے پاک وصاف بچالے گئے وہ تو دنیا کے طلبگار ہیں جنہوں نے ان کے نام پر دینی ودنیاوی محفلیں سجا رکھی ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی امامت عطائی ہے اور وہ طلب کرنے سے یا کسی کو امام مان لینے سے نہیں ہوگی مطلب یہ کہ اس امامت کا مدعی اللہ کے احکام کی شہادتوں کی بنیاد پر مدعی امامت ہوگا نہ کہ اپنی جانب سے یا لوگوں کے امام ماننے سے ہوگا۔حضرت سید محمد جونپوری نے اللہ کے حکم سے خود کو مہدئ موعود کہا اور ان کی تصدیق کرنے والوں نے آثار قراین اور شہادتوں کی بنیاد پر جو آپؑ میں پائی جاتی تھیں آپ علیہ السلام کو امام مہدئ موعود آخرالزماں خلیفۃ الرحمٰن مانا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: پس پکڑے رہو اللہ تعالی کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت کو پس تحقیق کہ وَعِتْـــرَتِـــي میں ''واؤ'' چاہتا ہے کہ ایک ساتھ رہنے کو آنحضرت کے فرمان سے اور (قرآن اور میری عترت) دونوں کبھی جدا نہ ہونگے۔(مطلع الولایت ۹۱) مطلب **القرآن والمهدی امامنا امنا و صدقنا**۔حضرت ثوبان ثوریؓ سے حدیث مروی ہے کہ : جب تم دیکھو تو ان کی بیعت کرو چاہے تمہیں برف پر سے گھسیٹتے ہوئے (گھٹنوں کے بل) ہی کیوں نہ جانا پڑے (کیونکہ) اس لشکر میں اللہ کا خلیفہ ''امام مہدی'' ہونگے (ابن ماجہ ۲/۱۳۶۷) ایسے امام وَعِتْـــرَتِـــي کی پیشوائی کا حال سورۂ بنی اسرائیل کی آیات 72'71 میں دیکھیں **يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ** ....تا آخر.... **فَتِيْلًا سَبِيْلاً**۔وہ دن جب ہم بلائیں گے تمام انسانوں کو ان کے ''پیشوا'' کے ساتھ پس وہ شخص جس کو دیا گیا اس کا نامہ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں تو یہ لوگ (خوشی سے) پڑھیں گے اپنا نامہ عمل اور ان پر ذرا برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔اور وہ شخص بنا رہا اس دنیا میں اندھا اور آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور بڑا گم کردہ راہ ہوگا۔ان آیات میں دو گروہوں کا ذکر 1) ایک وہ جو اپنے امام پیشوا کے ساتھ اپنا نامہ عمل خوشی سے حاصل کرنے والے جن کے بارے میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت میں ''**بِـإِمَـامِهِـم**'' سے مراد ان کا نبی (اللہ کا خلیفہ) ہے۔اور 2) انکے بعد وہ

لوگ جودنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا اور گم کردہ راہ ہونے والے۔ان کے بارے میں امام ابن جریرؒ اور ابن المنذ ر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ: جو دنیا میں اللہ کی قدرت (کا نظارہ) کرنے سے اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا(تفسیر طبری جلد۱۵/۱۵۰)تفسیر قرطبی میں حضورﷺ سے یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ کے بارے میں روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ہر ایک کو اپنے زمانے کے امام اور رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کے ساتھ بلایا جائے گا پس اللہ تعالی فرمائے گا کہ: اے ابراہیمؑ کی پیروی کرنے والوں آجاؤ اے موسی کی پیروی کرنے والو! اے عیسی کی پیروی کرنے والوں اے محمدؐ کی پیروی کرنے والو آجاؤ اور اہل حق اٹھیں گے اپنا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں پکڑے ہوں گے اور ان لوگوں کے متعلق اسی بنی اسرائیل کی آیت 21 میں بیان ہے ''دیکھو کیسے ہم نے دنیا میں بعض کو بعض پر فضیلت اور بزرگی دی مومنین کے لئے جنت میں منازل ہیں ان کے اعمال اور فضائل کے اعتبار سے'حضورﷺ نے فرمایا: اعلی درجہ کے جنتیوں اور ادنی درجہ کے جنتیوں کے درمیان اس طرح فرق ہے جس طرح ستارہ زمین کے مشارق اور مغارب میں دکھائی دیتے ہیں'اور اللہ فرمائے گا اے شیطان کی پیروی کرنے والو اے ضلالت وگمراہی کی پیروی کرنے والوں آجاؤ درحالیکہ ہر ایک ہدایت کا امام بھی ہو گا اور گمراہی کا بھی ۔حضرت مجاہدؒ نے اِمَامِهِمْ سے مراد نَبِيِّهِمْ (یعنی ان کے نبی رسول خلیفۃ اللہ کے ساتھ پکارا جائے گا)اور امام وہ ہوتا ہے جس کی اقتداء کی جاتی ہے ۔حضرت علیؓ نے کہا بامام عصرهم یعنی انہیں اپنے زمانے کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا۔(تفسیر قرطبی جلد۵/۲۱۷)یہاں پر امامت وَمِنْ ذُرِّيَّتِي کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔

عترت اور اہل بیت'اس سے تمام شیعوں کے فرقے خود کا ہونا مانتے ہیں'دوسرے مسلمانوں کو وہ اس قابل نہیں سمجھتے'ان میں زیدی'اثناعشریہ'نقوی'بوہرہ' آغاخانی وغیرہ ہیں۔کیا وہ اتنے معتبر اور مقدس ہیں کے عترت فاطمہ کہلائے جائیں گے؟ حالانکہ اپنا تعلق حضرت علی سے جوڑتے ہیں بی بی فاطمہؓ سے نہیں ۔اور مسلمانوں میں بھی بہت سارے سعادات ہیں' کیا سارے سعادات قابل ستائش کہلائیں گے؟ کیونکہ ہر طبقہ میں نالائق ہی زیادہ ہوتے ہیں۔اور اس طرح کیا تمام سعادات یا اہل بیت کے نام پر قابل احترام بن جائیں گے'ضروری نہیں کہ متقی پرہیزگار کا بیٹا بھی متقی ہو اور عالم کا بیٹا عالم'خاندان یا نسب میں ہونا الگ بات ہے قابل احترام ہونا الگ'عترت اور اہل بیت ایک شناخت ہے ایک تسلسل کی کڑی ملنے کی'حضرت علیؓ فاطمہؓ حسنؓ حسینؓ تک تو ٹھیک ہے باقی اہل بیت کس طرح بن جائیں گے؟ ۔یہ جس طرح حضرت اسمعیلؑ کی آل میں حضورﷺ کو ہونا ہے اسی طرح عترت میں مہدی موعودؑ کا ہونا ہے۔

حضرت آدمؑ سے حضرت ابراہیمؑ کے پہلے تک جو نبی رسول آئے وہ اپنے خطے تک شریعت نافذ کرنے پر محدود تھے ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے پیغمبر ہیں جنہوں نے شام سے مصر جزیرہ عرب اور کنعان یا موجودہ فلسطین کی ہجرت صرف اللہ کے لئے کی تاکہ اللہ کا پیغام پہنچائیں'اس لئے یہ کہا جائے گا کہ حضرت آدمؑ کے بعد زمین پر خلافت اللہ کا حقیقی دور شروع ہوا ہے ۔اللہ

تعالی نے اپنے کلام میں ہر نبی رسول خلیفۃ اللہ کا ایک مقام مرتبہ بیان کیا ہے۔ آخر میں آنے والی اُمت محمد ؐمعزز و محترم آخر میں آنے والی ایک قوم معزز و محترم جن سے اللہ محبت کریگا اور وہ قوم اللہ سے محبت کرنے والی ہوگی۔ اور دنیا میں مادّی ترقی کا دور بھی آخری دور میں؟۔ اس اُصول کو اگر سمجھنا ہے تو ہمیں ہر بار قرآن کی ترتیب اور نزول میں سمجھنا چاہئے۔ اگر دیکھا جائے تو قرآن میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا نام آیا ہے سورہ بقرہ آیات 31,33,34,35,37 میں انؑ کے بعد حضرت موسیٰؑ کا ذکر ہے۔ لیکن نزول قرآن کے وقت اہل مکہ کے سامنے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے سورہ الاعلیٰ جوز ول کی 8 ویں سورۃ ہے اور واقعہ کے بطور سب سے پہلے حضرت یونسؑ کا واقعہ سورہ قلم جوز ول قرآن کی بالکل دوسری سورۃ ہے۔'' اور تنگ دلی میں مچھلی کے پیٹ میں جانے والے ,یہاں یونسؑ کا نام نہیں لیا گیا' اسی طرح دوسرا واقعہ موسیٰؑ کا نام لئے بغیر فرعون کا واقعہ بیان کرنا کیونکہ عرب خصوصاً مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نواحی علاقوں میں یہودی اور عیسائی آباد تھے وہ پیغمبر آخرالزماں کا انتظار کر رہے تھے جیسا کہ ان کی کتابوں میں بیان ہوا تھا یہ خطاب اہل کتاب کے لئے تھا ۔ یہی قرینہ مہدیٔ موعودؑ کے بیان میں استعمال ہوا ہے کہ بغیر نام مہدی یا خلافۃ اللہ کے بیان کے کچھ بیانات آئے ہیں جیسے کہ' اس قرآن کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے'' سورہ القیامہ نزول 31 ۔ کتاب اللہ کا ایک قوم کو اس کے رہبر کو وارث بنانا سورہ فاطر نزول 43 صحابہؓ رسول کی طرح جو اگلوں میں سے ہیں ایک ایسی ہی قوم کا بھیجا جانا جو پچھلوں میں سے ہیں' سورہ واقعہ نزول 46۔ اس قرآن کا تفصیل سے بیان کیا جانا حکمت والے باخبر کی طرف سے اور ایسے شخص کو بھیجا جانا جو اپنے رب کی طرف سے دلیل (قرآن) پر ہو۔ اور اس کا بصیرت کی دعوت دینا جیسا کہ اس کے متبوع ﷺ نے بصیرت کی دعوت دی تھی (معراج کے بیانوں میں) سورہ یوسف نزول 53۔ جیسا کہ اہل کتاب کے لئے خطاب اس سے پہلے ہوا تھا بالکل ایسا ہی خطاب اہل قرآن کے لئے ہوا ہے۔ اور جس طرح یہود و نصاریٰ نے پیغمبر آخرالزماں کا بلا تحقیق انکار کر دیا ایسا ہی انکار اہل قرآن نے کیا بلا تحقیق۔ اور ساری مسلم دنیا جانتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے قیامت کا آنا 14 صدی ہجری کے بعد کسی بھی وقت کہا ہے اور قیامت کے آثار کا ظہور ہونے لگا ہے باوجود اس کے لوگ مہدی کے انتظار میں حیراں و پریشاں ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتا دیا کہ ''اگر لوگ انکار کریں اس (مہدی) کا تو ہم نے مقرر کر دئے ایسے لوگ جو اس کا انکار نہیں کریں گے۔ سورہ الانعام آیت 89۔ یعنی انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی حکومت سلطنت کے نظام کو قایم کرنے کا کام پہلے حضرت ابراہیمؑ نے شروع کیا ان کے بعد موسیٰؑ یعقوبؑ یوسفؑ داوٗدؑ سلیمانؑ کے حالات اور وقعات میں اس خلافت کا نمایاں عکس دیکھا جا سکتا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی خلافت ساری روئے زمین پر ہے اور حضور ﷺ کی اُمت کی خلافت مہدی موعودؑ کی ہے۔ اب دیکھیں حضرت ابراہیمؑ کے بعد دنیا میں بے شمار نبی رسول اور پیغمبر اور اللہ کے خلیفہ آئے انہوں نے اپنا نبی رسول اور پیغمبر ہونا بیان کیا لیکن! کسی نے بھی اپنا اِمـا مًا .... وَ مِـنْ ذُرِيَتِى ہونا نہیں بیان کیا کہ میں وہی امام ہوں تاریخ اسلام تمام اُٹھا کر دیکھیں دوسرے آسمانی صحائف میں تلاش کریں ایسا دعویٰ کہ میں ہی وہ اِمـا مًا .... وَذُرِيَتِى صرف میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام خلیفۃ الرحمٰن نے کیا ہے۔ دور اسلام میں بھی

بہت امام آئے اہل تشیع میں تو بارہ اماموں کا ایک سلسلہ ہی ہے مگر کسی کو بھی حضرت ابراہیمؑ کے اِمَامًا .... وَ مِنْ ذُرِیَّتِی نہ کہا گیا نہ مانا گیا نہ اُس طرف کسی کا خیال ہوا۔ اسلام میں صرف مہدی موعود علیہ السلام سید محمد جونپوری ہی واحد وہ ہستی ہیں جنھوں نے اپنی شہادت قرآن میں قرآن کی آیت بقرہ ۱۲۴ سے اپنا اِمَامًا .... وَ مِنْ ذُرِیَّتِی پیش بھی کیا اور لوازمات کو عمل کے ذریعہ ثابت بھی کیا آپؑ کے مہدی موعود حق ہونے کی یہی ایک دلیل کافی ہے۔ اور آپؑ کے دعوی مہدی کی یہ پہلی آیت مبارکہ ہے جو دین حنیف کی بنیاد ہے دین حنیف سے پہلے اسلام تھا جس کی نگہداشت اللہ تعالی نے خود لے رکھی تھے اور جب کبھی بندے یا قوم میں اللہ کے احکام سے انحراف کرتیں اللہ تعالی عذاب نازل فرمادیتا۔ دین حنیف کے بعد اللہ تعالی نے شریعتیں نازل کرنا شروع کیں جس میں احکام اور قوانین قدرت ہوتی تھیں اس طرح بندوں کی قیادت اللہ تعالی نے انبیاء مرسلین اور پیغمبروں کو دی جسے خلافتہ اللہ کہا جاتا ہے اور جو خلافت اللہ آدمؑ سے شروع ہوئی وہ ابراہیمؑ کے دور میں نہج کو پہنچی اور حضور نبی کریم ﷺ کے دور میں اپنی انتہا کو اور اس کا خاتمہ مہدی موعود علیہ السلام پر ہوا ہے۔ اس طرح اس امامت کے شہنشاہ عالم حضور ﷺ ہیں اور اس کے آخری خلیفہ حضور ﷺ کے تابع تام مہدی موعود آخرالزماں ہیں۔

حضور ﷺ نے کہا میں اللہ کا نبی اور رسولؐ ہوں۔ اور اللہ تعالی نے قرآن میں اس بات کی گواہی دی کہ ہاں محمد میرے پیغمبر ورسولؐ ہیں۔ حضرت علیؓ نے اپنی ساری زندگی میں کبھی کسی عہدہ مقام یا مرتبہ کی طلب نہیں کی نہ ان سے کوئی ایسا قول ہے جو اس طلب کی تائید کرتا ہو۔ حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اگر وہ چاہتے تو سارا عرب ان کی اہل خانہ رسولؐ ہونے کی وجہ سے ان کی حمایت میں آجاتا اور تو اور خود مہاجرین کی بڑی تعداد جو قریش سے تھی خاندانی ونسبی قربت کی وجہ سے آپؓ کی حمایت کرتی ' حالات شاہد ہیں کہ انہوں نے ایسی کوئی کوشش ہی نہیں کی ہاں مگر کچھ باتوں میں رنجشیں تھیں وہ جزوی تھیں' اپنی تمام زندگی میں کسی امامت یا رہبر ہدایت ہونے کا ارادہ ظاہر کیا ہو' اور جنگ جمل کے واقعہ میں دیکھیں کہ جب حضرت عایشہؓ کے اُونٹ کی کونچیں کاٹ کر زمین پر بٹھادیا گیا تو حضرت علیؓ وہاں پہنچے اور کہا اُم المومنینؓ میں نے یہ جنگ اقتدار حاصل کرنے کے لئے نہیں لڑی بلکہ اُمت کو انتشار سے بچانا میرا مقصد تھا تا کہ حضرت عثمانؓ کا خون بہالوں اس کے لئے کوئی تو صاحب اقتدار ہونا تھا۔ اب بھی میں اپنے عہدے سے سبکدوش ہوتا ہوں جب تمام گلے شکوے دور ہوے تو طرفین نے حضرت علیؓ کی خلافت کو قبول کیا تھا۔ اگر اس وقت حضرت عایشہؓ کے ساتھی خلافت پر بضد ہوتے تو آج معاملہ دوسرا ہوتا۔ باوجود اس کے لوگوں نے انہیں ایسے بلند وبالا مقام پر بٹھادیا کہ بعد میں ان کے خاندان کے ہر شخص کا مقام بلند سے بلند کردیا۔ حضرت امام حسنؓ وحسینؓ نے بھی یہی روش اختیار کی مگر لوگوں نے کھینچ تان کا ان کا قد اتنا بڑھا دیا کہ ان کی طرف سر اُٹھا کر دیکھنا بھی بے ادبی قرار دی گئی جبکہ انہوں نے شریعت محمدؐ کی حفاظت میں اپنی جانوں کے نذرانے دئے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے بعد یہ بانگ دہل اگر کسی نے امامت اولاد ابراہیم اور اللہ کے رسول ﷺ کے مطابق خلیفتہ اللہ مہدی کا دعوی کیا تو وہ صرف حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام آخرالزماں ہیں۔ مگر یہاں

معاملہ اُلٹ ہے کہ بجائے تحقیق وجستجو کر کے حق اور ناحق میں تمیز کرتے نہ صرف یہ کہ مخالفت کی بلکہ راہ حق سے روگردانی کی ۔ یہ انسانی نا سپاسی حکم عدولی اور باغیانہ فطرت ہے حضرت موسیٰؑ فرعون سے زندگی بھر با قاعدہ مقابلہ کر کے نجات دلا کر بنی اسرائیل کو نکال لاتے ہیں اور کچھ دنوں کے لئے طور پر کیا گئے کہ ان کی قوم نے سامری کے کہنے پر گؤ سالہ پرستی شروع کر دی انسان شرافت کی نہیں ذلت کی زندگی بہت جلد اختیار کرتا ہے۔

اب ہم اس امامت کے ایک دوسرے پہلو پر نظر کر لیتے ہیں ۔اللہ کے رسول ﷺ کے بہت سارے خاندانی افراد مدینہ منورہ میں اس وقت موجود تھے جب آپؐ دنیا سے پردہ فرما گئے جن میں حضرت علیؓ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں کیونکہ آپ حضور ﷺ کے اس چچا کے بیٹے تھے جنہوں نے نبوت سے پہلے نبوت کے بعد ہر ہر حالت میں حضور ﷺ کا ساتھ دیا آپؐ کے شانہ بہ شانہ کھڑے رہے یہاں تک کے ہجرت کی رات حضرت علیؓ آپؐ کے بستر پر سو گئے جبکہ باہر کفار ہاتھوں میں ہتیار لے موقع کے انتظار میں تھے ۔اور حضرت علیؓ داماد رسول ﷺ بھی تھے جن کا نکاح حضرت فاطمہؓ سے ہجرت کے بعد دوسرے سال مدینے میں ہوا ۔اُم المومنین حضرت عایشہؓ اور اُم سلمہؓ نے اس تقریب کی تیاری کی اور حضرت علی اور فاطمہؓ کی شادی شدہ زندگی دس برس کی رہی حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے چھ ماہ میں آپ بھی اس دارفانی سے کوچ کر گئیں ۔حضور ﷺ کی وصال کے بعد حضرت فاطمہؓ خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ کے پاس حضور ﷺ کی وراثت میں باغ فدک جو مدینہ سے 30 میل کے فاصلے پر تھا حضورؐ کو خیبر کی فتح میں حصہ میں آیا تھا مانگنے گئیں ۔حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''نبی کے بعد کوئی اس کا وارث نہیں ہوتا'' لہذا انہوں نے اس باغ کو بیت المعال میں جمع کر دیا۔ یہ تفصیل بتانے کی ضرورت اس لئے ہے کہ ان تمام قرابتوں اور والہانہ نزدیکیوں کے حضور ﷺ نے نہ ہی حضرت علیؓ کے متعلق خلافت حصہ داری وراثت یا حکومت کے کسی بھی اہم منصب کے لئے منتخب کیا اور نہ اس کا ارادہ ظاہر فرمایا ۔مگر بعد میں ہم دیکھتے ہیں کے نہ صرف حکومت و ریاست میں بلکہ ولایتی سلسلوں میں خاندانی قرابت داری خاندانی خلافت کا ایک ایسا طریقہ جاری ہوا جو آج تک باقی ہے ۔اور مہدی موعودؑ تابع تام رسول ﷺ نے بھی حضرت بندگی میاں سید محمودؓ کی قربت اور محبت کے باوجود کوئی اشارہ نہیں دیا کہ میرے بعد مصدیقین کے یہ امام و رہبر ہونگے یہ الگ بات ہے کہ صحابہؓ مہدی نے عقیدت مندی کے طور آپؓ کو اپنا خلیفہ مہدی مانا ۔اس کے بعد حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ حالانکہ آپؓ کے داماد تھے لیکن آپ کے خاندان سے نہ تھے مگر صاحب سعادات میں سے تھے دوسرے حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ بندگی میاں شاہ نظامؓ بندگی میاں شاہ دلاورؓ سے حضرت مہدی کے خاندان کا دور دور تک واسطہ یا سلسلہ نہ تھا انہیں مصدقوں نے مہدی کے خلیفہ مانا ہے ۔مگر! اُمت کے دوسرے گروہوں کی طرح مہدیوں میں خلافت اور امامت کا خاندانی و روایتی سلسلہ قایم ہو گیا حد تو یہ ہو گی کہ بندگی شاہ نعمتؓ اور بندگی شاہ دلاور کے دایرؤں اور ان کے بہرہ کے سلسلوں کو آہستہ آہستہ ختم کر دیا گیا ۔اور آج مہدی کے فرزنداں میاں کے فرزنداں کی کشمکش جاری ہے یہ سلسلہ یہیں نہیں رکا ہے بلکہ آگے بڑھ کر منوری اسحاقی ابراہیمی اشرفی محمودی کے شرف کی

حدوں کو پار کر گیا ہے ۔ یہ بات کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ خلافت رسولؐ کے بعد جس طرح اُموی اور عباسی خاندانوں کا غلبہ ہو گیا انہوں نے جو من مانیاں کیں اس کا عکس مصدقوں میں پچھلی ایک صدی سے دیکھنے میں آیا ہے ۔ اس طرح آہستہ آہستہ تعلیمات مہدی و اعمال صحابہؓ مہدی کو در کنار کر کے ایک نئی مہدویت سے روشناس کیا جا رہا ہے جو حقیقی مہدویت ہے ہی نہیں ۔ مہدیؑ موعود علیہ السلام اور ان کے صحابہؓ نے تعلیم فرایض ولایت میں ذکر دوام یا ذکر کثیر کو تارک الدنیا وفقراء کے گروہ کے لئے آٹھ پہر کا ذکر ضروری قرآر دیا بعد میں حضرت خاتم المرشدؓ نے ''کاسبین'' کے لئے سلطان الیل وسلطان النہار کی رخصت دی تا کہ وہ اپنی دنیاوی ذمہ داریوں سے فراغت کے بعد اس کمی کو پورا کر لیں اور یہ عادت کسی وقت ان کے اعمال کا حصہ بن جائے حالانکہ آپؓ سے کاسبین کے خصوص میں نقل نہیں ہے ۔ لیکن ایمان اور اعتقاد کے ساتھ عقل اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت خاتم المرشدؓ جیسی شخصیت مہدی موعودؑ اور ان کے صحابہؓ کے کسی ایسے عمل کو جو ولایت مقیدہ مخصوصہ سے ہو اس میں تارک الدنیا کو رخصت کر دیں ۔ لہٰذا سلطان الیل وسلطان النہار کی رخصت صرف کاسبین کے لئے ہے تارک الدنیا کے لئے آٹھ پہر کا ذکر دوام شرطیہ ہے حصول معرفت الٰہی کے لئے ۔ جس جماعت خانہ یا مسجد میں ذکر دوام اور نوبت نہیں وہ دایرہ نہیں ۔ حیلوں بہانوں سے مہدی موعود و صحابہؓ مہدی کے قول و عمل کو در کنار کرنا آنے والوں کے لئے اُصول بن جائے گا جو کبھی بر داشت نہیں کیا جا سکتا ۔ ایسے معاملات قرآن میں اللہ نے سبق اور احتیاط کے بطور پیش کئے ہیں مثلاً قوم یہود کی آزمایش کے لئے اللہ نے حکم دیا کہ وہ ہفتہ یعنی یوم السبت کے دن مچھلی کا شکار نہ کریں ہوایوں کے سارا ہفتہ مچھلی نہیں ملتی تھی ہفتہ کے دن دریا کے کنارے بے حساب مچھلی آ کر اُچھلنے کودنے لگ جاتی کچھ دنوں تک انہوں نے صبر کیا اس کے بعد طریقہ یہ نکالا کہ ہفتہ سے پہلے دریا کے کنارے کھڈے بنا دیتے جب ہفتہ کے دن مچھلی آتی تو ان گڑھوں میں جمع ہو جاتی اُٹھا لیتے اور حیلہ اور بہانہ یہ کرتے کہ ہم نے تو یوم السبت کو مچھلی کا شکار ہی نہیں کیا ۔ اللہ تعالی نے ان کی اس نا فرمانی اور بہانہ کا ذکر قرآن میں کیا ہے ۔ ایسے بہانوں اور حیلوں سے نقصان ان مصدقوں کا ہو رہا ہے جو راہ حق کو اختیار کرنا چاہتے ہیں جو مہدی کی تعلیمات میں موجود ہے اور ایک ایسا جمود طاری کر دیا گیا ہے کہ نوجوان نسل بغاوت و منافقت کو اختیار کرنے کا ارادہ ظاہر کر چکی ہے ۔ اب اس کا سد باب کس طرح ہو یہ کوئی نہیں جانتا اب ان باتوں سے پلہ جھاڑ کر متاع دنیا کی طلب اپنے آخری انتہا پر پہنچ گئی ہے ۔ سمجھ میں نہیں آرہا ہے جب عیسی علیہ السلام کا نزول ہو گا تو ان کی امامت کون سا خاندان کریگا ۔ لگتا تو یوں ہے کہ حضرت عیسیؑ کسی مخلص ترک دنیا مصدق فقیر جو ہم جیسے نہیں ہوں گے ان کی اقتداء میں نماز پڑھ کر باقی سبھی کو شرمندہ ضرور کریں گے ۔ ایسا پہلے بھی ہوا ہے جو اہل قریش اللہ کے رسول ﷺ کی عظمت کو نہیں پہچانا اپنے کبر و نخوت اور بڑائی میں پڑے رہے تو حضرت بلالؓ جیسی ہستی کو قربت رسول ﷺ کا شرف عطا ہوا ۔ اب بھی وقت ہے تمام تنازعات اور اختلافات کو در کنار کر کے اتحاد و اتفاق کی فضاء قایم کی جائے اور قوم کی حقیقی رہبری کی جائے ۔

ترک حب دنیا اور کاسب کی مثال ایسی ہے کہ ایک انسان ہے محنت کش ہے روزی روٹی کما کر اپنی اور کنبہ کی کفالت تو

کرلیتا ہے مگر جس مقصد شرف خلایق کے لے اُسے پیدا کیا گیا ہے اس حقیقت سے واقف نہیں ہوتا بس دوسرے حیوانات کی طرح زندگی گزار کر مر جاتا ہے جبکہ تارک حب الدنیا بقدر ضرورت زندگی کی جومدت دنیا میں دی گئی ہے اس کے لے کھاتا تو ہے مگر ہر لحہ اس احساس کے ساتھ زندگی گزارتا ہے کہ جو حیات مجھے ملی ہے اس کی جوابدہی اپنے خالق کے آگے بروز محشر کرنی ہے اس لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سوتے جاگتے اُٹھتے بیٹھتے خدا کی موجودگی کے احساس کے زندگی کے دن گزارتا ہے۔اس کی مثال ہم آج دیکھ سکتے ہیں جو لوگ نوکری پیشہ ہوتے ہیں خصوصاً ایم ین سی کمپنیوں میں اُن کے کام کا وقت پانچ گھنٹے کا بھی ہوتا ہے دس گھنٹے کا بھی جب وہ وہ دفتر میں داخل ہوتے ہیں تو لگا تار ایک سبجکٹ ایک پراجکٹ ایک منصوبہ بندی کی ذمہ داری میں محو ہو جاتے ہیں کئی اوقات انہیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ کھانے کا وقفہ آ گیا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کے دفتر کے باہر کیا ہو رہا ہے دھوپ ہے کہ برسات انہیں پتہ ہی نہیں چلتا وہ اپنی ذمہ داری نبھانے میں منہمک ہو جاتے ہیں اس ذمہ داری کا احساس ان کے سکون چین شوق آرام کے احساس پر غالب آ جاتا ہے وہ اس حالت سے بیزار یا پریشان نہیں ہوتے بلکہ اپنے کام کے پورا ہو جانے پر خوش ہوتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ان کا مقام اور رتبہ بڑھے گا۔ایسا ہی کچھ تارک الدنیا کا حال ہوتا ہے چلتے پھرتے انہیں اللہ تعالی کے قریب ہونے کا احساس فرحت و خوشگواری کے ماحول میں لے جاتا ہے جو چیز انسان اپنی خوشی سے قبول کرلے اسے کرنے میں اسے سکون محسوس ہوتا ہے وہ ہر لحہ عالیت کے خواہاں ہوتے ہیں رخصت کا سبوں کی شناخت ہے۔شریعت نے جو رخصت دی ہے اسے آیمہ نے آسانی سے سمجھایا ہے مثلاً اگر تین کوس (ایک کوس آج کے حساب سے ساڑے چار کلومیٹر کا ہوتا ہے) تک پانی نہ ملے تو تیمم کی اجازت دی گئی ۔ایسا تو نہیں کے پانی نہ ملنے پر بلا وجہ ناپا کی کی حالت میں نماز پڑھیں اور وہ بھی ساڑھے تیرہ کلومیٹر تک پانی نہ ملنے کی صورت میں یعنی ہو سکے تو طہارت کا اہتمام وہاں تک کرنا ہے ۔کپڑے پر گندگی یا پرندے کی بیٹ لگ جائے تو پانی نہ ملنے کی صورت میں ٹھیکرے سے یا صاف مٹی سے صاف کر کے نماز پڑھنا ہے ایسا تو نہیں کہ نماز پڑھنے کی جلدی میں یا شوق میں ہم گندے کپڑوں میں نماز پڑھ لیں اسی لئے طہارت کو آدھا ایمان کہا گیا ۔اب ہم نام ونہاد مسلمانی کے شوق میں یا اللہ کے بندے کہلائے جانے کے شوق میں ریا کاری کی تمام حدوں کو پار کریں اس کے لئے حیلے بہانے کے عمل اختیار کرلیں تو ' مگر نہیں خدا کے ہاں اخلاص کی قدر و قیمت ہے حیلے بہانوں کی نہیں ۔یہ انسانی فطرت ہے کہ اُس کا مافی الضمیر اسے اس کی تساہلی اور غیر ذمہ داری اور حیلوں کی عادت سے باخبر کر دیتا ہے مگر نفس اسے رخصت کی طرف راغب کرتا ہے ۔وہ نفس جسے قرآن نے 'مارد' یعنی شیطان سے تعبیر کیا ہے حالانکہ جنوں کے قبایل کو شیاطین کہتے ہیں اس کی وجہ ان کے اوصاف قبیحہ اور اور شرارتیں ہیں جن کو کرنے کے لئے وہ کسی بھی حد سے گزر جاتے ہیں ۔ایسا ہی انسانوں میں جو خصایل شرارتیں اور اوصاف قبیحہ پائی جاتی ہیں وہ شیطانی خصلتیں ہیں جن سے اللہ تعالی نے اپنے قہر وغضب کا اظہار کیا ہے۔**الله جميلٌ و يحب الجمال** اللہ تعالی حسین ہے وہ خصایل حسنہ اوصاف جمیلہ کو پسند فرماتا ہے ۔بندہ کا معنی بندھا ہوا معنی غلام' دینی اصطلاح میں اللہ کا غلام اللہ کے اختیار میں بندھا ہوا اس آخری لفظ بندھا ہوا کو لیں معنی ہو سکتے ہیں ذمہ داریوں میں بندھا

ہوا جو اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی گئی ہیں انہیں پہچانے اور نبھائے انسان کو اپنے اعمال سے اپنے خاندان کنبہ کی ذمہ داریوں سے قوم سے ملک سے مخلوقات سے دنیا اور کائینات سے اور سب سے بڑھ کر خالق کائینات کے تئیں جو ذمہ داریاں اُسے دی گئیں ہیں انہیں نبھانا بندگی ہے یہ مفت کی نوکری یا بیگار نہیں ہے اس کا صلہ یا معاوضہ ملتا ہے ایک معینہ مدت کے بعد ایک آسودہ مقام پر۔اس ذمہ داری کو جو بوجھ سمجھے یا تساہلی برتے وہ انعام یا معاوضہ کا مستحق کیسے ہوگا' جس کو جو کام دیا گیا یا اُس نے اپنی مرضی سے قبول کیا اُسے پورا کرنا ہے کسی ذمہ داری کو قبول کرنے کے بعد آنا کانی حیلہ بازی نافرمانی اور بغاوت کی علامت ہے جب بغاوت کو انسانوں کے معاشرے میں قبول نہیں کیا جاتا تو جس خالق نے اسے پیدا کیا وہ کیونکر قبول کریگا؟ اگر کوئی تارک الدنیا لوگوں میں دکھاوے کے لئے فقیری کا لبادہ اوڑھے بیٹھا ہے وہ ریا کار ہے جس کا مطمع نظر لوگوں میں جاہ وعزت دنیا کی طلب کے سوا کچھ نہیں ایسے لوگوں میں ریا کاری میں انا غرور کا عنصر صاف دکھائی دیتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں کہتا ہے کہ'' وہ سمجھتے ہیں اللہ کو دھوکہ دے رہے ہیں دراصل وہ خود کو دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں' مہدی موعود علیہ السلام کی ہر تعلیم اور تربیت میں نیستی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا درس ملتا ہے۔سورہ النمل 90 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' جو شخص نیک عمل لے کر آئے گا تو اسے کہیں بہتر اجر ملے گا اس نیک عمل سے اور یہ نیک بندے محشر کی گھبراہٹ سے محفوظ ہونگے۔اور جو برائی لے کر آئے گا تو ان کو منہ کے بل اوندھا پھینک دیا جائے گا آگ میں (اے بدکارو!) کیا تمہیں بدلہ ملے گا بجز اس کے جو تم عمل کیا کرتے تھے''

ترک دنیا ,رشد وہدایت ,مسند ,دستار ,یہ سب بوجھ یا کسی قسم کا لبادہ نہیں ہے کھونٹے سے اُتار کر اوڑھ لیا۔یہ ذمہ داری انسان خود اختیار کرتا ہے اللہ کی قربت کے لئے اور یہ عطا ہے اللہ کی اور انعام ہے بندوں پر جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے یہ روحانی مسند ہے جو ہر کسی کو نہیں ملا اس کے لئے اسلاف نے ظاہری وباطنی ہجرتیں کیں قربانیاں دیں توکل اور تقوی اختیار کیا۔اتنی محنت سے حاصل انعام کو اگر محض ایک رسم وعادت بنادی جائے اور اس میں سے معرفت الٰہی کی روح کو نکال دیا جائے تو سوائے نفس کی اطاعت کے اس میں کیا رہ جائے گا یہ عتاب کا سبب ہوگا۔اگر اسے تقدس واحترام کا مقام دیا جائے جو اس کا حق ہے تو دین ودنیا میں انسان کو عظمت کی بلندیوں پر پہنچاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ'' جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی (ظاہری اور باطنی)تو تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں ہے جب تک وہ ہجرت (اللہ کے لئے سب کچھ ترک) نہ کریں (انفال ۱۰ع)۔امام فخر الدین رازیؒ نے اس آیت کے ذیل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اس سے مراد ولایت فی المیراث ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت اور نصرت کو میراث کا سبب بنایا قرابت کو نہیں اور وہ قرابت دار جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کرتا ہو وہ کسی کا وارث نہیں اس لئے کہ اس نے (ظاہری وباطنی)ہجرت نہیں کی اور (دین کو)نصرت نہیں دی۔(مقدمہ سراج الابصار ۲۲۶ /۲)

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے حضرت ابراہیم کی ذریت کے امام اور اللہ کے رسول ﷺ کے تابع تام ہونے کے مقام پر فرایض ولایت کی جو تعلیم دی جیسے تقوی توکل ترک علایق صحبت صادقین ذکر اس میں نفس امارہ نفس لوامہ نفس مطمینہ کے تمام

پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے حضو ﷺ نے ایک غزوہ سے لوٹتے ہوئے فرمایا: ہم جہاد اصغر (چھوٹے جہاد) کو فتح کیا ہے ہمیں جہاد اکبر (بڑے جہاد) سے مقابلہ کرنا ہے ۔اصحابؓ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ جہاد اکبر کیا ہے ۔فرمایا ﷺ نے نفس سے جہاد کرنا ۔معنی اپنے اندر کی برائیوں جیسے تکبّر ۔طمع ۔حسد ۔کینہ ۔شہوت ۔غیبت ۔بخل ۔اللہ تعالی فرماتا ہے: بے شک نفس تو حکم دیتا ہے برائی کا مگر وہی (بچتا ہے) جس پر میرا رب رحم فرمائے (سورہ یوسف ۵۳) علماء نے نفس امارہ کی دو قسم بیان کی ہیں ایک نفس حیوانیہ جیسے شہوات خواہشات ہیں دوم نفس ابلیسیہ کہ جس میں انا اور میں چھپا ہوتا ہے ۔نفس لوامہ: یہ نفس ہمارے ضمیر کی آواز ہوتا ہے جو برائیوں سے رکنے اور اچھائیوں کی ترغیب دیتا ہے ۔یہ ہمارے اعمال میں ہمارے قلب کی عکاسی کرتا ہے ۔اس کے بعد نفس مطمینہ ہے یہ نفس صبر و استقلال اور انسان کو گناہوں سے بچا کر ایمان و یقین کو پختہ کرتا ہے یہاں انسان میں متاع دنیا کی طلب نہیں ہوتی وہ ہر معاملے کو اللہ تعالی کے حوالے کر دیتا ہے ۔علماء نے ان کے علاوہ چار اور قسمیں بتائیں نفس ملہمہ نفس راضیہ نفس مردیہ اور نفس صافیہ ۔ان سب میں نفس صافیہ انسان کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دیتا ہے ۔یہ علماء اور متکلمین کی اصطلاحیں ہیں مہدی موعود خلیفۃ الرحمٰن نے عالمانہ باریکیوں کی اُلجھنوں کو صاف کرتے ہوئے سیدھے سیدھے تعلیم فرائض ولایت کے ذریعہ دین اور دنیا کے اعمال و اخلاص عمل کا ایک مکمل ضابطہ دیا ہے ان پر عمل کے بعد قرآن وسنت کی رہنمائی کے علاوہ کوئی علم تعلیم یا موٹی موٹی ضخیم جلدوں والی کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہیں رہجاتی انہیں پڑھنے کے بعد بھی اللہ کو یاد ہی تو کرنا ہے ۔آپؑ نے بندہ اور خدا کے درمیان بلاواسطہ تعلق قایم کیا ہے جہاں پر کسی درمیانی واسطہ یا مدد کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی جسے Undistrupt Communication کہا جا سکتا ہے وہ ہے دیدار ۔یہ طریقہ افضل الانبیاء محمد ﷺ کا ہے آپؐ سے پہلے جن قوموں کو احکام یا کتاب دی گئی انہوں نے درمیان میں خود کی ضرورت اور موجودگی کو اس دین کا حصہ بنا دیا جس سے کہ عوام یا ان اُمتوں کو مفلوج کر دیا گیا کہ بغیر عالموں اور نام نہاد خدا کے برگزیدہ لوگوں کے خالق سے تعلق پیدا ہی نہیں کیا جا سکتا تھا ۔اسلام کے دور اولین کے بعد جو خود اختیاریاں رسوم و بدعات کا دور آیا باوجود اس کے اُمت مسلمہ کا تعلق راست خدا سے رہا وہ صرف قرآن وسنت کی وجہ سے ہے اور زمانے کی درازی نے اس میں بعد میں جھول پیدا کر دیا اور علماء سو اور جاہل صوفیا نے اس میں مزید دشواریاں پیدا کر دیں ۔مہدی موعود کی تعلیم و تربیت نے پھر سے دوبارہ خدا کے اُس راست تعلق کو قایم کیا ہے۔

الحاصل: اس پہلی آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ: مہدی کا اِمَـامًـا ...مِنْ ذُرِّيَتِي اور و عـترتي من اهل بيتي ہونا اس طرح ثابت ہوا ہے کہ علماء نے اسے عام کر دیا تھا آپؑ نے اس کی خصوصیت بتائی۔

دوسری سورۃ مہدیؑ نے دعوی کے ثبوت میں پیش کی آل عمران کی آیت 20 ہے فَـاِنْ حَـآجُّـوكَ فَـقُـلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ط وَقُل لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ وَا لاُمِّيّنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ط فَـاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ج وَّاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِا لْعِبَادِ ۔پس اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیں (اے محمدؐ) میں تو اپنے کو متوجہ کر چکا ہوں

اللہ کی طرف اور وہ بھی متوجہ کردیگا اپنے کو اللہ کی طرف جو میری اتباع کرنے والا ہے۔مہدیؑ موعود نے فرمایا اللہ تعالی نے میرے لے حکم کیا ہے کہ مَنِ(مَنِ اتَّبَعَنِ کا) خاص ہے اس سے مراد صرف تیری ذات ہے۔اس آیت میں اللہ تعالی نے صاف طور پر بتایا ہے کہ جس طرح اللہ کے رسولؐ اللہ تعالی کی اطاعت میں سر کو جھکائیں گے بالکل اُسی طرح اللہ کی اطاعت میں ''وہ'' سر کو جھکائے گا جو اللہ کے رسولؐ کی اتباع کرنے والا ہے اور یہ حقیقت معلوم ہونا چاہے کہ ہو بہو اللہ کی اطاعت سوائے تابع رسولؐ مہدیؑ موعود آخرلزماں ہی کرسکتے ہیں جو اللہ کا خلیفہ ہے۔یہاں ''میں'' اور ''وہ'' کی خصوصیت واضح کردی گئی ہے کہ معصوم عن الخطا ہو نہ کہ ہر ایمان لانے والا۔اگر ''میں' اللہ کا رسولﷺ ہیں تو پھر ہر وہ پیروی کرنے والا کس طرح اللہ کے رسولﷺ کی برابری کرسکتا ہے۔نحو کے قاعدہ میں ''من'' اسم ہے اور یہ واحد ہوتا ہے جمع نہیں اگر ''میں' اللہ کے رسولؐ ہیں تو ''وہ'' کس طرح عام پیروی کرنے والا ہوگا ۔نحو میں اسم کا لغوی معنی نشانی یا بلندی کے ہیں (جس میں خصوصیت پائی جاتی ہے)اصطلاح میں وہ لفظ جو اپنا معنی (یا اسم) ظاہر کرے اور تینوں زمانوں یعنی ماضی حال اور مستقبل میں سے کوئی زمانہ اس کے ساتھ نہ ہو جیسے روٹی ,باغیچہ ,ستارہ ایسے ہی ''تابع (رسولؐ) یہاں ہے ہر پیروکار نہیں جیسا کہ اس آیت کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔اور اس کا لغوی معنی کام کرنا ہے اس سے مراد وہ کلمہ جو اکیلا اپنا معنی (نام یا مقام) بتائے اور تینوں زمانوں میں سے کسی ''ایک زمانہ'' میں اس کا کرنا واقع ہونا سمجھا جائے (نویں صدی میں مہدی کا آنا)اگر پیروی کرنے والا مانا گیا تو لاتعداد لوگ ظلم کرنے والے ہیں جن کو 'امام' بنانے سے اللہ نے انکار کیا۔اگر ''تابع رسولؐ' مانا جائے تو وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ اسی تابع کو مانا جائے گا جس کی دعا حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی۔ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ میں جیسے کہ اللہ کے رسول اور(وَمَنِ اتَّبَعَنِ) اتباع کرنے والے کا سر جھکانا مضاف ہیں اور ''لِلّٰهِ ''مضاف الیہ ہے جو اللہ کے رسولؐ اور تابع کا خالق اور رب ہے جو ایک زمانے میں اپنے رسولؐ کو اور دوسرے زمانے میں تابع رسولؐ کو بطور وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ امامت پر معمور کیا۔اسے نحو میں مرکب اضافی کہتے ہیں جس میں ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کیساتھ بتقدیر حرف جر ملایا جائے (یعنی لفظوں میں حرف یا اسم نہیں موجود ہوتا بلکہ معنی متصور ہوتے ہیں) جیسے کا ,کے ,کی ہیں ۔جس طرح بقرہ کی آیت 124 میں وَمِنْ ذُرِّيَّتِي میں حضرت ابراہیمؑ کی وہ تمام اولاد شامل نہیں جو ظلم کرنے والے ہیں صرف انبیاءومرسلین ہیں اسی طرح یہاں مَنِ اتَّبَعَنِ صرف تابع تام رسول اللہ مہدیؑ آخرالزماں ہیں تمام پیرو اسلام نہیں کیونکہ حدیث میں **المهدی منی یقفو اثری ولا یخطی** مہدی مجھ سے ہے میرے قدم بہ قدم چلے گا خطا نہیں کریگا کی شرط اس کامل اتباع کرنے والے کے ساتھ ہے جو معصوم عن الخطا ہے۔اس آیت میں فَاِنْ حَآجُّوكَ پھر اگر وہ آپ سے جھگڑیں ۔پر غور کریں دین میں اُمت کے ہر فرد سے کوئی جھگڑا نہیں کرتا دین میں جھگڑا نبیوں رسولوں اور اللہ کے خلیفوں سے کیا جاتا ہے یہ خصوصیت ہے اور اس آیت میں وَمَنِ اتَّبَعَنِ اور وہ بھی متوجہ کردیگا اپنے کو اللہ کی طرف سے معلوم ہوا کہ وَمَنِ اتَّبَعَنِ مہدی موعودؑ ہیں سبھی اُمتی نہیں۔جس کی شہادت کے بطور مہدیؑ نے یہ آیت مبارکہ پیش کی ہے۔ اللہ کے رسولﷺ کا یہ کہنا کہ مہدی مجھ سے ہے اس سے کئی وجوہ کا مآل ہے' وہ میں ہی ہوں' وہ میرا تابع ہے' وہ میری اولاد سے ہے

'وہ مجھ سا ہے'وہ میرا قائم مقام ہے' اگلے نازل کردہ صحایف میں صاف کہا گیا کہ دنیا کا سردار آتا ہے اور نصاریٰ کو نام ''احمدؑ'' بھی بتادیا نتیجہ کیا ہوا؟ اگر یہود و نصاریٰ جو بنی اسرائیل کی شاخ ہیں حضو ﷺ کو بعد تحقیق ایمان قبول کر لیتے تو مؤمن و کافر کا فرق مٹ جاتا صرف مؤمن اور مشرک باقی رہتے ۔ اسی طرح اللہ کے رسول کے حکم کو بغیر تحقیق انکار کرنے والے منکرین کہلائیں گے۔ ایسی ہی ہٹ دھرمی اور غرور نے مؤمن مشرک کافر کے طبقات پیدا کر دئے' اسی طرح اسلام میں خوارجی ہوئے جہمیہ ہوئے' اور ان گنت فرقے ہوئے' اور آخر ایسے لوگوں کا دور آ گیا ہے جو صحیح بخاری کو قرآن کے بعد کا درجہ دے بیٹھے ہیں باقی تمام احادیث و روایات کو یک قلم مسترد کر دیا ہے حالانکہ حضرت امام محمد اسمعیل بخاریؒ نے صاف کر دیا کہ بہت ساری احادیث صحیحہ کو میں جمع نہیں کر سکا لاکھوں میں سے ہزاروں کو درج کیا ہے۔

الحاصل : اس دوسری آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ: اگر حق کہنے پر اللہ کے رسول ﷺ سے کفار جھگڑتے ہیں تو اللہ نے فرمایا ان کے جھگڑنے کا کوئی خیال نہ کرو اپنی توجہ یا یقین اللہ پر رکھو اور ایسا ہی جھگڑا آپؐ کے تابعؓ کے ساتھ بھی کیا جائے گا جو آپ کے کامل اتباع کرنے والا ہے انہیں بھی اپنی توجہ اللہ کی طرف ہی کرنی ہوگی۔

تیسری آیت آل عمران کی 191 ہے جو مہدیٔ موعودؑ نے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی۔ اِنَّ فِـــىْ خَــلْــقِ السَّــمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ o ج الَّـذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَا مًا وَّ قُعُوْ دًا وَّ عَـلٰى جُنُـوْ بِهِـمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے رات اور دن کے بدلتے رہنے میں نشانیاں ہیں اہل عقل کے لئے ,وہ عقلمند جو یاد کرتے رہتے ہیں اللہ تعالی کو کھڑے ہوئے' بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اور غور کرتے رہتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں ۔مہدیٔ موعود علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالی نے مجھے حکم کیا ہے کہ لِّاُولِـــى الْاَلْبَـــاب سے مراد تیری قوم ہے۔ یعنی وہ لوگ جو آٹھوں پہر اللہ کا ذکر کرنے والے عبادت کرنے والے اور زمین و آسمان کی پیدائش یعنی خالق کی تخلیق میں غور و فکر کرنے والے یعنی دل کی آنکھوں سے بصیرت بصارت سے خالق کائنات کی عظمت کا اعتراف کرنے والے۔ اس آیت میں ذکر دوام کی بات ہے جسے مہدی موعودؑ نے تعلیمات فرایض ولایت میں شامل کیا ہے۔ اُسی کے ساتھ بصیرت یا دیدار کی بات بتائی گی ہے۔ آسمان و زمین کے پیدا کرنے میں رات اور دن کے بدلتے رہنے میں نشانیاں ہیں اہل عقل کے لئے۔ لِّاُولِــى الْاَلْبَاب ہر پیغمبر کی اُمت میں رہے ہیں حضرت نوحؑ کے ساتھ صرف 80 لوگ جہاز پر سوار ہوئے تھے باقی قوم ظلم کرنے والے جو غرق طوفان ہوئے' حضرت صالحؑ ' ھودؑ کے ساتھ ایک مختصر جماعت تھی حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بھی ظلم کرنے والے زیادہ تھے فرمابردار کم' حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ صرف 12 حواری تھے' اور شروع میں حضو ﷺ کے ساتھ نبوت کے 6 سال تک صرف 40 ایمان لانے والے تھے جو سابقون الاولون ہیں اور درہ' شعیب ابی طالب میں یا دایرہ میں کچھ ہی لوگ تھے اور فتح مکہ کے وقت دس ہزار اور حجۃ الوداع کے وقت تقریبًا ایک لاکھ باقی جزیرہ عرب اور دوسری قوم میں ظلم کرنے والوں

یعنی ایمان نہ لانے والوں کی تھی ۔اسی طرح مہدیؑ موعودؑ کے ساتھ لُو ولِی الْاَلْبَاب ہوئے ہیں جو نماز عبادات ذکر واذکار اور اللہ کی بنائی کائنات میں غور کرنے والے بصیرت اور بصارت والے تھے ۔ان لِاُولِی الْاَلْبَاب کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ کیا کہتے ہیں دیکھ لیتے ہیں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کون لوگ ہیں ازروئے ایمان تعجب خیز ہیں صحابہؓ نے عرض کیا ملائکہ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ کیسے ہوسکتے ہیں وہ آسمان میں رہتے ہیں اللہ تعالی کی طرف سے اُن اُمور کا مشاہدہ کرتے ہیں جو تم نہیں دیکھ سکتے ۔صحابہؓ نے کہا انبیاء ہونگے آپؐ نے فرمایا وہ کیسے اُن کے پاس تو وحی آتی ہے صحابہؓ نے کہا تو کیا ہم! فرمایا تم کیسے تم پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے ۔لیکن ! اُن لوگوں کا ایمان تعجب خیز ہے جو میرے بعد آئینگے ۔مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہوگا وہ لوگ میرے بھائی ہیں اور تم میرے اصحاب ہو ۔صحابہؓ مگر راسرار پر رسول نبی کریم ﷺ ان لوگوں کی خصوصیات بیان کرتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لُو ولِی الْاَلْبَاب مخصوص لوگ ہیں 'اس طرح کیا حضور ﷺ کے بعد آنے والے آیمہ حق اولیاے کاملین لُو ولِی الْاَلْبَاب نہیں ہوسکتے ؟اس کا جواب ہمیں قرآن سے ہی ملے گا ۔جو قرآن کی بیان کردہ شرایط پر ہونگے جن کا ذکر اللہ تعالی نے سورہ آل عمران کی آیت 20 المایدہ کی آیت 54 الانعام کی آیت 89 سورہ محمد کی آیت 38 واقعہ کی آیت 14 اور 15 اور سورہ جمعہ کی آیت 3 میں کیا گیا ہے ۔حضرت عمرؓ سے ایسی ہی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے الٓمٓ سے الْمُفْلِحُوْنَ تک آیات تلاوت فرمائیں اور (ان اصحاب میں ان اوصاف کا ہونا بیان کیا) ایک دوسری روایت میں ہے کہ 'اللہ تعالی نے انہیں انبیاء کی شہادت کے شرف سے نوازیگا جو ازروئے ایمان افضل ہیں....جو انہیں مردوں کے صلبوں میں ہیں جو میرے بعد آئینگے جب کہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا نہیں (مگر) وہ میری تصدیق کرینگے وہ معلق کاغذ پائیں گے اور اس میں جو ہوگا اس پر عمل کرینگے ایسے لوگ ایمان میں افضل ہیں ۔(معلق کاغذ کا پانا یہ ہوسکتا ہے کہ وہ عالم فاضل نہ ہونے کے باوجود ایمان میں افضل ہونگے) المستدرک حاکم ۔حضرت انس اور عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ دو تختیوں کے درمیان کتاب ان کے پاس آئیگی وہ اس پر ایمان لائیں گے ۔اس کے یہ معنی ہونگے کہ انہیں بلاواسطہ تعلیم اور احکام دئے جائیں گے ۔جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلاواسطہ توریت تختیوں کی شکل میں دی گئی تھی بغیر فرشتہ یا واسطہ کے ۔ایسا بھی نہیں کہ مہدی کی قوم کے سارے کے سارے لُو ولِی الْاَلْبَاب ہوئے ان میں بھی آپؐ کے صحابہؓ اور صرف وہ لوگ اس زمرے میں شامل ہونگے جو اللہ کے خلیفہ کی تعلیم پر عمل کرنے والے خشوع خضوع کے اعمال کرنے والے اللہ کے دیدار کی طلب میں تقوی توکل ترک علایق کرنیوالے ہونگے نہ متاع دنیا میں ملوث افراد اس طرح ہر کوئی اپنی پیٹھ نہیں تھپ تھپا سکتا ۔اور مہدی کے فرمانکے مطابق مہدی مہدی کہہ کر جنت میں نہیں جاسکتا ۔سورہ الرعد کی آیت 19 میں اُلُوْ الْبَابِ آیا ہے اس کے تعلق سے حضرت ابن جبیرؓ نے فرمایا اس سے مراد وہ افراد ہیں جنہیں اللہ تعالی نے عقل ودانش کی نعمت عظمٰی عطا فرمائی ہے ۔مزید ان لِاُولِی الْاَلْبَاب کے متعلق روایت دیکھیں امام احمدؒ نے حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ قیصر نے کہا حضرت موسی علیہ السلام بن عمران نے اللہ تعالی سے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں تجھے کہاں

تلاش کروں؟ تو اللہ تعالی نے فرمایا: مجھے ان کے پاس تلاش کر جن کے دل عجز وانکساری کرنے والے ہیں میں ہر روز ایک کرم ان کے قریب ہوتا ہوں اگر اس طرح نہ ہوتو وہ گر جائیں (کتاب الزہد ۹۵) انہیں امام احمدؒ اور ابن ابی دنیاؒ نے کتاب الاولیاء میں حضرت عطا بن یسارؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ نے کہا: اے اللہ! کون ہیں وہ جنہوں نے ان لوگوں کو ہلاک کیا جنہیں انہیں ہلاک کیا جنہیں تو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا (شہداء)؟ تو اللہ تعالی نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ (ظلم و زیادتی سے) (شرک ورسم وبدعت سے) بری ہونگے' جن کے دل پاک ہونگے (تقوی و پرہیز گاری کی بدولت) یہ وہ لوگ ہیں جو میری عظمت وجلال کے سبب ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں' (صحبت صادقین) یہ وہ لوگ ہیں جب میں ذکر کرتا ہوں تو وہ میرے ساتھ ذکر کرتے ہیں (اللہ ان کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے وہ ہمیشہ اللہ کو) جب وہ ذکر کرتے ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ ذکر کرتا ہوں (میری طرف دیکھتے ہیں تو میں بھی ان کی طرف دیکھتا ہوں؟؟) وہ لوگ ہیں جو مشکل اور تکلیف کے لحات میں (توکل ترک علایق ہجرت) میں اچھی طرح وضو کرتے ہیں اور میرے ذکر کی طرف اس طرح رجوع ہوتے ہیں (ذکر دوام اور نوبت کے ساتھ) جیسے گدھ اپنے گھونسلے کی طرف لوٹتا ہے اور وہ میری محبت کے اس طرح پابند ہوتے ہیں جیسے بچے لوگوں کی محبت کے مشتاق ہوتے ہیں (اللہ کی محبت میں حد سے گزرے ہوئے خود کو بھی بھلائے ہوئے) اور میرے حرام کردہ چیزوں کو کوئی حلال سمجھے تو وہ اس طرح غضبناک ہوتے ہیں جیسے چیتے کو تکلیف پہنچے تو غضبناک ہوتا ہے۔

اب اس کے بعد ابولکلام آزاد کی ان لوگوں کی شہادت سن لیں۔ تمام تاریخیں متفق ہیں کہ وہ (مہدوی) امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں تیغ بے نیام (ننگی تلوار کے مانند) تھے۔ ان کی زندگی وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْ مَةَ لَائِمٍ اللہ کی راہ میں نہ ڈریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے (مایدہ ۵۴) کی کامل تصویر تھی .... احکام شرعیہ کے قیام کی راہ میں اپنی جانیں تک لڑا دو عشق کی صداقت کی اور قلب کی پاکی نے ان کی دعوت وتذکیر میں ایسی تاثیر بخشی تھی کہ تھوڑے عرصے میں ہزاروں آدمی حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور متعدد سلاطین وقت نے اُن سے بیعت کی ان لوگوں کے طور طریق کچھ عجیب عاشقانہ ووالہانہ تھے اور ایسے تھے کہ صحابہ کرام کے خصایص ایمانی کی یاد تازہ کرتے تھے عشق الٰہی کی ایک جاں سپار جماعت تھی' جس نے اپنے خون کے رشتوں اور وطن اور زمین کی فانی اُلفتوں کو ایمان ومحبت کے رشتہ پر قربان کر دیا تھا' اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و غمگسار بن گئے تھے۔ امیر وفقیر اعلی وادنی سب ایک حال اور ایک رنگ میں رہتے تھے' اور بجز خلق اللہ کی ہدایت وخدمت اور احکام شرع کے اجرو قیام کے اور کسی کام سے واسطہ نہ تھا (تذکرہ ۴۸) مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے اور ترمذی میں عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے: دین کی ابتداء غربت سے ہوئی اور قریب ہے کہ پھر اسی طرف پلٹ آئے' پس کیا ہی مبارک ہے پردیسیوں (مہاجروں) اور بے یاروں کے لئے' یہی لوگ ہیں جو اُن خرابیوں کو دور کریں گے جو لوگوں نے میرے بعد میری سنت میں پیدا کی ہوگی۔

الحاصل : اس تیسری آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ عقلمند وہ ہوتے ہیں جو کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہوئے آسمان وزمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں یعنی دیدار الٰہی کی طلب میں غور کرنا۔ ایسے اللہ کو یاد کرنے والے مہدی کو قبول کرنے والے ہی ہونگے۔

چوتھی 54 ویں آیت سورۃ المایدہ کی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ لا اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍعَلی الْکَافِرِیْنَ ز یُجَاھِدُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ط ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَن یَّشَاءُ ط وَاللّٰہُ وَسِعٌ عَلِیْم اے ایمان والو! جو پھر گیا تم میں سے اپنے دین سے سو عنقریب لے آئے گا اللہ تعالی ایسی قوم محبت کرتا ہے اللہ ان سے اور وہ محبت کرتے ہیں اللہ' جو نرم ہونگے ایمان والوں پر اور بہت سخت ہونگے کافروں پر جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں اور نہ ڈریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے یہ اللہ کا کرم ہے نوازتا ہے اسے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالی بڑی بڑی کشادہ رحمت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ مہدیؑ موعود علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد تیری قوم ہے اور کوئی نہیں۔ یہاں اللہ تعالی نے اس قوم سے اپنی محبت اور اس قوم کی جو خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ کی ہے اللہ سے محبت اور اس کے تقاضے بتانے کے ساتھ فرمایا کہ وہ سخت ہونگے کافروں پر اور کسی ملامت کرنے والے سے نہیں ڈریں گے۔ یہاں دو 2 باتیں معلوم ہو رہی ہیں 1) اَعِزَّۃٍ عَلی الْکَافِرِیْنَ یہاں مشرکین اور اہل کتاب کا ذکر نہیں ہوا ہے کفر کرنے والوں کا ذکر ہو رہا ہے ''کفر'' معنی انکار کرنا یعنی وہ لوگ جو خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ کا انکار کرنے والے بغیر تحقیق کے ایسے لوگوں سے جہاد فرض ہوتا ہے جیسا کہ مرتدین زکواۃ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جہاد کیا تھا۔ ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا مشرکین اور اللہ کے دشمن مخالفت کرتے ہیں ملامت کرنے والے خود ہمارے اپنے ہوتے ہیں جو حق بات کو بلا تحقیق انکار کرتے ہوئے اہل ایمان و یقین کی ملامت کرتے ہیں جیسا کہ اہل قریش اپنے ہی لوگوں پر ملامت اور ظلم کیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا اس کا مصداق اس کی قوم ہے اشارہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی طرف تھا کیونکہ وہ یمن کے رہنے والے تھے اس زمانے میں یمن باوجود جزیرہ عرب میں ہونے کے عجم میں شمار کیا جاتا تھا' اس کا مطلب ہے وہ قوم عجمی ہے جس سے اللہ محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور ہند عجم میں شمار ہے جہاں پر مہدیؑ موعود کی بعثت ہونے والی تھی جہاں سے حضور ﷺ کو ٹھنڈی ہوائیں آتی تھیں۔ المستدرک حاکم کی حدیث ۴۰۵۳: اَطْیَبُ رِیحٍ فِی الْاَرْضِ الْھِنْدِ مجھے ہند سے خوشبو دار ہوا آتی ہے۔ اور یہ اللہ تعالی کی سنت رہی ہے کہ جب بھی کوئی قوم اللہ کے احکام سے انحراف کرتی ہے یا کفر کرتی ہے تو اللہ تعالی نے دوسری قوم کو تبلیغ و اصلاح کی ذمہ داری دی ہے یہ بات بنی اسرائیل کے واقعات میں دیکھنے کو ملتی ہے جب یہودیوں نے اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا تو نصاریٰ کو کتاب اور احکام دئے اور جب یہود و نصاریٰ نے کفر و انحراف کیا تو اسلام کے ماننے والوں کو احکام اور کتاب دی اور جب اہل قرآن نے انحراف کیا ہے تو اللہ کے خلیفہ مہدیؑ موعود اور انکے آل و اصحاب کو اصلاح و تبلیغ کا کام

سونپا۔اگران کے ماننے والے اس ذمہ داری کوحاشیہ پر رکھ کرمتاع دنیا میں ملوث ہوئے ہیں تواللہ یہ کام کسی اور سے لیگا۔اس کی مثال ابوالکلام آزاد عبدالقادر بدایونی عبداللہ محمد بن عمر المکی شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۃ الکرام اداور دیگر مشاہیر اسلام ہیں جنھوں نے وہ باتیں کہی اور لکھی ہیں جسے مہدویوں نے نہیں لکھا ان مشاہیروں نے پچھلے سو سالوں میں مہدئ موعوداوران کی قوم کے تعلق سے ایسی باتیں لکھیں جوحق پر مبنی تھیں کچھ نے ایسے وقت میں لکھا جب مہدویوں کے خاندانی وگروہی تنازعات اپنے عروج پر تھے۔ہاں البتہ! کچھ ہستیاں تھیں خاموشی سے اپنا فرض نبھا رہی تھیں بھلے ہی انہیں بولنے اور لکھنے کا ملکہ نہیں تھا انہیں کے دم سے ایمان وعقیدہ کا زیاں نہ ہوسکا آج بھی یہی کیفیت ہے شہرت نام ونمود کے دلدادہ لوگوں نے ''زمین کی طہارت کے لئے بھیجے جانے والے ملاءاعلی کےفرشتے'' سمجھے جانے والوں کی اولاد میں شک وشبہ ڈالدیا ہے اور بدعتی متاع دنیا کے دلدادہ اللہ کے باغی گروہوں کی قطار میں لاکھڑا کیا ہے۔یہ ہرقوم کا سانحہ ہے اس میں کچھ لوگ اللہ کا نام لے کر دین میں بدعت ورسم کوجگہ دیتے ہیں اپنے نفس کی تسکین کے لئے مذہب کواستعمال کرتے ہیں۔اور یہ دیکھا گیا ہے کہ جوعالم جتنا کروفر شان وشوکت والا ہوگا وہ اتنا ہی متاع دنیا میں ملوث اوراپنے نفس کی اطاعت کرنے والا ہوگا بلکہ وہ چاہے گا کہ نہ صرف اس کے آگے اللہ کے بندے جھکیں بلکہ اس کی اولاد کوبھی درجہ اعلی پر فائز رکھیں۔ایسے لوگوں کی مخالفت کرنا اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنا ہے۔حاشیہ انصاف نامہ میں ہے کہ:اگر کوئی شخص حضرت مہدی کی جوتیاں (بہ لحاظ ادب) آپؑ کے سامنے لاکر رکھتا تو اپنے ہاتھ سے دور ڈالتے اور بعد میں وہاں جاکر پہنتے اور فرماتے:مہدی جوتیاں اُٹھوانے کے لئے نہیں آیا مہدی کا آنا خدائے تعالی تک پہنچانے کے لئے ہے۔

اللہ سے محبت کرنے کا تقاصا کیا ہے اس کے لئے سورۂ آل عمران کی آیت 21 کودیکھنا ضروری ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط آپؐ فرمائے (انہیں کہ) اگرتم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری (رسول ﷺ) کی پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہارے لئے گناہ۔حضرت ابو درداؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: (کہ تم میری اتباع کرو) نیکی تقوی تواضع اور ذلۃ النفس میں۔یہاں اعمال فرائض ولایت کی حقیقت معلوم ہورہی ہے کہ ایسے لوگ ہی اللہ سے محبت کرنے والوں میں شمار ہیں۔

قوموں کے اللہ تعالی کے احکام کے انکار کرنے اس کے نبی رسولوں کا انکار کرنے والوں کے بعد دوسری قوموں کوان کی جگہ پر پیدا فرمانا اللہ تعالی کی سنت رہی ہے **ثم انشانا من بعد هم قر آنا آخرين** (مومنون) پھر ہم نے پیدا فرمادی ان کے بعد ایک دوسری جماعت۔اور کچھ قومیں ایسی تھیں جن کی پیروی کا حکم دیا گیا۔**اتبعو ا من لا يسعلكم اجر وا هم مهتدون, و مالي لا اعبد الذى فطر نى** (یٰسین) پیروی کروان کی جوتم سے کوئی اجرت نہیں طلب کرتے اور سیدھی راہ پر ہیں۔

الحاصل: اس چوتھی آیت سے ثبوت اوراپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ:ایسی قوم مہدی موعودآخرالزماں کی ہوگی۔

پانچویں آیت سورہ انعام کی 19 **قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ط قُلِ اللّٰهُ قف لاشَهِيْدٌ م بَيْنِىْ وَ بَيْنَكُمْ**

قف وَ اُحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ وَ مَنْ م بَلَغَ ط اَئِنَّکُمْ لَتَشْھَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اٰلِھَۃً اُخْرٰی ط قُلْ لَّآ اَشْھَدُ ج قُلْ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ o م آپ پوچھئے کونسی چیز بڑی (معتبر) ہے گواہی کے لحاظ سے؟ **آپ ہی بتائے اللہ ۔وہی گواہ ہے میرے درمیان اور تمہارے درمیان ۔اور وحی کیا گیا ہے میری طرف یہ قرآن تا کہ میں ڈراؤں تمہیں اس کے ساتھ اور (ڈرائے وہ) اسے جس تک یہ پہنچے** ۔کیاتم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خدااور بھی ہیں؟ آپ فرمائیے میں تو (ایسی جھوٹی) گواہی نہیں دیتا ۔آپ فرمائیے وہ تو صرف ایک خدا ہی ہے اور بے شک میں بیزار ہوں ان بتوں سے جنہیں تم پوجتے ہو۔مہدیٔ موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ مَنْ م بَلَغَ جو یہ مَنْ خاص ہے اوراس سے مراد فقط تیری ذات ہے اور کوئی نہیں ۔یہاں اللہ فرمارہا ہے کہ اللہ کی گواہی کے سوا کوئی گواہی معتبر نہیں اور یہ قرآن وحی کیا گیا ہے اللہ کے رسول کی طرف جو لوگوں کو ڈرانے پر معمور ہیں اوران کے تابع تام مہدیٔ پر بھی یہی ذمہ ہے ۔یعنی رسول بھی ڈرایئں گے اور جوان کے قایم مقام یعنی خلفۃ اللہ ہوگا وہ بھی ڈرائے گا۔یہاں ایک بات واضح کی گئی ہے کہ قرآن کی شہادت ہی سب سے بڑی شہادت ہے مہدی موعودؑ نے جب اللہ کے حکم سے اس آیت سے اپنی شہادت دی تو قرآن نے بھی شہادت دی ہے اس طرح کے وہ تمام اُمور خلافت اللہ آپؑ کو بتائے گئے اس طرح اسلام میں سوائے ذات مہدی موعود آخرالزماں میراں سید محمد جونپوری علیہ السلام کے کسی کو نہیں بتایا گیا ۔مَنْ م بَلَغَ جس تک یہ پہنچے اس سے پہلے کی آیت میں صاف حکم ہے کہ جس پر یہ قرآن وحی کیا گیا وہی ڈرائے اس کے بعد کہا گیا کہ جس تک یہ پہنچے معنی یہ ہیں کہ جس پر اس ڈرانے کا بعد میں ذمہ ہوگا اور وہ تابع تام رسول اللہ ہوگا نہ کہ ہر کوئی ۔اس لحاظ سے قرآن ہر قوم کے پاس پہنچا ہے مسلمان یہودی عیسائی کافر تو کیا جس تک یہ پہنچا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے کا ذمہ دار ہے بلکہ نہیں یہ ایک خاص منصب ہے جو اللہ کے رسولؐ کے تابع کو دیا گیا ہے جو معمور من اللہ ہوگا۔کیونکہ اس بات کی شہادت اس کے بعد والی آیت دے رہی ہے ''کیا تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہیں؟ آپ کہہ دیں میں (ایسی) گواہی نہیں دیتا۔یہاں حضورؐ سے یہ اقرار کیا جارہا ہے ہر کسی سے ''نہیں'' ظاہر ہے جب حضورﷺ سے اقرار لیا جارہا ہو وہ اقرار آپؐ کے تابع کے طرف منتقل ہوتا ہے جواما ما .... مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ہوگا ہر کسی شخص کی طرف نہیں ۔اس سے زیادہ اور صاف وضاحت آگے ہے ان کے لئے ''ہم نے کتاب دی وہ اس کو پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں جن لوگوں نے خسارہ میں ڈالا اپنے آپ کو'' یہاں اُن عالموں کا ذکر ہے جو احکام وبیان کو جانتے ہوئے بھی قیل وقال کرتے ہیں تا کہ لوگ ان کے حق کو قبول کر لینے کے بعد ان سے دور ہو جایئں گے ان کی علمی قابلیت کم ہو جائے گی ۔دنیا میں جتنے انبیاء اور مرسلین مبعوث کئے گئے ان کی گواہی اللہ ہی دیتا آیا ورنہ عامۃ الناس کا تو یہ عالم ہے کہ وہ ناحق کو قبول کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور حق کا انکار کرنے سے کبھی باز نہیں آتے ۔اللہ کی گواہی کے ثبوت توراتِ زبور انجیل قرآن کے علاوہ وہ صحایف انبیاء اوراحوال ہیں جو تنزیل کی گئی کتابوں میں درج کی گئی شہادتیں اور نشانیاں اور پیشن گوئیاں ہیں ۔دنیا والے مانیں یا نہ مانیں خلافۃ اللہ کی گواہی صرف اللہ کی گواہی کافی ہے ۔اللہ تعالیٰ اپنی گواہی کا

مقام بتاتے ہوئے سورۃ الرعد آیت ۴۳ میں فرماتا ہے" اور کفار کہتے ہیں کہ آپؐ رسول نہیں ہیں۔ فرمائیے (میری رسالت پر) اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان اور وہ لوگ (بطور گواہ کافی ہیں) جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔ اللہ نے معاملہ صاف کر دیا کہ کسی نبی رسول یا اللہ کے خلیفہ کا ہونا نہ ہونا اللہ کی گواہی پر منحصر ہے اور اُن لوگوں کی گواہی پر جو کتاب کا علم یعنی مکمل ایمان والے مصدقین ہوتے ہیں۔ اللہ کے خلیفوں کو انکار کرنے والوں کا گواہ ہونا نہ ہونا کوئی معنی نہیں ہے۔ یہاں اس آیت میں وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْ آیا ہے یعنی انکار کرنے والے کہتے ہیں یہاں مشرکین کا ذکر نہیں ہے کیونکہ مشرکین نبوت و رسالت کے مقام اور ضرورت سے واقف ہی نہیں ہوتے رسالت و نبوت کی واقفیت صرف اہل کتاب یا اہل قرآن کو ہی ہوتی ہے۔ ابوالکلام آزاد نے تذکرہ صفحہ ۲۹۲ پر حضورؐ کی حدیث مبارک کے حوالے سے لکھا ہے کہ :"میری اُمت بھی وہی سب کچھ کرے گی جو یہودیوں نے کیا" یہی تو پوری کی پوری یہودیت ہے کہ پیشن گوئیوں پر پیشن گوئیاں ظاہر ہو جاتی ہیں مگر یہودیوں کا انتظار ختم ہی نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ ابھی وہ وقت کہاں آیا؟ حتیٰ کہ آج تک مسیح کے ظہور اور اسرائیل کی آخری بادشاہت کا انتظار کر رہے ہیں (تذکرہ ۲۹۲)

قرآن میں اسم "محمدؐ" چار بار اور اسم "احمدؐ" ایک بار آیا ہے اس کے علاوہ مزمل، مدثر، طٰہٰ اور یٰسین بھی آئے ہیں۔ یَآ اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ , قُمِ الَّیْلَ ....اے چادر لپیٹنے والے! راتکو (نماز کے لئے) قیام فرمایا کیجیے مگر تھوڑا۔ یَآ اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ , قُمْ فَاَنْذِرْا اے چادر لپیٹنے والے! اُٹھیے اور (لوگوں کو) ڈرائیے۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجیے۔ طٰہٰ , مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی طاہا ! نہیں اُتارا ہم نے آپ پر یہ قرآن کہ آپ مشقت میں پڑیں۔ یٰسٓ , وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اے سید قسم ہے قرآن حکیم کی بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ چونکہ ان چار سورتوں کے خطاب کی ابتداء براہ راست حضور ﷺ سے اللہ کی ہے اس لئے مزمل, مدثر , یٰسن ,طٰہٰ کو اللہ کے رسول محمد ﷺ کے خطابات مانا گیا ہے اسم محمد اور احمد کے علاوہ۔ اور یٰسن ،طٰہٰ کو مقطعات میں شامل کیا گیا ہے۔ کیونکہ مزمل , مدثر کے خطاب کی طرح یٰسن ،طٰہ کے خطاب کا رُخ بھی حضورؐ کی طرف ہے اس لئے ان مقطع کو اسمائے محمد مان لیا گیا ہے جبکہ دیگر 12 مقطع کے معنی ہی نہیں بتائے گئے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو محمد ﷺ پر نازل کیا جا رہا ہے مقطعات کو اللہ کے مخفی اسماالحسنٰی سمجھنا اور یٰسن ، طٰہ کے معنی ظاہر ہونے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ عالم الغیب ہے ان مقطع کو مخفی رکھا گیا اور محمدؐ کے اسماء مقطع کو ظاہر کیا گیا' ان کے علاوہ قرآن میں آپ کو بشیر, نذیر ,رؤوف ,رحیم ,شاہد ,مبشر ,اور رسول کہا گیا ہے۔ وحی نزول اور نبوت کی خاتمہ کے اعلان کے بعد خلیفۃ اللہ کی بعثت اللہ کے رسول ﷺ کے وعدے مطابق ضروریات دین سے ہے تو اللہ کا خلیفہ مہدی موعودؑ ہی اللہ کے حکم سے قرآن میں اپنی نشاندہی اور شہادت پیش کریں گے تو انہیں قرآن سے ہی اپنا خطاب اسم یا لقب کی نشاندہی کرنی ہوگی کیونکہ بندے تو انہیں صرف مہدی یا ہدایت یافتہ ہدایت کرنے والے کے طور ہی جانتے ہیں۔ اس لئے اللہ کی سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مہدی موعودؑ کو قرآن میں ان خطاب یا القاب کی نشاندہی کرائی ہے مَنِ

اتَّبَعَنِي ، مَنْ م بَلَغَ ،بَيِّنَه ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ کےلطوراورحضورﷺ نے مھدی ، خلیفة الله ؛ من عترتی ، اور دافع هلاکت اُمت محمد یہ کے متعارف کرایا ہے۔اُمت میں جھوٹے مدعیان مہدی نے خودکومہدی اورعترت فاطمہ سے ہونا تو بیان کر دیا لیکن خلیفۃ اللہ ،دافع ہلاکت اُمت تو نہ ثابت کر سکےاور قرآن میں اپنی نشاندہی کرنا تو دور کی بات قرآن سے اپنی مہدی ہونے کی گواہی یا شہادت پیش کرنے کی نہ توفیق ہوئی نہ ہمت ۔ان باتوں سے صاف ہو جاتا ہے کہ حضرت سید محمد جونپوری وہی مہدی موعود آخرالزماں ہیں جن کی بعثت کا وعدہ کیا گیا ۔کیونکہ یہ عظیم الشان منصب ہے اس کے پہلے دافع ہلاکت حضور نبی کریم ﷺ ہیں تیسرے حضرت عیسیٰ اور دوسرے مہدیٔ موعود آخرالزماں ۔ کیف تھلک اُمتی انا فی اولھا و عیسی ابن مریم آخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا ۔ یہ حدیث بھی مصدقوں میں ہی عام اور مستعمل ہے دوسروں کواس کا خیال بھی نہیں آیا۔

مہدیٔ موعودؑ نے جب بھی قرآن مجید سے اپنا دعوی مہدؑ پیش کیا ہے وہیں پر جن الفاظ سے اللہ نے آپؑ کومخاطب کیا اس کی نشاندہی کی ہے وہ ہیں بیـنـه ..اماما ً...من ذریتی ... من اتبعنی ....اور من م بلغ۔ یہاں ہم اس من م بلغ پر بات کرتے ہیں عربی لغت میں بَلَغَ کے معنی وہ پہنچا ہے بُلُوغ ...بَلاغ کے معنی انتہائی مقصد منتہٰی تک پہنچنا ہے خواہ وہ مقصد منتہٰی کوئی مقام کوئی شے یا کوئی وقت ہو اس میں ماضی کا صیغہ ہے ۔بَـلَـغَ معنی تو پہنچا دے تو تبلیغ کر اس کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔بَلَغْتُ میں پہنچا بَلَغتَ تو پہنچا بَلَّغتَ تو نے تبلیغ کی تو نے پہنچایا ماضی کا صیغہ واحد مذکر۔اب سورہ انعام کی 19 ویں آیت دیکھتے ہیں جو مہدیٔ موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کی ہے اس میں مَنْ م بَـلَـغَ ہے آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے سید محمد یہ تیری ذات ہے ۔اس سے کئی باتیں صاف اور واضح ہو جاتی ہیں یہ لفظ تبلیغ پہنچانے پیغام پہنچانے کے ضمن میں یہاں ہے جبکہ مہدی تابع رسول ﷺ ہونے کے بیان قرآن کے ذریعہ کلام اللہ کا حقیقی بیان اور پیغام کرنے والے ہوئے۔یہ وہ مقام ہے اللہ کے خلفاء کا جنہیں نبی رسول پیغمبر کہا گیا اور انہیں کے آگے کے درجات میں اللہ کے خلیفہ ہوتے ہیں اور یہاں مہدی بحیثیت خلیفۃ اللہ مَـنْ م بَـلَـغَ ہیں۔جن کا مقصد بیان کلام کے ذریعہ کلام اللہ کی صحیح تشریح ہے یہ عام لوگوں کا علاقہ اور دایرہ اختیار نہیں ہے۔اوراس مَنْ م بَلَغَ درمیان میں چھوٹی میم ہے جسے عربی میں ''میم' صغیرہ کہتے ہیں یہ جب نون کے بعد لکھی اور بولی جاتی ہے تو اسے نون غنہ کی آواز کے بجائے ''میم'' کی آواز نکالی جاتی ہے ۔یہ میم اقلاب کہلاتا ہے معنی بدل دینا یعنی نون کی آواز کو میم سے بدل دینا۔کیونکہ عربی کی حرکات جیسے دوزبر دوزیر دوپیش اور جزم میں جو غنہ کی آواز ہوتی ہے اس کو بدلنا۔ان تمام حقایق کو مجتمع کر کے دیکھیں تو اللہ کا مہدیٔ موعودؑ کو مَنْ م بَلَغَ تیری ذات ہے کہنا معنی قرآن کی تبلیغ وابلاغ بحیثیت تابع تام رسول اللہ ﷺ یہ تیرا کام ہے ہوا۔یہی بات صاف انعام کی اس ۱۹ ویں آیت میں ہے'' ان سے پوچھو کس کی گواہی سب سے بڑی ہے' میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے ۔اور یہ قرآن میری طرف سے وحی کیا گیا تا کہ تمہیں ڈراؤں اور جس (صیغہ واحد) کو یہ پہنچے (مہدی کو)۔یہ ہے دراصل مَنْ م بَـلَـغَ ۔عربی میں میم صغیرہ کی طرح نون صغیرہ بھی ہوتا ہے ایک چھوٹی سے نون لگائی جاتی ہے جہاں نون کی آواز نکالی

جاتی ہے اسی طرح ''واؤ' صغیرہ بھی ہوتی ہے جیسے وُ ورِیَ۔اور الف صغیرہ بھی کہتے ہیں یہ جہاں ہوتی ہے وہاں الف کی آواز نکالی جاتی ہے جیسے اعلٰی کذٰلک ربنا آیت ۔اوراردو میں بلغا۔بلیغ کی جمع ہے معنی عالم فاضل لوگ ۔

کلام و بیان کو نفاست اور خوش اسلوبی سے پیش کرنے کو فصاحت و بلاغت کہتے ہیں ۔اور بحیثیت خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ **علمه البيان** ہیں(سورہ رحمٰن)' تمام خلق انسان میں' اللہ تعالی رحمٰن کے' معلم قرآن رسول اللہ ﷺ کے' پیش کردہ قرآن کے بیان کرنے والے ۔ہزار ہا عالموں نے تفسیریں لکھیں مگر قرآن مجید کی جامعیت اور شدت کلام کو نہ پیش کر سکے نا عمل کروا سکے جیسے کہ اس پر عمل کروانے کا حق تھا۔مہدیٔ موعود خلیفۃ اللہ کے تعلیمات فرایض ولایت مقیدہ مخصوصہ میں جمع 7 تعلیمات کے اُصولوں میں وہ جاذ بیت اور کشش تھی کے لوگ دیوانہ وار آپؑ کے ہمراہ ہمنشین ہو گۓ اور زندگی کی تن آسانیوں راحتوں کو چھوڑ کر ہجرت ظاہری و باطنی اپنالی ۔جو اعمال ہزار ہا لاکھوں کتابوں کی جلدوں سے نہ حاصل کیے جا سکے وہ صرف بیان قرآن سے حاصل ہو گۓ یہی ہے اللہ کا فرمان **ثم ان علينا بيانه** اور **من م بَلَغَ** کے اشارے اور شناخت میں ہے حقیقی تبلیغ دین اور فصاحت و بلاغت ۔روایتوں میں ہے کہ مہدی موعودؑ کا بیان سننے کے لۓ جگہ کی تنگی کی وجہ سے لوگ مکانوں کی چھتوں اور پیڑوں پر چڑھ کر ہمہ تن گوش ہو جایا کرتے اور کئی اسی وقت حب دنیا ترک کر کے آپؑ کے ساتھ سفر ہجرت میں نکل پڑتے ۔یہی بات تھی کہ وقایع نگاروں نے تحریک مہدویہ کو ہر چہار دنگ و عالم میں ایک غلغلہ کہا ہے۔حضور نبیٔ کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد تاریخ اسلام میں کوئ ایسی تحریک نہیں جو لوگوں کے عقیدہ و خیال کو اتنا متاثر کیا ہو اور لوگ کشاں کشاں دنیا چھوڑ کر ہجرت میں نکل پڑے ہوں اور وطن معروف کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھا ہو سواۓ مہدویہ تحریک کے مسلمانوں کی کوئ تحریک اتنی موثر نہ ہو سکی ۔آج جو تبلیغ کی جارہی ہے وہ صرف ظاہری اعمال کی تعلیم ہے جس میں دلوں اور ذہنوں کو بدلنے کا کوئ سامان نہیں نا ہی وہ لوگ حُب دنیا ترک کرنے پر راضی ہیں بلکہ اس کے بعد مزید دنیا اور طلب دنیا میں ملوث دیکھے گۓ ہیں تحریک وہ ہوتی ہے جو لوگوں کا رکھ رکھاؤ لباس نہیں مزاج بدل دے وہ قوت تعلیمات مہدی میں ہے بشرطیکہ اس پر خلوص سے عمل کیا جاۓ۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے' یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ تعالی یوں ہی کوئ وعدہ نہیں فرماتا نبیٔ کریم کی حیات میں ہی بہت سارے حفاظ موجود تھے بعد میں تو ان میں اضافہ ہوتا چلا گیا 'اس کا ایک حقیقی پہلو یہ رہا کہ حضرت عثمانؓ کے دور میں قرآن مصحف کر دیا گیا اس کے بعد اسے صحیفہ اور کتاب کے شکل میں محفوظ کیا جاتا رہا' لیکن دشمنان اسلام کو اسے غلط ثابت کرنے کا بہانہ چاہۓ ہوتا ہے کہ قرآن بہت بعد میں لکھا گیا اور حافظوں نے من مانیاں کی وغیرہ وغیرہ ۔لیکن اللہ تعالی نے ایسا مربوط اور مستقل قرآن کے حفاظت کا انتظام کیا کہ دنیا کے کسی بھی شخص یا قوم کو اسے غلط ثابت کرنے کا جواز ہی نہیں ہے۔پچھلے تین چار سو برسوں سے جب مسلمانوں کی دیکھا دیکھی تحقیق و علم کی جستجو کا آغاز کیا تو یوروپ کے کئی عیسائ محققوں نے پرانے اور قدیم قرآنی نسخے تلاش کرنے اور جمع کرنے شروع کر دۓ چونکہ سلطنت عثمانیہ ترکی کے زوال کے بعد مسلمانوں کی

حکومتیں کمزوراورعیسائیوں یہودیوں کے رحم وکرم پر ہوگئی تھیں ۔مسلمانوں کا تمام علمی اور تحقیقی اثاثہ وہ اُٹھا کر لے گئے انہیں کے ذریعہ جہاں کئی نئی چیزیں دریافت کیں اور دنیا کے موجد کہلانے لگےتو دوسری طرف مذہب اسلام کو سمجھنے کی کوشش بھی کی اس کوشش میں وہ تمام پرانے اور قدیم قرآنی نسخے بھی محفوظ کر لئے اور یہ یوروپ اور روس کے کئی لایبریریوں میں جوں کا توں محفوظ رہے ۔آج کل اسلام کا غلغلہ ہےتو اُن تمام قدیم قرآنی نسخوں کو بھی جانچا پرکھا گیا تو تمام قدیمی نسخے ایک جیسے بلکہ کسی کمی زیادتی کے محفوظ پائے گئے ۔ایک نسخہ تاشقند کے میوزیم میں محفوظ ہے جو حضرت عثمان کا بتایا جاتا ہے دوسرا ترکی کے میوزیم ہے اس طرح حضورﷺ کی حیات سے لیکر آپؐ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد کے پچاس ساٹھ برس کے اندر کے قرآنی مصحف آج بھی محفوظ وموجود ہیں ۔جن کی جدید ٹیکنالوجی کاربن ڈیٹنگ کے ذریعہ جانچ بھی ہوچکی ہے کہ یہ وہی حقیقی نسخے ہیں جن سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئی ہے ۔

اس تناظر میں جب ہم تعلیمات مہدی کو دیکھیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کی ہزارہا تفاسیر وضاحتوں اوراحادیث کی شرحوں کے پڑھنے کے بعد انسان جن اعمال کو اختیار کرنا چاہتا ہے مہدیٔ موعودؑ نے صرف سات 7 اعمال ولایت میں سمو کر محفوظ کردیا ہے ۔ہمارے اسلاف اور بزرگوں نے چار صدیوں تک ان پر عمل کیا اور دین اور دنیا کی کامیابی حاصل کی ٗمگر پچھلی ایک صدی سے مہدویوں میں عالموں رہبروں اور مسند نشینوں کا ایسا طبقہ پیدا ہوگیا جو اپنے مذہب اور اعمال بھلا کر در کنار کردیا ٗاور دوسرے بدعقیدہ جماعتوں کے اعمال اور ظاہری اسباب کو ہی دین سمجھ بیٹھا ٗاس طرح دوسرے بدعقیدہ جماعتوں کی ذہنی غلامی اختیار کرلی اور آج تو یہ معاملہ سنگین شکل اختیار کر چکا ہے ٗاور اس میں اضافہ بےعلم کم عقل جاہلوں نے کردیا ہے ٗاور جو مدرسوں سے فارغ ہوکر آرہے ہیں وہ ایک طرح سے ذہنی غلام بن کر آرہے ہیں اور مہدویت کی بنیاد ذکر دوام اور نوبت کو خیرباد کردیا ہے آج یہ عمل دایروں سے منقطع اور بالکل غایب ہے ۔

اوران باتوں کا خیال رکھے بغیر اردو میں قرآن کے ترجمے کئے ہیں جن سے غلط معنی اور مطالب بیان ہوئے ہیں ۔علم دوطرح کا ہوتا ہے ایک علم جو اللہ کی طرف سے ہو جو معرفت الٰہی سے حاصل ہوتا علم لُدنی ۔دوسرا علم انسان اپنی کوشش عقل اور تجربے سے حاصل کرتا ہے ۔حالانکہ تمام علوم اللہ کے ہیں ٗلیکن سوال یہ ہے کہ اس کا استعمال کس طرح کیا گیا صحیح یا غلط طریقے سے یہی وجہ ہے کہ علمائے سُو بھی اسلام پیدا ہوئے ہیں ۔

مقطعات قرآن مجید 14 ہیں لیکن سورۂ الرحمٰن میں الرحمٰن مقطعہ نہیں ہے بلکہ یہ اسماالحسنٰی کا اسم ہے قرآن میں جابجا اس کی خصوصیت بیان کی گئی ہے اور قرآن مجید میں یہ واحد اسماالحسنٰی میں ہے جس سے کوئی سورۃ شروع ہوئی ہے اور سورۃ الرحمٰن کو عروس القرآن کہا گیا ہے ۔اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کلمہ شہادت کے اجزاء کو پیش کیا گیا ہے اس کی ترکیب دیکھیں **الرحمن علم القرآن** رحمٰن اور معلم قرآن جیسا کہ **لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ** کہ جس کے بغیر دین کی تکمیل نہیں اس کے بعد ایک خصوصیت اور یہ ہے کہ **خلق الانسان علمہ البیان** خلق میں ایک انسان کو پیدا کیا (جائے گا اس

قرآن کے بیان کے لئے)اب دیکھیں قوم مہدویہ میں خصوصی موقعوں پراوررات میں بعدنماز عشاء تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ **لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ......اللہ الھنا محمد نبینا .... القرآن والمھدی امامنا آمانا وصدقنا**. اس میں سورہ الرحمٰن میں اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی شہادت اس کے بعد ''قرآن'' اورمہدی کے امام ہونے اور دونوں کے ہدایت دینے اور مہدی کے گزرجانے کا اقرارکیا جاتا ہے۔یہ بالکل سورۂ الرحمٰن کے ابتدا میں جواعلان اوراقرار ہےاس کا دہرایاجانا بعدعشاء اور خصوصی مواقع پرہوتا ہے۔ایک طرح سے مہدوی برملا اللہ تعالی اللہ کے رسول ﷺ قرآن اورمہدی کی شہادت کابانگ بلند ہردن اقراردہراتے رہتے ہیں۔ایسا اسلام کے کسی گروہ فرقہ یا جماعت میں نہیں ہے سوائے قوم مہدویہ کے۔یہ اعزازصرف مہدویہ کو حاصل ہے کہ وہ شہادت کاحق کا اعادہ ہردن کرتے ہیں۔اور یہ سنت رسول ﷺ بھی ہے حضور نبی کریم ﷺ رات میں صحابہؓ سے رخصت لیتے توانہیں سلام کرکے حجرے میں چلے جاتے اس سے صحابہ رسول آرام کریں گے اب ہمیں بھی اپنے گھروں کوجانا ہے یعنی یہ دن کاالوداعی اشراہ ہوتا تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِ ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

بے شک اللہ تعالی اوراس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبیؐ پر۔اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور سلام عرض کیا کرو۔(سورۂ الاحزاب ۵۶)ایمان یہ ہے کہ اللہ کوایک اورخالق ماننا اس کے احکام پر چلنااورصرف اسی کی عبادت کرنا۔اس کے علاوہ محمد ﷺ کواللہ کے رسول ماننا ان کے طریقے پر چلنااوران پردرودوسلام بھیجنا بھی ایمان کاحصہ ہے۔اللہ تعالی نے اس آیت میں اس بات کی تاکید کی ہے۔درودکس طرح بھیجا جاتا ہے وہ بھی اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا ہے جیسا کہ نمازپڑھنے روزہ رکھنے زکواۃ دینے حج کرنے کاطریقہ سکھایا۔یہ درودکہیں مختصر ہے کہیں کئی سطور میں ہے اللہ کے رسولؐ نے صحابہؓ کوسکھایا۔ہم اس درودکو لیتے ہیں مثال کے طور پر **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ** احادیثوں میں روایتوں میں اسی طرح درود بھیجنے کوکہا گیا ہے مختلف موقوں پرصحابہؓ کوتھوڑی تبدیلی کے ساتھ ایسا ہی درود بھیجنے کی تعلیم دی ہے۔غور طلب امر یہ کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ پر درود بھیجنے کوکہا ہے بندوں سے۔آپؐ چونکہ رحمت للعالمین ہیں آپ کی رحم وشفقت کا انداز دیکھیں آپ نے **'اپنی آل حضرت ابراہیم اوراُن کی آل پر درودسلام اوربرکت کی تعلیم دی اورطریقہ بتایا ہے اُمت کو'** حضور ﷺ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر درودرسلام بھیجنا توسمجھ میں آیا کیونکہ وہ ابوالانبیاء ہیں اورانہیں کہ آل میں آپؐ بھی ہیں اور بہت سارے نبی رسول اورپیغمبر آئے ہیں جودرودوسلام کے مستحق ہیں۔لیکن!!اپنی آل پر درود بھیجنا غور طلب یوں ہے کہ آپ ﷺ کی کوئ نرینہ اولاد نہیں تھی آپؐ کے ارشاد کے مطابق عترت فاطمہ یعنی حضرت فاطمہؓ اورحضرت علیؓ جوآپؐ کے چچازاد بھائ اورداماد تھے جن سے آل رسول کا سلسلہ ہےان کے نسب میں درودوسلام بھیجنا سوالیہ یوں ہے کہ حضرات حسنینؓ ان کی آل تک بھی بات ٹھیک ہے مگر

آج کل کے سادات کے اعمال عقاید ان کے طریقے سے کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ درود ان کو پہنچایا جاسکتا ہے؟اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل بات اسی درود کی تعلیم میں چھپی ہے یعنی محمد ﷺ حضرت ابراہیمؑ ان کی آل جو انبیاء و مرسلین گزرے اور حضور ﷺ کے بعد عترت فاطمہ میں خصوصاً حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے لئے ہے۔کیونکہ مہدی موعودؑ بلحاظ خلیفۃ اللہ آل ابراہیمؑ قرار پاتے ہیں بحیثیت اِمَـــا مَـــا ...... مِـنْ ذُرِّیَتِـی کے۔یہی آل محمدؐ و آل ابراہیمؑ جنہیں حضور ﷺ نے اپنے ساتھ درود میں شامل رکھا ہے۔جس طرح بنی اسرائیل خود کو اللہ کے بچے سمجھنے کی خوش فہمی میں مبتلاء ہیں اسی طرح مسلمانوں کا ایک طبقہ خصوصاً علمائے سُو نے خود کو نبیوں کا کام کرنے والے اللہ کی اتباع کرنے والے قرآن کے وارث نہ جانے کیا کیا سمجھ لیا ہے۔ترجمے اسی نہج پر کئے جاتے ہیں تو ظاہر ہے اعمال بھی اسی نہج کے ہونگے۔کسی بھی خصوصیت اور اچھائی کو اپنی طرف پھیر لینا جبکہ وہ ہم میں نہ ہو بیوقوفی کی دلیل ہے اصل اصل ہوتا ہے نقل اصل نہیں ہوتا۔یہ اس لطیفے کی طرح ہے کہ ایک مشاعرے کا طرحی مصرعے کا ردیف و قافیہ "میں ہوں" تھا پہلی صف کے سامعین میں ایک شخص بیٹھا تھا جب بھی کوئی شاعر اپنا کلام پڑھتا ثانی مصرعہ ختم ہونے سے پہلے وہ شخص چلا اُٹھتا "میں ہوں۔میں ہوں" اس سے شعراء اور سامعین بھی تنگ تھے کہ ایک مزاحیہ شاعر کی باری آئی اس نے اپنا پہلا مصرعہ پڑھنے کے بعد یہ مصرعہ پڑھا "ناریل ہاتھ لگا جس کہ وہ بندر......اتنا کہہ کر شاعر چپ ہوا تو حسب سابق اس شخص نے بلا سوچے سمجھے "میں ہوں" کی گردان لگائی۔ساری محفل زعفران زار ہوگئی' یہی حال علمائے سُو کا ہے۔

باعث تخلیق کائنات فخر موجودات حضور نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کو جو مرتبہ اللہ تعالی کے حضور ہے وہ کسی انسان فرشتہ یا مخلوق کا نہیں ہے۔یہ بات اس لئے کہی جاسکتی ہے کہ اُمت محمدؐ کو جو کچھ رحمتیں نعمتیں عطا ہوئیں یا عطا کی جائیں گی وہ کسی اُمت کے لئے نہیں دی گئیں۔انسانیت اس بات سے واقف ہی نہیں تھی کہ کائنات مخلوق ہے اس میں موجود چیزیں مخلوقات ہیں ان کا خالق عظیم قدرت والا اللہ رحمٰن و رحیم ہے۔حالانکہ حضور ﷺ سے پہلے جو انبیا مرسلین دنیا میں آئے ان کی اُمتیں خصوصاً بنی اسرائیل کو یہ درس دیا گیا تھا لیکن انہوں نے نہ صرف بھلا دیا بلکہ خود کی اہمیت جتانے کے لئے یہودیوں نے خود کو خدا کے بچے بنالیا اور قوم بنی اسرائیل کو خدا کی چہیتی بیوی بتایا اور نصاری نے خالق کی اہمیت گھٹا کر ایک بیوی اور بیٹا پیدا کروا دیا۔اس جھوٹ اور نادانی و لاعلمی کو بندوں کو بتا کر ان قوموں کی ناسپاسی کا پردہ چاک کرنے کے لئے محمد ﷺ کے ذریعہ قرآن نازل کیا تو پہلے گزر چکے تمام انبیاء کا تقدس احترام بحال کیا جب انبیا کا تقدس بحال ہوا تو اُمت محمدؐ کو بتایا گیا کہ خالق کا مرتبہ و مقام کیا ہے اور اس کے نبیوں کا احترام کس طرح کرنا چاہئے۔اور خالق کی قدرت کے مظاہر و نعمتیں اور اسباب بتائے گئے جسے جنت جہنم فرشتے ملا یک و دیگر مخلوقات کی تخلیق یہ سب دنیا کو معلوم ہو محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ اگلی قوموں کے واقعات معلوم ہوئے محمد ﷺ کے ذریعہ اُن قوموں کے کفر و الحاد و شرک کی وجہ سے ان پر آنے والے عذاب قرآن کے ذریعہ معلوم ہوئے محمدؐ پر نازل ہونے والے قرآن سے پہلے ہر چیز غیر حقیقی جھوٹی دھندلی کر دی گئی تھی تمام معلومات صرف عالموں کے حد تک محدود کر دئے گئے تھے جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔اسلام ہی واحد

مذہب ہے جس نے انسانیت یا اُمت مسلمہ کو عالموں اور جھوٹے مدعیوں کے چنگل سے چھڑانے کے لئے قرآن وشریعت کو نفاذ کیا تاکہ ہر اُمتی ان باتوں کو جان لے۔ہم کو دین اور ایمان ملا محمد ﷺ سے علم ملا محمد ﷺ سے اگلی قوموں کے سچے واقعات معلوم ہوئے محمد ﷺ سے صحیح اور حقیقی احکام ملے محمد ﷺ سے زندگی میں رہنمائی ملتی ہے محمد ﷺ سے قیامت کے متعلق علم حاصل ہوتا ہے محمد ﷺ سے تاکہ ہم حشر میں جواب دہی کے لئے تیار رہیں یہود ونصاری کے پاس تو اب یہ تصورات ہی یا تو غایب ہیں یا دھندلے کردئے گئے ہیں اسی لئے وہ قومیں اب بےحیائی عریانی فحاشی زنا ،سود کے لین دین ظلم وزیادتی دھوکہ اور فریب میں مست ہیں اسی کو انسانیت کے اقدار کا نام دے رہے ہیں۔اب یہ کام ان مسلم ممالک نے بھی اختیار کرلیا ہے جنھیں اسلام سے کوئی واسطہ نہ رہا مسلمانوں میں بھی اب دین کا اقتدار اور بادشاہی عالموں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے ان کے فتوے دین وایمان سے زیادہ معتبر اور اہم بنادئے گئے ہیں۔جب ہم خود قرآن شریعت اور سنت مطہرہ کا مطالع کریں جس کے لئے ان کا نزول ہوا تو معلوم ہوگا کہ تاریخ جغرافیہ سائنس علم ریاضی معاشیات دنیاوی نظم ونسق قانون کی بالادستی و دیگر تمام علوم محمد ﷺ کے ذریعہ قرآن میں بتائے گئے حضور ﷺ سے عمل کرکے سکھائے گئے۔دنیا کی قوموں کے پاس ایسے مثبت اور واضح قوانین ورہنمائیاں ان کے مذہبی ومعاشرتی تعلیم میں نہیں ملتے اسی لئے وہ قومیں اسلام سے حسد بغض اور عناد رکھتی ہیں۔اور سب بڑی نعمت جو اسلام نے انسانیت کو دی وہ قربت خداوندی حاصل کرنے کے طریقے اور معرفت الٰہی کا علم جو صرف حضور سید الانام محمد ﷺ سے ملا ہے اور آخر میں حضور ﷺ کے تابع ہادی ومہدی کے ذریعہ اس کی انتہا بصیرت وبصارت کی تعلیم کے ذریعہ دی گئی ہے۔یعنی جو کچھ انسانیت کو بھلائی ملی وہ حضور حبیب خدا ﷺ کے ذریعہ ملی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا **و ما ارسلناک الا رحمت للعالمیں** (سورۃ الانبیا ۱۰۷)۔یہ ہے عظمت محمد ﷺ ۔اوران کا تابع کوئی عام نہیں ہے وہ خلیفتہ اللہ مہدی ہے جو دافع محمدؐ کی طرح دافع بلاکت اُمت محمدؐ بھی ہے۔

قرآن میں تین مرتبہ ایک قوم کولائے جانے کی بات بتائی گئی ہے جب اہل اسلام ارتدادیا اللہ کی حکم عدولی کا شکار ہوجائینگے۔1)سورۂ المایدہ 2) سورہ الانعام 3)سورۃ محمدؐ ۔اللہ تعالی خالق عالم ہے وہ جانتا ہے اورانسانی فطرت سے واقف ہے کہ ایک مدت کے بعد انسانوں میں تنزل انتشار نفاق اور ارتداد کا بول بالا ہوجاتا ہے ایسے وقت میں ایک دوسری قوم کو دنیا میں بھیجتا ہے۔چونکہ نبوت کا خاتمہ نبی کریم ﷺ سے ہوگیا اس لئے اب کوئی اُمت نہیں بلکہ ایک قوم کو لانے کا وعدہ ہے جس کے اولین مثل صحابہؓ رسولؐ ہونگے اوران کے راہبر مہدی آخرالزماں خلیفتہ اللہ جن کا مقام اِمـاً مِنْ .... ذُرِّیَتِـی اور روشن دلیل یعنی بینہ ہوگا۔جو خلیفتہ اللہ تو ہونگے اور تابع رسول ﷺ بھی ہونگے۔

الحاصل: اس پانچویں آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ: جس کی گواہی اللہ دے وہی حق پر ہے بندوں کے قبول کرنے یا نہ کرنے اور شہادت دینا نہ دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔اگر وہ قبول کرتے ہیں یا شہادت دیتے ہیں تو اللہ کی اطاعت کے لئے اگر نہیں دیتے تو اللہ سے بغاوت ہوگی۔آپؑ نے فرمایا اس میں مَـنْ م بَـلَـغُ کا جو مَنْ ہے وہ مہدی اس کی تخصیص

مہدی تجھ سے ہے۔

چھٹی سورہ انعام کی آیت 89 مہدئ موعودؑ نے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی اور کہا کہ مجھے اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہے کہ اس قوم سے مراد تیری قوم ہے۔اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ج فَاِنْ یَّکْفُرْ بِھَا ھٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِھَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِھَا بِکٰفِرِیْنَ o یہ وہ لوگ تھے ہم نے عطا کی تھی جنہیں کتاب اور حکمت اور نبوت تو اگر انکار کریں اس کا یہ تو ہم نے مقرر کردئے ہیں اس کو ماننے کے لئے ایسے لوگ جو اس کے ساتھ کفر کرنے والے نہیں۔ایسا پہلے زمانوں میں ہوا ہے حضرات صالح ھود اور دوسرے انبیاء کی قوموں نے نا فرمانی کی۔انکار کرنے والوں کی وضاحت میں حضرت حسن نے کہا اہل کتاب ہیں' حضرت ابن عباسؓ نے کہا اہل مکہ ہیں اور اقرار کرنے والے انصار مدینہ ہیں' حضرت ابو رجاء العطاوی نے اس سے مراد ملا یکہ لیا ہے اور یعنی یہ اس کتاب کو ماننے والے اس کے ساتھ الفاظ و معنی کے ساتھ کفر نہ کرنے والے کون ہیں؟ اس بارے میں صحابہؓ اور محدثین کی آراء متفق نہیں ہے۔حضرت قتادہؓ سے نقل ہے کہ فَاِنْ یَّکْفُرْ بِھَا ھٰٓؤُلَآءِ سے مراد اہل مکہ کفار قریش ہیں اور فَقَدْ وَکَّلْنَا بِھَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِھَا بِکٰفِرِیْنَ میں قَوْمًا سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جن اٹھارہ کا تذکرہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا اور ان کے بارے ہی میں فرمایا: فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ ط اور یہ بالکل اس کے بعد والی آیت 90 ہے۔پہلے اس آیت کو دیکھ لیتے ہیں۔اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ ط قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا ط اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ o ع ۔یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہدایت دی اللہ نے سو ان کی راہ پر چلو' آپ کہہ دیں میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا یہ تو نہیں مگر نصیحت تمام جہاں والوں کے لئے۔مہدئ موعودؑ فرما رہے ہیں کہ اللہ کا فرمان ہے کہ یہ تیری قوم ہے قتادہؓ کا اشارہ اس کے بعد والی آیت میں جن کو ہدایت دی گئی ان کی راہ پر چلو۔بتا رہا ہے کہ یہ احکام کسی اور قوم کی جانب اشارہ کر رہے ہیں جو بعد میں آنے والی ہے کیونکہ نزول قرآن کے وقت ہادئ کونین ﷺ موجود تھے یہ بات بعد میں آپؐ کے تابعؑ کی ہے جن کے ذریعہ اس قوم کو ہدایت دی جائے گی اور یہ ہدایت ''تمام جہان والوں کے لئے'' دیا جانا بتا رہا کہ نبوت کی ختمیت کے بعد اہل اسلام جو تمام جہاں کے ہونگے ان کو کہا جا رہا ہے کہ اس ہادئ برحق خلیفۃ اللہ کی راہ پر چلو جو حقیقی اسلام اور ایمان کا حقیقی بیان کریگا۔مہدی موعودؑ فرما رہے ہیں یہ تیری قوم ہے اللہ فرماتا ہے قَوْمًا لَّیْسُوْا بِھَا بِکٰفِرِیْنَ ایسی قوم جو اس کتاب کے (احکام) ساتھ کفر نہیں کرے گی معنیٔ قرآن کے احکام میں مین میکھ نہیں نکالنے والے۔پہلے قوم کیا ہے دیکھ لیتے ہیں قوم کبھی کسی رہبر کے اُصولوں پر چلنے والوں کو کہتے ہیں اور کبھی وطینت بھی قوم کے ہم معنوں میں استعمال ہوتی ہے اللہ کی نازل کردہ کتابوں اور صحیفوں میں جن کو قوم کہا گیا وہ اُس زمانے کے انبیاء کے لوگ ہیں جن میں ان کا اقرار کرنے والے اور انکار کرنے والے دونوں شامل ہوتے ہیں اور ماننے والوں کو اُمتی کہا جاتا ہے۔اس لحاظ سے مہدی کے ماننے والے قوم ہیں گروہ یا جماعت نہیں اور اس میں ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اللہ کے خلیفوں کے ماننے والے قومیت اور وطنیت کا مرجع ہوتے ہیں۔جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی قوم عرب ہے اور وطینت جغرافیائی لحاظ سے خطہ عرب ہے اسی طرح

مہدی موعود کی قوم عجمی ہے اور جغرافیائی لحاظ سے خطہ عجم یعنی غیر عرب ہیں۔قرآن کا خطاب اکثر اے لوگو اے ایمان والو اے اہل کتاب سے ہوتا ہے یہاں پر قَوْ مًا لَّيْسُوْ ابِهَا بِكٰفِرِيْنَ ایسی قوم جو اس کتاب (احکام) کے ساتھ کفر نہیں کرے گی یہاں پر ''قوم '' کالفظ استعمال ہوا ہے ایسے الفاظ اور استعارے قرآن کے لغوی و نحوی معنوں کی پہچان ہیں جن میں بڑی باریکیاں ہوتی ہیں۔(علم بیان کی اصطلاح میں استعارہ مجاز کی ایک قسم ہے جس میں کسی لفظ کے مجازی و حقیقی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے اور بغیر حرف تشبیہ کے حقیقی معنی کو مجازی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے' اور مجاز حقیقت کے برعکس کوئی بات جس کی کوئی اصلیت نہ ہو کر کسی کلمہ کے غیر حقیقی معنی اصل معنوں کے ساتھ ہوں مثلاً مٹی کے اصل معنی خاک ہیں اور مجازی معنی موت ہے)اس لحاظ سے مہدی کے ماننے والے قوم ہیں گروہ یا جماعت نہیں جس کا بیان قرآن میں آیا ہے۔مہدیؑ نے اپنی بعثت کے بعد کسی بھی اجرت کے لینے کو بیدینی ٹہرایا اور اللہ دیا کو قبول کیا تھا۔کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا اجرت لینا ایک غیر حقیقی بات ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔قرآن میں کل 25 پچیس انبیاء کا ذکر ہوا ہے ان میں 18 انبیاء کا تفصیل سے ذکر ہوا ان کے قصص بھی بیان ہوئے ہیں۔اور ان میں 7 انبیاء کا صرف ذکر ہوا ہے تفصیل نہیں انکے نام ہیں ادریس ؑ عزیرؑ الیاس ؑ ذوالکفل ؑ ذکریا ؑ اسحٰق ؑ اور یحییٰ ؑ ان کی تفصیل نہیں بتائی اب کیا یہ محض اتفاق ہے کہ مہدیؑ موعود علیہ السلام سید محمد جونپوری نے اپنے دعوی مہدی کے ثبوت میں 18 ہی آیات پیش کئے ہیں؟؟۔ہم نے یہاں کئی جگہ اعداد تعداد آیات روایت حالات کیفیات میں اللہ کے خلیفوں کا ایک دوسرے سے منسلک ہونا یا ان میں مطابقت کا پایا جانا ماضی معطوفہ کے بطور پیش کیا ہے جو ہمارے عقاید کی شہادت کے مطابق ہے۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں اسلام میں ہر گروہ فرقہ وطبقہ کے عالموں نے قرآن کی تفسیریں لکھی ہیں مگر مہدی موعودؑ کے کسی صحابہؓ نے تفسیر نہیں لکھی نہ اس کا عندیہ دیا ہا آپؑ کی اتباع میں بیان قرآن کیا ہے ہمارے یہاں دوسرے گروہوں کی دیکھا دیکھی پچھلی نصف صدی سے تفسیر لکھنے کا چلن ہوا ہے جو مہدویہ روایات اور عقاید کے برخلاف ہے۔اور بیان قرآن کے تاکید مہدی موعود کے صحابی خصوصاً بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ سے یہ آئی ہے کہ قرآن کا بیان کرنے والا دیدار کے مقام پر ہو اور دیگر شرایط بھی بیان ہوئی ہیں۔

الحاصل : اس چھٹی آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا:بعد کے زمانے میں اللہ کے کسی بھی حکم کا انکار نہ کرنے والی قوم مہدی موعود آخرالزماں کی ہوگی۔یعنی قرآن کا لفظ بہ لفظ اقرار کرنے والے ہونا کچھ کو ماننا کچھ کو نہ ماننے والے ہونا نہیں جیسا کہ قرآن کی کچھ سورتوں کو ناسخ و منسوخ مانتے ہیں۔جبکہ مہدی موعود نے فرمایا قرآن کی کوئی بھی آیت ناسخ و منسوخ نہیں ہے قرآن سے ثبوت دیا کہ اللہ جب ایک آیت کا حکم روک دیتا ہے تو اس سے بہتر حکم یا آیت پیش فرماتا ہے۔

ساتویں آیت سورۂ انفال 64 جو مہدیؑ موعودؑ نے دعوی کے ثبوت میں پیش کی یٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اے نبی کافی ہے اللہ تیرے لئے اور اس کے لئے جو تیرا تابع ہے مومنین سے۔یہاں اللہ تعالی

نے واضح کیا ہے کہ دین کی دعوت کے لئے اللہ کی مدد کافی ہے چاہے رسول ہوں نبی یا اللہ کے خلفاء دین و مذہب کے لئے کسی مخلوق کی حمایت یا امداد فوجی یا عسکری طاقت کی پشت پناہی کا دین محتاج نہیں ہے دعوت الہ اللہ اللہ کی مدد اور بھروسے دی جاتی ہے یہی بات رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کی ابتداء اللہ کے کہنے سے شروع کی اور اپنی نبوت کا آغاز کیا اور مہدی موعود آخر الز ماں علیہ السلام نے اپنی ہجرت اصلاح دین و تبلیغ دین کی ابتداء اللہ کے حکم سے کی۔ کوئی منصوبہ بندی تام جھام نہیں تھا بس اللہ نے حکم دیا میدان عمل میں آ گئے۔ مہدیؑ نے فرمایا اللہ تعالی مجھے حکم فرماتا ہے کہ یہ ''مَن'' خاص ہے اور اس مراد تیری ذات ہے نہ کہ تیرا غیر۔ اِتَّبَعَکَ اس نے تیری پیروی کی ضمیر واحد مذکر حاضر۔ حضرت ابن عباسؓ اور سعید بن جبیرؓ سے قول نقل ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ 33 مرد اور 6 عورتیں اسلام لائیں مگر جب حضرت عمر فاروقؓ ایمان لائے تو ان کی تعداد چالیس 40 ہو گئی۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ نے نبوت کے 6 چھٹے سال پہلی ہجرت حبشہ کے بعد (616AD) میں اسلام قبول کیا۔ حالانکہ روایتیں بتاتی ہیں کہ یہ آیت حضرت عمر کے قبول ایمان کے بعد نازل ہوی۔ اللہ کے رسول ﷺ کا کسی مخصوص صحابیؓ یا گروہ کے ایمان قبول کر لینا کوئی ایسی بات نہیں جس پر اللہ کے رسولؐ خوشی کا اظہار کرنے لگیں ایمان کا دینا نہ دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے یہی بات اللہ تعالی فرما رہا ہے کہ ''اے نبی اللہ تمہارے لئے اور تمہارے تابع کے لئے کافی ہے۔ حیثیت اور قوت کا عطا کرنے والا اللہ ہے۔ مگر ایک بات غور طلب ہے کہ حضور ﷺ کو نبوت چالیس سال میں ملی حضرت سیدنا فاروقؓ ' چالیس ویں'' صحابیؓ ہیں جن کے بارے میں حضورؐ کا فرمان کے میرے بعد نبوت نہیں اگر ہوتی تو عمرؓ ہوتے اور مہدئ موعود علیہ السلام کو خلافۃ اللہ چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی۔

الحاصل :اس ساتویں آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ :اللہ تعالی نے فرمایا کہ مومنین میں سے تابع ہونا صرف مہدی کے لئے خاص ہے عام پیروکاروں کے لئے نہیں کیونکہ اس میں جو مَــــنْ ہے وہ خاص مہدی ہے۔ اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تیرے لئے کافی ہے تیرے لئے اور اس کے لئے جو (تیرا) تابع ہے اس کی خصوصیت مومنین میں سے ہونا ہے اِتَّبَعَکَ اس نے تیری پیروی کی ضمیر واحد مذکر حاضر۔ اہل اسلام کے مخالفین و معاندین کے کہنے اور کچھ کرنے سے کچھ نہیں ہو گا اللہ تمہارے لئے کافی ہے۔ سورۂ انفال نزول کے اعتبار سے 88 اور مدنی سورۃ ہے جو بقرہ اور آل عمران کے بعد نازل ہوئی۔ جب کہ ہجرت کے بعد دین میں استقامت آ چکی تھی' دین مضبوط ہو چکا تھا ایسے میں اللہ کا اپنے نبی ﷺ کو یہ کہنا کہ :اے نبی تمہارے لئے تو اللہ کافی ہے سمجھ میں آتا ہے' اور اس کے بعد اس کے لئے بھی کافی ہے جو تیری اتباع (کامل) کرنے والا ہے یہ قرینہ بتا رہا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کو دین و معرفت الٰہی میں مضبوطی دی گئی ہے۔ اسی طرح آپؐ کے تابع کو بھی مضبوطی دی جائیگی۔

آٹھویں سورۂ ھود کی آیت نمبر 1 جو مہدئ موعودؑ نے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی۔ الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (ھود ۱) یہ کتاب مضبوط کی گئی پھر تفصیل کی گئیں حکمت والے خبردار کے پاس ۔فُـصِّلَت کے معنی تفصیل کرنا یہ ماضی مجہول اور مصدر تفصیل ہے۔ مصدر اردو میں وہ کلمہ جس میں کوئی زمانہ نہیں پایا جاتا اور یہ مصدر

متعدی ہے جو فاعل اور مفعول دونوں کو چاہے۔ مطلب یہ اس کی آیتیں تفصیل کی گئی ہیں اور آگے کسی وقت اس کی تفصیل یا بیان پھر سے ہوگا۔ مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اپنے دعوی کے ثبوت میں یہ آیت پیش کی اور فرمایا ''اس کو مراد اللہ کے طور پر اس طرح بیان فرمایا کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں مضبوط کی گئی ہیں محمد ﷺ کی زبان سے پھر تفصیل سے بیان کی جائیں گی۔ جیسا کہ فرمایا حضورؐ سے کہ آپ آہستہ آہستہ قرآن پڑھیں جلدی نہ کریں بیشک اس کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ اللہ تعالی قرآن کی حفاظت کرنے اسکا بیان کرنے کی بات حضور ﷺ کو بار بار قرآن میں کہہ رہا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا قرآن کی وہ حفاظت کریں گے جو ظلم کرنے والے ہیں؟ جو ترجموں میں شرع میں تفسیر میں اپنے اپنے عقیدے اور نظریات پیش کرتے ہیں' بلکہ یہ کام ایک معصوم عن الخطاء اللہ کے خلیفہ کا ذمہ ہے جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔

الٓـرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (ھود ۱) یہ کتاب مضبوط کی گئی پھر ''تفصیل'' کی گئیں حکمت والے خبر دار کی طرف سے۔ سورہ ھود نزول کے اعتبار سے 52 سورۃ ہے مگر اس میں ایک خاص حقیقت کی طرف اللہ تعالی کا اشارہ ہے۔'' پہلے کتاب کو مضبوط کرنا اس کے بعد تفصیل کرنا' مضبوط کرنا تو سمجھ میں آتا ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے قرآن کو محفوظ فرما دیا' لیکن تفصیل کرنا کیوں کس لئے اور کب؟ اس بات کی وضاحت اللہ تعالی نے ابتدائے نبوت میں ہی حضور نبی کریم ﷺ کو بتا دیا تھا کہ ''اس کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے''۔ اب ذرا اس کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

سورہ قیامہ مکی نزول کی 31 ویں سورۃ آیت 16 سے 19 لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ . اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ .. فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ .. ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (اے رسول ﷺ) آپ حرکت نہ دیں اپنی زبان کو اس کے ساتھ (نزول وحی کے وقت جبرئیلؑ کے ساتھ) تا کہ آپؐ جلدی یاد کر لیں اس (قرآن) کو۔ ہمارے ذمہ ہے اس کو محفوظ کرنا جمع کرنا اور اس کو پڑھانا۔ پس جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اتباع کریں اسی پڑھنے کا۔ پھر ہمارے ذمہ ہے اسے کھول کر بیان کرنا۔ وَقُرْاٰنَهٗ کے معنی پڑھنا ہے' یہاں پر بعد میں فَاِذَا قَرَاْنٰهُ آیا ہے جس کے معنی ''پس جب ہم اسے پڑھیں'' کہا گیا یہاں اللہ تعالی نے خود اسے پڑھنے کا ذمہ لیا ہے جو بعد کی آیت میں ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۔ جیسا کہا کہ ابتدائے نزول وحی میں ہی آپ ﷺ کو بتا دیا گیا کہ اس کا جمع کرنا اور ''بیان کرنا'' ہمارے ذمہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب قرآن کا نزول ہو رہا ہے تو اسے پھر سے بیان کرنا کیا معنی؟ مطلب یہ کہ حضور ﷺ کو اطمینان دلایا گیا کہ اس کا مفصل بیان ہم کریں گے۔ اس لحاظ سے حضور ﷺ کے دل میں بھی یہ بات پیدا ہوئی ہوگی کہ اس کا بیان کس طرح کیا جائیگا تو اللہ تعالی نے مبین کلام اللہ کے متعلق اسی وقت یا بعد کسی وقت بتایا تھا کہ خلیفۃ اللہ ہوگا مگر تابع رسول ہوگا کیوں کہ نبوت کا خاتمہ ہو چکا۔ اس بات کی تائید پہلے سورہ فاطر میں کی گئی جو نزول کی 43 ویں سورۃ ہے آیت 32 میں ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ اس کتاب کے وارث کو بھیج کر اور سورہ واقعہ نزول 46 کی آیات 15,14 کہ جس میں صحابہ رسول ﷺ کے مانند جو اسلام کے اولین ہیں کچھ آخرین کو بھیجا جائیگا جو اُس خلیفۃ اللہ کے اصحابؓ ہونگے۔ اس کے بعد سورہ الرحمٰن کہ

جس میں ایک مبین کلام اللہ کو بھیجے جانے کا وعدہ کیا خلق الانسان علمه البيان مخلوق انسان میں ایک مبین کلام اللہ کو بھیجا جائے گا ' یہاں یہ نہیں کہا کہ ہم دوبارہ وحی کریں گے مگر کہا کہ ایک انسان کو اس کا مبین بنائیں گے کیونکہ آپ ﷺ معلم ہیں ۔اس کے بعد نزول قرآن کی 52 سورہ ھود آیت 1 اور 17 میں بات کو صاف کردیا کہ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ فصل کے معنی الگ بیان کرنے کے ہیں فُصِّلَتْ واحد مونث غایب ماضی مجہول مصدر تفصیل کھول کر بیان کرنا وضاحت کرنا ۔اس کے بعد آیت 17 میں بتایا کہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِنْ رَّبِّه ... وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ وَمِنْ قَبْلِه كِتٰبُ مُوْسٰىٓ اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ....اُولٰٓئِكَ يُؤْ مِنُوْنَ بِه پس کیا ہو جو اپنے رب کی طرف سے کھلے راستے پر اور اس کے ساتھ اس اللہ کی طرف سے گواہ (قرآن) بھی ہو۔ رب کی طرف سے کھلے راستے پر صرف نبی رسول اور اللہ کے خلیفہ ہوتے ہیں عام انسان نہیں ۔اس کے بعد سورہ الانعام نزول 55 آیت 19 اور 89 میں کہا کہ ''وحی کیا گیا ہے یہ قرآن مجھ پر تا کہ میں ڈراؤں اور اسے (جسے) یہ پہنچے ۔یہاں پر ڈرانے کا ذمہ اللہ کے رسول پر ہے اس کے بعد آپ ﷺ کے تابع مہدی خلیفۃ اللہ پر ہے ۔اس کے بعد کہا کہ' فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُ لَآ ءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ . . اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰ هُمُ اقْتَدِهْ اگر انکار کریں یہ لوگ ''اُس کا'' (مہدی کا) یہ لوگ تو ہم نے مقرر کردیے ہیں ایسے لوگ وہ ''اس کا'' (مہدی کا) انکار کرنے والے نہیں ۔یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی سو ان کی راہ پر چلو۔

قرآن کی آیتوں کا مضبوط کرنا' اللہ تعالی کا اس قرآن کے بیان کا وعدہ کرنا' ایک شاھد کو بھیجے جانے کی بات کہنا جو کتاب کا وارث ہو اور اس کو ماننے والی ایک قوم کا وعدہ کرنا' ان سب باتوں پر قرآن کی کئی آیتیں دلیل ہیں ان میں سورہ حجر آیت 9 اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّ لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ .بیشک ہم ہی نے اتارا ہے اس ذکر (قرآن مجید) کو اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں ۔یہاں االذِّكْرَ وَ اِنَّ لَه کے درمیان حرف واؤ ''وَ'' ہے ۔پہلے اس پر بات کر لیتے ہیں جس سے اس آیت کا بیان اور صاف ہوتا نظر آیگا۔ اہل لغت نے حرف ''واؤ'' کو عطف قرار دیا ہے جو دو چیزوں کو ایک حکم میں جمع کرنے کے لئے آتا ہے' **خواہ اول چیز دوسری چیز کے ہم زمانہ ہو اور ساتھی ہو** ۔جیسے فَاَ نْجَيْنَاهُ یہ لفظ جہاں کہیں آیا ہے اس طرح ہے فَاَ نْجَيْنَاهُ وَ مِنْ... فَاَ نْجَيْنَاهُ وَ اَهْلَهٗ... فَاَ نْجَيْنَاهُ وَ مَعَهٗ ..... فَاَ نْجَيْنَاهُ وَاَصْحَابَ..... فَاَ نْجَيْنَاهُ هُمْ وَمَنْ ...... اور فَاَ نْجَيْنَاهُ (الاعراف ۶۴) حضرت نوح اور دوسرے اہل کشتی اور سب کو ساتھ ساتھ ایک وقت میں اللہ نے طوفان سے بچا لیا ۔ان الفاظ اور بیانوں میں متبوع ﷺ اور تابع کی تمثیلیں ہم دیکھ سکتے ہیں ۔دوسری مثال میں معطوف کا زمانہ معطوف علیہ سے مقدم ہے یعنی رسول اللہؐ سے دوسرے انبیاء سابق تھے اور ان کے پاس وحی آنے کا زمانہ بھی سابق تھا جیسے حضرت نوحؑ ابراہیمؑ سے پہلے تھے ۔ابن مالک کا قول ہے کہ ''واؤ'' کا معیّت (جمعیت زمانیہ) کے لئے راجح ہے' ترتیب (معنی تقدم و تاخیر زمانی) کے لئے ہونا بہت زیادہ ہے' اور عدم ترتیب کے لئے ہونا بالکل نادر ہی ہے اگر معطوف و معطوف علیہ میں ترتیب ہو کبھی تقارب زمانی ہوتا ہے یعنی معطوف علیہ کے فوراً

بعد معطوف کا زمانہ شروع ہوجاتا ہے یا دونوں میں مثل زمانی اور تراخی ہوتی ہے ۔اور دوسرا بہت بعد ہوتا ہے اول کے مثل ۔ یہ لغوی گفتگو ہے اب اسے عام لوگوں کو بھی سمجھ میں آئے وضاحت کرلیتے ہیں ۔معطوف علیہ (حضور ﷺ) ہوئے معطوف (مہدی موعود ؑ) کہ جس طرح حضور ﷺ سے پہلے کے سابق انبیا تھے اس طرح خلیفۃ مہدی کے پہلے حضور نبی کریم ﷺ ہوئے ہیں جن کے بعد کا زمانہ معطوف یعنی مہدی کے انتظار کا زمانہ شروع ہوگیا تھا کہ جس میں زمانہ اور بعد کسی وقت **آخر میں اول (محمدؐ) کے مثل** (مہدی کا نام محمد کے ہمنام ہونا) انہیں مبعوث کیا جانا ہے یہی بات کو آیت کے اس ''واو'' **الذّکر وَ اِنَّ لَہٗ** سے یہاں معلوم ہورہی ہے یہ عربی لغات کا قاعدہ ہے ۔ کہ جن کے ذمہ قرآن **الذّکر** کا بیان کرنا ہے جنہیں سورہ الرحمٰن میں **علم القرآن** کہا گیا جس کی حفاظت کا اللہ نے وعدہ کیا اِنَّ لَہٗ لَحٰفِظُوْن وہ معطوف مہدی ہیں جنہیں الرحمٰن میں **خلق الانسان علمه البیان** کہا گیا ۔اب اس کی ایک دوسری آیت کی مثال لیتے ہیں **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلاً** (الانسان۲۳) **فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ** (۲۴الانسان ،الدھر) ۔ہم نے ہی (اے حبیبؐ) آپ پر تھوڑا تھوڑا کلام نازل کیا ۔اور اپنے رب کے حکم کا انتظار صبر سے کیجیے ۔حالانکہ اس دوسری آیت کے متعلق روایات ابوجہل سے ہیں ۔لیکن اس آیت اور اگلی آیتوں کا سیاق صاف بتا رہا ہے کہ **اس قرآن کا ذکر یا بیان بعد میں کئے جانے پر ثم ان علینا بیانه پر** آپ لوگوں کی باتوں پر بھروسہ نہ کریں' کیونکہ اس قرآن کے نازل کرنے والے ہم ہیں اور دوبارہ اس کے بیان پر بھی ہم ہی قادر ہیں ۔

حضرت عیسیٰ کے قرب قیامت آنے کی بات قرآن کہتا ہے اور حدیث میں بھی اس کا بیان ہے اور حضرت عیسیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے تابع مہدی کی طرح دافع ہلاکت اُمت ہیں جس کا بیان حدیث **کیف تھلک اُمتی** میں ہے اب ذرا حضرت عیسیٰ کی دنیا میں پہلے اور بعد کی تشریف آوری پر نظر کرتے ہیں ۔حضرت عیسیٰؑ حضور ﷺ سے 570 برس پہلے گزرے اور حضور ﷺ کے بعد چودھویں صدی میں قرب قیامت دوبارہ آئیں گے ان دوانبیاء کے درمیان خلیفۃ اللہ مہدی ہیں جن کے آنے کا وعدہ حضورؐ نے 9 نویں صدی ہجری میں کیا !اس طرح حضرت عیسیٰؑ حضور ﷺ سے 570 برس پہلے اور حضور ﷺ کے تابع مہدی موعودؑ کے 500 برس بعد بھیجے جانے میں' کیا ایک توازن Balance نہیں رکھا گیا ہے ؟حضور ﷺ نے چودہ صدی میں قیامت کے آثار کے ظہور کا ذکر کیا ہے اس طرح تو درمیانی وقفہ 7 سات صدی ہجری ہوگا' جبکہ حضور کا فرمان نو 9 صدی ہجری کے متعلق ہے ۔لہٰذا آج ہم دیکھ سکتے ہیں کہ وہ تمام نشانیاں اور آثار قیامت تقریباً ظاہر ہورہے ہیں مہدی موعودؑ کی بعثت کے اور دنیا سے پردہ فرمانے کے 534 برس بعد ۔ یہاں قرآن مجید کے بہت سارے بیان واضح ہوجاتے ہیں **وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِیْزَان** (۷رحمٰن) معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نظام کائنات حساب کتاب اور توزن سے قایم کیا ہے اسی میں نبیوں رسولوں اور اللہ کے خلیفوں کا بھیجا جانا اور ان کے ذمہ کس کو شریعت دینا کسی کو اس کے تابع کرنا کسی کو اس کے بیان کا ذمہ دینا ہے ۔

اب ان تمام آیات کے بیان کو جمع کرکے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ نبوت کے ابتدائی دور میں ہی اللہ تعالیٰ نے حضور

نبی کریم ﷺ کو ایک ہادی ومہدی کو بھیجے جانے کا وعدہ کیا ہے حالانکہ اس کا خلاصہ نہیں کیا اور احادیث اس پر خاموش ہیں لیکن قرآن کی یہ وضاحتیں بتا رہی ہیں کہ حضور ﷺ کو بعثت مہدی کے متعلق ابتدائے نبوت بتا دیا گیا تھا کہ ایک قرآن کا مبین بھیجا جائے گا جو رواث قرآن ہوگا مبین کلام اللہ ہوگا اور اپنے رب کی طرف سے کھلے راستے پر ہوگا اس کا شاہد قرآن ہوگا اور وہ اللہ کی طرف سے اُمت کو ڈرانے پر مامور ہوگا اس کی قوم اس کی تصدیق کرے گی اور اس کا انکار نہیں کرے گی سو تم ان کی راہ پر چلو۔لہذا حضور ﷺ کو نزول وحی کے شروع سورہ قیامہ نزول 31 سورہ فاطر نزول 43 سورہ واقعہ نزول 46 سورہ ریوسف نزول 53 سورہ رحمٰن نزول 55 سورہ ھود نزول 52 میں بعثت مہدی موعود آخرالزماں خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ کے متعلق آگاہ کر دیا گیا تھا اور یہ کام مکہ مکرمہ میں ہی ہوگیا اس کے بعد مدینہ منورہ کی آیتوں میں اس کے بعد سورہ بقرہ آل عمران المایدہ الانعام الانفال سورہ جمعہ میں دوسری باتیں بتائی گئیں ۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ احادیث میں مہدی موعود کا بیان بے شک مدینہ منورہ میں ہوا لیکن اس کی اطلاع مکہ میں دی گئی تھی۔یہی بات ہے جب مدینہ منورہ میں دین ایمان اور اسلام میں استقامت کا دور شروع ہوا تو حضور ﷺ نے معرفت الٰہی کے بیانوں کے ساتھ مہدی موعودؑ کی بعثت کے متعلق بتاتے رہے۔سورہ بینہ 100 میں ایک دوسرے بینہ کو جو فرقے میں بٹے مسلمانوں کو قرآن کھول کر بیان کرنے کی بات کی اس کے بعد سورہ جمعہ نزول 110 میں ایک قوم موعودہ کے بھیجے جانے کی بات کہی اس کے بعد سورہ المایدہ نزول 112 میں ایک ایسی قوم کو بھیجے جانے کا وعدہ کیا جو اللہ سے محبت کرینگے اور وہ قوم اللہ سے محبت کریگی ۔اللہ سے محبت کرنا یعنی اللہ کے دیدار کی طلب رکھنا۔

ساری تاریخ اور واقعات انبیاء میں بعد آنے والے نبی رسول پیغمبر کے بارے پہلے نہیں بتایا گیا سوائے محمد ﷺ خاتم الانبیاء کے۔اور خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے بعد آنے والے ایک خلیفۃ اللہ مہدیؑ موعود آخرالزماں کا ذکر کیا ہے۔باوجود اس صاف پیغام کے' کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی' مولا مشکل کشاء علیہ السلام پتہ نہیں کیا کیا بنالیا 'اور اب مہدی کا انتظار ایک اللہ کے خلیفہ کے بطور نہیں ایک حکمران بادشاہ کے کر رہے ہیں' صرف اس لئے کہ اس میں لفظ خلیفہ آ گیا جو بعد نبوت خلفائے رسول کے لئے استعمال کیا'اس طرح تو حضرت آدمؑ کو ساری دنیا کا بادشاہ مانا جانا چاہئے کیونکہ انہیں اللہ تعالی نے خلیفہ کہا ہے۔ایسی ہی غلط فہمیاں پیدا کر کے یہود ونصاری بھٹک گئے'اور نبی آخرالزماں محمد ﷺ کا انکار کر دیا اور اب مسلمان بھی انہیں غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔یہی وجہ تھی کہ پہلے کی قوموں کو کسی آنے والے نبی رسول کے بارے میں نہیں بتایا گیا' ورنہ وہ اس سے زیادہ غلط فہمیاں اور فساد مچاتے' جن قوموں کو مخلوقات میں بتوں کو خدا بنانے میں خباحت نہیں تھی وہ نبی رسول آسانی سے پیدا کر لیتے اور جھوٹے لوگوں کو حکم بنا کر من مانیاں کرتے' جیسا کہ ختم نبوت ﷺ کے بعد خوارجیوں اور روافضہ نے کیا۔جبکہ تمام دلیل اور حقایق ہونے کے باوجود مہدی موعودؑ کے متعلق تحقیق کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے' بلا سند اپنے بے دین آقاؤں کے کہنے پر انکار کرتے ہیں۔اللہ تعالی نے سورہ اعراف آیت ۱۵۶ میں فرمایا کہ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ

فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (یہ وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اُس رسول کی جو نبی اُمی ہے جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔یعنی اہل کتاب بھی اللہ کے رسول ﷺ کا ذکر پاتے تھے اپنی کتابوں میں مگر وہ جان بوجھ کر انجان بن جاتے اور کہتے کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جو ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔سنن درامی میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے کعب احبارؓ سے پوچھا (جو پہلے یہودی تھے اور ایمان لا چکے تھے) کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کس طرح بیان کئے گئے ہیں؟ فرمایا: ہم تورات میں آپ ﷺ کا ذکر اس طرح پاتے ہیں کہ آپ محمد بن عبداللہ ہیں' آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوگی اور آپؐ طابہ (مدینہ طیبہ) کی طرف ہجرت فرماہوں گے اور آپ کا ملک شام ہوگا۔آپؐ نہ تو فحاشی کا ارتکاب کریں گے اور نہ بازاروں میں شور وشغب' آپؐ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے' بلکہ معاف کردیں گے اور بخش دیں گے' آپ کی اُمت بہت زیادہ حمد کرنے ولی ہوگی' وہ ہر قسم کی خوشحالی میں اللہ تعالی حمد بیان کریں گے اور ہر ٹیلے اور بلند جگہ پر اللہ کی عظمت و کبریائی بیان کریں گے' وہ اپنے اعضاء کو وضو کے پانی سے دھوئیں گے اور اپنی کمروں پر تہمند باندھیں گے۔اور اپنی نمازوں میں اس طرح صف بندی کریں گے جس طرح وہ اپنے میدان قتال میں صف بستہ ہوں گے۔مساجد میں ان کی آوازوں کی گونج شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوگی اور ان کی بنادی (اذان) آسمان کی فضا میں سنی جائے گی۔(تاریخ دمشق...جلد ا صفحہ ۱۸۵) یہاں یہ روایت بتانے کا مقصد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بھی قوم مہدی کے تعلق سے حضرت ابو ذر غفاریؓ سے کچھ اسی قسم کی باتیں بتائی ہیں۔مگر جس طرح اہل کتاب نے نہ اپنی کتابوں کی اندیکھی کی بلکہ حضور ﷺ کو جان کر انجان بنے رہے اسی طرح اہل قرآن مہدی موعودؑ کے متعلق ایسا ہی رویہ اور طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

الحاصل : اس آٹھویں آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ: یعنی اس کتاب کی آیتوں کی مضبوطی اللہ کے رسول ﷺ سے ہے اور اس کے بیان کی تفصیل مبین کلام اللہ مہدی موعود سے ہے۔اسی طرح آپؐ کے تابعؓ کو بھی استقامت اور مضبوطی کے ساتھ بیان قرآن کا ذمہ دیا جائے گا۔

نویں سورہ ھود کی 17 ویں آیت مہدئ موعودؑ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ یَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ...... پس کیا جو ہو کھلے راستے پر اپنے رب کی طرف سے اور اس کے ساتھ (اللہ کی طرف سے) گواہ ہو' اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت اور یہی لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر اور گروہوں میں سے اور جو اس کا منکر ہو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔مہدئ موعود علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالی نے مجھے یہ حکم فرمایا ہے کہ یہ ''من'' خاص ہے اس سے مراد تیری ذات ہے کوئی اور نہیں۔بندگی میاں عبدالغفور سجاوندیؓ نے ہژدہ آیات میں بینہ سے مراد ولایت مصطفٰی ﷺ لیا ہے۔طبرانی نے الاوسط میں اور ابوالشیخؒ نے محمد بن علی ابن ابی طالب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا: کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ارشاد باری تعالی وَ یَتْلُوْ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں پیچھے آنے والے سچے گواہ آپؓ ہیں تو انہوں

نے فرمایا: ''میں تو پسند کرتا ہوں کہ میں ہی وہ ہوں لیکن وہ محمد ﷺ کی زبان ہے یہی قول محمد بن علی حنفیہؒ سے بھی منقول ہے۔ یہاں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ دو باتیں مان رہے ہیں 1) کاش میں وہ گواہ ہوتا 2) وہ محمدؐ کی زبان ہے مطلب محمدؐ جو کہہ رہے وہ خدا ان سے کہلوا رہا ہے۔ اور پیچھے آنے والا شاہد' حضرت علیؓ تو حضور ﷺ کے زمانہ حیات میں ساتھ رہے وہ پیچھے آنے والا شاہد نہیں ہوئے' اسی لئے انہوں نے کہا کہ میں اس کو پسند کرتا کہ میں ہوں۔ اگر ایسا مان بھی لیا جائے تو یہ بات حق ہوگی کہ حضرت علی وفاطمہ ؓ کی عترت میں مہدئ آخرالزماں کے آنے کا وعدہ حضور ﷺ نے کیا تھا جو شاہد ہونگے بیان قرآن کے ذریعہ۔ مہدئ موعودؑ نے جو دعوی موکد موضع ''بڑلی'' (بڈولی) میں فرمایا تھا وہ الفاظ دیکھیں' خدائے تعالی کا فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے تجھ کو مہدئ موعود کیا ہے' خلق کے درمیان ظاہر کر'' پھر گوجری زبان میں فرمایا خدائے تعالی کا فرمان ہوتا ہے'' دعوی کر نہیں تو ظالموں میں شمار کرونگا'' اور فرمان ہوتا ہے ''اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنَ رَّبِّهٖ تیری حجت ہے' کلام اللہ اور اتباع محمد ﷺ تیرے گواہ ہیں اور ہم تیرے ناصر ہیں'' فرمایا مہدئ علیہ السلام نے ''**جس نے ذات مہدی پر ایمان لایا وہ مومن ہے اور جو شخص انکار کرے وہ کافر ہے**'' اس مجلس میں علماء مشائخین زہاد فقہا صلحا سلاطین وامرا کے مصاحب امیر غریب پٹھان فقیر تاجر مزدور مسافر بھی حاضر تھے۔ علماء اور مشائخین کی ایک جماعت نے 'امنا و صدقنا کہا۔ اور نقل ہے کہ امام دعوی کے حکم سے پہلے سفر کی نیت کر چکے تھے لیکن دعوی موکد کے بعد 18 مہینے بڑلی (بڈولی) میں قیام کیا علماء و مسلمان حاکموں کو دعوی مہدی کا دعوت نامہ بھیجا (مطلع الولایت۔ بندگی میاں سید یوسفؒ) وَ يَتْلُوْ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً اور اس کے ساتھ (اللہ کی طرف سے) گواہ ہو' اور اس سے پہلے موسی کی کتاب امام اور رحمت۔ یہاں حضرت موسیٰؑ کی کتاب کا گواہ ہونا تو سمجھ میں آسانی سے آجاتا ہے اس کے بعد اِمَامًا وَّ رَحْمَةً کیا ہے؟ کیا اس کے معنی یہ تو نہیں کہ اِمَامًا وَّ رَحْمَةً حضرت خاتم الانبیا ﷺ از خود ہیں کیونکہ جب آپؐ خاتم الانبیاء ہیں تو تمام انبیاء کے امام بھی ہوئے اور رحمت اللعالمین ہونا تو خود اللہ نے فرمایا ہے وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء ۱۰۷) اس لحاظ سے حضرت موسیٰؑ جن پر توریت نازل ہوئی وہ شاہد ہوئے اور اِمَامًا وَّ رَحْمَةً دوسرے شاہد ہوئے' ان کے جن کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے' 'کہہ دو میں بلاتا ہوں بصیرت کی راہ پر اور وہ بھی بلائے گا جو تمہارا تابع ہے' 'معنی یہ کہ یہ شہادت ایک ایسے بینہ کے لئے ہے جو موسیٰؑ کے راستے پر اور رحمت اللعالمین ﷺ کے راستے پر ہوگا جس کے دو اولوالعزم انبیاء شاہد ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شہادت اللہ دے رہا ہے اللہ کا کلام دے رہا ہے صحابہؓ دے رہیں ہیں ملایک دے رہے ہیں زمین و آسمان دے رہے ہیں یہ شہادت کسی اور بینہ کی ہے کہ جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''اُس کی بیعت کرو اگر تمہیں برف پر سے گھسیٹتے ہوئے ہی کیوں نہ جانا پڑے کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے''۔ یہاں پر حضرت موسیٰؑ اور اللہ کے رسول ﷺ مبتداء ہیں جو شاہد ہیں اور جس شخص کا دلیل روشن یعنی بینہ ہونا خبر مخذوف ہے یعنی وہ خبر ہے جو موقوف ہے کہ جو مستقبل بعید کے لئے ہے۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنَ رَّبِّهٖ پس کیا جو ہو کھلے راستے پر اپنے رب کی طرف سے اور اس کے ساتھ (اللہ کی طرف سے) گواہ ہو۔ کھلا راستہ وہ جو اللہ کی

طرف سے بتایا گیا یعنی قرآن اس کے احکام کا بیان جو ایک بینہ کریگا جس میں تجوید تفسیر قواعد ضوابط لغات کے اُصول جو انسانوں نے بنائے ہیں ان کے بندش سے نہیں بلکہ اللہ کی مرضی یا مراد بیان کرنا کھلا راستہ ہے جو صرف اللہ کا خلیفہ نہیں ہے جس کے ساتھ ایک گواہ اللہ کی کتاب قرآن ہے "مذہب ما کتاب اللہ......... اللہ کی دعوت کے راستے میں کوئی ابہام تفہیم یا پوشیدہ بات نہیں ہوتی بلکہ صاف اور واضح بیان کیا جاتا ہے بغیر لاگ و لپیٹ کے۔

حضرت موسیٰؑ نے اُمت محمد ﷺ میں پیدا ہونے کی خواہش کی مگر حضرت عیسیٰ کو یہ مقام ملا جب وہ دنیا میں دوبارہ اُتارے جائیں گے۔ حضور ﷺ حضرت ابراہیمؑ کے دین حنیف پر چلنے والے تھے اس طرح آپؐ حضرت ابرھیمؑ کے شاہد ہوئے اور کیا حضرت عیسیٰؑ قرآن کے بیان وَ يَتْلُوْ شَا هِدٌ مِّنْه کے مطابق مہدی موعود کے شاہد نہیں ہونگے؟۔

حالانکہ جیسے کہا اس آیت کے متعلق صحابہؓ اور متکلمین کی مختلف آراء ہیں۔تو کیا حضرت عیسیٰؑ وہ شاہد ہیں جو پیچھے آینگے گواہی دینے کے لئے مُہدیٔ موعود آخرالزماں کی خلافۃ اللہ کی؟ کیونکہ اس آیت میں "موسیٰؑ " کی کتاب کی بات ہے اور حضرت موسیٰؑ نے اُمت محمد میں پیدا ہونے کی خواہش کی تھی۔ہوسکتا ہے یہ مرتبہ حضرت عیسیٰؑ کو دیا گیا ہو؟ کیونکہ اُصولاً وہ صاحب کتاب نبی ہونے کے حضرت موسیٰ کی شریعت پر عمل کرنے والے تھے اس کی مثال یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں دیکھیں تو رات کے جو بیانات اور واقعات ہیں وہی عیسایوں کی انجیل یا بائبل کا حصہ ہیں یعنی عیسائی بنی اسرائیل کا ہی حصہ تھے۔اور حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے۔حضور ﷺ بھی دین حنیف یعنی ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے۔اس طرح وَ يَتْلُوْهُ شَا هِدٌ مِّنْهُ کیا حضرت عیسیٰؑ ہونگے جو پیچھے آنے والے ہیں جو موسیٰؑ کی کتاب یعنی شریعت کی پیروی کرنے والے جو مہدی موعود خلیفۃ اللہ کے گواہ یا شاہد ہونگے؟۔

تفسیر قرطبی میں وَ يَتْلُوْهُ شَا هِدٌ مِّنْهُ سے متعلق ایک قول یہ ہے کہ شاید نبی کریم ﷺ کی صورت آپ کا چہرہ آپ کی ہیئت صورت ہے۔کیونکہ جس شخص کو عقل و فہم حاصل ہو وہ نبی کریمؐ کی طرف دیکھے گا تو وہ جان لے گا کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اس صورت میں مِّنْهُ کی ضمیر نبی کریم ﷺ کی طرف راجع ہوگی۔اور احادیث میں آیا ہے کہ مہدی موعود عترت فاطمہ میں ہونگے ان کا نام حضورؐ کے ماں باپ کے ہمنام ہوگا اور صورت و سیرت میں مہدیؑ محمد الرسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہونگے۔اور مہدی موعود سید محمد جونپوری نے بہ حیثیت آل محمد ہونے کے اللہ کے حکم سے اپنے دعویٰ مہدی کے ثبوت میں یہ آیت پیش کی اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَا هِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ...... پس کیا جو ہو کھلے راستے پر اپنے رب کی طرف سے اور اس کے ساتھ (اللہ کی طرف سے) گواہ ہوا ور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت اور یہی لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر اور گروہوں میں سے اور جو اس کا منکر ہو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔وَ يَتْلُوْهُ شَا هِدٌ مِّنْهُ کے تعلق سے قرطبی میں ایک قول ہے کہ: شاہد قرآن ہے اپنی نظم اپنی بلاغت اور ایک لفظ کے معنی میں۔اور حسین بن فضل نے یوں کہا ہے کہ مِنْهُ کی ضمیر (اس صورت میں)

قرآن پاک کے لئے ہوئی۔فراء نے کہا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ (اس آیت کا مطلب) انجیل ہے اور گر چہ یہ قرآن سے پہلے ہے مگر تصدیق میں قرآن سے پیچھے ہے۔(اس صورت میں) "مِنْهُ" کی ضمیر اللہ تعالی کے لئے ہوگی۔اور ایک قول یہ ہے کہ بَيِّنَةٍ اللہ تعالی کی وہ معرفت ہے جو دلوں کو روشن کرتی ہے "وَمِنْ قَبْلِهٖ انجیل۔اس سے پہلے کتابُ موسیٰ" مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے (رفع یعنی ساقط) ابو اسحق اور زجاج نے کہا کہ معنی یہ ہے کہ اس سے پہلے حضرت موسیٰ کی کتاب اس (محمدؐ) کے پیچھے آئی کیونکہ نبی کریم ﷺ کتاب موسیٰ میں موصوف ہیں يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (اعراف 157) اور اُس کو (محمدؐ کو) تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔........اب قرطبی میں اس بِهٖ کے متعلق دیکھیں کہ بِهٖ ضمیر قرآن کے لئے بھی ہوسکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے لئے ہو (اگر بِــــهٖ نبی کریمؐ کے لئے ہے تو پھر آپؐ کے تابع نام مہدی موعود آخر الزماں خلیفۃ اللہ کے لئے بھی ہے) اور وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ"میں الْاَحْزَاب یعنی مختلف گروہ آیا ہے جس کے متعلق علماء کا قول ہے کہ یہ "قریش اور اُن کے حلیف ہیں" یعنی وہ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ" یعنی وہ دوزخیوں میں سے ہیں۔اس طرح مسلمانوں میں دو فریق ہیں مسلمان اور مصدقین مہدیؑ وہ وہی ہیں وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ" ۔کیونکہ پہلے گروہ نے حضور ﷺ کے حکم یعنی اطاعت مہدیؑ کا انکار کیا ہے من انکر مهدی فقد کفر کیونکہ ھود کی آیت 24 میں مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ کہا گیا ہے۔حضرت سعید بن جبیرؓ کی سند سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اِس" اُمت میں سے جس کسی نے "یا یہودی و عیسائی نے میری بات سنی اور وہ ایمان نہ لایا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا" (سایل جس نے آپؐ سے اس سلسلے میں سوال کیا تھا) کہنے لگا "کتاب اللہ میں اس کی تصدیق کہاں ہے؟ ایسا ہی سوال مہدویوں سے بھی کیا جاتا ہے" جب حضور ﷺ کے سامنے ایسے بد بخت لوگ تھے تو آج ہونا کونسی بڑی بات ہے۔مگر حضرت سعید بن جبیرؓ نے کہا ہے کہ کم ہی لوگ ہیں جو حضور ﷺ کی حدیث طیبہ سنی ہو مگر میں نے اس کی تصدیق قرآن کریم کی اس آیت میں پائی وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ھود 19 جو بدنصیب روکتے ہیں اللہ تعالی کی "راہ" سے اور چاہتے ہیں کہ اس راہ (راست) کو ٹیڑھا بنا دیں اور یہی آخرت کے منکر ہیں۔شیخ سعدی سے بیان ہے کہ "قریش نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا تھا۔اور علمائے سُو نے تصدیق مہدی اور حصول معرفت الٰہی سے لوگوں کو روکا۔

اب ذرا اس کی تفصیل تفسیر قرطبی میں دیکھ لیتے ہیں۔علی بن حسین اور حسن بن ابی الحسن سے مروی ہے کہ اللہ تعالی کا ارشاد اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے یعنی کیا نبی کریم ﷺ کے پیرو کاروں میں سے وہ شخص جو اپنے رب کی طرف روشن دلیل پر ہے اور اس کے پاس وہ فضل ہے جس کو چاہتا ہے اس کے لئے بیان فرماتا ہے وہ اپنے علاوہ کسی ایسے آدمی کی طرح ہوسکتا ہے جو دنیوی زندگی اور اس کی زینت (متاع دنیا) کو چاہتا ہے۔اسی طرح ابن زید نے کہا ہے کہ بیشک جو روشن دلیل پر ہے وہ وہ ہے جس نے نبی کریم ﷺ کی "اتباع" کی...یعنی اللہ کی طرف سے وہ شاہد ہے۔

الحاصل: اس نویں آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ:مہدی موعود نے فرمایا یہ مَـنْ خاص ہے اس مراد فقط تیری ذات ہے۔ یہاں روشن دلیل وہ بینہ ہے جس نے رسول ﷺ کی اتباع کی۔

مہدیؑ موعود نے دعویٰ کے ثبوت میں دسویں 10 آیت جو پیش کی وہ سورہ یوسف کی 108 ویں آیت ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (سورہ یوسف 108)مہدیؑ موعودؑ سے نقل ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَنِ اتَّبَعَنِي کا ''مَن'' خاص ہے اور اس سے مراد تیری ذات ہے اس میں غیر شریک نہیں ۔بندگی میاں عبدالغفور سجاوندیؒ نے کہا میں کہتا ہوں وہی حق ہے جو حضرت مہدیؑ موعود علیہ السلام نے فرمایا کیوں کہ اس ''من'' کے خاص ہونے پر آیت کے بیان میں جو قرینہ موجود ہے اس لئے اس کا عطف اس پوشیدہ ضمیر پر ہے جو اَدْعُوْ میں ہے آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ بلاتا ہوں میں اللہ کی طرف بینائی پر اور وہ بھی بلائے گا اللہ کی بینائی پر جو میرا تابع ہے اور یہ عطف اس بات کو چاہتا ہے کہ تابع اور متبوع کی دعوت ایک ہی مرتبہ میں ہو ورنہ دونوں دعوتوں میں تفرقہ لازم آئیگا اور جملہ کے عطف میں مناسبت کا ہونا ایک ایسا امر مرعی ہے جو وصل کے بہترین مقامات میں سمجھا جاتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ نبی ﷺ پر دعوت فرض تھی تو اسی طرح آپؐ کے تابع پر بھی فرض ہونا چاہے اور وہ تابع جس پر دعوت فرض ہو جیسا کہ وہ فرض تھی نبی ﷺ پر تو وہ مہدیؑ کے سوا اور کسی پر نہیں ہوسکتی کیونکہ مہدیؑ کی بعثت اسی کام کے لئے ہے جیسا کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ کیسے ہلاک ہوگی میری امت میں اس کے اول ہوں اور عیسیٰ اس کے آخر میں ہیں اور مہدیؑ میرے اہل بیت سے اس کے درمیان ہے پس جیسا کہ نبی اور عیسیٰؑ اللہ کی طرف بلانے والے ہیں اسی طرح مہدی اللہ کی طرف بلانے والے ہیں اور چونکہ مَنِ اتَّبَعَنِي مطلق ہے (فن اصول کے اعتبار سے) مطلق سے مراد فرد کامل ہوگا وہ مہدیؑ ہی ہوسکتا ہے کیونکہ مہدیؑ ہمارے نبی ﷺ کی ولایت کا خاتم ہے اور اس بات میں دلیل قاطع تو محض مہدیؑ موعود علیہ السلام کا قول ہے۔(ہژدہ آیات بندگی میاں عبدالغفور سجاوندیؒ) قرآن میں يتبــع بقرہ آیت 143 میں ہے کہ ''کون پیروی کرتا ہے اور کون مڑتا ہے رسولؐ کی پیروی سے الٹے پاؤں''۔اور آیت يتبعها اذیً بقرہ 263 جس کے پیچھے دکھ پہنچایا ۔اور آیت 89 سورہ یونس و لا تبعن سبيل ہرگز نہ چلنا جاہلوں کے طریقے پر۔آیت 93 سورہ طـه .الا تتبعن تم میری پیروی کرو ۔آیت 21 سورہ النور ومـن يتبـع خـطوات الشيطن جو چلتا ہے شیطان کے نقش قدم پر تو اپنے پیروی کرنے والوں کو بے حیائی اور برے کاموں کا حکم دیتا ہے۔آیت 24 القمر نتبـعــه کیا ہم اس کی پیروی کریں گے۔جیسے الفاظ اور آیات ہیں جن میں جمع کا صیغہ ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ جو پیروکار لوگ ہوتے ہیں اکثر وہ پلٹ جاتے ہیں اور کئی پیروکار جاہل بھی ہوتے ہیں اور کچھ شیطان کے پیروکار بھی ہوتے ہیں یہ عام لوگوں گروہوں اور اژدھام کا معاملہ ہے۔مگر سورہ یوسف کی آیت 108 اور سورہ آل عمران کی آیت 20 میں جس پیروی کرنے والے کا ذکر ہے وہ واحد کے صیغے میں ہے اور اللہ کے راستے پر اُس طرح بلانے کی شرط کے ساتھ ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کا راستہ ہے مـن اتبـعـني میں اور میری اتباع کرنے والا یعنی ان دو آیات میں جو پیروکار ہے وہ وہی ہے جو من

یقفو یحظی ولا یثری میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کریگا کی شرط کے ساتھ پیچھے یعنی بعد کسی زمانے میں آئے گا ہے اور اُس کا آنا نویں 9صدی میں شرطیہ یوں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی یہی وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالی نے بھی اس کا اشارہ یوں دیا ہے کہ اس تابع کا ذکر 108 ویں سورہ یوسف کی آیت میں کیا اس کو جمع کریں تو عدد 9 بنتا ہے۔مہدی موعودؑ نے یہی دو آیات اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کی ہیں اور خصوصی طور یہ کہا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہوتا ہے اس میں جو مَــنْ ہے اے سید محمد تیری ذات ہے ۔یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے جو دوسری مطالعتیں ہیں وہ اس مَنْ کے ہم معنی نہیں ہیں ۔اور اس آیت مبارکہ میں بصیرت اور دیدار کی بات ہے اس کے تعلق سے علامہ قاضی منتخب الدینؒ نے مخزن الدلائیل میں لکھا ہے کہ: **کما قال النبی جوعو ابطونکم و عطشو ا اکبادکم لعلکم ترون ربکم شفاھا و ھو المقصود والایمان والاسلام وایدہ ماذکر فی تفسیر العراس فی قولہ تعالی اُدعو الی سبیلی ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ الایہ** آنخضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے پیٹوں کو بھوکے رکھو اور اپنے جگروں کو پیاسے کہ شاید تم اپنے پروردگار کو آشکارا دیکھو۔اور وہ (خدا کو دیکھنا) ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے کا مقصد اعظم ہے۔تفسیر عرایس میں اللہ تعالی کا فرمان: کہ اے محمدؐ بلا مخلوق کو تیرے پروردگار کی طرف حکمت اور نیک نصیحت سے ۔اس سورہ یوسف کی 108 آیت **قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ** اس کے بعد والی سورہ رعد کی آیت نمبر 16 سیاق میں دیکھیں **قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ لا اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرُ** ان سے پوچھے کیا برابر ہوتا ہے اندھا اور بینا' کیا یکساں ہوتے ہیں اندھیرا اور نور۔کے متعلق حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اس آیت میں **الْاَعْمٰى** سے مراد انکار کرنے والے منکرین اور **الْبَصِيْرُ** سے مراد مومن ہیں ۔اور اسی رعد کے 19 ویں آیت میں کہا کہ: تو کیا جو شخص جانتا ہے کہ جو نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے وہ حق ہے (یا) وہ اس جیسا ہوگا جو خود اندھا ہے۔حضرت قتادہؓ نے اسی آیت میں **كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى** کے متعلق فرمایا اس سے وہ شخص ہے جو حق کی روشنی (بصیرت) دیکھنے سے محروم ہے نہ وہ دیکھتا ہے نہ سمجھتا ہے۔جو صحابہؓ رویت باری یعنی دیدار کے قایئل تھے انہوں نے حضور ﷺ سے اس کے متعلق گفتگو کی تھی ان میں حضرت ابن عباسؓ حضرت انس بن مالکؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابو ذر غفاریؓ حضرت عروہ بن زبیرؓ حضرت کعب بن احبارؓ ابن مسعودؓ یہ سب اس بات کے قایئل تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سر کی آنکھوں سے دیدار کیا تھا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا: میں نے اپنے رب کریم کو دیکھا (سر کی آنکھوں سے) مسند احمد کتاب دیدار الہی کے متعلق ہے امام سیوطی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے بیشک اللہ تعالی نے حضرت موسیٰؑ کو کلام سے نوازا اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا اور مجھکو شفاعت کبری اور حوض کوثر سے فضیلت بخشی حضرت عکرمہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کو ایک نہیں کی معراجیں کرائی گئیں جن میں سے ایک معراج روح اور جسم کے ساتھ ہوئی بقیہ تمام معراجیں روحانی تھیں ۔امام عبدالوہاب شعرانی کا قول ہے

کہ حضورؐ نے رب کو 34 مرتبہ دیکھا 33 مرتبہ قلبی اور ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے۔معراج میں جب حضور نبی کریم ﷺ 50 سے 5 نمازوں کی تخفیف کرانے 10 مرتبہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوئے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے دس مرتبہ دیدار کیا۔اب اس میں یہ بحث کیا معنی کے سر کی آنکھوں سے دیکھا دل کی آنکھوں سے دیکھا دوبار دیکھا یہاں تو سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرئیل کو دیکھ کر واپس آجانے کی نفی ہو جاتی ہے حضور ﷺ کی نبوت 23 برس کی ہے اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت جبرئیلؑ مہینے میں پندرہ دن آپؐ کے پاس آتے تھے تو ایک سال میں 180 دن ہوئے لگ بھگ اسے سال کے دوسو دن مان کے چلیں کیونکہ حضور ﷺ دوسرے دنیاوی اُمور بھی انجام دیا کرتے تھے اور یاد رہے کہ پہلی وحی کے بعد حضرت جبرئیل ایک عرصہ نہیں آئے تھے اس طرح تیس برس کی نبوت میں اندازاً ساڑھے چار پانچ ہزار مرتبہ آئے ہوں گے اور پتہ نہیں اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں کن کن احوال کے سراپا میں دیکھا ہوگا اس کے بعد یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے سدرۃ پر جبرئیل کو دیکھ کر واپس آئے بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔لہٰذا آپ ﷺ نے اُس وقت جو دیکھا اس سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا۔وہ نہ حضرت جبرئیل تھے نہ کچھ اور تھا جو دیکھا وہ حق تھا۔مسند امام احمد بن حنبلؒ میں ہے اے ابوذر میں نے خدا کو دیکھا وہ نور تھا۔بخاریؒ کی حدیث میں رایۃ عزہ و جلہ ہے۔امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے پوچھا کیا معراج کی رات اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا' تو آپؒ نے فرمایا رَاٰہُ رَاٰہُ معنی ہاں دیکھا ہاں دیکھا ہاں دیکھا اتنی بار آپؒ نے کہا کہ آپؒ کی سانس ٹوٹ گئی۔سورۂ بنی اسرائیل آیت سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا ..... پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک......یہاں پر بِعَبْدِهٖ کا لفظ آیا ہے جس کے بارے میں عالموں کا کہنا ہے کہ عبد کا معنی مجسم انسان ہے روح اور جسم کے ساتھ۔اور سورۂ نجم میں ہے کہ: ''پھر وہ قریب ہوا اور قریب۔یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا''۔یہاں پر قریب ہونے اور دو کمانوں سے کم کا فاصلہ ہونے کے بارے میں کثیر معنی تیر کی کمان اور شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان کا فاصلہ ہی لیا جاتا ہے۔کیا ہم نے کبھی غور نہیں کیا کہ ہماری آنکھوں کے اُوپر اور نیچے کی پلک کمان کے مشابہ نہیں ہے؟اردو شاعری میں مجازی معشوق کی پلکوں کو تیر کمان سے لاتعداد شاعروں نے تشبیہ دی ہے پھر کیوں ہم ایک ہی مثل پر اٹکے ہوئے ہیں۔ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی اللہ تعالیٰ نے تو بات صاف بتادی ہے کہ: قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس کم فاصلہ رہ گیا۔کمانوں کے برابر بلکہ اس سے کم' کیا یہ فاصلہ آنکھوں کے درمیان جھپکنے والی پلک کا نہیں ہے۔کمان کے درمیان پھر بھی فاصلہ رہ جاتا ہے اس سے کم کا فاصلہ آنکھوں کی پلکوں کے درمیان سے تو نہیں کم ہو سکتا اور خوبی یہ کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی (۷ النجم) نہ آنکھ تیڑی ہوئی نہ حد سے بڑھی۔معنی نگاہ جما کر دیکھا' لگا تار دیکھا' ٹکٹکی باندھ کر دیکھا۔جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھا ایسا کسی نے نہیں دیکھا۔اس کی ایک اور مثل یہ ہے کہ ایک انسان آئینہ میں اگر فاصلے سے اپنا چہرہ دیکھے تو ظاہر ہے یا تو کچھ نظر نہیں آئیگا یا دھندلا نظر آئے گا جب آئینہ کے سامنے چلا جائے یا اپنے سامنے آئینہ کر لے تو

اس کے قد وخال خوب ظاہر ہو جاتے ہیں اس کے لئے اسے نہ آنکھ تیڑی کرنی پڑتی ہے نہ ہی نگاہ کو حد سے آگے بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تہدی (تنبیہ ،سرزنش ،دھمکی گھرکی ،کے ساتھ)ڈراتے ہوئے فرماتا ہے **مَـــــا رَاٰی ... اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی** (۱۲ نجم) جو اس نے دیکھا تو کیا تم جھگڑتے ہو اس سے اس پر جو اس نے دیکھا۔ کیا واضح اور نرالا انداز ہے سمجھانے کا مگر اس کے باوجود کوئی سمجھے تو سہی؟ اس کے بعد جتاتے ہوئے کہا کہ تم کیا سمجھتے ہو **وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی** (۱۳) اور تحقیق اس نے دیکھا اسے دوسری مرتبہ۔ علماء کہتے ہیں کہ دیکھنے والا کہے کہ میں نے اسے دیکھا اس سے پہلے جسے دیکھا گیا وہ کہہ رہا ہے کہ ہاں! اس نے مجھے دومرتبہ دیکھا۔ اب اس کے بعد اس کے علاوہ وہ کیا کہہ سکتا ہے جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں بھی اندھا (یوسف) بصیرت یا دیدار کا معاملہ بھی ایسا ہی کچھ ہے اگر دل کی آنکھوں سے دیکھیں تو دیدار کے کئی جلوے نظر آئیں گے اگر سر کی آنکھوں سے دیکھنا ہے تو نور کو دیکھنے کے لئے وہ وسیلے تلاش کرنے ہونگے جس کی تعلیم خلیفۃ اللہ مہدی کے ذریعہ دی گئی ہے۔ یہی بات مہدی موعودؑ نے فرمائی ہے ''ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں''۔ دنیا میں سجدہ کرنے کا رواج ہر قوم میں ہے، مگر جو سجدہ کا طریقہ اسلام میں ہیں اُس کی مثل کہیں نہیں ہے اور رکوع کا طریقہ تو دنیا کی کسی قوم میں نہیں ہے۔ یہی بات مہدیؑ موعود کی تعلیم طلب دیدار میں ہے۔ مسلمانوں کے کئی فرقوں میں دیدار کا تصور تو ہے کسی کو صرف جنت میں اور کسی کو دنیا میں ہے بھی تو مبہم وضاحتیں ہیں یقین کسی کے پاس نہیں۔ لیکن مہدویہ بزرگوں نے پورے وثوق اطمینان اور یقین سے اس کا اظہار کیا ہے۔

واقعہ معراج کا بیان سورۂ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیات میں آیا ہے۔ مگر! اس کی ایک عجیب تطبیق اسی سورہ کی 60 ویں آیت میں ہے جسے تفسیر قرطبی میں بیان کیا گیا ہے وہ یوں ہے کہ: **وَمَا جَعَلْنَا الرُّئْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ** ہم نے اس نظارہ کو جو ہم نے دکھایا تھا آپ کو، مگر لوگوں کے لئے آزمائش۔'' **ہم نے اس نظارہ کو جو ہم نے دکھایا تھا آپ کو**' اگر اسے صرف وہ نظارے مان لیں جو جنت جہنم ملا یک۔ انبیاء وغرہم ہونگے تو اس کا مطلب ہے اس کے بعد کے الفاظ کے معنیٰ '**مگر لوگوں کے لئے آزمائش**' تو پھر ہر مسلمان اسے آزماسکتا ہے کہ وہ نظارہ کرے اور آج چودہ صدیاں گزر گئیں مگر کوئی بھی اس آزمائش میں یعنی ان نظاروں کو دیکھنے میں پورا نہیں اترا تو پھر یہ کسی آزمائش ہوئی لوگوں کے لئے۔ بلکہ اس کا صاف معنیٰ اللہ کے دیدار کی کوشش ہے معنیٰ حضور ﷺ کو نظارے دکھائے گئے اُمت کو اس کی کوشش کرنی ہوگی جس کی تعلیم اور تربیت نویں صدی ہجری میں مہدی موعودؑ کے ذریعہ دی گئی طلب دیدار کی۔ صحیح بخاری اور ترمذی میں ہے کہ یہ آنکھ کے ساتھ دیکھنا ہے (سر کی آنکھوں سے) جو حضور ﷺ کو اس رات دکھایا گیا تھا جس رات سفر معراج پر لے جایا گیا۔ حضرت عروہؓ اور قتادہؓ نے اس آیت کے متعلق فرمایا کہ: جب یہ بیان کیا گیا تو قرآن کریم کی آیات کو نازل کرنا ڈرانے اور خوفزدہ کرنے کے متضمن ہے تو **''اس کے ساتھ آیت اسراء کا ذکر ملا دیا' جبکہ وہ آیت اس سورۃ کے آغاز میں مذکور ہے''** **فِتْـنَـۃ** یعنی فتنہ سے مراد قوم کا مرتد ہونا ہے جنھوں نے اسلام قبول کرلیا تھا' جبکہ حضور ﷺ نے انہیں خبر دی کہ انہیں معراج پر لے جایا گیا تھا۔ (تفسیر قرطبی جلد ۵) واقعہ یہ ہے کہ جب آپؐ معراج کی صبح یہ واقعہ اہل مکہ کو سناتے ہیں تو وہ نہ

صرف آپ کا مذاق اڑاتے ہیں بلکہ کئی لوگ جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا مرتد ہو جاتے ہیں' ان کا مرتد ہونا ہی فتنہ میں مبتلا ہونا ہے اسی لئے معراج کے واقعہ کے ساتھ فتنہ کا ذکر ہوا ہے۔ارتداد کہتے ہیں کسی حق بات کو قبول کرنے کے بعد پھر اس سے پلٹ جانا' اور معراج کے دن جب حضور ﷺ نے معراج کا حال بیان کیا تو کئی نومسلم مرتد ہو گئے تھے۔اور جب مہدی موعودؑ نے دیدار کی دعوت دی تو کئی علمائے سُو نے انکار کیا کہ ایسا ممکن نہیں دنیا میں یہی وہ ارتداد تھا جس کا ذکر سورہ مایدہ میں کیا گیا ''اے ایمان والو اگر تم دین سے (احسان کی حقیقت کو قبول کرنے سے) پھر جاؤ (مرتد ہو جاؤ) تو اللہ ایک قوم کو لائے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرینگے اور وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے''۔مایدہ ۵۴۔اس آیت میں صاف پیغام ہے معنی خطاب مشرکوں کافروں سے نہیں ایمان والوں سے ہے جو دین سے پھر جاتے ہیں۔دنیا میں نہیں کے برابر مسلمان دین سے پھرتے ہیں تو پھر اللہ کا ایسا خطاب کیوں؟ کیونکہ یہ دین سے پھرنا یا ارتداد وہی ہے حق بات کان قبول نا کرنا کہ خلیفۃ اللہ کا انکار اور ان کی دعوت دیدار کا انکار ہے۔اور اس آیت میں مزید وضاحت یہ کہ'' پہلے اللہ کا ان سے محبت کرنا اور بعد میں ان کا اللہ سے محبت کرنا'' اور یہی بات سورہ انعام میں بتائی گئی کہ ''اسے نگاہیں نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے''۔یعنی اللہ کو دیکھنے کی کوشش صدق و یقین پر ہو تو وہ ایسے بندوں سے پہلے محبت کرتا ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں مگر وہ اللہ کو دیکھ نہیں پاتے باوجود کوشش کے تو اللہ ان کو اس طرح نگاہ اُلفت سے دیکھتا ہے کہ وہ اللہ کو دیکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں''۔جب کوئی معاملہ یا واقعہ ہوتا تو اسی وقت آیات کا نزول نہیں ہوتا تھا کبھی بعد میں اس کے تعلق سے اللہ تعالی معاملے کی حق ہونے کے احکام دیتا تھا اور کبھی واقعہ سے پہلے احکام اور معاملات پیش کر دئے جاتے۔جب معراج کی صبح قریش مکہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ: آپ کے ساتھی (اللہ کے رسولؐ) کہہ رہے ہیں کہ وہ گذشتہ رات بیت المقدس ہو آئے تو آپ ؓ نے فرمایا ان **کان قال ذالک فقد صدق** اگر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے تو سچ فرمایا تو اہل مکہ نے کہا کہ آپؓ انؐ سے (یہ واقعہ سنے بغیر) تصدیق کر رہے ہیں۔تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: تمہاری عقلیں کہاں گئیں؟ میں آسمانوں کی خبر کے بارے میں ان کی تصدیق کرتا ہوں تو میں بیت المقدس کے بارے میں کیسے تصدیق نہیں کروں گا' حالانکہ آسمان اس (بیت المقدس) سے بہت دور ہے۔(قرطبی) یہ بڑی عجیب بات ہے کہ عالم یہ مانتے ہیں کہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے بیت المقدس دیکھا' راستے کے قافلے دیکھے ملا یک اور فرشتوں کو دیکھا انبیاء کو دیکھا گفتگو کی' جہنم دیکھا جنت دیکھی مگر سدرۃ سے آگے ان تمام کے خالق کو نہیں دیکھا۔اسی لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں ان کے دل اندھے ہوتے ہیں۔

اللہ کے دیدار کے متعلق اتنی علمی بحث کیوں؟ جب کہ علمائے اسلام کا ایک گروہ حضور ﷺ کے بالمشافہ گفتگو اور دیدار کا قایل ہے۔مدارج النبوہ حصہ اول صفحہ ۱۷۸ انبیاء کے احوال میں محدث شیخ عبدالحق دہلوی نے مسلم کی ایک حدیث بیان کی ہے کہ (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے) **مَنْ رَاٰنِي فِيْ الْمَنَامِ فَسَيَرَانِيْ فِي الْيَقْظَةِ** جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ بہت جلد مجھے

بیداری میں دیکھے گا........نیز مواہب لدنیہ میں ابن ابی حمیرہ سے نقل ہے کہ: ہم نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اس کے بعد بیداری میں دیدار سے مشرف ہوئے اور حضور ﷺ سے پریشانیوں اور مشکلات سے نجات پانے کا ذریعہ معلوم کیا۔انہیں صفحات پر آگے ایسی بے شمار مثالیں دی گئی ہیں۔جب لوگ حضور ﷺ کو بیداری میں دیدار سے مشرف ہو کر معاملات کے حل پوچھے جا رہے ہیں تو اللہ تعالی کے دیدار سے اتنی پریشانی اور علمی بحث کیوں؟ وہ تو قادر مطلق ہے اور فرماتا ہے لا تدرکہ الابصار و یدرکہ نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔آگے لکھا ہے کہ...انہی خصایص میں سے یہ ہے کہ گزشتہ انبیاء کرام کو جو کچھ سوال کرنے اور مانگنے کے بعد عطا فرمایا نبی کریم ﷺ کو بے سوال و بغیر مانگے مرحمت فرمایا۔اور یہی بات مہدی موعود علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے نشاندہی کرائی کہ ''کہدو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت کی بنیاد پر اور وہ بھی بلائے گا جو میرا (رسولؐ) کا تابع ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔جب اللہ کا خلیفہ کہتا ہے تو اس پر بحث اور غیر معصوم لوگ بیان کرتے ہیں تو نظر انداز کر کے خاموشی کیوں اختیار کی جاتی ہے۔

معراج کے سفر کے لئے حضرت جبرئیل امین براق کی سواری لاتے ہیں' سیدھے آسمان کے سفر کے بجائے بیت المقدس کو پہلے جانا اور انبیاء و مرسلین کی امامت کرنے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ باعث تخلیق کائنات محمد ﷺ کے مقام و مرتبہ کو مخلوق انسان پر واضح کرنا کہ آپؐ کا مقام کیا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی و رسول میں اللہ کے حبیب کا مقام کیا ہے؟ اسی لئے آپؐ کو افضل الانبیاء کہتے ہیں۔ایک بات قابل توجہ ہے کہ بیت المقدس میں انبیاء آپؐ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں اس کے بعد معراج کے سفر کے دوران حضور ﷺ نے انہیں ان کی قبروں میں نماز پڑھتے دیکھا اور اس کے بعد آسمانوں میں باری باری ملاقاتیں ہوئیں گفتگو ہوئی یہاں تک کہ حضرت موسیٰ آپ ﷺ سے دس مرتبہ اللہ کے حضور واپس جا کر نمازوں میں تخفیف کرانے کی گزارش کر رہے ہیں۔اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ سفر دنیا کے حساب سے منٹوں لمحوں کا تھا مگر اللہ تعالی کے حضور یہ وقفہ کتنے سالوں مہینوں اور صدیوں کا تھا یہ اللہ ہی جانے۔اللہ تعالی جب کہہ رہا ہے کہ **لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ** (الانعام 103) نہیں گھیر سکتی اسے نظریں اور وہ گھیرے ہوئے ہے سب نظروں کو اور وہ بڑا باریک بین ہے۔اس کے متعلق تفسیر قرطبی میں ہے کہ: اس کا معنی ہے وہ آنکھیں جو دنیا میں پیدا کی گئیں ہیں وہ اس کا ادراک (احاطہ) نہیں کر سکتیں لیکن! وہ جس کے لئے شرف و کرامت کا ارادہ فرماتا ہے اس کے لئے وہ نظر اور ادراک پیدا فرما دیتا ہے جس کے ساتھ وہ اسے دیکھ لیتا ہے جیسا کہ حضور نبی رحمت محمد مصطفیٰ ﷺ کیونکہ اللہ تعالی کی رؤیت دنیا میں عقلاً جائز ہے' اگر یہ جائز نہ ہو تو حضرت موسیٰ کا رؤیت کے بارے میں عرض کرنا امر محال ہوگا اور یہ محال ہے کہ نبی علیہ السلام اس سے ناواقف اور بے علم ہوں کہ اللہ تعالی کے بارے میں کون سی چیز جائز ہے اور کون سی ناجائز ہے' بلکہ وہ تو عرض ہی نہ کرتے (تو ان کے عرض کرنے سے ثابت ہوا) کہ رؤیت جائز ہے محال نہیں ہے۔
حضرت آدمؑ کی تخلیق کے بعد انہیں قیامت تک آنے والی اولادیں دکھائی گئیں اسی طرح حضرت سردار الانبیاء ﷺ کو ابتدائے

آفرینش سے قیامت تک کی تمام نسل انسانی اور اُمتیں دکھائی گئیں بلکہ جنت وجہنم بھی دکھائی گئی اور روز ازل سے قیامت تک کے معاملات و واقعات بھی دکھائے گئے اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ جب پچھلی اُمتوں کے زمانے کے واقعات بیان کرتے ہیں تو آنے والے زمانوں کے بارے میں بھی بتایا کرتے تھے یہ معاملہ حضرت آدمؑ کے ساتھ نہیں تھا۔ رہی بات انبیا کے اجتماع بیت المقدس اور قبروں میں نماز پڑھتے رہنے کی قرآن کہتا ہے کہ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ (بقرہ ۱۵۴) جو اللہ کے راستے میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی کا تمہیں کوئی پتہ نہیں۔ عالموں کا کہنا ہے کہ شہداء عبارت نص (اللہ کے قطعی حکم یا ایسی بات جس میں شک وشبہ نہ ہو) سے زندہ ہیں اور انبیاء دلالت نص سے ان کی حیات ثابت ہے۔ جو چیز دیکھنے میں نہیں آتی اس کی کیفیت کا کسی کو پتہ نہیں ہونا چاہے شہداء انبیاء یا کوئی اور حقیقت ہو۔ انبیاء کا حیات ہونا حقیقت ہے مگر فرق یہ کہ قبر میں زندہ ہیں یا فی اعلیٰ علیین (اعلیٰ جنت یا اعلیٰ مقام یا اُپر والا مقام) میں۔ اور انبیاء وصف عنوانی (روح۔ باطن) ذات موضوع (ظاہر۔ جسم) کے ساتھ متصف ہیں یہاں نبی کا اطلاق اُس جسم مبارک پر ہوتا ہے جو قبر میں بھی ہوا اور ارواح اعلیٰ علیین میں بھی وہ اس لئے کہ جب اللہ نے انبیاء سے وعدہ لیا تھا۔ ''اور یاد کرو جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور تم سے بھی اور نوح ' ابراہیم ' موسیٰ ' اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی اور ہم نے ان سے پختہ وعدہ لیا تھا.....(احزاب ۷) اس آیت کے لحاظ سے انبیاء سے یہ عہد ان کی ارواح سے لیا گیا تھا تب وہ اجسام نہیں تھے۔ حضرت ابن سعدؓ نے روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے حضورؐ سے پوچھا کہ آپ کو کب نبی بنایا گیا؟ فرمایا جب مجھ سے میثاق (عہد) لیا گیا اُس وقت حضرت آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔ بالکل اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے انبیاء ومرسلین کی ارواح کی امامت کی تھی اور قبروں میں اور آسمانوں میں بھی انبیاء کی اراوح سے ملاقات کی تھی سوائے حضرت عیسیٰؑ کے۔ یہ حضرت خاتم الانبیاؐ کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے کیا گیا تھا جو متشکل ارواح کے انبیاء کی حاضری ہوئی تھیں۔ مگر حضرت محمد ﷺ کی معراج جسد عنصری اور وصف عنوانی دونوں حالتوں میں ہوئی تھی۔ اسی طرح جب امیر ذالنون اور علمائے قندھار نے حاکم خراسان کے حکم سے حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے ثبوت مہدی کے متعلق سوالات کے دوران پوچھا کہ آپ کے مہدی آخر الزماں ہونے کے گواہ کون ہیں؟ تو مہدی موعود علیہ السلام نے کہا تھا یہ دائیں جانب محمد رسول اللہ اور بائیں جانب ابراہیم خلیل اللہ کھڑے ہیں یہ گواہی دیں گے ان سے پوچھ لو۔ نقل کے اس جواب میں یہی وصف عنوانی کی بات ہے کہ جس میں ارواح مقدسہ حبیب اللہؐ و خلیل اللہؑ کے حاضر ہونے کی بات تھی۔ لوگوں کو نقص نکالنے کی عادت ہوتی ہے اُس بات میں نقص نکالا جا سکتا ہے کہ میر ذنوں کو کیسے پتہ چلتا کہ حضور ﷺ اور حضرت ابراہیم کے حاضر ہونے کا؟ تو جواب یہ ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ کو جب وحی آتی تھی تو صحابہؓ سے فرماتے کہ حضرت جبرائیل امین آئے تھے تو صحابہؓ یقین کرتے تھے اسی طرح خلیفۃ اللہ کا قول وبیان یقین مستحکم مانا جانا چاہئے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ سورۂ یوسف کی 108 ویں آیت میں جس بصیرت یا دیدار کی بات ہے اُس کا خلاصہ اس سے پہلے

کی 105 ویں آیت میں اللہ تعالی نے فرمادیا ہے۔یہاں پر مہدی موعود علیہ السلام کا دیدار کی دعوت کی طلب کا فرض قرار دینا حق قرار پاتا ہے۔وَ كَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَ هُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ اور کتنی ہی بے شمار نشانیاں ہیں جو آسمانوں اور زمین کے (ہر گوشے) میں (بجی ہوئی) ہیں جن پر یہ (ہر صبح وشام) گزرتے ہیں اور اس سے روگردانی (نظر انداز) کئے ہوئے ہیں اور نہیں ایمان لاتے (ان میں بصیرت یا دیدار کی طلب نہیں ہے)۔بے شمار نشانیوں کا دیکھنا انہیں نظر انداز کرنا اور ایمان نہ لانا 'اس کا ایک معنی تو یہ کہ ان تمام کے خالق اللہ کو نہ مان کر شرک کرنا ہوا' جو آگے بتایا گیا ہے چونکہ یہاں ایمان نہ لانا ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو احکام خدا میں غور نہ کر کے قلب ونظر سے اپنے اندر بصیرت نہیں پیدا کرتے جس کی دعوت ایک سو آٹھ ویں آیت میں دی گئی ہے۔اور مہدی موعود نے اسی کی نشاندہی کروائی ہے کہ اب جو نہیں سمجھتے وہ سمجھیں اور طلب دیدار میں وہ اعمال اختیار کریں جو اس راستہ کی طرف لے جاتا ہے کہ جس پر اللہ کے رسول ﷺ اور اللہ کے خلیفہ مہدی موعد آخرالزماں رہنمائی کر رہے ہیں۔بصر کے معنی Sight نظر ہے اس کی جمع بصیرت ہے آنکھوں سے دیکھنا اس کی جمع الجمع بصارت ہے مگر بصارت کو نہ صرف دیکھنے کے معنوں میں لیا جاتا ہے بلکہ دکھائے جانے کے معنوں میں بھی لیا جاتا ہے۔لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ , وَهُوَيُدْرِكُ الْاَبْصَارَ , وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (انعام۱۰۳) نہیں گھیر سکتی اسے نظریں اور وہ گھیرے ہوئے ہے سب نظروں کو اور بڑا باریک بین (اور) پوری طری باخبر ہے۔جب وہ نظروں کو گھیرتا ہے تو آنکھوں کو روشن ہونا چاہیے نہ کہ اندھی اور پوری طرح باخبر ہونا یعنی وہ جانتا ہے کہ کیا دکھایا جارہا ہے اور دیکھنے والا کیا دیکھ رہا۔اگر ایسا نہیں تو پھر باخبر ہونا کس بات پر؟ بس یونہی؟؟۔جب موسیؑ کو طور پر بلایا تو وہ باخبر ہوا کہ انسان میں ابھی صلاحیت نہیں بصیرت کی اور عرصہ بعد جب محمد مصطفی ﷺ کو بلایا تو باخبر ہوا کہ بصیرت ہی نہیں بصارت کی صلاحیت بھی پیدا ہوگی ہے۔اس کے نوصدیوں بعد تابع رسول ﷺ سے کہا کہ دعوت طلب دیدار دو اور خدا کے حکم سے جب دعوت دی گئی تو وہ فرض قرار ہوگی۔سورہ فرقان آیت 73 میں اللہ فرماتا ہے کہ"وَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا ۔اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے (مومنوں کو) ان کے رب کی آیات سے تو نہیں گر پڑتے ان پر بہرے اور اندرے ہوکر۔واضح اور صاف پیغام کے اللہ فرماتا ہے' جب مومنوں کے سامنے آیات پیش ہوتی ہیں تو وہ بے علم اور جاہلوں کی طرح اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ تدبر وتفکر سے اس میں غور کرتے ہیں اور عمل کرتے ہیں۔نماز پڑھنا فرض ہے قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ کی مرضی ہے اسی طرح طلب دیدار فرض ہے اس کا حاصل ہونا اللہ کی مرضی پر ہے یہی بات ''نہیں گھیر سکتیں اسے نظریں اور وہ گھیرے ہوے ہے سب نظروں کو'' میں بیان ہوئی ہے۔ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ محمد ﷺ نے رب کو دیکھا۔قاضی عیاضؒ نے کہا کہ پس جب اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے جسے چاہے قوت عطا فرمادیا اور رویت کے بوجھ کو اُٹھانے پر اسے قادر کردے تو اس کے حق میں رویت ممتنع نہیں ہے۔(قرطبی) وَهُوَ اللَّطِيْفُ کے تعلق سے زجاج نے کہا وہ اپنے بندوں کے ساتھ بڑا مہربان ہے اَللُّطْفُ فِي الفِعْلِ کا معنی کام میں نرمی کرنا اور اللہ تعالی کی طرف سے لطف کا مفہوم ''توفیق''

بخشنا اور بچانا ہے (قرطبی) مہدی موعودؑ کا یہ فرض قرار دینا معرفت الٰہی کے طلب گاروں کے لئے ہے یہ فریضۂ حج کے شرعی حکم جیسا ہے کہ اگر استطاعت ہے تو حج کرو دوسرے فرائض کے بغیر حج کرنا بے کار محض ہے اور ذمہ داریوں سے بھاگ کر قرضہ لیکر حج کرنے کا شریعت میں حکم نہیں ہے بالکل ایسا ہی جس میں قابلیت ہے یا جو اس کا اہل ہے اس کے لئے طلب دیدار فرض ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جس نے (خلوص نیت) سے حج کیا وہ بالکل ایسا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل کرنے والا بالکل ایسا ہے جیسے وہ اس حیات دنیا میں آنے سے پہلے تھا بے عیب و بے گناہ تھا کیونکہ انسان جب تک اس طرح طاہر و مطہر نہ ہوگا وہ دیدار نہیں پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر نماز تہجد فرض کی تا کہ وہ ہر دن مقام محمود پر حاضری دیں جس کا ذکر قرآن میں ہے یا دیدار الٰہی سے مستفیض ہوں اور یہ نماز اُمت کے لئے نہیں ہے سنت غیر موکدہ کی طرح ہے جس میں استطاعت ہو پڑے اس کا پڑھنا ثواب ہے نہیں پڑھتے تو مضایقہ نہیں۔ لیکن جو مہدوی ترک حب دنیا اور عزلت از خلق کر کے نوبت کی پابندی کے ساتھ دیدار کا طالب ہوا سے نماز تہجد بلا ناغہ مطابعت المہدی موعودؑ میں پڑھنا چاہئے۔ مطابعت المہدی کیوں؟ وہ اس لئے کہ حضور ﷺ کی اتباع میں بحیثیت خلیفۃ اللہ مہدی موعود علیہ السلام نے یہ نماز پڑھی ہے۔ اسی لئے مہدویہ خانوادوں میں نماز تہجد کی نیت مطابعت المہدی موعودؑ کے باندھی جاتی ہے۔ اور اس نماز کے لئے صاحب دایرہ کی اجازت اس لئے ہے کہ اہل رشد یہ دیکھے کہ اجازت طلب کرنے والا فرایض کا پابند ہے کہ نہیں امر ونواحی میں کتنا مخلص ہے تقوی پرہیز گاری ہے کہ نہیں دیدار کا مطلوب اس قابل ہے کہ نہیں کہ لوازمات معرفت الٰہی کی سکت رکھتا ہے کہ نہیں اور نوبت میں کتنا مصرف اور پابند ہے۔ مگر آج نا ہی وہ طالب خدا اور نا ہی ویسے اہل ارشاد ہیں۔ ؎ رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی۔

حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ تھے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اللہ سے کلام کیا کرتے تھے بلکہ کچھ خاص موقعوں پر اللہ سے کلام کیا ہے خصوصی طور پر۔ زمانہ مصر اور اس کے بعد کی ایسے مواقع آئے جب موسیٰؑ سے بالمشافہ اللہ سے کلام کی کوئی روایت نہیں ہے۔ رہے وہ بیانات اور مکالمات جو روایتوں سے معلوم ہیں وہ وحی ہے جو نبی رسول کی نبوت کا جز ہے۔ جب اللہ کسی سے کلام کرنا چاہتا ہے تو بندہ کلام کر سکتا ہے نہ کہ بندے کی ضرورت اور چاہت اللہ سے مخاطب ہونے کی وجہ ہو سکتی ہے یہی بات بصیرت اور دیدار کی ہے اگر اللہ چاہے تو ممکن ہے ورنہ نہیں۔ یہاں سورہ النساء کی آیت ۱۶۴ کو دیکھنا چاہئے'' وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا اور اللہ نے موسیٰؑ سے کلام کیا۔ یہاں پہلے كَلَّمَ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی کلام کرنا ہے مگر یہاں اللہ کا کلام کرنا معنی ہے جو واحد مذکر غایب ماضی معروف ہے اہل لغت نے اس نے کلام کیا کے دو معنی لئے ہیں ایک دنیا میں کلام کرنا فرشتے کے ذریعہ وحی بھیجنا دل میں القاء کرنا یا بغیر حجاب کے اندر سے خطاب کرنا اور آخرت میں اہل ایمان سے کلام کرنا مگر اس کے بعد تَكْلِيْمًا کہا گیا جس کے معنی گفتگو کرنا' کلام کرنا' بروزن تَفْعِلٌ مصدر ہے جیسے اُكَلِّمَ میں بولوں گا' میں گفتگو کرونگا تَكْلِيْمٌ ہے جس کے معنی گفتگو کرنے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم كَلْمٌ اصل میں اس کی تاثیر کو کہتے ہیں جس کو کان یا آنکھ کے ذریعہ محسوس کیا جائے گفتگو کان

سے سنی جاتی ہے۔اگراس آیت کے یہ معنی اہل لغت نے لئے ہیں تو پھر سورہ یوسف کی آیت ۱۰۸ میں اللہ کے رسول ﷺ کا بصیرت یعنی دیدار پر بلانا اور اُنؑ کے بعد اُنؑ کے تابع (مہدی موعودؑ) کا بصیرت یا دیدار پر بلانا بھی کــلــمؓ کی طرح اسی تاثیر کو کہیں گے جیسے کان یا آنکھ کے ذریعہ محسوس کئے جانے یا گفتگو کان سے سنی جانے کو کہتے ہیں یعنی آنکھ سے بھی اُسی طرح دیکھے جانے کو بصیرت اور دیدار کہیں گے۔یہی بات اس آیت مبارکہ میں بتائی گئی ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الانعام 103) نہیں گھیر سکتی اسے نظریں اور وہ گھیرے ہوئے ہے سب نظروں کو اور وہ بڑا باریک بین ہے۔دنیا میں دیدار کا انکار کرنے والوں کے لئے آیت مبارکہ دلیل کی حیثیت رکھتی ہے لیکن انہوں نے کبھی بھی اس کے بعد والی آیتوں پر نہ غور کیا نہ مباحث میں اس کا حوالہ دیتے ہیں۔دراصل اس کے بعد والی 105/104 آیات ہی دیدار کے دنیا میں ہونے کی دلیل ہیں۔قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُم ...تا.... عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔بے شک آئیں تمہارے پاس **آنکھیں کھولنے والی دلیلیں** اپنے رب کی طرف سے تو جس نے **آنکھوں سے دیکھا تو اس نے اپنا فایدہ کیا** اور جو اندھا بنا رہا تو اس نے اپنا نقصان کیا اور نہیں ہوں تم پر نگہبان اور اسی طرح ہم طرح طرح سے بیان کرتے ہیں دلیلوں کو اور تا کہ بول اُٹھیں گے یہ لوگ کہ آپ نے پڑھ سنایا ہے اور تا کہ **ہم واضح کردیں اس کو اس قوم کے لئے جو علم رکھتی** ہے پیروی کیجیے آپ اس وحی کی جو کی جاتی ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے........ یہاں اللہ تعالی باریک بین وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ کی باریک بینی دیکھئے یہ نہیں کہا کہ اُن کے لئے جو علم رکھتے ہیں بلکہ کہا کہ ہم واضح کردیں گے **اس قوم کے لئے جو علم رکھتی** ہے قرآن میں فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ عنقریب اللہ ایسی قوم لائے گا جنہیں وہ محبوب رکھتا ہے (مایدہ ۵۴) کہا اور یہ بھی کہا ہے کہ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (واقعہ ۱۴) تھوڑے جو آخر میں ہونگے وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ......وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (جمعہ ۲،۳) اورانہیں سکھاتا ہے کتاب اور دانشمندی کی باتیں ......اور ان کے علاوہ بھی جو ابھی ان سے نہیں ملے۔اگر ان بیانوں کو مرتب کریں تو بات یوں ہوگی۔آنکھیں کھولنے والی (دیدار کی) دلیلوں کو ایک قوم پر واضح (کھول کر بیان) کریں گے جو عنقریب اللہ لائے گا جن سے وہ محبت رکھتا ہے جو آخرین میں سے ہونگے تھوڑے سے اُنہیں سکھائے گا کتاب اور دانشمندی کی باتیں جو ابھی نہیں ملے معنی ابھی پیدا نہیں ہوئے آگے کسی زمانے میں پیدا ہونگے۔صاف بیان اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا مہدی کی بیعت کرو جو اللہ کا خلیفہ ہے۔جس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اپنا فایدہ کیا۔وَمَنْ عَمِيَ اور جس نے رہنمائی حاصل نہ کی تو وہ اندھے کے قایم مقام ہے (قرطبی) فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ الْاَبْصَارَ اس کا معنی ہے **هو الادرک بحاسة البصر** آنکھ کے ساتھ کسی چیز کو دیکھنا اس کا ادراک کرنا۔پس جس کسی نے استدلال کیا اور پہچان لیا تو اس نے اپنے آپ کو نفع پہنچایا (قرطبی) مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی نبوت کے گیارہ یا بارہ سال گزرے اس دوران کبھی آپؐ نے بصیرت کی بات نہیں کی جب معراج پر بلایا گیا تو آپؐ نے اس کا اظہار فرمایا اس سے پہلے وحی ہوا کرتی تھی۔اس بیان قرآن کے نزول کی ترتیب Chronology دیکھیں سورہ واقعہ نزول 46 میں آخر میں ایک تھوڑی سی قوم کو لانے کا وعدہ کیا گیا

سورہ انعام نزول 55 میں بتایا کہ ایک قوم کو آنکھیں کھولنے والی دلیلوں کو واضح کرنے معنی عام کرنے کا جو علم رکھیں گے انہیں لایا جائے گا سورۂ جمعہ نزول 110 میں کہا گیا کہ انہیں قرآن میں دیدار کے علم کی دانشمندانہ باتیں سکھائی جائیں گی جو ابھی آکر نہیں ملے معنی ابھی پیدا نہیں ہوئے اس کے بعد سورۂ المایدہ نزول 112 میں کہا کہ عنقریب اللہ ایسی قوم لائے گا جن سے اللہ محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔اس طرح بات بتائی کہ اللہ کا دیدار کرنے والے بعد کسی زمانے میں آئیں گے جو اللہ سے محبت کرنے والے ہونگے اور اللہ ان سے محبت کریگا۔اور یہ بات نبوت کے آخری ایام میں صاف صاف بتائی گئی کہ معاملہ یہ ہے کہ فرایض اور معاملات شریعت ظاہری اعمال ہیں جب معرفت الٰہی میں پختگی پیدا ہو جائے گی تو ایک قوم کو لایا جائے گا جو معاملات دیدار کا علم بھی رکھے گی اور دیدار سے مشرف بھی ہوگی جو ان کی باتوں پر یقین نہیں کریگا وہ جواندھا بنا رہا تو اس نے اپنا نقصان کیا اور نہیں ہو تم (اُن) پر نگہبان اور اسی طرح ہم طرح طرح سے بیان کرتے ہیں دلیلوں کو۔اس لحاظ سے بندہ جب چاہے اللہ سے کلام یا دیدار نہیں کرسکتا اگر اللہ چاہے تو۔یہ بات اس آیت میں صاف بتائی گئی۔حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا حضور ﷺ سے کلام بھی کیا دیدار بھی کرایا۔معراج جب واقع ہوئی حضرت ابو طالب اور اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو چکا تھا کلام اور دیدار ایک ایسی خصوصیت ہیں جو صرف اللہ کے جلیل القدر پیغمبروں میں حضرت موسیٰ کو کلام اور حضور خاتم الانبیا ﷺ کو دونوں میسر ہوئیں ورنہ تمام انبیاء کو صرف وحی سے شرف و توقیر بخشی گی۔وحی یقینی کیفیت کو کہتے ہیں جن پر وحی کا نزول ہوتا ہے تو انبیاء اس کی کیفیت اور حالت کو محسوس بھی کرتے ہیں اور انہیں یقین ہوتا ہے کہ کچھ احکام دئے گئے ہیں خالق کی طرف سے۔واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹوں نے نبوت کے رسالت کے دعوے تو کئے لیکن انہیں یقین نہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اس لئے کہ وحی یقین کا درجہ رکھتی ہے اگر کوئی کہے کہ مجھے وحی کی گئی تو اس بندہ کی اگلی پچھلی زندگی کے احوال و معاملات کو دیکھنے پرکھنے کا قوموں نے کام کیا ہے اور جو کہا جارہا ہے وہ کتنا حق ہے اس کو پرکھا اور جانچا گیا ہے یہ الگ بات ہے کہ اسے کتنے لوگوں نے مانا یا نہیں۔وحی ایک ایسی حقیقت کا اظہار ہے جو خود سے نہیں بلکہ ایک لازوال قدرت اور طاقت والے کے احکام کا اظہار ہے جس میں عارضی بناوٹ اور منصوبہ بندی کا گمان نہیں ہوتا اور نہ اس میں اپنی مرضی یا دخل کا شایبہ ہوتا ہے یہ ایسا ہے کہ جتنا کہا جارہا اتنا کروالی بات ہے۔ہر کوئی وحی کا متحمل نہیں ہوتا کچھ خاص بندوں کو منتخب کیا جاتا ہے جن پر وحی کا نزول ہوتا ہے واسطہ یا بلا واسطہ۔وحی کے الفاظ و کلام میں خدائی دبدبہ و جلال کا اظہار ہوتا ہے۔اس کے بہ نسبت کشف و مراقبہ جو خدا کے بندوں کی اپنی ذاتی کوشش کا نتیجہ ہے جو وقتیہ ہوتے ہیں اس میں احکام کے بجائے اُشارے استخارے ہوتے ہیں جن کی حیثیت احکام کی نہیں ہوتی کشف و کرامات انسان کی ذاتی روحانی ترقی کا سبب ہوتے ہیں۔جبکہ وحی تجلی حق ہے جس پر پڑتی ہے انہیں منور کردیتی ہے اور وہ بندہ درخشاں نور کا واسطہ بن جاتا ہے۔نبی رسول کو وحی کشف مراقبہ فراست وصال سبھی حاصل ہوتے ہیں۔ولی کو کشف مراقبہ فراست ہوتی ہے عالم کو فراست دی جاتی ہے وصال (قربت) صرف اللہ کے طالبوں کو حاصل ہوتا ہے جس میں بندہ اپنے اطراف واکناف خود کو خدا کی پناہ میں محسوس کرتا ہے حاضر بھی ناظر بھی یہ بصیرت اور

دیدار کا پہلا زینہ ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ اور مہدی موعود کا اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِی ہونا صرف قول و عمل سے نہیں بلکہ احوال میں بھی اتباع کا پہلو نمایاں ہونا چاہئے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں دو ذبی اللہ کا فرزند ہوں معنی یہ کہ حضرت اسماعیل اور حضرت عبداللہ جنہیں چاہ زمزم کی تلاش میں ذبح کرنے کی عبدالمطلب نے منت مانی تھی جو بعد میں ایک سو اونٹوں کی قربانی پر ہوئی۔ مطلع الولایت میں حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ کی فصل ہے حضرت امامؑ کی ہجرت کے بیان میں نقل مذکور ہے کہ ایک روز دانا پور کے جنگل میں مقام تھا بی بیؓ نے معاملہ دیکھا اور اس میں غیب سے آواز سنی کہ ہم نے تیرے شوہر کو خاتم ولایت مہدی کیا ہے تصدیق کر۔ بی بیؓ نے کئی بار (اس آواز کو سن کر) ہضم کیا چند روز کے بعد امامؑ کے حضور میں عرض کی امام مہدی نے فرمایا کہ اکثر اوقات ہم کو بھی فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے تجھ کو مہدی کیا ہے لیکن جب اس کے ظہور کا وقت پہنچے گا خود ظاہر ہوگا...... (صفحہ ۱۹) مطلب اللہ کو اگر منظور ہوگا تو وہ اس کے اظہار کے اسباب پیدا فرمائے گا۔ میراں سید محمود ثانی میرانؒ نے بی بیؓ کا مکالمہ سنا جاذب حق ہو کر گر پڑے...... میاں دلاورؒ نے بھی یہ معاملہ سن کر قدمبوسی کی اسی طرح کے واقعات اسلاف نے بیان کئے ہیں جو کئی ہیں۔ طبقات ابن سعد اخبار النبیؐ میں ہے کہ شام کے تجارتی سفر میں جب قافلہ ایک جگہ اترا تو صومعہ کے راہب بحیرا نے دیکھا کہ ایک بادل ہے جو تمام لوگوں کو چھوڑا کیلئے ایک انسان پر سایہ کئے ہوے ہے جب وہ (اللہ کے رسول ﷺ) درخت کے سائے میں آئے تو شاخیں سرسبز ہوگئیں۔ اور بحیرا راہب نے اس قافلہ کی آو بھگت کی اور محمدؐ کی حفاظت کرنے کو کہا۔ اور اس جگہ ایک اور راہب کا واقعہ ہے جس نے آپؐ سے کچھ سوال جواب کئے اور پیٹھ کھول کر مہر نبوت بھی دیکھی۔ اور ابو طالب سے کہا کہ اپنے بھتیجے کو یہودیوں سے بچا کر رکھنا جو میں جانتا ہوں اگر وہ جان گئے تو انہیں اذیت پہنچائیں گے۔ تیرے اس بھتیجے کی بڑی شان ہے جو ہماری کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزی سے روایت ہے کہ ابو طالب سے اس راہب نے کہا اس علاقے میں ان کو لے کر نہ نکلنا کیونکہ یہ اس اُمت کا پیغمبر ہے یہودی حسد کریں گے وہ چاہتے ہیں کہ نبی موعود بنی اسرائیل کی قوم کا ہو۔ لہٰذا اپنے بھتیجے کو بچائے رکھنا۔ ایسا ہی واقعہ ہے کہ جب دائی حلیمہ آپ کو ایام طفلی میں لے کر اپنے قبیلہ جارہی تھیں تو ایک مشرک کاہنہ نے دیکھ کر اپنی قوم سے کہا کہ اس بچے کو مار ڈالو یہ تمہاری قوم کا قتل کریگا۔ اور جس وقت آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کا مال و اسباب فروخت کر کے واپس مکہ آئے تو وہ اپنے مکان کے بالا خانے پر تھیں تو دیکھا کہ دو سائے آپ کو سایہ کئے ہوئے آرہے ہیں۔ اور ایک راہب نے بھی میسرہ جو حضرت خدیجہ کے غلام تھے ان سے کہا: خدا کی قسم یہ پیغمبر ہے جس کی صفت ہمارے علما کتابوں میں پاتے ہیں۔

دنیا میں جتنے انبیاء و مرسلین آئے ان کی کوئی نہ کوئی خصوصیت رہی ان تمام خصوصیات کو ذات محمد ﷺ میں جمع کر دیا گیا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو وَ مَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورۂ انبیاء ۱۰۷) کہا کیونکہ انبیاء میں اُمت کے تئیں رحم اور شفقت کا درجہ ہوتا وہ تمام آپؐ میں بدرجہ اتم تھا۔ اور یہ وہ رحم ہے جس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق پر کیا جب وہ

چھینک کر الحمد لله کہے تو اللہ تعالیٰ نے یرحمک الله کہا تھا۔مگر ایک خصوصیت محمدؐ کی ایسی ہے جو دوسرے انبیاءِ مرسلین کو نہیں ملی وہ ہے معراج جس میں اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ گفتگو کی ملاقات ہوئی اور اسے دیکھا محسوس کیا۔اگر محمد مصطفیٰ عکس انبیاءِ ومرسلین تھے تو وہ ان تمام کے نظیر بھی ہوئے اگر ایسا ہے تو افضل الانبیاء ﷺ کا نظیر بھی ہونا چاہئے ایسے کیسے ہوسکتا ہے ان کے مانند یا ان کا تابع نہ ہو سو اللہ تعالیٰ نے نظیر مصطفیٰ ﷺ کی بشارت سورہ یوسف کی ۱۰۸ ویں آیت میں سنائی۔تم بھی بصیرت پر بلاؤ اور وہ بھی بلائے گا جو تمہارا تابع ہے۔محمد مصطفیٰ ﷺ کو بلا کر دیدار کرایا اور ان کے نظیر کو دنیا میں سر کی آنکھوں سے دیکھنے کا اور اس کی دعوت دینے کا حکم دیا۔اور جو مصدق ہوگا وہ تقوی و توکل کی بنیاد پر یہ شوق پورا کرسکتا ہے شرط ہے تصدیق کی اس کے بجائے کوئی لاکھ عبادت ریاضت تقوی توکل کے اعمال کرلے جب تک یقین کامل کا ایمان نہ ہوا سے دیدار ممکن نہیں اس کے لئے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے۔حضرت خاتم المرشدؒ نے فرمایا ''دین دریہ فیض مقید'' خدائے تعالیٰ کی بینائی کا حصول تصدیق مہدی پر ہے (بیش بہا گوہر ۱۹)

مہدویہ ہی واحد ایک ایسی قوم ہے جس کے تارک الدنیا طلب دیدار کے حصول میں ہر دن بلا ناغہ نماز تہجد ادا کرتے ہیں جب کہ یہ نماز سوائے اللہ کے رسول ﷺ کے اُمت کے لئے سنت ہے۔اس نماز کے ہر دوگانہ کے بعد میں مہدی موعودؑ کی بتائی ہوئی دعائیں پڑھی جاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور تعریف کے بعد ہر بار یہ دعا پڑھی جاتی ہے لگا تار۔اَللّٰھُمَّ اِنَّ نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَ الْرُؤیَۃَ اے اللہ ہم تجھ سے تیری جنت اور رویت (دیدار) کے اُمیدوار ہیں......۔(چراغ دین نبوی) حالانکہ یہ تسبیحات تہجد کے ہیں جنہیں تراویح کا بھی حصہ بنایا گیا ہے۔

دیدار بصیرت کے تعلق سے مہدیٔ موعودؑ کی ایک وضاحت ثـم ان علینا بیانه جو ملا علی فیاض کے مباحث میں مطلع الولایت کے ۱۰۶/۱۰۷ پر بندگی میاں سید یوسفؓ نے بیان کی ہے معاملے کو صاف کرتی ہے۔نقل ہے کہ حضرت امامؑ نے ایک روز ثـم ان علینا بیانه کی آیت کے بیان میں ملا علی فیاض کو فرمایا کہ مفسران سلف نے بیان کس (بنیاد) پر رکھا ہے ملا علی فیاض نے عرض کیا بعضوں نے کہا ہے کہ یہ بیان (ابوبکر) صدیقؓ کا ہے کیونکہ منصوص ہے ثانی اثنین سے بعضوں نے کہا عمر فاروقؓ کا ہے کیونکہ وہ وصف حق و باطل کو بیان کرنے والے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ عثمان غنیؓ کا ہے کیونکہ وہ جامع قرآن ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اس کو بیان کرنے والے ہیں وہ علم کے شہر کا دروازہ ہیں۔فرمایا یہ چاروں صحابہؓ حضورؐ کے زمانے میں تھے پس اس کے بیان میں ثــــم (ہے) جس کے معنی تراخی (دیری یا بعد کا زمانہ) کے ہیں۔ملا فیاض نے کہا بعض نے حسن بصریؒ اور دوسرے تابعینؒ کو کہا ہے۔آپؑ نے فرمایا عـلـینـا کا اضافہ یـدالـلّٰـه (اللہ کا ہاتھ) کے اضافہ کے مانند ہے اور یہ اضافہ حضور نبی کریم ﷺ کے سوا کسی پر عاید نہیں ہوتا پھر یہاں ثـم کے معنی میں (ملا علی فیاض) نے حیران ہوکر کہا کہ اللہ کے سوا کوئی اس کے معنی نہیں جانتا اور کہا کہ (علماء) کی ایک جماعت کے لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ محشر کے دن عرش اعظم پر ظاہر ہوگا........اس وقت اپنی بے کیف زبان سے قرآن کی معنی بیان کریگا اور تمام اہل قیامت سنیں گے۔حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کیا کسی بھی

طرح یہ وجہ حق معلوم ہوتی ہے جو تم بیان کرتے ہو کہ جس روز قیامت ہوگی اس روز اللہ تعالیٰ قرآن کا بیان کریگا جبکہ اس سے کسی کو اُس وقت فلیئیدہ نہیں ہونے والا اور اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ جس دن کچھ فلیئیدہ نہ پہنچے گا ظالموں کو ان کی عذر و معذرت کا۔اس نقل سے معلوم ہو رہا کہ جب قیامت برپا ہوجائے گی تو نہ دعا کام آئے گی نہ عبادت نہ قرآن اور نہ ہی اس وقت دیدار کی طلب کا تصور ہوگا ۔اللہ تعالیٰ نے قرآن اور معرفت الٰہی سمجھانے کے لئے انبیاء مرسلین اور اللہ کے خلیفوں کو دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ جو توشہ تیار کرنا ہیں یہیں کرلو جو سمجھنا سمجھانا دیکھنا دکھانا ہے یا بصیرت کے راستے ہیں وہ دنیا میں ہیں رہبری کے لئے بعد حیات الموت یا قیامت کے صرف جزاء ہے یا سزاء کا معاملہ۔

دیکھ اے دیدۂ تر یہ تو میرا چہرہ ہے سنگ کٹ جاتے ہیں پانی کی جہاں دھار گرے شکیبؔ

مَنِ اتَّبَعَنِی ' بینه ' مَن مْ بَلَغَ ' خَلَقَ الْاِنْسَانَ اس کے واضح ثبوت اور شہادتیں مہدیٔ موعود علیہ السلام نے دی ہیں۔لیکن آپؑ کے معاصرین اور بعد کے معاندین نے کیوں حقیقت کو جانچا پرکھا اور آپؑ کی مہدویت کو تسلیم نہیں کیا؟ اور بعد میں فارسی یا اردو ترجموں میں حقیقت کو چھپانے کے لئے متعصب طریقے اپنائے اور الفاظ کے معنی بدل کر اُمت کو ورغلانے اور دھوکہ دینے کی کوشش کی۔اگر اس کو سمجھنا ہے تو کچھ حقیقتوں کو جاننا ضروری ہے کہ علمائے سُو نہیں چاہتے کہ کوئی ان سے زیادہ مقبول و قابل کہلائے چاہے وہ اللہ کے خلیفہ ہی کیوں نہ ہوں۔اس ضمن میں ہم یہاں ڈربن جنوبی افریقہ کے مبلغ ''احمد دیدات'' کے ایک لکچر کے کچھ اقتباسات کو پیش کرتے ہیں جو انہوں نے امریکی پاسٹر جمی سیوگارٹ سے مناظرہ کے بعد کیا تھا۔احمد دیدات نے بائبل میں سلیمان کا گیت یا Song of Solomn کے باب 5 کی 16 ورس کو پیش کرتے ہوئے بڑی اچھی بحث کی ہے۔جمی سیگارٹ نے بر ملا کہہ دیا تھا کہ بائبل میں ''محمدؐ'' کا نام نہیں ہے تو احمد دیدات نے توراۃ کے عبرانی Hebrew نسخہ سے آیت /ورس پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس میں لکھا ہے Hikko Mammitakim **Muhammadim** zehdodi vee Zahroyee Bayna Jerusalam : Old Testament 5: 16 انہوں نے ثابت کیا کہ ''محمدم'' سے یہاں مراد حضور ﷺ پیغمبر اسلام ہیں۔زبان عبرانی میں "im" جمع ادب یعنی plural of respect کے لئے بولا جاتا ہے بائبل کے ایک دوسرے باب Genesis chapter 1 verse 1 سے ایک اور حقیقت کا انہوں نے خلاصہ کیا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ'' In the begning the God created the heaven and Earth زبان عبرانی میں ''یلوام'' Eloi رب یعنی God کے لئے بولا جاتا ہے ''یل'' ''یلا'' یعنی عربی میں ''اللہ''۔اور جب اس میں ''ام'' لگایا جاتا ہے تو وہ جمع کے صیغہ میں استعمال ہوتا ہے جیسے ''ہم نے'' ''ہمیں نے'' جیسے قرآن میں کہا:اِنَّا نَحنُ نَزَّ لْنَا الذِّ کْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَا فِظُونَ '' ہم'' نے ہی اس قرآن کو زمین پر نازل کیا اور ''ہم'' ہی اس کی حفاظت کریں گے (حجر ۹) اور عیسائیوں نے اس ''ہم'' کو خدا اور خدا کا بیٹا اور روح القدس میں بانٹ دیا یعنی ایک کے تین خدا بنا دئے۔اسے بتانے کے لئے دیدات نے ان کے ترجموں کا حوالہ دیا کہ اگر تم اس ہم کو God سے ترجمہ

کرتے ہوتو پھر کیوں نہیں اضافی حرف ''s'' کے ساتھ Gods لکھتے ۔معنی جہاں جیسا سہولیت ملی ترجمہ کرلیا مگر وہیں پر عیسائیوں نے عبرانی میں بیان ''محمدم'' کا ترجمہ all together lovely کل ملا کر خوبصورت/محبوب کیا ہے تا کہ ''محمد'' کا نام چھپایا جا سکے اس کے باوجود اسلام میں محمد کو حبیب خدا کہا جاتا ہے ۔یا اظہار نہ کیا جائے کیونکہ وہ اسلام یا محمد ﷺ کو قبول کرنا نہیں چاہتے یا دوسرے معنوں میں حقیقت کا اعتراف کرنا نہیں چاہتے ۔**یہی بات علمائے سُوکی ہے کہ وہ قرآن میں مہدی کے خطابات بینہ من اتبعنی خلق الانسان مَن م بَلَغ کی حقیت عام اُمت سے چھپائے رکھنا چاہتے ہیں کہ ان کے کمال علم کی قلعی نہ کھل جائے اور مہدی کی تعلیمات کو لوگ قبول کرلیں** ۔اب ایک دوسری وضاحت بھی دیکھ لیں عبرانی زبان میں ''مسا'' پونچھنے رگڑ نے صاف کرنے یا مس کرنے کو کہا جاتا ہے ۔اور عیسیٰ کے لئے مسایا Messia کہا اور قرآن نے ''مسیح'' کہا وضو میں سر پر پانی پونچھنے کو ''مسح'' کہتے ہیں اس مسایا مسیح کو جب یوروپی قوموں نے یونانی زبان میں ترجمہ کیا تو اس کا ترجمہ ہوا ''کرسٹاس'' پالش کرنا کرسٹاس سے کرسٹ بنا کرسٹ سے کرسچین بنے ۔اور عیسائی ہر لفظ میں ''J'' لگانا پسند کرتے ہیں تا کہ الفاظ کے معنی بدل جائیں جس میں اسلام سے مطابقت کا کوئی پہلو نہ ہو جیسے عیسی کا نام توراۃ میں ''یشوا'' ہے اسے انہوں نے جشوا بنایا حضرت یحیی یا یوحنا کو Jhon یوسف کو Joseph یعقوب کو Jaqob ۔سول Paul بن گیا اور سایمن Peter ۔یہی حال مسلمان عالموں مترجموں کا ہے ۔اپنا عقیدہ اور خیالات کو انہوں بھی اسی طرح داخل کیا ہے صحیح بخاری کی حدیث ۶۹۹۶ جو کتاب التعبیر میں ہے **من رانی فقد را الحق** اس کا ترجمہ انہوں نے اردو میں ''جس نے مجھے دیکھا (خواب میں) اس نے آنکھوں سے دیکھا کیا ہے ۔جب کہ عربی عبارت میں نہ خواب ہے نہ آنکھیں ہیں ۔اور یہ غلط ترجمے وہ لوگ کررہے ہیں جو دوسروں کو بدعتی سمجھتے ہیں خود کو مسلمان یعنی قرآن وحدیث کے ترجمے یہود و نصاری کے طرز پر کئے جارہے ہیں ۔دیکھنے کی بات ہے خواب کا ذکر نہیں ہے چونکہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب التعبیر رویا میں درج کیا ہے تو انہوں نے اس میں خواب چسپاں کردیا ۔کہتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کے معتقد اکبر بادشاہ کے دربار میں بڑا اثر رکھتے تھے انہیں کی وجہ سے اکبر دین الٰہی کا مبلغ بنا مسیلمہ حنفیہ قبیلے سے تھا جونجد کے بہت بڑے علاقے کے قبایل تھے یہ عیسائی تھے بعد میں آتشت پرست بنے اور کچھ ان میں منی کا ئی مذہب اختیار کیا تھا جو فارس میں تیسری صدی میں بنا تھا مسیلمہ خود کو رحمٰن کہتا تھا اس نے شجاع بنت ہریت کو بیوی بنالیا جوخود کو نبیہ بتاتی تھی حضور ﷺ کا فرمان حق ہے نجد تنزل اور فتنہ کی جگہ ہے جہاں سے شیطان کی سینگھ پیدا ہوگی جہاں آج بھی اسلام دشمن عقاید کا بول بالا ہے ۔حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں خوارج پیدا ہوئے بعد میں جہمیہ بنے ان کی کئی شاخیں بنیں ان میں وہابیہ نے بھی کچھ عقاید اپنائے اور کچھ عبادیہ نے جو آج سلطنت عمان کا مذہب ہے ۔

مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اپنی دعوت کی بنیاد ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ'' پر رکھی اور اٹھارہ قرآنی آیات سے ثبوت دیا ہے ۔یہ طریقہ یا سنت اللہ کے خلیفوں کی ہوتی ہے **وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ** (صفت ٦)

اور یاد کرو جب فرمایا عیسیٰ فرزند مریم نے اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے اور مژدہ دینے والا ہوں ایک رسول کا جو تشریف لائے گا میرے بعد اس کا نام احمد ہوگا۔پس جب "وہ" آیا ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔قرآن حضرت عیسیٰ کے الفاظ بیان کر رہا ہے مگر یہاں غور طلب امر یہ کہ حضور ﷺ کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کو بیان کر رہا ہے جو چھ ۶ صدیوں بعد رونما ہوئے **فَلَمَّا جَآئَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ** یہ ہے اللہ کے نبی رسول خلیفوں کے بیان وہ بات بتائی جاتی ہے جو آگے آنے والی ہو۔اور اللہ کے رسول ﷺ نے مہدیٔ موعود کے تعلق سے تمام حقایق کو پیش کر دیا مگر جنہیں نہیں ماننا ہے وہ ماننے والے نہیں مگر سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔حدیث **کیف تھلک امتی فی اولھا و عیسی ابن مریم فی آخرھا والمھدی من اھل بیتی فی آخرھا** میں یہ بات صاف دیکھی جاسکتی ہے۔بتانا مقصود یہ ہے کہ جس طرح یہود و نصاریٰ نے "محمدؐ" کو چھپایا مسلمان عالم سو مہدی کی حقیقت کو چھپائے رکھنا چاہتے ہیں۔

انسان دنیا کی ضروریات کے لئے علم حاصل کرتا ہے یا ہنر یا تجارت اختیار کرتا ہے۔ان سب سے زیادہ اشد ضرورت ہے دین کا علم حاصل کرنے کی یا کم از کم اتنی معلومات تو ضرور رکھے کہ جس سے ایمان مضبوط ہو اور بروز محشر اللہ کے سامنے سرخ رو ہو سکے اور اللہ تعالی کے احکام سمجھنا اور راہ مستقیم اختیار کرنے میں آسانی ہو' بعض اوقات ہماری معلومات کی کمی ہمیں دوسروں کی ہر بات کو قبول کر لینے کا سبب بن جاتی ہے جس کی وجہ سے کبھی کبھی انجانے میں ہمارا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا۔بینہ ' مَنْم بَلَغَ 'خَلَقَ الاِنْسَانَ ' مَنِ اتَّبَعَنِي جیسے الفاظ کے معنی نہ سمجھ کر انہیں غلط معنی دینے کی وجہ قرآن کے پیغام اور احکام کو آدھا سمجھنے یا غلط عقاید کی وجہ سے ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے" **کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہو؟ اور بعض حصہ کا انکار کرتے ہو؟ سو جو تم میں ایسا کرے اس کی کیا سزاء ہے؟ سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی اور قیامت کے دن سخت عذاب میں لوٹائے جائیں گے۔**(بقرہ ۸۵)

قرآن میں اللہ تعالی نے جو احکام و بیان کئے ہیں ان کے جاننے میں کوئی برائی نہیں ہے۔لیکن قرآن کے بیان و احکام کو چھپانے اپنے عقاید کے لئے غلط بیان کرنا گناہ ہے' اور حقیقت بیانی کے لئے اس سے دلایل حاصل کرنا بات کو سمجھنے کے لئے انہیں احادیث کے بیانوں کے موافقت سے منطق قایم کرنا ایمان ہے یہ کام علمائے حق نے کیا ہے۔

کچھ کیفیتیں ہم دیکھ نہیں سکتے ان کا احاطہ نہیں کر سکتے یا وہ ہمارے بس یا قابو میں نہیں ہوتیں مگر ہم انہیں محسوس کر سکتے ہیں اسی بات کو قرآن "ادراک" کہتا ہے۔ہم نے ٹھنڈی ہوا دیکھی نہیں مگر محسوس کرتے ہیں' گرمی کی ہیت نہیں معلوم مگر محسوس کرتے ہیں' برسات کے قطرے گرتے ہیں ہم ان کی پھسلن کو محسوس کر سکتے ہیں یہ تمام احساسات لمس سے متعلق ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ عرش پر میں نے اللہ تعالی کی ٹھنڈک کو محسوس کیا تھا۔دنیا میں برسات نہیں ہوتی تو فصل نہیں اُگتی دھوپ نہ ہو تو کائی جم جاتی ہے

جراثیم اور کیڑے مکوڑے پیدا ہو جاتے ہیں ٹھنڈ میں اناج کے دانوں پر غلاف چڑھتا ہے اور حیوانات کے جسم کسے جاتے ہیں یہ تمام احساسات کسی اندیکھی قوت کی موجودگی کا احساس دلاتی ہیں۔ جب انسان کو سب کچھ دکھائی دینے لگے تو اُسے روشنی کہتا ہے جب دکھائی دینا بند ہو جائے تو اندھیرا کہتا ہے۔ مگر ایک اندھے انسان کو جسے بینائی نہ ہو روشنی اور اندھیرا ایک جیسے ہیں اسے ان میں کوئی فرق معلوم نہیں اس کے لئے دونوں حالتیں ایک جیسی ہیں۔ مگر بینا یعنی دیکھنے والا یا ''دیدار'' کرنے والا روشنی میں جو دیکھتا ہے اندھیرے میں بھی ویسا ہی دیکھے اس کے لئے دونوں حالتیں اور کیفیتیں ایک ہو جائیں تو وہ بصیرت والا ہوتا ہے جس طرح اللہ تعالی کے لئے روشنی اور اندھیرا ایک جیسے ہیں طالب دیدار کے لئے بھی ایسی ہی حالت درکار ہوتی ہے۔ جس طرح اندھے کے لئے روشنی واندھیرا یکساں اور معذوری کی علامت ہے جو اس کے اختیار میں نہیں ہوتیں بینا اللہ کی مرضی کو جب پالیتا ہے تو اس کے لئے 'دیدُ اور 'دیدنی' دونوں حالتیں اللہ کی مرضی سے بے اختیاری کی ہیں جب انسان اس مقام کو حاصل کر لے تو وہ اللہ کی مرضی سے دوسرے انسانوں میں ممتاز اور با اختیار ہو جاتا ہے۔ **مہدیؑ موعود علیہ السلام نے فرمایا'' بے اختیار ہو جاؤ، با اختیار ہو جاو گے''**۔ اور فرمایا کہ **''شریعت بعد از فنائے بشریت''** یعنی اصل شریعت کا حصول بعد از فنائے بشریت ہے معنی اپنے اندھے پن کو فناء کرنے کے بعد جو شریعت کو قبول نہیں کرتا وہی تو کافر ہے۔ روٹی کو جب آگ پر تپایا جاتا ہے تو وہ قابل نوش اور قابل ہضم ہوتی ہے اس سے پہلے وہ صرف گندھا ہوا آٹا ہوتی ہے اسی طرح انسان گندھا ہوا آٹا ہے جب اسے تقوی، توکل، عزلت، خلق، ترک دنیا، ذکر کثیر، ترک خودی، ہجرت باطنی کی آگ میں تپایا جاتا ہے تو وہ انوار الٰہی کو نوش کرنے اور ہضم کرنے کے قابل بنتا ہے۔ انسان نکاح کرتا ہے اولاد ہوتی ہے خاندان قبیلہ بنتا ہے نسلیں چلتی ہیں۔ جس میں یہ فطری خواہش نہیں ہوتی وہ 'مخنّ' نامرد ہوتا ہے مہدی موعودؑ نے فرمایا ''مرد بنو'' اس کے معنی معرفت الٰہی حاصل کرنا ہے بچے پیدا کرنا خاندان بنانا حیوانوں کا کام ہے انسان حیوان تو ہے مگر اشرف المخلوقات بھی ہے وہ ان معنوں میں مرد ہوتا ہے۔

بصیرت یا دیدار کی حقیقت کو سمجھنا جتنا سہل ہے اتنا ہی آسان بھی ہے اگر اللہ کے حکم سے قرآن میں فہم وادراک اختیار کیا جائے۔ عموماً ہم کسی بھی بات کو مشکل ترین بنا کر سمجھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی نے دین ایمان کو تقوی توکل کے آسان لفظوں میں سمجھایا هُدی للمتقین الذین یو منیون بالغیب و یقیمون الصلوا قبات اتنی ہی سیدھی سادھی ہے کہ تقوی اختیار کرو اور غیب پر ایمان لاؤ۔ اور ہم نے تفاسیر تشریحات لغات صرف ونحو پتہ نہیں کیا کیا اختیار کر لیا' یہی بات تھی مہدی موعود خلیہ اللہ نے فرمایا ''قصہ کہانیوں روایات سے اللہ کو نہیں پا سکتے عمل کرو' اور اب تو نئی جماعتوں کے طریقے اور تصوف کی باریکیاں دین و مذہب بن گئیں ہیں۔ مہدی موعودؑ نے فرمایا ''ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے پہچانتا نہیں' سیدھی سی بات ہے اس کائنات خلائق اور اس کی قدرت میں غور کرو اور اس کے بعد ان تمام کو پس و پشت رکھ کر اس کے روبرو حاضر ہو جاؤ ''تو ہی تو ہے میں نہیں ہوں'' کہتے ہوئے مگر لوگوں نے سیر نبوت سیر ولایت مشاہدہ مرشد روح اور جسم کا بکھیڑا کھڑا کر لیا۔ جسم کو الگ کر و جوانا ہے اس سے باہر آؤ مخلوقات سے

پرے نورِ اعلیٰ نور کا مشاہدہ کرو خود کو فنا کرو جو بقاء ہے اس کا اقرار جو حَیٌّ قَیُّوم ہے اس کی اطاعت کرو یہی دین ہے۔

مشقت تقویٰ توکل سے جب اﷲ تعالیٰ نے انسان کے اندر کی پھونکی ہوئی روح انسان پر غالب آجاتی ہے تو انسان کی باطنی آنکھ کھل جاتی ہے انسان وہ دیکھتا ہے جو دوسروں کو دکھائی نہیں دیتا ملائکہ فرشتے جن شیطان دوسروں کی ارواح موت حیات اسباب دنیا میں پوشیدہ اعمال واحول سب دکھائی دینے لگتے ہیں یہ وہ مقام ہے جہاں پر بندہ کو بے قابو نہیں ہونا ہے یہاں خاموشی اختیار کرنا پڑتا ہے کسی بھی چیز کا اظہار دوبارہ حجاب بن جاتا ہے اس سے قوی نقصان کا بھی اندیشہ ہے ہوتا ہے۔ اس مقام پر انسان سے دنیا کے ظاہری اسباب دور ہو جاتے ہیں پریشانی اور تنگدستی کا بھی امکان ہوتا ہے۔ مگر جب انسان کا نفس اس پر غلبہ پالیتا ہے تو دنیاوی اسباب اس کے قریب ہو جاتے ہیں ان میں عیش وعشرت ودنیا کی راحتیں ہوتی ہیں مگر باطنی آنکھ بند ہو جاتی ہے یہی قلب ونظر کا اندھا پن ہے جس میں انسان کو خود اپنے علاوہ اپنے اسباب کے علاوہ اپنے مقام ومرتبہ کے علاوہ اپنی خواہشات وعیش کوشی کے علاوہ اپنی ضروریات کے علاوہ کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا ایک ایسا حجاب چھا جاتا ہے کہ اسے حق بھی نہیں دکھائی دیتا ایسے میں انسان اپنے علاوہ دنیا سے قریب تو ہو جاتا ہے مگر حق اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور احکام کی پابندی سے بھی دور ہو جاتا ہے۔ یہ مقام دنیا میں عزت اور اللہ تعالیٰ کے حضور ذلت کا سبب بن جاتا ہے انہیں احوال کو دین اور دنیا کہا گیا ہے۔ جب یہ ظاہری اسباب انسان پر غالب ہو جاتے ہیں تو وہ ظاہرات کی اطاعت قبول کرلیتا ہے یہی بت پرستی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کی تلاش طلب میں مشغول ہونا یہ طلب ظاہرات کی اطاعت ہی بت پرستی ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سواء کسی اور طلب اور پرستش میں مبتلاء ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندہ حتی المقدور ضروریات حیات دنیا حاصل کرے مگر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے اور اس کی موجودگی کا احساس بندے کو رہے یہی احساس انسان کو اللہ کی حکم عدولی بدکاری برائی غضب وفساد سے دنیا میں روکتا ہے جو دنیا کے امن وامان کے لئے ضروری ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ مخلوق یا بتوں کی محبت اور پرستش شرک ہے بلکہ دنیا کی محبت اور اس کے حصول میں خالق حقیقی کا بھلا دیا جانا بھی شرک ہے اور یہ شرک خفی کی ایک قسم ہے۔ ترک علایق اور ترک حب دنیا یہ نہیں کہ کونے کھدڑے میں صافہ اوڑھ کر منہ چھپا کر بیٹھ جائیں۔ بلکہ سامنے شہوات لوازمات سہولیات اور دولت کے ڈھیر ہوں اور ان سے انسان اتنا ہی لے جتنا ضرورت ہے حیات کے سلسلے کو باقی رکھنے کے لئے۔ مدینہ منورہ میں مال غنیمت کے انبار لگنے لگے نا ہی حضور ﷺ نے نا ہی مقتدر صحابہؓ نے اس میں اپنا حصہ لیا حضرت عمرؓ کے سامنے گھر پر اچھا کھانا پروسا گیا تو پوچھا کہاں سے آیا تو کہا کہ روزانہ کی آمد میں سے بچا کر بنایا گیا ہے تو آپ نے بیت المال کے منتظم سے کہا کہ آج سے اس میں کمی یا تخفیف کرے کیونکہ اتنے میں ہمارا گزارا ہوسکتا ہے یہ زاید حصہ مسلمانوں کا حق ہے۔

جب ہم بہتی ہوئی ہوا ندی نالے اور دریا کے پانی میں ہوتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ کوئی شے ہمیں چھو کر گزر رہی ہے مگر اس احساس کو ہم قابو نہیں کرسکتے۔ نماز روزہ حج ذکر وہ اعمال یا اشیاء کا احساس ہیں جسے ہم محسوس تو کرتے ہیں لیکن اس

کے حاصل ہونے کا ہمیں ادراک نہیں ہوتا بس اتنا جانتے ہیں کہ کوئی غیبی قوت ہمیں دیکھ رہی ہے یہی احساس ایمان ہے جب یہ احساس کائنات کی نیرنگیوں میں دکھائی دینے لگے قلب ونظر کوتو یہ معرفت الٰہی کی طرف بڑھتا قدم ہے کوئی خالق اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے اس کی عبادت کرنا اطاعت کرنا ایمان ہے۔

الحاصل: اس دسویں آیت سے ثبوت اوراپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ: دیدار اوربصیرت پر بلانا اللہ کے رسول اور مہدی موعود آخرالزماں کا ہی منصب جلیلہ ہے۔ یہ ایسے دعوت ہے جسے ہر کوئی ہضم نہیں کرسکتا اس کے لئے دین ایمان اورمعرفت الٰہی کا اعلیٰ ظرف ہونا چاہئے۔ یہی بات ہے جب اللہ کے رسول ﷺ نے اہل مکہ کے سامنے معراج کی حقیقت بیان کی تو کئی لوگ مرتد ہوگئے اور آپؑ کے تابع تام مہدی موعود نے جب دیدار یا بصیرت کی دعوت دی تو مسلمان تو الگ بات ہے جن کو دینی عالم ہونے کا غرّہ ہوتا ہے وہ بھی انکار کربیٹھے۔

گیارھویں آیت سورہ ملا ئکہ (فاطر) کی جسے مہدیؑ موعودؑ نے دعوی کے ثبوت میں پیش کیا آیت نمبر 32 ہے۔ **ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ج فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ج وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ م بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ o ط** پھر ہم نے وارث بنایا اس کتاب کا ان کو جنہیں ہم نے چن لیا تھا اپنے بندوں سے۔ پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض درمیان رو ہیں اور بعض سبقت لے جانے والے ہیں نیکیوں میں اللہ کی توفیق سے یہی (اللہ تعالی کا) بہت بڑا فضل ہے۔ مہدیؑ موعود علیہ السلام نے اپنے دعوی مہدیؑ کے ثبوت میں یہ گیارھویں آیت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ وارثین کتاب سے مراد تیری قوم ہے فقط ان کے سوائے نہیں۔ اس آیت میں وارث بنائے جانے کی بات ان بندوں کے لئے ہے **اَصطَفَيْنَا** جو "چنے" ہوئے ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا تمام اُمت کے افراد چنے ہوئے ہوسکتے ہیں۔ پھر بات گھوم پھر کرو ہیں آتی ہے اِمَا مًا... و مِنْ ذُرِّيَتِي یعنی اے اللہ تو میری اولاد میں امام بناء....اور اللہ نے کہا کہ میں ظالموں کو امام نہیں بناؤں گا۔ لہٰذا وارث کا بنانا خصوصیت کا حامل ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے ہم انبیاء کے گروہ کسی کے وارث نہیں۔ یہ دنیا کی وراثت کی بات ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے میں دین حنیف لایا ہوں جو کہ ابراہیمؑ کا تھا یعنی نبوت کی وراثت۔ **رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا** (بقرہ ۱۲۹) اے ہمارے رب! بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول۔ یہ وراثت آدمؑ سے تمام انبیاء میں منتقل ہوتی رہی ہے۔ اللہ کی کتاب کی وراثت عظیم ذمہ داری ہے اس کے لئے **اِمَامًا** .... **وَذُرِّيَتِي** کے علاوہ **من یخفو اثری و لا یخطی** اللہ کے رسول ﷺ کے قدم بہ قدم چلنا اور خطا نہ کرنا اولین شرط ہے اس شرط پر کوئی صاحب بینہ یعنی دلیل روشن کے اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ اس آیت کے ثبوت میں **ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ** کے الفاظ ہیں وارث وہ ہوتا ہے جس کو اپنے اجداء کی طرف سے ترکہ میراث کے طور دیا جاتا ہے غیر وارث کو یا تو انعام صدقہ بخشش عطا خیرات دی جاتی ہے۔ چونکہ مہدی موعود آخرالزماں **اِمَامًا** .... **وَذُرِّيَتِي** ہونے کی وجہ سے آل ابراہیم وآل محمد ﷺ سے ہیں ان کا وارث ہونا حق ہوا ہے۔ اور وہ قول

جوعوارف میں مذکور ہے ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نہیں ہے کوئی آیت مگر اس کے لئے ایک قوم ہے جو قریب میں اس آیت کا معنی جانے گی صاحب زوارف مولانا علی پیرو نے کہا ہے۔ پس اس سے سمجھا جاتا ہے کہ بعض معانی جو صحابہؓ کے دل میں نہیں گزرے تھے وہ گزریں گے بعض متاخرین خصوصاً اصحاب مہدیؑ کے دلوں میں۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ج وَمِنْهُمْ سَابِقٌ م بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ایسے کہ اللہ کی راہ میں وطن کو چھوڑا لوگوں کی طعن و تشنیع کو برداشت کیا فاقے سہے اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے عزلت از خلق اختیار کی تقویٰ تو کل میں فاقوں کے علاوہ پہننے کو صرف ایک لنگ اور سر پر رسی باندھ لی اللہ کی راہ میں ہجرت اختیار کی راستوں اور زمانے کی صعوبتوں کا شکوہ اللہ سے نہ کیا اور ایمان و یقین کے ساتھ اپنے ہادی و مہدیؑ کے ساتھ مستقل ڈٹے رہے۔ صحابہؓ مہدیؑ اور تابعین کے اسوہ دین و ایمان عقیدہ استقامت کے عشر عشیر کو بھی پچھلے صدی کی قوم مہدویہ نہیں پہنچ پائی یہ انہیں کا حصہ تھا وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ کا حق انہیں حق پرستوں نے ادا کیا ہے انہیں کے نام پر آج حلوہ مانڈہ کر کے قوم مہدویہ ہونے کا ہم ڈھونگ رچا رہے ہیں۔ حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ نے 18 مہینہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر ایمان و یقین مہدیؑ کے پائے استقلال میں جنبش نہ ہوئی شہنشاہ اکبر کو اپنے درباری عالموں کی سرزنش کرتے ہوئے کہنا پڑا کہ اصل حق پرست مومن یہی ہیں۔ حضرت شیخ علائیؒ کو ہاتھی کے پیروں سے کچلا گیا لاش کا مثلہ بنایا گیا مگر اپنے ایمان وعقیدے سے مکرنا گوارہ نہ کیا۔ کوئی وقت تھا دنیا دار علماء کالی بلی کی چھاک پاک ہے یا ناپاک کی غیر شرعی مباحثوں میں الجھے ہوئے تھے' آج قوم کے رہبر منکر مہدی کو منتظر' گنج شہدا کو پٹھان بیگ ایصال ثواب گھڑی کو اپنے عالم فاضل افضل العلماء خطیب دوراں جلالۃ الملک مجتہد ثابت کرنے کی دوڑ میں ہوش سدھ بدھ گنوا کر قوم کو غیر شرعی وعقایدی مسلوں میں الجھا کر مدہوش کر دیا ہے۔

بھول گئے سب حرف صداقت لکھنا　　رہ گیا کام ہمارا ہی بغاوت لکھنا　　حبیب جالب

الحاصل: اس گیارہویں آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ: اس سے معلوم ہوا کہ کتاب کا وارث صرف ایک دلیل روشن اللہ کے خلیفہ جو بینہ ہوا سے بنایا جاتا ہے اور اس کا بار اور ذمہ اس کی قوم پر ہوتا ہے۔

بارہویں سورہ محمدؐ کی 38 ویں آیت اپنے دعویٰ کے ثبوت میں مہدیٔ موعود علیہ السلام نے پیش کی: هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ج وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ط وَ اللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ج وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ لا ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ٥ ع ا اگر تم روگردانی کروگے (تو اس سعادت سے محروم کردئے جاؤ گے) تو وہ (اللہ) تمہارے بدلے لائیگا ایک قوم کو تمہارے اور وہ تم جیسے نہ ہونگے (آیت کا آخری حصہ) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ لا ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ یہ آیت جب نازل ہوئی تو صحابہؓ نے کہا یہ کون لوگ ہیں۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ حضور ﷺ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے آپؐ فرمایا وہ فارس کے رہنے والے لوگ ہیں یعنی یہ اور اس کی قوم۔ حضرت سلمان فارسی عجمی تھے حضور ﷺ نے عجمیوں کی نسبت فرمایا ہے کہ "تمہارے

عوض دوسری قوم لائے گا وہ تم جیسے نہ ہوں گے ۔اورحضرت مہدئ موعود کا تعلق عجم سے ہے۔یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ حضورﷺ یہاں حضرت سلمان فارسیؓ جو فارس یا موجودہ ایران کے رہنے والے تھے ان کی طرف اشارہ کرر ہے کہ ان کی قوم ہےاس سے پہلے آپﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف اشارہ کیا تھا کیونکہ وہ یمن کے رہنے والے تھے یہاں معلوم ہورہا ہے کہ دونوں عجمی صحابہ رضوان اللہ کی طرف اشارہ صاف بتارہا ہے کہ وہ قوم عجمی ہوگی اور ظاہر ہےان کے 'امام'' بھی عجمی ہی ہونگے ۔غیر عرب کو عجمی کہا جا تا ہے کہ لہٰذا ملک ہندوستان جہاں مہدئ موعود آخرالزماں کی بعثت ہوئی وہ بھی عجم ہے ۔حق پرست غیر مہدویہ مصنفین کی شہادتیں اس بات کی گواہ ہیں کہ وہ قوم مہدئ موعود کی تھی جن کو چن لیا گیا وہ ملا اعلی کے فرشتوں کے مانند تھے زمین کی طہارت کے لے بھیجا گیا تھا۔ایک قوم کولائے جانے کا وعدہ دوبار ہوا ہےایک سورہ المایدہ میں اور دوسرا سورہ محمد میں۔حق سے انکار کئے جانے پر دوسری قوم کولائے جانے کا وعدہ المایدہ میں تو کیا ہی ہے!سورہ محمدؐ میں ایسا وعدہ کرنا کیا حیرانی کی بات نہیں؟سورہ محمدؐ میں غور کرنے سے بہت سارے حقایق روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتے ہیں۔سورہ محمد کا نزول 95 اور سورہ المایدہ کا نزول 112 ہےاس کے بعد صرف دوسورہ نازل ہوئے سُورہ توبہ 113 اور سورۂ النصر 114 یہ سورۃ جو نزول کی آخری سورۃ ہےاس میں حضورﷺ کے وصال کی خبر دے دی گئی ۔اس کے بعد کوئی سورہ نازل نہیں ہوئی اور قرآن مکمل ہوگیا اس لئے یہ بات غور طلب ہے کہ حضور نبی کریمﷺ کی 23 سالہ نبوت کی زندگی کے آخری ایام میں اللہ تعالی کا یہ کہنا کہ ایمان والوں اگر تم دین سے پھر گئے یا مرتد ہوگئے یا اپنے عقاید میں اللہ احکام کی نافرمانی کی تو اللہ تعالی ایک قوم کولائے گا جن سے اللہ محبت کریگا اور وہ قوم اللہ سے محبت بھی کریگی اور کسی ملامت کرنے والے سے نہیں ڈریں گے اور سورہ محمد 95 نزول میں یہ کہنا کہ ''وہ تم جیسے نہیں ہونگے''معنی مرتد کمزور ایمان والے نفاق میں مبتلاءنہ ہونگے ۔ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ''سر پر قرآن اور ہاتھ میں تلوار'' مہدیوں کا شعار تھا۔جس آیت کا ذکر اوپر ہوا ہے جو حضرت مہدئ موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کی اس کا نمبر 38 ہے یہ آخری آیت ہے کیونکہ اس سورہ میں اڑتیس ہی آیات ہیں اس سورہ کا نزول 95 ہےاور یہ مدنی سورۃ ہے۔اس سورہ کی پہلی آیت دیکھیں اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ..... جنہوں نے (خود بھی) حق کا انکار کیا اور (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے رہے اللہ نے ان کے عملوں کو برباد کردیا اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور (اس پر) ایمان لائے جو اتارا گیا محمدﷺ پر وہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے اللہ تعالی نے دور کردیں ان سے ان کی برائیاں اور سنوار دیا ان کے حالات کو (سورہ محمد ۲) اب اس پہلی آیت اور آخری 38 ویں آیت کے بیان کو ملا کر دیکھیں کہ جس میں اللہ کے احکام کا انکار کرنے پر ایک دوسری قوم کو لانے کا وعدہ کیا جارہا ہے ۔اور اُس قوم کا ذکر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور جو محمدؐ پر اتارا گیا حق ہے جس کی پیروی کرنے والوں کی برائیاں دور کر کے سنوار دیا گیا۔ان آیات میں کفار و مشرکین کا ذکر نہیں ہے بلکہ جنہوں نے حق کا انکار کیا اور دوسروں کو بھی اللہ کی راہ سے روکنے پر ان کے عملوں کو برباد کرنے کی بات ہے۔یعنی اُمت کے وہ لوگ جن کو مسلمان ہونے کا دعوی تو ہے مگر اصل

میں وہ حق سے روکنے والے اور خود حق کا انکار کرنے والے ہیں۔اب اس کے بعد اسی سورہ کی 14 چودھویں آیت دیکھیں اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ کَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ وَ اتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَ ھُمْ کیا وہ شخص جس کے پاس روشن دلیل ہے اپنے رب کے پاس سے اس کی مانند ہے؟ آراستہ کردئے گئے ہیں برے اعمال اور وہ پیروی کرتے رہے اپنی خواہشوں کی۔ یہاں جس بینہ کا ذکر ہوا ہے اس کے انکار کرنے والوں کے لئے ان کے لئے برے اعمال ہی کرتے رہنے یا حق کا انکار ہی کرتے رہنا ہمیشہ کے لئے مقدر کردیا لیکن!!!سورہ ھود کی آیت 17 میں جوفرق ہے اسے محسوس کریں اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَ یَتْلُوْ شَاھِدٌ مِّنْہُ وَمِنْ قَبْلِہٖ کِتٰبُ مُوْسٰٓی اِمَامًا وَّ رَحْمَۃً .... پس کیا جو ہو کھلے راستے پر اپنے رب کی طرف سے اور اس کے ساتھ (اللہ کی طرف سے) گواہ ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت اور یہی لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر اور گروہوں میں سے اور جو اس کا منکر ہو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔یہاں پر ایک ایسے بینہ کا ذکر ہے جس کی گواہ کتاب موسیٰ اور امام رحمت اللعالمین ﷺ ہیں اور اس بینہ کے منکر کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔اور سورہ محمد کی 15 آیت میں ایک ایسی جنت کا ذکر ہے جو صرف متقیوں کے لئے ہے۔سورہ ھود کا نزول 52 اور سورہ محمد کا نزول 95 ہے یعنی پہلے والے بینہ کی تائید بعد والے بینہ کی سورۃ میں اور اسی سورہ محمد کی آیت 4 حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا یہاں تک جنگ اپنے ہتیار ڈالدے۔ کے تعلق سے امام عبد بن حمیدؒ نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت بیان کی کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کا زمانہ ظہور بتایا ہے۔مطلب یہ کہ 1) مہدی موعودؑ کا اپنے دعوی کے ثبوت میں سورہ محمد کی آیت کا پیش کرنا 2) اس سورہ کی پہلی اور آخری آیات میں حق کا انکار کرنے والوں کو دھتکار کر ایک دوسری قوم کو لانے کا وعدہ کرنا 3) قرآن کے بینات کی الگ کیفیات و احوال کا بیان 4) اور اسی سورہ میں حضرت عیسیٰؑ کے زمانے کا ظہور کہ جس میں کسی ہادی مہدی کا ذکر نہ ہونا اشارہ کررہا ہے کہ سورہ محمد میں اُمت کے انکار کی حقیقت کا خلاصہ پیش کردیا اور خاتمین کی حقیقت کا ظاہر کیا ہے۔رہی بات حق سے روکنے کی جس کا اوپر ذکر ہوا ہے اسلام میں کئی ایسی جماعتیں اور فرقے ہوئے ہیں جو ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اب ان میں کون حق پر ہے اس کا فیصلہ اللہ نے کرنا ہے جبکہ دنیا میں انہوں نے خود کا حق پر ہونا مشہور کررکھا۔مسلمانوں کے تمام فرقوں میں ایک بات عام ہے کہ دنیا میں جتنی جماعتیں اور فرقے ہوئے ہیں انہوں نے یا ان کے بانیوں نے شان خداوندی میں یا شان رسول ﷺ میں کبھی نہ کبھی گستاخی یا بدزبانی ضرور کی ہے ان کے حالات اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔صحابہؓ مہدی نے یا ان کے تابعین یا تبہ تابعین نے کبھی شان رسالت میں کبھی گستاخی نہیں کی۔البتہ آج کے کچھ خود نما اور شہرت کے دلدادہ خود ساختہ لوگوں نے یہ کام شروع کیا ہے۔

الحاصل:اس بارہویں آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ:جب کسی قوم کو کتاب دی جاتی ہے تو اس کے بعض احکام کو مانتے ہیں بعض کو نہیں مانتے تو اللہ تعالی انہیں ایمان کی سعادت سے محروم کرتا ہے انہیں منکرین میں شمار کرتا ہے۔اور ایک دوسری قوم کو مبعوث کرتا ہے جو اللہ کے احکام سے روگردانی نہیں کرتے وہ اس کتاب کے ہر حرف لفظ کا اقرار کرتے

ہیں بلکہ کسی بھی حکم کو ناسخ و منسوخ نہیں مانتے ۔

تیرہویں ہویں آیت سورۃ الرحمٰن کی مہدیؑ موعود علیہ السلا نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی ۔اَلرَّحْمٰن ، عَلَّمَ الْقُرآن ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ ، عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (۱ ۔۴) رحمٰن نے قرآن کا علم دیا' پیدا کیا انسان کو اور اس کو بیان کی تعلیم دی ۔مہدیٔ موعودؑ نے فرمایا مجھے اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہے کہ انسان سے مراد تیری ذات ہے ۔رحمٰن یعنی اللہ تعالی نے قرآن کا علم دینے اس کے بعد' 'انسان کو پیدا کر کے بیان کرنے کی بات بتای ہے ۔عموی طور پر تمام بیان اورتر جمع حضو ﷺ کو قرآن دینے اور اس کا بیان کرنے کی بات بتاتے ہیں جبکہ یہاں صاف اور واضح پیغام ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کی تعلیم دی نبی کریم خاتم الانبیاء محمد ﷺ کے ذریعہ دینے اُس کے بعد خلق میں ایک انسان کو پیدا کر کے بیان کرنے کی بات بتائ ہے ۔ورنہ پہلے تعلیم دینے کے بعد انسان کو پیدا کر کے بیان کرنے کی بات کیوں بتائ ۔اگر قرآن کی تعلیم دینے اور اس کا بیان کرنے کی بات ہوتی تو معاملہ صاف ہو جاتا لیکن ! درمیان میں' 'انسان' ' کو پیدا کر کے بیان کرنا یہ بتا رہا ہے کہ معلم قران محمد ﷺ کے بعد ایک انسان کو پیدا کر کے اس قرآن کا بیان کیا جاے گا ۔یہی بات حضو ﷺ نے بتائ ہے کہ' 'مہدی اللہ کا خلیفہ ہے اس کی بیت کرو' اور یہ بھی بتایا کہ' 'وہ میرے قدم بقدم چلے گا خطا نہیں کریگا' ' ۔اوران باتوں کی گواہی اللہ تعالی نے بھی دی ہے ۔قُلْ اَىُّ شَىْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهِ شَهِيْدٌ بَيْنِىْ وَ بَيْنَكُمْ وَاُحِىَ اِلَىَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِىْ بَرِىٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۔' 'اور وحی کیا گیا ہے میری طرف یہ قرآن تا کہ میں ڈراؤں تم کو اس کے ذریعہ اور ' 'وہ ڈرائے گا جو میرے مقام کو پہنچے' '(انعام ۱۹) بندگی میاں عبدالغفور سجاوندیؒ نے ہژدہ آیا دہ میں لکھا ہے کہ' کیونکہ آیت کے معنی میں قرینہ اس کے خاص ہونے پر ظاہر ہے اس طرح وہ معنی دوسرے کے لئے سزاوار نہیں اور اس میں تین وجہ ہیں پہلی وجہ یہ کہ لیّ میں جویا ہے اُس پر عطف ہو یعنی' 'وَ اُحِىَ اِلَىَّ وَلِىٰ مَن بلغ ' ' اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ یہ قرآن وحی کیا گیا ہے میری طرف اور اُس شخص کی طرف جو میرے مقام و مرتبہ کو پہنچے پس اگر کہے تو کہ مہدیؑ کی طرف قرآن کا وحی کیا جانا کیا معنی رکھتا ہے نبی ﷺ کی طرف وحی کیا جانا تو ظاہر ہے خاص و عام سے کسی پر مخفی نہیں تو میں کہونگا کہ مہدیؑ کی طرف وحی معنی کے اعتبار سے مہدیؑ کی طرف' 'معنی' ' قرآن بلا واسطہ وحی کئے جائیں گے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے' پھر ہمارے ذمہ ہے قرآ آن کا بیان یعنی ولایت محمدؐ کے اظہار کے ساتھ مہدی موعودؑ کی زبان سے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عطف اس ضمیر مستتر پر ہو نذر کم میں ہے اور یہ بات معطوف و معطوف علیہ میں فصل ہونے سے جایز ہے ۔یعنی میں ڈراؤں گا تم کو قرآن کے ذریعہ اور وہ ڈرایگا جو میرے مقام کو پہنچے ۔پس اس صورت میں و من بلغ سے مراد مہدیؑ کی ذات ہوگی اور جو ضمیر بلغ میں پوشیدہ ہے قرآن کی طرف سے راجع ہے محذوف ہے یعنی اور جس کو قرآن بطریق وراثت پہنچے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا ان لوگوں کو جنھیں ہم نے منتخب کرلیا اپنے بندوں میں سے پس ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں ۔یہی بات ہے علم القرآن کے بعد خلق الانسان علمہ

البیان کہا گیا ہے ۔اورسورۃ الرحمٰن میں ایک واضح اشارہ معلم قرآن ومبین قرآن کا اس طرح ہے کہ اس میں ہر چیز دو دو بیان ہوئی ہے ۔آسمان وزمین ۔جن وانس ۔مٹی اور آگ ۔مشرق ومغرب ۔دو دریا جو باہم نہیں ملتے ۔شعلہ اور دھواں دو باغ جنت کے ۔دو چشمے جنت کے ۔میوے کی دو قسمیں ۔یاقوت ومرجان ۔کیوں نہیں تین چار قسمیں بیان ہوئیں صرف دو کی مثالیں کیوں؟ دراصل یہ کنایہ ہیں ۔سوائے اللہ تعالی خالق ورب العالمین کے خلقت میں ہر چیز دو یا اس کی نذیر پیدا کی گئی ہے چاہے جانداروں میں ہو یا بے جان چیزوں میں دوئی صرف مخلوق کے لئے ہے اور واحد ذات اللہ تعالی کی ہے ۔اسی طرح محمد مصطفی ﷺ کی نذیر مہدی آخر الز ماں ہیں جنہیں اس سورت کی ابتداء میں **خلق الانسان** کہا گیا جو **علمه البیان** ہیں **علم القرآن** یعنی حضور نبی کریم ﷺ کے جن پر قرآن نازل کیا **الرحمن** نے ۔یعنی جس طرح قرآن کا علم دینے والے تھے اسی طرح اس کا بیان کرنے والے خلق میں بعد میں پیدا کئے جائیں گے ۔سوال کیا جائے گا جب قرآن میں ہر چیز کا بیان صاف ہے تو ایسے اشارے کنایہ کی ضرورت کیا ہے ۔اس کا جواب سابق انبیا پر نازل کردہ کتابیں ہیں جیسے توریت انجیل زبور و دیگر جسے علمائے اسلام کا بڑا طبقہ بطور شہادت وروایت بیان کرتا ہے اس میں بھی ایسے کنایہ ہیں ۔جیسے خدائے یتاماں کا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ کوہ فاران پر داہنے ہاتھ میں آتشیں شریعت کے ساتھ نزول کرنا ۔علمائے اسلام مانتے ہیں کے ''خدا کا آنا'' یعنی اس کے خلیفہ محمد رسول ﷺ کا آنا ہے ''دس ہزار قدسیوں'' کے ساتھ یعنی فتح مکہ کے دن حضور ﷺ کے ہمرکاب دس ہزار صحابہؓ تھے ''کوہ فاران'' یعنی جبل احد جو مکہ مکرمہ میں ہے اسے اسلام سے پہلے کوہ فاران کہتے تھے اور آتشیں شریعت یعنی ''قرآن مجید'' ۔اور قرآن میں بھی ایسا بیان آیا ہے ۔صلح حدیبیہ کا بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ''اے محمد جب لوگ تم سے (ببول) کے پیڑ کے نیچے صلح کر رہے تھے تو اُس وقت اُن کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ پر تھا'' ۔لوگ تو محمد ﷺ کے ہاتھ بیعت کر رہے تھے اللہ کا کہہ رہا ہے وہ میرا ہاتھ تھا ۔مطلب اس کا یہ کہ بحیثیت اللہ کے نبی خاتم الانبیا ﷺ خلیفۃ اللہ تھے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہوا ۔اسی طرح معرکہ بدر کے واقعہ کو یاد دلاتے ہوئے اللہ فرماتا ہے ''اے محمدؐ جو تم کنکریاں (کفار کے لشکر پر) پھینک رہے تھے تو وہ اللہ کا ہاتھ یعنی وہ کنکریاں اللہ پھینک رہا تھا ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو اگر کفار کو تہس ونہس کرنا ہے تو آن واحد میں کر دیگا لیکن چونکہ انسان کو کچھ ذمہ داریاں اللہ نے دنیا میں دی ہیں اسے انسان کو پورا کرنا ہے تو کبھی کبھی اللہ تعالی اپنی نبیوں رسولوں اللہ لے خلیفوں کے اعمال واقوال کو اپنا بتاتا ہے جیسے ''رسولؐ کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت کرنا ہے'' بالکل اسی طرح بعد کسی زمانے میں ایک انسان کو خلق میں پیدا کر کے قرآن کے بیان کرنے کی بات اللہ تعالی نے بتائی ہے اور یہ ایک معلم قرآن ہیں جن پر قرآن نازل ہوا دوسرے علمہ البیان ہیں جن پر قرآن کے بیان کا ذمہ ہے ۔یہ دو الگ الگ حیثیتیں ہیں جیسا کہ سورۂ رحمٰن خلایق کی مثال میں دو دو چیزوں سے دی گئی ہیں ۔قرآن نے ایسے بہت اشارے استعارے دے ہیں تاکہ انسان ان میں غور کرے جیسا کہ سورہ یوسف کی ۱۰۸ آیت میں ''میں اور میرا اتابع'' کہا گیا ۔اور اس آیت میں بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُم بَین کے معنی درمیان ،بیچ ،دو چیزوں کے درمیان کو بتانے کے لئے ہے اسی طرح **بینک** ...یا..... **بینکم** درمیان یا

تمہارے درمیان کے لئے آتا ہے۔اسی طرح عَلَّمَ الْقُرآن ، عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کے درمیان ایک, خَلَقَ الْإِنْسَان کو پیدا کئے جانے کی بات کہی گئی ہے۔بتانا مقصود یہ ہے کہ جہاں جہاں معلم قرآن کا ذکر ہوا ہے وہیں پر ایک مبین کلام اللہ یا بینہ کا ذکر ضرور ہوا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعثت نبوت کے خاتم ﷺ کے بعد بعثت خاتم ولایت خلافۃ اللہ ایک حقیقت ہے جنہیں قرآن کا بیان کرنے مراداللہ بیان کرنے کے لئے مبعوث کیا جائے گا۔اس بات کواللہ تعالی نے مثالوں سے سمجھایا ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ , بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (۲۰/۲۱الرحمٰن)اس نے رواں کیا دونوں دریاؤں کو جوآپس میں مل رہے ہیں ان کے درمیان آڑ ہے آپس میں گڈمڈ نہیں ہوتے۔دو دریا یا سمندر میں ایک ایسی جگہ ہے جہاں دو سمندر ملتے ہیں دونوں کے پانیوں کا رنگ الگ ہے صاف دکھائی دیتا ہے مگراس بات کا پتہ انیسویں صدی عیسوی یا چودھویں صدی ہجری میں چلا جبکہ قرآن نے اس کی نشاندہی پہلے ہی کردی بالکل اسی طرح قرآن علم القرآن اور خلق الانسان کے درمیان کا فرق بتارہا ہے کہ پیغمبر آخرالزماں اور مہدی آخرالزماں کواللہ تعالی نے ہی مبعوث کیا ہے لیکن ان دونوں کے درمیان مقام مرتبہ وقت زماں ومکاں کا فرق ہے ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے جب کہ دونوں محمد ہی ہیں مقام اور مرتبہ میں ان ایک واضح فرق ہے۔اس کے علاوہ آیت ۲۵ میں کہا کہ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيمٍ اٰنٍ ہم عنقریب ''توجہ'' فرمائیں گے تمہاری طرف۔اس کے بعد والی آیات کے اسباق میں جہنم کا ذکر ہے مگراس میں عنقریب ''توجہ'' فرمانا غور کے قابل ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بیان کے مطابق مہدی کی بعثت میں کیا معرفت الٰہی کے بیان سے متوجہ کرنا نہیں ہے؟ قرطبی میں ترمذی کی حدیث حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہؓ کے پاس تشریف لائے تو ابتداء سے لے کر آخر تک سورہ رحمٰن پڑھی تو صحابہؓ خاموش ہوگئے فرمایا (رسول اللہ ﷺ نے)میں نے اسے جنوں والی رات میں جنوں پر پڑھا تھا وہ تم سے اچھا جواب دینے والے تھے میں جب بھی اس آیت پر پہنچا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ وہ (جن) کہتے: ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اے ہمارے رب تیرے لے لحمد ہے۔یہاں یہ بات معلوم ہورہی ہے کہ سورۂ الرحمٰن میں بیان کی گئی حقیقت کو صحابہؓ نے نہیں سمجھا اس میں پوشیدہ حقیقتوں کو۔اور میراں مہدی موعودؑ نے ہی پہلی بار اُمت کواس طرف خاص توجہ دلائی ہے جو آپؑ کے مہدی آخرالزماں ہونے کا بین ثبوت ہے۔لہٰذا مہدئ موعود علیہ السلام کو مراداللہ یعنی اللہ کی مراداللہ کی مرضی کے مطابق قرآن کا بیان کرنے کے لئے جو حضور ﷺ پر نازل ہوا تھا اور اللہ تعالی نے مبین کلام اللہ مہدئ کی بعثت کی ہے۔قرآن کے نزول کے بعد تفسیریں لکھی جاسکتی ہیں شرحیں کی جاسکتی ہے احکام اور فقہ کے اصول بتائے جاسکتے ہیں ان لوگوں سے جن کو خدا کے طرف سے یہ کام نہیں دیا گیا البتہ انہوں نے اُمت کی بھلائی اور درستگی کے لئے یہ اعمال کئے ہیں تو کیا اللہ تعالی اپنی مراد اپنی مرضی اور قرآن کے صحیح بیان کے لئے جو اپنے نبی ﷺ پر نازل کیا گیا ایک خلیفہ کو معبوث نہیں کرسکتا؟ یہ بالکل ایسا ہے جیسے کہ تو نے قرآن دے دیا ہمارے پاس عقل ہے اور سمجھنے سمجھانے کی ذمہ داری ہماری ہوگی والی بات ہے مہدئ موعود کے خلیفۃ اللہ کے انکار میں یہی بات ہے۔

اسی کے تناظر میں مقطعات اور آیات متشابہات کو سمجھیں۔قرآن مجید میں احکام قصایص اور بیان کی 6666

آیات کل ہیں ۔لیکن احادیث کی کوئی گنتی نہیں ہے خصوصاً حضور نبی کریم ﷺ کے مقرب صحابہؓ سے جیسے مہاجر صحابہؓ سے بہت کم احادیث بیان ہوئی ہیں ۔احادیث انصار اور دوسرے صحابہؓ نے زیادہ بیان کئے ہیں مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ سے سب سے زیادہ حدیثیں 5374 بیان ہیں ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ (یہ مہاجرین میں ہیں) ان سے 2630 'انس بن مالکؓ سے 2286 ' حضرت عائشہؓ سے 2210 'عبداللہ بن عباسؓ سے 1660 (یہ مہاجر ہیں) 'جابر بن عبداللہؓ سے 1540 اور ابوسعید خدریؓ سے 1170 احادیث بیان ہیں ۔یہ اعداد بتانے کا مطلب اس لئے ہے کہ یہاں دیکھیں ان میں مقرب صحابہؓ سے کم سے کم احادیث مروی ہیں وہ اس لئے جن صحابہؓ رسول نے حضو ﷺ کے مقام ومرتبہ کو سمجھ لیا تھا آپ کی نبوت کے تقدس واحترام میں حد درجہ بڑھے ہوے تھے انہیں آپ ؐ سے بار بار یا ہر مسئلے پر استفسار کرنا ضروری نہیں سمجھا بات کو سمجھنے کی ضرورت وہاں پیش آئی جو نبوت کے پیغام کو سمجھنے میں آپ کی مدد واعانت کے بغیر اسلام وایمان کی حقیقت کو سمجھ نہیں پاتے تھے ۔یہی وجہ ہے کے مقطعات یا آیات متشابہات پر حضو ﷺ سے مزید استفسار کرنا انہوں نے ضروری نہیں سمجھا ورنہ کیا بات ہے کہ اللہ تعالی نے انہیں قرآن میں نازل بھی کیا اور ان کو پوشیدہ بھی کیا۔اور سورۃ الرحمٰن مکی ہے اور مکی دور میں صرف احکام پہنچائے گئے وضاحت نہیں طلب کی گئی وضاحت اور استفسار کا دور مدینے میں شروع ہوا ہے۔اس کے باوجود علم القرآن کے بعد انسان کو پیدا کر کے قرآن کا بیان کرنے کی بات کا خلاصہ مدینے میں بھی نہیں کیا گیا اور ہوتا بھی کیسے جب ایک آخر اور عظیم شریعت کا نفاذ ہونا تھا اور 23 برس کے قلیل عرصے میں تمام کی تمام صراحتیں اور وضاحتیں تو نہیں ہوسکتی تھیں اسی لئے کچھ اُمت کے علماے حق نے انہیں سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی اور جب وہ بھی انہیں سمجھنے میں نا کام رہے تو اللہ تعالی نے اپنے خلیفہ مبشر رسول ﷺ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے ذریعہ بتایا ہے۔اور مہدی موعود آخرالزماں نے ان کی علمی وضاحت اور مباحث میں اُلجھنے کے بجائے اُمت کو شریعت کے ذریعہ معرفت الٰہی کی جستجو کے لئے تعلیمات ولایت مخصوصہ کا نظام عمل پیش کیا کہ بندے بجائے علمی مباحث میں الجھنے کے عمل پیرا ہو جائے اُس طریقے پر جو اللہ کے رسول ﷺ کا خاص طریقہ تھا۔مہدی مبین کلام اللہ کیسے ہوے؟ انہوں نے جو بھی بیان قرآن کیا وہ اپنے صحابہؓ کے دور میں کیا بیان تو درج نہیں ہوتا ۔بیان سے مراد بہت سارے خلاصے وصاحتیں تشریحات کرنے کے بجائے مختصر احکام واحوال بتا دینا جس میں قرآن کی جامعیت ہو یہ کام مہدی موعودؑ نے کیا ہے 'تعلیمات ولایت مقیدہ مخصوصہ کے ذریعہ'اگر یہ مانا جائے کہ قرآن میں اور احادیث میں تمام تفصیل اور وضاحتیں بیان ہوگئیں ہیں تو پھر یہ ہزاروں تفسیریں کیوں لکھی گئیں یہ تشریحات یہ احادیث کی وضاحتیں کیوں کی گئیں آج بھی کیوں ہو رہی ہیں ۔کیوں نہیں قرآن وحدیث پر جوں کا توں عمل نہیں کیا جاتا ؟ ۔خاطی وگنہگار عالموں کو مفسر ومحدث مان لیا جاتا ہے تو کیوں نہیں خلیفۃ اللہ مہدی کو مبین کلام اللہ مانا جائے؟۔

الحاصل : اس تیرہویں آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ: اللہ تعالی نے قرآن کو اللہ کے رسول ﷺ پر نازل کرنے کے بعد کسی اور زمانے میں اس کے بیان (معرفت الٰہی یا دیدار کی دعوت) کا وعدہ کیا ہے ۔وہ مبین کلام اللہ

مہدیٔ موعود آخرالزماں ہیں۔

چودھویں آیت سورہ واقعہ کی 13: ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ اور تھوڑے اولین میں سے ہونگے۔ جو انبیا صالحین اور صحابہؓ۔ مہدیٔ موعودؑ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ ایک جماعت اولین میں سے اس اُمت کے اگلے لوگ مراد ہیں اور اصحابؓہ رسول ﷺ اور تابعین ہیں۔

الحاصل : اس چودھویں آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ یہ مخلصین کی جماعت رسول ﷺ کے صحابہؓ کی ہوگی جو مختصر ہوگی اور اژدھام والی جماعت ہونا ان کا ضروری نہیں ہے۔

پندرہویں آیت سورۂ واقعہ کی 14 اپنے دعوی کے ثبوت میں مہدیٔ موعودؑ نے پیش کی: وَ قَلِيْلٌ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ اور تھوڑے آخرین میں سے ہیں۔ مہدیٔ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے آخرین سے فقط تیری قوم مراد ہے۔ قرآن میں کئی آیات اور احکام میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ حق کو قبول کرنے والے ہمیشہ مٹھی بھر رہے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ تابعین تبع تابعین جو ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ تھے ان کے دور کے بعد ایسے ایسے فرقے عقیدے اور جماعتیں پیدا ہوئیں جن کا اسلام سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ بالکل بعثت مہدیٔ جو آخری دور میں ہوئی ہے اس میں بھی تھوڑے لوگ ہیں جو عقیدہ و مذہب اور ایمان کے معاملے میں تھوڑے ہونگے۔ ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ اور وَ قَلِيْلٌ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ۔ دنیا میں اشراف قلیل یعنی کم تعداد میں ہوتے ہیں اور کثرت اشرار و اغماض کی ہوتی ہے جو ہر قوم قبیلہ مذہب وخطہ میں پائے جاتے ہیں جنہیں امن وسکون کو شر وفساد میں بدلنے میں ید و طولیٰ ہوتا ہے ان میں عام وخاص کی تخصیص نہیں ہوتی بلکہ رہبر رہنماء عالم پیشوا صف اول میں ہوتے ہیں اور ان کی ذہنی کیفیت قدر مشترک ہوتی ہے جس میں ''انا'' جبر وسطوت اور دوسروں کو حقیر جاننے کی ذہنیت بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے خود کو اعلی وارفع سمجھنے میں مذہبی پیشواؤں کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔

:ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ اور وَ قَلِيْلٌ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت 61-62 دیکھیں وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ج قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اُس نے کہا کیا میں سجدہ کروں اس (آدم) کو جس کو تو نے کیچڑ سے پیدا کیا۔ اُس نے یہ کہا (خدا سے) مجھے یہ بتا یہ (آدم) جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے (اس کی کیا وجہ ہے؟) اگر تو مجھے مہلت دے روز قیامت تک تو اسے (ایمان کی) جڑ سے اکھیڑ پھینکوں گا اس (آدم) کی اولاد کو سوائے چند افراد کے۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اعزازیل ابلیس ہونے سے پہلے بڑا عبادت گزار تھا اس میں کمی تھی معرفت الٰہی کی یعنی اللہ کی محبت عشق اور قربت کی وہ محض مقام مرتبہ درجات حاصل کرنے کے لئے عبادت گزار بنا ہوا تھا۔ اور ابلیس بننے کے بعد اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ میں

اولادِ آدم کو ایمان کی جڑوں سے اکھاڑ پھینکوں گا ''سوائے چند کے'' یہاں معلوم یہ ہو رہا ہے کہ دنیا میں ''چند'' اللہ کے بندے ہی ایسے ہوتے ہیں جن پر ابلیس کا وار نہیں چلتا یا وہ نفس کے دھوکے میں نہیں آتے ورنہ کثیر تعداد انسانوں کی ان پر اس کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ **یہ سوائے چند انبیا** اور مرسلین کے گروہ ہیں ان کے بعد وہ چند لوگ جنہوں نے اللہ کی محبت میں خود کو وقف کر دیا اور رسول ﷺ کے وہ صحابہؓ جنہوں نے اپنی جان مال وطن سب کچھ اللہ کے لئے چھوڑ دئے اور ان کے بعد مہدی موعود علیہ السلام کے صحابہؓ جنہوں نے ویسا ہی عمل اپنایا یہی ہے: **ثُلَّةٌ مِنَ الْاَ وَّ لِيْن** اور **وَ قَلِيْلٌ مِنَ الْاٰ خِرِيْن** اگلوں میں سے چند اور چند آخرین میں سے۔ سورہ بنی اسرائیل میں **ذُرِّ يَّتَه** **اِلَّا قَلِيْلً** کے الفاظ آئے ہیں **''اولادِ آدم میں سوائے چند''** کے۔ **حَتَنِكَنَّ** اُکھاڑ پھینکونگا (ایمان سے)۔ معلوم ہوا کہ ایمان والے ''چند'' یعنی تھوڑے ہی ہوتے ہیں ورنہ کثرت حکم عدولی کرنے والوں کفر کرنے والوں اور بے دینوں ہی کی ہوتی ہے۔ جب تک اُن ''چند'' کے طور طریقوں کو اپنایا نہیں جاتا ہم مومن ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے ہاں خود کو مسلمان کہہ لیں وہ الگ بات ہے۔ ابلیس بھی ظاہری طور پر عابد اور پرہیز گار ہی تھا مگر باطن میں ایمان نہیں تھا تبھی اس نے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی اور راندۂ درگاہ الٰہی ہو گیا۔ انسانوں کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے ہم خود ہی مدعی بھی بن جاتے ہیں اور منصف بھی یعنی ہیں تو خدا کے غلام بندے مگر مومن ہونا خود کا ایمان پر ہونا مان لیتے ہیں جبکہ معاملہ دوسرا ہے منصف اللہ تعالیٰ ہے جو فیصلہ فرمایگا کہ اُس کے دربار میں کتنے ایمان والے ہیں کتنے بے عمل گنہگار ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے **لَاَ حْتَنِكَنَّ** کا معنیٰ **اَسْتَوْ لِيَنَّ** بیان کیا ہے جس کے معنیٰ ''ان پر مکمل غلبہ کروں گا''۔ امام ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ سے اس کا معنیٰ **اَحْتَوِ يَنَّهُمْ** روایت کیا ہے جس کے معنیٰ ''میں انہیں مکمل طور پر گھیر لوں گا۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عساکرؒ سے حضرت ثابتؓ سے روایت کیا ہے کہ ''ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ابلیس نے کہا: یا رب تو نے آدم کو پیدا کیا اور میرے اس کے درمیان عداوت بنا دی پس تو مجھے اس پر غلبہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے سینے تیرے لئے مسکن (ٹھکانہ) ہیں اس نے کہا یا رب مزید اضافہ فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آدم کا ایک بچہ پیدا ہوگا تیرے دس بچے پیدا ہونگے اس نے کہا مزید اضافہ فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ان میں اس طرح چلے گا جیسے خون ان کی رگوں میں چلتا ہے۔ شیطان نے کہا: یا رب اور اضافہ فرما: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ** یعنی دھاوا بول دے ان پر اپنے گھوڑ سواروں اور پیادوں کے ساتھ شریک ہو جا ان کے مالوں میں اور ان کی اولاد میں۔ اور آدمؑ نے ابلیس کی اللہ کی بارگاہ میں شکایت کی عرض کیا کہ: یا رب تو نے ابلیس کو پیدا کیا اور میرے اور اس کے درمیان بغض وعداوت رکھدی اور تو نے مجھ پر اسے مسلط کر دیا ہے اور میں تیری توفیق کے بغیر کچھ طاقت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرا جو بچہ پیدا ہوگا میں اس پر دو فرشتے مقرر کروں گا جو اس کے برے ساتھیوں سے حفاظت کرینگے۔ حضرت آدمؑ نے فرمایا یا رب اپنی کرم نوازی میں اضافہ فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تیری اولاد میں سے کسی کو بھی توبہ سے محروم نہیں کروں گا جب تک اس کا سانس حلق تک نہ پہنچے۔ آدم نے کہا مزید اضافہ فرما: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک نیکی کے بدلے دس نیکیاں عطا کروں گا۔ اور حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: **اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ** میرے وہ

بندے جن کا میں نے جنت کے لے فیصلہ فرما دیا ہے ان پر تجھے کوئی غلبہ اور تسلط نہیں ہے' وہ گناہ کریں گے تو میں انہیں بخش دونگا۔
حضورﷺ نے صحابہؓ کی خاص خاص خصوصیتیں بتائیں حضرت علیؓ کی الگ خصوصیت حضرت ابوبکرؓ کی الگ حضرت عمرؓ کی الگ حضرت اویس قرنیؓ کی الگ حضرت ابوذر غفاریؓ کی الگ مگر اپنے بعد تاریخ اسلام میں ایک پوری قوم کی ایک جماعت کی ایسی خصوصیات بتائیں جو کسی کی نہیں بتائیں وہ ہیں۔'' آسمان کے رہنے والے اور زمین کے رہنے والے اُن سے خوش ہو نگے ' آسمان سب کا سب برسات اُنڈیل دیگا' اور زمین سب کی سب روید گی نکال دے گی (یہ قوم بڑی مرتبہ والی ہوگی) زندہ لوگ اپنے مردوں کے زندہ ہونے کی آرزو کریں گے کہ اگر وہ بھی زندہ ہوتے تو ہماری طرح باران رحمت الٰہی وفیوض ولایت لامتناہی سے ان کے دل کی زمین سیراب ہو جاتی (رسالہ شریف) اے اباذر تمہیں معلوم ہے کہ میں کس سوچ میں کس فکر میں ہوں اور کس بات کی طرف میرا اشتیاق لگا ہوا ہے۔صحابہؓ نے عرض کیا اے رسولﷺ اپنی فکر اور سوچ سے ہمیں مطلع کیجیے۔آپﷺ نے فرمایا۔آہ! میرے بھائیوں کو دیکھنے کا شوق ہے (جو میرے بعد ہوں گے) صحابہؓ نے عرض کیا ہم بھی تو آپؐ کے بھائی ہیں' آپؐ نے فرمایا تم میرے صحابہؓ ہو میرے بھائی تو وہ ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔جن کی شان نبیوں کی شان ہوگی اور خدا کے نزدیک شہیدوں کے درجوں پر ہوں گے' وہ اپنے باپ' اپنی ماں' اپنے بھائی' اپنے بیٹوں سے (محض) خدا کی خوشنودی کے لئے الگ ہو جائیں گے (ہجرت وترک علایق) وہ اپنے مال کو خدا کے لئے چھوڑ دیں گے (ترک دنیا) اور کمال تواضع کے باعث اپنی ذات کو ذلیل سمجھیں گے (توکل ترک خودی) خواہشات (ماسواء اللہ) دنیا کی فضول چیزوں کی طرف رغبت نہ کریں گے (عزلت الخلق) وہ محبت الٰہی کی وجہ سے خدا کے کسی گھر (دایرہ) میں جمع ہونگے۔عشق الٰہی میں مغموم ومحزن رہیں گے (نیستی وتسلیم) اوران کے دل خدا کی طرف لگے ہوں گے (ذکر دوام) ان کی روحیں اللہ سے واصل ہونگیں (دیدار حق) اور ان کے عمل خالص اللہ کے واسطے ہونگے۔ان میں سے ایک کا بیمار ہو جانا خدا کے نزدیک ہزار برس کی عبادت سے افضل ہے۔اباذرؓ اگر تم چاہوں اور بھی کہوں۔عرض کیا ہاں اللہ کے رسولﷺ فرمائے۔' ان میں کوئی مر جائے گا تو خدا کے نزدیک ان کی بزرگی کی وجہ سے (یہ سمجھا جائے گا کہ) گویا کوئی آسمان کا باشندہ مر گیا ہے۔اے اباذر تم چاہوں تو اور بھی کچھ کہوں۔عرض کیا اللہ کے رسولﷺ فرمائے۔فرمایا اللہ کے رسولﷺ نے اگر ان میں سے کسی کو اس کے کپڑے کو جونک کاٹے گی تو اللہ ستر حج اور ستر جہاد کے علاوہ چالیس بنی اسماعیل کو (جو کسی وجہ سے غلام ہو گئے ہو نگے) بارہ بارہ ہزار سے خرید کر آزاد کرنے کا ثواب عطا کریگا۔اے اباذرؓ اگر تم چاہوں تو اور کچھ کہوں۔ہاں اللہ کے رسولﷺ فرمایئے۔فرمایا رسول اللہﷺ نے جب کوئی ان میں سے اپنے اہل وعیال کو یاد کرے گا (ہجرت کے دوران) اور ان کے لئے اس کے دل میں کسی کی فکر ہوئی تو اس کے لئے ہر دم ہزار ہزار درجے لکھے جائیں گے۔اباذرؓ اگر تم چاہوں تو اور کچھ کہوں۔عرض کیا فرمائے اللہ کے رسولﷺ۔فرمایا اللہ کے رسولﷺ نے ان میں سے کوئی دو رکعت نماز پڑھے گا تو اُس کی یہ نماز خدا کے نزدیک اس شخص کی عبادت سے افضل ہوگی جو اس نے کو لبنان میں حضرت نوحؑ کی عمر کے برابر ہزار برس تک پڑھی ہوگی۔اے اباذر تم چاہو تو

اور کچھ کہوں ۔فرمایائے اللہ کے رسول ﷺ ۔فرمایا ان میں سے کوئی ایک وقت بھی تسبیح پڑھے گا تو اُس کی یہ تسبیح قیامت تک روز دنیا کے تمام پہاڑوں سے بہتر ہوگی جو اس کے ساتھ سونا بن کے چلیں گے (یعنی بےانتہا ثواب ہوگا) ۔اے اباذرؓ تم چاہو تو اور کچھ کہوں ۔عرض کیا فرمایئے اللہ کے رسول ﷺ ۔فرمایا اُن کے گھروں (گھاس پھوس کے حجروں) سے ایک گھر کو بھی کسی نے دیکھ لیا تو خدا کے نزدیک اس کا دیکھنا بیت اللہ کو دیکھنے سے بھی پسندیدہ ہوگا ۔جس نے صاحب خانہ کو دیکھا گویا اُس نے خدا کو دیکھ لیا جس نے ان کو کپڑا پہنچایا گویا اس نے خدا کو کپڑا پہنچایا جس نے ان کو کھانا کھلایا گویا اس نے خدا کو کھانا کھلایا ۔اے اباذرؓ اگر تم چاہوں تو اور کچھ کہوں ۔عرض کیا فرمائے اللہ کے رسول ﷺ تو فرمایا جو لوگ گناہوں پر اڑے رہتے ہیں اپنے گناہوں کے سبب بوجھل ہو گئے ہو نگے اگر وہ ان کے پاس آ بیٹھیں تو خدا کے نزدیک ان برگزیدوں کی علو مرتبت کے باعث جب تک خدا ان گنہگاروں کو (رحم کی نظر سے) نہیں دیکھے اور ان کے گناہ نہیں بخشے وہ ان کی مجلس سے نہیں اُٹھیں گے ۔اے اباذرؓ ان کی ہنسی عبادت ان کی خوش طبعی تسبیح ان کی نیند صدقہ اور اللہ تعالی ہر دم ستر مرتبہ (نظر رحمت) سے دیکھے گا ۔اے اباذرؓ میں انہیں لوگوں کے دیکھنے کا مشتاق ہوں ۔پھر آنحضرت ﷺ نے تھوڑی دیر سر جھکالیا اور اس قدر روئے کہ دونوں آنکھوں سے آنسوؤں نکل پڑے ۔پھر فرمایا آہ !ان کے دیدار کا شوق ہے اے اللہ ان کی حفاظت کرنا اور ان کے دشمنوں کے مقابلے پر ان کی مدد دینا اور قیامت کے دن میری آنکھیں اُن سے ٹھنڈی کرنا 'اور پھر یہ آیت پڑھی اللہ کے دوستوں پر نہ (تو کسی قسم کا) خوف (طاری)ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہو نگے ۔

یہاں معاملہ سمجھ میں آجانا چاہے آدم کی اولاد کی یہ آزمایش امتحان کے لئے ہے کہ دیکھیں کون کتنا مومن ہے اور اللہ سے کتنا محبت کرتا ہے اُس کے لئے کتنی صعوبتیں برداشت کرتا ہے اللہ کی راہ میں کیسے جان دیتا ہے اس کی راہ میں دنیا کو کیسے چھوڑتا ہے اپنے مال سے اولاد سے جان سے کیسے ہجرت کرتا ہے ۔یہ پورا منظر نامہ بس انسان کی آزمایش کے لئے ہے ۔یہی بات تاریخ عالم میں انبیاء ومرسلین میں ان کے ساتھیوں میں اللہ کے آخری نبی محمد ﷺ کے صحابہؓ میں اور آپؐ کے تابع خلیفۃ اللہ مہدی موعود کے صحابہؓ میں ہی دیکھنے کو ملتی ہے ۔یہی ہے :ثُلَّۃٌ مِنَ الْاَ وَّ لِیْن اورو قَلِیْلٌ مِنَ الْاٰ خِرِیْن ۔کل ملا کر اللہ کی محبت قربت لقاء یا دیدار اُن کے لئے ہے جو دنیا میں آزمایش میں پورے اُترتے ہیں ۔اسی آزمایش کے لئے ابلیس پیدا کیا گیا ہے ۔یعنی اللہ تعالی نے شیطان کو حملہ آور بنایا تا کہ وہ انسان کی آزمایش میں اپنا کردار ادا کرے اور آدمؑ کی اولاد کو اس شیطان سے مدافعت کر کے اپنے اعمال و احوال سے ثابت کرے کہ وہ اللہ کی رضا کے قابل ہے ۔فوج کی تعداد اور نفری بہت ہوتی ہے مگر تمغہ انعام اور مرتبہ اُسی کو ملتا ہے او جوانمردی بہادری سے دشمنوں (ابلیس کی فوج) کی صفوں میں گھس کر حملہ کر کے افراتفری مچا کر دشمن کو شکست دیتا ہے اور مقابلے (دنیا میں فقر وفاقہ) سے نہ گھبرائے شیطان کو شکست دنیا میں دینے والا جنت اعلی جنت معلّٰی فردوس بریں کا حقدار ہوتا ہے ۔

کسی قوم کو مخصوص کرنا ان کے اعمال کو خصوصیت سے بیان کرنا قرآن وحدیث کے اسلوب بیان کا خاصہ ہے ۔مثلاً کچھ عبادتوں کچھ راتوں کچھ مقامات اوقات اور کچھ خاص انسانوں کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے قرآنی آیات اور روایات ہمیں ملتی

ہیں ۔اسی طرح ایک قوم کے اعمال کی فضیلت کواللہ تعالی نے صحابہؓ رسول کی مثال میں بیان کیا ہے ثُلَّـةٌ مِـنَ الْاَوَّلِیْـنَ ....وَ قَلِیْلٌ مِنَ الْاٰ خَرِیْنَ چند اگلوں میں سے.......اور چند لوگ آخرین میں سے (سورہ واقعہ وجمعہ)اور یہ فضیلت پیغمبر آخرالزماںؐ کے صحابہؓ کی خصوصیت کے ساتھ ہے جو خاتم ولایت محمدیہ مہدی موعودؑ کے صحابہؓ کی جو آخر زمانے میں آنے والے تھے ۔روزے رمضان کے فرض ہیں ان کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے اوراس میں ایک رات لیلۃ القدر کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے ذالحجہ کے نویں 9 یعنی عرفہ کے دن کے روزے کی بھی فضیلت بیان ہوئی ہے اسی طرح ماہ محرم کے نواور دس کے دنوں کے روزے کی فضیلت بیان ہوئی ہے' وادی طوی جہاں اللہ موسیٰؑ سے ہمکلام ہوا اس کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے رات کے خاص حصہ میں تہجد کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے' کعبہ میں حطیم میں دورکعت نماز کی فضیلت بیان ہوئی ہے سوہٗ فاتحہ ,بقرہ ,یٰسین ,الرحمٰن ,سورہ اخلاص اور دیگر سورتوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے صحابہؓ رسولؐ کی اُمت میں خاص فضیلت ہے اوران میں بھی عشرہ مبشر اور سابقوں اولون کی خاص فضیلت بیان ہوئی ہے' امام حسینؓ کا جنت کے نوجوانوں کے سردار ہونا بیان ہوا ہے معرکہ بدر کی مکہ مکرمہ کی مقدس راتوں جیسے شب برات شب معراج شب قدر کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے' درختوں میں زیتون کی پھلوں میں انجیر اور کھجور کی فضیلت بیان ہوئی ہے 'فرشتوں میں جبرائیل میکائیل اسرافیل عزرائیل کی فضیلت ہے' انسانی اعضا میں آنکھ اور قلب کی فضیلت ہے اولا دآدمؑ میں اُمت محمدﷺ کی فضیلت ہے اسی طرح مہدیؑ موعود آخرالزماں کی قوم میں اصحاب مہدی کی فضیلت ہے' ذکراللہ میں **لا الہ الا للہ افضل** الذکر ہونے کی فضیلت ہے دنوں میں جمعہ مہینوں میں رجب شعبان رمضان اور ذالحج کی فضیلت ہے روئے زمین پر مقدس حضیرہ یا جائے مدفن انبیاء ارض فلسطین کی فضیلت ہے ۔

تھوڑے اگلوں میں سے اورتھوڑے پچھلوں میں سے ۔اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ دنیا میں اولا دآدم میں کئی انسان پیدا ہوتے رہے اور آج تو انسانوں کی تعداد کروڑوں میں ہے' ان میں مسلمانوں کی تعداد ایک چوتھائی ہے اور مسلمانوں میں اہل اسلام سبھی ہیں مگر اہل ایمان بہت کم لوگ ہوتے ہیں ان میں خصوصیت انبیا اور مرسلین کی ہے ان کے اصحاب بھی تعداد میں کم ہی رہے ہیں ان میں بھی کچھ انسانوں کی خصوصیت ہے جیسے محمد الرسول اللہؐ کے صحابہ میں عشرہ مبشر ہیں جو قطعی جنتی کہلائے گئے' اگران باتوں کو سمجھا جائے تو ثُلَّةٌ مِنَ الْاَ وَّ لِیْن اور وَ قَلِیْلٌ مِنَ الْاٰ خِرِیْن کی حقیقت سمجھ میں آجائے گی ۔اور قوم مہدویہ میں یہ تھوڑے پچھلے وہ لوگ ہیں جو اصحاب مہدی تھے جنہیں دیدار نصیب ہوا اوران کے بعد کے بزرگ جو اس مقام کو پہنچے اس طرح قوم مہدویہ کا ہر فرد خود کو تھوڑے پچھلوں میں سے ہونے کا مدعی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ ایمان اوراحسان کے تمام تقاضوں پر پورا نہیں اُترتا ۔

ان تمام مباحث کے بعد' قرآن مجید کے بیانوں کو اگر مجتمع کر کے دیکھا جائے تو ایک بات یقینی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالی کے علم قدرت میں یہ بات پوشیدہ تھی کہ اُمت ایک وقت کے بعد یا کچھ زمانہ کے بعد راہ حق سے متجاوز ہوکر دین میں کی

زیادتی رسم وبدعت کی مرتکب ہوجائیگی ۔یعنی راہ حق سے بھٹک کراللہ تعالی کی معرفت قربت اوررضاء جوئی کے بجائے بحث مباحث دلیل منطق اور ظاہری اعمال کے بیانوں میں اُلجھ جائے گی ۔اسی لئےاللہ تعالی نے قرآن میں ایک قوم موعودہ کو بھیجے جانے کا وعدہ حضور نبی کریمﷺ سے فرمایانمبر 1)نزول کی 46ویں سورہ واقعہ میں آیات 14,13 میں ۔2)نزول قرآن کی 55سورہ انعام کی آیت 89 میں ۔3)نزول کی 89سورہ آل عمران آیت 190 میں ۔4)نزول 95سورہ محمدؐ آیت 38 میں ۔5)نزول 110سورہ جمعہ آیت 3 میں ۔6)نزول 112سورہ المایدہ آیت 54 میں ۔یعنی کل ملا کر 6چھ مرتبہ اللہ تعالی نے قرآن میں بتایا کہ ایک قوم کولایا جائے گا جو ایمان لانے کے بعد مرتد نہیں ہونگے ۔ یہاں قوم اوراُمت کے فرق کو سمجھنا چاہئے ۔اُمت کا لفظ اُمـــہ سے ہے یعنی اولاد آدم کو اُمت کہا جاتا ہے اس میں تمام مومن کافرمشرک سبھی شامل ہیں اس طرح اُمت محمدؐ معنی مومن اورکافرمشرک بھی اُمت محمدؐ ہیں ۔قوم کے معنی نسل ٗخاندانی گروہ اور چند آدمیوں کے گروہ کو بھی کہتے ہیں ۔اُوپر بیان کی گئی آیات میں ایک قوم کولائے جانے کا وعدہ ہے جو چند ہونگے ۔قرآن کے بیانوں میں ان باریکیوں پرنظر رکھنا ایمان کی علامت ہے ۔جیسے ہم نے سورہ یوسف کی ۱۰۸ویں آیت کے متعلق کہا کہ اس میں حضورﷺ نے اپنے اور تابع کے درمیان ایک ''وقف''یعنی توقف کیا جو اس بات کا اشارہ ہے کہ ایک عرصہ بعد حضورﷺ کے تابع مہدی کا بصیرت کی راہ پر بلانا جیسا کے متبوعﷺ نے بصیرت کی دعوت دی تھی ۔ یہاں ہم نے نزول قرآن کی جس ترتیب کے حوالے ایک قوم کے آنے کی بات بتائی ہے اسی طرح دین اسلام میں کچھ باتیں مخصوص ہوئی ہیں جسے اسلام کا سنگ میل کہا جائے گا جیسے معراج ۔ہجرت ۔معرکہ بدر ۔بیعت رضان ۔فتح مکہ ۔یہ ایسے واقعات ہیں جہاں سے اسلام کے حالات کا رخ بدل گیا ان میں کا ہرواقعہ ایک سنگ میل ہے جہاں سے اسلام کی نئی تاریخ رقم ہوتی چلی گئی ۔ایسا ہی کچھ اللہ تعالی نے ایک قوم کو لائے جانے کا وعدہ کرکے اُمت رسولﷺ کو ایک روشن مستقبل کی خبر دی تاکہ وہ اس کا انتظار کریں اور بعد تحقیق اس پر عمل کریں ۔اوروہ روشن مستقبل معرفت الٰہی یا قربت الٰہی کی تعلیم ہے ۔جسے نویں 9 شودی ہجری میں مہدیؑ موعودخلیفۃ اللہکے ذریعہ دیا جانا تھا جس کے لئے کہا گیا ''ہم اس (قرآن)کا بیان بعد میں کریں گے'' **ثم ان علینا بیانہ۔**

الحاصل : اس پندہرویں آیت سے ثبوت اوراپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ:اس جماعت طلب دیدارخدا کا تھوڑی تعداد میں ہونا اور آخر میں یعنی اللہ کے رسولﷺ کے بعد کے زمانے میں ہونا ہے ۔

سولہویں آیت 3 سورۂ جمعہ کی اپنے دعوی کے ثبوت میں مہدیؑ موعوؑد نے پیش کی: **وَ آخَـرِيْـنَ مِنْهُـمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ** (سورہ جمعہ آیت ۳)اورآخرین میں بھیجا انہیں جو نہیں ملے امیین سے ۔اپنے دعوی کے ثبوت میں مہدیؑ نے فرمایا مجھ کو حکم ہوا ہے کہ وَ آخَـرِيْنَ مِنْهُمْ سے مراد تیری قوم ہے ۔صحابہؓ نے اس آیت کے بارے میں آپؑ سے پوچھا یارسول اللہﷺ وہ کون لوگ ہیں جو ہم سے نہیں ملے؟تو آپﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسیؓ کے سر پر رکھا اور فرمایا:قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر''ایمان''ثریا کے پاس ہوتا تو ان میں سے''کچھ''لوگ

اسے یقیناً پالینگے ۔صحیح بخاری جلد ۲ ۔یہاں دیکھیں اللہ کے رسولؐ نے ''ایمان'' کہا ہے مسلمان تو سبھی ہو جاتے ہیں اور مومن ہونا ایمان کی نشانی ہے ۔اورآ گے'' کچھ لوگ'' اسے پالینگے فرمایا یعنی سبھی لوگ نہیں اور ایمان کچھ لوگ پالیں گے جو عجمی ہونگے کیونکہ حضرت سلمان فارسیؓ عجمی تھے۔دوسری روایت امام طبرانی حضرت سہل بن سعدؓ سے بیان ہے کہ فرمایا اللہ کے رسولﷺ نے ''میرے صحابہ کرام میں سے کچھ لوگوں کی نسلوں نسلوں نسلوں میں کچھ مرد اور عورتیں ایسے ہیں جو بغیر حساب جنت میں داخل ہونگے ۔یہاں پر لوگوں کی نسلوں نسلوں نسلوں پر توجہ دیں یعنی یہ معاملہ بہت ہی بعد کے زمانے کا ہے کہ اگر یہ نسل بیان ہوتا تو تین نسل بعد کا معاملہ ہوتا یہاں تین نسلوں بعد کا معاملہ ہے جو جمع کا صیغہ ہے جو 3 ضرب 3 کا ہے جس کا حاصل = 9 ہوتا ہے یعنی تین نسل ضرب تین نویں صدی کی بات ہے ۔اور یہ اُن لوگوں کی بات بھی نہیں ہے جو خود کو عالم فاضل مانے ہوئے ہونگے جیسے کہ آ گے آیت 5 میں فرمایا::ان کی مثال جنہیں تورات کا حامل بنایا گیا تھا اس کا بار اُٹھایا اس گدھے کی سی جس نے بھاری کتابیں اُٹھا رکھی ہوں ۔بری حالت ہے ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کی مدد نہیں کرتا ۔حالانکہ آ گے کی آیت میں یہود سے خطاب ضرور ہوا ہے مگر!اس سے پہلے کا جو کلام ہے وہ کچھ اور حقیقت بیان کر رہا ہے ۔''ان کی مثال'' جنہیں تورات کا حامل بنایا گیا تھا' معنی جن کو تورات کا حامل بنایا گیا وہ تو اس گدھے کہ مانند نکلے جس نے بھاری کتابیں (یا عالم بن بیٹھے بغیر ایمان کے) اٹھا رکھی ہوں ۔سوال یہ ہے کہ یہود سے خطاب سے پہلے''ان کی مثال''کس کے لئے قرآن کے نزول کے بعد سابقہ کتابیں تو شریعت کا حصہ نہیں رہیں اس لئے یہ بات اہل قرآن کے لئے ہے یا ان دینی عالموں کے لئے ہے جنہوں نے علم تو حاصل کر لیا مگر ایمان اور معرفت الٰہی کو بھلا دیا ۔اس کے بعد یہ کہنا کہ''بری حالت ہے ان لوگوں کی جنہوں ں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا'' اللہ کی آیتوں کو جھٹلانا اللہ کے احکام کو جھٹلانا ہے ۔یا اللہ کے نبی رسول اور خلیفۃ اللہ کا جھٹلانا ہے ۔حضرت ضحاکؒ سے بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس اُمت کی مثال بیان فرمارہا ہے یعنی اگر تم اس کتاب (قرآن) کے مطابق عمل نہ کرو تو پھر تمہاری مثال ان کی مثال کی طرح ہے (جو سابقہ کتابوں پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہیں ۔تفسیر قرطبی میں ہے کہ وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ اس کا عطف الْاُمِّيّٖنَ پر ہے یعنی اُمیوں میں اور دوسرے لوگوں میں رسول بھیجا ۔یہ بھی جائز ہے اس کا عطف يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمْ کی ضمیر ہو یعنی انہیں تعلیم دیتا ہے اور دوسرے مومنوں کو تعلیم دیتا ہے کیونکہ تعلیم جب آخر زمانہ تک ترتیب وار ہوگی تو سب سے اول کی طرف منسوب ہوگی تو گویا تعلیم میں سے جو چیز پائی گئی اس کی والی وہ پہلی ذات ہے ۔یہاں معلوم ہو رہا ہے کہ جب آخر زمانہ میں تعلیم دی جائے گی وہ اول کی طرف منسوب ہونا'' گویا اللہ کے رسولﷺ کی تعلیم کے مطابق ہونا ہے'' اور''اس تعلیم میں سے جو چیز پائی گئی اس کی والی وہ پہلی ذات ہے'' یعنی ہو بہو یہ متبوعﷺ کی تعلیم کے مطابق ہوگی ۔اور لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وہ ان کے (اللہ کے رسولﷺ) زمانے میں نہیں وہ ان کے بعد آئیں گے ۔حضرت ابن عمر اور سعید بن جبیرؓ نے کہا: ان سے مراد عجمی ہیں ۔قرآن کا علم حاصل کیا جاتا ہے تو کس لئے ؟ ۔نوکری حاصل کرنے کے لئے تجارت کرنے کے لئے نئی ایجادات کرنے کے لئے ان کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے علوم دنیا میں پیدا

کۓ ہیں'قرطن کاعلم دین اورایمان حاصل کرنے کے لۓ کیاجا تا ہے دین وایمان کامنبہ یا حاصل کیا ہے خدا کی اطاعت وبندگی'خدا کی بندگی اس لۓ کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جوانسان اور دوسری مخلوقات کا خالق ہے اسے پہچانا جاۓ'اس سے قربت پیدا کی جاۓ جسے معرفت الٰہی کہتے ہیں وہ اس لۓ کہ انسان کومعلوم ہے کہ ایک مدت کے بعد اُسے موت آۓ گی اورموت کے بعد اسے اپنے اچھے برے اعمال کا حساب دینا ہوگا اورایک دوسری دنیا ہے جسے جنت جہنم کہتے ہیں وہاں کی زندگی ہمیشہ کی ہے وہاں مقام و مرتبہ حاصل کرنا ہے تو اللہ کو دنیا میں راضی کرنا ہوگا اوراس رضا جوئی کا اعلیٰ معیار معرفت یا قربت الٰہی ہے اسی مقام کوحاصل کرنے کا طریقہ تعلیم اورتربیت رسول آخریں محمدﷺ کے ذریعہ قرآن میں دی گئی ہے ۔یہی قرآن کے نزول کا حقیقی مقصد ہے' جبکہ اس سے پہلے دوسری قوموں کوان کے انبیا کے ذریعہ کتابیں شریعتیں دی گئیں انہیں ان قوموں نے نہیں مانا اللہ خالق عالم کے احکام کی اندیکھی اوربغاوت کی اس لۓ اُمت آخریں محمدﷺ کوآخریں شریعت دے کر بھیجا گیا'اوراس میں واضح احکام کے ساتھ بتایا گیا کہ ہم نے قانون شریعت اوراحکام تو بتادے حضورﷺ کی تیئس 23 سالہ زندگی میں'اوراُمت ان احکام کے ذریعہ اللہ کی اطاعت اوربندگی کے آداب سیکھ جاۓ تو ایک مدت یعنی نوصدیوں بعد اللہ کی معرفت کی تعلیم دینے کے لۓ ایک خلیفۃ اللہ کوبھیجیں گے ان کی تربیت اورتعلیم میں تم اللہ تعالیٰ کی قربت ورفاقت سے فیضیاب ہوسکتے بشرطیکہ ان پرعمل کرو۔لوگوں ونے اُس خلیفۃ اللہ کی تعلیم اورتربیت کا اقرار کیا کرتے اُس خلیفۃ اللہ کا ہی انکار کردیا کہ یہ وہ نہیں جو ہمارے خیال اورمعیار کا خلیفۃ اللہ ہے بلکہ اللہ کو ہماری ضرورتوں کے مطابق خلیفہ کوبھیجا جانا چاہے'اس کے لۓ حیلے بہانے منطق دلیل پیدا کرلۓ انہوں نے احادث کے مختلف بیانوں اورقرآن کے اشاروں کی بھی تحقیق کرنے کی کوشش نہ کی ۔اورجنھوں نیاس خلیفۃ اللہ کا اقرار کیا اوراُن کی تعلیمات پراللہ کی مرضی کے مطابق عمل کیا وہی کامیاب ہونگے اللہ کی بارگاہ میں ۔اوراس خلیفہ اللہ کے ماننے والے بھی اگر اس میں خیل وقال کرتے ہیں عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں تو ان کاانجام بھی نافرمانوں میں ہی ہوگا'جیسا کہ یہود ونصاری کا ہوا کہ باوجود کھلی دلیل اوراحکام کے اپنی مرضی اورخیال کومعتبر جانا۔

وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ یا وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ کوسمجھنے کے لۓ اس حدیث کی روایت کودیکھ لینا چاہۓ۔

حضورﷺ نے فرمایا:اے اباذرؓ تمھیں معلوم ہے کہ میں کس سوچ میں'کس فکر میں ہوں اورکس بات کی طرف میرا اشتیاق ہے صحابہؓ نے عرض کیا اے رسول اللہﷺ اپنی فکراورسوچ سے ہمیں مطلع کیجۓ'آپﷺ نے فرمایا۔آہ میرے بھایوں کودیکھنے کا شوق ہے (جو میرے بعد ہوں گے) صحابہؓ نے عرض ہم بھی تو آپؐ کے بھائی ہیں'آپؐ نے فرمایا:تم میرے صحابہؓ ہو میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد ہوں گے جن کی شان نبیوں کی شان ہوگیا ور وہ خدا کے نزدیک شہیدوں کے درجوں پر ہوں گے'وہ اپنے باپ اپنی ماں اپنے بھائی اپنے بیٹوں سے (محض) خدا کی خوشنودی کے لۓ الگ ہوجائیں گے (ہجرت وترک علائق میں)اوروہ اپنے مال کوخدا کے لۓ چھوڑدیں گے (ترک دنیا کرکے)اورکمال تواضع کے باعث اپنی ذات کوذلیل سمجھیں گے (توکل ترک خودی) خواہشات

(ماسواءاللہ کے) دنیا کی فضول چیزوں کی طرف رغبت نہ کریں گے (عزلت از خلق میں) وہ محبت الٰہی کی وجہ سے خدا کے کسی گھر (دایروں) میں جمع ہو نگے ۔عشق الٰہی میں مغموم ومحزن رہیں گے (نیستی وتسلیمی کے باعث) اوران کے دل خدا کی طرف لگے ہو نگے (ذکر دوام میں) ان کی روحیں اللہ سے واصل ہونگیں (دیدار حق میں) ان کے عمل خالص اللہ کے واسطے ہو نگے (خودی وہستی کی گندگی سے بےلوث ہو نگے) ان میں سے ایک کا بھی بیمار ہوجانا خدا کے نزدیک ہزار برس کی عبادت سے افضل ہے ۔اے ابا ذرؓ ! تم چاہوتو اور بھی کچھ کہوں ۔صحابہؓ نے عرض کیا ہاں ! اللہ کے رسولؐ فرمایئے ۔فرمایا رسول ﷺ نے اگر ان میں سے کسی کو اس کے کپڑے کی جوں کاٹے گی تو اللہ سرحج اور ست جہاد کے علاوہ چالیس بنی اسماعیل کو (جو کسی وجہ سے غلام ہو نگے) بارہ بارہ ہزار سے خرید کر آزاد کرنے کا ثواب عطا کرے گا ۔اے ابا ذرؓ ! اگر تم چاہو تو اور کچھ کہوں ٴعرض کیا ہاں ! اللہ کے رسول ﷺ فرمایئے ۔فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کوئی ان میں سے اپنے اہل وعیال کو یاد کرے گا (ہجرت میں) اوران کے لئےاس کے دل میں کسی کی فکر ہوئی تو اس کے لئے ہر دم ہزار ہزار درجے لکھے جائیں گے ۔اے ابا ذرؓ اگر تم چاہو تو اور کچھ کہوں ٴعرض کیا ہاں ! اللہ کے رسول ﷺ فرمایئے ۔فرمایا رسول ﷺ نے ان میں سے کوئی دو رکعت نماز پڑھے گا تو اُس کی یہ نماز خدا کے نزدیک اس شخص کی عبادت سے افضل ہوگی جو اُس نے کوہ لبنان میں حضرت نوحؑ کی عمر کے برابر ہزار برس تک کی ہوگی ۔اے ابا ذرؓ !تم چاہو تو اور کچھ کہوں ! عرض کیا فرمایئے ۔فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے :ان میں سے کوئی ایک وقت بھی تسبیح پڑھے گا تو اُس کی یہ تسبیح قیامت تک کہ روز دنیا کے تمام پہاڑوں سے بہتر ہوگی جو اس کے ساتھ سونا بن کر چلیں گے (یعنی بے انتہا ثواب حاصل ہوگا) اے ابا ذرؓ اگر تم چاہو تو اور کچھ کہوں ۔عرض کیا فرمایئے اللہ کے رسول ﷺ فرمایا ان کے گھروں (گھاس پوس کے حجروں) سے ایک گھر کو بھی کسی نے دیکھ لیا تو خدا کے نزدیک اس کا دیکھنا بیت اللہ کو دیکھنے سے بھی پسندیدہ ہوگا ۔جس نے صاحب خانہ کو دیکھا گویا اس نے خدا کو دیکھ لیا جس نے ان کو کپڑا پہنچایا گویا اس نے خدا کو کپڑا پہنچایا جس نے ان کو کھانا کھلایا گویا خدا کو کھانا کھلایا ۔اے ابا ذرؓ اگر تم چاہو تو اور کچھ کہوں ۔عرض کیا فرایئے یا رسول اللہ ﷺ ۔فرمایا جو لوگ گناہوں پر اڑے رہتے ہیں اپنے گناہوں سے سبب بوجھل ہو گئے ہوں گے ان کے اگر وہ ان کے پاس آ بیٹھیں گےتو خدا کے نزدیک ان برگزیدوں کی علومرتبت کے باعث جب تک خدا ان گنہگاروں (رحم کی نظروں) سے نہیں دیکھے گا اوران کے گناہ نہیں بخشے گا وہ ان کی مجلس سے نہیں اُٹھیں گے (صحبت صادقین) اے ابا ذرؓ ان کی ہنسی عبادت ان کی خوش طبعی تسبیح ان کی نیند صدقہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر دم ستر مرتبہ (نظر رحمت) سے انہیں دیکھے گا ۔اے ابا ذرؓ میں انہیں لوگوں کا مشتاق ہوں ۔

پھر آنحضرت ﷺ نے تھوڑی دیر سر جھکا لیا اوراس قدر روئے کہ دونوں آنکھوں سے آنسو نکل پڑے ٴپھر فرمایا ۔آہ! ان کے دید کا شوق ہے ۔پھر فرمانے لگے ''اے اللہ ان کی حفاظت کرنا اوران کے دشمنوں کے مقابلے پر ان کی مدد دینا اور قیامت کے دب ان سے میری آنکھیں ٹھنڈی کرنا'' اور یہ آیت پڑی ''اللہ کے دوستوں پر نہ (تو کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہو نگے''۔

تاریخ اسلام گواہ ہے ایسے لوگوں کی جماعت صرف اور صرف مہدی موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کی تھی یہ کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے، ابوالکلام آزاد، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دیگر علماء و مورخین اس بات کے گواہ ہیں۔ اب آیئے مہدی کے صحابہؓ کا عمل کیا تھا دیکھتے ہیں۔ نقلیات بندگی میاں سید عالمؒ کی ۲۶۹ نقل ہے۔ بندگی میاں سید الہداد ؒ کے دایرے میں بہت سے فقرا (تقوی و توکل کی وجہ سے) فقر و فاقہ سے رحلت کے کسی برادر کی مزاج پرسی کو ملک الہداد آتے تو وہ کہتے کیا روٹی لائے ہیں یہ کہہ کر واصل بحق ہو جاتے۔ ملک الہداد نے توجہ کی اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے بار خدا یہ لوگ تیری راہ میں (دنیا ترک کر کے) آئے ہیں اور بندے نے انہیں تیرے سپرد کیا ہے یہ کیا معاملہ ہے۔ حق تعالی کی طرف سے معلوم ہوا کہ یہ ہمارے طالب ہیں ہم نے ان کو ایمان عطا کیا ہے۔ ملک الٰہداد نے دایرے میں نداء کی کہ جو کوئی چاہتا ہے (تقوی توکل کے فاقوں سے) مر جائے وہ مومن ہوگا خدائے تعالی کا فرمان ہوتا ہے کہ جو اشخاص روٹی کہتے ہیں (تقوی اختیار کر کے) ان کا کہنا مجھے پسند ہے کیونکہ انہوں نے پہلے ہی اپنی ذات ہماری رضا میں ہمارے حوالے کر دی ہے۔

سمندر پیاسے کو اک قطرہ نہیں دیتا　　　　خدا اپنے فقیروں کو دنیا نہیں دیتا

۲۷۱ نقل ہے سید عالمؒ کی کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کے جدّہ (جزیرہ عرب) میں بہت اضطرار تھا دو سو آدمی (تقوی کی وجہ سے) فاقوں سے خشک ہو کر وفات پا چکے تھے۔ اس وقت ملک الہداد نے قرض کر کے اپنے اپنے آدمیوں کو فطرہ دے اور حکم خدا بجالائے۔

۲۷۲ نقل ہے میاں سید عالمؒ کی کہ: بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے حضور موضع جیول میں بہت اضطرار تھا اور غلّہ اتنا سستا تھا کہ ایک ڈوگر (وہاں کا سکہ) کو پانچ سیر چاول آتے تھے (ایسے وقت میں) چار سو برادروں نے (تقوی کی وجہ سے) خشک ہو کر اپنی جان اللہ تعالی کے حوالے کی۔ ایسے بے شمار واقعات مہدی موعودؑ کے صحابہؓ کے بیان ہیں۔

الحاصل : اس سولھویں آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ: کہ آخر میں آنے والے عجمی ہیں جن کے امام ....من ذریتی بھی عجمی ہیں۔ اللہ کے رسولﷺ نے اسی بات کا اشارہ دیا تھا کہ" مجھے ہند سے خوشبو دار ہوا آتی ہے۔"(المستدرک حاکم)

سترہویں آیت مہدیٔ موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں سورۂ القیامہ کی 19 ویں آیت پیش کی: ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَه پھر تحقیق ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان۔ مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے فرمایا کہ تحقیق ہمار ذمہ ہے اس کا بیان۔ وہ تیری ذات ہے۔ سورہ الرحمٰن کے وعدے کو یہاں پھر دہرایا گیا ہے۔

الحاصل : اس سترہ ویں آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ قرآن کے بیان کے لے اللہ تعالی نے ایک مبین کلام اللہ کا جو وعدہ فرمایا وہ مہدی موعود آخرالزماں ہیں۔

اٹھارویں آیت مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اپنے دعوی کے ثبوت میں سورۂ بینہ پیش کی: وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ اختلاف نہیں کیا ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس بینہ۔ مہدیٔ موعودؑ نے فرمایا اللہ تعالی مجھ کو حکم دیا کہ ان لوگوں سے مراد جن کو کتاب دی گئی تیرے زمانے کے علماء ہیں اور بینہ سے مراد مہدیٔ موعودؑ ہے وہ تیری ذات ہے۔ بینہ کے تعلق سے اس سے پہلے ہم نے گفتگو کی ہے۔ لیکن یہاں ایک وضاحت یہ ہے کہ تفسیر قرطبی میں مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ کے تعلق سے ہے کہ وہ کفر کو چھوڑنے والے اور اس سے اعراض کرنے والے نہ تھے یہاں تک کہ محمد ﷺ انکے پاس تشریف لے آئیں۔ یہ وحی اللہ کے رسول محمد ﷺ پر نازل ہورہی ہے ایسے کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ محمد ﷺ کے آنے تک کفر چھوڑنے والے نہ تھے اس سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ محمد ﷺ کا آنا کفار و مشرکین کو پہلے سے معلوم تھا کہ وہ آئیں گے تو ہمیں کفر و شرک چھوڑنا پڑیگا جب کہ ایسی کوئی بات عرب میں نا معلوم تھی البتہ محمد ﷺ کے آنے کے بعد کسی کا پھر سے شرک میں مبتلاء ہونا یا کفر کرنا معنی انکار کرنا ایک حقیقی بات ہے اور وہ بات حضور ﷺ کے بعد ہوئی اور ہوتی رہی اور اللہ کے رسول ﷺ نے دین کو زندہ کرنے والے یا تجدید کرنے والے مہدی موعود آخرالزماں کا وعدہ فرمایا جو کہ حقیقی منفکین معنی ''زایل'' ہونے والوں کے لئے ہیں یعنی انتہاء تک پہنچنے معنی وہ اپنی عمروں کی انتہا تک پہنچنے والے نہیں اور مرنے والے نہیں یہاں تک کہ ان کے پاس ''بینہ'' پہنچ جائے۔ یہاں بات صاف ہے کہ جب تک قیامت قایم نہ ہوا یک ''موعود بینہ'' نہ آجائے اس تعبیر کی بنا پر انفکاک انتہا کے معنی میں ہے یعنی ان کی مدت ختم ہونے والی نہیں یہاں تک کہ رسول ان کے پاس آجائے۔ مدت کا ختم ہونا قیامت کا آنا دنیا کی مدت کا ختم ہونا ہے۔ وما انفک فلانٌ قایئمًا وہ لگا تار کھڑا رہا یعنی انتظار کرنا!! قیامت کا۔ اس کے بعد بھی وضاحت ہے کہ مُنْفَكِّيْنَ بارحین کے معنی میں ہے یعنی وہ اس طرح رہیں گے کہ وہ دنیا نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ ان پر بینہ آجائے۔ کون سا بینہ پہلے بینہ تو آچکے اللہ کے رسول ﷺ معنی وہی دوسرے بینہ مہدی موعود آخرالزماں جو مدت ختم ہونے سے پہلے یا قیامت کے قایم ہونے سے پہلے آنے والے ہونگے۔ اور مُنْفَكِّيْنَ کی یہ معنی بھی لئے گئے ہیں کہ انہیں عذاب نہ دیا گیا اور وہ ہلاک نہ ہوئے مگر جب تک رسولوں کو (نہ) بھیجا گیا اور کتابیں (قرآن خصوصی طور پر) نازل کر کے حجت تمام (نہ) کردی گئی تو وہ اس وقت ہلاک ہوئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ: اہل کتاب مومن تھے پھر انہوں نے اپنے انبیاء کا انکار کیا مشرک فطرت سلیمہ پر پیدا کئے گئے جب بالغ (دین کا تمام علم حاصل ہونے کے بعد) ہوئے تو انہوں نے انکار کیا۔ اور الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ سے مراد یہود و نصاری ہیں اہل کتاب کے لئے تفریق کا خصوصاً ذکر کیا دوسرے لوگوں کا ذکر نہیں کیا اگر چہ وہ کافروں کے ساتھ جمع ہیں الگ اس لئے ذکر کیا کیونکہ انہیں اپنے بارے میں گمان ہے کہ انہیں علم حاصل ہے۔ یہی حکم اہل قرآن کے لئے بھی ہے۔ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ اختلاف نہیں کیا ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس بینہ۔ یہ آیت سورہ بینہ کی ہے جس کا نزول 100 ہے جسے مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کیا۔ جبکہ اس سے پہلے

نزول قرآن کی 89 سورہ آل عمران کی 105 ویں آیت میں کہا گیا کہ "ضرور ہونی چاہئے تم میں ایک جماعت جو بلایا کرے نیکی کی طرف اور حکم دیا کرے بھلائی کا اور روکا کرے بدی سے اور یہی لوگ کامیاب وکامران ہیں۔اور نہ ہو جانا ان لوگوں کی طرح جو **فرقوں میں بٹ گئے تھے اور اختلاف کرنے لگے تھے اس کے بعد بھی جب آچکی تھیں ان کے پاس روشن دلیل (نشانیاں)**۔اس کے سولہ 16 سورتوں کے نزول کے بعد پھر سے یہ بات دہرائی گئی سورۂ بینہ میں۔یعنی بار بار تاکید کی گئی کہ فرقوں میں نہ بٹ جانا مگر دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد اُمت فرقوں میں بٹ گئی لہٰذا دوبارہ ایک روشن دلیل یعنی بینہ کو نویں صدی میں بھیجا گیا ایک جماعت کے ساتھ۔

الحاصل : اس اٹھارویں آیت سے ثبوت اور اپنی امامت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ: جس طرح اول اسلام میں ایک بینہ اللہ کے رسول ﷺ تھے آخر دور اسلام میں اُن کے تابع تام دوسرے بینہ حضرت مہدی موعود آخر الزماں ہیں جن کا ظہور نویں صدی ہجری میں ہوا۔سورۃ بینہ میں یہی دو بینہ کا ذکر ہوا ہے۔

مَنِ اتَّبَعَنِي ، بینہ ، مَن مْ بَلَغَ ، خَلَقَ الْإِنْسَان مہدی موعودؑ نے قرآن کی آیات میں ان الفاظ سے اپنا مہدی ہونا خدا کے حکم سے ثابت کیا ہے۔اب اس کی کچھ لغوی اور تجویدی ترکیبیں دیکھ لیتے ہیں۔جیسے اسم محمدؐ مُحَمَّدٌ یہاں حرف "دال" پر تنوین یعنی "نون" کی آواز دو پیش کے ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔اب اسے اگر مُحَمَّدٌالرَّسُول الله کہتے ہیں تو "دال" پر تنوین کے بجائے رسول کے "رے" سے ادغام کردیا گیا' کیونکہ مُحَمَّدٌ اسم معروف ہے جبکہ مُحَمَّدٌالرَّسُول الله اس اسم معروف والی شخصیت کا "وصف" ہے جو ایک خوبی ہے۔اب اسی کو ہم سورہ رحمٰن کے عَلَّمَ الْقُرآن ... خَلَقَ الْإِنْسَان میں دیکھیں یہاں معلم قرآن کے وصف کے بعد خَلَقَ الْإِنْسَان آ گیا اس کے بعد کہا گیا کہ عَلَّمَهُ الْبَيَان یعنی معلم قرآن کے وصف کو بیان کرنے کے بعد خلق میں ایک واحد انسان کو پیدا کرنے کی بات کہی گئی پھر اس کے بعد کہا کہ اس معلم کے علم قرآن کا بیان کیا جائے گا۔اس طرح معلم قرآن اور قرآن کے بیان کے درمیان ایک انسان کو خلق میں پیدا کیا جائے گا۔ عَلَّمَهُ الْبَيَان یہاں عَلَّمَهُ کے بیان کے درمیان "الف" کے بجائے بیان کے حرف "ب" سے ساتھ ادغام کردیا گیا' یعنی معلم کے بیان کو جوڑ دیا گیا 'خلق الانسان سے۔قرآن کا علم دینے والے محمد الرسول اللہ ہیں جو صاحب وصف نبی رسول ہیں دوسرے اسکے بیان کرنے والے "مبین" کلام اللہ صاحب وصف خلیفۃ اللہ ہیں جن کے متعلق معلم قرآن حضو ﷺ نے فرمایا کہ "میرے قدم پر چلے گا خطا نہیں کریگا" یہ الفاظ کا ادغام عربی میں زبان انگریزی کے ساکن Silent word جیسا ہے۔مثلاً Know کنو ہوتا ہے مگر اسے انگریزی میں "نو" پڑھا جائے گا۔جیسے knife کنایف مگر اسے "نایف" پڑھا جائے گا۔جس طرح یہ ادغام قرآن میں بہت ساری قرآت تلاوت میں تجوید کے طور پر پڑھایا جاتا ہے اسی طرح قرآن میں مَنِ اتَّبَعَنِي میں اور میرا تابع کا لفظ ہے جو دو شخصیات کے تعرف کے لئے آیا ہے جیسے "میں" اور "میرا تابع" اُصول تجوید عربی میں اسے "یرملون" کہتے ہیں یہ عربی کے ان حروف پر مبنی ہے ی رے میم لام واو

نون یہ وہ حروف ہیں جنہیں عربی میں ادغام combine کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔جیسے مَن مْ بَلَغ جومہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں اللہ کے حکم سے پیش کیا۔یہاں مَـن کا نون ساکن ہے بیچ میں جو چھوٹی ''میم'' ہے اسے بَـلَـغَ کے ساتھ مدغم کیا گیا ہے۔ایسے الفاظ اور عربی کی لسانی باریکیوں کو نظر انداز کر کے قرآن کے ترجمے کئے گئے ہیں۔جیسے ''میرا تابع'' کو جو واحد ہے اسے جمع کا صیغہ لگا کر اُمت کے تمام مسلمانوں کو اس میں شامل کر دیا تا کہ ان کی اپنی پسند کی ایک جماعت بنے جسے بعد میں تبلیغی جماعت کیا گیا۔اس طرح تمام جاہل بے علم بھی اللہ کے رسول ﷺ کے تابع بنا دئے گئے۔جبکہ تابع کی شرط **المھدی منی مـن یـقـفـو اثـری ولا یخطی** کی ہے۔ایسے ہی **مـعـصـوم عـن الخطا** کو اللہ کے رسول ﷺ نے مہدی موعود آخر الزماں کہا ہے۔اس طرح تو نہیں البتہ سورۃ البینہ میں ایک دوسرے طریقے سے ''دو'' بینہ کا ذکر ہے کہ ایک بینہ کفار و مشرکین کی اصلاح اور تبلیغ کر رہے تھے۔دوسرے بینہ بعد میں اُمت جو تفرقوں میں گھری ہوگی اسے معرفت الٰہی کا درس دینے بعد کسی وقت یعنی نویں صدی ہجری میں آئیں گے۔تعجب اس بات پر ہے کہ تلاوت اور قرآت میں جو عالم ان اُصولوں کی اتنی پاس داری کرتے ہیں وہ ترجمہ کرتے وقت کیوں تمام اُصول نظر انداز کرتے ہیں۔اس کا صاف مطلب ہے اللہ کی مرضی کو بیان کرنے کے بجائے اپنے عقیدہ خیال کو بیان کرنا ان کا مقصد ہے دین وایمان سے ان کا لینا دینا کچھ نہیں یہ اول درجہ کی دریدہ دہنی ہے۔دین میں تفریق پیدا کرنے والوں کو فرقہ کہتے ہیں۔

جب ہم بیداریا بصیرت کی بات کرتے ہیں تو سورہ یوسف کی ۱۰۸ ویں آیت کو پیش کرتے ہیں اس کے بعد سورہ انعام کی آیات کو پھر سورہ نجم اور اسرا کو کہ جس میں معراج مقدس کا بیان ہے۔ایسا نہیں کہ اللہ تعالی نے حضور نبیٔ کریم ﷺ کو یوں ہی بصیرت یا دیدار کی دعوت دینے کو کہا بلکہ باضابطہ پہلے حضور ﷺ کو اپنے پاس بلایا اس کے بعد آپ ﷺ کو اور آپ کے بعد آنے والے تابع (مہدی موعودؑ) کو دعوت بصیرت کی راہ پر یا طریقے پر بلانے کا حکم دیا۔اگر نبیٔ کریم ﷺ اپنے بعد اللہ کے خلیفہ کے آنے کا وعدہ نا فرماتے تو یہ تمام مباحث کی قطعاً ضرورت نہیں تھی' کوئی تو ضرورت اور حقیقت ہوگی کہ آپ ﷺ نے اپنے بعد ایک خلیفۃ اللہ کی آمد کا مژدہ سنایا جس سے اس تابع رسول ﷺ کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔اور تمام اُمت اُس خلیفۃ اللہ کی منتظر تھی تو کیوں؟ ان کی کوئی حقیقت تو ہوگی؟ ہاں مگر تفرقہ میراں سید محمد جونپوری کو مہدی موعود آخر الزماں ماننے میں ہے اُس کے لئے پچھلے پانچ سو برسوں سے علماءِ مہدویہ آپ علیہ السلام کے مہدیٔ حق ہونے کے دلایل اور ثبوت دیتے آئے ہیں باوجود اس کے اس کی تحقیق کرتے' بلا تحقیق انکار اللہ کے حکم سے انحراف ہے۔یہ ترتیب نزول قرآن میں معلوم ہوتی ہے کہ پہلے سورہ نجم 23 نازل ہوی پھر سورہ بنی اسرائیل 50 کا نزول ہوا اس کے بعد سورہ یوسف 53 کا نزول ہوا۔یعنی پہلے آپ ﷺ کو دیدار کرایا گیا اس کے بعد اس دیدار کا طریقہ بتانے کا اور اس کی دعوت دینے کا حکم کیا بلکہ آپ ﷺ نہ اس راستے پر بہکے بھٹکے یا اعراض کیا (ماغوا سو۔رہ نجم) بصیرت کے معنی کسی طریقے کو علم سے عمل سے ادراک سے جاننا ہے کیوں کہ اللہ نے کہا کہ **وَمَا قَدَرُ و ا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ** انہوں نے (کفار نے) اللہ تعالی کی اس

طرح قدر نہ پہچانی کہ جس طرح اسے (اللہ کو) پہچاننے کا حق تھا (سورہ انعام ۹۱) اور حضور نبیٔ کریم ﷺ کو پہلے وہ راستہ طریقہ بتایا گیا اور حق کی پہچان کرائی گئی بعد میں آپؐ کے تابع (مہدی موعودؑ) کو اس سے واقفیت کرائی گئی۔ آج کے عالم دعوی کرتے ہیں کہ انہیں حضور ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی اور یہ دعوی وہ عالم بھی کرتے ہیں جنہوں نے شان رسولؐ میں گستاخیاں کی ہیں اور کئی اولیا کا قول ہے کہ انہیں اللہ کے رسول ﷺ نے خواب کی حالت میں کئی احکام دئے اور کئی معاملات میں رہنمائی کی تو کیا اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے خلیفہ مہدی موعودؑ کی رہنمائی نہیں کی یا اُنہیں احکام بتائے ہونگے؟۔ ایسا ہونا ممکن کیوں نہیں مثال کے طور پر حضور ﷺ نے حضرت ابراہیمؑ کا موسی علیہ السلام کا اور عیسی علیہ السلام کا حلیہ مبارک بیان کیا کہ وہ ایسے ایسے ہیں تو کیا اللہ تعالی نے انہیں ان نبیوں پیغمبروں سے ملاقات نہیں کرائی ہوگی جو اس وثوق سے حضورؐ نے ان کے متعلق بیان کیا جو احادیث میں بیان ہیں یہ اس لے ضروری تھا کہ ''لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے جائیں **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحْمِ... اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِی خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوا بِرَبِّھِم یَعْدِلُوْن** (انعام ۱)۔ اب ذرا دوبارہ راستے کی بات کرتے ہیں۔ سَبِیْل کے معنی راستے کے تو ہیں جو واضح یا صاف اور سیدھا ہو لیکن اصل معنی طریقہ ہے کہ جس میں سہولت ہو۔ امام راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ سَبِیْلٌ کا استعمال ہر اُس شئے کے لئے ہوتا ہے کہ جس کے ذریعہ کسی شئے (یا مقام تک) پہنچا جائے خواہ وہ کوئی چیز (یا طریقہ) ہو۔ یہ لفظ مذکر اور مونث بھی استعمال ہوتا ہے مگر اس کی تانیث (سبیلی) زیادہ غالب ہے (جو سورہ یوسف کی ۱۰۸ میں مستعمل ہے) اس سبیل یا طریقہ پر چلنے کی پہلی شرط ہے تمام قسم کے کفر و شرک سے پاک ہو جانا جس کا بیان اسی آیت میں ہے **وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْن** کہ میں شرکوں میں سے نہیں ہوں یہ اللہ کے وہ رسولؐ فرما رہے ہیں جن کا نبوت سے پہلے بھی زندگی میں شرک کا شایبہ نہیں تھا۔ اس کی دوسری مثل **لَیَصُدُّ نَھُمْ عَنِ السَّبِیْلِ** اور ان کو روکتے رہتے ہیں (اللہ کی) راہ سے۔ اسی طرح اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ **وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی وَمَا اُتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا** (اے محمدؐ) وہ پوچھتے ہیں آپؐ سے روح کے بارے میں کہدو روح اللہ کی طرف سے ہے جس کا ہمیں کم علم دیا گیا ہے (بنی اسرائیل ۸۵) اگر انسان اس روح کے نکتے کی حقیقت کو بس سمجھ لے تو تمام احوال اس پر ظاہر ہو جائیں گے۔ یہی بات قرآن ابتداء میں کہتا ہے کہ **یومنون بالغیب و یقیمون الصلوۃ** (سورہ بقرہ آیت ۳) اسی آزمایش کے لئے پہلے خلیفۃ اللہ آدم کو پیدا کیا گیا جو بنی نوع انسان کے پہلے نبی تھے اور آخری نبی خاتم الانبیا محمد ﷺ کے بعد خاتم ولایت محمد یہ کو سب سے آخر میں بحیثیت تابع تام کو رسولؐ آخری کے بعد بھیجے جانے کا وعدہ کیا جو قرب قیامت آینگے عیسیٰ سے پہلے۔ پچھلے تمام آسمانی صحایف اور قرآن کے احکام و بیان کا نقطہ انجماد یا مرکزی نکتہ صرف ایک ہے کہ انسان تمام خلایق کے علاوہ خود کے مخلوق ہونے اور اللہ رب العزت کے خالق کل اور رب العالمین ہونے کا اعتراف کرے اور اسے اس طرح پہچانے جیسا سے پہچاننے کا حق ہے۔ **وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ** تم (لوگوں) نے اللہ تعالی کی اُس طرح قدر نہ پہچانی جس طرح اُس کے پہچاننے کا حق ہے جبکہ اللہ قوت والا عزت والا

ہے (سورہ حج ۴۷) جس طرح حضرت آدمؑ کی بزرگی ثابت ہے اسی طرح خاتم ولایت یا معرفت مہدی خلیفۃ اللہ کا تقدس ثابت ہے ۔مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ ''جب قبر میں مجھے اتارو تو دیکھو بندہ قبر میں موجود ہے تو سمجھو کہ بندہ مہدی نہیں بلکہ جھوٹا تھا' کیونکہ تم اللہ کو اس بندہ کو اس ہاتھ سے دو گے وہ اپنے ہاتھ سے لے لیگا'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں ۔معنی جس روح کو معرفت الٰہی کی پہچان کے لئے دُنیا میں بھیجا گیا تھا آدم علیہ السلام کو قید جسم کر کے اس روح انوار مقدس کو مہدی کے جسم کے توسط سے جدا کر دیا گیا ۔مہدی کے مقام مرتبہ اور حقیقت کو اگر سمجھنا ہے تو حضرت موسیٰ اور خضرؑ کے واقعہ میں سمجھیں ۔اللہ تعالی نے قرآن میں خضرؑ کا نام نہیں لیا صرف بندہ کہا' اور وہ بندہ (حضرت خضرؑ) حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر اولعزم پیغمبر سے کہتے ہیں کہ تم میرے ساتھ ''صبر'' نہیں کر سکتے ۔اور ہوا بھی وہی تین احوال کے وارد ہونے پر حضرت موسیٰ بے صبر و بے طاقت ہو گے ۔مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ ''اگر تم اللہ کے ذکر میں مصروف ہوا ور یمن میں ہو تو بھی سمجھو بندہ تمہارے ساتھ ہے' اگر نہیں تو تم بندے کے ساتھ نہیں ہو'' ۔اور آج ہم مہدی کی تصدیق تو کرتے ہیں مگر تمام کام شیطان کی مرضی کے کر رہے ہیں تقوی توکل کا دامن چھوڑ دیا جب دنیا اختیار کر لی ذکر اور نوبت کا سلسلہ ختم کر دیا اب صرف معدودے چند لوگ ذکر کرتے ہیں وہ بھی سلطان الیل اور سلطان النہار پر ۔اب ہم تعلیمات مہدی پر نہیں بلکہ دنیا دار عالموں صوفیوں کی دہائی دیتے نہیں تھکتے اور سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم نے مصدق مہدی ہونے کا حق ادا کر دیا ۔مومنوں کا ایمان ہے حضور ﷺ اپنے مرقد میں حیات ہیں' مگر مہدیؑ کہہ رہے ہیں کہ ''اگر بندہ کو قبر میں پاؤ تو سمجھو بندہ مہدی نہیں ہے جھوٹا ہے'' یہاں ایک مہین باریکی ہے 2 دو محمدؐ قبر میں کیسے زندہ ہو سکتے ہیں؟ ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ احادیث میں ہے کہ حضور ﷺ صحابہؓ کے درمیان مہدی موعود کا بیان فرما رہے تھے صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ قد وقال ناک نقشہ حالات و کیفیات جو آپؐ مہدی کے متعلق بیان کر رہے ہیں یہ تو ہو بہو آپ ﷺ کے ہیں' تو کیا آپؐ دوبارہ تشریف لائیں گے؟ تو آپ ﷺ مسکرا کر چپ ہو گئے ۔دین میں ایسی کچھ باتیں ہیں جن کے بارے میں سمجھ لینا ایمان ہے گفتگو نہیں کرنا ہے کیونکہ کی معاملات میں قبول یا انکار سے کفر لاحق ہو جاتا ہے ۔''دانستہ ایمان گفتنا کفر ۔آدمؑ کی پیدائش پر اللہ تعالی نے انہیں خلیفہ کہا حضورؐ نے انہیں نبی کہا تو معلوم ہوتا ہے خلیفۃ اللہ کا نبی ہونا' اور ہر نبی رسول پیغمبر کا خلیفۃ اللہ ہونا' لیکن ! چونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ختم نبوت رسالت کا اعلان کیا ہے تو بات اللہ اور اس کے رسول کی مانی جائے گی کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی رسول نہیں ہیا اس لحاظ سے مہدی آخر الزماں صرف خلیفۃ اللہ ہیں' جب اللہ نے آدمؑ کو خلیفۃ اللہ کہا تو ہم نے خلیفہ مانا جب رسول نے نبی کیا ہم نے نبی مانا' جب اللہ نے شروع نبوت میں بیت المقدس کو قبلہ بنایا تو ہم نے اسے قبلہ مانا' جب مکہ مکرمہ قبلہ قرار دیا گیا تو ہم نے کعبہ کو قبلہ مانا ۔سوال کسی جگہ یا شخصیت کی اہمیت کا نہیں ہے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کا ہے ۔ابتدائے نبوت اہل مکہ شراب پیا کرتے تھے جب حکم آیا شراب حرام ہے تو تمام شراب بہا دی پھر کبھی اس کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھا ۔بات وہی حکم کی تعمیل کی ہے اپنی چاہت پسند خواہش منطق دلیل کی نہیں ۔نماز پڑھنا فرض ہے مگر مسافر کو قصر کی رخصت ہے' حج اور زکواۃ فرض ہے صاحب نصاب کے لئے ۔

روایتوں میں ہے کہ کعبہ کے بالکل عین اُوپر بیت المعمور ہے جس کے گرد فرشتے طواف کرتے ہیں' ایک فرشتے کو ایک چکر لگا کر آنے میں ستر ہزار برس لگتے ہیں' دوسری روایتوں میں ہے کہ وہ فرشتہ کو پھر دوبارہ آنے کا موقع ہی نہیں ملتا معنی اللہ تعالی کی بنائی کائینات اتنی عظیم ہے۔ حضرت جبرئیل امین کی عمر ہزاروں برس کی بتائی جاتی ہے جنت کی روایات میں ہے کہ جنت کے کئی دروازے ہیں ان میں ایک دروازے کی چوڑائی اتنی ہے کہ ایک گھڑ سوار کو دروازے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچنے کے لئے پانچ سو برس کی مسافت طے کرنے پڑتی ہے' اور جنات کی عمریں ہزاروں برس کی بتائی جاتی ہیں اور ابلیس تو حضرت آدمؑ کی تخلیق سے پہلے بھی تھا اور قیامت تک رہے گا۔ آج انسان معنی سائنس دانوں نے اس دنیا کی عمر ہزاروں لاکھوں برس ہونے کا دعوی کرتے ہیں جن میں ڈایناسور جیسے جانور ہوا کرتے تھے ایسے دعوے ماہر ارضیات وعمرانیات آئے دن کرتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ انسان آدمی بننے سے پہلے پہاڑوں جنگلوں غاروں میں ہزاروں برس رہا یہ ہزاروں برس کی عمریں یہ بے حد وسیع و کنار کہکشاں کی وسعتیں ان بیانات میں ہوسکتا ہے قیاس اور مبالغہ آرائی ہو لیکن مذہبی روایات وانسانی اندازوں کی طوالتوں کو سامنے رکھ کر دیکھیں اس دنیا کا وجود کائینات میں ہمالہ کے سامنے رائی کے دانے کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت آدمؑ کو دنیا میں اتارے جانے کے بعد کئی نبی رسول آئے گئی قومیں آئیں بنی اسرائیل اور اُمت مسلمہ اور آج کی آبادیوں کو ملا کر انسانی مخلوق کی کل عمر آٹھ یا نو ہزار برس سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی۔ **انسان کی تخلیق زمین پر اتنے مختصر مدت کے لئے کیوں**؟ اتنے مختصر وقفہ کے لئے انسان کو پیدا کر کے آزمائش کے دور سے گزارے جانے اور حشر برپا کرنے میں مصلحت خداوندی کیا ہے؟ یوں لگتا ہے کہ انسان کو دنیا میں چند مدت کے لئے اتارا گیا ہے۔ اس تمام کارخانہ قدرت میں انسان کا وجود ایک مختصر وقفہ کے لئے کیوں؟ اس کا راز اُن احادیث میں پوشیدہ ہے کہ جن کا بیان ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں اس کائینات کی تخلیق کی تاکہ میں پہچانا جاؤں' اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے ''میں انسان کا راز ہوں اور انسان میرا''۔ ان تمام احوال کو مجتمع کر کے دیکھنے کے بعد حضورﷺ کو معراج میں بلا کر دیدار کرانا اور انہیں بعد میں اولاد آدم میں اُمت کو بصیرت کی راہ پر یا طریقہ دعوت دینا اور اس کے بعد یہ کہنا کہ میرا تابع بھی یہی طریقے یا راستے کی دعوت دیگا' اس کے بعد یہ کہنا کہ میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں' یعنی میں اللہ کی ذات اور صفات میں کسی مخلوق کو شریک کرنے والوں میں نہیں ہوں کہلوانا۔ ایک معلوم اور نامعلوم حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو معراج اور دیدار کی تعلیم میں پوشیدہ ہے۔ اور اولاد آدم یا انسان یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ یہ دنیا اس کی کامیابی اس کی چکا چوندی انسان کا مقصد پیدایش ہے' جو کہ ایک بڑی غلط فہمی ہے جس میں کفار و مشرکین کے ساتھ کچھ دنیا پرست مسلمان بھی یقین کر چکے ہیں۔

حضرت مہدئ موعود علیہ السلام نے اپنے اور قوم مہدی کے تعلق سے جو ثبوت دئے وہ یوں ہیں:

خود کی ''امامت اعظمیٰ'' کے ثبوت میں وَمِنْ ذُرِّيَّتِي سورہ بقرہ کی آیت 124 پیش کی مدنی 1

اپنے ''تابع تام'' رسول اللہﷺ ہونے کی گواہی 5 آیات سے دی 5

فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ	آل عمران	20	مدنی
وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ	سورہ انعام	19	مکی
وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ	سورۂ انفال	64	مدنی
عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ	سورہ یوسف	108	مکی
ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ	فاطر	32	مکی

خود کے ''مبین کلام اللہ'' ہونے کا ثبوت 3 آیات سے دیا — 3

خَلَقَ الْاِنْسَانَ o عَلَّمَهُ الْبَیَانَ	سورہ الرحمٰن	4-3	مدنی
ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ	سورۂ القیامہ	19	مکی
فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍ	سورۂ ھود	01	مکی

خود کے ''بینہ'' روشن دلیل ہونے کا ثبوت 2 آیات سے دیا — 2

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ یَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ	سورۂ ھود	17	مکی
اِلَّا مِنْم بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ	سورہ بینہ	100	مدنی

خود کی قوم موعودہ کے بارے میں 7 آیات پیش کیں — 7

مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ	سورۂ مایدہ	54	مدنی
لِّاُولِی الْاَلْبَابِ	سورۂ آل عمران	190	مدنی
فَاِنْ یَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا	سورۂ انعام	89	مکی
وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ	سورۂ محمد	38	مدنی
ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ:	سورہ واقعہ	13	مکی
وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ	سورۂ واقعہ	14	مکی
وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ	سورۂ جمعہ	3	مدنی

قرآن مجید کے اس پیغام کے بعد اگر اُن بہت ساری احادیث کو سامنے رکھیں جو مہدی کی بعثت سے متعلق ہیں تو اُن میں کچھ چنیدہ احادیث کے بیان میں حضور نبی کریم ﷺ کے ان بیانوں میں ایک وثوق اور پختہ یقین کا پایا جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ کو ابتدائے نبوت سے ہی مہدی موعود کی آمد کے متعلق بتادیا گیا تھا' حالانکہ مہدی کے متعلق زیادہ اقوال مدینہ منورہ میں بیان ہوئے ہیں' ہم یہ بات اسلئے کہہ رہے ہیں کہ اگر نزول قرآن کی سورتوں کی آیات کو غور سے دیکھیں جو مہدی موعود میراں سید

محمد جونپوری علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی تو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً مہدیؑ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں سورہ القیامہ کی 19 ویں آیت پیش کی ثم ان علینا بیانہ کہ اس قرآن کا بیان ہمارے (اللہ کے) ذمہ ہے۔ سورہ قیامہ نزول کے اعتبار سے 31 ویں سورہ ہے یعنی واقعہ معراج کے بالکل بعد کی۔ اس کے بعد سورہ فاطر جس کی آیت 32 اور نزول کے اعتبار سے 43 ویں سورۃ ہے کہ جس میں بتایا گیا کہ ایک قوم کو اس کتاب اللہ کا وارث بنایا جانا۔ اس کے بعد سورہ واقعہ نزول 46 کہ جس میں ایک ایسی قوم کا لایا جانا جو اگلوں کے جیسے ہونگے یعنی صحابہؓ رسول ﷺ کے مانند اُس وارث قران کے ماننے والے۔ اس کے بعد اُس وارث قرآن کی بعثت کے مقصد کو بتایا گیا کہ جس طرح متبوع ﷺ نے بصیرت کی دعوت دی اُسی طرح اُن کا تابع کا دیا جانا یعنی دیدار کی تعلیم کی راہ کا بتایا جانا سورہ یوسف میں بتایا گیا جو 53 واں نزول ہے۔ اس کے بعد سورہ انعام میں جس کا نزول 55 ہے اس میں بتایا گیا کہ اُس تابع محمد ﷺ کی بعثت کا مقصد بندوں کو اللہ تعالی کی نافرمانی نہ کرنے اور انہیں اللہ سے ڈرانے کا ذمہ دیا گیا جیسا کہ رسول ﷺ نے ڈرایا تھا۔ اسی سورہ انعام کی 89 آیت میں یہ واضح کر دیا گیا کہ اگر رسول ﷺ کی طرح ڈرانے والے کا اگر لوگ انکار کریں تو اللہ تعالی نے مقرر کر دئے ہیں ایسے لوگ جو اُس کا انکار نہیں کریں گے (انعام ۸۹) یعنی روز ازل ہی مقرر ہو چکا ہے کہ اس کے ماننے والے بھیجے جائیں گے اور اُس دوسرے ڈرانے والے یعنی مہدیؑ کا انکار کرنے والے کون لوگ ہیں۔ یہاں تک نازل سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تھیں اس کے **بعد مدینہ منورہ کی جو سورتیں مہدی موعودؑ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کیں وہ ہیں** سورہ بقرہ نزول 87 آیت 124 جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا امامت کی آخری کڑی ہونا جو کہ رسول ﷺ کے مطابق مہدی موعود خلیفۃ اللہ آخر الزماں کا ہونا جو اپنے رسول اور تابع محمدؐ کے نقش قدم پر چلنا اور خطا نہ کرنا یعنی معصوم عن الخطا ہونا اور مامور من اللہ ہونا۔ اس کے بعد سورہ انفال جس کا نزول 88 ہے جس میں کہا گیا کہ محمد رسول ﷺ کا حامی و مددگار جس طرح اللہ تعالی کا ہونا ہے اسی طرح اُس ڈرانے والے وارث قرآن اور ابراہیمؑ کی دعا کے امام اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہونے والے اور رسول اللہ ﷺ کی طرح بصیرت یا دیدار کی تعلیم دینے والے مہدی موعود کا ناصر و مددگار بھی اللہ تعالی کا ہونا۔ اس کے بعد نزول قرآن کی 89 سورہ آل عمران کی 20 ویں آیت میں کہا کہ جس طرح اللہ تعالی کی پیروی محمد ﷺ نے کی اسی طرح اُس معصوم عن الخطا کا بھی اُسی طرح اللہ تعالی کی پیروی کرنا اور اللہ کے آگے سر جھکا دینا۔ اس کے بعد 190 ویں آیت میں کہا کہ اس پیروی کرنے والے کی اطاعت کرنے والے اسے مہدی حق ماننے والے اہل عقل ہونگے جو اللہ تعالی کی قدرت میں غور کرنے والے بصارت سے بصیرت سے۔ اس کے بعد سورہ محمدؐ جس کا نزول 95 ہے اس میں کہا کہ اگر اُمت اللہ تعالی کے احکام جو قرآن میں بتائے گئے ہیں ان کی اندیکھی کر گی انجانے میں یا علم کے غرور میں تو اللہ ایک دوسری قوم کو لائے گا۔ اور اس کے بعد سورہ الرحمٰن نزول 97 میں بتایا گیا کہ وہ مبین کلام اللہ جو اپنے تابع ﷺ کے علم الکلام کا بیان کریگا وہ بعد میں میں آئے گا۔ اور وہ ایک دلیل روشن ہوگا جو تفرقوں میں بٹی اُمت کو راہ دکھائے گا جیسا کہ رسول ﷺ ایک دلیل روشن تھے کفار و مشرکین کے لئے اور یہ بات بتائی سورہ بینہ میں

جو کہ نزول کے اعتبار سے 100 ویں سورہ ہے اس کے بعد سورہ الجمعہ میں جس کا نزول 110 ہے یہ بتایا گیا کہ اس صد دوسرے صاحب بینہ کا اقرار کرنے والی قوم قرب قیامت آئے گی ۔اور اُس قوم سے اللہ محبت کریگا اور وہ قوم اللہ سے محبت کرنے والی ہوگی ایسا تب ہوگا جب لوگ دین سے مرتد ہو جائیں گے مگر وہ قوم ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈرے گی صرف اللہ سے محبت کریگی اور یہ بات ختم قرآن سے پہلے بتائی گی سورہ المایدہ میں جس کا نزول 112 ہے ۔اب یہاں ان تمام آیات کونزول کی ترتیب میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ مکہ مکرمہ سے ہی اللہ تعالی نے ابتدائے نبوت سے حضور نبی کریم ﷺ کو بتا دیا تھا کہ آپ ﷺ اپنے مقصد میں لگے رہیں آپ ﷺ کی نبوت کے مقاصد کی تکمیل کو ہم خلیفہ آخرالزماں مہدی موعود علیہ السلام کے ذریعہ مکمل بھی کریں گے اور اسے نہج بھی دیں گے ۔لہذا حضو ﷺ اس کے بعد مطمعین انداز میں اپنی نبوت کے اعمال میں مصروف ہو گئے جیسا کہا کہ مہدی کے متعلق سورہ قیامہ میں پہلی بار آپ ﷺ کو بتا دیا گیا کہ اس قرآن کا بیان ہمارے ذمہ ہے اس کے بعد مسلسل پے بہ پے آپ ﷺ کو اس بات کو بتایا جاتا رہا کیونکہ سورہ قیامہ معراج کے بعد نازل ہونے والی سورتوں میں جس کا نزول 31واں ہے ۔مہدی موعود نے جس سورتوں سے اپنا مہدی ہونا ثابت کیا اس کا تسلسل یوں ہے ۔سورہ قیامہ 31 نزول کے 12 سورتوں کے بعد سورہ فاطر کا نزول ہے اس کے 3 سورہ بعد سورہ واقعہ کا نزول ہے اس کے 6 سورتوں بعد سورہ ھود کا نزول ہے اس کے 1 سورہ بعد سورہ یوسف کا نزول ہے اس کے 2 سورہ بعد سورہ الانعام کا نزول ہے اُس کے 32 سورتوں کے بعد سورہ بقرہ کا نزول ہے اس کے 1 سورہ بعد سورہ انفال کا نزول ہے اس کے پھر ایک 1 سورہ بعد آل عمران کا نزول ہے اس کے 6 سورہ بعد سورہ محمد کا نزول ہے اس کے 2 سورہ بعد سورہ الرحمٰن کا نزول ہے اس کے 3 سورہ بعد سورہ بینہ کا نزول ہے اس کے 10 سورتوں کے بعد سورہ جمعہ کا نزول ہے اس کے 2 سورتوں کے بعد سورہ المایدہ کا نزول ہے ۔**یعنی 31 سے 112 سورہ کے نزول تک وقتاً فوقتاً رسول نبی کریم ﷺ کو مہدی موعود آخرالزماں کے بارے میں بتایا جاتا رہا ۔یہ سلسلہ معراج کے بعد ساڑھے گیارہ 11.6 برس تک جاری رہا اور حضور نبی کریم ﷺ بعثت مہدی موعود آخرالزماں کی حقیقت سے اُمت پوری طرح واقف اور باخبر رہے ۔**

حضرت مہدی موعودؑ نے جہاں اپنے دعوی کے ثبوت میں اٹھارہ آیات پیش کیں اُن میں 10 دس مرتبہ خود کے مہدی ہونے کے ثبوت پیش کئے ,جو تابع رسول ﷺ ہیں ۔تو کیا اللہ کی طرف سے جن پر قرآن نازل ہوا انہیں ان شواہد اور اشارات سے آگاہ نہیں کیا گیا ہوگا کہ یہ مہدی موعود آخرالزماں کے متعلق ہے؟ ۔وہ دس نشاندہیاں 1) بقرہ آیت ۱۲۴ مہدی کا ابراہیمؑ کی ذریت کا امام ہونا 2) عمران ۲۰ خود کا اور حضورؐ کے تابع کا اللہ کے آگے سر خم کر دینا 3) سورہ انعام ۱۹ قرآن کا خصوی طور پر کسی کو پہنچنا مَن ؕ بَلَغ 4) انفال ۶۴ مَنِ اتَّبَعَکَ آپ کی اتباع کرنے والے' 'اور' 'مومنین ۔ 5) سورہ یوسف ۱۰۸ متبوعؐ کی طرح تابعؑ کا بصیرت پر بلانا ۔6) سورہ فاطر ۳۲ کتاب کا وارث ہونا ۔7) سورہ رحمٰن خلق میں اس انسان کا مبین کلام اللہ ہونا ۔8) سورہ ھود ا میں محمدؐ کا نذیر ہونا اور ان کے مبشر بشیر کا ان آیات قرآن کے کلام و بیان کو مربوط اور مضبوط کرنا ۔ 9) سورہ ھود ۱۷ رسولؐ کے بعد ایک بینہ

کے برابر دوسرے لوگوں کا نا ہونا جن کے شاہد محمدؐ ہیں۔10) آخر میں پہلے بینہ کو بھیجے جانے کے بعد دوسرے بینہ کو بعد میں بھیجا جانا۔ یہ وہ حقایق ہیں جنہیں مہدی موعودؑ نے پیش کئے ہیں تو کیا جنؑ پر قرآن نازل ہوا انہیں ان حقایق سے آگاہی نہیں ہوئی ہوگی؟ بے شک حضورﷺ کو اللہ تعالیٰ نیان باتوں کو بتایا تھا مگر بات وہی تھی کہ ثــم ان عــلیــنــا بیــانــہ پھر ہم اس کا بیان بعد میں کریں گے۔قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسے اللہ تعالیٰ کے بیان کے تناظر میں ہی سمجھا جانا چاہئے نا کہ نحو صرف لغات اور اپنی منطق دلیل سے۔اب دیکھیں قرآن سے پہلے کی نازل کردہ انجیل میں جسے عیسایوں نے ردوبدل کرکے بائیبل کا نام دیا ہے انجیل کے معنی خدا کی کتاب یا خدا کے احکام ہیں جبکہ بائبل یونانی رومی لفظ ہے جس کے معنی مذہبی کتاب ہے۔حالانکہ اس انجیل کو بائبل تو بنادیا مگر اس میں انجیل کے کچھ حقیقی بیان جوں کےتوں رہ گئےان میں سے ایک اس کے سلیمان کا ترانہ Song of Solomon کا بیان ہے کہ جس کے 16 آیت میں کہا گیا کہ اس میں نام محمدؐ ہے مگر اسے عیسایوں نے بغض محمدؐ میں چھپانے کے لئے اس کا ترجمہ کل ملا کر پیارا Alltogether Lovely کردیا۔یعنی کسی حقیقت کو چھپانے یا خدا کے کلام کو بدلنے کی سرشت یہود ونصاری کی ہے جسے بعد میں مسلمانوں نے بھی اپنایا ہے۔تا کہ حقیقت کی پردہ پوشی کی جائے۔جو عربی جاننے والے ہیں ان میں بہت سارے اس شرارت سے واقف نہیں لیکن یہ کام ترجموں میں کھل کر کیا گیا ہے خصوصاً اردو اور فارسی ترجموں میں جو برصغیر کی زبان تھی جہاں مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ کی بعثت ہو چکی تھی اور ان علمائےسو کو انہیںؑ قبول نہیں کرنا تھا۔حالانکہ یہود و نصاری کو حضرت عیسیٰؑ کے ذریعہ بتادیا گیا تھا کہ ایک سچائی کی روح (محمدِم) آئے گی ان کا انتظار کرو اور وہ جو بتائیں اس پر عمل کرو کیونکہ بہت سارے اُمور ہیں جو میں اس وقت نہیں بتا سکتا جسے تم سمجھنے کے اس وقت قابل نہیں ہو۔جس کا بیان بائبل باب جان Jhon ۱۶ میں ہے۔مگر انہوں نے اپنی ناعاقبت اندیشی ضدہٹ دھرمی میں حضور نبی کریم محمدﷺ کا انکار کیا یا بائبل کے بیان کے مطابق "محمدِم" کا انکار کیا۔اسی طرح مہدی موعودؑ کی دعوت خلافۃ اللہ میں واضح بیان اور اشاروں کو کھول کر بیان کرنے کے بعد بھی بلا تحقیق انکار کیا ہے۔ایسا نہیں کہ معاملہ یہیں پر ختم ہے اب جب کہ حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ نزول ہوگا تو یہود و نصاری تو ان سے بحث اور حجت کریں گے ہی مسلمان بھی اس میں پیچھے نہیں رہیں گے۔کیونکہ اب عیسیٰ کو اگر آنا ہے تو ملک شام کی کسی مسجد کے مینار سے اُتر کر آنا ہوگا یا پھر بیت المقدس کے اوپر ان کے کسی امام کا سیڑھی لے کر انتظار کرنا ہوگا۔جبکہ حضرت عیسیٰؑ دافع بلاکت اُمت محمد ہیں اللہ کے رسولﷺ اور مہدی خلیفۃ اللہ کی طرح۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے بعد بندگان خدا کی ہدایت کے لئے نبی رسول پیغمبر کا ایک سلسلہ جاری رکھا ہے کہ فلاں کے بعد فلاں نبی ہیں تا کہ انسانیت کو شیطان یا ابلیس کے شر وفساد سے بچانے کے لئے۔مگر انسان کچھ زمانے تک راہ راست پر رہتا ہے پھر بھٹک جاتا ہے۔انسان کو گمراہ کرنے یا بھٹکانے کی ضرورت نہیں وہ بالکل بھٹکنے گمراہ ہونے کے عناصر کے ساتھ پیدا ہوا ہے کیونکہ ابلیس کو اس کے اندر دخل اندازی کی پہلے سے اجازت ہے یہی وجہ تھی کہ اولاد آدم کی پہلی پیڑی میں ہی قابیل نے ہابیل کا

قتل کردیا۔اسی کے ساتھ ہابیل نے صبر استقنا سکون مظلومی اور خدا ترسی کا بھی مظاہرہ کردیا۔آدمؑ کے بعد شیث تھے اُن کے بعد ادریسؑ ان کے بعد نوحؑ ان کے بعد صالح ھود اور دوسرے نبی رسول اور اللہ کے کئی خلیفے دنیا کے ہر خطے میں بھیجے گئے اُس طرح حضرت ابراہیمؑ آئے اُن کے بعد اسمٰعیل اسحاق یعقوب یوسف داؤد سلیمان موسیٰ ہارون یحیٰی ذکریا شعیب حضرت عیسیٰؑ ان کے بعد محمدﷺ یہی اس سلسلے کو ختم نہیں کیا حضورﷺ کے بعد ایک خلیفہ مہدی آخرالز ماں کو بھیجے جانے کا وعدہ کیا گیا ان کے بعد بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نازل ہونا اس تسلسل کو دکھاتا ہے ظلم اور مظلومیت کا دور قیامت تک ہے۔اتنے سلسلے اور ہدایات آنے کے بعد بھی انسانیت راہ حق سے بھٹکتی رہی ہے تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر یہ ہدایات نا آتیں تو انسان زمین پر کتنا شر وفساد برپا کرتا ؟جس کا اندیشہ فرشتوں نے تخلیق آدمؑ پر جتایا تھا۔ اب دوسروں کی بات ہی کیا قوم مہدی کے افراد کو دیکھیں آج وہ بھی بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں مہدی موعودؑ نے فرمایا ''برائے فہمیدن قرآن نور ایمان بس است'' قرآن کو سمجھنے کے لئے ایمان کا نور کافی ہے لیکن آج کیا ہورہا ہے دلیل منطق تفسیریں جن میں شان خدا شان رسول میں گستاخیاں یہی بات اس سے پہلے اللہ کے رسول نے اپنے دورحیات میں بتادی تھیں۔وَ قَالَ الرَّسُوْلُ يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُ هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا اور رسولؐ عرض کریں گے میرے رب! بلاشبہ میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز (چھوڑ دیا) کردیا ہے۔(سورہ الفرقان ۳۰) دوسرے مسلمانوں کی بات کرنے سے پہلے مہدیوں پر نظر ڈالیں اللہ اللہ کے رسولؐ اور مہدی کی بات کو بالائے طاق رکھدیا ہے۔اب حالت یہ ہے کہ جو مرشد بولے سو صحیح جبکہ راہبر خود دوسروں کی اقتدا کررہے ہیں خدا کے ذکر میں جذب ہونے کو نشہ کہہ رہے ہیں علی کی میلا دمنانا ایمان بن گیا ہے ترک دنیا کو ترک کرکے انجمنوں کے صدر سکریٹری بن رہے ہیں خدا رسول کے شان میں گستاخیاں کررہے ہیں مرشد کو خدا سمجھا جارہا ہے اپنے باپ دادا کی کتاب کو قرآن وحدیث کے مماثل بتایا جارہا ہے کہ اگر یہ نہیں پڑھو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔اور اپنے اپنے علاقے میں دوسروں کی آمد کی پابندی ہے۔فرشتے تخلیق آدمؑ پر اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں اللہ تعالی انہیں جواب دیتے ہیں مگر مرشد سے سوال کرنا گناہ عظیم ہے بلکہ جہنمی ہونا قرار دے لیا گیا ہے۔یہی بات ہے اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ ''ہم نے تمہیں موت اور حیات دنیا میں اسی لئے دی ہے کہ تم کو آزمائیں'' اور وہ آزمائش یہ بھی ہے کہ زمانے کی ترقی کے ساتھ انسان کی روحانی ترقی بھی بتدریج ہو جب ماڈی ترقی انسان کرسکتا ہے تو روحانی ترقی کیوں نہیں؟ یہی بات اللہ تعالی قرآن مجید کے شروع میں کہدی **يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ** (متقی لوگ) غیب پر ایمان لاتے ہیں۔سب سے پہلا غیب تو اللہ ہے جو حاضر ہے مگر غایب ہے اُس پر ایمان لانا معنی اُسے موجود جاننا **و هو معكم اين ما كنتم** تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے جو ساتھ ہے مگر غایب ہے اسے دیکھنے کی ترغیب ہی ایمان کا جز ہے جس کے لئے کہا گیا کہ **يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ** اور جب اس غیب کی تلاش انسان شروع کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے سامنے سارا قرآن مجید پیش کرتا ہے تا کہ وہ اس کے احکام اور اشارات کو سمجھے اور **كنت كنزاً مخفياً** کی حقیقت کو جانے ۔اور اس راہ میں جو احوال اور معاملات پیش آتے ہیں ان کی حفاظت اور پردہ پوشی کرے تا کہ حجابات دور ہوں جس کے لئے مہدیؑ

موعودؑ نے فرمایا"**دانستاً ایمان گفتاً کفر** " کچھ حقیقتوں کا جان لینا اچھی بات ہے اس کا بے وجہ چرچہ کرنا واویلا مچانا جہالت ہے۔منصور حلاجؒ نے یہی غلطی کی جس کی پاداش میں ان کا سر قلم ہوا' حیات مہدی میں ایک برادر دایرہ سوائے مہدی موعودؑ کے کسی کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتے تھے برادروں نے مہدی موعودؑ سے شکایت کی تو مہدی موعودؑ نے جماعت کے ساتھ انہیں نماز پڑھنے کا حکم دیا وہ حکم مہدی کے مطابق جماعت میں شامل تو ہو گئے لیکن درمیان میں نماز توڑ کر باہر آ گئے معاملہ مہدی موعودؑ کے گوش گزار ہوا مہدی موعودؑ نے معاملہ دریافت کیا تو ان برادر نے کہا کہ امام سے پوچھ لیں کہ وہ نماز میں حاضر تھا یا بقال کی دکان سے تیل لانے گیا تھا' مہدی موعودؑ کے استفسار پر امام نے قبول کیا کہ نماز میں مجھے خیال آیا کہ چراغ جلانے گھر پر تیل نہیں ہے نماز ختم کر کے بقال سے تیل لے کر آتا ہوں ۔مہدی موعودؑ نے دوبارہ پہلے والے برادر سے معاملہ پوچھا تو انہوں نے بتایا مجھے کشف سے معلوم ہوا تھا' تو آپؑ نے فرمایا یہ کشف نا ہوتا تو اچھا تھا کہ تم سنت رسول ﷺ کی خلاف ورزی نا کرتے اور خدا سے دعا کی کہ میری قوم میں کشف و کرامت کا اظہار نہ ہو تو اللہ نے دعا قبول کر لی ۔یہی بات ہے قوم مہدویہ میں کشف کرامات صندل چادر منت سماجت کا چلن نہیں ہے اور ایسا کرنا بدعات میں شامل ہے ۔اللہ کے حکم سے اللہ کے رسول ﷺ اور مہدی موعود خلیفۃ اللہ نے قوم کو اندھیرے سے اجالے کی طرف رہنمائی کردی ہے' اور دوبارہ اسی اندھیرے کی طرف جانے کے یہ راستے ہیں تصوف کرامت کشف مراقبہ مکاشفہ منت صندل چادر نیاز مرادوغیرہ ۔انسان کو اللہ کی تقدیر پر ایمان ہونا چاہے' اور تقوی اختیار کرنا چاہئے' تقوی معنی اللہ پر بھروسہ اللہ کی بات پر عمل ۔بصورت دیگر انسان آہستہ آہستہ بدعات کا عادی ہو جاتا ہے بدعات شرک کا پہلا زینہ ہے ۔رسم وبدعت کو مٹانے کے لئے ہی مہدی موعود کی بعثت ہوئی ہے اور اللہ تعالی سے راست تعلق پیدا کرنے کے لئے' طلب دیدار' کے ذریعہ۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی   تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن   اقبالؔ

قرآن میں اللہ تعالی نے حضورؐ کو 18 انبیاء کے واقعات تفصیل سے بتائے اور 7 انبیاء کا صرف ذکر کیا ہے۔

مہدیؑ نے 18 ہی آیات سے ثبوت دئے' اور دعوی موکد ہجرت کے 18 ویں برس کیا۔قابل توجہ بات یہ ہے کہ جو ثبوت و دلایل قرآن سے مہدیؑ موعود نے پیش کئے' ہیں ان میں 6 چھ سورہ مکی سے 9 آیات پیش کی ہیں اور 8 سورہ مدنی سے 9 آیات پیش کی ہیں یعنی برابر برابر ۔اس کے علاوہ اس 6+8 کو جوڑیں = 14 یعنی 14 مقطعات 14 اسماء الحسنٰی آ گئے اس 14 کی ایک تفصیل ہم نے پیش کی ہے۔حضور سردارالانبیا ﷺ کی 23 سالہ نبوت کا ثمرہ 3+2=5 نمازیں اور 5 فرایض اسلام' کلمہ ,نماز ,روزہ ,زکواۃ اور حج ۔دعوی مہدی غیر موکد 18 سال تک موکد 5 سال 5+18=23 ۔حضرت سید محمد جونپوری کا دعوی ومہدی 18 آیات سے 8+1 =9 حضورؐ کے بعد 9 نوسو سال میں ۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس طرح پہلی نازل کی گئی کتابوں میں حضرت سردارالانبیا ﷺ کی شہادت دیتے ہوئے کہا گیا کہ دنیا کا سردار آتا ہے اسی طرح ابتدائے نبوت سے ہی ولایت محمدیہ ﷺ کے خاتم مہدیؑ کی میثاق (قول واقرار'وعدہ وپیماں) رکھی جارہی تھی اور یہ سلسلہ بعد ہجرت بھی جاری رہا۔یہی بات تھی ہادی کونین محمد مصطفی ﷺ نے

اُمت کو آگاہ کر دیا کہ دین کو زندہ کرنے والا خلیفۃ اللہ اور آپ کا تابع آئے گا اسکی بیعت کرو جو اس کا انکار کرے وہ ہم میں سے نہیں اس تنبیہ کے باوجود مہدیٔ موعود کے مقام و مرتبہ کا لحاظ نہ کرتے ہوئے قیل و قال کیا جا رہا۔مگر حیرت انگیز بات یہ بھی ہے کہ ان 18 آیات میں مکی 9 اور مدنی 9 آیات برابر برابر ہیں آئی ہیں یعنی معاملہ نبوت (مکی زندگی) کا ہو یا ولایت (مدنی زندگی) کا ہو خاتم ولایت محمد دیﷺ کی بعثت ایک اٹل حقیقت رہی ہے۔اللہ کے آخری نبی محمد مصطفیٰﷺ کی بعثت کے تعلق سے وقت اور زمانہ کا تعین نہیں ہوا صرف آثار و شواہد بتائے گئے۔جب کہ مہدی آخرالزماں کے تعلق سے پیغمبر آخرالزماںﷺ نے آثار شواہد کے علاوہ وقت اور زمانے کا تعین فرما دیا کہ کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے۔مہدی موعود کا نویں 9 صدی میں پیدا ہونا ہی دلیل نہیں ہے بلکہ اُن کا قرآن سے شہادت پیش کرنا اُن میں احادیث متواتر کا پایا جانا ہے۔اس کے علاوہ یہ اعداد تعداد فاصلہ کیفیات بھی اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ حضرت سید محمد جونپوری ہی مہدی موعود آخرالزماں ہیں۔اس کے علاوہ حضورﷺ کے معراج کا بیان پہلے سورہ النجم میں آیا جو کہ نزول قرآن کی 23 ویں سورۃ ہے اس کے بعد معراج کا تفصیلی بیان سورہ بنی اسرائیل میں آیا جو کہ نزول کی 50 ویں سورۃ ہے اور ان دونوں سورتوں کے بعد سورۃ یوسف نازل ہوئی جس کا نزول 53 سورۃ کے بطور نازل ہوا کہ جس کی 108 آیت میں حضور نبی کریمﷺ سے کہا گیا کہ آپ بھی دیدار کی دعوت دیں اور آپ کا تابع بھی اس دیدار کی دعوت دیگا۔اب ان تینوں سورتوں کو جمع کریں 23+50+53=126 ہوئے جس کی جمع 9 ہوتی ہے کیا یہ اشارہ اس بیان کے 9 نویں صدی میں ہونے کا ہے؟اس کے علاوہ مکہ مکرمہ میں 86 سورہ کا نزول ہوا ہے ان میں سے اس 23 ویں نزول سورہ النجم کو منہا کریں تو بچے 63 اس طرح بھی 9 ہی باقی رہیں گے جو کہ نویں صدی میں جس کا وعدہ حضور نبی کریمﷺ نے مہدی کی بعثت کا کیا ہے۔اسلام کا منتہٰی واقعہ معراج ہے جس کا ذکر سب سے پہلے سورہ نجم نزول 23 میں ہوا اور اسلام کا عروج حضورﷺ کی نبوت کے 23 سالہ زندگی ہے لہٰذا ہم دیکھ سکتے ہیں کہ حضورﷺ کے دنیا سے پردہ فرماتے ہی خلافت رسول کا تنازعہ کھڑا ہو گیا بھلے ہی اس کے بعد کی صدیوں تک مسلمان دنیا پر غالب رہے ہوں مگر دینی انتشار تو پیدا ہو گیا ! اب دوسری طرف سورہ یوسف کی 108 ؤیت کو دیکھیں جس کی جمع 9 ہے اور 9 نویں صدی ہجری میں حضورؐ نے مہدی کی آمد کا مژدہ سنایا اور میراں سید محمد جونپوری نے مہدی موعودؑ ہونے کا دعوی کیا۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ علمائے مہدویہ نے قرآن احادیث اور آثار کے متعلق جو نتائج اور حقائق اخذ کئے ہیں جو علمی و تحقیقی مواد جمع کیا ہے وہ کسی بھی جھوٹے مدعی مہدی کے ماننے والوں کے پاس نہیں پایا جاتا۔اور آپؑ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے چھ 6 صدیوں بعد بھی آپ کی تصدیق کرنے والوں کا ان تعلیمات پر عمل پیرا ہونا آپؑ کے حق ہونے کی شہادت ہے۔لہٰذا جو لوگ قرآن کی آیات کو ثبوت کے طور پر پیش کئے جانے کے بعد بھی مہدیٔ موعودؑ کا انکار کیا اور دعوی کی حقیقت کی تحقیق نہ کی اور اس دعوی کے مرتبہ کو سمجھ نہ پائے وہ اللہ تعالی کی عظمت کو مقطعات میں کیسے تلاش کریں گے اور اللہ کے جلال و عظمت کا کس طرح اقرار کریں گے۔رہی بات مہدیٔ موعودؑ کے قرآنی ثبوت دینے کی۔سوال یہ ہے کہ کیا اتنا مان لینے سے مصدق یا مہدوی ہو گئے یا بخشے بخشائے گئے؟نہیں جب

تک جو تعلیمات اور قول مہدی سے معروف ہیں اس پر عمل نہیں کیا جاتا دیدار کی طلب میں زندگی نہیں گزاری جائےگی ہمارا مہدوی ہونا یا تعلیم احسان کے مدعی ہونا بے کار محض ہے جس کی بارگاہ خداوندی میں کوئی وقعت نہیں ۔اور جو سزا یا عذاب انجان لوگوں کا ہے اس سے زیادہ عذاب جان کرانکار کرنے انحراف کرنے کی ہے ۔

اللہ تعالی نے آدمؑ کو دنیا میں اتارے جانے کے بعد اولاد آدم کی اصلاح کے لئے پیغمبر رسول اور نبی جو اللہ کے خلیفہ یا نایب بھیجے تا کہ انسان دنیاوی زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ اس خالق و مالک کا ممنون رہے اور اس کے لئے اچھے اعمال کرے دنیا میں فساد نہ پھیلائے امن وسکون قایم رکھنے کی کوشش کرے تا کہ ایک وقت مقررہ پر اطاعت گزاروں کو انعام اور گنہگاروں کو سزاء دی جائے ۔چونکہ دنیا میں پہلے سے ابلیس شیطان مارج ماردا اور قرین موجود ہیں تو ان سے مقابلہ آرائی ہونا ضروری ہے اور وہ انسان کو تکلیف دینے اور ان میں پریشانی وفساد کا سبب پیدا کرنے کے لئے شرک میں مبتلاء کرتے ہیں کبھی آپس میں جھگڑا فساد پیدا کراتے ہیں کبھی برائیوں اور گناہوں میں ملوث کراتے ہیں ۔جن انسانوں میں خود اعتمادی اور قوت فیصلہ کی کمی ہوتی ہے وہ بہک جاتے ہیں اور جو قوت ایمان اور اعتقاد میں مخلص اور پختہ ہوتے ہیں وہ اپنے ایمان وعقاید پر جمے رہتے ہیں جو انہیں اللہ کے پیغمبروں رسولوں اور نبیوں سے علم دیا گیا ہوتا ہے ۔پیغمبر اور رسولوں کو کتاب اور صحیفے معہ کچھ کچھ احکام وقتی اور خطہ وعلاقہ کی ضرورت کے مطابق دے جاتے ہیں وہ عام طور پر معروف ومشہور ہو جاتے ہیں لیکن ان میں نبیوں کا ایک ایسا سلسلہ ہے جو انگنت ہیں لگ بھگ ایک لاکھ چوبیں ہزار جو اپنے سے پہلے کے پیغمبر اور رسول کے احکام اور شریعت کو جاری رکھنے اصلاح کرتے رہنے اور انسان کو خالق اور مالک کا مطیع وفرمابردار بنائے رکھنے پر دعوت حق کی تبلیغ کرتے ہیں ۔قرآن میں کل پچیس پیغمبر انبیاء ومرسلین کے نام ہیں اور کہیں کہیں کچھ کے واقعات ہیں ۔ان کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی کمی وبیشی کے اگلے انبیا رسول کے احکام پیش کر دیتے ہیں اپنی طرف سے کمی وزیادتی نہیں کرتے یہ اللہ کے خلیفوں کا تیسرا گروہ ہے جن کا معصوم عن الخطا ہونا شرطیہ ہے یعنی ان سے اللہ کے کسی حکم یا اپنے ماسبق پیغمبر ورسول کی شریعت سے رتی برابر غلطی یا سزاء کا امکان ہی نہ ہو یہ کوئی نیا دین یا شریعت نہیں پیش کرتے اپنے ماسبق ادیان وشریعتوں کو جاری کرتے رہنا ان کا فرض ہے ۔ان کے علاوہ ان انبیاء ومرسلین کے ساتھی واصحاب کا ایک گروہ ہوتا ہے جو بعد میں اس پیغمبر رسول کی اُمت کے کچھ خاص بندے ہوتے ہیں جنہیں اپنے نبیوں سے علم حاصل ہوتا ہے یا تربیت شدہ ہوتے ہیں ۔ان میں سے کئی مخلص ہوتے ہیں وہ اپنی نبی کی باتوں کو جوں کا توں پیش کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں اپنی طرف سے احکام اور شریعت میں کمی وزیادتی کرتے ہیں یہی اصل فساد کا سبب ہوتا ہے جب لوگ ان کی منطق اور باتوں کو صحیح مان کر ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں تو ان میں نفسی طور پر انا اور غرور داخل ہو جاتا ہے یہیں سے ابلیس شیطان مارج ماردیا قرین اپنا کام شروع کرتا ہے ان کے دل میں وسواس غرور تکبر ڈال دیتا ہے اور عام انسانوں کا مجمع اس بات کو سمجھ نہیں پاتا وہ سمجھتا ہے عالم ہیں اللہ والے ہیں معلومات رکھتے ہیں کہہ رہے ہیں تو صحیح کہہ رہے ہونگے والی سوچ ان پر غالب ہو جاتی ہے یہی کمزوری ان عالموں کو مغرور

تو بناتی ہے اس کے بعد ایک طرح سے ان کے دل ودماغ کے یہ حاکم بن جاتے ہیں اس کے بعد خدائی احکام اور شریعت کو بگاڑنا لوگوں کو بہکانا اپنے خیالات کو ان پر تھوپنا ان سے حکم عدولی وگناہ کرانا انہیں آسان ہو جاتا ہے۔ اور لوگ انہیں ایسے بلند مقامات دیتے اور ایسے ایسے خطابات والقابات دیتے ہیں کہ ان کا غرور کم ہونے کے بجاے دن بدن بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالی نے اتنے نبیوں اللہ کے خلیفوں کو رسولوں اور پیغمبروں کے بعد دنیا میں بھیجا ہے تو خاتم الانبیا ﷺ کے بعد ایک اللہ کے خلیفہ مہدی کو بھیجے جانے کا وعدہ کیا جو اللہ کی سنت یا طریقہ رہا ہے۔ جس طرح خاتم الانبیا محمد مصطفی ﷺ کی شان وعظمت ہے اس عظمت کے لحاظ سے مہدی موعود آخرالزماں کی شان ہے جب پیغمبر ﷺ اتنی عظمت کے ہیں تو ان کے تابع خلیفۃ اللہ مہدی کی بھی عظمت وتوخیر ایسی ہے اور معصوم عن اخطا تو ہیں ہی مگر ان کا عترت فاطمہؓ میں ہونا مزید عزت وتوقیر کا باعث ہے۔ مسلمانوں کو مہدی سے مخالفت نہیں ہے تمام اہلسنت مانتے ہیں کہ مہدی کی بعثت ہونی ہے لیکن مخالفت ومخاصمت حضرت میراں سید محمد جونپوری کے مہدئ موعود ہونے میں ہے۔ یہود ونصاری کو ایک آخری عظیم الشان پیغمبر یا فارقلیط کے آنے کی مخالفت نہیں ہے محمد عربیؐ کے پیغمبر آخرالزماں کے ہونے میں ہے۔ یہ سوچ ایسی ہے کہ ہم جیسا چاہتے ہیں ویسا اور اس طرح کا ہونا ضروری ہے یعنی اللہ کی مرضی کے وہ قایل نہیں اپنے خیال اور مرضی کے نبی رسول مہدی خلیفہ ہونا ان کے لئے ضروری ہے۔ یہیں پر ابلیس شیطان مارج ماردار قرین اپنا داو چلاتا ہے ان میں جو بھی تھا وہی تو ہے جس نے اللہ سے مخالفت پر کمر باندھتے ہو کہا تھا کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور یہ آدم مٹی سے اور یہ مرتبہ میں مجھ سے کم ہے یہی مرتبہ غرور اور انا ء کا معاملہ ہے جو قیامت تک ختم ہونے والا نہیں کیونکہ انسان کو یہ مرتبہ مل بھی جائے تو وہ چاہتا ہے اس کے بعد صرف اس کی اولادہی کو یہ مرتبہ ملے کسی اور کو نہیں یعنی نسل درنسل علم مقام مرتبہ اسی کے حصہ میں رہے۔ مہدئ موعودؑ نے **لا الــہ هوں نهیــں** کی تعلیم دے کر یہ معاملہ ختم کردیا لیکن ! اب ہمارے یہاں اللہ رسولؐ اور مہدی کی تعلیم کو بالائے طاق رکھ کر میں میرا خاندان کا بت اپنے پورے شباب سے سر اُٹھا چکا ہے اس بت کو سجانے بنائے رکھنے سنوارنے کے لئے نت نئے طریقے آزمائے جارہے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل ہوا جو ایک صاف اور واضح پیغام ہے جس کا کلام وبیان ہر خاص وعام کے سمجھ میں آجاتا ہے اس میں علمی موشگافیاں اسرار وپیچیدگیاں اور فلسفیانہ گفتگو بالکل نہیں ہے۔ قرآن کو صحابہؓ رسول جس طرح سمجھتے تھے بعد کے لوگوں نے بھی اسے اسی طرح سمجھا اور اور اس کے بیان معنی واحکام کو انہیں کی طرح اخذ کیا۔ اس کے علاوہ حضو ﷺ پر وحی غیر متلو کے ذریعہ اس کی نہ صرف مزید وضاحت کی گئی بلکہ دینی ودنیاوی اُمور کے تمام حالتوں کیفیتوں اور اعمال کی رہنمائی بھی کردی گئی۔ آپؐ کے تابع تام خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ نے فرمایا ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہ ﷺ'' یعنی جو کچھ قرآن اور محمد ﷺ نے فرمایا اس پر کامل پیروی کرنا مہدی کی بعثت کا مقصد ہے۔ اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر قسم کی لاکھوں کتابیں ہیں مگر ان پر اتنی چھان بین نہیں ہوئی نہ اتنا لکھا گیا جتنا کہ قرآن وحدیث پر تفصیل تفسیر شرح دلایل سے جانچا پرکھا گیا ہے چودہ سو سالوں میں لاکھوں عالموں نے کروڑوں کتابیں جلدیں لکھی ہیں ایک ایک لفظ آیت رکوع سورۃ کو علمی منطقی اُصولوں پر پرکھا جانچا لکھا گیا ہے اس کے

علاوہ علم نحو علم صرف لغات تشریحات کی بے حساب کتابیں ہیں جن سے اس کے اُصول اوراحکام کو پیش کیا گیا ہے۔دنیا کا کوئی مذہب اور قوم کو یہ اعزاز حاصل نہیں کہ وہ اپنے مذہب وعقیدہ کو اتنا جانتا ہو جتنا کہ مسلمان جانتے ہیں ۔اہل ہنودھوں کہ عیسائی بدھ مت اور جین مت کے ماننے والے ہوں یا دوسرے طریقوں کے وہ اپنے مذہب وعقیدے کے بارے میں اتنا ہی جانتے ہیں جتنا کہ ان کے پیشوا اور عالم بتاتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اپنے مذہب وعقیدے کی کتاب پڑھی ہوتی ہے ہندوؤں کی اٹھانوے فیصد تعداد نے کبھی گیتا راماین یا وید کی کتابیں پڑھی ہوں حتی کہ انہیں مندر میں یا شادی بیاہ کے موقع پر پنڈت یا مہنت جو کچھ منتر پڑھتا ہے وہ کیا پڑھتا ہے معلوم نہیں ہے ان کا کام صرف ہاتھ جوڑنا اور چڑھاوا چڑھانا ہوتا ہے اس کے لے علاوہ وہ کچھ نہیں جانتے عیسائی چرچ میں بائبل لے کر جاتے ہیں پادری انہیں کوئی صفحہ کھولنے کو کہتا ہے اور وہ جیسا پڑھتا ہے ویسا پڑھکر آجاتے ہیں انہیں معلوم ہی نہیں کہ بائبل میں کیا لکھا ہے اور یہ لوگ جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتے ۔یہی حال دوسرے مذاہب کا ہے مگر اسلام کا معاملہ بالکل مختلف ہے مسلمان بنیادی اسلامی تعلیم تو حاصل کرتا ہے اس کے علاوہ واعظ بیان خطبات کے ذریعہ بہت ساری باتوں سے واقف ہوتا ہے چاہے کتنا ہی بے علم اور جاہل ہو۔یہ باتیں کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مہدی موعودؑ نے نہ کوئی کتاب لکھی نے شرح نہ تفسیر اور نہ ہی نقلیات کا ملت میں کوئی ذخیرہ ہے باوجود اس کے مہدویوں میں مذہب عقیدہ میں پچھلے چھ سو برسوں میں اتنا انتشار نہیں پیدا ہوسکا اور تھوڑی بہت ہل چل کے بعد پھر سے ایمان واعتقاد مضبوط ہوگیا' اس کی کیا وجہ ہے؟؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان زندگی بھر علم حاصل کرتا ہے تربیت حاصل کرتا ہے غور وخوص کرتا ہے تا کہ حقیقت سے آشنا ہو جائے اور مقصد کو پالے اس کا مقصد آخر میں اللہ تعالی کو راضی کرنا اور اس کی قربت حاصل کرنا ہوتا ہے چاہے دنیا میں ہو کہ بعد حیات دنیا۔مہدی موعود علیہ السلام نے مصدقوں کو ایک بیش بہا بے عیب طریقہ بتایا ہے جو بہت سارا علم حاصل کرنے بہت ساری کتابیں پڑھنے بہت غور وخوص کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ ہے ایمان اور یقین ۔آپ علیہ السلام نے بحثیت خلیفہ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ تعلیمات ولایت کے جو اُصول اور طریقہ بتایا ہے اُن میں وہ تمام اُمور یکجا کردئے گئے ہیں ۔انسان دنیا میں زندگی گزارتے ہوئے دین ومذہب کے ذریعہ ایک ابدی سکون کا متلاشی ہوتا ہے وہ سکون تقوی وتوکل کے سوا میسر نہیں ہوتا مہدی موعودؑ نے تقوی توکل کے ساتھ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی تعلیم دی جو خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرچکے ہوں جنہیں صادقین کہا گیا ایسے لوگ جنہوں نے دنیا کی محبت اُلفت سے کنارہ کرلیا ہو اور ہمیشہ آٹھوں پہر اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں اور خدا کو پانے کے لے تمام علایق سے خود کو منقطع کرلیا ہو وہ اللہ کے ہوگئے ہوں اور اللہ اُن کا۔اس تعلیم اور تربیت نے بہت سارے علوم کی کتابوں کی کمی کو پورا کردیا انہیں جو بعد میں حاصل ہونا تھا وہ پہلے ہی حاصل ہوگیا **جہاں عالموں اور زاہدوں کی انتہاء ہوجاتی ہے وہاں سے مصدقوں کی ابتداء کا طریقہ مہدی موعود علیہ السلام نے بتایا** ۔جو کڑی محنت ومشقت سے حاصل ہونا تھا مہدی موعودؑ نے آسانی سے اس کی طرف راہ نمائی کردی ۔لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ مہدی موعود میراں سید محمد مہدی موعود جونپوری علیہ السلام نے اپنے دعوے کے ثبوت میں جو شواہد قرآنی آیات سے پیش کئے ہیں اُن میں صرف آیت

کے بیان کے مقصد کو پیش کر دیا یعنی نکتہ پیش فرما دیا مثلاً **من من اتبعنی من م بلغ اورثنا الکتاب خلق الانسان علم البیان** جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ نے تمام قرآن وسنت کی وضاحت فرما دی ہے یہ کہکر "مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہ" میرا مذہب اللہ کی کتاب (قرآن) اور اتباع رسول ﷺ ہے اور اتباع کیسی **قدم بقدم من یقفو اثری ولا یخطی** بغیر کسی خطا ولغزش کے جو عصمت انبیاء سے موسوم ومتعلق ہو۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں آپ نے کوئی تفسیر شرح تحریر نہیں چھوڑی جو اللہ کے خلیفوں کا شیوہ ہے۔ اور اپنے مہدی موعود خلیفہ اللہ ہونے کے دعوے کو بھی مختصر لفظوں میں بیان کر دیا ہے لمبے چوڑے دلایل اور مباحث نہیں کئے۔ اور آپؑ کے صحابہؓ بھی آپ علیہ السلام کے مکتب پر فیض کے تربیت یافتہ تھے جنہوں نے حقیقت کو نہ صرف آنکھوں سے دیکھا بلکہ دل سے اقرار کرلیا کہ یہ ذات ہی مہدی موعودؑ ہے ایسے معاملات کو سمجھنے کے لئے خلق صدیقؓ کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ملاقات بھی نہیں کی حضور ﷺ سے بس کفار سے سنا کہ آپ کے نبی کہتے ہیں مجھے معراج میں آسمانوں پر بلایا گیا آپؓ نے فرمایا **صدقة یا رسول اللہ** ﷺ سچ فرمایا اللہ کے رسولؐ نے۔ یہی بات ہے کہ مہدی موعود کے الفاظ ہی مصدقوں کے لئے کافی وشافی تھے انہیں دلیل ومنطق کی چنداں ضرورت نہ تھی اور اُس کا صلہ انہیں دیدار حق کے بطور ملا تھا مہدی موعودؑ کے صدقے میں۔ کہنے کا مطلب ہے کہ بہت ساری کتابوں کے علم دلیلوں اور منطقوں کی ضرورت نہیں ہوتی جب عقل ہوش اور ادراک حق کی گواہی دے صرف بینہ 'من اتبعنی' کے الفاظ کافی ہوتے ہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ کہتے ہیں کہ اللہ الرحمٰن الرحیم ہی خالق ومعبود ہے واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ رسولؐ ہیں ہم اتنی ہی بات بات پر ایمان لاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں۔ ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کو بھی نہیں دیکھا قرآن کہتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں ہم بنا دیکھے ایمان لاتے ہیں یقین ایک تعلق ہے براہ راست خالق سے جسے ایمان کہتے ہیں اور ایسا ہی یقین ہمیں سید محمد جونپوری کو مہدی موعودؑ برحق سمجھنے کا فایدہ دیتا ہے۔ **امنا و صدقنا** وہ آئے اور ہم نے تصدیق کی۔ یقین جب ایمان بن جاتا ہے تو حضرت عمر بن خطابؓ کی ایک چٹھی لکھنے پر دریائے نیل بہنے لگتا ہے۔ واقعہ ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو حضرت عمرو بن عاصؓ مصر کے گورنر منتخب ہوئے دریائے نیل سوکھ چکا تھا وہاں کے لوگ آپؓ کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری پرانی رسم ہے کہ جب اس موسم میں دریا نیل خشک ہوجاتا ہے تو ہم ایک خوبصورت دوشیزہ کو منتخب کرتے ہیں اسے سجا سنوار کر دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں تو دریا پھر سے رواں دواں ہوجاتا ہے حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا یہ جہالت کی رسم ہے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا لوگ چلے گئے مگر دریا خشک ہی پڑا رہا رعایا تو پریشان ہوئی ہی حضرت عمرو بن عاصؓ بھی پریشان ہو گئے اور حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کی خدمت میں واقعہ لکھ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے واپس مراسلہ لکھا کہ بہت اچھا کیا اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اور اس خط کے ساتھ ایک چٹھی بھی بھیجی جو دریائے نیل کے نام تھی اس میں لکھا تھا کہ "اے نیل اگر تو اپنی مرضی سے بہہ رہا ہے تو ہمیں تیری ضرورت نہیں اگر اللہ قہار وجبار تجھے چلاتا ہے تو ہم اسی سے دعا کرتے ہیں کہ تجھے بہنے پر مجبور کر دے" اور گورنر مصر کو حکم دیا کہ یہ چٹھی دریا میں ڈالدیں

حضرت عمرو بن عاصؓ نے حکم بجا لاتے ہوئے ایسا ہی کیا۔اس وقت تک لوگ قحت کی وجہ سے مصر چھوڑ نے کی تیاری کر رہے تھے لوگوں نے صبح اُٹھ کر دیکھا کہ دریائےنیل ٹھاٹھیں مارتا ہوا بہہ رہا ہےاس واقعہ سے بہت خبطی متاثر ہو کر ایمان لائے۔ایمان دریاؤں کو رواں دواں کر دیتا ہے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیتا ہےانسان کا دل ہی ایک ایسا گوشت کا لوتھڑا ہے جو یقین کر لےتو دیدار کو ممکن بنا دیتا ہے ورنہ زندگی بھر اندھیروں میں انسان کو بھٹکا دیتا ہے۔

ہم نے کئی زاویوں سے مہدی موعودؑ کے اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کی گئی اٰیات اوران میں کچھ مخصوص الفار سمجھنے کی کوشش کی جو کئی بار دہرائی گئی ۔اسے پھر ایک دوسرے زاویئے سے دیکھتے ہیں جسے ہم نے قرآن مجید کے عربی کے دوسری زبانوں میں تراجم ہوئی چوک یا غلط بیانی کو سمجھ سکیں یہاں ان کی مثالیں دیکھیں۔ سَاُنَبِّئُکَ بِتَاوِیلِ مَا لَمْ تَسْتَطِع عَلَیْهِ صَبْرًا (سورہ کہف) یہ آیت اس سورۃ میں 78,75,72,67 آیات میں آئی ہے جس کے معنی ہیں''(خضرؑ نے کہا)میں نے تم (موسیٰ) سےنہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکو گے۔تَسْتَطِع کے معنی ہر گز ,بیشک یا یقیناً کے ہیں۔اب اسکےبعد آیت 82 دیکھیں کہ جس میں تَسْتَطِع کے بجائے تَسْطِعَ آیا ہےاس کے معنی تم نہ کر سکے(صبر)مَا لَمْ تَسْطِعَ عَّلَیْهِ صَبْرًا جوتم نہ کر سکےاس پر صبر۔اب دوسری مثال غَلَقًا معنی بند کرنا ہے جیسے غَلَقْتُ الْبَاب میں نے دروازہ بند کر دیا۔مگر سورہ یوسف آیت 23 غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ آیا ہے جس کے معنی دروازہ مضبوطی سے بند کرنا۔تیسری مثال سورہ النساء آیت 28,26 میں ایک لفظ ہے یُرِیْدُ اللّٰهُ جس کے معنی اللہ چاہتا ہے۔اس کے درمیان آیت 27 میں کہا وَ یُرِیْدُ یہاں حرف''واؤ'' کا اضافہ ہےجس کا معنی''تم''یعنی انسان لیا گیا ہے۔جبکہ عربی میں رجل الناس انسانوں کے لئےاستعمال ہوتا ہے مگر یہاں صرف''واؤ'' کے اضافے سے اللہ اور بندے کا فرق سمجھا دیا گیا۔یہ عربی میں التفات کا طریقہ ہے جو فصاحت و بلاغت میں استعمال ہوتا ہے۔

اس گفتگو سے ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ قرآن کے ترجمہ میں ایک لفظ کے ادھراُدھر ہونے سے معنی بدل جاتے ہیں۔جبکہ آج ہر کوئی ترجمہ کر رہا ہے جو بھی عرب ممالک کو جا کر آ جاتا ہے۔عربی کے کئی الفاظ دوسری زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں مگر انہیں عربی نہیں سمجھا جاتا مثلاً عربی میں ہے ''سُکَر اسےانگریزی میں Sugar کے لئےاستعمال کیا جبکہ عربی میں شکر کے ہی ہےاسی طرح قُطن Cotton کو کہتے ہیں اور جَمل Camel ہےمگر آج انہیں انگریزی لفظ مانا جاتا ہے۔اس طرح کئی الفاظ نزول قرآن سے پہلے دوسری زبانوں کے عرب میں استعمال ہوتے تھے فارسی لاطینی وغیرہ مگر جب قرآن کا نزول شروع ہوا ان الفاظ میں قرآن بھی نازل ہوا ہے۔اب ذرا دیکھیں قرآن کے ترجمےاپنے خیال اورعقاید کے مطابق کئے گئے ہیں۔اسی لئے مہدی موعود میراں سید مہدی موعودؑ نے قرآن کی آیات میں جن الفاظ کو خدا کو حکم سے اپنی طرف منسوب کیا اس پر غیر مہدویہ کی بات کیا ہے خود مہدوی ان الفاظ کی نوعیت حقیقت سے واقف نہیں جیسے من اتبعنی بینه اماما ؛؛؛؛ من ذریتی ؛؛؛ خلق الانسان ۔اورنا ہی انہیں سمجھنے کی زحمت گوارہ ہے کیوں کہ اب نہ وہ مہدویت رہی اور نہ وہ مہدوی۔جیسے قرآن میں مَنِ اتَّبَعَنِ

20 آل عمران مَنِ اتَّبَعَنِی ۔۔یوسف 108 وغیرہ۔

احوال صفات وشرائط بینہ

ان احوال کو سمجھنا ہے تو قرآن کے نزول کے تسلسل کو پہلے سمجھنا ضروری ہے۔حالانکہ ہم نے آگے قرآن کے نزول اور ترتیب کے عنوان کے تحت ایک جدول پیش کیا ہے اس میں صاف دیکھا جا سکتا ہے کہ :حضور ﷺ کو پہلی وحی سورہ العلق نازل ہوئی 22 دسمبر 609 سنہ عیسوی میں یعنی ۶۱۰ سنہ عیسوی کی ابتداء سے 9 دن پہلے ۔کل ملا کر 610 سنہ عیسوی مان لیں تو 13 برس یعنی 622 سنہ عیسوی تک مکہ مکرمہ میں قرآن کا نزول ہوتا رہا ۔ان 13 سالوں میں لگ بھگ چھ سے آٹھ سالوں تک صرف 40 افراد ایمان لائے اور مکہ میں نازل ہونے والی 86 سورتوں میں 11 گیارہ 11.6 ساڑھے گیارہ برسوں میں بیس 20 سے 23 سورتیں ہی نازل ہوئیں جن میں کل 334 چھوٹی چھوٹی آیات والی سورۃ ہیں ۔ان میں سورہ قلم 52 آیات اورسورہ مدثر 55 آیات والی سورہ تھیں **۔مکہ مکرمہ میں سب سے زیادہ آیات والی پہلی سورۃ سورہ النجم ہے جس میں 62 آیات نازل ہوئیں اوراس سورہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں معراج مقدس کا مختصر بیان ہوا ہے**۔اور یہ پہلی سورۃ ہے جس میں معراج کا بیان آیا' اورروایتیں بتاتی ہیں کہ ہجرت سے سولہ مہینے پہلے معراج واقع ہوئی اس لحاظ سے سورہ نجم کا نزول نبوت کے گیارھویں برس کے بعد کا ہے ۔پھر اچانک نزول وحی میں تیزی آگئی دیڑھ دوسال کے اندر 63 سورتیں نازل ہوگئیں ۔یہی وہ زمانہ ہے کہ جس میں سورہ اعراف نزول 39 میں 206 آیات جو مکی سورہ میں سب سے پہلی بڑی سورہ سورہ طٰہٰ 45 نزول میں 145 آیات اورسورہ الشعراء 47 نزول میں 227 آیات والی سورتیں نازل ہوئیں ۔اورسورہ بنی اسرائیل کہ جس میں دوبارہ معراج کا ذکرہوا 50 واں مکی نزول ہے جس میں 111 آیات نازل ہئیں ۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ **جیسے ہی معراج مقدس واقع ہوئی سورہ قیامہ نزول 31 میں اللہ کے رسول ﷺ کو قرآن کے بعد میں کسی وقت بیان کا وعدہ کیا گیا اس کے بعد سورہ فاطر 43 نزول میں ایک رہبر اوراس کو قوم کو قرآن کا وارث بنانے کا بیان سورہ واقعہ نزول 46 میں چند ایسے لوگوں کا بھیجا جانا جو مثل صحابہؓ رسول ﷺ تھے اورسورہ ھود نزول 52 میں ایک بینہ کو بھیجا جانا جو تفصیل سے قرآن کا بیان کریگا اور 53 واں نزول سورہ یوسف میں اللہ کے دیدار کی دعوت کی طرف اللہ کے رسول ﷺ کا بلانا اوران کی اتباع میں خلیفۃ اللہ کا دیدار کی دعوت دینا ۔اس طرح مسلسل دیدار بصیرت اورمہدی موعود اوران کی قوم اوران کے بھیجے جانے کے مقصد کو اللہ تعالیٰ قرآن میں بیان کرتا رہا اوراپنے رسول ﷺ کو اس بعثت کی حقیقت سے آگاہی ہوتی رہی ۔اور بعد میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ میراں مہدی موعود علیہ السلام نے اپنی دعوے کی شہادت میں جو آیات پیش کیں وہ قرآن کی جو اس وقت ترتیب تھی اس کے مطابق دلائل میں پیش کیا ۔اورایسا نہیں کے انہیں ترتیب وار قرآن سے دیا یا لکھا دیا بلکہ بوقت ضرورت جب مباحث ہوئے یا آپؑ سے دعوے کی شہادت مانگی گئی تو آپؑ نے ان آیات کو موقع محل کے مطابق کبھی درمیان والی آیات پیش کیں کبھی شروع قرآن کی کبھی آخر قرآن سورہ بینہ سے اپنا دعوی پیش کیا ہے۔بغور حالات ہجرت کا مطالع کرنے سے ہی یہ بات معلوم ہوتی ورنہ روایات اوراسناد اس کی نہیں**

ہیں بندگی میاں عبدالغفور سجاوندیؒ نے ان آیات کو قرآن کی ترتیب میں ہر دہ آیات میں لکھ دیا ہے۔

مہدی کے مہدیٔ موعودؑ ہونے کی شرائط کیا ہیں؟ بہت سے جھوٹے لوگوں نے مہدی ہونے کے دعوے صرف احادیث کے بیانوں کی بنیاد پر کئے مگر سید محمد مہدی موعود جونپوری علیہ السلام نے قرآن کی بنیاد پر اپنا دعوی پیش کیا اور احادیث سے ثابت بھی کیا کہ وہ قرآن کی شرط کے مطابق تابع رسول ﷺ ہیں۔ حضور نبی آخرالزماں محمد ﷺ کے متعلق اگلے انبیاء کی کتابوں میں بتایا گیا کہ ''خدائے تعالی یتاماں سے سیر سے چمکے گا فاران کی چوٹیوں سے جلوہ افروز ہوگا ہزار قدسیوں کے ساتھ جس کے دائیں ہاتھ میں آتشیں شریعت ہوگی'' خدا کا آنا خدا کے خلیفہ رسول نبی کریم ﷺ کا آنا ہے فاران کی چوٹیاں مکہ کی پہاڑیوں کو کہتے تھے دس ہزار قدسی یعنی فتح مکہ کے دن حضور ﷺ کے ساتھ دس ہزار صحابہؓ ہمرکاب تھے آتشیں شریعت قرآن مجید ہے۔ اسی طرح تابع کا بصیرت کی راہ پر بلانا جیسا کہ محمدؐ نے بلایا مہدی کا دیدار کی دعوت دینا ہے جو ایک روشن دلیل بینہ یعنی خلیفۃ اللہ ہیں۔ اللہ تعالی کے حضور اپنے خلفاء کی درجہ بندی یوں ہے آدمؑ خلیفۃ اللہ بنائے گئے بعد دنیا میں نبی بنے۔ یعنی خلافۃ اللہ اول ہے اس کے بعد ولایت اس کے بعد نبوت اس کے بعد رسالت اس کے بعد اطاعت اس کے بعد حکومت دینی یا دنیاوی جب یہ تمام حدود ختم ہوجاتے ہیں تو بندگی ہے اس کے بعد شرارت یا شرک و کفر ہے۔

اس سے پہلے ہم نے 'بینہ کا دلیل روشن ہونا' کے تحت مہدی موعودؑ کے ثبوت میں پیش کی گئی اٹھارہ آیات کے ترتیب و نزول میں مکی و مدنی سورتوں کا جائزہ لیا ہے اس سے پہلے آپؑ کے امام من ذریتی ہونے تابع تام اور مبین کلام اللہ ہونے کو الگ الگ کر کے بتایا ہے۔ اگر اس میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے نبوت کے دور سے ہی اللہ کے رسول ﷺ کو اس بات کی تسلی دی جاتی رہی بتایا جاتا رہا کہ آپؐ اپنی ذمہ داریوں کے بجا آوری میں منہمک رہیں اس قرآن کو جمع کرنا بیان کرنا ہمارے ذمہ یعنی اللہ تعالی نے اس کا ذمہ لیا' حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نزول قرآن کے شروع میں بڑی شدت سے مشق کرتے اور اپنی زبان اور ہونٹوں کو اس خوف سے تیزی سے حرکت دیتے کہ کوئی لفظ آپؐ سے چھوٹ نہ جائے اور اسے حفظ کرنے یاد کرنے کی کوشش کرتے۔ تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ 16 اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ 17 فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ 18 ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ 19 قیامہ۔ اس طرح آہستہ آہستہ بتدریج وقتاً فوقتاً اور کئی موقعوں پر بتایا گیا کہ معاملہ اللہ تعالی نے اپنے قبضہ قدرت میں رکھا ہے۔ اس کے لئے ایک امام من ذریتی اور وارث قرآن کو آگے مبعوث کیا جانا ہے تا کہ معرفت الٰہی کے معاملات بھی واضح ہوجائیں۔ اس کے لئے آپ کو سورۃ القیامہ جس کا نزول 31 ہے یہیں سے آپ کو اطمینان دلانا شروع کیا گیا۔ یہ سورہ ابتدائے نبوت کی مکی زندگی کے گیارھویں برس کے بعد کی ہے اور آپ کو تسلی دی جانے لگی کہ اطمینان رکھیں ایک مبین کلام اور وارث قرآن بینہ کو مبعوث کیا جانا ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ درہ شعیب ابی طالب سے دل برداشتہ تھے۔ مگر اس کے بعد آپؐ مزید مضبوط و مستحکم ہوتے گئے۔ اس کے بعد پھر سے سورۃ الملک یا فاطر جس کا نزول 43 ہے اس

میں بتایا گیا کہ ''چنے ہوئے بندوں کو ہم اس کتاب کا وارث بنائیں گے۔ یہ اللہ تعالی کی سنت رہی ہے کہ وہ بتدریج کسی کام کو کرواتا ہے' فرشتوں کو بتایا گیا کہ انسان کو زمین پر اللہ کا خلیفہ بنایا جائے گا' دنیا میں بھیجے جانے سے پہلے آدمؑ کو داؤد کو دکھایا اور آدمؑ کی عمر میں سے داؤد کو چالیس برس کی زائد عمر عطا کی' اور نوحؑ سے کہا کہ تم کشتی تیار کرو اس کے بعد انہیں کوہ جودی میں پہنچایا مگر بتایا نہیں کیا کیا جا رہا ہے' حضرت ابراہیمؑ کو بتایا کہ تمہاری اولاد میں رہبر اور امام بھیجے جائیں گے اور خاتم الانبیا ءبھی انہیں میں ہونگے' اور خاتم الاولیاء امام آخر الزماں بھی انہیں میں ان سب کے لئے ایک اللہ کا گھر تعمیر کرو حضرت ابراہیم کو معلوم نہ تھا کہ اللہ نے کہا کہ حضرت سارہ کی بات پر عمل کیا جائے' لیکن نتیجہ کیا نکلا حضرت اسماعیل کے پاؤں سے زمزم جاری کروایا' حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اگر آپؑ کی قوم اعراض اور نافرمانی کرتی ہے تو مایوس نہ ہوں ہم اُمت محمدﷺ کو پیدا کریں گے جن میں خود سردار الانبیاء ہونگے' یوسفؑ سے کہا گیا کہ یہ چاند ستارے نہیں تمہارے خاندان والے اور اہل قوم تمہیں سجدہ کر رہے ہیں حضرت عیسیٰ سے کہا گیا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہم ''احمد'' کو دنیا میں بھیجیں گے جس کی حمد سے ساری دنیا معمور ہوگی۔ اور اسی طرح حضور محمد مصطفیﷺ کو بتایا گیا کہ آپؐ پریشان نہ ہوں ہم اس کتاب کا وارث بینہ اور آپؐ کا تابع مبعوث کریں گے جو مبین کلام اللہ مراد اللہ ہوگا جس کی قوم آخرین میں سے ہونے کے باوجود اولین کا ایمان رکھے گی اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرے گی۔ اور مہدی موعود علیہ السلام نے سورہ القیامہ سے اپنے دعویٰ کا ثبوت شروع کیا اور اس کا اختتام اپنی قوم کی استقامت دین اور قربت خداوندی کو سورۂ المایدہ پر ختم کیا ہے۔

نزول قرآن اور ترتیب قرآن کو اس لئے سمجھنا ضروری ہے کہ اس سے بہت سارے حقائق سمجھ میں آتے ہیں ایک مثال دیکھیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ نمل میں آئی ہے جو 48واں نزول ہے اس سے پہلے ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ ہے اس کا مطلب ہے سورہ فاتحہ جو پانچواں نزول مانا گیا ہے مگر آثار و شواہد پہلا نزول اس لئے بتاتے ہیں کہ حرا سے پہلے حضورﷺ کو یہ سورۃ سنائی اور بتائی گئی جو بغیر حضرت جبرئیل کے واسطہ کے تھی۔ اس لیے سورہ فاتحہ میں بسم اللہ کا آنا یقینی اس لئے ہے کہ سورہ فاتحہ کو سبع مسانی کہا گیا یعنی سات سورتوں والی اگر بسم اللہ اس میں سے نکالدیں تو چھے آیتیں رہ جائیں گی اس کے علاوہ بسم اللہ کا استعمال پہلے حضرت نوحؑ کے واقعہ میں ہوا ہے جو سورہ ھود کی آیت نمبر 41 میں سورۂ ھود کا نزول 52واں ہے مگر واقعات کا قرینہ بتاتا ہے کہ حضرت نوحؑ کا زمانہ حضرت سلیمانؑ کے زمانے سے بہت پہلے کا ہے جہاں بسم اللہ کا استعمال ہوا تھا۔ **وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا** اور نوح نے کہا سوار ہو جاؤ اس (کشتی) میں' اللہ تعالی کے نام کے ساتھ ہی اس کا چلنا اور اس کا لنگر انداز ہونا ہے۔ اور قرطبی میں ہے ہر کام کی ابتداء کے وقت بسم اللہ کے ذکر پر دلیل ہے۔ اور بسم اللہ کا بیان کشتی میں سوار ہونے سے پہلے کا ہے اس لئے یہ طوفان نوح سے پہلے کی بات ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ نوحؑ سے پہلے یا آدم علیہ السلام کے وقت سے بسم اللہ کہنا ایک موسوم اور معلوم حقیقت تھی۔ اور جیسا ہم نے سورۂ علق میں دیکھا کہ ھو کے بعد رب اس کے بعد اللّٰہ کا اسم آیا ہے مگر حقایق بتا رہے

ہیں کہ سب سے پہلے اسم ذات اللہ ہبوط آدم سے ہی معلوم اور معروف تھا۔

بات ہے اللہ تعالی کی سنت کی سورۂ النمل کا نزول 48 واں ہے جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیا ہے۔ اس سے پہلے حضورﷺ صرف بِاسْمِکَ اَللّٰھُمَّ لکھواتے تھے حضرات قتادہؓ میمون بن مہران اور ابو مالک سے یہ روایت ہے۔ اس کے بعد ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا استعمال عام ہوا۔ اور یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سورۂ فاتحہ جس کا نزول پانچواں ہے اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی اس کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ بِاسْمِکَ اَللّٰھُمَّ لکھواتے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ کہ ایک تسلسل اور ترتیب سے معاملات اور حقایق پیش کیے گئے ہیں۔ اب پھر سے ہم اٹھارہ آیات کے بیان کی طرف رجوع کرتے ہیں دوسری آیت سورہ الملک / فاطر کی جو 43 واں سورۃ ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا حضورﷺ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا یہ سب (کتاب کے وارث) ایک مرتبہ پر فایز ہونگے اور سب جنت میں ہونگے (ترمذی) اُمت میں گنہگار‘ فاسق‘ نافرمان‘ منافق‘ جہنمی‘ سبھی ہیں ظاہر ہے سبھی اُس مرتبہ پر فایز نہیں ہوسکتے اس لحاظ سے ایک مخصوص گروہ کا قرآن کا وارث ہونا یہاں معلوم ہو رہا ہے۔ اس کے بعد سورہ واقعہ میں کہا گیا کہ ثُلَّۃٌ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ ...وَقَلِیْلٌ مِنَ الْاٰخِرِیْنَ معنی ابتداے اسلام میں جس طرح ایک قلیل جماعت ایمان والوں کی تھی اسی طرح آخرت سے پہلے ایک جماعت آئے گی معنی اس امام کے ساتھ جس کا وعدہ بقرہ آیت 124 کیا گیا ہے۔ یہاں معترضین کو یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ مہدوی خود کی بڑائی میں یہ باتیں کہتے ہیں‘ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں نہ کہا جائے؟ اللہ تعالی نے اُمت محمدﷺ کو بہترین اُمت بتایا ہے تو کیا یہ سوال کیا جائے گا کہ ایک لاکھ چوبیں ہزار انبیاء کی اُمتیں بہتر نہیں تھیں یا وہ جلیل القدر انبیاء جن کی ایسی عظیم قومیں گزریں وہ بہتر اُمتیں نہیں تھیں؟ جواب یہ ہے کہ یہ بہتر اُمت ہونا قوموں کے عظیم ہونے یا کثیر ہونے کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ ان کے تقوی توکل اور قربت خداوندی کی بنیاد پر ہے ان میں قوم مہدی موعود آخرالزماں کے علاوہ آپؑ سے پیشتر جو اولیا اللہ صفات علماء وہ خدا پرست جنھوں نے اللہ کے واسطے اللہ کی راہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنی زندگیاں گزاریں وہ بھی بہترین اُمت گردانے جائیں گے مگر بعثت مہدی کے بعد ان کے انکار کرنے والے مسلمان کہلائے جائیں مگر انکار مہدی کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے انکار کرنے کی وجہ سے اُمت کہہ سکتے ہیں بہترین نہیں۔ کیونکہ بہترین کی شرط کے لئے اللہ کے خلیفہ رسول ﷺ کے موعودؑ کے مطیع و فرمانبردار اور مہدی کی تصدیق سے شرف ہونا ضروری ہوگا۔ کیونکہ مہدی کے صحابہؓ اور تابعین اور اسلاف مہدویہ نے اللہ کی قربت میں اُن تقاضوں کو پورا کیا جو بہترین اُمت کہلائے جانے کے لئے ضروری تھے۔ ان کا تقوی توکل قربت خداوندی اور دیدار کی طلب نے انہیں دنیا و ما فیہا سے بے خبر کر دیا تھا یہی کیفیت صحابہؓ رسول ﷺ کی تھی جو اولین میں تھے اور آخرین کی شرط پر صحابہؓ و تابعین مہدویہ کی ساری زندگی گزری جس کا اعتراف شیخ عبدالحق محدث دہلوی‘ ملا عبدالقادر بدایونی‘ سید ابوظفر ندوی‘ ابوالکلام آزاد‘ مولوی ثناءاللہ امرتسری‘ مولوی عبدالغفور رپروفیسر مسلم یونورسٹی‘ میر غلام علی آزاد‘ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی‘ عبداللہ محمد بن عمر مکی جیسے اور کئی علماء نے کیا ہے۔ اب سورۂ ھود کے نزول کی ترتیب

دیکھیں جو 52ویں ہے اس میں بڑے اہتمام سے پہلی آیت میں کہا گیا کہ ''یہ کتاب جس کی آیتیں محفوظ اور مستحکم بنائی گئیں ہیں پھر اس کی وضاحت کی جاے گی بڑے دانا کی طرف سے ہر چیز کی....اس کے بعد آیت نمبر 17 میں کہا گیا کہ اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَ یَتْلُوْ ہُ شَا ھِدٌ مِّنْہُ تو کیا وہ شخص (انکار کرسکتا ہے) جس کے پاس روشن دلیل ہو اپنے رب کی طرف سے...مہدی موعودؑ نے فرمایا افمن میں جو من ہے اللہ تعالی فرماتا ہے یہ تمہاری ذات ہے اب ایک روایت دیکھ لیتے ہیں جس میں معاملہ صاف سمجھ میں آتا ہے۔علی بن حسینؓ اور حسن بن ابن ابی الحسن سے مروی ہے کہ بے شک جو روشن دلیل ہے وہ'' وہ ہے جس نے نبی کریم ﷺ کی اتباع کی وَ یَتْلُوْ ہُ شَا ھِدٌ مِّنْہُ یعنی اللہ کی طرف سے اور وہ (شاہد) جبرئیل کی طرح کا گواہ ہو۔جس طرح کا کہ آئے گا۔اس کے معنی یہ ہونگے کہ جس طرح اللہ کے احکام حضرت جبرئیلؑ بلا کم وکاست پہنچاتے تھے بالکل ویسا ہی قرآن کا بیان اُمت رسول ﷺ کو پہنچانے یا بتانے والا ہوگا۔حضرت عکرمہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ وہ جبرئیل ہیں۔تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر جبرئیلؑ پھر سے اللہ کے شاہد اور گواہ بن کر آرہے ہیں تو جنکے پاس آئینگے اُن کا مقام ومرتبہ کیا ہوگا؟ جبکہ وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔مجاہدؒ نے کہا کہ شاہد اللہ تعالی کی طرف سے ایک فرشتہ ہے جو اس کتاب کی حفاظت کرتا ہے اس کو مضبوط کرتا ہے۔بہر کیف علماء مفسرین اس شاہد اور بینہ کے متعلق علم نہیں رکھتے تو پھر اس کا فیصلہ وہی کریگا جو مامور من اللہ ہو وہ بینہ کیوں کہ ایسے معاملات اللہ کے خلیفوں کی طرف سے بتائے جاتے ہیں۔

اب اس کے بعد نزول کی 55ویں سورۃ الانعام کی آیت 19 وَ اُوْ حِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُ نْذِرَ کُمْ بِہٖ ..وَمَنْ م بَلَغَ ط اَئِنَّکُمْ لَتَشْھَدُوْنَ ۔امام آدم بن ابی ایاس' عبد بن رحمٰن' ابن جریر' ابن منذر' ابن ابی حاتم' اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرطبیؒ سے روایت کی کہ فرمایا: اس آیت کے تعلق سے 19 وَ اُوْ حِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُ نْذِرَ کُمْ بِہٖ جس کے پاس قرآن کریم پہنچا تو گویا اس نے حضور نبی کریم ﷺ کا دیدار کیا دوسری روایت میں ہے کہ جس نے آپ کا دیدار بھی کیا اور ان سے شرف ہمکلامی بھی حاصل ہوئی۔اب اُمت کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اس مقام اور پائے کا اسلام میں کوئی عالم صوفی یا ولی ہے جو بالمشافہ حضور نبی کریم ﷺ سے (یا ان کی روح مقدسہ سے) احکامات حاصل کر کے بتائے سوائے حضرت مہدی موعودؑ کے جو خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ہیں۔اور ایک دوسری روایت یوں ہے کہ 19 وَ اُوْ حِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُ نْذِرَ کُمْ بِہٖ یہ عرب سے متعلق ہے اور وَمَنْ م بَلَغَ ط (اَئِنَّکُمْ لَتَشْھَدُوْنَ) عجم سے متعلق ہے (طبری) معاملہ صاف ہے سوائے ذات مہدیؑ کے اور کون ہے؟ اور عجم یعنی غیر عرب میں پچھلے پانچ سو برسوں سے دنیا میں مہدی جونپوری کے علاوہ کوئی معروف مہدی نہیں ہے۔تفسیر قرطبی میں ہے کہ مشرکین نے نبی کریم ﷺ سے کہا: کون تمہاری گواہی دیتا ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں؟ تو آیت نازل ہوئی قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃ اور مہدی موعودؑ نے بھی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں یہی آیت پیش فرمائی۔بعض علماء نے یہ دلیل پکڑی ہے کہ: اس کا مطلب ہے جو بالغ ہوا' جو بالغ نہیں ہوا وہ مخاطب نہیں ہے اور مکلّف نہیں ہے۔یہاں بالغ کے معنی دین میں بالغ ہونا دین میں پختہ

ہونا ہے اس کے بعد ہے کہ: قرآن وسنت کے مطابق تبلیغ کا حکم دیا گیا جیسا کہ نبی کریم ﷺ کو تبلیغ کا حکم دیا گیا یَـا يُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَـا اُنْـزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (مـايـده ٦٧) اے رسولؐ ! پہنچا دیجئے جو اتارا گیا ہے آپ کی طرف آپؐ کے پروردگار کی جانب سے۔ معنی جس طرح قرآن کے پہنچانے والے اللہ کے رسولؐ ہیں اُسی طرح کا شخص یا ہستی ہے جو اس آیت کے حکم میں ہے جو تابع رسولؐ مہدی ہیں۔ معنی'' نذیر'' لِاُنْـذِرَ كُـمْ بِـهٖ نذیر کے معنی ڈرانے والا۔ مگر یہاں ''اُنذرکم'' آیا ہے کہ میں ڈراؤں۔ جس کے پاس قرآن پہنچا' قرآن حضور ﷺ کو پہنچا ہے آپؐ کے بعد اس قرآان کا پہنچنا اُمت کے تمام افراد کے لئے تو نہیں جن میں خاطی گنہگار لوگ بھی ہیں اُس طرح یہ قرآن کا پہنچنا ''فرد مخصوص'' خلیفۃ اللہ مہدی کے لئے ہے جو اللہ کے رسولؐ کے مانند یعنی نذیر ہو۔ کیونکہ یہاں ''میں تم کو ڈراتا ہوں'' میں مضارع کا صیغہ ہے جو واحد متکلم ''کم'' ضمیر جمع مذکر غایب ہے۔ یعنی یہ وہ ''نذیر'' ڈرانے والا مانند ہو بہو بالکل ویسا کے معنوں میں ہے۔

اسی الانعام کی آیت 89 فَـاِنْ يَّـكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ اگر انکار کریں اس کا یہ (انکار) کرنے والے تو ہم نے مقرر کردئے ہیں اس کو ماننے والے ایسے لوگ جو اس کے ساتھ انکار کرنے والے نہیں۔ یہاں خطاب کا رُخ اہل کتاب کی طرف تو ہے' مگر اس خطاب کی نوعیت کچھ اور بیان کرتی ہے'' یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت دی (اب یہاں اللہ رسولؐ کے زمانہ حال کے لوگوں سے مخاطب ہے یعنی اُمت محمدؐ) پس اگر یہ لوگ اس کا (کس کا؟) انکار کریں تو ہم نے ان کے لئے مقرر کردئے ہیں ایسے لوگ جو اس کا (کس کا؟) انکار کرنے والے نہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی سو ان کی راہ پر چلو (اگر یہاں صحابہؓ رسول کی بات ہے تو آگے کی آیت اور کچھ کہہ رہی ہے) وَمَـا قَدَرُوا اللّٰـهَ حَـقَّ قَدْرِهٖ اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسے اس کی قدر کا حق تھا۔ تو بات اہل کتاب کی تو ہوگی لیکن صحابہؓ کے متعلق یہ بات کیسے ممکن ہوگی کہ وہ تو اللہ اور اس کے رسول کے جاں نثاروں میں سے تھے۔ تو یہ خطاب بعد میں آنے والی اُمت رسولؐ کے لئے ہے کہ وہ ''اُس کا'' انکار نہ کریں جس کے آنے کا وعدہ رسول مقبول ﷺ نے کیا ہے اور ان لوگوں کی بات ہے'' جو اس کا' یعنی اس موعودؑ کا انکار کرنے والے نہیں ہونگے اور **اللہ کی قدر اُس طرح کریں گے جیسا کہ اُس کا حق ہے** یعنی تقوی توکل ذکر دوام ترک حب دنیا اور طلب خدا یعنی دنیا میں طلب دیدار کے ذریعہ۔ اللہ کے حق کی قدر کرنا صرف نماز روزہ زکواۃ اور حج کرنا نہیں ہے معرفت الٰہی کے حصول کی طلب وَمَـا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ہے جس کا بیان حدیث احسان یا حدیث جبرئیل میں ہے۔ فَـاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ تو اگر وہ انکار کریں ہماری آیات کا هٰٓؤُلَآءِ آپؐ کے زمانے (دونوں بینہ دلیل روشن) کے کفار اے محمد ﷺ فَـقَـدْ وَكَّـلْنَـا یہ جواب شرط ہے۔ تو ہم نے ان کے ساتھ ایمان لانے والے مقرر کردئے ہیں۔ معنی یہ کہ اس حق کی حقیقت کو قبول کرنے والے بھی ہم نے پیدا کئے ہیں۔ جو قَـوْمًـا لَّيْسُـوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ اس ماننے والوں کی قوم یا جماعت میں کچھ اولین میں سے ہیں کچھ آخرین میں سے جن کا ذکر سورہ واقعہ کی 13-14 آیات میں ہوا ہے۔ اس بات کو حضرت قتادہؓ کی روایت معاملے کو صاف کردیتی ہے: مراد وہ

انبیاء علیہم السلام ہیں جن کا قصہ اللہ تعالی نے بیان فرمایا ہے۔نحاس نے کہا: یہ قول معنی سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے کیونکہ اس کے بعد فرمایا: اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہدایت دی اللہ نے تو انہیں کے طریقے کی پیروی کرو۔معنی تابع تام رسول مہدی موعود علیہ السلام کی۔بعض علماء نے اس آیت سے ان انبیاء علیہم السلام (خلیفۃ اللہ) کی شرائع (طریقہ) کی پیروی اور اتباع واجب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ان اُمور میں جن میں نص (قرآن کا واضح حکم) موجود نہیں ہے مثلاً فرایضُ ولایت کے احکام۔صحیح بخاری میں حضرت عوامؓ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے بیان کیا کہا کہ میں نے حضرت مجاہدؒ سے سورہ ''ص'' کے سجدہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے اس ص کے بارے میں پوچھا تھا انہوں نے فرمایا کہا تو یہ پڑھتا ہے **من ذریتہ داود و سلیمان و ایوب و یوسف و موسی و ھرون .... تا آخر .... اولک الذین ھدی اللہ فبھدا ھم اقتدہ** حضرت داود علیہ السلام ان میں سے ہیں جن کی پیروی کرنے کا حکم تمہارے نبی مکرم ﷺ کو دیا گیا ہے (قرطبی) جو خاتم الانبیا کو ماسبق نبی حضرت داودؑ کی پیروی کا حکم دیا جا رہا ہو تو اُمت محمد ﷺ کو آپ کے تابع کی پیروی لازمی ہوگی اس سے انکار کفر ہوگا۔اللہ کا یہ طریقہ رہا کہ وہ بعد زمانہ آنے والے اچھے لوگوں کا پہلے زمانوں میں ذکر کرتا آیا ہے جیسے بنی اسرائیل کے بیانوں میں جہاں جہاں خدا کے تیاماں سے آتشیں شریعت کے ساتھ (محمدؐ) کے بھیجے جانے کا تذکرہ کیا وہیں پر ''اُن کے ساتھ دس ہزار قدسیوں کے آنے کا تذکرہ کیا ہے' قدسی فرشتوں کو کہا جاتا ہے' جیسے روح القدس حضرت جبرئیل کہلائے جاتے ہیں' ظاہر ہے فرشتے انسانی شکل میں نہیں آتے تو یہ قدسیہ صفات محمد ﷺ کے صحابہؓ تھے جو فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔اسی طرح وہ فَاِنْ یَّکْفُرْ بِھَا ھٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِھَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِھَا بِکٰفِرِیْنَ اگر انکار کریں اس کا یہ (انکار) کرنے والے تو ہم نے مقرر کر دئے ہیں اس کو ماننے والے ایسے لوگ جو اس کے ساتھ انکار کرنے والے نہیں۔ہیں۔

مہدی موعود علیہ السلام کے قرآنی شہادتوں کو پیش کرنے کے سات 7 اجزاء ہیں۔1) اس بینہ کا مبین کلام اللہ ہونا اور وارث بیان قرآن کا ہونا۔2) ان کی قوم کے اصحاب کے احوال اور معاملات کا متبوع ﷺ کی قوم کے اصحاب کے احوال و معاملات کا ہونا 3) اس تابع محمدؐ کا روح محمد ﷺ سے رابطہ و واسطہ ہونا 4) دلیل روشن کے مانند ہونا۔5) امامًا من ذریتی میں سے ہونا۔6) اتباع رسول ﷺ میں ہوبہو مطابقت کا ہونا۔7) ایک قوم کے ساتھ آنا جو معراج کی کیفیات کی حامل ہو۔سوال یہ ہے کہ جب مہدی موعود علیہ السلام نے طلب دیدار کی دعوت دی ہے تو نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ بیان حقیقت معراج کے اللہ کو دیکھنے خواہش نہ کئے ہونگے کیونکہ یہ فطری بات ہے۔اس ضمن میں بخاری و مسلم میں حدیث بیان ہوئی ہے کہ۔جریر بن عبداللہ (بجلی؟)ؓ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم اپنے پروردگار کو کھلی آنکھوں سے دیکھو گے۔ایک دوسری روایت میں حضرت جریرؓ بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔آپ ﷺ نے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا ''بلا شبہ تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے جیسا کہ تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو' تم کو اس کے دیکھنے میں کوئی تنگی نہیں پاؤ گے پس اگر تم سورج طلوع ہونے سے پہلے کی نماز اور اس کے ڈوبنے

سے پہلے کی نماز کو نہ چھوڑو۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا اور پاکی بیان کیجیے اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، سنن ابو داود، مسند حنبل) صاف اور واضح پیغام **بلا شبہ تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے جیسا کہ تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو تم کو اس کے دیکھنے میں کوئی تنگی نہیں پاؤ گے**۔ اس سے پہلے کی روایت میں کہا کہ **عنقریب تم اپنے پروردگار کو کھلی آنکھوں سے دیکھو گے**۔ چاند کو دیکھنا دنیا میں ہے جنت میں چاند کا ہونا کیا معنی؟ حضور ﷺ کا صاف اشارہ کہ "تم اپنے پروردگار کو دیکھوں گے کھلی آنکھوں سے اور اس کو دیکھنے میں کوئی تنگی نہیں پاؤ گے"۔ اتنا ہی نہیں اللہ تعالی نے نبوت کے آخری دور میں نازل کردہ سورۃ الانعام کی 105/104 آیات میں فرمایا "جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فلیدہ کریگا اور جو شخص اندھا رہیگا وہ اپنا نقصان کریگا اور میں (ہر دو خاتمین) تمہارا نگران نہیں"، یعنی بصیرت کی یا دیدار کی تعلیم دینا دعوت دنیا رسولؐ اور خلیفۃ اللہ کا کام ہے، دیدار کرانا نہیں۔ دیدار ہو گا بندے کی اپنی کوشش اور اعتقاد سے۔ اور فرمایا اللہ نے "ہم اس طرح دلایل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تا ہم اس کو دانشمند کے لئے خوب ظاہر کردیں۔ اور ان منکر لوگوں (انکار کرنے والوں) اپنی قسموں ہزار زور لگا کر قسم کھائی کہ اگر کوئی نشانی آجاوے (معنی جھلک تو دکھاؤ تو مانیں) تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں۔ آپؐ جواب دیں کہہ دیجیے نشانیاں سب اللہ کے قبضے میں ہیں اور تم کو اس کی کیا خبر کہ وہ نشانیاں جس وقت آجائیں گی یہ لوگ جب بھی ایمان نہیں لائیں گے (اگر دیدار ہوا بھی تو پہچانیں گے نہیں۔ مہدی موعودؑ نے فرمایا "ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں) اور ہم نے ان کے دلوں کو اور "نگاہوں" کو پھیر دینگے جیسا یہ لوگ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لاتے۔ اور ہم ان کی سرکشی میں ان کو حیران رہنے دیں گے (الانعام 111) حضرت محمد بن کعب قرطبیؒ سے روایت ہے کہ "ارشاد باری تعالی ہے وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ ..وَمَنْ م بَلَغَ ط اَئِنَّکُمْ لَتَشْھَدُوْنَ (انعام ۱۹) کے بارے میں فرمایا جس شخص کے پاس قرآن کریم پہنچا تو گویا اس نے حضور نبی کریم ﷺ کا دیدار کرلیا۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جس کے پاس قرآن پہنچا یہاں تک کہ اس کے معنی و مفہوم کو سمجھنے لگا تو وہ (خوش بخت) انسان کی طرح ہے جس نے آپ ﷺ کا دیدار بھی کیا اور آپؐ سے شرف کلامی بھی حاصل ہوا (تفسیر قرطبی)۔ اگر یہی بات ہے تو جس خدائے بزرگ نے اپنا کلام محمدؐ کو دیا اس قرآن کے معنی و مفہوم میں دیدار کے ذرایعہ انسان کیوں نہیں تلاش کرسکتا؟ معنی یہ کہ قرآن محمد ﷺ کے ذریعہ ہم تک پہنچا آپ اس کے معلم ہیں تو گویا ہم انہیں سے استفادہ کرر ہے ہیں گویا وہی ہمیں اس کا درس دے رہے ہیں، اللہ کے احکام بتا رہے ہیں اس طرح ہم اُن سے ملاقات کرر ہے ہیں اور یہ ہے حضور ﷺ سے دیدار ہونا۔ قرطبی کی اس روایت کے مطابق جب ہم حضور ﷺ سے کلام اور اُن کا دیدار کرر ہے ہیں، تو پھر صاحب قرآن اللہ تعالی کا دیدار کرنا کیوں نہیں؟ مہدویہ روایات میں بندگی شاہ نظامؒ کو مہدی موعود قرآن کی تعلیم دے رہے تھے 'ایک برادر درمیان میں آنے لگے تو مہدی موعودؑ نے انہیں روکا۔ بعد میں فرمایا کہ اللہ تعالی میاں نظامؒ کو تعلیم دے رہا تھا، اگر تم درمیان میں آجاتے تو جل کر خاک ہوجاتے۔ اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اُس وقت ہادی و مہدیؑ اور بندگی شاہ نظام دونوں حالت

دیدار میں تھے اور انوارالٰہی کا فیضان ہو رہا تھا' ان کا جذب کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ۔ایک ایسا واقعہ حضرت موسیٰ کا ہے کہ بنی اسرائیل نے ضد کی کہ ہمیں اپنے خدا سے ملاقات کراؤ' تو حضرت موسیٰ ان کے ستر لوگوں کو لے کر کوہ طور پر گئے' اور اللہ تعالی سے استدعا کی تو اللہ کے حکم سے روشنی نور یا بجلی کا کڑا کا ہوا' بنی اسرائیل کے سارے ستر لوگ مردہ ہو گئے' اور حضرت موسیٰ بھی بے ہوش ہو گئے' جب ہوش آیا تو خدا سے دعا کی کہ بارالٰہی ان کو زندہ کر دے ورنہ قوم کو کیا جواب دونگا' تب اللہ کے حکم سے سبھی زندہ ہو گئے ۔مہدی موعودؑ کی نقل کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ وہ قرآن پڑھا رہے تھے یا خدا تھے۔تو ایتوں میں قول و بیان کرنے میں الفاظ کا انتخاب کبھی غلط معنی دیتا ہے اور کچھ کا کچھ سمجھ لیا جاتا ہے۔

قرآن اور احادیث کی مطابقت کی بنیاد پر ہی علماءٔ نے اس میں سے احکام اور مسایل کا حل تلاش کیا ہے۔اسی اُصول کے تحت جب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن میں اللہ کے رسول خاتم الانبیا ﷺ کا نام نامی پانچ 5 مرتبہ آیا ہے اور آپؐ کے تابع مہدی موعودؑ نے 18 آیات سے اپنے دعوی مہدی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ایک سورۂ آل عمران اور دوسری سورہ محمد ایسی دو سورہ ہیں جن میں اسم محمد بھی آیا ہے اور مہدی نے بھی اپنی شہادت کو پیش کیا ہے اور سورہ فتح سورہ صف اور الاحزاب ایسی سورتیں ہیں جن میں اسم محمد آیا ہے مگر ان سے مہدی نے اپنی شہادت نہیں دی لیکن!! قرآن کا بیان متبوع ﷺ اور تابع مہدیؑ کے حالات کی کیفیت کا ایک منفرد پہلو پیش کرتا ہے وہ ہے ان بیانوں کا ایک جیسا ہونا۔ پہلے سورہ عمران اور سورہ محمد کو دیکھیں۔

سورۂ آل عمران آیت 144 ''اور نہیں **محمد** مگر (اللہ کے) رسول گزر چکے ہیں آپؐ سے پہلے کئی رسول تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دئے جائیں تو **پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالی شکر کرنے والوں کو**''۔

آل عمران آیت 20 (جو مہدی نے شہادت میں پیش کی) پھر اگر (اب بھی) جھگڑا کریں آپ سے تو آپ کہہ دیجیے کہ میں نے جھکا دیا اپنا سر اللہ کے سامنے اور جو میری پیروی کرنے والا ہے۔اور کہیے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی اور اِن اَن پڑھوں سے کہ کیا تم اسلام لائے؟ اگر وہ اسلام لائیں تب تو ہدایت پا گئے'' **اگر منہ پھیر لیں (دوبارہ اسلام لانے کے) تو اتنا ہی آپ کا ذمہ تھا کہ آپ پیغام پہنچا دیں اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے اپنے بندوں کو**۔یعنی اگر اسلام لائے ہو تو اللہ اور رسولؐ کے ہر حکم پر ایمان لانا ہوگا اس میں تذبذب شک وشبہ کی گنجایش نہیں ہے کہ کچھ احکام کو مانا کچھ کو نہیں شک میں پڑے رہے۔

یہاں دیکھیں اللہ تعالی اسم محمدؐ کے ساتھ شہادت پیش فرماتا ہے اور دوسری آیت میں مہدی موعودؑ اپنے دعوی مہدی کی شہادت پیش فرماتے ہیں ۔ان دونوں میں قرآن کا کلام اور بیان ایک جیسے ہیں یہ دونوں آل عمران کی آیتیں ہیں۔اب اسی طرح ایک دوسری سورۃ سورہ محمد آیت 2 دیکھیں ''جنھوں نے حق کا انکار کیا اور (دوسروں کو) روکتے رہے اللہ کی راہ سے ان کے عملوں کو برباد کر دیا **اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایمان لائے جو اتارا گیا محمدؐ پر وہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے**

اللہ تعالی نے دور کردیں ان سے ان کی برائیاں اور سنوار دیا ان کی حالت کو۔

سورہ محمد آیت 38 دیکھیں مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کی: ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جنہیں دعوت دی جاتی ہے کہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں پس کچھ تم میں بخل کرنے لگتے ہیں **اور جو شخص بخل کرتا ہے وہ اپنی ذات سے بخل کرتا ہے۔ اور اللہ تعالی تو غنی ہے بلکہ تم محتاج ہو۔ اگر تم روگردانی کرو گے تو تمہارے بدلے دوسری قوم لے آئے گا وہ تم جیسے نہیں ہونگے (فرمانبردار ہونگے)** پہلی والی آیت میں نیک عمل کرنے اور قرآن پر جو محمد پر اتارا گیا ایمان رکھنے پر اللہ تعالی نہ صرف برائیاں دور کرنے بلکہ **حالت سنوارنے کا وعدہ فرمارہا ہے۔** جبکہ دوسری آیت میں بخل نہ کرنے چاہے دینی معاملات ہو یا ایمانی اگر روگردانی کریں گے تو ایک ایسی قوم کو لانے کا وعدہ کیا ہے کہ جن میں برائیاں نہ ہونگی اور **وہ سنورے ہوئے ہونگے۔ ایک کو سنوارا جائے گا دوسرے سنورے ہوئے ہونگے۔**

اب وہ سورتیں دیکھیں جن میں اللہ تعالی نے محمد الرسول اللہ ﷺ کا نام نامی پیش کر کے آپ کی شہادت دی مگر دوسری مختلف سورتوں میں جن میں مہدی موعودؑ نے اپنی شہادت پیش کی ان کا بیان اور کلام ایک جیسا ہے جو ایک آنے والی قوم جو مہدی آخرالزماں کی ہے اس کا بیان اور کلام ہے: سورہ فتح آیت 29: **محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو آپؐ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلے میں بہادر اور طاقت ور ہیں اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں۔ تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے ہیں کبھی سجدہ کرتے ہوئے طلب گار ہیں اللہ کے فضل کے اور اس کی رضا کے ان کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثرات نمایاں ہیں۔ یہ ان کے اوصاف تورات میں (مذکور) ہیں نیز ان کی صفات انجیل میں (مرقوم) ہیں۔**

سورۂ المایدہ آیت 54 جسے مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کی شہادت میں پیش کی: **سو عنقریب ایک قوم کو لائے گا اللہ تعالی ایک ایسی قوم محبت کرتا ہے اللہ اُن سے اور وہ محبت کرتے ہیں اللہ سے جو نرم ہونگے ایمان والوں پر اور بہت سخت ہونگے کافروں پر جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔** دونوں آیات کے بیان وکلام کی یکسانیت ملاحظہ کریں۔ اور 29ویں آیت میں ایک خصوصیت ہے **وہ یہ کہ اللہ کے رسول کے صحابہ کا ذکر توراۃ وانجیل میں ہونا اور دوسری جماعت کا ذکر آخری تنزیل قرآن میں ہونا۔** یہ وہی سورہ واقعہ کی ثُـلَّةٌ مِنَ الْاَ وَّلِيْنَ تھوڑے اگلوں میں سے اور وَ قَـلِيْلٌ مِنَ الْاٰ خِــرِيْنَ تھوڑے آخرین میں سے والا وعدہ ہے جو پورا ہوا ہے۔ اور جس کا ذکر سورۂ جمعہ کی آیت 3 میں ہوا ہے ان تینوں آیات کو مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کی وَّ ا خَـرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ...... **اور دوسرے لوگوں کا بھی ان میں سے (تزکیہ کرتا ہے تعلیم دیتا ہے) جو ابھی ان سے آ کر نہیں ملے۔ اور وہی سب پر غالب حکمت والا ہے۔** بالکل صاف اور واضح پیغام کسی شک کی گنجائش ہی نہیں۔ جن کا ذکر انجیل میں کیا وہ محمدؐ کے دور میں آ گئے جن کا قرآن میں کیا وہ مہدی کے ساتھ آئے۔

اب سورۂ الصف کی 5-6 آیات جس میں اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کا وعدہ یاد دلایا نبی اسرائیل کو: اور یاد کرو جب فرمایا

عیسیٰ فرزند مریم نے اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں **میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی اور مژدہ سنانے والا ہوں ایک رسول کا جو تشریف لائے گا میرے بعد اس کا نام احمد ہوگا پس جب وہ آئے ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تو انہوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے۔اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹے بہتان باندھے حالانکہ انہیں بلایا جارہا ہو اسلام کی طرف اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا**۔اس آیت میں اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو ''احمد'' سے مخاطب کیا ہے۔اب اس کے بعد سورہ ھود دیکھیں جسے مہدیٔ موعودؑ نے اپنے دعوی کی شہادت میں پیش کی۔

سورۃ ھود 17- **''تو کیا وہ شخص (انکار کرسکتا ہے) جس کے پاس روشن دلیل ہو اپنے رب کی طرف سے اور اس کے پیچھے ایک سچا گواہ بھی آ گیا ہو اللہ تعالی کی طرف سے اور اس سے قبل کتاب موسی بھی آچکی ہو جو امام اور سراپا رحمت ہو۔یہ لوگ تو ایمان لائیں گے اس پر' اور جو کفر کرے اس کے ساتھ مختلف گروہوں میں سے تو آتش (جہنم) اس کے وعدہ کی جگہ ہے''۔یہاں جو بات ہے وہ یہ کہ کفر کرنا یعنی انکار کرنا گروہوں کا ہے مشرکین اور کفار کا نہیں معنی وہ گروہ اہل قرآن جو مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔18 اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جو بہتان باندھے اللہ تعالی پر یہ لوگ پیش کئے جائیں گے اپنے رب کے سامنے اور کہیں گے گواہ یہی وہ ہیں جنھوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر**۔یہاں سچے گواہ عیسی کی کتاب تو ہے ہی مگر حضرت عیسی کا یہ کہنا کہ میں تصدیق کرنے والا ہوں جو کتاب مجھ سے پہلے یعنی توریت ہے اور مژدہ سنانے والا ہوں ایک رسول کا جو میرے بعد آئے گا جس کا نام ''احمد'' ہوگا۔یہاں اللہ کے رسول ﷺ کا وہ فرمان کہ ''مہدی اللہ کا خلیفہ ہے اس کی بیت کرو چاہے برف پر سے رینگ کر جانا پڑے'' اس کے بعد مہدی موعودؑ کا یہ کہنا کہ ''میرا مذہب اللہ کی کتاب ہے اور میں اللہ کے رسول محمد ﷺ کی سنت پر عمل کرنے والا ہوں'' یہ تصدیق وہی ہے جو حضرت عیسی نے بھی کی تھی جو اس سے پہلے بیان ہوئی ہے۔

اب سورۃ الاحزاب کی آیت 40 دیکھیں جس میں اللہ تعالی نے محمد مصطفی ﷺ کی گواہی دی ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ وَخَاتَمَ النَّبِيّنَ **نہیں ہیں محمد کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں**۔آیت سورۃ ھود 2 اِنَّنِیْ لَكُمْ مِنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ **بے شک میں تمہیں اس (اللہ) کی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں** اور مغفرت طلب کرو اپنے رب سے.... یہ سورہ ھود کی دوسری آیت مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کی شہادت میں پیش کی۔امام ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن زیدؓ سے فرمایا: یہاں اللہ تعالی نے حضور ﷺ کی ثناء اور ذکر فرمایا۔غور طلب امر یہ ہے کہ یہاں اللہ کی طرف سے **ڈرانے اور خوشخبری دینے والے کا نام نہیں ہے** بات سچ ہے کہ حضور ﷺ کی طرف اشارہ ہے اور **کنایہ آپ کے تابع مہدی کی طرف بھی ہے کہ دونوں دلیل روشن یا بینہ اسی کام پر معمور کئے گئے ہیں' ایک متبوع** ﷺ ہیں دوسرے ان کے تابع علیہ السلام۔اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے المھدی منی یقفو اثری ولا یخطی مہدی مجھ سے ہے میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کریگا۔یعنی معصوم عن الخطا ہوگا جو خلیفۃ اللہ کا مقام ہے۔

اب ایک دوسری حقیقت کوملاحظہ کریں وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اور نہ قدر پہچانی انہوں نے اللہ تعالی کی جس طرح قدر پہچاننے کا حق تھا۔ یہ آیت مبارکہ تین سورتوں میں آئی ہے سورۂ الانعام 6 نزول 55 سورۂ الزمر 39 نزول 59 سورہ حج 22 نزول 103 ان تینوں آیات کے نزول میں ایک آیت سورۂ الانعام کی ہے جس میں اس آیت کے خطاب کا رخ یہودیوں کی طرف ہے باقی دو میں ''نہ قدر پہچانی انہوں نے'' کا خطاب عام ہے یا یوں کہیں یہ خطاب اہل قرآن کے لئے ہے۔ سورۂ انعام اور الزمر مکی سورۃ ہیں اور سورہ حج مدنی سورۃ ہے یہاں اس آیت کے نزول کی خصوصیت یہ ہے کہ اس آیت کے پہلے نزول انعام سے ایک روایت قرطبی سے حضرت سعید بن جبیرؓ سے ہے کہ ایک **بہت بڑا** یہودی عالم حضور ﷺ سے جھگڑنے لگا تو آپؐ نے فرمایا'' میں تجھے قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل فرمائی۔ کیا تو اس میں نہیں پاتا اللہ تعالی انتہائی موٹے عالم کو مغبوض بناتا ہے؟ ان پر غضبناک ہوتا ہے (معنی بڑے کروفر شان وشوکت والے عالم جنہیں اپنی علمی قابلیت پر ناز اور غرور ہوتا ہے بہ نسبت اس کے اپنے ایمان کے) تو وہ (یہودی عالم) پلٹ گیا یہاں تک کہہ دیا کہ اللہ تعالی نے کسی انسان پر کوئی کتاب ہی نہیں اُتاری اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ (انعام ۹۱) یعنی جب کسی بڑے عالم پر غرور غالب آتا ہے تو وہ نہ صرف اللہ کے احکام کا اللہ کی نازل کتابوں کا اللہ کے رسولوں خلیفوں کا انکار کر دیتا ہے دلایل دے کر۔ مہدی موعود علیہ السلام کے زمانے کے بعد کے اور آج کے عالموں کا بلاتحقیق انکار کیا اس آیت میں بیان نہیں ہوا ہے اور ان علمائے سو کی ذہنی کیفیت کا نقشہ اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ اور سورۂ الزمر میں اپنی شان اور قدرت کا اظہار کیا ہے سورۂ الحج میں اپنے غلبہ اور طاقت کا اظہار کیا ہے۔ مگر سورہ حج میں کہا کہ ''اللہ تعالی چن لیتا ہے فرشتوں سے بعض پیغام پہنچانے والے **اور انسانوں سے بعض کو رسول بنایا** بیشک اللہ تعالی سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے (حج ۷۶) اور سورۂ الزمر کی آیت سے متعلق ایک روایت حضرت ربیع بن انسؓ سے نقل ہے کہ جب آیت وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (بقرہ ۲۵۵) نازل ہوئی تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کرسی اس طرح ہے تو عرش کیسے ہوگا؟ تو اللہ تعالی نے یہ آیت وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ نازل فرمائی تھی انعام آیت ۹۱ نزول 55 میں۔ معنی یہ کہ وسیع کرسی کو بندے اپنے جیسی کرسی تخت وتاج کو تصور کر لیتے ہیں بلکہ اس آیت کا مطلب اس طرح نہیں جانتے یا پہچانتے جیسا کہ اللہ تعالی کی قدرت ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالی کو مقید سمجھنا اپنے جیسا بلکہ اللہ تعالی زماں ومکاں کی قید سے مبرّا ومنزّہ ہے۔ اس تمام گفتگو سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ جس طرح علمائے یہود نے کتابوں کے نزول اور اپنے پیغمبروں کی وضاحتوں کے باوجود اللہ تعالی کو جاننے پہچاننے کی کوشش نہیں کی بالکل اسی طرح اہل قرآن نے بھی کیا ہے وہ صرف ظاہری علوم میں اپنے کمال پر قایم ہوتے ہیں معرفت الٰہی کی ان کے پاس قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ اسی لئے اللہ تعالی نے پہلے مکہ مکرمہ میں نزول قرآن میں اس روایت کو بیان کیا اور نبوت کے دوسرے دور میں یا آخری ایام میں دوبارہ اسے بیان کر کے اس پر غور کرنے کی تاکید کی یہ بات سورہ حج میں بیان روایت بتاتی ہے کہ اللہ تعالی کو عرش پر براجمان بیٹھا ہوا یا آسمانوں میں چھپا ہوا دنیا میں نعوذ باللہ مجبور محض نہ جانیں بلکہ وہ قادر مطلق اور شان والا ہے اور ہر جگہ موجود ہے جس طرح اس کی

قدرت آسمانوں میں ہے اسی طرح زمینوں میں ہے وہاں دکھائی دیتا ہے تو یہاں بھی دکھائی دیتا ہے ضرورت ہے طلب دیدار کرنے کی جو اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے تابع کا راستہ یا طریقہ ہے اس پر چلنے کی ۔ اس کے لئے ظاہری علوم کافی نہیں ہیں معرفت الٰہی کی ضرورت ہے جو عین اسلام ہے ۔ معرفت الٰہی کی تعلیم جنہوں نے حاصل نہیں کی سو نہیں کی مگر جن کو ایسی تعلیم دی گئی وہ بھی اب ظاہری علوم کے حصول میں اپنا ایمان وعقیدہ خراب کر رہے ہیں پانچ چھے منافق قسم کے لوگوں کے درمیان بیٹھکر اللہ رسول اور مہدی کے فرامین میں ہذیان بکنا عالم دین ہونے کی علامت مان لی گئی ہے ۔

نسل پرستی یا اولاد پرستی کا رواج اسلام میں پہلے روافضہ یا شیعوں میں شروع ہوا بعد میں بنو اُمیہ اور بنو عباس نے اس رواج کو جاری رکھا ' حالانکہ تصوف کے سلسلوں میں سعادات کا لحاظ رکھا گیا مگر! مسلمانوں کے دوسرے اشرافیہ میں بھی یہ سلسلے چلے اور مقبول ہوئے ' ساتویں صدی ہجری میں یہ معدوم ہوتا چلا گیا اور کہیں کہیں غیر معروف بھی ' لیکن مہدی موعود علیہ السلام کی آٹھویں صدی میں بعثت ہوئی آپ علیہ السلام نے اس قسم کی ہر کوشش کو نکار دیا اور صحابہ مہدی میں بھی اس قسم کی کسی کوشش کو بڑھاوا نہیں دیا ' لیکن پچھلے ایک سو برسوں میں خاندانی فضیلت اور بڑائی کا عفریت پوری طرح عود کر آ گیا ' اور اصلاح وتبلیغ مہدویت میں یہی سب سے بڑی رکاوٹ اور ناکامی کی وجہ بنا ہے ۔ حالانکہ نسلی اعتبار سے اسلام میں شیعوں کو پہل حاصل ہے لیکن انُہوں نے شیعہ مذہب میں اس کے فروغ کے لئے نمایاں طور استعمال کیا ۔ مغل بادشاہ اکبر نے کہا کہ "میں شیعوں کے دین چھپانے سے اور مہدویوں کے بانگ دہل اعلان کرنے سے پریشان ہوں" ۔ حالانکہ اکبر کا زمانہ 1605 سنہ عیسوی میں ختم ہو گیا اُس کے دوسو برس بعد ایسا کیا ہوا کہ مہدوی چھپنے دبکنے لگے اور آج مہدویہ تعلیم اور عمل کے نام پر کچھ بھی نہیں ہو رہا ۔ حالانکہ ہمارے اسلاف یا بزرگوں کو اخراج اور سخت مخالفت کا سامنا تھا باوجود اس کے مسلمانوں کے دوسرے گروہ مہدویت سے متاثر ہوتے تھے اور مہدوی اپنا مذہب وعقیدہ نہیں چھپاتے تھے ۔ مگر پچھلے سو سالوں میں مہدویوں کی تربیت اور تعلیم ناتجربہ کار بے علم اور بے عمل لوگوں کے ہاتھوں میں سونپ دی گئی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ خود مہدویہ عوام دین ایمان اور عقیدہ مذہب کی تعلیم سے بے بہرہ اور لاعلم اور دور ہوتے چلے گئے اس کی وجہ ہم جتنا کہہ رہے ہیں اتنا کڑوا لا رویہ تو تھا ہی جس کے اندر اپنی نااہلی وناکامی چھپی ہوئی تھی ' اور آج یہ حالت کہ اسلام کی کتابوں سے رٹی رٹائی تقریر واعظ وبیان ہی دین رہ گیا ہے جس کے درمیاں دو ایک نقل بیان کرنا اور صحابہ مہدی کے نام لینا ہی مہدویت رہ گئی ہے ۔ مگر پچھلے تیس برسوں میں ابلاغ عامہ یا Mass Communication کے ذرایوں اور ٹکنالوجی نے ہر شعبہ زندگی کی طرح مذہبی وعقایدی علوم میں انقلاب برپا کر دیا ہے ' جس میں بے دین فرقوں اور جماعتوں نے اسلام کی بنیادوں کو ڈھانے کا بھرپور کارنامہ انجام دیا ' ایسے میں مہدویہ تعلیم اور عقاید کی تحقیق وتدقیق پر کام کرنے کے بجائے جلسہ جلوس تقریر کو مہدویت قرار دے دیا نے تعلیمات مہدویہ کا علم ہے نہ عمل ۔ اور ایسے میں عام مہدوی دوسروں کی دیکھا دیکھی تبلیغی اجتماع اور واٹس ایپ پر بیکار اُلٹے سیدھے بحث ومباحث کو ہی دین ایمان سمجھ بیٹھے ہیں جن کا نہ کوا سر ہے نہ پیر ۔ یہ سب دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ بہت سارے مداری ہیں جو دو ایک

لوگوں کو اپنا کرتب دکھانے کی کوشش میں ایک دوسرے پر جھپٹ رہے ہوں۔

نویں صدی ہجری اور دعوی مہدیٔ

دعوی مہدی کے باب میں ہم جب 9ویں صدی ہجری کا ذکر کرتے ہیں تو یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ یہ دیکھیں کہ آیا نویں 9صدی ہجری میں کوئی ایسا دعوی مہدی ہوا ہے جو خلایق میں مشہور اور ایمان وعقیدہ کے اعتبار سے حق ہو۔تو معلوم ہوتا ہے کہ وجد کی حالت میں اولیاء وصوفیا کے علاوہ جنھوں نے دعوے کے ان کی حقیقت کیا ہے ان میں سات آٹھ ایسے نام ملتے ہیں جن کا دین ایمان اسلام یا عقیدہ ومذہب سے کچھ لینا دینا ہی نہیں تھا۔ 1) صالح ابن طارف بربر بادشاہ جس نے دوسری صدی ہجری 744عیسوی میں ہشام بن عبدالملک کے دور میں دعوی کیا اس نے قرآن کے اسی 80سورہ بنا دے یعنی اللہ کے کلام اور رسولؐ کی شریعت بدل دی۔2) اسی دوران یعنی دوسری صدی ہجری میں عبداللہ بن معاویہ جو اہل کوفہ اور شیعہ سے اور جعفر بن ابی طالب کی اولاد سے تھا دعوی کیا بعد میں ہرات خراسان کی طرف بھاگ گیا اور اس کے مخالف ابو مسلم نے اسے قید کر لیا اس کے معتقدوں کا ماننا تھا کے وہ کہیں روپوش ہے دوبارہ آئے گا 3) محمد ابن حسن ابن علی یہ شیعہ کے بارہ اماموں میں سے ایک ہیں ان کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ ایک غار میں روپوش ہیں قیامت کے قریب آئیں گے۔4) تیسری صدی ہجری میں بربری عبداللہ المھدی صفوی ابن تمارت مراقشی تھا دعوی کیا5) پہلی صدی ہجری کے بعد شاہ اسماعیل صفوی جو ایک گیلانی صوفی تھا دعوی کیا6) بارھویں صدی ہجری 1855 میں جاوا انڈونیشیاء کے دیپونوگورنے انڈونیشیا کو ڈچ حکومت کی غلامی سے آزاد کرنے دعوی کیا۔7) احمد بن ابی محلی نے 1610 میں دسویں صدی ہجری میں دعوی کیا8) 1844عیسوی میں علی محمد شیراز (باب) نے دعوی کیا اس نے باب مذہب کی بناڈالی جو بعد میں بہائی ہو گیا۔9) 1881 محمد احمد سوڈانی نے دعوی کیا اس نے مصری ترکی فوجوں سے غلامی اور بعد میں برطانیہ کی غلامی سے آزادی کے لئے دعوی کیا۔10) 1889 میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ہندوستان میں برطانوی پادریوں سے مناظرہ کرنے کی غرض سے پہلے خود کو عیسی کہا بعد میں مدعی مہدی بھی بن گیا 11) والس فارد محمد نے 1930 میں امیریکہ کے شہر ڈیٹ رایٹ میں ایک گروہ بنایا اور دعوی کیا۔12) ملیشیاء کے عارفن محمد نے دعوی کیا اور ساتھ میں ہندومت کے شیوا اور گوتم بدھ ہونے کا بھی دعوی کیا13) 2000 عیسوی میں پاکستان کے ریاض احمد گوہر شاہی نے خود کو مہدی عیسی اور کالکی اوتار ہونے کا دعوی کیا' ہندومت میں بھگوانوں کے کئی اوتار ہوتے ہیں ان میں کالکی آخری اوتار مانا جاتا ہے۔ان تمام میں اسلام ایمان عقیدہ ومذہب کا کوئی شایبہ نہیں پایا جاتا اور نہ ہی قرآن وسنت کے مطابق کوئی عمل یا طریقہ یا اللہ رب العزت اور رسول نبی کریم ﷺ کے تئیں تقدس واحترام کا کوئی جذبہ پایا جاتا ہے ان لوگوں میں مقام مرتبہ عزت جاہ وحشمت کی طلب اس دعوی کی وجہ بنی ہے۔اور نہ ہی ان میں اللہ کے رسول ﷺ کے قدم بہ قدم چلنے کے کوئی اعمال وآثار ہیں جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے یہ دین کو زندہ کیا کرتے بلکہ دین کی ہنکی کا سبب بن گئے اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ کی اس قوم کا کردار بنے جو آپ ﷺ کی منزل میں ہے۔جنھیں یاد کرکے یا ان کے اعمال تقوی پرہیز گاری اللہ کی راہ میں

خودکوفناءکرنے کی صفات کودیکھ کرآپ آشکبار ہو گئے تھے۔اور نہ ہی کوئی وجوب حالت کیفیت وقت زمانہ مقام ومرتبہ یا احوال رسول ﷺ کے مطابق ان میں پائی گئی۔9 نویں صدی عیسوی میں صرف حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود آخرالز ماں کے تعلق سے معتقدین ہی نہیں معاندین اور مخالفین نے بھی نہ سراہا ہے بلکہ خراج عقیدت پیش کی ہے اور یہ عام لوگوں نے نہیں بلکہ علماء اور محققین نے کیا ہے کہ آپ علیہ السلام میں وہ تمام آثار وشواہد پائے جاتے تھے یہاں تک کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا کہ وہاں (حضورؐ) کے پاس اصالتاً تھے یہاں (میر سید جونپوری) کے پاس اتباعاً تھا اس سے بڑا ثبوت اور گواہی کیا چاہئے۔آپؑ کے تابع تام ہونے کا اس سے بڑا اور ثبوت کیا چاہئے۔اور یہ دعویٰ محض 9 ویں صدی یا 9 کے عدد کا اتفاقاً یا اجمالاً بار بار ذکر ہونے پر نہیں ہے بلکہ حقایق پر مبنی ہے۔اور نویں صدی ہجری میں معلوم افراد میں کسی نے دعوی مہدی نہیں کیا ہے اور جتنے کاذب مدعی گزرے ہیں وہ قرآنی شرعی ایمانی اعتقادی یا عددی ہی سہی بنیاد پر نہ خود کو مہدی ثابت کیا اور اگر ان کے کوئی معتقد ہیں بھی تو وہ ان بنیادوں پر نہیں ثابت کر پائیں گے یہ بات حضرت میراں سید محمد جونپوری کو مہدی موعود آخرالز ماں ماننے والوں کے مصد یقین کے یقین کے لئے کافی ہے کہ آپؑ ہی کی ذات مہدی ہے جو آئے اور اس دنیا سے پردہ فرما گئے اب کوئی مہدی نہیں آنے والا اب صرف حضرت عیسی علیہ السلام کا آنا حقیقت ہے باقی سب قیاس اور اندازے ہیں۔یہ تو ہوئے گزرے ہوئے جھوٹے مدعیان مہدی اور مہدی حق سید محمد جونپوری کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے ہم نے یہ باب باندھا اب آئے ایک جایزہ ان کا بھی لیتے ہیں جو مہدی کے منتظر ہیں اور امام مہدی حق کی تصدیق کا انکار کرتے۔

دعوی مہدی کا حق ہونا قرآن واحادیث کے حکم اور بیان کے مطابق ہونا چاہئے جس طرح قرآن کے کسی حکم یا ایک لفظ کا انکار بے دینی کی علامت ہے اسی طرح احادیث صحیحہ کا انکار بے دینی ہے۔جس طرح بہت ساری قرآنی شہادتیں احادیث سے حق ثابت ہوتی ہیں اسی طرح احادیث کے بیانوں کا بھی قرآنی احکام کے مطابق ہونا حق ہونا ہے۔احادیث کے بیان اور پیشن گوئیاں حق ہیں لیکن قرآن کا بیان آخری حجت ہے۔اگلے قوموں کو جو کتابیں دی گئیں ان قوموں نے ان کتابوں اور ان کے پیغمبروں کے قول وبیان اور ان کے اعمال پر عمل نہیں کیا تبھی انہیں معزول کر دیا گیا۔مہدی موعود علیہ السلام نے پہلا اُصول کہ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ'' رکھا ہے۔امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ: اُصول وضوابط اور کلیات ایک یا دو حدیثوں سے نہیں بنتیں احادیث متعدہ کو سامنے رکھ کر اُصول وضوابط قرآن بنتے ہیں وہ ایک خبر واحد پر نہیں بنتے۔

امام جعفر صادقؒ سے سوال کیا گیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو امت کا نگہبان اور امام (مہدی) ہو جس کے لوگ منتظر ہوں تا کہ دین ایمان اور حق کا بول بالا ہو؟ آپ علیہ رحمہ نے بڑا خوبصورت جواب دیا جس پر نہ شیعہ بغلیں بجا سکتے ہیں اور نہ ہی خود ساختہ اہل سنت' آپ نے کہا کہ: وہ ایسا شخص ہو جو لوگوں کی رہنمائی کے لئے اپنے سائبان یا جھونپڑے میں جو اس کا مرکز ہے خاموشی ہو (اپنا منصب نبھائے) جیسا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے نبھایا تھا۔یہ قول حقیقی مہدی کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔اب

دیکھتے ہیں منتظر مہدی کیا چاہتے ہیں کہ ان کا مہدی کیسا ہو؟ وہ چاہتے ہیں کہ جو کسی نبی و رسول نے نہ کیا وہ کام مہدی کرے اور سارے مسلمانوں کے مسائل کا حل یکلخت کر دے ساری دنیا میں مسلمانوں کی حکومت قائم کر دیں ۔انہیں مہدی اصلاح دین یا گناہوں سے بچانے کے لئے نہیں دنیا عطا کرنے کے لئے آئے۔سوال یہ ہے کہ کیا یہ آج کے حالات کے تناظر میں ممکن ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ کافر و شرک کے علاوہ مسلمانوں کے عالم جن کو اپنے علم کے کمال کا مدرسوں کے جال کی حکومت کا غرور ہے وہ ایسے مہدی کی اطاعت کرنے پر راضی ہو نگے جو ان کی متاع دنیا کو لوٹ کر روحانیت اور دین کی بنیاد پر اطاعت پر راضی ہونے کو کہے گا۔تو کیا واقعی متاع دنیا میں ملوث مسلمان خصوصاً عالم دینی و روحانی مہدی کی اطاعت قبول کرنے پر راضی ہو جائیں گے جب کہ مسلمانوں کا نفاق آج اپنی آخری حدوں کو چھو رہا ہے' آج مسلمانوں کے عالم اور حکمران ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑ میں منتشر اور بکھرے ہوئے ہیں وہ کیسے مہدی کی سیادت اور سرپرستی کو قبول کرینگے ۔جبکہ یہ مہدی کو عالمی سربراہ کے طور پر دیکھنا چاہتے ہیں یہ منتظر ہیں ایک ایسے مہدی کے جو ان کے میعار خیال اور عقیدوں کے مطابق ہو۔کیا آج کا مسلم معاشرہ تنازعات سے اُبھر کر ایک عالمی انقلابی انتظام کو قبول کرنے کا اہل ہے؟؟ جو کہ نبی کریم ﷺ کے وقتوں میں تھا؟ ۔حضرت علی ؓ مدینے میں حضرت عثمانؓ کی خلافت میں منافقوں اور خوارجیوں کے پیدا کردہ نا مساعدہ حالات سے مدینہ کے ایک نواحی قصبہ میں جا کر بس گئے اور اللہ کی یاد میں مصروف ہو گئے تھے بعد میں زبردستی انہیں کھینچ کھانچ کر خلیفہ بننے پر مجبور کیا گیا تھا' امام حسین ؓ جب اُمت کے حقوق کی پامالی کے خلاف کربلا جانے لگے تھے تو ان کے بھائی امام حسن ؓ نے انہیں کہا کہ بھائی ہم آل رسولؐ ہیں حکومت و خلافت ہمارے خاندان میں نہیں ہے۔تو ایسے اللہ والوں کی عترت میں مہدی کیسے دنیا کا حکمران و بادشاہ ہوگا؟۔تو معلوم ہوا جن لوگوں نے مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے کئے اور جو منتظر مہدی ہیں وہ دونوں خلوص دل سے مہدی موعود آخرالزاں سید محمد جونپوری علیہ السلام کی زندگی تعلیم اور مقاصد ایمان و دین کا جائزہ ضرور لیں ۔اس کے علاوہ حضور ﷺ کے حکم کے ساتھ ان غیر مہدویہ شہادتوں کو بھی بلا تعصب حق کی حقیقت کے ساتھ جاننے کی کوشش کریں' کیونکہ مذہبی تعصب بے نکیل جانور کی طرح ہوتا ہے کب تباہی مچادے معلوم نہیں ہوتا۔

جو منتظر مہدی ہیں ان کا انتظار تین بنیادوں پر ہے پہلا گروہ 1) اُمت مسلمہ کے عوام الناس جن کو انتظار ہے ایک ایسے مہدی کا جو آتے ہی لب بھر بھر کر مال و دولت سے ان کی جھولیاں بھر دے۔ 2) دوسرا گروہ صوفیوں اور ولیوں کو ماننے والا ان کا عقیدہ ہے کہ مہدی آینگے تو اپنی ولایت کی کرامات اور محیر العقل اعمال سے تمام کفار و شرک کو مطیع فرمانبردار بنا دیں گے اور دنیا میں کرامات کا بول بالا ہوگا ان کے خیال میں مہدی کے سحر انگیزی تمام دنیا کو اسلام لانے پر مجبور کر دیگی ۔3) تیسرا گروہ جو تصوف اور ولایت سے نالاں ہے اور اس کو نہیں مانتا ان کے خیال میں مہدی ایک ایسا عالمی حکمران اور بادشاہ ہوگا جس کی تمام کی تمام دنیا اسلامی فوج ہوگی وہ غزوہ ہند سے اپنے معرکے کا آغاز کریگا اور ساری دنیا میں چھا جائے گا۔ظاہر ہے آج کے حالات میں اُس مہدی کی حکومت میں جدید ترین طیارے ٹینک میزائیل ایٹمی اسلحہ سیارچے ریڈار ڈرون اور اس بھی زیادہ جدید ٹیکنالوجی ہونی چاہئے جو موجودہ

حالات ہیں اُس لحاظ سے یہ تیاری صدیوں میں ہو پائے گی جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے چودہویں صدی ہجری کے بعد انسانی ارتقاء کو دگرگوں بتایا ہے ۔ان گروہوں کے درمیان ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو مہدی کو رضی اللہ عنہ مانتا ہے یعنی مہدی سے اللہ کا راضی ہونا بس اتنا ہی یعنی ان کا مقام ایک صحابی رسولؐ جتنا جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے مہدی آخرالزماں کو اللہ کا خلیفہ بتایا ہے ۔دنیا میں جتنے انبیاء ومرسلین آئے ان میں ایسے کمالات کبھی یکجا نہیں ہوئے اور سب سے بڑھکر سردار الانبیاء افضل الانبیاء خاتم الانبیاء ﷺ میں بھی ایسے کمالات یا دنیا کی حکمرانی نہیں ہے تو جب مہدی تابع رسول ﷺ ہوں اور آپؐ کے اُمتی ہوں ان میں اتنے سارے کمالات کا جمع ہونا کیا تقدس احترام خاتم نبوت ﷺ کے نعوذ باللہ مرتبہ کو گھٹانا نہیں ہوا ۔اور ایسے امر واقعات کو بیان کرنے والے خود کو عالم فاضل محدث مفتی دوراں افضل العلماء وغیرہ کہلوائے جارہے ہیں ۔یہاں اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث کے صحیح ہونے کا اقرار کرنا پڑیگا کہ آخری دور میں علم اُٹھالیا جائے گا معنی علمائے حق ختم ہو جائینگے لوگ جاہلوں کو اپنا رہبر اور پیشوا مانیں گے وہ دور آج ہمارے سامنے ہے ۔ایسے کنفیوژن میں کیا تمام گروہ ایک ایسے مہدی کو قبول کرلیں گے جن کو دین کو زندہ کرنا ہے اور رسم وبدعت کو مٹانا ہے ۔ان عقاید اور خیالات کے تناظر میں مہدی موعود علیہ السلام جونپوری کی شخصیت مصدقوں کی ایمان واعتقاد میں ایسی ہے کہ مہدی موعود اللہ کا خلیفہ ہیں جنہوں اللہ کی مراد کے مطابق قرآن کا بیان کیا ہے اور معرفت الٰہی کے حصول یعنی قربت خداوندی کی تعلیمات دی ہیں اس کی انتہا طلب دیدار خدا ہے اس کی جستجو کرنی ہے اور اللہ کو راضی کرنا ہے بس اس سے ذیادہ اور کچھ نہیں ۔یہ انسان کی حیات موت کامیابی کامرانی ارتقاء زوال یہ نیرنگی خوبصورتی سب کچھ خالق اللہ تعالیٰ کی ثنا حمد تعریف توصیف کے لئے پیدا کی گیئ ہیں ۔اب اس کا کیا کیا جائے کہ انسان اس پر اپنا مالکانہ حق سمجھتا ہے انہیں اپنے سکون عیش وعشرت کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے اس کے باوجود وہ اپنے پیدا کرنے والے کا شکریہ ادا کرنا نہیں چاہتا اس کا شکر حق اسے پہچان کر اس کے آگے سر جھکانے میں ہے اس کی پہچان کا ذریعہ طلب دیدار ہے کاینات کی نیرنگی اور قدرت میں اسے دیکھنا اسکا نظارہ کرنا ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا قَدَرُو اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ** انہوں نے حق تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی جیسا کہ اُس کا حق ہے ۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: **لو عرفتم الله حق معرفته لمشيتم على الجور و لزالت يدعايكم الجبال** اگر تم اللہ تعالیٰ کو اس طرح پہچان لیتے جس طرح اس کی معرفت کا حق ہے تو تم سمندروں کی سطح پر پیدل چلتے اور تمہارے بلانے پر پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے ۔

چھٹی صدی عیسوی میں مشرق سے مغرب شمال سے جنوب تک تمام انسانی دنیا جیسے روم یونان ہند ایران افریقہ مصر جنوب مشرقی ایشیاء کے ممالک بت پرستی میں مبتلاء تھے صرف ایک آواز صداقت حق حضور محمد ﷺ کی تھی جس نے دنیا کے کونے کونے میں اللہ تعالے کے واحد ولاشریک ہونے اور مخلوقات کو معبود ماننے کی جہالت سے انسانیت کو آزاد ہونے کی دعوت دی ہو ۔ایک طرف ساری دنیا ایک طرف واحد ذات محمد ﷺ ۔جنہوں نے ان کو قبول کیا انہوں نے حق کا اقرار کیا جنہوں نے انکار کیا حق وصداقت کا انکار کیا آج تک یہی معاملہ ہے ۔اس سے اللہ کے رسول ﷺ کی نبوت رسالت اور پیغمبری پر کوئ حرف نہیں ہے کیونکہ اللہ کی جانب

سے جو ذمہ داری دی گئی آپؐ نے پوری کردی۔اسی طرح نویں صدی ہجری میں ساری مسلم دنیا رسم وبدعت عقایدی تضاد ومنافرت مناظرہ ومقابلہ آرائی میں اللہ کے احکام اور سنت رسول ﷺ سے انحراف کر کے خود کو حق پر قایم ہونا جانتی تھی اور آج بھی یہی بات ہے۔حضرت مہدیؑ موعود آخرالزماں علیہ السلام ایک واحد ذات ہیں جنہوں نے قرآن وسنت پر اُمت مسلمہ کو ایک مقام اور سلیٔبان میں جمع ہونے کی دعوت دی جس کی انتہا طلب دیدار پر ہے اگر کوئی قبول کرتا ہے تو وہ حق کو قبول کرتا ہے اگر اس سے انحراف کرتا ہے تو جو پیغام اللہ تعالی نے آپؑ کو پہنچانے کی ذمہ داری دی تھی وہ انہوں نے پہنچادیا اس بات سے ان پر کوئی حرف نہیں آیگا۔طلب دیدار کی تعلیم کی کوشش میں اتنا تو ہوگا کہ اللہ کی مرضی شامل حال رہی تو بندہ اپنی مراد کو پالیگا نہیں تو اتنا ضرور ہوگا بعد حیات دنیا کم از کم وہ لوگوں میں تو شامل ہوگا جو جنت میں اللہ کا دیدار کرینگے جو متقین اور پرہیز گاروں کے لئے ہی ممکن ہے۔

تصوف اور علم الکلام

یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ جس پر دنیا بھر میں ہزار ہا کتابیں لکھی گئیں ہیں لیکن! آج بھی یہ ایک متنازعہ اور تحقیق طلب ہے ان علوم کے دونوں فریق کے اپنے اپنے دلایل اور مباحث ہیں۔لگتا ہے یہ مسئلہ بپا ئے محشر تک نہیں سلجھے گا اور آئے دن کے نئے عقاید اور جماعتوں کی آزاد خیالی نے انہیں اُلجھا کر اب اتنا پیچیدہ بنادیا ہے کہ اُمت کا دین وایمان خطرے میں پڑ گیا ہے۔ان عقیدوں اور جماعتوں نے اب علم الکلام کی تمام تر اساس کو جاہلوں منافقوں اور بدبختوں کے ہاتھوں میں دے دی ہے،ہم یہاں ان کا ایک مختصر جایزہ لیتے ہیں۔تصوف کے معنی صوفیوں کا عقیدہ جو علم معرفت حاصل کرنے دلی خواہشات کو دور کر کے خدا کی طرف دھیان لگانے تزکیہ نفس کرنے کا راستہ اپناتے ہیں اور دنیاوی خواہشات کو چھوڑ کر پشمینہ یعنی اُون کا لباس زیب تن کر کے اللہ کی عبادت وذکر میں لگ جاتے ہیں۔تصوف ''صفہ'' سے ماخوذ ہے صفہ اون کو کہتے ہیں اور یہ طہارت کے معنوں میں بھی ہے''صفوہ'' کے معنی چنے ہوئے۔صافہ پاک اور صاف کپڑے کو کہتے ہیں جو عبادت وذکر میں استعمال میں ہوتا ہے اور بوقت ضرورت پگڑی کے طور پر باندھ لیا جاتا ہے۔کئی علماء تصوف نے تصوف کو واقعہ معراج سے جوڑ کر دیکھا ہے جہاں حضو ﷺ کی ملاقات اللہ تعالی سے ہوئی تھی جو بندہ کا تعلق براہراست مالک حقیقی سے ہوتا ہے۔علم الکلام:مذہبی اُمور کو دلایل سے ثابت کرنے کا علم،علم الکلام کی ابتداء آیمہ اربعہ کے دور سے شروع ہوئی اس کے بعد علم حدیث وقرآن ایک باقاعدہ موضوع بن گئے۔علم تفسیر اور حدیث کا دور صحابہؓ رسولؐ کے دور میں ہی شروع ہو چکا تھا مگر قرآن وسنت سے نتایج اخذ کر کے مسایل حل کرنے کا دور آیمہ کے دور سے ہے۔اس کے بعد احادیث کی صحت پر توجہ دی گئی تاکہ سنت رسولؐ پر کام کیا تاکہ اتباع میں غلطی اور کوتاہی کا امکان نہ رہے۔اس کے بعد مسایل میں مناظرہ مباہلہ کج کلامی دین میں فلسفیانہ مداخلت اور شطحیات(عالموں سے بھی غلط کلام کا اظہار)کا دور تیسری صدی ہجری کے بعد شروع ہوا۔اس دور میں علمائے حق تو تھے لیکن علمائے سو یعنی نفس پرست عالموں اور دین میں اپنی الگ رائے قایم کرنے والوں کا دور شروع ہوا یہاں سے آزادئ رائے اور نفاق کا بول بالا شروع ہوا اور یہ امام ابن تیمیہ کے دور میں اپنی عروج پر پہنچ گیا اور اس کے

بعدتو دین میں اپنی ذاتی راے رکھنے والے گروہوں اورعقیدوں کا سیلاب آ گیا اور یہ آج تک ہے اور اپنی عروج کی انتہاء پر ہے یہی بات تصوف کے طریقوں میں بھی ہوئی۔تصوف کا کوئی نظریہ حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا مگر اس کی بنیادیں اصحابؓ صفہ سے ملتی ضرور ہیں مگر اسے تصوف سے نہیں تقوی توکل ترک علایق اور حصول معرفت الٰہی کے اعمال طور پر جانا جاتا تھا حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے صحابہؓ کی مثال میں دیکھنے میں ملتی ہے بعد میں حضرت علیؓ کے شاگرد خاص کمیل ابن زیاد اور امام حسن بصریؒ سے یہ باقاعدہ ایک طریقہ بنتا چلا گیا اس کی انتہاء سری سقطیؒ ذوالنون مصریؒ بایزید بسطامیؒ (ایران) حکیم ترمذی نیشاپور جنید بغدادیؒ عبدالقادر جیلانیؒ ابراہم ادھمؒ ابوالخیر اخطہؒ امام ابوحمید الغزالیؒ کے دور میں دیکھنے کو ملتی ہے اور منصور حلاجؒ کی حقایق بیانی نے اسے مشکوک بنادیا امام غزالی کا ماننا تھا کہ ''اگر تصوف کے اصل معنی سمجھ لئے جائیں تو صحیح راہ مستقیم کا راستہ ہے جو قرآن سے ماخوذ ہے'' اور اندلس اسپین کے ابن العربیؒ نے تصوف کا بیان تو کیا مگر اس بیان کے اسرار و رموز پیچ نے امام ابن تیمیہ کو ان کا سب سے بڑا معترض بنادیا جو خود حنبلی تھے اور قادریہ سلسلے سے متعلق تھے۔اور تصوف میں ایک رنگ مثنوی قصیدہ گوئی کا ابھر آیا تو رومی عطار جامی حافظ نے بڑا کردار ادا کیا۔تصوف کے تعلق کو صوفیہ نے حضور ﷺ کے غار حرا میں عبادت ذکر تحنث اور یکسوئی سے جوڑ کر دیکھا ایک زمانہ ایسا آیا کہ تصوف کے باقاعدہ سلسلے شروع ہوئے قادریہ سہروردیہ نقشبندیہ کبراویہ ملاویہ چشتیہ وغیرہم۔اسی کے ساتھ ساتھ بدعتی اور جھوٹے صوفیا اور اولیاء نے بھی اپنے نفس کی تسکین کے ذریعہ یہاس تلاش کرنے شروع کردئے جیسا کہ علم الکلام میں علمائے سُو تھے۔مگر تصوف کے سلسلوں میں کچھ شرایط و پابندیاں تو تھیں لیکن علم الکلام کے فرقوں نے جو آزاد خیالی آزادئ راے کا جو سلسلہ شروع کیا وہ آج بھی جاری ہے جس کی مثال نئی نئی جماعتیں اور طایفے اور طریقے ہیں جو پچھلے ڈیڑھ دوسو برسوں میں معرض وجود میں آئی ہیں۔کسی نے صرف قرآن پر عمل کرنے کو کہا کسی نے حدیث پر ہی دین و ایمان کی بنیاد رکھ دی کسی نے مناظرہ اور حجت کا طریقہ اپنایا اور انہوں نے دین کی بنیادی ضرورت مملکت اور حکومت کے حصول پر ہی رکھدی۔جہاں پر بدعتی گروہوں نے تصوف کو بدنام کیا وہیں پر ان گروہوں اور جماعتوں نے تقدس و احترام رسول ﷺ کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے اپنے گروہی و جماعتی رہبروں کو نبوت کے مقام پر فایز کرنے کی کوشش کی ہے اس طرح عالم اور محدث ہی نہیں جاہل بد بخت اور لٹیروں نے بھی دین کے رہبر ہونے کا دعوی کیا ہے اور ان طایفوں نے انہیں قبول بھی کرلیا۔مگر!! ان دونوں گروہوں میں ایک منصب اور مقام کے طلب کی ضرورت اور اہمیت ہمیشہ باقی رہی وہ مقام مہدی کا تھا۔اس معاملہ میں ہر فرقہ اور گروہ اپنا حصہ طلب کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتا رہا ہے اس طلب میں ان کا مطمع نظر دین کے ذریعہ دنیا حاصل کرنا رہا ہے ان حقایق کو سمجھے بنا مقام و منصب مہدی سمجھ میں نہیں آئے گا۔جبکہ بعثت مہدی ضروریات دین سے ہے کسی کے طلب یا آرزو کرنے پر نہیں ہے یہ بات حدیث **کیف تھلک امتی انا فی اولھا و عیسی ابن مریم آخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھی** ۔میں دیکھنے کو ملتی ہے۔بعثت مہدی تصوف و علم اکلام سے نہیں قرآن و سنت سے معمور ہے۔جیسا کہ مہدئ موعود علیہ السلام نے فرمایا ''مذہب ما کتاب اللہ و اتباع سنت رسول اللہ ﷺ''

گروہ مہدویہ میں فرایض ولایت کی تعلیم کسی نے 7 کسی نے 6اور کسی نے 5باتوں پر رکھی ہے اس میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ ترک دنیا اور ترک علایق ایک ہی اصل ہیں۔اس لئے اُصولاً یہ سات ہی ہیں جو کہ طلب دیدار کے حصول کے لئے ضروری ہیں۔البتہ ان کے اعمال کی ادائیگی 64 باتوں پر ہے(اس کی تفصیل شرح عقیدہ شریفہ صفحہ 113 پر حدود دایرٔہ میں دیکھ لیں)۔فرایض اسلام کلمہ نماز روزہ زکواۃ حج 5فرض نمازیں 5فرایض ولایت 5 'اور کلمے پانچ' حالانکہ پانچ کلموں کا حدیث میں ایک جگہ ذکر نہیں ہے مختلف موضوعات پر جو احادیث ہیں ان سے برصغیر کے علمائے اسلام نے بطور تجدید اور تقویت ایمان ان کا درس بنیادی رکھا یہ ہند پاک بنگلہ دیش و دیگر ایشیائی ممالک کے علاوہ کہیں نہیں ہے۔البتہ سورۂ بقرہ کی آخری آیات جن کے بارے میں روایتیں ہیں کہ معراج کے دن سدرۃ سے آگے اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو بذات خود وحی کی تھی یعنی آسمانوں میں ان کی وحی ہوئی ہے'ان کے احکام و بیان ان پانچ کلموں سے ملتے جلتے ہیں۔فرایض ولایت کی تعلیم ایک خلیفۃ اللہ معمور من اللہ کی ہے اس کا دیا جانا ایک ایسی کوشش میں ہوتا ہے جو انبیا و مرسلین یا خلیفۃ اللہ کے ذمہ ہوتا ہے۔ابراہیم علیہ السلام نمرود سے مقابلہ سے پہلے کس جگہ تھے اور کیا کرتے تھے معلوم نہیں وہ زمانہ ایسا تھا ایسے حالات قلم بند نہیں ہوئے لیکن موسی علیہ السلام فرعون سے مقابلہ سے پہلے صحرا و بیابان میں رہے حضرت شعیب کی بکریوں کی گلہ بانی کی' حضرت عیسی علیہ السلام پنگھوڑے میں کلام کیا وہ بڑھئی تھے اور حضرت مریم کی پاکدامنی کی شہادت دی مگر اس کے بعد کے حالات معلوم نہیں البتہ اسرائیلیات میں ان کے 12برس تک کے واقعات نہ ہونے یا آپ کی موجوگی کا علم نہیں بتایا۔اور حضور ﷺ نبوت سے پہلے گلہ بانی کیا کرتے تھے اور تجارت کی اور مکہ کی رئیس تاجرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا اس کے بعد آپ کی مصروفیات اور حالات کا علم بہت کم بیان ہوا ہے البتہ !!توشہ باندھکر غار حرا میں کئی یوم رہنے کی کئی روایتیں ہیں۔اس سے پیغمبروں کے حالات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت و رسالت تبلیغ و اصلاح کی ذمہ داری سے پہلے انبیاء و مرسلین کو لمبے عرصے تک کم از کم 10 یا 12 برس کے لئے الہام کشف و مراقبہ اور معقولات کے دور سے گزارا جاتا ہے تاکہ وہ وحی کی حقیقت کو سمجھ پائیں اور کلام و بیان میں نفس کے اظہار سے آزاد ہو جائیں۔حضرت میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام کو بھی 28برس سے 40برس کی عمر تک جذبہ حق طاری رہا اس کے بعد ہی آپؑ نے اللہ کے حکم سے تبلیغ و اصلاح کے لئے ہجرت اختیار کی۔اس میں سینہ بہ سینہ علم کا کوئی جواز نہیں ہوتا کیونکہ خلافتہ اللہ تجدید علم و ایمان کے لئے ہوتی ہے سینہ بہ سینہ علم دین و ایمان کی ترقی کا ذریعہ نہیں ہوتا اس میں جمود ہوتا ہے کوئی بھی چیز ایک جگہ رک جانے یا منجمد ہونے پر بوسیدہ اور بے کار ہو جاتی ہے اور کسی بھی علم عمل یا طریقہ کا ایک محدود جگہ جمع ہو جانا یا کسی گروہ میں مقید ہو جانا ارتقائی عمل کو روک دیتا ہے جیسا کہ دولت کا عوام میں تقسیم نہ ہو کر کسی دولت مند کو مطلق العنان جابر ظالم و مغرور بنا دینا' جس طرح دولت کے بٹوارے کے لئے زکواۃ صدقہ خیرات اور عشر کا طریقہ اسلام میں عوام کے ہاتھ ہے اسی طرح علم اور عمل کی تقسیم نبوت رسالت پیغمبری اور خلافتہ اللہ کے ذریعہ ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا جو راست تعلق اللہ تعالی کے ساتھ تھا جن میں آنے والے کچھ مخصوص حالات واقعات اور غیب

کے معاملات ہوا کرتے تھے اُن کا بیان عام طور پر نہیں کیا کرتے تھے سوائے مخصوص صحابہؓ کے تا کہ لوگوں میں افراتفری پیدا نہ ہو اور اس کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کے لوگ اعمال میں تسا ہلی نہ اختیار کریں ۔ایسا نہیں کہ آپؐ نے کسی حکم بیان عمل یا واقعہ کو چھپایا ہو یا اپنے افراد خاندان کے لئے مخصوص کر دیا ہو بلکہ قرآن کے بعض احکام و بیان کو واضح ہدایتوں کے ساتھ سمجھایا ہے ۔صحابہؓ رسول ﷺ کا بھی یہی طریقہ تھا بلکہ حضور ﷺ نے یہاں تک کہہ دیا کہ جو بات قرآن و حدیث سے نہ معلوم ہو میرے صحابہؓ کی زندگی اور اعمال میں تلاش کرو اسی بنیاد پر بعد میں علم الکلام علم الحدیث اور فقہ کے اُصول بنے ہیں' ہم تک جو علم الکلام اور تفسیر و حدیث میں جو باریکیاں پہنچیں وہ صحابہؓ سے ہی پہنچی ہیں ۔اور تابع تام رسول اللہ ﷺ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے بھی اللہ تعالی سے معرفت الٰہی کے مخصوص معاملات کے علاوہ تمام معاملات کو کھول کر بیان کیا اور ان کی تعلیم بھی دی اور تربیت دی ہے ۔اور صحابہ مہدیؑ سے بھی ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ کوئی عمل یا تعلیم یا معاملے کو مخفی رکھا ہو بلکہ ان پر ظاہر ہونے والے معاملات کو بھی بتا دیا' حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ سے نقل ہے کہ فرمایا کہ''بندے کو آخر زمانے کی مرشدین دکھلائے گے' جن کے گلے میں آگ کے طوق ڈال کر جہنم کی طرف لے جایا جا رہا تھا کیوں کہ وہ دین کے کام دنیا کے طلب میں کیا کرتے تھے''ایسی بہت ساری باتیں جو انہیں دکھائی سمجھائی جاتی تھیں بلا کم و کاست بیان کر دیتے ۔تعلیمات مہدی موعود صرف اور صرف معرفت الٰہی کی طلب کے لئے ہیں ان میں کوئی علم غیب کیلئے یا مخفی اُصول نہیں ہیں جو جتنا تقوی توکل اور ذکر اللہ کے ذریعہ اللہ کی قربت حاصل کرے وہی کامیاب ہے ۔اس میں ہما شما کی تخصیص نہیں ہے دایرہ کی ضرورت بندوں کو اللہ سے قریب کرنے اور انہیں معرفت کی تعلیم کے لئے ہے ۔اگر علم الکلام اور علم الحدیث یا فقہ کا علم ہی حاصل کرنا ہی ہے تو اُن کے لئے اسلام میں عالموں فاضلوں محدثوں مفتیوں کی نہ کوئی کمی ہے نہ کتابوں کی ۔

دایرہ مہدویہ کا قیام اعمال و فرایض ولایت کی تشریح و حفاظت کے لئے ہوا ہے' اگر اس مقصد کو ختم کر دیا گیا اور دوسرے عقیدہ و گروہوں کی طرح متاع دنیا کے لئے چند اعمال و رسوم کی ادائگی کے لئے ہوتا ہے تو یہ مقصد خود فوت ہو جاتا ہے اور دایر ؤں کی اہمیت بھی جو آج کل دیکھنے میں آ رہی ہے وہ محض ایک گروہ بن کر رہ گئی ہے ادب و لحاظ عقیدت مندی وہ ہوتی ہے جو دلوں کو اطاعت اور فرمابرداری پر راغب کرے دلوں کو گرمائے اور روحوں کو متاثر کرے وگرنہ زبردستی کا تعلق بیزارگی اور مایوسی کا موجب ہوتا ہے ۔تعلیم احسان اور حدود دایرہ کے ماحول کو جس طرح مشکوک اور متنفر بنانے کا کام کیا گیا ہے اس کی تجدید بڑی مشکل ہے غیروں کی اقتدا اور رشتہ ازدواج ایک ایسا مرض لا علاج بنتا جا رہا ہے جس کا ازالہ ناممکن نظر آتا ہے ان باتوں پر جو بھی آواز اٹھے گی اسے اپنے اندر کے نفاق سے پہلا مقابلہ ہے اور دوسرا مرحلہ احتساب اور مخالفت کا سامنا ان لوگوں سے ہے جو مہدویت کی الف بے تے سے واقف نہیں رسماً و جبراً ایک طریقہ اپنائے ہوئے ہیں موجودہ صورت حال میں اصلاح و تبلیغ کی اشد شدید ضرورت ہے جو ایک مشکل ترین کام ہے ۔معتقدین کا ایک ایسا گروہ تیار ہوا ہے جو تعلیمات مہدیؑ پر عمل کے بجائے صرف واعظ و بیان اسٹیج پنڈال کی چمک

دھمک کو ہی اسلام ایمان اور مہدویت سمجھ کر خوش فہمی میں مبتلاء ہے ۔اگر کچھ بھی نہیں صرف فرایض کے علاوہ انہیں ذکراللہ اور نوبت پر ہی پابند کرا دیا جائے تو یہ تجدید ایمان ومہدویت کی خدمت ہو جائے گی ۔ایسے نامساعدہ حالات پیدا نہیں ہوئے پیدا کئے گئے ہیں ۔اب راہ نمار ہبر نہیں عالم دین ہونے کو مہدویت کی بنیاد پر موقوف کیا جارہا ہے ۔مہدویت ذکر کثیر تقوی توکل پرہیز گاری ترک علایق ہجرت باطنی قربت خداوندی یعنی طلب دیدار کا مذہب ہے جو عین اسلام ہے مہدویہ اسلاف کا بہترین لقب احقر وکمتر ہوا کرتا تھا ۔اب سو دیڑھ سو معتقدوں کے درمیان کچھ واقعات بیان کر کے القاب کے فیتے سینے پر اس طرح سجائے جاتے ہیں جیسے ریٹایرڈ فوجی کے سینے پر چسپاں ہوتے ہیں کیونکہ یہ بھی دین وایمان سے ریٹایرڈ ہو چکے ہیں ۔روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمؑ کے 40 برس گھٹا کر داؤدعلیہ السلام کو دئے گئے حضورﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت دی گئی کافروں اور بے دینوں کی نہیں بلکہ مومنوں کی روح موت کے بعد 40ویں دن رخصت لیتی ہے پھر اس کے بعد سال میں ایک مرتبہ اپنے قرابت داروں سے ملنے آتی ہے گروہ میں اسی رخصتی کو گھڑی کہا گیا اب اس میں کچھ رسمیں ہیں تو وہ زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے ہیں ۔اب جو کسی بھی بات کو نہیں ماننے کی ٹھان لیں وہ گھڑی تو کیا رخصتی کو آگے کیا مانیں گے اس کے بعد آگے چل کر نکاح کا احتیاج بھی ان کو نہ ہوگا بوجھا تارنا ہے یا دولت کے خاطر کسی بھی بیدین کا فرمنکر کو بیٹی دی جاتی ہے اس کے لئے وہ لوگ بہانے دلیلیں بتاتے ہیں جن کا ایمان وعقیدہ سے کبھی واسطہ نہ رہا ایسے ہی لوگ حضورﷺ کے بعد زکواۃ کے انکار میں جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہو گئے ان کو منافق بھی نہیں بیدین ہی کہا جائے گا کسی کے عالم فاضل مفتی مولوی ہونے پر اعتراض نہیں ہے ۔اعتراض ہے ان کی مصنوعیت پر اعتراض ہے ریا کاری پر اعتراض ہے انہیں حاصل کرنے کے ذرایع پر اعتراض ہے اس پر جو دکھایا جارہا ہے اور وہ نہیں ہے' اور اعتراض ہے انہیں حاصل کرنے کے بعد تعلیمات مہدیؑ کو حاشیہ پر رکھ کر خودنمائی اور خودستایش پر اگر یہی کام اللہ کے واسطے اللہ کے لئے اس کی خوشنودی کے لئے کسی نے کیا ہے اور کرنے کا ارادہ ہے تو قوم اپنا دامن نہیں پلکیں بچھانے کے لئے تیار ہے ۔تبدیلی اور تحریک کے لئے بڑا پلاٹ فارم لوگوں کا اژدھام آوے کا آوا تیار کرلیا جائے ضروری نہیں' چھوٹی چھوٹی کوششیں جن میں اخلاص ہو نیت صاف ہو ریا کاری نہ ہو خودنمائی نہ ہو اللہ تعالی کو پسند آجاتی ہیں ۔

حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ اسلاف مہدویہ کی ایک ایسی قد آور شخصیت ہیں جنہوں نے تن تنہا واحد ایک ایسے سطوت وجبروت والے نظام سے ٹکرائے جو علمائے سو کا بنایا ہوا تھا اور جنہیں اس وقت کے سب سے طاقت ور شہنشاہ کی پشت پناہی حاصل تھی جو ہندوستان میں اکبر کے نام سے جانا جاتا ہے ۔علماء سو کا اثر ورسوخ اور دبدبہ اکبر پر اتنا زیادہ تھا کہ ان علماء نے حضرت بندگی میاں کو بغیر بادشاہ کی اجازت کے اٹھارہ مہینے قید وبند میں ڈالدیا صرف اس لئے کہ وہ مبلغ مہدی تھے ۔حالانکہ بادشاہ اکبر جب اپنی حکومت کے دورے پر گجرات آیا تو اس نے باضابطہ تحقیق کا کام کیا اور اس نے پایا کہ علماء نے ناحق ظلم کیا ہے اور بندگی میاں حق پر ہیں اس نے علماء سو کی سرزنش کی انہیں سخت سست کہا اور بندگی میاں کو رہا کر کے معافی مانگی' ایسا ہی معاملہ احمد نگر میں اورنگ زیب کے

ساتھ پیش آیا۔

کہتے ہیں **حقیقت مانی نہیں جاتی منوائی جاتی** ہے'مہدویت نے اپنی شناخت کھودی ہوایسابالکل نہیں ہےاس میں وہی کشش حقانیت سچائی اصلیت اور Charm برقرار ہے جوشروع کے وقتوں میں تھا بلکہ آج اس کی سخت ضرورت ہے جب کہ دوسرے گروہ اور جماعتیں مہدویہ تعلیمات کی نقل کر کے لوگوں کونقل میں مبتلاء کررہی ہیں تو اصل کی تجدید میں کیا قباحت ہے اصلیت کیوں کرنہیں کامیاب ہوسکتی ضرورت ہےاس کی سچائی پرعمل کر کے اور حقیقت کا اعتراف کر کے راہ مستقیم پر لوگوں کو لگایا جائے۔مشکل یہ ہے کہ آج دین ایمان اسلام حاشیہ پر ہیں اولادکا دنیاوی مستقبل ایک شاندار گھر سواری راحت عیش وعشرت اور ساتھ میں خودنمائی دکھاوا بزرگی وروحانیت کا کھوکھلا پن ہے ایسے میں تجدید یا احیائے ایمان واحسان کیسے ممکن ہو۔**اصلیت کبھی اپنی شناخت نہیں کھوسکتی** اس کی مثال زبان اردو میں دیکھیں۔ہندی پراکرت اور برج بھاشا سے بنی اس کے بعد کھری بولی اسی سے اردو نکلی' جو فارسی ہندی لشکریوں اور فوجیوں کی رابطہ کی زبان تھی صرف دوڈھائی صدیوں میں اردو دوسری زبانوں سے آگے نکل گئی کیونکہ اس میں رائے عامہ سے رابطے کے تمام ذرائع اور وسایل موجود تھے اس نے دوسری زبانوں کو اپنے اندر سمولیا اور دوسری زبانوں میں گھل مل گئی' آزادی ہند کے بعد ہندی سرکاری زبان بن گئی اردو کو حاشیہ پر رکھا گیا اور اسے تعصب کی نگاہ سے دیکھا گیا لیکن اردو نے اپنی شناخت نہیں گنوائی آج بھی زبان ہندی اپنے وجود کی تلاش میں سرگرداں ہے جبکہ تمام رکاوٹوں کے بعد بھی اردو ان لوگوں کی بھی زبان ہے جو اردو داں نہیں ہیں جب کہ وہ خود اپنی زبان میں وہ اسالیب نہیں پاتے جو اردو میں ہیں۔مہدویت کی تعلیمات نے اس سے پہلے بھی ہرگروہ طبقہ اورمکتب فکر کو متاثر کیا تھا آج بھی اس میں وہ کشش ہے کہ متاثر کرے ضرورت ہے اس کے عقیدت مندوں کی اس پر خلوص نیت سے عمل کرنے کی بغیر عمل کے دعوے کھوکھلے ہوتے ہیں۔مہدویت میں شریعت محمدیہ اور معرفت الہٰی دونوں کے مضبوط بنیادیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں جبکہ دوسرے عقاید اور گروہ یا توصرف شریعت کو یا معرفت کو الگ الگ اسلام اور دین سمجھ بیٹھے ہیں جبکہ یہ دونوں ایمان کے لئے لازم وملزوم ہیں۔جس طرح بولی اور زبانوں میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اسی طرح عقیدہ ومذہب میں بھی خارجی اثرات کو غیرمحسوس طور پر اپنے اندر داخل کرلیا جاتا ہے۔آج سے پچاس برس پہلے اردو زبان میں جو طہارت اور پاکیزگی تھی وہ اب نہیں رہی اس میں عربی فارسی اور کھری بولی کی جو لطافت تھی وہ ختم ہوگئی اب اس میں بہت سارے انگریزی اور مقامی زبانوں کے الفاظ فٹ کرلئے جاتے ہیں ایسا پہلے بھی ہوا ہے دکن کی بولی میں ایک لفظ آمبور بولا جاتا تھا دراصل یہ آوزار کا ہم معنی ہے ایک لفظ پیچ کش ہے ہندی زبان میں یہ عام لفظ ہے مگر اردو میں غایب ہوگیا دراصل یہ فارسی میں Screwdriver کو بولا جاتا ہے اور اردو والے اسکریوڈرایور ہی بولتے ہیں پیچ کش نہیں نظم وضبط اردو ہے اب اردو والے سید ھا سید ھا ڈسپلین لکھ دیتے ہیں کہ کون اتنا بھاری بھرکم لفظ لکھے ایسا ٹرانفرمیشن زبانوں میں ہی نہیں معاشرہ اور عقیدہ ومذہب میں بھی ہوجاتا ہے خارجی اشیاء کو داخل کرلیا جاتا ہے اصل حقیقت سے کنارہ۔مگر ایک بات ہے جو بدلتی نہیں وہ ہے احساسات خیالات عقیدہ ومذہب کے بنیادی

اُصول تعلیمات اسلام کو بہت زبانوں میں ترجمہ کیا گیا جو بات عربی میں کہی جاتی ہے وہ مثبت ہوتی ہے حالانکہ فارسی اور اردو نے اس خلاء کو کافی حد تک اس لئے بھر دیا کیونکہ ان میں عربی کے کافی الفاظ ہیں جس کے لئے نعم البدل لفظ کی ضرورت نہیں۔ہندی کی طرح انگلش زبان دوسرے مذاہب کی ترجمان نہ ثابت ہوسکی کیوں کہ ان زبانوں کے کھردرے پن میں وہ نفاست اور لطافت نہیں جو فنون لطیفہ کے لئے ضروری ہے۔فلسفہ ہندی انگلش میں بہت پڑھایا اور سمجھایا جاتا ہے مگر ان زبانوں میں گنتی کے لوگ ہی فلسفی ہوئے جبکہ اردو کا ایک نامعلوم شاعر بھی بقراط اور سقراط کی قبر پر لات مارتا ہوا نظر آتا ہے یہ شعر دیکھیں۔ سورج کا قتل کس نے سر شام کردیا آسماں لہولہو ہے سمندر لہولہو ۔ ایک غیر معروف شاعر نے ڈوبتے پگھلتے سورج کی ایسی منظر کشی کی ہے کہ سورج آسمان شفق کی لالی سمندر میں ان کے لہر بہ لہر بہنے کی ایسی تصویر بنائی ہے کہ پڑھنے والا اس منظر کی کیفیت کو اپنے اوپر مسلط کرلیتا ہے۔اور مہدویت اسی اصلی کیفیت اور احساس کا نام ہے جو ایک ناقد اور معاند بھی محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا مگر ضرورت ہے اس کی صحیح ترجمانی تبلیغ اور تجدید کی جائے مگر! تجدید آزادی رائے اور منافقت کی نیت اور مقصد سے نہیں ہونی چاہئے۔ایک فعال معاشرہ وہی ہے جو اپنی بنیادوں کو مضبوط رکھے اور ساتھ میں بغیر بنیادوں کو نقصان پہنچائے وقت کی تبدیلیوں کے ساتھ اپنی تجدید بھی کرتا رہے۔

جھوٹے عالموں رہبروں سے دین میں بگاڑ

جھوٹے عالموں رہبروں صوفیوں ولیوں رشدوہدایت کرنے والے بے علم جاہلوں کی بدبختیوں بداعمالیوں سے دین ومذہب میں معاشرے میں کس طرح بگاڑ پیدا ہوتا ہے اس کی کئی مثالیں ہیں۔حالانکہ علمائے حق اور صوفیائے صادق کا سلسلہ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابن عباسؓ سے علم اور تزکیہ نفس اور ترک حب دنیا کا ابو ذر غفاریؓ اویس قرنیؓ حسن البصریؒ سے شروع ہوتا ہے' مگر بعد میں علم کی مسند آیمہ اربعہ محدثین اور مفسرین سے ابتداء ہوئی اور صوفیا کے طریقے سری سقطیؒ داؤد طائیؒ بایزید بسطامیؒ جنید بغدادیؒ سے۔بعد میں بے حساب سلسلے دکھائی دیتے ہیں جیسے چشتی نقشبندی قادری سہروردی برہانیہ قلواتی مادریہ نعمت الٰہی قلندریہ رحمانیہ رفائی صفاوی شاذلی اویسی ذہبیہ ناجانے اور کتنے۔اسی طرح عالموں کے بھی بے حساب طبقے بن گئے جن کی لمبی فہرست ہے۔چھٹی صدی ہجری کے آتے آتے ان عالموں اور صوفیوں کے دونوں طبقوں میں بگاڑ پیدا ہوگیا' عالموں میں ترقی پسندی جدت اسلامی احکام اور اعمال میں آزادئ رائے کا بول بالا ہوا تو صوفیہ میں بدعات اور رسوم کا' ساتوں اور آٹھویں صدی ہجری میں یہ اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔اس کے مضر اور منفی اثرات مسلمانوں پر تو پڑے ہی لیکن جو دوسری قومیں اسلام کی شفافیت سے متاثر ہورہی تھیں ان میں بھی منفی اثرات داخل ہوگئے۔آٹھویں صدی ہجری میں بعثت مہدی ہوئی تو مہدی موعودؑ کو دونوں طبقوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ' لیکن مہدی موعودؑ کی دعوت اصلاح وتبلیغ کے مثبت اثرات سے جہاں مسلمانوں میں دین کا شغف اور شوق پیدا ہورہا تھا وہیں پر علمائے سو اور جھوڈے ولیوں کی کارستانیاں برابر جاری رہیں۔لہذا مہدی موعودؑ کی بعثت 847-910ہجری میں تبدیلیوں کے پیدا ہونے کے باوجود ایک تحریک سکھ دھرم کی 1469-1539 میں گرونانک نے شروع ہوئی جو مہدی موعودؑ کی

پیدائیش کے 21 برس بعد کی ہے۔نانک ایک ہندو کھتری (منشی) سماج سے تھے نانک نے برصغیر کا دورہ کیا جس میں ملتان اور افغانستان کے کچھ علاقے بھی تھے۔اس دوران سادھوسنتوں کے علاوہ کچھ صوفیوں سے بھی ملاقات کی جن میں فرید الدین گنج شکر سے ملاقات کے بعد اسلام سے متاثر ہونے کے باوجود ہندو دھرم اور عیسایت کو بھی اپنائے رکھا اس طرح ایک نیا گروہ پیدا ہوا جو سکھ کہلائے۔بعد میں گرونانک کے شاگردوں نے ایک کتاب لکھی جسے گروگرنتھ کا نام دیا جس میں اسلام ہندو دھرم عیسایت کی اچھی باتوں کو درج کیا اور وہ ان کی مذہبی کتاب بن گی۔یہی وہ دور تھا جب مہدی موعوؑد نے اسلام کی حقانیت قرآن وسنت رسول ﷺ کو مسلمانوں میں سختی سے عمل کی ترغیب دیتے ہوئے برصغیر کے طویل وعریض میں اسلام کا غلغلہ بلند کیا اور دین کی ازسرنو قرآن وسنت کی بنیاد پر تجدید کی' آپؑ کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ جھوٹے علماء وصوفیائے اسلام تھے۔اس کی مثال بعد میں 1551-1642 شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔شاہ اسماعیل 1779۔1831 عبدالوہاب نجدی 1703۔1792 سید احمد بریلوی 1786۔1831 رشید گنگوہی 1826۔1905 قاسم نانوتی 1832۔1905 محمد الیاس 1885۔1944 اشرف علی تھانوی 1863۔1943 الیاس کاندھلوی 1885۔1944۔یہاں دی گی تفصیل میں بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مہدی موعوؑد کی بعثت کے بعد ایک ہلچل پیدا ہوگی جھوٹے عالموں صوفیوں ولیوں کی ایک باڑسی آگئی جو خود کے علم اور مقام ومرتبہ کی بنیاد پر اپنے حلقے گروہ طایفے اور جماعتیں بنانے شروع کردئے' جبکہ ان کے پاس اپنا کچھ نہیں تھا اس لئے بہت سارے اعمال اور تعلیمات مہدویہ کو بگاڑ کر اپنی تعلیم مشہور کردی۔اوران میں اتنی شدت پسندی آگئی کہ سید احمد بریلوی کا مقابلہ مقاتلہ سکھوں کے ساتھ بالاکوٹ میں ہوگیا اور خونریزی ہوئی۔معاملہ یہیں نہیں رکا شاہ اسماعیل اور عبیداللہ سندھی جیسے لوگوں نے افغانستان میں اپنی خلافت اور حکومت کا اعلان بھی کردیا لیکن یہ کوشیش ناکام ہوئی۔مگران کوشیشوں کو بعد میں دیوبندی اور تبلیغی تحریک کے ذریعہ جاری رکھا گیا جس کا نتیجہ طالبان کے طور پر ظاہر ہوا۔جبکہ اس دور میں مہدویوں کے مذہبی اور معرفت الٰہی کے دایرے جگہ جگہ قایم ہو چکے تھے اور اسلام کا غلغلہ بلند ہو چکا تھا۔مگر بعثت مہدی کے بعد کے چار صدیوں کے مہدوی عالموں رہبروں رشد ہدایت کے مدعیوں کی آپسی چپقلپس مقابلہ آرائی دھینگا مشتی اپنے عروج پر پہنچی ہوئی تھی جس کی وجہ سے تعلیمات مہدی اور تربیت مصدقین کو پس وپشت ڈال کر انہوں نے اپنے خاندانی اور موروثی وراثت منصب کی حفاظت میں مصدقوں اور مہدویوں کا ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔اس طرح مہدویت کا سفر حق' اصلاح وتبلیغ متاثر ہوگیا جبکہ دوسری بے دین جماعتیں اپنا اثر ورسوخ اور حلقہ بڑھاتی چلی گیئں۔آج کے مہدویہ معاشرے کے رہبروں رہنماوؤں کی دین سے بےتعلقی اور اپنی دیڑھ اینٹ کا مقام ومرتبہ کی کوشش وجدوجہد میں ہم بخوبی اس کا آسانی سے اندازہ کرسکتے ہیں' مطلب آج بھی حالت مہدویوں کی نہیں بدلی۔اور آج تو صرف بےعلم جاہل اور کمسن لوگ عالم فاضل مقدس کہلائے جارہے ہیں اس پر ستم وہ لوگ کررہے ہیں جو اغیار کے مدرسوں سے تعلیم حاصل کرکے آئے ہیں اور اسی کو دین اور مہدویت سمجھ اور سمجھا رہے ہیں۔اب مہدویت بندگی میاں' بہرہ عام' پیری مریدی' لیلۃ القدر پر ٹکی ہوئی ہے' تعلیمات واعمال مہدویہ کا دور دور تک پتہ

نہیں ۔اب مہدویت ان کے لئے مرتبان میں رکھاہوااچار ہے اگر چکھ لیں گےتو دنیاداری کا مزہ کرکرا ہوجائے گا اگر لوگوں کو چکھا دیں گےتو لوگ ان کی دنیاداراری کو پہچان لیں گےاس لئےاسے افراسیاب کا قصہ پارینہ بنا کرر کھدیا ہے ۔آج اس کا ایک اورواحد حل ہے مساجد جماعت خانوں میں تارک الدنیا کا ذکردوام کے لئے نوبت اور باری کا اہتمام ۔جس کے ذریعہ مصدقوں کا ازسرنو دینی ومذہبی کردار مضبوط کیا جاسکتا ہے ۔اورنہیں لگتا کہ کوئی ایسا کرنے کی جرات و ہمت کریگا کیوں کہ طلب حب دنیا میں ہر کوئی مستغرق ہے۔

جیسے کہ معلوم ہے بلاسوچے سمجھے مہدویت کوتصوف سمجھنے سمجھانے کی کوشش کی جارہی ہے اسی میں ایک بحث معرفت کے بیانوں میں شریعت ٔطریقت ٔحقیقت اورمعرفت کی ہے ۔مہدی موعودؑ نے یاصحابہؓ نے اس پر گفتگونہیں کی ہے یا کی ہو ہمیں معلوم نہیں ہے ۔البتہ صوفیوں کے بیان میں یہ مسئلہ زیر بحث رہا ہےاوراس پر بہت مضامین اوربیانات دیکھنےکوملیں گے۔چونکہ مہدویوں کے کچھ لوگ حالیہ دنوں میں اس پراٹکلیں لگانے لگے ہیں اس لئےاس پرغورکرنا پڑتا ہے ہمیں لگتا ہے یہ ایک قیاسی بحث ہے جوبعد میں علمی بحث بن گئی ۔مہدیٔ موعودؑ خلیفۃ اللہ نے اسے فرایض ولایت میں مربوط کرکے مرقوم کردیا ہے ۔اس کی تشریح یا وضاحت ضروری نہیں ہے نہ اس میں بحث کی جانی چاہئے ۔ہم نے اس کی جوتشریح سمجھی وہ ہے۔**شریعت** قرآن مجید کا کلام وبیان ہے **طریقت** سنت رسول اللہ ﷺ ہے یعنی اللہ کے رسولؐ کا طریقہ ٔ اوراس کو مہدی موعودؑ نے اس طرح بیان کیا ہے "مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ" ۔اور **حقیقت** یہ دراصل فرایض ولایت مقیدہ مخصوصہ کے اعمال ہیں جن پرعمل کرنے سے معرفت الٰہی کی راہ آسان ہوجاتی ہے ۔اوریہی **معرفت** کومہدی موعودؑ نے "**طلب دیدار**" سے موسوم کیا ہے ۔اسے سورۃ التکاثر 102 میں دیکھا اورمحسوس کیا جاسکتا ہے "تم عنقریب جان لوگے ٔپھر ہرگزنہیں ٔتم جلد جان لوگے ٔہرگزنہیں کاش تم علم یقین سے جان لیتے" حالانکہ یہ اس سورۃ میں جہنم کے یقین کا بیان ہے ۔لیکن آگے کی آیت کچھ اوربھی کہہ رہی ہے" پھرتم اسے ضروریقین کی آنکھ سے دیکھ لوگے ٔپھر تم اس دن ضرورپوچھے جاؤ گےنعمتوں کے بابت" یہاں "یقین کی آنکھ" کیا اللہ کی نعمت نہیں ہے کہ وہ قدرت کے نظارے دکھاتی ہے تو کیوں نہیں اس کا دیدار کراسکتی ۔اس کی وضاحت بالکل دوسری سورۃ عصر 103 میں ہے "قسم ہے زمانے کی ٔبیشک انسان خسارے میں ہے ٔسوائےان لوگوں کے جوایمان لائےاورانہوں نے نیک عمل کیااورانہوں نے ایک دوسرےکوحق کی وصیت کی اورصبر کی تلقین کی ۔اورسورۃ التکاثر میں پہلے ہی کہہ یا گیا کہ "غافل رکھا ہے تمہیں زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس نے" ۔یہاں معرفت الٰہی کو بالکل ایک نئی توجیہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۔یہ دوسورتیں قرآن مجید میں آخر میں ہیں سورۃ بینہ کے بعد ٔاگرسورۃ بینہ کوان کے بیان سے جوڑکر دیکھیں تو ایک دلیل روشن بینہ کی حقیقت بالکل واضح ہوجائےگی ۔ہمیں اس لئے یہ کہنا پڑھ رہا ہے کہ سورۃ عصر ابتدائے نبوت کی 13 ویں اورتکاثر 15 ویں سورۃ ہے مگران کوسورہ بینہ 98 کے بعد 103,102 پر رکھاجانا معنی خیز ہے یعنی جو سورتیں بیس برس پہلے نازل ہوئیں انہیں نبوت کے آخری ایام کی سورہ کے ساتھ بیان میں رکھنا تعلیم وتدریس خداوندی کی حکمت اور

طریقہ تعلیم کو ظاہر کرتا ہے' یہی اسلوب وبیان قرآن میں نزول وترتیب میں بتایا گیا ہے کہ معاملات کو ایک دوسرے سے منضبط کر کے رکھا گیا ورنہ کیا ضرورت تھی کہ قرآن جس طرح نازل ہوا اسی طرح نہ پیش کر کے اُس کی ترتیب بندی مختلف انداز میں کی گئی ۔یہ کلام اللہ کے بیان تعلیم اورتربیت انسانیت کا عظیم شاہ کار ہے کہ ایسا دنیا کی کسی بھی کتاب کو یہ اعزاز حاصل نہیں حتی کہ احادیث رسول ﷺ کو بھی ۔لہٰذا ہم دیکھ سکتے ہیں بہت بعد میں مورخوں نے حضور ﷺ کی زندگی کو جس طرح مرتب کیا اس طرح احادیث کو محدثین مرتب نہ کر سکے' جس کسی سے حدیث سنی یا ملی اُسی طرح جمع کرلیا' مگر قرآن کی ترتیب جمع اورنزول میں یہ کمال حیرت کا معجزہ ہے جو ظاہر کرتا ہے اسے اللہ کا کلام اورحکم نامہ۔

دنیا میں مسلمانوں کا کوئی بھی فرقہ جماعت گروہ اپنے روزمرہ دن کے ختم ہونے پر ایمان کے اعلان سے نہیں کرتی سوائے مہدویوں کے' وہ اس طرح کہ بغیر اعلان ایمان مہدوی نیند کی حالت میں نہیں جاتے جسے تسبیح کہتے ہیں ۔حالانکہ رات آرام سکون راحت آسودگی کے لئے ہے' لیکن اللہ تعالی نے قرآن مجید میں نیند کو آدھی موت سے تشبیہ دی ہے ۔سورۃ الزمر کی 42 ویں آیت یوں ہے کہ " فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اللہ تعالی قبض کرتا ہے جانوروں کی موت کے وقت اورجن کا وقت ابھی نہیں آیا (ان کی روحیں) حالت نیند میں ۔پھر روک لیتا ہے ان روحوں کو جن کی موت کا فیصلہ کرتا ہے اوروا پس بھیج دیتا ہے دوسری روحوں کو مقررہ میعاد تک (سورۃ الزمر ۴۲) ۔یعنی ہر نفس نیند میں موت کی حالت میں چلا جاتا ہے ۔حضرت ابن عباسؓ نے اس کی وضاحت یہ کی کہ نیند میں تمام روحیں اللہ کے حضور پہنچ جاتی ہیں جو مردہ ہوتے ہیں یا جن کی عمر ختم ہو جاتی ہے انہیں روک لیتا ہے اورجن کی زندگی باقی ہے انہیں ان کے جسموں میں روحوں کو لوٹا دیتا ہے ۔اس طرح نیند دایمی موت بھی ہوئی اورنیند کی حالت عارضی موت ہے ۔اب بات مہدویوں کے رات میں تسبیح پڑھ کر نیند کی حالت میں جانے کی ۔یہ ایک طرح سے تجدید واعادۂ ایمان ہے موت عارضی ہو یا دایمی اس سے پہلے مہدوی اپنے ایمان کی تجدید کرلیتا ہے ۔ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ مسلمان مرتے وقت یا خود کلمہ شہادت پڑھتا ہے یا لوگ اسے پڑھواتے ہیں ۔مہدویہ کی تسبیح کی حالت یہ ہے کہ ہر دن کے خاتمے پر پہلے ذات واحد اللہ تعالی کے خالق ومالک رب ہونے کا اعلان **لا الہ الا اللہ** محمد ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت **محمد الرسول اللہ** سے کرتا ہے پھر **دوبارہ** اللہ کے ایک ہونے کی گواہی دیتا ہے تا کہ کوئی شک وشبہ نہ رہ جائے **اللہ الھنا** اورمحمد ﷺ کے نبی آخرالزماں خاتم الانبیاء ہونے کا اقرار **محمد نبینا** اس کے بعد قرآن اورمہدی موعودؑ کا امام ہونا یعنی یہی دو ذرایعہ حقیقی رہبری کے ہیں ایک خدا کی شریعت دوسرے خدا کے خلیفہ ان دونوں کا امام اوررہبر ہونے اورمہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ کے آ کر چلے جانے کی تصدیق کے ساتھ مہدویوں کا دن ختم ہوتا ہے ۔یہ بات قوم مہدویہ کے **اولی الالباب** (آل عمران ۱۹۰) اور **فسوف یاتی اللہ بالقوم** (المایدہ ۵۴)ہونے کا بین ثبوت ہیں ۔اس اعلان شہادت ایمان کی تسبیح کا طریقہ مہدویہ میں بہ وقت مہدی موعودؑ سے رائج ہے ۔اس میں ایک نزاکت اورباریکی یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کے ختم ہونے کے اقرار کی دلیل یہ ہے کہ **محمدؐ**

نیــنـا کی دوبارہ تجدید کےبعد مہدی موعودؑ کا امام ہونا جو کہ سورہ آل عمران آیت ۲۰ کی امامت کا ثبوت ہے امـامًـا ......من دریتــی یعنی حضرت ابراہیمؑ کی آل میں مہدی کا امام ہونا۔اس طرح خود بخو د مہدی کا نبی نہ ہونا بلکہ امام ہونا تابع تام رسولؐ ہونا قرآن کا مبین ہونا مراداللہ ہونا معلوم ہوجاتا ہےجس کے بعد برملا ختم ولایت محمد یہﷺ مقیدہ مقصوہ کے خاتم مہدی کا ہونا بیان ہے کہ ان کے بعد ولایت وہبی کشف وکرامات کا بھی خاتمہ ہوگیا ہے اب ایسا کوئی بھی دعوی کذب کے مترادف ہوگا۔اس طرح قوم مہدویہ ہردن سواداعظم اوروحدت کا اقرار کرنے والی واحد قوم ہے۔

اس مذہبی بحث سے قطع نظر ہم آج کے علوم اور تحقیقات کے زاویہ سے نیند کو دیکھتے ہیں۔نئی تحقیق کہتی ہے کہ انسان بغیر نیند کے لگاتار صرف دس یا بارہ دن زندہ رہ سکتا ہے ورنہ فطری طور پر نیند نہ کرنے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوجاتی ہے 'اورنیند کی حالت میں انسان کے اندر نئی طاقت Energy پیدا ہوتی ہے جو اسے مزید توانائی دیتی ہے اس لئے ہر جاندار کو نیند کرنا ضروری ہے یہ جسم کو مضبوط و مربوط re vitalise کرنے کے لئے ضروری ہے۔تو کیا اللہ تعالی انسان کے ہر دن مرنے جی اُٹھنے کی بات سورہ تکاثر میں کررہا ہے وہ انسان کی مجتمع توانیاں داخل کرنے کے لئے ہے؟لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی بھی موٹر کا رانجن یا مشین زیادہ دیر چلنے یا کام کرنے کی وجہ سے گرم ہوجاتی ہے اوراس کے خراب ہونے یا پھٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے اس لئے اُسے کچھ وقفہ کیلئے بند کردیا یا روک دیا جاتا ہے تا کہ وہ اپنی اصلی حالت میں آجائے۔حضور نبی کریمﷺ دوپہر میں قیلولہ Fiesta کیا کرتے تھے۔حکومت جاپان نے قیلولہ Fiesta پر تحقیق کی اور پایا کہ بیس منٹ کے قیلولہ سے انسان میں نئی توانائی آجاتی ہے قیلولہ کرنے والے انسان' قیلولہ نہ کرنے والوں سے بہتر کام کرتے پائے گئےاوران میں بلا کی چستی پھرتی دیکھی گئی'ان میں نئی زندگی نئی تازگی آگئی۔کچھ دنوں پہلے ماہر نباتات Plants science کے ماہروں نے بتایا کہ پیڑپودوں کو بھی تھکاوٹ ہوتی ہے آرام کی ضرورت ہوتی ہے وہ سن اور محسوس کرتے ہیں۔کون ہے جو انہیں یہ احساس اور سماعت دیتا ہے۔قرآن تو کہتا ہے کہ ہر مخلوق اور جاندار اللہ کا ذکر کررہے ہیں۔مگر انسان انہیں دیکھ سن اور سمجھ نہیں سکتا۔تو کیا موت اور حیات کی وہی حقیقت ہے جو سوۃ التکاثر میں بیان ہے؟ کہ انسان نیند کی حالت میں مرا ہوا ہوتا ہے؟۔

تصوف کے سلسلے اور ولایت محمدیہؐ

ولایت محمد یہﷺ یا خاتم ولایت محمد یہ کو سمجھنے کے لئے ہم یہاں ایک سرسری جایزہٗ لیتے ہیں تا کہ بات کچھ حد تک سمجھ میں آئے۔حضور نبی کریمﷺ کے حیات طیبہ میں ہی اسلام کے دو پہلو ظاہر ہو چکے تھے ایک فرایضؔ وظاہری عبادتوں اوراعمال کا جو اخلاقیات معاشیات اوراصلاح وتبلیغ کا درس دیتے تھے دوسرا مدینہ منور میں جب اصحاب صفہ کا مسند لگایا گیا تو ایک گروہ اجتماعی طور پر معرفت الٰہی میں کوشاں رہا ان کے علاوہ انفرادی طور پر کئی صحابہؓ کے نام سامنے آتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق حضرت سیدنا عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابوذرؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت بلالؓ ۔حالانکہ دونوں گروہ اللہ کی محبت اور حُب رسولﷺ سے سرمست وسرشار

تھے مگر پہلے گروہ نے اصلاح تبلیغ تعلیم تدریس کی راہ اپنائی دوسرے گروہ نے قربت خداوندی عشق خداوندی معرفت الٰہی کی تحصیل میں حد درجہ شوق پایا جاتا ہے۔حیات محمد ﷺ کے بعد اس دوسرے گروہ کا مرکز توجہ حضرت علیؓ کی جانب زیادہ ہوگیا کیونکہ وہ مدینہ منورہ میں اہل یہود کی ریشہ دانیاں اور خوارج جو سر اُٹھار ہے تھے ان سے نالاں مدینہ سے دور ایک قصبہ میں جا کر فروکش ہوگئے اور عبادت الٰہی میں مصروف رہنے لگے ان کے اطراف کُمیل ابن زیاد جو قبیلہ نخی سے تھے ہو گئے۔ان کے علاوہ ابوذر غفاریؓ کنانی جو پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھے یا پانچویں مانے جاتے ہیں جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو کعبہ میں جا کر برملا اعلان کیا اس پر قریش اور ابوجہل نے چراغ پا ہو کر انہیں خوب مارا پیٹا مگر یہ باز نہ آئے دوسرے دن دوبارہ گئے پھر تیسرے دن اس طرح پیٹے گئے یہ سخت قسم کے موحد اور تارک الدنیا تھے''حضور ﷺ نے فرمایا ابوذرؓ کی حق پرستی اور سچائی پر آسمان جو سایہ کیا وہ کسی کے لئے نہیں کیا۔'' ان کے والد یمن سے نقل وطن کر کے مکہ آ گئے واقعہ فیل کے سال یہ پیدا ہوئے بنومخزوم قبیلے سے ان کا تعلق تھا یہ بدری صحابی ہیں ان کا ذکر سورہ عنکبوت میں ہوا ہے۔حضرت بلال حبشی کی والدہ شہزادی تھیں ان کے والد ربعہ ابرہہ کی فوج کے ساتھ کعبہ ڈھانے آئے اسیران جنگ میں ہوئے قبیلہ بنو جمعہ کے اُمیہ بن خلف کے حصہ میں آئے اور غلام بنائے گئے بعد طلوع اسلام حضرت ابوبکرؓ نے انہیں خرید کر آزاد کیا۔سلمان فارسیؓ پہلے ایرانی نژاد اسلام لانے والے تھے۔حسن البصریؒ مدینہ میں پیدا ہوئے یہ تابعی ہیں۔ان کا بیان اس لئے کیا گیا کہ یہ پہلے دور کے تارک الدنیا اور صحابہؓ میں ہیں تابعین کے بعد جو تصوف کے معروف سلسلے چلے ہیں ان کی گنتی پچاس سے کچھ زیادہ ہے ان میں جو مشہور ہیں ان کا جائزہ لیتے ہیں۔سہروردیہ' یہ ضیاء الدین ابو نجیب عبدالقادرؒ شافعی 1097-1168ھ جو زنجان ایران کے رہنے والے تھے ان سے معروف ہے۔یہ حضرت علیؓ حضرت جنید بغدادیؒ حضرت امام غزالی سے وابستہ مانے جاتے ہیں۔ابو نجیب سہروردی کے بھتیجے ابوحفص عمر نے اس سلسلے کو زیادہ شہرت دی اور پھیلایا انہیں خلیفہ بغداد کی حمایت حاصل تھی۔ان کے معتقدین میں بہاالدین زکریا ملتانی 'سید جلال الدین سرخ پوش بخاری' جہانیاں جہاں گشت' لال شہباز قلندر' طبل عالم بادشاہ احمد آباد وغیرے جانے جاتے ہیں یہ سلسلہ یہ طریقہ ایران بخارا برصغیر میں معروف ہوا۔یہاں ایک بات بتادیں کہ ان سبھی طریقوں میں کسی کے پاس ذکر کی اہمیت ہے کسی کے پاس عبادتوں کی کسی کے پاس تزکیہ نفس کی کسی کے پاس سماع و قوالی کی کسی کے پاس وجد کی۔دوسرا سلسلہ نقشبندیہ جو بہاالدین نقشبند بخاریؒ 1318-1389 کا ہے جو آل عمرؓ میں ہیں مگر طریقہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہے۔یہ طریقہ چین تا جکستان ایران شام اور کچھ فلسطین کے علاقوں میں معروف ہوا۔تیسرا کبراویہ یہ نجم الدین کبریٰؒ سے معروف ہے اس طریقہ کو ترکمینستان خوارزم کاشغر میں ہے انہیں مغل مسلم حکمرانوں کی حمایت حاصل رہی ان کے معتقدین میں میر سید علی ھمدانی کشمیری ہیں یہ طریقہ برصغیر چین مرکزی ایشیاء کشمیر ترکی مراقش اور کچھ افریقی ملکوں میں معروف رہا۔چوتھا قادریہ یہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ 1077-1166 میں معروف ہوا ترکی انڈونیشیا افغان ہند بنگال روس فلسطین چین میں معروف رہا جو عباسی مملکت کے زوال اور منگولی طاقت وتاراج کے بعد مشہور رہا جو ہند برصغیر سو مالہ مراقش اسپین ترکی حبشہ میں

مقبول ہوا۔پانچواں چشتیہ ابواسحاق شمش سے معروف ہے جو افغان کے چھوٹے سے صوبہ ہرات سے تھے اس سلسلے میں سماع اور قوالی کا دخل ہے ہند میں یہ خواجہ اجمیری کے تعلق سے مشہور رہے۔

یہ سبھی تصوف کے سلسلے ہیں ان کے معتقدین نے ولی مانا ہے مگر یہ ولایت کے سلسلے نہیں ہیں !اور نہ کسی نے ولایت محمدیہؐ سے اس کو جوڑا ہے۔ہاں مگر! ختم نبوت کے بعد جنہوں نے اللہ کی قربت اختیار کی ان میں کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ولایت عطا ہوئی وہ وہبی ہے اور جنہوں نے مشقت سے حاصل کی وہ کسبی ہے۔وہبی و کسبی ولایتوں کے خاتم مہدی موعود آخرالزماں ہیں۔عملی ولغوی طور پر ولایت محمد مصطفی ﷺ صرف حضرت میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام جونپوری سے معروف ہے۔اور تمام تصوف کے سلسلوں کو مسلم حکمرانوں کی حمایت و پشت پناہی حاصل رہی اور یہ طریقہ یا سلسلے مسلم حکومتوں کی حدود اور قلمرو میں ہی پھلے پھولے ۔جبکہ مہدی موعود علیہ السلام نے اپنی دعوت تبلیغ و اصلاح کفر والحاد کے مرکز ہند سے شروع کی حالانکہ جونپور مسلم علماء وصوفیاء کا مرکز رہا آپؑ کی ہجرت کا پہلا مقام ''داناپور'' ہے جو گوڑ بنگالہ میں ہے۔اس وقت جو مسلم حکومتیں ہند میں تھیں وہ بھی درباری عالموں مولویوں اور صوفیوں کے زیر اثر تھیں ان پر نام نہاد عالموں کا غلبہ تھا جنہوں نے حضرت مہدی موعودؑ کی بلا تحقیق مخالفت کی' ایسا تاریخ اسلام میں پہلے بھی ہوا ہے جب اُموی وعباسی خلافتوں میں اس سے پہلے اور بعد علماے حق پر ظلم کیا گیا۔مہدیؑ کے جذبہ حق سے پہلے آپؑ کا مقابلہ رائے دُلپت سے ہوا اس کے بعد جیسلمیر میں دایرے میں بیل کے ذبح کرنے پر وہاں کا راجہ غصہ ہو کر مقابلہ کو آیا مگر واپس چلا گیا یہی نہیں بہت سارے راجے رجواڑے ہند میں حاکم تھے جن کے علاقوں سے آپؑ نے ہجرت جاری رکھی ۔اور تصوف کے جو سلسلے تھے وہ تبلیغ کے لئے کرامات و محیر العقل احوال سے لوگوں کو مطیع و فرمانبردار کرتے تھے جبکہ مہدی موعودؑ نے باوجود ان پر اپنی استطاعت کے ان چیزوں کا کبھی سہارا نہیں لیا بلکہ بیان قرآن کی تاثیر سے انہیں متاثر کیا۔آپؑ کا معجزہ یا کرامت بس اتنا ہے کے جس علاقہ یا قوم کے درمیان ہوتے اُسی کی زبان اور بولی میں گفتگو فرماتے اور بیان فرماتے ۔ولایت محمدیہ ﷺ کی تبلیغ اصلاح اور تعلیم میں آپؑ نے ہجرت کی جبکہ تصوف کے سلسلوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ ذکر و اذکار عبادات تزکیہ نفس اور تجرد جیسے اعمال تو ہیں مگر ہجرت' ترک دنیا' ترک علایق' صحبت صادقین اور طلب دیدار خدا کا کوئی تصور نہیں ہے جو ولایت محمد ﷺ کا خاصہ ہے۔تصوف کے طریقوں میں انفرادی و اجتماعی ذکر و اذکار تو ہیں لیکن ان کا باضابطہ قاعدہ یا عمل یا اُصول نہیں ہے ایک معتقد سے دوسرے معتقد تک پہنچتے پہنچتے یہ طریقے ایک نیا طریقہ بن گئے ہیں اور بعد میں تصوف کے بے شمار طریقے اختیار کئے گئے ہیں ان کا بغور جایزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے احوال و اعمال انہیں میں سے کسی کے مستعار لئے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ بعد ان میں رسم و بدعت کا دخل اتنا زیادہ ہوا کہ قبر پرستی کی رسم داخل ہوگئی جس میں شرک کا شایبہ ہونے لگتا ہے جس کی وجہ سے شریعت مطہرہ متاثر ہونے لگی ۔جبکہ ولایت خاتم محمدیہؐ کا ایک ضابطہ ایک اُصول اور قاعدہ ہے جو سنت رسول ﷺ کے قدم بہ قدم کے مطابق ہے جس میں کوئی نیا پن یا بدعت نہیں ہے۔جس طرح تابع تام رسول اللہؐ حضرت مہدی موعودؑ نے تعلیم دی یا اعمال بتائے وہ چھ صدیاں گزرنے کے بعد بھی

جوں کا توں محفوظ ہے اگر کوئی طالب خدا اسے اختیار کرنا چاہے تو اسے انہیں خطوط پر اختیار کرنا ہوگا جو خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ کا بتایا ہوا طریقہ ہے اور یہ تعلیم اور تربیت صرف حضرت میراں سید محمد مہدی موعودؑ جونپوری کے مصدقوں میں ہے۔ اور تصوف کے سلسلوں اور طریقوں میں عورتوں کی کوئی حصہ داری یا شرکت نہیں ہے یہ مردوں کا علاقہ مخصوص ہے جبکہ مہدی موعود علیہ السلام کے دایروں میں ہجرت میں اور فرایض ولایت کے اعمال میں عورتوں کو مقام حاصل رہا جو کے عین سنت رسول ﷺ ہے جو ہمیں امہات المومنین رضی اللہ عنہما کی زندگیوں میں دیکھنے کو ملتا ہے اور سب سے بڑا ثبوت قرآن میں حضرت مریمؑ بن عمران کا ہے۔ کئی نقلیات اور روایتوں سے معلوم ہوتا کہ حضرت بی بی الہدیٰ دیتیؓ اصحاب دایرہ کے نان ونوش کا خود خیال رکھتیں اور آپؓ کو دیدار کا حاصل ہونا بھی روایتوں میں ہے اور یہ وہ بی بیؓ تھیں جنہوں نے اپنی خادمہ بی بی بھیکاؒ جو کالپی اور چندیری کے درمیان ایک راجہ کی بیٹی تھیں حضرت مہدی موعودؑ کو راضی کر کے نکاح میں دیا جن کا کچھ عرصہ بعد وصال ہو گیا انہیں چندیری اور مانڈو کے درمیان کہیں سپر دخاک کیا گیا سفر حج اور دعوی مہدی کے پہلے یہی دو ازدواج اُمہات المصدقین کا ذکر ملتا ہے۔ اور حضرت بی بی الہ دادیؓ بھی سنہ 894 ہجری میں چاپانیر میں اس دنیا سے وصال کر گئیں جب آپؓ کی عمر چالیس سال تھی (تاریخ سلیمانی) اس ہجرت کے پہلے دور سفر میں جونپور' دانا پور (گوڑ بنگال) کالپی' چندیری' چاپانیر' مانڈو' برہان پور' احمد نگر' بیدر' گلبرگہ' چیتا پور' بیجاپور' رائے باغ' ڈھابول بندر کا ذکر ملتا ہے جب آپ کو اللہ تعالی کی جانب سے مہدی آخر الزماں ہونے کے متعلق بتا دیا گیا تھا۔ سفر حج اور دعوی کے بعد بی بی ملکان بنت میاں لاڑ شاہ پٹنی سے 903 / 904 ھ میں آپؑ کا نکاح ہوا جو فراہ مبارک تک آپؑ کے ساتھ ہمراہ رہیں آپؑ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اصحابؓ مہدی کے ساتھ واپس آ گئیں اور بھیلوٹ شریف میں مدفن ہیں۔ بی بی بون جی یہ نگر ٹھٹھہ سند سے تھیں 907 / 908 میں نکاح کیا ان کے پہلے شوہر جو فوت ہو چکے تھے ان کا نام ملک بخن تھا یہ بھی فراہ مبارک سے واپس آئیں اور احمد آباد میں مدفن ہیں۔ بی بی ملکانؓ کی خدمت گار بائی بھان متی جو جیسلمیر کے راجہ کی چچا زاد تھیں انہیں مہدی موعود کے نکاح میں دیا۔ اور ان سبھی بی بیوں کا کردار تقوی مثالی تھا مہاجرین کے لئے ان امہات المصدقین کے ذمہ دایرہ کا نظام تھا۔ ہجرت کے دوسرے دور میں جو مکہ مکرمہ میں دعوی اور اعلان خلافۃ اللہ کے بعد شروع ہوا مکہ مکرمہ کے علاوہ وہ جدہ عدن (یمن) دیو بندر (پور بندر) کھمبایت' احمد آباد' سانتیج' پاٹن (نہروالہ) بڑولی' جالور (راجپوتانہ)' ناگور' جیسلمیر' ٹھٹھہ (سندھ پاکستان) کاہہ (موجودہ کاہان پاکستان) قندھار' فراہ کا ذکر آیا ہے کل ملا کر 34 مقامات ہیں جہاں آپؑ نے قیام کیا اس کے بعد مہدویہ آبادیاں 94 مقامات پر بنیں جن کا ذکر صاحب مقدمہ نے کیا ہے۔ حالانکہ ولایت محمدیہ مقیدہ مخصوصہ ہے جبکہ تصوف کے اعمال نہ مقیدہ ہیں نہ مخصوص ہیں یہی وجہ ہے کہ ان طریقوں میں کئی نئے طریقے اور سلسلے چلے ہیں اور آج بھی کئی طریقے معرض وجود میں آ رہے ہیں۔ اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ولایت محمدیہ راست اللہ تعالی کی معرفت الٰہی کا اہم جز ہے جو عین اسلام اور وہ اسلام ہے جو خاتم النبین ﷺ کا اسلام تھا۔ جبکہ تصوف بندگان خدا کی مخلصانہ کوشش ہیں۔ مہدویہ اسلاف نے دین مذہب اور معرفت الٰہی کے احوال کو ظاہری علوم اور تصوف میں در آئی

کثافتوں سے پاک کر کے ایک پاکیزہ اسلامی معاشرہ بنایا اور اُس پر چار صدیوں تک قوم مہدویہ بے خطا پورے اخلاص سے عمل پیرا رہی ۔مگر پچھلی ایک صدی سے تعلیمات مہدی موعودؑ سے بے اعتنائی نے دین و مذہب اور مہدویت کو اپنی ذاتی جاگیر بنا کر مہدویہ تعلیمات کو پھیلنے سے روک دیا گیا اور جو ہم کہہ رہے ہیں اتنا کرو مذہب میں جاننے کی کوشش مت کرو کے رویہ نے مہدویت کو نقصان پہنچایا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ خود بھی تعلیمات مہدی اور دین وایمان سے دور ہو گئے اور قوم کو بھی بے شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا جس کی وجہ سے لوگ اپنی دینی پیاس بجھانے کے لئے دیوبندی تبلیغی وہابی اور بریلوی عقیدوں سے متاثر ہونے لگے اور مہدویت کو بھی ظاہری علوم اور تصوف کا ذریعہ بنالیا۔

خاتم ولایت محمدیہ سوائے مہدی موعود آخرالزماں کے کوئی اورنہیں ۔وہ اس لئے کہ جس طرح اتمام نبوت و رسالت حضرت افضل الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا ہوئی اس طرح اتمام ولایت مصطفیٰ ﷺ مہدی موعود آخرالزماں کو عطا ہوئی ہے ۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''مہدی'' کو ایک رات میں صلاحیت عطا کردی جائے گی'' یہ بالکل ایسا ہے کہ حضور ﷺ چالیس برس تک کئی یوم وماہ غار حرا میں ''تحنث'' یعنی عبادت کرتے ہیں اور ایک رات صرف ایک رات میں جبرئیل امین آکر پیغام دیتے ہیں ''پڑھو اللہ کے نام سے'' یعنی روئے زمین پر حضرت عیسیٰؑ کے چھ سو دس برس بعد اچانک ایک دن ملا یک امین آکر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کی نبی اور پیغمبر ہو اور آپ کو بعد میں بتایا جاتا ہے آپؐ ہی پیغمبر آخرالزماں افضل الانبیاء ہیں ۔اُس ایک رات تمام مخلوق انسان کو آپ کی فضیلت کیا ہے بتائی گئی اسی طرح مہدی موعود کو خواجہ خضر نے پیغام پہنچا دیا کہ جو امانت اللہ کے رسول ﷺ کی تھی وہ آپؑ کے حوالے ہے اور آپؑ کا مقام کیا ہے اس طرح آپ کو کوصلاحیت سے آگاہ کیا گیا اس کے بعد آپ برسوں تک اس مقام کی اہمیت اور ذمہ داریوں سے آگاہ ہوتے رہے اور مکہ مکرمہ میں اپنی فضیلت کا دعویٰ کیا۔حضور ﷺ بھی عطائے نبوت کے بعد ایک عرصہ خاموش تبلیغ کرتے رہے پھر اس کے بعد حکم آیا یَآیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ اے چادر لپیٹنے والے! اُٹھئے اور (لوگوں کو) ڈرایئے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجیے۔سورہ مدثر یہ نزول قرآن کی 4 چوتھی سورۃ ہے اسی کے ساتھ آپ ﷺ کو شرک و بت پرستی سے دور رہنے کو کہا گیا۔اس سے پہلے سورہ العلق سورہ قلم اور سورہ مزمل نازل ہوئی تھیں ان تین سورتوں میں اللہ کی ربوبیت انسان کی حیثیت بتا کر اسے برائیوں سے دور رہنے کا حکم ہوا تھا اسی پر کفار ومشرکین کے علاوہ اہل کتاب چوکنا ہو گئے انہوں نے مخالفت شروع کردی اور جب سورۃ المدثر میں اعلانیہ شرک و بت پرستی سے دور رہنے کو کہا گیا تو باقاعدہ مخالف شروع کردی۔روئے زمین پر محمدؐ اللہ کے رسول ﷺ ہونے کی پہلی گواہ اُم المومنین حضرت خدیجہؓ بن خویلد یعنی ایک عورت ہیں اور پہلی مسلمان بھی ۔حضرت مہدی موعودؑ کو حضرت خضرؑ نے کھوکری مسجد میں امانت حوالے کر کے بتایا کہ آپؑ کو ہدایت کی امانت کی ذمہ داری دی گئی ہے ۔حضرت مہدی موعود علیہ السلام جب اللہ کی راہ میں ہجرت اختیار کر کے جونپور کے بعد پہلا مقام دانا پور پہنچے اور ایک جنگل میں قیام فرمایا تو سب سے پہلے اُم المصدقین حضرت بی بی الہدٰ دیتیؓ کو غیب سے نداء ہوئی کہ ہم نے تیرے شوہر کو خاتم

ولایت مہدی کیا ہے۔بی بیؓ اس وقت خاموش رہیں کچھ دنوں بعد امامؑ سے اس کا ذکر کیا آپؑ نے فرمایا اکثر اوقات ہمیں بھی فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے تجھ کو مہدی کیا ہے لیکن جب اس کے ظہور کا وقت ہوگا ظاہر ہوگا (مطلع الولایت ۹۱) اس طرح بی بیؓ پہلی مصدق ہیں مہدی موعودؑ کی۔ان کے بعد میراں سید محمودؒ اور شاہ دلاورؒ آپؑ کے مہدی ہونے سے آگاہ ہوئے تھے۔دین وایمان کی بنیاد میں عورتوں کا مثبت کردار رہا ہے حضرت سارہؑ حضرت حاجرہؑ حضرت صفورہؑ جو اپنے باپ حضرت شعیبؑ کے پاس لے گئیں تھیں حضرت مریمؑ جنہیں حضرت عیسیٰ کے پیغمبر ہونے کی اطلاع ان کے پیدا ہونے سے پہلے دی گئی۔جب مہدی موعودؑ ہجرت پر روانہ ہوئے تو اتنی مخالفت نہ تھی جب آپ جونپور اور دانا پور کے بعد کالپی اور چنیدیری سے ہجرت کر رہے تھے آپؑ کے مہدی ہونے کے احوال مشہور ہونے لگے تو علماء نے مخالفت شروع کر دی اور چاپانیر میں تو یہ بات مشہور ہو چکی تھی مگر آپؑ کو دعوی کا حکم نہیں تھا اور حج اور دعوی مکہ مکرمہ کے بعد باقاعدہ مخالفت شروع ہوئی ہے۔نام نہاد صوفی اور ولی تو خاموش تھے کیونکہ انہیں خود کی حقیقت معلوم تھی مگر علماء سُو کا سخت ترین مخالفت کرنا بتاتا ہے کہ انہوں نے قرآن اور شریعت مطہرہ کے ساتھ جس طرح کا مذاق بنا دیا تھا انہیں گوارا نہ ہوا کہ کوئی ان کے آمرانہ علمی بادشاہت اور طرز زندگی کو برا بھلا کہے۔وہ لگ بھگ علمائے یہود و نصاری کے نقش قدم پر چلنے لگے تھے۔مہدی موعود خاتم ولایت محمدیہؐ ہیں جو دوسرے اولیا پہلے گزرے انہیں ولایت کا کسی کو کچھ حصہ ملا کسی کو کچھ اور بھی ان میں بہتوں نے مشقت ذاتی اور کوشش سے اپنا حصہ پایا مگر جس طرح قرآن میں اللہ کے رسول ﷺ کو پچیس انبیاء کے بارے میں بتایا گیا اسی طرح مہدی موعود کو ان اولیا کاملین کی حقیقت سے آگاہ کیا گیا آپ نے ان میں ولایت کے دس سلطان کے نام بتائے اوران کی تقدیس واحترام میں بات کی ہے۔ان اولیا میں کئی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالی سے تعلق ہونا اور روح محمدؐ سے احوال کے فوائد کا اقتباس کرنا کتابوں میں آیا ہے۔ان کے علاوہ کئی جھوٹے لوگوں نے اللہ کا ولی مشہور کر لیا اور کئی ایسے تھے ان کے کارپردازوں نے انہیں ولی مشہور کر دیا مقصد صرف عوام الناس کو دھوکہ دینا اور عقیدہ وجذبات سے کھلواڑ کرنا تھا اور یہ چیزیں کبھی ڈھکی چھپی نہ رہیں۔ولایت مقیدہ مخصوصہ کا کچھ کچھ حصہ چند ایک کو حاصل رہا۔لہٰذا دیکھا گیا کہ مہدی موعود کے خلفاء صحابہؓ میں اور مصدقوں کے تارک الدنیا میں کوئی بھی ولایت کا مدعی قطعاً نہیں ہوا۔اس طرح بھی آپؑ کے بعد کسی کا ولایت کا مدعی ہونا جھوٹ اور دعوی کرنے والے کا کاذب ہونا قرار پاتا ہے اور ولایت کے اعمال کا صدور منقطع ہو چکا ہے۔جس طرح نبوت کی میراث نہیں اسی طرح ولایت کی میراث نہیں ہے تصوف کے سلسلوں میں جو لوگ اپنا سلسلہ ولایت دو دو تین تین سلسلوں سے ملا کر بزرگی بیان کرتے ہیں وہ کاذب جھوٹے اور ڈھونگی ہیں۔خاتم ولایت محمدیہ ﷺ نے اپنے بعد بندوں کا راست تعلق خدا سے طلب دیدار کے ذریعہ کر دیا ہے اب مزید درمیانی سلسلہ یا واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔تعلیمات فرایض ولایت میں راست واسطہ اللہ سے ہے درمیان میں کوئی کڑی نہیں یہی پیغام حدیث جبرئیل کا ہے''کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے یا اتنا جان کے اللہ تجھے دیکھ رہا ہے''۔یہ پیغام اللہ کے رسول ﷺ کے دنیا میں آخری ایام کے دنوں جبرئیل امین کے ذریعہ دیا گیا۔قرآن کا وحی متلو ہونا تو ثابت ہے مگر کئی احادیث کا وحی غیر متلو ہونا بھی اسی

حدیث سے ثابت ہے کیونکہ یہ حدیث نبی کریمؐ اور جبرئیل امین کے درمیاں جو پیغام دیا گیا اس کا ثبوت ہے کہ کئی احادیث بھی وحی کی گئی ہیں۔

کسی بھی تحریک یا جدوجہد میں لوگوں کی شمولیت کا اکثر محرک پیسہ دولت مالی منفعت یا حصول علم یا جاگیر یا حصول اقتدار ہوتا ہے۔لیکن جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کی ہجرت ہوئی اس سے پہلے اور بعد میں جن صحابہؓ نے ہجرت میں قطعاً یہ محرکات بالکل نہیں تھیں بالکل یہی بات حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدئ موعود علیہ السلام کی ہجرت میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔جب آپؑ نے ہجرت اختیار کی آپؑ کو اس سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت شیخ دانیالؒ کی وساطت سے معلوم کرا دیا گیا کہ ہدایت کے لئے چن لیا گیا ہے اور پہلے مقام داناپور میں آپؑ کے اہل خانہ کو بھی اس بات کی واقفیت ہوگئی تھی لیکن یہ باتیں لوگوں میں مشہور نہ تھیں۔لیکن! مقام چندیری تک پہنچتے پہنچتے آپؑ کا مہدی ہونا لوگوں میں مشہور ہونے لگا تھا حالانکہ آپؑ نے دعوی مہدی 13 تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ میں کیا۔مگر غور طلب بات یہ ہے کہ چندیری چاپانیر کے بعد جو لوگ آپؑ کے ساتھ سفر ہجرت میں ساتھ ہو لئے انہیں کسی قسم کا لالچ یا مالی منفعت کا بھروسہ نہ تھا اس زمانے کی سفری حالات مشکلوں تکالیف فقر و فاقہ کو اختیار کر کے کیوں آپؑ کے ساتھ سفر حضر میں ساتھ ہو لئے وہ کیا محرکات تھے۔کچھ تو بات تھی کوئی تو ایسی کیفیت یا عمل یا حقیقت تھی لوگوں نے دنیا اولاد مال ومتاع چھوڑ چھاڑ کر آپ کے ساتھ ہجرت کی مشقتوں کو برداشت کرنا گوارہ کرلیا تھا' یہی نہیں بلکہ فاقے سہے اور فاقوں کی وجہ سے مکہ میں کئی اصحابؓ شہید ہو گئے ہیں۔ایسا کونسا عنصر یا طلب یا شوق رفاقت تھی جس نے ان کو مہدی موعودؑ کے ساتھ ہجرت کرنے پر آمادہ کر دیا تھا اور یہ دعوی مہدی کے پہلے کی بات ہے۔اور یہ کہنا پڑیگا کہ ضرور انہوں نے کوئی ایسی بات معاملہ یا کیفیت دیکھی یا محسوس کی ہوگی کہ وہ دیوانہ وار پروانوں کی طرح آپؑ پر نچھاور ہو گئے اپنی جانیں اللہ کی راہ میں قربان کردیں۔روایتوں کے مطابق مہدی موعودؑ کے ساتھ سفر حج پر 360 فقراء ومہاجرین ساتھ تھے بعد میں مکہ میں فاقوں سے ان میں سے کئی فوت ہوئے تھے۔بڑلی کے دعوی موکد کے بعد ہجرت میں 2200 فقراء ومہاجرین تھے ان میں 900 بیوی بچوں والے اور 1300 دوسرے لوگ تھے۔اس کے بعد عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں آپؑ کے اصحابؓ ومہاجرین کی تعداد لا تعد و لا تحصی لکھی ہے معنی بے شمار جن کی گنتی نہیں کی جاسکی ہو۔ان اعداد وشمار سے قطع نظر ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ ہجرت کی صعوبتیں مشقتیں برداشت کر کے مہدی موعودؑ سے کیا حاصل کرنے نکل پڑے تھے؟۔کچھ بات تھیں جس نے انہیں مہدی موعودؑ کا دیوانہ بنا رکھا تھا ایسی کشش و جاذبیت صرف حق کے متلاشیوں میں ہوتی ہے جیسا کہ صحابہؓ رسول ﷺ میں ہم دیکھتے ہیں۔

یہاں بعثت نبوت 610 عیسوی کے بعد پہلی ہجرت صحابہؓ پر نظر ڈالیں جو سنہ 613ء میں واقع ہوئی یعنی نبوت کے ابتدائی 3 تین سال بعد جن میں گیارہ 11 مرد اور تین 3 عورتیں تھیں۔سعد بن ابی وقاصؓ جعشؓ ابن ریابؓ عبداللہ ابن جعشؓ جعفر طیارؓ بن ابی طالب عثمان بن عفانؓ جو بعد میں تیسرے خلیفہ رسولؐ ہوئے رقیہؓ بنت محمدؐ ابوحدیفہ بن عتبہؓ شلاح بنت سہلؓ زبیر

بن عوامؓ مسعب بن عمیرؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ ابوسلامہ عبداللہ ابن عبدالسعدؓ اُم سلمہؓ عتبہ بن معصومؓ عامر بن ربیعہؓ لیلہ بنت ابی اشمعہ ؓ۔ایک سال بعد افواہ پھیل گی کہ قریش نے اسلام قبول کرلیا یہ واپس آئے ان حضرت عثمانؓ بھی تھے مگر دوبارہ واپس حبشہ چلے گئے ۔616عیسوی میں دوسری ہجرت حبشہ ہوئی جس میں 83مرداور 18عورتیں تھیں یہ دوسری ہجرت تھی۔اس طرح پہلے گروہ نے چار4ہجرتیں کیں اوردوسرے گروہ نے دو2ہجرتیں کیں۔یہ سبھی 628 میں نبوت کے 18اٹھارویں برس مدینہ واپس ہوئے اسی سال صلح حدیبیہ ہوئی تھی اور یہ سابقون اولون میں سے تھے جن کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ انہیں کہ بارے میں کہ اللہ اُن سے راضی ہوا تھا۔اور جو مدینہ ہجرت کر گئے اُنہوں نے ایک ہجرت کی۔اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ حضو ﷺ کی دعوت نبوت کے پہلے چھ برسوں میں لگ بھگ ایک سو 100افراد نے اسلام قبول کیا تھا یہی زمانہ مکہ میں مسلمانوں کے آلام ومصایب کا تھا۔

گروہ مہدویہ میں افعال ارشاد کا جو طریقہ ہے اس میں رشد وہدایت کے اعمال میں تربیت۔تلقین۔مشت خاک۔لیلۃ القدر۔فیض مہدی کی جو ذمہ داریاں ہیں ان سے اہل رشد کا واقف ہونا ضروری ہے ورنہ ایک رسم ہوجائے گی رشد وہدایت چند معاشرتی تقاضوں کو پورا کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ذمہ داری ہے جس کی جوابدہی سخت ہے۔تلقین معنی ذکراللہ کے طریقہ کی تعلیم اورتربیت کے علاوہ خدا کی معرفت کے حصول کی کوششوں کا طریقہ بتاتا ہے اس میں سالک کو تقوی توکل تسلیم ورضا کی راہ پر لگاتا ہے۔حالانکہ ہر بندہ مومن مصدق کے اندر یہ خصوصیتیں ہوتی ہیں مگر وہ ان سے لاتعلق اورنا واقف ہوتا ہے ان کی پہچان کرانا ان پرعمل کرانا اورطریقے بتانا راشد کی ذمہ داری ہے تاکہ بندہ اپنے خدا تک پہنچے۔اگر مرید کامل ہوگیا تو ہر دونوں کا مرتبہ خدا کے پاس بڑا ہوگا۔مہدی موعودؑ نے فرمایا ''ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں'' پہچان کرانے کی صلاحیت مرشد میں ہونا چاہئے وہی کامل ہے جو بندہ کو دنیاوی آلایشوں سے اس کی روح وجسم کو پاک کرکے اسے اپنے اندر روحانی روشنی پیدا کرنے کے طریقے بتائے تاکہ اس روشنی میں سالک یا بندہ لوائح انوارحق کا مشاہدہ کرسکے' آج یہ تمام چیزیں موقوف ہوچکی ہیں صرف رسم رہ گی ہے۔

سوال یہ ہے کہ مہدئ موعودآخرالزماں کو قطعہ ہند میں کیوں مبعوث کیا گیا؟۔اس سے پہلے معلوم ہونا چاہئے کہ بعثت مہدئ کے آثاروشواہد قرآن وحدیث کے مطابق کیا ہیں؟ 1)مہدی کا خلیفتہ اللہ ہونا 2)مہدی کا تابع محمد ﷺ ہونا 3)مہدی کا دین کو زندہ کرنا 4)مہدی کا عترت فاطمہؓ سے ہونا 5)مہدی کی بعثت کا نویں صدی میں ہونا 6)مہدیؑ کا مدینہ (شہر) میں ظاہر ہونا 7) مہدی کا رکن ومقام کے درمیان دعوی مہدی کرنا 8)مہدی کے دور میں عدل کا قایم ہونا9)مہدی کے اصحابؓ کا اللہ کے رسول ﷺ کے اصحابؓ جیسے صفات کا ہونا 10)مہدی کا امام آخرالزماں ہونا 11)مہدی کی قوم کا اللہ سے محبت کرنا 12)مہدی کا مبین کلام اللہ ہونا 13)مہدی کا بینہ یا روشن دلیل ہونا۔14)مہدی کا ہجرت کرنا۔15)مہدی کے اعمال احوال سراپا اللہ کے رسول ﷺ جیسا ہونا۔ان کے علاوہ کئی متفرق آثار کا ذکر احادیث میں ہے۔اور چودھویں شرط کا احادیث میں ذکر **خلیفتہ اللہ کے ہوا** ہے احادیث میں مہدی کو کبھی خراساں کی کالی جھنڈیوں کے ساتھ بیان گیا کبھی مدینہ میں ظاہر ہونا بیان گیا کبھی مکہ میں دعوی کرتے ہوئے بتایا گیا کبھی

اس فوج میں بتایا گیا جو برف کے اس پار ہوگی جہاں پر جا کر ان کی بیت کرنا ہے کبھی اس راستے پر چلنا ہے جس پر اللہ کے رسول ﷺ چلے تھے اور بصیرت پر بلایا تھا یہ **احوال اور معاملات مہدی کی ہجرت کی طرف اشارہ کررہے ہیں کیونکہ یہ تمام اعمال واحوال کسی مقیم سکونت اختیار کرنے کی حالت کے نہیں ہیں** ۔لہٰذا اس سے مہدی موعودؑ کا مہاجر ہونا ثابت ہوتا ہے۔اور تیرہویں شرط بینہ کا ہونا بینہ کے معنی ٹھوس دلیل یا حجت قایم کرنے کے ہیں کیونکہ اللہ کے خلفاء اللہ کی جانب سے دلیل اور حجت پیش کرتے تھے تاکہ حق اور ناحق میں تمیز قایم ہو۔ان تمام احوال وشرایط کے علاوہ اللہ کے رسول ﷺ کا ایک غزوہ کا بیان ہے جو ہند میں ہوگا۔نسائی کتاب الجہاد میں روایت ہے کہ ابو ہریرہؓ سے: رسول اللہ ﷺ نے ہم سے غزوہ ہند کا وعدہ فرمایا اگر وہ میرے سامنے ہوئی تو میں (ابو ہریرہؓ) اس میں جان و مال خرچ کروں گا اور اگر مارا جاؤں تو سب سے افضل شہروں میں داخل ہونگا اور اگر زندہ واپس ہوا تو میں وہ ابو ہریرہؓ ہوں جو جہنم کے عذاب سے آزاد کردیا گیا ہے (مقدمہ سراج ۹۴) ۔غزوہ اس معرکہ کو کہتے ہیں جس میں اللہ رسول ﷺ خود شریک ہوا کرتے تھے سرایا اس معرکہ کو کہتے جس میں آپؐ شرکت نہیں فرماتے بلکہ آپؐ اس کی تنظیم فرما کر صحابہؓ کو روانہ فرماتے' سوال یہ ہے کہ جب حضور ﷺ شریک نہیں ہیں تو یہ غزوہ ہند کیسے ہوا اگر رسول ؐ شریک نہ رہے تو اُن کے تابع مہدی موعود علیہ السلام کا اس غزوہ میں شریک ہونا تھا؟ دونوں صورتوں میں ایسا نہ ہوا بلکہ مہدی موعودؑ نے یہ ذمہ آپؑ کے دوسرے خلیفہ اور داماد حضرت بندگی میاں سید خوندمیر کے سپرد کی ۔اس غزوہ کے احوال اور کوایف ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت اور زندگی کے حالات میں ہی ملتے ہیں آگے دیکھیں۔

دلایل نبوۃ میں امام بیہقی نے غزوہ تبوک جو 9ہجری میں پیش آیا اس کا تفصیلی ذکر کیا ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے تیس ہزار صحابہؓ کے ساتھ عرب کے شمال میں خلیج عقبہ کی جانب قیادت کی حضور ﷺ کی یہ سب سے بڑی عسکری قیادت تھی جس میں آپؐ نے تمام قبایل عرب کو متحد کیا۔یہ اس لئے ہوا کہ ایک تو عرب میں بسے عیسایوں کے قبایل جزم' لخم' امیلہ' غسان ہرقل روم کی مدد کر کے اسلام کو مٹانا چاہتے تھے ان کی حمایت میں بازنطینی عیسائی حکومت اسلام کے بڑھتے اثر ورسوخ کو دبانا چاہتی تھی دوسرا خود حضور ﷺ عرب کے شمالی علاقوں کو جہاں پر عربی کاروان گزرتے تھے انہیں محفوظ کرنا چاہتے تھے۔**اس غزوہ کے وقت عرب میں قحط پڑا تھا اسلحہ وجنگی سامان کی کمی تھی** تمام صحابہؓ نے اس میں مالی امداد کی حضرت ابو بکرؓ نے اپنی تمام دولت پیش کردی۔بعد تمام مشکلات اور پریشانیوں کے یہ لشکر ثنیۃ الوداع میں جمع ہوا حضور ﷺ نے پہلے تو مسلمہ کو اپنا نایب مقرر کیا اور حضرت علیؓ کو جو لشکر اسلام میں شامل ہونے وادی ثنیہ چلے گئے تھے واپس بلایا اور فرمایا ''اے علیؓ تم مدینہ میں رک جاؤ اور مدینہ کے اہل وعیال کی حفاظت کرو'' حضرت علی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں جہاد کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہوں اور آپؐ کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتا۔حضور ﷺ نے فرمایا ''تم میرے لئے موسیٰ کے لئے ہارون جیسے ہو' مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ''نبی'' نہیں ۔اس کے بعد حضرت علی مدینہ واپس ہو گئے۔غزوہ تبوک کے واقعہ میں حضور ﷺ کا فرمان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تعلق سے ہے اسی میں غزوہ ہند کے احوال

کی کیفیات پوشیدہ ہیں جہاں اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علیؓ کو جس کام کے لئے یعنی مدینہ کی حفاظت کے لئے مختص کیا ویسے ہی حالات مہدی موعودؑ نے لگ بھگ بیان کئے اور ویسے ہی حالات بندگی میاں سید خوندمیر کے ساتھ پیش آئے یعنی کسمپرسی کی حالت میں جنگ ہونا مخالفین ومعاندین مہدی کا ایک جٹ ہونا فقراء کے گروہ پر حملہ کرنا ۔ دیکھئے آج مسلمانوں کی بھی بڑی تعداد غزوہ ہند کا ذکر کرتی ہے اور حضور ﷺ تو بظاہر موجود نہیں ہیں پھر یہ غزوہ کیسے ہوا؟ تو ہماری اِس وضاحت کو ہی ماننا پڑیگا کہ تابع رسول ﷺ مہدی موعودؑ کے خلفیہ کو یہ ذمہ داری دی گئی کیوں کہ اللہ کے خلیفوں پر نہ کوئی قابو پا سکتا ہے نہ ان پر تلوار کارگر ہوتی ہے جو انہیں شہید کردے ۔ بعد کے اسلامی تاریخی حالات اس کے شاہد ہیں کہ حیات رسول ﷺ میں آپؐ پر کوئی قابو نہ پا سکا البتہ ! حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا امام حسنؓ کو زہر دیا گیا اور امام حسینؓ کو کربلہ میں شہید کیا گیا ۔ دور ولایت میں حضرت ثانی مہدی بندگی سید محمودؓ کو قید وبند کی وجہ سے ناسور ہوا شہادت ہوئی بندگی سید خوندمیر شہید ہوئے ان کے بعد بندگی شاہ نعمتؓ شہید کئے گئے ۔

ان آثار وشواہد کو سمجھنے کے بعد مہدی موعودؑ کی بعثت ہند میں ہونے کے چند اسباب ہیں ۔ 1) سب سے پہلے اللہ تعالی نے حضرت آدم کو اشرف المخلوقات بنایا بعد ہونے والے واقعات واسباب کے سبب دنیا میں جہاں اتارا وہ کوہ ہمالہ ہے جو شمالی ہندوستان میں ہے اس بات کا ذکر احادیث میں آیا ہے جسے محدثوں مفسروں سوانح نگاروں نے بیان کیا ہے ۔ 2) اَطیَبُ رِیحٍ فِی الاَرضِ الہِندُ المستدرک الحاکم ۴۰۵۳ ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مجھے ہند سے خوشبودار ہوا آتی ہے ۔ 3) آدم ثانی حضرت نوحؑ ہمالہ کے ترائی میں تھے جب انہیں اللہ تعالی نے کشتی بنانے کا حکم دیا اور طوفان کے وقت اپنے جد امجد حضرت آدمؑ کا تابوت کشتی میں ساتھ لے گئے تھے اور طوفان اسی ہند کی سرزمین سے شروع ہوا تھا ۔ 4) تمام تصوف کے سلسلوں کا زیادہ تر اثر برصغیر میں ہی رہا باقی مسلم قطعوں میں ایک یا دو سلسلے ہی چلے ہیں دنیا کے ہر تصوف کا سلسلہ ہند میں معروف ہوا جو معرفت الہی کے احوال واقوال کو سمجھنے میں مددگار ہوتا ہے ۔ دنیا کے دوسرے قطعے ایک یا دو مذاہب سے آشنا ر ہے ہندوستان میں دنیا کا ہر مذہب مشہور ومعروف ہوا ہے جہاں پر ایمان اور معرفت الہی کی تعلیم اور تبلیغ ضروری قرار پائی ہے ۔ 5) دنیا کی ہر قوم نے ہندوستان کا رخ کیا یونان سے سکندر، عرب، چینی، منگولی، یوروپی تو میں ہی نہیں افریقی قوموں نے بھی ہندوستان کا رخ کیا اور آج بھی علاقہ گجرات اور کرناٹک کے کچھ حصوں میں افریقی نژاد باشندے ہیں جنہیں سدھی کہا جاتا ہے گجرات کے سدھیوں نے اسلام قبول کیا کرناٹک میں مسلم عیسائی اور دیگر سدھی ہیں ۔ آریائی برہمن شتری قومیں شام ایران خراسان سے نقل وطن کرکے ہند آئیں 6) دنیا کی قدیم زبانیں تامل اور سنسکرت ہیں ۔ یونانی طب اور آیورویدا دنیا کے قدیم طب میں ہے ۔ ایسی تاریخی مشترکہ تہذیبوں کے درمیان وحدت معرفت الہی کا درس دیا گیا ہے کیونکہ دنیا کی ہر قوم کو اپنے خالق سے ملنے اور دیکھنے کی تمنا رہی ہے اس بین البراعظمی خواہش کو ہند جیسے ملک میں دیا جانا تعجب خیز نہیں ہے ۔

مہدئ موعودؑ آخرالزماں نہ ہی نبی ہیں نہ رسول اور نا ہی پیغمبر، حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ

خلیفۃ اللہ ہیں۔جن کی آمد کے منتظر مسلمانوں کے دوسرے گروہ ہیں' مگر مہدوی آپ علیہ السلام کی آمد و گذشت کا یقین میراں سید محمد جونپوری کے متعلق مہدی آخرالزماں کا یقین رکھتے ہیں'اور کہتے ہیں کہ''القرآن ولمھدی امامنا آمنا وصدقنا'' قرآن اور مہدی ہمارے امام ہیں وہ آئے'ہم نے ان کی تصدیق کی'یعنی ان کے مہدی ہونے کی شہادت کو سچا مانا ہے اب کوئی مہدی آنے والا نہیں اب صرف حضرت عیسیٰؑ کو آنا ہے۔اس طرح مہدویوں کو مہدی موعود علیہ السلام سے اُنس اور لگاؤ ہے' کیونکہ حضور ﷺ بھی ان سے اُنس و لگاؤ رکھتے ہیں'یہاں تک کہ مہدیؑ کی قوم کے تقوی پرہیز گاری فاقہ کشی اور للٰہیت کو یاد کر کے حضور ﷺ اشک بار ہو گئے تھے جو حضرت ابو ذر غفاریؓ کی بیان کردہ حدیث میں ہے۔یہی نہیں حضور ﷺ کو''ارض ہند سے ٹھنڈی ہوا آئی تھی''سوال یہ ہے کہ ایسا کیا تھا ہند میں جو حضور ﷺ کو ہند سے اُنسیت ہو گئی تھی' جبکہ ہند عرصہ دراز سے مقام شرک وکفر کا مرکز ومرجع رہا ہے۔حضورؐ کے جد امجد عرب شام اعراق ارض فلسطین سے تھے'اگر یہ کہا جائے کہ ہند میں ولیوں کا ہونا اس کا باعث ہے تو یہ بات شان نبوت کے منافی ہوگی کہ خاتم الانبیا وَلیوں کی احترام کی بات کہہ رہے ہیں'البتہ اس ٹھنڈی ہوا کا ہند سے آنا حضور ﷺ کا اس بات پر خوشی کا اظہار ہو کہ یہاں خاتم ولایت محمدیہ کی بعثت ہونی تھی جو عترت فاطمہؓ سے تھے تو کچھ حد تک صحیح معلوم ہوگی' یہی بات اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔حضور ﷺ کو خوشبو کا ہند سے آنا' ٹھنڈی ہوا کا ہند سے آنا ایک اور سبب سے بھی ہوسکتا ہے کہ:حضور ﷺ خاتم الانبیا ہونے کے مقام پر آخری شریعت کے نافذ کرنے والے تھے'تو کیا آپ ﷺ کی اللہ سے قربت وولایت تھی اس کے خاتم کا ہند میں بھیجا جانا آپؐ کی خوشی کا باعث ہے؟لیکن پھر سے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی کیا بات تھی کہ اللہ نے آپؐ سے فرمایا کہ ہم اس''قرآن کا بیان (بعد میں) کریں گے''یہی نکتہ غور طلب ہے' بے شک حضور ﷺ کو چند لمحوں میں معراج کرائی گئی'اگر اللہ چاہتا تو قرآن کے بیان کا یہ معاملہ بھی اسی دور میں آپؐ سے کرا دیتا' مگر نہیں!جس طرح انسانوں کے درمیان اللہ تعالی انسانوں ہی کو ہدایت کے لئے مبعوث کرتا ہے تا کہ انسان فطری طور پر حالات اور مواقع کے مطابق شریعت کو قبول کرے اسی طرح اللہ تعالی نے اُمت مسلمہ کو 9 صدیوں کا وقفہ دیا تا کہ معرفت الٰہی کی ان میں سمجھ پیدا ہو'یہی ہے قرآن کا بیان بعد میں کسی وقت کرنے کا وعدہ کرنا۔آثار شمایل اور اللہ کے فرمان کے ذریعہ حضور ﷺ کو بتا دیا گیا تھا کہ آپ ﷺ کے تابع مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ کے ذریعہ معرفت الٰہی کا منتہٰی''طلب دیدار'' کی تعلیم مہدی موعودؑ کے ذریعہ اس وقت دی جائے جب اُمت محمد کی مذہبی وروحانی پرواز اپنی اعلیٰ سطح پر پہنچ جائے۔یہی بات حضور ﷺ کی خوشی کا سبب بھی تھی خوشبو آنے اور ٹھنڈی ہوا کے آنے کا سبب بھی تھی۔اور اس بات کو تقویت اس طرح بھی ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا''میں (ﷺ) عرب ہوں'لیکن عرب مجھ میں نہیں'اور میں (ﷺ) ہند میں نہیں'لیکن ہند مجھ میں ہے''حضور ﷺ کا یہ فرمان ہم نے کسی بھی مہدویہ کتاب یا قول ونقل میں نہیں دیکھا' بلکہ یہ فرمان طبرانی میں الاوسط کے حوالے سے شاہ ولی اللہ دہلوی سے بیان ہوا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جو حق کو حق کے لئے تلاش وجستجو کی جائے تو اللہ تعالی اسباب اور راہیں کھول دیتا ہے'ہمیں ان ذرائعوں سے معلومات دیتا ہے جہاں سے اُمید نہیں ہوتی'بودھ مت کی ایک کہاوت ہے کہ''جب طالب علم'علم کی طلب میں خود

کومکمل تیار کرلیتا ہے تو استاد خود بخود حاضر ہو جاتا ہے''۔یہی وجہ ہے جب اُمت مسلمہ مکمل طور پر معرفت الٰہی کو سمجھنے کے قابل ہو گئی تو مہدی کی بعثت کی گئی ۔ایسا یوں ہی آسانی سے نہیں ہوا کئی اولیا اتقیا علمائے حق دنیا میں آئے انہوں نے اس جہت میں کلام کیا بلکہ دیدار کے متعلق فرمایا حالانکہ ان کے ہاں تذبذب کا عالم تھا تب جا کر مہدی موعودؑ نے طلب دیدار کی دعوت عام پورے یقین وایمان سے دی فرمایا''بندے کا آنا ہی دعوت طلب دیدار کے لئے ہے''اور کہا کہ''ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں''یہ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالی سے بندے کا لگاؤ محبت عشق قربت کی کوشش کے لئے علم کے سمندر میں غوطے مارنے کی یا دلیل و منطق کے طومار کی ضرورت بالکل نہیں ہوتی اُس کے لئے بس عشق خدا چاہیے مہدیؑ موعودؑ نے فرمایا''قرآن عشق نامہ ہے''اگر اس قول کے مطابق دیکھیں تو قرآن مجید کے ہر لفظ آیت سورہ میں اللہ کی محبت کا بحر بیکراں رواں دواں ہے ۔حضور ﷺ جب اللہ کی محبت میں شرشار ہو گئے تو اللہ تعالی نے زمین کی طنابیں لپیٹ دیں آپ کو وہ دکھائی' سنائی دیتا اور محسوس ہوتا جو دوسروں کو نہیں ۔حضور ﷺ کی اللہ تعالی سے وارفتگی 'دلبستگی 'وابستگی 'شغف واشتیاق جب حد سے تجاوز کر گیا تو دوریاں نزدیکیوں میں بدل گئیں حضرت اویس قرنیؓ دکھائی سنائی دینے لگے اور ہند میں مبعوث ہونے والے مہدیؑ موعود آخرالزماں کی خوشبو اور فرحت بھری ہوا کے جھونکے آنے لگے ۔دیکھیں المستدرک الحاکم کی حدیث ۴۰۵۳ میں ہے **عن ابن عباسؓ قال : قال علی ابن ابی طالب :اطیب ریح فی ارض الھند** البتہ دوسری احادیث میں اتنا اضافہ ہے کہ''سب سے زیادہ خوشبو دار ہوا سوز مین ہند میں ہے وہاں پر حضرت آدمؑ کو اتارا گیا' آپؑ نے وہاں جنت کا خوشبو دار پودا اُگایا ۔سوال یہ ہے کہ دنیا میں بہت سے خوشبو دار پودے پھول اور پھل ہیں ان میں کونسا پودا خوشبو دار ہے اس کا یہاں ذکر نہیں ۔دراصل حضور ﷺ نے اس خوشبو سے تشبیہ کسی اور چیز کی دی ہے وہ ہے''بعثت مہدی موعودؑ آخرالزماں جو عترت فاطمہ میں ہیں''۔حضور کو ٹھنڈی ہوا کا ارض ہند سے آنا' خوشبو سے تشبیہ دیا' ارض ہند میں غزوہ ہند کا ہونا' جس کے متعلق حضرت ابو ہریرہ کی حدیث ہے' اور حضور ﷺ کا مہدی خلیفہ اللہ کی بیعت کی تاکید اُمت کو کرنا کہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے' جس کے لئے برف پر سے رینگ کر جانا پڑے تو بھی جائیں ۔انبیاء کو ایسی باتیں محسوس ہوتی ہیں بتائی جاتی ہیں حضرت یعقوبؑ کے فرزنداں جب مصر سے واپس آنے لگے تو حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو یعقوبؑ کو کئی منزل پہلے سے آنے لگی ۔ان سب باتوں کے علاوہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے طبرانی اولاوسط کے حوالے سے لکھا ہے کہ''میں (ﷺ) عرب ہوں' لیکن عرب مجھ میں نہیں' اور میں (ﷺ) ہند میں نہیں' لیکن ہند مجھ میں ہے''۔یہ بیان حضور ﷺ کا کیا کہہ رہا ہے ۔اللہ کے نبی رسول ﷺ کو باوجود عرب ہونے کے ہند سے اتنی قربت اور محبت اور اُنس کیوں ہے ۔حضور کا یہ کہنا کہ''**ہند مجھ میں** ہے'' بڑا معنی خیز اور بامعنی ہے ۔ایسی باتیں اگلے پیغمبروں سے بھی منقول ہیں' جیسے قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کا کہنا کہ''اے اللہ میری اولاد میں ایک امام بھیج''اس کے بعد دعا کرنا کہ''اے اللہ میری اولاد میں ایک صاحب کتاب نبی بھیج'' یہ دونوں قول قرآن میں آل عمران میں ہیں ۔اسی طرح حضرت موسی نے حضور نبیٔ کریم ﷺ کی اُمت کی خداترسی اور اللہ کی محبت کے متعلق رشک کیا تھا ۔یہاں حضور ﷺ باوجود عرب ہونے کے کہہ رہے ہیں کہ''ہند مجھ

میں ہے'' بے شک میں میں عرب ہوں مگر ہند میں ہونا محسوس کرتا ہوں''۔رسول ﷺ کا یہ الفاظ کہنا اور کہنا کہ'' مجھے ہند سے ٹھنڈی ہوا آرہی ہے'' یہ خصوصاً ہند سے آپ ﷺ کو اتنی محبت کیوں؟ کوئی تو وجہ ہوگی؟ اور حضور ﷺ کے حیات کے بعد نویں 9 صدی ہجری تک جس کا آپؐ نے اشارہ دیا کوئی تحریک کوئی معاملہ کوئی غلغلہ بعثت مہدی تک ایسا رونما نہیں ہوا وقوع پذیر نہیں ہوا جو مشہور و معروف ہو جس کی شہادت غیر مہدویہ مورخین اور علماے حق نے بھی دی ہے۔اسطرح یہ روایت مہدیٔ موعود آخرالزماں کے مقام و مرتبہ کے متعلق بہت کچھ کہہ رہی ہے۔جب حضور ﷺ نے مہدی کے متعلق زیادہ گفتگو کرنے لگے اور مہدی کا حلیہ اپنے حلیہ مبارک سے تشبیہ دینے لگے تو صحابہؓ کے استفسار پر کے کیا حضور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے؟ تو آپ ﷺ مسکرا کر خاموش ہو گئے تھے۔ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟ جب حضرت عیسیٰؑ دوبارہ آسکتے ہیں تو حبیب خدا آ کیوں نہیں؟ جو اللہ تعالی صالحؑ کی اُونٹنی کو پہاڑی سے ظاہر کرسکتا ہے وہ کچھ بھی کرسکتا ہے وہ مرضی کا مالک ہے' ایسی باتیں ہمیشہ انسان کو ورطہ حیرت میں ڈالتی رہی ہیں۔خیر یہ ایک الگ بحث ہے۔ایسی باتیں انسانوں سے ممکن نہیں خدا سے ممکن ہوسکتی ہیں۔ایسی کچھ حقیقتیں خصوصیت کی طرف اشارہ کررہی ہیں' کعبۃ اللہ مرکز اسلام و عبادت ہے' اور اس میں نصب حجر اسود کا کونہ ہند کی جانب ہے' اور حضور ﷺ فرماتے ہیں **کیف تھلک انا فی اولھا** ....کیسے ہلاک ہوگی میری اُمت جس کے اول میں ہوں آخر میں عیسی ابن مریم اور درمیان میں میری عترت سے مہدی ہے' اس حدیث اور ان حقیقتوں کی غرض و غایت اور مناسبت کو دیکھیں حضرت عیسیٰؑ کے 570 برس بعد حضور رسالت مآب ﷺ دنیا میں تشریف لاتے ہیں' آپؐ نے اپنی نبوت کے 1400 چودہ سو برس بعد حالات قیامت کا ذکر فرمایا اور مہدی سے متعلق 9 نویں صدی ہجری میں بعثت کی بشارت دی۔اب دیکھیں مہدی موعودؑ کی پیدائش 847 ھ میں ہے اس کو 1400 میں سے منہا کریں بچے 553 برس ۔یہ کیسا عجیب اتفاق اور توازن ہے کہ حضور ﷺ حضرت عیسی کے 570 برس بعد دنیا میں آتے ہیں اور مہدی موعودؑ قیامت کی پیش گوئی کے چودہ صدیوں کے 553 برس پہلے آتے ہیں اور دونوں کے درمیان حضرت عیسی علیہ السلام ہیں۔کیا یہ محض اتفاقات ہیں۔حضرت اسماعیل حضور ﷺ کے جدامجد تھے ارض فلسطین سے آکر مکہ میں فروکش ہو گئے تھے' مگر بہت سارے یہودی و عیسائی مدینہ آکر بس گئے کیوں کہ ان کی کتابوں کے مطابق پیغمبر آخرالزماں کو مدینہ میں آنا تھا' اس طرح مدینہ کے آس پاس بنی اسرائیل کی بہت آبادیاں تھیں' یہ الگ بات ہے کہ یہود و نصاری نے حضور ﷺ کا انکار کیا۔مہدی موعودؑ کے آباء واجداء عرب اعراق خراسان وسطی ایشاء خصوصاً سمرقند بخارا ہوتے ہوئے ہندوستان منتقل ہو گئے' جہاں مسلم بادشاہتیں تھیں' اس طرح ہند مہدی موعودؑ کے خاندان کا متوطن ہوگیا۔حضور ﷺ مسکین تھے یتیم تھے جو کچھ بھی تھے مگر آپؐ کا خاندان کعبہ کا متولی تھا اس طرح امارت فراغت اور فارغ البالی آپ کے گھر میں تھی اور بعد میں آپ کی حرم محترم حضرت خدیجہؓ مکہ کی مالدار خاتون تھیں' مہدی موعودؑ کا خاندان جونپور کی حکومتوں میں اعلی عہدوں پر فایز تھا جس کا ثبوت مہدی موعودؑ کے پدر محترم کا حکومت جونپور میں ''سید خاں'' کے خطاب سے مشہور ہونا اور آپؑ کے چچا امیر سید جلال الدین اور بھائی امیر سید احمد کا امارت کے عہدوں پر فایز ہونا ہے۔لہٰذا یہ تمام حالات اور مناسبتیں

مہدی موعودؑ کی ہند میں بعثت کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور ہوا بھی یہی کہ میراں سید محمد مہدی موعود خلیفۃ اللہ نے دعوی مہدی بھی کیا اور تعلیم ولایت مقیدہ مخصوصہ کا درس اور تربیت دی۔ دراصل یہی وہ خوشبو ہے جو حضور ﷺ کو آئی تھی معرفت الٰہی قربت الٰہی کی ٹھنڈی ہوا کے ساتھ۔

اللہ تعالی نے مذہب اسلام کو انسانی فطرت کے مطابق پیش کیا ہے' کیونکہ انسان تبدیلی اور تنوع پسند ہے' وہ ہمیشہ ایک حالت یا کیفیت میں رہنا پسند نہیں کرتا' انسان قسم ہا قسم کے حالات مختلف کیفیات طبیعت کی رنگا رنگی اور گونا گوں ادوار سے گزر کر اپنی ابتدا کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ یہ دنیا کی نیرنگیاں خوبصورتی کشش انسان کو لبھاتی ہیں' اسی لئے وہ نئے نئے بت تراش لیتا ہے نئی جماعتیں عقیدے بنا لیتا ہے اور پھر ایک عرصہ بعد انہیں سے تنگ آ جاتا ہے۔ انسان دس برس حیات رہے یا سو برس آخر وہ موت کی تمنا کیوں کرتا ہے؟ اس لئے نہیں کہ وہ لاغر اور بے بس ہو جاتا ہے بلکہ وہ اپنی حالت سے اُوب جاتا ہے وہ آخر میں ایک ابدی سکون واطمینان چاہتا ہے۔ ہمیشہ ایک جیسی قایم رہنے والی ذات صرف اللہ تعالی کی ہے اُس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہے۔ یہی بات اس کے کلام اللہ میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ چودہ سو برسوں سے مسلمان قرآن پڑھتے سمجھتے تلاوت وقرآت کرتے آئے ہیں وہ اس سے تنگ نہیں ہوتے اُوب نہیں جاتے بلکہ ہر مرتبہ ایک نئے جوش وولولے اور خوش الحانی سے اسے پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ دنیا میں انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے ایک دو یا تیسری بار اُوب جاتے ہیں بیزارگی محسوس کرتے ہیں۔ سارا قرآن مجید چھوڑ دیں صرف واحد سورہ فاتحہ کو لیں مسلمان دن میں پنج وقتہ نمازوں میں بار بار دہراتے آئے ہیں کبھی کوئی بیزارگی یا لاابالی پن کسی نے نہیں محسوس کیا' سارا قرآن مجید ایک طرف صرف سورہ فاتحہ ایک مکمل معجزہ ہے۔ یہی حال اللہ کی معرفت کا ہے کہ انسان اُس کی قربت اور عشق کے احساس سے کبھی غیر مانوس نہیں ہو سکتا' اور مہدی موعودؑ نے کہا کہ اللہ کو دیکھنے کی طلب پیدا کرو اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا اللہ کو دیکھ رہے ہو یا اتنا جانو کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ اور اپنے رسول ﷺ کے بات پر اللہ تعالی نے مہر صدق ثبت کرتے ہوئے کہا کہ "مجھے نگاہیں نہیں پاسکتیں' مگر میں نگاہوں کو پالیتا ہوں"۔ ہم ٹیکنالوجی' یا وکالت یا ڈاکٹری کا علم اس لئے حاصل کرتے ہیں کہ اُس سے فلئیدہ اُٹھائیں اور دوسروں کو فایدہ پہنچائیں' مگر مسلمانوں کا علم دین حاصل کرنا قرآن پڑھنا اب صرف مالی فایدہ حاصل کرنے یا پھر لوگوں میں خود کو عالم کہلانے کے لئے ہے۔ ہم نے قرآن کو پڑھنے سمجھنے اور اس پر خلوص سے عمل کرنے کے بجائے اُسے صرف پڑھنے اور بحث مباحث کرنے والی کتاب بنا دیا ہے' یہ اللہ کا کلام ہے اس کا ایسا بے دریغ اور غافلانا استعمال ہی ہماری تباہی بربادی اور جہالت کا سبب بن گیا ہے۔ ہم اسے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے یا مردوں کو بخشنے اور طاق میں سجانے تک محدود کر دیا ہے۔ اور من گھڑت ذہنوں میں پیدا ہونے والی خرافات کو دین وایمان سمجھ بیٹھے ہیں۔ آج کل تو جو زبان میں آئے بکنا ہی دین رہ گیا ہے۔

انسانوں میں غلامی کا رجحان اگر جگہ پکڑ لے تو باوجود لاکھ کوشش کے نہیں چھوٹتا' یہ رجحان جسمانی روحانی ایمانی

اعتقادی معاشرتی ہرقسم کا ہوتا ہے۔مسلمانوں کی روحانی وایمانی غلامی یہود ونصاری کی دین اورانہیں کی مرہون منت ہے۔وہ گھوم پھر کر اللہ کے رسولوں نبیوں خلیفوں کا انکار کرتے ہیں اور مسلمانوں نے بھی بلاتحقیق ایسی کچھ عادتوں کو فطرتاً اپنالیا ہے تحقیق اور غور وفکر کے بغیر کی باتوں کو قبول کر لیتے اور انکار کر دیتے ہیں۔انسانوں کی ایمانی روحانی اعتقادی غلامی کا چلن انسانوں کی جسمانی غلامی کی تہذیب سے جڑا ہوا ہے۔زمانہ جاہلیت میں معر کے جنگیں ہوتی تھیں تو قیدیوں کو یرغمال اور غلام بنالیا جاتا' مصر کے قبطی جو بعد میں فرعانہ مصر کہلائے' وہ جب فلسطین شام پر حملہ کرتے لوگوں کو پکڑ کر لاتے غلام بنا کر بیگار پر رکھ لیتے' انہیں کھیتی باڑی کے ساتھ اہرام کی تعمیر میں لگایا جاتا اور ہرقسم کا ظلم وتشدد کیا جاتا یہی وجہ تھی بنی اسرائیل موحد ہونے کی وجہ سے مصر میں غلام ہونے پر اللہ نے حضرت موسیٰ کے ذریعہ انہیں رہائی دلائی مگر بنی اسرائیل میں غلامانہ ذہنیت فطری طور پر آ گئی بعد میں وہ دنیا کی ہر قوم کو غلام اور نیچا سمجھنے لگے۔روم اور یونان میں بھی غلاموں کی پکڑ دھکڑ خرید وفروخت ہوتی تھی۔عرب میں بھی یہ چلن تھا مردوں کو غلام اور عورتوں کو باندی کنیز بنانے کا دوسری قوموں کی طرح' حضرت یوسف کا واقعہ مشہور ہے جب بھائیوں نے کنویں میں ڈالدیا تو ایک مسافر قافلے نے انہیں نکال کر مصر کے بازار میں بیچ دیا' بی بی حاجرہ کو کئی روایتیں شہزادی کہتی ہیں کئی غلام' حضرت شہر بانوں ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹی اور شاہ زادی تھیں' فتح ایران میں اسلام لشکر کے مال غنیمت میں آئیں سالار اسلام نے انہیں مدینہ بھیج دیا' امیر المومنین عمر فاروق اعظمؓ نے حضرت علی کو دے دیا اور حضرت علیؓ نے انہیں آزاد کر کے حضرت اما حسینؓ سے نکاح کر دیا اس طرح شہر بانوام السعادات بنیں۔ہندوستان کے کئی بادشاہ ترکی کے خاندان غلاماں سے تھے جیسے غیاث الدین بلبن' خطب الدین ایبک خاندان تغلق وغیرہ اور اس انسانی خرید وفروخت اور غلامی کا سلسلہ آج سے پچاس برس پہلے تک امریکہ اور یوروپ میں تھا جو افریقی باشندوں کو پکڑ کر لاتے فرخت کر دیتے۔لہٰذا براعظم افریقہ میں کئی آزاد حکومتیں ہونے کے باوجود وہ آج بھی غلامی کی زنجیروں میں بند ہے ہیں۔

اس طرح انسانوں میں غلامی روحانی ایمانی اعتقادی اور علمی غلامی بھی ہوتی ہے۔لہٰذا ہم آج دیکھتے ہیں کہ دیوبندی عقاید کی غلامی' وہابی عقاید کی غلامی' تبلیغی عقاید کی غلامی' تصوف کی غلامی ولیوں کی غلامی بریلویت کی غلامی اور یہ غلامی مہدویت میں بھی پچھلے سو برسوں سے ظاہر ہوگئی ہے عالموں رہبروں مرشدوں کی غلامی۔اس غلامی سے باہر نکل کر دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ حضورﷺ کو ہند سے ٹھنڈی ہوا کیوں آئی تھی' خوشبوں کیوں آئی تھی' آپؐ نے غزوہ ہند کے معنی کیا بتائے' حضرت ابوہریرہ نے اس جنگ میں شرکت کی کیوں خواہش کی' اور آخر میں یہ بات سمجھنا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے خلیفہ تھے جو ہند میں اُتارے گئے اور مہدی موعود علیہ السلام خلیفۃ اللہ تھے ہند میں مبعوث کئے گئے یعنی جہاں جس سرزمین سے دنیا میں خلافۃ اللہ کا آغاز ہوا تھا اس کا اختتام بھی اسی ارض ہند میں ہوا ہے۔اب نا نبوت ہے نا رسالت ہے نا خلافۃ اللہ اب بس قیامت ہے۔

مہدویت تصوف نہیں ہے

یہ غلط فہمی پہلے غیر مہدویہ میں تھی کہ مہدویہ تصوف کا طریقہ ہے مگر آج کل کچھ مہدی بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں ۔اس کی وجہ علمائے مہدیہ کا ان باتوں کی وضاحت نہ کرنا اور غلط فہمیوں کا ازالہ نا کرنا ہے' کیونکہ لاعلم مہدوی جب دوسروں کی قبر پرستی صندل عرس چادر پیر مرشد کو دیکھتے ہیں تو وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ہم بھی یہ کر سکتے ہیں اس لئے آج کل ہمارے یہاں بڑی بڑی قبریں بنانے چادر عطر لگانے تبرک حاصل کرنے کا چلن شروع ہو گیا ہے ۔یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھ لیا جاتا ہے اس کی مذمت نہیں کی جاتی مہدیٔ موعودؑ رسم و بدعت مٹانے آئے تھے آج مہدویوں میں رسم و بدعت عام ہو رہی ہے ۔ذمہ دار تماشہ دیکھ رہے ہیں بلکہ کئی تو ان کی رسم و بدعت میں شامل ہو رہے ہیں کیونکہ انہیں بھی اپنا کام چلانا ہے ۔جب رہبر و رہنما عوام کو غلام سمجھنے لگتے ہیں تو دوسری طرف وہ بھی کئی مجبوریوں کے ساتھ عوام کی غلامی میں مبتلاع ہوتے ہیں ۔جب تک رہبر ہو کہ عوام خالق کل کی بندگی یا غلامی کو دل سے قبول نہیں کرتا اس پر عمل نہیں کرتا وہ کسی نہ کسی کی غلامی میں مبتلا ضرور کر دیا جاتا ہے ۔دنیا کی غلامی' دولت کی غلامی 'خاندانی غلامی' معاشرتی غلامی' نفسیاتی غلامی' عقایدی غلامی وغیرہ ۔

ابتدائے اسلام میں مکہ مکرمہ میں قرآن کی اہمیت تھی مدینہ منورہ میں احادیث کی بھی اہمیت بتائی گئی ۔احادیث معنی حضور ﷺ کے اقوال اعمال احوال اور احکام شریعہ ۔مدینہ منورہ کے دور نبوت میں صحابہؓ کا ایک گروہ علم تعلیم درس و تدریس اور تربیت و اصلاح کی راہ اختیار کر چکا تھا' ایک دوسرا گروہ خاتم الانبیا ﷺ کے اعمال شب و روز کو اختیار کرنے کا خواہاں تھا حضور ﷺ نے دونوں گروہوں کی رہنمائی کی' جو گروہ آپ ﷺ کے اعمال مخصوصہ کا خواہاں تھا وہ ہمیشہ کے لے مسجد نبوی میں ہی مقیم ہو گیا یہ وہ لوگ تھے جن کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا اور ان میں کچھ لوگ وہ مہاجر بھی تھے جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آ گئے تھے جن کی بیوی یا اولاد نہیں تھیں کبھی کبھی حضور ﷺ ان میں سے دو تین کو اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلا دیتے یا کھجور سے تواضع کرتے ان کی تعداد کبھی تین سو اور کبھی چار سو بتائی گئی ہے ۔اس طرح حیات نبوی میں صحابہؓ کے دو طبقے تھے ایک کاروبار تجارت سپاہ گری تعلیم و تدریس پر عمل کرتے دوسرا گروہ اصحاب صفہؓ کا مسجد نبوی میں فروکش تھا انہیں بجز عبادت ریاضت اور قربت رسول ﷺ سے کسی اور چیز سے سروکار نہ تھا حضورؐ نے انہیں منع نہیں کیا اور نا ہی کبھی سرزنش کی ۔حضور نبی کریم ﷺ کے بعد یہ باقاعدہ دو گروہ بنتے چلے گئے اور بعد میں شدت ہوتی چلی گئی ایک علماء کا گروہ بن گیا دوسرا علم کے ساتھ تقوی و توکل اختیار کرنے والوں کا اور یہی گروہ بعد میں چل کر صوفیا کہلائے یعنی تصوف اختیار کرنے اور ان کے شب و روز عبادت و ریاضت کے سوا کچھ اور نہ تھے اور ان میں ہر ایک کے اپنے طریقہ پر عمل کرنے کا خواہاں تھا حضور نبی کریم ﷺ کے اعمال مخصوصہ کو ہر کسی نے اپنے طور پر سمجھنے اور اختیار کرنے کی کوشش کی بعد میں ان میں تفرق اور مقابلہ آرائی آیمہ اربعہ کے دور تک تو دیکھنے کو نہیں ملتی' مگر محدثین کے دور میں ان میں تضاد اور مخالفت کے آثار دکھائی دیتے ہیں خصوصاً امام بخاری کے دور میں یہ شدت اختیار کر گئے ۔یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کی احادیث میں صرف اللہ کے رسول ﷺ کے

قول و بیان کوفوقیت دی گئی معرفت کے اعمال کونہیں بعد میں اس میں با قاعدہ تفریق دکھائی دیتی ہے ۔محدثین کے بعد جس طرح علمائے ظاہر پرست اوردین میں آزادخیالی اور قرآن کے بیانوں میں لب کشائی کا دورشروع ہوا اسی طرح جھوٹے اور ڈھونگی صوفیا بھی ظاہر ہونے لگے جس کی وجہ سے تنازعات کا ایک نیاباب کھل گیا ۔امام ابن تیمیہ کے دور میں یہ تنازعہ انتہائی عروج پر پہنچ گئے امام ابن تیمیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ قادریہ سلسلے سے منسلک ہونے کے ان جھوٹے صوفیوں کے مخالفت پر آمادہ ہوئے بعد میں ان کے شاگرد جیسے ابن قیم الجوزی امام سیوطی نے صرف ظاہر علوم تحقیق و تدقیق کے اسلام کی وکالت کی ۔اور دونوں فریق اپنی بات منوانے کے لئے انتہا ء پر پہنچ گئے ۔یہ سلسلہ آٹھویں صدی ہجری میں ایک مقابلہ آرائی کی شکل اختیار کر گیا اور تا تاری حملہ آور چنگیز خاں کے دور میں یہ تفریق اس طرح دکھائی دیتی ہے کہ علماء کا مرکز بغداد بن گیا اور صوفیاء کا مرکز خراسان جہاں نقشبندیہ سہروردیہ چشتیہ ملاویہ کبراو یہ قادریہ سلسلے بنے اوران میں لوگ کسی ایک سلسلے سے منسلک ہوتے تو کئی لوگ کئی دوسرے سلسلوں کو بھی اپنا لیتے جیسے کچھ لوگ خودکوچشتی قادری نقشبندی سہروری سے جوڑ لیتے ہیں ۔جیسے اس سے پہلے کہا قادریہ شیخ عبدالقادر جیلانی سے موسوم ہے جو بغداد کے رہنے والے تھے ابو یوسف ہمدانی جوایران سے تھے ابونجیب سہروردی ابو اسحاق شمس جو چشت افغانستان سے تھے نجم الدین کبرا جوخوارازم موجودہ ترکمینستان سے تھے یہ سبھی سلسلے چوتھی صدی ہجری کے بعد مشہور ہوئے اوران کے بعد بے حساب جھوٹے صوفی اور اولیا مشہور ہونے لگے جنہوں نے رسم و بدعت کوخوب بڑھاوا دیا اسی طرح علمائے سو کا بھی بڑا زور ہو گیا ۔بعثت مہدی موعود علیہ السلام تک اسلام میں علمائے سو اور جھوٹے صوفیا کا با قاعدہ غلبہ ہو چکا تھا اور اسی پر بس نہ ہو کر روافضت اور شیعہ مذہب کے غلط بیانیوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

تعصب جسے انگریزی میں Prejudice کہا جاتا ہے اُسے ہم ظاہری طور پر صرف مذہبی تعصب کے معنوں میں لیتے ہیں جبکہ تعصب ذہنی کے علاوہ عقایدی خاندانی علمی شہرت کا تعصب دولت کا تعصب مقام ومرتبہ کا تعصب ذات پات قبیلے کا تعصب خوبصورتی کا تعصب یہاں تک کہ سمجھداری اور عقلمندی میں بھی تعصب اختیار کیا جاتا ہے۔

مہدی موعود علیہ السلام نے ان تمام اضافتوں اور بدعتوں کو مٹانے کا کام اللہ کے حکم سے اپنی ہجرت سے شروع کیا اور دعوی مہدی کے بعد واضح طور پر اعلان کر دیا کہ سوائے ذات خدا کے احکام اور اعمال کے نہ علم کی کوئی اہمیت ہے نہ تصوف اور غیر ماورائی حقیقتوں کی ۔کیونکہ جس طرح عالموں نے علم کو قطعی حجت بنا دیا تھا اسی طرح صوفیوں نے صرف ذکر واذکار کی محفلوں کے ذریعہ دین کو کشف و کرامات کا ذریعہ بنا دیا ۔اورمہدی موعود میراں سید محمد جونپوری نے اللہ کے حکم سے بحثیت خلیفۃ اللہ معمور من اللہ بیان قرآن اور بنیاد قرآن تقوی تو کل ذکر دوام ترک حب دنیا صحبت صادقین کے ذریعہ طلب دیدار کو فرض قرار دیا تا کہ اُمت صرف اللہ کی طلب اور تلاش میں رہے نہ کہ علمی موشگافیوں اور کشف و کرامات میں اُلجھی رہے ۔اس طرح تعلیمات مہدی موعودؑ نہ ظاہری علوم پر مبنی ہیں اور نہ ہی تصوف اور صوفیا کی مرہون منت بلکہ خلیفۃ اللہ کے بتائے ہوئی تعلیم اور تربیت کی بنیاد پر ہیں جن کی بنیاد قرآن

احکام، علم اور عمل پر ہے ۔مہدی موعودؑ کی تعلیم میں یہ بات دیکھی جاسکتی ہے کہ آپؑ نے بتایا کہ اسلام ایک سیدھا سادھا حقیقی مذہب ہے اسے ذاتی خیالات اور نفسانی خواہشات اور علمی موشگافیوں نکات منطق دلیل فلسفہ سے کوئی سروکار نہیں ہے یہ سب انسان کے اپنائے ہوئے طریقے اور علوم ہیں ۔اللہ تعالی نے صرف انسان کے نفس کی طہارت پاکیزگی اور عمل میں اخلاص کا درس دیا ہے مگر لوگوں نے اس میں پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں ۔

مکہ مکرمہ میں کعبتہ اللہ ہے صفا مروہ ہے زم زم ہے غار حرا ہے عرفات ہے ۔کیا کسی بھی نبی رسول کی قبر یا ان کی باقیات کے نشان ہیں؟ حتی کہ حضور ﷺ مدینہ منورہ میں آسودہ اور آرم فرما ہیں مدینہ میں جنت البقیع ہے جہاں ان گنت صحابہ اور تابعین مدفن ہیں ام المومنین خدیجتہ الکبری مکہ میں فوت ہوئیں مگر ان کی قبر کے نشان نہیں حضرت اسمعیل وحاجرہ کے نشان نہیں ایک رمی کے لے جمرات ہے مگر اسے نفس اور شیطان سے نفرت کی علامت سمجھا جاتا ہے ۔ہجرت کے بعد مدینہ حضو ﷺ کا وطن بھی ہوا اور جائے مدفن بھی اور حج کے ارکان میں مدینہ کی زیارت نہیں ہے وہ صرف رسول کی محبت میں وہاں جایا جاتا ہے ۔کہنا یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ابتدائے نبوت سے ہی مکہ کی پہچان اور شناخت کے لئے الگ حالات پیدا کر دئے تھے اور مدینہ منورہ حضو ﷺ کی آرام گاہ بن گیا مطلب مقام وحدت ومقام رسالت دو الگ حقیقتیں ہیں جبکہ اللہ تعالی نے کلمہ شہادت میں اپنے ساتھ حضور کا نام شامل رکھا ہے وحدت کے ساتھ رسالت کی شہادت ایمان کا جز ہے ۔حضورؐ کے ساتھ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ پہلو میں مدفن ہیں کیا کسی حاجی کے دماغ میں مدینہ میں حضورؐ کے ساتھ ان کے تقدس کا خیال آتا ہے؟ ۔اب ذرا غور کریں مہدی موعودؑ فراہ مبارک میں مدفن ہیں کیا آپؑ کے آس پاس کسی صحابی مہدیؓ کا مدفن ہے؟ ہوسکتا ہے بعد میں کسی کو وہاں کو دفن کر دیا ہو اور مہدی موعودؑ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ایک بھی صحابیؓ وہاں نہیں رہے ہر کوئی واپس چلے آئے یہ مہدی کا حکم تھا حتی کے امہات المصدقین بھی واپس آ گئیں مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ ''مجھے خبر میں اتارنے کے بعد دیکھوا گر کفن میں بندہ رہا تو بندہ مہدی نہیں جھوٹا تھا' کیونکہ تم اس ہاتھ سے دیتے اللہ اس ہاتھ سے لے لیگا'' اور ایسا ہوا بھی صحابہؓ مہدی اس کے گواہ ہیں یہ آپؑ کے مہدی ہونے کی بعد حیات شہادت تھی ۔آپ رسم و بدعت عادت کو ختم کرنے آئے تھے مہدویہ میں کشف وکرامات کے اعمال نہیں ہیں ۔جبکہ آج دوسروں کے میل جول ان کی دیکھا دیکھی تصوف ولیوں کے کرامات ولایت کی باریکیوں کے بیانات اور قبروں سے طلب کے بدعملیوں میں کچھ مہدوی مرے جارہے ہیں ۔صحابہؓ ودیگر بزرگوں کی قبروں کو سجایا جارہا ہے چادر عطر آرایش کی جارہی ہے میلہ لگایا جارہا ہے اب صرف صندل اور قوالی ہونا باقی ہے ۔مہدی موعودؑ نے جن باتوں سے منع کیا وہ دوبارہ آج عود کر آ گئی ہیں ۔آج میاں نہیں تو مہدی نہیں اول میراں اعلی میراں کے نعرے لگائے جارہے ہیں یہ تو کھلی روافصت ہے جیسے مولا علی ہونا یا مشکل کشا ہونا مولا کے معنی کارساز جیسے اللہ ہر چیز کا کارساز ہے ۔مشکل کشاء کیا اللہ تعالی کے سوا کوئی مشکل کشا اس کاینات میں ہے؟ مشکلوں کو دور کرنے والا؟ کیا حضرت علیؓ مشکل دور کرنے پر قادر ہیں تقدیر یا نصیب بنانے پر قادر ہیں؟ ۔مہدویوں میں حامل بار امانت کا مطلب یہ نہیں کہ مہدویت کا سارا بار یا خلافتہ اللہ کا

سارا بار بندگی میاں نے اُٹھالیا تھا اس طرح تو دوسرے صحابہؓ مہدی کی تضحیک و تحقیر ہوتی ہے کہ بندگی میاں کے سوا کوئی بھی قابل و لائق نہیں ۔یہ ایک شہادت کا فریضہ تھا بطور امانت بندگی میاں کو دیا گیا' کیونکہ اللہ کے نبی رسول خلیفۃ اللہ پر کوئی قابو نہیں پا سکتا اس لئے مہدی موعودؑ کی شہادت کی خواہش بندگی میاں سے پوری ہوئی ۔ایسی جہالتوں کو کیوں نہیں منبر ومحراب سے روکا جاتا اور انہیں خاموشی اختیار کر کے بڑھاوا دیا جاتا ہے ۔آج مہدویوں میں کئی غیر شرعی امور بے باکیاں بدعملیاں دوبارہ داخل ہوگئی ہیں جن سے مہدی موعود نے روکا تھا' دوسروں کی اقتداء کی اجازت دی جارہی ہے' خاموشی سے پیسے کے خاطر امیروں کو غیروں سے نکاح کی اجازت دی جارہی بلکہ جاکر خود خطبہ نکاح پڑھایا جاتا ہے' انجام کار حشر کے دن اللہ تعالی کو کیا جواب دیں گے؟ ۔حق بولنا حق کی نشاندہی کرنا اب بے ادبی کے درجہ میں ہیں' کوئی حق کی بات کرے تو بلا کر دبایا دھمکایا جاتا ہے کفن دفن نکاح مراسم کے بائیکاٹ کا ہتیار استعمال کیا جاتا ہے یہ سب کچھ حد سے زیادہ احترام و ادب کا نتیجہ ہے ۔

حضور نبی کریم ﷺ امام الانبیاء ہیں' مہدی موعودؑ خاتم ولایت محمد یہؐ ہیں' مگر امام الاولیا کیوں نہیں؟ سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ مہدی موعودؑ حضور ﷺ کے مطابق خلیفۃ اللہ ہیں ویسے بھی خلافت' اللہ کی قربت سے معمور رہی ہوتی ہے' اس کے لئے ولی ہونا ضروری نہیں ہیں' خاتم ولایت اس لحاظ سے کہ حضور ﷺ کی جو ولایت اللہ تعالی سے مخصوصہ تھی وہ مقیدہ تھی یعنی اس کے اعمال واحوال کی شرائط تھیں جو حضورؐ سے مخصوص تھیں اس ولایت میں دنیاوی لحاظ سے کئی باتیں شرطیہ تھیں جو مقید تھیں حضورؐ نے فرمایا کہ لوگو تم میری برابری نہیں کر سکتے کیونکہ میں اللہ کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے' اس حقیقت کو حضور ﷺ ہی سمجھ سکتے تھے البتہ حضور ﷺ کو اللہ تعالی نے نماز تہجد پڑھنے کا حکم دیا تھا تا کہ اللہ آپ کو (ہر دن) مقام محمود پر پہنچائے یہ وہ مقام ہے جہاں سے آگے فرشتوں کا بھی گزر نہیں سوائے ذات محمدؐ کے ۔لیکن کئی احوال مخصوص صحابہؓ کو اللہ کے رسولؐ نے بتائے تھے بعد میں ایسے اعمال اختیار کرنے کی اللہ والوں نے کوشش کی' لیکن یہ مقام خلیفۃ اللہ مہدی کا تھا جسے آپؑ نے اپنے مصدقوں کو طلب دیدار سے معروف کرایا جو مخصوص اور مقید ہیں تعلیمات فرائض ولایت کے ذریعہ ۔اس طرح مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ ہیں ولی نہیں ۔رہی بات ولایت وہبی و کسبی دونوں کی کوشش صوفیا و اولیا نے کی جس میں کچھ کامیاب ہوئے بہت سارے ناکام ' کیونکہ ان ولایت کے طریقوں اور سلسلوں میں رسوم وبدعات شامل ہوئے ۔ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی ولایت حاصل ہونے کے مدعی ہوتے ہیں تو ولی مشہور ہو جاتے ہیں اسی کے ساتھ ان کے بہت سارے معتقد پیدا ہوتے ہیں' مسلہ تب پیدا ہوتا ہے جب اس ولی کی اولاد یا معتقدوں میں ان کی وراثت کی منتقلی کا مسلہ ہوتا ہے اور ان کی جانشینی میں قضیہ پیدا ہوتا ہے ان میں ہر کوئی اس ولایت کو اپنی طرف منتقل بتانے میں رسم وبدعت کا سہارا لیتے ہوئے ہر ایک کو رجھانے کی کوشش کرتا ہے تا کہ اس کے مریدین کی گنتی اور جماعت زیادہ ہو' یہیں سے پیری مریدی میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے بہت سارے وارث خود کو اس مقام کا حقدار بنا لیتے ہیں ۔مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ تھے خلافۃ اللہ میں وراثت کا کوئی مقام اور جواز نہیں ہے اور مہدی موعودؑ کی زندگی میں ہم دیکھ سکتے ہیں آپؑ نے بندگی

سید محمودؒ کو جو آپؑ کے فرزند تھے اپنے بعد وراثت خلافت کا حقدار نہیں بتایا اور نہ ہی قرار دیا' باوجود اس کے مہدویوں میں وراثت کا طریقہ رائج ہو گیا جس کے ہمارے سامنے آج بدترین نتائج رونما ہو رہے ہیں ۔مہدی موعود حضور ﷺ کے ولایت مخصوصہ کے خاتم تھے حضورؐ نے فرمایا' 'مہدی مجھ سے ہے میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کرے گا'' ظاہر ہے اس شرط پر ولی نہیں ہو سکتے' دیگر تمام ولایت کے دعوے وہبی وکسبی تھے جس کی منتقلی کی کوئی سند حضور سے نہیں ہے۔

مہدویہ اور تاریخ وجغرافیہ

مذہب کو جاننے کے لئے تاریخ وجغرافیہ کا جاننا ضروری ہے ورنہ مذہبی علم ادھورا ہو جاتا ہے۔یہ بات قرآن ہمیں سکھاتا ہے یہی وجہ ہے قرآن میں جہاں کہیں انبیاء و مرسلین کا ذکر آیا اُس علاقے کے معاشرتی وتہذیبی حالات کا قرآن نے ضروری ذکر کیا ہے۔اس لئے ہم نے یہاں بہت ہی مختصر کچھ باتوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھا۔کوئی بھی مذہب غیر آباد اور سنسان علاقوں میں پروان نہیں چڑھا' وہاں پر صرف رسم ورواج طور طریق ہی رہے۔اگر اسلام کو سمجھنا ہے تو ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کے زندگی کے حالات عرب کی معاشرت اور تہذیب وہاں کے قبایلی نظام اور جغرافیائی حالات کو سمجھے بنا نہیں سمجھا جا سکتا۔تاریخ عالم میں جب سے انسانیت کی ترقی نشو نما ہوئی ہے تاریخ کا مطالعہ ضروری رہا ہے۔آدمؑ کو زمین پر اُتارے جانے کے ساتھ ہی تاریخ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔حضرت آدمؑ کوہ ہمالیہ پر اُتارے گئے تو اُنہوں نے جب خدا کی عبادت کرنے کی درخواست کی تو اللہ تعالی نے اُنہیں ایک فرشتہ بھیجا جو اُنہیں مقام مکہ لے گیا جہاں پر آدمؑ نے حجر اسود نصب کیا اور ایک عبادت خانہ بنوایا' اس کے بعد آدمؑ نے اپنی 960 نوسو ساٹھ سالہ حیات میں 40 چالیس حج کئے یہ روایتیں بتاتی ہیں۔مگر آج کے کچھ انسانوں کو یہ بات حیران کن اور ناممکن نظر آتی ہے اُس وقت کے حالات کے لحاظ سے کہ ایک انسان اتنا طویل سفر ہمالیہ سے عرب تک پیدل کیسے کر سکتا ہے؟ لیکن مذہبی روایتوں کے علاوہ آج کے تحقیقی ثبوتوں نے اس بات کو ممکن ثابت کر دیا ہے کہ حضرت آدم کا قد کئی سوفٹ اُونچا تھا' پچھلے دوسو برسوں میں جو کھدائیاں ہوئی ہیں ان میں کچھ انسانی ڈھانچے اتنے طویل برآمد ہوئے ہیں کہ جن کا قد آج کے انسانوں سے بیس تیس گنا اُونچا اور لمبا ہوا کرتا تھا اور قرآن نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ قوم ھود بڑی قوی الجسہ تھی جنہوں نے پہاڑوں میں اپنے مکان بنائے تھے جس کی مثال اردن میں پیٹرا کے کھنڈرات ہیں اور اہرام مصر کو دیکھیں کیا آج کا انسان انہیں بنانے کا تصور کر سکتا ہے۔اور اس کی دوسری حقیقت یہ ہے کہ انسانی تہذیب تو براعظم ایشاء اور افریقہ تک تھی لیکن ! براعظم امریکہ کہ جس میں کینڈا چلی برازیل اور دوسرے ممالک ہیں وہاں انسانوں کی موجودگی کے آثار موجودہ یوروپ کے لوگوں کے پہنچنے سے پہلے کے ہیں' جبکہ براعظم ایشاء افریقہ اور امریکہ کہ درمیان گہرا طویل سمندر حایل ہے۔امریکی براعظم کے میکسیکو میں ایک ماین Mayan تہذیب ہے جو لگ بھگ تہذیب مصر کی جیسی ہے جن میں سونے چاندی کے ظروف کے علاوہ اہرام مصر جیسے قوی ہیکل اہرام امیزان کے جنگلوں کے بیچوں بیچ ملے ہیں جہاں پر آج تک انسانوں کی رسائی ممکن نہ تھی ۔اسے حال ہی میں ہوائی جہاز سے دیکھا گیا بعد میں محقق وہاں پہنچے' اور آج بھی کچھ ایسے قبایل وہاں

ہیں جن کومہذب دنیا سے کوئی واسطہ نہیں ہے یہی حال امریکہ کے ریڈ انڈین اور آسٹریلیا کہ ابورگینی قبایل کا ہے ۔سوال یہ ہے کہ یہ وہاں پہنچے کیسے اس کا جواب وہی قد کی اُونچائی اور لمبائی کے علاوہ ایک بات یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کے بالکل بعد اللہ نے حضرت نوحؑ کوکشتی بنانا سکھا دیا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ لوگ سمندر عبور کر کے ان براعظموں اور جزیروں تک پہنچے ہونگے ۔

اس مختصر تاریخی حقیقت کو بتانے کی ضرورت اس لئے ہے کہ مذہب کی تبلیغ وابلاغ میں انسانی ترقی ترویج اور تہذیبی اقدار کا کردار اہم ہوتا ہے مذہب وہیں ترقی کرتا ہے جہاں آبادیاں ہوں ۔حضرت ابراہیمؑ کے دور میں بابل نینوا ایران شام اور کنعان جو آج کا یروشلم ہے ایک مہذب متمدن آبادیاں تھیں جسے سمیریائی تہذیب کہا گیا ۔ان کے بعد موسیٰ کے دور میں مصر دنیا میں ایک ترقی پذیر علاقہ تھا جہاں پر ہریالی جنگل کھیتی بھی ہوا کرتی تھی ۔انسان متمدن ہونے سے پہلے دریاؤں اور ندیوں کے کنارے آباد ہونا پسند کرتا تھا یہی وجہ ہے دریائے نیل، فراط و دجلہ اور گنگا ندی اور چین کی ہوانگ ہوندی کے کنارے انسانوں کی آبادیاں پروان چڑھیں ۔اسی دور میں شام ایران اور اعراق متمدن اور ترقی پذیر تہذیبیں تھیں جہاں آتش پرستی خوب پھیلی اس کے ساتھ روم و یونان میں ستارہ پرستی اور بت پرستی کو عروج حاصل رہا اور جیسے جیسے وحدانیت کا بول بالا ہونے لگا بت پرست قومیں نقل وطن کر کے ہندوستان انڈونیشیاء تایوان اور تھائی لینڈ کی طرف منتقل ہوگئیں ۔طلوع اسلام کے بعد عرب کو مرکزیت حاصل ہوئی جس نے روم ایران ترکی افریقہ خراسان ہندوستان اس کے بعد ملیشیاء انڈونیشیا پر گہرے اثرات چھوڑے ۔یہی بات مہدویت کی وجہ بنی ہندوستان جہاں پر دنیا کے ہر مذہب کا اثر تھا وہاں پر اسلام کی بنیادی تعلیم معرفت الٰہی کو پیش کیا گیا جس کی انتہا طلب دیدار پر رکھی گئی ۔لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ ظاہری علوم اور تصوف کے ساتھ رسوم و بدعات کا مرکز علاقہ برصغیر بن گیا تھا وہاں رسم و بدعت کو مٹانے اور معرفت الٰہی کا درس دینے کے لئے مہدی موعود آخر الزماں خلیفۃ اللہ تابع محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا گیا ۔لہذا تاریخ عالم کے بڑے شہر اور آبادیاں جہاں کہیں ہوئیں انہیں تبلیغ وابلاغ کے لئے منتخب کیا گیا ۔اس کی مثال آج کا یوروپ اور امریکہ ہے جہاں پر دنیا کی مرکزی قیادتیں جیسے اقوام متحدہ ورلڈ بینک آئی ایم ایف جیسے اداروں کا ہونا ہے ۔اور اب دوسری تاریخ رقم ہو رہی ہے اب مرکز توجہ واقتدار ایشیاء یعنی چین روس کوریا جاپان بنتے جارہے ہیں ۔لہذا مہدویت کا ابتدائی مقام جونپور رہا جو علم دین و مذہب کا مرکز رہا بعد میں خراسان کو مرکز قرار دیا گیا جہاں علم اور عالموں کی بہتات تھی ۔حضور ﷺ کے زمانے میں مقام ابتدائے اسلام مکہ مکرمہ تھا مگر مدینے میں یہود و نصاری کثرت سے تھے جو اہل کتاب تھے ان کے درمیان اسلام کو سمجھانا اور سمجھنا آسان تھا کیونکہ وہ وحدانیت کی اصل کو سمجھنے کا ملکہ رکھتے تھے اسی لئے مرکز اسلام بعد میں مدینہ منور قرار پایا ۔اس کے بعد اسلام کی حکومتی قیادت بغداد دمشق منتقل ہوگئی ۔اگر سوال کیا جائے کہ مہدی کی بعثت کے بعد برصغیر اور دنیا کے ممالک میں کیا مذہبی تبدیلی آئی ؟تو جواب مورخوں سے پوچھنا پڑیگا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ گوڑ بنگال سے خراسان اور عرب تک مہدویت کا غلغلہ بلند ہوگیا تھا ۔مہدی موعودؑ کے بعد تین چار سو برس تک مہدویہ تعلیم طریقہ اور اعمال مشہور معروف اور شباب پر تھے ۔اُس زمانے کے حالات میں مورخوں نے لکھا ہے کہ جس کسی کو داڑھی ٹوپی اور شریعت

ایمان اسلام کی بات کرتے ہوئے دیکھتے تو اُس کے مہدوی ہونے کا گمان کرتے کیونکہ یہ شعار مسلمانوں کے دوسرے گروہوں میں نہیں رہ گئے تھے' یہی بات مہدوی ہونے کی پہچان بن گئی تھی۔ جب مہدویوں کے اعمال میں کمی آگئی اور مہدویت خاندانی وراثت تک محدود ہوگئی تو چند دنیا دار عالموں نے مہدویہ طریقوں کی نقل میں تعلیمات مہدی کو بگاڑ کرنئی جماعتیں اور طایفے بنانے شروع کردئے۔ دیوبندی تحریک' تبلیغی جماعت' جماعت اسلامی اس کی مثال ہیں' یہ جماعتیں مہدویت کے بہت بعد پیدا ہوئیں۔ تبلیغی جماعت کے سارے طریقے مہدویہ اعمال کے بگڑی ہوئی شکل کے ہیں' اور ابوالاعلی مودودی نے مہدی آخرالزماں کی اُس حدیث کی بنیاد پر کہ مہدی دنیا کا حکمران ہوگا اپنی جماعت اسلامی بنائی جس میں خود کو اُس اعلی مقام پر رکھا اور اپنی کتابوں میں لکھا کہ ''مہدی آتا ہے اور اپنا کام کر کے چلا جاتا ہے بعد میں لوگ اسے مہدی کہتے ہیں'' معنی میں مہدی ہوں بعد میں مجھے مہدی قبول کرو اسی بنیاد پر جماعت اسلامی نے پاکستان میں نظام مصطفیٰ قایم کرنے کی جدوجہد شروع کی جو آج تک جاری اور نا کام ہے۔ اور دیوبندیوں نے بھی مہدویہ دایروں کی شکل رہایشی مدرسے قایم کئے دین کی تعلیم کے نام پر اور ان مدرسوں کے ذریعہ اپنی لوگوں کو امیر المومنین بنانے کی بہت کوشش کی یہاں تک کہ ہندوستان میں انگریزوں کا ساتھ دیا اور مکہ سے فتوی منگوایا کہ انگریزوں کی حکومت دارالحرب نہیں ہے اور اس کے صلے میں حکومت انگریز سے موٹی موٹی رقمیں لیں اور وظیفے جاری کرائے' اشرف علی تھانوی کا وظیفہ ماہنا چھ سو 600 روپیہ مقرر تھا اُس زمانے میں ایک خطیر رقم تھی' اور برصغیر میں خصوصاً افغانستان میں شاہ اسماعیل کی تحریک کے ذریعہ خلافت قایم کرنے کی کوشش کی بعد میں عبیداللہ سندھی کے ذریعہ اس کوشش کو جاری رکھا۔ جب ہندوستان آزاد ہوا تو اپنی حکومت اور خلافت بنانے کی کوشش کو جاری رکھا اور افغانی پٹھانوں کو لاکر تربیت دی جو بعد میں طالبان کہلائے' جن کی آج حکومت ہے۔ جب ہم آزادی ہند کی تاریخ سے پہلے حالات کا مطالع کرتے ہیں تو ہمیں شاہ اسمٰعیل اور عبیداللہ سندھی کے پیچھے کونسے نظریات کارفرما تھے وہ صاف نظر آتے ہیں اور اس کی زندہ مثال طالبان ہیں' جیسے کہا دیوبندی جارحیت شدت پسندی مسلح جدوجہد کے ذریعہ حکومت بنانا چاہتے تھے جیسا ان کا مذہبی عقایدی رجحان تھا۔ مگر ہندوستان میں ابولاکلام آزاد' اقبال' جناح جیسے لوگوں کا بھی ایک طبقہ تھا جو مذاکرات بات چیت کے ذریعہ ایک مسلم ریاست کے حامی تھے جو ایک عوامی رائے عامہ کی مسلم ریاست کے حصول میں کوشاں رہے اور بعد میں اس میں وہ مغربی و شرقی پاکستان بنانے میں کامیاب ہوگئے اور دیوبندی طالبان کو ستر 70 برس کی جدوجہد کے بعد کچھ حد تک حکومت مل گئی اور آج بھی ان کی شدت پسند ظاہری حقیقت ہے۔ مگر دیوبندی مذہبی عقاید کو مہدویت سے شدید خطرہ تھا جب انہوں نے دیکھا کہ مہدویہ رہبر ورہنما خود پسندی شہرت کی طلب اور آپسی دھینگا مشتی میں مبتلا ہیں تو یہ ان کے طرف سے بے فکر تو ہوئے لیکن مہدویوں پر کفر کے فتوے لگانے کا سلسلہ جاری رکھا تاکہ ان کی حقیقت طشت از بام نہ ہوجائے' دیوبندی جب مسلحہ جدوجہد میں ناکام ہوگئے تو مسلمانوں کے دوسرے گروہوں پر اپنا قبضہ جمائے رکھنے کے لئے تبلیغی جماعت تشکیل دی اس طرح وہ تنظیمی و تبلیغی لحاظ سے وہ مسلمانوں کے دوسرے مسالک اور گروہ کو قبضہ میں رکھنا چاہتے تھے۔ اور مہدویوں میں رہبر و عالم تو نہیں رہے بے ڈھنگے

لوگ مہدویوں کے راہ بر بن گئےاورانہیں کے بدعقیدہ مدرسوں اور جماعتوں کی نقل کو دین و مذہب سمجھ لیا۔اور یہی ہےاصل ذہنی و عقایدی غلامی جس کا طوق جوآج کے بےعلم اور بدعمل لوگوں نے پہن رکھا ہے۔

راستہ سوچتے رہنے سے کدھر بنتا ہے سر میں سودا ہوتو دیوار میں در بنتا ہے جلیل عالی

حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ ہند کے سفر میں حج پر روانہ ہوتے وقت 360 مہاجرین کا ہونا بیان ہوا ہےان میں بندگی سید محمودؓ ہیں۔شاہ نظامؓ جو پہلے حج کر چکے تھے پھر سے آپؑ کے ساتھ حج پر گئے بندگی شاہ نعمتؓ اور بندگی شاہ خوندمیرؓ بعد حج اور پہلے دعوی مکہ کے آپؑ سے آ کر ملے ہیں۔حج سے واپسی کے بعد مہاجرین کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تقریبًا 2200 مہاجروں کا ہونا بیان ہوا ہے۔پہلے خلیفہ حضرت بندگی میاں سید محمودؓ کا وصال 918 ھ میں بھیلوٹ ضلع رادھن پور گجرات میں ہوا۔دوسرے خلیفہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی شہادت چاپانیر' سدرھاسن' پٹن' 930 ھ میں ہوئی۔تیسرے خلیفہ حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کی شہادت 935 ھ میں لوگڑھ شریف نز د پونہ ہوئی۔چوتھے خلیفہ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کا وصال 940 ھ انوندرہ کڑی میں ہوا۔پانچویں خلیفہ حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کا وصال 944 ھ بورکھڑہ بز رگ چالیس گاؤں میں ہوا۔34 برس بعد تک مہدی موعودؑ کا بہرہ آپؑ کے خلفاء تقسیم فرماتے رہے۔مہدی موعود علیہ السلام جونپور سے ہجرت کر کے فراہ مبارک میں وصال فرماتے ہیں۔لیکن آپؑ نے تمام صحابہؓ اور خلفاء کو واپس ہندوستان جانے کی ہدایت کی کیوں؟اس کی یہ وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ برصغیر میں مہدویت کا غلغلہ اتنا ہوا تھا کہ مہدویہ آبادیاں ایک سو 100 کے آس پاس ہو چلی تھیں ان کی تعلیم تربیت کا اہتمام ضروری تھا اس لئے شاید پانچوں خلفاء کا ہند میں موجود ہونا ہوا ہے۔ان خلفاء مہدی کے بعد بھی حضرت شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ حضرت میاں عبداللہ نیازیؒ جیسے تابعین نے تعلیمات مہدی کا بہرہ جاری رکھا۔ان کے بعد چار صدیوں تک مہدویت ایک معروف اور مشہور حقیقت تھی لیکن اس کے بعد اچانک اسے غیر معروف اور محدود کر دیا گیا کیوں؟اس کے وجوہات کا تلاش کیا جانا اس لئے ضروری ہے کہ کیا بعد میں آنے والے مصدقوں نے اپنی ذمہ داری نہیں نبھائی یا اغیار کی کوئی سازش کا یہ شاخسانہ ہے؟ آج کے حالات کے تناظر میں ہمیں تو پہلی وجہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ خاندانی رسہ کشی نام نمود اور متاع دنیا کی طلب اور تعلیمات مہدی کو درکنار کر کے علم ظاہری پر جس طرح زور دیا جا رہا ہے یہی بنیادی وجوہات ہیں۔

ہم نے مہدویہ آبادی کے جو اعداد و شمار یہاں بتائے ہیں اور اصحابؓ مہدی کا سفر ہجرت میں تعداد میں ہونا وہ سب 8 ہجری یعنی 14 اور 15 صدی عیسوی کے ہیں یعنی آج سے چھ سو برس پہلے کے جب ساری دنیا کی آبادی 30 سے 40 کروڑ کے درمیان تھی اور آج لگ بھگ دنیا کی آبادی 800 کروڑ ہے اس تناسب سے 20 گنا آبادی میں اضافہ ہوا ہے۔جس کے مطابق مہدئ موعودؑ کے ساتھ سفر ہجرت میں اگر ایک ہزار صحابہؓ تھے تو آج کے لحاظ سے 20 ہزار مانے جائیں گے۔جیسے پہلے کہا حج اور دعوی مہدی کے بعد مہدی موعودؑ کے ساتھ 2200 اصحابؓ کا ہونا بیان ہے اس کے مطابق لگ بھگ 45 ہزار افراد کا سفر ہجرت

میں ہونا مانا جائے گا۔ اور جب سفر ہجرت میں اتنے لوگ ساتھ تھے تو بیان کی گئی 100 آبادیوں میں اگر دو ہزار افراد ہی مان لیں تو یہ تخمیناً دولاکھ مہدوی آبادی حضرت مہدی موعودؑ کے دور میں ہی ہو چکی تھی۔

اور ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ مہدی موعودؑ جب قطعہ ہند میں اصلاح و تبلیغ میں ہجرت کررتے ہوے جب حج پر روانہ ہوئے تو اصحاب کی تعداد 360 تھی مکہ مکرمہ دعوی مہدی کے بعد 2200 یا اس سے زیادہ مہاجروں کا ساتھ ہو جانا بتاتا ہے کہ لوگوں میں آپؑ کا مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ ہونا یقینی ہو چکا تھا۔ حج سے پہلے لوگ مان چکے تھے کہ یہ مہدی ہیں' یہاں حدیث مبارک کہ'' مہدی کو لوگ پہچان لیں اور ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے کہ یہی مہدی ہیں'' بھی صادق آتی ہے۔ مکہ میں دعوی کے بعد واپس ہند احمد آباد میں دوسرے اعلانیہ دعوی کے بعد اچانک مصدقوں کی تعداد میں اضافہ بتا رہا ہے کہ ان کا یقین پختہ ہو گیا تھا۔

اللہ کے رسول خاتم الانبیا ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہا جمعین وہ جو مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ پر ایمان لائے بعد میں انصار کی جماعت بھی آپ ﷺ کے صحابہؓ بنے ان کے علاوہ اطراف واکناف مکہ ومدینہ کے علاوہ جو لوگ آپ ﷺ کے حضور پہنچ کر ایمان لائے۔ یہ صحابہؓ وہ تھے جو مہاجرین میں بھی تھے اور دوسرے گروہوں سے بھی تھے جن کی تعداد بے شمار ہے اور محدثوں اہل سیر نے ان کے نام بھی بتائے ہیں۔ **مگر! صحابہ مہدی کا معاملہ تھوڑا مختلف ہے چونکہ آپؑ کو حضرت خضرؑ کے ذریعہ آپؑ کے مقام اور مقصد بعثت کے تعلق سے کھوکھری مسجد میں امانت رسول اللہ ﷺ کو حوالے کرتے ہوئے بتادیا گیا تھا لیکن دانا پور میں حضرت بی بی الہ دیتی کو بھی آگاہی ہو چکی تھی اس کے باوجود آپؑ کے صحابہؓ میں صرف انہیں لوگوں کے نام ملتے ہیں جو روز اول سے ہجرت میں آپ کے ساتھ تھے جبکہ تیسرے مقام چندیری سے ہی لوگوں کا اژدھام آپؑ کے اردگرد ہونے لگا تھا اور بہت سارے لوگ آپؑ کے ساتھ سفر میں بھی رہے مگر وہ کچھ دور ساتھ ہوتے پھر اپنے مقام قیام کے طرف لوٹ جاتے یہاں تک کہ بندگی میاں شاہ دلاورؓ بھی حالت جذبہ میں پیچھے رہ گئے جب ہوش آیا تو معلوم ہوا میرانؑ حج کو چل پڑے ہیں اور بندگی دلاور اس کے باوجود تلاش میں چلتے رہے یہاں تک کہ مہدیؑ کی حج سے واپسی پر احمد آباد میں جاکر مل گئے۔ آپ کے پہلے صحابہؓ میں حضرت میراں سید محمودؓ اور بندگی میاں شاہ دلاورؓ ہیں ان کے بعد میاں سید سلام اللہ جو آپؑ کے ماموں تھے اور میاں شیخ بھیک کا ذکر ملتا ہے جو چندیری یا اس سے پہلے آپؑ سے ملے ان کے بعد میاں الہداد حمیدؓ مانڈو میں ان کے بعد میاں شاہ نظامؓ اور میاں شاہ نعمتؓ ہیں اور قاضی علاالدین بدری ہیں۔ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ حج سے واپسی کے بعد آپؑ سے وابستہ ہوئے اس طرح آپؑ کے صحابہ کا نام بہت کم درج ہوا جبکہ حج سے قبل ۳۶۰ اور بعد میں سفر ہجرت میں کئی ہزار صحابہؓ آپ کے ساتھ فراہ میں وصال تک ساتھ رہے۔**

نبوت سے پہلے مکہ مکرمہ مرکز عبادت بھی رہا مرکز تجارت بھی' اس کا محل وقوع بہ نسبت مدینہ منورہ کے جدہ (سمندر) سے قریب رہا' جہاں سے افریقہ یمن مصر سے تجارتی روابط تھے' اور عرب کے مشرقی حصہ میں اعراق شام اور ایران سے رابطے تھے' لیکن ہجرت نبوی کے بعد مدینہ منورہ مرکز توجہ اور حکمرانی بن گیا۔ حضو ﷺ کے بعد کئی صدیوں تک مرکز اسلام رہا ہے لیکن

!حضورﷺ نے اپنی حیات مبارک میں فراصت نبوت کے لحاظ سے مکہ فتح کرنا ضروری خیال کیا۔اس کا ایک مقصد کہ آپؑ کے جدامجد حضرت اسماعیلؑ کا وطن تھا اور عرب کا مرکز عبادت بھی تھا مرکز تجارت بھی موحدوں اور مشرکوں دونوں کے لئے ،اور سب سے بڑھ کر مرکز تہذیب عرب تھا'اس طرح مکہ پر فتح سارے عرب اوراطراف واکناف کی سرحدوں کی مملکتوں پر سیاسی فتح کے مانند تھی' کہ جس نے مکہ فتح کرلیا اس نے مشرق وسطیٰ فتح کرلیا اور ہوا بھی یہی حدود عرب سے ملحق تمام حکومتوں کے کان کھڑے ہوگئے'اوراس کے بعد تاریخ رقم ہوتی چلی گئی اسلامی مملکت کی سرحدیں روم بازنطین ایران سے تجاوز کرگئیں۔باوجوداس کے مرکز روحانیت مکہ ہی رہا مدینہ اسلام کا پایہ تخت ہونے کے باوجود مکہ کی حیثیت مرکزی رہی۔حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں کمال دوراندیشی سے مرکز حکمرانی مدینہ سے کوفہ منتقل کردی'ان کے بعد حضرت ماویہؓ نے اسلامی حکمرانی کے دارالخلافہ کا مرکز دمشق بنادیا۔اس میں دو مصلحتیں نظر آتی ہیں کہ اسلام کے روحانی مراکز مکہ اور مدینہ کو بیرونی حملوں اور سازشوں سے محفوظ کردیا جائے'اس لے ہم دیکھتے ہیں کہ بعد میں مسلمانوں میں جو انتشار اور افراتفری کی حالت پیدا ہوئی اس کے اثرات اعراق شام اور ایران پر زیادہ پڑے بہ نسبت مکہ اور مدینہ کے'ہاں البتہ 650 سنہ عیسوی کے دور میں حجاج بن یوسف نے مکہ پر یورش کی اور کعبہ کو نقصان پہنچایا۔حضورﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے پچیس برس بعد مدینہ کی ولایت اعراق منتقل ہوگی۔اس طرح اللہ کی جانب سے مکہ اور مدینہ محفوظ ہوتے چلے گئے'اور قرآن حدیث علم الفقہ تفسیر اور حدیث تاریخ ودیگر علوم کے مرکز مکہ مدینہ بنتے چلے گئے'علم دین حاصل کرنے والوں کا رخ ان دو مراکز کی طرف ہوتا تھا۔**مہدویہ معاشرے میں بھی یہ بات دیکھنے کو ملتی ہے کہ مہدویوں میں جونپور اور فراہ مبارک کے بہ نسبت مہدویوں کی توجہ کا مرکز خلفائے مہدی موعودؑ کے دایرے بن گئے جہاں سے اسلام ایمان اور احسان کی تعلیم دی جانے لگی۔** لیکن جب سلطنت عثمانیہ حیدرآباد سلطنت خداداد سری رنگاپٹن اور حکومت بہمنی کے زوال کا دور شروع ہوا تو مہدویہ اہل علم اہل ارشاد اور رہبروں نے عام مہدویوں میں جو بے چینی اور انتشار پیدا ہونے لگا تو اس کی روک تھام اور سدباب کے بجائے خاندانی اور ذاتی اور سطحی مسایل میں خود الجھ گئے'اور عوام کو بھی الجھادیا اس دوران جو مذہب وعقیدے میں علم وعمل کی کمی واقع ہونے لگی اس کی طرف دھیان نہیں دیا اور جب یہ کمی پورے شباب پر پہنچی تو دیر ہو چکی تھی اسے قبول کرنے اوراس کی کو پورے کرنے کے بجائے عوام کو یہ سمجھانے اور باور کرنے لگے کہ ہم جو کہہ رہے ہیں اتنا کرو بس اس سے زیادہ نہیں'اس کے علاوہ جو تھوڑے بہت اہل علم نے اصلاح کی کوشش کے لے عوام کو تحریر اور اعمال کے ذریعہ جگانے کی کوشش کی تو حقہ پانی لے کر ان کے پیچھے پڑگے کہ کاسب ہوکر دین کی باتیں کیوں کرتے ہو یہ ہمارا علاقہ مخصوص ہے۔اس طرح نا خود اصلاح وتصحیح کی کوشش کی نا ہی دوسروں کو کرنے دیا مگر ان کی ان خرافات کا پول جب کھلا جب دوسرے فرقوں کی بے دین اور بدعقیدہ جماعتیں اپنے قدم جمانے لگیں تو یہ ہکابکا رہ گے'چارونا چار انہیں کے مدرسوں میں اپنے وارثوں کو سند ودستار دلانے بھیج دیا'جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے وارث نا پورے مہدوی رہے نا انکار کرنے والے آدھے تیتر آدھے بٹیر بن کر آگے انہیں مہدویت کا علم ہونا تو درکنار اسلام سے بھی پوری واقفیت نہیں ہوتی'انہیں مہدویت کا بس اتنا

علم ہے کہ مہدی موعودؑ ان کے خلفاء چند صحابہؓ بزیارت بہرہ عام چند نقلیات کا یاد کرلینا ۔تعلیمات مہدی حالات مہدویہ مذہب مہدویہ عقاید مہدویہ اُصول مہدویت نوبت ذکر کثیر ذکر دوام اور سلطان الیل ,سلطان النہار میں انہیں فرق نہیں معلوم ہے اور ترک حب دنیا عزلت از خلق صحبت صادقین ہجرت ظاہری وباطنی کا انہیں علم ہی نہیں ہے طلب دیدار تو بہت بڑی بات ہے' طلب دیدار کی متعلق دریافت کرنے پر ان کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں' لرزہ طاری ہوجاتا ہے اور آج تک یہی حال ہے ۔محض چند لوگ ہیں جوان باتوں کو جانتے یا اس کا علم رکھتے ہیں اور وہ خاموش ہیں' وگرنا آوے کا آوا خودنمائ ریا کاری اور دکھاوۓ میں مست مگن ہے ۔ایک طرح سے مہدوی عوام پر غمال بنی ہوئ ہے ۔ایسی حالت میں حضورﷺ کا فرمان یاد آتا ہے' کہ قرب قیامت یہ حال ہونے والا ہے اور آپؐ نے آگاہ کردیا تھا تو صحابہؓ نے عرض کیا ایسے پرآشوب دور میں کیا کیا جانا چاہے تو فرمایاؐ ''اپنے اپنے ایمان کی حفاظت اس طرح کرو کہ جیسے ہاتھ میں انگارہ یا شعلہ ہو اگر ہاتھ میں رکھو گے تو وہ جلا دیگا اس لۓ اس انگارے کو اس ہاتھ سے اس ہاتھ بدلتے ہوۓ چلے جانا تا کہ ایمان بھی سلامت رہے اور ایمان کا شعلہ بھی بجھنے نا پاۓ'' ۔مہدی موعود کے وصال کا وقت جان کر بندگی شاہ نعمتؒ رونے لگے مہدی موعودؑ نے فرمایا ''میاں نعمتؒ یہ وقت رونے کا نہیں ابھی بندہ تمہارے درمیان ہے' رونے کا وقت وہ ہے جب بندہ تم میں نہیں رہیگا'' ۔معنی اسلام ایمان احسان تعلیمات مہدی پر جب لوگ عمل کرنا چھوڑ دو گے ۔

حضرت علیؓ عم زاد رسولؐ تھے داماد تھے فاتح خیبر تھے چوتھے خلیفہ تھے ان کا تقدس واحترام مسلمانوں پر لازم ہے مگر یہ تقدس واحترام ختم نبوت کی حدوں کو چھونے یا پار کرنے لگے تو احتیاط ضروری ہے اللہ تعالی نے اپنے بعد اپنے رسولﷺ کا تقدس و احترام روا رکھا ہے باقی تمام باتیں جزوی وقیاسی ہیں ۔اگر تقدس محمدؐ کی حد سے بات تجاوز ہونے لگے تو سمجھ لیا جانا چاہے کہ نفس نے یا ابلیس نے اپنا کام شروع کردیا اور ہمارا ایمان ڈگمگانے لگا ہے یا بگڑ رہا ہے ہم اشترا کیت کی طرف راغب کۓ اور دھکیلے جارہے ہیں جو پہلے بدعت بعد میں شرک کا رنگ اختیار ہونے لگتا ہے ۔آیت اللہ کے معنی اللہ کا کلام' اللہ کا حکم ہے' اہل تشیع ان کے عالموں اور رہبروں کو آیت اللہ کہتے ہیں معنی ان کے عالم یا امام اللہ کا حکم اور حجت ہیں جو کہ فاسد عقیدہ ہے' ایسا پہلے عیسایوں میں تھا پوپ یا فادر خدا کا قایم مقام یا حکم ۔شیخ کی جمع مشائخ ہے مہدویوں میں میاں میراں برادر جیسے الفاظ بولے جاتے تھے مشائخ کا لفظ مہدویوں میں پہلے نہیں تھا یہ بعد کی اختراع ہے ۔جیسے کہا شیخ کی جمع مشائخ ہے' شیخ کے معنی عالم دین چند چیدہ چیدہ علوم دین میں مہارت رکھنے اور عمل کروانے والا' اگر بغور مہدویہ کے پچھلے سو برس کا جایزہ لیں تو ایسے ماہر علم دین کے شیخ کا دور دور تک پتہ نہیں چلتا باوجود اس کے' آج جن لوگوں نے شان رسول ومہدی میں گستاخیاں کیں ان کی اولادوں کو ضد ہے کے انہیں ذلالت علم سمجھا جاۓ ۔ اہل تشیع میں بہت ساری اضافتیں عقاید فاصدہ صرف اہل سنت کی عناد مخالفت میں اختیار کرلیں وہ اس ضد بحثی میں اس قدر آگے بڑھے کے سنت رسولﷺ کو پس وپشت ڈالدیا' یہاں تک کہ منصب ومقامات کو تقدس واحترام کا درجہ دےدیا ۔مثلاً شہر نجف اعراق کا معروف شہر ہے جہاں حضرت علیؓ کا مدفن ہونا بتایا جاتا ہے' جبکہ اپنی حیات مبارک میں حضرت علیؓ کو خارجیوں سے خطرہ تھا اس لۓ

اپنے خاندان والوں سے کہا کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے جائے مدفن کو پوشیدہ رکھنا کیونکہ خوارجی اور اسلام دشمن عناصر میرے مردہ جسم کے ساتھ بے حرمتی کر سکتے ہیں یا میرا مثلہ بنا سکتے ہیں لہٰذا ایسا ہی کیا گیا اور حضرت علی کا مدفن سوائے اللہ کے کسی کو نہیں معلوم کہاں ہے' خلیفہ ہارون رشید ایک سفر میں تھا کہ وہاں مشہور کیا گیا کہ یہاں اُونٹ اس لئے نہیں چرتے کیوں کہ یہ حضرت علی کا مدفن ہے ۔خلیفہ نے ادب میں وہاں ایک روضہ بنا دیا اور شیعہ نے اسے ہی حضرت علیؓ کا جائے مدفن قرار دے دیا اور اس ابہام کو حقیقت بنا دیا' اور اس شہر نجف کو اتنی اہمیت دی گئی کہ مدینہ منورہ کی اہمیت کم پڑ جائے جو اہل سنت کا مرکز تھا' اس شہر کی سجاوٹ بناوٹ میں دولت تزیئین وآرایش کے تمام سامان مہیا کر دیئے گئے اسے خوبصورت اور دلکش بنانے میں' تا کہ حضرت علی کی نبوت کے عقیدے کو مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے' اور ایسی ایسی روایات گھڑی گئیں کہ یہ شہر مقدس ترین بن جائے' جیسے یہاں حضرت نوح علیہ السلام کا کنواں ہونا مشہور کر دیا کہ جس سے پانی اُبلا تھا اور طوفان بن گیا تھا' اور اس کنویں کے پانی کو زم زم جیسا مقدس مشہور کر دیا' اور کہا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بڑا میدان ایک مقدس قبرستان کے لئے خرید کر چھوڑا تھا اور یہاں دنیا کا سب سے بڑا قبرستان ہے وہ وہی ہے جس کے بارے مشہور ہے کہ یہاں دفن ہونے والا سیدھا جنت میں جاتا ہے اور اس قبرستان میں چالیس ہزار نبی دفن ہیں' یہ سب کچھ مدینہ کے جنت البقیع کی اہمیت کم کرنے یا حضورﷺ کے برابر بتائے جانے کا طریقہ تھا' اور کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت آدمؑ بھی رکے رہے' اور تو اور معراج کے دن آسمانوں کے سفر سے پہلے یہاں پر جبرئیل علیہ السلام نے حضورﷺ کو لا کر دو رکعت نماز بھی پڑھائی' اور یہاں مدت تک عیسیٰ بھی رکے رہے' اور اس قبرستان میں جب بارش ہوتی ہے تو بارش کے قطرے لال و گوہر بن جاتے ہیں جنہیں نگینہ بنا کر انگوٹھی میں پہن لینے سے نجات ملتی ہے اور برکتیں نازل ہوتی ہیں ۔ان باتوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نجف کا مقام مدینہ منورہ سے کتنا مقدس بنایا گیا ہے ۔اور کربلہ کی مٹی کی ٹکیہ بنا کر شیعہ اس پر سجدہ کرتے ہیں کہ یہ روئے زمین کی سب سے پاک مٹی ہے' ان تمام باتوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علیؓ کا مقام حضورﷺ سے کتنا بڑا بنایا گیا ہے ۔دراصل جسے آج ہم اعراق شام ایران کہتے ہیں وہ کسی زمانے میں سمیریا کہلاتا تھا جہاں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے' اور یہی علاقہ نمرود کا بھی تھا جو دنیا کی سب سے پہلی تہذیب بھی کہا جاتا ہے ۔اب ہم بحیثیت مہدوی غور کریں حضورﷺ نے اپنے بعد ختم نبوت کا اعلان کر دیا مگر صرف ایک خلیفۃ اللہ اور تابع تمام رسول اللہ کے آنے کا وعدہ کیا' اور مہدی موعودؑ نے کبھی ذات خدا کے کسی کو اہمیت نہ دی اور اپنا مذہب قرآن اور سنت رسول عربیؐ کہا' آپؑ کے کسی قول وبیان میں کسی شخصیت یا خاندان کی اہمیت نہیں بتائی جبکہ خود آل فاطمہؓ میں تھے ۔اور دعوی مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ جانے کے لئے سواریوں کا کرایہ ادا کر دیا' اللہ کے رسولﷺ سے حکم آیا کہ' ہند جاؤ وہاں ضرورت ہے' اصلاح وتبلیغ کی ۔اس طرح سنی اور شیعہ کی یہ خلیج نجف میں صاف دکھائی دیتی ہے ۔دنیا بھر سے مسلمانوں کے حج پر جانے کے خوب چرچے ہوتے ہیں' کیا کبھی اہل تشیع کے فرقوں اور گروہوں میں حج کو جانے کا غلغلہ یا جوش وخروش دیکھا ہے حالانکہ وہ بھی حج کرتے ہیں لیکن ان کا مرکز توجہ کربلہ ۔نجف ۔مشہد ۔شیراز ۔کاظمیہ (بغداد) اور سامرا جانا فضیلت کا باعث ہے یہاں جائے

بغیر وہ حج نہیں کرتے ۔کل ملا کر اہل تشیع کے یہاں خدا پرستی سے زیادہ قبر پرستی کی اہمیت ہے ۔ہمیں کسی بھی مذہب وعقیدہ کے متعلق مخالف بیان کا حق نہیں ہے لیکن برادران قوم کو حقیقت سے آگاہ کرنا اصلاح کرنا ہے' کہ علی علیہ السلام' مولا علی کہنے سے پہلے حقیقت کو بھی جاننے کی کوشش کریں ۔یوں تو ہر قوم مذہب فرقہ میں کمیاں زیادتیاں برائیاں ہوتی ہیں اُن کا روکا جانا ہی اصل تبلیغ واصلاح دین ۔دنیا میں اسلام کے علاوہ کافر مشرک دہریے بت پرست سبھی ہیں مگر یہ بات کتنی حیران کن ہے کہ ایک واقعہ کربلا کو بنیاد بنا کر تقریباً 14 سو برسوں سے ماتم آہ وبکا جود کو مجروح کرنا واویلا کرنے کا طریقہ دنیا کسی قوم میں نہیں ہے جیسا کہ شیعہ میں اور ان کی مخالفت کافر ومشرک سے نہیں بت پرستوں سے نہیں صرف مسلمانوں سے ہے اور صحابہؓ رسولؐ سے ہے ۔شیعہ کے عقاید کی بنیاد صرف غم واندوہ ماتم اور سینہ کوبی پر ہیں اس کے علاوہ علم یا معرفت الٰہی سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور سب سے بڑھ کر شخصیت پرستی ان کا مذہبی عمل ہے ۔

ساری دنیا میں اس وقت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ کے نبی اور آخری رسول وپیغمبر ماننے والوں کے کئی فرقے اور گروہ ہیں ۔ پہلے ہم سنی کہے جانے والے مسلمانوں کے بنیادی عقاید کو دیکھتے ہیں ۔سنی مسلمان اُس کو کہا جاتا ہے جو حضور ﷺ کے تمام صحابہؓ کا بلاتفریق قربت وخاندان نبوت ادب ولحاظ کرتا ہے ان کی تقدیس واحترام کرتا ہے خصوصاً خلافائے راشدین جیسے حضرت ابو بکرؓ حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰؓ کے درمیان کسی قسم کی تفریق یا بدعقیدگی کے انہیں خلیفہ رسول ﷺ ماننا ہے ۔دوسرا عقیدہ یہ کہ ان کے بعد جو تابعین کا طبقہ آیا انہوں نے قرآن وحدیث کو سمجھانے اور احکام قرآن وشریعت پر عمل کرنے کے لئے آسانی سے جو اُصول سکھائے یا سمجھائے جسے علم الفقہ کہا اس پر عمل کرنے والوں کے گروہ بنے جنہوں نے ان کے بتائے طریقے اور اعمال کو پسند کیا جیسے حنفیہ' شافعیہ' مالکی اور حنبلی جو ان عالموں یا اماموں کے نام سے مشہور ہوئے ان گروہوں کو بھی سنی کہا جاتا ہے اور ان کے علاوہ تابعین اور تبہ تابعین میں مفسرین محدثین علم الکلام کے عالم یا امام بنے ان کی کتابوں تفسیروں حدیثوں پر عمل کرنے والے بھی سنی کہلائے جاتے ہیں اور جو صوفیا یا علمائے طریقت جنہوں نے دین میں عمل کی راہ کو اختیار کیا وہ بھی سنی ہیں ۔ان کے بعد دین اسلام میں کچھ گروہ پیدا ہوئے جنہوں نے آیمہ مفسرین محدیثین کی آراء سے اختلاف کیا وہ بھی سنی مسلمان ہیں ۔ان کے بعد ایک ایسا دور آیا جس میں علماء وصوفیا میں ٹکراو ہوا باوجود اس کے وہ سنی مسلمان ہی رہے جو بعد میں چل کر جھوٹے اور دکھاوے کے علماء اور جاہ وحشمت حکومت وطلب متاع دنیا میں ہر وہ طریقہ اختیار کیا جس سے اُمت میں انتشار بے چینی کی فضاء پیدا ہوگئی اور اپنے مخالفین اور مسلمانوں پر اپنا تسلط قایم رکھنے کے لئے حاکموں کی پشت پناہی کی ظلم وبربریت کو بڑھاوا دیا جھوٹے فتوے دئے حق کو ناحق سے خلط ملط کرنے کی کوشش کی اُسی طرح تصوف کے سلسلوں میں جھوٹے بدعمل اور جاہل صوفیوں نے بدعات رسوم کو اتنا بڑھاوا دیا کہ مسلمان شرک کے قریب ہونے لگے اور طرح طرح کی جاہلانہ طریقہ رسمیں عقیدے اور گروہ بنالے مگر کہلائے سنی ہی ۔مگر گیارہویں صدی ہجری کے بعد مسلمانوں کی اصلاح وتجدید کے نام پر کچھا ایسے گروہ اور جماعتیں پیدا ہوئیں جن کا اسلام یا تو صرف قرآن پر تھا یا حدیث پر ان جماعتوں نے اسلام کی شناخت کی بنیاد صرف ظاہری اعمال پر رکھی اور اس کے لئے ان جماعتوں

کے اندر ایسے لوگ پیدا ہوئے جو خود خلیفۃ المسلمین کے مدعی ہوئے یا کہلوانا چاہتے تھے ان میں جو عالم بنے انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کی نبوت کی ختمیت کا درپردہ انکار کیا اور جب ان جماعتی گروہوں نے لوگوں میں اثر واقتدار کے آثار دیکھے تو قرآن وحدیث کے بیانوں کو اپنے بیانوں سے ہم آہنگ کر کے کچھ نئے عقاید کی تعلیم غیر محسوس طریقہ پر شروع کی ان کا مقصد صرف ان کی شیخ الاسلامی اور علمی مہارت کا لوہا منوانا تھا اس کے علاوہ دین اسلام ایمان سے ان باتوں کا کچھ واسطہ نہ تھا ان کوششوں میں انہوں نے اپنی شناخت قایم رکھنے کے لئے لوگوں کی چال ڈھال رکھ رکھاو لباس ظاہری حلیہ بدل دیا اور یہ باور کرنے لگے کہ یہی اسلام ہے اس کے علاوہ اسلام ہے ہی نہیں اس کوشش میں ان کا نشانہ یا حدف رسم وبدعت قبر پرستی اور بدعت میں مبتلاء بے عمل صوفیا کے طریقہ پر عمل کرنے والے تھے۔ان جماعتوں یا گروہوں کا کسی مسلک تصوف کے گروہ سے کوئی واسطہ نہیں ہے ان کا ماننا یہ ہے کہ جو ہم کہہ رہے ہیں وہی حق ہے باقی سب کچھ بیدینی ہے۔ان کا نہ رہبر ہے نہ پیشوا نہ کوئی مخصوص امام یا طریقہ یہ بس ایسا ہے کہ قرآن پڑھو حدیث پڑھو جس کو جیسا سمجھ میں آئے عمل کرو اور دنیا حاصل کرنے کے لئے تقوی پرہیزگاری یا اخلاص نیت کی ضرورت نہیں اس طرح دین الگ اور دھندا الگ والا اسلام رایج ہوگیا۔آج سنی اسلام کی دھڑوں میں بٹ گیا ہے بریلوی دیوبندی وہابیہ سلافیہ جماعت اسلامی جو مصر کی اسلامی برادرہوڈ کی شاخ ہے۔ان تمام میں روافضہ کی طرح ایک فرق قدیم ہے وہ ہے عبادیہ جن کی کثرت سلطنت عمان میں ہے جو خوارجی وجہمیہ کا ملا جلا عقیدہ۔آج عمان ایک ملک ہے یمن ایک الگ ملک ہے یمن میں سنی اور شیعہ دونوں ہیں۔اور آل سعود خاندان اور شیعوں کی موجودہ جنگ یمن کے تعلق سے ہے یہ مذہبی نہیں خاندانی وعقایدی جنگ ہے۔

مذہب وعقیدہ کی طرح مسلمان فرقوں میں لباس کی بھی بڑی اہمیت ہے ہندوستان میں جس نے ہرا شملہ پگڑی صدریہ سرمہ لگائے وہ بریلوی اور ان میں کچھ خاص مختلف قسم کی ٹوپیاں بھی ان کے الگ گروہوں کی پہچان ہیں اور روضہ قبر چادر صندل ان کے اعمال ہیں بھلے فرایض ادا ہوں کے نا ہو۔تبلیغی کی پہچان جبہ پاجامہ دو پلی ٹوپی اور داڑھی کا ہونا ضروری جو ان کے سنت کی پہچان ہے بھلے دوسری سنتوں کو پامال دنیاوی معاملات میں سنت کی دھجیاں اڑا رہے ہوں ان کے لئے داڑھی سنت رہ گئی ہے۔اہل حدیث ان کا پاجامہ ٹخنوں کے اوپر ہونا ضروری ہے اور داڑھی جتنی لمبی اگتی ہے اگتی رہے اور ان کا خیال ہے کہ قرآن بعد میں حدیث پہلے ان کی نظر میں دیوبندی اور تبلیغی وہابی کی طرح سارے مسلمان بدعتی بس یہی مسلمان۔دیوبندی یہ سمجھتے ہیں کہ علم اور دین کی ساری اساس بس انہیں کے پاس ہے دوسرے مسلمانوں کے پاس گویا علم اور دین ہے ہی نہیں بلکہ ان کے ایک عالم نے کہا تھا کہ دیوبندیوں کی وجہ سے حضور ﷺ کو دین کا علم اردو میں سمجھنا آیا۔وہابی جب تک عرب میں رہتے ہیں عبایہ توب عود لوبان دین ہے جب مغربی مما لک پہنچتے ہیں تو سب غایب سوٹ جینز عریانی بے حیائی شراب کباب جایز۔ایسا نہیں کہ مہدویوں میں ڈریس کوڈ نہیں ہے خاندانی وراثت کی نشانی شملہ پگڑی شیروانی اور آج کل سنہری رنگ یا مٹی کے رنگ کا انگرقہ پہننا رشد وہدایت عالم فاضل معلم دوراں ہونے کی علامت اور چال ڈھال بھی بدل جاتی ہے یہ سب چونچلے دوسروں کی دیکھا دیکھی اختیار کئے گئے ہیں۔ہمارے

بزرگ معمولی لباس اور صافہ باندھ کر زندگی گزار لیتے تھے انہیں ہمہ وقت اللہ کی موجودگی کا احساس ہوتا تھا آج 'میں' حاضر اللہ غایب ہے۔

سنی اسلام کے علاوہ جو دوسرا اسلام اُبھرا وہ اہل تشیع یا روافضہ کا اسلام ہے جس میں بے شمار گروہ ہیں اسماعیلی جن میں سات اماموں کا سلسلہ ہے جو قرامطی ہیں۔ نظاری ان میں دذ جواب ختم ہوگیا ہے۔ مستعلی ان میں طیبی بوہرہ' ان بوہروں میں داودی' جوان بوہرہ' سلیمانی بوہرہ' علوی بوہرہ' حیطہ اور اطباع الملک بوہرہ۔ ان کے بعد جعفری شیعہ جن میں بارہ امام والے علوی اور علاوی ہیں۔ بارہ اماموں اثناء اشریہ میں اکبری' ان میں شیخی ہیں اور اُصولی الگ ہیں۔ احمدیہ اور آغاخانی الگ ہیں۔

یہاں یہ تفصیل بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ ان تمام مسالک گروہوں جماعتوں کی توثیق وتصدیق اللہ کے رسول ﷺ سے نہیں ہے معنی ان کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ سے کوئی پیشن گوئی اشارہ یا وعدہ نہیں ہوا ہے یہ گروہ اور جماعتیں اُمت نے خود بنائی ہیں یا اختیار کر لی ہیں جن کی قرآنی سند یا احادیث میں ان کا بیان نہیں ہوا ہے۔

البتہ ! گروہ مہدویہ یا دوسرے معنوں میں مہدی موعود آخرالزماں کی جماعت گروہ یا قوم کا نہ صرف ذکر اور وعدہ قرآن میں ہوا ہے بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے احادیث میں ان کا ذکر بھی کیا تعریف وتوصیف بھی کی ہے جسے ہم نے اس سے پہلے یا بعد یہاں سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حق کیا اور ناحق کیا۔ ہاں مگر! اس بات کو سمجھنے کے لئے آج کے مہدویہ معاشرے یا رہبری میں اس جماعت قوم کے اعمال اور اخلاق کو نہ سمجھا جاسکتا ہے نہ دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے اسلاف مہدویہ کا کردار اخلاق حسنہ اعمال و احوال ہی دلیل بن سکتے ہیں۔ ہاں مگر! اگر مذہبی و خاندانی سیاست اور تعصب میں بندگیمیاں شاہ دلاورؒ اور بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے دایروں کو ختم نہ کیا جاتا اور ان کے بہرہ کو جاری رکھا جاتا تو آج مہدویت کا منظر نامہ بڑا درخشاں ہوتا' جس خاندانی عصبیت وتعصب نے ایسا کیا اُس کا وبال آج انہیں پر اس طرح پڑ گیا ہے کہ رہبری کے کچھ وراثتی گدی نشیں مہدویت کی بنیاد کو ختم کرنے کے لئے اغیار سے مالی منفعت شہرت اور متاع دنیا کا نفع حاصل کرنے آئے دن دایروں میں نت نئی بیدینیاں اور انتشار پھیلانے کا باعث بن گئے ہیں جن کے ساتھ منافقوں کا ایک ٹولہ ہے۔

اسلام کے معنی سپرد کرنا Surrender دینی اصطلاح میں خود کو اللہ تعالی کے حوالے کر دینا' surrender to will of Allah swt اگر تعلیمات مہدیؑ میں غور کریں تو یہی اصل اسلام ہے جس کے ہر طریقہ تعلیم میں اللہ کے تئیں خود سپردگی کی تربیت ہے جیسے تقوی' توکل' ترک علایق' ترک دنیا' ذکر دوام صحبت صادقین ہجرت ظاہری و باطنی جو انسان کو دنیا متاع دنیا سے الگ کر کے اسے بندہ بنے رہنے کا درس دیتی ہے اور یہی اصل اسلام ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جو سابقون واولون اور اصحاب صفہ کی زندگی کی یہی روش رہی انہوں نے اپنی جانوں مالوں کے ساتھ خود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کر دیا تھا اور تمام مشقتوں مصیبتوں رنج والم مصائب جلاوطنی کو دلوں سے قبول کر لیا اور تا حیات اس پر قایم ودایم رہے۔ ان کا مقصد صرف فرایض اداء

کرنا نہیں تھا بلکہ خدا اور رسول ﷺ کی محبت میں ظلم وذیاتی کے شیطانی نظام سے ٹکرانہ تھا جو بت پرستی کا سبب تھے۔مہدویت کو اختیار کرنے والے صحابہؓ مہدی نے ہو بہو یہی روش اختیار کی صحابہؓ رسولؐ نے اسلام قبول کر کے ایمان حاصل کیا اور صحابہؓ مہدی نے اسلام اور ایمان قبول کر کے احسان کو حاصل کیا۔مہدویت کے علاوہ مسلمانوں کے تمام فرقے گروہ اسلام کی ظاہری قدو قال کی تعلیم و تربیت دیتے ہیں مہدویت میں قربت خداوندی ومعرفت الٰہی کو مقدم رکھا گیا ہے مسلمانوں کے لئے دین ضرورت ہے مہدویوں کے لئے دین حقیقت ہے۔اس بات کو مہدیٔ موعودؑ کی اس دعا میں محسوس کر سکتے ہیں جو اُنہوں نے تحتیہ الوضو اور شب قدر میں پڑھی تھی ۔**اے اللہ میرے لئے دنیا کی نعمتوں میں سے تیری محبت تیرا اشوق اور تیرا ذکر کافی ہے میرے لئے آخرت کی نعمتوں میں تیرا دیدار اور تیری خوشنودی تیرے فضل وکرم سے ہے اے سب سے بڑے کرم کرنے والے (پنج فضایل)۔**

جس طرح حضور نبیٔ کریم ﷺ سے پہلے بنی اسرائیل کو موحد ہی مانا گیا' بے شک ان میں معصوم متقی اطاعت گزار بھی تھے اس کا سلسلہ اللہ کے یہاں ہے اور انہیں میں گناہ گار بدعقیدہ اور اللہ اس کے نبیوں کے احکام سے انحراف کرنے والے بھی تھے۔اس کا گناہ اور عذاب ان کے سر ہے۔لیکن!جب نبیٔ کریم ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا جنھوں نے حق کی بنیاد پر اور تحقیق کے بعد اللہ پر اور اس کے رسول پر دوبارہ اپنا ایمان پختہ کرلیا وہ اللہ کے حضور اپنی مراد کو پہنچ گئے اور جنھوں نے ہٹ دھرمی اور ضد میں ایمان نہیں لائے اُن کا اللہ کے قہر وغضب اور عتاب کا سامنا کرنا ہوگا۔بالکل یہی بات ہے کہ جب تک مہدی موعود علیہ السلام کی بعثت نہیں ہوئی تھی تب تک ان کے لئے اللہ کے رسول کی سنت اور قرآن پر عمل ان کے مسلمان یا مومن ہونے کے لئے کافی تھا' لیکن !جب مہدیٔ موعودؑ کی بعثت ہوگئی' جنھوں نے تحقیق کی غور وخوص کیا حالات اور احوال حضو ﷺ کے بیان کردہ نشانیوں کے مطابق پائے اور مہدی موعود خلیفۃ اللہ کی تصدیق کی وہ اپنی مراد کو پہنچے جن کو مومن ہونا تھا مومن ہوئے' جن کو محسن یعنی احسان کی دولت ملنی تھی ملی۔ان کے علاوہ جن لوگوں تک مہدی موعودؑ کی بعثت کی خبر پہنچی اور انہوں نے انہیں نظر انداز کیا یا انکار کیا یا بغیر تحقیق انہیں ناحق جانا اور اول فول بکنے لگے ان کا انجام حضو ﷺ کے بعد کے اہل کتاب کے انکار یا کفر کے مانند ہے کیونکہ حضو ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے کہ جب مہدی کی بعثت ہو تو ان کی بیعت کرو چاہے برف پر سے رینگ کر ہی کیوں نا جانا پڑے۔اس طرح مہدی خلیفۃ اللہ کا انکار اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کا انکار ہے۔اب یہ الگ بات ہے کہ جو لوگ آپؑ کی تصدیق کر رہے ہیں ان کا ایمان کیا ہے اور جنھوں نے انکار کیا ان کا ایمان ہے یا نہیں اس کا فیصلہ رسول ﷺ فرما چکے ہیں یا پھر روز محشر حق اور ناحق کا فیصلہ اللہ صادر فرمادیگا۔

عقاید مہدویہ

ایمان واحسان کی بنیاد پر تعلیمات ومذہب مہدویہ تین 3 عقاید پر ہیں۔1) مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت محمد الرسول اللہ ﷺ۔جس میں ختم نبوت ورسالت کا معاملہ از خود حل ہوگیا ہے۔2) تصدیق مہدی موعود آخر الزماں حضرت سید محمد جونپوری علیہ السلام' یہاں پر خاتم ولایت محمدیہ مقیدہ ومخصوصہ کا اختتام ہے۔3) اختیار اعمال ولایت مقیدہ مخصوصہ معنی وہ اعمال

ولایت محمد یہ جواللہ کے رسول ﷺ سے مخصوص تھے جن کے ذریعہ اللہ کی قربت اور محبت دونوں جہاں میں کی طلب کی جاتی ہے ۔اور وہ ہیں 1) صحبت صادقین' جواللہ کی محبت میں حد سے گزرے ہوے ہوں ان کی صحبت ۔2) توکل الی اللہ' ماسواء اللہ کے کوئ طلب نہ ہو۔3) عزلت ازخلق' ماسواء اللہ کے ہر شے سے کنارہ ۔4) ذکر دوام' کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے لیٹے ہوے ہر کروٹ بجز اس کے کوئ مشغلہ نہ ہو۔5) تقوی وتوکل الی اللہ' صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ ۔6) ہجرت ظاہری و باطنی' دنیا و متاع دنیا کی آلایشوں سے علحدگی یا احتیاط کرنا۔7) طلب دیدار خدا جو صادقین کاملین اور اُمیین کی خواہش ہوتی ہے ۔مہدیؑ موعو نے فرمایا دین تین اُصولوں پر مبنی ہے 1) ایمان یعنی اعتقادات 2) اسلام یعنی احکام شریعت 3) احسان یعنی رویت اللہ ۔اور یہ بھی فرمایا کہ' حقایق بیان میں نہیں آتے جو کچھ بیان میں آتا ہے شریعت ہے'' معنی احسان کا بیان ممکن نہیں وہ عمل کرنے اور حاصل کرنے بات ہے۔

تعلیمات فرایض ولایت کیا ہیں؟ مہدی موعود علیہ السلام نے کوئ بھی تعلیم یا احکام نہیں لکھا ئے صرف معرفت الٰہی کا بیان فرمایا جو قرآن وسنت کی روشنی میں صحیح اور حق تھا۔تعلیمات فرایض ولایت جو عقاید مہدویہ کی بنیاد ہیں مہدی موعودؑ نے اپنے صحابہؓ کو جو اعمال طریقے سکھائے تربیت کی تعلیم دی اور ان کی پابندی کرنے کو کہا انہیں گروہ میں تعلیمات فرایض کہا جاتا ہے یہ مہدی موعودؑ کے تمام صحابہؓ مہاجرین کی زندگی کا اہم حصہ تھے ۔آپؑ کے وصال کے بعد اس بات کا اندیشہ ہوا کہ یہ توفیق خدا سے حاصل ہوتے ہیں بعد میں اگر ان میں قیل وقال پیدا ہوسکتا ہے تو صحابہؓ نے محضرہ کیا اور بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے ان اُصول تعلیمات کو ایک رسالہ میں قلمبند کر کے صحابہؓ مہدی کے سامنے پیش کیا سبھی نے اسے قبول کیا اور اپنے دستخط کے اُس رسالہ کو' عقیدہ شریفہ'' کہا گیا' (محضر اُردو میں وہ کاغذ جو قاضی مہر سے مزین کرے' وہ کاغذ جس پر کسی بات کے لئے لوگ اپنے دستخط کریں اور مہر ثبت کریں جسے مجموعرضداشت بھی کہتے ہیں)ان اُصولوں میں یہ کہیں پانچ کہیں چھ کہیں سات ہیں کیونکہ طلب دیدار اعلیٰ تعلیم اور اُصول ہونے کی وجہ سے کچھ لوگوں نے پانچ اور چھ بیان کردئے ہیں مگر یہ سات 7 ہی ہیں ۔ 1) ترک علایق 2) صحبت صادقین 3) ذکر دوام 4) تقوی وتوکل 5) عزلت خلق 6) ہجرت ظاہری وباطنی 7) طلب دیدار ۔اور مراتب دیدار 20 بیان ہوئے ہیں' مگر ان کی کیفیات ساٹھ 60 بیان ہوئ ہیں اس میں اول'' لا تعین '' ہے اور بیسواں ''لا الـه الا الـلـه '' ہے ۔سورہ انفال ۲ میں ہے کہ' صرف وہی سچے ایمان والے ہیں کہ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالی کا تو کانپ اُٹھتے ہیں ان کے دل اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر اللہ کی آیتیں تو یہ بڑھا دیتی ہیں ان کے ایمان کو اور صرف اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ۔ایسا تبھی ممکن ہے جب انسان اپنے خالق ومعبود کو اپنے سامنے اردگرد موجود محسوس کرنے لگے ۔حالانکہ حدود دایرہ کی دس شرایط ہیں مگر ان حدود کو انہیں ساٹھ 60 میں بیان کیا گیا ہے ۔ان تعلیمات کو بیان کرنے یا ان کی تربیت کرانے **والے مرشد کے احوال کی شرایط بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ نے سات 7 بیان کی ہیں 1) مرشد ہو کہ فقیر جو خدا سے یا روح رسولؐ سے اپنی مشکل حل نہ کر سکے اُس نے اپنی ذات پر ظلم کیا وہ خدا کے ہاں گرفتار ہوگا۔2) جو ارواحوں سے ملاقات کر سکتا ہو 3) قبر کا حال معلوم کر سکے 4) اُس کے لئے سُونا اور مٹی ایک ہو گئے ہوں 5) احکام الٰہی پر عمل آوری**

کے لئے کسی قرابت رشتہ داریا امیر کی رعایت نہ کرے۔ 6) بندوں کے ساتھ برابری کا معاملہ رہے ہر ایک سے اپنا تعلق ایک جیسا رکھے رعایت کے بغیر 7) اور مرشد کے دایرے میں نوبت، سویت، اجماع، بیان قرآن اور فرائض ولایت جاری ہوں حضرت مہدی کے حسب فرمان" دایرے کے باہر جلتی آگ" سمجھ کر اپنے فقیروں کا سبوں کے گھر جانے کی ممانعت کرتا ہو اور خود بھی اس پر عامل ہو۔ اگر مرشد میں ایسے اوصاف حمیدہ نہ ہوں تو؟ مہدی موعودؑ نے فرمایا شریعت میں ہے کہ اگر عورت مرد سے بیاہ دی جائے بعد میں معلوم ہو کہ وہ عنّی ہے (نامرد) تو شریعت کے لحاظ سے وہ نکاح فسق کر دیا جاتا ہے اسی طرح بازار سے کپڑا لائے معلوم ہوا کہ عیب ہے تو کپڑا بدل دیا جاتا ہے بس یہی حکم مرشد کے انتخاب میں ہے۔ بہر حال قرآن مجید وسنت رسول ﷺ کو زندگی بھر پڑھنے کے بعد جو نتیجہ حاصل ہوگا ان تمام کو خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ نے ان سات تعلیمات اعمال ولایت میں جمع کر دیا ہے یہ دین ایمان عقیدہ مذہب شریعت اور معرفت الٰہی کا جامع اور کشید کیا ہوا عطر عمیق ہے۔ یہ دستور کے بنیادی اُصول Preambles کی طرح دین ومذہب کے اعمال کے نچوڑ کی فہرست ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دنیا کے پردہ فرمانے کے نوصد یوں بعد اُمت میں اتنا کمال اور ذوق خدا تو ہونا چاہیے کہ جس خالق کی عبادت کی جارہی ہے اس کائنات میں مشاہدہ تو ہونا چاہیئے۔ بہر حال قرآن وسنت میں خالق کی بندگی کے تمام طریقے اور لوازم بتائے گئے ہیں ان جامع اعمال کو تعلیمات فرائض ولایت میں سمو دیا گیا ہے یہ تعلیمات مہدویہ کے سات 7 رہنماء اُصول ہیں جس میں قرآن وحدیث کے تمام احکام وبیان آجاتے ہیں۔

ولایت مقیدہ مخصوصہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ خدا کی قربت کے جو دوسرے طریقے دوسرے اولیاء وصوفیاء نے بتائے ہیں ان میں صرف ذکر واذکار کے طریقے اور اعمال ہی ہیں۔ جبکہ واحد مسلک احسان میں معرفت الٰہی کا ایک با ضابطہ طریقہ اور عمل ہے۔ مقیدہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس ولایت کو حاصل کرنے کی شرایط ہیں انہیں کے اندر مقید ہو کر یا دایرے میں رہ کر انہیں حاصل کیا جاسکتا ہے اس میں من مانی اور آزادی رائے اور خیال کی گنجایش نہیں ہے۔ اس میں صرف حق حق کرنا یا ھو ھو کرنا نہیں ہے بلکہ تقوی تو کل ترک دینا عزلت الخلق صحبت صادقین کے ساتھ ذکر دوام کی شرط ہے۔ اور اس میں ذاتی نمایش چال ڈھال کپڑے کا رنگ ٹوپی کی بناوٹ داڑھی کی سجاوٹ بالوں کی بناوٹ ظاہری رکھ رکھاو کی مطلق ضرورت نہیں اور نہ اس میں دستار وسند کی ضرورت ہے۔ مخصوصہ اس لئے ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی حیات مبارکہ میں قربت خداوندی کی ذاتی کوشش اور کاوشیں تھیں انہیں تقدس واحترام کے بغیر اختیار نہیں کیا جاسکتا مہدی موعود نے فرمایا ہے کہ" حقایق بیان میں نہیں آتے جو کچھ بیان میں آتا ہے وہ شریعت ہے"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ كَانَ يَرْ جُوْ الِقَآ ءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَا لِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَا دَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا پس جو شخص امید رکھتا ہے اپنے رب سے ملنے کی تو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو (کہف ۱۱۰) ایک عالم نے مہدی موعودؑ سے کہا کہ دیدار تو مرنے کے بعد ہوگا آپؑ نے فرمایا" بندہ نے کب کہا جیتے جی ہوگا بندہ بھی یہی کہتا ہے" تم نے حدیث موتو قبل ان تموتو پڑھی ھے" عالم نے کہا ہاں! تو آپؑ نے فرمایا" بندہ بھی مطلق کہتا ہے" پس

وقوع دیدار کو زماں و مکاں کے ساتھ مقید کرنا غلط ہے۔(شواہد الولایت) **قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ، حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا** بے شک خسارہ میں رہے وہ جنھوں نے جھٹلایا اللہ سے ملاقات (کی خبر) کو **یہاں تک کہ جب آ گئی ان پر قیامت اچانک بولے ہائے افسوس کوتاہی پر جو ہم سے ہوئی اس زندگی میں**۔ صاف پیغام ہے اس زندگی میں ہم نے کوتاہی کی کہ ہم نے اللہ سے ملاقات کو ٹھکرایا اور خسارے میں ہیں اور اچانک قیامت آ گئی۔ یعنی معاملہ قیامت سے پہلے اسی دنیاوی زندگی میں دیدار کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ **الدنیا لکم ایها الکافرون ، والعقبی لکم ایها المومنون الناقصون ، والمولی لی ولمن اتبعنی** اے کافرو دنیا تمہارے لئے ہے اور ناقص مومنو آخرت (بہشت) تمہارے لئے ہے اور خدا میرے لئے اور اُس شخص کے لئے جس نے میری پیروی کی۔ (انصاف نامہ باب ۲) اور اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بھی کہا کہ **من تشبه بقوم فهو معهم** جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اُسی قوم کے ساتھ ہے۔

مہدیٔ موعود علیہ السلام نے ''طلب دیدار'' کو فرض قرار دیا ہے جیسے نماز پنج وقتہ فرض ہے روزہ فرض ہے حج فرض ہے زکواۃ فرض ہے اسی طرح ''طلب دیدار'' فرض ہے ان فرایض کا قبول ہونا یا نہ ہونا اللہ کی مرضی پر ہے۔ مہدیٔ موعودؑ نے ''اس کا حصول'' یعنی حاصل کرنا فرض نہیں قرار دیا کیونکہ 'طلب' میں اور 'حصول' میں فرق ہے۔ طلب ایک گزارش ہے مگر حصول شرطیہ ہے کہ حاصل کرنا ضروری ہوگا ورنہ گلوخلاصی ممکن نہیں۔ تعلیمات فرایض ولایت میں ایک تعلیم صحبت صادقین کی ایسی ہے جو ممکن تو ہے مگر مشکل ہے کیونکہ ''صادق'' کا اطلاق مہدویہ عقاید میں اس شخص پر ہوگا جو ترک دنیا' عزلت از خلق' تقویٰ' توکل' ذکر کثیر' ہجرت ظاہری یا باطنی اور طلب دیدار میں کوشاں ہو۔ ماضی قریب ماضی بعید زمانہ حال اور ماضی مستقبل میں ایسی شخصیت کا تصور محال ہے یہ اسوہ ہمارے ان اسلاف کا تھا جو صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین مہدویہ تھے ان کے بعد دوسرے فرایض پر تو گروہ کے مخلصین عمل پیرا رہے مگر جس طرح دیدار کے حصول پر سابقون اولین کے مہدویہ نے یقین کا اظہار کیا اور کلام کیا بعد کے بزرگوں نے خاموشی اختیار کی ہے اس کے باوجود ''طلب دیدار'' اور حصول دیدار پر یقین رکھنا عالیت پر یقین رکھنا اور تصدیق مہدی پر یقین و ایمان رکھنا ہے۔ مہدی موعودؑ کے فرمان ''خلق حق تعالی را می بیند و نمی شناسد'' لوگ خدائے تعالی کو دیکھتے ہیں مگر پہچانتے نہیں کے مطابق ان کا یقین اور کوشش ہی ان کے ''صادق'' ہونے کی علامت ہے۔ اس کی مثال صحابہ رسول ﷺ کی ہے جنھوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا یقین سے ایمان لائے اور جو بعد میں آئے اللہ کے رسول ﷺ کو نہیں دیکھا مگر ایمان لائے اور ان کا نبی کریم ﷺ سے عشق اور محبت کا عالم یہ کہ ایک ایک قول عمل اور فعل ان کے ذہنوں میں رچ بس گیا اس طرح گویا کہ انہوں نے بھی اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا ہو یہی حال دیدار کا ہے۔ اللہ تعالی کا دیدار ہوا یا نہیں مگر ان کا یقین اور ایمان ہی ان کے مومن مصدق ہونے کے لئے کافی ہے۔ جن کو دیدار نصیب ہوا ان سے ان کا درجہ کم تو ہے مگر ان کا یقین کامل ہی ان کے ایمان کی علامت ہے۔ جس طرح نماز روزہ زکواۃ حج قبول ہوا یا نہیں اللہ کی مرضی پر ہے اسی طرح دیدار ہونا یا نہیں اللہ کی مرضی پر ہے کیونکہ مہدی موعود کے قول کے مطابق ''خلق حق تعالی را می بیند و

نمی شناسد''لوگ خدائے تعالی کو دیکھتے ہیں اور نہیں پہچانتے ۔انہیں دیدار ہوا ہو اور پہچانا نہیں ہو کیونکہ اللہ تعالی بھی یہی فرماتا ہے'' اسکو نگاہیں نہیں پاسکتیں وہ نگاہوں کو پالیتا ہے''۔دنیا میں لاکھوں مشہور و معروف لوگ آئے چلے گئے انہیں کوئی نہ جانتا ہے نہ پہچانتا ہے لیکن حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کو چودہ صدیاں گزر گئیں رخصت ہوئے وہ آج بھی زندہ اور حیات ہیں مسلمانوں کے دلوں میں ایسی حیات ابدی بہت کم لوگوں کے حصہ میں آئی ہے اس کے علاوہ مدارج النبوہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: حق تبارک وتعالی نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہ السلام کے اجساد مقدسہ کو کھائے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام 2000 برسوں سے حیات ہیں مگر حضور ﷺ کی حیات جاویداں اور عیسی ؑ کی حیات طبعی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے دو نبی حضرت ادریسؑ جنہیں اخنوق بھی کہا گیا ہے اور حضرت عیسیٰؑ آسمانوں پر زندہ اُٹھا لئے گئے ان میں حضرت عیسیٰؑ کا دنیا میں واپس آنا معلوم ہے ۔اور اسی طرح دو نبی حضرت الیائل/الیسع اور حضرت خضرؑ زمین پر حیات ہیں ان میں حضرت خضرؑ کے واقعات مشہور ہیں حضرت الیاسؑ کے بارے میں روایات خاموش ہیں ۔حضرت خضر علیہ السلام کی حیات جاویداں کے تعلق سے مدارج النبوہ کے صفحہ 502 پر ہے کہ حضور ﷺ کے وصال پر ایک جسیم و صبیح اور گھنی داڑھی والے شخص آئے اور مردوں کے پاس جا کر روئے اس کے بعد صحابہؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہا''بلاشبہ ہر مصیبت کے عوض خدا کے یہاں ایک درجہ ہے ہر فائت کا بدل ہے اور ہر ہالک خدا کی طرف رجوع کرتا ہے (لہٰذا) خدا کی طرف رجوع کرو۔حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ نے فرمایا''یہ خضر علیہ السلام تھے جو تعزیت کے لئے آئے تھے۔اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کیمیائے سعادت کے صفحہ ۴۸۴ پر۔اس طرح حضرت خضر علیہ السلام کی حیات حضرت عیسیٰؑ سے بھی زیادہ ہوئی۔حضرت عیسیٰؑ کے تین عظیم معجزے ہیں ایک اللہ کی قدرت سے بن باپ کے پیدا کیا جانا دوسرا آسمانوں پر اُٹھالیا جانا اور تیسرا دوبارہ آسمانوں سے اُتارا جانا ہے۔سوال یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ کو دنیا میں دوبارہ بھیجا جانا ہی تھا تو درمیان میں مہدی موعود کی ضرورت کس لئے؟ جواب وہی قرآن کا بیان کرنا کہ جس میں معرفت الٰہی کا بیان ہوا اور طلب دیدار سے بڑھکر معرفت الٰہی کا بیان کیا ہوسکتا ہے۔قرآن میں حضرت خضرؑ کا نام نہیں ہے احادیث اور روایتوں سے آپؑ کے بارے میں روایتیں ہیں سورہ کہف میں ایک بندہ کہا گیا ہے فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (کہف 65) پھر انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا اسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی ہم نے علم سکھایا اسے اپنے پاس سے (خاص) علم۔ابن عساکر سے روایت ہے کہ جب طوفان نوحؑ کے وقت حضرت نوحؑ حضرت آدم کے جسد خاکی کا تابوت کشتی میں رکھ کر لے آئے تو اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کا تابوت اس جگہ لے جاؤ جہاں انہیں دفن کرنا ہے تو نئی جگہ ہونے کی وحشت سے انہوں نے تاخیر کرنی چاہی تو حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالی سے دعا مانگی اس کی عمر طویل ہو جو حضرت آدمؑ کو دفن کرے۔پس یہ فریضہ حضرت خضر کے حصے میں آیا (درمنثور) امام دارقطنی نے حوالوں سے ابن عباسؓ کے طریق سے روایت کی ہے کہ: حضرت خضر علیہ السلام آدم کی اولاد میں ہیں ان کی عمر میں تاخیر

کی گئی ہے حتیٰ کہ وہ دجال کی تکذیب کریں گے (یعنی وہ قرب قیامت تک زندہ رہنگے)ابن عساکر ۔یہاں معلوم ہورہا ہے کہ حضرت خضرؑ دجال کی تکذیب کرینگے' احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب کو توڑیں گے دجال کو ماریں گے اوران کی دوبارہ آنے کے بعد چالیس سال دنیا میں حیات ہوگی اس کے بعد انسانوں کے بدترین لوگوں پر قیامت آئے گی ۔اب تمام روایتوں اور بیانوں کے تناظر میں مہدی موعود علیہ السلام کی بعثت کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت مہدی اور عیسیٰ کا اجتماع ناممکن ہے کیونکہ حضرت خضرؑ دجال کی تکذیب کریں گے حضرت عیسیٰؑ دجال کو ماریں گے اس طرح تو تین تین اللہ کے خلیفوں ان میں دونبیوں کا اجتماع ہوجائے گا۔اس لئے یہ بات حق معلوم ہوتی ہے کہ بعثت مہدی موعودؑ آخرالزماں کا زمانہ اللہ کے رسول ﷺ کے مطابق درمیان کا وہی زمانہ قرار پایا ہے جسے نویں 9صدی ہجری کہا گیا۔اس طرح قرب قیامت دو اللہ کے سابق انبیا جواب خلیفہ اللہ بن کر تشریف لائینگے اوران کے خاتمے کے بعد دنیا کا خاتمہ ہوجانا حقیقی بات ہوگی ۔اس کے علاوہ یہ دونوں ہستیاں نہ صرف اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے کلام کے علاوہ مہدی موعودؑ آخرالزماں کے شاہد ہونگے نہ صرف بنی اسرائیل اور کفار ومشرکین کے لئے بلکہ اہل قرآن کے لئے بھی جو غلط فہمیاں اور کوتاہیاں انہوں نے دنیا میں خصوصاً اُمت مسلمہ میں پھیلائی ہیں ان کا ازالہ کریں گے ۔اور قرآن میں نام مہدی کا نہ ہونا اس طرح ہے کہ حضرت خضرؑ کا نام بھی قرآن میں نہیں ہے صرف ''ایک اللہ کا بندہ'' کہا گیا ہے ان کے متعلق تمام وضاحتیں اور تفصیلات اور نام احادیث میں آئے ہیں بالکل اسی طرح قرآن میں مہدی کا نام نہیں بلکہ القابات وخطابات آئے ہیں جیسے ''بینہ'' ' مَنْ اتبعنی 'خلق الانسان 'امام من ذریتی کہا گیا ہے مہدی معنی ہدایت یافتہ کے ہیں ۔

قرآن مجید اہل اسلام کے لئے قیامت قایم ہونے تک راہ ہدایت ہے اس میں کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہئے ۔قرآن مجید کے احکام و بیان کے علاوہ اس میں وقعات کا ایک تسلسل اور بیان کا طریقہ ہے جسے سمجھنے سے بہت ساری اُلجھنیں اور شکوک و شبہات دور ہوجاتے ہیں چاہے وہ معاملات نبوت ہوں کہ خلافتہ اللہ ۔حضرت ابراہیمؑ اللہ کے خلیل اور جلیل القدر پیغمبر تھے اورانہیں ابو الانبیاء بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے دوسرے فرزند اسحاقؑ کی اولاد میں بے شمار نبی رسول پیغمبر آئے ۔ان کے پہلے فرزند حضرت اسماعیل واسحاقؑ نبی تھے کیونکہ انہیں کوئی صحیفہ یا رسالہ نہیں دیا گیا بلکہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی اتباع کرنے والے تھے ۔مگر غور طلب امر یہ ہے کہ ابراہیمؑ اپنی بی بی حضرت سارہ کے کہنے پر اپنی دوسری بی بی حضرت حاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو کیوں مکہ کے بے آب وگیاہ ریگستان میں چھوڑنے چلے آئے؟ حالانکہ بی بی سارہ کی اس خواہش پر عمل کرنے کو اللہ نے حکم دیا تھا' مگر آس پاس کے علاقہ میں کئی آبادیاں تھیں فلسطین اردن شام' مگر کیوں اتنے دور دراز علاقے عرب میں چھوڑنے چلے آئے جو آج کے حساب سے 1500 کلو میٹر کا فاصلہ کنعان سے مکہ کا ہے ۔کنعان سے مکہ کے راستے میں تبوک بھی تھا اور دوسرے مقامات کے علاوہ مدینہ بھی پڑتا تھا؟ مکہ یا تو حضرت آدمؑ کی وجہ سے معروف مقام تھا یا پھر حضرت سارہ کا یہ خیال تھا کے بی بی حاجرہ اور اسماعیلؑ اتنی دور دراز ویرانے میں چلے جائیں جہاں سے ان کی واپسی ممکن ہی نہ ہو۔اگر باریک بینی سے دیکھا جائے تو کنعان یا آج کے یروشلم کی اہمیت بعد میں ہوئی مکہ

پہلے ہی مشہور رہا ہوگا؟۔ کنعان یا یروشلم کی اہمیت حضرت داؤدؑ سلیمانؑ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کی وجہ سے تھی اور بعد میں جو قوم بنی اسرائیل کہلائی وہ ابراہیمؑ کے زمانے میں نہیں تھی اور یروشلم کی اہمیت بھی نہیں تھی اور بنی اسرائیل کے انبیاء کی تبلیغ کا علاقہ کنعان شام اعراق خراسان اور مصر کی طرف رہا اور ان کی قومیں انہیں اطراف میں پھیلیں جبکہ ان کے ہزاروں برس بعد آل اسماعیلؑ میں محمد ﷺ نبی آخر الزماں کی بعثت ہوئی جن کی اُمت اعراق شام ایران مصر یونان خراسان ایشیا چین روس افریقہ اور برصغیر میں پھیلی اور آل اسماعیل ہی میں خلیفۃ اللہ مہدی کی بعثت ہند میں ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد چار کتابیں نازل ہوئیں زبور توریت انجیل اور قرآن مجید۔ اور چار جلیل القدر انبیاء بھی آئے داؤدؑ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور حضور محمد ﷺ نبی آخر الزماں اسی طرح تین نبی یا اللہ کے خلیفہ اپنے وقت کے پیغمبروں کے تابع حضرت اسمٰعیلؑ ابراہیمؑ کے حضرت سلیمان داؤدؑ کے حضرت ہارونؑ موسیٰؑ کے تابع تھے انہیں کوئی رسالت یا صحیفہ نہیں دیا گیا اسی طرح تابع محمد ﷺ مہدی موعود خلیفۃ اللہ کو کوئی صحیفہ نہیں دیا گیا سوائے خلافۃ اللہ کے اس طرح یہ چاروں اپنے نبی کی اتباع کرنے والے تھے ابراہیمؑ کے فرزند اسمٰعیلؑ تھے داؤدؑ کے فرزند سلیمانؑ تھے موسیٰؑ کے بھائی ہارونؑ تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کے عترت یا آل میں مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ تابع رسول اللہ تھے اور اسی کے ساتھ یہ چاروں اپنی نبی کی اُمت بھی تھے حالانکہ حضرت عیسیٰؑ کے نہ باپ تھے نا ہی کوئی اولاد اور وہ بھی اُمت محمد ﷺ ہی ہونگے دوبارہ بعثت کے بعد۔ جس طرح آل ابراہیمؑ میں حضرت اسماعیل کی آل میں حضور ختمی مرتبت ﷺ تک کوئی نبی رسول نہیں آیا ایسا ہی مہدی موعودؑ کا معاملہ ہے اُمت محمد ﷺ میں جو ولایت کے مدعی سلسلے تھے وہ زیادہ تر حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور امام حسنؓ کی آل میں چلے بہت کم سلسلے حضرت علیؓ کی آل سے بہت کم صوفی و ولی منسوب ہیں اور وہ بھی زیادہ تر اہل تشیع میں میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کا سلسلہ بغیر منقطع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے۔ ثبوت ہو کہ خلافت اللہ یا ولایت ہر زمانے دور میں نئی تجدید اور تنوع کے ساتھ پیش کی جاتی رہی ہے۔ تا کہ حالات زمانہ کے ساتھ اس کا امتزاج ہوتا رہے۔

تعلیمات مہدی بنیادی طور پر سات 7 ہیں جو قرآن کے احکام کی بنیاد پر مبنی ہیں۔ لیکن اس میں خصوصیت ''طلب دیدار'' کو حاصل ہے یہی تعلیم مہدی موعودؑ کا نکتہ منہاج ہے۔ قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ میں تقویٰ توکل ترک حب دنیا عزلت از خلق صحبت صادقین ہجرت ظاہری و باطنی ذکر اللہ کے اقوال اعمال احوال پوری وضاحت کے ساتھ ملتے ہیں لیکن ! ذکر دوام اور اس کے لئے نوبت کی تربیت اور تعلیم سوائے مہدی موعودؑ کے کسی بھی عالم صوفی گروہ جماعت عقیدہ و مذہب اسلام میں نہیں ملتی یہ منفرد عمل صرف مہدویوں کا خاصہ ہے مگر ! اس کی مثال صرف سردار دو عالم ﷺ ان کے اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس ملتی ہے اور کہیں نہیں ان کے بعد یہ ایمان احسان کے طلب گار مہدویہ دایروں کی ہی زینت رہی ہے مسلمانوں کا کوئی گروہ یہ مثال نہیں پیش کرسکتا۔ اور ''طلب دیدار'' کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے یقینی طور پر نماز تہجد سے مطابقت کر کے رکھا گیا ہے کہ اس طلب کے لئے نماز تہجد سنت رسول اور متابعت مہدی کی نیت سے ضروری ہے جو بلا ناغہ پڑھی جاتی ہے نوبت اور ذکر دوام کی طرح، جو حضور

سرداردو عالمﷺ پر فرض تھی۔ یہاں ایک وضاحت ضروری ہے نماز تہجد کو چراغ دین نبوی میں واجب کہا گیا ہے' وہ اس لئے کہ تارک الدنیا فقرا توجہ و انہماک سے نوبت کے ذریعہ ذکر دوام میں ہوتے ہیں تو ان کا تہجد کا بلاناغہ ادا کرنا واجب ہی ہوگا' کیونکہ واجب کا حکم فرض کے بعد کا ہے اس کے بعد سنت موکدہ اس کے بعد سنت غیر موکدہ اور دوسری نمازیں ہیں ۔اور اس کی اہمیت اور ضرورت طلب دیدار کو مہدویہ نماز تہجد کی ہر دوگانہ کے بعد بطور دعا یہ پڑھتے ہیں ۔ پہلے دوگانہ میں بعد کلمہ شہادت اس کے بعد آگے بیان دعا اور دوسرے دوگانہ کے بعد رسولؐ انبیا مرسلین ملا یکہ وصالحین پر درود وسلام تیسرے دوگانہ کے بعد اس کی تسبیح تمجید وحدت کبریائی اور عظمت حمد وثنا معافی کی طلب چوتھے دوگانے کے بعد تو بہ استغفار مغفرت خدا کی طرف رجوع ہونا گناہوں کی معافی کی درخواست پانچویں دوگانہ میں اس کی وحدانیت اُس کی عطاو بخشش اس کا بے عیب ہونا اس کا عالم غیب ہونا اس کا تکلیفوں کا دور کرنا اس کا دلوں کا اور نگاہوں کا پھیرنے کی دعا تو بہ استغفار کرنا ۔اور آخر میں بعد وتر اللہ کی کبریائی کی تسبیح اس کی زمینوں آسمانوں عالم ارواح پر بادشاہت غلبہ دبد بہ قدرت اس کی بے نیازی کا اقرار اس کی عظمت وجلال اس کا ہمیشہ زندہ رہنا اسے کبھی نیند نا آنا اس کا پاکیزہ ہونا برتر ہونا فرشتوں اور روحوں پر اور صاحب نوازش ہونے کا اقرار۔ان پانچ دوگانوں کی ان دعاؤں کے بعد ہر ایک بار یہ دعا ضرور پڑھی جاتی ہے وہ ہے **اَللّٰھُمَّ اِنَّ نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَ الرُّوْیَۃَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ یَا خَلِقَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ بِرَحْمَتِکَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا کَرِیْمُ یَا سَتَّارُ یَا رَحِیْمُ یَا بَارُّ ۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ یَا مجِیْرُ یَامُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ اللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفُوَّ فَا عْفُ اَنَّا بِکَرَمِکَ الْاَکْرَمِ الْاَکْرَمِیْنَ وَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّا حِمِیْنَ ۔۔۔۔۔۔۔یَا کَرِیْمَ الْمَعْرُوْفِ یَا قَدِیْمَ الْاِحْسَانِ اَحْسَنَ اِلَیْنَا بِاِ حْسَا نِکَ الْقَدِیْمِ وَ بِفَضْلِکَ الْعَظِیْمِ یَا کَرِیْمُ یَا رَحِیْمُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ** یہ دعا بڑی خاص اہمیت کے حامل ہے جس کا ترجمہ ہے'' اے اللہ ہم مانگتے ہیں تجھ سے **جنت اور تیرا دیدار** اور پناہ مانگتے ہیں تیری (دوزخ کی) آگ سے' اے پیدا کرنے والے (خالق) جنت اور دوزخ کی تیری رحمت کے وسیلے سے اے بڑی عزت والے اے بڑے بخشنے والے اے کرم کرنے والے اے عیب پوشی کرنے والے اے بڑے مہربان اے بڑے احسان کرنے والے ۔...اے اللہ بچا ہم کو دوزخ سے اے پناہ دینے والے اے پناہ دینے والے' اے پناہ دینے والیا ے اللہ تو بے شک بڑا در گذر کرنے والا ہے گناہوں سے اور بڑا اکرم فرمانے والا ہے تو دوست رکھتا ہے بخشش کو' بخش دے ہمارے گناہ اپنے کرم سے اے زیادہ کرم فرمانے والے کریموں سے اور اپنی رحمت سے اے زیادہ بڑے مہربان سب مہربانی کرنے والوں میں ۔اے کرم کرنے والے تو شروع سے جانا جاتا ہے' احسان اور حسن احسان کے لئے' ہم پر احسان کر تیرے فضل سے پہلے کی طرح اے عظمت والے کریم رحیم اے اللہ اے اللہ اے اللہ ۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ **''اے اللہ ہم مانگتے ہیں تجھ سے جنت اور تیرا دیدار''** یہاں غور کریں جنت تو ہر کوئی مانگتا ہے مگر دیدار کا طلب کرنا اہم ہے ۔یہ دعا صرف مہدویوں کا خاصہ ہے خصوصاً تہجد گزاروں کا۔تہجد کے پانچ دوگانوں میں بار بار یہ دعا دہرانا اور وتر کے بعد اس دعا کو دوبارہ کرنا ''طلب دیدار'' کی کوشش اور اہمیت کو اُجاگر کرتا

ہے جومہدویہ کی خواہش ہوتی ہے۔اورعام طور پرسنت تراویح میں یہ دعاہرکوئی مہدوی مانگتا ہے یا اسے سنائی جاتی ہے اگرنہیں تولیلۃ القدر میں کم ازکم ایک رات یہ دعامہدوی مانگتایاسنتاضرور ہے۔معنی ہرخاص وعام مہدوی کی یہ دعااوردلی خواہش کی عکاسی کرتی ہے کہ وہ ''دیدارکاطالب'' ہے۔یہ ہے**قوم** مہدویہ کا حقیقی شعارحقیقی مذہب۔**''خداکوخداسےطلب کرنا''**۔ظاہر ہے جوتارک حب دنیا ہوتے ہیں جب وہ تقوی توکل ہجرت ظاہری وباطنی ذکردوام اوردوسرے تارک الدنیا کی صحبت صدق کے ساتھ باری باری یانوبت کے ذریعہ تطہیرقلب کے ساتھ تہجد میں مانگتے ہیں تو اللہ تو سن رہا ہوتا ہے' رہی اس مانگنے والے کاظرف طلب میں اخلاص کے وہ کس کو کیا دیتا ہے۔ایسے اعمال خاص حضوراکرم سے مخصوص تھے جبھی انہیں اللہ نے اپنا دیدارکرایا' اسی لئے گروہ پاک میں **انہیں اعمال مقیدہ مخصوصہ کہتے ہیں** کہ یہ اعمال صرف حضورنبی کریمﷺ کے سوا' کسی سے منسوب نہیں۔مہدوی صرف دعاسے یا زبان سے اللہ کے رسولﷺ کی سنت پرعمل نہیں کرتا بلکہ ویسے اعمال صالحہ بھی اختیارکرتا ہے' جب تک وہ دنیا میں محور رہتا ہے یا کاسب ہوتا ہے اور جب ترک علایق کرکے باگاہ الٰہی میں پہنچتا ہے تو وہ یہ اعمال ہردن رات اختیارکرتا ہے تاکہ اپنی مرادکو پہنچے۔مہدی موعودؑ کومراداللہ اسی لئے کہا گیا کہ وہ بندہ کواس کی مرادیعنی اللہ سے ملانے آئے تھے۔اسی لئے مہدوی ''احسان کامسلک'' رکھتے ہیں البتہ حنفیہ' شافعیہ' مالکیہ' حنبلیہ میں جومسلہ عالیت پرہواس پرعمل کرتے ہیں مگر ہمارا مسلک احسان ہے' یہی بات مہدی موعودؑ نے ہمیں فرمائی ہے اورحکم دیا ہے اور یہی بات سنت رسول کے عین مطابق ہے کہ ''تو اللہ کی عبادت اس طرح کرکہ گویا اللہ کودیکھ رہا ہے' یا اتنا جان کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے'' جسے قرآن نے بصیرت کاراستہ قرآردیا ''کہدوائے محمدؐ یہ میراراستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت (دیدار) کی بنیادپراوروہ (مہدی) بھی بلائے گا' اورمیں مشرکوں میں سے نہیں ہوں'' (سورہ یوسف ۱۰۸)اوراس دیدارکے حصول کی شرط یہ ہے کہ بندہ کسی قسم کاشرک اختیارنہ کرے ظاہری وباطنی۔مہدی موعودؑ نے فرمایا ''خدااوربندہ کے درمیان جوبھی چیزحایل ہووہ اس کا بت ہے (شرک ہے)۔دنیامال دولت مخلوق عالم زاہدمرشد کادرمیان میں تصوردخل اندازی شرک ہے' یہی ہمارامذہب ہے۔

ایک بات معلوم ہوناضروری ہے کہ غیرمہدویہ میں ہرچاردگانہ تراویح کےبعدصرف **سبحانہ ذی الملک ملکوت** ......کاوِرداورتسبیح کی جاتی ہے جبکہ مہدویہ میں ہردوگانہ کےبعدجیسےاس سے پہلے کہا مختلف اورادوتسبیحات ہیں۔اورہردوسری رکعت کےبعدمہدویہ میں دہرائی جاتی ہیں۔**یَا کَرِیْمَ الْمَعْرُوْفِ یَا قَدِیْمَ الْاِحْسَانِ اَحْسَنَ اِلَیْنَا بِاِحْسَانِکَ الْقَدِیْمِ وَ بِفَضْلِکَ الْعَظِیْمِ یَا کَرِیْمُ یَا رَحِیْمُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ** اے کرم کرنے والےتو شروع سے جاناجاتا ہے' احسان اورحسن احسان کے لئے' ہم پر احسان کرتیرے فضل سے پہلے کی طرح اے عظمت والے کریم رحیم اے اللہ اے اللہ اے اللہ۔اورچوتھی رکعت میں تمام اوراداورتسبیحات کودہرایا جاتا ہے۔(ان تسبیحات کوچراغ دین نبوی میں دیکھ لیں جوبنیادی مسایل کی کتاب ہے)

ربوبیت اوربندگی کی پہچان نماز ہے کہ خالق اللہ رب العزت کے سامنے مخلوق بندہ سرتسلیم خم کرے کہ تو ہی خالق مالک رب رحمٰن رحیم سب کچھ تو ہی ہے اورمیں تیری تخلیق یا پیدا کی ہوئی مخلوق ہوں۔اسی لے رسول اللہﷺ نے نماز کومعراج

المومنین کہا ہے ۔ہم نماز کے لئے کھڑے ہوکر پہلے یہ اقرار کرتے ہیں کہا **انی وجھت وجھیی للذی فطر السماوات والارض حنیفا و ما انا من المشرکین** (انعام ۷۹) بے شک میں نے اپنا منہ یک رُخ ہوکراس کی طرف موڑلیا جس نے زمین اور آسمان بنائے اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہو۔ یہاں پرصاف اقرا ہے کہ میں بندہ ذات خدا میں کسی کوشریک اوراس کا مددگار نہیں مانتا' جس نے زمین وآسمان اور یہ مخلوقات پیدا کئے اُس رب کی طرف میں اپنا رخ کرتا ہوں ۔اس کے بعد نیت نماز ہوتی ہے کہ جس میں کعبہ کے رُخ نماز یکجہتی اسلام کے بطور پڑھی جاتی ہے معنی کعبہ صرف قبلہ یعنی مرکز عبادت ہے نا کہ وجہ عبادت اور ضرورت عبادت' عبادت کی حقیقی وجہ اللہ کے آگے سر بہ سجود ہونا ہے ۔اس کے بعد بھی احتیاط لازم ہے کہ اللہ تعالی کی حمد وثنا کریں کہ ''اے اللہ میں تیری پاکی حمد وثنا سے تیری عبات کا آغاز کرتا ہوں' بڑا بابرکت تیرا نام ہے تیری شان بلند ہے تیرے سوا کوئی (عبادت کے) لائق نہیں ۔پھر اس کے بعد فاتحہ اس کے بعد ضم سورۃ تسبیح تحمید رکوع سجدہ ہے اور آخر میں پھر سے ایک اقرار ہے 'التحیات میں'' ''میری تمام زبانی عبادتیں اللہ کے لے ہیں' بدن اور مالی عبادتیں اللہ واحد کے لئے ہیں سلام ہوتم پر اے نبی اللہ کی رحمت اوراس کی برکتیں تم پر نازل ہوں سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر ۔نماز اسلام کا چارٹر یعنی حقوق اور اُصول بندگی و ادب خالق ہے۔

ان بنیادی اُصولوں کےعلاوہ اعتقادی وفقہی مسایل ہیں وہ ہیں غیر مصدق کی اقتداء نہ کرنا جومہدی موعودؑ خلفائے مہدیؑ اسلاف علمائے مہدویہ اور جمہور علمائے اہلسنت کا عقیدہ ہے ۔روایت کی گئی کہ شہر تتہ (ٹھٹھہ) میں مخالفت ہوئی یہاں تک کہ لشکر نامزد کردئے گئے اس دن بعض اصحابؓ نے حضرت میرانؑ سے عرض کی کہ آج ہم شہر گئے تھے اور امام مخالف کے ساتھ نماز اداء کی میرانؑ نے فرمایا نماز کا اعادہ (لوٹا کے پڑھو)اس کے بعد اصحابؓ نے عرض کیا کہ اگر ہم ایک ایک دودو جائیں تو کیا کریں ۔فرمایا جماعت بن کے جاؤ اور نماز جماعت کے ساتھ پڑھو۔نقلیات بندگی میاں عبدالرشید میں یہ روایت ہے'' فرمایا اگر سہواً نماز پڑھی تو پلٹا کے پڑھو'' ۔نزول قرآن کے بعد کچھ صحابہؓ نے پوچھا کیا ہم دوسری آسمانی کتابوں اوراسرائیلی روایات پرعمل کر سکتے ہیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا اسی طرح جب اللہ کے خلیفہ مہدی کی بعثت ہو چکی آپ نے منع فرمادیا تو دوسروں کی اقتداء کالعدم قرار پائے گی اس میں حیلے بہانے نفاق کی علامت ہوگی ۔غیروں کے اقتداء کے کئی بہانے اور جواز پیش کئے جاتے ہیں اس ضمن میں ہم پوچھ سکتے ہیں کہ سنی شیعہ کی یا شیعہ سنی کی اقتداء میں نماز کیوں نہیں پڑھتے جبکہ حضور ﷺ کے عہد میں یہ تفرقہ اور گروہ بندگی نہیں تھی یہ اُصول اور فرقہ بندی بعد کے عالموں کی پیدا کی گئی ہے تو مہدی موعودؑ کو تو اللہ کے رسول ﷺ نے خلیفۃ اللہ کہا ان کے انکار کرنے والوں کی اقتداء کس طرح جایز مانی جائے گی اس کے لئے حیلے بہانے تُسوے نفاق کی علامت ہیں ۔رشتۂ ازدواج کا مسلۂ جوحضورؐ سے ثابت ہے آپ ﷺ نے غیر مومنہ سے رشتہ ازدواج سے منع فرمایا کہ جس سے ایمان ومذہب کے زیاں کا اندیشہ ہوتا ہے مہدویوں کے یہاں غیر مصدقہ سے رشتہ یا نکاح کو منع فرمایا گیا ہے جس سے ایمان وعقیدہ میں جھول اور نفاق پیدا ہوتا ہے ۔اس کے علاوہ سلسلۂ رُشد

وہدایت کامخصوص استاد رہبر یا مرشد کا انتخاب جس کے لئے مہدی موعودؑ نے مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مٹی کی ہانڈی خرید تے وقت جس طرح پرکھا جاتا ہے پرکھنے کا حکم ہے کیونکہ جس طرح کہ امام اور مقتدی کے اعتقاد میں گمان بدعقیدگی پیدا کرتا ہے اسی طرح سلسلہ رشد وہدایت کے مرشد کا ایمان واعتقاد کا گمان بدعقیدگی کا موجب ہے جس سے کہ ایمان اعتقاد کے تعلقات منتشر بے راہ روی اور ایمان کی کمزوری کا سبب بن جاتے ہیں سلسلہ رشد وہدایت دین کی حفاظت اور مضبوطی کے لئے ہے اس میں بھروسہ ویقین ضروری ہے۔اس کے بعد فقر و فاقہ اختیار کرنے کے بعد کسب اختیار کرنا متاع دنیا کی طلب رکھنا سنت رسول اللہ ﷺ اور شریعت نبوی کے خلاف عمل ہے حضور نبی کریم ﷺ نے بعد عطائے نبوت فقر و فاقہ کی طلب کی نہ کسب اختیار کیا نہ تجارت کی نہ متاع دنیا کی طلب کی بلکہ تقوی وتوکل اختیار کیا تا کہ اعمال معرفت الٰہی میں خلل نہ پیدا ہو اور یہی اصحاب صفہؓ کا عمل رہا مہدی موعود اور ان کے صحابہؓ کا عمل رہا۔اس کے بعد کاسب کو اکل حلال کی کوشش کرنا' دایرۃ الاسلام سے وابستہ رہنا ایمان وعقاید پر قولاً فعلاً عمل واعتقاد رکھنا ورنہ نفاق کا اندیشہ ہے۔اور دوگانہ لیلۃ القدر کا فرض جاننا' کیونکہ مہدی موعودؑ نے یہ نماز اللہ کے حکم سے پڑھی اور پڑھائی ہے اور جو نماز اللہ کے حکم سے پڑھی جائیگی وہ فرض ہوتی ہے اور اسے واجب نفل جاننا نفاق کی علامت ہے اور سورہ توبہ کی آیت 84 کے حکم کے مطابق منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان دفن کرنے کی اجازت ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے 23 سالہ حیات نبوت میں جتنے احکام واعمال تھے بتائے اُس کے بعد صحابہؓ کے اعمال کو نمونہ یا مثال قرار دیا' جب صحابہؓ کو مثل قرار دیا تو تابع تام رسول اللہ ﷺ خلیفۃ اللہ مراد اللہ کا ہر حکم طریقہ قول وعمل حق کیوں نہیں قرار پائے گا۔اس کے علاوہ کچھ شرعی وفروعی مسایل ہیں جن کا واسطہ قرآن وسنت سے ہے۔زکواۃ کا حصول مملکت اسلامیہ کے تحت شروع سے رکھا گیا عشر کو نہیں۔وہ اس لئے اگر مسلمانوں کی کہیں اپنی حکومت قایم نہ ہو تو زکواۃ کا وصول کرنا اور تقسیم کرنا مسلہ ہے جبکہ عشر ذاتی عطیہ ہے انسان اپنی مرضی سے ادا کرے اور خاندان اور ناداروں کی کفالت کرے مہدوی موعودؑ نے دایرے کی معاشی نظام کا اسے حصہ بنایا۔یہاں مختصر طور پر دوبارہ تعلیمات مہدی پر ایک تفصیلی نظر ڈالتے ہیں۔

مہدویت میں سب سے بزرگ فضیلت والی ذات اللہ تعالی کی ہے جو خالق عالم معبود اور حشر کے دن کا مالک ہے جو حاضر وناظر ہے انسان کے ہر قول وعمل کا۔انسان کو دنیا میں پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالی کی عبادت ریاضت اطاعت کے ذریعہ اپنا شرف مخلوق ہونا ثابت کرے تا کہ اُسے قربت الٰہی سے نوازا جائے۔اور اس خالق کل کا کوئی تصور وتشبہ نہیں ہے نا مخلوقات میں نہ انسان میں' وہی تقدیر کا مالک ہے اُسی کو سارا اختیار ہے ہر چیز کا سبھی مخلوق اس کی پیدا کردہ ہے انسان اشرف المخلوقات کہلائے جانے کے باوجود اللہ کا بندہ اور غلام ہے۔یعنی اللہ تعالی نے انسان کو فضیلت تو دی ہے مگر اپنے ماتحت خلیفہ بنا کر۔دنیا میں انسان کو اللہ تعالی کی جانب سے کچھ مراعات چھوٹ دی گئی ہے جسے مہدویہ میں رخصت کہا گیا' مگر جہاں کہیں اللہ تعالی کے احکام فرایض امر ونواحی میں کوتاہی ہو یا اس کا اندیشہ ہو انہیں چھوڑ دینا چاہے اور صرف اللہ اور اس کے رسول کی رضا پر عمل کرنا چاہئے

جسے مہدویہ میں **اظلیت** کہا گیا ہے۔ اظلیت علیین سے ماخوذ ہے معنی انبیاء مرسلین کے مقامات کے بعد عرش پر ایسا مقام جہاں پر اللہ تعالی کے خاص بندے ہونگے۔ اللہ تعالی کے بعد بلند مرتبہ حضور ﷺ اور انبیاء و مرسلین کا ہے جو اللہ کی حکم سے اللہ کے احکام بندوں تک پہنچانے پر مامور کئے جاتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے انہیں صحیفہ کتاب یا معجزہ دیا جاتا ہے اس کے بغیر کوئی بھی خود کو نبی رسول پیغمبر نہیں کہہ سکتا۔ دنیا میں ان انبیا کی تعداد ایک لاکھ چوبیں ہزار بتائی گی ہے ان میں جو اصحاب کتاب و صحیفہ ہوتے ہیں ان کی شریعتوں کتابوں پر انسان کو عمل کرانا نبیوں کا منصب ہوتا ہے اور یہ منصب بھی حضور ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفی ﷺ کے بعد ختم ہوگیا' کیونکہ انسانیت علم اور عقل کے زیور سے آراستہ ہوچکی تھی اس لئے اُسے ایک معجز نما کتاب اللہ قرآن مجید کی پیروی کا حکم دے دیا گیا۔ آپ ﷺ کے بعد صرف ایک خلیفۃ اللہ مہدی موعود آخرالزماں کے آنے کا وعدہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے جو دافع ہلاکت اُمت محمدیہ ہیں حضرت عیسی ابن مریم کی طرح جو قرب قیامت آئینگے۔ **مہدی موعود آخرالزماں خلیفۃ اللہ ہونگے ''نبی نہیں'' حضرت عیسی ا بن مریم نبی'' تھے' اب ان کا آنا محمدؐ کے اُمتی کے ہے' کیونکہ اللہ کے رسول نے سوائے مہدی کے کسی دوسرے خلیفۃ اللہ کی آمد کا وعدہ نہیں فرمایا' اور اُصولاً جو نبی کے اعلی عہدہ پر رہ چکے ہوں وہ امام خلیفۃ اللہ کے مقام پر کیسے فائز ہوں گے؟ ۔مہدی موعودؑ معرفت الٰہی کے احوال کی تعلیم کے خاتم ہیں اور عیسیٰ دعوت تبلیغ کے خاتم ہیں** ۔حضرت عیسیٰ کے اُمتی بن کر آنے میں کئی باتیں ہیں ایک تو ختم نبوت کا پوری طرح اعلان کہ محمد ﷺ خاتم الانبیا ہیں' دوسرا حضرت عیسیٰ نبی تھے اب اُمت محمد ہونگے' خلیفۃ اللہ اس لئے نہیں ہونگے کیونکہ اب اللہ تعالی کو کوئی نئی تعلیم شریعت یا احکام نہیں دینا ہے یا کوئی نیا بیان کرنا ہے' حضرت عیسی کا آنا نبوت کے خاتمے کے ساتھ آدمیت یعنی زمین پر اولاد آدم کے خاتمہ کا اعلان ہے اللہ قرآن میں فرماتا ہے'' وہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہیں۔' کہ بس اب محشر کی تیاری کرو اس طرح حضرت عیسیٰ کی دوبارہ بعثت توبہ کے دروازے بند کئے جانے کا اعلان ہیکہ جب تک وہ حیات رہینگے۔ اور یہ دونوں مراتب بتارہے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد مبعوث ہونے والے نبی نہیں ہونگے پچھلے انبیاء کی طرح مگر ان کے ذمہ اُمت محمد ﷺ کو ہلاکت سے بچانا ہے مہدی کو تقوی توکل پرہیز گاری کے ذریعہ اور عیسیٰ کو یہود و نصاری اور مسلمانوں کے کچھ گروہوں نے جو اضافتیں اور کمیاں دین میں پیدا کردی ہیں ان سے منع کر کے۔ یہی وجہ ہے کہ مہدیؑ و عیسیٰ کو محمد ﷺ کی شریعت کی اتباع کرنا ہے۔ اور مہدی موعود آخرالزماں حضرت میراں سید محمد جونپوری علیہ السلام نے اس کا اظہار کردیا'' مذہب ما کتاب اللہ و اتباع سنت رسول اللہ'' اور اسے ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید سے اپنے دعوی مہدی کے ثبوت میں اٹھارہ آیات پیش کیں۔ اللہ کے نبی رسولوں اور خلیفہ کی گواہی لوگوں کے ماننے نا ماننے پر نہیں ہے بلکہ اللہ کی کتاب کی بنیاد پر ہے۔ سورہ رعد آیت 43 وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰي بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ اور کفار کہتے ہیں کہ آپؐ رسول نہیں ہیں' فرمائے (میری رسالت پر) اللہ تعالی بطور گواہ کافی ہے میرے لئے اور تمہارے درمیان' اور وہ لوگ (بطور گواہ کافی ہیں) جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔ معنی یقین و ایمان ہی کسی بھی دعوی کی حجت ہے اور اللہ تعالی نے ابتدائے قرآن میں

ہی بتا دیا کہ دین و ایمان پر یقین ہونے کے لئے تقو یٰ اور تو کل کا ہونا ضروری ہے یعنی **ھدی للمتقین اللہ کی کتاب متقیوں کو راہ دکھاتی ہے**۔ قرآن میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ **زمانے کے ہر دور میں انبیاء مرسلین اور اللہ کے خلیفوں سے کہا ہے کہ ہم تمہیں کیوں مانیں جبکہ تم ہم جیسے انسان ہو**۔ یہاں کتاب کا علم سے مراد معرفت الٰہی ہے نہ کہ سند و دستار کہ جس میں صرف ونحو لغت فقہ، تاریخ اور منطق و دلیل کا علم دیا جاتا ہے کہ جس میں قیل وقال ردّ و صحت کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اور کتاب اللہ میں کسی صحت ردّ قیل وقال کی گنجائش نہیں ہے یہاں صرف تقوی و تو کل پر عمل پیرا ہونے کی بات ہے۔

مخلوق ہونا تو معلوم ہے کہ ہر وہ شے مخلوق ہے سوائے جو ذات خدا کے اُس میں اشرف المخلوقات ہونا کیا ہے؟ قرآن میں کہیں بھی انسان کے لئے اشرف المخلوقات کا لفظ نہیں ہے البتہ حضو ﷺ کے متعلق اتنا کہا گیا کہ ''وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا' یہ تو ایک وحی ہے جو اُس پر نازل کی جاتی ہے' اُسے زبردست قوت والے نے تعلیم دی ہے' جو بڑا صاحب حکمت ہے'' سورہ نجم 4-6 ۔اور انسان کے متعلق اتنا کہا گیا کہ ''یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوق پر نمایاں فوقیت دی'' (سورہ اسراء 70) یہاں واضح ہوا کہ انسان کو نئی چیزیں ایجاد کرنے کی خوبی دی یعنی نئی تخلیقا تکرنے کا ہنر دیا سوائے اللہ کے بعد کوئی مخلوق ایسی چیزیں نہیں بناتیں جو انسان بناتا ہے مگر یہاں انسان کو بھی کئی معاملات میں مجبور محض رکھا ہے کہ وہ ایک حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا' بس اتنا ہے اشرف المخلوا قات ہونا اور یہ اشرف المخلوقات ہونا کئی معنوں میں محمد ﷺ سے مخصوص ہے کہ ان پر قرآن جیسا عظیم نوشتہ نازل کیا اور معراج میں بلا کر اپنا دیدار کرایا یہ ہے حقیقی شرف مخلوق ہونا' نہ ملایک۔ نہ جن اور کسی بھی مخلوق کو یہ مقام حاصل نہیں۔ اور اپنی مرضی اور آزادی سے جو کار ہے نما انسان کرتا ہے تخلیق کرتا ہے ایجاد کرتا ہے اسی کے ساتھ روحانیت میں بھی انسان دوسری مخلوق سے آگے ہے۔ ملایک۔ وجنات کو جو خوبیاں اور کمال ایک مرتبہ دے دیا گیا اسکے بعد نہیں' مگر انسان ہر لحہ کوئی نہ کوئی کمال خوبی ایجاد تخلیق کرتا رہتا ہے۔ اور جس طرح نبی کریم ﷺ کو معراج کا سفر کرایا گیا اسی طرح ان کی عترت میں مہدی کو اپنی شان بے نیازی دکھانے کی تعلیم سے آراستہ کیا جسے طلب دیدار کہا' ایسے معاملات دوسری مخلوق کے ساتھ نہیں ہیں۔ ابلیس ایک طویل مدت آسمانوں پر جاتا آتا رہا مگر اس نے یہ نہیں کہا کہ میں خدا سے مل کے آیا ہوں یا میں خدا کو دیکھ سکتا ہوں' یا مجھے خدا نے ایسی کتاب دی یا علم دیا ہے جو اول و آخر کے متعلق بتاتا ہے۔ ایسی ہی باتوں سے انسان کا اشرف المخلوقات ہونا بیان ہے مگر قرآن و حدیث میں ایسا کچھ بیان نہیں ہے۔ مہدیٔ موعودؑ نے فرمایا ''ذات خدا لاتعین ہے'' معنی رب یا خالق کاینات محدود یا مختصر نہیں وہ بے حد و حساب ہے اُس کا کوئی تجسم و تشبہ نہیں ہے' انسان آسمان زمین اور سمندر میں سواریاں بنا سکتا ہے' خود اپنی کمی اور بیماریوں کے لئے نئے طریقے آلات بنا سکتا ہے اپنی سہولت کی تمام آسایشیں پیدا کر سکتا ہے اپنی پسند کا اناج پھل میوے اُگا سکتا ہے اپنے لئے عالیشان محلات اور عمارتیں بنا سکتا ہے۔ لیکن ! وہ خدا کا تشبہ و تجسم نہیں بنا سکتا کہ میں نے تجھے بھی بنا دیا تیری بھی تخلیق کر دی تجھے ایک سانچے میں یا بت میں ڈھال دیا تیرا ناک نقشہ بنا دیا تجھے قید جسم یا

کر دیا تجھے کسی انسان مخلوق میں دیکھ کر تشکیل کر دی کسی گرو ساھو شخصیت پیر فقیر مرشد میں دیکھ لیا ایسا کرنا ایسا کہنا ہی شرک ہے جو خدا کی قدرت کو ایک چیلنج کرنا ہے اور یہی حکم عدولی سب سے بڑا گناہ ہے جس کی سزاء بے حد و حساب ہے مالک نے انسان کو کمال دیا اس سے فایدہ حاصل کرو مالک بننے کی کوشش نہ کرو یہ تمہارے کمال اور شرف کی توہین ہے کہ انسان کو دوسری تمام مخلوق ہوا پانی آسمان حیوان جاندار زمین معدنیات اجناس پھل پھول اُگانے کی توفیق دی اپنی مملکت میں اور غرور میں تم اسپر اپنا تسلط بنا رہے ہو اور دوسری مخلوق کو اپنا ہونا جتا تو رہے ہو لیکن مالک حقیقی کی قدرت کا اعتراف کر کے اس کے آگے سر جھکانے کے بجائے تخر و رو تکبر میں سر ہلانا تمہاری حقارت کی دلیل ہے۔ سمندر سمندر رہوتا ہے اس کی لہریں وقتیہ اور کمزور ہوتی ہیں جب وہ اپنی طاقت اور غرور کے گھمنڈ میں کناروں سے ٹکراتی ہیں تو ٹوٹ کر بکھر جاتی ہیں اور ان کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔

حباب بحر کو دیکھو کہ کیسا سر ہلاتا ہے　　　　تکبر وہ شئے جو آخر ٹوٹ جاتا ہے

عقاید مہدویہ کی اہم کڑی اس کا طبقاتی نظام معاشرت ہے جو مہدی موعود علیہ السلام کے وقتوں سے چلا آرہا ہے۔ اس میں ایک فقراء دوسرا کاسبین کا طبقہ ہے۔ فقراء وہ جنہوں نے خدا کی طلب میں طلب دیدار میں ترک حب دنیا کر کے تقوی و توکل اختیار کر رکھا ہو۔ ذکر دوام یا ذکر کثیر میں آٹھ پہر معنی چوبیں گھنٹے نوبت کی پابندی کر رکھی ہو۔ اور اس سلسلے میں ان کا تعلق صرف صادقین یعنی اللہ کو پانے والے متقی متوکل ذاکرین کے ساتھ ہو اور اللہ کی طلب میں ہجرت ظاہری یا باطنی اختیار کر رکھی ہو۔ نوبت کی پابندی نہیں ہے تو فقراء کا صرف مسجدوں جماعت خانوں میں رہنا ایک مذہبی رسم کے سوا کچھ نہیں۔ نوبت کے لئے مہدی موعودؑ کا فرمان ہے کہ اگر تین تارک الدنیا ہوں تو باری باری نوبت کا وقت طے کر کے آٹھ پہر کے ذکر کا اہتمام کریں۔ جتنے زیادہ فقراء ہو اسی حساب سے نوبت ذکر کی تقسیم کی جائے۔ مگر سلسلہ ذکر نہیں ٹوٹنا چاہئے۔ نوبت ذکر کا اہتمام کرنے والے دنیاوی مشاغل حب دنیا کاروبار دنیا سے کنارہ ہوں اور تقوی توکل کا پاس لحاظ ہونا ضروری ہے شریعت محمدیہ اور فرایض اسلام کی پابندی بلا ناغہ اور بلا خطا ہوتی ہو۔ اسی طرح دیدار کو حصول ممکن ہے بشرطیکہ خدا راضی ہو۔ خود نمائی دکھاوا ریا کاری ظاہر پرستی کے اعمال کا ان میں خیال بھی نہ آئے۔ اور طالب دیدار کے لئے نماز تہجد ضروری اور بلا ناغہ ہونا چاہئے۔ اس دوران ان پر کوئی ایسا معاملہ یا حال ظاہر ہو تو اس کا کسی سے اظہار نہ کیا جائے بلکہ ضبط کیا جائے۔ اگر کوئی معاملہ کا ظہور ہو تو مطلق نہ گھبرایئں اور اعمال صالحہ میں شدت اختیار کریں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ **کلمو الناس فقد عقولهم** لوگوں کی عقل کے مطابق بات کیا کرو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت ہے کہ فرمایا: میں نے حضور ﷺ سے دو علم حاصل کئے یا دو برتن پائے ایک کا میں نے اظہار کر دیا اگر دوسرے علم کا اظہار کروں تو میری گردن قلم کر دی جائے گی۔ بعد میں اولیاء کے واقعات میں ہم دیکھتے ہیں کہ منصور حلاجؒ نے انا الحق کا نعرہ لگایا تو انکا سر قلم کر دیا گیا۔ دین میں کچھ باتیں محض سمجھنے کے لئے ہوتی ہیں مہدی موعودؑ نے فرمایا: **دانستا ایمان گفتنا کفر** جان لینا ایمان ہے ان پر گفتگو کرنا بحث کرنا کفر تک انسان کو پہنچا دیتا ہے۔ اسے "رجعت" بھی کہتے ہیں یعنی انجانے میں یا جان بوجھ کر دینی تقدس و ایمان کے احوال کو پامال کرنا

کوئی مخفی حالت کو بے ڈھنگوں کے درمیان بیان کر دینا جس سے کہ وہ اُس حالت کا مذاخ بنائیں کھلی اُڑائیں' اس کے بدل میں کسی ناگہانی مصیبت یا ابتلا میں مبتلاء کردیا جانا سزا کے طور پر۔ آج ایک فیصد بھی ایسے لوگ نہیں ہیں جنہیں معرفت الٰہی کا علم یا اندازہ ہے۔ اس لئے کسی سے بھی اس کا چرچا نا کریں یہ فرایض ولایت مقیدہ مخصوصہ ہیں کیونکہ یہ اعمال حضورﷺ کے اختیار کئے ہوئے ہیں اس کے بعد مہدی موعودؑ نے قرب الٰہی یا ولایت مخصوصہ کی تعلیم کے طور پر فرایض ولایت سے مخصوص کیا ہے۔ حضورﷺ کا یہ فرمانا کہ **الولایت من افضل النبوہ** کی یہ حقیقت ہے کہ حضورﷺ کا جتنا تعلق نبوت کے معاملات کا دنیا اور اُمت سے تھا اس سے زیادہ تعلق اللہ تعالیٰ سے اس کی قربت سے تھا۔ خدا حاصل ہوتا ہے خلوص سے عمل سے تقویٰ توکل سے دیدار ہمیشہ ہو یا زندگی میں ایک لمحہ دیدار رہی ہے۔

دوسرا طبقہ کاسبوں کا جو اپنے اہل خانہ کی مالی معاشی ذمہ داریوں کے ساتھ اپنے شب و روز فرایض کی ادا ئگی کے ساتھ سلطان الیل وسلطان النہار کا اہتمام رکھے۔ دایرہ اسلام کے حدود کی پابندی کرے نفاق بدعقیدگی ذہنی انتشار میں مبتلا نہ ہوں دوسرے گروہوں اور بدعقیدہ جماعتوں سے متاثر ہونے کے بجائے تعلیمات مہدی کے حصول میں کوشاں رہیں۔ جو تعلیم اور طریقہ مہدی موعودؑ نے بتایا وہ دین و دنیا کی کامیابی کے لئے کافی وشافی ہے۔ علمی موشگافیوں اور تصوف کی بھول بھلیوں میں خود کو ضایع کرنے کے بجائے تعلیمات مہدی پر عمل پیرا ہوں۔ مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ مراد اللہ ہیں جنہوں نے اللہ کے حکم سے جو بھی تعلیم دی اور احکام بتائے جبکہ دوسری جماعتیں اور فرقے انسانوں خصوصاً دنیا دار خود نما عالموں اور لوگوں نے خود اختیار کئے اور دوسروں کو اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ حضور نبیٔ کریمﷺ کے دور میں ہی مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی جیسے جھوٹے نبوت کے مدعی پیدا ہو گئے آج تو ایسے لوگوں کی بہتات ہے جو خود کو حضورﷺ سے بہتر (نعوذ باللہ) سمجھتے ہیں ان میں وہابیہ اہلحدیث دیوبندی اور تبلیغی جماعتی سب سے اول ہیں۔ اگر کوئی بھی عالم یا رہبر خدا رسول اور سنت کے علاوہ دوسری بدعتوں کی تعلیم یا طریقہ بتائے تو ان سے کنارہ اختیار کریں۔ جب انبیاء مرسلین بندوں کی شفاعت حشر میں نہیں کر سکتے تو دوسرے لوگوں کی اوقات کیا۔ یہ دوسری جماعتیں طریقے صوفیا کے سلسلے انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں اللہ نے انہیں نہیں کہا کہ وہ بنائیں ان میں کچھ اچھے ہیں کچھ بیدین بھی مگر میراں سید محمد مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے کچھ تعلیمات بیان کی ہیں جو حق ہیں۔ ان پر عمل کرنے کے بجائے انسانوں کے بتائے طریقوں پر عمل کرنا کیا اسلام اور ایمان ہے؟۔ مہدی کی تعلیمات میں ذکر نوبت لیلۃ القدر کی فرض دوگانہ حدود دایرہ حیات وموت کے معاملات خلیفۃ اللہ مہدی سے ہم تک پہنچے ہیں اگر آج کے ہمارے عالم رہبر اعراض کریں تو سوال ان سے کیا جانا چاہے 'اور ان کے اعمال کی درستگی کی خدا سے دعا کریں۔ مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ" حکایتوں روایتوں سے خدا کو حاصل نہیں کر سکتے۔ معنیٰ خدا حاصل ہوتا ہے عمل صالحہ اختیار کرنے سے خلوص سے تقویٰ توکل پرہیز گاری سے۔ ظاہری رکھ رکھاؤ اور وضع قطع اختیار کرنے سے خدا حاصل نہیں ہوگا۔ علم کے ساتھ عمل اور تجربہ اور عقل سلیم کا ہونا ضروری ہے۔ نا تجربہ اور کچی عمر میں نسیاں اور غلطی

کا ہونا فطری ہے جس سے خود کا اور دوسروں کا ایمان ضائع ہوسکتا ہے۔آج رشد وہدایت ترک حب دنیا فقیری سویت تمام رخصتی اعمال بنا دئے ہیں اہلیت کا کہیں نام ونشان بھی نہیں ہے اور نا اس پر کوئی بات کرتا ہوا نظر آئے گا۔جنہیں اصلاح کرنا ہے وہ اس منصب پر براجمان ہیں مگر اپنے فرض منصبی کو بھلا بیٹھے ہیں اگر کوئی اور یہ باتیں کرے تو مقام ومنصب کی توہین اور بے ادبی قرار دیا گیا ہے اس طرح ہر کسی کے منہ پر تالے ہیں۔

مہدویہ تعلیمات میں تقوی توکل ترک حب دنیا ترک علایق ہجرت ظاہری وباطنی ذکر دوام صحبت صاقین کا اہم مقام ہے۔اسے قرآن سنت رسول اور تعلیمات مہدی موعودؑ کے تناظر میں دیکھا جانا چاہئے۔اللہ کے رسول ﷺ نے قبل از نبوت بکریاں چرائیں،تجارت کی،دوسرے دنیا کے اُمور میں حصہ لیا گھر کی ذمہ داری سنبھالی اُن سب کے بعد جب نبوت عطا ہوئی تو دنیا کی ذمہ داریوں سے کنارہ نہیں کیا نبوت کی ذمہ داریوں کے ساتھ دنیاوی اُمور میں برابر حصہ لیا حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کعبہ کے متولی تھے ظاہر ہے کے آسودہ حال ہی تھے حضرت ابو بکر صدیقؓ ایک مالدار شخصیت تھے عثمان غنیؓ سابقوں اولون میں سے تھے اور عرب کے مالدار لوگوں میں تھے اور حبشہ میں بھی آپ کی تجارت تھی اور مدینہ میں جب آپ تجارت سے واپس آئے تو تجارت شروع کی ان سے پہلے مدینے میں صرف یہودی تاجر ہوا کرتے تھے۔روایت ہے کہ ایک سفر میں آپ ﷺ سے سواری پر جارہے تھے کہ ساتھ میں ایک نوجوان صحابیؓ ہمرکاب تھے،آپؐ نے اُن سے پوچھا کہ کیا تمہاری شادی ہوگئی تو صحابیؓ نے جواب دیا کہ ہاں!اس پر حضور ﷺ نے پوچھا کہاں ہوئی ہے؟تو صحابیؓ نے کہا کہ فلاں جگہ تو آپؐ نے فرمایا وہ تو بیوہ عورت ہیں!صحابیؓ نے کہا کہ ہاں میں نے ان سے اس لئے شادی کی کیونکہ آپ یتیموں اور بیواؤں کا خیال کرنے کا حکم دیتے ہیں۔تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ تو جوان ہو آپ کو کسی دوشیزہ سے نکاح کرنا چاہیے تھا یہ تعلیم رسول ﷺ ہے۔مہدیؑ موعودؑ کا خاندان امراء کا خاندان تھا کیوں کہ آپؑ کے والد محترم امیر سید عبداللہ تھے حکومت سے سید خاں کا خطاب تھا،آپؑ کے بھائی امیر سید احمد تھے آپؑ کے چچا امیر سید جلال الدین تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا خاندان جونپور کے معزز خوشحال آسودہ اور امراء کا خاندان تھا،آپ علیہ السلام نے دینی تعلیم حاصل کی جو اس زمانے کا عام طریقہ تھا اسد العلماء کہلائے اور حضرت مہدی موعودؑ نے بھی کافر راجہ دلپت رائے کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تھا اس طرح آپ علیہ السلام جنگ اور آلات حرب سے واقف اور تربیت یافتہ تھے جو سپہ گری کا آپؑ میں ہونا ظاہر کرتا ہے اور یہ صفت پہلے کے اُمراء کے خاندانوں کا حصہ ہوا کرتی تھی۔آپؑ عطائے خلافت سے پہلے جذبہ حق میں مستغرق ہوگئے اس کے بعد سفر ہجرت اختیار کیا۔جذبہ حق صرف اللہ کے خلیفوں پر طاری ہوتا ہے حضرت موسیٰؑ کو عطائے نبوت سے پہلے فرعون کے کہنے پر بے آب وگیا صحرا میں تن تنہا چھوڑا گیا بڑی مشکل سے حضرت شعیبؑ کے پاس پہنچے حضرت ابراہیمؑ کو اندھیرے کھڈے میں رہنا پڑا حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈالا گیا اور بازار مصر میں فروخت کیا گیا اس کے بعد بھی قید میں گزارنا پڑا حضرت عیسیٰ بارہ برس تک کہیں روپوش رہے ان دنوں وہ کہاں تھے کسی کو معلوم نہیں،عالموں اور ولی کہے جانوں والوں پر جذبہ حق نازل نہیں ہوتا۔البتہ وہ حصول

معرفت میں خود کوا لگ تھلگ کر لیتے ہیں تا کہ یکسوئی سے عبادت یا ذکر اللہ کریں ۔مگر اللہ کے خلیفوں کو جذبہ حق کے دوران ولایت عطائے علم لدنی اور معرفت الٰہی کے احوال واعمال سے گزارا جاتا ہے ۔سوائے مہدی کے اہل خانہ کے ہجرت پر دوسرے افراد نہیں تھے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ سوائے مہدی موعودؑ کے ہمراہ بی بی الہ دیتیؓ میاں سید محمود آپؑ کے فرزند میاں شاہ دلاورؓ اور آپؑ کے ماموں میاں سید سلام ہی ساتھ تھے دوسرے افراد خاندان کا ذکر نہیں ملتا اس کا مطلب ہے آپ کے بھائی اور چچا زاد وغیرہ آپؑ کے سفر ہجرت میں ساتھ نہیں تھے یعنی وہ اپنے حکومتی منصبوں اور کاروبار وتجارت میں جونپور میں رہ گئے ۔اس کے بعد بھی میاں سید محمود آپؑ کے فرزند عزیز نے جب مہدی موعودؑ سے کسب کی اجازت مانگی تو آپؑ نے اجازت دی وہ الگ بات ہے کہ میاں سے سید محمودؓ زیادہ دیر کسب میں نہ رہے واپس آ کر آپ کے ساتھ تارک الدنیا میں شامل ہو گئے ۔مہدوی مصدقوں کو بھی دین اور دنیا کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں توازن برقرار رکھنا چاہئے ۔اللہ سے قربت ومحبت کی کوشش اچھی بات ہے اللہ تعالی غور وخوص کرنے کا حکم دیتا ہے ہر بات میں دیوانگی میں فیصلے کرنے کا حکم نہیں دیتا اللہ تعالی نے یہ نہیں کہا ہے کہ میری عبادت اور ذکر میں لگے رہوں میں تمہارے گھر پر کھانا اور ضروریات پہنچادوں گا اللہ نے علم حاصل کرنے کی تاکید کی ہے ۔صحابہؓ رسولؐ نے جب دنیا کے کام کاج چھوڑ کر صرف عبادت کرنے پر اکتفا کرلیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم میری برابری نہیں کر سکتے کیوں کہ میں اللہ کے پاس رات گزارتا ہوں اور وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے'' ۔دنیا میں ہر انسان کو کچھ ذمہ داریوں کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے ۔مہدی موعودؑ نے کیوں فقراء کا الگ طبقہ بنایا اور کاسبوں کا الگ؟ آپ کہہ سکتے تھے کہ جو ترک دنیا نہیں وہ مصدق نہیں بلکہ جہاں جہاں سے آپؑ سفر ہجرت میں گزرے کاسبوں کا ایک طبقہ اور ایک آبادی اپنے پیچھے چھوڑتے گئے انہیں عبادت فرایض ذکر واذکار تقوی توکل کا پابند بنایا اور جو فقر وفاقہ کے اہل تھے انہیں اپنے ساتھ سفر ہجرت میں رکھا ۔مہدی موعودؑ کا فرمان ہے کہ ''بیوی بچوں کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل ہو جاؤ'' اس کا مطلب دنیاوی ذمہ داریوں سے منہ موڑنے کی آپؑ نے اجازت نہیں دی ۔افضل عبادت اور خدا کی محبت تو یہ ہے کہ انسان دنیا میں مصروف تو رہے لیکن خدا کی اطاعت فرمابرداری اور فرایض وخدا کی محبت کو نا بھولے ۔حج مالی وجسمانی عبادت ہے مگر ہر کسی پر فرض نہیں ہے صرف صاحب نصاب پر فرض ہے ظاہر ہے کہ ہر کوئی صاحب نصاب نہیں ہوتا !ہاتھ پر ہاتھ دہرے بیٹھنے اور دوسروں پر انحصار کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا حلال ذرایعہ سے روزی روٹی کمانا اسلام کا مقصد ہے دھوکہ دھڑی اور حرام ذریعہ سے اسلام منع کرتا ہے اسی کے ساتھ حلال طریقوں سے پیسہ حاصل کرنا اسلام کے اصولوں میں ہے اس طرح خود بھی فارغ البال ہونا خاندان کی کفالت بھی کرنا اور زکواۃ صدقۂ عشر کے ذریعہ دوسروں کے معاون ومددگار ہونے کی تعلیم اسلام دیتا ہے ۔کسی بھی چیز کو حقیقت کے نظرئے سے دیکھنا چاہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے بے تو جہی لا اُبالی پن غیر ذمہ داری دین نہیں ہے کسی بھی کام میں پھوہڑ پن کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہئے مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ ہیں وہ ہرگز غیر فطری احکام یا اعمال کیسے بتا سکتے ہیں اللہ کے بندوں کو ۔حضرت عمر فاروقؓ جب خلیفہ رسول بنے تو حکم نافذ کیا کہ کوئی سپاہی یا فوجی چھ 6 مہینے سے زیادہ اپنے خاندان بیوی بچوں سے دور نا رہے یہ اللہ

والوں کی باتیں ہیں۔ جولوگ دنیادار ہوتے ہیں اُن کے فیصلے جذباتی عاجلانے اور ناسمجھی پر مبنی ہوتے ہیں۔ آج دیکھیں تبلیغی جماعت میں جوش وجذبات میں نوجوانوں اور شادی شدہ لوگوں کو ہفتوں اور مہینوں چلہ چلی پر دوردراز بھیج دیا جاتا ہے جس سے کئی غیر شرعی اعمال ان سے ہوگئے حتی کے کئی مدرسے کے مدرسوں نے نابالغ لڑکوں سے غیر شرعی اعمال کرتے ہوئے پکڑے گئے۔ اسلام دین فطرت ہے غیر ذمہ داری سے اس میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے۔

انبیاء ومرسلین خصوصاً حضور نبی کریم ﷺ اور ان کے تابع مہدی کے قبول وانکار میں ایک انسانی فطرت اور سرشت پوشیدہ ہے وہ ہے خودنمائی خودپسندی ''میں'یا' ہم'' کاہونا ہے جس میں پہل بنی اسرائیل نے کی کہ حضرت عیسیٰؑ کی معجزانہ پیدائش اور قدرت خداوندی پر شک وشبہ کیا' اور حضرت مریمؑ پر تہمت اور بہتان لگایا۔ آج بھی یہودی عیسایوں سے نفرت وحقارت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ عیسیٰؑ کونعوذ باللہ ناجائز سمجھتے ہیں۔ یہ بات بعد کے مسلمانوں میں بھی ہے وہ علم مقام ومرتبہ کوفوقیت اور اولیت دیتے ہیں اور معرفت الٰہی کے احوال کوشک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مہدویوں میں بھی یہ سرشت ہے کہ عوام الناس کوخدا کی قربت کے لائق نہیں سمجھا جاتا اور خودکو نہ صرف خدا کا مقرب بلکہ اپنے اندر خدائی اوصاف سے متصف ہونا اور کئی موقعوں پر صرف اپنے اندر خدا کا ہونا مانتے ہیں'' کہ مرشد کے بغیر خدا تک نہیں پہنچا جاسکتا''۔ بہرکیف جن یہود ونصاری نے حضور نبی کریم ﷺ کا انکار کیا عیسیٰؑ کے معجزانہ پیدائش کوشک کی نگاہ سے دیکھا انہوں نے اسلام کی مخالفت تو کی لیکن مخالفت اسلام میں متحد ہوگے 'اور 1996 میں بایوٹیکنالوجی کی مدد سے ایک بکری پیدا کی جولیبارٹری میں تیار ہوئی تھی جسے کلون Clone تکنیک کہا گیا اس بکری کو Dolly کا نام دیا۔ اور اس تکنیک کو آگے بڑھاتے ہوے اجناس پھل سبزیوں کی ہیت اور ماہیت بدل کر نئے نئے پھل اور سبزیاں پیدا کرنی شروع کیں۔ اس کے بعد ایک اور قدم آگے بڑھکر ایک دوسری تکنیک کے ذریعہ انسانوں کو پیدا کرنے کا طریقہ نکالا جسے Surrogacy کہا جاتا ہے۔ اس طریقہ کار میں لاولد جوڑے یا بغیر بیوی کا باپ یا بغیر باپ کی ماں ہونے کا طریقہ نکالا کہ کسی عورت کوایک خطیر رقم دے کر اس کا رحم اور بچہ دانی کرائے پر لی جاتی ہے جسے لیبارٹری میں نطفہ اور مغضہ کوملا کر' کرائے' والی عورت کے رحم میں ڈالا جاتا ہے اور اس کرائے کے رحم کی عورت سے پیدا ہونے والے بچے کا مالکانہ حق خریدار کوہوتا ہے یہ ایک طرح کا مصنوئی زناء ہے۔ مگر اسے اب بہت سارے ممالک میں قانونی اور جائز بنادیا گیا ہے۔ لیکن ان کوخدائی نظام میں آج بھی شک ہے 'اللہ کے قادر مطلق ہونے میں' جوصرف ارادہ کرتا ہے'' کن' اور وہ چیز ہوجاتی ہے۔ حالانکہ ان تکنیکوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش سے کچھ مطابقت یا مسابقت نہیں ہے اور انسان کی ان محرکات کا شایبہ بھی نہیں ہے' مگر انسان توانسان ہے اسے کسی بھی طرح قدرت خداوندی سے انکار کرنا ہے۔ اور نفس یا شیطان کی اطاعت کرنا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے اول پیدائش میں بھی حکمت خداوندی تھی اور دوبارہ ان کی بعثت میں بھی اللہ تعالی کی حکمت اور قدرت ہے۔ پہلے بھی عیسیٰؑ کوحضرت مریمؑ کو بغیر اختلات اور انسانی دخل کے پیدا کیا اور آسمانوں پر زندہ اُٹھالیا' اب

دوبارہ آئینگے تو کسی دوسری قسم کی معجزانہ کیفت سے مبعوث ہو نگے ۔مگر اب جب عیسیٰؑ مبعوث ہو نگے تو اپنی بعثت کا جواز قرآن سے ہی ثابت کرینگے' کیونکہ انجیل تو اب ساقط ہے' پہلے حضرت عیسیٰؑ نے بحیثیت نبی پنگھوڑے (جھولی) میں بطور ایک طفل اپنا نبی ہونا ثابت کیا اور اپنی ماں مریمؑ کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ یہ واقعات احادیث وروایات کا حصہ ہیں قرآن کہتا ہے''نہیں ہے عیسیٰؑ مگر ایک بندہ' ہم نے انعام فرمایا ہے ان پر اور ہم نے بنادیا ہے انہیں ایک مثل بنی اسرائیل کے لئے ۔اور اگر ہم چاہتے تو ہم بسا دیتے تمہارے بدلے فرشتے زمین میں جو تمہارے جانشین ہوتے ۔اور بے شک وہ (حضرت عیسیٰؑ)**ایک نشانی ہیں قیامت کے لئے پس** ہرگز شک نہ کرو اس میں ....لہٰذا باوجود اس فرمان کے عیسیٰؑ کی مخالفت کی گئی حضورﷺ کی مخالفت کی گئی اور ان کے تابع مہدی موعودؑ کی مخالفت ہوئی ہے' اور ایسی تجاہل عارفانہ خصلت سے کوئی بھی قوم مستثنیٰ نہیں ہے اور اس کا تدارک بھی محال ہے۔کہنا یہ ہے کہ انسانوں کو اپنی قابلیت کمال علم پر بھروسہ اور یقین تو ہے مگر خالق کائنات پر نہیں۔

قرآن کو صرف ایک کتاب سمجھنا اور خیال کرنا سب سے بڑی غلطی ہے' قرآن اللہ کا کلام ہے جسے محفوظ رکھنے کے لئے کتابی شکل میں یا کاغذ پر لکھ لیا گیا' قرآن دنیا میں انسانوں کو زندگی گزارنے کے لئے' ایک اُصول قانون فطرت کے طور پر قلب محمدؐ پر وارد ہوا ہے خالق کل کی طرف سے۔قرآن پڑھنے سمجھنے غور کرنے فہم وادراک کرنے کے لئے دیا گیا ہے نہ کہ بغل میں دبائے رکھنے آنکھوں سے لگانے غلاف میں چھپا کر طاق میں سجانے ایصال ثواب کرنے کے لئے نہیں دیا گیا' قرآن کو زندگی کا مقصد بنانے کے لئے بھیجا گیا تا کہ قرآن کے تابع زندگی انسان گزارے۔دنیا میں ہر ملک خطہ کے قوانین ہیں ان میں جایداد کے قوانین' بلدیات کے قوانین' جرم کے ارتکاب میں سزا کے قوانین' سواری نقل وحرکت یعنی ٹریفک قوانین' سفر کے قوانین' سرحدوں سے گزرنے کے قوانین' جنگی قوانین' ساری دنیا میں ہیں تو کیا ہر شہری یہ الگ الگ قانون کی کتابیں بغل میں دبائے پھر رہا ہے' ہر ذی ہوش شہری ان قوانین سے واقف ہوتا ہے اسی لحاظ سے عمل کرتا ہے۔قرآن زندگی کے تمام شعبہ ہائے عمل کی رہنمائی کا قانون قدرت ہے تا کہ زمین پر بدنظمی انتشار لاقانونیت اور فساد نہ پھیلے۔قرآن میں بتائے گئے طریقے اُصول اور تعلیم پر عمل کرنا انسان کا مذہبی فریضہ ہے' یہ ایسا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ جو خالق کل اور رب العالمین ہے' ہمیں احکامات دے رہا ہے جیسا کہ ہمارے سے اگلوں کو وقت زمانہ کے لحاظ سے دیتا آیا ہے۔مہدی موعودؑ نے ان قرآنی احکام اور اُصول کو مختص کرکے اسکا مغز یا نچوڑ ہم کو پیش کیا تعلیمات فرائض ولایت میں جو دین حنیف ہزاروں برسوں سے چلا آرہا ہے اس کی منہاج اسلام ایمان ہے اور اس کا منتہیٰ یہ تعلیمات مخصوصہ مقیدہ ہیں' جن پر انبیا مرسلین نے عمل کیا اور خاتم الانبیاءﷺ نے بھی عمل کیا۔اب لوگ مجلد قرآن کو تو اُٹھائے پھر رہے ہیں مگر اس پر ان کا عمل نہیں ہے' اور آج صرف بحث ومباحثہ رہ گیا ہے' کہتے ہیں کہ بعثت مہدی سے پہلے اسلام کے عالموں کا ایک گروہ عمل کے بجائے اس بحث میں اُلجھا ہوا تھا کہ کالی بلی کی چھاک پاک ہے یا ناپاک۔

ختم نبوت کے بعد معجزات ختم ہو گئے' خاتم ولایت محمدیہ مہدی موعودؑ کے بعد ولایت کے اعمال ختم ہو گئے' اور

کشف وکرامات بھی ۔مہدی موعودؑ کا مقام عالموں مفسروں محدثوں ولیوں اماموں سے مقدس اور بڑا ہے ان سبھی پر مہدی کی فضیلت ہے معنی مہدی ان سب سے افضل ہیں ۔مہدی موعودؑ کا بھیجا جانا اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے بتایا گیا ہے مثلاً حضرت علیؓ کے بارے قرآن نے کوئی پیش گوئی نہیں کی اور نا ہی اللہ کے رسول ﷺ نے کوئی مقام یا مرتبہ بتایا 'اور نا ہی حضرت علی نے ایسا کوئی دعوی کیا 'یہ تو لوگ ہیں انہیں پتہ نہیں کیا کیا بتا رہے ہیں ۔کچھ لوگوں نے اپنی خاندانی حکومت قایم کرنے کے لے حضرت علی اور ان کے خاندان کا استعمال کیا ۔البتہ حضرت علی اور عترت فاطمہؓ میں مہدی کا آنا بیان ہوا ہے جو ان کے ادب واحترام کا باعث ہے ۔محمد ﷺ نے اپنا نبی رسول ہونا قرآن کی بنیاد پر حق ثابت کیا اسی طرح مہدی نے اپنا مہدی ہونا اور تابع تام محمدؐ ہونا قرآن کی بنیاد پر حق ثابت کیا ۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں'' مطلب عالم ہونے کی شرط حضور ﷺ نے انبیاء صفات کا ہونا بتایا ۔اس لحاظ سے جو انبیا صفات ہوگا وہی عالم کہلاے گا اور نبی کے صفات کیا ہیں اظہر المن الشمس ہے 'انبیاء صفات ہونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ۔ظاہری علم حاصل ہر کوئی کرسکتا ہے نبی کے صفات نہیں پیدا کرسکتا ۔دنیا کا دستور ہے کہ جب کوئی مقام یا عہدہ دیا جاتا ہے تو اسے خوش اصلوبی سے نبھانا پڑتا ہے ورنہ بازپرس ہوتی ہے 'دین میں ایسا کیوں کہ مقام ومنصب بھی چاہے اور کوئی ذمہ داری قبول بھی نہیں کریں گے اور من مرضی کے اعمال کریں گے شریعت کے خلاف ۔اور دنیا کا رواج یہ بھی ہے کہ نااہل ناسمجھ اور غیر مستحق کو ذمہ داری نہیں دی جاتی جبکہ دین میں یہ باتیں جایز کیوں؟ ۔

حضرت مہدی موعودؑ کے صحابہؓ ورتابعین کے دور کے بعد گروہ میں خاندانی تقدس اور سرپستی کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا جو فرزنداں اور میاں کی سیادت کو قابل توجہ سمجھنے لگا اس بالادستی کی وجہ سے اسلام ایمان اور تعلیم اور عمل میں مہدوی تعلیم اور دین سے پیچھے رہ گے اور دوسروں سے بچھڑ گے آج خاندانی وراثت کا عفریت اتنا قوی ہو چکا ہے کہ بے علم اور ناسمجھ کمسن خاندانی لوگ مہدویت کو اپنی جاگیر اور مہدویوں کو غلام سمجھتے ہیں ۔حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ عبدالملک سجاوندی شیخ نیازی اور شیخ علائی نے اس تعطل کو توڑنے کی کوشش کی مگر یہ طبقہ قوی ہو چکا تھا جس کی وجہ سے مہدویت پھیلنے پھولنے ترقی کرنے میں صدیوں پیچھے رہ گی ۔لہٰذا ہم آج دیکھ سکتے ہیں کہ کچھ بے علم جاہل لوگ انسانوں میں خدا کو ڈھونڈنے کی کوشش کررہے ہیں اور انہیں بتایا جارہا کہ ہم نے جو جھوٹ کا پلندہ کتابیں لکھی ہیں وہ قرآن وحدیث کے برابر ہیں ۔اور جاہل ہیں کہ ان کے اعمال قبیحہ کو دین سمجھ بیٹھے ہیں ۔مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ''روایتوں اور حکایتوں سے خدا کو نہیں پاسکو گے'' معنی عمل کرو ۔یہی بات ہے کہ حضرت بندگی میاں شاہ خونمیرؓ نے فرمایا کہ ''بندے کو آخر زمانے کے مرشدین دکھلاے گے' جنہیں آگ کے طوق گردن میں ڈالکر جہنم کی طرف لے جایا جارہا تھا 'یہ سب ان کے متاع دنیا کی محبت اور شوق میں تھا'' ۔

تقوی: کے معنی پرہیزگاری کے ہیں بُرائی اور گناہوں سے بچنا 'شرع میں تقوی اُس چیز سے بچنا ہے جو گناہ کی طرف لے جاے ممنوعات سے بچنا 'یعنی بعض اوقات اُن مباحات سے بچنا جو جایز ہیں ۔علماء نے تقوی کے تین درجات بتاے

ہیں ادنیٰ اوسط اور اعلیٰ ۔تقوی کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دوزخ سے دائمی رہائی حاصل ہونے کی اُمید بندھ جائے۔اوسط درجہ یہ کہ ہر اُس چیز کا چھوڑ دینا جس کے کرنے یا نا کرنے سے انسان گنہگار ہو جائے مغایرٗ سے اجتناب کرے اور کبایرٗ سے بالکل دور اور لاتعلق ہو جائے ۔اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ باطن کو ہر اُس چیز سے محفوظ رکھا جائے جو سوائے اللہ کے کسی اور طرف مشغول نہ ہو یہی حقیقی تقو ی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّاللهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (۱۹۴بقرہ)اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ وَ اتَّقُوا اللهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (بقرہ۲۳۳)اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم جو کرتے ہو اللہ دیکھتا ہے ۔يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران۱۰۲)مسلمانو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مسلمان ہو کر مرو۔اس طرح تقوی سے متعلق قرآن میں ۱۳۰ سے زیادہ آیات آئی ہیں ۔**توکل** :صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا اعتماد کرنا توکل ہے یعنی قضاء الٰہی پر مکمل بھروسہ کرنا نفع و نقصان کی پرواہ کے بغیر ۔ **لو توکل علی اللہ** واقعہ یہ ہے کہ حضرت بلالؓ نے حضورﷺ کے لئے کچھ کھجوریں چھپا کر رکھ لیں تو آپﷺ نے فرمایا **اما تخشی ان یخسف اللہ بہ نار جھنم** کیا تو ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب جہنم کی آگ میں دھنسا دے ۔**ہجرت**:ہجرت سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" **سو جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور قتل کئے گئے ہیں ضرور اُن سے اُن کے گناہ دور کروں گا اور اُن کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں" ۔"یہ بدلہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کے پاس اچھا بدلہ ہے"**۔آل عمران ۱۹۵۔اس طرح اللہ نے مہاجرین کی قرآن میں دس مرتبہ ستائش اور دلجوئی کی ہے ۔ہجرت کے معنی جدا ہو جانا جسمانی طور پر یا دل سے قطع تعلق کر لینا' دارالکفر کو چھوڑ دینا' اخلاق ذمیمہ کو چھوڑ دیا اللہ کی خوشنودی کے لئے وطن چھوڑنا ۔**صحبت صادقین**: صدق معنی سچائی' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "بس مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے جان مال سے کوشش کی یہی اصل سچے مسلمان ہیں (ہجرات ۱۵)سو جس نے پرہیز گاری کا شیوہ اختیار کیا اور اچھی بات کو سچ سمجھا ہم اس کے لئے بہشت کا راستہ آسان کر دیں گے۔(الیل ۵۔۷)قرآن میں اللہ تعالیٰ نے صادقین کے متعلق ۴۲ آیات نازل کی ہیں ۔**ترک حب دنیا**:یہ صفت پہلے ادوار میں انبیاء و مرسلین کی ہوا کرتی تھی حضور نبی کریمﷺ کے وقتوں میں آپؐ کے صحابہؓ نے اختیار کی جن میں اصحابؓ صفہ تھے ان کے بعد ہر صحابی رسولؐ کی یہ خواہش اور کوشش رہی کہ وہ حتی المقدور دنیا کی کثافتوں اور شعلہ سامانیوں سے دور رہیں ان کے بعد تابعین میں بہت سے لوگوں نے یہ روش اختیار کی پھر ایک طبقہ ہی بنتا چلا گیا جنہیں بعد میں صوفیا کہا گیا' مگر بعد کے ادوار میں ان میں بڑی بدعات پیدا ہونے لگیں مہدی موعود خلیفۃ اللہ نے ان بدعات کا قلع قمع کر کے دایرٗوں کا نظام قایم کیا اور اس میں تربیت معرفت الٰہی کا انعقاد کیا ۔**عُزلت از خلق**: کے معنی خلوت' تنہائی' اعتکاف' تنہائی میں بیٹھنا ہے ۔تعلیمات مہدی میں عُزلت از خلق کے معنی دنیا کی برایوں شعلہ سامانیوں اور کثافتوں سے الگ ہو کر ذکر اللہ میں محو اور مستغرق ہو جانا ہے تاکہ نفس کا تزکیہ ہو جائے اور روح دنیاوی کدورتوں سے بوجھل نہ ہو کر اتنی لطیف

ہو جائے کے بارگاہ الٰہی میں حاضری کے قابل ہو۔**ذکر دوام یا ذکر کثیر**: دوام معنی ہمیشہ ہر وقت ذکر میں رہنا کثیر معنی زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا۔فَاذْكُرُوْنِيٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ (۱۵۲ بقرہ) مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو اور میرا انکار نہ کرو۔ یہاں تین باتیں ہیں اللہ کا ذکر کرتے رہنا اللہ کا شکر کرنا اور اللہ کے کسی بھی حکم کا انکار نہ کرنا معنی کفر نہ کرنا۔اور فرمایا اللہ تعالی نے کہ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (۴۵ عنکبوت) اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔یہاں اللہ نے بتایا ہے کہ اللہ کا ذکر کرنا کتنی بڑی بات ہے اور اللہ تمہارے اس عمل کو جانتا ہے۔قرآن مجید میں تسبیح اور ذکر اللہ کے متعلق تقریباً ۳۰ سے زیادہ آیات نازل ہوئی ہیں جن میں ذکر اللہ کا اجر وثواب کے متعلق بتایا گیا ہے۔اسلا کے دوسرے گروہوں میں زیادہ تر اسماالحسنٰی کے اذکار ہوتے ہیں کہیں کہیں ھوھو اور حق حق کے اذکار بھی ہیں۔تعلیمات مہدی میں ذکر دوام کی کیفیت قرآنی بنیاد پر ہے الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران ۱۹۱) اور عقل مند جو یاد کرتے ہیں اللہ تعالی کو کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور پہلاؤں پر لیٹے ہوئے اور غور کرتے رہتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (اور تسلیم کرتے ہیں) اے ہمارے پروردگار انہیں پیدا فرمایا تو نے (کارخانہ حیات میں) بے کار نہیں ہیں اور پاک ہے تو (ہر عیب سے) بچالے ہمیں آگ کے عذاب سے۔یہاں بات ذکر کی ہے چلتے پھرتے لیٹے بیٹھے اللہ کو یاد کرنے کی مگر خصوصی بات یہ ہے کہ "غور" کرنا آسمان وزمین کی پیدائش میں اور اللہ کو رب خالق ماننا اس کے بعد عذاب سے بچانے کا بیان ہے۔اللہ جب ذکر کے ساتھ تخلیقات میں غور کرنے کی بات کہدی تو اس کے بعد عذاب سے بچانا کیا معنی؟ وہ یہ ہے انسان مخلوقات میں غور تو کرے مگر اللہ تعالی صفات میں ان کو شریک نا سمجھے چاہے وہ کتنے ہی دلکش قوی اور بے مثال ہوں کیوں کہ اللہ تعالی کی مثل کوئی شے کائنات میں نہیں لیس کمثلہ شیٔ یہ باتیں بتانے سے پہلے ہی اللہ تعالی نے انسان کو آگاہ کردیا ہے کہ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (آل عمران ۱۹۰) بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں (بڑی) نشانیاں ہیں اہل عقل کے لئے۔ذکر کا لفظ قرآن میں 81 مرتبہ آیا ہے۔ذکر کی دو اقسام ہیں ایک جہری دوسرا خفی جہری ذکر زبان سے اللہ کے صفات کی حمد وثناء کرنا' مگر ذکر خفی یہ ہے کہ ہر قول عمل میں اللہ کی اطاعت وبندگی اور اس کی عظمت کا خیال رکھنا امر بالمعروف پر عمل کرنا ونہی عن المنکر سے پرہیز کرنا' برے اعمال سے کنارہ کرنا اچھے اعمال اختیار کرنا' کوئی بھی بات کرنے یا کہنے سے پہلے اللہ کی رضا کا خیال کرنا کہ وہ دیکھ رہا ہے' خموشی سے اللہ کی کاینات میں غور وفکر کرنا اللہ کی تخلیقات میں اس کی عظمت وجلال اس کی وسعت کبریائی کو محسوس کرنا' ذمہ داریوں کا احساس دنیاوی ودینی اور شرعی' خوشی غم ازمائیش عطا ودرگزر میں اللہ پر بھروسہ اور توکل کرنا اور تقدیر پر جو اللہ نے لکھی ہے اس پر شاکر رہنا' لہو ولعب کے خیالات حالات اور ماحول سے دوری بنائے رکھنا۔اس طرح ذکر خفی کی جامعت وسیع تر معنوں میں بیان ہوگی۔جبکہ ذکر جہری اللہ تعالی کی کسی ایک صفت کے اظہار میں بندگی کی علامت ہے۔ذکر

جہری ہو کہ ذکر خفی مہدویت میں ذکر دوام اور بغیر نوبت کے کوئی معنی نہیں ۔ جہاں نوبت کا اہتمام نہیں وہ دایرہ نہیں کہلایا جاے گا۔ اپنی ضرورت حیثیت کے مطابق ذکر کرنا ذکر دوام یا ذکر خفی نہیں ہوسکتا ۔ رخصت کے اعمال اختیار کر کے اعلیت کی طلب نہیں ہوسکتی' سلطان الیل و سلطان النہار رخصت کے اعمال ہیں جو کاسبوں کے لئے ہیں اہل رشد وفقرا کے لئے نہیں ان کے لئے نوبت کا اہتمام ضروری ہے ۔ رخصت کے اعمال اختیار کر کے یہ سمجھ لینا ہم نے تعلیم مہدی کا حق ادا کر دیا اللہ کے ساتھ مکر ہے کیونکہ مہدی اللہ کے خلیفہ ہیں ۔ اعمال میں دکھاوا ریا کاری ظاہر پرستی حب دنیا ہے جو اللہ کے ساتھ مکر اور فریب ہے' اور فریب کی اللہ کے پاس کوئی وقعت نہیں اور فریب نفاق ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَ مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ' وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (آل عمران ۵۴) اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر (اور موثر) خفیہ تدبیر کرنے والا ہے ۔ علم دین کا حصول اگر روٹی روزی خود کی برتری ظاہر پرستی خودنمائی اور حصول دنیا کے مقصد کے لئے اور ایسی وضع قطع اختیار کر کے مسمی سی صورت میں دیندار ظاہر کرنا اللہ کے ساتھ مکر اور فریب ہے ۔ ذکر میں بھی یہی بات ہے خصوصاً ذکر دوام ترک حب دنیا عزلت از خلق کو اختیار کرنے کے بعد ۔ **طلب دیدار** : مہدی موعودؑ نے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرانے کے لئے اُس کی معرفت کے حصول کے لئے جسے طلب دیدار کہا گیا ان اعمال کی تعلیم اور تربیت دی جسے گروہ پاک میں تعلیمات فرایض ولایت مقیدہ مخصوصہ کہا گیا ۔ مقیدہ مخصوصہ اس لئے کہ ان پر عمل کرنا صرف اُن مومنوں کا طریقہ ہے جو اعلیٰ اعلیین کے طالب ہوتے ہیں ان تعلیمات کا درس دینے والا اہل رشد پہلے خود ان پر عامل ہو جس کی شرایط بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ نے بیان کی ہیں ۔ اگر وہ اعمال رشد ہدایت کرنے والوں میں نہیں ہیں تو وہ محض دکھاوا ریا کاری ظاہر پرستی خودنمائی ہے نہ اُس کا فایدہ سالک کو ملے گا اور نہ ہی اہل رشد کو بلکہ اہل رشد کو اس کا جواب بروز حشر اللہ تعالیٰ کو دینا ہوگا ۔ کیوں کہ یہ اعمال حضور نبی کریم ﷺ سے خصوصی طور پر مربوط اور منضبط تھے جس کی پاسداری مہدئ موعودؑ نے کی جس کی انتہا معراج اور دیدار ہے ۔ دیدار کے تعلق سے قرآن کریم میں ہزاروں آیات بیان ہیں اللہ کی کبریائی ربوبیت قدرت عظمت خالق عالم ہونا اسمائے صفات کا اس کے ذات سے مظہر ہونا کائنات کی تخلیق یہ کہکشاں کردوبیاں کا نظام' دنیا میں یہ رنگ و بو یہ خوبصورتی یہ عجایب و غرایب کا ظہور یہ پیچیدہ نظام دنیا ہوا پانی سمندر پہاڑ کا نظام یہ مخلوقات یہ انسانوں کو عقل و سمجھ کا دیا جانا یہ بدلتے موسم کا اپنے وقت پر تبدیل ہونا صحرا و بیاباں اور جنگل و چمنستان کا نظام یہ مختلف رنگت کے انسانوں کی پیدایش ان کی الگ الگ فطرت معاشرت یہ سب دعوت نظارہ دیتی ہیں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طلب کے کہ ان سب کا پیدا کرنے والا کیسا عظیم و برتر ہوگا ۔ جو کہہ رہا ہے کہ وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيلاً اور ہم نے ہر چیز کو کھول کر تفصیل سے بیان کر دی ہے ۔ اگر اس کے باوجود انسان نہیں سمجھتا تو کہا کہ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے ۔ یعنی بات کو تفصیل سے بتانے کے باوجود بھی انسان نہیں سمجھتا تو اللہ ساتھ رہنمائی کے لئے قرآن کے ذریعہ رسولؐ کے ذریعہ اگر بندہ اس کے باوجود نہیں سمجھ پا رہا ہے تو ایک مبین کو بھیجا کہ وہ اسے قلب و نظر سے دیکھنے میں رہنمائی کریں اور وہ مبین ہیں مہدی موعود آخر الزماں' اسکے باوجود بندہ نہیں سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ کفران نعمت

کا منکر ہے کہ اللہ تعالی نے نعمت عظمی کے حصول کا ذریعہ دکھایا اور بندہ اپنے علم سمجھا اور غرور کے زُعم میں بعض حقیقتوں کا سمجھے بغیر انکار کر رہا ہے۔

دیدار مسلسل ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی اللہ کے جلوؤں کی مسلسل تاب نہیں لاسکتا۔حضرت موسیٰ بجلی یا نور کے ایک کڑا کے کی تاب نا لاکر بے ہوش ہو گئے ،رسول نبی کریم ﷺ کو دیدار معراج میں ہوا تھا اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''لوگو تم میری طرح نہیں ہو سکتے' کیونکہ میں اللہ کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے' باوجود اس کے آپؐ اعمال نبوت کی ادائیگی میں بھی کرتے تھے دنیاوی اُمور میں بھی حصہ لیتے ۔البتہ مہدی موعودؑ کی تعلیم طلب دیدار شرک ظاہری و باطنی کی تمام علامتوں کی نفی و تکفیر کرتی ہے' تا کہ بندہ ہمیشہ شوق قربت الٰہی میں اللہ تعالی کو اپنے قریب محسوس کرتا رہے''وہ ہر جگہ (ہر حال)تمہارے ساتھ ہے''(حدید)اور جو اعلیٰ علیین کے مقام کو پا لیتے ہیں انہیں اللہ کی قربت کا احساس ہمیشہ رہتا ہے۔اور انسانی فطرت ہے کہ کوئی بھی انسان ذکراللہ عبادت یا اوراد و وظایف کی حالت میں مسلسل تین گھنٹے سے زیادہ طبعی لحاظ سے نہیں رہ سکتا' چاہے جوان ہو بوڑھا ہو صحت مند ہو' تین گھنٹے کے بعد کسلمندی' سستی' بے کلی' بے چینی غالب آتی ہے ۔اسی لئے مہدی موعودؑ نے ذکر دوام میں نوبت کا اہتمام کرایا یعنی باری باری ذکراللہ کرنا' کہ جس سے انسان آرام بھی کرے نیند بھی کرے اور حوائج ضروریہ سے بھی فارغ ہو' تا کہ بندہ اوب نہ جائے' پریشانی محسوس نہ کرے' اور یہ سلسلہ صحابہؓ مہدی کے بعد بھی جاری رہا مگر پچھلے ایک سو برسوں سے موقوف کر دیا گیا۔اسلام مذہب فطرت ہے اور مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ ہیں وہ فطرت کے برخلاف کیسے حکم دے سکتے ہیں' آپؑ کی تعلیم میں ترک دنیا کا نہیں **ترک حُب دنیا** کا حکم ہے' مطلب تمام جایز اعمال کھانا پینا اور حوائج و ضروریات زندگی کا ترک کرنا غیر فطری ہے' مال و دولت کی حوص حکومت کی طلب' غیر شرعی ضرورتوں اور عادتوں کی طلب لغویات لہو و لعب میں ملوث نہ ہونا' ان سے دور رہنا احتیاط کرنا ترک حب دنیا ہے ۔اور صحبت صادقین وہ لوگ جو حرص و طمع بغض شہرت نام و نمود علمی غرور سے کنارہ رہ کر لحہ بہ لحہ خدا کے احکام پر عمل کرنے والے اللہ کی اطاعت اور خوف میں رہنے والے صادقین ہیں' صرف دینی علم اور معلومات حاصل کر کے وضع قطع اختیار کر لینا دکھاوا مجبوری ریاکاری کے ذریعہ اور خود کو صادق و امین مان لینا ایمان کی علامت تو نہیں ہو سکتی ۔مہدویت میں ہجرت کا حکم ہے اس طرح تو ہر کوئی مومن گھربار خاندان چھوڑ کر وطن سے دور جا کر کسی جنگل بیابان یا جھیروں میں جا کر بیٹھ جائے' ہجرت نہیں ہے ۔یہ ہجرت باطنی گناہ کے شر و فساد کے شرک بدعت اور مکروہات سے دور ہو جانا باطنی ہجرت ہے' صبر و تحمل سے دنیاوی و دینوی معاملات ادا کرنا توجہ و انہماک سے اللہ کا ذکر کرنا' اللہ کی مخلوق کاینات اجرام فلکی کی موجودگی ان کی ضرورت ان کی تبدیلی' پر فہم و ادراک کرنا' اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اللہ کے تخلیق میں غور کرتے رہنا اس کی بزرگی کبریائی عظمت میں ثناء خواں رہنا تدبر و تفکر کرنا اُس کی موجودگی کو ہر لحہ محسوس کرنا ذکراللہ کی علامات ہیں ۔اللہ تعالی نے قرآن میں بھی یہ بات بتائی ہے' یہ تمام ذکر کثیر اور ذکر دوام کے اعمال و احوال ہیں۔الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ '

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ، سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۹۱آل عمران) جولوگ یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے' اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر (لیٹے ہوئے) اور غور کرتے ہیں آسمانوں کی اور زمین کی پیدائش میں' اے ہمارے رب تو نے یہ بے فایدہ نہیں پیدا کیا' تو پاک ہے' تو بچالے ہمیں دوزخ کے عذاب سے۔

جب انسان کے اندر معرفت الٰہی کی خواہش یا طلب پیدا ہوتی ہے تبھی انسان کے اندر فہم و ادراک کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے ۔معرفت الٰہی کیا ہے؟ معرفت الٰہی صرف تصور اور خیال سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ ایک عمل سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے حالانکہ معرفت الٰہی کی کوشش کرنے والے کو عارف کہا گیا ہے لیکن یہ عملی کوشش کے علاوہ روحانی درجات کی بلندی یا ترقی کے مراحل ہوتے ہیں۔یہ شریعت کے ساتھ طریقت 'حقیقت' کے ساتھ منسلک ہے ۔اس کا حصول بغیر اللہ کی مرضی اور عطا کے ممکن نہیں' معرفت کی ابتداء پہلے خدا کو دل کی آنکھوں سے دیکھنے سے شروع ہوتی ہے انتہا آنکھوں سے دیکھنے پر ختم جسے تعلیم احسان میں طلب دیدار کہا گیا۔ جہاں تک دنیا کے معاملات ہیں انہیں آگے کی طرف دیکھا جاتا ہے معنی آگے کیا ہوگا؟ یعنی مستقبل محفوظ ہے کہ نہیں؟ جبکہ دین کا معاملہ پیچھے کی طرف دیکھتے ہوئے آگے کا خیال کرنا پڑتا ہے کہ پچھلے لوکوں نے جو غلطی کی اُسے ہم دہرا تو نہیں رہے ہیں۔یہ کلام اللہ کا طریقہ ہے کہ پہلے ایسا ہوا ہے تم ایسا نہیں ایسا کروتا کہ پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔دین عقل اور تجربہ کی دعوت اور صلاح دیتا ہے جبکہ دنیا کا معاملہ یا خواہش یا طلب میں جبلت ہوتی ہے کہ بے یقینی ہوتی ہے باوجود بہت کچھ پانے حاصل کرنے کے بہت کچھ لا حاصل اور بے معنی لگتا ہے هل من مزيد 'مزید ہوس حرص جبکہ دین میں تھوڑا بہت بھی حاصل ہو جائے تو ایک طمانت اور سکون کا احساس ہو جاتا ہے جسے استغناء کہتے ہیں۔ معرفت الٰہی میں انسان پہلے اپنی ہستی کی حیثیت جان لیتا ہے پھر اس کے بعد خالق کی قدرت اور عظمت کا اندازہ کر کے اس کی طرف مایل اور راغب ہوتا چلا جاتا ہے' کیونکہ انسان کی کم مایگی اور اس کا ہونا' نا ہونے کے برابر ہے' یہاں انسان کی وہ حسیات جسے انا خودی کہتے ہیں ختم ہو جاتی ہیں دم توڑ دیتی ہیں' اس مقام پر انسان خود کو لا اله معنی میں تو کچھ بھی نہیں ذرہ بھی نہیں محسوس کرتا ہے اس کے بعد لامحالہ اس کے دل یا ضمیر سے آواز آتی ہے کہ الا اللہ سوائے معبود اللہ کے' کا خود بخود اقرار کرنے لگتا ہے' یہی احساس معرفت الٰہی یا قربت الٰہی کا پہلا زینہ ہے۔ اور مہدیٔ موعودؑ نے اسی بنیادی اور مرکزی احساس کو مصدقوں کی تعلیم اور تربیت کا آغاز بنایا۔الا اللہ تو ں ھے لا الہ ھوں نھیں۔آٹھ پہر کے لئے نوبت کے ذریعہ تا کہ ذات احدیت کے اقرار میں تعطل نہ ہو' تاخیر نہ ہو۔

جب تب تک مہدی موعودؑ اخطائے ہند میں ہجرت میں رہے **پہلے دعوی مکہ کرمہ سے پہلے آپ علیہ السلام نے** تقوی' توکل ترک حب دنیا عزلت از خلق صحبت صادقین ذکر کثیر کی تربیت اور تعلیم دیتے رہے ۔**مکہ مکرمہ میں دعوی کے بعد آپ علیہ السلام نے "طلب دیدار" کی تعلیم دی' اور قرآن سے اپنا دعوی مہدی ثابت کیا لیلتہ القدر کا تعین اور ولایت مخصوصہ کی تعلیم بھی دعوی مکہ کے بعد ہی دی**۔جب آپ علیہ السلام نے جونپور سے ہجرت اختیار کی تو اصحاب خانہ کے علاوہ اہل خاندان کے کچھ افراد میں

بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؑ اور بندگی میاں شاہ دلاورؓ آپ کے ہمراہ ہجرت ہوئے جو آپؑ کے پہلے اور پانچویں خلیفہ تھے۔بعد میں ان میں بندگی شاہ نظام شامل ہو گئے جو آپؑ کے چوتھے خلیفہ تھے۔سفر حج میں کون کونسے صحابہؓ ہمراہ رہے اس کی تفصیلات نہیں ملتی البتہ بندگی شاہ نظام کا آپؑ کے ہمراہ ہونا اس نقل سے معلوم ہوتا ہے کہ جس میں مہدی موعودؑ بندگی شاہ نظام سے پوچھتے ہیں کہ آپؓ پہلے بھی حج پر آئے تھے ابھی حج پر آئے ہو کیا فرق محسوس کیا' تو میاں شاہ نظامؓ نے کہا میراں جی پہلے آیا تھا کعبہ کا طواف کیا تھا اب آیا ہوں تو دیکھتا ہوں کعبہ میراں جی کا طواف کرتا ہے۔اس کے بعد آپؑ نے دیدار کی طلب کی تعلیم بھی دی اور قرآن سے اپنا مہدی ہونا جب تب ثابت بھی کیا۔سفر حج میں شاہ دلاورؓ نہیں ساتھ تھے کسی وجہ سے البتہ بعد میں آ کر گجرات میں شامل ہو گئے۔بندگی شاہ خوندمیرؓ نے احمد آباد میں تاج خاں سالار کی مسجد کے دور میں آ کر تصدیق مہدی کی تھی جہاں پر مہدی موعود علیہ السلام نے دوسرا دعویٰ مہدی کیا تھا۔اس کے بعد بندگی شاہ نعمتؓ نے تصدیق کی۔

جب تک کوئی گروہ تحریک طاقت یا حکومت ایک علاقہ تک محدود ہوتی ہے تو اس میں نظم و نسق ضابطہ اور اُصول کا بول بالا ہوتا ہے جب وہ اپنی حدود سے تجاوز کر جاتے تو اس میں بے ضابطگی اور انتشار پیدا ہونے لگتا ہے اسی لئے اسلام نے خاندانی وقبائلی نظام کو بڑھاوا دیا مگر جب یہ نظام تر بتر ہوا اس کی جگہ حکومت وسلطنت نے لے لی تو عامریت سلطانی و بادشاہی کا نظام چل پڑا۔مہدویہ معاشرے میں بھی یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ جب تک حدود دایرہ یا خاندانی نظام رہا مہدوی متحد و متفق رہے مگر جب کی دایرے ملکر ایک آبادی بن گئی تو رسہ کشی مقابلہ آرائی اور تفرقہ پیدا ہونے لگا۔جب کسی گروہ خاندانی نظام میں قوت طاقت کے ساتھ پذیرائی مل جاتی ہے تو وہاں سے مطلق العنانی انا و غرور کا چلن شروع ہو جاتا ہے اس کے بعد اس مقام اور مرتبہ سے مالی منفعت اور فایدے حاصل کرنیکے ذریعے تلاش کر لئے جاتے ہیں۔پہلے مذہبی ظاہری رکھ رکھاؤ علمی برتری سے فایدہ اُٹھایا جاتا ہے جو اس اہل نہیں ہوتے وہ عملیات تعویز گنڈوں کی نچلی سطح پر چلے جاتے ہیں یا پھر اپنے اثر و رسوخ کو سیاست وحکومت میں دخل کا ذریعہ بنا لیتے ہیں ایسے رجحانات مذہب وعقیدہ کے لئے تباہ کن ہوتے ہیں جس کے سبب ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں جو دوسرے عقاید اور مذاہب کے اثرات سے اپنوں کو ملوث کر دیتے ہیں۔**دوسرے مذاہب یا عقاید کو اپنے اندر ملوث و مسلط وہ لوگ کرتے ہیں جو اپنے مذہب وعقیدہ کو سمجھنے کے قابل نہیں ہوتے' اپنی اس کمزوری نااہلی کو چھپانے اور اپنی انا کی تسکین کے لئے وہ دوسروں کا سہارا لینے پر وہ مجبور ہوتے ہیں۔**

آج کا مہدویہ معاشرہ خاندانی ومعاشرتی اور عقایدی انتشار کا شکار ہے کیوں؟۔اس کی سب سے بڑی وجہ مذہبی علم اور تربیت کی کمی تو ہے' لیکن! عمل میں کوتاہی اس کی بنیادی وجہ ہے' جو نہ عوام میں ہے نہ خواص میں مگر ہر دو طبقات سمجھ رہے ہیں کہ وہ بہت کچھ جانتے ہیں' حقیقتاً وہ کچھ بھی نہیں جانتے' جو کچھ ہے سنی سنائی باتیں ہیں جس کی وجہ سے جاہلوں کا بول بالا ہے۔مگر ان دونوں کے درمیان ایک طبقہ عالموں رشد و ہدایت والوں اور عوام میں ایسا ہے جو کچھ حقیقتوں سے واقف ہے مگر بتانے سے گریز کرتا

ہے۔ یہ کیفیت آج سارے عالم اسلام کی ہے' مسلمانوں میں آج جو جماعتیں اور فرقے ہیں اُن کا مذہب صرف ظاہری رکھ رکھاؤ اور قد وقال پر ٹکا ہوا ہے۔ حقیقی بنیادی علم اخلاق اُصول معاشرت تہذیب کا ان کے پاس کوئی مذہبی اور بنیادی نکتہ نظر ہے ہی نہیں' ایک بھیڑ چال ہے بس اور کچھ نہیں۔ مثلاً دیوبندی جن کا کام صرف مذہبی کتابیں رٹا دینا پڑھا دینا اور اس کی بنیاد پر ایک ہجوم اکھٹا کرنا ہے تا کہ موقعہ ملنے پر اپنا ایک الگ مذہبی نظام قایم کیا جائے اِس کی مثال طالبان ہیں۔ تبلیغی جماعت کا کام بے علم جاہل عوام کو چند دینی اُصول اور بنیادی باتیں سکھا دینا تا کہ ایک بڑے ہجوم کا مظاہرہ ہو اس کی بنیاد پر سارا مذہبی نظام ان کے ماتحت ہو جن کی پیشوائی یا حکومت کا سربراہ حضرت جی ہو۔ تیسرا جماعت اسلامی ان کا نکتہ نظر مصر کی برادرہوڈ جیسا نظام مودودی کے بتائے مذہبی ومعاشی نظام پر ہر جگہ مسلم دنیا میں ان کی حکمرانی ہو۔ رہی وہابیت جس کے مددگار اہلحدیث اور صلافی ہیں انہوں نے مذہب کے نام پر عرب مما لک میں اپنی حکومتیں قایم کرلی ہیں اب ان کو مذہب قاعدہ قانون تہذیب ومعاشرت کی ضرورت نہیں رہی اب وہ آہستہ آہستہ مغربیت اور آزادی رائے کی طرف بڑھ چکے ہیں۔ اور بریلویت یا تصوف کے دلدادہ ایک ایسا طبقہ ہے جن کا جینا مرنا اوڑھنا بچھونا قبر پرستی جھوٹی کشف وکرامات قوالی نعت کی محفلوں کے مظاہرے ہی رہ گئے ہیں۔ ان تمام کے اثرات مہدویوں پر پڑے ہیں اور اب مہدویوں میں روافضہ اور شیعہ کے حامی اور تعریف کرنے والے پیدا ہو چکے ہیں یہ سب کچھ جہالت لاعلمی اور صحبت غیر کا نتیجہ ہے۔ اس پر مہدویوں کا طبقاتی وخاندانی نظام انہیں اپنی سرحد سے باہر نکلنے نہیں دیتا اور اپنی ناک سے آگے دیکھنے نہیں دیتا' کیوں کہ اگر وہ سرحد پار کرینگے تو جل کر خاک ہو جائیں گے اور انہیں مشاہدہ نصیب نہیں ہوگا جن کے اندر خدا کو نظر آنا ہے ایسا انہیں باور کرا دیا گیا ہے۔ اس طرح جو مہدویت رسم وعادت بدعت مٹانے کا ذریعہ بنی تھی اب وہی بدعتیں مہدویوں میں داخل ہو چکی ہیں۔

اس بات کو جاننے کے لئے ہم نے عرصے تک اسلام کے دوسرے عقاید اور گروہ کا مطالعہ کیا اور ہم نے پایا کہ اسلام سیدھا سادہ حق کی راہ پر اگامزن کرنے والا مذہب ہے۔ مگر جھوٹے عالموں صوفیوں مبلغوں نے اپنی علمی شان برقرار رکھنے کے لئے اسلام میں کئی پیچیدگیاں پیدا کر رکھی ہیں۔ حالانکہ وہ اسلام کی حقانیت کو متاثر نہ کر سکے لیکن انہوں نے بڑے بڑے طایفے اور جماعتیں بنا کر ایک ایسے مذہبی نظام کا بلبلہ بنا لیا ہے جو کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے۔ جس طرح جھاگ سے بنے بلبلے ایک مقررہ حد تک جا کر پھٹ جاتے ہیں۔ بہت سارے عقاید ومذاہب کو پڑھنے کے بعد ہمیں یہ سمجھ میں آیا کہ اسلام کی طرح تعلیمات مہدی موعود آسان اور سیدھے سادھے ہیں جنہیں سمجھنے عمل کرنے کے لئے بہت زیادہ عالم فاضل مجتہد محدث مفسر ہونے کی ضرورت بالکل نہیں ہے بس تقوی توکل صحبت صادقین ترک حب دنیا ذکر کثیر ہجرت ظاہری وباطنی کی ضرورت ہے جو قرآن کی تمام تعلیم احکام کا نچوڑ ہے۔ کیونکہ تمامی علم حاصل کرنے کا مقصد انہیں اختیار کرنا ہی ہے' رہی عبادتیں اور فرایض وہ خود بخود انسان اختیار کر لے گا اگر ان تعلیمات کو اختیار کرتا ہے۔ آج کے مہدوی خاص وعام کتنا ہی اپنے مصدق ہونے کا ڈھونگ رچالیں خود کو ترک دنیا کہہ لیں ہر کوئی کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی طرح کسی جماعت فرقہ اور طایفے اور گروہ سے متاثر ہوتا نظر آیا ہے۔

اس بات کو جاننے کے لئے ہم نے یہودی مذہب کے مطالعے کے ساتھ ان کے متعلق خود ان کے بنائے گئی ویڈیو دیکھے تا کہ ان کے مذہب کو سمجھ سکیں۔ان میں ہمیں ان کے خواص وعوام میں ایک بات عام طور پر نظر آئی کہ یہودی کتنا ہی ماڈرن ترقی یافتہ خود کو آزاد بنالیں مگر توریت اور زبور کے ساتھ ان کا لگاؤ انتہائی جنون اور دیوانگی کی حد تک بڑھا ہوا دیکھا۔وہ اپنے مذہب عقاید اور اپنی کتابوں کے حد سے زیادہ قدر دان ہیں ۔جبکہ مہدویوں میں بس نام کی مہدویت رہ گی ہے ایک طرح سے' کیا خاص کیا عام سبھی خود سے مایوس اور رنجیدہ دیکھے گئےاور اس طرح دوسروں سے متاثر بھی۔اس کے باوجود ہم نے ایک بات پر بہت عرصہ غور کیا کہ نفاق وانتشار کے باوجود کیوں مہدویں کا معاشرت نظام مربوط ہے اور وہ دایروں سے وابستہ رہنے پر مجبور ہیں بھلے ہی وہ اپنے مذہب وعقاید سے دور ہیں لیکن اپنے دایروں کی زندگی سے قریب ہیں اور اعتقادی طور پر اسی کا نا جایز فایدہ اُٹھایا جا رہا ہے۔اور عام مہدویوں کا استحصال کیا جا رہا ہے۔

عبادت اطاعت اور بندگی میں ''سجدہ'' کو سب سے اعلیٰ مقام حاصل ہے سجدہ انسان کے اندر سکون اعتدال نظم و ضبط پیدا کرنے Self internal disciplinery regulation کے لئے ہے۔کثرت کرنے یا اُٹھک بیٹھک کرنے کے لئے نہیں ہے سجدہ کا وقفہ مختصر ہو کہ طویل اگر اس میں خشوع وخضوع نہ ہو تو یہ محض ریا کاری ہے۔سجدہ صرف معبود کے آگے جھکنے ادب بجالانے کے لئے نہیں ہے سجدہ بندگی اور اطاعت کی علامت ہے۔اللہ تعالی نے حرام سے بچنے کا حکم دیا بغیر چوں وچراء کے سر کو جھکا دیا' زکواۃ دینے کو کہا اچھا مال راہ خدا میں دیا' گناہوں سے بچنے کو کہا سر جھکا لیا' اللہ کی راہ میں جان ومال لٹانے کو کہا اس پر آمادہ ہو گئے' دھوکہ دینے چوری کرنے جھوٹ بولنے بدکاری کرنے ناپ تول میں کمی نہ کرنے حسد بغض نہ کرنے انتشار وفساد نہ پھیلانے کو کا حکم دیا تو اللہ کے حکم پر سر جھکا کر ان باتوں سے پرہیز کرنا اللہ کے حضور باطنی سجدہ ہے۔زندگی کے ہر لمحہ ہر عمل میں سوچ میں سجدہ ہے ہم نے کیا کیا ہے کہ ایک عظیم اور وسیع المعنیٰ عمل اور مقصد کو صرف نمازوں کے سجدوں میں محدود کر دیا۔انسانوں کا کوئی بھی عمل طریقہ یا سوچ اللہ کے لئے نہیں ہے بس اپنے فایٔدے اور نقصان اور سہولت کی خاطر ہم مجبوراً کسی چیز کو اختیار کر لیتے ہیں۔

عقاید مہدویہ میں فرایض اسلام میں سے کوئی کسی ایک فرض سے اعراض کرے یا چھوڑ دے یا کمی پیشی کرے چاہے وہ فرد واحد ہو کہ یا جماعت وہ مہدوی نہیں' یعنی حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کی تعلیم وعقیدہ کے خلاف تو ہے ہی سواد اعظم کے عقیدے کے خلاف ہے۔عقاید مہدویہ میں کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ کوئی مقام یا جگہ مقدس نہیں ہے ان دو کے بعد بیت المقدس کا مقام ہے وہ بھی احتراماً۔حضور نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبوت غار حرا میں دی گئی مگر تقدس اور احترام کعبۃ اللہ کا ہے غار حرا کا نہیں۔اسی طرح کوئی تعلیمات مہدی سے کوئی ایک عمل اختیار کرتا ہے باقی اعمال اور فرایض اسلام کی پابندی نہیں کرتا تو وہ مہدوی تو ہے ہی نہیں مسلمان بھی نہیں ہے۔اور مہدویہ میں شخصیت پرستی قبر پرستی مقام پرستی کی گنجایش نہیں ہے جسے کچھ لوگ اختیار کر کے مہدوی ہونا بیان کرتے ہیں۔مہدی موعودؑ نے فراہ میں اپنے وصال کے بعد اپنے اہل وعیال وصحابہؓ کو واپس ہندوستان

جانے اور مصدقوں کی تعلیم وتربیت کرنے کا حکم دیا وہ اس لئے کہ فراہ میں کسی قسم کی قبر پرستی کی بدعت قایم نہ ہو جیسا کہ اُن دنوں رواج ہوگیا تھا' آپؒ نے اس سے منع کیا ہے آپ کی بعثت ہی رسم وبدعت کو مٹانے کے لئے تھی ۔حضوﷺ کو ارکان حج میں طواف 'سعی' رمی' قیام مزدلفہ' احرام' قربانی جیسے اُمور کا حکم دیا گیا جو دین حنیف ہے ۔غار حرا یا دوسرے مقامات کا احترام ہے تقدس نہیں ۔مہدویہ میں صحابہؓ مہدی نے صرف مہدی کی قربت اور تعلق کی وجہ سے بندگی میاں سید محمودؒ کو خلیفہ اول مانا اس کے علاوہ اور کوئی خاص وجہ نہ تھی اس لئے آل مہدی یا خلفاء مہدی اور مبشر جنتی ہونا ایک خصوصیت تو ہے لیکن مذہب وعقیدہ میں اس کا مقام صرف اور صرف قربت خداوندی اعمال صالحہ اور طلب دیدار کی کوشش میں منہمک ہونے میں ہے ورنہ قرابت یا تعلق کی کوئی خصوصیت نہیں' کہ جس سے رسم وبدعت کی راہیں کھلنے لگیں' یہی بات بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے تعلق سے بھی کہی جائے گی۔

کچھ لوگوں میں علم عقل اور فراست سے دور تک کا واسطہ نہیں ہوتا مسند علم و مشیخیت پر اس لئے بیٹھ جاتے ہیں کیونکہ ان کا خاندانی حق ہے ۔نہ ان میں ظرف ہوتا ہے نہ قابلیت ایسے لوگ احساس کمتری اور مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں یہ ایک قسم کا غیر روحانی دباؤ Non-Spritual depression ہوتا ہے ۔اپنی خاندانی شناخت بنائے رکھنے کے لئے نت نئے دلایل اور باتیں پیدا کر کے لوگوں میں اور قوم میں انتشار وفساد پیدا کر کے انہیں مزہ آتا ہے اس کو جہالت نہیں شیطانیت کہا جا سکتا ہے ایسے لوگ سنکی ہوتے ہیں جیسے کوئی نیم پاگل لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اُوٹ پٹانگ حرکتیں کرتا ہے ۔اور سب زیادہ مجرم اور گنہگار وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا دین ومذہب سے کوئی واسطہ نہ ہو وہ ان کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں دیکھا گیا کہ ان میں معاشرے کے شریر بد بخت اور بدکردار لوگ ہی ہوتے ہیں ۔ہر دور میں ایسے لوگ موجود رہے حضور نبی کریمﷺ کے دور میں ابوجہل تھا جس کو اقرار تھا کہ محمد مصطفیﷺ سچے اور حق پر ہیں مگر خاندانی عصبیت حسد بغض اور نا اہلی کے احساس نے اُسے قیامت تک کے لئے دشمن اسلام قرار دے دیا گیا آج ہمارا معاشرہ اا یسے کچھ لوگوں سے نبرد آزما ہے۔

جو لوگ اللہ کے احکام کو نہیں مانتے اس کی بندگی نہیں اختیار کرتے تو شیطان انہیں نظریاتی غلامی میں مبتلاء کر دیتا ہے اس کی مثال کمیونزم مارکس ازم سوشیل ازم میں ہے آج کارل مارکس لینن اور ماوسے تنگ کے نظریات نے دنیا کو اپنی گرفت میں لےلیا ہے یہ اُصول ان لوگوں کے بنائے نظریات پر ہیں اس طرح یہ موجودہ دور کے نمرود فرعون ہوئے آج ان کے ماننے والے ان نظریات کی بقا کے لئے نت نئے مظالم آزمار ہے ہیں ۔اسلام میں بھی جو معرفت الٰہی کا انکار کرتے ہیں وہ انسانوں کے بنائی گروہی اور جماعتی نظام کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں دراصل منافق حق کا انکار نہیں کرتا بلکہ وہ ناحق کو حق کے ساتھ اختیار کیا ہوتا ہے ۔جو آیمہ علماء کاملین کی تقلید کا انکار کر رہے ہیں وہ بھی تو کسی کی تقلید ہی کر رہے ہیں جو کہ مذہبی آزادی رائے میں ملوث ہے جس امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں جس کی دینی قابلیت کا پتہ نہیں وہ کیا تقلید نہیں ہے دراصل مذہبی ودینی آزادی کو غیر تقلید کا نام دیا گیا ہے احکام قرآن وسنت میں اپنی آزادی رائے سے عمل کرنا غیر مقلد ہونا ہے ۔

پہلے مخلص صوفیا اور علماء کی خانقاہیں ہوا کرتی تھیں جہاں پر دین وایمان کی تعلیم کا انتظام بلا معاوضہ ہوتا تھا پھر ایک دور آیا علمائے سوا اور بدعتی صوفیاء نے ان خانقاہوں کو اپنی دنیا طلبی اور عشرت کے مراکز بنا دئے آج جو مدارس کا ایک جال بچھا ہوا ہے وہ کسی دین کے علم کی تجارت کی منڈی سے کم نہیں ہر عقیدہ کا ایک مدرسہ ہے جہاں پر تعلیم اور تربیت کم صرف رٹنے رٹانے کے سوائے فکر خیال ایمان اسلام کی تعلیم کا کوئ نظام ہی نہیں اسلام اور مدرسہ کے نام پر چندہ اکھٹا کرنے اساتذہ کو تنخوہ دینے کا نظام زیادہ ہے جو کچھ اسباق سکھائے بھی جاتے ہیں وہ اپنی جماعتوں اور عقیدوں کی تشہیر تک محدود ہیں۔ویسے بھی وہاں سے لوگ طالب علم بننے کے بجائے کاروباری بن کر آتے ہیں نماز پڑھانے کی اتنی خطبہ دینے کی اتنی جلسہ کرنے کی اتنی قرآن پڑھانے کی اتنی اتنی فیس طے ہوتی ہے۔ پہلے ایسا نہیں تھا شخصیت کے اعلی جوہر کو اُبھارا جاتا تھا اس کے ساتھ دینی تعلیم اور تربیت کا انتظام ہوتا اور یہ کام کڑی نگرانی میں ہوتا جب تک علم کی تمام باریکیوں سے طالب علم واقف نہیں ہوتا تھا اس کی چھٹی نہیں ہوتی تھی۔اب ایک مقررہ مدت تک رٹ اور رٹا کر فارغ التحصیل کر کے دستار باندھی جاتی ہے اور فارغ طالب علم یہ سمجھنے لگتا ہے کہ دین کے تمام تر علوم اور اساس اسی کی ملکیت ہے وہ جو چاہے کرے وہ دینی عالم نہیں سوداگر بن کر آتا ہے۔مہدویہ دایروں میں سر پرست دایرٔہ کی نگہداشت میں خلفاء اور تارک الدنیا کی تعلیم تقوی توکل ذکر وعبادت کی تربیت ہوتی تھی جس سے معاشرے کی حقیقت اور ضرورت اور دینی ذمہ داریوں کا احساس ہوا کرتا تھا اور اب مدرسے کو بھیج دیا جاتا ہے جہاں سے وہ دین کے تاجر بن کر آتے ہیں عقیدہ ومذہب بگڑا ہوا اور علمی غرور صاف دکھائ دیتا ہے ہر کسی کے لئے ان کی نظروں میں حقارت صاف ظاہر ہوتی ہے گویا یہ بخشے بخشائے ہوے ہیں باقی تمام گناہ گار اور ان ہی کی دادرسی کے طلب گار ہیں بغیر ان کے دوسروں کا دین اور دنیا جیسے بے مقصد ہوں۔ہر دور میں کوئ انقلاب تبدیلی معاشرت، حکومت اور کبھی کبھی آسمانی آفات اور وبائیں نہ صرف انسانی معاشرت کو تبدیل کر دیتی ہیں بلکہ عقیدہ ومذہب کو دیگر گوں کر دیتی ہیں ایسا ہی سنہ 2019 میں کرونا وایرس کی وبا نے کیا ہے جس نے بہت ساری زندگیوں کو تو تلف کر دیا بدحالی اور نئے مسایل پیدا کر دئے ان میں کچھ معاشرتی کچھ مالیاتی تھے مگر شریعت اسلامیہ کے بنیادی عقاید میں بڑا منفی کردار ادا کیا نہ صرف غیر اسلامی ملکوں میں بلکہ اسلامی ملکوں حتی کے مکہ مکرمہ میں نماز جماعت موقوف کر دی گئی عیدین اور جمعہ موقوف ہو گئے تراویح منسوخ ہوگئی جو لوگ پنج وقتہ نمازیں نہیں پڑھتے تھے جمعہ کی نماز بڑی شان وشوکت سے اداء کر کے بندوں پر تو احسان کرتے تھے خدا پر بھی احسان کرتے تھے ایسے لوگوں کی تشویش دیکھنے لائق تھی تاریخ کے کسی دور میں نہ دیکھنے میں نہ سننے میں آیا کہ شریعت کی ایسے دھجیاں اڑائ گئی ہوں۔کئی مسلمانوں کو بغیر غسل بغیر نماز جنازہ دفن کیا گیا۔اس سے کچھ نئے قاعدے اور طریقے معلوم ہوئے اور حقیقتیں سامنے آئیں غیر مسلم ہی نہیں کئی مسلم ممالک اور بڑی بڑی جماعتیں اور طایفے والوں نے وہ کیا جو تاریخ کے کسی دور میں نہیں ہوا۔کچھ باتیں ایسی تھیں جن سے انسانوں کا بنایا مذہبی نظام درہم برہم ہوگیا۔مہدویوں میں بھی دایرٔے کے مشایخ ومرشدین وباء کے خوف سے نماز کا کیا انتظام کرتے نماز جنازہ پڑھانے اور کفن دفن سے انکار کر دیا اور ان کی قرابت داروں اور رشتہ داروں سے کہہ دیا کہ یہ

کام خود کرلیں ۔اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ ایسا کیا جاسکتا ہے جہاں پر مرشد کا دفن کرنا شرطیہ تھا وہ باطل ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان زندہ رہنے تک جو اعمال کرتا ہے وہیں اس کا اصل سرمایہ دین ہے مرنے کے بعد کون غسل دیتا ہے دفن کرتا ہے ضروری نہیں جس طرح مرنے سے پہلے وہ مسلمان یا مصدق تھا اس کا فیصلہ خدا کے حضور ہے ۔اور یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ کوئی مصدق کہیں رہے تعلیمات مہدی پر عمل کر رہا ہے قرآن وسنت پر قایم ہے اور تعلیمات مہدی کا اہتمام کرتا ہے تو اس کا معاملہ اللہ کے حضور ہے کسی کی محتاجی کی ضرورت نہیں ۔دینی ضرورت کے جو اشکال پیدا کردئے گئے ہیں وہ بندوں کو مجبور کر کے تابع رکھنے کے ہیں ۔ہاں مگر! جو لوگ واقعتاً تعلیمات مہدی پر قایم ہیں چاہے رہبر ہوں کہ عام مصدق آج تک انہیں کی وجہ سے عقیدہ ومذہب کی آبرو ہے ۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ تنقید ہے تو ہاں یہ تنقید تعمیر کے لئے ہے کسی کی تضحیک کے لئے نہیں ایسا کرنا برائی نہیں ہے ۔

علماء اتقیاء بزرگوں اور اللہ والوں کا احترام اور عقیدت ہونی چاہے اور یہ حق ہے اور احترام نہ کرنا نہ صرف بداخلاقی ہے بلکہ بے دینی کی علامت ہے۔ لیکن !سوال یہ ہے کہ کیا ان میں ایسے لوگ قابل احترام بن جائیں گے جو ڈھونگی اور دھوکہ باز ہیں یا دکھاوے کے لئے رسمی صورت بنا کر یوں ہی عالم بزرگ متقی اور پرہیز گار ہونے کا سوانگ رچا رہے ہیں ۔ان میں کئی ایسے ہوتے ہیں جن میں دین وایمان بھی نہیں ہوتا اور شملہ بمقدار علم بھی نہیں ہوتا یعنی علم کی مناسبت کے حساب سے ادب بھی نہیں ہوتا اور نہ دین و ایمان کی سمجھ ہوتی ہے اور کئی ایسے ہوتے ہیں اپنی دکھاوے کی بزرگی اور دینداری کا لوگوں کے استحصال لوٹ اور بے دینی کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں ۔کیا ایسے لوگ بھی ادب واحترام کے قابل ہوجائیں گے؟ادب واحترام کے لئے عالم فاضل ہونا ضروری نہیں ہے متقی پرہیز گار ہونا بے لوث اور مخلص ہونا ضروری ہے ۔یہ ایک حقیقت ہے کہ جنھیں عالم وفاضل ہونے کے دعوے تھے انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور دین ایمان اور حق کوئی کو بالائے طاق رکھ کر دوسرے بزرگوں کی تضحیک کی ہے غیر مقلدوں کی مثال سامنے ہے جو علماء آیمہ اربعہ کی شان میں گستاخیاں بے دریغ کرتے ہیں اور جنھیں علماء ہونے کا غرہ تھا مہدی موعودؑ کی شان میں گستاخیاں کیں ہیں کیا وہ بھی عالم کہلائے جانے کے مستحق ہیں؟۔دوسروں کو کیوں دیکھیں گروہ کے اندر ایسے لوگ ہیں جو صرف اپنی باپ دادا کا احترام کرنا خطبہ وخطاب میں نام لینا ضروری جانتے ہیں دوسروں کی کھلے عام تضحیک اور رد کنا کرتے ہیں جو اہل روافضہ کا طریقہ ہے جسے تبرہ کہتے ہیں کیا ایسے لوگ خود کو قابل احترام واعتناء سمجھے جاسکتے ہیں ۔ادب و احترام کا معاملہ تعلیم اور جہالت سے نہیں ہے تعلیم ایک ذریعہ ہے بات کو سمجھنے اور سمجھانے کا تعلیم حاصل کر لینے کا مطلب یہ نہیں کہ سارے انسان جاہل سمجھے جائیں کئی تعلیم یافتہ جاہل دیکھے گئے ہیں اور کئی اُمی اوران پڑھ محترم ہوتے ہیں ۔حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ عالم نہیں تھے ایک راجہ کے بھانجے تھے مگر مہدی موعودؑ کے مقرب تھے اور صحابہ مہدیؓ میں محترم تھے اور خلفائے مہدی میں سے تھے ۔ادب واحترام کا پیمانہ علم تو ہے لیکن تقوی وپرہیز گاری اخلاص وخدمت خلق اس کی اولین میثاق ہے ۔جو حق کو دریغ کرے اور حقیقت سے اعراض کرے وہ عالم نہیں ہوسکتا۔

یہاں بات صرف یہ سمجھنے کی ہے کہ مقطعات اسماء الحسنیٰ اور بینہ میں تعلق یا مطابقت کیا ہے؟ قرآن کا نزول ہر اُس اللہ کے بندے کے لئے ہے جو عبد و معبود کی حقیقت سے واقف ہونے کے بعد ایمان و یقین کے ساتھ خالق کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ مقطعات اسماء الحسنیٰ اور بینہ کو سمجھنے کی بات اللہ کے ان بندوں کے لئے ہے جو اللہ کی معرفت یا احسان حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مقطعات میں ''نداء''۔ اذان۔ یا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق کل ہے جو بھی طلب یا مطالبات ہیں وہی پورے کرسکتا ہے کوئی اور نہیں اسی لئے یہ سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں۔ اسماء الحسنیٰ یا اسماء الصفات اللہ تعالیٰ کے خطاب یا پکارے جانے کے وہ نام ہیں جن کے ذریعہ اسے راضی کیا جائے خوش کیا جائے اظہار طلب کے مطالب بیان کئے جائیں ان کے وسیلے سے دین و دنیا کی ضرورتیں یا نعمتیں طلب کی جائیں۔ اور بینہ یا روشن دلیلیں وہ انبیاء اور مرسلین ہیں جنہوں نے اللہ کے حکم سے بندوں کی مدد و اعانت کامیابی کامرانی اصلاح و خیر خواہی کے اعمال طریقے باتیں بتائیں ہیں اور دین ایمان شرع شریعت سے رہنمائی کی۔ ان تینوں مقطعات اسماء الحسنیٰ اور بینہ کے تعلق اور ربط سے جب بندہ خالق کل اللہ رب العزت سے کچھ طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مخلوق انسان کی حیثیت ضرورت کے مطابق اسے عطا کرتا ہے۔ یہ ربط عبد و معبود کے تعلق کو مضبوط کرتا ہے۔ پہلے کے انبیاء یا بینہ اپنے زمانے کی ضرورتوں کے مطابق راہ نمائی کرتے تھے آخر میں خاتم الانبیاءؑ نے جو راہنمائی کی وہ تمام انبیاء و مرسلین کا جامع عمل ہے اور اپنے تابع بینہ کو آپ ﷺ نے جو راستہ خود اختیار کیا خدا سے ملنے کا یا دیکھنے کا جو معرفت الٰہی کا منتہٰی ہے اس کی تعلیم تبلیغ اصلاح حفاظت تشریح ترویج کا ذمہ دیا کہ میرے بعد آخری بینہ وہ جو میرا قائم مقام ہے وہ مخفی راستہ دکھائے گا جس پر چل کر متبوع ﷺ نے اللہ سے ملاقات کی تھی اسکا دیدار کیا جو تخلیق آدم کی انتہا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تخلیق آدم کا جواز کیا ہوسکتا ہے کہ تمام مخلوقات بھی ذکر تسبیح و تحلیل کرتی ہے اطاعت کرتی ہے اللہ کو خالق کل مانتی ہے۔ مگر وہ اللہ سے ملاقات نہیں کرتی آدم کی خصوصیت اللہ سے ملاقات یا اس کا دیدار ہے جو فخر انسانیت حضرت محمد ﷺ کو کرایا گیا یہی بات اُمت محمدؐ کے خاصان خدا کو میسر ہوسکتی ہے بشرطیکہ وہ اعمال اختیار کریں جو اللہ کے رسولؐ نے اختیار کئے تھے جس کی تعلیم اور تربیت آخری بینہ نے دی ہے۔ اس کو حاصل کرنے کے لئے قرآن و امام مِنْ ذُرِّيَتِي پر یقین کرنا پڑیگا ''القرآن والمهدیؑ امامنا امنا و صدقنا ''ہر انسان قرآن کے پیغام کو نہیں سمجھ سکتا مگر انسان کی اس مخصوص تعلیم و تربیت کے لئے ایک تحریک اجتماع اور قیام کی ضرورت تھی سو حضرت مہدیؑ موعودؑ نے دائرۃ السلام کا نظام قائم کر کے فرایض ولایت کی تلقین کی اس طرح جب بندہ آٹھ پہر کے ذکر خفی میں محو و مستغرق ہو جاتا ہے تو اسرار خداوندی کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ یہاں علم ریاضی مقطعات اسماء الحسنیٰ و بینہ میں ہمارا غور کرنا اس لئے ہے کہ جو کوئی قرآن میں غور و خوص کریگا اللہ اس کی راہنمائی کریگا اور یہ غور خوص کرنا قرآن و حدیث کی بنیاد پر ہونا چاہئے نہ کہ شتر بے مہار کی طرح منفقانہ و بیدینی کے اقوال و خیالات کو ہم قرآن کی تعلیم سے ہم آہنگ کرنے لگیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں غور و خوص کرنے کا حکم دیا ہے ہمارا مقصد اللہ کی اطاعت ہونا چاہئے نہ کہ نام و نمود کی طلب۔ نیت اور مقصد اچھا ہونا چاہئے نتیجہ خاطر خواہ ہوگا' ہم نیم کا پیڑ بو کر انار نہیں حاصل کرسکتے۔

کیا کبھی ہم نے غور کیا ہے کہ نماز ہم اللہ کے حکم سے پڑھتے ہیں مگر سورہ فاتحہ ہو یا قرآت قرآن میں اللہ کی عظمت وجلال کے ذکر کے علاوہ احکام قصص اور معاملات جنت وجہنم ہوتے ہیں مطلب یہ کہ ہم دن میں پانچ مرتبہ قرآن کی تعلیم کو دہرا کر یاد کرتے رہتے ہیں' قرآن کے لفظ ومعنی کو سمجھنا احکام وشرع کی سمجھ رکھنا ان کا کام ہے جو زبان عربی سے واقف ہوتے ہیں یا ترجمہ پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں ۔لیکن ! اُمت میں اُن کثیر تعداد لوگوں کا کیا جو نہ عربی سے واقف ہوتے ہیں نہ احکام وشرع کو سمجھنے کی ان میں قابلیت واستطاعت ہوتی ہے ایسے لوگ دوسروں کی دیکھا دیکھی عمل کر لیتے ہیں یا دوسرے معنوں میں نقل کر لیتے ہیں ۔ہاں مگر! ان کے عقل وفہم میں اللہ تعالی کے واحد لاشریک اور خالق ہونے کا یقین ہوتا ہے اور اس عقیدے میں وہ علم والوں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں ۔ایسے بندگان خدا کی عبادت اللہ سے قربت اور معرفت الٰہی کا کوئی وسیلہ تو ہونا چاہیے سو اللہ تعالی نے ایسے بندگان خدا کے ایمان ویقین کے جتن کے لئے اسماء الحسنٰی اور مقطعات جیسے حروف اور کلمات دئے ہیں اگر انہیں ان کلمات میں ربوبیت اور عظمت خداوندی کا احساس دلا دیا جائے تو وہ آسانی سے اپنے بندہ ہونے کا اقرار کرتے رہیں گے اور ان کا ایمان مضبوط مستحکم ہوتا رہے گا اسی لئے نماز کو جس طرح اللہ کا ذکر کہا گیا ہے اسی طرح ذکر واذکار کی اہمیت اور ان کے صفات کی خصوصیات کو بتایا گیا ہے ۔تا کہ اللہ تعالی سے ان کا تعلق مضبوط ہو' اور یہ حقیقت ہے کہ انسان جتنا چاہے قرآن پڑھ لے علم الکلام وعلم حدیث کا ماہر بن جائے رموز واسرار سمجھ جائے' اگر اپنی عبادتوں ذکر واذکار میں خلوص خشوع وخضوع نہ ہو اللہ کی عظمت اس کے دل میں جاگزیں نہ ہو تو اس کا سارا علم بیکار محض ہے ایسا انسان اس گدھے کی طرح ہے جس کے اُپر قیمتی اور نایاب کتابوں کا بوجھا تو ہے مگر وہ اس کی قدر و قیمت اور افادیت سے واقف نہیں ہوتا ۔لہٰذا اسماء الحسنٰی مقطعات جامع ایمان وعقیدہ کی کلید ہیں اور بینات یعنی انبیا ومرسلین کے واقعات سے ایمان وعمل میں ایک نئی تازگی اور جوش پیدا ہوتا ہے اس طرح یہ تینوں انسان کے لئے تجدید ایمان کا ذریعہ ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ تصوف کے سلسلوں میں ذکر کے کئی طریقے بتائے گئے تا کہ ان پڑھ اور بے علم لوگوں کو اللہ کے راستے پر لگایا جائے یہ الگ بات ہے کہ جاہل اور بے دین لوگوں نے ان میں بدعات پیدا کردیں ۔سو مہدئ موعود علیہ السلام نے فرایض ولایت کی پابندیوں کے ساتھ ذکر اللہ کا اہتمام کروایا ہے تا کہ نفس کا غلبہ بندے کو بہکا نہ دے آپؑ قرآن کی تعلیم اور بیان ان کو دیتے تھے جو اس کے قابل تھے اور جو اس کے اہل نہیں تھے انہیں آٹھ پہر ذکر اللہ میں رہنے کی تلقین کی ۔بندگی میاں شاہ نظامؓ جالیس کے رئیس اور حاکم تھے ظاہر ہے دینی علم سے تو واقف تھے اور اللہ کی معرفت کی تلاش انہیں مہدی موعود کے پاس کھینچ لائی ایک رتبہ والے خاندان سے ہونا ان کے علم سے واقفیت ہونے کا جواز ہے باوجود اس کے آپ کوئی کتاب پڑھ رہے تھے آپؑ نے پوچھا کیا پڑھتے ہو انہوں نے کہا کوئی دین وعقیدہ یا مسایل کی کتاب ہے تو آپؑ نے ان سے فرمایا کہ ذکر کرو اللہ کا ذکر کرنا چاہیے ۔ایک کے عرصہ بعد خود امامؑ نے بندگیمیاںؓ سے کہا کہ علم حاصل کرنا چاہیے' اور وہ کتاب پڑھنے کو کہا' یعنی جب قابلیت واستطاعت بڑھ گئی تو قرآن کا علم حاصل کرنے کا حکم دیا ۔

ایمان ایک مستقل حقیقت ہے بغیر ایمان کے اسلام بے معنی ہے' اسی طرح معرفت الٰہی ایک حقیقت ہے جس کے بغیر

ایمان کی کوئی حقیقت نہیں اور معرفت الٰہی کی منہاج عرفان سے ہے جسے تعلیمات فرائض ولایت مہدویہ میں احسان اور بصیرت یا دیدار کہا گیا اور یہ اقرار وحدت کا بھی منتہٰی ہے عرفان وہ مقام ہے جہاں پر لوامع انوار الٰہی کا فیضان ہوتا ہے چاہے وقتیہ ہو کہ ہمیشہ کے لئے۔

عہد فترہ کے بعد وحی الٰہی کا نزول

حضرت عیسیٰ کے چھ سو دس سال کے عہد فترہ (وہ دور جس میں کوئی نبی رسول کتاب صحیفہ یا مصلح نہیں آتا) کے بعد جب انسانوں نے حقیقی رب یا معبود کو بھلا دیا تھا تو حضرت محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے پہلا حکم یا پہلی نزول وحی سورہ العلق کی پانچ آیتوں سے کی۔ پہلی اور تیسری آیت میں خود کو "رب" یعنی معبود سے متعارف کروایا اس کے بعد انسان کی حیثیت اور اس کی حقارت کی طرف توجہ دلائی اور علم اور قلم کی اہمیت بتائی۔ ان پانچ آیات کے بعد جو وحی آئی وہ تھی سورہ قلم جس میں خود کو نون "نٓ" یا نور سے متعارف کروایا فرشتوں کی خلقت کا ذکر کیا حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ کا ذکر کیا معنی یہ کہ آپ کو نبوت پر انہیں اوصاف کے ساتھ چنا گیا ہے اور اس کی آیت ۳۲ میں پھر سے خود کو رب ظاہر کیا اس کے بعد دوبارہ پھر سورۂ العلق کی باقی ۱۴ آیات کا نزول ہوا اس سورہ کی ۱۳ ویں آیت میں سب سے پہلے جس اسم سے خود کو متعارف کرایا وہ تھا "اَللّٰہُ" اور کہا کہ کیا نہیں جانتے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ نزول قرآن کی پہلی وحی میں ہی حدیث جبرائیل کی حقیقت کو ظاہر کر دیا گیا جب دین مکمل ہونے لگا تو کہلوایا کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے بعد ۱۹ ویں آیت میں اپنے معبود ہونے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ "سجدہ کرو اور نزدیک ہو جاؤ"۔ مطلب یہ کہ وحی کے شروع میں بتا دیا کہ اللہ کا رب ہونا جبرائیل کا قاصد ہونا علم قلم نور فرشتہ ان سب کے تعارف اور ان کی حقیقت کے بیان کے بعد آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کا ذکر کرکے بتایا کہ "میں اللہ" وہی رب ہوں جس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی جا سکتی میری ربوبیت میں شرک کرنا میرے قہر و غضب کو آواز دینا ہے۔ "اَللّٰہُ" اسماء الحسنٰی میں یہ پہلا اسم ہے جو قرآن میں آیا ہے۔ اسم "اللہ" میں جو الف لام ہے اس کے بابت مختلف اقوال ہیں سیبویہ نے لکھا کہ یہ الف لام حذف شدہ ہمزہ کے عوض میں اس بنا پر آیا ہے کہ اللہ اصل اِلٰہٌ "تھی اس پر الف لام داخل کیا تو ہمزہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل یعنی لام کو دی اور لام کو لام میں ادغام کر دیا۔ ادغام کہتے ہیں دو حرفوں کو تشدید دے کر ایک حرف کی طرح تلفظ کرنے کو مثلاً قد تبیین قد دخلو، تحت تجارتھم، ھم من۔ اور اس کے بعد نون "نٓ" یا نور کے پردے میں ظہور کیا۔ اس طرح اسماء الحسنٰی کے فوراً بعد ہی دوسری سورہ قلم میں "مقطعات کی اہمیت بتا دی گئی" ہے۔ اس حقیقت کو سمجھے بنا نہ ہی اسماء الحسنٰی کو نہ مقطعات کو نہ ہی اسم اعظم کی تقدیس و تحریم کا اندازہ ہو سکے گا۔ اسی کے ساتھ حضور ﷺ کو بتا دیا گیا کہ علم غیب (وحی) کو لکھ لیا جائے اور محفوظ کر لیا جائے کیوں کہ یہ احکام ہیں، یہ قصہ کہانیاں نہیں ہیں۔ اس طرح قرآن کے ہر کلمہ لفظ اور حروف کی حفاظت کا کام ابتداء ہی میں شروع ہو گیا۔ اور مقطعات حروف ہجا ہونے کے باوجود ضبط قلم کئے جانے لگے۔ عربی زبان میں جو غیر عربی الفاظ آئے ہیں ان میں "ن" بھی ہے جو ایک مقطع ہے الاتقان فی علوم القرآن میں کرمانی کی کتاب العجایب میں

ضحاکؒ سے روایت ہے کہ "یہ فارسی زبان کالفظ ہے" اس کی اصل انون ہے جس کے معنی جوتم چاہو کرو ہیں یعنی تمہیں اچھائی برائی کا اختیار دیا گیا ہے مگر تمہیں اچھائی اختیار کرنی ہے برائی سے اجتناب کرنا ہے ۔اورنزول کی تیسری سورہ مزمل کی آخری اور 20 ویں آیت میں اپنی صفات "غفوراور رحیم" کا اظہار کیا۔نبوت کے ابتدائی دور میں ہی پہلے اپنی ذات سے متعارف کرایا' رب اللــه هــو' اس کے بعد علق کی تیسری اور قلم کی پہلی آیت میں علم اور قلم کی اہمیت بتا کر 'نٓ' مقطعہ کی خصوصیت بتائی ۔اس کے بعد تیسری سورہ کو نازل کیا تو اپنی صفات "غـفـور رحيم" 'کو ظاہر کیا یعنی ابتداء ہی میں اصول ایمان کے ضابطے بتائے کہ کن خطوط پر ایمان کی تعلیم اور تربیت کی جائے گی ۔اس طرح اللہ تعالی نے اپنی پہچان پہلے "رب' بعد میں 'نٓ' سے الگ پہچان ہوئی مقطعہ کے ذریعہ اس کے بعد "اللہ" اور بالکل بعد میں صفات "غفور رحیم" کے ذریعہ پہچان کرائی ۔بالکل دوسری سورۃ یا وحی میں حرف ہجایا مقطعہ کا بیان مقطعات کی اہمیت کو تو ظاہر کرتا ہے لیکن اس کی وضاحت کا بیان نہ کیا جانا اسے اور مخصوص بنا دیتا ہے اور قرآن میں بیان کر کے اس کا خلاصہ نہ کرنا معنی نہ بتانا اسے متجسس کرتا ہے ۔اس کے بعد قرآن کا سارا بیان انہیں ذات وصفات کی پہچان اور تعارف کے ذریعہ ہوا ہے ۔اور قرآن کے معجزات کے اجزاء کا بھی اظہار اس طرح ہے کہ سورہ العلق کی جس آیت میں "اللہ" آیا ہے وہ 14 ویں آیت ہے اور تبارک الذی 29 جز کے 14 ویں رکوع میں صفات غفور رحیم آئے ہیں' اس 14 کی خصوصیت کو ہم نے آگے گا ہے بگا ہے اس طرح ذکر کیا ہے کہ 14 مقطع 14 سجدے جس کی تفصیل آگے ہے ۔نبی اور رسول کی عظمت تو مقدم ہے ہی لیکن صحابہؓ نے نزول قرآن ترتیب قرآن اور ایک ایک آیت لفظ و معنی کو جس جتن سے اُمت کو پہنچایا ہے ان کی الوالعزمی شان اور تحقیقی و علمی معیار کو دنیا کی کوئی قوم اور خطہ ایسی مثال نہیں پیش کر سکتی ۔ایک طرح سے صحابہ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تحقیق علم و معرفت کا جو معیار Benchmark بنایا ہے وہ ہر ملک خطہ وقوم کے لئے ایک رہنما اصول بن گئے۔

جیسے کہا کہ پہلی سورۃ العلق کے نزول میں هو رب الله کہا اور سورہ مزمل میں غفور اور رحیم کہا۔اس طرح اگر ہم سورہ فاتحہ کو پانچواں نزول مانیں تو اس میں الـلـه رب الـرحـمـن الرحيم آئے ہیں اور حضرت جبریلؑ کے ذریعہ نازل ہونے والی سورۃ ہوئی ۔لیکن !اگر سورہ فاتحہ کو پہلا نزول مانیں جیسے کہ کچھ ایک روایت میں آیا ہے کہ غار حرا سے پہلے حضورﷺ کو یہ سورہ فاتحہ مع بسم اللہ سنائی دیتی تھی ۔الـلـه رب الـرحـمـن الرحيم پہلے اسماء ہونگے' اگر ترتیب قرآن کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو سورہ فاتحہ میں پہلی بار الرحمٰن آیا ہے چاہے وہ پہلا نزول ہو کہ پانچواں اس کے بعد سورہ عمران میں ایک بار الرحمٰن کا اسم آیا ہے جو تیسری ترتیب کی سورہ ہے اس کے بعد سیدھا سورۃ مریم میں لگا تار 19 بار رحمٰن کا اسم آیا ہے ۔لیکن اگر !نزول قرآن کے تسلسل میں دیکھیں تو ایک حیران کن حقیقت سامنے آتی ہے وہ ہے وسورہ فاتحہ میں پہلا الرحمٰن اس کے بعد نزول کی 41 ویں سورہ "یٰسین" میں آیت 52,22,15,11 میں لگا تار 4 بار الرحمٰن کا اسم آیا ہے اس طرح "یٰسین" کے 4 اور فاتحہ میں 1 الرحمٰن کو جمع کریں تو ہوئے 5 رحمٰن اور سورہ فاتحہ بھی 5 واں نزول ہے ۔اور دیکھیں سورۃ یٰسین کا نزول بھی 41 واں ہے جس کی جمع 5 ہوتی ہے ۔اور اس کا حیرتناک پہلو

یہ ہے کہ سورۃ یٰسین میں پہلی بار اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُنْ فَیَکُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کے بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو کُنْ کہتا ہے اور وہ چیز فَیَکُوْنَ ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کُنْ فَیَکُوْن کا ذکر 8 مرتبہ ان سورتوں میں کیا ہے۔ سورہ الفرقان نزول 42 ترتیب 25 آیت 7 'سورہ مریم نزول 44 ترتیب قرآن 19 آیت 35 'انعام نزول 55 ترتیب 6 آیت 73 ' سورہ مومن/ غافر نزول 60 ترتیب 40 آیت 68 'سورۃ النحل نزول 70 ترتیب 16 آیت 40 'سورہ بقرہ نزول 87 ترتیب 2 آیت 117 'سورہ عمران نزول 89 ترتیب 3 آیات 47 اور 59۔ اب سوال یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد سورہ یٰسین میں نزول کے وقت پہلی بار ''الرحمٰن'' کا اسم آنا اور اُسی میں پہلی بار کُنْ فَیَکُوْن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا اپنی قدرت اور خالق ہونے کی عظمت کا بیان کرنا اور 5 کے عدد کی ایک عجیب سے خصوصیت کا ہونا اور الٓـرٰ حٰمٓ نٓ سے الرحمٰن ہونا کیا غیر معمولی نہیں لگتا؟۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جب بنی اسرائیل کے سامنے ''رحمٰن'' کا نام لیا جاتا تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔ ہم جہاں کہیں دیکھیں قرآن مجید میں جب کبھی معرفت الٰہی کا بیان ہوا ہے وہ ایک سورۃ یا ایک رکوع میں مسلسل نہیں آتا ہے احکامات وواقعات کے بیان کے درمیان ایک آیت یا چند آیات کا بیان ہوجاتا ہے ورنہ قرآن میں احکام بیان قصص تنبیہ نصیحت کا بیان ہوتا رہتا ہے۔ اور مکہ مکرمہ میں تو شرک وکفر کرنے والوں کو وعید عذاب جہنم حشر کے بیانوں سے ہی تنبیہ ووارننگ دی گئی ہے۔ اور نبوت کے ابتدائی 11 یا ساڑھے گیارہ برسوں تک حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کو واحد ولاشریک ماننے کفر وشرک نہ کرنے امن قایم کرنے فساد نہ برپا کرنے کے احکام بندوں کو دئے جاتے رہے حالانکہ پہلی نزول سورہ العلق میں اللہ تعالیٰ کو ''سجدہ کرنے اور اُس سے قریب'' ہونے کو کہا گیا ہے لیکن گیارہ برسوں بعد سورۃ النجم جو نزول کی 23 ویں سورہ ہے کی آخری اور 62 ویں آیت میں پہلی بار کہا گیا کہ ''فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا پس سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کی عبادت کیا کرو۔ اس میں دوسرا سجدہ آیا ہے۔ قرآن کے ابتدائے نزول میں ہی سجدے کا بیان اور ایک سجدہ بجالانا ضروری اور معراج کا جب بیان سورہ النجم میں کیا تو ایک سجدہ ضروری۔ العلق کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورہ النجم میں سجدہ کیا اور جن وانس اور درختوں میں سے جو حاضر تھے سب نے سجدہ کیا۔ حالانکہ نماز کا حکم شب معراج میں ہوا ہے مگر اس کی تفصیل بعد میں سورہ بنی اسرائیل/ اسراء نزول 50 میں آئی ہے۔ کہنا یہ ہے کہ حضور ﷺ ان گیارہ یا ساڑھے گیارہ برسوں میں کس قسم کی عبادت کرتے تھے یا حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو طریقہ نماز معراج سے پہلے سکھایا تھا یہ معلوم نہیں۔

مفسروں محدثوں اور مورخوں نے ترتیب قرآن کے مطابق روایات وواقعات کو مرتب کیا ہے۔ لیکن پہلے کچھ حد تک آیمہ اربعہ نے نزول قرآن کے تسلسل میں بیان کیا ہے کیونکہ وہ ابتدائے اسلام کا قریبی زمانہ تھا بعد میں اس کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ لیکن امام سیوطیؒ اور ان جیسے محققوں نے نزول قرآن وآیات پر بڑا قابل قدر کام کیا ہے اسی وجہ سے بہت سارے معاملات حقیقی بیان میں بعد میں ہوئے ہیں۔ مفسرین محدثین نے آج کے رپورٹر یا جرنلسٹ جیسا کام اُس وقت کیا یعنی واقعات حالات بیانات کی تحقیق کی

اسے اسناد کے ساتھ مرتب کیا انہوں نے تحقیقی کام بہت تھوڑا کیا ہے بعد میں اسی بنیاد پر ابن اسحاق ابن ہشام ابن سعد ابن کثیر ابن خلدون نے تاریخیں مرتب کیں ہیں ۔ البتہ کہیں کہیں انہوں نے نزول قرآن کے بیانوں کا لحاظ رکھا ہے مگر وہ مسلسل نہیں ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ معرفت الٰہی کے بیانوں اور روایتوں کی اندیکھی کی گئی جس کی وجہ سے جہاں تصوف کے گروہ ہوئے وہیں آزادی رائے رکھنے والوں کا مسلمانوں میں طبقہ پیدا ہوگیا جو آج تک باقی ہیں ۔اس طرح دیکھیں تمام معرفت الٰہی کے بیانات اور سورتیں مدینہ منورہ میں ہی بیان ہوئی ہیں ۔ جیسے حدید ,محمدؐ ,الرعد ,الرحمٰن ,البینہ ,الحشر ,النور ,الحج تحریم ,جمعہ ,صف ,فتح ۔

انسان کی کم مائیگی لاعلمی کی مثال ہے کہ وہ بہت کچھ جانتے ہوئے بھی کچھ نہیں جانتا کہیں نہ کہیں وہ مجبور محض ہے ۔''دیدار'' الٰہی میں یہی معاملہ ہے کہ جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو'' دیدار'' ممکن نہیں ۔ ایک اندھا جو پیدائشی نابینا ہو کیا وہ بتا سکتا ہے کہ سورج یا چاند کیسے ہوتے ہیں یا پہاڑ وندی کی شکل وساخت کیسی ہوتی ہے یا روشنی اور اندھیرا کیا ہے' یہی حال انسان کا ہے جب تک اللہ اُسے نور نہیں عطا کرتا تو وہ ''دیدار'' نہیں کرسکتا ۔ مفسروں محدثوں مورخوں نے بھی وہی بتایا جو ان کے سامنے تھا اُن حقایق تک جو حقیقی تھے بہت کم لوگ پہنچ پائے ۔ اور قرآن کو نزول کر کے اسکی ترتیب بدلنے میں شاید یہی حکمت الٰہی پوشیدہ ہے کہ دیکھیں انسان کیسے راہ حق تک پہنچتا ہے ۔ اللہ تعالی نے رزق اور اسباب دنیا پیدا کئے اور انہیں حاصل کرنے کے ذرائع انسان کو تلاش کرنا ہے زمین کے اندر تیل سونا معدنیات ہیں وہ خود بخود اُبل کر باہر نہیں آتے انسان انہیں کھوج کر کھود نکالتا ہے قرآن کی حقیقتوں اور معرفت الٰہی کی جستجو بھی انسان کو خود کرنی پڑتی ہے ۔ مگر جب وہ ناکام نامراد اور بے بس ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی اسباب پیدا فرماتا ہے نبیوں رسولوں پیغمبروں اللہ کے خلیفوں کے ذریعہ ۔ جب کوششوں اور بڑی تگ و دو کے بعد بھی اللہ کی قربت اور معرفت کو حاصل کرنا مشکل ہوا تو اللہ تعالی خلیفتہ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ سید محمد مہدی موعود کو دنیا میں مبوث کر کے ''طلب دیدار'' کی تعلیم ذرائع اور وسیلے بتائے ۔ مہدی موعود علیہ السلام نے ''دیدار فرض ہے'' نہیں کہا بلکہ ''طلب دیدار'' فرض قرار دیا ہے ۔ یعنی اس کی ''طلب'' فرض ہے اگر اس ''طلب'' کی کوشش کا یقین رکھے تو بھی کامیابی کا امکان ہے ۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ سبھی کو سونا تیل معدنیات مل ہی جائیں کچھ کو روزگار اور کوشش پر ہی اکتفاء کرنا پڑتا ہے ۔

پہلے کے انبیاء جیسے حضرت ابراہیمؑ موسیٰ داؤدؑ کے ادوار میں معاون ومددگار ہوتے تھے جیسے حضرت اسماعیلؑ حضرت ہارونؑ حضرت سلیمانؑ جو اپنے نبی ورسول کے مددگار Caretaker ہوا کرتے تھے جو اپنی نبی کی شریعت کو آگے بڑھاتے تھے ۔ اُمتوں میں معاون ومددگار کا دور حضرت عیسی علیہ السلام کے حوارین سے شروع ہوا ۔ مگر مشکل یہ ہوئی کہ ان حوارین عیسیٰ نے ازخود عیسایٔت کے مبلغ ومصلح ہونے کا طریقہ اپنے اپنے عقیدہ وخیال سے اپنایا جس سے کہ آسمانی احکام کو انہوں نے اپنے عقیدہ خیال اور ضرورت کے مطابق پیش کیا' یہی دور اسلام میں پچھلے دیڑھ سو برسوں میں آیا ہے ۔ جبکہ حضور ﷺ کے صحابہؓ مکتب نبوت محمدیہؐ کے باقاعدہ تعلیم اور تربیت یافتہ تھے ان میں کسی کو نبوت کے 23 برس کسی کو 18 برس کسی کو اس سے کم کسی کسی کو

2/5/7/9/10 حیات نبویؐ کی صحابیت کا شرف حاصل رہا انہوں نے بعد میں نبوت کے چمن زار گلشن سے جو کلیاں پھول اور ہار حاصل کئے اس کی خوشبو سے تمام اُمت کو مہکایا یہ نہیں کہ اپنا عقیدہ یا خیال اُمت پر تھوپا۔انہوں نے تحریر وحی ضبط حدیث استحکام شرع معاملات نظم و نسق ترتیب و ترویج افواج تشریح تبلیغ ترکیب عبادات پابندیٔ حدود رد قرآن و سنت رسولؐ کا شاندار کام انجام دیا جو اُمت کے لئے ایک رہنماء مثال اور نمونہ بن گیا۔تمام صحابہؓ کی زندگیوں میں نظم و ضبط ادب و لحاظ نبوت دیکھنے کو ملتا ہے حضورؐ کی حیات میں تو یہ تھا ہی لیکن بعد حیات محمدﷺ اس ادب و احترام میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ مکہ مکرمہ کے دور میں یا اس کے بعد معرکہ بدر اُحد و حنین اور فتح مکہ کیا وہ بھی قبول اسلام کے بعد جب دین حق کو اختیار کرتے ہیں تو با ادب اور منظم ہوتے نظر آتے ہیں ان کی مثال حضرت خالد بن ولیدؓ ابو سفیانؓ عکرمہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ ہیں حضرت امیر معاویہؓ تو کاتب وحی بھی ہوئے ان سبھی نے اسلام کی حفاظت وسعت تشریح و تبلیغ کا بے مثال کارنامہ انجام دیا جو کسی نبی رسول کے اصحابؓ نے نہیں دیا لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ ان ہستیوں کے بعد عقیدے و گروہ بنے ہیں اور بدنظمی انتشار کے دوبارہ آثار اسلام میں بعد میں ظاہر ہوئے۔حیات نبی کریمﷺ میں رشد و ہدایت کا مرکز آپؐ کی ذات ستودہ صفات تھی وہاں سے انوار کے چشمے پھوٹتے تھے اور ان کے صحابہؓ کے بعد بے شمار ذرائع اور طریقے ہو گئے حالانکہ علماء و تابعین نے ایمان اور عقیدہ و مذہب کو ایک مرکز پر جمع کر دیا اور اسلام کی ایک مکمل تصویر اور شکل سامنے آ گئی مگر اس کے بعد فرقہ گروہ منطق دلیل کا دور بعد میں شروع کیا گیا۔

ایک سوال ہے کہ اگر قرآن لوح محفوظ سے نازل کیا گیا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو کیا دوسری کتابیں توراۃ زبور و انجیل جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں وہ کہاں سے آئیں؟ اللہ تعالیٰ کا تو فرمان ہے کہ یہ کتابیں ہم نے اگلے نبیوں کو احکام کے طور پر نازل کی تھیں بارہا اللہ نے اس کا ذکر قرآن میں فرمایا ہے اس طرح یہ بھی لوح محفوظ کا ہی حصہ ہیں۔مگر! قرآن میں اور دوسرے انبیاء کو جو کتابیں یا احکام نازل ہوئے اُن میں فرق یہ ہے کہ دوسری قوموں مثلاً یہود و نصاریٰ کو جو کتابیں دی گئیں یا دیگر انبیاء کو جو صحایف دئے گئے وہ ان قوموں ملکوں اور خطوں کو بہ وقت ضرورت زمانہ و حالات کے مطابق احکام دئے گئے تھے جو اس قوم اور خطہ کے لئے تھے جو Regional Necessaties علاقائی ضروریات کے لئے تھے جبکہ قرآن تمام قوموں ملکوں کے لئے پیغمبر آخر الزماں حضرت محمدﷺ کے ذریعہ دیا گیا جو کہ Universal Law ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی اور بین البر اعظمی ہے۔اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ قرآن دنیا کی تمام نزول کردہ کتابوں کا مجموعہ ہے اس میں ہر نسل رنگ فرقہ ملک کے لئے ایک قانون ہے جو خدائی ہے جس میں کسی انسانی دخل اندازی یا کمی و بیشی کا خدشہ نہیں ہے اس طرح دوسری نازل کردہ کتابیں اور صحایف میں مختصر احکام تھے ،لیکن قرآن جامع احکام کے ساتھ بھیجا گیا جو آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک جتنے احکام یا شریعتیں رہیں ان تمام کا جامع قرآن ہے یہ بات حضور نبی کریمﷺ نے کئی بار بتائی ہے کہ میں دین حنیف لے کر آیا ہوں میں اگلے پیغمبروں کی تائید کرنے والا ان کی شہادت دینے والا ہوں۔موجودہ دور میں اس کی مثال حکومت بنانے کے لئے انتخاب سے پہلے منشور دیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کام کرنا ہے اور

کس کام کو اولیت اور فوقیت دی جائے گی اسی کے مطابق بعد میں عمل کیا جاتا ہے۔ آدمؑ سے عیسیٰؑ تک جتنے صحایف اور کتابیں نازل ہوئیں وہ ایمان وعقیدہ خالق ومعبود کی اطاعت وبندگی کا منشور تھیں اور قرآن دستور عمل کہ دین و دنیا میں کیا احکام اور اعمال انجام دینے چاہئیں بندوں کو۔ اس طرح قرآن ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اگر قرآن کو سمجھ کر کسی نے اس پر عمل کیا تو گویا تمام انبیاء کے احکام پر عمل کیا جو وہ اللہ کے حکم سے بتایا کرتے تھے۔ اور ان کتابوں پر قرآن کو فضیلت اس لئے حاصل ہے کہ ایک تو وہ کسی قسم کی انسانی آمیزش سے پاک ہے دوسرا یہ کہ اس میں دیگر انبیاء کے احکام کے علاوہ اس میں معرفت الٰہی کا بیان زیادہ ہوا ہے بہ نسبت دوسری کتابوں اور صحایف سے اس کی سب سے اعلیٰ وارفع مثال معراج کی حقیقت کی شہادت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے دی ہے جبکہ یہ واقعہ حضورﷺ نے بذات خود اہل مکہ کو سنایا تھا کچھ لوگ شش و پنج میں تھے اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق خود کرتے ہوئے اپنے نبی رسولﷺ کی گواہی دی۔ واقعہ معراج معرفت الٰہی کی انتہٰی ہے اگر معراج کی حقیقت کو سمجھ لیا گیا تو تمام آسمانی کتابوں کی حقیقت کو سمجھ لینا ہے۔ اس کا مرکزی نکتہ نظر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت واحدانیت قدرت عظمت اور خالق کائینات کی تخلیق اور انسان کی بندگی یا کم مائیگی کا اعتراف اور احساس ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اللہ کو اُسی طرح پہچانا جائے جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے بصیرت سے بصارت سے دیدار سے یہی فلسفہ حیات ہے جس کی وجہ نزول کی گئی کتابیں اسماء الحسنٰی مقطعات اور دوسرے عجایبات قرآن ہیں۔ یہ باتیں پہلے نزول کی گئی کتابوں میں نہیں ملتیں انسان کو معرفت الٰہی کی تعلیم درجہ بہ درجہ دی گئی ہے جب اولاد آدمؑ عقل وعلم کے اعلیٰ کمال کو حاصل کرنے کے قابل ہوگئی تو تمام رموز واسرار باریکیاں اور کمالات کو قرآن میں جمع کرکے جامع کمالات بنایا گیا ہے تا کہ انسان اللہ کی ربوبیت کو پہچان کر اعتراف کرے اور ایمان لائے۔ یہود ونصاریٰ کے پاس آج جو کتابیں ہیں ان کے علماء نے اس میں اپنے عقاید نظریات شامل کرکے انہیں مشکوک ومخدوش کردیا گیا ہے۔ قوم یہود کا معاملہ الگ ہی ہے وہ نہ تو اپنی کتابیں عام کرنے پر راضی ہیں اور نہ ہی کوئی شخص یہودیت اپنا سکتا ہے یہودی ہونے کے لئے ہزاروں سالوں سے خاندانی یہودی ہونا ضروری ہے۔ عیسایوں نے طلوع اسلام کے بعد عیسایئت کی تبلیغ کے شوق میں جو کتاب ہاتھ لگی اسی کو بائبل کہہ کر دنیا میں پھیلا دیا اس طرح لگ بھگ 77 بائیبل دنیا میں ہیں جن کا مضمون احکام بیان ایک دوسرے سے نہیں ملتے اور آج نئی تحقیقات نے عیسایئت کو شک وشبہ کے دایرے میں لا کھڑا کیا ہے اس لئے اسلام ہی واحد مذہب ہے جو بنی نوح آدم کے توجہ کا مرکز ہے۔ **آج دنیا میں توریت زبور اور انجیل نہیں** رہے کیونکہ ان کے بیان احکام معنی ومقصد کو بدل دیا گیا آج یہود ونصاریٰ کی جو کتابیں ہیں وہ عہدنامہ قدیم یا اولڈ ٹسٹا منٹ اور عہد نامہ جدید عیسایوں کی بائیبل ہے جن کو توریت زبور انجیل نہیں سمجھا جا سکتا۔ عہد نامہ قدیم یا جسے آج یہودی توراۃ کہتے ہیں اس میں حضرت موسیٰ کی کتابوں کا ہونا بیان کرتے ہیں۔ اور نصاریٰ یعنی عیسائی جس کتاب کو بائبل کہتے ہیں وہ عیسیٰ کی کتاب نہیں کہتے بلکہ انجیل متی یعنی متی کی انجیل ،انجیل یوحنّا معنی یوحنا کی انجیل ،انجیل لوکس معنی لوکس کی انجیل کہا جاتا ہے اس لحاظ سے نہ وہ خدا کی نازل کردہ انجیل ہوئی نہ عیسیٰؑ کی پر نازل انجیل ہوئی بلکہ حواریوں کی بیان کردہ انجیلیں ہیں۔ اس کی مثال تفسیر قرطبی تفسیر سیوطی تفسیر ابن کثیر

جیسی ہیں۔اسلام میں قرآن کا جو مقام ہے وہ تفاسیر کو نہیں حاصل۔

دنیا میں انسانوں میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے گۓ ان میں ہر ایک کا مقصد خالق کائنات کے عظیم ہونے اور واحد ولاشریک کا درس اور تبلیغ رہی ہے۔کیونکہ تخلیق آدمؑ پر جو بغاوت ابلیس نے کی اور انسانوں کو ورغلانے کا عندیہ لے کر دنیا میں آیا اور قانون قدرت میں اپنی شراکت کو پھیلانے کا جو کام اس نے شروع کیا اسے اولاد آدمؑ کو آگاہ کیا جاے کہ اس کے بہکاوے میں نہ آئیں۔ہر نبی ورسول کی اپنی الگ ذمہ داری اور طریقہ تعلیم رہا حضرت نوحؑ صالحؑ ھودؑ لوطؑ اور دیگر نبی ورسول جو حضرت ابراہیمؑ سے پہلے گزرے انہوں نے اپنی قوموں میں وحدت کی تعلیم وتبلیغ کے علاوہ ابلیس کے کارپردازوں نے جو معاشی برائیاں انسانوں میں پھیلائیں ان سے آگاہ کریں اور انجام سے ڈرائیں کے جس مقصد کے لۓ تمہیں دنیا میں بھیجا گیا ہے اللہ کی بندگی کے لۓ انہیں بجالائیں۔حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت اسماعیلؑ موسیٰؑ شعیبؑ یعقوبؑ کے ذریعہ صحایف دۓ گۓ کہ ان کے مطابق عمل کرواور دنیا میں زندگی گزارنے کے جو احکام اللہ نے بتاۓ ہیں ان پر چلو نافرمانی نہ کرو۔حضرت داوٗدؑ یوسفؑ سلیمانؑ کی بادشاہت کے ذریعہ پیغام دیا گیا کہ کائنات کی بادشاہت اللہ کی ہے انسان کو محض دنیا کے نظم ونسق کے لۓ اور انتظامی اُمور کا ذمہ دیا گیا ہے۔حضرت عیسیٰؑ کے ذریعہ پیغام دیا گیا کہ نہ اللہ کی کوئ اولاد ہے نہ خاندان اللہ واحد وا یکتا ہے وہ ہر چیز کے پیدا کرنے اسے بنانے بگاڑنے کا اختیار اُسی کو ہے اس میں کسی کا دخل اور سفارش نہیں ہے۔اور آخر میں نبوت کا خاتمہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ نبوت رسالت اور پیغمبری کے اعلان کے ساتھ یہ بتادیا گیا اللہ کے سوا کوئ معبود نہیں وہی تمام عالم کا بادشاہ ہیں اُسی کی بندگی اور عبادت کرنی چاہۓ ہر چیز کی قدرت اسی کو لایق ہے اور حضور ﷺ کی امت کو بتایا کہ شرک وبت پرستی سے باز آنے اللہ کی احکام کو قبول کرنے کے علاوہ جو خصوصیت عطا کی گی وہ ہے معرفت الٰہی کی اور اس خالق کی بندگی کے ساتھ اس کی محبت شوق اور قربت کی تعلیم اور طریقہ جسے ولایت محمدیہ کہا جاتا ہے یعنی اللہ کے رسولؐ کی اللہ سے قربت کا طریقہ جو آپؐ کی دنیاوی زندگی اور روحانی زندگی کا حصہ ہے جس سے کہ انسان کا مقام ومرتبہ بلند ہو۔ظاہر ہے ابلیس کو یہ گوارا نہیں کہ اولاد آدم کو مزید شرف ومراعات حاصل ہو جائیں۔پہلے وہ انسانوں کو حکم عدولی اور بغاوت شرک وبت پرستی میں مبتلا کر دیتا تھا اب اسے انسانوں سے وہ بات یعنی ''میں'' بھی کچھ ہوں کہلوانے کا موقعہ مل سکتا تھا جس کے لۓ اُسے اللہ کی اور فرشتوں کی لعنت کی ذلت اُٹھانی پڑی۔سو اللہ تعالی نے تمام انبیا ومرسلین کے طریقوں شریعتوں کے علاوہ ان نبیوں رسولوں اور اللہ کے خلیفوں کی جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزرار ہے ان کی عبادات بندگی اور اللہ کے شوق ومحبت کے ذریوں کا جامع جسے ولایت محمد ﷺ کہتے ہیں جس میں ''میں'' کی نفی کی تعلیم اور اللہ تعالی کے اثبات یعنی صرف اسی کے حق اور حیٔ قیوم ہونے کا اعتراف ہے خاتم ولایت محمدیہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے ذریعہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے اللہ کے رسول ﷺ نے اس خلیفۃ اللہ مہدی کی آمد کو ضروریات دین سے وابستہ کرتے ہوۓ کہا کہ اس کی بیعت کرو کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے جنہیں اللہ تعالی ایک رات میں صلاحیت پیدا کریگا اور کہا **المھدی منی یقفو اثری ولایخطی** جو میری عترت میں ہے

جوسلسلہ خلافتہ اللہ کی آخری کڑی ہیں جو شریعت محمدﷺ کے تابع ہونے کے علاوہ معرفت الٰہی کے معلم قطعی ہیں جس طرح اللہ کے رسولﷺ آخری شریعت کے شارع ہیں اسی طرح معرفت الٰہی کے آخری مبین کلام اور مراداللہ ہیں۔یہی بات ہے کہ حضرت میراں سید محمد مہدیٔ موعود علیہ السلام نے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے اعلان کیا کہ ما مذھب بصیران آوردیم میں دیکھنے والوں کا مذہب لایا ہوں۔دنیا میں جھوٹے لوگوں نے اللہ کے ولی ہونے کا دعوی کرکے لوگوں کو اللہ تعالی کے پاس سفارش کرنے ان کی مرادیں پوری کرانے خود میں خدائی صفات کے ہونے کے دعوے کئےجس کے سبب لوگ پیر پرستی اور قبر پرستی میں مبتلاء ہو گئے یہ رسم و بدعت شرک کے قریب پہنچ گئی ۔مہدی موعود کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالی کے پاس کسی بندے کی سفارش نا قابل قبول ہے بلکہ بندے اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ سے خود روبرو ہو جائیں جو طلب ہے اسی سے کریں تعلیم بصیرت یا دیدار کا یہ بنیادی عنصر ہے جس سے کہ ''میں''انا'' اور شرک جلی و شرک خفی کا خاتمہ خود بخود ہو جائے کہ جو کچھ واسطہ ہے وہ اللہ سے ہے' درمیانی واسطے شرک و بدعت ہیں۔

دنیا کے ہر عقیدے اور مذہبی طریقے میں معبود کا مقرب ہونے کے تعلیم تربیت اور اُصول وضوابط کا ایک قاعدہ مقرر ہوتا ہے مثلاً کوئی بھی انسان یہودی نہیں بن سکتا اُس کے لئے اُس انسان کے خاندان کا سلسلہ ہزاروں سالوں سے یہودیت سے ہونا ضروری ہے اور اُن کا مذہبی عالم ہونے کی اور کڑی شرایط ہیں جسے ''ربی'' کہا جاتا ہے۔آتش پرست پارسیوں کے پاس بھی یہی نظام ہے ان کا مذہبی پیشوا'' دستور'' بننا آسان کام نہیں ۔ہندو پنڈت یا پجاری ہونے کے لئے برہمن ہونا پہلی شرط ہے اور عیسائی ہونے کے لئے''روحانی باپ''یعنی فادر کی سند یا ڈگری ہونا ضروری ہے ۔بدھ بھکشو ہونے کے لے بھیک مانگ کر کھانا ضروری ہے اور جینن کا پجاری ہونے کے لئے اس کا''ہر ہمیشہ برہنہ'' رہنا یا ننگا ہونا ضروری ہے۔

طلوع اسلام کے بعد چار صدیوں تک مسلمانوں میں خانقاہ یا مدرسہ کا نظام نہیں تھا صحابہؓ اور تابعین کے حلقے ہی اسلام کی درس گاہ اور تربیت گاہ تھے جیسے کے مہدویوں میں دایرٔوں کا نظام تھا۔بہت بعد میں صوفی ہونے کے لئے خانقاہ اور عالم بننے کے لئے مدرسے بنائے گئے۔ان میں شروع میں دو طبقات تھے ایک دنیاوی علوم کا طبقہ جن میں ماہر ریاضی' کیمیادان' حکماء اور معاشیات و عمرانیات کے عالم دوسرا طبقہ مذہبی علوم کا جن میں تفسیر علم الکلام علم الحدیث فقہ منطق کا۔۔لیکن چھٹی صدی ہجری کے بعد ان دونوں مکاتب فکر میں مناظرہ و بقابلہ کا دور شروع ہوگیا ۔شروع کے اسلامی مدارس میں اخلاقیات پہلی بنیاد تھی دیگر علوم بعد میں دئے جاتے تھے ۔ساتویں صدی ہجری کے بعد مدرسوں اور خانقاہوں میں صرف علوم اور طریقے رہ گئے اخلاق کو درکنار کر دیا گیا جس کی وجہ سے شریر بدکردار منافق بدعتی قسم کے لوگ مسلمانوں میں عزت کا مقام حاصل کرنے لگ گئے۔اور آج کے مدرسوں کا نظام سب سے بدترین ہے جہاں اخلاقیات کی بات ہی کیا کتابیں ازبر کرا دینا آموختہ کردینا حفظ قرآن وحفظ حدیث کرا دینا ہی اسلامی تعلیم بنا دیا گیا ہے جہاں نہ ایمانی فکر ہے نہ سوچ بلکہ عقایدی وگروہی نظام رایج ہے۔مہدویت میں دایرٔے کے نظام میں قرآن و

حدیث کی اہمیت شروع سے رہی مگر معرفت الٰہی اور قربت خداوندی کی تعلیم اور تربیت اول مقدم رہی ۔لوگوں نے مہدویت اس لئے نہیں اختیار کی کہ مفتی دوراں افضل العلماء یا مفسر قرآن ہونا تھا' تقویٰ'توکل'ذکر دوام صحبت صادقین اختیار کر کے اللہ کی قربت حاصل کرنے کو اولین ترجیہ دی اور جن علماء نے مہدویت اختیار کی انہوں نے برادران دایرہ کو ظاہری علوم سے آراستہ بھی کیا دایروں کے نظام میں ظاہری و باطنی طہارت وہجرت مقدم رہی ۔مہدویوں میں علم وفضل کے ساتھ تقوی وتوکل اور ہجرت ظاہری و باطنی اختیار کرنے والے کو حقیر اور فقیر کہا گیا۔لیکن پچھلی ایک صدی سے مہدویوں کے یہاں بھی اغیار کی دیکھا دیکھی ظاہری علوم کو ہی دین اور ایمان سمجھ لیا گیا اور مہدویت کی ''اصل تعلیم احسان'' کو مکمل درکنار کر دیا ہے ۔نوبت ذکر دوام کی جگہ جلسہ خطبہ تقریر و بیان نے لے لی ہے کاسبوں کی تربیت کا سارا نظام ہی موقوف کر دیا گیا ۔اللہ کے رسول ﷺ صحابہؓ ورمہدی موعودؑ اوران کے صحابہؓ کی اصل کو چھوڑ کر ظاہر پرستوں کی نقل اختیار کر لی گئی ۔مہدویت خانقاہیت اور علمی مقابلہ ومناظرہ کا طریقہ نہیں ہے یہ صرف اور صرف قرآن وسنت پر ''عمل'' کا مذہب ہے ۔پہلے کے اہل مسند صرف ایک صافہ اور پگڑی اور معمولی کرتہ پاجامہ میں معتقدوں میں ادب احترام کا مقام رکھتے تھے آج ڈزاینر شیروانی صدریہ بجی سجائی دستار میں وہ ادب واحترام غایب ہے اس کے لئے ہر دو طبقات ذمہ دار ہیں ۔کچھ دہایوں پہلے ہم نے دیکھا ہے کہ حضرت مرشد جب کبھی نا گاہ کسی گلی محلے سے گزر جاتے تو کاسبین ومعتقدین گلی کے کونوں میں دبک جاتے تھے اگر کسی وجہ سے آمانا سامنا ہوتا بھی تو ٹوپی رومال سر پر اوڑھ لیا جاتا اگر نہیں تو ادباً سر پر ہاتھ رکھ کر جھکے پڑتے تھے ۔مسند نشینوں کے کپڑے یا ظاہر کیسا بھی ہو چہرہ چمک دار اور روشن ضمیر ہوا کرتا تھا۔آج ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ مسند ودستار کا ادب ولحاظ ہی نہیں رہا اب بالمشافہ روبرو مباحث ہونے لگے ہیں ادب ولحاظ خاک میں ملا دیا گیا ۔اس اخلاقی پستی کے ہم تمام ذمہ دار ہیں ۔علم حاصل کر لینا دولت حاصل ہو جانا مقام ومرتبہ مل جانا شرافت نفس اور معاشرت کا معیار نہیں ہے ۔ابھی بھی وقت ہے ہم اپنا قبلہ درست کر سکتے ہیں اور یہ صرف خلوص اور عمل سے ممکن ہے اگر ایسے ایک دو افراد بھی دایروں کی زینت بن جائیں تو غنیمت ہے ۔پہلے قبلہ کی صحیح سمت نہیں معلوم تھی یقین اور ایمان پختہ ہوا کرتا تھا آج ایک ایک انچ قبلہ ناپنے کے آلات ہیں مگر ایمان ویقین غایب ہے ۔

اُمتوں اور قوموں کی اصلاح پر انبیاء اور اللہ کے خلیفہ مامور ہوتے ہیں تمام قرآن واحادیث کا مطالع کریں اللہ تعالی نے ہمیں دوسروں کی اصلاح وتبلیغ نہیں بلکہ خود اپنی اصلاح وتبلیغ کرنے کی تاکید بار بار کی ہے حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ''تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو'' لیکن اس سے خود کی اصلاح نہ کر کے دوسروں کو سدھارنے کا کیسے جواز پیدا کیا گیا ہے؟ ان میں ہم بھی شامل ہیں لیکن کوشش یہ ہے کہ اگر سارا معاشرہ خود اپنی اصلاح کا طریقہ اپنا لے دوسروں کے بجائے تو ہم بھی اس معاشرے کا حصہ ہونے میں فخر کر سکتے ہیں ہم سب کو پہلے اپنی اصلاح پر توجہ دینے کی ضرورت ہے ۔

انسان چاہے مسلمان ہو مشرک ہو بت پرست ہو یا دہریہ اسے موت یقینی آتی ہے بھلے ہی وہ لمبی عمر حاصل کر لے یا مختصر زندگی کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت ہر نفس یعنی جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے ۔اگر انسان یہ سمجھتا ہے کہ یہ دنیا اسے سکون حاصل

کرنے یا فلبیدہ حاصل کرنے کی جگہ ہے جس کے لۓ پیدا ہوا تو اس کا مرنا بھی کسی مقصد کے لۓ ہی ہوگا ۔اگر پیدا ہوا کسی مقصد کے لۓ مرنا بھی مقصد کے لۓ ہی ہوگا جب انسان ہزار سال جیتا ہے یا پچاس برس مرنا تو ہے جب اتنی مختصر زندگی اس کے فلبید ے اور سکون کے لۓ ہے تو موت تو ہمیشہ کے لۓ ہے معلوم ہوا کہ موت کے بعد کا فلبیدہ اور سکون ہمیشہ کا ہوا تو آدمی مختصر سی زندگی کے لۓ جب اتنا سب کچھ کرتا ہے تمام حدوں سے گزر جاتا ہے تو ہمیشہ کی زندگی یا فلبید ے کے لۓ اس کو کچھ اس سے ذیادہ کرنا ہوگا اس کے لۓ اسے اپنی تمامتر توجہ موت کے بعد والی ہمیشہ کی زندگی پر مرکوز کرنی چاہۓ یہی بات اللہ تعالی قرآن میں بتارہا اور اس کے رسولوں نے بتائ ہیں ۔ایسی باتیں صرف مذہب اسلام میں بتائ گئ ہیں دنیا کے کسی مذہب یا اس کی کتاب ایسی باتیں نہیں بتاتیں حتی کہ اہل کتاب ہونے کا جو دعوی کرتے ہیں ان میں بھی جنت جہنم کی ایسی تفصیل اور ذکر نہیں ملتا اگر ہے بھی تو مختصر اور جزوی طور پر یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاری ان باتوں سے بے خبر دنیا میں عیش وعشرت بے حیائ میں مبتلاء ہیں ۔صرف اسلام کے ماننے والے واحد قوم ہیں جو حتی المقدور دنیا کے گناہ بے حیائ اللہ کی حکم عدولی سے اجتناب کرنے کی سعی و کوشش کرتے ہیں ۔

مقطعات کی اہمیت اور ہجرت انبیاء

ہجرت رسول ﷺ اور ہجرت مہدی میں فرق کیا ہے؟ ۔حضور ﷺ کی ہجرت ایک دینی ضرورت تھی کہ مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے صحابہؓ رسول کی حفاظت کی جاۓ تا کہ ان کی تعلیم اور تربیت سکون واطمینان کے ماحول میں سرانجام ہو جو اُمت رسولؐ کے سابقین اور اولین تھے ۔مہدی ُموعودؑ کی ہجرت اختیاری تھی کہ استقامت دین ومعرفت الہی کو ازسرنو اللہ کے رسول ﷺ کی حقیقی تعلیم کی بنیاد پر تجدید ہو۔ جو عوامل وعناصر ہجرت نبوی ﷺ کے تھے وہ پریشان کن تھے سورہ النحل نزول کی 70 ویں سورۃ ہے جو ترتیب قرآن میں 16 ویں مقام پر ہے اس کی 41 ویں آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے "وَ الَّذِيْنَ هَا جَرُوْا فِي اللهِ مِنْ م بَعْدِ مَا ظُلِمُوْ ا لَنُبَوِّ يَـنَّـهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ لَاَ جْرُ الاٰ خِرَةِ اَكْبَرُ اور جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر ظلم ڈھاۓ گۓ تو ضرور ہم ان کو دنیا میں بہتر ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے ۔حضرت قتادہ سے روایت ہے وَ الَّـذِيْـنَ هَـا جَرُو سے مراد محمد ﷺ کے اصحاب ہیں اہل مکہ نے ان پر ظلم کیا ہے انہیں اپنے گھروں سے نکالا ُان میں بعض حبشہ چلے گۓ پھر اس کے بعد انہیں مدینہ عطا فرمایا ۔(طبری) غالبًا یہ معراج کے پہلے کا واقعہ ہے کہ حضور ﷺ کو بتادیا گیا کہ آپ ہجرت کی تیاری کریں آپ ﷺ نے صحابہؓ کو ہجرت کرنے کی اجازت دے دی لہٰذا نبوت کے 10 ویں برس 613/614 عیسوی میں ۔یعنی نبوت کے تیسرے سال 11 مرد اور 4 عورتیں جن میں حضور ﷺ کی دختر رقیہؓ ان کے شوہر حضرت عثمانؓ بن عفان (بعد میں خلیفہ رسول چہارم ہوۓ) نے پہلی ہجرت حبشہ (موجودہ ایتھوپیا) کو کی کچھ دن بعد انہوں نے افواہ سنی کہ مکہ والوں نے اسلام قبول کرلیا ہے تو یہ واپس آۓ لیکن جب حقیقت اس کے برعکس تھی تو یہ پھر واپس حبشہ راہ عزم ہوۓ ُاب ان کے ساتھ کل 83 مرد اور 18 عورتیں تھیں جنہوں نے نبوت کے پانچویں یا چھٹے برس دوبارہ ہجرت کی ۔اس طرح حضرت عثمانؓ ان کی اہلیہ بنت رسولؐ رقیہ کے ساتھی مہاجروں نے

مدینہ کی ہجرت ملا کر کل 3 ہجرتیں کیں ان میں سے کچھ واپس ہوئے اور حضور ﷺ کی ہجرت کے بعد 622 یعنی نبوت کے تیرہویں برس دوبارہ مدینہ ہجرت کی اور سیدھا مدینہ چلے آئے اور یاد رہے کہ حبشہ مکہ سے آگے مدینہ کے شمال مغرب میں براعظم افریقہ کے شمال میں ہے۔ حضور ﷺ کی ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے ابوسلامہ عبداللہ بن اشہلؓ حضرت بلالؓ بعد میں عامر یاسرؓ بعد حضرت عمرؓ نے مدینہ ہجرت کی ان کے علاوہ بیس اور صحابہؓ نے مدینہ ہجرت کی حضرت عمر فاروقؓ نے نبوت کے چھٹے برس اسلام قبول کیا تھا۔ اور اس طرح اللہ نے وعدہ پورا کیا کہ ان صحابہؓ کو دنیا میں بہترین ٹھکانہ مدینہ عطا کیا۔ مدینہ ہجرت کی ایک وجہ یہ بنی کہ نبوت کے دسویں برس 620 عیسوی میں ذی الحج کے مہینے میں حج کے لئے مدینہ سے بنوخزرج کے کچھ لوگ مکہ آئے حضور ﷺ نے ان سے منیٰ کے پاس مقام العقبہ پر ملاقات کی اور دعوت اسلام دی انہوں نے اسلام قبول کیا حضور ﷺ نے ان کی تعلیم کے لئے ایک صحابیؓ کو ساتھ روانہ کیا دوسرے برس 621 عیسوی میں نبوت کے گیارہویں برس بنوخزرج کے 5 لوگوں کے ساتھ قبیلہ عوص کے بھی 7 لوگ آئے اسلام قبول کیا اور 622 میں خزرج اور عوص قبیلے کے 75 افراد آئے جو پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اور حضور ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی اور آپ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا اسی لئے حضور ﷺ نے مکہ کے صحابہؓ کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دی اور خود 622 میں حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ ہجرت اختیار کی۔

یہاں ایک مختصر جائزہ دیکھیں جس سے کہ کچھ حقیقتوں کا علم ہوگا:۔

حضور ﷺ کی پیدائش 570 عیسوی وصال 632 عمر 63 برس

خلیفہ رسولؐ	سال پیدائش عیسوی	عمر	حضورؐ سے عمر کا فرق	حضورؐ کے بعد وفات	خلافت
حضرت ابوبکرؓ	573	61 برس	3 برس چھوٹے	2 برس بعد	2 برس
حضرت عمرؓ	583	60 برس	14 "	12 "	10 برس
حضرت عثمانؓ	576	80 برس	6 "	24 "	12 برس
حضرت علیؓ	601	60 برس	31 "	29 "	5 برس

ان تمام عوامل وعناصر کو سامنے رکھ کر دیکھیں حضور نبی کریم ﷺ کی ہجرت اور خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہؐ مہدی موعود کی ہجرت کا فرق نظر آ جائے گا۔ حضور ﷺ شارع عالم ہیں جتنی بڑی آپ کی ذمہ داری ہے اسی کے موجب آپؐ پر آزمائشیں اور تکالیف زیادہ پیش آئیں کیونکہ آپ کا مقابلہ کفار ومشرکین سے تھا جو نہیں جانتے تھے خدا کی وحدانیت کو اور ماننا بھی نہیں چاہتے تھے سو انہیں اسلام اور دین کی دعوت دینا مشکل کام تھا' جبکہ مہدی موعودؑ کا کام شریعت محمدؐ کی حقیقی تعلیم کے ذریعہ معرفت الٰہی کی تعلیم دینا لیکن فرق یہ ہے کہ کافر ومشرک جو تھے انہوں نے اسلام تو قبول کیا ایمان لے آئے لیکن معرفت الٰہی کا حصول ان کے لئے دشوار ہو گیا۔ شرک اور ایمان کا فرق سمجھایا جا سکتا ہے ایمان اور احسان یعنی معرفت الٰہی کا فرق سمجھنا انتہائی مشکل کام ہے اسی لئے مہدیؑ

موعودؑ نے انسانوں کے ہجوم اور آبادیوں سے دور الگ دایرے کی زندگی میں یکسوئی اور ترک علایق کے بعد اسے سمجھنے کی تعلیم دی ہے اس کے لئے مہدیؑ موعودؑ کی خلافت کے 23 برس ہجرت تعلیم اور تربیت میں گزرے یعنی معرفت الٰہی کا حصول ایک جہد مسلسل ہے جس کے لئے شریعت نبویؐ کی پابندی اور طہارت قلب انتہائی ضروری ہے۔جس طرح حضور ﷺ کے لئے تربیت صحابہؓ کے لئے مدینہ جانا ضروری تھا اسی طرح استقامت دین اور معرفت کے حصول کے لئے دایرے کی زندگی ضروری تو تھی ہی مگر ہجرت ظاہری و باطنی کے لوازم کا ہونا ضری ہوا یہی وجہ ہے کہ آپؑ کی خلافت کی زندگی کے تیئیس برس ہجرت اور بیان میں گزری کیونکہ میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کا دعوی مہدی کرنا اہم نہیں تھا وہ تو گھر بیٹھے کر سکتے تھے لیکن اُمت کو اس کی حقیقت اور عظمت سے متعارف کرنا تھا سو آپؑ ہجرت کرتے رہے دعوت معرفت دیتے رہے اور تعلیم و تربیت بھی کرتے رہے۔

مقطعات کی اہمیت اس طرح بھی واضح ہوتی ہے کہ قرآن میں کل 114 سورتیں ہیں ان میں 85 بغیر مقطعہ کے ہیں 29 مقطعہ سے شروع ہوتی ہیں سورۂ فاتحہ جو فواتح القران ہے اور مکی ہے وہ بغیر مقطعہ کے ہے۔مگر قرآن کے احکام و بیان کی ابتداء سورہ بقرہ اور آل عمران سے شروع ہوتی ہے جو کہ مقطعہ سے شروع ہونے والی سورتیں ہیں اور مدنی ہیں یہ بات مقطعات کو مخصوص بناتی ہے۔حضرت جبرائیلؑ جب بھی کوئی نئی سورہ لاتے تو پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتے اس سے حضورؐ سمجھ جاتے کے سورہ نیا ہے احکام اور احوال بھی نئے ہیں۔ابتداء میں صحابہؓ کو معلوم نہ تھا کہ سورتوں کے نام کیا ہیں اور کونسی سورہ کونسی سورہ کے آگے یا پیچھے ہے۔جب حضورؐ ان آیات کو مخصوص واقعہ کے ذکر پر اس سورہ کا نام بقرہ۔گائے کے بچھڑے کا واقعہ آل عمران کے خاندانی واقعات کا سورہ۔سورہ نحل۔شہد کی مکھی کا حال والا سورہ۔رحمٰن کا بیان کا سورہ یا پھر توبہ کا ذکر کا سورہ جیسے واقعات میں نزول ہونے والی آیات لکھواتے تو اس سورہ کا وہی نام ہوا۔حالانکہ مقطعہ ''نٓ'' نزول قرآن کی دوسری سورۃ میں ہی آگیا لیکن اس سے پہلے والی علق میں کوئی مقطعہ نہ تھا اور اس نون کے بعد 33 سورہ بغیر مقطعہ کے تھے اور 34 ویں سورہ ''قٓ'' میں مقطعہ یا حرف ہجا آئے تو یہ اندازہ پہلے ہی ہو گیا کہ صرف مخصوص سورتوں میں حرف ہجا آئے ہیں۔نون کے خطاب سے مخاطب کئے جانے پر کفار کو تو اچنبا ہوا ہی مگر اہل قریش جن کے درمیان قرآن نازل ہو رہا تھا انہیں بھی حیرانی ہوئی ہوگی اور یہی حیرانی کلام اللہ کو توجہ سے سننے کا سبب ہوئی ہوگی یہ ایک طرح سے پنچ لائین ہے جس سے کہ دماغ فوری طور پر متوجہ ہو۔بعد میں صحابہؓ کو اندازہ ہوا کے مع بسم اللہ کے ایک سو تیرہ سورتیں نہیں بلکہ اور ایک بسم اللہ سورہ نمل میں ہے تو کل 114 سورۃ ہیں ورنہ شروع میں سورۂ الانفال کو صحابہؓ سورہ توبہ میں شمار سمجھتے ہوئے 113 سورتیں مان رہے تھے اور اس طرح اللہ نے ان کی اس پریشانی کو دور کر دیا۔چونکہ سارا قرآن آہستہ آہستہ آیات در آیات احکام در احکام نازل ہوا تو حضور ﷺ ان سورتوں میں کس آیت کے آگے کس آیت کے پیچھے کونسی آیت رکھنا حضرت جبرائیل سے معلوم کر کے لکھواتے۔اس طرح آیات کی گنتی ہونے لگی چونکہ اہل عرب فطری طور پر ہزاروں لاکھوں اشعار ازبر اور حفظ کر لیتے تھے انہیں قرآن کے جمع کرنے اور محفوظ کرنے میں یہ خوبی کام آئی۔یہی بات مقطعات کے تعلق سے بھی کہی جا سکتی ہے کہ کتنی الٓمٓ

والی سورتیں کہاں کس جگہ پر ہیں الٓـرٰ والی سورتیں کہاں اور حٰمٓ والی سورہ کہاں اور کس مقام پر ودیگر الٓـمٓـصٓ ، کٓھٰیٰعٓـصٓ ،طٰـهٰ ،طٰسٓـمٓ ، طٰسٓ اور دیگر مقطعہ کہاں اس کے آگے پیچھے اور ان میں کیا واقعات اور کتنی آیات ہیں یہ سب ان کے لئے آسان ہوتا گیا ہوگا۔انہیں مقطعات کے نام سے چار سورہ بھی کلام کا حصہ ہیں سورۂ طـٰہٰ یـٰس ص ق اور اسماء الحسنٰی کا بھی ایسا ہی کچھ حال ہے صحابہؓ کو کس سورہ میں کتنے اسماء ہیں کہاں ہیں وہ محفوظ ہوتے گئے۔مکی زندگی کے ابتدائی دور میں صحابہ کو مشکل پیش آئی ہوگی کیونکہ اہل ایمان کی تعداد کم تھی حالات مخدوش اور پر فتن تھے۔مگر بعد ہجرت مدینہ کے اطمینان بخش ماحول میں قرآن جمع کرنے تحفظ کرنے اس کے حرکات تجوید اوقاف اور قرآت پر حضور ﷺ کی نگرانی میں توجہ دینا شروع کیا۔اسی لئے حضور ﷺ نے مکی دور کے تادیب وتنبیہ کے طریقہ کار سے الگ اصلاح نصیحت تعلیم وتدریس فلاح ودرستگی کا اندازہ اپنایا۔قرآن میں ایسی کئی مثالیں ہیں کہ ایک آیت یا سورہ کی تکمیل کسی اور وقت یا حالت میں ہوئی ہے۔مثلاً نماز قصر اور نماز خوف کے متعلق حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ابن جریرؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: بنی نجار کے بہت سے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم سفر میں کیونکر نماز پڑھیں؟ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ پھر وحی منقطع ہوگئی۔اس کے بعد ایک سال کا زمانہ ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور میدان جنگ میں نماز ادا کی ایک جماعت لشکر کی حفاظت کرتی رہی اس کے بعد دوسری جماعت نے نماز ادا کی پہلی جماعت محافظ رہی ان دونوں جماعتوں کے درمیان اس آیت مبارکہ کا باقی حصہ نازل ہوا جو ایک سال پہلے منقطع ہوا تھا اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ ...... عَذَابًا مُّهِيْنًا ۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ صلواۃ الخوف کا حکم ہے ورنہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ آیت نماز سفر (قصر) کے لئے ہے (اتقان)۔لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ مدنی زندگی کے شروع ایام میں نمازوں کا تعین، مسایل زکواۃ ،حج اور روضہ کے ایام کا تقرر ہوا ہے۔اس کے علاوہ حرمت شراب، رفع یدین کو چھوڑنا، وغیرہ اُمور کی دن بدن اصلاح وتصحیح کا دور ہے۔لہٰذا ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ اور صحابہ کو مکمل غلبہ حاصل ہو جانے کے بعد بھی وطن عزیز مکہ مکرمہ واپس نہیں ہوئے بلکہ اللہ کی منشاء نے ان کے قلوب کو مسخر کردیا اور وہ مدینہ طیبہ کے متوطن ہوکر رہ گئے۔یہ سنت انبیاء ہے کہ کوئی بھی نبی رسول نبوت ورسالت عطا کئے جانے کے بعد اپنے وطن یا مقام پر بیٹھ نہیں گئے بلکہ انہوں نے ہجرت اختیار کی دوسرے علاقوں قوموں کی تبلیغ واصلاح کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔نوحؑ کوہ ہند سے شام وا عراق کی طرف کوچ کئے ابراہیمؑ شام سے مصر وکنعان گئے، یوسفؑ کنعان سے مصر گئے، موسیٰؑ مصر سے فلسطین آئے، حضرت عیسیٰؑ ناصرہ سے یروشلم اور دوسرے مقامات پر منتقل ہوتے رہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے یروشلم کی کوئی اہمیت یا اس کی کوئی خصوصیت نہیں تھی۔جب آپؑ مصر گئے وہاں سے پھر واپس آئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت حاجرہ کو مکہ کے بے آب وگیا صحرا میں چھوڑنے کے بعد کسی وقت کنعان یا موجودہ یروشلم کو اپنا مسکن بنایا اور کعبتہ اللہ کی تعمیر کے بعد کسی وقت دوسرے انبیا جیسے حضرت اسحاق حضرت یعقوب حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد یروشلم کو مستقر انبیاء کے بطور شہرت حاصل ہوئی ورنہ پہلا مقام بندگی یا مرکز عبادت کعبہ یا

مکہ مکرمہ ہی بنا تھا آدمؑ کے وقتوں سے ۔چونکہ مقام انبیاء ہونے کے ساتھ ایک عبادت خانہ کعبہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں حضرت داؤدؑ نے مسجد ایلیا بنایا تھا تو ابتداً انبیاء کی حرمت کے خاطر پہلا قبلہ بیت المقدس بنا بعد میں کعبہ کی حرمت جو ابوالانبیاء حضرت ابراہیم سے منسوب تھی اسے بحال کر دیا اور پیغمبر آخرالزماں ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو پھر سے مقام بندگی و مقام نبوت کو ہجرت کے 17 سترہ مہینوں بعد جدا کر کے کعبہ کو قبلہ قرار دیا گیا ۔ایسا ہم یوں ہی نہیں کہہ رہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ قوم یہود کے بالغ مرد اپنی ہفتہ واری عبادت اور دعا میں ایک کالے رنگ کی چوکور ڈبیہ جسے ٹیفلن Teffilin یا پھیلاک ٹیریس phylacteries کہتے ہیں اپنے ہاتھ پر باندھ لیتے ہیں جس میں توراۃ کی کچھ دعائیں ہوتی ہیں جسے شلیادھی کہا جاتا ہے اور سر یا پیشانی پر باندھنے والی ڈبیہ کو شلروش کہتے ہیں ۔یہ اس بات کی علامت ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلا کر سینا میں لائے تھے تو کعبہ کی زیارت کرائی تھی اُس کی یادگار ہے مگر بعد میں چونکہ یہودیوں میں حضرت اسماعیلؑ سے بغض کا معاملہ رہا اس لئے وہ اعتراف نہیں کرتے کہ یہ چوکور ڈبیہ کعبۃ اللہ کی علامت ہے جو خانہ خدا ہے اسی لئے اس ڈبیہ میں توراۃ کی دعائیں رکھنے پر اکتفاء کر لیتے ہیں مگر دیوار گریہ کو اپنا مرکز بنائے رکھا ہے ۔یہ بات یاد رہے کہ دنیا کا پہلا مرکز عبادت کعبۃ اللہ ہے احادیث میں ہے کہ جب اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو ہند کی پہاڑیوں (کوہ ہمالیہ) پر اُتارا تو حضرت آدمؑ نے اللہ کی عبادت اور ذکر کا ارادہ ظاہر فرمایا تو اللہ تعالی نے فرشتہ بھیجا جس نے زمین پر اللہ کی عبادت کا جو مقام دکھایا وہ جگہ ہے جہاں آج بھی کعبہ ہے اور احادیث میں ہے کہ کعبہ وہ مرکز عبادت ہے کہ آسمانوں پر بالکل اس کے اوپر فرشتوں کے طواف کا مقام ہے جہاں پر ایک فرشتے کو ایک مقام سے واپس اسی مقام پر آنے میں ستر ہزار برس لگتے ہیں ۔حضرت آدم کا تیار کردہ عبادت خانہ طوفان نوحؑ میں ڈھے گیا تھا بعد میں پھر حضرت ابراہیمؑ کو اس کی نشاندہی کرائی گئی ۔اس طرح یہ دنیا کا پہلا عبادت گھر ہے جسے حضرت ابراہیمؑ نے ازسرنو حضرت اسمٰعیل کے ساتھ مل کر تعمیر کیا جب بابل و نینوا سے نقل وطن کر کے کنعان (موجودہ یروشلم) گئے وہاں سے مصر گئے اور حضرت سارہ و حاجرہ کے ساتھ واپس یروشلم آئے اور بعد میں اللہ کا حکم حضرت حاجرہ و حضرت اسمٰعیل کو مکہ میں چھوڑنے کا ہوا تھا جب پھر واپس فلسطین یروشلم گئے وہاں پر حضرت اسحاق پیدا ہوئے ان کی نسلوں میں یروشلم میں حضرت داؤدؑ نے مسجد ایلیا بنائی ان کے بعد ان کے فرزند حضرت سلیمانؑ نے جنوں کو ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کا حکم دیا جہاں پر آج دیوار گریہ ہے جہاں یہودی عبادت کرتے ہیں کعبہ کی طرح یہ اہل یہود کی ہٹ دھرمی اور خاندانی غرور کی مثال ہے کہ وہ صرف حضرت اسحاقؑ اور ان کے آل کو آل ابراہیمؑ میں نبوت کا وارث مانتے ہیں جن کی وہ خود کو اولاد کہتے ہیں اور حضرت اسمٰعیل سے حسد و بغض میں انہوں نے پیغمبروں کے بنائے دنیا کے پہلے اللہ کے عبادت گھر کعبہ کو نظر انداز کر کے دیوار گریہ کو مقدس مانتے ہیں جو آل اسحاقؑ کی اولاد نے بنائی ہے ۔بنی اسرائیل خود کو سامی نسل کہتے ہیں Semitic لیکن وہ حقیقی سامی نہیں ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام سامی نژاد تھے ۔سام یعنی شام کا وہ علاقہ جو اُن دنوں اعراق شام ایران فلسطین کو ملا کر بولا جاتا تھا جہاں بابل و نینوا کے بادشاہ حکمراں تھے جیسے نمرود شداد ان کا تعلق ایران کے زرتشتی آتش پرستوں سے بھی تھا

۔نمرود سے مقابلہ کے بعد ابراہیمؑ کنعان موجودہ فلسطین نقل وطن کر گئے بعد میں ان کی اولادیں ارض فلسطین کے آس پاس رہیں اور شرک و بت پرستی اور آتش پرستی بھی اختیار کرلی اور دین حنیف کو یکسر بھلا دیا حالانکہ ان میں بہت انبیا آئے انہوں نے انہیں جھٹلایا اور ان میں کئی نبیوں کو قتل بھی کیا بعد میں مصر کے قبطی بادشاہوں نے جنہیں فراعانہ مصر کہا گیا اپنے اہرام کے مقبروں کی تعمیر کے لئے جنگ اور حملے کر کے ان کو غلام بنا کر بیگار کے لئے مصر لے گئے بعد میں حضرت موسیٰ نے ان فرعونوں سے ان کو نجات دلائی ۔مگر انہوں نے حضرت موسیٰ کا دین اختیار تو کیا مگر سرکشی میں مبتلا رہے یعقوب یوسف داؤد سلیمان جیسے پیغمبروں کو بھی انہوں نے ستایا اور آخر میں حضرت عیسیٰ کو قتل کرنے کی کوشش کی ۔اور ان میں سے کچھ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ کی حیات میں انہیں پیغمبر تو مان لیا مگر بعد میں انہیں کی بت پرستی شروع کردی ۔آج کی یہودی اور عیسائی تحقیقات اس بات کو مان رہی ہیں کہ صحرائے سینا کا جو ذکر پہلے ہوا ہے وہ دراصل مکہ اور مدینہ کا شمالی علاقہ ہے نہ کہ مصر کا جنوبی علاقہ ۔اور اسلام میں پہلے بیت المقدس کو قبلہ بنانا اور ہجرت کے 17 سترہ مہینوں بعد مکہ مکرمہ کو قبلہ بنانا مقصود یہ ہوسکتا ہے کہ کفار و مشرکین کو بتا دیا گیا ہو کہ یہ کعبہ اللہ کا گھر ہے مگر تم نے اس میں بت رکھ کر اسے ناپاک کردیا تھا اور یہودی اہل کتاب تو تھے مگر بت پرست نہ تھے اس لئے بیت المقدس قبلہ تھا اور جب ہجرت مدینہ کے بعد یہود و نصاریٰ کو بتایا گیا کہ جس داؤد سلیمان و یوسف و موسیٰ کے تم جو ماننے والے ہو ان کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ نے ان سے پہلے جو اللہ کا گھر اپنے فرزند اسماعیل کے ساتھ مل کر بنایا تھا وہ حقیقی قبلہ ہے جس کی طرف اگلے انبیا بھی رخ کیا کرتے تھے ۔اور آپؐ کے تابع تام مہدیٔ موعود آخر الزماں علیہ السلام خلیفتہ اللہ بھی جونپور سے ہجرت کر کے حضرت ابراہیمؑ و حضور ﷺ کی سنت کو پورا تو کیا مگر واپس دعوت الی اللہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بعد فراہ مبارک پہنچ گئے ۔کوئی بھی نبی رسول یا اللہ کا خلیفہ اللہ کی راہ میں ایک بار گھر سے نکلا تو واپس وطن عزیز نہیں گیا ۔اس بات سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت سید محمد جونپوری مہدیٔ موعود آخر الزماں نے بھی اللہ کے خلیفوں کی سنت پر عمل کیا ہے ۔تاریخ اسلام یا روایات میں کسی بھی پیغمبر نبی رسول یا اللہ کے خلیفہ نے اپنے ماقبل نبی رسول کی بالمشافہ ملاقات کی ہو یا مرنے کے بعد زیارت کی ایسی کوئی خصوصیت معلوم نہیں ہے ۔حالانکہ ایک زمانے میں دو نبیوں کا ہونا بیان ہوا ہے ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اور لوطؑ ۔موسیٰؑ و ہارونؑ ۔یعقوبؑ و یوسفؑ ۔داؤد وسلیمانؑ عیسیٰ و زکریاؑ ۔مگر ان کے بعد کسی نبی رسول نے اپنے ماسبق نبی رسول کی زیارت کے کوئی شواہد نہیں ہیں ۔حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں 53 برس زندگی گزارتے ہیں ان میں 13 برس نبوت کے ہیں آپ ﷺ نے کبھی حضرت حاجرہ حضرت اسمٰعیل کے قبروں کی نشاندہی نہیں کی یا ان کے زیارت کرنے کا ذکر نہیں ملتا جبکہ جنت البقیع میں آپؐ کا زیارت کرنا روایتوں میں ہے اسی طرح مدین کی سرزمین مدینہ کے قریب ہے وہاں پر حضرت شعیبؑ کا مسکن تھا جہاں حضرت موسیٰؑ نے ان سے ملاقات کی تھی وہاں بھی زیارت کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔اس تفصیل کو بیان کرنے کا مطلب ہے کہ مہدی موعودؑ جب حج سے فارغ ہوئے تو مدینہ منورہ جانے کے لئے سواریوں کا کرایہ بھی طے کرلیا تھا مگر حضور ﷺ نے حکم دیا کہ

''تم ہند واپس جاؤ وہاں تمہاری تبلیغ واصلاح کی ضرورت ہے'' ۔اور یاد رہے کہ ارکان حج میں مدینہ جانا رکن حج کا حصہ نہیں ہے وہ

تقدس حبیب خداﷺ کی زیارت سے قیام کیا جاتا ہے اور مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کا ثواب حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔اور مہدی موعودؑ کو جس طرح واپس ہندوستان جانے کا حضورﷺ نے حکم دیا تھا اسی طرح کا ایک واقعہ اسلامی روایات کا حصہ ہے۔عاشق رسولﷺ حضرت نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ کی حضورﷺ کے فراق میں لکھی ہوئی ایک نعت اُن کی مشہور ہوئی۔یہ نقشبندیہ صوفیہ سلسلے کے تھے جب اپنے وطن جام جو علاقہ غور میں ہے (موجودہ افغانستان) وہ خراسان کے مملکت میں تھا۔جب حج کے لئے گئے تو حضور اکرمﷺ نے حاکم مکہ کے خواب میں حکم دیا کہ جامیؒ کو مدینہ نہ آنے دیا جائے۔حاکم مکہ نے حضرت جامی کو مدینہ جانے سے منع کیا مگر یہ چھپتے چھپاتے نکل جاتے کئی بار مگر حاکم مکہ انہیں پکڑ لاتا بار بار منع کرنے کے بعد وہ باز نہ آئے تو حاکم نے انہیں قید میں ڈال دیا تو حضورﷺ نے حاکم مکہ سے خواب میں کہا کہ جامیؒ کوئی مجرم نہیں ہیں بلکہ انہوں نے جو نعت لکھی ہے اگر وہ میرے روضے پر پڑھے گا تو اس سے ملاقات کے لئے مجھے قبر سے باہر آنا پڑیگا اس لئے اسے منع کرو۔تو حاکم مکہ نادم ہو معافی نگی اور واقعہ بیان کیا اور وہ نعت بھی سنی۔یہ ایک ولی کامل کا واقعہ ہے حضرت مہدی موعودؑ تو اللہ کا خلیفہ ہیں اور آپﷺ کے تابع اور ہمنام اور عترت فاطمہؓ میں ہیں اتنی نسبتیں ہیں اس سے ظاہر تابع علیہ السلام اور متبوعﷺ کا کچھ تو معاملہ ہوگا؟ جو مدینہ سے رخصت کا حکم دے دیا گیا۔حضرت جامی کی پیدائش 1414 اور وفات 1492 عیسوی ہے اور مہدی موعودؑ کی 1443 اور وصال 1505 عیسوی ہے۔مہدی موعودؑ کے پہلے دعوی کے وقت حضرت جامیؒ کا یا وصال ہو چکا تھا یا کچھ عرصہ باقی تھا۔روایتوں میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کا آنا بیان ہے اللہ کے حکم سے انہوں نے بھی وحدت اور ایمان کی تبلیغ و اصلاح کی ہے۔مگر وہ کون تھے کہاں تھے کتنے لوگوں نے ان کے کہنے پر عمل کیا یہ معلوم نہیں، مگر گاہ گاہ اسرائیلیات اور دوسرے صحیفوں میں جو وحدانیت کے مدعی ہیں کچھ واقعات اور شخصیات کا ذکر ہوا تو ہے مگر ان کے مناقب و منصب کی تصدیق نہیں ہوتی۔اور جن انبیاء کا ذکر اگلی کتابوں میں ہوا ہے اس کی تصدیق قرآن سے ہو جاتی ہے۔مگر ان ایک لاکھ چوبیس ہزار میں کون نبی کون رسول کون پیغمبر اور کون اللہ کا خلیفہ اس کی تصدیق بھی نہیں ہوتی۔البتہ حضورﷺ نے اپنی نبوت و رسالت کے اختتام کے بعد صرف ایک خلیفۃ اللہ کے آنے کی نشانیاں بتائیں جو خاتم ولایت محمدیہؐ ہیں۔انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ ماضی کی ہر بات واقعہ اور لوگوں اور ناموں کو یاد رکھتا ہے، مستقبل میں کیا ہوگا کیا ہونے والا ہے اس کا اسے علم نہیں ہوتا ایسا علم صرف اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ایستادہ انبیاء سے ہی معلوم ہوتا ہے۔حضور نبی کریمﷺ نے بھی قرآن میں بتائے گئے صرف اُن پچیس انبیاء کا ذکر کیا دوسرے انبیا کے نام مقام یا ان کے مقام و مرتبہ کے بارے میں کوئی بات نہیں بتائی البتہ احادیث و روایات میں جن نبیوں رسولوں کا ذکر ہوا ہے وہ برسبیل تذکیرہ بیان ہوا ہے۔اس طرح قرآن میں بیان کردہ اوصاف حمیدہ والے ہی انبیاء و مرسلین کے زمرے میں شامل ہیں نہ کہ ہر وہ شخص جس میں کوئی اچھائی یا بھلائی ہو قرآن نے ایک راست ضابطہ نبوت و رسالت کا بتایا ہے کہ کوئی بھی نبی و رسول کو صرف خدا کا پیغامبر سمجھا گیا ان کے بعد انہیں خدا یا معبود نہیں، سوائے حضرت عیسیٰؑ کے انسانوں کی اس غلط فہمی کو مٹانے کے لئے قرآن نے نہ صرف عیسیٰؑ کا ذکر مکرر کیا بلکہ حضرت مریم کے نام کی ایک سورۃ نازل

کر کے ان کی اولاد حضرت عیسی کا انسان ہونا اور اللہ کا نبی ہونا ثابت کیا ہے۔لہٰذا یہ حقیقت ہے کہ خلیفۃ اللہ مہدیٔ موعود آخرالز ماں کا ذکر احادیث میں کثرت سے آیا ہے' لیکن ان کے دعویٰ کی بنیاد بھی قرآن ہی ہونا چاہئے۔اگر ایسا نہیں ہے صرف احادیث کی بنیاد پر دعویٰ مہدی بے بنیاد مانا جائے گا۔یہ اس لئے ہے کہ احادیث میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا ورسولوں کا ذکر ہے مگر اگر کوئی کسی کو نبی یا رسول مانتا ہے تو اسے پہلے قرآن میں بتائے گئے انبیا کے اوصاف اور اعمال کو ثابت کرنا پڑیگا۔قرآن میں انبیاء کے قصایص بیان ہوئے ہیں لیکن جن سورتوں میں مقطعات آے ہیں ان میں انبیاء مرسلین کے قصایص وواقعات بہت زیادہ اور تفصیل سے بیان ہوئے ہیں مثلاً بقرہ' آلعمران' الاعراف' یونس' ھود' یوسف' ابراہیم' الحجر' الشعراء' النمل' القصص' عنکبوت' الروم' لقمان' سجدہ' المومن' شوریٰ' زخرف' دخان' جاثیہ' احقاف۔اوران تمام میں انبیا علیہ السلام کی واقعات کے ساتھ ان کی ہجرت کا تفصیل سے ذکر ہوا ہے۔ ان سب میں سورہ الرعد ایک ایسی سورۃ ہے جس میں انبیاء کا نہیں بلکہ اللہ کی قدرت اور کائینات کا ذکر ہوا ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے بعد آنے والے اللہ کے خلیفہ کے بارے میں نہ یہ کہ تفصیل سے بتایا بلکہ آثار شمایل اور نشانیاں بھی بتائیں اور انہیں ''مہدی'' کے لقب سے پکارا' جبکہ قرآن میں واضح طور پر اس خلیفہ کا نام نہیں ہے۔خطبہ عرفات میں حضور ﷺ کے صحابہؓ کی تعداد ایک لاکھ سے تجاوز کرگئی تھی' مگر قرآن میں صرف ایک صحابیؓ رسول حضرت زید بن حارث کا نام سورۂ الاحزاب کے 37 ویں آیت میں آیا ہے جو آپؐ کے متبنّیٰ تھے کیا اس سے دوسرے صحابہؓ کے حق ہونے پر کوئی سوال کیا جاسکتا ہے یا قرآن میں ان کے نام نہ ہونے سے انہیں صحابہؓ رسول نہیں مانا جائے گا' اسی طرح دوسرے انبیاء مرسلین اور مہدی موعود کا نام نہ ہونے سے انہیں کوئی فرق لازم نہیں آتا البتہ مہدی کا تابع تام رسول ﷺ ہونا ہی ان کے خلیفۃ اللہ ہونے کی دلیل ہے اگر ایسا ہی ہوتا تو دوسرے صحابہؓ یا مبشر قطعی جنتی صحابہ کو تابع رسول کہا جاتا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابع ہونا ''خصوصی'' ہے وہ خصوصیت مبشر رسول ﷺ مہدیٔ آخرالزماں کی ہے تابع کی خصوصیت متبوع ﷺ کی خصوصیت سے وابستہ ہے۔تابع کی عمومیت متبوع کو عام قرار دینا ہے جو چند گروہوں کا نظریہ ہے قرآن نے حضور کے ملقب مہدیٔ کو تابع کہا ہے۔اگر قرآن میں بھی نام یا نشاندہی کردی جاتی تو یقیناً لوگ مہدی کے مدعی آج انگنت ہوتے۔لیکن مہدیٔ موعود علیہ السلام سید محمد جونپوری نے قرآن کی جن آیات کی شہادت سے اپنا دعوی ثابت کیا ہے وہ اپنے آپ میں ایک ثبوت ہے کیونکہ ان دعوؤں کا لب ولحجہ قرآنی احکام پر مبنی ہے نہ کہ کسی خواہش یا ضرورت کی بنیاد ہے۔اور حضور نبی کریم ﷺ کا نام بھی اگلی کتابوں میں اشارۃً آیا ہے سوائے انجیل میں 'احمد'' کے مگر اللہ تعالی نے قرآن میں با قاعدہ اعلان ثبوت اور آثار کے آپؐ کو اللہ کا رسول کہا ہے' یہی خصوصیت مہدیٔ آخرالزماں کو اُمت میں ممتاز کرتی ہے۔ہونہ ہو مہدیٔ موعود کا آخرالزماں ہونا کسی خصوصی ختمیت کے اختتام کو واضح کرتا ہے' اور یہ خصوصیت خود ان کی اپنی نہ ہو کر خاتم الانبیاء کی خاص خصوصیت کے اختتام کی طرف اشارہ کرتی ہے جو خاتم ولایت محمد یہؐ ہیں۔یہ خاتم ولایت کیا ہے؟ حضو ﷺ نے مہدیٔ موعود آخرالزماں کو اللہ کا خلیفہ کہا ہے۔..........فقال اذا رایتموہ فبایعوہ ولو حبو اعلی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ مہدی (ابن ماجہ) اشعۃ اللمعات

جلد۴/۴۰۷۔مقدمہ سراج البصار)فرمایا (رسول اللہ ﷺ نے پس جب تم اسے دیکھو تو اس سے بیعت کرو اگر چہ کہ تمہیں برف پر رینگنا ہو پس تحقیق وہ ''اللہ کا خلیفہ مہدی ہے'' جو مناقب آثار و شواہد ہیں اس کے اعتبار سے حضور ﷺ کا جو تعلق راست اللہ تعالی سے تھا بالکل ویسا تو نہیں' مگر! آپؐ کے صحابہؓ نے اپنی زندگیوں میں ایسا تعلق اختیار کرنے کی کوشش کی اس میں '' کچھ حد تک'' کچھ صحابہؓ کامیاب ہوئے' وگرنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ انہیں قطعی جنتی کا مقام اور فرمان سناتے۔اور کچھ صحابہؓ کو الگ الگ مقامات اور نوازشوں کی بشارتیں بھی دیں اور حضرت عمرؓ کے تعلق سے یہاں تک کہہ دیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اگر ہوتے تو عمرؓ ہوتے یہ ایمان وعقیدہ کے لحاظ سے بہت بڑی بات تھی یہ ختم نبوت کا بھی اعلان تھا۔اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کے بندوں میں انبیاء و مرسلین کے بعد کچھ بندے مقام و مرتبہ میں بلند ہوتے ہیں' اور حضرت اویس قرنیؓ جن سے حضور ﷺ راضی تھے ان سے اللہ بھی راضی تھا اس لئے آپؐ نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے اپنے بعد حضرت قرنیؓ سے اُمت کے لئے دعا کرنے کو کہا۔لہٰذا بعد میں اُمت مسلمہ میں ہمیشہ ایک گروہ اُمت کی اصلاح اور حضور ﷺ کے طریقے پر چلنے میں کوشاں رہا ان لوگوں کو اولیاء یا اُس ولایت کے طریقے کو آگے بڑھانے والوں کا گروہ مانا گیا جو حضور ﷺ کا اللہ سے قرب کا طریقہ تھا۔جب ان طریقوں میں بدعات منکرات کا دخل ہونے لگا تو رسم و بدعت کو مٹانے کے لئے امر بالعروف و نہی عن المنکر کی تعلیم کے لئے اس کا خاتمہ خاتم ولایت محمدیہؐ کے ذریعہ کیا گیا جو معصوم عن الخطا ہے۔

آج کل مسلمانوں میں مہدی کا بہت چرچہ ہے' مگر سید محمد جونپوری جنہیں گروہ مہدویہ مہدی موعودؑ مانتے ہیں جو آئے اور چلے گئے' انہیں میں مہدیؑ کو عام طور پر خلیفۃ اللہ کہا جاتا ہے' ساری دنیا کے مسلمان زیادہ سے زیادہ مہدی کو امام مہدی کہتے ںکلھتے یا بولتے ہیں۔جبکہ حضور ﷺ نے انہیں خلیفۃ اللہ کہا ہے۔موعود کے معنی وہ مہدی جن کے بھیجے جانے کا وعدہ کیا گیا اللہ کے رسول کی جانب سے۔موعود معنی وعدہ کیا ہوا۔اور قوم مہدویہ میں مہدی کو مراد اللہ کہا لکھا اور بولا جاتا ہے وہ اس لئے کہ مہدی اللہ کی مراد یعنی مرضی کی بات یا مرضی کا بیان قرآن کرنے والے' اسی طرح مبین کلام اللہ ہے وہ **ثم ان علینا بیانه** (سورہ قیامہ) **خلق الانسان علمه البیان** (سورہ رحمٰن) کی بنیاد پر بولا کہا لکھا جاتا ہے۔امام آخر الزماں مہدی کے خطابات و القابات ہیں جو مہدی کے مقام و مرتبہ کے مطابق ہیں جو آپؑ نے قرآن آپؑ نے قرآن سوریوں کی نشاندہی سے کئے ہیں جیسے سورہ بقرہ میں' اللہ تعالی نے قرآن کی وضاحت یا تفسیر کا وعدہ نہیں کیا بلکہ قرآن کے بیان کا وعدہ کیا ہے اور تابع تام رسول اللہ اس لئے کہا جائے گا کہ اللہ تعالی نے قرآن کی سورہ یوسف کی ۱۰۸ آیت میں حضور ﷺ کی مکمل یا حدیث کے مطابق قدم بہ قدم اتباع کرنے والے کو کہا ہے۔ان کے علاوہ دل میں منہ میں یا خیال میں جو آئے ایسے خطابات مہدی کے لئے روا نہیں ہیں جیسے امام الکاینات کہنا یا ہمسر وغیرہ کہ جس میں تقدس نبوت مجروح ہو۔

حضور نبی کریم محمد ﷺ آل اسمعیلؑ تھے' مگر جب بھی اپنا تعلق بتایا تو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے بتایا

حضرت اسمٰعیل سے کم بتایا' اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اس میں ایک مصلحت ہے وہ یہ کہ بنی اسرائیل یعنی یہودی و عیسائی خود کو فخریہ آل اسحٰق بتاتے ہیں جو حضرت سارہؑ کے بطن سے تھے جو حضرت ابراہیمؑ کی چچا زاد تھیں۔ اور ان میں داؤدؑ موسیٰؑ و عیسیٰؑ آئے۔ ہر بات میں یہودیوں کا تعصب ایک مانی ہوئی حقیقت ہے اور حضرت اسمٰعیلؑ بی بی حاجرہ کے بطن سے تھے جو عزیز مصر کی دختر تھیں' یہودی اس لحاظ سے ابراہیمؑ کو بھی اس نسلی تعلق کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ وہ خود کو داؤدؑ اور موسیٰؑ کی اُمت ہونا مانتے ہیں بہت کم اپنا تعلق حضرت ابراہیم سے بتاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور خاتم الانبیا محمد ﷺ نے یہودیوں کی اس صفت اور روش کو اختیار نا کرنے کا اُمت مسلمہ کو حکم دیا۔ حضور ﷺ نے جب بھی اپنا تعلق اور نسب بیان کیا تو حضرت ابراہیم سے بیان کیا' جبکہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں آل اسمٰعیلؑ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے بڑی بڑی پیشن گوئیاں کیں کئی پچھلے واقعات کی نشاندہی کی لیکن کبھی بھی حضرت اسمٰعیل یا بی بی حاجرہ کی قبر کی نشاندہی نہیں کی۔ البتہ اپنے نو 9 صدیوں بعد مبعوث ہونے والے مہدی موعود آخرالزماں کے متعلق نشانیاں اور اشارے اور حوالے دے اور مہدی کا عترت فاطمہؓ میں ہونا بیان کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ امام حسن امام حسینؓ کی بڑی فضیلتیں بیان کیں ہیں' لیکن الیکن! دنیا میں کسی مقام اور مرتبہ کا بیان نہیں کیا' یہ بڑی غور طلب بات ہے۔ کیونکہ مقام فضیلت الگ ہے مقام مرتبہ الگ ہے۔ عشرہ مبشر کا قطعی جنتی ہونا بیان کیا اور خلفائے راشدہ میں حضرت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کے متعلق کہا کہ میرے بعد نبوت ختم ہے اگر نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتے۔ اتنی بڑی فضیلت نہ دوسرے خلیفوں کی بیان کی نہ عشرہ مبشر کی نہ کسی صحابیؓ کی۔ جبکہ مہدیؑ کے تعلق سے کہا کہ وہ دین کو زندہ کریں گے جیسا کہ ہمارے وقتوں میں ہے' اور وہ دافع ہلاکت اُمت محمد یہ ہونگے۔ اور ہم دیکھ سکتے ہیں کہ دوسرے خلفاء راشدہ مدینے سے حکومت چلاتے ہیں جبکہ حضرت علیؓ کوفہ چلے آتے ہیں اُسے دارالخلافہ بنا کر۔

روایات میں بندوں کی تعلیم تبلیغ کے لئے 124000 ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا و مرسلین کا بھیجا جانا بتایا گیا ہے جو اللہ کے خلیفہ ہوتے ہیں زمین پر۔ خاتم الانبیا محمد الرسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد صرف ایک خلیفہ مہدی کا بھیجا جانا بیان کیا ہے۔ اگر اس طرح دیکھیں تو حضور ﷺ تک 123999 خلیفۃ اللہ ہوئے' اگر اس میں 1 مہدیؑ موعود آخرالزماں کا اضافہ کرتے ہیں تو یہ کل 124000 پورے ہونگے۔ اگر ہم 123999 کو اس طرح جمع کریں 9+9+9+3+2+1= تو اس کی جمع ہوئی 33 'اب اس میں 1 مہدی کو جمع کریں تو بنے 7۔ اور 124000 کی جمع بھی 7 ہی بنتی ہے 0+0+0+4+2+1=7 اس طرح یہ تعداد مکمل ہوتی ہے۔ بغیر مہدی کی بعثت کے یہ تعداد مکمل نہیں ہوتی۔ یہ عدد وہ ہے سات آسمان سورہ فاتحہ کی سات آیات بر اعظم سات اس 7 کے عدد سے دنیا کی تشکیل ہوئی ہے۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ اگلے پیغمبروں رسولوں کے زمانوں میں ''میں رب'' ''میں معبود'' کہنے والے تو بہت آئے لیکن! تاریخ میں جھوٹے انبیا کے حالات کا دعویٰ نہیں ملتا' یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد نبی کا دعویٰ نہ کر کے ان کے ماننے والوں نے انہیں خدا کا بیٹا بنا دیا۔ خدا بننا ہر کسی کو آسان معلوم ہوا' لیکن نبی رسول پیغمبر بننا نہیں۔ جبکہ حضور ﷺ کے حیات میں ہی مسیلمہ کذاب

اسود عنسی سجاح الحریدا اور بعد میں اصعف ابن سید بو عیسی اصفہانی ططلیحہ ابن خویلد بن نوفل' استادسیس جیسے لوگوں نے نبوت اور پیغمبری کے جھوٹے دعوے کئے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر آخرالز ماں ﷺ کے دور تک آتے آتے انسانوں کو اندازہ ہوا کہ خدا بننا مشکل کام ہے انہوں نے خدا کے فرستادہ بن کر دنیا میں جھوٹ ظلم اور بے راہ روی کو پھیلانے کا راستہ اپنالیا۔اور یہی بات دینی و عقایدی طور پر کمزور اسلام کے ماننے والوں میں بھی اپنا راستہ تلاش کرنے لگی۔اور ولایت محمدیہ تو ایک مانی ہوئی حقیقت تھی اور جھوٹے ولیوں کی خواہش نفس کو اس میں آسانی سے راستہ ملجا تا تھا اللہ کے بندوں کو ورغلا کر ان کا استیحصال کرے سو اللہ کی طرف سے جس خلیفہ کی بعثت ہوی تھی وہ معرفت الہیہ کے ساتھ قربت الہیہ میں تقوی توکل ہجرت باطنی ترک علایق ترک دنیا و دیگر کی شرایط کے ساتھ اختتام کو پہنچی اس لئے مُہدیٔ کا اللہ کے خلیفہ ہونے کے ساتھ ان بدعات ورسومات کے خاتمہ کے ساتھ ولایت محمدیہ کے خاتم کا ہونا یقینی ہوا ہے۔مہدیٔ آخرالزماں کا خاتم ولایت محمدیہ ہونا ہی مہدیٔ موعود کے حق ہونے کی دلیل ہے ورنہ اس کا کیا جواز ہے کہ ختم نبوت کے بعد اللہ کے رسول ﷺ خلیفۃ اللہ مہدیٔ کے آنے کو ضروریات دین قرار دیں اور کہیں کہ ''**من انکــر المهدی فـقـد کفر** ''جس نے مہدی کا انکار کیا اس نے کفر کیا (القول مختصر فی علامات مہدی منتظر صفحہ ۲۱ سیوطی الہاوی)۔جب اللہ کے رسول ﷺ کا اللہ سے تعلق کے طریقے کا بھی خاتمہ ہوگیا تو یہ ممکن ہی نہیں کہ نبوت رسالت کا کوئی مدعی اب پیدا ہو اس لئے مُہدیٔ موعود نے خوکو تابع تام رسول اللہ ﷺ بتایا۔کہ میں تو اپنے رسول کی اتباع کرنے والا ہوں جو کچھ فیضان ولایت مجھے دیا گیا اللہ کی طرف سے وہ محمد ﷺ کے فیض سے مجھے عطا ہوا ہے۔جس طرح محمد ﷺ کے بعد نبوت کا مدعی کاذب اور جھوٹا مانا گیا اسی طرح مہدیٔ موعود آخرالزماں مراد اللہ کے بعد مدعی ولایت مخصوصہ کاذب اور جھوٹا قرار پائے گا۔جس طرح انبیا و مرسلین کا تعلق وحی فرشتہ کتاب صحیفہ کے ذریعہ اللہ سے رابطہ بندوں کی اصلاح وتبلیغ کا بنا ہوا تھا وہ حضرت خاتم الانبیا ﷺ کے بعد ختم کردیا گیا تا کہ بساط آدم لپیٹ کر محشر کے لئے انسان کو تیار کیا جائے کہ اب تک جو ہونا تھا ہوگیا اب محاسبہ کی تیاری کروا گلے والوں نے جو کیا سو کیا اب تم کس طرح اطاعت وفر مابرداری کرتے ہو اسی بنیاد پر سزا و جزا ہوگی۔قرآن اس لئے نہیں نازل نہیں ہوا کہ اگلی امتوں نے جو کیا اس کی تقریر یا حساب کتاب ہمیں بتانا ہے' بلکہ بحیثیت آخری اُمت ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں یہ بتانے کے لئے نازل ہوا ہے۔ہمیں اگلے پچھلوں کا حساب نہیں دینا ہے اپنا محاسبہ کرنے کے لئے دنیا میں ایک شریعت یا قانون دیا گیا ہے کہ اچھائی برائی نیکی بدی کے اعمال کو پہچانیں۔قرآن کا نزول اللہ کے بندوں کو معرفت الہی سے بہرور کرنے کے لئے ہے' یہ نہیں کہ اتنی نمازیں پڑھ لیں اتنے روزے رکھ لئے اتنے حج کر لئے ذکر واذکار میں اتنی زندگی گزری' بلکہ اللہ کی معرفت کتنی حاصل ہوئی اللہ سے کتنی محبت یا قربت ہوئی اور جو کا ینات اس نے تخلیق کی اس میں اس کی عظمت کا ہم کو کتنا علم ہے' ان سب کا جایزۂ قرآن کے بیانوں کلمات اسماء مقطع اس میں موجود معجزات کی کتنی پہچان ہوئی اور حضور نبی کریم ﷺ کے پیغام ان کی زندگی ان کے اعمال ان کے اقوال سے ہم نے کیا پایا کیا سیکھا اس پر عمل کتنا کیا اس کا جایزۂ لینے کے لئے قرآن ہماری رہنمائی کرتا ہے۔جس سے کہ ہم خالق کلئنات کے قریب سے قریب ہوتے

چلے جاتے ہیں۔ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ......مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ (۱۱۰سورہ آلعمران)تم بہترین اُمت ہوجوظاہر کی گئی ہےلوگوں(کی ہدایت وبھلائی) کے لئےتم حکم دیتے ہونیکی کااورروکتے ہوبرائی سےاورایمان رکھتے ہواللہ پراوراگرایمان لاتے اہل کتاب تو یہ بہتر ہوتاان کے لئے بعض ان میں سےمومن ہیں اورزیادہ ان میں سے نافرمان ہیں۔اس آیت مبارکہ کا آخری حصہ توجہ طلب ہے! بعض ان میں مومن ہیں بعض نافرمان کہا ہے۔کافریامشرک نہیں کہا! مطلب یہ کہ مسلمانوں میں مومن کم ہوتے ہیں اورنافرمان زیادہ یہ اہل کتاب کی روش تھی بعد میں انہوں نے کفراختیارکیا۔ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ کے تعلق سےصحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین کی رائےجان لیں حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ وہ ہیں جنہوں نے حضورؐ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ چاہتا تو فرماتا اَنتُمْ تو ہم سب اس میں شامل ہوجاتے لیکن فرمایا كُنتُمْ یہ صرف حضورؐ کے صحابہؓ کے لئے خاص ہے جس نے ان کے جیسے اعمال کئے وہ خَيْرَ أُمَّةٍ میں داخل ہونگے حضرت عمرؓ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حکم مسلمانوں کےاولین لوگوں کے بارے میں جواس آیت کی شرط کواداکرے۔اس سے معلوم ہواجوصحابہؓ رسول ﷺ کا اسوہ تھا ایسے لوگ ہی بہترین اُمت کہلوانے کے مستحق ہونگے نہ ہراراغیرا۔دوبارہ آیت کے آخری حصے پرغورکرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں مومن آٹے میں نمک کے برابرہوتے ہیں ورنہ کثرت نافرمانوں ہی کی ہوتی ہے۔اس کے علاوہ امت مسلمہ کو جواسلام دین وایمان سے بہرہ ورہوئےان میں جزاءعطاوانعام کی درجہ بندی ہونی تھی اس کے اجزاءتعلیم اعمال ترکیب کوصحابہ رسول ﷺ کی زندگیوں میں دیکھا گیا۔کچھ قطعی جنتی ہوئےکچھ اصحاب بدرہوئے کچھ اصحاب صفّہ ہوئےکچھ شہداءہوئےکچھ مہاجرہوئےکچھ انصارہوئےکوئی اویس قرنیؓ ہوئےکوئی ابوذرغفاری ہوئے۔یہ اعمال تو انبیا کے تھے مگر نبوت کادروازہ بندہوگیا' کہا گیا کہ میرےبعداگرکوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ ہوتے یعنی اعمال نبوت ختم ہوئے حوال یاانبیاء کے جیسے احوال اورمعاملات باقی ہیں کہا گیا کہ''میرےعلماءبنی اسرائیل کےانبیاءجیسے ہیں'' ظاہر ہے کہ انبیاعالم یا سندیافتہ نہیں ہوتے وہ تو بس اللہ تعالی کی عطاسے نبی رسول ہوتے ہیں وہ موٹی موٹی کتابیں ضخیم جلدیں لکھ کرنہیں لائےجواللہ حکم دیتا بتادیتے تھے ۔معلوم ہوا کہ اُمت محمدیہؐ میں وہ اللہ کے جاں نثارجنہوں نے اللہ کےواسطے دنیا سے کنارہ اختیارکیاعبادت ذکرواذکارمیں اپنی زندگی گزاری اورباقی وقت میں جومہلت ملتی یاموقع تو بندوں کی اصلاح وتبلیغ اس نہج پرکرتے جواللہ کے رسول کااللہ سےقربت واطاعت کاطریقہ جسے ولایت محمدیہ یااللہ سے رسولؐ کی محبت کہتے ہیں اس طریقے کوجوانہیں الہام یاکشف کے ذریعہ معلوم کرایا جاتا تھا تو وہی اُمت کےحقیقی علماءاورمصلح بنے وہ اولیاءکہلائے۔ولایت اورتصوف میں بین فرق ہے ولایت اللہ کی عطا ہے جبکہ تصوف ایک طریقہ ہے صحابہؓ یااولیاءکےاعمال اختیارکرنے کاتصوف کوہرکسی نے اپنےطریقے پرسمجھااوراپنایاہےاسی لئےاس میں جہاں کہیں اچھائی ہے وہاں پر بےشماربدعات اوررسوم داخل ہیں ان میں کئی ایسی ہیں کہ دین کاان سے کوئی واسطہ نہیں ہےوہ محض ایک رسم ہیں جوبدعات کےاعمال میں مبتلاءکردیتی ہیں' کئی خودساختہ صوفیا نےتصوف کوولایت سےہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے جوایک غیر

فطری امر ہے۔ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ کی عطااور بندہ کی کوشش کا نتیجہ ایک ہی ہو جو عطا کیا جاتا ہے وہ بے لوث ہوتا ہے اور جو طلب کیا جائے وہ عنایت وقتی ہوتی ہے جس میں عطا کرنے والے کی مرضی کا شامل ہونا ضروری نہیں ہوتا ۔تصوف ایک کوشش ہے محتاتانہ طلب کرنے کی کہ میں نے اتنا کچھ کیا ہے اس کا صلہ چاہیے جبکہ عطا کیا جانا ایک ذمہ داری ہے کہ جس کا سوال ہوگا کہ کس طرح اس عطا کو استعمال کیا یا خرچ کیا' قرآن میں ہے کہ انبیاء سے ان کی اُمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔اور جب ولایت کے اعمال میں لوگوں نے شرک وبدعت کے ذرائع تلاش کرنے شروع کئے اور نفس کی اطاعت کو خدا جوئی کا نام دیا تو اللہ تعالی نے اپنی رفاقت اور اپنے حبیب ﷺ کی اللہ سے والہانہ محبت کے طریقہ کا بھی خاتمہ کرنے کے لئے خاتم ولایت محمدیہ مہدئ موعود آخرالزماں کی بعثت کے بعد ولایت کا خاتمہ کیا ہے۔**یقوم فی الدین فی آخر الزمان کما قمت به فی اول الزمان** (مقدمہ سراج الابصار ۱۶۲/۱) فرمایا نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالی مہدی سے دین کو ختم فرما دیگا جس طرح ہمارے زمانے میں تھا۔اس کا یہی مطلب ہے کہ معرفت الٰہی کے ذرائع ختم کردئے جائیں گے یہ بات حضورؐ نے فرمائی ہے کہ علم اُٹھالیا جائے گا کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا سے اسلام ختم ہو جائے گا بلکہ اللہ تعالی علمائے حق کو دنیا سے اُٹھا لے گا' ظاہر ہے علمائے حق وہ نہیں جو علم حاصل کر لیتے ہیں ایسا علم کتابوں کی زینت ہے جو کفار وزندیقہ کے پاس بھی ہوتا ہے وہ قیامت تک رہے گا بلکہ علمائے حق جنہیں علم لدنی دیا جاتا ہے جنہیں روحانی و ایمانی فہم عطا ہوتا ہے اور وہ وہی ہیں جو مقام ولایت پر فائز کئے جاتے ہیں وہ علماء اُٹھا لئے جائیں گے اور لوگ جاہلوں اور بے دینوں کو رہبر ورہنما سمجھنے لگیں گے ۔بندہ اللہ کی اطاعت کے تابع ہے نہ کہ کسی امام یا گروہ کے تابع' نماز باجماعت اسلامی اخوت اور اتحاد کی علامت ہے جسے عبادت بنایا گیا ہے ۔نماز فرض وعیدین کے علاوہ کوئی نماز نہیں جو امام کی امامت میں پڑھی جائے۔فرائضُ کے ادا کرنے میں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ بندہ خدا کے لئے نماز پڑھے یہ سمجھ کر کے یہ نماز میں اللہ کے لئے پڑھ رہا ہوں نہ کہ امام کی اہمیت اس سے ظاہر ہو امام یہ نہ سمجھے کہ اگر میں نماز نہ پڑھاتا تو یہ نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔مہدئ موعود علیہ السلام نے ولایت کے دس سلطان بتائے ہیں ان میں حسن بصریؒ ,ذوالنون مصری,بایزید بسطامی,اور ابن عربی کو پہلوان دین کہا ہے اس طرح اور چھ اولیا ہیں ۔اس کا مطلب ہے کہ جس طرح دنیاوی حکمراں ظاہری حکومت کرتے ہیں اسی طرح اولیاء کی حکومت باطنی ہوتی ہے جس میں اللہ کی مرضی کے اعمال سے ان کی اصلاح ہوتی رہتی ہے ۔ہر وہ شخص ولی نہیں ہوتا جس کی خبر پر چادر چڑھا دی گئی ہو' اللہ کا ولی وہ ہوتا ہے جو اللہ کی محبت بندوں کے دلوں میں پیدا کردے ۔ایسے اولیاء کے لئے کسی کرامت یا غیر معمولی اعمال اور احوال کے دکھاوے کی ضرورت نہیں رہتی ۔اللہ کا ولی وہ جو بندوں کو اللہ کی اطاعت وفرمابرداری سکھائے نہ کہ انہیں دنیاوی مسایئل کے لئے وقتیہ کمالات کا مظاہرہ کر کے دکھائے ۔اس طرح بندوں کو کاہل اور لاپرواہ بنانا ہے جبکہ اللہ تعالی بندوں کو جدوجہد اور کوشش کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔-

خلافتہ اللہ منجانب اللہ ہوتی ہے

خلافتہ اللہ نبوت ورسالت موروثی ہوتی ہے اس کا سلسلہ کہیں نہ کہیں نسلوں اور خاندانوں سے جا ملتا ہے جبکہ بادشاہت اور شخصیت پرستی کا دور مختصر ہوتا ہے یہ سلسلے دو چار نسلوں کے بعد ٹوٹ جاتے ہیں۔آدم علیہ السلام کے بعد نوحؑ ابراہیمؑ اسحقؑ کی اولادوں میں بھی نبوت کے سلسلے چلے ہیں لیکن !حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضور نبی کریم ﷺ کے درمیان لگ بھگ 2300 سال یعنی 23 صدیوں کا عرصہ ہونے کے باوجود جو راست موروثی تعلق نبوت کا قائم ہوا وہ بجائے خود ایک معجزہ سے کم نہیں ہے۔اس کے بعد بھی مہدیٔ موعود کی بعثت کو 9 صدیوں بعد جاری کیا گیا' خلافتہ اللہ تسبیح کے دانوں کی طرح منسلک ہوتی ہے' جبکہ دوسرے تعلقات اور سلسلے ریگزار میں بکھرے کنکریوں کی طرح۔دینی و دنیاوی بادشاہت وحکمرانی ہمیشہ خلافتہ اللہ سے خوفزدہ لرزاں و ترساں رہی ہے۔اگر انساب عالم خصوصاً انساب انبیاء پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے حضور ﷺ کا نسب آدم علیہ السلام نوحؑ ابراہیم ؑ اسمٰعیلؑ کے بعد 23 صدیوں کے بعد نسل در نسل اشراف میں حضرت محمد ﷺ تک ہے۔اور جس طرح ابوالانسان حضرت آدمؑ کے بیٹے حضرت شیث کو خلافتہ اللہ منتقل ہوئی بالکل اسی طرح خاتم الانبیا ﷺ کی آل میں مہدیٔ موعود پر خلافتہ اللہ ختم ہے۔یہاں جو نکتہ غور طلب ہے وہ یہ کہ حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے فرزند حضرت اسحقؑ کی نسلوں میں نبوت و رسالت کے جو سلسلے چلے یہود و نصاریٰ نے حضرت موسیٰؑ حضرت داوٗدؑ اور حضرت عیسیٰؑ علی نبینا پر مجمد یا ختم کر دیا جب کہ وہ زمانے انسانی ارتقاءِ ترقی کے ابتدائی مراحل سے گزر رہے تھے۔جب زمانہ ترقی کی منہاج پر پہنچنے لگا تو حضرت خاتم الانبیاءؑ نے ایمان عقیدہ و مذہب کا وہ درس دیا جو تمام اقوام عالم کے لئے تھا اور اس میں بیان کردہ معاملات معرفت کو جاری رکھنے کے لئے ایک مہدیٔ موعود آخرالزماں کا اہتمام کیا گیا ہے۔اور اگلے انبیاء کے جس ایمان وعقیدہ کو نبی اسرائیل یا دوسری قوموں نے بگاڑ دیا اس کی اصلاح قرآن کے درس کے ساتھ آخرت میں حضرت عیسیٰؑ سے کے جانے کا جتن کیا گیا ہے۔دوبارہ نزول عیسیٰؑ کی حقیقت اس روایت سے ہوتی ہے۔حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی کتاب ''النہایہ'' میں لکھا ہے کہ ''امام مہدی کے بارے میں' جو کہ آخر زمانے میں ظاہر ہونگے شیعہ کے وہ امام نہیں ہیں جن کے بارے میں وہ اس زعم باطل میں مبتلاء ہیں کہ وہ غار سامراء سے ظاہر ہونگے۔شیعہ کے اس امام کا نہ وجود ہے نہ حقیقت' وہ گمان کرتے ہیں کہ محمد بن حسن عسکری ہیں۔جو اس وقت سے ایک غار میں داخل ہو چکے ہیں جب ان کی عمر پانچ سال کی تھی۔البتہ جس امام مہدی کے باب میں ہم بیان کر رہے ہیں ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی احادیث ناطق ہیں اور بتاتی ہیں کہ آخر زمانہ میں وہ ظاہر ہونگے۔''اور میرے خیال میں ان کا ظہور عیسیٰؑ کے زمانۂ نزول سے **پہلے ہوگا**'' جیسا کہ اس بات پر کتنی ہی احادیث دلالت کرتی ہیں (مولانا محمد منیر قمر نواب الدین۔ظہور امام مہدی ایک اٹل حقیقت صفحہ ۲۳ مکتبہ کتاب وسنت سیالکوٹ) اب اس حقیت کے بیان کے بعد اس حدیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ سلسلہ خلافتہ اللہ کی کڑیاں کس طرح جڑی ہوئی ہیں۔'' کیسے ہلاک ہوگی میری امت جس کے اول میں (ﷺ) ہوں آخر میں عیسی ابن مریم اور درمیان میں میری اہل بیعت سے مہدی ہے۔یہاں واضح ہو رہا ہے کہ

حضورﷺ جوایک دلیل روشن اور بینہ ہیں ان کی نبوت ورسالت جو بعثت سے قیامت تک ہے اس کا اختتام حضرت عیسیٰؑ جو گزرے ہوئے زمانے میں ایک بینہ تھے ان سے ہوگا جو آخرت کے قرب میں آئیں گے۔ان سے پہلے درمیان میں معرفت الٰہی کی تعلیم کے لئے مہدی کی بعثت لازمی یا ضروریات دین سے ہے جو اگلے انبیاء اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان ختم انسانیت کو جوڑنے والی آخری کڑی ہیں۔مہدی موعودؑ کی قرآنی شہادتوں سے متعلق ایک بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید کی کئی سورتوں سے آپؑ کو دعوی کرنے کا حکم دیا تھا۔قرآن اپنے بیان اور احکام میں بڑا معجزاتی انداز رکھتا ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر اُٹھایا جانا سورۃ النساء آیت 158 میں یوں بیان کرتا ہے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا بلکہ اللہ تعالےٰ نے انہیں (حضرت عیسیٰؑ کو) اپنی طرف اُٹھالیا اور اللہ بڑا زبردست اور پوری حکمت والا ہے۔سورہ نساء قرآن میں 4 چوتھی سورۃ ہے مگر اس کا نزول 94 سورۃ کے طور پر مدینہ میں ہوا ہے۔اب دیکھیں سورہٗ مریم جس کا نزول مکہ میں 44 ویں سورہ کے بطور رہا واقعہ معراج کے بعد یہ سورہ نازل ہوئی ہے اس کی 56/57 ویں آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے۔وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۙ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا اور اس کتاب میں ادریس (علیہ السلام) کا بھی ذکر کر' وہ نیک کردار نبی تھا'ہم نے اسے بلند مقام پر اُٹھالیا۔**غور طلب امر یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں نازل حضرت مریمؑ کے ذکر کے بیان میں ان کے نام کی سورۃ میں تو حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمانوں پر اُٹھائے جانے کی بات کہی (ادریسؑ اور عیسیٰؑ آسمانوں پر زندہ اُٹھالئے گئے) جب کے حضرت عیسی علیہ السلام حضرت مریم کے فرزند ہیں وہاں ان کے آسمانوں پر اُٹھائے جانے کی بات نہ کرکے ادریسؑ کا ذکر کیا۔اور اس کے عرصہ بعد مدینہ منورہ میں نزول کی 94 سورہ یعنی 50 سورتوں کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اُٹھائے جانے کی بات بتائی۔انسانوں کی عقل کے لحاظ سے سورہ مریم میں حضرت عیسی کا ذکر ہونا چاہے تھا وہاں نہ کرکے سورہ نساء میں ذکر کرنا ایک ایسے واقعہ کو بتاتا ہے کہ اللہ تعالی جو چاہے جیسے چاہے کرتا ہے یہ اسی کی قدرت ہے۔**کیونکہ حضرت ادریسؑ حضرت آدمؑ کی پوتے اور آپؑ کی 6 چھٹی پشت میں ہیں یہ سلسلہ انبیاء میں حضرت آدمؑ کے بعد 3 تیسرے پیغمبر ہیں ان سے پہلے حضرت آدمؑ کے فرزند حضرت شیس دوسرے نبی ہیں اور وارث آدم بھی۔حضرت ادریسؑ نے سب سے پہلے لکھنا سیکھا اور سیکھایا یہ حضرت آدم کے دنیا میں اتارے جانے کے 622 برس بعد آپؑ کی پانچویں نسل میں یرد/یا جرید کو پیدا ہوئے اور جب آدمؑ بقید حیات تھے۔یہاں نہ صرف حضرت عیسیٰؑ کی معجزاتی پیدائیش کی بلکہ حضرت ادریسؑ کی طرح عیسیٰؑ کے معجزاتی آسمانی منتقلی کی حقیقت معلوم ہورہی ہے اس کا مثبت و منطقی پہلو یہ ہے کہ نصاری/عیسایوں نے حضرت کی پیدائیش پر انہیں جس طرح ابن اللہ بنا دیا اس کی نفی کے لئے اللہ تعالی نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی کا کسی کو بھی اس طرح پیدا کرنا یا آسمانوں پر اُٹھالینا کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے کسی کو نعوذ باللہ اللہ کا بیٹا یا کچھ اور بنا دیا جائے'جس طرح عیسی آسمان پر اُٹھائے گئے 'اس سے پہلے بھی ادریس آسمان پر اُٹھائے جاچکے ہیں۔اس لئے سورہ مریم میں حضرت عیسی کے بیان کو نہ کرکے ادریسؑ کے واقعہ کو بیان کیا بعد میں مدینے میں نصاری کے وفد حضورﷺ سے ملنے آنے

لگےتو وہاں پرحضرت عیسیؑ کوآسمان پر زندہ اُٹھانے کی حقیقت کو بیان کیا۔ کیونکہ عیسایوں کاعقیدہ ہے کہ حضرت عیسیؑ کو جب صلیب پر چڑھایا یہودیوں نے تو تین دن بعد حضرت عیسیؑ زندہ حواریوں سے ملنے آئے تھےتو حواری گھبرا گئے تھے۔ عیسائی عقیدے کے مطابق عیسی کومصلوب کئے جانے کے بعد دوبارہ حاضر ہونے کے دن کو''ایسٹر'' Easter کا دن منایا جاتا ہے۔ اس لئےاللہ تعالی نے پہلے 44 نزول والی سورہ مریم میں حضرت ادریس کا واقعہ بیان کر دیا بعد میں 94 نزول سورنساء میں جب عیسایوں کوحقیقت بتانا مقصود تھا تو مدینے میں حقیقت بتائی گئی۔ مکہ مکرمہ میں کفار و مشرکین کو بنی اسرائیل کی ہٹ دھرمی اور کفر سے آگاہ کیا اور بہت سارے ان کے واقعات مختصراً بیان ہوئےلیکن ! مدینے میں ان کی تمام حقیقت کوآشکارا کر دیا گیا سورہ النساء میں عیسی کے اس واقعہ کی حقیقت یہی بتاتی ہے۔ کیونکہ مکہ میں یہود و نصاری کی تعداد کم تھی مدینہ میں ان کی کافی آبادیاں تھیں اس لے وہاں حقیقت بیان ہوئی۔ ان واقعات کے تناظر میں مہدی موعود علیہ السلام کی دعوی مہدی کے پہلے ہجرت خطہ ہند کے احوال اور دعوی مکہ مکرمہ واحمد آباد و بڑلی کے دعوی کے احوال کو دیکھیں مہدی موعودؑ کی ان قرآنی شہادتوں کی حقیقت سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ اور میراں سید محمد جونپوری ہی مہدی موعود آخرالز ماں خلیفۃ الرحمٰن ہیں یہ حقیقت عیاں ہو جا ئیگی۔ کیونکہ ہم نے اس میں بیان کیا ہے کہ مکہ مکرمہ کے پہلے دعوی کے بعد ہی مہدی موعودؑ نے اپنا مہدی ہونا قرآن کی شہادتوں سے ثابت کیا ہے۔ جس طرح ادریسؑ کا آسمانوں پر اُٹھایا جانا بنی اسرائیل جانتے تھے اسی طرح خطہ ہند میں میراںؑ کا مہدی ہونے کا چرچہ عام ہو گیا تھا مگر اللہ کی طرف سے دعوی کا حکم نہیں تھا۔

انـی جاۓل فی العرض خلیفه بے شک میں زمین پر نائب بنانے والا ہوں۔ اللہ تعالی نے نبی رسول پیغمبر نہیں کہا بلکہ''خلیفہ'' کہا ہے۔ امام اعماد الدین محمد بن اسماعیل ابن کثیر نے قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ اللہ تعالی نے ارادہ فرمایا کہ آدم اور ان کے بارے میں انہیں آگاہ کروں جو یکے بعد دیگر زمین پر اس کے خلیفہ اور نائب ہونگے یعنی انہیں میں کے انسانوں کے ذریعہ ان نبیوں اور اللہ کے خلیفوں کی نشاندہی کرنا۔ مگر ان نبیوں رسولوں نے کیا کہا؟'' فرمائیے یہ بڑی اہم اور عظیم خبر ہے تم اس سے منہ موڑ رہے ہو۔ **مجھے کوئی علم نہ تھا عالم بالا کے بارے میں جب وہ جھگڑ رہے تھے وحی کی جاتی ہے میری طرف مگر یہ میں فقط کھلا ڈرانے والا ہوں۔** اوران کی گواہی اللہ تعالی کس طرح دیتا ہے **واذکـر فـی کتـاب ادریـس انـه کان صد یقا بنیا و رفعنا مکانا علیه** (مریم) اور کتاب میں ادریسؑ کو یاد کرو بے شک وصدیق تھا غیب کی خبریں دیتا تھا اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔ حضرت ادریسؑ حضرت نوح سے پہلے حضرت آدم کی چھٹی پشت میں ہیں ان کے بعد حضرت نوحؑ پہلے رسول تھے۔ **لـقـد ارسلنا نوحاً الی قـومـه..........انـه کـانو اقو ما عمین** (اعراف)'' بے شک ہم نے بھیجا نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف تو انہیں نے اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود سوائے اللہ کے میں ڈرتا ہوں کہ تم پر بڑے دن کا عذاب نہ آجائے۔ ان کی قوم کے سرداروں نے کہا اے نوحؑ! ہم دیکھتے ہیں تمہیں کھلی گمراہی میں۔ (نوح نے کہا) اے میری قوم نہیں ہے ذرا مجھ میں گمراہی بلکہ میں تو رسول ہوں سارے جہانوں کے پروردگار کی طرف سے۔ پہچاتا ہوں تمہیں پیغامات اپنے رب کے نصیحت کرتا ہوں تمہیں اور جانتا

ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے کیا تعجب کرتے ہو اس پر کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے "ایک آدمی " کے ذریعہ جو تم میں سے ہے۔ قرآن میں انبیاء ومرسلین نے اللہ تعالی کا جس طرح پیغام پہنچایا ہے اس کے سیاق وسباق میں حضرت میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام نے قرآن کی اٹھارہ آیات جو پیش کیں ہیں ان سے موازینہ کر کے دیکھ لیں کتنی مطابقت ہے۔ آگے دیکھیں " آپ پڑھ کر سنائیں انہیں نوحؑ کی خبر جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔ اے میری قوم! اگر گراں ہے تم پر میرا قیام اور میرا پند ونصیحت کرنا **اللہ تعالی کی آیتوں سے (اللہ کے احکام سے) میں نے اللہ پر توکل کرلیا** (سورہ یونس)۔ **انـــا او حيـــنـــا اليک کما او حينا** ....و كان الله عزيزا حكيما ۔ بے شک ہم نے وحی بھیجی آپؐ (محمدؐ) کی طرف جیسے وحی بھیجی ہم نے نوح کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو نوحؑ کے بعد آئے اور وحی بھیجی ہم نے ابراہیم اسمٰعیل اسحٰق یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسی ایوب یونس ہارون اور سلیمان کی طرف اور ہم نے عطا فرمائی داؤد کو زبور اور دوسرے رسولوں پر جن کا حال بیان کر دیا ہے ہم نے اس سے پہلے اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر "**اب تک ہم نے آپؐ سے نہیں کیا**" اور کلام فرمایا اللہ نے موسیٰ سے خاص کلام رسول کو خوشخبری دینے کے لئے اور ڈرانے کے لئے تا کہ نہ رہے لوگوں کے لئے اللہ تعالی کے ہاں کوئی عذر رسولوں کے (آنے کے بعد) اور اللہ تعالی غالب حکمت والا ہے (سورہ النساء)۔ **یہاں پر جن رسولوں پر وحی کی گئی ان کے نام کے ساتھ بیان ہوا۔ اور جن کے نام نہیں بتائے گئے یا "جن کا آپؐ سے ذکر یا نام نہیں بتایا" ان پر بھی وحی کیا جانا بتایا جا رہا ہے۔ اس لحاظ سے خلیفۃ اللہ مہدی پر بھی وحی کی کیفیت وہی ہوگی جن کا بیان قرآن کی اس آیت میں ہوا ہے یہ بالواسطہ حضرت جبرئیل کے ذریعہ تھا یا بلا واسطہ تھا یہ اللہ تعالی جانے ۔ البتہ مہدیٔ موعودؑ نے بارہا فرمایا ہے کہ "مجھے اللہ کا حکم ہوتا ہے" میں بلا واسطہ سن رہا ہوں"**۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا احکام لے کر آنا زیادہ تفصیل سے حضور محمد ﷺ کے ساتھ ہی ہوا ہے۔ اس کے علاوہ پہلے کی نازل کردہ کتابوں اور روایات میں اتنی کثرت سے جبرئیلؑ کے بارے میں واقعات اور بیانات نہیں پائے جاتے ۔ **اور جن قوموں کے انبیاء کا ذکر نہیں کیا ان قوموں کے نام یا گروہوں کے نام بتائے جیسے** ۔ قوم یک۔ قوم اہل رس۔ قوم تبع۔ قوم سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر۔ قوم ثمود اور عاد۔ یعنی کچھ قوموں کے انبیا کے نام نہیں بتائے گئے مگر وہ نبی یا اللہ کے خلیفہ ہی تھے۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور رسول تین سو تیرہ۔

مہدی موعودؑ اللہ کے خلیفہ ہیں یہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں بتایا ہے اس پر بحث کی گنجائش نہیں' چہ جا یکہ انہیں نبی رسول سمجھا جائے۔ حالانکہ اللہ تعالی نے حضرت داؤدؑ کے متعلق سورہ ص کی ۲۶ آیت میں فرمایا" **يٰداوٗ دُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِيْفَةً فِىْ الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّکَ سَبِيْلِ اللّٰهِ** اے داؤد ! بے شک ہم نے تجھے بنایا (خلیفہ) نائب زمین میں' سو تو لوگوں کے درمیان حق اور (انصاف) کے ساتھ فیصلہ کر اور (اپنی) خواہش کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے بھٹکا دے اللہ کے راستے سے۔ داؤد علیہ السلام ایک جلیل القدر نبی تھے اور پیغمبر کتاب جن پر "زبور" نازل ہوئی تھی اللہ تعالی انہیں

''خلیفہ'' سے خطاب کر رہا ہے'یہ بات ثابت کرتی ہے کہ تمام انبیا اللہ کے خلیفہ تھے۔مگران کے درجات الگ اور مختلف ہوا کرتے تھے اور ہمیں یہ نہیں معلوم کہ کون سے نبی یا اللہ کے خلیفہ کا درجہ اور مقام کیا ہے'لہذا اللہ کے رسول ﷺ کا مہدی کو خلیفۃ اللہ کہنا یا تو خدا جانے یا اللہ کے رسولؐ جانیں کہ مہدی کا مقام کیا ہے'البتہ اللہ کے حکم سے مہدیؑ موعودؑ کا خود کو بینہ'من بلغ'من اتبعنی کہنا ہی آپؑ کے مقام مرتبہ اور خصوصیت کا حامل ہے اور یہی خصوصیت آپؑ کو اللہ کا حکم پہنچانے اور تعلیم معرفت الٰہی دینے اور قرآن کے مبین ہونے مراد اللہ کے لئے کافی ہے۔نہ اس زیادہ نہ اس سے کم کے مقام پر ہمیں بحث ومباحث کرنا چاہئے۔جو اللہ اور اس کے رسول نے بات نہیں کہی اس میں کمی زیادتی نقص ایمان کی علامت ہوگی۔

حضرت مہدی وعیسیٰ کے ایک زمانہ میں آنے کا کہیں بیان نہیں ہے مہدی امام کا عیسیٰ کو نماز پڑھانے کا بیان ہے اس حدیث میں بیان کردہ الفاظ میں غور کریں **کیف تھلک امتی انا فی اولھا و عیسی ابن مریم فی ا خرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا** سب سے پہلے اُمت کا ہلاک ہونا حدیث کے بیان میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اُمت کا ہلاک ہونا معنی تمام اُمت کا ہلاک ہونا ہے ایسا تبھی ہوگا جب دنیا کا خاتمہ ہوگا اسی حدیث کو جو دوسرے احادیث میں بیان ہے کہ ''قیامت انسانوں کے بدترین لوگوں پر آئے گی''معلوم ہوا کہ قیامت اُمت کے بہترین یا مخلص ایمان والوں پر نہیں آئے گی یا قیامت تک مخلص ایمان والے باقی نہیں رہیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ قرب قیامت تشریف لائیں گے۔اب حدیث مبارک کا آخری حصہ غور طلب ہے جس میں مہدی کا ''درمیان'' میں آنا'' **فی وسطھا** ''یعنی حضور نبی کریم ﷺ اور عیسیٰؑ کے درمیان کا زمانہ اب عربی لغت میں وسط کے معنی دیکھیں۔ **وَسَطًا** صیغہ صفت **وَسْطٌ** مصدر درمیانی' **وَسِیطٌ** وہ شخص جو نسبی اعتبار سے درمیانی اور مرتبہ کے اعتبار سے بہت بڑا ہو' **وُسْطٰی** بیچ والی درمیانی اُنگلی **تَوْسِیطٌ** کسی چیز کو بیچ میں لانا **یاتَوَسُّطٌ** درمیان میں واقع ہونا درمیانی چیز لینا جو سب سے اعلیٰ ہو نہ ادنیٰ بیچ میں بیٹھنا۔ان معنوں کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ **فی وسطھا** حضور ﷺ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان کا کوئی زمانہ ہے اس سے حضرت مہدی وعیسیٰؑ کا ایک وقت اور زمانہ کی نفی ہوتی ہے۔اس طرح مہدی کا نویں 9صدی میں آنا اور عیسیٰؑ کا قرب قیامت آنا طے شدہ حقیقت ہے۔

قرآن میں صرف پچیس انبیا کا ذکر ہوا ہے اور ان کی تبلیغ واصلاح کا دائرہ مصر فلسطین شام جزیرہ نمائے عرب اعراق اور مشرقی ایشیا کے مغربی حصوں تک محدود ہے۔چونکہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ:مہدیؑ مجھ سے ہے یعنی میری مکمل اتباع کرنے والا اور عترت فاطمہ سے ہے۔تو اس میں روایتی طور پر گروہی خاندانی قومی علاقائی اور دیو مالائی اور غیر مرعی احوال واقوال کا ایک طویل سلسلہ بعض گروہوں نے چلا دیا جس سے کے اس خلافت نامہ کی پہچان کی اہمیت ضرورت اور مقصد بعثت کو اپنے اپنے عقاید کے شوروغو غا میں الجھا دیا ہے۔قرآن کے حقایق اور احادیث کی صحیح روشنی سے ہی یہ سلجھایا جاسکتا ہے' کیونکہ انبیاءِ قبل از نبوت اور بعد از نبوت ہر حال میں باتفاق ارا ءشرک سے معصوم مانے گئے ہیں اور یہ عصمت نبی کریم ﷺ کے بعد صرف مہدیؑ موعودؑ آخرالز ماں کو

حاصل ہے۔

ایک سوال ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اُس کی مدت 15 دنوں کی ہے اور مہدی موعودؑ کی ہجرت کا زمانہ 13 برسوں کا بغیر دعوی کا اور 10 برس دعوی کے بعد کے ہیں اس کی کیا توجیہہ ہوسکتی ہے؟ حضور ﷺ جب گھر سے نکلتے تو دین کی استقامت سربلندی مومنوں کا تحفظ اسلام کا مستقبل پیش نظر ہے۔ جب مہدی ہجرت کرتے ہیں تو اُمت میں پھیلی رسم وبدعت اصلاح وتبلیغ اور تعلیم وتربیت معرفت الٰہی مقصود ہے۔ محمد مصطفی ﷺ اللہ کے رسول پیغمبر آخرالزماں ہیں انہیں شریعت آخریں کو نافذ کرنا ہے بحیثیت سردار الانبیاء اور خلافت اعظمٰی کے مقام پر۔ مہدی موعود آخرالزماں خلیفۃ اللہ تو ہیں مگر تابع خاتم رسول اللہ ﷺ جن کی بعثت مبین کلام اللہ اور بیان مراد اللہ کی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ رات ہجرت پر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ نکلنے کے غار ثور میں 4 دن قیام کرتے ہیں اس کے 7 دن بعد مقام قباء پہنچتے اس کے 4 دن بعد یعنی 15 ویں دن مدینہ پہنچتے ہیں جو اس وقت یثرب کہلاتا تھا۔ اس کے چار دنوں بعد آپ کی رہائش مدینہ میں ہوجاتی ہے۔ اور حیران کن حقیقت یہ ہے کی لگ بھگ 26 ماہ صفر میں آپ کی ہجرت شروع ہوتی ہے اور 12 ربیع الاول کو آپؐ مدینہ پہنچ جاتے ہیں اور ماہ صفر کے آخری دنوں میں ہی آپ علیل ہوتے ہیں اور 12 ربیع الاول کو آپؐ اس دار فانی سے انتقال فرماتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے ایک ربیع الاول کو ہجرت پر روانہ ہونا اور سولہ ربیع الاول کو مدینہ پہنچنا بتایا ہے۔ یہ اندازے آج کے کیلنڈر کے مطابق ہیں **اگر ہجرت کے ایام کو 14 دن مان لیں ان میں قیام مستقل کا وقفہ 4 یوم جوڑیں تو بنیں گے 18 دن جو مہدی کے دعوی موکدکا سال ہے۔ مہدی کا ان اٹھارہ برسوں کی ہجرت میں رہنا اور دعوی کرنا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ہجرت کے بعد 18 ویں دن مدینہ کا قیام مستقل ہونا جہاں سے اسلام کا زریں دور شروع ہونا کیا اتفاق ہے؟ یا متابعت رسول ﷺ۔**

نبی رسول اور پیغمبر

نبی کا دائرہ اختیار یا علاقہ ایک قطعہ اور قوم تک محدود ہوتا ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مرسلین آئے۔ نبی اپنے علاقہ قوم کی اصلاح تبلیغ پر معمور ہوتے ہیں اللہ کا پیغام جو انہیں فرشتہ یا وحی کے ذریعہ دیا جاتا ہے وہ اپنی قوم تک پہنچاتے ہیں انسانیت کو بھلائی کا درس دینے اور برائیوں سے روکنا ان کا ذمہ ہے۔ یہ قوم کے شریف النفس افراد میں منتخب ہوتے ہیں۔ **رسول** کا مرتبہ نبی سے بلند ہوتا ہے وہ اپنی قوم اور علاقہ کے علاوہ دوسری قوموں اور علاقوں کی رہنمائی رہبری اور اصلاح پر معمور ہوتے ہیں۔ نبی کی بہ نسبت رسول کو وحی کے علاوہ احکام صحائف کے ذریعہ بھی دئے جاتے ہیں نبی رسول کے انکار پر عذاب اور مواخذہ ہوتا ہے مگر انہیں پہلے اپنی قوموں کی تبلیغ واصلاح میں خود کو آزمائش کے لئے پیش کرنا پڑتا ہے جیسے نوحؑ ھودؑ لوطؑ صالحؑ۔ پیغمبر بہت ساری قوموں کے لئے ہوتے ہیں بہت سارے نبی رسول پیغمبر کی شریعت کے ماتحت ہوتے ہیں۔ پیغمبر کو خالق کل کی طرف سے حالات زمانہ اور خطہ کی ضرورت کے مطابق احکام اور شریعتیں دی گئیں ہیں ان شریعتوں میں تبدیلی کا اختیار پیغمبر کو دیا جاتا ہے جو اللہ کی مرضی اور مراد

کے مطابق ہوتا ہے اور پیغمبر کی شریعت کو دوسرے نبیوں رسولوں اور قوموں کو اختیار کرنا پڑتا ہے ۔جیسے موسیٰ داودؑ عیسیٰ ؑ ہیں ۔پیغمبر کا کام کفر والحاد کے علاوہ شرک وبت پرستی سے انسانوں کو قانون شریعت اور احکام الٰہی کے لئے جہاد کا اختیار ہوتا ہے پیغمبر کی شریعت کو بعد میں آنے والے نبی ورسول کو اختیار کرنا پڑتا ہے ۔نبی کی مثال ایک محدود وعلاقے کے روحانی حاکم کے ہوتی ہے جیسے کہ راجے رجواڑے نواب گورنر کی اپنی حدود وہوتی ہیں ۔نبی کے ذمہ کسی ایک یا چند برائیوں سے روکنے کا ذمہ ہوتا ہے مثلاً ناپ تول کی کمی سے روکنا اغلام بازی سے روکنا شر وفساد سے روکنا شرک سے روکنا ۔رسول ایک ملک اور قوم کے حکمران سلطان اور راجہ جیسا ہے جن کے ماتحت بہت سارے نواب حکمران اور رجواڑے ہوتے ہیں ۔رسول کے ذمہ برائیوں سے روکنے کے علاوہ کچھ نئے قوانین واحکام بھی دئے جاتے ہیں جو معاشرے میں زمانہ وحالات کی وجہ سے اصلاحات ہوتی ہیں ۔پیغمبر کا مقام بہت سارے ممالک کے حکمرانوں جیسا ہوتا ہے جن کا دایرہ اختیار دوسرے ملکوں قطعوں تک ہوتا ہے بنی اسرائیل اس کی مثال ہیں ۔حالات اور زمانہ کی ترقی کے لحاظ سے احکام وشریعت دی جاتی ہے اور جیسے جیسے بنی نوع انسان کی آبادی بڑی اور ترقی ہوئی اسی لحاظ سے انہیں احکام دئے گئے پچھلی قوموں کی کتابوں کے بہ نسبت بعد میں آنے والی قوموں کو زیادہ اور واضح احکام اور شریعت دی گی ہے ۔توریت زبور اور انجیل میں چند ایک قوموں اور علاقوں کے لئے احکام ہیں جبکہ قرآن میں پچھلی کتابی قوموں کے ساتھ ساتھ کفار مشرکین بت پرست لادین سبھی کے لئے احکام اور شریعت ایک واحد قرآن میں دی گئی جس کا انکار خالق کی حکم عدولی بتایا گیا ہے یہ بات اگلی کتابوں میں نہیں ہے ۔قرآن میں ۲۵ پیغمبروں اور انبیاء کا ذکر ہے ان میں حضرت ابراہیمؑ موسیٰ ؑ داودؑ عیسیٰ ؑ سلیمانؑ جیسے پیغمبر ہیں ۔حضرت محمد ﷺ کو سردار دو عالم کہا جاتا ہے وہ یوں کے وہ اہل زمین کے انسانوں کے شہنشاہ عالم ہیں جن کی روحانی حکومت تمام زمین کے ملکوں قطعوں اور قوموں کے لئے ہی نہیں بلکہ آسمانوں کی مخلوق کے بھی روحانی بادشاہ ہیں جن کی روحانی سلطنت انسان جن ملایکہ پر ہے اور معراج پر آپ ﷺ کو بلایا جانا اس عظمت کی دلیل ہے ۔آپ کو شریعت آخری دی گی شرک سے رکنے کفر والحاد سے بچنے کے احکام دئے گئے قیامت تک رونماء ہونے والی تبدیلیوں کے مطابق اصلاحات پیش کی گیئں آنے والے زمانے کے حالات بتا دئے گئے قیامت عذاب اور حشر کے معاملات سے آگاہ کر دیا گیا ۔پہلے نازل کی گئ کتابوں اور انبیا کے حالات کے مطالع سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تمام انبیاء ومرسلین کو بتایا گیا وہ تمام حالات ومعاملات کا جامع اللہ کے آخری پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ کو بتایا گیا ہے پہلے مختصر طور پر آنے والے زمانے اور قیامت کے بارے میں بتایا جاتا تھا ۔مگر نبی کریم ﷺ کو تفصیل سے بتایا گیا کہ حیات میں اور بعد الموت پہلے کیا ہوا آگے کیا ہونے والا ہے ایسی تفصیلات دوسری کتابوں میں نہیں ہیں صرف گا ہے گا ہے ان کا ذکر ہوا ہے ۔تاریخ عالم میں دوسرے انبیا کے بارے میں صرف ان کی قومیں جانتی ہیں لیکن! نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں دنیا کی ہر قوم مانتی ہے کہ نہیں مگر جانتی ہے اور چودہ صدیوں سے یہ جاننے کا سلسلہ جاری ہے دنیا یہودیوں کو جانتی ہے عیسایوں کو جانتی ہے مگر تفصیلی طور پر ان کے رہبروں نبیوں کے بارے میں کم علم رکھتی ہے جبکہ حضرت خاتم النبین ﷺ کے بارے میں بہت زیادہ معلومات رکھتی ہیں بلکہ آپ ؐ کے بارے میں غیر

اقوامی عالموں نے ذیادہ معلومات اور تحقیق اکھٹا کی ہے چاہے بطور اعتقاد ہو کہ مخالفت میں ہو یہ آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔

حدیفہ بن الیمن سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ "میری اُمت میں 27 ستائیس جھوٹے (نبی) اور دجّال ہونگے جن میں چار عورتیں ہونگی۔ **لیکن میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔**

ثوبان بن بجداد سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ کہ "قیامت تب تک قایم نہ ہوگی جب تک میری اُمت کے کچھ فرقے مشرکوں سے جاملیں گے اور بتوں کی پرستش نہ کرلیں۔ اور میری اُمت میں 30 جھوٹے ہونگے جو نبوت کا دعوی کرینگے۔ اور **میرے بعد کوئی نبی نہیں** ہے۔ (ترمذی کتاب الفتنہ' ابوداؤد طبرانی احمد بن حنبل)

ان دو احادیث میں لا نبی بعدی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے کا ذکر ہے یعنی نبوت رسالت کا حضور نبی کریم ﷺ پر خاتمہ ہوگیا آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر! اللہ کے رسول ﷺ نے ایک خلیفۃ اللہ کے آنے کا وعدہ فرمایا "نبی نہیں آئے گا' مگر اللہ کا خلیفہ آئے گا" کے بیان کے فرق کو سمجھنا چاہئے۔ یہ حدیث دیکھیں۔ ثوبانؓ سے روایت ہے کہ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے کہ "تمہارے (خلافت کے) خزانوں پر تین لوگ جھگڑا کریں گے کہ وہ خلیفہ (بادشاہ حاکم) کی اولاد ہیں مگر کوئی بھی انہیں حاصل نہ کر پائے گا یہاں تک کہ کالی جھنڈیاں (لے کر فوج) نمودار ہوگی اور وہ اس طرح (مسلمانوں کا) قتل عام کرینگی کہ اس سے پہلے کسی قوم کو کسی قوم نے قتل نہ کیا ہوگا۔ اس کے بعد "اللہ کا خلیفہ" مہدی کا ظہور ہوگا۔ جب تم ان کے متعلق سنو تو اُن کے پاس جاؤ اور ان کی بیعت کرو اگر تم کو برف پر سے رینگتے ہوئے کیوں نہ جانا پڑے (حاکم؛ ابن ماجہ نعیم) ابن عمرؓ نے ابن شیبہ سے روایت کی کہ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے "مہدی اس طرح ظاہر ہونگے کہ ایک فرشتہ منادی کرے گا ان کے سر کے اوپر کہ یہ "اللہ کا خلیفہ مہدی ہیں"۔ اب ان احادیث کے بعد قرآن کے سورۃ احزاب کی یہ آیت دیکھیں جس میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو خاتم النبین قرار دیا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب ۴۰) نہیں ہیں محمدؐ کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔ حالانکہ راویوں نے اسے حضرت بی بی زینب سے آپؐ کے نکاح کے بیان میں اس کی تشریح ہے کیونکہ بی بی زینب آپؐ کے منہ بولے بیٹے زید کی بیوی تھیں۔ کفار نے کہا کہ محمدؐ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا تو اللہ نے کہا کہ گودلیا ہوا یا منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا۔ یہ اللہ جانتا ہے لیکن اس آیت میں دو باتوں کا ذکر ہوا ہے 1) منہ بولے بیٹے کا حقیقی بیٹا نہ ہونا 2) اللہ کے رسول محمد ﷺ کا خاتم النبین ہونا۔ یعنی سلسلہ انبیاء کی آخری کڑی ہونا۔ حالانکہ مفسرین جیسے ابن کثیر سیوطی قرطبی اور طبری نے اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔ لیکن اللہ تعالی نے ایک بات کی پوری وضاحت فرمائی ہے وہ یہ کہ خاتم الانبیاء کی نبوت رسالت پیغمبری میں کوئی وراثت یا تسلسل کا پہلو ہے ہی نہیں جیسا کہ پہلے کے نبیوں کی اُمتوں میں تھا حضرت ابراہیم کے بیٹوں میں پہلے حضرت اسماعیل بعد میں حضرت اسحاق پیغمبر بنے تھے حضرت داؤدؑ کے بیٹے حضرت سلیمان پیغمبر بنے تھے حضرت لوطؑ جو حضرت ابراہیمؑ کے چچیرے بھائی نبی تھے اور حضرت عیسیٰؑ حضرت یحییٰؑ کے چچیرے

بھائی تھے دونوں نبی تھے ۔یہاں پر اللہ تعالی نے اس بات کا خلاصہ کیا ہے کہ ''نہیں ہیں محمدؐ کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے''،یعنی جس طرح نبوت کا خاتمہ ہو گیا اسی طرح نبوت میں اب وراثت کی کوئی گنجائش بالکل نہیں ہے جبکہ دیکھا گیا بعد میں حضور ﷺ کے چچیرے بھائی اور داماد حضرت علیؓ کو کھینچ کھانچ کر نبوت سے ملحق کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔جبکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے پہلے ہی اس بات کی خوب وضاحت فرمادی ہے ۔البتہ رسول اللہ ﷺ نے خصوصاً عترت فاطمہؓ میں مہدی کی بعثت کی بات کی ہے اور ظاہر حقیقت ہے کہ عترت وراثت کی مستحق نہیں ہوتی ۔وہ بھی جب کہ آپ ﷺ کے نوصد یوں بعد جس میں کئی نسلیں گزر چکی ہیں یہی بات ہے کہ درازی زمانہ وراثت اور عترت کو ملحق بہ انبیاء نہیں کرتا ۔حضور ﷺ نے خود کو آل ابراہیم و اسماعیل کہا ہے مگر جب بھی ولدیت کی بات ہوتی تو خود کو محمد بن عبداللہ کہا ۔ہاں مگر ہر قوم نے پہلے کسی وقت اپنی نسلوں میں پیدا ہونے والوں کو ولدیت اور فرزندی کے تسلسل میں بیان کیا ہے اس لئے مہدی موعود آخر الزماں وارث محمد ﷺ یا وارث نبی نہیں ہیں بلکہ تابع رسول اور خلیفۃ اللہ ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کے مطابق دافع ہلاکت اُمت محمدیہ ہیں خود کی اور حضرت عیسیٰ کی طرح ۔یہی بات سورہ احزاب میں بیان ہوئی ہے کہ محمدؐ کسی کے باپ نہیں ہے اور وہ نبی آخر الزماں ہیں ۔نبوت کی خاتمیت کا اعلان اللہ اور اسکے رسولؐ نے تو کر دیا مگر !! یہ کہ نہ صرف اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے بعد ایک خلیفۃ اللہ کے آنے کا وعدہ فرمایا بلکہ اللہ تعالی نے بھی فرمایا کہ ''اے محمدؐ آپ بھی بصیرت کی راہ پر اُمت کو دعوت دیں اور آپکا تابع (خلیفۃ اللہ مہدی) بھی دعوت دے گا'' اور یہ وضاحتیں اتنی صاف ہیں کہ ابن ماجہ میں عبداللہ بن حارث ابن جز الزبیدی سے روایت ہے کہ ''فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے '' کچھ لوگ مشرق سے نمودار ہونگے (عرب کے مشرق میں ہند پڑتا ہے) جو مہدی کے لئے راستہ دیں گے'' ۔راستہ دینا یا راستہ ہموار کرنا دونوں ایک ہی بات ہے ۔یہاں بات کہنے کا مطلب یہ ہے کہ **اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے نبوت کے خاتمے کا اعلان تو کیا ہی ہے مگر !! اس کے بعد ایک خلیفۃ اللہ کا وعدہ بھی کیا ہے''** جو دین کو زندہ کریگا جیسا کہ اللہ کے رسول کے وقتوں میں تھا ۔اور ایسا نہیں کہا کہ میرے بعد خلیفۃ اللہ آتے رہیں گے بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے صرف **ایک** خلیفۃ اللہ کے آنے کا وعدہ کیا اور اللہ تعالی نے اللہ کے رسول ﷺ کے تابع کا آنے کا وعدہ کیا ۔جس طرح نبی رسول پیغمبر خلیفۃ اللہ کے الفاظ و خطابات قرآن وحدیث کا جز ہیں اسی طرح ملا یکہ' ملا یکہ مقرب' فرشتہ' نکیرین جیسے الفاظ استعارے مقامات درجات قرآن وحدیث کے اسلوب بیان کا حصہ ہیں جس میں ان مخلوقات کے درجات و مقامات کی کوئی وضاحت نہیں ہے ۔

یہاں بات کو سمجھنے کے لئے ہم سورہ النحل میں غور کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے واقعات کو مختلف معاملات میں مختلف موقعوں پر مختلف ادوار میں قرآن کی سورتوں میں کس طرح بیان فرماتا ہے ۔صحابہ رسول ﷺ نے مکہ کے کفار کے ظلم سے تنگ آ کر حبشہ کی پہلی ہجرت صحابہؓ 613 سنہ عیسوی میں کی جو نبوت کے 3 تیسرے سال تھی ۔دوسری ہجرت 615 عیسوی میں کی جو نبوت کے 5 پانچویں برس تھی ۔اس درمیان مکہ میں کفار کے مظالم بڑھ گئے 616 عیسوی میں درہ ابی طالب میں بنو حاشم کا مکہ میں معاشرتی

مقاطعہ کیا جونبوت کے 6 چھٹے برس تھا اس دوران سورہ الضحیٰ 11 سورہ المنشرح 12 کا نزول ہوا ہوگا کہ جس میں حضور نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ گھبرایں نہیں آنے والا ہر دن آپؐ کے بہتر سے بہتر ہوگا اور بعد کسی وقت یہ سورتیں نازل ہوئیں العصر 13 عادیات 14 کوثر 15 تکاثر 16 ماعون 17 کافرون 18 فیل 19 فلق 20 الناس 21 اخلاص 22۔ اس کے بعد کسی وقت 10 دسویں برس 620 عیسوی میں مدینہ سے انصار کا ایک وفد حضور سے ملنے آیا اس کے بعد آپؐ کو معراج پر بلایا گیا۔ اور سورۂ النجم 23 میں معراج ہونے کی اللہ تعالی شہادت دی کہ ہاں! ہم نے محمد ﷺ کو اپنے پاس بلایا تھا۔ اور اس کے بعد سورہ القدر نزول 25 میں لیلۃ القدر کی نوید سنائی گی۔ اور احادیث کے مطابق بھلا بھی دی گئی۔ اندازہ لگائے معراج کے بعد کے ڈیڑھ 1. 6 برس اور ہجرت کے بعد کے دس 10 برس یعنی کل گیارہ بارہ برس میں نہ حضور ﷺ نے لیلۃ القدر کا تعین کیا اور نہ صحابہؓ نے اس بارے میں آپ ﷺ سے استفسار کیا ایسی عظیم رات کے بارے میں جبکہ ہر چھوٹی چھوٹی باتیں آپؐ سے پوچھا کرتے تھے اور بارہ برس تک کیا یونہی تلاش میں لگے رہے یہ امر غور طلب ہے۔ کیا اللہ کے رسول ﷺ کا توقف کرنا صحابہؓ کا استفسار نہ کرنا بس یونہی تھا یا اسے کسی اور وقت تعین کرنے کے لے موقوف کیا گیا تھا؟ کیونکہ اس کے بعد نازل ہونے والی سورتیں اس بات کا اشارہ کرتی ہیں۔ یہاں دیکھیں سورۃ النحل 70 نازل ہوئی اور یہ ترتیب قرآن میں 16 پر ہے اس کی 41 ویں آیت میں پہلی ہجرت کا بیان ہوا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ م بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ اور جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر ظلم توڑے گئے تو ضرور ہم ان کو دنیا میں بہتر ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے کاش یہ جان لیتے جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ گویا ہجرت کا پروانہ تھا اسلئے کچھ صحابہؓ پہلے ہی مدینہ ہجرت کر گے ۔ اور سنہ 620 میں مدینہ کے قبیلہ عوس اور خزرج نے آپؐ کو مدینہ منورہ آنے کی دعوت دی اور 622 July 19 کو آپ ﷺ نے مدینہ ہجرت اختیار کی۔ صحابہؓ کی پہلے ہجرت حبشہ اور حضور ﷺ کی ہجرت مدینہ کے درمیان نو 9 برس کا زمانہ ہے۔ سورۃ النحل میں ہجرت کا حکم ہوا اس سے پہلے آپ کو اس بابت بتایا جاتا رہا کہ ''خدا کی زمین تنگ نہیں ہے'' مگر ہجرت کا بیان بعد میں عنکبوت نزول 85 انفال 88 النساء 92 حج 103 میں آیا ہے جو کہ تمام کی تمام مدنی سورتیں ہیں۔ اور یہ ہجرت کے بعد تقریباً 4,7,8,9 ویں برس نازل ہوئیں ہیں جس میں ظاہری ہجرت کے علاوہ باطنی ہجرت کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ ساری اُمت ہر ہمیشہ ہجرت کرتی تو نہیں رہے گی اس لےُ اس میں ہجرت باطنی جیسے ترک دنیا ترک متاع دنیا عزلت از خلق تقوی و توکل کو اختیار کرنا معلوم ہوتا ہے اور اسی دور میں لیلۃ القدر کا تعین ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلی ہجرت کے بعد نویں 9 برس نزول ہونا مان لیں تو ان تمام اعمال اور تعین لیلۃ القدر کا حالانکہ اس کے شواہد نہیں ہیں لیکن یہ اشارہ صاف اور واضح ہے۔ یعنی ہجرت کی حقیقت اس کے اجر کا بعد میں بہت بیان ہوا ہے مگر اجازت نامہ سورہ نحل میں دیا گیا۔ قرآن کے نزول اور ترتیب کے اس اُصول کو اگر سمجھ لیتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالی کا اور اللہ کے رسول ﷺ کا نبوت کے خاتمے کا اعلان کے بعد **ایک خلیفۃ اللہ کے وعدے کا** پورا پس منظر سمجھ میں آے گا۔ معنی یہ کہ اللہ تعالی ایک

اندازے کے مطابق معاملات کو ترتیب دیتا ہے اورانہیں انسانوں سے عمل کرواتا ہے اوردیکھتا ہے کہ انسان اس کے احکام پر کیسے اور کتنا عمل کرتا ہے اور کتنا مخلص ہے۔حضور ﷺ سے صحابہؓ نے سوال کیا کہ جنتی فرقہ کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا وما انا علیہ و اصحابہ جس پر میں اورمیرے اصحابؓ ہیں۔اورتاریخ کھنگال کردیکھ لیں ایسی جماعت مہدیؑ اوران کے اصحاب ہی کی ہے۔اسلام کی تاریخ میں بہت سے بزرگوں نے نقل وطن کیا ہے نقل مکانی کی ہے لیکن!! کسی قوم کے رہنماء ورہبر نے ہجرت کا حکم نہیں دیا جا ہے وہ ظاہری ہو کہ باطنی ایسا حکم واحد سید محمد جونپوری کی قوم کے لئے ہے جو آپؐ کے مہدی موعود علیہ السلام ہونے کی ثبوت اور دلیل ہے ہم اس وجہ سے کہہ رہے ہیں کہ ایک سورہ نحل نزول مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ منورہ کی پانچ سورتوں میں اس ہجرت کے احوال کیفیات فوائد اوراللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی کا ذکر ہجرت کی اہمیت وخصوصیت اس سے فاید کے اقتباس کی اہمیت کی عکاسی کررہا ہے یہی بات ہے میراں سید محمد مہدی موعودؑ نے اسے تعلیمات فرایضُ ولایت کا اہم حصہ بنایا اور ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ کے مصدیقین صحابہؓ نے جہاں ظاہری ہجرت اختیار کر کے وطن مال واسباب خاندانوں رشتہ داریوں کو خیر باد کہہ دیا وہیں پر باطنی ہجرت اختیار کر کے ترک دنیا ترک خلق ترک علایق تقوی وتوکل اختیار کیا اور ماسوا اللہ تعالی کی طلب کے ہر خواہش وطلب کو چھوردیا۔دنیا میں عالموں اورصوفیوں نے نقل مکانی کی تو وہاں پر مدرسے خانقاہیں بنائیں اوران میں بہت سوں نے سکونت اختیار کی لیکن مہدی موعود علیہ السلام نے جب جونپور سے ہجرت کی تو تا دم حیات ہجرت میں رہے صرف چاپانیر بڑلی نہروالہ یا احمد آباد اورفراہ مبارک میں دیڑھ سال یعنی 18 مہینے قیام کیا ہے۔آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء وصحابہؓ کا بھی یہی طرز عمل رہا تمام صحابہؓ آپؐ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد واپس ہند چلے آئے اورمختلف جگہوں پر دایرے باندھتے رہے بندگی شاہ دلاور بھی بھیلوٹ میں رہے بعد خاندیس میں چالیس گاؤں چلے آئے اور دایرہ باندھا اور وہیں پر سپرد خاک ہیں۔اوربندگی شاہ نعمت کا بھی یہی حال ہے مہدی موعودؑ کے پانچوں خلفاء کے دایرے ایک دوسرے سے کوسوں دور ہیں کیونکہ مہدی کی خلیفوں کا کام بندگان خدا کو معرفت الہی سے روشناس کرانا تھا اس کے لئے مدرسہ خانقاہ مرکزیت اورحکومت کی ضرورت نہیں تھی۔جہاں شریعت الہی کے نفاذ تعلیم احکام واعمال کی دیکھ بھال ہو وہاں حکومت جیسے کہ خلفائے رسول ﷺ کی مرکزیت اورحکومت ضرورت ہوتی ہے ایسا انظام شریعت کے صاف وشفاف چشمہ جیسا ہوتا ہے جہاں لوگ آکر اپنی علمی اورعملی پیاس بجھائیں۔جبکہ معرفت الہی کی تعلیم درس اورعمل کے لئے دریا جیسے بہاؤ کی ضرورت ہوتی کہ لوگ اس کے کنارے پر جاکر اپنی روحانی پیاس بجھائیں۔اللہ تعالی کا فرمانا کہ ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ........و قَلِيْلٌ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ (واقعہ) کہنا اوراللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمانا وما انا علیہ و اصحابہ جس پر میں اورمیرے اصحابؓ ہیں۔کا سارا منظر نامہ صحابہؓ مہدی کے اصحابؓ کے دایرؤں کی زینت اورشان رہی ہے۔اب رہی بات آج کے مہدویوں کی وہ ویسی ہی ہے جیسے دوسرے مسلمان گروہوں کا حال ہے صرف فرق ہے مصدق اورغیر مصدق یا منکر ہونے کا مگر اعمال واحوال ہر دو جگہ ندارد ہیں۔

جب تک ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کے تقدس واحترام کو نہیں سمجھ پاتے نہ ہم معرفت الٰہی کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی اس کائنات کو نہ اس دنیا کے نظام کو نہ انسان کی پیدائش اور موت کی حقیقت کو۔ اور!!! مہدیٔ موعود علیہ السلام کے مقام ومرتبہ کو اگر سمجھنا ہے تو ذات محمد ﷺ کے تقدس واحترام کو سمجھے بغیر نہیں سمجھ پائینگے' مہدیٔ موعودؑ نے اسے واضح طور پر سمجھاتے ہوئے کہا ہے کہ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ ﷺ'' اس میں تمام احکام وبیان قرآن اور سنت رسول کی اساس کو جمع کردیا ہے اس سے زیادہ یا کم جو بھی ہوگا وہ دین اسلام ایمان یا تصدیق مہدی نہیں ہے۔

خلیفۃ اللہ کی تعریف کیا ہے؟ اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو خلیفہ کہا ہے اس لحاظ سے تمام اولاد آدم خلیفۃ اللہ نہیں کہلائی جاسکتی بلکہ اولاد آدم بندوں میں شمار ہے جیسے کہا خلیفہ کا معنی نایب اور ہر بندہ خدا کا نایب بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر اس طرح کہا گیا تو اللہ کے نافرمان بھی نایبین کہلائیں گے۔ معلوم ہوا بندوں کے درمیان اللہ کا نایب یا خلیفہ وہ ہوگا جسے اللہ تعالی نے خصوصی طور پر بندوں کی ہدایت اور رہبری کے لئے مبعوث کیا ہو' چونکہ حضرت آدمؑ پہلے انسان تھے جو زمین پر اتارے گئے' یا پیدا کئے گئے' چونکہ اللہ تعالی نے آپؑ کو اپنے دست قدرت سے بنایا تھا اور مخلوقات سے ان کا سجدہ کرایا تھا تو یہ خدا کے مقرب تو ہوئے اسی لحاظ سے دنیا میں اپنی خود کی اولاد کے معلم بنے اور بندوں کا معلم بنایا جانا ہی خلافۃ اللہ کی شرط ہے مگر اس طرح ہر معلم خلیفۃ اللہ نہیں کہلائے گا۔ خلیفۃ اللہ وہ ہوگا جسے اللہ کی طرف سے ہدایات دی جاتی ہوں چاہے فرشتہ کے ذریعہ یا لقاء اللہ کے ذریعہ اس کی کیفیت کیا ہوگی وہ صرف اللہ اور اس کا خلیفہ ہی جانتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ ہم نے موسیٰؑ کی ماں کی طرف وحی کی' اور شہد کی مکھی کی طرف وحی کی اور اس وحی کی کیفیت کیا تھی سوائے اللہ کے کسی کو نہیں معلوم۔ اس طرح دنیا میں جتنے نبی رسول پیغمبر تشریف لائے سبھی اللہ کے خلیفہ تھے مگر ان کے درجات الگ تھے۔ **اس طرح خلیفۃ اللہ ہونا خدا کا نایب ہونا طے پایا مگر اللہ تعالی نے سوائے حضرت آدم کے کسی کو خلیفۃ اللہ نہیں کہا' لیکن اللہ تعالی کے نایب مخصوص پیغمبر آخرالزماں خاتم الانبیا ﷺ نے بھی کسی نبی رسول پیغمبر کو خلیفۃ اللہ نہیں کہا سوائے مہدی موعود آخرالزماں کے'' یہ بڑا واضح اور مخصوص' اشارہ ہے۔ ایک آدمؑ خلیفۃ اللہ کہلائے' دوسرے مہدی موعود آخرالزماں۔** جس طرح حضرت آدمؑ اپنی اولاد کے لئے' خلیفۃ اللہ تھے جبکہ حضور ﷺ نے انہیں نبی کہا' لیکن مہدیٔ موعود آخرالزماں کا خلیفۃ اللہ ہونا حضور ﷺ نے بیان کردیا نبی ہونا نہیں اس لئے' مہدی موعودؑ سلسلہ خلافۃ اللہ میں ہوتے ہوئے' بھی نبی نہیں ہیں اس لئے کہ نبوت کا خاتمہ ہونے کے بعد کسی کو نبی بنایا جانا ختم نبوت کا انکار کرنا ہوا۔ لیکن چونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے مہدی موعود کو خلیفۃ اللہ کہا ہے تو بے شک ان کا یہ مقام ومرتبہ کسی خصوصیت کا حامل ہوگا۔ اسی لئے' اللہ تعالی نے اس معاملے کو صاف کرتے ہوئے' مہدیٔ موعودؑ کو قرآن میں رسول ﷺ کی ''اتباع کرنے والا۔ روشن دلیل یعنی بینہ۔ ابراہیمؑ کی ذریت میں ہونے والا امام۔ قرآن کے بیان کے ذریعہ ڈرانے والا۔ قرآن کا وارث ہونا۔ بیان کیا۔ جس طرح اگلے انبیاء کے صحایف میں حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق کہا گیا اس طرح آخری صحیفہ میں اس خلیفۃ اللہ کے بارے میں بتایا گیا۔ اور اس کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ کے ذریعہ کہا گیا کہ مہدیٔ موعود

آخرالز ماں اللہ کا خلیفہ ہے اس کی بیعت کرو چاہے برف پر سے رینگ کر ہی جانا پڑے ۔اس طرح حضرت آدمؑ سے جو خلافۃ اللہ کا خطاب شروع ہوا وہ تابع تام رسول ﷺ مہدی موعود آخرالز ماں پر ختم ہوا ہے۔خلیفہ کا کام اپنے حاکم اعلی کے احکام اور قوانین کو نافذ کرانا اور خلیفۃ اللہ کا حاکم اعلی اللہ رب العزت ہے جو خالق کائینات ہے ۔حضرت آدم کا حاکم اعلی اللہ ہے چونکہ زمین پر اللہ کی جانب سے خلافت عظمی حضور نبی کریم ﷺ کو عطا کی گئی ہے اس لئے مہدی کی خلافۃ اللہ کو "تابع تام رسول اللہ" کے تحت رکھا گیا ہے۔

تمام اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے مذاہب میں بھی کسی خلیفۃ اللہ کا بیان نہیں ہے اور مذہب اسلام میں اللہ کے رسول ﷺ نے صرف اور صرف مہدی موعود آخرالز ماں کو خلیفۃ اللہ کہا ہے جس کی شہادت اللہ تعالی نے قرآن میں "رسول کی اتباع کرنے والا" سے دی ہے (سورہ یوسف ۱۰۸) ۔تو معلوم ہوا کہ انبیا کی حقیقی اتباع کرنے والے وہ انبیاء ہیں جن کا قرآن میں نام نہیں البتہ ذکر ہوا کہ "ہم نے ہر قوم و خطہ میں ہدایت کرنے والے بھیجے" اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس آخری ہدایت کرنے والے کو "مہدی" کہا ہے ۔یعنی ہدایت یافتہ' کہ جنہیں پہلے ہدایت کی گئی بعد میں "ہدایت" پر معمور کیا گیا۔لہذا خلیفۃ اللہ اللہ کے احکام کا نفاذ کرنے والا ہوا ۔اور مہدی موعود آخرالز ماں میراں سید محمد جونپوری علیہ السلام نے فرمایا "مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ" یہی بات مہدویہ کی روزمرہ کی طریقہ تسبیح میں ہے " قرآن اور مہدی ہمارے امام ہیں" قرآن بندوں کے لئے اللہ تعالی کی جانب سے ہدایت نامہ ہے اور مہدی موعود اس ہدایت نامہ پر عمل کرانے والے ۔اور اس عمل کی تعلیم کا انتہا "طلب دیدار" کی کوششوں میں کئے جانے والے اعمال صالحہ ہیں۔

قرآن میں 25 انبیاء کا ذکر ہے جو اللہ کے خلفاء تھے ۔مگر احادیث میں جن ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا ذکر ہے وہ بھی آدم علیہ السلام کی طرح اللہ کے خلیفہ تھے جو خاتم النبین ﷺ کے پہلے گزر چکے ۔اللہ تعالی نے حضرت آدم کو خلیفہ کہا اور حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا آدمؑ اللہ کے نبی تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے نبی تھے ۔اس طرح حضرت آدم کا نبی ہونا اللہ کا خلیفہ ہونا ہوا اور بعد ان کی آل میں اولاد آدم کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اللہ کی طرف سے آنے والے ہر نبی رسول اور پیغمبر اللہ کے خلیفہ ہوے ہیں ۔جب خاتم الانبیا ﷺ نے کہہ دیا کہ "میرے بعد نبوت نہیں ہے" تو نبوت و رسالت کا خاتمہ ہوگیا ۔مگر !!اللہ کے رسول محمد مصطفی ﷺ "ایک" خلیفہ کے آنے کا ذکر کیا ہے ۔وہ مہدی موعود آخرالز ماں ہونگے اس لحاظ سے بھی مہدی نبی نہ ہونگے ۔تو معلوم ہوا درجات نبوت میں خلیفہ کا مقام آخری ہے مگر ہر خلیفہ نبی یا نبی خلیفہ ہوتا ہے تو پھر مہدی کا مقام یا درجہ کیا ہے؟ اس کا جواب قرآن نے دیا ہے "تابع رسول" مَنِ اتَّبَعَنِي اور ان کا "بینہ" ہونا ان کا خلیفۃ اللہ ہونا ہے اور اللہ کا خلیفہ ہونا شرطیہ یوں ہے کہ ان کا معصوم عن الخطاء ہونا ۔یہاں یہ بات قابل بیان ہے کہ حضور ﷺ نے "صرف ایک خلیفہ" کے آنے کا وعدہ کیا ہے یہ ہادی یعنی مہدی ہوگا ۔جبکہ آپؐ نے کہا کہ میرے صحابہؓ ستاروں کے مانند ہیں' میرا اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیا کے جیسے ہیں مگر ان کا معصوم ہونا بیان نہیں کیا جبکہ مہدی کے بارے میں خصوصی طور پر کہا کہ "میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کریگا" اور یہ شرطیہ ہے

اورمہدی کا'' تابع'' تام یعنی اللہ کے رسولؐ کی کامل اتباع کرنا۔یہی کامل اتباع کرنے والے اللہ کےخلیفہ ہیں جو''خاتم خلافتہ اللہ'' ہیں جس طرح حضور نبی کریمﷺ خاتم نبوت ہیں۔حضرت عیسیٰ جودوبارہ آنے والے ہیں وہ ایک جلیل القدر نبی رسول رہ چکے تھے''اس لحاظ سے وہ نہ اب نبی ہونگے نہ خلیفتہ اللہ بلکہ وہ ''محمدﷺ'' کے خاص اُمتی ہیں خاص اس لئے کہ جس کیف تھلک اُمتی انا فی .... کی طرح محمدؐ دافع بلاکت اُمت ہوئے اُن کے بعد خاتم خلیفتہ اللہ مہدی دافع بلاکت محمدؐ ہوئے اس طرح حضرت عیسیٰؑ دافع بلاکت اُمت محمد بھی ہیں اور خاتم اُمت محمدیہﷺ ہیں۔احادیث میں ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ نازل ہونے کے بعد چالیس سال حیات رہیں گے اس کے بعد قیامت انسانوں کے یا اولاد آدم کے بدترین لوگوں پر آئے گی اور جب تک زمین پر ایک بھی اللہ کا نام لیوا ہوگا قیامت نہیں آئے گی۔یہاں اولاد آدمؑ کے خاتمہ کے ساتھ ان درجات کے خاتم کا بیان صاف ہوجاتا ہے''نبوت رسالت'' کے خاتم محمدؐ پیغمبر آخرالزماں, ''خلافتہ اللہ'' کے خاتم مہدی آخرالزماں اور اُمت محمدیہؐ کے خاتم عیسیٰ آخرالزماں۔

حضرت عیسیٰؑ اب جب آئینگے تو نبی نہ ہونگے انہیں محمدﷺ کے اُمتی کہا جائے گا مگر سمجھا نہیں جائے گا کیونکہ اس طرح ہر عالم خودکو حدیث ''میری اُمت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل جیسے ہیں'' کے مطابق سمجھ بیٹھے گا اور ایسا ہوا ہے قرآن کے بیانوں اور ترجموں میں ہر اُمتی کو تابع رسولؐ نہ صرف سمجھا گیا بلکہ بنا دیا گیا۔اور حضرت عیسیٰؑ کو تابع رسول بھی نہیں کہا جائے گا کیونکہ تابع کا ذمہ ''بصیرت پر بلانا'' ہے وہ ذمہ مہدی موعود آخرالزماں کا ہے جو تابع رسولؐ خلیفتہ اللہ وارث مبین قرآن ہیں۔تو پھر عیسیٰؑ کا مقام کیا ہوگا؟اس مقام کو سمجھنے کے لئے سابق انبیاء کے احوال میں دیکھنا ہوگا'حضرت آدمؑ ابوالانسان ہیں حضرت ابراہیم ابوالانبیاء ہیں حضورﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔جب تک حضرت ابراہیمؑ حیات رہے اسمٰعیل اور براہیمؑ کے چچیرے بھائی لوطؑ خلیفتہ اللہ تھے بعد ابراہیمؑ کے بعد نبی ہوئے جو بندوں کی تبلیغ واصلاح پر مامور ہوئے۔حضرت عیسیٰؑ کا معاملہ ان کے برعکس ہے یعنی یہ پہلے نبی تھے جب انہیں آسمانوں سے زمین پر اُتارا جائے گا تو یہ خلیفتہ اللہ تو ہونگے مگر رسول اللہؐ کی اُمت میں جیسا کہ مہدی موعودؑ خلیفتہ اللہ تو ہیں مگر اُس سے پہلے آپؐ اُمت رسولﷺ میں سے تھے جب تک کے آپؑ کو خلافتہ اللہ عطا نہیں ہوئی یعنی حضرت عیسیٰ پہلے نبی تھے بعد میں خلیفتہ اللہ اور اُمت رسول ہونگے اور مہدی موعودؑ پہلے اُمتی تھے بعد میں خلیفتہ اللہ ہوئے جیسا کہ حضرت اسمٰعیل ولوطؑ بعد میں نبی کہلائے۔یہ وہی قرآن کے نزول وترتیب کا نظام ہے جو پہلے آئے تھے انہیں بعد میں رکھا اور بعد میں آنے والوں پہلے رکھا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے نبی رسول اور پیغمبر سے خطاب ہوتا تھا' مگر حضرت عیسیٰؑ نے پہلی بار ایک نیا خطاب خاتم النبیﷺ کو ''دنیا کا سردار'' بتایا۔ایسا خطاب صرف انجیل میں پہلی بار آیا ہے یہ ایک منفرد خطاب ہے جو ''احمدؐ'' سے منسوب ہے۔بالکل ایسا ہی تمام نازل کردہ کتابوں میں روایتوں میں بیانوں میں پہلی بار اللہ کے رسولﷺ نے ایک خطاب ''مہدی آخرالزماں'' کا دیا ہے اور قرآن میں ''تابع'' کا لفظ مبشر رسولؐ مہدی کے لئے آیا ہے۔اللہ کے کئی جلیل القدر انبیاء کو نبی رسول پیغمبر

سے خطاب ہوا ہے مگر ''مہدی'' معنی ہدایت یافتہ نہیں کہا گیا۔ جب کہ ہر نبی رسول پیدائشی ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔اس لئے حالات واقعات آثار وشمایل مہدی موعود آخرالز ماں میں دیکھیں ''مہدی'' کا ہدایت یافتہ ہونا معلوم ہوا ہے ۔ پیدایش پر حضرت شیخ دانیالؒ کا آپؑ کے بارے میں پیش گوی کرنا کہ یہ بچہ عام نہیں ہے ان میں خصوصیات پائی جاتی ہیں اس کے بعد سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کرلینا' بارہ برس میں اسدالعلماء کہلانا' اٹھائیس برس میں جذبہ حق طاری ہونا' چالیس برس میں تبلیغ دین واصلاح اُمت کے لئے ہجرت اختیار کرنا اور ابتدائے ہجرت سے ہی فرایض ولایت کی پابندی کا درس دینا یہ ''مہدی'' کے ہدایت یافتہ ہونے کی نشانیاں ہیں۔طلوع اسلام سے پہلے کسی ''ہدایت'' یافتہ کے آنے کی خبر مشہور نہ تھی بعثت نبوت محمد ﷺ کے بعد اللہ کے رسول پیغمبر آخرالز ماںؐ نے اپنے مبشر کو ''مہدی'' ہدایت یافتہ کے نام سے خطاب کیا ہے۔نبی کریم ﷺ کے متعلق اگلی کتابوں میں اعلی ترین پیشن گوییاں ہیں لیکن کسی نبی رسول یا پیغمبر نے بعد میں آنے والے کسی ہدایت یافتہ یا تابع کے متعلق **المھدی منی یقفو اثری ولا یخطی** مہدی مجھ سے ہے میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کریگا کی پیش گوئی یا اطمینان اور بھروسے کا اظہار نہیں فرمایا۔اصل کی حقیقت نہیں بدلتی حضور ﷺ سردار الانبیاء افضل الانبیاء ہیں مگر بارہا آپؐ نے اپنے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنی موافقت کی ہے ۔اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت جبرائیل امین کو اپنے صحابیؓ وحی کلبی کی صورت میں ہونے کی بات کہی ہے صحیح بخاری میں حضرت ام سلمہ اور بی بی عایشہؓ سے حدیث ہے اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت وحی کلبی جبرئیل کے مانند ہیں۔کی موقعوں پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ حضرت ابراہیمؑ کے مشابہ ہیں اور مہدی کا تابع ہونا بھی مشابہ کے معنوں میں ہے۔

خلافت اللہ اور انقلاب میں فرق

اگر ہمیں دین وایمان کی حقیقت کو سمجھنا ہے تو خلافت اللہ اور انقلاب کو انہیں کے احوال میں سمجھنا چاہئے۔ان دونوں حالتوں یا کیفیتوں کو ایک ہی حالت میں نہیں دیکھا یا سمجھا جاسکتا کیونکہ ان دونوں کا نظام عمل مختلف ہے ایک اللہ تعالی کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے دوسرا نظام انسانوں کا اپنا پیش کردہ ہوتا ہے کہ جس میں انسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے طبقاتی نظام کا ہر وہ طریقہ اور ظلم روا رکھا جاتا ہے جس کے لئے حکومت اور اقتدار حاصل ہوچا ہے ایک شخص کی یا ایک گروہ کی شکل میں ہو۔جبکہ خدائی نظام میں انصاف سماجی برابری اخوت بھائی چارہ اور یکجہتی کو فوقیت دی جاتی ہے تمام انبیاء ومرسلین کی تعلیمات میں یہ بات دیکھی جاسکتی ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت نبوت کی مکی زندگی مظلومیت ایثار قربانی رواداری کی بنیاد پر قایم ہوئی۔مدنی زندگی جو ہجرت کے بعد کی ہے اس میں یہی بنیادی نظام عمل رہا مسلمانوں نے جبر وتشدد کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا۔لیکن جب کفار ومشرکین نے حملہ آور ہوکر جنگ اور خونریزی کی کوشش کی تو مزاحمت اور حفاظت کے لئے جنگ ناگزیر ہوگئی جس میں معرکہ بدر' معرکہ احد' معرکہ خندق 'حنین اور دوسری مزاحمتیں ہیں اللہ کے رسول ﷺ کی حیات میں کوئی بھی معرکہ حملہ یا علاقائی قبضہ کی غرض سے نہیں کیا گیا بلکہ تمام معرکے حفظ ماتقدم کے طور پر مجبوراً کئے گئے ہاں ایک معرکہ جنگ یرموک کا ایسا ہے مگر اس میں بھی مسلمانوں کے قافلوں کو یہودی و

عیسائی حملوں سے روکنے اور محفوظ کرنے کے لئے کیا گیا جس کی قیادت نبی کریم ﷺ نے کی تھی۔ آپ ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد البتہ خلفائے راشدین کے دور میں بڑی اور طویل جنگیں ہوئیں ہیں ان کے بعد جب اسلام میں امارت و بادشاہت کا دور آیا تو جنگیں ہوئیں۔ دور نبوت ﷺ میں وسعت قبضہ یا سلطنت کے قیام کے کوئی آثار یا واقعات نہیں ملتے۔ اللہ کے نبی کی خلافت اللہ اور نبی کریم ﷺ کے خلفاء کی خلافت میں خونریزی کا وہ نظریہ نہ تھا۔ مگر جب اسلام میں سلطنت و شہنشاہیت کا نظام رائج ہوا تو بڑے معرکے جنگیں اور خونریزیاں ہوئیں۔ خلفائے رسول ﷺ کے دور میں خونریزی کا سلسلہ خوارجیوں سے شروع ہوا جو جنگ جمل میں ایک خونریز معرکے کی شکل میں نمودار ہوا معرکہ کربلہ کے بعد اُمیوں اور عباسی خلافتوں اور بادشاہتوں میں یہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا' جب تک منگولی فوجوں نے ان سلطنتوں کو تاخت و تاراج نہیں کر دیا۔ ان کے بعد لگ بھگ چار صدیوں تک مسلمانوں میں خونریزی کے واقعات کم رہے مگر! دوسری طرف یہ خونریزی یوروپ میں اٹلی فرانس جرمنی جیسے ملکوں میں پھیلی جس نے مسلم مملکت جیسے الجیریا مراقش افریقہ ممالک میں بے انتہا خونریزی ان یوروپی قوموں نے کی۔ پھر ایک دور اسلام میں دوبارہ خونریزی کا پہلی جنگ عظیم کے بعد آیا خطہ عرب میں آیا جہاں وہابیوں نے مسلمانوں کا خون ناحق بے تحاشہ بہایا پھر یہ سلسلہ اسی جماعت کی حامی گروہوں شاخوں جیسے مصر میں اخوان المسلمین' شاہ اسماعیل کی خلافت کی تحریک اور دیو بندی اور وہابی ہمنواؤں کی تحریک افغان طالبان دائیش اور ایران لبنان شام فلسطین و اعراق میں یہ خونریزی کو دہرایا گیا۔ یہ دہرانے کا مقصد یہ ہے کہ خلافت اللہ معنی نبوت رسالت اور پیغمبروں کی جو تحریک ہوتی ہے اُن میں امن آشتی صلاح تعلیم و تبلیغ کا رجحان ہوتا ہے جو ہمیں نبی کریم ﷺ کی حیات نبوت یا خلافت اللہ کے تیئس 23 سالہ دور میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ **ہجرت کے بعد پہلا حملہ کفار نے مدینہ پر کیا' دوسرا حملہ کفار نے اُحد میں کیا جو مدینہ کی حدود میں ہے جنگ خندق مدینہ پر حملہ تھا۔ یہ تینوں معرکے کفار نے کے مسلمانوں نے نہیں۔ جبکہ فتح مکہ ہوا مسلمانوں کی فوج بحیثیت فاتح داخل ہوئی مگر کوئی خون خرابہ نہیں ہوا۔** ان کے علاوہ جو انقلابات برپا ہوئے یا پیدا کئے گئے' ان میں وحشت خونریزی قتل و معرکہ جنگ میں انسانی معاشرتی و تہذیبی اقدار کو پامال اور تہس نہس کیا جاتا ہے جبکہ خلافت اللہ میں انسانوں کو امن بھائی چارہ یکجہتی دردمندی خلوص سے متعارف کیا جاتا ہے۔ یہی بات میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام کے دور ہجرت میں دیکھنے کو ملتی ہے کہ آپ علیہ السلام نے کبھی بھی مقابلہ مقاتلہ خونریزی اقرباپروری کے حالات کو اپنے مقصد اور عقیدت کے قریب پھٹکنے نہیں دیا۔ البتہ جو معرکہ سدھراسن ہوا وہ بھی آپ علیہ اسلام کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ہوا آپؑ کی حیات میں نہیں۔ خلافت اللہ اور انقلاب میں یہی فرق ہے۔ انقلاب خونریزی اور انتشار پھیلاتا ہے خلافت اللہ امن سکون کی ضامن ہوتی ہے۔ اور تاریخ اسلام میں حضور نبی کریم ﷺ کے بعد اگر کسی تحریک نے آپ ﷺ کے طریق پر عمل کیا تو وہ مہدی موعود کی تحریک ہے۔ جبکہ مسلمانوں ہی میں جن گروہوں نے اسلام کی تبلیغ اور تحریک کے نام پر جو خونریزیاں کیں ان کی مثال یہ وہابیہ دیو بندی طالبان اخوان المسلمین جماعت اسلامی جیسی تحریکیں ہیں۔ ان سے اسلام کو نفع تو نہیں نقصان بہت ہوا عامۃ الناس خصوصاً غیر مسلموں میں اسلام تلوار سے

پھیلنے والا مذہب کی غلطی انہیں جماعتوں اور تحریکوں کی وجہ سے ہوئی۔خودکش حملے مسجدوں میں بم سے خونریزی مسلمانوں کی نسل کشی کیا اسلام ہے؟ یہ تعلیم اسلام ہرگز نہیں یہ محض اپنے عقاید اور بے معنی طریقوں کو مسلمانوں میں زبردستی رائج کرنے کا ننگا خونی کھیل ہے جس کی بنیاد وہابیت اخوان طالبان کی دین ہے۔اسلامی تعلیم کی بنیاد پر رسولؐ کے طریق پر صرف مہدویت کی تحریک ہی پوری اُترتی ہے جس میں مقابلہ آرائی ٹکراؤ خونریزی اور دنیا طلبی کے لئے اُمت کے لئے استحصال کوی جگہ نہیں سوائے اللہ کی عبادت کے ذکر تقوی وتوکل کے۔مگر افسوس یہ ہے کہ مہدویہ رہنماؤں عالموں مسند نشینوں نے خلافت کی اس بیش بہا طاقت اور ذرائع کا صحیح استعمال نہیں کیا بلکہ ان ذریعوں کو نظرانداز کیا ہے۔سوشیل اصلاح کے معلم ڈاکٹر جاوید اقبال کا کہنا ہے کہ ہم صرف ''میں'' اور ''میرا'' کی طرف دیا دہ متوجہ ہوتے ہیں یا اسی پر ہماری کوشش اور توجہ رہتی ہے جبکہ ہم کو ''ہمیں'' اور ''ہمارا'' کو بھول جاتے ہیں یا درکنار کردیتے ہیں۔جبکہ یہ ''ہم'' اور ''ہمارا'' تعلیم نبی ﷺ اور تعلیم وتربیت مہدی موعودؑ ہے اور ہم نے اسی بنیاد کو بھلا رکھا ہے۔جس کی وجہ سے ملت میں نفاق کا انتشار کا بول بالا ہو رہا ہے۔

تابع تام محمدؐ رسول اللہ ﷺ

اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو اپنا خلیفہ معنی نایٔب قایم مقام کہا ہے اس لحاظ سے اللہ کے انبیاء مرسلین خلیفۃ اللہ ہوۓ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم نے دنیا کے ہر خطہ اور قوم میں نبی رسول اور ہدایت کرنے والے بھیجے تا کہ اللہ کے معبود برحق ہونے کی حجت پوری ہو اور بندے یہ نہ کہیں کہ ہمارے پاس ہدایت نہیں پہنچی۔ان خلیفۃ اللہ کے درجات نبی رسول پیغمبر کے ہوتے ہیں اور جن کی نشاندہی یا شناخت نہیں کروائی انہیں خلیفۃ اللہ مانا جاۓ گا کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ ان میں کون نبی تھے کون رسول ایسا بھی نہیں کہ بندے اپنی مرضی یا اندازے سے انہیں خلیفۃ اللہ مان لیں ان کا خلیفۃ اللہ ہونا اللہ کے گواہی پر ہو گا یا ان انبیاء ومرسلین کے کہنے پر یا پھر اللہ تعالی کی نازل کردہ صحیفوں میں پائی جانے والی شہادتوں پر جو کہ وہ نبی رسول اور اللہ کے خلیفہ اللہ کے حکم سے پیش کریں **اللہ تعالی ''شاہد'' معنی گواہ ہوتا ہے ہر بیّنہ دلیل روشن یعنی اپنی خلیفوں کا** ۔ہم نے کئی جگہ بار ہا نبی رسول پیغمبروں کے بیان میں خلیفۃ کی مثل پیش کی ہے اس میں کسی قسم کی غلط فہمی نہیں ہونی چاہۓ کیونکہ اللہ تعالی نے جب آدمؑ کو نایٔب کہا ہے تو وہ خدا یا خدا جیسے نہیں ہیں بلکہ قایم مقام ہیں کہ جن کے ذریعہ اللہ تعالی نے ان کی نسلوں کو جو کچھ پیغام دینا ہے انہیں کے ذریعہ دیتا ہے اسی طرح خلیفۃ اللہ کا مقام انبیاء ومرسلین کے درمیان ہے کہ اللہ تعالی بغیر وحی واسطہ کے القاء کے ذریعہ کچھ اہم پیغامات دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے اُن ایک لاکھ وچوبیس ہزار نبی یا رسول یا خلیفہ اللہ کو دیتا آیا ہے۔معراج کے متعلق ایک طویل حدیث میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ معراج میں حضور ﷺ سے حضرت موسی علیہ السلام نے کہا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ میں اللہ کی بارگاہ میں ساری مخلوق سے معزز ہوں حالانکہ یہ (محمدؐ) مجھ سے اللہ تعالی کی بارگاہ میں زیادہ معزز ہیں۔اگر یہ اکیلے ہوتے تو مجھے کوئی پرواہ نہ تھی لیکن ہر نبی اور اس کے متبین (تابع) ان کی اُمت سے ہیں۔یہاں جو باتیں معلوم ہو رہی ہیں وہ یہ کہ حالانکہ حضرت موسیٰؑ ایک

جلیل القدر پیغمبر گزرے ہیں باوجود اس کے آپؑ کے زمانہ بعد آنے والے محمدﷺ اللہ کی بارگاہ میں معزز ہوئے ہیں اور ان کی امت میں متبعین کا ہونا۔ آخر میں معلوم ہورہا ہے کہ اُمت ہونا ایک عام بات ہے مگر متبعین (تابع) ہونا خصوصی مقام ہے ورنہ حضرت موسیٰ اُمت میں متبعین کا الگ ذکر نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبروں کے تابع ہوتے ہیں اور وہ عام اُمتی نہیں بلکہ اُن کا مقام خاص ہوتا ہے۔ اسی طرح مہدی موعود آخرالزماں میراں سید محمد جونپوری علیہ السلام خلیفۃ اللہ ہونے کہ **من اتبعنی** ہونے کے خاص ہیں جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے **المھدی منی من یقفو اثری ولا یخطی** مہدی مجھ سے ہے میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کرے گا کہا۔ معراج کی روایتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ اللہ کی بارگاہ سے پچاس 50 نمازیں قبول کرکے آتے ہیں حضرت موسیٰ آپ کو نمازوں کی تخفیف کرانے بار بار اللہ کے حضور بھیجتے ہوئے کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل (جو اُمت موسیٰ تھی) ان کو اس سے کم اور آسان عبادتوں کا حکم ہوا تھا مگر وہ بجا نہیں لاتی تھیں آخر کار اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدؐ پر پانچ نمازوں کا حکم فرماتے ہوئے کہتا ہے کہ ان پانچ نمازوں میں 'میں پچاس نمازوں کا صلہ دوں گا۔ سوال یہ ہے کہ حضور ﷺ کے پچاس نمازیں قبول کرآنے اور حضرت موسیٰ کے بار بار تخفیف کرانے بھیجنے سے حضرت موسیٰ کا مرتبہ بڑھ گیا یا حضور نبی کریم ﷺ کا مرتبہ کم ہوگیا ہو۔ بلکہ اس کی وضاحت خود حضرت موسیٰ نے فرمادی کہ اللہ کی بارگاہ میں محمد ﷺ کا زیادہ معزز ہونا۔ اس لحاظ سے مہدی موعود آخرالزماں کا حضور ﷺ کے نو 9 صدیوں بعد آنا جو مبشر رسولؐ ہیں اور دعوت ''دیدار'' کا اعلان کرنا حضرت خاتم الانبیاء سردار دو عالم ﷺ کے مرتبہ کو کم نہیں کرتا بلکہ متبوع اور ہر دو کے خاتمین ہونے سے آپ ﷺ کو مزید مرتبہ کو بڑھاتا ہے کیونکہ قرآن میں جس بصیرت کی راہ پر بلانے پر محمد ﷺ کو معمور کیا گیا اُس کا ذمہ بعد اُس تابع پر بھی ہوا ہے۔ اگلے نبی رسول کا تابع کیا جانا اُن کی تصدیق کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے یہ پہلے بھی ہوتا آیا ہے کہ جیس اللہ تعالیٰ نے سورۃ المایدہ میں فرمایا **'اور ہم نے پیچھے بھیجا ان کے نقش قدم پر عیسیٰ بن مریم کو تصدیق کرنے والا جو اس کے سامنے موجود تھا یعنی توراۃ ہم نے دی اسے انجیل اس میں ہدایت** (آیت ۴۶ مایدہ) یہاں بتایا گیا ہے کہ توریت حضرت موسیٰ کو دئے جانے کے بعد انجیل حضرت عیسیٰ کو مگر!! اسی کے ساتھ توریت کا پابند بنائے رکھا' حالانکہ انجیل کو نور کہا اسی کے ساتھ فرمایا تو راۃ ہدایت اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لئے۔ اسی طرح خلیفۃ اللہ مہدی کو خلافۃ اللہ تو دی مگر پابد ن قرآن مجید بنایا جس کا آپؑ نے اقرار کیا ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ'' کی باتوں میں اللہ کے نبیوں رسولوں اور خلیفوں میں مماثلت ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ سے بنی اسرائیل نے خدا کو دیکھنے کی خواہش کی بلکہ ضد کی اسی طرح حضرت عیسیٰ سے حواریوں نے خواہش کی تھی **''جب کہا تھا حواریوں نے اے عیسیٰ بن مریم کیا یہ ہوسکتا ہے تیرا رب کہ اتارے ہم پر ایک خوان (طبق) آسمان سے۔ عیسیٰ نے کہا ڈرو اللہ سے اگر تم مومن ہو۔ حواریوں نے کہا ہم تو (بس) یہ چاہتے ہیں کہ کھائیں اس سے اور مطمئن ہوجائیں ہمارے دل اور ہم جان لیں کہ آپ نے سچ کہا تھا۔ جب رسول نبی کریم ﷺ نے معراج کی حقیقت بیان کی تو کئی لوگوں نے کہا کہ ہم کو خدا کیوں نظر نہیں آتا؟ اگر تم سچے ہو تو یہ مکہ کے پہاڑ یہاں سے ہٹادو اور یہاں باغات اُگادو نہریں بہادو تا کہ ہم عیش**

کریں۔ کیونکہ کفار سمجھتے تھے کہ یہ خدا کے لئے ناممکن ہے جبکہ اللہ تعالی اس پر قدرت رکھتا ہے۔یہی بات مہدی موعودؑ سے کہی گئی کہ خدا کیسے نظر آسکتا ہے یہ ممکن نہیں۔مہدی موعودؑ نے عرض کیا میری تعلیمات پر عمل کرو اس کی طلب کرو تو دیکھو نظر آئے گا۔

انبیاءومرسلین کے سلسلوں میں نبی رسول اور پیغمبر ہوئے ہیں لیکن!! تابع کا ذکر قرآن میں سورہ یوسف کی ۱۰۸ آیت میں آیا ہے۔'' تابع '' کالفظ اللہ کے رسول ﷺ کی مطابعت سے منسوب ہوا ہے اور احوال و کیفیات سے یہ ''مہدی موعود آخرالزماں'' ہیں '' تابع معنی اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت ہو بہو کرنے والے اس اطاعت میں سرمو فرق نہ ہو ایسے انسان کو تابع کہا گیا ظاہر ہے کوئی بھی اُمتی کتنا ہی عالم زاہد متقی پرہیز گار کیوں نہ ہو وہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کا حق رتی برابر بھی نہیں ادا کرسکتا سوائے مہدی موعود آخرالزماں کے کیونکہ وہ مبشر محمد ﷺ ہیں جن کی خصوصیت کا ذکر قرآن نے اشارۃً کنایۃً کیا ہے اور اللہ کے رسولؐ نے تصدیق کی ہے اوران اشارات کو سوائے اللہ کے رسول ﷺ محمد کے سوا کون جان سکتا تھا سو آپؐ نے مہدی کو خلیفۃ اللہ کہا۔اگر قرآن میں یا احادیث میں مختلف اشارے اور نشانیاں کے بجائے ایک واضح تصویر پیش کر دی جاتی تو آج دنیا میں جو چالیس پینتالیس مدعی ہیں ان کی تعداد ہزاروں میں ہوتی لیکن قرآن وحدیث میں ایک ضابطہ بتایا ہے کہ تابع رسول ﷺ کیسا ہوگا اس شرط پر دنیا میں سوائے حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود آخرالزماں کے کوئی نہیں اترتا۔ایسا اس لئے ہے کہ آپ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے قرآن سے اپنا دعوی پیش کرتے ہوئے احادیث صحیحہ کو بنیاد بنایا ہے۔اور ثابت کیا ہے کہ وہ قرآن کریم کی وہ مطابعت کا مقام ومرتبہ خلافتہ اللہ مراد اللہ کا ہے جس کا سلسلہ انبیاءومرسلین کی کڑی سے جڑا ہوا ہے کہ جس طرح اللہ کے رسول محمد ﷺ انبیاءمرسلین کے خاتم ہیں مہدیٔ آخر الزماں خلافتہ کے خاتم ہیں۔قرب قیامت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول سابق نبی رسول کا ہے کیونکہ حضو ﷺ کے بعد نبوت نہیں ہے اور حضرت عیسیٰؑ خاتم خلافت نہیں ہیں اسی لئے حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ آمد پیغمبر یا نبی کے نہ ہو کر اُمتی ہونا قرار پائی ہے اور حضرت عیسی علیہ السلام کا کسی متقی پرہیز گار ترک دنیا فقیر مہدوی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی حدیث مبارک اس بات کی دلیل ہے کیونکہ تاریخ عالم اسلام کے کسی بھی دور میں کسی نبی یا رسول کو دوسرے نبی کے اُمتی کی اقتداء کا ثبوت نہیں ملتا۔حضرت عیسی علیہ السلام کا محمد ﷺ کے تابع مہدی کے امام کی اقتداء کرنا خاتم الانبیاء کی عظمت کے اعتراف میں ہے نہ کہ مہدی موعود آخرالزماں سے ان کا مرتبہ گھٹانے یا بڑھانے میں ہے۔البتہ! جو فیض یا بہرہ محمد ﷺ کا مہدی کو ملا تھا دین احسان کا وہ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت عیسی علیہ السلام تک پہنچانا ہے جس کی انہوں نے تمنا کی تھی۔اورعیسیٰؑ کا مہدئی کے گروہ کے امام کی اقتداء کرنا بتاتا ہے کہ عیسیٰؑ کے دوبارہ نزول کے وقت اسلام کے دوسرے گروہ بنیادی عقاید وایمان اوراعمال سے بھٹک چکے ہونگے اور اللہ اور رسول ﷺ کے نافرمانی کے مرتکب ہو چکے ہونگے اس لئے مہدی امام کی اقتداء میں کچھ تو ایمان اور اسلام باقی ہوگا جس کے لئے حدیث میں یہ ذکر ہوا ہے۔اور مہدی موعود علیہ السلام نے پہلے ہی منکرین کی اقتداء سے منع کر دیا ہے۔**یہاں معلوم ہو رہا ہے کہ مہدی موعودؑ کا منکرین کی اقتداء سے منع کرنا اللہ کے رسول کے احکام کے مطابق ہے اسی لئے حضرت عیسی علیہ السلام بھی منکرین مہدی کی اقتداء نہیں کریں گے۔** یہ حدیث مبارک کی

وہی تنبیہ ہے من انکر مهدی فقد کفر ۔حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے "میری اُمت کا ایک گروہ حق کے لئے لڑتا رہے گا قیامت تک کہ جب تک حضرت عیسیٰؑ آئیں گے اور لوگ اُن سے کہیں گے کہ آیئے ہمیں نماز پڑھایے (یا ہماری امامت کریں) تو حضرت عیسیٰؑ کہیں گے کہ تمہیں لوگوں میں سے اللہ نے رہبر (امام) بنایا دوسروں کے لئے اور اللہ نے اپنی رحمتیں اُن پر نازل کیں ہیں"۔ایک دوسری جگہ تھوڑی تبدیلی کے ساتھ یہی حدیث ہے "جب لوگوں کا امام انہیں امامت کو کہے گا تو حضرت عیسیٰؑ کہیں گے کہ "اس پر تمہارا زیادہ حق ہے اور اللہ تعالی نے تم میں سے کچھ کو دوسروں پر فضیلت دی ہے" اس حدیث کے سیاق وسباق میں دیکھیں اُمت کے ایک گروہ کا حق کے لئے قیامت تک لڑنا جب تک عیسیٰ نہ آجائیں ۔یہ کوئی جنگ وجدل یا معرکہ کی بات نہیں جو کفر وشرک کے لئے کیا جائے "حق کے لئے لڑنا" کی بات ہے ۔حق کی اندیکھی ہر کسی سے ہوتی ہے اُمت کے گروہ بھی حق کی اندیکھی کرتے ہیں آج ہمارے سامنے کئی جماعتیں ہیں جو ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں ایک گروہ دوسرے کو ناحق مانتا ہے ۔یہاں حق کے لئے لڑنے کی بات کو ان آیات کے تناظر میں دیکھیں ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّ لِيْنَ .....قَلِيْلٌ مِنَ الْاٰ خِــرِيْنَ صرف ایک پہلی جماعت صحابہ رسول ﷺ کی جو حق پر قایم تھی اس کے بعد تو اُمت میں ناحق لوگوں کا بول بالا ہوا ہے اور قرآن کے مطابق ایک جماعت آخر میں ہوگی جو صحابہؓ رسول کی طرح حق پر ہونگے ۔مہدی موعودؑ نے یہ آیت مصدقوں کے تعلق سے اپنی شہادت میں اللہ کے حکم سے بیان کی ۔تو معلوم ہوا حق کے لئے لڑنا ایمان کے لئے حق پر لڑنا اس کی گواہی ابوالکلام نے تذکرہ میں دی ہے ۔سر پر قرآن ہاتھ میں تلوار مہدویوں کا شعار تھا یہ حق ہوا حق کے لئے لڑنا ۔ اور حضرت عیسیٰؑ کا کہنا کہ "تمہیں لوگوں میں سے اللہ نے امام بنایا ہے دوسروں کے لئے اور رحمتیں نازل کی ہیں" دوسری حدیث میں کہنا کہ اس پر تمہارا حق ہے اللہ نے تم کو فضیلت دی ہے ۔دونوں بیان بتارہے ہیں کہ تم لوگوں میں "امام" بنایا ہے مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کی شہادت میں سورہ بقرہ کی آیت ۱۲۴ پیش کی اِمَــا مًــا .....مِنْ ذُرِّيَّتِي حضرت ابراہیم کی ذریت کا امام ہونا اس معلوم ہوا گروہ مہدویہ کے امام مہدی وہ ہیں جن پر اللہ تعالی نے اپنی رحمتیں "بصیرت یا دیدار" کی نازل کیں اس لئے اس امامت پر مصدق امام کا حق ہے جو تصدیق مہدی کی وجہ سے فضیلت ہے ۔حق پر لڑتے رہنا کی دوسری تو جیہہ یہ ہے کہ ہر ہمیشہ تیر وتفنگ تلوار وبھالا لے کر یا جدید اسلحہ سے لیس ہو کر مخالفوں سے برسر پیکار ہوتے رہنا نہیں ہے بلکہ ظاہری اعمال وعبادات ریا کاری دکھاوا ذکر وا ذکار کی تعداد حساب کتاب اللہ کی عبادت کا حق ادا کرنا نہیں ہے بلکہ معرفت الہی حاصل کرنا حق ہے جس کی تعلیم مہدی موعود آخر الزماں خلیفۃ اللہ تابع رسول اللہ ﷺ نے دی ہے جس کی مخالفت نویں صدی ہجری سے جاری ہے آج بھی اس تعلیم کے دینے والے اور اس حق پر عمل کرنے والوں کے ساتھ مخالفت و مخاصمت کا معرکہ جاری ہے ۔اصل حق کی لڑائی یہی ہے کہ لوگ ظاہری عبادات ودکھاوے کو دین سمجھ بیٹھے ہیں اصل دین معرفت الہی حاصل کرنا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے صحابہؓ کا طریقہ تھا ۔اور محمدؐ کے تابع مہدی کو قرآن نے کہیں "بینۃ" کہا ہے کہیں وارث قرآن کبھی خلق الانسان علم البیان یعنی مبین کلام اللہ کہا ہے کبھی ابراہیمؑ کی ذریت کا امام کہا ہے ۔اس طرح "تابع" تاریخ علوم

دین میں پہلی بار متعارف ہوا ہے اور یہ مخصوص ہادی ومہدی سے متعلق ہے۔اوراس کی وضاحت پہلی بار مراد اللہ مہدی موعود علیہ السلام نے ہی کی ہے' آپؑ کےعلاوہ تمام علماء نے اس تابع کا رُخ عام اُمتیوں کی طرف پھیرا ہے جبکہ یہ تو جیہہ بالکل غلط ہے۔مہدی موعودؑ نے نہ صرف'' تابع'' کی وضاحت کی بلکہ ثبوت مہدی کےبطور اسے پیش کر کےاس کے مقام ومرتبہ کے معنی بتائے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع کرنے کا معیار کیا ہوتا ہے۔دنیا میں نبی رسول پیغمبر اولیاء اصفیاء عالم فاضل سبھی آئے مگر'' تابع '' کا لفظ دین کی کسی حیثیت میں کہیں استعمال نہیں کیا جبکہ یہ قرآن میں دیا گیا ''مہدی موعودؑ آخرالزماں'' کا خطاب ہے۔یہ ذات مہدی سے مخصوص ہے۔علماء اولیاء اصفیاء کے القاب وخطابات کی پوری تاریخ دیکھ لیں کسی نے امام اعظم کہا کسی نے غوث الاعظم کہا کسی نے ولی کامل کہا کسی نے مجتہد کہا کسی نے محدث کہا کسی نے مفسر کہا کسی نے مجدد کہا مگر کسی نے خودکو تابع محمد ﷺ نہیں کہا سوائے حضرت میراں سید محمد مہدیؑ موعودآخرالزماں کے یوں ہی نہیں کہا بلکہ اللہ کے حکم سے قرآن کی آیت کی بنیاد پر پیش کیا ہے۔دین اسلام کی کوئی قوم گروہ طایفہ اعتقاد ملک اور خطہ ایسی نظیر نہیں پیش کرسکتا یہی بات آپ کے مہدی موعود آخرالزماں کے حق ہونے کے لئے کافی ہے۔

میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام کا خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہؐ ہونا اس طرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے چار خلفاء تھے جنہوں نے شریعت کی حفاظت تو کی اس کے ساتھ دنیاوی انتظامی اُمور کا ایک ایسا بے مثال طریقہ ایجاد کیا جو آج تک جاری وساری ہے اور مہدی موعود علیہ السلام کے پانچ خلفاء نے اس کے برعکس روحانی حکومت یا فرایض ولایت کی حفاظت اور تعلیم کا ایسا نظام قایم کیا جو آج بھی قایم ہے اور تو اور جنہوں نے آپؑ کی خلافتہ اللہ کا اقرار نہیں کیا وہ بھی مہدویہ طریقہ تعلیم اوراعمال کوتھوڑی تبدیلی کے ساتھ اپنے جماعتی اورگروہی تربیت کا حصہ بنارکھا ہے انہیں مہدیؑ کا انکار ہے ان کی تعلیم کا نہیں ۔نبی رسول اور پیغمبر کا ایک مخصوص تابع ہونا انبیاء کی سنت رہی ہے۔حضرت آدمؑ کے تابع حضرت شیثؑ تھے حضرت ابراہیمؑ کے تابع حضرت اسمٰعیلؑ تھے حضرت موسیٰؑ کے تابع حضرت ہارونؑ تھے حضرت داؤدؑ کے تابع حضرت سلیمانؑ تھے۔تابع اللہ کا نبی رسول اورخلیفہ تو ہوتا ہے مگر اس کے ذمہ اپنے پیش رو نبی رسول کی شریعت کی حفاظت تعلیم وتدریس کا بھی ذمہ ہوتا ہے۔اپنے نبی رسول اور پیغمبر کی متابعت کرنا تابع کا فرض منصبی ہوتا ہے۔جس طرح حضرت آدمؑ ابراہیمؑ موسیٰؑ داؤدؑ کے احکام اعمال اقوال شریعت کا اُمتوں میں چرچہ رہا بالکل ایسا چرچہ متابعت کرنے والے نبی رسول اور خلیفہ کا نہیں ہوا ایسا ہی معاملہ حضرت خاتم الانبیا محمد ﷺ کے تابع حضرت مہدی موعودؑ کا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا مہدی دین کو زندہ کریگا جس طرح ہمارے وقت میں تھا یہ نہیں کہا کہ مہدی آخرالزماں جو نئے احکام دیں انہیں مانو بلکہ اپنی شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری مہدی پر عاید کی ہے۔شریعت کے معنی فقہی مسایل اور ظاہری اعمال ہی نہیں ہیں بلکہ شریعت کا اصل نبی رسول اور پیغمبر کا اللہ تعالی سے جو خاص اور راست تعلق ہوتا ہے اس کی تعلیم دینا ہے جسے معرفت الٰہی کہتے ہیں۔حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ہارون اور حضرت سلیمانؑ کے واقعات اور زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے متبوع کی شریعت اور تعلیم کو عام کرنے اس کی حفاظت کرنے تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھا۔ یہی کام اللہ کے خلیفہ اور تابع محمد ﷺ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے کیا ہے قرآن اور سنت رسول ؐ پر اُمت کے خاص لوگوں کو عمل کرانے کا کام یعنی جو اعمال اللہ کے رسول کی نبوت کے مخصوص ہوا کرتے تھے ان کی تعلیم دی اور عمل کرایا۔ اسلام میں جھوٹے نبی ہوئے مدعی مہدی ہوئے اولیاء ہوئے علماء ہوئے کسی بھی گروہ نے تاریخ کے کسی بھی دور میں اپنے بعد خلفاء کا گروہ نہیں چھوڑا سوائے اللہ کے رسول خاتم الانبیاء ﷺ اور ان کے تابع مہدی موعودؑ کے۔ تصوف کے سلسلوں میں خلفا تو ہوتے ہیں مگر ان کا وہ مقام اور شان نہیں ہے اور نہ ہی باضابطہ ان خلفا کا تاریخ میں کوئی ذکر ہوا ہو یہ بات صرف اللہ کے رسول ؐ اور مہدی موعود کے خلفاء میں ہی ہے کہ آج تک ان کے گروہ دنیا میں موجود ہیں۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق ؓ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم ؓ کے گروہ دنیا میں شیخین سے جانے جاتے ہیں جن میں کچھ ولایت کے سلسلے بھی ہیں۔ حضرت سیدنا عثمان غنی ؓ کی آل میں اُموی حکمرانوں کا ایک لمبا سلسلہ چلا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی آل میں اولیا کاملین کے سلسلے تو ہیں ہی ان کی آل یا عترت فاطمہ ؓ میں مہدی موعود آخر الزماں کی بعثت ہے۔ اور مہدی کے خلفاء کی آل میں آج تک مسند رشد و ہدایت کے سلسلے ہیں۔

مسئلہ بعثت مہدی موعودؑ حق اور ضروریات دین میں ہے اس کا انکار کفر ہے کیونکہ وہ مبشر رسول اللہ ﷺ ہیں جس کسی نے اس سے انکار کیا وہ دین سے نکل گیا بظاہر وہ چاہے جتنی نمازیں پڑھیں روزے رکھیں حج کرلیں اور خود کو مسلمان کہہ لیں۔ مگر یہ بھی حق ہے کہ مدعی مہدئ کی دعوت قرآن اور سنت رسول ﷺ کی بنیاد پر ہو اس میں اُمت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ آثار و شواہد کی بنیاد پر مہدی موعود آخر الزماں کو پہچانیں اور تصدیق کریں۔ اور اصل مسئلہ یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ جو لوگ مہدی کی آمد کا یقین تو رکھتے ہیں مگر! ان کے منصب دعوت طریقہ تبلیغ اور سب سے بڑھ کر شخصیت کو اپنے نظریات کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان کے عقاید کے اُصولوں پر مہدی موعود آخر الزماں کو ہونا چاہئے ایسے لوگ اپنی شرایط پر مہدی کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ احادیث میں بہتر 72 فرقوں کا بیان ہے مگر آج مسلمانوں بے شمار اور ان گنت فرقے ہیں ان سب کے پاس اپنا علم اپنی وضاحتیں اور احادیث کی اپنی تشریحات ہیں مہدی کو قبول کرنے کا اپنا معیار اور نظریہ ہے ایسے میں اُمت کے تمام فرقے ایک مہدی پر متفق ہونگے اس کا امکان نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے بہتر فرقے کہے تھے کیا آج کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ وہ کونسے 72 تھے یا ہیں؟ بلکہ آج مسلمانوں میں کئی سو فرقے ہیں ہر ایک کا امام الگ رہنما الگ طریقہ الگ عقیدہ الگ کچھ عرصہ تک ان کی بد نیتی چھپی رہتی ہے پھر عود کرآ جاتی ہے اور یہ ایک دوسرے کو کافر ہونے کے فتوے لگاتے ہیں۔ وہابیہ دیوبندیوں اور تبلیغیوں کو کافر کہتے ہیں اور یہ دونوں وہابیوں کو کافر بریلوی ان تمام کو کافر کہتے ہیں یہ تمام فرقے بریلویں کو کافر اہلحدیث سبھی مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں سبھی مسلمان ان کو کافر کہتے ہیں اہلحدیثوں میں بھی اب فرقے ہوئے ہیں سلافی اور نہ جانے کیا کیا ہر دن ایک نیا فرقہ سامنے آرہا ہے۔ ان میں ایسے لوگ ہیں جو صرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو مانتے ہیں یعنی جو دوسری احادیث لکھنے والے مسلمان نہیں تھے جو حضور ﷺ کے دور میں تھے مگر بارہ سو برسوں بعد

انہوں نے دین کو صحیح سمجھا ہے اگلے سب بیدین تھے بس یہی مسلمان ہیں اس کا مطلب یہی ہوگا نا۔اب اندازہ لگائیں کے کیا یہ مسلمان ہیں۔اسلام وہ ہے جو قرآن کے احکام کے بعد جملہ احادیث صحیحہ ہیں ان کے جامع کا اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ہم نے جو سمجھا وہ اسلام ہے اس کا حل صرف قرآن کے احکام و بیان پر ہے جو احادیث کے بیانوں سے سے بھی متعلق ہوں۔ساری دنیا میں آج تک جتنے مدعی مہدی ہوئے اُن میں صرف اور صرف قرآن کی بنیاد اور سنت رسول کے مطابق دعوی مہدی حضرت سید محمد جونپوریؒ نے کیا ہے۔آج تک مہدی موعود جونپوری کے علاوہ جنہوں نے دعوی کیا اُن کا کوئی باضابطہ عقیدہ طریقہ اُصول اور ایمان کا وہ اثبات نہیں ہے جو آپؑ کے ماننے والوں کا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ سے پہلے جو اہل کتاب تھے انہوں نے کبھی بھی نبوت کے دعوے نہیں کئے جب کہ خاتم الانبیاء کی بعثت ہونا معلوم حقیقت تھی،لیکن حضور ﷺ کے بعد لوگوں نے نہ صرف نبوت کے جھوٹے دعوے کئے بلکہ مہدی ہونے کے دعوے تو قریب نصف صد لوگوں نے کئے اور یہ دعوے اہل قرآن نے کئے ہیں ایسا نہیں کہ جاہل اور فاسق لوگوں نے کئے بلکہ جو خود کو عالم اور محدث سمجھتے تھے انہوں نے کئے جن میں شیخ علی متقی اور دیگر ہیں ان کے ناموں کی لمبی فہرست ہے حتیٰ کہ ابوالاعلیٰ مودودی نے درپردہ کہا کہ "مہدی آتا ہے اور اپنا کام کر کے چلا جاتا ہے بعد میں لوگ کہتے ہیں کہ یہ مہدی تھا" مطلب یہ کہ میں نے ایک بڑی جماعت بنادی ہے میرے بعد مجھے مہدی مانو اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا بھی معاملہ ہے ان کے احساسات کو انہیں کی تحریر میں دیکھیں "میں تین چار سال کا بچہ تھا والد ماجد نے اہل حقیقت کی باتیں اس فقیر کی کام جان میں ڈالیں اور تربیت باطنی کو ضمیمہ شفقت ظاہر فرمایا ان میں کچھ باتیں اس وقت گوش گو میں ڈالیں گئیں تھیں اب تک خزانہ خیال میں یاد ہیں جو ندرت و غرابت سے خالی نہیں اور عجب تر بات یہ ہے کہ جس وقت میرا دودھ چھڑایا گیا تھا میری عمر اس وقت دوڈھائی سال کی تھی اس وقت کی بات ایسی یاد ہے گویا کل کی بات ہے والد ماجد قرآن سبق سبق لکھتے تھے اور میں پڑھا کرتا تھا یہاں تک کہ میں نے دو تین مہینے میں قرآن کریم پڑھ لیا (مہدی موعودؑ نے سات سال میں قرآن مجید پڑھا) اور ایک ماہ میں کتابت کی قدرت اور انشاء کا سلیقہ حاصل ہوگیا اور نظم و اشعار کی کتابوں سے بھی میں نے چیدہ چیدہ روایات وارشاد کا مطالعہ کیا بارہ سال کا تھا شرح شمسیہ اور شرح عقاید پڑھتا تھا (بارہ سال کی عمر میں مہدی موعود کو اسد العلماء کہا گیا تھا) اور پندھرویں سال میں مختصر اور مطول ختم کی بعد ازاں حفظ قرآن کیا اور اسی قیاس پر عبور حاصل کیا سات آٹھ سال تک فقہا ماوراالنہر کے درس میں رہا وہ فرمایا کرتے تھے "ہم نے تم سے فایدہ اُٹھایا ہے ہمارا تم پر کوئی احسان نہیں"۔اب اندازہ لگائے کہ معاملہ کیا ہے مہدی موعودؑ کی وفات کے 48 برس بعد یہ پیدا ہوئے یعنی معاصرین میں ہیں جب مہدی جونپوری کے دعوی کی گونج برصغیر سے ماوراالنہر تک تھی۔لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حق و صداقت کا اقرار بھی کیا انہوں نے لکھا کہ 'ان میں (مہدی جونپوری میں) بہت سارے آثار دعوی کے پائے جاتے تھے اور جو بات حضور ﷺ کے پاس اصالتاً تھی وہ ان کے پاس اتباعاً تھی"۔شیخ محمد اکرام نے 'رود کوثر' میں لکھا ہے کہ "تمام معاصرین آپؑ کی علمیت پرہیزگاری زہد و تقویٰ کی تعریف کرتے ہیں۔بدایونی (ملا عبدالقادر بدایونی) آپ کو اعظم اولیائے کبار لکھتا ہے.......نویں صدی

ہجری میں آپ اور آپ کی جاری کردہ تحریک کی بڑی اہمیت ہے.........مہدویہ جماعت کی خصوصیت تو سید محمد جونپوری کے دعاوی ایمان پر ہے لیکن بعض چیزیں انہیں نمایاں کرتی ہیں۔شیخ علی متقی کی علمی مخالفت اور مخدوم الملک کی سیاسی کوششوں نے اسے شمالی ہند میں اسے پھلنے پھولنے نہیں دیا.......یہ وہ زمانہ تھا (نویں صدی ہجری) جب مہدی جونپوری کا نام تمام برصغیر میں گونج رہا تھا اور اہل رائے (اہل ایمان نہیں) ان کی شدت سے مخالف تھے یا متعلقہ کئی لوگ ایسے تھے جو مہدویہ عقیدہ اختیار کرکے بغیر احیائے دین کی اس فضاء سے متاثر ہوئے جو اس تحریک نے پیدا کی بہت سے ایک مدت تک اس تحریک سے واسطہ رہے۔.........مشہور اور بااثر علماء نے مہدویہ طریقہ اختیار کیا۔(رود کوثر)......عقیدت مندوں میں شیخ ناگوری، سید محمود ابن سید محمد، شیخ عبداللہ نیازی، شیخ علائی۔شیخ علائی کے متعلق جب فتوے طلب کئے گئے تو جس قدر بدعتی مراسم پرست اور دنیا طلب مولوی تھے سب نے شیخ علائی کے خلاف قتل کا فتوی دیا لیکن جو ذی علم باخدا اور سمجھدار تھے انہوں نے شیخ کے اسلام کی تصدیق کی اور شیخ کے کام کی تائید کی۔(اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، تاریخ زوال اُمت)۔اور کئی ایسے ہیں جنہوں نے خود کو مہدی تو نہیں کہا البتہ مہدی موعود آخرالزماں سید محمد جونپوری کی بعثت کے بعد ان کا انکار تو کیا مگر! ان کی تعلیم اور طریقے کو دوسرا رنگ دے کر اپنے طایفے اور جماعتیں بنالیں۔

جہاں کہیں ان معاصرین اور بعد کے غیر مہدویہ علماء نے مہدی موعودؑ کی تعریف و توصیف کی ہے وہیں پر معتقدوں پر بدعقیدگی کا الزام لگایا ہے۔ایسا ہر دور میں ہوا ہے اس لئے ایمان و اعتقاد رکھنے والوں کے علوم اور تحریرات کو معتبر مانا جائے گا نہ کہ معترضین اور بے عقیدہ لوگوں کو۔اسلام کی تاریخ سوانح رسول ﷺ اور دیگر علوم جو مسلم مورخوں نے رقم کی ہیں وہ معتبر مانی جائیں گی نہ کہ غیر مسلموں اور اہل کتاب کی، کیونکہ غیر مسلموں اور مخالفوں نے اعتراض ہی کرنا ہوتا ہے یہود و نصاری نے تو اسلام کی مخالفت میں تمام حدیں پار کردی ہیں ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں کہ جس سے حقیقت کا کوئی واسطہ نہیں۔یہی بات اور اُصول طریقہ غیر مہدویہ عالموں مورخوں کا ہے وہ اپنے دنیا دار علماء کی تعریف میں تو رطب السان ہیں مہدویوں کے تعلق سے ان کا رویہ معاندانہ اور غاصبانہ ہے۔مہدویہ عقاید تعلیم اور حضرت سید محمد مہدی موعود جونپوری کے بارے میں مہدویہ علماء اور وقایع نگاروں نے جو لکھا وہ حق ہے باقی غیر مہدویہ معاندین نے لکھا ہے وہ بے بنیاد اور جھوٹ مانا جائے گا۔

خَلَفَ وہ جانشین ہوا، وہ پیچھے یا بعد میں آیا، خِلَافَۃٌ جانشین ہونا، خَـلفِهٖ اس کے پیچھے، اور خلیفہ پہلے آدمؑ کو کہا گیا وہ اس لئے کہ وہ نایب تھے زمین پر خدا کے۔خلیفہ اور تابع کے معنی میں زیادہ فرق نہیں ہے خلیفہ پیچھے آنے والا جانشین اور تابع اپنے متبوع کی ہو بہو اتباع کرنے والا جس میں سرمو (بال کی نوک کے برابر، ذرا سا بھی، رائی کے برابر) فرق نہ ہو یہ تابع کے معنی ہیں۔قرآن میں اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو اللہ کا خلیفہ کہا اور رسول اللہ ﷺ کے اتباع کرنے والے کو تابع کہا اور حضور ﷺ نے مہدی کو خلیفۃ اللہ کہا۔اس طرح مہدی کا خلیفۃ اللہ اور تابع رسول اللہؐ ہونا ہے۔مہدی موعودؑ نے یہی کہا کہ میری خلافت اللہ کی کتاب پر ہے اور میری اتباع سنت رسول ﷺ پر۔مذهب ما كتاب الله و اتباع سنت رسول اللهؐ۔یہ مقام مہدی ہے۔

مہدیؑ اور رسول ﷺ کے خلفاء:حضور ﷺ کے بعد خلافت راشدہ 29 برس یعنی 40 سنہ ہجری تک ہے جب حضرت علیؓ کو کوفہ میں 21 رمضان 40ھ مطابق 30 January 661ء میں ابن ملجم خوارجی نے شہید کر دیا تھا اب اسے ذرا تفصیل سے دیکھتے ہیں۔

پہلے خلیفہ رسول ﷺ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت	632-634	عیسوی تک	2 برس	کی خلافت
دوسرے خلیفہ رسول ﷺ حضرت سیدنا عمر فاروق ایضاً	634-644	ایضاً	10 برس	"
تیسرے خلیفہ رسول ﷺ حضرت سیدنا عثمان بن عفان ایضاً	644-656	ایضاً	12 برس	"
چوتھے خلیفہ رسول ﷺ حضرت سیدنا علی مرتضی ایضاً	656-661	ایضاً	5 برس	"
کُل میعاد خلافت راشدہ			29 برس	"

ان میں تین خلفاءؓ کو شہادت نصیب ہوئی ایک ابوبکرؓ کا طبعی وصال ہوا اور خلافت راشدہ 24 برس مدینہ میں رہی اس کے بعد 5 برس کوفہ میں۔اب اس کے بعد خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ کے خلفاء کی خلافت کا بھی جائزہ لیں۔مہدیؑ کا وصال 910ھ

پہلے خلیفہ مہدیؑ حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ	910-918	ہجری	8 برس	کی خلافت
دوسرے خلیفہ مہدیؑ حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ	918-930	"	12 برس	"
تیسرے خلیفہ مہدیؑ حضرت بندگی میاں شاہ نعمت مقراض بدعتؓ	930-935	"	5 برس	"
چوتھے خلیفہ مہدیؑ حضرت بندگی میاں شاہ نظام دریائے وحدت آشامؓ	935-940	"	5 برس	"
پنجم خلیفہ مہدیؑ بندگی میاں شاہ دلاورؓ	940-944	"	4 برس	"

مہدی موعودؑ کے دو خلفاء کو شہادت نصیب ہوئی تین کا وصال طبعی ہوا۔حضور نبی کریم ﷺ کے 4 خلفاء + مہدی موعود کے 5 خلفاء دونوں کی جمع = 9 نویں صدی ہجری میں دور ولایت خلیفۃ اللہ محمد یہ مقیدہ مخصوصہ کا یہاں پر خاتمہ ہے۔اور مہدی موعودؑ کے خلفاء کی مدت 34 برس کی ہے۔

حضرت علیؓ کے دیار مدینہ سے باہر خلافت منتقل کرنا بتاتا ہے کہ ولایت محمد یہ مقیدہ مخصوصہ کا دور عجم سے شروع ہو کر عجم میں ختم ہونا ہے۔ملک عراق سے ہی عترت فاطمہ یا اولادِ علیؓ ایران اور عراق کے علاقوں میں پھیلی اور اجداء مہدی مروخراسان بخارا منتقل ہوتے رہے اس کے بعد ہندوستان میں سکونت اختیار کی تھی۔خلفائے رسول ﷺ کی خلافت راشدہ خلافت شریعہ تھی، جیسے 1) حضرت ابراہیمؑ کی سنت حضرت موسیٰؑ تک 2) حضرت موسیٰؑ کی سنت حضرت داؤدؑ تک اور عیسیٰؑ تک 3) حضرت عیسیٰؑ کی سنت حضرت خاتم الانبیاء محمد ﷺ تک۔اس کے بعد 4) خاتم الانبیاء کی حقیقی سنت جسے اللہ کے رسول ﷺ نے **الولایت افضل من نبوۃ** کہا اُس کا دور خاتم ولایت مقیدہ مخصوصہ خلیفۃ اللہ مہدی موعود آخر الزماں تک ہے۔یہی وجہ ہے کہ جہاں حضور ﷺ کے چار

خلفاہوئے وہیں پرمہدی موعود علیہ السلام کے پانچ خلفاء ہیں۔شریعت ظاہری کی نگہداشت آسان ہےاُس پر سبھی کی نظر رہتی ہے مگر معرفت الٰہی کے اعمال باطنی ہوتے ہیں ان کے لئے روحانی مرد کامل کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔اسلام کے پانچ روحانی دور کا اصل خلافت مہدی ہے۔سنت رسول ﷺ قیامت تک جاری وساری ہے جب تک حضرت عیسیٰ دوبارہ تشریف نہ لائیں۔تو پھر درمیان میں مہدیؑ کیوں؟ چونکہ مہدیؑ ولایت مقیدہ مخصوصہ کے خاتم ہیں جو اللہ تعالی کی معرفت کے اعمال وتعلیمات حقیقی اولیاء سے مہدی تک پہنچے ہیں ان کے خاتم مہدی ہیں۔مہدی موعود علیہ السلام کے بعد معرفت الٰہی کسبی ہوگی یعنی محنت ومشقت سے حاصل کرنا ہے وہبی نہیں جو اللہ کی طرف سے خاص عطاء ہوتی تھی۔اسی لئے مہدی موعودؑ نے طلب دیدار کو فرض قرار دیا کیوں کہ خلافت مہدی تک یہ اصحابؓ مہدی میں وہبی ہوتی تھی جس سے کہ عام تارک الدنیا بھی مستفیض ہوا کرتے تھے مگر اب حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ آنے تک طلب دیدار کسبی فرض ہے ان کے بعد اس کا بھی خاتمہ ہوجائے گا کیونکہ جب قیامت کو انسانیت کے بدترین لوگوں پہ آنا ہے تو خدا والے ہی نہ ہونگے تو طلب دیدار والے کہاں ہونگے۔

خلفائے راشدہ وخلفائے مہدی میں فرق کیا ہے؟ خلفائے راشدین حضور نبی کریم ﷺ کے بعد دین اسلام کے پہلے شرعی حکمران ہیں جنہوں نے نہ صرف کتاب وسنت رسول ﷺ پر اور شریعت محمدیہ کی بنیادوں پر اسلامی مملکت قائم کی انہوں نے نہ صرف نظم ونسق بحال رکھا بلکہ مملکت اسلامیہ کی سرحدوں کو روم ایران مصر شام اردن فلسطین تک وسیع وعریض کردیا اور تمام قطعہ میں شرعی نظام کی بناء ڈالی اُس کے علاوہ قرآن کو محفوظ اور جمع کرنے کا کام کیا اور سنت رسول ﷺ کو جاری وساری کرنے کا کام کیا۔یہ وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے نظام خدا کی وسعت میں اپنی جان مال اور زندگیوں کو قربان کیا۔اور مدینہ منورہ میں جو مملکتی نظام حضورؐ کے دور میں شروع ہوا کفر وبت پرستی مٹانے کا اسے ہند وچین کی سرحدوں تک لے گئے اور فرایض اسلام کے حدود طے کردئے جو قرآن وسنت کے احکام پر مبنی تھے۔

ان کے بہ نسبت خلفائے مہدی کی خلافت اور شب وروز مختلف حال وکیفیت کے تھے جہاں پر قطعہ زمین کی وسعت انسانوں کے جسموں کے بجائے اُن کی روحوں پر اللہ کی حکمرانی کا دور ہے **خلفائے راشدین کا دور حضور ﷺ کی ظاہری زندگی کے اعمال پر عمل کرانے کا دور تھا اور خلفائے مہدی کا دور حضور ﷺ کی معرفت الٰہی سے اُمت مسلمہ کو روشناس کرانے کا دور ہے۔جہاں اللہ کے حبیب ﷺ کا خالق کائنات سے جو حقیقی تعلق تھا اسے سمجھانے اور دکھانے کا دور ہے۔اور یہ حقیقی اس لئے ہے کہ تخلیق آدمؑ پر ملایک اور خصوصاً ابلیس کو یہ بتایا جانا تھا کہ تمہیں جس عبادت علم اور آسمانوں پر رسائی کا گھمنڈ تھا وہ اولاد آدم کے لئے زمین پر ناتواں اور کمزور ہونے کے اللہ کی قدرت اور محبت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے کس طرح میری نظر کرم کے اشتیاق میں اپنی زندگیاں میرے حوالے کردیتے ہیں اور اللہ تعالی کس طرح انہیں مخلوقات کی سب سے بڑی خواہش اللہ کے دیدار کا وعدہ پورا کراتا ہے جو اسے آسمانوں پر رہتے ہوئے میسر نہ ہوا۔اس کا نکتہ یہ ہے کہ قربت قریب رہنے میں نہیں دور رہ کر قریب ہوجانے میں ہے۔** نبوت میں یہ

مثال حضرت اویسؓ قرنی نے قائم کی تھیں کہ دور رہ کر بھی اللہ کے رسول ﷺ سے کتنے قریب تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے قریبی صحابہؓ کو نہ صرف ان کا حلیہ بتایا بلکہ ہاتھ پر داغ کا نشان ہونے کی تک خبر دی۔ایسی قربتیں عشق حقیقی میں ہوتی ہیں۔ابلیس آسمانوں پر ہونے کے باوجود اللہ کی رحمت سے دور ہوا اور اولاد آدمؑ میں اللہ کے عاشق زمین پر ہونے کے اس سے اتنے قریب ہو جاتے ہیں کہ اللہ محبت کی نگاہ سے انہیں دیکھ رہا ہوتا ہے اور وہ اللہ کو شوق طلب میں دیکھ رہے ہوتے ہیں۔تو اللہ کی اس طرح عبات کر کے تو اللہ کو دیکھ رہا ہے یا اتنا جان کے اللہ تجھے دیکھ رہا ہے اس بات کو حق کر کے دکھایا مہدی موعودؑ اور انکے صحابہؓ اور قوم کے ان افراد نے جو وَ قَلِیلٌ مِّنَ الْاٰ خِرِیْنَ میں سے تھے۔خلفائے مُہدی موعود آخرالزماں علیہ السلام کے وصال کے بعد واپس آکر اقطائے ہند میں بکھرے مصدقوں کے دیدار کی اس پیاس کو بجھانے کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے جگہ جگہ دایرے قایم کر کے ان کی تعلیم اور تربیت کرتے ہیں کہ ہم نے مہدی موعود سے جو بہرہ پایا ہے اس کا فیض لو تمہیں بھی تقسیم کرتے ہیں۔

حضرت نوحؑ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے نہ حضرت نوحؑ دست قدرت سے پیدا ہوئے نہ مخلوقات سے ان کا سجدہ کرایا گیا طوفان نوح میں صرف 80 افراد کشتی میں سوار ہوئے تھے جب کوہ جودی میں طوفان کے بعد وہ ٹہری تو انہیں اسی 80 افراد سے دنیا دوبارہ آباد ہوئی اس لئے نوحؑ کو آدم ثانی کہا گیا۔خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کو عمر ثانی کہا جاتا ہے تو کیا کردار گفتار شخصیت مقام و مرتبہ میں عمر بن عبدالعزیز حضرت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ جیسے ہو سکتے ہیں؟عمر بن عبدالعزیز نے عدل سے حکومت کی اس لئے انہیں عمر ثانی کہا جاتا ہے۔اسی طرح بندگی میاں سید محمود کو ثانی مہدی کہا جاتا ہے کیونکہ کچھ اوصاف اعمال واحوال مہدی موعودؑ کی نسبت سے صحابہؓ مہدی نے آپؓ میں دیکھی تو ثانی مہدی کہا ہے۔ثانی کا معنی مانند،دوسرا ہم پلہ او نظیر ہے۔جس طرح اُمت مسلمہ نے حضرت نوح کو حضرت آدم کی طرح نہ سمجھا اور نہ حضرت عمر فاروقؓ کی طرح عمر بن عبدالعزیز ہیں اسی طرح مہدوی بندگی میاں سید محمودؓ کو ثانی مہدی کہتے ہیں۔کچھ لوگ ناکارہ اور نااہل ہوتے ہیں وہ اپنی نا بلی اور احساس کمتری کو چھپانے کے لئے مذہب عقیدہ طریقہ میں مین میکھ نکاتے رہتے ہیں تاکہ لوگ انہیں عقلمند اور عالم سمجھیں،اسے کچھ یوں سمجھیں کچھ لوگوں کو شراب پینے کی لت ہوتی ہے لوگ انہیں برا نہ سمجھیں اس لئے وہ بہت سارے اور لوگوں کو اس لت میں مبتلاء کر دیتے ہیں تاکہ وہ نشان ملامت نہ بن سکیں۔ایسا ہی نشہ کچھ نام نہاد عقلمندوں اور عالموں میں ہوتا ہے وہ بے وقوفوں اور بدکاروں کا حلقہ بنا کر سمجھتے ہیں کہ انہوں نے افلاطون کی قبر پر لات ماردی انہیں اندازہ ہی نہیں کہ افلاطون کو مرے ہوئے ہزاروں برس ہو گئے بجائے خود یہ اپنی قبر پر لات مار رہے ہوتے ہیں۔مہدیؑ کے پانچ خلفاء نے پانچ طریق پر مصدقوں کی رہنمائی کی ہے۔پہلے بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ نے ایثار قربانی ضبط نفس تقوی وتوکل کا طریقہ بتایا۔دوسرے بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ نے عوام وخواص میں اصلاح وتبلیغ کے راستے میں آنے والی رکاوٹوں سے مقابلہ ومقاتلہ اور ضرورت پڑھنے پر بے سروسروسامانی کی حالت میں بھی اپنی جان کا ندرانہ پیش کرنا تیسرے بندگی شاہ نعمت مقراض بدعت نے اللہ کی طلب میں رسم وبدعت کو مٹانے کے لئے اللہ کی راہ میں تقوی توکل اور نفس کی ذلت کو گوارہ کر کے شہادت کا

جام پینا ۔چوتھے بندگی شاہ نظام دریائے وحدت آشام کا حکومت جاہ وحشمت کو چھوڑ کر تمام علایق دنیا سے پاک ہوکر اللہ کی طلب میں مرشد حق کو تلاش کر لینا ۔ پانچویں بندگی شاہ دلاور شہزادہ ثانیؓ کفر والحاد کا قلع قمع کر کے کاسبوں مصدقوں کی تربیت کی تعلیم درس و تدریس راہ سلوک تسلیم ورضا میں سرزنش کر کے ان منازل کو طے کرانا ۔مہدیؑ کے پانچوں خلفاء نے حکومت جاہ وحشمت طلب مقام ومرتبہ خودنمائی خودشناسی طلب متاع دنیا خواہشات نفسانی کی تمام راہوں کومسدود کر دیا اللہ کے عشق میں بندوں کوراہ نمائی کے لئے سوائے اللہ کی طلب کے دایرُوں میں کوئی خواہش اور طلب باقی نہ رہی ۔انہیں دیکھ کر دنیا والوں نے کہا کہ یہ انسان نہیں ملاء اعلی کے فرشتے ہیں جنہیں زمین کی طہارت کے لئے بھیجا گیا ہے ۔ یہ تو فقراء تارک دنیا کی تعلیم تھی جو کاسب تھے ان کی تربیت اور رہنمائی اس طرح کی کہ طالبان خدا کی خدمت میں اپنی توانیاں صرف کریں دایرُوں کی حفاظت نان نفقہ کی دستیابی میں ان کو لگایا تا کہ طالبان حق غیر مصدقوں کے آگے مجبور ہوکر فاقہ کشی میں اپنی جانیں نہ گنوادیں ۔

یہاں پر خلفائے رسول ﷺ اور خلفائے مہدی کی ذمہ داریاں اور مقاصد صاف طور پر الگ دکھائی دیتی ہیں ایک کا کام شریعت نافذ کرانا دوسرے کا کام معرفت الٰہی سے اُمت کو واقف کرانا ۔خلفائے رسول ﷺ اور خلفائے مہدی علیہ السلام کے چار اور پانچ ہونے کی یہی وجوہات نظر آتی ہیں ۔مگر ہوتا وہی ہے جس فطرت پر انسان پیدا ہوتا ہے جس طرح خلفائے راشدہ کے بعد اسلام میں سلطانی و بادشاہت کا دور لایا گیا بالکل ایسا ہی خلفائے مہدی کے بعد مصدقوں میں خاندانی شناخت اور عصبیت کا دور لایا گیا یہ بات ہم بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایت اور بندگی میاں خاتم مرشدؒ کے دور میں دیکھ سکتے ہیں ۔مگر اس حالت کو بدلا جا سکتا تھا اگر! بندگی میاں شاہ نعمتؓ اور بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے دایرُوں کا بہرہ جاری وساری رہتا تو آج مہدویہ تاریخ کا ایک اور روشن اور موثر باب ہوتا ۔اس حقیقت کو بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی میاں شیخ نیازی کی سرفروشی کے جذبوں اور زندگیوں میں دیکھ سکتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو دایرہ اسماعیل خاں دایرہ غازی خاں اور وہ تمام دایرے آباد ہوتے جن کا اب صرف نام رہ گیا مہدویت کو محدود کرنے میں جتنی مخالفین واغیار کی کوشش رہی اس سے کچھ زیادہ کوشش خود مہدویوں کی رہی ہے ۔فقراء ہوں کہ کاسبین خاندانی برتری کی نمایش قوم وملت کی تباہی کا سبب ہوتی ہے اور آج بھی یہ خودنمائی جاری ہے اور اس کی رسہ کشی اپنی انتہائی عروج پر ہے جس کا خمیازہ نفاق کی شکل میں سامنے آیا ہے ۔کہاوت ہے کہ میرا گھر رہے نہ رہے پڑوسی کا گھر برباد ہو جانا چاہیے آج دایرۂ مہدویہ کی وہ روحانیت باقی نہ رہی ظاہری شان وشوکت چال ڈھال سجاوٹ نے وہ جگہ لی ہے ۔

مہدیؑ کی تاریخی وجغرافیائی شہادتیں

اس موضوع میں ہم نے قرآن مجید کے حقایق کو پیش کرتے ہوئے جوحساب کتاب ریاضی کے اصول رمز واسرار کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اس کے پیش لفظ کے بطور ایک حقیقت کو یوں بھی دیکھیں ۔آج جہاں کہیں بھی دنیا میں اگر جھوٹے مہدی کے ماننے والے یا ان مدعیان مہدی کے ماننے والے ہیں ان کی مہدویت کتاب اللہ اور شریعت محمدیہ ﷺ کی بنیاد پر جھوٹی اور علامتی

ثابت ہوچکی ہے ۔حضور نبی کریمﷺ نے مہدی موعود آخرالزماں کو"اللہ کا خلیفہ" کہا ہے جن کی بیعت کرنا فرض قرار دیا ہے'اس سے معلوم ہوااس"اللہ کے خلیفہ" کا دعوی بھی"اللہ کی کتاب" کی بنیاد پر ہونا چاہے مگر شریعت پیغمبر آخرالزماں کی پیروی پر۔اور یہی ہوا ہے حضرت مہدیؑ موعود سید محمد جونپوری نے اپنا دعوے کی بنیاد ہی"مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ" پر پیش کی ہے ۔ حضرت میراں سید محمد مہدیؑ موعود جونپوری کی بعثت ختم ولایت محمدیہؐ ہے کیونکہ آپؑ مامور من اللہ تھے اور قرآن کے فرمان کے مطابق تابع تام رسول اللہﷺ تھے ۔صرف احادیث کے شواہد پر مدعی مہدی ہونا اور قرآن کے بنیادی حکم پر مدعی مہدی ہونے میں فرق ہے ۔آپؑ نے اللہ کے حکم سے قرآن کی بنیاد پر دعوی مہدی کیا ہے آپؑ نے یہ نہیں کہا کہ اللہ کے رسولﷺ نے جس مہدی کی بشارت دی ہے میں وہ مہدی ہوں بلکہ یہ کہا کہ مجھے اللہ کا حکم ہورہا ہے ظاہر کر کہ تو مہدی ہے۔' کیونکہ تابع تام رسول اللہﷺ ہونا قرآن کے مطابق شرطیہ ہے۔ **کہدو اے محمد یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت کی بنیاد پر اور وہ بھی بلائے گا جو میرا "تابع" ہے** ۔(سورہ یوسف ۱۰۸) یہاں دوشرایط ہیں 1 ایک بصیرت کی بنیاد پر دعوت دینا اور 2 دوسرا اس دعوت دینے والے کا اللہ کے رسولﷺ کا"تابع" ہونا ۔تابع کی شرط یہ کہ حالت کیفیت احوال اقوال معاملات میں"ہو بہو" متبوع کے احوال کی متابعت کا پایا جانا ہے ۔حضرت میراں علیہ السلام نے جو دعوی کیا اس کی پہلی بنیاد"**مذهب ما كتاب الله** آپؑ نے اپنے دعوی کو قرآن کی آیات کی حجت سے ثابت کیا اس کے بعد **و اتباع سنت رسول الله**"نبی کریم کی اتباع کی پہلی شرط قرآن ہے دوسری آپﷺ کا خدا سے تعلق اور اس تعلق کی منہاج معراج سے ہے اس طرح بعد میں جو تعلیمات پیش کیں ان کی بنیاد"بصیرت" کے احوال واقوال پر مبنی ہیں ۔حضور نبی کریمﷺ کی نبوت کی بنیاد یہی"بصیرت" ہے'جب آپ نے اعلان نبوت فرمایا تو یہی کہا تھا کہ ان مٹی پتھر اور ہاتھوں سے بنائے اشیاء کو جو معبود مان رہے ہو یہ سب باطل ہیں ۔جو معبود اعلی ہے وہ ہے جو"نظر "نہیں آتا مگر اس کلئنات کا خالق اور مالک وہی ہے'بس اسی کی عبادت کرو۔یہی بصیرت کی بنیادی تعلیم ہے کہ اللہ وہ ہے جو تمہارے تصور خیال سے بہت اعلی وارفع ہے ۔اس کے بعد آہستہ آہستہ اس بصیرت کی تعلیمات کو بیان کیا جاتا رہا ہے ۔جنہوں نے اس وقت انہیں سمجھا سمجھ لیا'اور بعد میں آنے والوں نے یا اللہ کے ان انبیاء صفات اولیا نے گا ہے گا ہے اس کا اعتراف بھی کیا مگر بعد میں اللہ کے رسولﷺ کے مطابق نویں صدی ہجری میں اس"بصیرت" کی تعلیم کا رسولؐ کے تابع کے ذریعہ بیان ہوا ہے ۔اس لحاظ سے مہدیؑ موعود آخرالزماں سید محمد جونپوری کی متعابعت پوری ہوئی ہے ۔چونکہ ہم نے یہاں پر اسماءالحسنی اور مقطعات کے اشاروں کو سمجھنے کی کوشش کی ہے جس میں حضور کی اشارے یس اور طه بھی ہیں تو آپ کے تابع کی حقیقت کے بھی قرآن میں اشارے ہونے چاہئیں جو قرآن کے مطابق ایک روشن دلیل ہو۔مقطعات میں یہ اشارہ نہ ہو کر قرآن میں ایک اشارہ ضرور ہے وہ ہے سورۂ البینہ 98 جو کہ مہدیؑ موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں آخر میں 18 ویں سورہ کے بطور پیش کی اس کو جمع کریں تو عدد 9 حاصل ہوتا ہے'اسی طرح آپؑ نے اٹھارہ آیات پیش کیں ان میں 9 آیات مکی سورہ کی ہیں'سورۂ انعام کی 2 'ھود 2 'یوسف 1 'فاطر 1 'واقعہ 2

قیامہ 1 ۔اور 9 آیات مدنی سورہ کی ہیں بقرہ 1 آل عمران 2 'المایدہ 1 الانفال 1 محمد 1 الرحمٰن 1 الجمعہ 1 البینہ 1 ۔اوراس میں 6 وہ آیات ہیں جومقطع والی سورتوں میں ہیں اور 12 وہ جن میں مقطع نہیں ہے ۔6 واحد اور 12 جمع عدد ہے ہم اس 12 کو واحد بناتے ہیں تو بنے 3 اس 3 کو + 6 سے جمع کرتے ہیں 9 ہوئے ۔یعنی جن آیات میں مہدیؑ موعود نے ثبوت پیش کے اُس میں ایک ترتیب Sequence اشارہ کرتا ہے کہ نویں صدی ہجری میں ''بصیرت'' کا بیان ہوا ہے ۔ جو متبوعؑ اور تابعؑ کی حقیقت کا اشارہ ہے ۔اگر آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے عالمی تاریخی اور مذہبی حالات کا جایزہ لیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے جو حالات حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا کے تھے ایسے حالات اس وقت ہو چکے تھے جس طرح بعثت نبویؐ کے وقت ایرانی آتشت پرست حکومت نے رومی حکومت کی چولیں ہلا ڈالی تھیں اسی طرح آٹھویں ہجری میں چنگیز خاں 1306 تا 1368 کی تاتاری حکومت نے اسلامی حکمرانوں کو لگ بھگ تہس ونہس کردیا اور اعراق سے چین تک اور یوروپ سے خوارازم اور سندھ تک وحشت و بربریت کا ایسا خوف طاری کردیا کہ تمام خطہ زمین لرز اُٹھا یہ حالت بعد میں پوری صدی تک یعنی تیمور لنگ 1336 سے 1405 کے زمانے تک بنی رہی اور دوسری طرف یوروپ کے مسیحی حکمران متحد ہونے لگے یہی دور ہے جب تاریخ کی بدترین بیماری کا لا آزار یعنی Plague جسے بلیک ڈیتھ Black death کہا گیا یوروپ میں رونما ہوی جس سے یوروپ کی 60% فیصد آبادی لقمہ اجل بن گی ۔1310 کے بعد منگولوں کی وحشت کا زمانہ شروع ہوا چنگیز خاں نے اس خطہ کے تمام منگولی قبایلوں کو اکھٹا کر کے ایک وسیع حکومت کی بنیا ڈالی اور ایک جھنڈے تلے جمع کیا جس کا رنگ'' کالا'' تھا ان کالے رنگ کے جھنڈوں کے ساتھ آج بھی منگولی اپنے قومی تہوار کے دن جشن مناتے ہیں ۔خوارازم اور خراساں کے حدود منگولی وحشت کے آخری حدود تھے جہاں سے کالی جھنڈیاں تیرہویں صدی میں ظاہر ہوئیں اور اس کے بعد 1443 سنہ عیسوی میں مہدیؑ موعودؑ کی بعثت ہوئ ہے ۔اور سلطنت عباسیہ کا پرچم بھی ساہ جھنڈے ہی تھے جو سنہ ۱۳۰ ہجری کے بعد بنی تھی ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے کنز (مال کی حفاظت کرنے والی چیز) کے پاس تین آدمی جنگ کریں گے تینوں خلیفہ کے بیٹے ہونگے پس وہ کنز کسی ایک کا بھی نہیں ہوگا ۔پھر سیاہ جھنڈے مشرق سے نکلیں گے وہ تمہیں ایسا قتل کریں گے کہ کسی قوم نے دوسری قوم کو اس طرح قتل نہ کیا ہوگا ۔1258 عیسوی میں جب بغداد میں سلطنت عباسیہ تھی چنگیز خاں کی فوجوں نے بغداد کو تہس نہس کر کے لاکھوں انسانوں کا قتل عام کیا اور ان کے سروں کے مینار نشان عظمت کے طور پر بنائے تاریخ کے کسی دور میں ایسی وحشت و بربریت نہیں دیکھی گی ان حادثات کے درمیان 1453 میں ترکی کی سلطنت ۔اس کے بعد عثمانیہ کی بنیا دپڑی جو 1923 تک قایم رہی جس میں تصوف کا بڑا غلغلہ رہا یہ دور بعثت مہدیؑ کا ہے جب مسلم حکمراں تھررار ہے تھے اسلام بے دین علماء کے حوالے ہو گیا تھا اور تصوف میں رسم وبدعت شامل ہورہے تھے اور برصغیر میں دین ومذہب درباری عالموں کی دنیا داری کا ذریعہ بن چکا تھا ۔ان حقیقتوں کے علاوہ ہم نے ترقی کی عروج زمانہ کی اہم کلید کوگل میپ پر اس ضمن میں ایک محیر کن حقیقت کو دیکھا ۔ہوسکتا ہے اہل ظاہر کو ان باتوں پر یقین نہ ہو لیکن اس حقیقت کونہیں جھٹلایا جاسکتا کہ بعد طلوع اسلام بھی علم نجوم سے

مسلمانوں نے فوائد کا اقتباس کیا ہے اور دوسرے امور انجام دینے میں مدد لی ہے۔مدینہ منورہ کا طولالبدل 24.52 N شمال اور جونپور کا 25.45N ہے اور عرض البدل مدینہ منورہ کا 39.5692E اور جونپور کا 82.45E ہے اس میں۔صرف عرض البدل کا فرق 42.8808 E کا ہے یعنی مسافت کا فاصلہ ہے خط مستقیم کا نہیں یعنی خط مستقیم کے سیدھ میں مدینہ منورہ سے جونپور ہے۔کہ اگر مدینہ منورہ سے ایک سیدھی خط کھینچیں تو جونپور تک وہ خط بالکل سیدھی کھنچ جاتی ہے جو خلافۃ اللہ کے مقام کے تابع کی علامت ہے۔یعنی متبوع ﷺ اور تابع علیہ السلام کا ایک خط یا نقش قدم پر ہونا جس کا حدیث میں ذکر ہے۔معراج سے پہلے حضور ﷺ کو نماز کا حکم ہوگیا تھا تعداد اور دوسری تفصیل بعد میں آئی لیکن آپؐ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز اداء کرتے تھے۔یعنی اس خط یا لاین کے سیدھ میں جو حضرت ابراہیمؑ موسیٰؑ داوودؑ سلیمانؑ اور عیسیٰؑ کے عبادت کا مرکز تھا۔حضور ﷺ کو اللہ ہی نے بتایا ہوگا ورنہ آپؐ اس طرف سیدھے کیسے رخ کرتے۔دوسری حقیقت یہ کہ مہدیؑ جونپوریؑ عترت فاطمہ کی وہ کڑی ہیں جو حضرت علیؓ سے جا ملتی ہے مثلاً فرح مبارک کا طول البدل 32.4465N ہے جہاں آپؐ پیوند خاک ہیں،اور کوفہ نجف اشرف یا بغداد کا وہ علاقہ جہاں حضرت علیؓ آرام فرما ہیں اس کا طول البدل 32.0274E ہے۔یعنی خط سیدھی کھینچی گئی مگر فاصلہ 62.145E عرض البدل اور 17812E = -44.333E ہے یہاں بھی زمینی مسافت کا فاصلہ ہے خط مستقیم کا نہیں دوسرے معنوں میں زمانے اور مسافت کی دوری ہے جو عرض البدل میں دیکھنے کو ملتی ہے اور مقام تعلق اور مرتبہ میں یکسانیت دونوں جگہ ہے عترت میں بھی اور خلافۃ اللہ میں بھی۔اس پیمایش یا ناپنے کا ہمیں خیال اس لئے آیا جس طرح ہم نے حضور ﷺ کے مقام مدفن اور مہدیؑ کے جائے پیدائش پر سیدھی خط یا لکیر دیکھی اس سے پہلے ہم نے حضور ﷺ کی ''جائے پیدائش'' مکہ مکرمہ اور آپؐ کے جد امجد ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ''جائے مدفن'' کے درمیان عرض البدل Longitude کے بجائے طول البدل Latitude میں دیکھا کہ جہاں مکہ مکرمہ کی پیمایش 34.2048E ہے وہیں پر یروشلم کی 35.2048E ہے۔یعنی حضرت ابراہیمؑ کے بعد محمدؐ کا زمانے اور محمد ﷺ کے بعد مہدیؑ آخرالزماں کا زمانے میں سیدھے خطوط یا لاینیں ہیں۔حضو ﷺ 13 ہجری میں مدینہ میں آرام فرماتے ہیں،اس کے 834 ویں سال میں یعنی نویں ہجری میں حضرت سید محمد جونپوری کی دنیا میں آمد ہوتی ہے اسی لاین میں اسی خط میں جسے Latitude & Longitude کہتے ہیں یہ ہے تو تصوراتی خط ہے مگر دنیا کی پیمایش اور نارتھ پول کو مرکز بنا کر دنیا میں ایک دایرہ بنایا جاتا جو خط استوا کے دایرے کے اندر اور باہر ملک آتے ہیں انہیں شمالی اور جنوبی حصوں میں بانٹا جاتا ہے۔کہا جاسکتا ہے کہ اس طرح تو بہت سارے علما اور صوفیاء اسی خطہ میں آتے ہیں۔جواب یہ ہے کہ خط اور لاین میں تو آسکتے ہیں مگر مدینہ سے جونپور،جونپور سے فراہ اور نجف کا جو تکون یا ٹرایانگل بنتا ہے وہ یکساں نہیں ہوسکتا۔اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ مدینہ سے فراہ اور فراہ سے جونپور اور مدینہ کا جو فاصلہ کیلومیٹر میں سیدھے سیدھے پڑتا ہے وہ 8535.8 ہے یعنی 9 ویں صدی۔اور مدینہ سے نجف،نجف سے فرا،فراہ سے جونپور اور جونپور سے مدینہ کا کل فاصلہ 9062km ہے یوں بھی 9 صدی ہجری۔ایسا اتفاق صرف اللہ کی منشاء سے ممکن

ہے۔اگر ہم مکہ مکرمہ سے جونپور اور مدینہ منور کو جوڑتے ہیں تو بھی 9040km کا ہی فاصلہ ہے۔اور حضرت علیؓ 40 ہجری میں حضور ؐ کے 27 سال بعد وصال فرماتے ہیں اگر 847 جومہدی کے ولادت کا سال ہے اس میں سے حضرت علی کے 27 سالہ حیات کو منہا minus کردیں تو باقی بچے 820 سال اور مہدیٔ موعود کا 910 ہجری کا سال وصال ہے 910 میں سے منہا کر کے نکالیں 820 = 90 نویں صدی کا اختتام مہدیٔ کے پیغام کا اختتام ہے یا مہدیٔ کی گزشت کا سال ہے۔یہ محض ایک اندازہ ہے باوجود اس کے ہمارا کہنا یہ ہے کہ کیوں سات ہزار کلومیٹر یا بارہ ہزار کلومیٹر نہیں ہو کر آٹھ یا نو ہزار کلومیٹر کی ہی تخمیناً مسافت دکھائی دیتی ہے یا اس سے زیادہ یا کم کیوں نہیں؟اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے نظام کائینات ہی اندازے پر مقرر کی ہے۔اس ضمن میں مطلع الولایت صفحہ ۶۳ میں بندگی میاں سید یوسفؓ نے لکھا ہے کہ نقل ہے کہ حق تعالی کا فرمان پہنچا کہ اے سید محمد آگے بڑھ خراسان کی طرف کیونکہ ہند میں علم کی کمی ہے اور علم کی کمی ہلاکت کا سبب ہے اور خراسان میں علم تمام ہے علم کی تمامیت نجات کا موجب ہے ہم وہاں تیری نہج دیں گے پس امامؑ وہاں تشریف لے گئے۔اور صفحہ ۷۵ پر قندھار کو ملک خراساں اور عجم کہا گیا ہے۔اور اللہ تعالی کا مہدی کو ملک خراسان جانے کا حکم دینا مصلحت خداوندی تھا وہیں پر میر الظنون عالم اور وزیر سلطنت قندھار نے دیگر علمائے وقت کے ساتھ ایک سال تک آپؑ سے مناظرہ ومباحثہ کیا اور اس کے بعد تصدیق مہدی سے مشرف ہوئے ان میں ملا علی فیاض ملا محمد شیروانی ملاء علی چوگل جو ملا مخدوم حاکم خراسان کی ایماء پر تحقیق دعوی مہدی کے لئے آئے تھے تصدیق کے بعد حاکم خراسان کو دعوی مہدیت کے حق ہونے کا مراسلہ لکھا بلکہ ملا علی فیاض ہمیشہ کے لے صحبت مہدی میں رہنا گوارہ کیا اور ان علمائے خراسان نے مہدی کی پذیرائی کی ۔حضو ﷺ کو اللہ نے مدینہ منورہ ہجرت کا حکم دیا تا کہ اہل مدینہ نے اللہ کے رسول ﷺ کو نہ صرف خوش آمدید کہا بلکہ پذیرائی کی تھی ۔حدیث میں جو سیاہ جھنڈوں کا ذکر آیا ہے اس کے تعلق سے صاحب براہین مہدویہ نے 'ابومسلم خراسانی کا خروج لیا ہے جو سیاہ جھنڈے لے کر نکلا اور اور خلافت عباسیہ کی بنیاد ڈالی جو 750 سنہ عیسوی سے 1258 تک جن کی حکومت رہی حدیث ثوبانؓ جو ابن ماجہ حاکم میں بیان ہوئی ہے جس میں **تطلع الرایات السود** سے خلافت عباسیہ کے قیام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کی ابتداء ابوعبداللہ سفاح سے انتہا خلیفہ معتصم باللہ پر ہوئی۔اسی حدیث میں برف پر سے رینگتے ہوئے جانے سے خراسان کی پہاڑیوں کی طرف اشارہ ہے جہاں چھ مہینے برف باری کی وجہ سے راستے بند ہو جاتے ہیں جن کا سلسلہ ایک طرف فراہ (جہاں پر مہدی موعود سے علمائے خراسان کا مباحثہ ہوا تھا اور علمائے خراسان نے آپؑ کی خلافت اللہ کی گواہی دیتے ہوئے آپ کی تصدیق کی تھی اور یہ آپؑ کی آخری آرام گاہ ہے)اور دوسری طرف کابل تک چلا جاتا ہے(براہین)

دنیا میں تین قومیں وحدانیت کی مدعی ہیں یہودی عیسائی اور مسلمان'ان تینوں قوموں کی ملی جلی تہذیب اور اشتراکیت ہے یہ تینوں آدمؑ اور حضرت ابراہیمؑ سے راست طور پر خود کو وابستہ کرتی ہیں ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ایسی کڑی ہیں جو جو آدمؑ سے آج تک کے کسی بھی توحیدی عقیدے کا مرکز رہے ہیں۔چونکہ اسلامی روایتیں آدمؑ کو کوہ ہمالہ پر اتارے جانے کی تائید کرتی ہیں

اور آدمؑ کو دنیا میں ضروریات زندگی کے کچھ اسباب کے ساتھ اتارا تھا ان میں پھل اور خوشبو کے درخت اور دیگر چیزیں بھی تھیں ہمالہ کے نیپال کشمیر اور افغانی علاقوں میں ان چیزوں کی بہتات ہے ہم نے ایک تصوراتی مرکزی نکتہ بنا کر بھی حضرت ابراہیمؑ کے جائے پیدائش جواب لبنان اسرائیل اور شام کے درمیان ہے اور مکہ مکرمہ کے درمیان بھی ایک تکون Triangle بنا کر فاصلہ ناپا تو نتیجہ 9 اور 9.5 ہزار کیلومیٹر کے درمیان ہی دکھائی دیتا ہے یہ ایک عجیب تکون اور فاصلہ ہے جہاں پر وحدت اور خدا پرستی کی تعلیم کا بول بالا رہا ہے۔ یہ بات قرآن میں بتائی بھی ہے کہ ''یہ اللہ تعالیٰ'' کا اندازہ ہے۔ مشہور مورخ عمرانیات و اسلامیات عبدالرحمٰن ابن خلدون کا کہنا ہے کہ انبیاء اور رسول انہیں لوگوں میں بھیجے جاتے ہیں جو نوع انسان میں اپنی پیدائشی واخلاق کے اعتبار سے کامل ہوں (وحشی اور جنگلیوں میں انبیاء مرسلین نہیں بھیجے گئے) جو حق کو قبول کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ ان باتوں کی کچھ حقیقت تو ہے اگر ایسا نہیں ہے تو پھر قرآن کی ایک سو چودہ سورتوں کا شمار نہ کر کے اس کے جز پر سپاروں پر جو بعد میں مرتب ہوئے کیسے یقین اور اعتقاد کر لیا گیا' یہ بات تو حضورﷺ سے نہیں آئی۔ اس کے رکوع منزلیں اور دوسرے اعداد تعدا کیوں؟ اگر اس پر یقین ہے تو ان کا یقین بھی کرنا پڑیگا کیوں کے جز کی تقسیم بھی آسانی اور سمجھ کے لئے علم ریاضی کی بنیاد پر ہی بنائی گئی ہے۔ یہ فاصلے اور حساب کتاب ہم یہاں اس لئے بتا رہے ہیں کہ ہم نے جس موضوع سے بات شروع کی ہے انہیں سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ اور حضورﷺ نے مکہ میں دعوی مہدیؑ کا مقام رکن یمانی بتایا ہے جہاں مہدیؑ نے دعوی کیا۔ رکن یمانی' رکن حجر اسود کے بایں Left جانب کا کونہ ہے رکن کے معنی کونہ یا زاویہ رخ یا عمارت کا باہری کونہ یا ستون ہے اسے رکن یمانی اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ کونہ ملک یمن کی طرف ہے اور حجر اسود کا رخ ہند کی طرف ان دونوں کے بالکل پیچھے کا حصہ جہاں حطیم ہے وہ رکن شامی و رکن اعراقی کہلاتے ہیں ان کا رخ انہیں ملکوں کی طرف ہے۔ حجر اسود کے دایں Right جانب کعبۃ اللہ کا دروازہ اور سامنے مقام ابراہیم ہے۔ اس طرح حجر اسود کا کونہ ہند کے سامنے ہونا مخصوصیت کا حامل ہے جہاں ہند سے حضورﷺ کو ٹھنڈی ہوا آئی تھی اَطْيَبُ رِيحٍ فِي الْاَرْضِ الْهِنْد مجھے ہند سے خوشبودار ہوا آتی ہے (مستدرک الحاکم)۔ یہ انبیاء کی خصوصیت ہے حضرت یعقوب کو یوسفؑ کے لباس کی خوشبو ایسے ہی آئی تھی۔ رکن یمنی وہ مقام ہے جس پر ہاتھ کا پنجہ رکھ کر استلام (کسی پتھر یا مقام کو ہاتھ لگا کر چومنا) کیا جاتا ہے حضورﷺ نے حجر اسود اور رکن یمنی دونوں کا استلام کرنے سے گناہوں کے دھل جانا فرمایا ہے۔ نبوت کے ابتدا میں جب کعبہ کے رخ عبادت کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا تو حضور نبی کریمﷺ رکن یمنی اور رکن حجر الاسود کے درمیان کھڑے بیت المقدس کی رخ عبادت کرتے تھے جسے رکنین یمانین بھی کہتے ہیں اور پیچھے کی طرف اعراقی و شامی رکنین الشمیان کہتے ہیں۔ اس طرح حجر اسود کی طرح رکن یمنی کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ جب کعبہ کو مرکز رخ عبادت بنا دیا تو مہدیؑ کے دعوی کو رکن یمنی سے کیوں خصوصیت دی گئی؟ لگتا ہے کہ حجر اسواد کے روبرو یا اس کی طرف رخ کر کے مہدیؑ کے دعوی کرنے میں کعبۃ اللہ کے بجائے حجر اسود کی اہمیت ہو جاتی جو کہ توحید و رسالت کے احکام کے منافی ہوتا۔ اس طرح کعبۃ اللہ حجر اسود رکن یمنی ان تمام کے تقدس اور اہمیت کے بطور مہدی کا دعویٰ رکن یمنی پر ہونا قرار

پایا ہو۔واللہ اعلم ۔اس کے علاوہ حضرت ابراہیم کی پیدائش اعراق شام کے علاقوں میں ہوئی تھی آپ کنعان اور مصر گے اُس کے بعد مکہ آئے حضرت اسماعیل کے ساتھ ملکر کعبہ تعمیر کیا واپس کنعان یا موجودہ یروشلم گئے۔اگر ہم حضرت ابراہیمؑ کے سفری راستوں کا ایک تکون Triangle بناتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی وہ علاقہ ہے جو مرکز تبلیغ واصلاح کا محور رہا ہے جس میں ان 25 پیغمبروں اور رسولوں کی سرگرمیاں رہیں جنکا ذکر قرآن میں آیا ہے۔اسطرح ان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اس کے باوجود کے روایتوں میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کا ذکر ہے بظاہر ان کا خلیفۃ اللہ ہونا یقینی ہے اور چونکہ مہدیٔ موعود آخرالزماں خلیفۃ اللہ ہیں اور وہ دوسرے خلیفۃ اللہ کی طرح اس تکون سے باہر ہونے کے ان تمام میں شامل ہیں۔مگر چونکہ وہ رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء کے تابع تام یعنی اُمت میں آپؐ کی کامل اتباع کرنے والے ہیں اس لئے اُن کی خصوصیت نبوت کے بجائے خاتم ولایت محمدیہ خلیفۃ اللہ کے ہوئی ہے۔اس ضمن میں صاحب مقدمہ سراج الابصار نے جلد چہارم صفحہ ۸۴۷ پر جو تشریح کی ہے وہ دیکھ لیں: **فاما یاتینکم منی ھدیٰ** (طٰہٰ رکوع ا) سے ظاہر ہے کہ آدم وحوا کے اترنے سے قبل ہی اللہ تعالی نے یہ خبر دی ہے کہ میری طرف سے ہدایت آئے تو اس کا اتباع کیا جائے اُس سے انکار کرنا گمراہی وشقاوت ہے۔اور لکھا ہے کہ اللہ کی طرف سے جو ہدایت لے کر آئینگے قیامت کے دن ان سے بھی سوال کیا جائے گا۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ: **فلنسئلن الذین ارس الیھم ولنسئلن المرسلین** (الاعراف ۱۰رکوع) پس البتہ سوال کریں گے ہم ان لوگوں سے جن کی طرف بھیجا گیا ہے اور البتہ سوال کریں گے ہم ان سے بھی جو بھیجے گے ہیں۔اللہ تعالی کی طرف سے جن کا ہدایت کے ساتھ آنا بیان کیا گیا ہے انہیں کے لئے ''مرسلین'' بھی آیا ہے۔مہدیٔ خلیفۃ اللہ ہے دافع ہلاکت امت ہے خاتم دین ہے اگر یہ ''مرسلین'' میں داخل نہیں ہے تو اکثر انبیا بھی داخل نہیں ہوسکتے اس لئے کہ بزعم منکرین ہر نبی پر رسول کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔حاصل یہ کہ آدمؑ سے مہدی تک حق تعالی کی طرف سے ہدایت لے کر آنے والوں پر ''المرسلین'' کا اطلاق ثابت ہے ایسی صورت میں یہ کہنا کہ مہدی معصوم نہیں ہیں اُس کا منکر کافر نہیں ہے قرآن وحدیث کی تکذیب ہے۔

آگے کے نقشے میں جو کلومیٹر یا فاصلہ دکھانے کی کوشش ہے وہ اندازاً ہے تھوڑی بہت کی زیادتی کے ساتھ مقصد ایک تعلق کی حقیقت کو بتانا ہے۔اسی طرح سفر ہجرت مہدی میں جو مقامات ہیں یا جن کے نام بتائے گئے ہیں اُن کے علاوہ بھی کچھ مقامات ہوسکتے ہیں جہاں آپؑ کا قیام رہا ہو جن کا وقائع نگاروں نے نام نہیں لکھا ہو یا انہیں معلوم نہ ہو۔مشاہیر زمانہ کی تاریخی حقیقت کے اعتراف کے بعد ہی تاریخ اور سوانح رقم ہوتی ہے ایسا تو نہیں کہ کسی کے پیدا ہوتے ہیں دوات قلم لے کر لوگ بیٹھ گے حالات لکھنے کے لے اور تاریخ وسوانح لکھی جاتی ہے عینی شاہدوں کے بیانوں کو قلمبند کرنے کے بعد جس میں کچھ کی زیادتی ہوجانے کا حتی المقدور امکان ہوتا ہے البتہ ممکن حد تک کوشش اور تحقیق کی جاتی ہے کہ واقعات حقیقی ہوں۔

تکون والے نقشہ کے بعد دنیا کے پھیلے ہوئے نقشے میں دیکھا جاسکتا ہے کہ عرض البدل Latitude طول البدل Longitude میں ہم نے نارتھ پول سے جو فاصلہ عرض البدل کا یا دایرہ کے اندر مقامات دیکھ سکتے ہیں وہ ہیں مکہ مدینہ نجف جونپور

فراہ جو شمال سے جنوب کی طرف ہوتے ہیں وہ ایک محدود سرکل کے اندر ہی ہیں ۔جبکہ طول البدل فاصلہ زمینی ہے وہ مغرب سے مشرق کی طرف دیکھیں تو حالانکہ وہ بھی محدود فاصلہ ہی ہے مگر وہ زمینی ہے ۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مقامات کی اونچائی یا Height ہے اس میں تھوڑا ہی فرق ہے بہ نسبت لمبائی یا فاصلہ کے ۔اگر اس آخری نقشہ پر نظر ڈالیں تو ساری دنیا میں ایک محدود علاقہ ایمان و معرفت الٰہی کی اصلاح و تبلیغ کے لئے منتخب ہوا ہے ۔اگر سید محمد جونپوری مہدی آخرالزماں علیہ السلام کے بجائے دوسرے مدعیان مہدی کے علاقوں مقامات کا ایسی پیمائش یا مخصوص انداز وسعت و طوالت نہیں ہو پاے گی معنی ایسا تکون Triangle نہیں بن پاتا اور یہ بات تیسری چوتھی یا اس کے بعد کے صدیوں میں ہوے جھوٹے دعوؤں میں بالکل نہیں بنتی دکھائی دیتی یہ صرف نویں صدی کے مہدی موعود کی خصوصیت ہے ۔آگے تکون کے نقشے میں ہم نے جونپور اور مدینہ کے تعلق کو دکھانے کی کوشش کی ہے ۔

میراں سید محمد کے مہدی موعودؑ ہونے خلیفۃ اللہ ہونے اور تابع تام رسول اللہ ہونے کے بہت سارے ثبوت ہیں جس میں آپؑ کا قرآن سے اپنا دعوی ثابت کرنا' آپؑ کے ماں باپ کا حضور ﷺ کے ماں باپ کا ہمنام ہونا اہم ہے ۔اس کے علاوہ بھی کچھ حیران کن حقیقتیں ہیں جو محض اتفاقی نہیں ہیں ۔چالیس برس کی عمر میں حضور ﷺ کو نبوت عطا ہوئی' مہدی موعودؑ نے چالیس برس کی عمر میں ہجرت اختیار کی یعنی دنیا سے کنارہ ۔ 23 برس کا عرصہ آپؑ کے دعوی اور ہجرت کا رہا۔حضور ﷺ کی نبوت 23 برس کی ہے ۔حضور ﷺ کی مدنی زندگی اور نبوت 10 برس کی ہے مہدی موعودؑ کی بعد دعوی مکہ زندگی 10 برس کی ہے حضور ﷺ کی مکی دور نبوت 13 برس کا مہدی موعودؑ کے 13 برس ہجرت کے دعوی سے پہلے ۔حضور ﷺ کی عمر مبارک 63 برس اور نبوت کے پہلے 40 برس ۔مہدی موعودؑ کی ہجرت سے پہلے 40 برس اور عمر مبارک 63 برس ۔اب ان تمام حقیقتوں کے بعد ایک اور حقیقت دیکھیں ۔

سنہ عیسوی کی پیدائش کے حساب سے حضورؐ 570 سنہ عیسوی میں پیدا ہوئے عیسیٰؑ کے بعد

سنہ عیسی کے حساب سے مہدی موعودؑ کی پیدائش 1443 سنہ عیسوی ہے ۔

1443 میں سے 570 نکالیں **873** بنتے ہیں ۔

اب حضور ﷺ کا سنہ وصال بہ لحاظ عیسوی 632 ہے ۔

مہدی موعودؑ کا سنہ وصال بہ لحاظ عیسوی 1505 ہے ۔

1505 میں سے 632 نکالیں **873** بنتے ہیں ۔

یہ 873 کا یکساں ہونا محض اتفاق نہیں ہے

بلکہ مہدی کی پیدائش بہ لحاظ ہجری 847 ہے۔

اس میں سے حضورﷺ کے ہجرت کے بعد کے 10 برس نکالدیں۔

باقی رہیں گے 837 یہ 8 + 7 + 3 یا پھر 837

ہی کیوں؟ یہ کامن نمبر کیوں؟ یہ مماثلت کیوں؟ کیا یہ نویں صدی ہجری کا پختہ ثبوت ہے جو میراں علیہ اسلام کا پیدائشی سال ہے۔اس صفحہ ۴۴۶ سے آگے ایک نقشہ کے جایزہ پیش کیا ہے اس میں تین تکون Triangle کے ذریعہ مکہ سے فرہ آرام گاہ مہدی اور جونپور کا احاطہ بند کیا ہے'اور مدینہ آرام گاہ نبیﷺ سے فراہ آرام گاہ مہدی اور جونپور کا احاطہ کیا ہے اور جونپور سے فراہ آرام گاہ مہدی نحف اشرف آرام گاہ حضرت علی جن کے اولادوں میں مہدی ہیں اور مدینہ منور آرام گاہ نبیﷺ کا احاطہ کیا ہے ان تینوں میں جو مسافت یا squre kilometer کا رقبہ ہے وہ 8500 یا کم زیادہ ہے۔

Makkah to Jaunpur
Romania
Croatia
Serbia
Italy
Rome
Bulgaria
Black Sea
Georgia
Caspian Sea
Uzbekistan
Kyrgyzstan
Tyrrhenian Sea
Greece
Istanbul
Azerbaijan
Turkey
Turkmenistan
Tajikistan
Beijing
Syria
Tunisia
Mediterranean Sea
Lebanon
Afghanistan
China
Iraq
Israel
Iran
Shanghai
Jordan
Pakistan
New Delhi
Libya
Egypt
Persian Gulf
Bhutan
Mecca
Oman
Bangladesh
Taiwan
India
Mumbai
Myanmar
(Burma)
Hong Kong
Red Sea
Laos
Niger
Sudan
Chad
Eritrea
Yemen
Thailand
Vietnam
Bengaluru
Bay of Bengal
Bangkok
Cambodia
Philippines
Gulf of Aden
Djibouti
Arabian Sea
Andaman Sea
Gulf of Thailand
Ethiopia
Central
African
Republic
South Sudan
Malaysia
Kuala Lumpur
Singapore
Somalia
Uganda
Kenya
South China Sea
Yellow Sea
East China Sea
Luzon
Palawan
Satellite
Measure distance
Click on the map to add to your path
Total area: 25,503.64 km² (9,847.01 mi²)
Total distance: 8,694.20 km (5,402.32 mi)

Measure distance
Click on the map to add to your path
Total area: 1,853,095.14 km² (715,484.03 mi²)
Total distance: 9,041.77 km (5,618.30 mi)
500.00 km
1,000.00 km
1,500.00 km
2,000.00 km
2,500.00 km
3,000.00 km
3,500.00 km
4,000.00 km
4,500.00 km
5,000.00 km
5,500.00 km
6,000.00 km
6,500.00 km
7,000.00 km
7,500.00 km
8,000.00 km
8,500.00 km
Adana
Cyprus
Syria
Lebanon
Beirut
Damascus
Jerusalem
Jordan
Israel
Cairo
Baghdad
Iraq
Tehran
Ashgabat
Iran
Kuwait
Persian Gulf
Bahrain
Qatar
Dubai
Riyadh
Medina
Red Sea
Muscat
Oman
Yemen
Sana'a
Eritrea
Kabul
Islamabad
JAMMU AND KASHMIR
HIMACHAL PRADESH
Lahore
PUNJAB
UTTARAKHAND
Pakistan
UTTAR PRADESH
Nepal
Kathmandu
RAJASTHAN
Jaipur
Karachi
BIHAR
JHARKHAND
WEST BENGAL
Kolkata
GUJARAT
Ahmedabad
India
Chhindwara
Surat
ODISHA
MAHARASHTRA
Mumbai
TELANGANA
Hyderabad
GOA
ANDHRA
SIKKIM
Satellite
Map data ©2019 Google, Mapa GISrael, ORION-ME India Terms Send feedback 500 km

Latitude
Najaf
Farah Afghan
Madina
Makka
Jaunpur UP India
North to south
measured in 90 degree
Makka ,Madina, Najaf, Farah and Jaunpur
all comes between 21 to 40 degree
Longitude
Place Latitude Longitude
Makka 21. 389082 39. 857910
Madina 40. 684549 -73.979065
Jaunpur 25. 754900 82. 687057
Najaf 32. 019550 44. 350349
Farah 32. 6071111 62. 671011
West to East
Total circle mesured in 180 degree
We need Hight of highland which is 90 degree
We dont need Distance of palce which is 180 degree
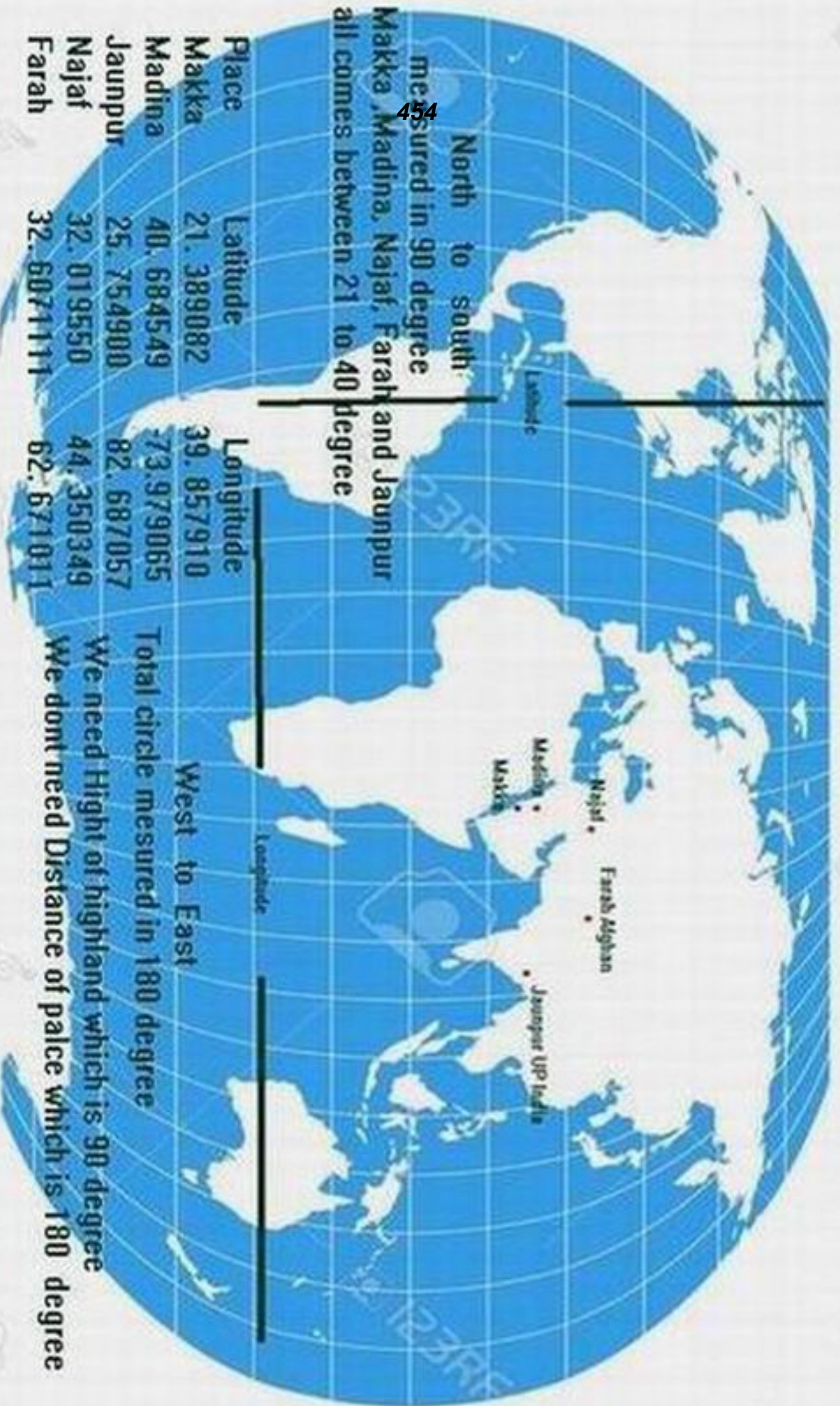
اسم اعظم اور مقطعات

اسم اعظم جیسا کوئی اسم تاریخ انسانیت میں نہیں معلوم ہے تو پھر؟ روایتوں میں جس' بلعم باعور' کا ذکر ہوا جسے اسم اعظم معلوم تھا' اسے کس ذریعہ سے کس وسیلے سے معلوم ہوا اس کا خلاصہ نہیں ہے ۔عموماً ایسی باتیں مذہبی علوم کا حصہ ہوتی ہیں' بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے نبی رسول کی صحبت یا کسی آسمانی کتاب سے بلعم باعور کو وہ معلوم ہوا ہوگا' اور بحیثیت انسان وہ نفس کے غلبے میں اس نے اس کا استعمال اللہ کی مرضی کے خلاف کیا ہو اور اللہ نے اس کے ذہن سے مٹا کر صاف کر دیا ۔اس طرح اسم اعظم کو اللہ کی کتاب یا اسکی آیات اور بیانوں میں ہی پایا جانا چاہیے' کیونکہ تنزیل کی گئی کتابیں ہی اللہ سے حصول علم کا ذریعہ ہیں ۔ ہم اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن پڑھتے وقت ہم بلا اشتباہ خود کو اپنے مالک یا خالق سے احکام سنتے اور گفتگو کرتے محسوس کر سکتے ہیں ۔جبکہ دنیا میں کروڑوں کتابیں ہیں انہیں پڑھتے ہوئے ہم مناظر واقعات ادب مکالمہ کی تزئین میں کھو تو جاتے ہیں مگر ادیب مصنف یا محرر سے ہمارا واسطہ نہیں ہوتا ۔یہ کلام اللہ کا اعجاز ہے جو ہمیں خدا سے قریب کر دیتا ہے' یہ کوئی مفروضہ نہیں ہے کئی غیر مسلموں نے اس کا اعتراف کیا ہے' جرمن شاعر گوئٹے کہتا ہے کہ ''جب بھی یہ کتاب قرآن میں پڑھتا ہوں میری روح اندر سے کانپتی ہوئی محسوس ہوتی ہے''۔مگر اس کے باوجود اسم اعظم کا جب جب ذکر ہوا اللہ کے رسولؐ نے اور ان کے صحابہؓ نے قرآن کریم کی چند مخصوصہ آیات کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ان میں 1) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم 2) سورۂ بقرہ کی آیت 163 ۔3) بقرہ (آیت الکرسی) کی آیت 255 ۔4) سورہ طٰہٰ آیت 90 ۔5) سورۂ حدید آیت نمبر 3 ۔6) سورۂ حشر آیات 24-22 ۔اور اور کچھ بزرگوں نے آیت لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ۔سورہ عمران کی پہلی آیت میں اسم اعظم کا ہونا بیان کیا ہے ۔اور کئی صحابہؓ نے قرآن کریم کے مقطعات میں اسم اعظم کا ہونا بیان کیا ہے ۔اور احادیث میں اسم اعظم کی طرف اشارہ کرنے والی آیتوں اور دعاؤں میں جو کلمات بیان ہیں ان میں سب سے زیادہ **لَا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ** ہے' اس کے علاوہ **اِلٰھُکُم اِلٰہٌ وَاحِدٌ ' اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّمْ ' یَا ذَاالْجَلَا وَ الْاِ کْرَامِ ' یا رحمن ' رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْم** کے الفاظ آئے ہیں۔

اسماء الحسنٰی کے تعلق سے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ علمائے اسلام کی کثیر تعداد نے ذکر و اذکار میں یا اللہ تعالی کی صفات کے بیانوں میں ان کا بڑی وضاحت اور صراحت کے ساتھ خلاصہ کیا ہے ۔ہمارا موضوع مقطعات و اسم اعظم ہے اس پر کم کام ہوا ہے ' مگر جو ہوا ہے اس میں خصوصی طور پر آج جو تحریریں اور باتیں سامنے آ رہی ہیں وہ بے بنیاد غیر تحقیقی ہیں' انہیں سننے یا پڑھنے سے ایک خلجان سا ہو جاتا ہے ۔انسانی فطرت ہے کہ کسی بھی بات کے اقرار انکار رد و قبول میں حد سے گزر جاتا ہے چاہے وہ آیات متشابہات ہوں مقطعہ یا تصدیق مہدی یا کوئی اور حقیقت ۔مثلاً احادیث میں کتا ایک نجس جانور ہے صدقتہ یا رسول اللہؐ۔ کتے کے سونگھ لینے سے کچھ لوگ ایسے بدک جاتے ہیں جیسے آگ کو چھو لیا' جبکہ حضورؐ نے کتے کو رکھوالی کے لئے بھی اجازت دی ہے ظاہر ہے اگر رکھوالی کریگا تو کبھی نہ کبھی اس کا چھو جانا یا سونگھ لینا ایک وقتی حقیقت ہے جیسا کہ پیشاب کے چھینٹوں کا غیر ارادۃً اڑ جانا ۔قرآن میں سورۂ

کہف حضوﷺ پر نازل ہوئی ہے جس میں ایک کتا عبادت گزاروں کے ساتھ غار میں چلا گیا اور وہ ان کے ساتھ قیامت تک اس میں محصور ہے اور انہیں کے ساتھ جنت میں جائے گا حضورؐ اس حقیقت سے واقف تھے اور طہارت و پاکیزگی کے اصول کے بطور کچھ باتیں بتائیں اب لوگوں نے اسے ایسا مسلہ بنا دیا کہ جہاں کتے کو دیکھا پتھر اٹھا کر مارنے دوڑے۔حضرت مہدیؑ موعودؑ کے دائرے میں ایک کتا بھائی کالو رہتا تھا۔اب لوگوں نے کچھ باتوں کو بہت زیادہ اپنالیا کچھ کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور آج امت کا ایک کثیر طبقہ اسی نہج پر خود کو مسلمان مومن یا کچھ اور سمجھتا ہے اور بہت ساری حقیقتیں جو دین میں فرض اور ضروری ہیں ان کی اندیکھی کی جاتی ہے مثلاً قرآن کی تعلیم اور دعوت کا معاوضہ لینا اور اہل علم و معرفت کا متاع دنیا جمع کرنا جہنم کی آگ پیٹ میں بھرنا ہے مگر پورے دھڑلے کے ساتھ نماز پڑھانے قرآن پڑھانے اور پیری مریدی کا معاوضہ وصول کیا جاتا ہے حلوے مانڈے کا انتظام اُمت کے افراد کو کرنا پڑتا ہے کیا یہ شرعاً جائز ہے؟۔حضوﷺ نے مہدیؑ کی بیعت کو ضروریات دین میں ہونا اس طرح بتایا کہ مہدیؑ اللہ کا خلیفہ ہے اب جہلاء کی بات کیا جو خود کو عالم فاضل سمجھتے ہیں انہوں نے بلا تحقیق انکار کیا ہے وہ بھی سنی سنائی باتوں پر کیونکہ ان کے علمی مقام انا اور خود داری پر لوگوں کو شک ہو جائے گا صرف شک کی بناء حقیقت کا انکار ہوتا ہے یہ روش انسانوں کی ابتداء سے ہے بلا تحقیق انکار کرنا۔

اب موضوع کی طرف آتے ہیں مُقطّع معنیٰ تراشہ ہوا چھانٹا ہوا قطع کیا ہوا۔قرآن مجید میں ایسے 14 چودہ الفاظ آئے ہیں جنہیں مقطعات یا فواتح (Openers) اور لوح قرآنی کہا جاتا ہے ،ایسے الفاظ لفظ یا کلمہ کی شکل میں لکھے جاتے ہیں' مگر پڑھے جاتے ہیں حَرف کی طرح' اس طرح الگ الگ پڑھے جانے والے حَرف کو حَرف بَحَرف کہا جاتا ہے۔کئی حروف کو ملا کر پڑھے جانے کو لفظ یا کلمہ کہا جاتا ہے' ان ہجا الفاظ کو مقطعہ کہتے ہیں جو قرآن مجید کی 29 انتیس سورتوں میں دہرائے گئے ہیں ۔ان الفاظ کے معنیٰ نہ احادیث سے معلوم ہیں نہ ہی ان الفاظ کا زبان عربی میں استعمال ہوتا ہے ۔لیکن !چند معتبر صحابہؓ نے ان کے بارے میں اپنی آراء ظاہر کی ہے کہ اس کا معنیٰ یا مطلب ایسا ہو سکتا ہے ۔جیسے کہ قرآن مجید کی دوسری سورۃ بقرہ کے شروع میں الٓـــمّ ہے ۔حضرت ابن عباسؓ نے اس کا مطلب اَنَـا اللّٰـهُ عَالَمُ ''میں ہی عالم کا رب ہوں'' بتایا ہے ۔اس کے علاوہ آپؓ نے :الف سے اللہ' لام سے جبرئیلؑ میم سے محمدؐ مراد ہیں کہا ,دوم :الف سے اللہ کی نعمتیں' لام سے اللہ کا لطف' میم سے اسکی مملکت و بادشاہت ہے ۔تیسرا :الف سے اللہ کے نام کی ابتداء ,لام سے لطیف' میم سے مجید مراد ہے ۔چوتھا اللہ نے اس قرآن کی قسم کھائی ہے کہ یہ کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے ۔اسی طرح الٓمّصٓ جو 7 ویں سورۂ مبارک الاعراف کے شروع میں ہے اس کا مطلب انَا اللّٰهُ افْضَلُ یا الْصَمَدْ بتایا' یا هـو المصور ' ''الٓرٰ '' اَنَـا اللّٰه' اریٰ 'میں اللہ دیکھ رہا ہوں ۔''الٓمّرٰ '' (میری طرف دیکھو' یا مجھے دیکھو یا میں دکھائی دیتا ہوں؟)۔ کٓھٰیٰعٓصٓ الکبیر' الھادی' العلی' الامین' الصادق یا الملک' اللہ' العزیز' الصمد ۔ طٰهٰ اے شخص یا اے انسان جیسا کہ یا رجل ۔طٰسٓـــمّ طا سے ذی الطّول' سین سے قدوس م الرحمٰن ۔مگر قرآن کے مقطعات میں اللہ تعالیٰ نے ان مخفف الفاظ میں اپنی ربوبیت جلال جمال قدرت وسعت اور اپنے رحمٰن و رحیم ہونے کا پیغام ایک مختلف پیرائے میں دیا ہے ۔حالانکہ سورۂ المایدہ میں اللہ

تعالیٰ نے بنی اسرائیل یا خصوصی طور پر نصاریٰ کو کھلے الفاظ میں یا صاف طور پر بہت ساری باتوں کو سمجھایا تھا اُس کے بعد بھی وہ نہ سمجھے یا سمجھنے کی کوشش کی :اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (۷۵) دیکھو کیسے ہم بیان کرتے ہیں ان کے لئے آیات (دلائل) پھر دیکھو کیسے اوندھے جا رہے ہیں۔اس کے سات صدیوں بعد میں ایک دوسرے پیرائے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت وجلال کا پیغام دیا ہے اور اب چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ایک کثیر تعداد کچھ حقیقتوں کو یا تو نا سمجھتی ہے یا جھٹلاتی ہے۔

14 مقطعات جو 29 سورتوں میں دہرائے گئے ہیں ان میں ایک مرتبہ آنے والے الٓمّٓصٓ ، كٓهٰيٰعٓصٓ ، طٰهٰ ، يٰسٓ ، صٓ ، قٓ ، نٓ ، الٓمّٓرٰ ، عٓسٓقٓ ، طٰسٓ 10 ہیں۔طسم 2 بار باقی الٓمّٓ 6 بار الٓرٰ 5 بار اور حٰمٓ ہی ایک ایسا مقطعہ ہے جو 7 بار آیا ہے اس کی خصوصیت یہ کہ عٓسٓقٓ کے ساتھ ایک بار ہے مگر اسے ایک الگ مقطعہ کے طور پر ہی الشوریٰ میں بیان کیا گیا ہے اگر عٓسٓقٓ کو حٰمٓ میں ملانا یا ادغام کرنا ہوتا تو اس سے پہلے دوبار اور بعد میں چار بار الگ بیان نہ ہوا ہوتا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الگ مقطع ہے۔اس طرح یہ 30 بن جاتے ہیں۔یہاں یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حٰمٓ کا 7 بار دہرایا جانا ایک الگ خصوصیت ہے معنی دوسرے مقطعات سے اس کا بیان الگ ہے۔کچھ لوگ حٰمٓ کو قرآن کی سب سے چھوٹی آیت مانتے ہیں۔مگر قرآن کی سب سے چھوٹی آیت سورۃ المدثر کی 21 ویں آیت ثُمَّ نَظَرَ (پھر دیکھا/پھر اس نے دیکھا) ہے اور سب سے بڑی آیت سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 282 ہے کہ جس میں قرض لین دین کرتے ہوئے لکھ لئے جانے کا حکم ہے۔مطلب یہ کہ قرآن احکام اور بیان سے ہی نہیں رموز اسرار سے بھرا ہے۔

مقطعات کے کچھ اہم پہلوؤں کو سمجھنے کے لئے یہاں اس جدول میں دئے گئے قرآن مجید کی ترتیب اور نزول قرآن کی ترتیب کو دیکھ لیں۔سب سے پہلی 1 سورۃ جو نازل ہوئی علق وہ قرآن میں 96 نمبر پر ہے اور سورۃ الرعد جس کا نزول 96 سورہ کے طور پر ہوا سے 13 ویں مقام پر ہے۔یہاں خصوصی توجہ دیں جو سورہ 96 نازل ہوا اسی کے مقام 96 پر پہلی نازل ہونے والی سورۃ کو رکھنا کیا معنی؟ مطلب صاف ہے کہ اللہ کے تقرب لقاء دیدار یا بصیرت کا معاملہ ہے وہ اللہ کے نزدیک ''اول مقام پر ہے'' یہی بات ہے کہ الرعد میں ''مجھے دیکھو'' کی جو بات ہے اسے نہ صرف قرآن کی ترتیب میں 13 نمبر پر رکھدیا اور پہلے نزول ہونے والی سورۃ کو اس کے مقام 96 پر رکھا۔ سوال یہ ہے کہ 96 اور 96 ہی کو کیوں ادل بدل کیا کسی اور سورۃ کو کیوں نہیں؟؟ وہ اس لئے کہ قرآن کی ترتیب علم ریاضی کے اُصول پر ہے یہ بات آگے بھی دیکھی جاسکتی ہے ہم نے جہاں تہاں اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔علم ریاضی میں Sequence, Even, Odd Numbers کا جو اُصول ہے وہ اسی پر مبنی ہے جیسے کہ: 1,2,3,4 اور 20,25,30,35 انہیں infinite sequence کہتے ہیں۔اور 1,3,5,7 کو finite sequence اور 4,3,2,1 کو backward sequence اسی طرح alphabatical sequence ہیں a,b,c,d,e اور ایک ascending sequence اس طرح ہوتا ہے.... 1+4=5 × 2=10,10+4=14 ,5 اور descending

14,11,8,5sequence یہ ترتیب ریاضی یا میتھامیاٹکس قرآن میں غیر محسوس انداز میں استعمال ہوا ہے۔

مقطعہ	تعداد	جن سورتوں میں آئے ہیں	جن میں مقطعہ نہیں
الٓمٓ	6	سورۃ البقرہ 2۔ آل عمران 3۔ عنکبوت 29۔ روم 30۔ لقمان 31۔ سجدہ 32۔	
الٓمٓصٓ	1	سورۃ الاعراف 7۔	
الٓرٰ	5	سورۃ یونس 10۔ ھود 11۔ یوسف 12۔ ابراھیم 14۔ الحجر 15۔	
الٓمٓرٰ	1	سورۃ الرعد 13۔	
کھیعص	1	سورۂ مریم 19۔	
طه	1	سورہ طٰہٰ 20۔	
طٰسٓمٓ	2	سورۃ الشعراء 26۔ القصص 28۔	
طٰسٓ	1	سورۃ النمل 27۔	
یٰسٓ	1	سورۃ یٰسین 36۔	
صٓ	1	سورۃ صٓ 38۔	
حٰمٓ	6	سورۃ المومن 40۔ حٰم سجدہ 41۔ الشوریٰ 42۔ الزخرف 43۔ الدخان 44۔ الجاثیہ 45۔ الاحقاف 46۔	
عٓسٓقٓ	1	سورہ الشوریٰ 42۔	
قٓ	1	سورہ قاف 50۔	
نٓ	1	سورہ القلم 68۔	
	29	کل سورتیں مقطعہ والی۔	

مقطعہ والی سورتوں کے درمیان بغیر مقطعہ سورتوں کا رکھا جانا ایک انوکھے انداز میں ہوا ہے۔

سورہ فاتحہ 1۔	اس کے بعد 2 مقطعہ	1
سورۃ النساء 4۔ المایدہ 5۔ الانعام 6۔	1	3
سورۃ الانفال 8۔ التوبہ 9۔	6	2
سورۃ النحل 16۔ اسراء 17۔ الکھف 18۔	2	3
سورۃ الانبیاء 21۔ الحج 22۔ المومنون 23۔ النور 24۔ الفرقان 25۔	7	5
سورۃ الحزاب 33۔ السباء 34۔ الفاطر 35۔	1	3

سورہ الصفات 37۔	1	1
سورۃ الزمر 39۔	7	1
سورۃ محمد 47۔الفتح 48۔الحجرات 49۔	1	3
سورۃ الذریات 51۔الطور 52۔النجم 53۔القمر 54۔الرحمٰن 55۔		
سورۃ واقعہ 56۔الحدید 57۔المجادلہ 58۔الحشر 59۔الممتحنہ 60۔		
سورۃ الصف 61۔الجمعہ 62۔المنافقون 63۔التغابن 64۔الطلاق 65۔		
سورۃ التحریم 66۔الملک 67۔	1	17
سورۃ الحاقہ 69۔المعارج 70۔نوح 71۔الجن 72۔المزمل 73۔		
سورۃ المدثر 74۔قیامہ 75۔الدھر 76۔مرسلات 77۔النباء 78۔		
سورۃ النازعات 79۔عبس 80۔التکویر 81۔انفطار 82۔مطففین 83۔		
سورۃ انشقاق 84۔بروج 85۔الطارق 86۔الاعلیٰ 87۔الغاشیہ 88۔		
سورۃ فجر 89۔البلد 90۔الشمس 91۔الیل 92۔الضحیٰ 93۔الم نشرح 94۔		
سورۃ التین 95۔العلق 96۔القدر 97۔بینہ 98۔الزلزال 99۔		
سورۃ العادیات 100۔القارعہ 101۔التکاثر 102۔العصر 103۔ھمزہ 104۔		
سورۃ الفیل 105۔القریش 106۔ماعون 107۔کوثر 108۔الکافرون 109۔		
سورۃ النصر 110۔لہب 111۔اخلاص 112۔فلق 113۔الناس 114۔		46
	29	85

یہاں دیکھیں 29مقطعہ والی سورتیں اور 85بغیر مقطعہ والی سورتیں ہیں ان مقطعہ والی سورتوں کے درمیان کل 39 سورہ بغیر مقطعہ کے اور بعد میں 46 ہیں اس طرح کل 85بغیر مقطعہ کی سورتیں قرآن میں ہیں ۔اور ساری 29مقطعہ والی سورتیں 29جز یا پارہ میں ہی ہیں جس کی تقسیم بعد میں ہوئی ہے۔یہ ایک ایسا معمہ ہے جس پر غور کرنا چاہئے۔اس کو سمجھنے کے لئے ہم نے ایک جدول پیش کیا ہے اس میں غور کریں۔

یہ قرآن کے کلام و بیان کی ایسی وضاحتیں ہیں جس پر غور کرنے کی اللہ تعالیٰ نے دعوت دی ہے۔مثلاً زمین پر پہاڑوں کا میخیں بنانا' آسمان کو بغیر ستون کے قایم رکھنا' دو دریاؤں کا آپس میں نہ ملنا جن میں ایک کھارے پانی کا ہے ایک میٹھے پانی کا' آسمانوں میں ستاروں سیاروں کا نہ ٹکرانا اور اپنی اپنی حدود میں گردش کرتے رہنا۔دن رات کا بدلتے رہنا' آسمان کا قایم کرنا

'جنت اور جہنم کا الگ الگ کیفیات میں ہونا قرآن نے ایسی مثالیں بہت دی ہیں اور اللہ کا دیکھنا اور اللہ کو دیکھا جانا ۔ان باتوں کو الگ الگ مقطعات والی دسوتوں میں خوب محسوس کیا جا سکتا ہے ۔

قرآن مجید ایک واحد ایسا کلام اور کتاب ہے جس کی ایک آیت دوسری آیت کی تمثیل بنتی ہے 'جس سے اس میں ندرت اور نکات کی ایک غیر محسوس لہریں چلتی رہتی ہیں اس کا بیان کرنے والا اور سننے والا' لکھنے والا اور پڑھنے والا نور و وحدت کے سیل رواں میں بہتا چلا جاتا ہے اور لگتا ہے کہ اس کا وجود پگھلنے لگا ہے

آگے اس کی ترتیب دیکھیں

سورہ بقرہ 87 نازل ہوا مگر 2 دوسرے مقام پر ہے جس میں الٓمٓ ہے اور 2 دوسرا سورہ القلم نازل ہوا تھا اس میں نٓ ہے جو 68 ویں مقام پر قرآن میں ہے اس طرح 1 مقطع 29 نا

عمران 89 ----	3 تیسرے	---------	الٓمٓ ---	34 واں سورہ قٓ	---do--	قٓ --	50 ---	------	------	2 --- 28 .
الاعراف 39 ---	7 ساتویں	---------	الٓمٓصٓ ---	38 واں سورہ صٓ	--- do --	صٓ --	38 ---	-------	------	3 -- 20 --
یونس 51 ---	10 دسویں	--------	الٓرٰ ---	39 واں سورہ الاعراف	---do --	الٓمٓصٓ --	7 ---	-------	------	4 --- 3 ---
ھود 52 ---	11 گیارھواں	--------	الٓرٰ ---	41 واں سورہ یٰسٓ	-- do --	یٰسٓ --	41 ---	------	------	5 --- 19--
یوسف 53 ---	12 بارھویں	--------	الٓرٰ ---	44 واں سورہ مریم	--- do --	کٓھٰیٰعٓصٓ --	19 ---	------	------	6 --- 10 ---
الرعد 96 ---	13 تیرھواں	-------	الٓمٓرٰ ---	45 ------- طٰہٰ	-- do --	طٰہٰ --	20 ---	------	------	7 ---- 11 ---
ابراہیم 72 ---	14 چودھواں	-------	الٓرٰ ---	48 ------ النمل	-- do --	طٰسٓ --	27 ---	------	------	9 --- 13 ---
الحجر 54 ---	15 پندرھواں	-------	الٓرٰ ---	47 ------ الشعراء	-- do --	طٰسٓمٓ --	26 ---	------	------	8 -- 12--
مریم 44 ---	19 انیسواں	-------	کٓھٰیٰعٓصٓ --	49 ------ القصص	-- do --	طٰسٓمٓ --	28 ---	------	------	10 --- 14 ---
طٰہٰ 45 ---	20 بیسواں	-------	طٰہٰ ---	51 ------ النمل	-- do --	الٓرٰ --	10 ---	------	------	11 --- 4 ---
الشعراء 47 ---	26 چھبیسواں	-------	طٰسٓمٓ ---	52 ------ ھود	-- do --	الٓرٰ --	11 ---	------	------	12--- 5 ---
النمل 48 ---	27 ستائیسواں	-------	طٰسٓ ---	53 ------ یوسف	-- do --	الٓرٰ --	12 ---	------	------	13 --- 6 ---
القصص 49 ---	28 اٹھائیسواں	-------	طٰسٓمٓ ---	54 ------ الحجر	-- do --	الٓرٰ --	15 ---	------	------	14 --- 9 ---
عنکبوت 85 ---	29 انتیسواں	-------	الٓمٓ ---	57 ------ لقمان	-- do --	الٓمٓ --	31 ---	------	------	15 --- 17 ---
الروم 84 ---	30 تیسواں	-------	الٓمٓ ---	60 ------ المومن	-- do --	حٰمٓ --	40 ---	------	------	16 --- 21 ---
لقمان 57 ---	31 اکتیسواں	------	الٓمٓ-----	61 ---- حم سجدہ	-- do --	حٰمٓ --	41 ---	------	------	17 --- 22 ---

السجدہ	32	سورہ نازل ہوا 75 پچھترواں	الٓمٓ	62	الشوریٰ	do	حٰمٓ عٓسٓقٓ	42	18	23
یٰسٓ	36	41 اکتالیسواں	یٰسٓ	63	الزخرف	do	حٰمٓ	43	19	24
صٓ	38	38 اڑتیسواں	صٓ	64	الدخان	do	حٰمٓ	44	20	25
المومن	40	60 ساٹھواں	حٰمٓ	65	الجاثیہ	do	حٰمٓ	45	21	26
حٰمٓ السجدہ	41	61 اکسٹھواں	حٰمٓ	66	الاحقاف	do	حٰمٓ	46	22	27
الشوریٰ	42	62 باسٹھویں مقام پر ہے	حٰمٓ عٓسٓقٓ	72	ابراھیم	do	الٓرٰ	14	23	8
الزخرف	43	63 ترسٹھواں	حٰمٓ	75	السجدہ	do	الٓمٓ	32	24	18
الدخان	44	64 چوسٹھواں	حٰمٓ	84	الروم	do	الٓمٓ	30	25	16
الجاثیہ	45	65 پینسٹھواں	حٰمٓ	85	عنکبوت	do	الٓمٓ	85	26	15
الاحقاف	46	66 چھیاسٹھواں	حٰمٓ	87	بقرہ	do	الٓمٓ	2	27	2
قٓ	50	34 چونتیسواں	قٓ	89	آلعمران	do	الٓمٓ	3	28	3
نٓ	68	01 پہلا	نٓ	96	الرعد	do	الٓمٓرٰ	13	29	7

اس جدول کو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح سورتوں کو نزول کے لحاظ سے نہ ہو کر ترتیب میں آگے پیچھے رکھا گیا اسی طرح مقطعات کی ترتیب خود بخود بدل گئی۔ مگر کچھ مقطعات کی ترتیب وہی رہی جو نزول کے وقت تھی اور ان میں خصوصی طور پر الٓرٰ الٓمٓ کی ترتیب کچھ آگے پیچھے ہوئی لیکن حٰمٓ کی ترتیب میں سرمو فرق نہیں ہوا۔

یہاں دیکھیں کہ پہلے ن کا نزول ہوا درمیان میں دوسرے مقطع ہیں آخر میں الٓمٓرٰ ہے۔ سورۂ القلم جسمیں میں پہلا مقطعہ ''نون'' ہے نزول کے لحاظ سے دوسری 2 مکی سورہ ہے اس کی ابتداء قلم یعنی علم سے ہوئی ہے اور سورۂ الرعد نزول کے لحاظ سے 96 اور مدنی سورہ ہے جس میں آخری مقطعہ الٓمٓرٰ اور ایک سجدہ نازل ہوا ہے اس میں کسی نبی رسول کا قوموں کا بیان نہیں ہے صرف اللہ کی قدرت میں غور وخوص کا بیان ہے ۔ہم دیکھ سکتے ہیں کہ قرآن کی فہرست کی ترتیب میں جو سلسلہ وار سورتیں ہیں 'دراصل نزول قرآن کا جو سلسلہ تھا اُس سے مختلف ہیں ۔یعنی قرآن کے نزول کی پہلی سورہ علق ہے اور دوسری القلم اس کا مقطعہ نٓ ہے جبکہ انہیں بعد میں فہرست میں رکھا گیا' اور جو بقرہ 87 سورہ کے طور پر نزول ہوا جس کا مقطعہ الٓمٓ اور عمران 89 کا الٓمٓ ہے انہیں 2 اور 3 پر رکھا گیا' یہ لوح محفوظ کی ترتیب ہے ۔جب سورتوں کی فہرست بدل گئی تو مقطعہ کی ترتیب بھی بدل گئی ۔لیکن! لیکن! حیران کرنے والی حقیقت یہ کہ واحد مقطعات اور مکرّر دہرائے گئے مقطعات میں فرق یہ کہ الٓمٓ ' الٓرٰ کچھ حد تک اور حٰمٓ والی سورتوں کی تنزیل اور ترتیب میں فرق یا الٹ پھیر بالکل نہیں ہے ۔یعنی جس طرح ایک کے بعد ایک دوسری سورہ نازل ہوئی اسی طرح انہیں اُسی آرڈر میں رکھا گیا ہے ۔جبکہ بغیر مقطع والی سورتوں میں یہ آرڈر یا ترتیب نہیں ہے ۔صرف 3 سورتیں ایسی ہیں جنہیں جوں کا توں برقرار رکھا گیا ہے وہ ہیں صٓ 38 واں سورہ جس کا نزول بھی 38 ہی ہے نوح اس کا نزول 71 اور ترتیب میں بھی 71 **انفطار** سورہ 82 اور نزول بھی 82 ہوا ہے ۔مطلب یہ کہ یہ تینوں سورتوں کا نزول جس طرح ہوا اسی طرح رکھا گیا ہے ۔یہاں غور سے دیکھیں بعد ابتدائے وحی نزول کی 38 ویں سورۃ ص ہے' اور سورۂ انفطار 82 اس کے بعد 32 سورہ ہیں اور ختم قرآن ! درمیان میں سورہ نوح 71 اب اس کی تقسیم دیکھنا! پہلی 38 سورہ بعد میں 32 سورہ جہاں کے سورتوں کو جوں کا توں رکھا گیا ہے انہیں ترتیب میں بدلا نہیں گیا انہیں جمع کرنے پر 70 ہوتے ہیں ۔اور سورہ نوح 71 ہے ۔اس نوح 71 سے پہلے نزول ہونے والی حٰمٓ مقطعہ والی سورتوں کی الٹی گنتی یوں ہے 66'65'64'63'62'61'60 ۔اب ہم ان 32+38 والی جمع 70 کو قرآن مجید کی 114 سورتوں میں سے منہا (Minus) کرتے ہیں تو بچے 44 یہاں دیکھے سورۃ المومن سے جاثیہ کی گنتی بالکل سیدھی ترتیب میں ہے 46'45'44'43'42'41'40 یہ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بات دوسرے مقطعات کے سلسلے یا ترتیب میں نہیں ہے ۔باقی کی ساری سورتیں جو خصوصاً غیر مقطعہ ہیں وہ ادھر اُدھر رکھی ہیں ان میں وہ ترتیب نہیں ہے جو نزول قرآن کی ہے یا انہیں بھی اُسی آرڈر میں رکھا گیا ہو ۔یہ بات مقطعہ والی سورتوں کو یا دوسرے معنوں میں ''مقطعات'' کو مخصوص اور بامعنی بناتی ہیں کہ بات کچھ اور ہے ۔ایسی ہی خصوصیت اسماء الحسنٰی کی ہے جو تمام قرآن میں آئے ہیں مگر سورہ حشر 59 ایسی سورۃ ہے جس میں آخری دو آیات میں لگاتار 14 اسماء آئے ہیں اگر اس میں ھو اور اللہ شامل کرلیں جو اسی میں ہیں تو یہ 16 ہوئے' اس کے علاوہ بھی اس سورہ میں آیت 10 میں رَؤُف" اور 18 میں خَبِیْــر" دو اسم ہیں ان کو بھی شامل کریں تو اس سورۃ میں کل 18 اسماء ہوئے ۔اور بسم اللہ کے حروف کے عدد کی گنتی 786 ہے اس کا حاصل 21 ہی ہے اور اتنے زیادہ اسماء کسی اور سورۃ میں نہیں ہیں یہ بات سورہ حشر کو مخصوص بناتی

ہے اور سورہ مجادلہ 58 کی ہر آیت میں اسم "اللہ" آیا ہے۔ایسی خصوصیات قرآن میں بہت ہیں جو غور و خوص پر انسان کو متوجہ کرتی ہیں ایسا ہی معاملہ "مقطعات" کا ہے۔شروع میں ہم نے جس یکساں number Even اور طاق Number Odd کا ذکر کیا ہے اسے یہاں اور آگے بار بار دیکھا جا سکتا ہے۔

سورۃ	نزول	ترتیب	نزول	مقطعہ قرآن میں
المؤمن	40 حٰمٓ	60 --- المومن -- do -- حٰمٓ - 40 --	------	21 ----- 16
حٰم السجدہ	41 حٰمٓ	61 --- حم سجدہ -- do -- حٰمٓ	41 -- ------	22 ---- 17
الشوریٰ	42 حٰمٓ عٓسٓقٓ	62 --- الشور -- do-حٰمٓ عٓسٓقٓ	42 -- -----	23 ----- 18
الزخرف	43 حٰمٓ	63 --- الزخرف -- do -- حٰمٓ -- 43 --	------	24 ------ 19
الدخان	44 حٰمٓ	64 --- الدخان -- do -- حٰمٓ -- 44 --	------	25 ----- 20
الجاثیہ	45 حٰمٓ	65 --- الجاثیہ -- do -- حٰمٓ -- 45 --	----	26 ------ 21
الاحقاف	46 حٰمٓ	66 --- الاحقاف -- do -- حٰمٓ -- 46 --	-----	27 ----- 22

یہاں دیکھیں 60 سے 66 تک سورہ کی تنزیل جس آرڈر یا ترتیب میں ہے قرآن میں اسی ترتیب میں 40 سے 46 تک سورتوں کو ترتیب میں رکھا گیا ہے یہاں تک کہ اس میں 1 اور 6 کی سلسلے کو بھی برقرار رکھا گیا ہے۔یعنی یہ Even order میں ہیں۔ہمیں پورا یقین ہے کہ قرآن جمع کرتے وقت ایسا حساب کتاب ریاضی کا علم جزیرہ عرب میں نہیں تھا۔حٰمٓ واحد مقطع ہے جو نزول میں بھی سلسلہ وار ہے اور قرآن کی ترتیب میں بھی اگر ہم سورہ الشوریٰ کے عٓسٓقٓ کو دیکھیں کہ یہ کیوں درمیان میں ہے تو ہمیں تخلیق کائنات کی روایتوں اور بیانوں میں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جو عرش و کرسی پر متمکن ہے اس کی قدرت عرش کو بھی گھیرے ہوئے ہے کیونکہ عرش و کرسی بعد میں ہوئی تخلیق کے پہلے اس کا تخت ہوا اور پانی پر تھا یہ روایتیں کہتی ہیں۔اب اس کو یوں دیکھیں حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ آگے تین اور بعد میں تین درمیان میں عٓسٓقٓ حٰمٓ ہیں معلوم ہوا کہ حٰمٓ یعنی رحمٰن و رحیم تخلیق کائنات کے متعارف ہے پہلے "وہ یعنی ھُوَ تھا" اس کی عظمت عرش و کرسی سے بھی پہلے کی ہے۔جو طٰسٓمٓ طٰسٓ زمین سے آسمان مشرق سے مغرب شمال سے جنوب کا مالک ہے یہ اسی کی ملکیت ہے بعد میں اپنے اوصاف حمیدہ ص المص کھیعص یس بن کر ظہور کیا۔طٰہٰ یس مظہر خداوندی محمد ﷺ کے ذریعہ اپنی صفات میں ظاہر ہے۔جو ص المص بے نیاز اور افضل ہے۔اب اس کے بعد والی حقیقت ہمارے یقین کو پختہ بنائے گی

نزول کا سلسلہ	قرآن کی ترتیب
نٓ قٓ صٓ الٓمّٓصٓ یٰسٓ	الٓمّٓ الٓمّٓصٓ الٓرٰ الٓمّٓرٰ

کٓھٰیٰعٓصٓ طٰہٰ طٰسٓمٓ طٰسٓ ---صفات-- کٓھٰیٰعٓصٓ طٰہٰ طٰسٓمٓ طٰسٓ

الٓرٰ حٰمٓ عٓسٓقٓ الٓمٓ الٓمٓرٰ یٰسٓ صٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ قٓ نٓ

تخلیق کلائنات یا تخلیق آدم سے پہلے بھی اس کا ظہور ذات حق میں ہے اور بعد میں بھی ذات حق میں ہی ہے۔صفات کا ظہور تخلیق مخلوقات کے لئے ہے۔پہلے بھی بے نیاز ہے اور بعد میں بھی بے نیاز ہے۔قرآن کے نزول اور ترتیب میں صاف واضح ہے مخلوقات یا صفات میں اس کا ظہور صرف کُنتُ کَنزًا مَخفِیاً میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا کے لئے ہوا ہے۔

حٰمٓ کی سورتیں نزول کے اعتبار سے 60 سے 66 تک نازل ہوئیں لیکن انہیں ترتیب قرآن میں 40 سے 46 تک رکھا گیا یعنی آگے رکھا گیا ہے ان سورتوں کے بالکل بعد سورہ محمدؐ جس کا نزول 95 ہے اسے رکھا گیا 47 پر 48 پر سورہ فتح جس کا نزول 111 ہے اس کے بعد سورۃ الحجرات جس کا نزول 106 اور ترتیب قرآن میں 49 ہے ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ان سورتوں کی ایسی ترتیب کیوں ہے؟ اس کے لئے ہم سورہ محمدؐ سورہ فتح اور سورہ حجرات کو بغور پڑھیں تو جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ ہے اللہ تعالی کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کی عظمت دیکھیں سورہ محمد آیت 2 بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ جو اتارا گیا ہے محمدؐ پر وہی حق اپنے رب کی طرف سے۔سورہ فتح آیت 29 مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔سورہ الحجرات آیت 2 یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی (کریم ﷺ) کی آواز سے اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو (اس بے ادبی سے) کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر نہ ہو۔بتانے کا مطلب یہ ہے کہ حٰمٓ حمد باری تعالی یا عظمت باری تعالی جیسے الحمد لله رب العالمین' الرحمن الرحیم حَیٌّ قَیُّوْمٌ کی بزرگی جتانے کے بعد اللہ کے رسول محمد ﷺ کے مقام و مرتبہ بتانے کی سورتیں رکھی گئی ہیں یہ لوح محفوظ کی ترتیب ہے ایسی ہی ترتیب مہدی موعودؑ کے دعوی کی شہادت کی بھی ہے۔پہلے حٰمٓ کی سات 7 سورتوں ایک کے بعد ایک رکھا جانا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس کے بعد 1 سورہ محمدؐ کا رکھا جانا مُحَمَّدٌ الرَّسُوْ لُ اللّٰهِ کیا اللہ اور رسول ﷺ کی گواہی و شہادت کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔حالانکہ حٰمٓ والی سورتوں کا نزول 60-66 کے مکہ مکرمہ میں ہوا ہے۔جبکہ سورہ محمد کا نزول مدینہ منورہ میں 95 سورہ کے بطور رہوا ہے اس طرح مکہ مکرمہ اور مدینۃ النبی کی اہمیت بھی ظاہر ہو جاتی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی شہادت بھی پوری ہو جاتی ہے۔

ان سورتوں کی ترتیب کے علاوہ جز یا سیپارے جو بالکل بہت بعد میں بنے ان میں اگر دیکھیں تو یہ حقیقت صاف نظر آتی ہے کہ بڑی سورتیں السبع الطّوال کے بعد کی درمیانی سورتیں جو لگ بھگ سورہ روم سے شروع ہوتی ہیں وہ پارہ یا جز 21 اتل مااوحی سے شروع ہو کر پارہ عم میں المرسلٰت' تبارک الذی تک ہیں ان میں تقریباً 48 سورۃ ایسی ہیں جن میں اللہ تعالی کی

عظمت ربوبیت برتری بزرگی اور شان کا بیان ذیادہ ہوا ہے اس کے 30 ویں پارہ عم کے بعد 37 میں سے دس 10 یا گیارہ 11 سورتیں چھوڑ دیں تو باقی کی چھبیس ستائیں سورتوں میں جہنم عذاب قہر وغصب کا بیان ہوا ہے۔ بتانا یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی صفت ''رحمٰن ورحیم'' ہونا درمیان میں یعنی بالکل میزان پر رکھا ہے اور اس کے بعد حضور ﷺ کا مقام مرتبہ اور ادب ہے۔

الٓمٓ ابتداء کی جس بقرہ اور عمران سورہ میں ہے وہ ''مدنی'' سورتیں ہیں' جن کا نزول 89'87 سورتوں کے طور پر ہوا ہے انہیں 2 اور 3 اور سورہ الروم اور عنکبوت جن کا نزول 84'85 ہوا انہیں 29'30 پر اور سورہ سجدہ جس کا نزول 75 سورہ کے ہوا ہے اسے بعد میں 32 پر رکھا گیا جن میں الٓـــــمٓ ہے۔ آگے بتائے گے جدول کے دوسرے حصے کی طرح' اگر مقطعات کو بنیاد بنا کر سورتوں کی ترتیب کی جاتی تو یقینًا اس طرح نہ ہوتا جیسے ذیل میں ہوا ہے مگر یہ 75'84'85'87'89 جیسا اس کا نزول ہوا ہے ویسا سلسلہ ترتیب نہ ہو کر 87'89'84'85'75 ہوا ہے۔ مگر جب ہم ان سورتوں کے ابتدایہ آیات میں دیکھتے ہیں تو بیان قرآن کا ایک سلسلہ اس میں ہے وہ یہ کہ اس میں قرآن مجید کے اللہ کے معبود برحق کی کتاب ہونے اور اپنے رسول پر نازل کئے جانے دوسرے آسمانی کتابوں کی تصدیق اور غیب پر ایمان کی بات ہے ان تینوں سورتوں کے شروع میں ہے۔ سورہ بقرہ 2 اور عمران 3 کے بعد عنکبوت روم اور سجدہ قرآن میں 28'27 اور 30 سورتوں کے بعد آئے ہیں یعنی ان سورتوں کی کڑی درمیان میں دور ہے۔ اس کے باوجود ان کی ابتداء کی آیات میں یکسانیت ہونے کی وجہ سورہ سجدہ' عنکبوت اور سورۂ روم کا مکی ہونے کے باوجود سورہ بقرہ اور آل عمران مدنی سورتوں سے ان کا تسلسل ہے۔ یعنی یہ سورتیں ایک بعد ایک ہیں ان میں 3 سورتیں ہجرت کے پہلے کی ہیں اور 2 دو ہجرت کے بعد کی ہیں۔ مطلب یہ کہ وحی الٰہی کے نزول اور احکام کا طریقہ کار اور سلسلہ وار نازل ہونا اُمت کی تعلیم وتربیت کے اعلی معیار کی مثال ہے۔ مثلاً ملک ہندوستان میں ICSE اور CBSE ہائی اسکول کی تعلیم کا نظام آج رائج ہے یہ نظام سارے ملک کے علاوہ غیر ممالک میں جو سفارت خانے ہوتے ہیں اور غیر ممالک میں جو ہندوستانی ہوتے ہیں ان کی تعلیم اور تربیت میں کسی قسم کی پریشانی رکاوٹ نہ آئے اُسے ترتیب دیا گیا ہے ساری دنیا میں جہاں بھی ہندوستانی ہوں وہ ایک ہی قسم کے اسباق ایک ہی وقت میں اپنا امتحان دے سکیں۔ اور ان کے تعلیمی سلسلے میں کوئی وقفہ یا تضاد نہ آئے۔ قرآن نے یہ انتظام ساری دنیا کے لوگوں کے لئے پہلے کر دیا کہ جہاں کہیں قرآن کا پیعام پہنچے اس کی تربیت کا معیار ایک جیسا ہو۔ اس لے ان سورتوں میں وقفہ کے ساتھ احکام کو دہرایا گیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر ایک واضح فرق یہ ہے کہ بقرا اور عمران ''مدنی'' سورتیں ہیں جن کے بیان کو مکی سورتوں سے الگ رکھا درمیان مکی ومدنی سورتوں کے بعد۔ جیسا کہ ہم نے کہا قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جو ہر مخلوق شے اور علوم کا خالق ہے۔ ہزاروں سالوں کی انسانی ترقی وعلم کے بعد انسانوں نے علم ریاضی یا Mathematics کے جو اصول وطریقے بنائے ہیں قرآن میں وہ چودھ سو سال پہلے استعمال ہو چکے ہیں۔ آج نمبر سیریز اور اسٹیٹکٹ Statistics علم ریاضی کی ایک الگ شاخیں ہیں مثلاً یہاں اس sequence کو دیکھیں 5-9-13-17 اس میں 4 کے عدد کا اضافہ ہے۔ اسی طرح 25'21'15'9 اس میں عدد 6 کی

تفریق یا کمی ہے اسی طرح 4-12-36 ان کو 3 کے عدد سے دگنا کریں تو نتیجہ یہ ہوگا 3×4=12 ' 3×12=36 ' 3×36=108 ۔قرآن میں کچھ اسی طریقے سے سورتوں کی ترتیب خصوصاً مقطعات کی تو ایسی ہی درجہ بندی کی گئی ہے ۔اسے پہلے واحد نازل ہونے والے مقطع کے سلسلے میں دیکھیں نٓ قٓ صٓ الٓمٓصٓ یس کھیعص طه طسم طس طسم الر الر الر الر حم حم حم عسق حم حم حم حم الم الر الم الم الم الم الم المر اُوپر بیان کردہ ریاضی کی ترتیب میں جس طرح پیش بندی ہے وہ یہاں دیکھی جا سکتی ہے۔ پہلے نٓ اور قٓ کے درمیان 32 سورتوں کا فاصلہ ہے اس کے بعد ص المص کے درمیان 3 سورتوں کا فاصلہ ہے اس طرح ہر مقطع کے درمیان کہیں تسلسل کہیں فاصلہ ہے مگر حمٓ والی سورتوں میں فاصلہ نہیں تسلسل نزول کے وقت میں بھی ہے اور قرآن کے جمع کرنے یا تشکیل کے وقت میں بھی ہے۔

مقطعات کے نزول کی ترتیب اسطرح سے بھی دیکھ لیتے ہیں:-

1) نٓ قٓ صٓ الٓمٓصٓ یس کھیعص۔ یہاں ہر مقطعہ مختلف حرف سے شروع مگر الٓمٓصٓ الٓمٓ صٓ ملکر بنا ہے
2) طه طسم طس اس کے بعد جو سورہ نازل ہوئے وہ پہلے حرف ط سے شروع ہیں
3) الر الر الر الر اس کے بعد الف لام شروع ہوئے
4) حم حم حم عسق حم حم حم حم اس کے بعد ح اور م کے حروف آئے
5) الم الر الم الم الم الم الم المر اس کے بعد تمام حروف الف لام شروع ہیں
اس سے پہلے المص ' الف لام ہے جو چوتھا نازل ہونے والا مقطعہ ہے

اور انہیں ذیل کے گروہ پہ میں دیکھیں تو بھی اس کے ایک الگ خصوصیت نظر آتی ہے۔

1) الٓمٓ 2) حٰمٓ 3) الٓرٰ الٓمٓرٰ 4) کٓھٰیٰعٓصٓ الٓمٓصٓ صٓ 5) طٰسٓمٓ طٰسٓ طٰهٰ 6) یٰسٓ عٓسٓقٓ 7) نٓ قٓ اس طرح یہ سات حصہ بنتے ہیں ۔اس طرح ان 28 سورتوں کی ایک الگ خصوصیت بنے گی جن میں یہ مقطعات آئے ہیں ۔اور مقطعات اُن تمام سورتوں میں ہیں جنھیں السبع الطّوال کہتے ہیں یعنی بڑی سورتیں ۔قرآن میں یہ تقسیم صاف دکھائی دیتی ہے بڑی سورتیں' درمیانی سورتیں اور چھوٹی سورتیں ۔جو نبوت کے ابتداء میں چھوٹی سورتیں نازل ہوئیں درمیان میں درمیانی اور بعد میں یا آخر میں بڑی اور طویل سورتیں نازل ہوئیں۔

یہ سب تو ٹھیک ہے اس میں فرق کیا ہے؟ فرق یہ ہے کہ ابتدائے نبوت میں حالات قبولیت دین کیلئے جس طرح غیر مستحکم تھے خبردار کرنے یا ڈرانے کے لئے مختلف اقسام کی نداء آتی رہی جب آہستہ آہستہ دین پھیلنے لگا تو اس نداء یا اعلان میں یکسانیت ٹھہراؤ اور سکون کا انداز اپنایا گیا۔ تبھی تو مکہ مکرمہ میں جہاں پر 14 میں سے 11 مقطعہ بھی نازل ہوئے 14 میں 12 سجدے نازل ہوئے

اور 86 سورتیں نازل ہوئیں اور واقعہ معراج ظہور پذیر ہوا۔ حالات واقعات سے لگتا ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد راحت وسکون کا دور ہے مگر اس کی بنیاد مکہ مکرمہ میں ڈالی جاچکی تھی۔ کفار ومشرکین کو بتا دیا گیا کہ تمہاری مخالفت واحتجاج عارضی ہے ایسے نامساعدہ حالات میں بھی اسلام دن بدن مستحکم ہو چکا تھا۔ پہلی بار سورۂ ابراہیم کی پانچویں آیت میں جو مکی سورہ اور نزول کی 72 ویں ہے اس میں حضرت موسیٰ کے حوالے سے حضورﷺ کو بتایا گیا کہ "بیشک ہم نے موسیٰ کو بھیجا اپنی نشانیوں کے ساتھ (انہیں حکم دیا) کہ نکالو اپنی قوم کو (گمراہی کے) اندھیروں سے نور (ہدایت) کی طرف اور یاد دلاؤ انہیں اللہ تعالیٰ کے دن یقیناً اس میں نشانیاں ہیں بہت صبر کرنے والے شکر گزاروں کے لئے......" اس سلسلے میں یہ روایت بہت کچھ بتاتی ہے "امام مردویہؒ حضرت عبداللہ بن سلمہ عن علی یا الزبیر کے طریق سے روایت کیا ہے: رسول اللہﷺ ہمیں خطاب فرماتے تھے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلاتے تھے حتیٰ کہ یہ چیز آپؐ کے چہرے سے (ہم) پہچان لیتے تھے (کہ آپ کفار ومشرکین کی ایذا رسانیوں سے خود اور ایمان قبول کرنے والوں کی طرف سے کس قدر پریشان ہیں) گویا آپؐ لوگوں کو کسی امر کا صبح شام وعظ فرماتے۔ اور جب جبرئیل کے ساتھ ملاقاتوں کا ابتدائی دور تھا تو آپؐ ہنستے نہیں تھے حتیٰ کے وہ چلے جاتے تھے۔ جیسا کہ بتا گیا انتہائی پریشان کن حالات میں اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کو بتا دیا کہ اب پریشانی کے دن گنے چنے رہ گئے ہیں۔ کیونکہ سورہ ابراہیم کے بعد مکہ میں صرف 14 سورتیں ہی نازل ہوئیں اس کے بعد ہجرت کا حکم ہوا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حضورﷺ کو ہجرت سے ایک سال یا کچھ عرصہ پہلے سورہ ابراہیم کی پانچویں 5 آیت میں بتا دیا گیا کہ ہجرت کی تیاری کریں جیسا کہ موسیٰ کو کہا گیا اپنی قوم کو نکالو اندھیرے سے۔ سورہ ابراہیم کے بعد 14 سوہ نازل ہوئے ان میں قرآن میں کوئی حکم نہیں کے ہجرت کرو یا کفار ومشرکین کے ڈر سے بھاگ جاؤ بلکہ یہ بالکل ایسا ہے کہ جیسے سورہ برات یعنی توبہ نازل کی تو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے شروع نہ کرنا کیونکہ اس میں اللہ نے غضب کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح ان چودہ سورتوں میں ہجرت کا حکم نہیں ہے ہاں البتہ! جبرئیل امین کے ذریعہ اجازت دی کے ہجرت کرواور! قیام مدینہ میں ایک عرصہ بعد جب سورہ انفال نازل کی تو اس کی 30 ویں آیت میں فرمایا کہ کفار مشرکین تدبیریں کررہے تھے سو اللہ تعالیٰ بھی ان سے تدبیریں کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ بہتر تدبیر کرنے والا ہے سورہ انفال نزول کی 88 سورۃ ہے۔ یہ وہی دور ہے جب طٰہٰ طٰسٓمٓ الٓرٰ الٓمٓ اور حٰمٓ والی سورتوں کا نزول ہو رہا تھا۔ اور بعد ہجرت مدینہ تین مقطعہ الٓمٓ دو اور ایک الٓمٓرٰ نازل ہوا ہے۔ مگر مدینہ میں قرآن میں مقطعات کی ترتیب سورتوں کی ترتیب کے مطابق ہوئی ہے۔ الٓمٓ الٓمٓ الٓمٓصٓ الٓرٰ الٓرٰ الٓرٰ الٓمٓرٰ الٓرٰ الٓرٰ کٓھٰیٰعٓصٓ طٰہٰ طٰسٓمٓ طٰسٓ طٰسٓمٓ الٓمٓ الٓمٓ الٓمٓ الٓمٓ یٰسٓ صٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ قٓ نٓ مصحف جمع کرتے یا اسے محفوظ کرتے وقت صحابہؓ کے ذہن میں نہیں تھا کہ حضورﷺ نے جس ترتیب میں قرآن کو بتایا تھا اس میں ایسے اسرار پوشیدہ ہیں۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم نے جس ترتیب یا طریقہ پر سمجھا ہے وہ بہتر ہے بلکہ اس سے بہتر نتائج بھی اس میں ظاہر ہو سکتے ہیں

مقطعہ نازل ہوا	نزول سورہ	مقطعہ	مقام	ترتیب میں
23	57 --- لقمان	--do-- الٓمٓ	31 --- ----	23 ---- 17
24	75 --- السجدہ	do – الٓمٓ	32 --- -----	24 ----- 18
25	84 --- الروم	do – الٓمٓ	30 --- ----	25 ---- 16
26	85 --- عنکبوت	do – الٓمٓ	85 --- -----	26 ----- 15
27	87 --- بقرہ	do – الٓمٓ	2 --- ----	27 ------ 2
28	89 --- آلعمران	do – الٓمٓ	3 --- ----	28 ------ 3

ان کی ترتیب الٓـر' (میں اللہ دیکھ رہا ہوں)نزول کے اعتبار سے یہ 10واں مقطع ہے اس کی شروعات جن سورتوں میں ہے اس میں سورہ یونس 10 ویں مقام پر ہے ۔ھود 11 یوسف 12 اورالحجر 15 ان کا نزول 51'52'53 اور 54 ہیں اور سورہ الرعد 13 اور سورہٴ ابراہیم 14 ہے مگر ان کا نزول 96 اور 72 واں ہوا ہے' ان میں سورہ ابراہیم مکی ہے اور الرعد مدنی اور نزول کے اعتبار سے بھی الحجر سے 18 سورہ کے بعد اور الرعد 24 کے پہلے سورہ ابراہیم نازل ہوئی ۔یہاں غور طلب امر یہ کہ 51'52'53'54 سلسلہ وار نازل ہونے والی سورتوں میں 54 سورۃ الحجر کو پیچھے ہٹا کر درمیان میں 96'72 سورتوں کو رکھنا کیا معنی؟ وہ اس لئے کہ سورۂ رعد اور سورہٴ ابراہیم کا وہ پیغام ہے جس میں '' مجھے دیکھو یا میری قدرت میں غور کرو' (96) اور اندھیرے سے اُجالے کی طرف جانیکی بات ہے (72) اس کے بعد پھر سے (54) سورہ میں الٓـر' میں دیکھ رہا ہوں آیا ہے ۔یعنی ان چھ 6 سورتوں میں حدیث جبرئیل کے بیان کی پیش بندی ہے جو ہمارے یہاں حدیث احسان کے نام سے مشہور ہے جو اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت جبرئیل کے مابین سوال و جواب کے بطور آپ کے آخری دورِ نبوت اور حیات میں بیان ہوئی ۔یعنی مکہ مکرمہ تک پیغام دیا گیا کہ میں اللہ دیکھ رہا ہوں ۔اس کے بعد کیا الٓـمٓـر' '' مجھے میری قدرت جمال میں دیکھو'' نہیں ہے؟ سورہ الرعد ترتیب میں 13 ویں سورہ ہے جس کا نزول 96 اور نبوت کے آخری دور کے سورتوں میں ہے اور اس کے شروعات میں جو مقطعہ الٓـمٓـر' ہے وہ بھی مختلف اور آخری مقطع 29 واں ہے اور ''مدنی'' بھی ہے ۔لیکن اسے صحابہؓ کے مطابق '' میں اللہ دیکھ رہا ہوں'' الٓر' کے درمیان یعنی 13 ویں سورہ میں رکھا گیا جو اس کے معنی کو مختلف بنا تا ہے ۔حالانکہ کھیعص 'طٰہ 'طسم طس کا نزول اور ترتیب بھی سلسلہ وار ہے 44'45'47'48'49 ہیں ۔اور قرآن میں اس ترتیب 19'20'26'27'28 ہیں یہ وہ مقطعات ہیں جن میں اللہ تعالی کی صفات جیسے کبریا, اللہ, الملک, العزیز, ذی الطّول, الوسیع, الصادق جیسی صفات کا ہونا صحابہ سے منقول ہے اس کے با جود یہ مختلف مقطع ہیں ۔اور ایک ہی مقطعہ ہونے کے باوجود مخصوص ہے وہ ''حٰـمٓ'' ہے ۔اور سورۃ الرعد کی خصوصیت یہ کہ '' مجھے میری قدرت جمال میں دیکھو'' کہا گیا ہے جس کا نزول 96 ہے اس کے بالکل بعد والی سورۃ الرحمٰن کا نزول 97 سورہ کے بطور ہوا ہے اور مدنی ہے مگر قرآن میں 55 واں مقام ہے مطلب یہ کہ

الرعد کے بعد الرحمٰن میں وعدہ کیا گیا کہ "الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البیان رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی" اس کے بعد" خلایق میں ایک انسان کو پیدا کیا اس کا بیان کیا (جائے گا)"۔کونسا بیان؟؟وہی جو اس سے پہلے سورہ یوسف اور سورہ ابراہیم اور الرعد میں جس کے دیکھے جانے کی بات ہوئی ہے اندھیرے سے اجالے کی طرف لے جانے کی ۔الـــــــر کی سورتوں اور المر کی سورہ میں ایک امتیاز دیکھیں' الر والی سورتیں 51'52'53'54 درمیان میں 18 سورتوں کے بعد 72ویں سورہ سورہ ابراہیم ہے نازل ہوئی' اس 18 کو جمع کریں 9 ہوتے ہیں اور 72 سورہ کے بھی 2+ 7=9 ۔اور سورۂ الرعد 96 نازل ہوا مگر اسے 13ویں مقام پر الرعد کو رکھا گیا اس کے بعد 14 مقام پر سورہ ابراہیم اور 15 پر الحجر رکھی ہے مگر ترتیب میں 9 نویں مقام پر سورہ یونس کو رکھا جاتا تو سلسلہ یوں ہوتا 51'52'53'54'72'96 اس طرح 9'10'11'12'13'14' کا تسلسل یا سیکوینس بن جاتا مگر ایسا نہ ہو کر 9 مقام پر سورہ توبہ جو نزول قرآن میں 113 پر ہے اور ختم قرآن نزول قرآن کے صرف 1 ایک سورۃ نصر کے بعد رکھا گیا یعنی ختم قرآن سے پہلے اللہ کے دیدار کی اہمیت بتا کر قرآن ختم کیا گیا ہے۔جس میں نہ کوئی مقطع ہے اور نہ ہی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے اور توبہ میں اللہ تعالی نے اپنے قہر وغصب کا اظہار فرمایا ہے۔جیسے کہا سورہ توبہ جسے سورہ برأت بھی کہتے ہیں 113 یعنی بالکل آخری سورۃ سے پہلے ہے اسے سبع طوال بھی کہتے ہیں کہ یہ بڑی طویل سورۃ ہے اس کے بعد صرف سورہ النصر 114 اور آخری اور چھوٹی سورۃ ہے۔ پہلے صحابہؓ نے سمجھا کہ سورہ انفال اور توبہ ایک ہیں مگر سورہ نمل میں بسم اللہ نازل ہوئی تو سورہ توبہ کو اس براۃ والی سورہ کو بہ حیثیت ایک الگ سورہ لکھی گئی ۔اس میں اللہ کا غضب میں آنا یہ بتا رہا ہے کہ اللہ کے جس رسول ﷺ کی اطاعت کرنے ان کی باتوں کو سمجھنے کی ہدایت پچھلے بیس بائیس برسوں سے دی گئی اس کا لوگوں پر اثر یہ ہے کہ آپ کی حیات طیبہ میں ہی عہد توڑنے اور بات نہ سمجھنے اور لاپرواہی کا انداز اختیار کرنے لگے تو اللہ کا جلال جوش میں آیا صحابہ کو لگا کہ بس ابھی عذاب آیا ہی چاہتا ہے ۔اس میں رسول ﷺ کی بات کو نہ ماننے یا سمجھنے پر اللہ ناراض ہوا ہے۔اگر ہم الر اللہ دیکھ رہا ہے مان لیں اور المر کو مجھے دیکھو یا اللہ کی طرف دیکھو مانیں تو یہ بات لائنی سی ہو جائے گی کہ جو خالق توبہ 9 میں قہر وغضب میں ہے وہ دعوت دیدار دیگا۔ بلکہ 10'11'12 سورہ جو 9 سورہ توبہ کے بعد آئے ہیں ان میں اللہ کا غضب کم ہوتا دکھائی دیا تو اس درمیان میں 10'11 12' سورہ یونس ھود یوسف میں اللہ نے کہلوایا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں الر اس کے بعد الرعد 13 میں کہا المّر' میری طرف دیکھو یا مجھے دیکھو میرے خلایق قدرت میں دیکھو سر کی آنکھوں سے دل کی آنکھوں سے اور ایمان یقین کامل اختیار کرو پھر اس کے بعد الر والی سورتیں رکھیں کہ اس طرح حضور ﷺ اور حضرت جبرائیل کے درمیان کی تعلیم احسان پر اپنی مہر لگائی ہے۔احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کے گویا اسے دیکھ رہا ہے' یا اتنا جان لے کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔سورہ الرعد کا نزول 96 ہے' مگر اسے رکھا گیا 51 '54 اور 72ویں نزول قرآن کے درمیان ۔ یہ اُمت محمدؐ پر اللہ کا کرم ہے کہ سورہ توبہ میں غضبناک ہونے کے باوجود عذاب نہیں اُتارا ضبط کیا' بلکہ سورہ یوسف 12 میں اپنے پیغمبر اور تابعؑ سے کہا کہ کہدو یہ میرا راستہ جس پر بلاتا ہوں "دیدار" کی بنیاد پر اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع ہے ۔تمام

الر والی سورتوں میں احکام واقعات اور قصایص انبیاء ہیں مگر درمیان کی سورۃ الرعد میں صرف "**غور کرو مجھے دیکھو میری طرف**" دیکھو کا بیان ہے اور اس کے بعد بھی سورہ ابراہیم میں اندھیرے سے اجالے کی طرف جانے کی بات ہے۔ **اس کے علاوہ ایک امتیاز یہ ہے الرعد میں ایک سجدہ ہے جو نزول کے حساب سے 13 واں ہے اور یہ سورہ 96 نزول ہونے کے باوجود قرآن میں 13 ویں مقام پر ہی رکھی گئی ہے۔ 14 واں آخری مقطعہ اس میں 13 واں سجدہ اس میں 13 ویں قرآن کی ترتیب یا مقام پر یہ سورۃ۔ اور الٓمّٓرٰ آخری 14 مقطع ہے جو 96 سورہ میں ہے۔ "نٓ" دوسری سورہ کے نزول میں "پہلا" مقطع مگر ترتیب قرآن میں آخری مقام 68 پر۔ سورہ العلق پہلی سورہ اس میں پہلا "سجدہ" آیا ہے اور 13 واں سجدہ سورہ الرعد 96 میں ہے جس میں آخری مقطعہ ہے۔ اور سورہ العلق نزول کے اعتبار سے پہلی سورہ اور مقام کے اعتبار سے 96 پر قرآن میں یعنی جس مقام پر الرعد نازل ہوا اں وہاں پہلا سورہ ہے۔ الرعد نزول کے حساب سے 96 سورہ یعنی جس مقام پر الرعد نازل ہوا وہاں پر پہلے نازل ہونے والے سورۃ کو رکھا۔ العلق میں پہلا "سجدہ" الرعد میں آخری مقطع اور ایک سجدہ۔ اس 96 کے اس طرف سے اس طرف میں کیا راز ہے؟ یعنی 96 کو ادل بدل یا الٹ دیا ہے پہلے سجدہ والی سورہ کو آخر میں نازل ہوئے سجدہ والے مقام پر رکھا اور سورۃ الرعد میں 43 آیتیں اور 6 رکوع ہیں 3+4=7، 7+6 = 13۔ اس 13 کو 13 واں سجدہ 13 واں سورہ سے ملا کر دیکھیں۔ آخر اس میں کتنے اتفاقات ہیں۔ اب ذرا سورہ العلق کی جگہ پر سورہ الرعد کو رکھنے کے راز کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں! سورہ العلق مکی ہے اور پہلی نازل سورۃ ہے اس میں 19 آیات ہیں اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں جو حروف ابجد ہیں وہ 19 ہیں۔** قرطبی میں ہے کہ اِقْــرَاْ بِسْــمِ رَبِّکَ کا معنی جو قرآن حکیم آپؐ پر نازل کیا جائے اسے اللہ کے نام سے شروع کریں ہے معنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے اور بِــا سْمِ رَبِّکَ میں "بـا" کا محل حال ہونے کی حیثیت سے منصوب (جس پر زیر ہو) ہے۔ اور اس سورۃ کی آیت 19 وَاسْــجُــدْ وَاقْتَــرِبْ سجدہ کیجیے اور (ہم سے قریب ہو جائیے) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے **اقــرب مـايـكـون العبد من ربه واحبه اليه جبهتـه فـي الـعـرض ساجداً** (مستدرک الحاکم) بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے اس کی بارگاہ میں سب سے محبوب ہوتا ہے جب اس کی پیشانی زمین میں ہو جب کہ وہ اللہ تعالی کے حضور سجدہ کر رہا ہو۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جہاں تک رکوع کا تعلق ہے اس میں اپنے رب کی عظمت بیان کرو جہاں تک سجدے کا تعلق ہے تو دعا میں کوشش کرو کیونکہ وہ اس لائق ہے کہ وہ تمہارے حق میں قبول ہو جائے۔ العلق کی اس آیت پر قرآن میں نزول کا پہلا سجدہ ہے۔ اب اس کے بعد سورہ الرعد کی آیت نمبر 15 دیکھیں جس پر قرآن کے نزول کا آخری سجدہ ہے یہ سورۃ مدنی ہے اور اس کا نزول 96 اس کے بعد کوئی سجدہ کوئی مقطعہ قرآن میں نہیں ہے۔ وَلِـلّٰـهِ يَسْـجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ اور اللہ تعالی کے لیے سجدہ کر رہی ہے ہر چیز جو آسمان اور زمین میں ہے بعض خوشی سے اور بعض مجبوراً اور ان کے سائے بھی (سجدہ کرتے ہیں) صبح کے وقت بھی شام کے وقت بھی۔ ابن زید نے کہا طَوْعًا سے مراد وہ ہے جو اسلام میں جس کی مدت لمبی ہے اور اس نے لمبی عمر کو

سجدوں میں مصروف رکھااور کَـرْ هًـا سے مراد وہ ہے جواللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی ذات کوحقیر اور ناپسندیدہ سمجھتا ہےتو اس صورت میں یہ آیت مومنوں (تارک الدنیا مصدق) کے حوالے سے ہے۔قشیری نے کہا کہ ان میں سے بعض خوشی سے سجدہ کرتے ہیں ان پر سجدہ بھاری نہیں ہوتا کیونکہ اُمور تکلیفیہ کا التزام مشقت ہے مگر وہ مشقت کو اخلاص اور ایمان کے ساتھ برداشت کرتے ہیں اور عمل پیرا ہوتے ہیں۔کل ملا کر العلق میں سجدہ کرنے کے حکم سے کلام شروع ہوا اور الرعد میں سجدہ کرنے کی خصوصیت اور حالت کے ساتھ سجدے کا حکم پر ختم کیا اور مقطعہ الٓـمّـرٰ سے۔اس طرح سورہ العلق اور الرعد میں تطبیق ہے اس لئے سورہ علق کو الرعد کے مقام پر اور الرعد کو العلق کے مقام پر رکھا گیا دونوں میں اللہ رب العزت کو سجدہ کرنے کا حکم اور ادب سکھایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف ہے اور الرعد کا سارا بیان اس کی دلیل ہے۔ایک طرح سے سورۃ الرعد نزول 96 سورۃ العلق نزول 1 کی تفصیل اور خلاصہ ہے جسے ترتیب قرآن میں مقام 96 پر رکھا گیا ہے۔آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء پہلے آئے مگر مقام پہلا حضور ﷺ کا' پہلے جو احوال یا سورہ مکہ میں نازل ہوئے ان کا بیان قرآن میں آخر میں زیادہ ملا یک۔ودیگر مخلوق پہلے آئی مگر مقام ومرتبہ پہلا آدم کا' انسان کا وجود پہلے دنیا میں اور انجام آخر میں۔حضور ﷺ پر ایمان لانے والے پہلے صحابہؓ مگر آپؐ نے کہا کہ میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد آئینگے انہیں یاد کر کے اشک بار ہو گئے۔اشک بار ہو جانا اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو 'اُن تھوڑے آخرین میں سے' کے احوال سے واقف کرایا گیا تھا حضورؐ ان کے فقر و فاقہ کسم پرسی ترک دنیا توکل وتقوی سے آگاہ کئے گئے تھے جبھی تو اشک بار کہا گیا۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے ہر لفظ کلمہ آیت احکام بیان میں کرشمے ہی کرشمے معجزے ہی معجزے۔دنیا کے معاملات جو پہلے دکھائی دیتے ہیں انجام آخر میں اور جو معاملات آخر میں ہیں ان کی دنیا میں ایک حقیقت بیان ہوئی ہے۔یہی اُصول انبیاء ومرسلین کا محمد ﷺ آخر میں مگر مقام اور مرتبہ پہلا سبھی انبیاء میں' یہی بات آپؐ کے تابعؓ کی ہے ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ ......وَ قَلِيْلٌ مِنَ الْاٰ خِرِيْنَ یہ تو صرف حساب کتاب نمبر تسلسل اسماء مقطع کے معاملات ہیں نہ جانے اور کونسے اسرار اس میں پوشیدہ ہیں' بلکہ ہمارا تو ایمان ہے کہ جو تلاوت یا احکام اس کے ہیں اس کا تاثر زمین آسمان ہوا پانی ماحول جانور پرند چرند جنات اور دوسری مخلوق پر کیا ہوتا ہوگا؟ یہ بات ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ 'اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ اللہ کی خشیت سے ریزہ ریزہ ہو جاتا'' افسوس انسان قدر نہیں کرتا۔اِنَّ اللّٰـهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى .... (۵ ۹ ۱الانعام) بے شک اللہ تعالیٰ ہی پھاڑنے والا ہے دانے اور گٹھلی کو 'نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور مردہ کو زندہ سے یہ ہے اللہ پس کدھر تم بہکے چلے جارہے ہو۔اس سے پہلے ہم دیکھ چکے کہ زیادہ تر Even Numbers میں تسلسل ہے کہیں کہیں برعکس ہے۔

جیسا کہ کہا گیا مقطعات 14 ہیں ان میں 11 کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا صرف 3 تین مقطعہ ایک الٓـمّـرٰ دوالٓمّ کا نزول مدینہ منورہ میں مگر یہ 29 سورتوں میں دہرائے گئے ہیں۔صرف نماز مکہ میں فرض ہوئی دوسرے فرایض جیسے روزہ' زکواۃ' حج مدینہ میں فرض ہوئے معرفت الٰہی کے معاملات بھی مدینہ میں ہی ذیادہ بیان ہوئے ہیں اور حدیث احسان نبوت کے آخری ایام

میں اور آخری مقطعہ الٓمّرٰ بھی سورہ الرعد 96 میں آیا ہے یہ تمام معاملات الولایت من افضل النبوۃ کے ہیں۔
علمائے علم الکلام نے کھیعص اور حٰمٓ عسق کو ہمیشہ یکجا کر کے دکھایا ہے اس کی ظاہری وجہ تو یہ نظر آتی ہے ان دونوں میں پانچ 5 حروف ابجد ہیں اور صحابہؓ کی تشریح انہیں اسماء الصفات اور اسم ذات کے تاثر کا پایا جانا ہے۔ جبکہ دوسرے مقطع میں وہ بات نہیں دکھائی دیتی اس کے علاوہ الٓمّ ' الٓرٰ طٰسٓمّ ' تین 3 حرفی ہیں الٓمّصٓ ' الٓمّرٰ چار 4 حرفی ہیں طٰہٰ ' طٰس ' یٰس دو 2 حرفی اور ص ' ق ' ن ایک 1 حرفی ہیں۔ حالانکہ 99 اسمائے صفات الجبار ' القھار ' الغفار ' الوھاب ' الخالق ' القابض ' العظیم میں جلال اور دبدبہ اور سطوت کا اظہار ہوتا ہے مگر المتکبر اسم میں ان اسماء کی جامعیت چھپی ہے اور یہ اسم قرآن میں صرف ایک مرتبہ سورہ حشر میں ہی آیا ہے اور حیّ القیوم ایسے دو اسماء ہیں ایسی صفات کسی بھی مخلوق میں مطلق نہیں پائی جاتی اور ان کا متبادل بھی نہیں ہے۔ الرحمن ' الرحیم ' الملک ' القدوس ' السلام ' المومن جیسے اسما صفات میں ھو کی مشابہت ہے۔ کھیعص اور حٰمٓ عسق میں صفات کی مماثلت ہے۔ لا الہ الا للہ میں جو اسم ذات اللہ ہے اور اس سے پہلے کے تین الفاظ میں غیر اللہ کی نفی ہے جو سوائے اللہ کے تمام مخلوقات کی نفی ہے کیونکہ ان میں ''انا'' ''میں'' کی خودی کے اظہار کا خاتمہ کر دیا گیا ہے مہدی موعودؑ نے الا للہ توں ھے لا الہ ھوں نھیں کے ذکر کی تعلیم کے ذریعہ اس ''انا'' اور خودی کا خاتمہ کیا ہے یعنی سوائے ذات حق کے کچھ بھی نہیں وہ ہے تو سب کچھ ہے وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں آپؑ سے پہلے ولایت اور تصوف کے سلسلوں میں خدا دوستی کا ایک ایسا طریقہ چل پڑا کہ کچھ لوگ اللہ کے دربار میں سفارشی بن گئے یا بنا دئے گئے آپؑ بحیثیت خلیفۃ اللہ ماموّر من اللہ ایسے کسی بھی تعلق کے رجحانات کو یکسر ختم کر دیا کہ وہ صرف اللہ ہی ہے میں اور تو کا اس میں دخل شرک و بدعت ہے۔ علماء صوفیا اور اولیاء کے وسیلوں سے ذات سے نہ ہو کر صفات سے جوڑا جا رہا تھا یہ شرک خفی ہے جس کا خاتمہ مہدی موعودؑ نے کیا ہے لا الہ ھوں نھیں الا للہ توں ھے یہ بالکل لا الہ الا للہ ھے مگر عجمی زبان میں اور اس طرح آپؑ خاتم ولایت محمد یہ ﷺ ہیں۔ اور ہم مصدق آپؑ کو خلیفۃ اللہ، ماموّر من اللہ، مراد اللہ، مبین کلام اللہ مانتے ہوئے ایک حقیقت کو بھول جاتے ہیں وہ ہے آپ کا تابع تام رسول اللہ ﷺ ہونا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ظاہری و باطنی شرک کے خاتمہ کی تعلیم دی مگر اُمت کے افراد کی بڑی تعداد نے ظاہری شرک سے تو بچنا کر لی مگر باطنی شرک سے عہدہ برا نہ ہو سکے لہٰذا شرک خفی کے خاتمہ کی تعلیم خاتمین کا منصب جلیلہ ہے۔ اسی لئے دُنیا میں انبیا: مرسلین کا سلسلہ چلا تھا ان سب کی تعلیم اسماء الصفات اور مقطعات میں پوشیدہ ہے۔ آج جو شخصی گروہی جماعتی طور پر اپنے وجود یا ہونے کا اظہار ہوتا ہے وہ یہی شرک خفی کی کارستانیاں ہیں معنی ہم بھی کچھ ہیں!!! اگر اللہ کچھ کر رہا ہے تو ہم بھی کچھ کر رہے ہیں۔ تیرے کعبے کو جبینوں سے سجایا کس نے..... تیرے قرآن کو سینے سے لگایا کس نے۔ یہ مسجد حرم کی سجاوٹ یہ عالیشان مساجد کی تعمیر یہ مدارس عالیشان کا جال یہ کثیر جماعتی اژدھام اپنے عقاید و مقاصد کا ڈھنڈورا بھی کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے کر رہے ہیں اور کوئی نہیں کہتا اللہ کی کر رہے ہیں انہیں کلمات میں شرک خفی پوشیدہ ہے کہ ہم بھی کچھ ہیں یہ اندر کا نفس یا شیطان ہے۔ اگر اس نفس یا شیطان سے مقابلہ کرنا ہے تو تعلیم

احسان سے ہی کیا جاسکتا ہے۔جب اندر کا شیطان مٹے گا اور اندھیرا دور ہوگا تو روشنی پھیلے گی اور اسی روشنی میں حق کا مشاہدہ ہوسکتا ہے ورنہ نام مسلمان رہیگا کام شرک خفی کے۔

اس سے پہلے ہم نے قرآن مجید کے مقطعات کا ایک جدول پیش کیا ہے اس کے بعد قرآن کے نزول اور ترتیب کا ایک اور جدول پیش کیا ہے دونوں میں دیکھا جاسکتا ہے کہ نزول وحی کی پہلی سورۃ علق کے بعد پہلا مقطعہ" نٓ " کے سے ساتھ نازل ہونے والی پہلی سورۃ القلم ہے۔اس کے بعد دوسرے مقطعات نازل ہوئے ہیں وہ اس ترتیب میں ہیں۔ نٓ صٓ قٓ الٓمٓصٓ یٰسٓ کٓھٰیٰعٓصٓ طٰہٰ طٰسٓمٓ طٰسٓ الٓرٰ حٰمٓ عٓسٓقٓ الٓمٓ الٓمٓرٰ آخر والے دو مقطعہ الٓمٓ الٓمٓرٰ میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے الٓمٓرٰ میں پہلے الٓمٓ ہے اس کے ساتھ رٰ جڑا ہوا ہے جو کہ الٓرٰ میں ہے اسطرح الٓرٰ میں دیکھ رہا ہوں انا اللہ اریٰ بن گیا الٓمٓرٰ یہ دونوں الٓمٓ الٓمٓرٰ آخر میں نازل ہوئے ہیں دونوں میں 'رٰ' کا اضافہ ہے۔اسی طرح جب ہم طٰہٰ یٰس میں غور کرتے ہیں طٰہٰ میں سے ہ اور یٰس میں سے ی نکال کر ط س جوڑتے ہیں تو بنتا ہے طٰسٓ جو سورۂ النمل میں آیا ہے۔ طٰہٰ اور یٰس کے متعلق صحابہؓ اور علماء کی آراء ہے کہ یہ اسمائے "محمد ﷺ" ہیں۔اب اس طٰسٓ میں محمد کا میم جوڑتے ہیں تو ہوا طٰسٓمٓ جو سورۂ الشعراء 47 القصص 49 میں آیا ہے جو کہ سورہ النمل درمیان میں نازل ہوا 48۔اسی طرح مقطعہ صٓ نازل ہوتا ہے سورہ صٓ 38 نزول میں اور الٓمٓصٓ نازل ہوتا ہے 39 نزول میں ایک کے بعد ایک مگر نزول کی 57 سورہ لقمان میں پہلا الٓمٓ نازل ہوتا ہے اس الٓمٓ اور صٓ ملانے سے بنتا ہے الٓمٓصٓ اب ہم صحابہؓ کی آراء کے مطابق دیکھیں تو یہ ہوا الٓمٓ انا اللہ عالم اور صٓ سے صمد اس طرح یہ ہوگا' میں عالموں کا رب صمد ہوں۔اسی بنیاد پر الٓمٓرٰ ہوا "انا اللہ' راٰی " میں عالموں کا رب ہوں دکھائی دیتا ہوں جیسا کہ اس نے سورہ یوسف کی آیت 108 میں اپنے رسول اور ان کے تابع کو دعوت دیدار دینے پر معمور کیا ہے۔اور غور طلب امر یہ ہے کہ الٓرٰ پانچ سورتوں میں نازل ہوا ہے ان میں سجدہ نہیں ہے جبکہ الٓمٓرٰ صرف ایک سورہ الرعد میں آیا ہے اور اس میں سجدہ بھی ہے۔

قرآن مجید میں 114 سورتیں ہیں 100+ 14 انہیں یوں بھی کہا جاسکتا ہے 100 سورہ 14 مقطعات کے ساتھ دہرائے گئے۔قرآن میں 14 کے عدد کا 29 بار دہرایا جانا کچھ تو معنی ہیں ان کے؟ ان 29 سورتوں کو بیان صرف معرفت الٰہی پر ہے باقی کی 85 سورتوں میں قصالیس وواقعات بھی ہیں احکام بھی۔حضور ﷺ نے کچھ سورتوں کی اور آیات کی خصوصیات بتائی ہیں' اسی طرح مقطعات کی خصوصیتیں ہیں یعنی ان 114 سورتوں میں مقطعات والی سورتوں کا بیان مختلف ہے۔اب آیئے ان مدینہ کی 28 سورتوں 29 مقطعات اور 30 پارہ یا جز کی ایک دوسری حقیقت دیکھتے ہیں۔

دن تاریخ مہینہ سال کے جدول کو انگریزی میں کیلینڈر کہتے ہیں۔دن تاریخ کو درج کرنے کے شواہد بابل و نینوا کی قوموں کے آثار میں ملے ہیں اس کے بعد پختہ ثبوت رومیوں کے ہاں پائے جاتے ہیں جن کے پاس چاند کی گردش کے مطابق دن

مہینہ کا حساب رکھنے کا چلن تھا مگر عیسایوں نے جب حضرت عیسیٰ کی پیدائیش سے با قاعدہ اس کا حساب رکھنا شروع کیا اسی طریقے کو دوسری قوموں نے اختیار کیا عرب میں یہی طریقہ رائج تھا۔طلوع اسلام کے بعد صحابہؓ نے خلیفہ دوم حضرت عمرؓ سے اسلامی ماہ و سال کے اندراج کا طریقہ شروع کیا جو حضور نبی کریم ﷺ کی ہجرت سے شروع ہوا ہے۔مسلمانوں نے بھی اسی چاند کی دنیا کے اطراف گردش پر اپنے کیلینڈر کا آغاز کیا۔جو جولین کیلنڈر عیسایوں میں تھا اُس میں کئی خامیاں تھیں مگر اس کے باوجود یہ کیلینڈر چلتا رہا اسے جولین کلینڈر اس لے کہا جاتا تھا کہ روم کے بادشاہ جولیس سیزر سے یہ موسوم تھا جو ایک بت پرست اور ستارہ پرست بادشاہ تھا اس کے بعد روم کے ہر بادشاہ کو سیزر کہا جانے لگا اور عربی میں قیصر' جولین کیلنڈر 709 January 1 سے شروع ہوا یعنی 45 قبل مسیح سے جولین کیلنڈر میں ایک دن میں گیارہ منٹ کا فرق ہوتا ہیا سلام کے دور اول میں جولین کیلنڈر ہی رہا اور حضرت عمرؓ کے دور میں قمری کیلنڈر اسلام میں ل رائج ہوا۔اس کے بعد اکتوبر 1582 میں پوپ گیری گوری سوم نے گیریگورین کلینڈر رائج کیا یہ شمسی کلینڈر ہے یہ زمین کی سورج کے اطراف گردش کی بنیاد پر ہے یعنی زمین سورج کا چکر لگانے میں یا ایک مقام سے نکل کر واپس اسی مقام پر دوبارہ گردش لگا کر آنے میں 364 دن اور 6 گھنٹے لگاتی ہے۔پوپ گیری گوری نے سات مہینے یعنی جنوری 'مارچ'مئی' جولائی' آگست' اکتوبر اور دسمبر کو 31 دنوں کا اور اپریل' جون' ستمبر' نومبر یعنی چار مہینوں کو 30 دنوں کا اور فروری کے مہینے کو 28 دن کا قرار دیا اس طرح ایک سال کے 364 دن قرار دے گر 6 گھنٹے جو بچتے تھے انہیں چوتھے برس کے فروری کو 29 دنوں کا بنایا جسے Leap Year لیپ ایر کہا گیا۔اس طرح اس سورج کی گردش کا پورا حساب برابر کر کے یہ کلینڈر بنا جسے شمسی یا گیری گوری کیلینڈر کہتے ہیں۔حضرت عمرؓ کے دور میں جو قمری کلینڈر بنا وہ چاند کی زمین کے اطراف گردش کی بنیاد پر بنا جو پرانے رومی کیلینڈر کی طرز پر ہی تھا اس میں اور شمسی کیلنڈر میں ایک سال میں 11 دنوں کا فرق ہوتا ہے یعنی 354 دنوں کا ایک برس ہوتا ہے اگر ان 11 دنوں کو 10 سے ضرب دیں تو 110 ہوئے اسطرح اگر کوئی انسان 90 برس جیتا ہے تو اس کی زندگی شمسی کلینڈر کے حساب سے **990 مہینوں کی ہوئی یعنی 10 کم ہزار اور قرآن میں لیلۃ القدر کی ایک رات کی عبادت کو 83.33 سال کی عبادت یعنی ایک ہزار مہینے کی عبادت کرنا قرار دیا** ہے۔شمسی کلینڈر اور قمری کلینڈر میں 90 برس میں 3 برس کی کمی ہوتی ہے یعنی 87 برس جو لیلۃ القدر کی عبادت کا تقریبًا۔اسے اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر شمسی /عیسوی کلینڈر کے حساب سے کوئی انسان 80 برس جیتا ہے تو اس کی اس حیات میں قمری/ چاند کی تاریخوں کے مزید 3 مہینے بڑھانے پڑھینگے اس طرح یہ لیلۃ القدر کے ہزار مہینے برابر ہو جاتے ہیں۔اللہ تعالی نے اس کایٔنات کے نظام کو بڑے اعتدال سے قایم کیا ہے چاہے عملی طور پر ہو کہ علمی طور پر۔

اس طرح قرآن نے مدینے میں نزول 28 سورتوں سے فروری کے 28 دنوں کے تین مہینے' 29 مقطعات کے دہرائے جانے سے 29 دنوں کا فروری مہینے کا Leap Year جو ہر چار برس میں آتا ہے اور قرآن کے 30 جز یا سپارے جو بعد میں ترتیب دئے گئے جو شمسی کلینڈر کے چار مہینے کے برابر ہیں اسی طرح شمسی کلینڈر کے سات 31 دنوں کے مہینوں میں قرآن کی

سات منزلیں ہوئی ہیں یہ بھی بعد میں مرتب ہوئیں ۔ ایسا نہیں کہ صرف عیسایوں اور مسلمانوں میں کلینڈر ہے بلکہ دنیا میں لگ بھگ 50 قومی کلینڈر ہیں سب کا اپنا اپنا حساب کتاب ہے۔لیکن قرآن نے جس طرح اس کی مثالی تصویر پیش کی ہے وہ کسی بھی قوم کے پاس نہیں ہے۔حبشہ Ethiopia میں آج بھی 13 مہینوں کا کیلنڈر ہے یہ ایک مصری نژاد پادری نے بنایا تھا جس کا مہینہ سر مبر سے شروع ہوتا ہے اور اس طرح حبشہ کا کینڈر موجودہ دنیا سے سات 7 پیچھے ہے یعنی دنیا میں 2022 سنہ عیسوی ہے تو حبشہ میں 2015 ہے۔اگر حبشہ کے کیلنڈر کو چھوڑ دیں تو زیادہ تر دنیا کی سبھی قوموں کے کیلنڈر میں 12 مہینے ہی ہوتے ہیں اس کی تقسیم زمانہ دراز سے سورج کے گرد زمین کے چکر لگانے کو لے کر ہی رکھی گئی ہے لیکن مہینے کے تیس اکتیس یا انتیس دنوں کا حساب چاند کی زمین کے گرد گردش کے لحاظ سے ہر قوم میں ہے۔

قرآن مجید میں ترتیب لوح محفوظ کی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے بتائی مگر! نزول قرآن جس طرح وقت حالات اور زمانے اور ضرورتوں کے لحاظ سے نازل ہوا اس کی ترتیب اور واقعات کچھ ایسی حقیقت بیان کرتی ہے جو اس کا حقیقی بیان ہے یہ ہم یوں ہی نہیں کہہ رہے ہیں ۔قرآن کے احکام اور مضامین اور واقعات کو دیکھیں وہ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں سبھی واقعات مسلسل ایک جگہ اور تمام احکام ایک جگہ یا سورۃ میں نہیں ہیں بقدر ضرورت ہیں اسی اُصول کی بنیاد پر مقطعات کا بھی بیان اور ترتیب ہوئی ہے۔جس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نور سے اس کائنات کو پیدا کیا تا کہ خلایق میں انسان جو اشرف المخلوقات ہے وہ غور کرے اور اللہ کو پانے اس کا قرب حاصل کرنے اسکا دیدار کرنے کی سعی وجد و جہد عشق خداوندی میں کرے ۔ابلیس کی طرح نہیں کہ جس نے اللہ کی عظمت میں غور نہیں کیا خدا کی معرفت میں قربت حاصل کرنے کے بجائے ''میں بھی کچھ ہوں'' سمجھ بیٹھا۔

نمبر ترتیب نزول مقطعہ	نزول سورۃ	نمبر ترتیب نزول	مقطعہ	
1	القلم	2	نٓ	نُوْرٌ عَلٰی نُوْر
2	ق	34	قٓ	قلم / قرآن /لوح قلم
3	ص	38	صٓ	الصمد
4	اعراف	39	الٓمٓصٓ	اللهُ صمد
5	یٰسٓ	41	یٰسٓ	اے محمد
6	مریم	44	كٓهٰیٰعٓصٓ	كبیر هادی علی علیم صادق
7	طٰهٰ	45	طٰهٰ	عرش تا تحت الثریٰ (وہی)
8	شعراء /القصص	47/49	طٰسٓمٓ	رب المشرق و مغرب (وہی)
9	النمل	48	طٰسٓ	رب شمال و جنوب (وہی)

10	یونس'ھود'یوسف'ابراہیم'ہجر	51'52'53'54'72	الٓرٰ	انا الله اری میں اللہ دیکھ رہا ہوں
11	المومن تا احقاف	60/66	حٰمٓ	حمد حیٌ قیوم
12	الشوریٰ	62	عٓسٓقٓ	
13	لقمان'سجدہ'عنکبوت'روم'بقرہ'عمران	84/89	الٓمٓ	انا الله عالم
14	الرعد	96	الٓمٓرٰ	انا الله رای

یہاں دیکھیں مقطعات میں ''ن'' نون سے نور کا بیان شروع ہوا اور مقطعات کا اختتام ''میں اللہ عالم ہوں مجھے دیکھو'' یا میری طرف دیکھو ہوا۔یا یوں بھی کہیں کہ میری طرف متوجہ ہو جاؤ۔اللہ کے رسول محمد ﷺ نے کہا کہ معراج کے وقت میں نے اُسے دیکھا وہ نور تھا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''اے (محمدؐ) تم بھی بصیرت کے سیدھے راستے پر بلاؤ اور آپؐ کا تابعؑ بھی اسی راستے پر بلائے گا۔مہدیٔ موعودؑ نے فرمایا''ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں''۔دین صرف سجدہ سجود حج وزکواۃ نہیں ہے جس طرح حقوق العباد دین ہے اسی طرح حقوق اللہ دین ہے۔اللہ حق ہے اس کی عبادت کرنا اس کے احکام ماننا اطاعت کرنا اور سب سے بڑھ کر اس کا قرب حاصل کرنا معنی اس کا عشق اپنے دل میں پیدا کرنا۔قربت کا احساس ہی عشق حقیقی ہے جس کے ذریعہ اُس کے جمال جہاں آرئی کو محسوس کیا جا سکتا ہے جو لیسَ کمثله شي ہے دنیا میں اس کی رحمت اس کا کرم اس کی صنائی اس کی مصوری اس کی عطا اس کا درگزر اس کا جلال جو اس کی صفات میں اس نے بیان کئے ہیں انہیں میں غور کریں تو بہت ساری آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔دلوں کا اندھا پن اللہ کی قدرت میں غور نہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

سورہ الرعد اور بصیرت؟

رعد کہتے ہیں بجلی کی گڑگڑاہٹ کو جس کے بعد بجلی کی تیز روشنی پیدا ہوتی ہے اور بجلی کے اس تیز روشنی کے کوندے کو جو پلک جھپکتے میں آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔اس کے باوجود کیا آنکھیں اُس کوندے کو نہیں دیکھ پاتیں؟؟ دیکھ تو لیتی ہیں مگر! آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔جس طرح آج زمانے کی ترقی نے تیز روشنی کو دیکھنے کا چشمہ بنالیا ہے اسی طرح بعثت نبویؐ میں اور اس کے بعد نویں صدی ہجری میں تقویٰ پرہیزگاری عزلت از خلق اور ذکر کثیر کا ایسا روحانی چشمہ بتایا گیا کہ اس بے مثال کی جھلک دکھائی دے۔مہدیٔ موعودؑ نے فرمایا: اگر کسی کو ایک ہزار برس ناک میں نکیل ڈالکر گھمایا جائے (طلب دیدار میں) اور اسے ایک تنکے کے برابر دیدار ہو گیا تو کہے گا مجھے پھر سے ایک ہزار برس گھماؤ تاکہ میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرلوں۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ (الرعد ۱۶) (ان سے) پوچھئے کیا برابر ہوتا اندھا اور بینا' کیا یکساں ہوتے ہیں اندھیرے اور نور۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اس آیت میں الْاَعْمٰى سے مراد کافر (انکار کرنے والے منکرین) اور الْبَصِيْرُ سے مراد مومن ہیں۔اسی سورہ کی آیت ۱۹ میں فرمایا کہ''تو کیا جو

شخص جانتا ہے کہ جو نازل کیا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے وہ حق ہے (یا) وہ اس جیسا ہوگا جو خود اندھا ہے۔حضرت قتادہؓ نے اسی آیت میں کَمَنْ هُوَ اَعْمٰى فرمایا اس سے مراد وہ شخص ہے جو حق کی روشنی دیکھنے (دیدار) سے محروم ہے نہ وہ دیکھتا ہے نہ وہ سمجھتا ہے۔اور آگے اُولِی الْاَلْبَابِ کے تعلق سے ابن جبیرؒ نے فرمایا اس سے مراد وہ افراد ہیں جنہیں اللہ تعالی نے عقل و دانش کی نعمت (بصیرت) عظمی عطا فرمائی اور آگے یہاں جنت عدن کا ذکر ہے جس میں نبی صدیق شہداء عادل حکمران ہوں گے اور یہ مقام اعلی علیین کا ہے۔ان تمام کیفیات کا موازنہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ''دیدار'' کے تعلق سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ 1) دیدار کے لئے نماز کی حالت جسے ذکر کہا گیا ہونا ضروری ہے 2) تقوی پرہیزگاری ترک علایق دنیا 3) دیدار مسلسل ہوتے رہنا ضروری نہیں ہے ایک جھلک دیدار ہونا بھی دیدار ہی ہے۔حضورﷺ کو جنہوں نے زندگی میں ایک بار دیکھا صداقت سے مومن ہوئے وہ صحابی رسول ہیں۔حضورؐ کو خواب میں دیکھنا حضورؐ کو ہی دیکھنا ہے کیونکہ شیطان آپﷺ کے مشابہت نہیں اختیار کرسکتا۔4) دل کی آنکھوں سے یا قلب و نظر سے دیکھنا بھی دیدار ہے دل میں آنکھ نہیں ہوتی قلب سے مشاہدہ کیا جاتا ہے۔کائینات کی تخلیقات میں ایمان کی بنیاد پر غور و خوص کرنا مشاہد کرنا بھی دیدار کی ایک قسم ہے اس طرح اور بھی معاملات ہوسکتے ہیں۔**حضور نبی کریمﷺ کو خواب میں دیکھنا ان کے حیات حقیقی میں دیکھنا ہے تو کیا کوئی انسان جس نے حضورﷺ کو خواب میں دیکھا وہ آپﷺ کا سراپا قد و قال بیان کرسکتا ہے جو ممکن نہیں یہ اس کی اپنی قلب یا نظر یا احساس کا معاملہ ہے۔بالکل اللہ تعالی کے دیدار کی یہی کیفیت حالت اور بیان کا معاملہ ہے۔**ہاں مگر دیدار کی حقیقت کو پانا الگ بات ہے اس کے لئے سب سے پہلے اللہ کے رسولﷺ کے دیدار کرنے پر یقین کرنا ایمان لانا ہے اس کے بعد تعلیمات مہدی موعودؑ پر یقین کرنا اور عمل کرنا ضروری ہے اس کے بغیر دیدار ممکن نہیں۔جب آپؑ نے کہہ دیا یہ ممکن ہے تو اس پر یقین رکھنا ضروری ہے کیونکہ دنیا میں رسولﷺ کے بعد کسی نے بھی دعوت دیدار دینا تو اور بات دیدار کی بات بھی نہیں کی جس کے لئے مراد اللہ مبین کلام اللہ خلیفۃ اللہ کا مقام علم اور تقدس ہونا چاہئے۔ہزاروں سالوں سے انسان چاند کو دیکھتا آیا تھا اسے صرف روشنی دینے والا ستارہ یا کرہ سمجھتا تھا۔مگر جب اس پر مصنوعی سیارہ اتارا گیا تو انسان کو معلوم ہوا کہ چاند پر زمین جیسی ہموار سطح ہے جس پر کوئی روشنی کا چشمہ یا فوارہ نہیں ہے جو چراغ کی طرح روشن ہو بلکہ چاند سورج اور زمین سے روشنی لے کر وہ پلٹ دیتا ہے زمین کی طرف۔جب اللہ کا نور انسان پر پڑتا ہے تو انسان کو روشن کر دیتا ہے اسی روشنی میں وہ اللہ کا دیدار کرتا ہے **لا تدرک البصار** میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔

سورہ الرعد میں **الاعمی بصیر اولالباب منذر** کے جیسے الفاظ آئے ہیں ان میں لا اولی الباب کے معنی قوم ہوتی ہے جبکہ اولوا الباب (رعد ۱۹) کے معنی عقل مند لوگ ہیں۔ان دونوں الفاظ کے لحاظ سے طلب دیدار والی ایک قوم بھی ہوگی اور اس طرح خدا کی قدرت میں غور کرنے والے عقل مند لوگ بھی کہلائیں گے۔اور **اعمی** مراد انکار کرنے والے کافر دیدار کا خدا کی نشانیوں کا اور **بصیر** سے مراد ایمان والے مومن۔اور **منذر** کے معنی نذیر یعنی مثل کے ہیں۔یعنی حضورﷺ کے نذیر مثل

مہدی موعود آخرالزماں ہوئے جنہوں نے متبوع ﷺ کے مطابعت میں بصیرت کے راستے کی دعوت دی یعنی طلب دیدار۔اس سورۃ کی آیت ٦ یوں بیان ہے۔سیراب کرتے ہیں ایک ہی پانی سے (اس کے باوجود)ہم فضیلت دیتے ہیں بعض (درختوں)کو بعض پر ذائقہ اور بو میں ۔بے شک اس میں اللہ کی کبریائی اور نشانیاں ہیں اُس قوم کے لئے جو عقلمند ہو۔یہاں معاملہ اللہ نے درختوں کی تمثیل سے صاف کردیا یعنی بعض لوگ بعض میں فضیلت والے ہوتے ہیں۔اب رہی منذر کل قوم ھادٍ برزہ اسلمیؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ انما انا منذر وہ خود ہیں۔اور اپنا اپنے سینے پر رکھا پھر حضرت علی مرتضیٰؓ کے سینے پر رکھا اور فرمایا لکل قوم ھادٍ ہر قوم کے لئے آپؓ ھادی ہیں۔چونکہ حضرت علیؓ نہ نبی ہیں نہ رسول نا ہی خلیفۃ اللہ البتہ ان کی آل میں عترت فاطمہ میں ایک خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ کو بھیجا جانا تھا اُن کی طرف یہ اشارہ ہے۔سورہ رعد کی ۳۱ ویں آیت ہے''اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دیتا''۔۔۔اور کفار کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں فرمائے ٫ (میری رسالت پر)اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے اور تمہارے درمیان وہ لوگ (بطور گواہ کافی)ہونگے جن کے پاس کتاب کا علم ہے یعنی مومن لوگ۔

دیدار کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اُس لمحہ اُس واقعہ کو سمجھنا ضروری ہے جو معراج کے وقت حضو ﷺ کو پیش آیا صبح صادق کا وقت تھا جب آپؐ سفر پر روانہ ہوئے تو دروازے کی زنجیر ہلنے لگی جیسا کہ اکثر ہلتی ہے اور جب واپس تشریف لائے تو وہ زنجیر ویسے ہی ہل رہی تھی یعنی لمحہ بھر یا آن واحد میں پلک جھپکتے سبحان اللہ وہ سب کچھ ہو گیا جو ہزاروں صدیوں میں ہوتا تھا بس دیدار کی کیفیت اتنی سی ہے۔جو اللہ کے رسول ﷺ اس سفر کی اتنی تفصیل بیان کرتے ہیں وہ صرف اتنا کہہ دیتے کہ مجھے اللہ کا دیدار ہوا تو اُمت اس لئے یقین کر لیتی کہ جس طرح آپؐ کو غار حرا میں جبرئیل کے آنے اور نبوت کا مژدہ سنانے پر یقین کرتی ہے مگر آپ نے اس کی حقیقت اور ماہیت کو بیان کر کے پیغام دیا کہ ایسا ممکن ہوا ہے۔جس معراج کی حقیقت کو اللہ کے رسول ﷺ نے تفصیل سے بیان کیا اسے آپؐ کے تابع مہدی موعودؑ نے طلب دیدار کی حقیقت میں بتا دیا کہ اگر تمہیں اُس حقیقت کا اندازہ کرنا ہے تو صرف اتنا سمجھ لو کہ الصلواۃ معراج المومنین جو متبوع ﷺ نے بیان کر دیا ہے۔کیونکہ جو معاملہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ پیش آیا وہ تابعؑ نے بیان کیا ہے۔یہی بات ہے اللہ تعالیٰ سورہ حدید میں فرماتا ہے وھو معکم این ما کنتم کہ تم جہاں کہیں ہو وہ (اللہ)تمہارے ساتھ ہے۔اور جو ہمیشہ ساتھ ہو وہ حاضر بھی ہے ناظر بھی یہی بات سورہ بقرہ آیت 186 میں کہی وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّی قَرِیْبٌ اور(اے نبیؐ)میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو اُنہیں بتادو کہ میں اُن سے قریب ہوں۔اور اس سے زیادہ واضح بات سورہ قؔ آیت ١٦ میں بتائی کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُسْوِسُ بِہٖ نَفْسَہٗ ٫ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں اُبھرنے والے وسوسوں کو بھی ہم جانتے ہیں ہم اُس کی رگِ گردن (شاہ رگ)سے بھی زیادہ قریب ہیں۔رگ گردن یا شاہ رگ وہ ہے جس سے دل کے ذریعہ پاک کیا گیا خون سب سے پہلے دماغ تک پہنچتا ہے اُس کے بعد جسم کے دوسرے اعضا میں منتقل ہوتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی زندگی کے

لئے اللہ تعالیٰ کا قریب ہونا نہایت ضروری ہے ورنہ وہ معدوم ہو جاتا ہے۔اور شاہ رگ وہ ہے جس کے کٹ جانے سے منٹوں میں موت واقع ہو جاتی ہے۔قرآن میں قلب, بصیرت اور ادراک کا ذکر ہوا ہے۔قلب معنی دل ہی لیا جاتا ہے اور دل میں اللہ بستا ہے یعنی اللہ کا ذکر بستا ہے اور دل ہی وہ انسانی عضو ہے جس میں گردش کر کے آیا ہوا خون صاف ہو کر شاہ رگ کے ذریعہ دماغ کو پہنچتا ہے جہاں عقل یعنی ادراک ہوتی ہے اور بصارت یا بصیرت کا مقام آنکھیں یا نظر ہے جسے بصیرت کہا گیا۔یہ تینوں آ
اعضاء دل, دماغ اور آنکھیں پاک خون سے مطہر ہوتی ہیں جو شاہ رگ سے آیا ہوتا ہے دل میں اللہ ہوتا ہے دماغ میں ادراک اور آنکھوں میں بصیرت یعنی نور ان تینوں کا اشتراک بندے کے اندر نور کو جذب کرنے اخذ کرنے کا سبب ہے اِن تینوں اعضاء کو جب بیک وقت متحرک کرنے سے ''دیدار کی طلب'' پیدا ہوتی ہے۔معنی خدا کا قریب ہونے کا احساس اُس کی موجودگی اسے دیکھنے کی تمنا۔

حضورﷺ کو معراج میں بلایا گیا اور آسمانوں کی سیر کرائی اور ہر منظر کو آپﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔اس کے بعد ایسا نہیں ہے کہ آپﷺ کو پھر کبھی ایسے واقعات اور مناظر نہ دکھائے گئے ہوں۔مسند امام حنبل جلد 1 حدیث 15 میں ایک طویل حدیث بیان ہوئی ہے مگر ہم اس کا ایک ضروری حصہ یہاں درج کرتے ہیں۔ایک دن حضورﷺ بعد نماز فجر چاشت تک مصلی پر بیٹھے رہے اور اس کے بعد خلاف معمول اُٹھ کر گھر چلے گئے۔صحابہؓ کے اسرار پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضورﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ: دراصل آج میرے سامنے دنیا میں آخرت کے وہ تمام اُمور پیش کئے گئے جو آئندہ رونماء ہونے والے ہیں.............اس کے بعد حضورﷺ نے کئی معاملات و احوال بیان کئے جن میں انبیا و مرسلین جنت و جہنم کے واقعات کو آپؐ کے نظروں کے سامنے کر دیا گیا اور آپ نے وہ تمام واقعات بتائے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے آنکھوں کے سامنے سے تمام حجابات اُٹھا دئے تھے اور آپؐ نے اپنی آنکھوں سے نہ صرف انہیں دیکھا بلکہ اولین سے آخرین کے واقعات بیان بھی کئے۔یہ معاملہ معراج کے بعد کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریمﷺ کو موقع بر موقع آنکھوں کے سامنے عالم غیب کے واقعات کا منظر دکھا یا جاتا اور کبھی کبھی بعد زمانے میں ہونے والے واقعات بھی دکھائے جاتے اور پہلے کے انبیاء و مرسلین کے واقعات اور ان نبیوں کے چہرے قد و خال بھی بتائے جاتے۔حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ کا سراپا ان کے چہرے مہرے کا بیان آپؐ نے کیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے آپﷺ پر نماز تہجد فرض کی تھی تا کہ اس وقت آپ اللہ کے حضور حاضر ہوں اور آپ کا یہ کہنا کہ ''تم میری برابری نہیں کر سکتے میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے''۔یہ حقیقتیں آپؐ کے ہمیشہ دیدار کئے جانے کی شہادت دے رہی ہیں۔

بزگان دین علمائے اسلام کے اقوال اور بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کا قیام آنکھوں میں ہوتا ہے اور یہ صحیح بھی معلوم ہوتا ہے آنکھوں میں روشنی یا نور کا ہونا ہی زندگی کی علامت ہے جب آنکھیں بے نور ہو جاتی ہیں تو انسان مردہ کہلاتا ہے۔انسان کے اعضاء میں صرف آنکھیں ہی ایسے عضو ہیں جو باہر کی روشنی اور اندھیرے کا مشاہدہ کر سکتی ہیں۔دیکھا گیا ہے کہ اندھا

انسان جانتا سمجھتا اور محسوس تو کرسکتا ہے مگر دیکھ نہیں سکتا اور اصل ہیت اور حقیقت سے آگاہ نہیں ہوسکتا۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ روشنی ہی روشنی کو پا سکتی ہے انسان کے اندر کا نور باہر کی روشنی کو دیکھ لیتا ہے ۔کائینات کی تخلیق نور سے ہوئی ہے اس نور کے مشاہدے کے لئے آنکھوں میں روشنی یا بصارت کا ہونا ضروری ہے ۔جب انسان کے اندر کے نفس کو تقوی تو کل اور ذکر اللہ کی تپش میں تپایا جائےتو اسی روشنی یا بصارت سے مشاہدہ حق ممکن ہے ۔اسی لئے کہا گیا کہ دیدار سر کی آنکھوں سے ممکن ہے یہ کیفیت محسوس کی جاتی ہے بیان نہیں ہوتی ۔

قلب ونظر ایک لفظ ہے جو اردو میں بولا جا تا ہے' نظر تک تو ٹھیک ہے اس کے ساتھ قلب کو نظر لفظ کے ساتھ جوڑنا کیا معنی ؟ کیونکہ یہ لفظ کسی زمانے میں ایک قوم کے خاص مقام کا حامل ہے جیسے ہاتھ پاؤں دونوں الگ اعضاء ہیں مگر ان کے اعمال ایک جیسے ہیں' دل ودماغ دوا لگ عضو ہیں جسم کے نگران کے کام کرنے کی کیفیت ایک جیسی ہے بالکل ایسا ہی قلب ونظر ہے ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جو باوجودا لگ ہونے کے ان کے اعمال ایک جیسے ہیں نظر دیکھ کر بتاتی ہے قلب سمجھ کر بتا تا ہے کہ واقعتاً کیا ہے اور یہی قلب سے دیکھنا ہے' معرفت الٰہی کے باب میں دونوں کے بیک وقت فیصلے کو بصیرت کہتے ہیں ۔نبوت سے پہلے حضور ﷺ کو کیا حضرت ابراہیمؑ کے دین ومذہب ان کے خالق ورب کے بارے میں تمامی علم تھا جب کہ آپؐ اُمی تھے؟ مگر آپ کی شرافت نفسی مکہ میں ایک معلوم حقیقت تھی یہی وجہ ہے آپؐ غار حرا کی تنہایوں میں بیٹھے اُس خالق ومعبود کے بارے میں غور وخوص کیا کرتے تھے یا عبادت جسے ''تحنث'' کہا گیا' ہے اس معبود اعلی کو یاد کرنا جس نے انسانوں اور اس کائینات چاند ستاروں پہاڑ شجر حجر کو پیدا کیا وہ کون ہے؟ یہی بات تو آپؐ کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کے قلب ونظر میں آئی تھی وہ بھی ایک غار کی خاموش تنہائی میں باہر نکلےتو یہی سوچا تھا' یہ عجیب بات ہے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت محمد مصطفٰی ﷺ میں کتنی یکسانیت اور مطابقت ہے ۔ایک مغرور ومتکبر بادشاہ کے ڈر سے جو خود کو خدا کہہ رہا تھا ابراھیمؑ کو چھپا دیا گیا تھا اور دوسرے انہیں کی آل وعترت میں مشرکوں اور نام نہاد بتوں کو معبود ماننے والوں سے بیزار ونالاں ہو کر ایک خالق کل کی تلاش میں اندھیری راتوں میں ایک غار میں تنہا گوشہ نشین ہو جاتے ہیں آخر کیوں؟ چلو مان لیتے ہیں بکریاں چراتے تھے پھر بھی کئی دنوں کا توشہ لے جانا کیا معنی رات کو واپس بھی تو آیا جاسکتا تھا اور ایسا بھی نہیں کہ آپ کو کسی قسم کی تنگی اور مجبوری تھی کیونکہ آپ کی زوجہ حضرت خدیجۃ الکبری مکہ کی ایک معروف رئیس تاجر خاتون تھیں ایسے میں ان کا رات رات بیوی بچوں کو چھوڑ کر توشہ لیجا کر تنہائی میں گزارنا کیا معنی؟ یہ وہی قلب ونظر کا کمال ہے کہ آپ کے رگ وخون میں خاندانی فراست منتقل ہوئی تھی جو انبیاء کے سلسلے کا حصہ ہے ۔آپؐ کے علاوہ عبدالمطلب کا ان کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کے چاہ زمزم کی تلاش میں اپنے عزیز بیٹے حضرت عبداللہ کی قربانی کی منت مان لینا اسی خاندانی شرف کی دلیل ہے ۔اور ان کے بیٹے ابو طالب کا اپنے بھتیجے کے لئے کفار مکہ کے آگے سینہ سپر ہو جانا یہاں تک کہ درہ شعیب ابی طالب میں تین سال تک فاقہ اور تنگدستی اور ضعیفی میں آپ کا ساتھ دینا اسی شرک بیزاری کی علامت تھا حضرت ابراہیمؑ کے پاس غار اور ایام طفلی میں کوئی ناموس یا فرشتہ تو نہ آیا تھا اور نبوت سے پہلے

حضورﷺ کے پاس بھی کوئی ناموس یا فرشتہ نہیں آیا تھا جب کہ پہلی وحی کے وقت آپؐ حضرت جبرئیل کو دیکھ کر گھبرا گئے بلکہ ڈر گئے تھے۔اس سے پہلے کون تھا جو خالق و معبود کی حقیقت میں غور کرنے کے لئے قلب و نظر کو راہ دکھا رہا تھا؟ **اسے کوئی نگاہ نہیں پاسکتی وہ سب نگاہوں پر چھا جاتا ھے** نبوت کے شروع میں اور بعد بھی دس برسوں تک وہ کیا چیز تھی جو آپﷺ کے قلب و نظر پر چھا گئی تھی جب تک کہ آپ کو معراج میں دیدار نہیں ہوا وہ یہی بات ہے کہ **وہ آنکھوں کو نظر نہیں آ رہا تھا مگر دل کو دکھائی دے رہا تھا**۔حضرت نوحؑ صالحؑ ہودؑ لوطؑ کو جو یقین حاصل تھا وہ یہی قلب و نظر کا یقین تھا۔حضرت موسیٰ کو طور پر کیسے یقین ہوا جو روشنی درخت سے آ رہی ہے وہ خدا کا نور ہے جو کلام کر رہا ہے وہ آپؑ کا رب ہے پہلے تو وہ کلام سن کر گھبرائے تھے جو روشنی درخت سے نکل رہی تھی اس کی ہیت کیفیت و ماہیت کیا تھی جو موسیٰ اپنا رب ماننے کا یقین کر رہے تھے۔اور جو روشنی موسیٰ نے دیکھی وہ جانتے نہیں کہ وہ کیا دیکھ رہے تھے اور جو دکھائی دے رہا تھا وہ جانتا تھا کیا دکھایا جا رہا ہے۔ہوسکتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے دیکھ کر بھی پہچان نہ پائیں ہوں اسی لئے کہہ دیا گیا ہو **لـن تـرانـی** کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا یا تم میں اتنی سکت پیدا نہیں ہوئی یا انسانیت اتنی بلیغ نہ ہوسکی کہ اس نور کو پہچانے مگر اس سے زیادہ حیران کن معاملہ معراج کا تھا مگر محمدﷺ کے تعلق سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "نہ ان کی نظر بہکی اور نہ وہ گھبرائے" یہی وہ قلب و نظر تھی جب اپنے اوج کمال کو پہنچ گئی تو کہلوایا: **کہد وا ے محمد یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت کی بنیاد پر**"(یوسف ۱۰۸)اور اس طرح سے خاص معاملے کو عام کر دیا اور آپؐ کے تابع نے کہا کہ میرا بھیجا جانا ہی طلب دیدار کے لئے ہے۔خاص معاملات کو عام کرنے کی مثال ارکان حج میں صفا و مروا کی سعی ہے۔حضرت بی بی حاجرہؓ بے آب و گیا صحراء میں اپنے معصوم بچے کی محبت میں کسی اُمید کی تلاش میں اس ٹیلے سے اُس ٹیلے پر دوڑ لگاتی ہیں یہ ایک ماں کی محبت کا نجی معاملہ ہے جو فطرت انسانی کا حصہ۔مگر! اللہ تعالیٰ نے اسے حج کے ارکان کا حصہ بنا دیا محمدﷺ کے ہر اُمتی کو یہ رکن ادا کرنا پڑتا ہے ورنہ حج نہیں ہوتا کیوں؟ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند اسماعیلؑ کی قربانی اللہ کے لئے پیش کی ان کی جگہ دنبہ قربان کرایا اور ساری اُمت کو اسلام کے فرض حج کی ادائیگی میں جانور ذبح کرکے حضرت ابراہیم کی سنت ادا کرنا حج کا رکن کیوں؟ **مطلب یہ کہ دین ایمان اور معرفت الٰہی کے باب میں کچھ اعمال و ارکان جو خاص نوعیت کے تھے وہ عام کئے گئے ہیں انہیں میں عام اُمتیوں کی معراج یعنی دیدار الٰہی کی طلب جو اللہ کے رسولﷺ اور ان کے تابع نام خلیفۃ اللہ مہدی کے لئے خاص تھی اُسے مومنین اور معرفت الٰہی کے طلب گاروں کے لئے عام کیا گیا ہے**۔اس کے علاوہ بھی دیدار کی تعلیم کی ضرورت یوں ہے کہ جب تم مخلوق کو رب مان رہے ہو تو انہیں بے شمار مخلوقات میں حقیقی خالق کی جو نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کی بناوٹ اور حقیقت پر غور کیوں نہیں کرتے کہ وہ بھی تو معدوم اور فنا ہو جایا کرتی ہیں جبکہ ان سے بہتر مخلوق اور ظاہرات وجود میں آتی جاتی رہتی ہیں۔کوئی تو ہے؟ جو ان فنا ہونے اور معدوم ہونے والی مخلوقات کی جگہ نئی تخلیق فرما دیتا ہے جو حقیقی خالق اور معبود ہے۔اس سے بڑی بات تو اللہ کے رسولﷺ نے فرمائی ہے **مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَای الْحَقَّ** جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق (اللہ) کو دیکھا (بخاری ۶۹۹۶ مسلم ۲۲۶۷) اور اپنے حبیبﷺ کی بات پر اللہ تعالیٰ نے مہر ثبت کی ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (فتح ۱۰) بے شک جولوگ آپ کی بیعت کرر ہے ہیں در حقیقت وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ یہاں اللہ کہہ رہا ہے کہ جس ہاتھ پر یہ لوگ (صلح حدیبیہ میں) آپؐ سے بیعت کرر ہے ہیں وہ اللہ کا ہاتھ ہے۔ ہاتھ محمدﷺ کا اللہ کہہ رہا ہے میرا ہاتھ ہے تو اللہ کے رسول ﷺ کیوں نہیں کہہ سکتے کہ ''جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق (اللہ) کو دیکھا۔ یہاں دو باتیں معلوم ہوتی ہیں سورہ فتح کا نزول 111 ہے اس سے پہلے سورۂ النجم 23 اور سورۂ بنی اسرائیل 50 واں نزول میں اللہ کے رسول ﷺ نے نہ صرف یہ کہ اللہ سے ملاقات کی بلکہ دیکھا بھی وہاں کیا راز و نیاز ہوئے یہ کسی کو معلوم نہیں ورنہ جو محمدؐ پہلی وحی کے نزول کے وقت حضرت جبرئیل کو دیکھ کر گھبرا گئے تھے وہ اس یقین و اعتماد سے کہہ رہے ہیں کہ مجھے دیکھنا حق کو دیکھنا ہے تو کوئی تو بات ہوگی۔ دوسری بات یہ کہ آپؐ جو احکام شریعت لائے تھے وہ تمام اللہ کی جانب سے تھی ان کی بات ماننا اللہ کی بات ماننا ہوا کیونکہ عام انسان تو اللہ کو نہیں دیکھ پاتا اللہ کے رسولؐ پر یقین کرنا ایسا ہی جیسا کہ اللہ کو دیکھ کر احکام ماننا ہوا۔ حضور ﷺ نے خواب کو نبوت کا چالیسواں حصہ قرار دیا ہے خواب میں ہم کئی حقیقتوں کا مشاہدہ کر لیتے ہیں ایسا معاملہ کھلی آنکھوں والے کو بھی نہیں ہوتا انسان نیند کی حالت میں ہوتا ہے تو آنکھیں بند ہوتی ہیں پھر کیوں وہ کئی ایسی حقیقتوں کو دیکھ لیتا ہے اس کو نظر کہیں گے نظارہ یا حقیقت جو دل نے دیکھا وہ نظر نے نہیں دیکھا مگر دل کو یقین ہے کہ اس نے جو دیکھا سو دیکھا۔ مثلاً آج ایک بڑے مجمع یا اژدھام میں بہت سارے لوگوں کو وہ نظر نہیں آتا جو ایک کیمرہ مخصوص فوکس کر لینے پر دکھا دیتا ہے اور گھر بیٹھے ہوئے ہزاروں میل سے ہم ٹی وی پر دیکھ لیتے ہیں حالانکہ کیمرے اور ٹی وی کے درمیان کوئی ٹھوس رابطہ نہیں ہوتا سب کچھ ہوا یا فضاء میں منتشر ہوتا ہے لیکن ٹی وی کا سگنل اسے پکڑ لیتا ہے جبکہ میدان میں ہزاروں لوگ ہوتے ہیں وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کے کھلاڑی آؤٹ ہو گیا مگر کس طرح ہوا معلوم نہیں مگر کیمرہ ہر زاویہ سے اس کے آؤٹ ہونے کی تفصیل بتا دیتا ہے کہ کھلاڑی بال اور وکٹ کے درمیان حائیل ہو گیا تھا جبکہ اسے آؤٹ ہونا تھا۔ یہی معاملہ خواب یا قلب و نظر کا ہے اس طرح دل کی آنکھ وہ دیکھ لیتی ہے جو اوروں کو نظر نہیں آتا۔ ہم آنکھ سے سارا منظر نہیں دیکھ سکتے لیکن دل ان کے جزئیات یا ٹکڑے ٹکڑے جوڑ کر ایک ایسا منظر ہمیں بتاتا ہے جو آن واحد میں تمام دنیا اور کہکشاں کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے اسی طرح کی کوئی کیفیت ہے قلب و نظر۔ ''یا تو اللہ کی عبادت اسطرح کر کہ گویا اسے دیکھ رہا اگر نہیں تو اتنا جان لے کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے''۔ اللہ تعالی کے جلیل القدر پیغمبر جو زمین پر اللہ تعالی کے خلیفہ ہوتے ہیں وہ جب نبوت و رسالت کی منہاج پر پہنچتے ہیں تو انہیں مسند انسانیت کی اعلی قدر کے طور پر ایک اعزاز دیا جاتا ہے یا انسے ایسا عمل کروایا جاتا ہے جو ناممکن تو ہوتا ہے مگر ان سے وہ ممکن ہو جاتا ہے جو ساری عالم انسانیت سمجھتی ہے کہ ممکن نہیں۔ ورنہ عام اُمتی اور اللہ کے نبی رسول پیغمبر اور خلیفوں میں فرق کیا ہوگا خلیفہ یا قایم مقام میں کچھ اعزازی فرق تو ہونا چاہئے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم کا اعزازی نکتہ منہاج اللہ کے حکم سے اپنے فرزند عزیز حضرت اسماعیل کو قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو جانا حضرت موسیٰ کا اعزازی نکتہ منہاج کوہ طور پر اللہ سے کلام کرنا حضرت عیسیٰؑ کا اعزازی نکتہ منہاج اللہ کے حکم سے ان کا بن باپ کے روح کا

پیدا کیا جانا' حضور نبی کریم خاتم الانبیا ﷺ کا اعزازی نکتہ منہاج معراج میں اللہ سے ملاقات کرنا اور اُس کا دیدار کرنا اور حضرت مہدی موعود آخرالزماں تابع تام رسول اللہ کی خلافتہ اللہ کا اعزازی نکتہ معراج دیدار اور دعوت طلب دیدار ہے' مگر اس میں فرق یہ کہ پہلے کے چاروں جلیل القدر انبیاء علیہ السلام کی عظمت کی شہادت قرآن میں اللہ نے دی اور آخر میں خاتم الانبیاء ﷺ اور ان کے تابع تام مہدی موعود آخرالزماں کو جو بعد کسی زمانے میں جن کی بعثت ہوگی اس لئے منسلک کردیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی کتاب اتاری جانی تھی سو اللہ تعالی نے اپنے رسولؐ کے نکتہ اعزازی کو ساتھ ساتھ بیان کر دیا'' کہدو اے محمدؐ یہ میرا راستہ ہے جو بلاتا ہوں بصیرت کی بنیاد پر اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع ہے۔اس طرح اللہ تعالی نے اس ذہنی خلجان یا کنفیوژن کو پہلے ہی ختم کر دیا جو بعد کے زمانے میں پیدا کیا جانے والا تھا۔مہدی موعود کو مہدی ماننا خاص بات نہیں ہے وہ تو دنیا مانتی ہے مہدی موعود آخرالزماں کو تابع تام رسول اللہ ﷺ ماننا خاص بات ہے' اس کے باوجود کنفیوژن پیدا کیا گیا مسلمانوں کے گروہ مہدی کو منتظر مانتے تو ہیں کوئی انہیں امام کہتا ہے کوئی انہیں رضی اللہ عنہ کہہ رہا ہے کوئی دنیا کا حاکم بادشاہ مان رہا ہے کوئی ان کو انہیں بہت سارے معجزات و کرامات سے لیس ہو کر آنے والا خلیفہ مان رہا ہے' مگر انہیں خلیفتہ اللہ مراد اللہ مبین کلام اللہ نہیں مانتا سوائے مُصدقوں کے۔تمام مذہبی تاریخی روایات اُٹھا کر دیکھیں کسی نبی رسول پیغمبر کی اتباع کرنے والا آنے والا ہے نہیں بتایا گیا البتہ دنیا کے سردار کے آنے کی بات ہے جو ہزاروں فرشتوں کے ساتھ نزول اجلال کوہ فاران میں کریگا۔مگر وہ کسی کا تابع نہیں بلکہ سب اس کے تابع ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں اور آنے والوں میں صرف مہدی موعود آخرالزاں ہی ہیں جو آپؐ کے تابع ہیں کہا گیا اور یہ بات قرآن نے کہی ہے اس لئے اس تابع کا مقام اور مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔

بصیرت یعنی دیدار کے احوال و کیفیات کو اللہ تعالی نے قرآن میں بار بار سمجھایا ہے اور لگا تار سمجھایا ہے جیسے پہلے کہا ہے کہ سورہ النجم نزول 23 میں پہلے معراج کا بیان ہوا اس کے بعد سورہ بنی اسرائیل نزول 50 میں سورہ یوسف 53 میں سورہ انعام 55 میں اس کے بعد سورہ المومن میں وضاحتیں آئیں اور سورہ حٰم سجدہ کی 53-54 آیات میں کہا کہ **سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِيْ الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ , اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ . اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِنْ لِقَآءِ رَبِهِم , اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيْطٌ** ہم جلد دکھائیں گے انہیں اپنی نشانیاں آفاق (عالم) میں اور ان کے اپنے نفسوں میں تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ واقعی ''حق'' ہے کیا یہ کافی نہیں ہے کہ آپ کا رب ہر چیز پر گواہ ہے۔سنو! یہ لوگ شک میں مبتلاء ہیں اپنے رب سے ملنے کے بارے میں یاد رکھو وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔پہلے تین 3 باتیں نوٹ کر لیں ''ہم جلد دکھائیں گے انہیں اپنی آیات اطراف عالم میں اور اُن کی ذات میں'' آیات کے معنی میری نشانیاں' میرے احکام ہیں۔**سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا** ہم جلد دکھائیں گے اپنی نشانیاں' اللہ تعالی کی نشانی موجودات حاضرات یا مخلوقات میں تو نہیں ہوتیں وہ فرماتا ہے **لیس کمثله شی** اُس جیسی کوئی شے ہے ہی نہیں تو پھر اس کی نشانی ''اُس کے سواء'' کیا ہو سکتی ہے؟ وہ بھی جلد دکھانا اطراف ''عالم'' میں عالم تمام

کائنات کو کہتے ہیں اور جنت وجہنم عالم نہیں "منزلیں" یا مقامات ہیں دنیا میں اعمال کے بدلے کی ۔معلوم ہوا "وہ اطراف عالم" دنیا میں ہے جہاں اللہ اپنی نشانی یا "دیدار" دکھائے گا۔اوراس میں بھی خصوصیت ہے "اُن کی ذات میں" اب انسان کی ذات میں دیکھنے کی چیز "آنکھیں" ہیں اس سے معلوم ہوا کہ "وہ دیدار" دکھائے گا انسان کی آنکھوں میں اسی دنیا یا عالم میں اور یہ معاملہ مرنے کے بعد جنت میں نہیں جیسا سمجھ لیا گیا ہے دنیا میں ممکن ہے۔اب آ گےاورصاف وضاحت "یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا حق" ۔حق اصطلاح دینی میں "اللہ" کو کہتے ہیں ۔یہاں صاف بتا رہا ہے کہ "حق یعنی اللہ" اُن پر ظاہر ہو جائے گا" جو اس کی طلب رکھتے ہیں ۔اور دنیا میں طلب دیدار کی دعوت مہدویوں کے لئے مخصوص ہے۔اوراس بات کا شاہد خود اللہ ہے ۔اب آگے مزید وضاحت" خوب یادرکھو !بیشک وہ اپنے رب کی ملاقات "دیدار" (روبرو حاضری) سے شک میں ہیں ۔اور آخر میں اپنی قدرت کا احساس بھی دلایا کہ "یادرکھو! بیشک وہ ہر شے کا احاطہ کئےہوئے ہے۔"یعنی نگاہوں کا بھی احاطہ کئےہوئے جیسے کہا کہ "وہ نگاہوں کا احاطہ کر لیتا ہے(گھیر لیتا ہے) نگاہیں اُسکو نہیں پا سکتیں وہ نگاہوں کو پالیتا ہے ۔ایسی بے شمار آیات قرآن میں ہیں دیدار کے حق ہونے کی دلیل میں ضرورت ہے انہیں دیکھنے پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی ۔اس طرح اللہ تعالی نے واقعہ معراج کے بعد لگاتار دعوت دیدار کا بیان کیا ہے جب اس بات کو مکہ مکرمہ میں نہیں سمجھا گیا جہاں پر اِن سورتوں کا نزول ہوا تو دوبارہ مدینہ میں اس کی وضاحت ہوئی جب مدینہ میں بھی اس پر توجہ نہ ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی حیات مبارک کے آخری ایام میں حدیث احسان کا معاملہ پیش کیا گیا اور مختلف اوقات میں اس سے پہلے اس کے بعد ان باتوں کو معرفت الہی کی سمجھانے کے لئے ایک بینہ یا خلیفۃ اللہ کے آنے کا وعدہ کیا گیا اور حضور ﷺ سے کہا گیا کہ آپ بس اپنا پیغام پہنچا دیں ہم اس کا بیان ایک مبین کلام اللہ سے کرائیں گے 9 نویں صدی ہجری میں اس طرح وقت اور مقام کا تعین بھی کر دیا کہ وہ مدینہ (شہر) سے ظاہر ہونگے کعبۃ اللہ کے رکن و مقام پر اپنا دعوی پیش کریں گے حالانکہ اس سے پہلے لوگ انہیں "مہدیؑ" کے پہچان چکے ہونگے لیکن جب تک اللہ کا حکم نہیں ہوگا وہ دعوی نہیں کریں گے۔اس طرح مہدی کا آنا تجدید شریعت کے لئے تو ہے ہی بلکہ اصل مقصد "طلب دیدار" کی دعوت دینا ہے۔انہیں اپنی آیات اطراف عالم میں اوراُن کی ذات میں یعنی چشم سر سے دیکھنا کی قابلیت کا پیدا کرنا۔جسے تعلیمات فرائض مقیدہ مخصوصہ کے نام سے مہدویہ میں یاد کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اسلام کے ماننے والوں میں اتنے علما مفسر محدث علم الکلام کے ماہر اور جید اولیا آئے کیا انہیں بات سمجھ میں نہ آئی' جو پھٹے حال بوسیدہ کپڑوں جھونپڑوں میں رہنے والوں نے سمجھ لیا ساری علم کی حقیقت؟۔بات پھر سے ابتداء کی طرف پھیری جائے گی کہ آدمؑ سے پہلے ابلیس عابد عالم تھا' پھر کیا ہوا؟اس نے ایک چھوٹی سی بات نہیں سمجھی کہ اللہ کا حکم ماننا ہی سب سے بڑا علم ہے اُس نے انکار کر دیا' **انکار کرنا جسے کفر کہتے ہیں ابلیس کی صفت ہے ابلیس مشرک نہیں تھا وہ اللہ کو ہی قادر مطلق مانتا تھا ورنہ کیوں وہ اللہ تعالی سے انسان کے دل رگ و پے میں جگہ مانگی؟ مشرک تو انسان ہوا ہے جو خدا کی خدائی میں دوسروں کو شریک کرتا ہے**

۔حضور نبی کریم ﷺ اُمی تھے مگر قرآن جیسا عظیم ترین نوشتہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دیا، مگر آپؐ نے کبھی خود پر فخر وغرور نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل میں سر بسجود ہو جاتے، ۔صحابہؓ رسولؐ میں بہت سارے خاندانی مرتبہ واعزاز والے تھے مگر جب صدائے حق یعنی اذان بلند کرنے کا معاملہ آیا تو حضرت بلالؓ کو منتقب کیا جو کہ نہ صرف حبشی تھے بلکہ کسی وقت غلام بھی تھے۔ رہتی دنیا تک جب بھی اذان دی جائیگی حضرت بلال کا نام لیا جاتا رہیگا۔اللہ کے پاس بندگی اور اطاعت کی قدر و قیمت ہے مرتبہ وعلم کی نہیں۔

آدمؑ صفی اللہ، نوحؑ نجی اللہ، ابراہیمؑ خلیل اللہ، اسمٰعیلؑ ذبی اللہ، موسیٰؑ کلیم اللہ، عیسیٰؑ روح اللہ تو محمد رسول اللہؐ کیوں؟ یہ پہلے والے انبیاء بھی تو اللہ کے احکام اور خبریں پہنچانے والے ہی تھے۔ رسول معنی اللہ کی خبریں پہنچانے والے، ان انبیاء کو ان کے صفات سے یاد کیا جاتا ہے جبکہ محمدؐ کو ان کی پیدائش کے مقصد سے کیوں؟ حالانکہ محمدؐ کو رحمت للعٰلمین کہا گیا لیکن رسول اللہ ہونا کئی معنوں میں ہے۔ دوسرے انبیاء کو جو اخبار یا کتابیں دی گئیں وہ ان کی قوموں کو تھیں محمد ﷺ کو جو کتاب قرآن مجید دی گئی وہ اقوام عالم کے لئے ہے، دوسرے انبیاء کو جو کتاب دی گئی اس کی وضاحت یا عملی تعلیم کا باقاعدہ انتظام نہیں تھا مگر حضور ﷺ کو دئے گئے قرآن مجید کی تعلیم کا انتظام ہے جسے سنت رسولؐ کہا جاتا ہے۔اور دوسرے انبیاء وحی اور جبرئیلؑ کے تابع تھے اللہ کے احکام پہنچانے میں جبکہ حضورؐ کو نبوت کے گیارہ برس بعد اللہ تعالیٰ نے بلا کر ملاقات کی دیدار سے سرفراز کیا یعنی بغیر واسطہ کے آپؐ رسول بنے یہی وجہ تھی آپؐ نے کہا کہ''میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے''ایسی خصوصیتیں دوسرے انبیاء کی نہیں رہیں۔جب متبوع ﷺ کا ایسا اعلیٰ وارفع مقام ہے تو تابع کا مقام بھی مقدم ومقدس ہونا چاہے تھا لہٰذا نہ صرف قرآن میں الفاظ وخطاب کے ساتھ یاد کیا بلکہ دیدار کی تعلیم کا ذمہ دیا جو کہ متبوع ﷺ کا منصب ومقصد تھا۔لوگ سمجھتے ہیں کہ محمد ﷺ صرف اللہ کے احکام اور اخبار نافذ کرنے والے تھے جبکہ آپ ﷺ کا سب سے بڑا مقصد معراج المومنین کا فرق سمجھانا تھا، یعنی جو دیدار آپ کو ہوا تھا اس کی دعوت دینا اور اس کی باقاعدہ تعلیم وتربیت ایک خلیفتہ اللہ کو دی گئی جو آپؐ کے بعد آنے والے تھے۔ایسا تو نہیں کہ حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے فوراً بعد یہ تعلیم شروع کر دی جاتی، اس کے لئے ماحول اور اسباب پیدا کئے گئے، لوگ علم کے ذریعہ معرفت کے طریقوں کے ذریعہ کوشش کرتے رہے جب اس کے حصول تک براہ راست نہ پہنچ پائے تو مہدی کی بعثت ہوئی، اس تعلیم اور طریقے کو سکھانے کے لئے۔اگر محمد ﷺ کو معراج کرانے بصیرت کی راہ پر بلانے کی بات نہ کر کے مہدی کو یہ منصب دیا جاتا تو مقام انبیاء کے مناقب ومنصب کے احترام کی بات ہو جاتی لیکن حضور ﷺ سے اس عمل اور تعلیم کی ابتدا کر دی گئی بعد میں ایک تابع مہدی کو پیدا کر کے اس کی تعلیم اور طریقہ بتایا گیا یہی ہے **خلق الانسان علمه البيان** اور **ثم ان علينا بيانه**۔مہدی موعود آخر الزماں کو نبی نہیں رسول نہیں پیغمبر نہیں کہا، رسول ﷺ نے خلیفتہ اللہ کہا، یہ اللہ کے حدود ہیں جو وہ جیسا چاہے کرے عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ رکھا، ابراہیمؑ کے لئے آگ کو گلشن بنا دیا، اسمٰعیلؑ کی جگہ دنبہ بھیج دیا، پاؤں کی رگڑ سے زمزم جاری کر دیا۔ بے شک فرعون اللہ کا نافرمان اور دشمن تھا مگر حیرت یہ کہ ایسے دیو ہیکل اہرا بنانے کا اس کی قوم کو خیال کیسے آیا اور

اتنے وزنی اور بھاری پتھر اتنی اُونچائی پر کیسے پہنچائے ایسے کارہائے نمایاں انجام دینے کی آج کی ترقی یافتہ قومیں کرنے سے معذوری ظاہر کرتی ہیں، یہی حال بابل ونینوا کے کھنڈرات، روم و یونان کے محلات جو آسمان کو چھور ہے ہیں پیٹرا کے کھنڈرات جو پہاڑ کاٹ کر بنائے گئے ہیں، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ خالق اللہ تعالی نے انسان میں غیر معمولی کمالات اور طاقتیں دی ہیں مگر وہ اگر اللہ کے مخالف یا اس کے حکم کے انحراف میں کرتا ہے تو یہ کمالات سے ان قوموں کو بیدخل کر دیا اسی طرح معرفت الٰہی میں بھی انسان کو کمال اور اختیار دیا ہے وہ اس کا غلط استعمال کرتے ہیں تو وہ بے دخل کر دیگا۔ اس کی اطاعت وفرمابرداری کا تقاضا یہ ہے کہ فروتنی نیستی ادب و لحاظ سے خدا کے خلق کا انسان مشاہدہ کرے نہ کہ بے بس ہو کر ان کا استعمال غلط نہ کرے۔

کیا دیدار دنیا میں صرف مصدقین کے لے ممکن ہے؟ اس کا جواب ہاں ہے، کیونکہ اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ ''جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا'' رسول ﷺ کی حدیث ہے کہ ''عرض کیا ابو زرین عقیلیؓ نے اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم سب اپنے پروردگار کو الگ الگ دیکھ سکیں گے؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں میں نے کہا اللہ کے رسول مخلوق میں اس کی کیا علامت ہے؟ فرمایا کہ کیا تم سب تنہائی میں چودھویں رات کے چاند کو نہیں دیکھتے (الاگ الگ) ابو زرینؓ نے کہا کیوں نہیں؟ فرمایا ﷺ نے بلا شبہ چاند بھی تو اللہ کی مخلوق ہے اور اللہ تعالی بہت بلند عظمت والا ہے (بخاری مسلم سنن ابو داؤد ۵۲۵۸) مہدی موعود فرماتے ہیں کہ ''ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں''۔ اب ان تینوں بیانات کو سامنے رکھ کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ایمان کامل یقین کو کہتے ہیں کہ اللہ کو دیکھا نہیں مگر یقین ہے کہ اللہ تعالی ہی معبود اور خالق کل ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ جو اس بنیادی حقیقت کو تسلیم کرے گا وہی جنت جہنم فرشتوں اور قرآن وسنت رسول روز جزا حشر عذاب ثواب تقدیر کو تسلیم کرے گا۔ جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کا منکر ہوا سے کیونکہ دوسری باتوں کو یقین ہوگا۔ یہی بات دیدار کے لئے ہے کہ جس نے مہدی موعود خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ تسلیم کریگا اور تصدیق کریگا وہی دیدار کے حق ہونے کا قایل ہوا ورنہ اس کا دیدار کا انکار کرنا بھی ایک حقیقت ہے اس لے بغیر تصدیق مہدی موعود آخر الزماں میراں سید محمد جونپوری کے دیدار ممکن نہیں وہ اس لے کہ حضور ﷺ کے بعد دعوت دیدار تاریخ اسلام میں صرف میراں علیہ السلام نے ہی دی ہے۔ کسی بھی دعوت کے فیض کے حصول کے لئے داعی کو قبول کرنا اولین شرط ہے۔ مثلاً کسی بھی ملک میں رہتے ہیں تو وہاں کے قوانیں کا لحاظ کرنے والا اُس ملک کا متوطن ہوگا اُسے وہ تمام مراعات حاصل ہونگیں جو اُس ملک کے مروجہ قانوں میں ہونگیں، اس ملک کے قانوں سے بغاوت کرنے والے کو نہ وہ مراعات حاصل ہونگیں بلکہ اسے سزا کا مستحق قرار دیا جائے گا اُس بغاوت کی پاداش میں۔

اس کے علاوہ دیدار کا نا ہونا کی باتوں سے ناممکن بھی ہوسکتا ہے۔ دیدار ایک حقیقی صفت تو ہے مگر یہ الہامی اور عرفان کے درجات کے سبب ممکن ہے یہ نہ صرف متقی پرہیزگاروں کا بلکہ خدا کے محبوں کا عارفوں تصرف ہے۔ اگر کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ کا مرتکب ہوا اور اللہ کے بارگاہ میں معتوب ہو تو اسے دیدار ممکن نہیں، حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی، مقروض ہونا، ترک حب

دنیا کے بعد دنیا میں ملوث ہونا' سعادات کا صدقہ زکواۃ خیرات کھانا' کسی پر ظلم وجبر کرنا' تقوی وتوکل کی راہ چھوڑ کر مخلوق سے امداد کا اُمیدوار ہونا' ذکر وعبادات میں توقف کرنا قضا کرتے رہنا' حلال کمائی کے بجائے خدائی قوانین کی خلاف ورزی سے مال حاصل کرنا' خدا کو حاجت روا سمجھتے ہوئے دوسروں سے اپنی حاجت طلب کرنا' مخلوق سے اُمیدوار کرم ہونا' ریا کاری شہرت خودنمائی نام و نمود کا متمنی ہونا ایسے عوامل دیار کے حصول کی وجہ نہیں بن سکتے۔ حصول دیدار کے لئے خالص بندگی مطلوب ہے۔

آگے ہم نے قرآن مجید کے نزول' ترتیب کا جو جدول پیش کیا ہے' اُس کے نزول کی ترتیب کے لحاظ سے قرآن میں غور کریں تو کلام اللہ کی تعلیم اور تربیت میں ایک ضابطہ اور اُصول نظر آئیگا وہ یوں کہ۔ پہلی وحی یا سورۃ العلق سے سورہ نجم 23 تک اللہ تعالی کی عظمت قدرت بلندی برتری خلق عظیم وحدانیت اور اللہ کے رسول محمد ﷺ کا مقام مرتبہ شان اللہ کے رسول کی مدداعانت کے بیانات ہیں۔ دوسرا حصہ سورہ نجم یعنی معراج کے بعد کے احوال کا بیان مختلف ہے جب سورہ بنی اسرائیل تک ہے کہ جس میں دوبارہ اللہ تعالی کی قدرت عظمت کے ساتھ کہکشاں چاند سورج ستاروں کی تخلیق گنہگاروں نافرمانوں کی وعید قیامت حشر جنوں اور انسانوں کی حیثیت حضرت عیسی مریم اور دوسرے انبیا کے احوال حضور ﷺ کے مقامات کے بیانات ہیں انسانوں کی حیثیت ان کے حقارت کفروانحراف عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور انبیا ومرسلین کی دعوت تبلیغ محمد ﷺ کی دعوت تبلیغ کے فرق کو سمجھایا گیا ہے۔ تیسرا مرحلہ کلام اللہ کی تعلیم کا سورہ بنی اسرائیل سے مکہ مکرمہ کی آخری نزول سورہ مطففین کا ہے کہ جس میں معرفت الٰہی کے احوال کا بیان بہت زیادہ ہوا ہے۔ اس کے بعد چوتھا مرحلہ کلام اللہ کی تعلیم کا ہجرت کے بعد کے دس برسوں میں 28 سرتوں میں بیان ہے وہ ہے احکام اعمال فرائض کا انعقاد قصایص انبیاء ومرسلین دین اسلام ایمان طور طریق دنیاوی نظام جہاد کہ جس کا ذکر بقرہ میں پہلی بار 216 ویں آیت میں آیا اور کفروشرک نفاق حقوق العباد جیسے احوال بیان ہیں جس سے انسانیت کی تعمیر ہوا اس کے بعد آخری دور میں احسان کا خلاصہ ہوا ہے۔ حالانکہ مکہ کے نزول سورہ یوسف اور دیگر سورتوں میں اس کے اشارے دے دئے گئے تھے۔

جیسے ہم نے اس کتاب میں ترتیب ونزول قرآن کی فہرست میں دکھایا ہے کہ نزول کے لحاظ سے سورہ یوسف 53 مکی اور سورہ الرعد 96 مدنی ہے اس طرح سورہ یوسف کے نزول کے تقریباً نو 9 یا 10 دس برس کا لمبا وقفہ ہے' لیکن ان سورتوں میں بیان کی ایک مطابقت ہے' جیسے اس سے پہلے ہم نے سورہ الرعد کے متعلق اپنا خیال ظاہر کیا' اسی طرح سورہ یوسف کے کچھ بیان ملتے جلتے ہیں۔ مثلاً سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ تفصیل سے ہے اور اس میں مختلف خواب کا بیان 3 مرتبہ آیا ہے 1) آیت نمبر 4 چار'' اور یاد کرو جب کہا یوسف نے اپنے والد (حضرت یعقوبؑ) سے اے میرے (محترم) باپ میں نے میں نے (خواب میں) دیکھا ہے گیارہ 11 ستاروں کو اور سورج اور چاند کو انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں''۔ نمبر 2)'' اور داخل ہوئے آپؑ کے ساتھ ہی دو نوجوان ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے (خواب میں) اپنے آپ کو دیکھا ہے شراب نچوڑ رہا ہوں ۔دوسرے نے کہا (خواب میں) دیکھا اپنے سر پر اُٹھائے ہوئے کچھ روٹیاں' پرندے کھا رہے ہیں''۔ نمبر 3) اور بادشاہ نے کہا کہ

میں نے (خواب میں) دیکھا کہ سات گائیں ہیں موٹی تازی کھارہی ہیں انہیں سات دبلی پتلی گائیں اور سات سبز خوشے ہیں اور دوسرے سات سوکھے خشک۔ان خوابوں میں حضرت یوسف کا خواب سچ ہوا اس کے بعد دونوں خوابوں کی جو تعبیر آپؑ نے بتائی وہ بعد میں بالکل سچ ہوئی۔اور حضورﷺ نے فرمایا کہ ''نبوت ختم ہوئی' لیکن خواب نبوت کا حصہ ہیں'' معنی اللہ کے خاص مخلص بندوں کو خوابوں کے ذریعہ چند باتوں کی آ گاہی ہوتی رہے گی۔اور سورہ یوسف وہ کہ جس کی 108 ویں آیت میں بصیرت کا بیان ہوا ہے' مہدی موعودؑ نے اپنے دعویٰ مہدی کے ثبوت میں یہ آیت پیش کرتے ہوئے ''طلب دیدار'' کا حکم دیا۔اس سے آ گے غور طلب امر یہ ہے کہ ترتیب میں سورہ ابراہیم 14 پر ہے جس کے پہلے سورہ یوسف 12 اور سورہ رعد 13 پر ہیں۔سورہ ابراہیم کی پہلی 1 آیت میں اللہ فرماتا ہے کہ 'الف لام را۔یہ (عظیم الشان) کتاب ہے ہم نے اتارا ہے اسے آپؐ کی طرف تا کہ آپؐ نکالیں لوگوں کو تاریکیوں سے نور (ہدایت وعرفان) کی طرف ان کے رب کی اذان (مرضی) سے۔یعنی عزیز وحمید (اللہ) کے راستہ کی طرف' وہی اللہ ہے جس کے ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے۔اس آیت میں جو باتیں ہیں وہ ہیں 1) 'لوگوں کو تاریکیوں سے نکالنا۔2) نور (ہدایت وعرفان) کی طرف۔3) اللہ کی مرضی سے۔4) جس کی ملکیت ہیں یہ آسمان وزمین۔اب اس آیت کو سورہ یوسف کی 108 آیت کے بیان کو سامنے رکھکر دیکھیں '' کہدو اے محمدؐ یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت (دیدار) کی بنیاد پر اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع ہے''۔کیا ان دونوں کے بیان میں مماثلت نہیں ہے؟۔اور اس سے پہلے سورہ رعد میں اللہ کی قدرت کی تمام نشانیاں بیان کرنے کے بعد دوبارہ کہا جارہا ہے کہ ''جس کی ملکیت یہ آسمان وزمین ہیں''۔یعنی آخرت بھی اللہ کی دنیا بھی اللہ کی زمین میں جو کچھ ہے بھی اللہ کا آسمان بھی اللہ کا۔اور سورہ ابراہیم کی 3 تیسری آیت کے بعد چوتھی 4 آیت میں کہا جارہا کہ ''بربادی ہے کفار (انکار کرنے والوں) کے لئے سخت عذاب ہے باعث جو پسند کرتے ہیں **دنیاوی زندگی کو آخرت پر** اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں **راہ خدا سے** (بصیرت سے طلب دیدار سے) اور وہ چاہتے ہیں کہ اس راہ راست کو تیڑھا بنادیں'' اور یہ لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں۔اور ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر **اس قوم کی زبان کے ساتھ وہ ''کھول'' کر بیان کرے**۔یہی پر اس بیان کو ختم نہیں کیا بلکہ آیت نمبر 5 میں کہا کہ ''اور بے شک ہم نے بھیجا موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ اور انہیں حکم دیا کہ **نکالو اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف اور یاددلاؤ انہیں اللہ کے دن۔یقیناً اس میں (دنیا میں) نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لئے**۔یہاں اس بیان میں دوسرے انبیا کی مثل بھی بیان کی جاسکتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ حکیم اور نظیر ہے اُس نے یہاں حضرت موسیٰؑ کا ہی بیان کیوں کیا؟ کیوں کہ حضرت موسیٰؑ نے ''دیدار'' کی طلب یا تمنا کی تھی۔جو خاتم الانبیاﷺ کے لئے مخصوص تھی اور اُنﷺ کی اُمت میں خاصان خدا کے لئے جو خلیفۃ اللہ مہدی موعود آخر الزماں کی تصدیق کرنے والے اور ان کی تعلیمات پر عمل کر کے اس نعمت عظمیٰ کو پانے والے ہونگے۔ہر قوم کی ایک زبان ایک معاشرت ایک تہذیب اور لیاقت صداقت سوچنے سمجھنے کا الگ انداز ہوتا ہے۔جو دوسری قوموں اور زمانوں میں نہیں پایا جاتا' جو حضرت موسیٰؑ کے زمانے کے حالات تھے وہ مختلف تھے حضورﷺ کے زمانے کے

حالات مختلف تھے اسی طرح مہدی موعودؑ کے زمانے کے حالات مختلف ہوئے۔انہیں مختلف حالات کی بنا پر تعلیم تربیت ہدایت کا طریقہ بدلتا رہا ہے۔موسیٰؑ نے دیدار کی تمنا کی جو پوری نہیں کی گئی حضور ﷺ کو بغیر خواہش وطلب کے دربار ایزدی میں بلایا گیا مہدی موعودؑ کے وقت میں اُمت کوطلب دیدار کی دعوت دینے کو کہا گیا میراں سید محمد مہدی موعود آخر الزماں نے فرمایا کہ "بندے کا بھیجا جانا ہی دعوت طلب دیدار کے لئے ہے" یہ باتیں سورہ یوسف 12 سورہ رعد 13 اورسورہ ابراہیم 14 میں سلسلہ وار بیان ہیں حالانکہ ان کا نزول مختلف ہے مگر ان کا اس ترتیب میں رکھا جانا تعلیم اُمت کے لئے ہے۔لیکن ہوتا وہی ہے جو تقدیر میں لکھا ہو سو اللہ تعالی انسانوں کی نیتوں کو جانتے ہیں یہی بات اس سورہ کی 9 آیت میں کہی "پس انہوں نے (ازارہ تمسخر) ڈال لئے اپنے ہاتھ مونہوں میں اور (بڑی بے باکی سے) کہا ہم نے انکار کیا اس دین کا جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو اور جس کی (طلب دیدار" کی؟) تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس کی صداقت (یا تصدیق مہدی کے بارے میں) ہم شک میں ہیں جو تذبذب میں ڈالنے والا ہے۔لہذا اسلام کا سارا دین وایمان علم غیب کی بنیاد پر ہے کہ ہم نے اللہ کو نہیں دیکھا ملا ئیکہ فرشتوں کو نہیں دیکھا جنت جہنم کو نہیں دیکھا محمد ﷺ کو نہیں دیکھا مگر ان سب باتوں پر بلا چوں وچرا ایمان رکھتے ہیں اسی طرح تصدیق مہدی پر بھی ہمارا ایمان اس لئے ہے کہ قرآن کی بنیاد پر اُنہوں نے اپنے دعوے کی حجت ثابت کی اور جو تعلیمات اور تربیت اُنہوں نے سکھائی اس کی بنیاد اقوال واعمال رسول ﷺ پر ہے اور ہمارے اسلاف نے اپنی عبادتوں اور اعمال سے انہیں سچ ثابت کیا اور سچ پایا۔مہدویوں کا مہدی موعود کی کی تصدیق کرنا بے بنیاد اور بے دلیل باتوں پر نہیں ہے۔

تصدیق مہدی صرف تعلیمات فرایض ولایت پر عمل کرنا نہیں ہے بلکہ اس بات کا قوی یقین ہونا کہ طلب دیدار حقیقت ہے، ورنہ تصدیق مہدی کا کوئی جواز نہیں، بلکہ حضور ﷺ کے فرمان کو ماننا ایک مجبوری ومھجوری بن کر رہ جائے گی۔تعلیمات فرایض ولایت طلب دیدار کی ترجیحات ہیں جن کے لئے زندگی میں بندے کو یا مصدق کو کئی نشیب وفراز سے گزرنا پڑتا ہے جو دینی ایمانی تو ہیں ہی، دنیاوی پریشانیوں اور امتحانات کا ایک لمبا سلسلہ ہے، جس کے لئے مصدق کے اندر بندگی کے ساتھ شان استغناء کا پیدا ہونا ضروری ہے اسی کے ساتھ ایک مخلص اور موثر قیادت کی ضرورت ہوتی ہے جسے صحبت صادقین کہا گیا یَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُونُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (توبہ ۱۱۹) اے ایمان والوں اللہ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔سچے لوگوں کا ساتھ معنی ایمان والے نہ کہ خود ساختہ عالم رہبر رہنما۔بے شک آج کا دور بدترین دورانسانیت ہے جس میں ہر جگہ گناہ بدکاری برائی دھوکہ فریب کے کچھ نہیں ہے، باوجود اس کے اس دور کا ایک مثبت پہلو بھی ہے کہ آج خدا کے بارے میں جاننا پہچاننا اس کے دیدار یا بصیرت کا اندازہ کرنا آسان ہے کہ دنیا میں ایسے وسیع ذرایعہ موجود ہیں جس سے کہ یہ کہکشاں چاند ستارے حاضر اموجودات دنیا کی رنگینیاں خوبصورت اور ذرایعہ ابلاغ ایسے ہیں کہ ہم بخوبی اللہ کی بصیرت اور اس کی موجودگی اسکی قدرت عظمت کو بہتر طور پر دیکھا اور سمجھ سکتے ہیں۔آج سے پچاس برس پہلے کا انسان جو نہیں جانتا تھا اسے ایک بچہ بھی جانتا ہے اگر اللہ کی قدرت میں فہم وادراک

غوروفکر سے کام لیں تو بصیرت اوربصارت کے بے شمار مواقعہ ملیں گےاللہ کی عظمت کو سمجھنے کے۔انسان اللہ کی قدرت میں غورنہیں کرتا صرف سیکھی سکھائی باتوں پرعمل کرتا ہے۔

آنکھوں میں رہا کبھی دل میں اتر کرنہیں دیکھا　　کشتی میں رہا کبھی اتر کرسمندرنہیں دیکھا　　بشیر بدر

مسئلہ ہمسر رسول لوگ سمجھتے ہیں کہ مہدوی میراں سید محمد جونپوری کو مہدی موعودؑ آخرالزماں مانتے ہیں اس لئے ان کے مقام اورشان کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں کہ محمدؐ نے جو قرآن کا بیان نہیں کیا وہ مہدی موعودؑ بیان کریں گے'ایسا کہنا حقیقت کا اعتراف نہ کرنا ہے کہ یہ مہدوی کہتے ہیں بلکہ یہ اللہ کہتا ہے' جب قرآن محمدﷺ پر نازل ہورہا ہے اللہ کہتا ہے کہ''ہم اس کا بیان کریں گے''(سورہ قیامہ)تو ظاہر بات ہے نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا اس کے بعد اللہ کا یہ کہنا کہ'ہم بیان کریں گے'اللہ تو ظاہر ہوکر بیان نہیں کریگا'اللہ اپنی وہی سنت اختیار کریگا جواس نے اگلے خلفا اللہ کے ذریعہ بیان کرنے کا طریقہ ہے اسی لئے'اپنے رسول حبیب خداﷺ کے ذریعہ ایک خلیفۃ اللہ کو بھیجے جانے کا وعدہ کیا جو معصوم عن الخطا ہوگا جن کے ذریعہ بیان قرآن ہوگا۔ایک سوال ہے کہ دنیا کے ہر خطہ وقوم میں انبیا ومرسلین اللہ نے بھیجے اوران میں کئی ایک کو صحیفے دئے کئی ایک پر کتابیں نازل کیں'جن میں پچیس انبیا کا ذکر قرآن میں نام کے ساتھ ہے تو کیا وہ پہلی والی کتابیں شریعتیں نعوذ باللہ قابل بھروسہ نہیں تھیں؟ جو قرآن نازل کر کے انہیں منسوخ کیا گیا؟جواب ہے کہ ایسا نہیں ہے ایک تو وہ شریعتیں اور کتابیں ان قوموں اورزمانے کے لحاظ سے تھیں اور ایک عرصہ کے بعد اُن قوموں یا اُمتوں نے اس میں اپنے خیالات داخل کر کے من مانیاں کردی تھیں' دوسری بات یہ کہ جب انسانیت یا زمانہ عقل فہم ادراک سے جیسے جیسے فصیح وبلیغ ہوتا گیا اس لحاظ سے انسانیت کو تعلیم اوراحکام دئے گئے'اورقرآن کے وقت اوراس کے بعد زمانہ ترقی کے عروج کے اس مقام پر پہنچ گیا جہاں علم عقل اور تحقیق وجستجو کا ایک نیا باب شروع ہوگیا جہاں دلیل منطق اُصول قواعد پر مذہب وعقیدہ کو تاریخ وجغرافیہ کو جانچا پرکھا جانے لگا اسی لئے قرآن کو ایک فصیح اور بلیغ اُمت پر نازل کیا گیا جہاں پر پہلے کی شریعتیں بےاثر اورکالعدم قرار پائیں۔انسان کی عقل اورعلم کی منہاج کے مطابق قرآن مجید جیسی عظیم کتاب اورشریعت حضور نبی کریمﷺ کے ذریعہ دی گئی۔لہٰذا آج ہم دیکھتے ہیں کہ زبان عربی کے قرآن میں کوئی دخل اندازی نہیں کرسکتا'لیکن آج دوسری زبانوں میں دخل اندازی ہورہی ہے اس کی بے حساب مثالیں زبان اُردو کے ترجموں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ہرکوئی اپنی خیال اورعقیدے سے اس کے معنی اورترجمے بیان کررہا ہے بلا روک ٹوک۔قرآن میں احکام وبیان تو ہیں لیکن اس میں معرفت الٰہی کا بیان سب سے زیادہ ہوا ہے بہ نسبت دوسری آسمانی کتابوں اورشریعتوں کے'اس کی ایک مثال لیلۃ القدر کا اُمت محمدؐ کو دیا جانا ہے' کیوں نہیں پہلے کی قوموں یا اُمتوں کو یہ عظیم مرتبہ والی رات دی گئی ؟ کیا اگلی قوموں کے اس قابل نہیں تھے؟یا معراج جیسے عظیم واقعہ یا آسمانی سفر کے حال اور کیفیت سے دوسرے جلیل القدر انبیا کو کیوں نہیں گزارا گیا؟بات وہی عقل سمجھ علم تجربہ معلومات واسباب کے مکمل پیدا کئے جانے کی ہے۔جب قرآن یا اللہ کے کلام کو سمجھنے والے لوگ پیدا کئے گئے تو لیلۃ القدر بھی دی گئی معراج جیسی نعمت عطا ہوئی اس اُمت کے نبی

رسول ؐ کو۔ پہلے کے نبی رسول پیغمبروں کو معجزات تو دیئے گئے کیا کسی جلیل القدر نبی رسول پیغمبر کو شق القمر جیسا عظیم معجزہ عطا ہوا؟ کیا یہ کوئی معمولی معجزہ تھا کہ ایک کرہ ستارہ یا چاند جیسی جسامت کو دو ٹکڑے کرایا گیا؟ کیا کوئی مخلوق ایک معمولی پہاڑ کو ٹکڑے کر سکتی ہے؟ ایک لمحہ واحد میں بغیر کسی ذریعہ کہ صرف انگلی کے اشارے سے چاند ٹکڑے ہو گیا؟ یہ نبی آخرالز ماں کا مقام اور اعجاز تھا' اسی لئے قرآن مجید جیسی عظیم معجزات والی کتاب کے بیان کو' کیا کسی غیر معصوم خاطی و گنہگار بندوں عالموں مفسروں مجتہدوں صوفیوں ولیوں کے حوالے قرآن کے بیان کا ذمہ دیا جا سکتا تھا؟ کیا کوئی صوفی ولی عالم مجتہد مفسر محدث معراج جیسی کیفیت اور حالت ''دیدار'' کے حصول کی تعلیم و بیان کا متحمل ہو سکتا تھا جو کہ غیر معصوم ہوتے ہیں۔ ایسی کوئی حالت کیفیت اور بیان کی تعلیم اور تربیت ایک اللہ کے خلیفہ معصوم عن الخطا کے شایان شان بات اور مقام ہے جس سے کہ پیغمبر آخرالز ماں کا مرتبہ اور مقام بلند و بالا تر نظر آتا ہے کہ ان پر قرآن اور معراج جیسی کیفیت کا نزول ہوا تھا جس کا پرتو اُمت پر ہو سکتا ہے بشر طیکہ وہ خود کو اس قابل بنائیں ایک خلیفۃ اللہ تابع رسول ؐ کی تعلیم کے ذریعہ۔ پہلے اس کا ذمہ رسول کو بنایا بعد میں ان کی مکمل قدم بقدم اتباع کرنے والے کو بھیجے جانے کے وعدہ کے ساتھ۔'' کہہ وبلاتا ہوں بصیرت کے راستے پر اور وہ بھی بلائے گا جو آپ کی (مکمل) اتباع کرنے والا ہوگا۔ اور اس تابع کے مقام کو بھی بتا دیا کہ **المھدی منی یقفو اثری ولا یخطی** مہدی مجھ سے ہے میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کرے گا۔ اب یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کے **ہمسر رسول کیا ہے؟** جو لوگ اس مسئلے پر چیں بجبیں ہوا کرتے ہیں پیچ پا اور چراغ پا ہو جاتے ہیں کیا وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالی نے خود تابع رسول ﷺ مہدی موعودؑ کو'' محمد ﷺ کی (کامل) اتباع کرنے والا (ہمسر) بتایا ہے مقام بصیرت کی دعوت دینے کے لئے۔ اور سورہ بینہ میں ایک بینہ محمدؐ جو کفر کو ختم کرنے والے دوسرے بینہ اُمت جو تفرقوں میں بٹی ہوگی اس کو معرفت کی تعلیم دینے والے کہا' کیا یہ ہمسری نہیں ہے۔ رسول ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن کا بیان کرنے کے لئے۔ **ہمسر معنی نبی آخرالزماں کے ہم مقام یا برابر ہونا نہیں** ہے بلکہ ان پر نازل ہونے والے کلام اور احوال کی ادائیگی کی تعلیم کے مقام پر اور معراج کی کیفیت والے دیدار کی حالت کی دعوت کے مقام پر' دعوت دیدار دینے کے معاملے میں مہدی موعودؑ ہمسر ہیں نہ کہ مقام و مرتبہ میں۔ اگر مہدی موعودؑ ہمسر رسول نہیں تھے تو پھر اللہ کے رسول ﷺ نے یہ کیوں فرمایا کہ'' کیسے ہلاک ہوگی میری اُمت جس کے اول میں ہوں' آخر میں عیسیٰ ابن مریم اور درمیان میں میری عترت سے مہدی''۔ کیا خاتم الانبیا ﷺ کی اُمت کو بچانا ہر کسی کا ذمہ ہو سکتا ہے بجز ایک خلیفۃ اللہ مہدی کے اس لحاظ سے حضور نبی کریم ﷺ تو مہدی کو اُمت کو ہلاکت سے بچانے کے معاملے میں' ہمسر'' بتا رہے ہیں۔ یعنی خود بھی اُمت کو ہلاکت سے بچانے والے اور مہدی موعودؑ بھی بچانے والے' ان معنوں میں ہمسر ہیں مہدی۔ اگر یہ ہمسر ہونا غلط ہے تو پھر کیوں خلفائے راشدہ خلیفہ رسول ؐ کہلائے جائیں گے؟ اپنی حیات میں حضو ﷺ نے تو کسی کو میرا خلیفہ نہیں کہا نا وصیت کی تھی کہ فلاں میرے خلیفہ ہونگے اُمت انہیں خلیفہ رسول کیسے بلا سکتی ہے؟ کیا انہوں نے وہ کام کئے جو ایک رسول ؐ کے ذمہ تھے؟ حضو ﷺ نے کبھی بھی خود کو مسلمانوں کا حکمران نہیں بتایا بلکہ اللہ کا رسول کہا' جبکہ خلفائے راشدہ حکمران تھے اور انہیں امیر المومنین کہا گیا' کوئی

بھی کتنا ہی اعلیٰ مرتبت ہو وہ مومنوں کے امیر کیسے ہو سکتے ہیں مومنوں کے امیر اللہ کے خلیفے ہوا کرتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ مسلمانوں نے خلفائے راشدین کو امیر المومین کہا ہے وہ ان کے احترام وتقدس کی بات ہے ۔خلفاے راشدہ کے بعد تو ظالم جابر حکمران مسلمانوں کے امیر المومنین کہلائے گئے ہیں ۔آج جو لوگ خود کو شیخ اسلام کہلواتے ہیں کیا وہ سارے عالم اسلام کے شیخ ہو گئے کس نے انہیں یہ مقام ومرتبہ دیا؟ کیا کوئی عالم اسلام کا شیخ ہو سکتا ہے؟ یعنی مذہب اسلام کا شیخ' یہ کس نے انہیں بنادیا' جو لوگ خود کو شیخ الحدیث کہلواتے ہیں انہیں کس نے یہ مقام دیا کہ اللہ کے رسول کے حکم فرمان کلام وبیان پر اپنا حکم لگائیں حجت ثابت کریں؟ کیا کوئی اللہ کے رسولؐ کے احکام پر اپنا حکم لگانے کے اہل ہو سکتا ہے؟ اس طرح تو وہ کنایۃً خود کو ہمسر رسول مانتا ہے یا اسے لوگ ہمسر رسول مان رہے ہیں بھلے زبان سے نا کہہ رہے ہوں' کیا کوئی اللہ کے رسول کے حکم کلام وبیان پر اپنا حکم لگانے کا مجاز ہوگا؟ جو خاطی گنہگار ہو؟ تو اللہ کے خلیفہ کے ہمسر کہلانے میں کیوں اعتراض ہے؟ شیخ معنی تمام علوم اسلامی میں فایق ہونا' کیا کوئی شخص حافظ قاری مفتی عالم فاضل مجتہد مفسر بیک وقت ہو سکتا ہے؟ جبکہ ان علوم میں کوئی کوئی ایک فرد ہی بیکوقت ایک علم حاصل کرتا ماہر ہو سکتا ہے تمام علوم کیسے کسی ایک شخص میں جمع ہو جائیں گے؟ لوگ خود کو شیخ الحدیث شیخ السلام کہنے میں نہیں جھجکتے خلیفۃ اللہ کے ہمسر ہونے میں ان کا چیں بجبیں ہونا معنی خیز اور تعجب خیز ہے۔

ہمسر ہونے کا مطلب رسول نبی یا پیغمبر ہونا نہیں ہے بلکہ ایک خلیفۃ کا اپنے ماسبق نبی رسول کے احکام کلام و بیان کا وارث ہونا ہے ۔اللہ تعالی نے اپنے خلیفہ کو ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ کہا ہے (فاطر ۳۲) کیا یہ وراثت ہمسری کے مقام پر نہیں ہے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا" من رانی فقد رای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق (اللہ) کو دیکھا" (بخاری) تو کیا محمدؐ خدا یا حق یا اللہ ہو گئے ؟ یا اُمت نے انہیں خدا مان لیا ہے ۔اللہ تعالی نے معرکہ بدر کے دن فرمایا "پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں (کافروں کو) قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا' اور تم (محمدؐ) نے (کنکریاں) نہیں پھینکیں (کافروں پر) (اللہ نے پھینکیں) سورہ انعام ۱۷۔تو کیا اللہ تعالی بدر میں کافروں کو قتل کرر ہا تھا یا کنکریاں پھینک رہا تھا' کہ یہ ایک اُصولی بات تھی کہ اللہ کے رسولؐ اللہ کے قایم مقام خلیفہ تھے تو اللہ نے اپنے رسول کے عمل کو اپنا عمل بتایا تو کیا محمدؐ اللہ ہو گئے' یا انہیں اُمت نے اس لحاظ سے اللہ مان لیا؟ اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ "اے نبیؐ جو لوگ تم سے بیعت کرر ہے تھے (صلح حدیبیہ کے دن) وہ دراصل اللہ سے بیعت کرر ہے تھے ۔ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا ۔(فتح ۱۰) تو کیا حضور ﷺ اُس وقت اللہ ہو گئے تھے یا حقیقی معنوں میں ان کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہو گیا تھا؟ ۔سورہ آل عمران میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ "تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو" تو کیا اُمت کا ہر فرد یا وہ مسلمان جو خاطی ہے گنہگار ہے عاصی ہے وہ بہترین اُمت ہو جانے کا دعوی کر سکتا ہے؟ دراصل ایسی تشبیہات اور استعارے بطور تمثیل بیان ہوتے ہیں جبکہ حقیقت کچھ اور ہوتی ہے ۔اسی ضمن میں مہدی کو "ہمسر" کہا جاتا ہے' نا کہ رسول و نبی اور پیغمبر آخرالزماں کے برابر ۔ہمسر کے معنی نایب کے بھی ہو سکتے ہیں' جیسے اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو اپنا خلیفہ یعنی نایب کہا تو کیا

حضرت آدمؑ خدائی صفات یا اعمال سے متصف ہو گئے؟ بلکہ یہ نایب ہونا کوئی حکم یا عمل ایسا کرانا مخلوق سے جو اللہ کا حکم ہو کیونکہ اللہ حاضر بھی ہے اور غایب بھی مگر اس کی مثل کیا کوئی ہے؟۔ اللہ تعالی نے قرآن میں حضور ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے حضور ﷺ نے اپنے آل واصحابؓ پر درود بھیجنے کو نہیں کہا' سارا عالم اسلام حضورؐ کے آل یعنی آپ ﷺ کی نسل اولاد تمام عترت پر درود بھیجتی ہیں اور یہی نہیں کچھ درود ایسے ہیں جن میں ملا یک پر بھی درود بھیجا جاتا ہے کیوں؟ یہ اپنی طرف سے اضافت کیوں؟ کیا اللہ کی حکم عدولی ہے؟ یا پھر رسول ﷺ کے ساتھ آل اصحابؓ اور ملا یک کو شامل کرنا کیوں؟ کیا وہ حضور ﷺ کے برابر ہیں مقام ومرتبہ میں؟ کیوں نہیں اللہ نے جو جتنا کہا اتنا نہیں کیا جاتا صرف ہمسر کہنے میں اتنا واویلا جیسے پہاڑ ٹوٹ کر گر گیا ہو؟ رسول ﷺ کے اوصاف جیسا سمجھنا شرک تو نہیں اور نہ یہ کفر کے زمرے میں آتا ہے' البتہ تقدس واحترام رسولؐ ضرور ہے مگر جب خود اللہ کے رسولؐ انہیں اپنی اُمت کو ہلاکت سے بچانے والا' قدم بہ قدم چلنے والا بغیر خطا کے' اور اللہ نے انہیں قرآن کا بیان کرنے والا بتا رہا ہے تو ہمسر کہنا کس طرح غیر ایمانی ہو گیا؟۔ بہت سارے عالم خود کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مقام پر سمجھتے ہیں جبکہ اس کا ان کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تو خلیفۃ اللہ کو ہمسر کہنے میں اتنی ترش روئی اور ہلاکت کیوں؟ اگر اللہ کا حکم دینا براہ راست بلا کم وکاست ہوتا اور بندے اس سے انحراف کرتے تو اسی وقت ان پر قہر وغضب نازل ہو جاتا' انبیا ومرسلین کا درمیان میں اللہ کے حکم سے پیغام پہنچانا خلیفہ ہونا ہے یا اللہ کے رسول کے حکم کی طرح کسی مخصوص عمل میں عمل کرانا''ہمسر'' ہونا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو جب معراج واقع ہوئی تو آپؐ نے اُمت سے یہ نہیں کہا کہ چلو میں تمہیں اللہ سے ملاقات کراتا ہوں یا اُس جیسی کیفیت سے روبرو کراتا ہوں' یہ شان محمد ﷺ کے برخلاف بات ہوتی لہٰذا ان کے ہمسر یا جنہیں اللہ تعالی نے جنہیں رسولؐ کی اتباع کرنے والا کہا وہ یہ بات کہہ سکتے ہیں اور انہوں نے کیا' اور کہا کہ میرا مبعوث کیا جانا ہی''طلب دیدار'' کی تعلیم کے لئے ہے۔ ایسا دعوی اگر کوئی کرے اور قرآن سے اس دعوی کا ثبوت دے وہ ہمسر کیوں نہیں ہو سکتا؟۔

یہ بات حق ہے کہ سوائے ذات قدیم اللہ رب العزت کے' ہر مخلوق میں دوئی ہے یا دوئی کا شایبہ پایا جاتا ہے 'چاہے وہ حبیب خدا ﷺ کے ذات کیوں نہ ہو' اللہ تعالی نے ان کا بھی نذیر یعنی مماثل پیدا کیا مہدی موعودؑ آخر الزماں بنا کر' یہ بات یاد رہے کہ مماثل اصل یا حقیقی نہیں ہوتا' آج اس بات کو ذرا آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ ہر چیز کی فرسٹ کاپی کا زمانہ ہے یعنی کوئی چیز جب بہت زیادہ قیمتی بنائی جاتی ہے تو اسے قدر دانوں کی پہنچ تک پہنچانے کے لئے فرسٹ کاپی بنائی جاتی ہے جو اصل تو نہیں ہوتی مگر اصل جیسی ہوتی ہے' یہ بات قانون قدرت میں پہلے کے زمانوں میں بھی دیکھی جا سکتی ہے' اللہ تعالی نے اگلے پیغمبروں کے واقعات جہاں تہاں بیان کئے' ہیں ان میں ان کے صاحب مدد نبی کو بھی پیش کیا ہے مثلاً جب ابراہیمؑ کا ذکر آتا ہے تو اسمٰعیلؑ کا ذکر ضرور آتا ہے حالانکہ اسحاقؑ بھی نبی تھے اور ان کے اولادوں میں بے شمار نبی پیدا ہوئے' لیکن خصوصی طور قرآن میں جا بجا اسمٰعیلؑ کا ذکر ابراہیمؑ کے ذکر کے ساتھ ہوا ہے' اسی طرح جہاں داؤدؑ کا ذکر ہوا سلیمانؑ کا ذکر ہوا ہے اور جہاں موسیٰؑ کا ذکر ہوا وہاں ہارونؑ کا

ذکر ضرور رہا ہے۔حتیٰ کہ فرشتوں کا ذکر بھی واحد کم ہوا ہے چار ملا ئیکہ مقرب کا بیان ضرور رہا ہے۔زمین اور آسمان' چاند اور سورج 'پہاڑ اور سمندر'ہوا اور پانی یہ سب دوئی کی ظاہری علامات ہیں'جبکہ ذات حق کی تمثیل ہی نہیں بیان ہوتی کیونکہ وہ واحد و یکتا ہے۔معنی کا ینات میں ہر مخلوق اور شے کا ہمسر موجود ہے سوائے ذات حق اللہ تعالی کے۔اللہ تعالی فرما تا ہے کہ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ(۳۶ یٰسین)ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا پیدا فرمایا جنہیں زمین اُگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں کو بھی ان چیزوں کو جنہیں وہ (ابھی) نہیں جانتے۔یعنی دنیا میں ہر چیز کا جوڑا یا نذیر موجود ہے۔انسان کے اندر بھی یہ دوئی ہے جسم کے ساتھ روح ہے جب روح پرواز کر جاتی ہے جسم سے تو پھر وہ انسان نہیں رہتا مردہ یا لاشہ کہلاتا ہے'اس طرح جسم کی ہمسر روح ہے۔سورہ رحمٰن میں اسی وحدت اور دوئی کے علامات کو بار بار بتایا سمجھایا گیا ہے'موتی اور مونگے'ایک اعلیٰ جنت اور ایک ادنی جنت'یہی بات رسول اللہ ﷺ نے فرمائی کہ''مہدی مجھ سے ہے''المھدی منی ۔رکوع ایک اور سجدے دو کیوں؟ رکوع ذات حق کی عظمت کے اقرار کی علامت ہے جبکہ سجدہ بندگی کی'اس لئے جب ذات حق کا اقرار کیا جاتا ہے تو **سبحان ربی الاعلی** اسکے اعلیٰ وارفع ہونے کا اعتراف جب **سبحان ربی العظیم** کہا جاتا ہے تو اس کی عظمت کا اعتراف ۔اعلیٰ اور عظیم کے فرق کو سمجھنا چاہے۔اعلیٰ وہ جس سے زیادہ یا جس کے علاوہ کوئی ہے نہیں'عظیم وہ جس کی عظمت تمام عظمتوں پر قایم و فایق ہے۔نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں'یہ ایک حقیقت ہے مگر مشکل وہاں پیش آئی جب اس حقیقت کو غلط سمجھا گیا'اس کی وجہ ہم مہدویوں میں بڑے باکمال بزرگ وقت گزرے ہیں'لیکن کئی خانوادوں میں کثیر اولادیں ہوگئیں تو انہیں موروثی مقام کے حصول میں نا سمجھ بے علم و عمل لوگوں کو مرد مومن بنا کر پیش کر دیا گیا'اور انہوں نے سمجھا کے ہم بھی کچھ ہیں اور انہوں نے اس زعم میں خود کو بغیر محنت کے حاصل سند و دستار حاصل کر کے افضل العلماء بنالیا اور اپنے باپ دادا کے طریقہ اور کتابوں کو قرآن وحدیث کے برابر قرار دے دیا اور اپنے بزرگوں کو خدا کا مقرب اور ان میں خدائی صفات سے متصف سمجھ لیا اور لوگوں کو یہی واعظ بیان تقریر میں سمجھانے لگے'اور اس فاش غلطی کی اصلاح ان کے بڑوں نے نہیں کی نا اعلانیہ اس کو رد کیا اس خوف سے کہ کہیں ان کی اولاد کی لوگوں میں نالش نا ہو جائے'اس طرح اپنی اولادوں کے مستقبل کے لئے اپنا دین وایمان کا مستقبل اور عاقبت خراب کر ڈالی خدا کا خوف بھی نہیں کیا'ایسی بدترین جہالت کی مثال دوسرے بدعتی گروہوں میں بھی دیکھنے کو نہیں ملتی۔ایسی ہی بےاعتدالیاں اور نا سمجھیاں ہوئیں ہیں تو ہمسر کی وضاحت ایسے لوگ کیا کریں گے۔

پروں کو کھول زمانہ اُڑان دیکھتا ہے   زمین پہ بیٹھ کے کیا آسمان دیکھتا ہے   شکیل اعظمی

حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند قحط سالی میں مصر سے اناج دوسری اشیا لے کر واپس آرہے تھے تو ان کے ساتھ حضرت یوسفؑ کی قمیص بھی تھی جس کے بارے انہیں پتہ نہیں تھا کہ یہ وہی یوسفؑ ہیں جنہیں انہوں نے بغض میں کویں میں ڈالدیا تھا' کہ ابھی کوسوں دور تھے حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کے بدن کی خوشبو آنے لگی تھی ۔حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ''مجھے ہند سے

خوشبو کی ہوا کے جھونکے آتے ہیں''۔ کیوں؟ اُس وقت نہ وہاں کوئی نبی تھی رسول تھے یا دین وایمان کی کوئی اساس وہاں تھی اور زمانہ دراز سے ہند مرکز کفر وشرک رہا ہے' پھر کیوں حضورؐ نے یہ فرمایا؟ یہ بڑا قابل فہم اور قابل غور معاملہ ہے۔ کہیں یہ اُسی ہمسر خلیفۃ اللہ کی ہوا کی خوشبو تو نہیں تھی' اگر یہ بات تھی تو کیا حضورؐ دعوت طلب دیدار کی حقیقت سے واقف نہیں تھے؟۔ بالکل واقف تھے۔ جیسے پہلے بھی کہا حضور ﷺ سے پہلے کا کوئی زمانہ دعوت اصلاح وتبلیغ سے خالی نہیں رہا کہیں نہ کہیں نبی رسول بھیجے جاتے رہے ہیں' ان میں کئی منصبی نبی ورسول ہوا کرتے تھے اور کئی خطابی معنی تابع کے مانند۔ اس تناظر میں ختم نبوت کے بعد مہدی کی بعثت کو سورۃ یٰسین کی شروع کی آیات میں دیکھیں۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ (٦-یٰسین) آپؐ ڈرائیں اس قوم کو جن کے باپ دادا کو (طویل عرصہ سے) نہیں ڈرایا گیا ہے اس لئے وہ غافل ہیں۔ یہی بات ہے کہ حضور ﷺ کے نو 9 صدیوں بعد ایک خلیفۃ اللہ کے آمد کا وعدہ فرمایا گیا کہ اُمت مسلمہ کو غفلت سے بیدار کیا جائے' اور روز محشر اور قیامت سے پہلے معرفت الٰہی سے واقف کرایا جائے'۔ قتادہؓ کا قول ہے کہ صِراطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اسلام ہے تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ قرآن حکیم ہے قَوْمًا قریش ہیں کیونکہ عربوں میں حضورؐ سے پہلے کوئی رسول نہیں آیا ان کے اجداد کے پاس۔ یٰسین کی ۱۲ ویں آیت میں ایک لفظ 'اٰثَارَهُمْ' آیا ہے جس کے معنی ابو سعید خدریؓ نے اس سے مراد 'قدم' لئے ہیں۔ اور حضرت مجاہدؒ نے اِمَامٍ مُّبِيْنٍ سے مراد اُم الکتاب یعنی قرآن لیا ہے۔ اس سے القرآن والمھدی امامنا کی تشبیح میں قرآن اور مہدی کا امام ہونا ثابت ہوتا ہے۔

نزول قرآن اور ترتیب قرآن

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پہلے قرآن کی وہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں زیادہ تر جنت اور دوزخ کا ذکر تھا جب لوگ مسلمان ہونے لگے تو پھر رفتہ رفتہ حلال اور حرام کے احکام اترنے لگے' اگر ایک ہی دفعہ احکام نازل ہو جاتے تو ممکن تھا کہ لوگ ان کی تعمیل سے انکار کر دیتے (تاریخ قرآن۔ جامعیہ ملیہ اسلامیہ) اور نزول قرآن کے تعلق سے مختلف روایات میں وقت اور مقام نزول کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے مثلاً کثیر روایتیں سورہ بقرہ کو مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی پہلی سورۃ بتاتی ہیں جبکہ کچھ روایتیں المطففین کو پہلی سورۃ مانتی ہیں' اسی طرح کچھ سورتوں کو مکی اور مدنی دونوں کہا جاتا ہے یہی حال آیات کا ہے۔ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ میں 86 سورہ اور مدینہ منورہ میں 28 سورہ کے نازل ہونے پر سبھی متفق ہیں۔ اور حضور ﷺ کے 13 سالہ مکی زندگی میں ان 86 سورۃ میں لگ بھگ 5 ہزار آیات اور 346 رکوع کا نزول ہوا جبکہ آپ ﷺ کی مدنی زندگی کے 10 سالوں میں لگ بھگ 1600 آیات اور 212 رکوع کا نزول ہوا۔ اگر ہم قرآن مجید کے نزول کے نصف حصہ 57 کو سورۃ قلم جو 68 واں ہے جس میں نون مقطع ہے غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ نزول قرآن کی ترتیب کو بدل کر سارے مقطعات کو نصف قرآن سے پہلے رکھا گیا ہے' مگر ترتیب قرآن کے لحاظ سے نصف قرآن سورۃ الحدید ہے۔ اور صرف 14 سجدے ہی ایسے ہیں جو شروع قرآن سے آخر تک برابر برابر ترتیب اور اعتدال کے ساتھ رکھے گئے ہیں۔ ایک بات معلوم ہونا چاہیے کہ ابتدائی دور کے

قرآن کے نسخوں میں سجدے یا دوسرے قسم کے تجویدی نشانات نہیں پائے جاتے کیونکہ اہل عرب جن کی زبان عربی تھی وہ اس کے مخرج اور ادائیگی سے واقف تھے یہ نشانات عجمیوں کی سہولت اور سہی قرأت کے لئے لگائے گئے ہیں ۔اب غور کریں مقطعات آدھے قرآن سے پہلے سورہ قلم تک اس کے بعد بغیر مقطع والی سورتیں حالانکہ ترتیب قرآن کے لحاظ سے جہاں کچھ مدنی سورتیں آ گے رکھی گی ہیں مقطعات کو پیچھے ہونا چاہے تھا۔وحی الٰہی کا نزول چھوٹی سورۃ العلق سے اور اختتام چھوٹی سورہ النصر پر اس ختم سے پہلے سورۂ المایدہ 112 اور سورۂ توبہ 129 آیات والی۔اور ترتیب قرآن میں سورۂ فاتحہ 7 آیات والی اور اختتام سورۂ الناس 6 آیات والی چھوٹی سورۃ پر اور اس سے پہلے ابتداء سورۂ بقرہ 286 اور آل عمران 200 آیات والی۔اور مکہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں آخری سورہ المطففین ہے جو نزول کے حساب سے 86 ہے اس کے بعد 28 مدنی سورہ ہیں یہاں المطففین کے نزول کے 86 کو جمع کریں 6+8 =14. اس کے بعد مدینہ منورہ میں 28 سورہ نازل ہوتے ہیں اس 28 کو آدھا کریں 14 ۔یہ چودہ کا ہندسہ بڑا کلیدی کردار ادا کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔قرآن کے نزول اور ترتیب میں ہم ایسی حقیقت کا مشاہدہ کر سکتے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتی: آگے کے اس جدول کو دیکھیں نزول قرآن کی سورتوں میں ''سجدہ اور مقطع'' کی ---Sequence--- ترتیب قرآن کی سورتوں میں ''مقطعہ اور سجدہ'' کی ترتیب یہاں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ سورتوں کے نزول اور ترتیب میں Od اور Even دونوں کا ملا جلا امتزاج ہے۔

آگے تصویر 22 کے گراف میں ہم نے لال رنگ میں بہت ذیادہ آیات والی سورتوں کے نزول کو دکھایا ہے جیسے بقرہ آل عمران توبہ وغیرہ جو قران مجید مرتب ہونے کے بعد حضو ﷺ کے حکم سے رکھی گئیں اور نیلا رنگ سورتوں کے نمبر ہیں جو 1 سے 114 تک بڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔اور تصویر 23 میں پہلی نازل ہونے والی سورہ العلق سے آخر نازل ہونے والی سورہ کو لال رنگ میں دکھایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا نزول الگ ڈھنگ سے ہوا ہے جس میں شروع میں چھوٹی بعد میں درمیانی آخر میں بڑی بڑی زیادہ آیتوں والی سورتیں نازل ہوئیں ہیں ۔پہلے ایک چارٹ بنا کر دکھایا ہے بعد میں گراف بنا کر تا کہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے۔جس سے کہ قاری کو اندازہ ہو جائے کہ قرآن جب نازل ہوا اس میں بندوں کو سمجھانے کا ایک اچھوتا انداز اپنا گیا تھا جس میں حضو ﷺ کی نبوت کے ادوار تاریخ اسلام ایمان کے احوال کی تربیت کا مختلف انداز شامل ہے اسی کے ساتھ نزول قرآن کی ابتداء کے حالات مشکلیں تکالیف کفر کی ظلمتیں تو تھیں اسی کے ساتھ معرفت الٰہی کی تعلیم اور تربیت کا دور بھی شروع ہو گیا تھا کہ جس میں واقعہ معراج رونما ء ہوا اس سے پہلے حضو ﷺ کو اطمینان سے نبوت کی ذمہ داریاں نبھاتے رہنے اور صبر کرنے کی تلقین کی جاتی رہی اور بتایا گیا کہ آپؐ وحی کو محفوظ کر لیں اس کے بیان کا ذمہ اللہ نے لے رکھا ہے جس کے لے بعد کے زمانے میں ایک خلیفۃ اللہ تابع رسول ﷺ کو مبعوث کیا جائے گا اور کچھ مخصوص معاملات کا خلاصہ کیا جائے گا۔اگر ان باتوں کو سمجھنا ہے تو قرآن کی موجودہ ترتیب کی تعلیم کے ساتھ اس کے نزول کی حقیقت کا جاننا ضروری ہے۔مورخوں و وقایع نگار اور عالموں نے قرآن سے علم حاصل

کر کے ہی ان واقعات کو بیان کیا ہے۔

یہاں ہم نے نزول قرآن کی جو ترتیب بنائی ہے وہ جمہور علماء کی قبول کی ہوئی ترتیب کے مطابق ہے۔ جبکہ نزول قرآن کے متعلق مختلف روایتیں اور آراء ہیں' یعنی ہر سورہ کو کسی نے مکی کہا ہے کسی نے مدنی' کسی نے سورہ کے بیان کے مطابق مکی اور مدنی مانا ہے' کسی نے واقعات کی بناء پر مکی اور مدنی مانا ہے۔ بہت ساری سورتیں ایسی ہیں جن میں کئی آیات مکہ میں نازل ہوئیں جنہیں بعد میں اللہ کے رسول ﷺ نے مدنی سورتوں میں رکھنے کا حکم دیا' اور کئی آیات مدنی ہیں جنہیں مکی سورتوں میں رکھنے کا حکم دیا۔ کئی ایسی سورتیں ہیں واقعات کے لحاظ سے مکی یا مدنی مانی گئی ہیں۔ ہم نے امام سیوطی کی الاتقان فی علوم القرآن میں بعض مصدقہ بیانوں کی بنیاد پر اس ترتیب کو یہاں درج کیا ہے' علاوہ ازیں بہت سارے قرآن جو دستیاب ہیں ان میں اسی ترتیب کو اختیار کیا ہے جو کہ جمہور علماء کا طریق ہے۔ قرآن کی ترتیب میں کسی کو اختلاف نہیں ہے یعنی آج جو قرآن ہمارے سامنے ہے اس میں اختلاف نہیں ہے' البتہ نزول کے بیانوں میں اختلاف ہے۔ لیکن عرصہ دراز سے بہت سارے محققین اور مفسرین نے بہت عرق ریزی کے بعد قرآن مجید کے نزول کی اس ترتیب کو قبول کیا ہے جو ہم آج کے قرآن کے نسخوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا ہم نے انہیں ترتیب کے طریق کی بنیاد پر یہاں فہرست بنائی ہے۔ اور اس میں حضرت بی بی عائشہؓ کا بیان بھی غور طلب ہے کہ فرمایا' شروع میں قرآن مجید کی چھوٹی سورتیں نازل ہوئیں بعد میں بڑی سورتیں۔ اور اس کی وجہ ایک اور ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کے قبول اسلام کے متعلق جو آیت سورہ طٰہٰ کی پیش کی جاتی ہے اس میں اختلاف ہے۔ مگر مشہور یہی آیت ہوگئی ہے جبکہ مختلف راویوں نے مختلف سورتوں کی آیات بھی بیان کی ہیں۔ کسی نے لکھا کہ سورۃ الحدید کی آیت آپ کی بہن نے آپ کو دکھائی تھی۔ کسی نے لکھا ہے کہ آپؓ نے صرف "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہی پڑھی اور ایمان کی طرف مائل ہوئے۔ یہ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ سورۃ طٰہٰ کا نزول معراج کے واقعہ کے بعد کا ہے جبکہ حضرت عمرؓ کا قبول اسلام اس سے پہلے چھٹے سال دور نبوت میں مکہ میں ہو چکا تھا۔ اور حضرت عمرؓ کی ہجرت نبوت کے دس یا گیارہ برس میں ہوئی ہوگی کیونکہ مدینہ کا وفد حضور ﷺ سے ملنے دسویں برس بعد آیا تھا۔ حضور ﷺ سے کی ہجرت سے پہلے حضرت عمرؓ نے ہجرت کی تھی۔

آگے کے جدول میں قرآن کے نزول اور ترتیب کو ملاحظہ کریں۔

نزول قرآن کی ترتیب

مقام نزول	سجدہ	ترتیب نزول	سورہ	مقطعات
مکی	سجدہ 1	1	العلق	
مکی		2	القلم	1 نٓ
مکی		3	مزمل	
مکی		4	مدثر	
مکی		5	فاتحہ	
مکی		6	لهب	
مکی		7	التکویر	
مکی		8	الاعلی	
مکی		9	الیل	
مکی		10	الفجر	
مکی		11	الضحی	
مکی		12	الم نشرح	
مکی		13	العصر	

ترتیب قرآن

مقام نزول	سجدہ	ترتیب فہرست قرآن	سورہ	مقطعہ	
مکی		1	فاتحہ		
مدنی		2	البقرہ	1	الٓمٓ
مدنی		3	آل عمران	2	الٓمٓ
مدنی		4	النسآ		
مدنی		5	المایدہ		
مکی		6	الانعام		
مکی	سجدہ 1	7	الاعراف	3	الٓمٓصٓ
مدنی		8	الانفال		
مدنی		9	التوبہ		
مکی		10	یونس	4	الٓرٰ
مکی		11	هود	5	الٓرٰ
مکی		12	یوسف	6	الٓرٰ
مدنی	سجدہ 2	13	الرعد	7	الٓمٓرٰ

قرآن میں آخر میں نازل سورہ

قرآن میں آخر میں نازل ہونے والی سورۃ			الٹی ترتیب
مدنی		النصر	114
مدنی		توبہ	113
مدنی		المایدہ	112
مدنی		الفتح	111
مدنی		الجمعہ	110
مدنی		الصف	109
مدنی		التغابن	108
مدنی		التحریم	107
مدنی		الحجرات	106
مدنی		المجادلہ	105
مدنی		المنافقون	104
مدنی	سجدہ 14	الحج	103
مدنی		النور	102

کی		14	العادیات	کی		14	ابراهیم	8	الٓرٰ	مدنی		الحشر			101
کی		15	الکوثر	کی		15	الحجر	9	الٓرٰ	مدنی		البینه			100
کی		16	التکاثر	کی	سجدہ 3	16	النحل			مدنی		الطلاق			99
کی		17	الماعون	کی	سجدہ 4	17	بنی اسرائیل			مدنی		الدهر			98
کی		18	الکافرون	کی		18	الکهف			مدنی		الرحمن			97
کی		19	الفیل	کی	سجدہ 5	19	مریم	10	کٓهٰیٰعٓصٓ	مدنی	سجدہ 13	الرعد	29	الٓمٓرٰ	96
کی		20	الفلق	کی		20	طه	11	طٰه	مدنی		محمد			95
کی		21	الناس	کی		21	الانبیاء			مدنی		الحدید			94
کی		22	الاخلاص	مدنی	سجدہ 6	22	الحج			مدنی		الزلزال			93
کی	سجدہ 2	23	النجم	کی		23	المومنون			مدنی		النساء			92
کی		24	عبس	مدنی		24	النور			مدنی		الممتحنه			91
کی		25	القدر	کی	سجدہ 7	25	الفرقان			مدنی		الاحزاب			90
کی		26	الشمس	کی		26	الشعراء	12	طٰسٓمٓ	مدنی		العمران	28	الٓمٓ	89
کی		27	البروج	کی	سجدہ 8	27	النمل	13	طٰسٓ	مدنی		الانفال			88
کی		28	التین	کی		28	القصص	14	طٰسٓمٓ	مدنی		البقره	27	الٓمٓ	87
کی		29	القریش	کی		29	العنکبوت	15	الٓمٓ	کی		المطففین			86

کی		30	القارعہ			کی		30	الروم	16	الٓمٓ	کی		عنکبوت	26 الٓمٓ	85
کی		31	القیامہ			کی		31	لقمان	17	الٓمٓ	کی		الروم	25 الٓمٓ	84
کی		32	الھمزہ			کی	سجدہ 9	32	سجدہ	18	الٓمٓ	کی	سجدہ 12	الانشقاق		83
کی		33	المرسلات			مدنی		33	الاحزاب			کی		الانفطار		82
کی		34	قٓ	2	قٓ	کی		34	السباء			کی		النازعات		81
کی		35	البلد			کی		35	الفاطر			کی		النباء		80
کی		36	الطارق			کی		36	یٰسٓ	19	یٰسٓ	کی		المعارج		79
کی		37	القمر			کی		37	الصافات			کی		الحاقہ		78
کی	سجدہ 3	38	صٓ	3	صٓ	کی	سجدہ 10	38	صٓ	20	صٓ	کی		الملک		77
کی	سجدہ 4	39	الاعراف	4	الٓمٓصٓ	کی		39	الزمر			کی		الطور		76
کی		40	الجن			کی	سجدہ 11	40	المومن	21	حٰمٓ	کی	سجدہ 11	السجدہ	24 الٓمٓ	75
کی		41	یٰسٓ	5	یٰسٓ	کی		41	حٰمٓ سجدہ	22	حٰمٓ	کی		المومن		74
کی		42	الفرقان			کی		42	الشوریٰ	23	حٰمٓ عٓسٓقٓ	کی		الانبیاء		73
کی		43	الفاطر			کی		43	الزخرف	24	حٰمٓ	کی		ابراھیم	23 الٓرٰ	72
کی	سجدہ 5	44	مریم	6	کٓھٰیٰعٓصٓ	کی		44	الدخان	25	حٰمٓ	کی		نوح		71
کی		45	طٰہٰ	7	طٰہٰ	کی		45	الجاثیہ	26	حٰمٓ	کی	سجدہ 10	النحل		70
کی		46	الواقعہ			کی		46	الاحقاف	27	حٰمٓ	کی		کھف		69

كی	سجدہ 6	47	الشعراء	8	طسٓمٓ	مدنی		47	محمد		كی		الخاشیہ			68
كی		48	النمل	9	طسٓ	مدنی		48	الفتح		كی		الزرعات			67
كی		49	القصص	10	طسٓمٓ	مدنی		49	الحجرات		كی		الاحقاف	22	حمٓ	66
كی	سجدہ 7	50	بنی اسرائیل			كی		50	قٓ	28 قٓ	كی		الجاثیہ	21	حمٓ	65
كی		51	یونس	11	الٓرٰ	كی		51	الذرعات		كی		الدخان	20	حمٓ	64
كی		52	ہود	12	الٓرٰ	كی		52	الطور		كی		الزخرف	19	حمٓ	63
كی		53	یوسف	13	الٓرٰ	كی	سجدہ 12	53	النجم		كی		الشوریٰ	18	حمٓ عسٓقٓ	62
كی		54	الحجر	14	الٓرٰ	كی		54	القمر		كی	سجدہ 09	حمٓ سجدہ	17	حمٓ	61
كی		55	الانعام			مدنی		55	الرحمن		كی		المومن	16	حمٓ	60
كی		56	الصافات			كی		56	الواقعہ		كی		الزمر			59
كی	سجدہ 8	57	لقمان	15	الٓمٓ	مدنی		57	الحدید		كی		سباء			58
كی		58	السباء			مدنی		58	المجادلہ		كی		لقمان	15	الٓمٓ	57
كی		59	الزمر			مدنی		59	الحشر		كی		اصفات			56
كی		60	المومن	16	حمٓ	مدنی		60	امتحنہ		كی		الانعام			55
كی	سجدہ 9	61	حمٓ سجدہ	17	حمٓ	مدنی		61	الصف		كی		الحجر	14	الٓرٰ	54
كی		62	الشوریٰ	18	حمٓ عسٓقٓ	مدنی		62	الجمعہ		كی		یوسف	13	الٓرٰ	53
كی		63	الزخرف	19	حمٓ	مدنی		63	المنافقون		كی		ہود	12	الٓرٰ	52

مکی	64 الدخان 20 حٰمٓ	مدنی	64 التغابن	مکی	یونس 11 الٓرٰ	51
مکی	65 الجاثیہ 21 حٰمٓ	مدنی	65 الطلاق	مکی سجدہ 08	بنی اسرئیل	50
مکی	66 الاحقاف 22 حٰمٓ	مدنی	66 التحریم	مکی	القصص 10 طٰسٓمٓ	49
مکی	67 الذرعات	مکی	67 الملک	مکی	النمل 09 طٰسٓ	48
مکی	68 الغاشیہ	مکی	68 القلم 29 نٓ	مکی	الشعراء 08 طٰسٓمٓ	47
مکی	69 الکھف	مکی	69 الحاقہ	مکی	الواقعہ	46
مکی سجدہ 10	70 النحل	مکی	70 المعارج	مکی	طٰہٰ 07 طٰہٰ	45
مکی	71 نوح	مکی	71 نوح	مکی سجدہ 07	مریم 06 کٓھٰیٰعٓصٓ	44
مکی	72 ابراھیم 23 الٓرٰ	مکی	72 الجن	مکی	فاطر	43
مکی	73 الانبیاء	مکی	73 المزمل	مکی	الفرقان	42
مکی	74 المومن	مکی	74 المد ثر	مکی	یٰسٓ 05 یٰسٓ	41
مکی سجدہ 11	75 السجدہ 24 الٓمٓ	مکی	75 القیامہ	مکی	الجن	40
مکی	76 الطور	مدنی	76 الدھر	مکی سجدہ 07	الاعراف 04 الٓمٓصٓ	39
مکی	77 الملک	مکی	77 المرسلت	مکی سجدہ 06	ص 03 صٓ	38
مکی	78 الحاقہ	مکی	78 النباء	مکی	القمر	37
مکی	79 المعارج	مکی	79 النازعات	مکی	الطارق	36
مکی	80 النباء	مکی	80 عبس	مکی	البلد	35

کی	81 النازعات		کی	81 التکویر		کی	قٓ 02 ق	34
کی	82 الانفطار		کی	82 الانفطار		کی	مرصلات	33
کی سجدہ 12	83 الانشقاق		کی	83 المطففین		کی	ھمزہ	32
کی	84 الروم	25 الٓمٓ	کی	84 الانشقاق	سجدہ 13	کی	القیامہ	31
کی	85 العنکبوت	26 الٓمٓ	کی	85 البروج		کی	القارعہ	30
کی	86 المطففین		کی	86 الطارق		کی	القریش	29
مدنی	87 البقرہ	27 الٓمٓ	کی	87 الاعلی		کی	التین	28
مدنی	88 الانفال		کی	88 الغاشیہ		کی	البروج	27
مدنی	89 آل عمران	28 الٓمٓ	کی	89 الفجر		کی	الشمس	26
مدنی	90 الاحزاب		کی	90 البلد		کی	القدر	25
مدنی	91 الممتحنہ		کی	91 الشمس		کی	عبس	24
مدنی	92 النساء		کی	92 الیل		کی	النجم	23
مدنی	93 الزلزال		کی	93 الضحیٰ		کی	الاخلاص	22
مدنی	94 الحدید		کی	94 الم نشرح		کی	الناس	21
مدنی	95 المحمد		کی	95 التین		کی	الفلق	20
مدنی سجدہ 13	96 الرعد	29 الٓمٓرٰ سجدہ 14	کی	96 العلق	سجدہ 14	کی	الفیل	19
مدنی	97 الرحمن		کی	97 القدر		کی	الکافرون	18

مدنی	98 الدھر	مدنی	98 البینہ	مکی	الماعون	17
مدنی	99 الطلاق	مدنی	99 الزلزال	مکی	التکاثر	16
مدنی	100 البینہ	مکی	100 العادیات	مکی	الکوثر	15
مدنی	101 الحشر	مکی	101 القارعہ	مکی	العادیات	14
مدنی	102 النور	مکی	102 التکاثر	مکی	العصر	13
مدنی سجدہ 14	103 الحج	مکی	103 العصر	مکی	الم نشرح	12
مدنی	104 المنافقون	مکی	104 الھمزہ	مکی	الضحی	11
مدنی	105 المجادلہ	مکی	105 الفیل	مکی	الفجر	10
مدنی	106 الحجرات	مکی	106 القریش	مکی	الیل	09
مدنی	107 التحریم	مکی	107 الماعون	مکی	الاعلی	08
مدنی	108 التغابن	مکی	108 الکوثر	مکی	التکویر	07
مدنی	109 الصف	مکی	109 الکافرون	مکی	لھب	06
مدنی	110 الجمعہ	مدنی	110 النصر	مکی	الفاتحہ	05
مدنی	111 الفتح	مکی	111 الھب	مکی	المدثر	04
مدنی	112 المایدہ	مکی	112 الاخلاص	مکی	المزمل	03
مدنی	113 التوبہ	مکی	113 الفلق	مکی	القلم 01 ن	02
مدنی	114 النصر	مکی	114 الناس	مکی	العلق	01

1	قرآن مجید کے نزول کے چار 4 دور ہیں۔1) بعثت نبوی سے سورہ النجم 23 تک کا 11.4 گیارہ برس چار مہینے کا دور رجب معراج ہوئی اور اس دور میں صرف ایک مقطعہ ''نٓ'' نازل ہوا۔ **اس دوران بغیر مقطعہ کے 32 سورہ نازل ہوئیں** یہ دور نبوت حضورﷺ اور سابقون اولون کے لئے انتہائی مشکل ترین دور تھا۔	اس دور میں صرف مقطعہ ''نٓ'' ہی نازل ہوا۔
2	2) اس کے بعد سورہ نجم 23 سے سورہ بنی اسرائیل 50 تک کا دور کہ جس میں تفصیل سے معراج کا واقعہ بیان ہوا اور اس دور میں مقطعہ قٓ صٓ الٓمٓصٓ یٰسٓ كهيعص طه طسم طس طسم نازل ہوے یعنی قرآن اللہ کا صمد ہونا اللہ کا افضل ہونا محمد کا نبی ہونا اللہ کا کبیر ہادی وغیرہ ہونا محمد کا طہٰ ہونا اللہ کا شرق مغرب شمال جنوب کا مالک ہونا اللہ کا عرش سے تحت الثریٰ کا مالک ہونا۔ **اس دوران بغیر مقطعہ کے 8 سورہ نازل ہوئیں** یہ دور یقین واستحکام کا دور تھا۔	قٓ الٓمٓصٓ كهيعص طه طسم طس طسم
3	3) سورہ اسراء 50 سے سورہ المطففین 86 تک مکہ مکرمہ میں آخری سورہ کا نازل ہونا جس میں الٓرٰ الٓمٓرٰ حٰمٓ الٓمٓ مقطعات کا نزول بھی جس میں اللہ کے دیکھتے رہنے اللہ کے انا اللہ عالم ہونے اور اللہ کے حَیٌّ قَیُّوم ہونے کا بیان ہوا۔ **اس دوران بغیر مقطعہ کی 20 سورۃ نازل ہوئیں۔** یہ دور اسلام کی ترقی ترویج اور ہجرت کی تیاری کا دور تھا۔	الٓرٰ الٓرٰ الٓرٰ الٓرٰ الٓمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ الٓرٰ الٓمٓ الٓمٓ الٓمٓ
4	4) باقی 28 سورہ کا سورہ بقرہ 87 سے سورہ النصر 114 تک کا نزول جس میں الٓمٓ الٓمٓرٰ مقطعہ کا نزول کہ جس میں اللہ تعالیٰ کے انا اللہ عالم ہونے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے دیکھے جانے کا بیان اس دوران بغیر مقطعہ کی 25 سورۃ نازل ہوئیں۔ سورۂ النجم 23 کے بعد جس میں معراج کا بیان ہوا نبوت کے 11.4 گیارہ سال چار مہینے بعد یعنی 1.6 اٹھارہ مہینے میں 63 سورہ نازل ہو گئیں۔ بعثت نبوی 610 عیسوی سے 621 عیسوی 4 مہینے میں 23 سورہ یہ نبوت کا ابتدائی مشکل ترین دور تھا۔ معراج کے واقعہ ہونے اور اس کا خلاصہ سورہ اسراء میں ہونے تک آزمائشی دور۔ اس کے بعد یقین واطمینان کا دور قیام مکہ ہجرت سے پہلے تک۔ ہجرت کے بعد استحکام اور معرفت الٰہی کے بیان کا دور۔ **اس دوران 28 سورۃ نازل ہوئے۔** یہ دور احکام وفرائض اور نفاذ شریعت کا دور تھا اور آخر میں معرفت الٰہی کے بیان کا دور ہے۔	الٓمٓ الٓمٓ الٓمٓرٰ

Graphic look of Nuzool e Quran
350
300
250
200
150
100
50
0
Alaq
Al lyl
Mawun
Qadar
Mursilat
Yasin
Qasas
Luqman
Jasia
Anbiya
Naziyat
Imran
Rahman
Mujadla
Nasar
Nuzul
Aayaat
Ruku

قرآن کی معجزہ نمائی کی حیران کن حقیقتیں

قرآن مجید کی ترتیب یعنی آج جس حالت میں ہے اُسے حضور نبی کریم ﷺ نے لوح محفوظ کی ترتیب پر صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو محفوظ کرائی۔ مگر جب قرآن کا نزول شروع ہوا وہ وقتی حالات اور ضرورت کے مطابق نازل ہوا تھا مگر اس کی ایک مخصوص حالت یہ ہے کہ نزول کے اعتبار سے ہم قرآن کا مطالع کر کے دیکھتے ہیں تو تاریخ نبوت کا وہ باب سامنے آتا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہؓ کی زندگی احوال و معارف کا سنہرا باب ہے جبکہ حالات بہت مخدوش تھے کفار کے ایذا رسانیاں عروج پر تھیں دین پر قایم رہنا انگاروں پر چلنے کے برابر تھا۔ ایسے حالات میں قرآن میں ایسی معجزہ نمایئاں نازل ہو رہی تھیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے اور یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ انسان کچھ بھی کر لے اللہ تعالی نے مقدر کر دیا وہی ہو کر رہتا ہے۔ یہاں اس کی ایک مثال دیکھیں۔ جیسے کہ معلوم ہے قرآن میں 114 سورتیں ہیں ان میں 86 سورہ مکی ہیں اور 28 سورہ مدنی۔ ہم نے نزول کے حساب سے اس کا ایک جائزہ یہاں پیش کیا ہے۔

سورہ العلق پہلی 1 مکی سورہ نزول سے سورہ اخلاص نزول 22 تک 335 آیات نازل ہوئیں 11.6 برسوں میں

النجم 23 مکی '' بنی اسرایل 50 تک 1694 '' 1.6 ''

یونس 51 مکی '' مطففین 86 تک 2462 '' '' ''

ٹوٹل 4491 آیات مکہ مکرمہ میں ڈیڑھ برس کی مدت میں نازل ہوئیں 13 برس دور نبوت میں

بقرہ 87 مدنی '' نصر 114 1692 مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی آیات 10 برس دور نبوت میں

آیات کی گنتی میں اختلاف ہے ہم نے یہاں اندازاً لیا ہے کہیں کہیں کل آیات 6666 ہونا بتایا ہے۔

اب دیکھیں نبوت کے ابتدائی دور سے ساڑھے گیارہ 11.6 برسوں کی طویل مدت میں جب تک معراج واقعہ نہیں ہوئی صرف سوسوا سو 100/125 لوگ مکہ میں ایمان لائے تھے اور سورہ علق سے سورہ اخلاص نزول 22 سورہ نازل ہوئیں اور صرف 335 آیات نازل ہوئیں ۔ اس کے بعد معراج واقع ہوئی اور سورہ انجم نزول 23 میں معراج کا مختصر بیان ہوا یہاں سے سورہ بنی اسرایئل 50 تک کہ جس میں معراج کا تفصیلی بیان آیا 1694 آیات نازل ہوئیں اور ان کے بعد اور 2462 آیات کا نزول ہو گیا۔ مطلب یہ کہ ساڑھے گیارہ برس میں 22 سورہ اور 335 آیات اور صرف ڈیڑھ برس کے عرصے میں 64 سورۃ اور 4156 آیات کا نزول ہو گیا۔ اگر اس کی وجوہات پر نظر ڈالیں تو ایسا لگتا ہے کہ معراج مقدس کے بعد جیسے سورتوں اور آیات کی برسات ہونے لگی صرف ڈیڑھ برس میں۔ اگر اسے فیصد سے ناپیں تو ساڑھے گیارہ برس میں 8 فیصد اور صرف ڈیڑھ برس میں 92 فیصد مکہ

میں قرآن کی سورتوں اور آیات کا نزول ہوگیا ۔ایسا کیا ہوا معراج مقدس کے بعد کے نزول قرآن میں تیزی آگی ؟ ہمارے اندازے کے مطابق تمام معرفت الٰہی کے احوال معراج کے بعد بیان ہونے لگے جن میں 29 میں 26 مقطعات اور 14 میں 12 سجدوں کا نزول 86 سوتوں میں ہوگیا ۔اور اگر کل سورتوں اور آیات کا حساب لگائیں تو 63 فیصد قرآن مکہ مکرمہ میں نازل ہوگیا ۔باقی 1692 آیات مدینہ منورہ میں 28 سورتوں میں نازل ہوئیں جو کہ 37 فیصد ہے۔

اب ہم اسے ایک دوسرے زاوئے سے دیکھتے ہیں ۔مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی مہدی کے ثبوت میں جو 18 آیات پیش کیں ان میں 9 آیات مکی سورتوں سے پیش کیں اور اس لحاظ سے بھی دیکھیں تو معراج مقدس کے بعد ہی حضور ﷺ کو خلیفۃ اللہ تابع رسول اللہ کے متعلق بتایا جانا لگا کیونکہ نزول کے لحاظ سے جو پہلی سورہ میں ثبوت کی آیت ہے وہ سورہ القیامہ کی ہے کہ جس میں کہا گیا کہ ''اس قرآن کا بیان ہمارے ذمہ ہے'' اس کے بعد سورہ فاطر' واقعہ' ھود' یوسف' انعام جو مکی سورتیں ہیں ان سے مہدی موعودؑ نے اپنے ثبوت دے' ۔اس کے بعد کے ثبوت کی 9 آیات مدنی سورتوں سے ہیں بقرہ' انفال' عمران' محمدؐ' الرحمٰن' بینہ' جمعہ اور المایدہ ۔جسمیں کہا گیا کہ اللہ ایک قوم کو لاے گا جن سے اللہ محبت کریگا اور وہ قوم اللہ سے محبت کریگی ۔اور سورتوں کے نزول کی ترتیب میں بھی یہ بات دیکھنے کو ملتی ہے۔اس کے علاوہ سورہ اخلاص نزول 22 کہ جس میں خدا کی وحدانیت کی بات ہے اس کے بعد سورہ جنم نزول 23 جس میں پہلی بات معراج کا بیان ہوا اس کے بعد سورہ القدر 25 نزول کہ جس میں لیلۃ القدر کی بات ہوئ جس کی ایک رات میں ہزار مہینوں کی عبادت کو ثواب رکھا گیا۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ختم نبوت کے بعد مہدی موعودؑ آخرالز ماں خلیفۃ اللہ کا ذکر خصوصی طور پر کیا اور ان کی بیت نہ کرنے پر مسلمان نہ ہونا بتایا ئن انکر مہدی فقد کفر۔

ہم نے جو جدول قرآن کے نزول اور ترتیب کا پیش کیا ہے اس میں ایک حیران کن حقیقت ملاحظہ کریں ۔جیسا ہم کہتے کہ جس طرح قرآن کا نزول ہوا اس سے الگ اس کی ترتیب لوح محفوظ کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے بتائ اسی کے مطابق قرآن مرتب ہوا جو آج ہمارے سامنے ہے ۔قرآن میں 114 سورتیں ہیں جن کا نصف ہوتا ہے 57 جو ترتیب میں سورۂ الحدید ہے ۔اب ہم یہاں نزول قرآن کے مطابق سورہ مقطعہ اور سورہ کا نمبر اور درج کرتے ہیں اس میں معجزہ دیکھیں۔

مقطعہ نمبر	مقطعہ	نام سورۃ	ترتیب نزول سورہ	کل مقطعہ مع عسق کے 30 سورتوں میں
1	نٓ	القلم	2	1
2	قٓ	قاف	34	2
3	صٓ	صٓ	38	3
4	الٓمٓصٓ	اعراف	39	4

5	یٰسٓ	یٰسٓ	41	5
6	کٓھٰیٰعٓصٓ	مریم	44	6
7	طٰہٰ	طٰہٰ	45	7
8	طٰسٓمٓ	الشعراء	47	8
9	طٰسٓ	النمل	48	9
10	طٰسٓمٓ	القصص	49	10
11	الٓرٰ	یونس	51	11
12	الٓرٰ	ھود	52	12
13	الٓرٰ	یوسف	53	13
14	الٓرٰ	الحجر	54	14
15	الٓمٓ	لقمان	57	15

یہاں تک نزول کے لحاظ سے سورۃ العلق 2 سے سورہ لقمان 57 تک "بالکل آدھے" مقطعات نازل ہوئے ہیں

اور حیرت کی بات ہے کہ قرآن میں سورۃ الحدید بالکل آدھا قرآن یعنی 57واں سورہ ہے ترتیب 114 میں۔ نزول کے وقت سورہ لقمان نصف قرآن ہے ترتیب میں الحدید۔ اب باقی آدھے مقطعہ دیکھیں۔

16	حٰمٓ	المومن	60	16
17	حٰمٓ	حٰمٓ سجدہ	61	17
18	حٰمٓ (عسق)	الشوریٰ	62	18
19	عٓسٓقٓ	الشوریٰ	62	19
20	حٰمٓ	الزخرف	63	20
21	حٰمٓ	الدخان	64	21
22	حٰمٓ	الجاثیہ	65	22
23	حٰمٓ	الاحقاف	66	23
24	الٓرٰ	ابراھیم	72	24
25	الٓمٓ	سجدہ	75	25

26	الٓمٓ	الروم	84	26
27	الٓمٓ	عنکبوت	85	27
28	الٓمٓ	البقرہ	87	28
29	الٓمٓ	آلعمران	89	29
30	الٓمٓرٰ	الرعد	96	30

یہاں پر دونوں جدول دیکھنے سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ 114 سورتوں کے نصف 57 میں برابر برابر 15 اور 15 مقطعہ رکھے گئے ہیں پہلے نصف اور بعد کے نصف قرآن میں رکھے گئے ہیں ۔اور ترتیب قرآن کا نصف بھی سورہ الحدید 57 ہے۔کیا یہ معجزہ نہیں ہے؟ حالانکہ ترتیب میں سورہ الحدید کا نصف ہونا بعد میں ہوا لیکن !نزول قرآن کے وقت بھی سورہ لقمان نصف ہےاور قرآن کی معجز نمائی پہلے ہی ظاہر ہوچکی تھی۔

اب آگےاور دیکھیں حیران ہونے کے اور مقام ہیں ذیل کے جدول میں دیکھیں۔مقطعات کی طرح ترتیب قرآن میں سورتوں کو بالکل نصف نصف تقسیم کر کے رکھا گیا ہے چاہے 86 مکی سورتیں ہوں کے 28 مدنی سورتیں۔اور مدنی سورتوں کو مکی سورتوں کے درمیان میں اس طرح پیوستہ کیا گیا ہے کہ ساری کی ساری سورتیں ایک قرآن کا حصہ بن گی ہیں۔قاری نہیں محسوس کرسکتا کہ کونسی مکی کونسی مدنی سورہ ہے جب تک کہ اُسے اس کا علم نہ ہو۔سورۂ فاتحہ سے سورۂ القلم 68 واں سورۃ ہے ان میں سے 29 سورہ جن میں پہلے مقطعات آئے ہیں منہا minus کردیں تو بچے 39 سورۃ کہ جن میں پہلے مقطعہ نہیں ہیں اور سورہ قلم کے بعد کوئی مقطعہ نہیں ہے اور کل سورتیں 46 ہیں اور 29 جز/پارہ میں کل 77 سورتیں آگئیں اور ایک پارہ/جز عم میں 37 سورہ ہیں یعنی قرآن مجید کی 114 کا کل 48% فیصد سورتیں صرف ایک پارہ/جز 29 عمّ میں ہیں باقی کی 52% سورتیں 29 جز/پارہ میں ہیں۔یہ الگ بات ہے کہ سورتیں بڑی چھوٹی ہیں۔کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ 29 مقطعات 29 سورتوں میں اور 52% قرآن انہیں میں ہے۔حالانکہ 14 مقطعات 29 بار دہرائے گئے ہیں لیکن ''عٓسٓقٓ'' الگ مقطعہ مانا جائے تو یہ 30 ہوتے ہیں۔جز اور پارہ کی تقسیم حضور نبی کریم ﷺ کے حیات کے دور کی نہیں ہے یہ حضرت عثمانؓ کے دور میں جز اور پارے بنے ہیں لیکن اللہ تعالی نے اس کا انتظام پہلے کر رکھا ہے ایسی باریکیاں قرآن میں جابجا ہیں۔

مکی سورتوں کی تعداد	مدنی سورتوں کی تعداد	قرآن کی سورتیں ترتیب کے مطابق مکی اور اور مدنی کو درمیان میں کس طرح رکھا ہے
1		سورہ فاتحہ۔
	4	بقرہ ۔ عمران۔ نساء۔ مایدہ۔
2		انعام ۔ اعراف ۔

	2	انفال ۔ توبہ ۔
3		یونس ۔ ھود ۔ یوسف ۔
	1	الرعد ۔
8		ابراہیم ۔ حجر ۔نمل ۔ اسراء ۔کہف ۔ مریم ۔طٰہٰ ۔ انبیاء۔
	1	حج ۔
1		المومن ۔
	1	النور ۔
8		فرقان ۔شعراء ۔ النحل۔ قصص ۔عنکبوت ۔الروم۔ لقمان۔ سجدہ۔
	1	الاحزاب ۔
13		سبا ۔ فاطر ۔ یٰسٓ ۔ صفات ۔ صاد ۔ زمر۔ المومن۔ حم سجدہ۔ شوریٰ ۔ زخرف ۔ دخان ۔ جاثیہ ۔ احقاف ۔
	3	محمدؐ ۔ فتح ۔ حجرات ۔
5		قاف ۔ زریات ۔ طور ۔ نجم ۔ قمر ۔
	1	الرحمٰن ۔

یہاں تک مکہ میں نازل سورۃ 85 کے 41 اور مدینہ میں نازل سورتوں کے 14 سورہ ہیں۔

1		واقعہ ۔
	10	حدید۔ مجادلہ۔ حشر ۔ممتحنہ۔ صف۔جمعہ ۔ منافقون ۔تغابن ۔طلاق ۔تحریم ۔
9		ملک ۔قلم ۔الحاقۃ ۔معارج ۔نوح ۔جن۔ مزمل ۔مدثر ۔قیامہ۔
	1	الدھر ۔
21		مرسلات ۔النباء ۔نازعات ۔عبس ۔تکویر ۔انفطار ۔مطففین ۔ انشقاق ۔بروج ۔ طارق ۔اعلیٰ ۔جاثیہ ۔بلد ۔فجر ۔شمس ۔لیل ۔ضحیٰ ۔نشرح ۔التین ۔علق ۔قدر ۔
	2	بینہ ۔ زلزال ۔
10		عادیات ۔قارعہ ۔ تکاثر ۔ عصر ۔ ھمزہ ۔فیل ۔ قریش۔
	1	النصر ۔

4 لہب ۔ اخلاص ۔ فلق ۔ الناس ۔

یہاں تک 45 مکہ میں نازل ہونے والی سورتیں ہیں اور 14 مدینہ میں نازل ہونے والی سورتیں ۔

مدینہ میں نازل ہونے والی سورتیں برابر 14 + 14 = 28 یعنی آدھے برابر تقسیم ہیں قرآن کے نصف حصہ ترتیب میں البتہ مکہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں 41 + 45 = 86 یعنی صرف سورہ کا فرق ہے مگر ہے تو آدھا ہی برابر۔ کیا یہ معجزہ نہیں ہے ۔ کیا کوئی انسان ایسی مہین باریکیوں سے کوئی کتاب لکھ سکتا ہے؟ ناممکن اس لئے قرآن کو زندہ معجزہ مانا گیا ہے۔ یہ تو ہوا قرآن مجید کی پیش بندی نزول ترتیب اعداد تعداد کا حال ۔ اب مہدی موعود علیہ السلام سید محمد جونپوری کی دعویٰ کے دلیل میں پیش کردہ 18 آیات کی تقسیم میں 9 آیات مکی اور 9 آیات مدنی میں کچھ ایسی ہی ترتیب دیکھنے کو ملتی ہے ۔ کیا کوئی انسان ایسی پیش بندی کر سکتا ہے بغیر اللہ کی مرضی کے؟ مہدی موعود علیہ السلام کو دنیا سے پردہ فرمائے آج 532صدی ہجری گزر چکی ہے 910-1442 = 532 ایسا حساب کتاب علم ریاضی آج سے دوسو برس پہلے بھی انسانی تمدن میں نہیں دیکھی گی پانچ صدی پہلے اس کا تصور بھی نہیں تھا ۔ سوال یہ ہے کہ ہم نے صرف مہدی کی پیش کردہ آیات دعوت کو علامت کے طور پر کیوں پیش کرتے ہیں اللہ کے رسول محمد ﷺ کی ایسی مثالیں یا علامتیں کیوں نہیں؟ حضور ﷺ کا زندہ جاوید معجزہ ہی قرآن ہے جو آپ ﷺ پر وحی کیا گیا نازل کیا گیا جس کا ہر حرف لفظ کلمہ آیت سورۃ میں اللہ نے ایسے معجزات رکھے ہیں دوسرے احوال یا کیفیات اعداد تعداد سے آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کو کیا نسبت جبکہ تخلیق کائنات کی ابتداء آپ ﷺ سے انتہا آپ ﷺ پر ۔ مہدی موعود علیہ السلا خلیفۃ اللہ اور آپ ﷺ کے تابع تام ہیں اور 9 نو صدیوں بعد جبکہ نبوت اور رسالت کا خاتمہ ہو گیا ہے تو ہمیں قرآن کے معجزات سے ہی ان کے خلیفۃ اللہ تابع تام رسول ہونے کے اسباب احوال شہادتوں اور اجزاء کو سمجھنے کے لئے قرآن کے ان اشارات کو سمجھنے کی ضرورت ہوئی ہے ۔ قرآن سے بہتر شہادت اور گواہی آپ کے مہدی موعود ہونے کی کون دے سکتا ہے ۔ یہی نکتہ تسبیح میں ہر دن بیان ہوتا ہے **القرآن والمھدی امامنا آمنا و صدقنا** ۔ اگر مہدی کو پہچاننا ہے تو قرآن ہی آپؑ کی پہچان کا واحد ذریعہ ہے ۔ ''رسولؐ نے مان لیا جو کچھ اترا ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے اور مومنوں نے بھی سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے انہوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی تیری بخشش چاہئے اے ہمارے رب اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔ (بقرہ ۲۸۵)

آگے نزول، ترتیب اور آخر سے ابتداء کے جدول کی فہرست میں 40 نمبر نزول کو دیکھیں جو کہ سورۂ جن ہے اس کے بعد ترتیب قرآن میں 40 نمبر پر سورۂ المومن ہے آخر سے اُلٹی گنتی میں 40 سورہ سجدہ ہے 75 ترتیب میں ۔ اب اس کے نزول کے پہلو کو ملحوظ خاطر رکھیں تو یہ ایسا ہے کہ آدم کی تخلیق سے پہلے جن تھا جو غرور میں خدا کی بارگاہ سے راندۂ درگاہ ہوا اس کے بعد المومن یعنی آدم کا مومن ہونا اس کے بعد ان کا فرشتوں سے سجدہ کرایا جانا یا اولاد آدم کو اللہ تعالی کو سجدہ کرتے رہنا۔

اس کے بعد جب نزول قرآن یا وحی کی آمد کے سلسلے میں پہلی وحی علق سے سورہ نجم 23 تک جو ترتیب تھی اسے بدلی گئی ہے اُس میں غور کریں سورۂ النجم میں معراج کا بیان پہلی بار ہوا لیکن ! ترتیب قرآن میں اسے بدلا گیا تو پہلے سورہ بنی اسرائیل کو 17 ویں مقام پر رکھا گیا جو کہ 50واں نزول ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں ایمان پختہ ہو رہا تھا تو پہلے معراج کی تفصیل بیان کی گئی بعد میں سورہ النجم کو 53 ویں مقام پر رکھا گیا جو کہ 23واں نزول ہے ۔اس کو دوبارہ سمجھیں قرآن میں 52ویں مقام پر سورۂ طور ہے کہ جس میں موسیٰ سے اللہ کے کلام کرنے کی بات آئی پہلی بار ۔اس کے بعد سورہ النجم 53 کہ جس میں مختصر معراج کا بیان کیا اس کے بعد سورہ القمر 54 اس کے بعد سورۂ الرحمٰن 55 کہ قرآن کے معلم ﷺ اور قرآن کے مبینؑ جو تابع محمد ﷺ ہیں جن کو بعد میں بھیجے جانے کا بیان ہے اور اس سورۃ میں کہا گیا کہ ''اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کا انکار کرو گے'' اس کے بعد سورہ الواقعہ 56 کہ جس میں ایک قوم موعودہ ثُلَّةٌ مِنَ الآخِرِيْنَ کو بھیجے جانے کا بیان کیا جو کہ اگلوں یعنی ثُلَّةٌ مِنَ الاَوَّلِيْنَ صحابہؓ رسول ﷺ کے مانند ہونگے ۔اس تسلسل کو اس ترتیب میں غور کریں بعثت مہدی کی حقیقت سمجھ میں آجائے گی۔

جیسا کہ ہم نے جدول میں دیکھا نزول قرآن کی درمیانی یا 57 نازل ہونے والی سورہ جو کہ 114 سورتوں کا آدھا وہ ہے سورۃ القمان ۔مگر جب قرآن مجید کی ترتیب بدلی 57 ویں سورہ سورۃ الحدید بنی اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ترتیب لوح محفوظ کی ہے ۔کہتے ہیں کہ قرآن کے 114 سورتوں کو 30 جز یا پارہ میں رسول ﷺ کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے تقسیم کیا ۔پہلے 60 حصے بنائے اُن 60 حصوں کو آٹھ 8 حصوں میں تقسیم کیا پھر اُن آٹھ حصوں کو 4 چار حصوں میں تقسیم کیا ۔ربع ۔نصف ثلثہ ۔جز ۔اس طرح ایک پارہ یا جز بنا اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ایک تو رمضان میں ہر تراویح میں ایک جز پڑھنے کے لئے دوسرا جس کا سلسلہ دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں شروع ہوا تھا ۔حضور ﷺ نے تراویح صرف تین ہی پڑھائی ۔دوسرا اس وقت کاغذ آسانی سے دستیاب نہ تھا لوگوں کو پڑھنے یا دکر نے کے حفظ کرنے کے لئے ایک پارہ یا جز بنایا یعنی تیس دن کے تیس جز ۔ان 30 پارہ یا جز کا آدھا 15 یا درمیانی حصہ یا پارہ سبحان الذی ہے ۔اور اسی پارہ میں سورۃ الکھف آتا ہے جس کی 19 ویں آیت میں لفظ وَ لْيَتَلَطَّفْ ہے جس کے معنی نرمی کرنا ہے ۔اسے قرآن مجید کے جز یا پاروں میں درمیانی لفظ کہا جاتا ہے یعنی نصف القرآن حروف کے اعداد کے لحاظ سے ۔اور ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' میں کل ''19 '' حروف ابجد ہی آئے ہیں۔

قرآن مجید میں وہ سورتیں جن میں مقطعات آئے ہیں ان میں سب سے زیادہ آیات سورہ بقرہ میں 286 ہیں اور سب سے کم آیات بھی مقطع والی سورتوں میں سورۂ السجدہ میں 30 ہیں ۔اوران دونوں سورتوں میں مقطع الٓمٓ آیا ہے۔

انسان جلد باز مخلوق ہے حضرت آدمؑ میں جب روح پھونکی گئی تو وہ روح ناف تک پہنچی آدمؑ نے حرکت کی اور اُٹھنے کی کوشش کی ۔حضور نبی کریم ﷺ کو نبوت عطا ہوئی شروع میں جب علق اور چند سورتوں کے بعد وحی موخر ہوگئی یعنی وحی کے آنے میں تاخیر ہوئی تو کفار نے کہنا شروع کیا کہ تمہارے رب نے تمہیں چھوڑ دیا اس پر حضور ﷺ بہت مضطرب اور پریشان سے ہو گئے تو

سورۃ والضحیٰ نازل ہوئی جس میں کہا گیا کہ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ۔ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔ اور یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بدرجہا بہتر ہے۔اس کے بعد سورہ الم نشرح نازل ہوئی جس میں کہا گیا کہ'' کیا ہم نے آپ کے خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا اور ہم نے اُتار دیا آپ کا بوجھ جس نے بوجھل کر دیا تھا آپ کی پیٹھ کو۔ اور ہم نے بلند کر دیا ہے آپ کے خاطر آپ کے ذکر کو۔ پس یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے....پس جب آپ (فرایض نبوت سے) فارغ ہو جائیں تو (حسب معمول) ریاضت میں لگ جائیں اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں۔

یہاں دیکھیں نبوت کے ابتدائی دور میں ہی اللہ کے رسول ﷺ کو کہا گیا کہ پریشان نہ ہوں جلد بازی نہ کریں ہم نے آپ کو نہیں بھلایا بلکہ آیندہ آپؐ کے لئے ہر دن گھڑی بہتر ہوتی جائے گی اسی کے ساتھ ایک خاص پیغام دیا کہ ''پس جب آپ (فرایض نبوت سے) فارغ ہو جائیں تو (حسب معمول) ریاضت میں لگ جائیں اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں ۔یعنی شروع سے ہی نبوت کے ساتھ معرفت الٰہی کی پابندی کی آپ ﷺ کو تاکید ہو رہی ہے۔اس کے باوجود آپؐ سے کہا گیا کہ پریشان نہ ہوا کریں اور جلد بازی نہ کریں ثم ان علینا بیانہ اس قرآن کا جمع کرنا بھی اور بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ جب وقت آئے گا بیان کر دیں گے۔ یہ بات شروع میں کہہ دی گئی کہ اطمینان رکھیں سورۃ الضحیٰ اور نشرح نزول کی 13,12 سورہ ہیں۔اس سے پہلے دیکھیں جب پہلی سورہ العلق نازل ہوئی اس کے بعد القلم تو مزمل اور مدثر میں آپؐ کو کہا گیا کہ اُٹھیں اور دعوت تبلیغ دیں اس کے بعد پانچویں سورۃ الفاتحہ نازل ہوئی کہ جس میں قرآن کے بیان عبادت ریاضت کا مختصر جایزہ پیش کر دیا گیا۔شروع سورہ فاتحہ کا لوگوں کو اندازہ نہ ہوا اور جب نماز کا حکم ہوا اس میں اس سورہ کی خصوصیت معلوم ہوئی تو اندازہ ہوا کہ کیسی نعمت نازل ہوئی ہے۔اس کے بعد کفر شرک جنت جہنم کے بیان آئے اور ان کے بعد الفلق 20 اور الناس 21 نازل ہوئی جن میں اللہ سے شیاطین و جن سے اور دوسر مخلوق سے پناہ مانگنے کہا گیا بالکل اس کے بعد سورۃ الاخلاص 22 نازل ہوئی کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ربوبیت اور صمدیت کا بیان ہوا۔غور کریں نزول قرآن میں ایک تسلسل سے بیان آئے ہیں جیسے القارعہ 30 قیامہ 31 حمزہ 32 میں جہنم کی وحشت اور قیامت کے مناظر کا ذکر ہے۔مگر بعد میں یہ ترتیب بدل گئی ہے جس میں مصلحت خداوندی پوشیدہ ہے۔اس کے بعد یسین 41 فرقان 42 فاطر 43 نازل ہوئے لیکن فرقان کو 25 ویں مقام پر رکھا ہے مگر ان تینوں سورتوں کے بیان میں قرآن کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ان کے بعد نازل ہوئے سُورۃ مریم 44 سورہ طہٰ 45 سورہ واقعہ 48 ان میں حضرت مریم علیہم السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور طہٰ میں حضور ﷺ کا ذکر ہونے کے بعد واقعہ میں قیامت کا بیان تو ہے لیکن ایک بہتر گروہ جو اگلوں میں یعنی نبی کریم ﷺ کے وقتوں میں تھا اسی طرح کا ایک گروہ بعد میں آنے کا بیان ہے جو خلیفۃ اللہ مہدی کا ہوگا۔سورہ مریم اور طہٰ آگے پیچھے 20,19 کے آئے لیکن سورہ واقعہ ترتیب قرآن میں 56 مقام پر رکھا جس سے پہلے سورہ الرحمٰن ہے 55 پر کہ جس میں مبین کلام اللہ کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے

بعد سورہ واقعہ میں اس بعد میں آنے والی قوم کا ذکر ہے جو قوم رسولؐ یعنی صحابہؓ کے مانند ہونگے ۔سورہ بنی اسرائیل ,یونس ھود اور یوسف نازل ہوئے تھے 53,52,51,50 کہ جن میں ایک قوم بنی اسرائیل کے ذکر کے ساتھ حضرت یونس ھود اور یوسفؑ کا ذکر کیا اور انہیں ترتیب میں 17,12,11,10 پر رکھا اسی کے درمیان سورہ الرعد کو رکھا کہ جس میں نہ نبیوں قوموں کا قصہ ہے نہ احکام وبیان ہیں بلکہ اس میں اللہ تعالی کی قدرت میں غور کرنے اور دیکھنے کی دعوت ہے ۔جبکہ سورہ الرعد نازل ہوئی تھی مدینہ میں 96 نزول کے طور پر جب کہ دیگر سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں ۔سورہ نوح 71 ابراہیم 72 الانبیاء 73 ہیں جن میں ان انبیا ومرسلین کے واقعات واحکام ہیں اور بعد میں ان کی ترتیب بھی بدل دی گی لیکن جب نازل ہوئے تو ایک تسلسل سے ان میں بیان آیا ہے یہی غور طلب ہے ۔اب اس حقیقت پر غور کریں کہ سورہ محمد 95 سورہ الرعد 96 سورہ الرحمٰن 97 ان میں مطابقت کیا ہے سب سے پہلے سورۃ محمد میں نبی کریم ﷺ کا نبی آخر الزماں ہونا اس کے بعد اللہ تعالی کی عظمت اور قدرت کی دعوت سورہ الرعد میں اس کے بعد قرآن کی تعلیم کے بعد یعنی معرفت الٰہی کی تعلیم دینے کے لئے خلق الانسان کو پیدا کر کے علمه البیان قرآن کا بیان کرنا جس کا وعدہ پہلے کیا تھا ثم ان علینا بیانه یہ بات دکھانا مقصود ہے جب کہ سورہ محمد ترتیب میں 47 پر الرعد 13 پر اور الرحمٰن 55 پر ہے ہمیں بتانا مقصود یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت بالکل تسلسل اور تفصیل ووضاحت کے ساتھ اللہ نے رسول ﷺ کو بات بتادی گی مگر وقت حالات موقع محل کے اعتبار سے اس کی ترتیب کو بدلا گیا معنی حضور ﷺ کو آنے والے ہر دور کا علم دیا گیا جبھی تو آپ ﷺ نے کہا ''جب تم دیکھوں مہدی (موعود) کی بعثت ہوچکی ہے تو ان کی بیت کرو چاہے تمہیں برف پر سے رینگ کر ہی کیوں نہ جانا پڑے ۔بات یہیں پر ختم نہیں ہے اب دیکھیں سورہ بینہ نزول 100 الحشر 101 النور 102 الحج 103 حالانکہ بعد میں ان کی ترتیب بدلی ہے لیکن غور کریں بینہ میں دو بینہ کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ دوسرا بینہ تب مبعوث کیا جایگا جب اسلام کے لوگوں میں تفرقہ ہوگا اور فرقوں اور دھڑوں میں بٹے ہونگے سورہ حشر میں آخری آیات میں اللہ تعالی کی عظمت وپا کی بیان کرنے کے لئے اسماءالحسنی چند پیش کئے اس کے بعد حج کے بیان کا سورہ ہے یعنی دین حنیف کا دور کرتا ہوا اُسی مقام پر پہنچ گیا جہاں پر حضرت ابراہیمؑ نے ایک رسول اور ایک امام اپنی ذریت میں بھیجے جانے کی دعا کی تھی ۔کہنے کا مطلب ہے اللہ تعالی نے بڑی ترکیب اور ترتیب سے قرآن مجید بیان فرماتا ہے ۔قرآن کا اعجاز یہ ہے کہ محمد ﷺ پر نازل ہوگیا احکام بتادے بات ختم ہوگی ۔نہیں !!اس کا معجزہ یہ ہے کہ یہ زمانے کے ہر دور میں اہل قرآن سے مخاطب رہا ہے اور قیامت تک مخاطب رہے گا قرآن کو اُمت کے لئے ایک کتاب کے طور پر نہیں بلکہ ایک حکم نامے یا قانون قدرت کے طور پر پڑھتی ہے ۔اور مہدی موعود علیہ السلام نے اسے عشق نامہ قرار دیا جس میں بندہ اللہ تعالی سے قربت کی طلب کی راہ تلاش کرسکتا ہے ۔ **دھر** کے معنی عربی میں وقت اور زمانہ ہے قرآن مجید میں الدھر نام کی ایک سورۃ ہے جس کا نزول 98 سورۃ کے طور پر ہوا تھا مگر اسے ترتیب قرآن میں 76 ویں مقام پر رکھا گیا ہے سورۃ القیامہ کے بعد اور 98 سورۃ الدھر کے مقام پر ترتیب میں سورۃ البینہ کو رکھا گیا دراصل یہ تبدیلی یا حضور ﷺ کی نشاندہی وقت اور زمانے کے تعین کو ظاہر کرتی ہے معنی عدد 98 میں 8 اور 9 ہیں یعنی آٹھویں صدی

ہجری میں بعثت مہدی اور نویں صدی ہجری میں ولایت محمدیہ مقیدہ مخصوصہ کا اختتام۔

حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارک میں قرآن کی 114 سورتوں کو مکمل اور مرتب کر دیا گیا۔ حضورؐ کے بعد بحیثیت مصحف حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں قرآن قرآت قریش کی لغت میں محفوظ ہو گیا۔ ہم تک اسی قرآت میں آج تک پہنچتا آیا ہے۔ جب حضرت عمرؓ کے دور میں تمیں تراویح شروع ہوئیں تو سورتوں کے مطابق پڑھا جاتا تھا حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں ان تمیں تراویح کے لحاظ سے اسے جز یا سپاروں میں تقسیم کیا گیا تا کہ ایک دن میں اتنی آیات کی تلاوت تراویح میں ہو اس تقسیم کو حزب کہا گیا اور یہ حزب 60 حصوں میں تھی جس میں تقریبا ایک حزب آج کا پاؤ قرآن کی آیات ہوتی تھیں اس طرح آٹھ حزب کا ایک سپارہ یا جز بنا۔ پھر اسے دو تقسیم کر کے 30 حصے بنائے گئے جو رمضان کے تمیں تراویح میں تلاوت کئے جاتے۔ یہ تقسیم بڑی آیتوں اور چھوٹی 6236 آیتوں کو 30 سے تقسیم کر کے بنایا گیا جس میں کل 558 رکوع ہوئے۔ یہ تقسیم اس طرح ذیل میں ہے۔

سپارہ یا نمبر	نام سپارہ	سورتوں کی تقسیم						
1	الم	سورہ فاتحہ		سے	سورہ بقرہ	آیت	141	تک
2	سیقول	سورہ بقرہ آیت	142	"	بقرہ	"	252	"
3	تلک الرسول	بقرہ	253	"	آل عمران	"	92	"
4	لن تنالو	آل عمران	93	"	النسا	"	23	"
5	والمحصنٰت	النسا	24	"	النسا	"	147	"
6	لایحب اللہ	النسا	148	"	المایدہ	"	81	"
7	واذا سمعو	المایدہ	82	"	انعام	"	110	"
8	ولوانا	انعام	111	"	اعراف	"	87	"
9	قال الملاؤ	اعراف	88	"	انفال	"	40	"
10	وعالمو	انفال	41	"	توبہ	"	92	"
11	یعتذرون	توبہ	93	"	ھود	"	5	"
12	ومامن دابۃ	ھود	6	"	یوسف	"	52	"
13	وماابرئ	یوسف	53	"	ابراہیم	"	52	"
14	ربما	الحجر	1	"	نحل	"	128	"

15	سبحان الذی	اسراء	1	"	کہف	"	74	"
16	قال الم	کہف	75	"	طٰہٰ	"	135	"
17	اقترب	انبیا	1	"	حج	"	78	"
18	قدافلح	مومنون	1	"	فرقان	"	20	"
19	وقال الذی	فرقان	21	"	نمل	"	55	"
20	امن خلق	نمل	56	"	عنکبوت	"	45	"
21	اتلوما اوحی	عنکبوت	46	"	احزاب	"	30	"
22	ومن یقنت	احزاب	31	"	یٰسین	"	27	"
23	ومالی	یٰسین	28	"	زمر	"	31	"
24	فمن اظلم	زمر	32	"	فصلت	"	46	"
25	الیہ یرد	فصلت	47	"	جاثیہ	"	37	"
26	حٰم	احقاف	1	"	دھر	"	30	"
27	قال فما خطبکم	دھر	31	"	حدید	"	29	"
28	قد سمع اللہ	مجادلہ	1	"	تحریم	"	12	"
29	تبارک الذی	ملک	1	"	مرسلات	"	50	"
30	عم یتساءلون	النبا	1	"	الناس	"	6	"

منزل		سورہ	آیات	رکوع	سورتوں کے معنی	
1	1	فاتحہ	7	1	افتتاح القرآن	ان چار سورتوں میں فرایض احکام واقعات اور آدم اور تخلیق کائنات کا بیان ہے
	2	بقرہ	286	40	گائے	مگر اس کا بیان تقویٰ سے شروع ہوتا ہے۔
	3	آل عمران	200	20	عمران کا خاندان	اس میں مقطعہ الٓمٓ دوبار آیا ہے
	4	النساء	176	24	مستورات	**ان چار سورتوں میں پہلی منزل کے لحاظ سے مہدی موعودؑ نے تعلیمات فرایض ولایت کی تعلیم**
			669	**85**		**1) "تقویٰ" سے شروع کی ہے جو فرایض ولایت مقیدہ مخصوصہ کی پہلی کڑی ہے**
2	5	المایدہ	120	16	دسترخوان	
	6	انعام	165	20	چوپائے	اس دوسری منزل میں اُصول احکام دین اقوام اور طریقے ہیں
	7	اعراف	206	24	اونچی چڑھی دیوار	اس میں الٓمٓصٓ مقطعہ آیا ہے۔
	8	انفال	75	10	جنگی بیلچہ	**ان پانچ سورتوں میں مہدی موعودؑ نے فرایض ولایت کی تعلیم**
	9	توبہ	129	16	توبہ	**2) "توکل" سے شروع کی ہے جو فرایض ولایت مقیدہ مخصوصہ کی دوسری کڑی ہے**
			695	**86**		
3	10	یونس	109	11	پیغمبر یونس علیہ السلام	اس منزل میں بیا حصہ قرآن میں انبیا کے واقعات ہیں جو دین میں مخلص ہوتے ہیں
	11	ھود	123	10	" ھود علیہ السلام	
	12	یوسف	111	12	" یوسف "	**اس تیسری منزل میں مہدی موعودؑ نے تعلیمات فرایض ولایت کی تیسری تعلیم**
	13	الرعد	43	6	بجلی کا کڑاکا	**3) صحبت صادقین کی تربیت دی جو ولایت مقیدہ مخصوصہ کی کڑی ہے**
	14	ابراہیم	52	7	پیغمبر ابراہیم علیہ السلام	اس میں پانچ بار الٓرٰ اور الٓمٓرٰ ایک بار آیا ہے۔

	15	حجر	99	6	دشت (پتھریلی زمین)	
	16	نحل	128	16	شہد کی مکھی	
			665	**68**		

4	17	اسراء	111	12	رات کا سفر	اس چوتھی منزل میں حصہ قرآن میں ایمان اسرار ایمان والوں کے اعمال وواقعات ہیں
	18	کہف	110	12	غار	
	19	مریم	98	6	مریم	**اس چوتھی منزل یا قرآن کے چوتھے حصے میں مہدی موعودؑ نے تعلیمات فرایض ولایت کی تعلیم**
	20	طٰہ	135	8	اسم محمدؐ	**4) عزلت از خلق یا ترک حب دنیا کی تعلیم اور تربیت دی جو ولایت مقیدہ مخصوصہ کا حصہ ہے**
	21	انبیاء	112	7	انبیاء	
	22	حج	78	10	عبادت	اس میں کہیعص طٰہ آیا ہے
	23	مومنون	118	6	ایمان والے	
	24	نور	64	9	نور	
	25	فرقان	77	6		
			903	**76**		

5	26	الشعرا	227	11	شعرا	
	27	نمل	93	7	چیونٹی	اس پانچویں حصہ قرآن یا منزل میں خالق مخلوق قصے مالک عبادت اور محمدؐ کا ذکر ہے
	28	قصص	88	9	قصے	
	29	عنکبوت	69	7	مکڑی	**اس پانچویں حصہ قرآن کی سورتوں میں یا منزل میں مہدی موعودؑ نے تعلیمات فرایض ولایت کی**

	30	روم	60	6	ملک روم	5) پانچویں فرض ولایت ہجرت ظاہری وباطنی کی تعلیم دی ہے
	31	لقمان	34	4	حکیم	
	32	سجدہ	30	3	سجدہ	اس میں طٰسٓمٓ طٰسٓ طٰسٓمٓ اور الٓمٓ چار بار آیا ہے یٰسٓ ہے
	33	احزاب	73	9	معرکہ	
	34	سبا	54	6	ملک	
	35	فاطر	45	5	خالق	
	36	یٰسین	83	5	محمدؐ	
11			**856**	**72**		

6	37	صفات	182	5		
	38	صٓ	88	5	حرف ابجد	
	39	زمر	75	8	گروہ	اس حصہ قرآن میں یا منزل میں گروہ مجالس اور دھواں ریت کے ٹیلے کامیابی اور محمدؐ کا ذکر ہے
	40	مؤمن	85	9	ایمان والا	
	41	حمٓ سجدہ	54	6		
	42	شعرا	53	5	مجلس	اس حصہ قرآن یا منزل میں مہدی موعودؑ نے تعلیمات فرایض ولایت کارکن ذکر دوام کی تعلیم دی
	43	زخرف	89	7	زیورات	جو چھٹی 6) ذکر دوام منزل یا حصہ قرآن ہے یہ تعلیمات فرایض ولایت مقیدہ مخصوصہ کی چھٹی بنیاد ہے
	44	دخان	59	3	دھواں	
	45	جاثیہ	37	4	گھٹنوں پر کھڑا	اس میں ایک صٓ سات حٰمٓ اور ایک عسق آیا ہے
	46	احقاف	35	4	ریت کے ٹیلے	حٰمٓ ، ح سے حییٌ اور میم پر قیوم سے ختم ہے اس مقطعہ سے شروع ہونے والی سورتیں

47	محمدؐ	38	4	محمدؐ	معرفت الٰہی کے کلام وبیان سے لبریز ہیں۔
48	فتح	29	4	جیت کامیابی	
49	حجرات	18	2	سوجن	
		842	66		

---

7   50 ق   سے   الناس تک   65 سورہ اور 1603 آیات اور 105 رکوع ہیں۔اس طرح ان سورتوں میں قیامت کے واقعات عذاب جہنم تفرقہ لوہا اجتماع قیامت جمعہ منافق طلاق لحاف چادر میں لپیٹے ہوئے نبی بڑے ستارے صبح شہر قصبہ رات شمس دلیل قاطعہ شب ان میں ایک ق اور ایک نٓ مقطعہ ہے
قدر رزلز لے بے وجہ خواہشات پہاڑ ستارہ چاند معراج خدا کی وحدانیت جیسے واقعات حالات
اقدر ہیں۔کل ملا کر قرآن میں 6233 آیات اور 558 رکوع ہیں۔

مہدیٔ موعودؑ نے اس ساتویں حصہ قرآن یا منزل میں معرفت الٰہی کی طلب کی دعوت دی ہے جو اعمال فرائض ولایت کی اہم کڑی یا بنیاد ہے ۔اس طرح خلیفۃ اللہ مہدی عین قرآن کے مطابق اپنی تعلیم اور دعوت کی بنیاد رکھی ہے اللہ کے حکم سے۔اس طرح میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کا خلیفۃ آخر الزماں ہونا حق ثابت ہوتا ہے کہ یہ سنت انبیاء کے صحائف اور شریعت کے عین مطابق ہے۔جس کا آپ علیہ السلام نے اعلان کیا اور شہادت دی کہ "مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہؐ" اور آپؑ نے اللہ کی ربوبیت اور معرفت الٰہی کو سمجھنے کے لئے فرمایا "برائے فہمیدن قرآن نورِ ایمان بس است" قرآن کو سمجھنے کے لئے ایمان کا نور کافی ہے بشرطیکہ اس میں خشوع خضوع اور خلوص وللّٰہیت ہو،ریا کاری نام ونمود اور دکھاوا نہ ہو۔ لوگوں نے ظاہری عبادات کو ہی دین وایمان بنا دیا تھا مہدی موعودؑ نے معرفت الٰہی کو بھی ایمان اور احسان کا حصہ بنا دیا۔

ایک بات خیال میں ہونی چاہیے کہ ہم قرآن کے سات حصوں میں یا منزلوں میں مہدی موعودؑ کی تعلیمات کی جو درجہ بندی کی ہے وہ ہمارا نکتۂ نظر ہے جو قیاسی ہے "قرآن کے بیان یا کلام سے یا احادیث سے یا مہدیٔ موعودؑ کے قول وعمل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔یہ ایک تجزیاتی اور علمی کوشش ہے بات کو سمجھنے یا سمجھانے کی البتہ قرآن کے منزلوں کی تقسیم میں بڑی باریک بینی سے اگر غور کیا جائے تو اللہ کے کلام کا جو لب لباب ہے وہ ان سورتوں کے ایک اس حصے میں جہاں ہم نے تقسیم کر کے دکھائی ہے وہ انہیں بنیادوں یعنی تقوی توکل ۔صحبت صادقین۔عزلت از خلق ۔ہجرت ظاہری وباطنی ۔ذکر دوام اور طلب دیدار خدا کی طرف رہنمائی کرتا دکھائی دے گا۔جسے خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہؐ نے مختص کر کے یا نچوڑ کے بطور پیش کیا ہے۔جہاں آج سے پانچ صدیوں پہلے علمائے سو اور جھوٹے صوفیا کی نظر نہیں جاتی تھی اور وہ بندگان خدا کو بدعات و انا کے جال میں پھنسا دیتے تھے تو مہدی موعودؑ نے اُمت رسول کو علمی وتصوفی بھول بھلیوں میں بھٹکنے کے بجائے خدا کی طلب کا صاف سیدھا اور سچا راستہ دکھایا ہے۔

جس طرح انبیا کی نبوت کے دو جہات ہوتی ہیں نبوت اور سنت جیسے حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کی جہت قرآن مجید یا اللہ کا کلام تھا اور آپ کی سنت یا طریقہ جنھیں احادیث کہا گیا' ایسا ہی خلیفۃ اللہ مہدی موعود میراں سید محمد جونپوری علیہ السلام مہدی آخر الزماں کا ہے۔ 1) **آپ علیہ السلام نے قرآن مجید سے اپنا دعویٰ مہدی ہونے کی دلیل اور ثبوت فراہم کیا قرآن مجید کی 18 آیات سے۔ 2) تعلیمات فرائض ولایت یا آپ نے طریقہ خلافۃ اللہ کو عین قرآن مجید کے بیانوں کے مطابق پیش فرمایا اس کا حیرت ناک پہلو یہ ہے کہ اپنی تعلیمات کی بنیاد قرآن کریم کے کلام و بیان کے عین مطابق رکھا' جسے ہم آگے دی ہوئی تختی میں بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔** سات 7 اعمال ولایت کو قرآن کے بیان کی ترتیب کے ساتوں احکام قصایص معرفت الٰہی جنت جہنم سے ہم آہنگ کیا ہے۔ اور یہ کام سوچ سمجھ کر منصوبہ بندی سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم اور مرضی سے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حاکم و دانا ہے وجس سے جس طرح کام لینا یا اعمال کرانا چاہتا ہے اسی کے مطابق کام کرواتا ہے' اس میں انسانی عمل دخل مرضی کو جگہ نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ نے قرآن جیسے نزول ہوا ویسے محفوظ کر لیا اور اپنے اعمال طریقہ اور سنت کو اسی کے مطابق ڈھال کر ایک عملی نمونہ پیش کیا تا کہ اُمت بلا خطا و نسیاں اس پر عمل کرے۔ مہدی موعودؑ نے اسی طرح اپنا دعویٰ قرآن کی بنیاد پر پیش کرنے کے بعد اعمال فرائض ولایت مقیدہ مخصوصہ کو قرآن کے کلام و بیان کے مطابق بلا خطا حجت کے پیش کیا ہے کہ جس میں انسانی دخل کا شایبہ بھی نہیں' نا اپنی طرف سے کم کیا نا ہی زیادہ۔ اگر قرآن مجید کو فہم ادراک باریک بینی سے پڑھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی' مگر آپؑ نے ایسا کوئی قول یا نقل نہیں پیش کی کہ ایسا کیا ہے' بلکہ تحقیق اور عرق ریزی سے قرآن کو پڑھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جس کی مثال ہم نے صحبت صادقین کے بیان کی تختی میں تیسرے حصہ قرآن یا منزل کے تجزیے میں انبیاء کے بیان والی سورتوں کا ایک کے بعد ایک ہونا ہے 10 سے 16 سورتوں کا ترتیب میں ہونا جو سورہ یونس سے شروع ہو کر سورہ نحل تک ترتیب میں ہیں کی۔ قرآن مجید میں کسی بھی حکم یا واقعہ کی حصہ بخرے نہیں ہو سکتے لیکن اللہ کے فرمان فہم و ادراک کی بنیاد پر کچھ قیاسی باتوں میں غور کرنا کوئی عیب نہیں ہے' جبکہ وہ مضبوطی ایمان اور صحیح راہ نمائی کرتے ہوں۔ انہیں اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ آدمؑ سے نوحؑ کا دور قرآن کا پہلا حصہ' نوحؑ سے ابراہیمؑ کا دور قرآن کا دوسرا حصہ' ابراہیمؑ سے داوٗدؑ کا دور قرآن کا تیسرا حصہ' داوٗدؑ سے موسیٰؑ کا دور چوتھا حصہ' موسیٰؑ سے عیسیٰؑ کا دور پانچواں حصہ' عیسیٰؑ سے حضور نبی کریم ﷺ کا دور قرآن کا چھٹا حصہ' اور حضورؐ کے بعد خلیفۃ اللہ مہدی کا دور قرآن کا ساتواں حصہ۔ اسے قرآن کا حصہ سمجھیں یا منازل قرآن 156 سنہ ہجری یا 772 عیسوی میں حمزہ الزیات نے ان منازل کو مرتب کیا تھا' جبکہ ہمارے اس تجزیہ کا ان منازل کی ترتیب سے کچھ واسطہ نہیں وہ صرف بر سبیل تذکرہ ہم نے یہاں بیان کئے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد آیات رکوع جز پارے منزل اعراب کی تحقیق اہل عجم کو سہولت اور آسانی سے قرآن پڑھنے' عمل کرنے کے لئے کی گئی تھی' اور جز پارے رکوع کی خصوصاً تیں نماز تراویح میں ایک پارہ ایک دن کے لئے بنا تھا۔ تعلیمات مہدی میں ظاہری اعمال بھی معرفت الٰہی کی مناسبت سے مرتب کئے گئے ہیں۔ تقویٰ و توکل دایرہ کی زندگی کے حصار میں باندھ کر' عزلت از خلق ترک حب دنیا ظاہری اسباب سے متعلق ہیں لیکن انہیں صحبت صادقین کے ادب

واحترام کے احاطہ میں رکھا گیا ہے۔ذکر دوام ایک باطنی ومخفی معاملہ ہے لیکن اسے طہارت باطنی وظاہری کے لئے ہجرت ظاہری وباطنی کے دایرہ اختیار میں وسیع کیا ہے کہ سالک نوبت کا اہتمام کرے اور نوبت بغیر ہجرت کے ممکن نہیں چاہے ظاہری ہو کہ باطنی۔ان تمام اعمال ولایت مقیدہ مخصوصہ کا واسطہ معرفت الٰہی سے ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ جب میں بندے کو اپنا قرب عطا کرتا ہوں تو اس کے ہاتھ پاؤں آنکھ بن جاتا ہوں کہ وہ چلتا ہے میری مرضی سے کوئی عمل کرتا ہے میری مرضی سے اور دیکھتا ہے میری مرضی سے اور وہ وہی دیکھتا ہے جو میں اُسے دکھانا چاہتا ہوں، جسے حدیث مبارک میں "فراست مومن کہا گیا" ہے۔جسے فہم وادراک کہیں، چھٹی حس کہیں یا پھر اس کے اعلیٰ ترین عمل کو دیدار کہیں یا بصیرت۔ایسا ہی کچھ ہے لا تدرکه الابصار و هو یدرک کہ مہدیؑ موعودؑ نے معرفت الٰہی کے متعلق اپنے منصب ومقصد بعثت کے متعلق اپنی قوم کے متعلق اپنی دعوت اصلاح وتبلیغ کے متعلق قرآن کی جو آیات اور ثبوت بہم پہنچائے ہیں وہ صرف ایک خلیفۃ اللہ کا ہی خاصہ ہے۔تعلیمات مہدی کو مقیدہ مخصوصہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ تعلیمات واعمال نبوت کے بعد کے مراحل ہیں جس پر اللہ کے رسول خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ نے عمل کیا نبوت کی ذمہ داریوں کے علاوہ عبادات ذکر واذکار میں جو مشقتیں کچھ اپنی مرضی سے کچھ اللہ کے حکم سے جیسے نماز تہجد اختیار کیں اُن کی شرایط ہیں جو مقید ہیں جنہیں ہر کوئی نہیں بجالا سکتا مخصوص اس لئے کہ یہ نبی کریم حبیب خدا ﷺ سے وابستہ ہیں، جس کے لئے اعلیت یعنی اعلیٰ علیین کے مقام اور درجات کے اعمال کو دنیا میں ادا یگی کی ضرورت ہے۔دور صحابہؓ کے کچھ اللہ کی قربت کے متلاشیوں نے ان کی کوشش کی کچھ کامیاب ہوئے اور بہت سارے ناکام اور بے نیل ومرام ہوگئے اور ہوش وحواس سے بیگانہ ہوگئے۔

بہرکیف میراں سید محمد مہدیؑ موعود خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہؐ نے جہاں قرآن سے اپنا دعوی مہدی ثابت کیا وہیں پر تعلیمات فرایض ولایت مقیدہ مخصوصہ کو قرآن کے بیان وکلام کی اصلاحات اور ترتیب میں مصدقوں کو تعلیم دی ہے۔جس پر ہمارے بزرگ آبا واجداد نے چل کر کامیابی حاصل کی اور بارگاہ ایزدی میں سرخ رو ہوئے۔اور ایسے احوال واعمال کا ان سے صدور ہوا کہ اغیار نے کہا کہ یہ تو ملا اعلیٰ کے فرشتے ہیں جنہیں زمین کی طہارت کے لئے بھیجا گیا ہے، کسی نے کہا کہ ان کے دایروں میں کئی ولایت کے مقام پر لوگ تھے۔لہٰذا مہدویوں کو کشف وکرامات کی غیر اللہ سے منت وطلب کی علم کی باریکیوں مناظرہ مکاشفہ مظاہرہ بحث ومباحث دلیل وحجت تصوف تجرد کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان دو باتوں پر مہدی کی خلافتہ اللہ ثابت ہے۔

1) آپؑ کا قرآن کی بنیاد پر خود کا مہدی موعود خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ آخر الزماں ثابت کرنا

2) قرآن کے احکام بیان کلام کے درجہ بندی کے مطابق تعلیمات ولایت مقیدہ مخصوصہ کی تربیت کرنا جو معمور من اللہ کا خاصہ ہوتا ہے۔

لہٰذا مصدقین ومصدقات کو بروے شریعت ادا یگی فرایض اسلام اور اعمال واحکام قرآن پر خلوص سے ان تعلیمات پر عمل کر لینا کافی ہے دوسرے فرقوں کی دیکھا دیکھی زیادہ اُلجھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

بڑے لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ فاصلہ رکھنا | جہاں دریا سمندر سے ملا وہ دریا نہیں رہتا | بشیر بدرؔ (بڑے نہیں بوے)

مصدقین کے لئے ضروری ہے کہ مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ مُبین کلام اللہ مرادؐ کی مہدویت دو (2) باتوں سے ثابت ہے۔

1) میراں سید محمد مہدی موعودؑ کا اپنے مہدی موعود آخرالزماں ہونے پر قرآن مجید کی آیات سے اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کرنا۔

2) آپ علیہ السلام کا قرآن اور اس کا خلاصہ اور نچوڑ کی بنیاد پر تعلیمات فرایض ولایت مقیدہ مخصوصہ کی تعلیم دینا' جو سات (7) ہیں۔ 1. تقوی۔ معنی کوئی بھی عمل کرتے وقت خدا کا پاس ولحاظ رکھنا کہ اللہ ہمارے اعمال کو دیکھ رہا جیسے قرآن اللہ کا ڈر خوف کہتا ہے کہ جس کا ہمیں بروز حشر حساب دینا ہے۔ 2. توکل۔ معنی معاملہ یا مسئلہ چھوٹا ہو یا بڑا اس میں صرف اللہ کی ذات سے اُمید اور بھروسہ رکھنا اُسی سے مدد کی توقع رکھنا اس کے لئے بلال وحرام کا ہر لحہ خیال رکھنا۔ 3. عزلت از خلق یا ترک حُب دنیا معنی دنیا کی برایوں گناہوں سے جو ظاہری ہوں کہ باطنی کنارہ رہنے بچنے کے لئے خلق سے خصوصاً برے لوگوں برے ہمسایوں برے عقیدے والوں حرص و حوس متاع دنیا کی ضرورت سے زیادہ طلب کے لئے خلق سے عاجز ہونا خلق سے اُمید رکھنا اللہ تعالیٰ کو بھول کر سنت رسول کا خیال نہ کرکے دنیا یا دولت حاصل کرنے کا ہر حربہ آزمانہ' ان باتوں سے پرہیز کرنا دور رہنا عزلت از خلق ہے۔ 4. صحبت صادقین معنی ایسے لوگوں سے رابطہ یا تعلق رکھنا جو اللہ کے لئے جیسے اور مرتے ہیں جو احکام خدا اور سنت رسول کی پاس داری میں ایک لحہ غفلت نہیں کرتے دکھاوا ریا کاری نہیں کرتے خودنمائی شہرت کے طالب نہیں ہوتے صرف اللہ پہ بھروسہ کرتے ہیں اپنی تکلیف پریشانی چاہے ضروریات ہو یا فاقہ کشی اس کا اظہار بندگان خدا سے نہیں کرتے اللہ پر توکل کرتے ہیں ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا صحبت صادقین ہے۔ 5. ذکر دوام معنی ہمیشگی مداومت (ثابت قدمی سے) سے اللہ کے ذکر میں منہمک ہونا جسے ذکر کثیر بھی کہتے ہیں۔ ذکر دوام کی شرط مہدویہ دایروں میں نوبت سے ہے بغیر نوبت کے ذکر دوام نہیں' نوبت کے معنی باری باری ذکر کرتے رہنا آٹھوں پہر کوئی بھی دایرہ مسجد یا جماعت خانہ جہاں نوبت کا اہتمام نہ ہو وہ مہدویہ دایرہ نہیں ہے۔ نوبت جتنے فقرا ہیں ان میں ذکر کو تقسیم کردینا کہ اتنے لوگ یا اتنے گھنٹے فلاں فلاں باری سے ذکر میں منہمک رہے اس کے بعد دوسری جماعت یا گروہ ان کی جگہ ذکر شروع کرلے۔ اس طرح آٹھ پہر یعنی چوبیس گھنٹے اللہ کا ذکر ہوتا رہنا مہدویہ دایروں کی شان ہے۔ ذکر دوام تارک الدنیا فقرا کے لئے ہے۔ سلطان ایل سلطان النہار کاسبوں عام مصدقوں کے لئے ہے۔ 6. ہجرت معنی دو قسم کی ہے ایک اللہ کی رضا خوشنودی دین کی تبلیغ اصلاح اُمت کے لئے نقل وطن کرجانا' دوسری قسم کی ہجرت باطنی ہے اس کی مثال نبی کریم ﷺ کے اصحاب صفہ کی ہے جو مسجد نبوی میں فروکش ہوگئے عبادت ریاضت ذکراللہ خدمت خلق یعنی تعلیم وتربیت نومسلموں اللہ کے رسول کی خدمت اور رضائے الٰہی کو اپنا شعار بنالیا' یہ ہجرت باطنی ہے کہ ساری مخلوق سے کٹ کر اللہ کے ہوگئے' دنیا میں رہے دنیا میں ملوث نہیں رہے۔ یہی شعار دایرہ مہدویہ کے تھے یعنی خلق کی محبت کو اپنی زندگیوں سے دور کردیا۔ اور آخری یعنی 6. چھٹا فرض ولایت طلب دیدار ہے۔ یہ طلب سوا اللہ کی ذات کے کسی سے ممکن نہیں اور اس کوشش میں کسی اور مخلوق اور درمیان میں کسی شخصیت کو واسطہ بنانا یا کسی انسان کی مدد کے بغیر اسے ناممکن سمجھنا شرک خفی ہے جس کی تعلیم مہدی موعودؑ یا آپ کے صحابہؓ سے منقول نہیں ہے۔ حتیٰ کہ مہدی موعودؑ نے فرمایا "اللہ اور بندے کے درمیان جو شے حایل ہو وہ اس کا شرک ہے" اس میں مشاہدہ مکاشفہ وغیرہ بے بنیاد باتیں ہیں جس کا مہدی یا صحابہؓ مہدی سے تعلق نہیں۔

رہی عام لوگوں یا کاسبوں کے اعمال کی بات انہیں فرایض اسلام کی بلاناغہ پابندی کے ساتھ حرام حلال کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے دنیاوی ذمہ داریوں کی ادایگی کے ساتھ سلطان ایل اور سلطان النہار کی پابندی کرنا۔ اس میں دوسرے عقاید کے لوگوں سے جماعتوں سے یا تصوف کی باریکیوں کے بحث مباحث سے دور رہنا چاہئے۔ اور غیر مصدق عالم کی اتباع یا تعریف کرنا ان کے اعمال کو اختیار کرنا ان کی تقلید کرنا "انکار مہدیؑ" کے مترادف ہے۔

تعلیم قرآن کی درجہ بندی

اُوپر دئے گئے اس جدول میں غور سے دیکھیں تو ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے جب بھی کوئی نئی تعلیم اور تربیت کا اہتمام کیا جاتا تو مشکل یہ درپیش ہوتی ہے کہ پہلے تو لوگ حق کو قبول کرنے سے انکار اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں ان کی آزاد خیالی اور بے راہ روی کے ماحول سے دور کیا جائے اور ایک نئے طرز زندگی کو قبول کرنے میں انہیں الجھن اور جھنجلاہٹ ہوتی ہے ۔ چہ جا یکہ انہیں احکام اور اصولوں کے تابع کیا جائے یہی منافرت انہیں مخالفت پر آمادہ کرتی ہے ۔انسان کی اسی بنیادی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کے نزول میں اپنی تعلیم اور تربیت کا آغاز سخت قسم کے عذاب تنبیہ پھٹکار وعدہ وعید سے کرتا ہے اور خبردار کیا جاتا ہے کہ بغاوت اور فساد کو قبول نہیں کیا جائے گا جو کہا جا رہا وہی کرنا ہوگا ۔اور اس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کو ابتدائے نبوت کے پہلے چھے یا آٹھ برسوں تک مخالفت طعن و تشنیع کے علاوہ ذہنی و جسمانی اذیتیں سہنی پڑیں اس کے بعد لوگوں کے دلوں میں حق قرار پکڑنے لگا اور جب تک مفسدوں اور جاہلوں کی اچھی تربیت نہیں ہوگئی قرآن کے نزول اور وحی کا انداز نہیں بدلا جہنم کے عذاب اللہ تعالی کے قہر وغضب کی سورتیں شروع میں نازل ہوتی رہیں اور انسان کو بتایا جاتا رہا کہ یا تو ایک معبود اعلی کے آگے سر بہ سجود ہو جاؤ ورنہ خیر نہیں ۔ جدول کے پہلے حصہ میں دیکھیں پہلی وحی میں ہی سجدہ کا حکم ہے اس کے بعد لگاتار تعلیم ہوتی رہی خبردار کیا جاتا رہا پھر نزول کی 23 سورتوں کے بعد دوبارہ پھر سے سجدہ کا حکم ہے اور پھر سے 14 سورتوں کے بعد بھی حکم سجدہ کا ہی آیا ہے ۔اسی طرح دوسری سورہ کے نزول میں ندا دی گئی یا منادی کی گئی مقطعہ کے ذریعہ کہ یہ احکام خالق کائنات کے طرف سے ہیں پھر 34 ویں سورہ میں ایسی ہی ندا یا اعلان کو دہرایا ۔جب حق لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہونے لگا تو اس کے بعد وقفہ وقفہ سے رفتہ رفتہ سجدوں کا حکم بھی دیا جاتا تھا اور اعلان یا ندا بھی کی جاتی تھی کہ خبردار اللہ کے حضور ادب واحترام کا لحاظ رکھا جائے جو خالق کائنات کے شایان شان ہو ۔مگر!! جب اسلامی شریعت کا قیام ہونے لگا تو انداز بدل گیا جو ہم ترتیب قرآن میں بعد میں دیکھتے ہیں یا یوں کہیں کہ تعلیم اور تربیت کا انداز بدل دیا' کیونکہ لوگوں میں ہوش تدبر وتفکر کے اوصاف جگہ پانے لگے تھے وہ اڑیل پن اور جہالت والا انداز نہیں رہا تھا ۔جدول کے دوسرے حصہ کو بغور دیکھیں بعد کی ترتیب میں ابتدائی سورتوں سے ہی ندا یا مقطع کے الفاظ اور سجدوں کے احکام اور تعلیم دے دی جاتی ہے سورۂ فاتحہ 1 سے سورۂ'' قاف'' 50 تک لگ بھگ 29 میں سے 28 مقطعہ اور 14 میں سے 12 سجدے بیان کر دئے گئے ۔سورۂ'' قاف'' کے بعد 2 سجدے اور ایک مقطعہ'' قٓ'' ہے ۔لگ بھگ 60 سورتیں بغیر مقطعہ بغیر سجدے کی درمیان ہیں اس کے بجائے نزول قرآن کے وقت معاملہ برعکس ہے ۔اس حقیقت کو ذہن میں رکھیں تو معلوم ہوتا یہ ہے کہ تعلیم معرفت الٰہیہ یا تعلیم احسان کا بیان اس بینہ یا خلق الانسان علمه البيان کے ذریعہ (9) نویں صدی ہجری میں کیوں کرایا گیا ہے!!!!! ۔جو کہ چودھویں صدی ہجری یا محشر سے پانچ یا چھے صدی پہلے اس بعثت کی اہمیت اور ضرورت کو بندوں تک پہنچانا ضروری تھا کہ بندے یہ بہانہ نہ کریں کہ دنیا میں تیری محبت یا ملاقات کا ہمارے پاس اسباب یا وسیلہ نہ تھا ۔جب آدم علیہ السلام دنیا میں اُتارے گئے تو انہوں

نے اللہ سے کہا کہ جب میں آسمانوں میں تھا تو تیرا ذکر کرتا تھا اور فرشتوں کے ذکر کی آوازیں سنتا تھا اس سے میری تسکین ہوتی تھی یہاں ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو اللہ تعالی نے فرشتہ بھیجا کہ آدمؑ کو دنیا میں وہ مرکزی مقام دکھایا جائے جس کے اطراف فرشتے طواف کرتے ہیں تو فرشتہ نے جہاں آج کعبہ ہے اس مقام کی نشاندھی کی تھی۔ بروز محشر بندے یہ معروضہ نہیں پیش کر سکتے کہ ہمیں دنیا میں تیری معرفت کے اسباب مہیا نہ تھے تو اللہ تعالی حضور نبیؐ کریم ﷺ اور ان کے تابع مہدیؑ موعود آخرالزماں علیہ السلام کی تعلیم و تربیت ''احسان'' کی طرف اشارہ کرے گا کہ انہوں نے وہ اسباب اور وسیلے بتا دئے تھے۔ اس کے علاوہ پچھلے صفحہ پر بتائے گئے اس جدول میں دیکھا جا سکتا ہے کہ مقطعات اور سجدہ کی ترتیب بدل گئی۔

قرآن مجید کے 114 سورتوں میں ہر سورہ اپنے اندر ایک پیغام ایک جاذبیت ایک کشش ایک اسرار ایک خصوصیت ایک انفرادیت احکام و بیان کا مرجع ہے اس لئے کسی سورہ کو کسی پر فوقیت نہیں ہے مگر اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی کچھ خصوصیات بتائی ہیں۔ جس کی روایت المستدرک حاکم جلد ۲ میں۔ اسی کی بنیاد پر علم القرآن کے علماء نے منزل قرآن کے نام سے سورتوں کی کچھ آیات کو الجھن پریشانیوں دافع جادو سحر و جنات و بلیات کے لئے تیر بہدف قرار دیا ہے۔ ان میں سورۂ فاتحہ، بقرہ کی 1 سے 5۔ 18 اور 19۔ 163۔ 109 اور 164۔ 255 سے 257۔ 285 اور 286۔ آل عمران 18 اور 19۔ 26 اور 27۔ 154۔ سورہ الاعراف 54 اور 56۔ 114 سے 122۔ سورہ یونس 79 سے 82۔ سورۃ الحجر 97 سے 99۔ سورہ بنی اسرائیل 81 تا 86۔ اور 110۔ سورہ الکھف 109 اور 110۔ سورہ طٰہٰ 65 سے 70۔ سورۂ المومنون 115 سے 118۔ سورہ الفرقان 23۔ سورۂ فصلت 5۔ سورۂ الاحقاف 29 سے 31۔ سورہ محمد 29 سے 33۔ سورۂ الرحمٰن 32 سے 35۔ سورۂ الصٰفات 1 تا 10۔ اور سورہ الاحقاف 29 سے 33۔ سورہ الحشر 21 تا 24۔ سورۂ الجن 1 تا 9۔ اور چار 4 قل۔ یہاں بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جیسے کہا قرآن جامع الفواید ہے چاہے اسماء الحسنٰی ہوں مقطعات یا اس کی سورتیں یا اس کی آیات ہے کئی لوگوں نے دعوے سے کہا کہ یہ آیات موثر اور فایدہ مند ہیں۔

انہیں سمجھنے کیلئے یہاں تھوری وضاحت ضروری ہے قرآنی آیات کلام الٰہی

ایک بات یہ ہے کہ قرآن کے نزول اس کی درجہ بندی یا ترتیب جیسی بھی ہو ایمان اور اعتقاد کا تقاضہ یہی ہے کہ جس حالت میں اور جیسا قرآن ہم تک پہنچا ہے اُسی حالت میں اسے پڑھنا اور عمل کرنا پڑیگا۔ قرآن میں اس کا حکم ہے ورنہ گناہ ہے۔ تعلیمی اور تحقیقی باتوں کا کلام اللہ کے احکام اور بیان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا' یہ محض تشریحات یا وضاحتیں ہوا کرتی ہیں' وہ بھی اگر احادیث کی تشریح و بیان کے موافق یا مطابق ہوں تو۔ ورنہ انسانی علم و تحقیق میں نسیاں خطا اطاعت نفس اور ذاتی عقل و عمل کا دخل بدرجہ اتم پایا جانا مانی ہوئی حقیقت ہے۔ ہمیں یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ جس آرڈر میں یا ترتیب میں مقطعات والی سورتیں جو کی توں مرتب ہیں' بغیر مقطعہ والی سورتیں نزول کے آرڈر میں قرآن میں نہیں ہیں۔ یعنی انہیں جہاں تہاں رکھا گیا ہے۔ البتہ حضرت ابن عمرؓ

کی مرفوع حدیث بیہقی نے روایت کی ہے کہ: جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس کے معنی تلاش کئے تو اسے ہر حرف کے عوض بیس نیکیاں ملیں گی۔

اسماء الحسنٰی اور مقطع کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے نزول قرآن کی درجہ بندی اور فہرست کی ترتیب کو سمجھنا ضروری ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے سورۃ العلق پہلی وحی ہے جس کی پانچ آیات پہلے نازل ہوئیں پھر اس کے بعد سورۃ قلم نازل ہوئی جس میں ''ن'' پہلا مقطعہ نازل ہوا یعنی پہلی سورہ کے صرف پانچ آیات کے بعد ایک مقطعہ والی سورہ نازل ہوگئی اس کے بعد بقدر ضرورت سورۃ العلق کی باقی آیات نازل ہوئیں، خود کو خالق کائنات و مالک کل کہلوانے سے پہلے، پہلی پانچ آیات میں خود کو تین مرتبہ ''رب'' کہا، اور دوسری وحی سورہ قلم میں بھی خود کو ''رب'' کہا اس سورہ میں رب کے سوا کوئی اسم ہے ہی نہیں۔ الصحاح میں ہے کہ ''الرب'' اللہ کے اسماء میں سے ایک ہے زمانۂ جاہلیت میں مالک کے لئے لفظ رب بولا جاتا تھا، رب کا معنی سردار بھی ہوتا ہے سورۃ یوسف ۴۲ میں ہے اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ یعنی میرے مالک کے پاس میرا ذکر کرنا۔ اور الرب بمعنی معبود استعمال ہوا ہے بعض علماء نے اسم ''رب'' کو اسم اعظم قرار دیا ہے۔ (قرطبی) اس کے بعد جب العلق کی باقی آیات کا نزول ہوا تو 13 ویں آیت میں خود کو ''اللّٰہ'' کے اسم سے مخاطب کیا، مطلب یہ کہ سب سے پہلا اسم ''اللہ'' علق کی تیرہویں آیت میں آیا ہے۔ یعنی پہلی بار مشرکوں اور اہل کتاب کو معلوم ہوا کہ کاینات کا معبود ''اللّٰہ'' وہ ہے جو نبی و رسول کے ذریعہ احکام دیتا ہے اس کا کوئی مددگار اور شریک نہیں ہے جیسا تم نے ان بتوں کو سمجھ رکھا ہے کفار و مشرک اسی حیرت میں محو تھے کہ ان کے سامنے ان کی زباں دانی یا لسانی غرور کے اوج کمال کی دھجیاں اُڑاتے ہوئے پیغام آیا ''ن'' والقلم، یہ کیسا خطاب ہے جس سے ہم واقف نہیں، اس طرح قرآن نے ان کے اعتقادات اور ادبیت کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ اس کے بعد تیسری وحی یا تنزیل کہیں سورۃ مزمل آیت 8 اور 9 میں ''رب'' کہنے کے بعد ''ھُو'' کہا، اس کے بعد 19 اور 20 ویں آیت میں ''رب'' کہنے کے بعد 7 مرتبہ اسم ''اللہ'' کہنے کے بعد خود کو غفور اور رحیم کہا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ کہ پہلے پہلے ''رب'' کا ظہور ہوا بعد میں ''نٓ'' کا اس کے بعد ''اللہ'' کا اس کے بعد ''ھو'' ان اسمائے ذات کے بعد غفور اور رحیم کی صفات سے متعارف کرانے کا انداز بتاتا ہے کہ بعثت نبوی کی ابتداء میں ذات حق میں ظہور کیا مقطعات اسم اللّٰہ ھُو اور رب اس کے مظاہر ہیں بعد میں اپنی صفات یعنی اسماء الحسنٰی کے ساتھ متعارف ہوا۔ اس طرح عقل علم و دانش کی دعوت کا آغاز ہوا اور بتا دیا گیا کہ آگے چل کر تمام فرسودہ خیالات غرور اور جہالت کا نظام بکھرنے والا ہے اور انسانیت علم تدبر شرف آدمیت کا بول بالا ہونے والا ہے۔ ان حقیقتوں کے بیان کے بعد نزول کی چوتھی سورہ المدثر یا وحی کے نزول کی 30 ویں آیت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے جہنم کے 19 فرشتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ اس (جہنم) پر ہم نے انیس داروغہ مقرر کئے ہیں۔ بسم اللہ میں حروف تہجی کے انیس حرف آئے ہیں۔ آگے فرشتوں کی اس تعداد کو آزمائش بتایا کافروں کے لئے اور یقین کرنے کو کہا اہل کتاب سے اور کہا اس تعداد سے اہل ایمان شک میں مبتلا نہ ہوں اور ان کا ایمان بڑھ جائے گا۔ اور کہا یونہی اللہ تعالیٰ (ایک ہی بات سے)

جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے اور کوئی نہیں جانتا "اللہ کے لشکروں کو بغیر اس کے۔یعنی ملایک۔اور فرشتے ہی اللہ کے لشکر نہیں ہیں ایسے کئی لشکر اللہ کے ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے یہ ہوائیں یہ بادل یہ طوفاں یہ زلزلے یہ سورج چاند ستاروں کے لشکر یہ قوس وقزع کے رنگ یہ روشنی اور بجلی کی لپیٹیں یہ نظر نہ آنے والی تابکار لہریں یہ سبھی اللہ کے لشکروں کا حصہ ہوسکتی ہیں اورحروف الفاظ کلمات مکالمے آیات اسماء الحسنیٰ مقطعات دنیا کے علوم علم ریاضی جن سے انسان مجبور و بے بس محسوس کرتا ہے یہ بھی اللہ کے لشکروں میں سے ہوسکتے ہیں۔"لشکر" کے معنی سپاہ فوج ہجوم انبوہ کثیر کے ہیں۔لشکر کا کام غلبہ پانا یا چھا جانا ہے۔اسماء الحسنیٰ آیات اور مقطعات میں یہ پوشیدہ طاقت اور کیفیت ہے کہ وہ انسانوں کے حواس پر غالب آتے ہیں انسان ان کے آگے مغلوب اور بے بس ہوجاتا ہے۔اور یہی نہیں ان کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس اپنی فریاد رسائی کرسکتا ہے جو سنی جاتی ہے۔جہنم کے انیس داروغہ کا تقرر کس لئے ظاہر بات ہے کہ داروغہ اس لئے تعینات کئے جاتے ہیں کہ جو وہاں جانے کے مستحق ہیں وہی اس میں جائیں جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا یقین اور ایمان رکھتا ہے وہ جہنم میں اللہ کی کسی مرضی کے بغیر نہیں جاسکتا۔موسیقی یا سنگیت کا جادو ہم نے دیکھا اور محسوس کیا ہے وہ کیا ہے؟ الفاظ یا سازوں کی آواز کا جادو ہی تو ہے کہ انسان محسور ہوجاتا ہے ہوش وخرد کھو بیٹھتا ہے۔تو اندازہ لگائے خالق کائینات کے الفاظ کلمات اسماء مقطع کا کیا اثر دنیا کی مخلوق پر ہوتا ہوگا۔ اس تمام گفتگو سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے عہد فترہ یعنی کسی نبی رسول کتاب یا صحیفے کے نہیں نازل ہونے والے دور کے بعد حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر اور رسول مبعوث کرکے خود کو ظاہر کیا تو "اسماے ذات" سے متعارف کرکے ان میں "ن" "یعنی مقطعہ کے ذریعہ اعلان کیا کہ ابھی حیرتیں اور بھی ہونے والی ہیں اس کے بعد صفات کے ساتھ مخاطب ہوا ہے۔اس لئے اسمائے الٰہی کی طرح مقطعہ کا تعلق اللہ تعالیٰ کی پہچان کی بنیادوں میں سے ہے۔عرب دوسری قوموں کو عجمی "گونگے" کہتے تھے ان کو اپنی زبان پر ناز تھا' قرآن مجید میں ایسے الفاظ جملے استعارے اور مکالمے استعمال ہوے کہ وہ ہکا بکا رہ گئے۔مثلاً حاکم نے مستدرک میں "طٰـــہٰ" کے متعلق حضرت عکرمہؓ کے طریق پر ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ طٰـہٰ کے معنی حبشی (ایتھوپیا کی) زبان میں ایسا ہے جیسے عربی میں "یا محمد" کہتے ہیں' اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیرؓ کے طریق پر ابن عباس ہی سے روایت کی کہ حبشی زبان میں طٰہٰ بہ معنی "اے شخص" ہے اور یہ لفظ نبطی زبان میں انہیں معنوں میں آیا ہے' اور حبشی زبان میں کاہن مذہبی پیشوا گرو یا پجاری کو ایسا کہتے ہیں۔اور اسی حبشی زبان میں یٰسٓ کو "اے انسان" اور یا رجل اے مرد بھی کہا جاتا ہے۔سیوطیؒ نے الاتقان میں ایسے کئی الفاظ اور ان کے عربی استعمال اور ان کے معنی بتائے ہیں۔مطلب یہ کہ نزول قرآن کے بعد عربی میں دوسری زبانوں کے الفاظ کی شمولیت کے بعد عربی بین الاقوامی زبان بن گئی۔جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ کئی بکھرے ہوئے الفاظ نے کلمات اور معنی کا جامہ پہن لیا جیسے مقطعات اور کئی کلمات اور جملے مختصر اور منضبط ہوکر وسیع معنوں میں استعمال ہونے لگے' جیسے کہ ابو رجا العطاوی کا کہنا ہے: "اَللّٰھُمَّ" میں جو میم ہے یہ اسمائے باری تعالیٰ کے ستر 70 ناموں کو جمع کرتی ہے۔ابن ظفر کا قول ہے کہ اسی کو اسم اعظم کہا گیا' اس نے اس کے استدلال میں یہ بات پیش کی کہ اسم "اللہ" ذات واجب پر

اور حرف میم ننانوے 99 صفات واجب پر دلالت کرتا ہے‘ اورنظر بن شمیل کا قول ہے کہ جس شخص نے اللّٰھُمَّ کہا اس نے گویا اللہ کو اس کے تمام اسمائے حسنیٰ کے ساتھ پکارا۔(اتقان) اس کے بعد لسان عرب میں انقلاب آ گیا تحقیق تجدید اور تدقیق کی شاہراہیں کھل گئیں۔امام سیوطی نے لکھا ہے کہ کسائی حمزہ ،خلف‘ ابوعمرو ابن عامر نے مقطعہ الٓـرٰ کی پانچوں سورتوں میں انہیں اِمالہ کے ساتھ پڑھا (الیف لام رے)‘ اور سورہ مریم کے فواتح کھیعص اور طه میں ابوعمرو کسائی ابوبکر نے ’’ ہے‘‘ پر اِمالہ کیا کھیعص کے ’’ یے‘‘ پر بھی ان لوگوں نے اِمالہ کیا جو الٓرٰ (الیف لام رے) انہیں قاریوں نے یٰسٓ (یاسین) طه (طےٰ ہٰ) طٰسٓمٓ (طےٰ سین میم) اور طٰسٓ (طےٰ سین) کی طےٰ اور حٰمٓ کی سورتوں میں حرف ’’ح‘‘ پر بھی وقف اِمالہ کیا (حےٰ میم)۔اور قرآن نے ایک ہی لفظ کو کئی معنی بھی دیئے جیسے کہ قُنُوْت ہر جگہ اطاعت وفرمابرداری کے معنی میں آیا ہے مگر کُلٌّ لَّـهٗ قَانِتُوْنَ سے مراد وہ لوگ اقرار کرنے والے ہیں۔ یَاس کا لفظ حسرت نا اُمیدی کے معنی دیتا ہے مگر سورہ الرعد میں یَیْاَ سَ علم کے معنی میں ہے ’’کیا معلوم نہیں کیا‘‘۔جہاں وَ مَـا یُدْرِیْکَ آیا وہاں اللہ نے خبر نہیں دی کہ وہ کیا چیز ہے جیسے مقطعات اور جہاں وَ مَـا اَدْرَاکَ آیا وہاں بتایا کہ وہ کیا چیز ہے جیسا کہ اسماء الحسنیٰ یا اسماء الصفات میں صفات کے ساتھ ظہور کیا۔اور ہمزہ قرآن میں دوطرح سے آتا ہے (ہمزہ وہ الف جس پر حرکت ہو) ایک استفہام یعنی کسی حقیقت یا اصلیت کو سمجھانے کے لئے مثبت الفاظ پر اَکَـانَ لِـلـنَّـاسِ عَجَبًا ‘ اٰ لذَّکَرَیْنِ حَرَّمَ دوسرا کسی بڑے کام سے تعجب ظاہر کرنے کے لئے مفید ہوتا ہے۔ اَ لَـمْ تَـــرَ اِلَـــی الَّـذِیْـنَ خَـرَجُـوْ مِـنْ دِیَـارِهِـمْ اُ لُوْفٌ حَـذَرَ الْمَوْتِ ۔اور جس وقت ہمزہ استفہام ’’رَاَیْتَ‘‘ پر داخل ہوتا ہے تو اُس حالت میں رویت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آتا ہے۔

لن ترانی اور اماأمن ذرتی

آگے کی اس گفتگو کا ایک تحقیقی پہلو دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ابن مالک نے قولہ تعالیٰ لَنْ تَرَانِیْ کے معنی بیان کرتا ہے کہ اگر ہم اس نفی کی تائید کے قائل رہیں تو یہ بات اس معنی کو شامل ہوگی کہ موسیٰ علیہ السلام کبھی خدا کے دیدار سے مشرف نہ ہوں گے‘ حتیٰ کہ آخرت میں بھی ان کو دیدار حاصل نہ ہوگا۔اسی اُصول کے تحت اگر کوئی کہے کہ حضو ﷺ نے سدرۃ سے آگے بھی مقام محمود پر خدا کو نہیں دیکھا تو اللہ کے رسول ﷺ کو بھی دیدار حاصل نہ ہوگا اور یہی اُصول آپ ﷺ کی اُمت پر لاحق ہوگا۔مگر دوسری نازل کردہ کتابوں کے بہ نسبت قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَهُـوَ مَـعَـکُـمْ اَیْـنَ مَـا کُنْتُمْ ’’تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے‘‘ (الحدید ۴) اَلَآ اِنَّهُـمْ فِـیْ مِرْ یَةٍ مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِم ... اَلَآ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُحِیْطٌ (حٰم سجدہ ۵۴) ہم جلد دکھائیں گے انہیں اپنی آیات (میں نشانیاں) اور اطراف عالم میں اور اُن کی ذات میں ۔اطراف عالم کائنات ہے اور انسانی ذات میں دیکھنے کی چیز ’’آنکھیں‘‘ ہیں اور سورۃ بقرہ میں فرمایا کہ: وَاِذَا سَاَ لَکَ عِبَـادِیْ عَـنِّـیْ فَـاِنِّـیْ قَـرِیْـبٌ ... اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّا عِ اِذَا دَعَانِ فَـلْیَسْـتَـجِیْبُوْ ا لِیْ وَلْیُؤْ مِنُوْ ا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (۱۸۶) اور اے نبی ؐ میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں

بتادو کہ میں انسے قریب ہوں پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں لہذا انہیں چاہے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں یہ بات تم انہیں سنادو شاید کہ وہ راہ راست پالیں۔ بار بار بندوں سے اللہ کہہ رہا ہے کہ میں اُن کے قریب ہوں۔ جب دنیا میں اللہ بندوں کے ساتھ ہے تو اپنے رسولؐ کے پاس ہے یعنی بندوں سے بھی قریب۔ ابن زملکانی لکھتا ہے کہ لَنْ اُس شئے کی نفی کے لئے آتا ہے جو قریب ہو (بعد کے زمانے کی اس میں نفی نہیں ہوتی) اور عدم امتداد (طوالت، درازی، لمبائی، مدت) نفی کا فایٔدہ دیتا ہے۔ اس واسطے نفی کا امتداد نہیں ہوتا۔ اور اس کا راز یہ ہے کہ الفاظ معنوں کے ہمشکل ہوا کرتے ہیں اُس واسطے" لا "، جس کے آخر میں الف ہے اس میں امتداد نفی کے معنی ممکن نہیں ہیں اُس لئے کہ الف کے ساتھ آواز کی کشش ممکن ہے۔ مگر! لَـــنْ کے آخر میں نون ہے جس کے ساتھ امتداد صوت کشش (آواز) ممکن نہیں پس ہر ایک لفظ اپنے معنی سے مطابق ہوگا۔ اسی واسطے خداوند کریم نے "جہاں مطلقاً نفی کا ارادہ نہیں کیا وہاں لَنْ کووارد کیا ہے" کہ اس سے محض ایک شئے کی (یا زمانے یا وقت کی) نفی کرنا مقصود ہے (ہمیشہ کے لئے نہیں)۔ مطلب یہ کہ دیدار آگے کسی وقت یا زمانے میں ممکن ہوسکتا ہے۔ اور یہی ہوا ہے حضرت موسیؑ کے بعد آنے والے حضرت عیسیؑ نے بھی اللہ سے اس خواہش کا اظہار انجیل برنا باس میں کیا ہے۔ اور ہوا بھی یہی سورۂ الاعراف کا نزول 39 ویں سورہ کے ہوا اور اسے ترتیب قرآن میں 7 نمبر پر رکھا جس کی 143 ویں آیت میں کہا گیا کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا لَـنْ تَرَانِیْ ۔ جب کہ اس سے پہلے سورہ النجم نزول کی 23 ویں سورۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَـذَبَ الْفُؤَادُ مَارَا ی ' اَفَتُمٰرُوْ نَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ' وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْ لَةً اُخْرٰی نہ جھوٹ کہا دل نے جو اُس نے دیکھا تو کیا جھگڑتے ہو اس سے اس پر جو اس نے دیکھا اور تحقیق اُس نے اُسے دیکھا دوسری مرتبہ 13,12,11 آیات ۔ یعنی موسیٰ سے کہا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا اور اہل مکہ خصوصاً بعد میں آنے والے مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ کا دیدار کیا اور تم اس بات پر اُن سے جھگڑتے ہو اور وہ جھوٹ نہیں کہہ رہے یہ تحقیقی بات ہے کہ تم ایک بار دیکھنے کی بات پر جھگڑ رہے ہو انہوں نے دومرتبہ دیکھا ہے۔ اور غور طلب امر یہ ہے کہ معراج میں نماز کا حکم ہوا جس کا ذکر پہلے سورہ نجم میں ہوا اور اس سورہ میں ایک سجدہ ہے اس کی آخری یعنی 62 ویں آیت میں فَاسْجُدُ وْ اِللّٰهِ وَ اعْبُدُوْا پس تم سجدہ کرو اللہ کے آگے اور تم اسی کی عبادت کرو۔ یہ نماز کا قطعی حکم تھا۔ ایسا حکم وحی کے نزول کی پہلی سورۃ سورۃ العلق میں سجدہ کرنے کا پہلے ہوا ہے **واسجد واقترب** اس پہلی وحی کی ابتداء اور ضرورت کی تکمیل اس 23 ویں نزول کی سورۃ میں کردی گئی کہ بس اللہ کی عبادت کرو شرک اور کفر اختیار نہ کرو یہی پیغام قرآن کے نزول کا ہے۔ اور اس پیغام کا منتہی معرفت الٰہی ہے جسے معراج میں دکھایا گیا اور بعد میں قرآن کی دیگر سورتوں کی آیات میں بیان کیا اور صاف طور بتادیا سورہ یوسف کی ۱۰۸ ویں آیت میں کہ جب تم دین ایمان اسلام اور عقیدہ وحدت میں کامل ہوجاؤ تو اللہ کی معرفت حاصل کرو اس کے دیدار کے ذریعہ۔ حضور ﷺ کی 23 برسوں کی نبوت کا حاصل قرآن مجید کی 23 ویں سورہ کے نزول کا پیغام ہے سجدہ کرو اور بصیرت حاصل کرو۔ اور 50 ویں نزول سورہ الاسراء یا بنی اسرائیل میں معراج کی تفصیل آئی ہے جس میں حضور ﷺ نے اللہ کا دیدار کیا جو کہ ترتیب

میں 17 ہے سورہ اعراف کا نزول 39 سورہ کے بطور ہوا اسے ترتیب میں 7 ویں مقام پر رکھا گیا اسی میں کہا گیا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے ۔بعد میں نازل ہونے والی سورہ ابراھیم 72 جسے ترتیب میں 14 چودھویں مقام پر رکھا اس میں معراج کا واقعہ ہونا بتا تا ہے کہ نعمت اعظمیٰ دیدار وہ اگلے انبیاء مرسلین کے لئے نہ تھی بلکہ افضل الانبیاء ﷺ اوران کی اُمت کے لئے مخصوص ہوئی تھی ۔اسی طرح حضور ﷺ کے اُمت میں دعوت دیدار مصدقوں کے لئے ہے یہی بات ہے کہ اس کے پہلے 53 سورہ یوسف کے نزول میں جو ترتیب میں 12 نمبر پر ہے اس کی 108 ویں آیت میں اللہ کے رسول سے کہا گیا کہ دعوت دیدار آپ بھی دو اور آپ کا تابع مہدیٰ موعود بھی دیگا اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہ احوال مکہ مکرمہ ہی میں بتادئے گئے ۔سوال یہ ہے کہ اگر ایسا ہی تھا تو پھر اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی دعوت کہاں اور کیسے دی ہے اس سے پہلے ہم نے بخاری و مسلم و دیگر امحدثین کی روایت بیان کی ہے ایک حدیث سنن ابوداود ۵۶۵۸ میں ہے کہ: **ابوزرین عقیلیؓ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم سب الگ الگ اپنے پروردگار کو دیکھ سکیں گے؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں!** میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس کی کیا علامت ہے؟ آپؐ نے فرمایا اے ابوذرین کیا تم سب تنہائی میں چودھویں رات کے چاند کو نہیں دیکھتے؟ (الگ الگ) ابوزرینؓ نے کہا کیوں نہیں؟ آپؐ نے فرمایا بلاشبہ چاند بھی تو اللہ کی مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بلند بہت عظمت والا ہے ۔اس حدیث کے سوال و جواب میں محسوس کیا جا سکتا ہے کہ گفتگو دنیا میں دیدار کے متعلق ہوی ہے ۔'' **کیا ہم سب الگ الگ اپنے پرودگار کو دیکھ سکیں گے؟ اس پر اللہ کے رسول ﷺ کا فرمانا کیوں نہیں'' صاف بات ہے کہ دیدار عام کیا جائے گا جو اس کا طالب ہوگا۔** جیسے چاند کی گواہی ایک شخص پر نہیں ہے بلکہ کئی لوگوں کا گواہ ہونا ہی گواہ ہے ۔اسی طرح سب کو الگ الگ دیدار کے ہونے پر اللہ رسول ﷺ نے یقین دلایا ہے ۔سو مہدی موعود تابع رسول ﷺ نے طلب دیدار کی عام دعوت دی ہے کہ جس میں قابلیت و استطاعت ہو کوشش کرے سورہ الاعراف سورہ یوسف اور اسراء مکی سورتیں ہیں بعد میں اس کی وضاحت مدنی سورۂ الرعد جس کا نزول 96 میں ہوئی ہے الٓمّٓرٰ مجھے دیکھو جو ترتیب میں 13 ویں مقام پر ہے جو سورۂ یوسف 12 کے بعد ہے کہ جس میں 'دیدار' کی بات ہے ۔یہاں کلام اللہ کے بیان کے تسلسل اور واقعات کی کڑی در کڑی جوڑتے چلے جائیں تو معلوم ہوگا کہ جو بات حضرت موسیٰؑ یا دوسرے انبیا کے دور میں ناممکن تھی وہ حضور ﷺ کے دور میں ممکن ہوئی ہے اور آگے خلیفتہ اللہ مہدیٰ کے زمانہ میں اللہ کے عاشقوں کے لئے بھی ممکن ہوئی ہے ۔یہی بات حضور ﷺ اوران کے تابع کے ساتھ ہوئی: قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ '' کہدو اے محمدؐ بلا تا ہوں دیدار کے راستے پر اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابعؑ ہے ۔یہاں اَنَا تاکید ہے (کہ جیسا میں ہوں ویسا میری اتباع کرنے والا) اور وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ مضمر پر عطف ہے مضمر کسی پوشیدہ مخفی دل میں رکھے جانے کو کہتے ہیں یہاں رسولؐ کی اتباع کرنے والا اُس وقت پوشیدہ اور مخفی تھا وہ کوئی عام اُمتی نہیں ۔اور عطف کہتے ہیں پھیرنے اور موڑنے کو کسی کلمے یا کلام کی طرف پھیرنا وہ حرف جو دو لفظوں کلموں (یا شخصوں) کو ملائے ۔کیا کوئی عام اُمتی حضورؐ کے ساتھ ملنے یا برابری کرنے کا سوچ سکتا ہے ۔اگر ایسا ہوتا تو صحابہؓ رسول ﷺ پہلے تابع کہلائے جائیں

گے'جبکہ نہ اللہ کے رسولؐ نے ایسی کوئی بات کہی اور نہ صحابہ رضوان اللہ علیہا جمعین نے ایسے کسی ارادے کا اظہار فرمایا تو پھر کیسے وہ لوگ اُن صحابہؓ پر سبقت لے جائیں گے جن میں کئی ایک کو اللہ کے رسولؐ نے عشرہ مبشر قرار دیا۔اس سے معلوم ہوا کہ تابع رسول ﷺ خاص ہے عام نہیں وہ وہی ہے جو قرآن کے مطابق اِمَامًا..... مِن ذُرِيَتي ہو اللہ کے رسول ﷺ نے جس پر المهدى منى يخفو اثرى و لا يخطى ہونا قطعی قرار دیا ہو۔مَنِ اتَّبَعَنِي میرا تابع کی یہاں جو خصوصیت مہدئ موعود آخرالزماں سے ہے ایسی خصوصیت ابن جریرؒ نے ابن ضحاک کے طریق پر اللہ کے فرمان ثُـمَّ اَفِيضُـوْا مِنْ حَيثُ اَفَاضَ النَّاسُ (بقرہ۱۹۹) پھر تم لوٹو جہاں سے لوگ لوٹیں۔ کے تحت حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہاں'' النَّاس '' سے مراد ابراہیم علیہ السلام لی ہے۔الناس کے معنی لوگ ہیں مگر یہاں حضرت ابن عباسؓ نے اسے مخصوص حضرت ابراہیم کی طرف سمجھایا ہے۔مگر سعید بن جبیرؒ نے اس کی قرآت'' النَّاسِي '' کی ہے اور کتاب المستحب میں اسی قرآت پر'' آدم'' مرادلیا گیا ہے۔کیونکہ خدائے تعالی نے آدم کے بارے میں فرمایا ہے فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا وہ بھول گیا اور ہم نے نہ پایا اس میں پختہ ارادہ (۱۱۵طٰہٰ) اور اسی طرح فَنَادَتهُ الْمَلٰئِكَةُ وَهُوَ قَايِمٌ يُّصَلِّيَ فِيْ الْمِحْرَاب تو آواز دی اس کو فرشتہ نے جب وہ حجرے میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے (عمران ۳۹) یہاں بھی ملائکہ سے مراد خاص فرشتہ جبرئیل مراد ہیں۔ان آیات میں النَّاس سے ابراہیمؑ النَّاسِي سے آدمؑ اور الْمَلٰئِكَةِ جو جمع میں ہے اس سے جبرائیل جس طرح مراد لئے گئے ہیں بالکل اسی طرح سورہ یوسف کی ۱۰۸ آیت میں'' مَنِ اتَّبَعَنِي '' سے مراد مہدی موعود آخرالزماں ہیں۔اور لَنْ دعا کے لئے بھی آتا ہے۔اگر ایسا ہوتا تو ہمیشہ کے لئے لَا تَرَانِيْ کہہ دیا جاتا۔جیسا کہ لَو جس جگہ بھی آیا ہے اس کے معنی ہیں یہ بات کبھی نہ ہوگی قُلْ لَوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ ۔اگر(لَوْ)تم مالک ہوتے میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے تو تم 'بند کردیتے'۔اور جس سورۂ یوسف 53ویں نزول میں اللہ تعالی نے بصیرت یا دیدار کی بات کی ہے اس کے بعد سورہ السجدہ نزول 75 میں فرماتا ہے کہ:فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (سجدہ ۱۷) پس نہیں جانتا کوئی شخص جو(نعمتیں)چھپا کر رکھی گئی ہیں ان کے لئے جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اس میں ہر روز ان کے پاس تحفہ آتا ہے۔یہ معنی حضرت ابن عباسؓ نے لئے ہیں۔یہاں آنکھوں کا ٹھنڈی ہونا اور ہر روز تحفہ کا آنا کیا'' دیدار'' کے ہونے کی طرف اشارہ نہیں ہے؟۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے یہاں جو شعور و لاشعور میں ذکر اللہ اور دیدار کی حقیقت کی سوچ ہے اس میں بلا کی خامیاں اور عملی کوتاہیاں داخل کرلی گئی ہیں۔حضرت بندگی میاں سید نجی خاتم مرشدؒ نے سلطان الیل اور سلطان النہار کے ذکر کا جو ذکر کیا ہے وہ کاسبوں کے لئے ہے فقراء و تارک الدنیا کے لئے نہیں ہے۔اگر کسی کو دیدار مطلوب ہے تو حضرت میراں علیہ السلام نے جو فرائض ولایت کی تعلیم و تربیت دی ہے انہیں شرطوں پر یقینی اور ممکن ہے۔اگر کوئی ان کی پابندی اور ترک دنیا نہ کر کے متاع دنیا میں ملوث ہو کر یہ دعوی کرے کہ میں دیدار کا طالب ہوں وہ شخص کاذب ہے۔کیونکہ ایسی ہی شرط اہل کتاب یا اہل قرآن کو اللہ تعالی نے قرآن میں بتائی ہے۔کہو کہ اہل کتاب تم تورات و انجیل کو اور جو(کتابیں)تمہارے پروردگار کی طرف

سے تم پر نازل کی گئی ہیں ان کو قایم نہ رکھو گے (تم) کچھ بھی راہ ھدا پر نہیں ہو سکتے۔ اور یہ قرآن جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم(ﷺ) پر نازل ہوا ہے اس سے ان میں سے اکثر کی سر کشی بڑھے گی اور کفر بڑھے گا تو تم (ﷺ)قوم کفار پر افسوس نہ کرو۔(المایدہ)

سورۂ النجم اور معراج

کچھ باتیں فی الفور سمجھ میں نہیں آتیں یا علم سے یا تجربہ سے یا پھر زمانہ کی گردش ان باتوں کے ثبوت فراہم کرتی ہے۔واقعہ معراج پر آج ہر مسلمان کا ایمان ویقین ہے۔مگر قرآن میں اس پر مختصر بیان ہوا ہے اور احادیث میں اس کی وضاحت ہوئی ہے اس کے بعد علماے حق نے اس پر کئی وجوہ سے کلام کیا ہے جب جا کر ہم اس کی حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں۔اگر خدانخواستہ ہم اُس دور میں ہوتے اس واقعہ کا کیا ہم یوں ہی یقین کر لیتے ؟ جس طرح آج ہر بات کو عقل علم ودانش کی بنیاد پر پرکھا اور دیکھا جارہا ہے۔وَالنَّجْمِ اِذَاهَوٰى قسم ہے اس (تابندہ) ستارے کی جب وہ نیچے اترا۔اس کے معنوں میں تمام روایتیں ستارہ ثریا سے متعلق ہیں۔مگر!حضورﷺ نے فرمایا: بے شک میں نے روشن ستارے کے رب سے سفر کیا جب وہ نیچے اُترا۔نبی کریمؐ نے صرف ستارہ کہا ہے۔مفسرین کا اندازہ ثریا سے متعلق ہے کیونکہ اس زمانہ میں انسانیت محض معدودے چند ستاروں یا سیاروں کے متعلق علم رکھتی تھی زمانے کی ترقی کے ساتھ معلومات میں ترقی ہوتی گئی۔یہاں اللہ کے رسول کا فرمانا کہ ''میں نے روشن ستارے کے رب کی طرف سفر کیا جب وہ نیچے اترا'' بتا رہا ہے کہ سفر معراج میں حضورﷺ ایک ایسے ستارے سے گزرے یا وہ ستارہ آپؐ کے استقبال کے لئے نیچے اترا تھا۔حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ:رسول اللہؐ نے ہمیں نماز پڑھائی'اور سورۂ نجم پڑھی اور ہمارے ساتھ سجدہ کیا اور آپؐ نے سجدہ کو خوب لمبا کیا۔اس سے واضح ہورہا ہے کہ نبی کریمؐ ایک ستارے سے گزرے تھے اور وہ ستارہ آپؐ کے اسقبال کے لئے نیچے اترا تھا'جب بعد میں کسی وقت حضورﷺ صحابہؓ کو نماز پڑھاتے ہوئے سُورہ النجم کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کرتے ہیں وہ سجدہ لمبا یا طویل تھا'اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آپؐ کے سامنے وہ منظر تھا جب اس ستارے سے گزر کر اللہ کے حضور پہنچے تھے ۲۰۱۹ء مارچ کے مہینے میں ایک خبر اخباروں کی سرخیاں بن گئی کہ سائنس دانوں نے آسمانوں میں اس اندھیرے جھرمٹ والے غار Black Hole کی تصویر لی ہے کہ جس کے اندر اتنی توانائی اور کشش ہوتی ہے کہ جس میں کئی ستارے غرق ہوجاتے ہیں اور کہکشاں کی کہکشاں کو یہ غار نگل لیتا ہے۔تو کچھ مسلمانوں نے اس غار نما ستارے کو معراج والے واقعہ کے اس بیری کے پھل سے تعبیر دی جو روایتوں میں آیا ہے۔مگر یہ تصویر اصل میں تصویر نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا ڈیٹا (جزیات) ہے جو دنیا کے کئی ممالک میں نصب کئے گئے ایلکٹرانک ٹیلیسکوپ کو اکھٹا کر کے تصویر کی شکل دی گئی ہے۔ایسا نہیں کے کیمرہ اُٹھایا تصویر لے لی'بلکہ یوں سمجھیں کے دنیا کے مختلف مقامات سے ٹکڑے ٹکڑے جمع کر کے ایک تصویر کی تشکیل ہوئی ہے جسے انگریزی میں پزل Puzzle کہتے ہیں۔بہر حال بات کچھ بھی ہو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورﷺ نے جس ستارہ کے ذریعہ آسمانوں کا سفر اختیار کئے یا اُس ستارے نے آپ کا استقبال کیا وہ

حقیقت تھی جو چودہ صدیوں بعد مسلمانوں نے نہ صحیح کسی نے تو ثابت کی۔معلوم یہ ہوا کہ خدا کو دیکھنے یا دکھانے بصیرت یا بصارت اور دیدار کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔بات جن کے سمجھ میں آئے وہ حقیقت آشنا ہوتے ہیں جن کو سمجھ نہیں آتی وہ انکار کر دیتے ہیں۔حق کی حقیقت کے انکار کی شرست انسانوں نے ابلیس سے پائی ہے' کیونکہ اولاد آدمؑ سے پہلے جنات زمین پر رہتے آئے ہیں جن کا پیشوا ءابلیس ہے اس حقیقت کو نہیں نظر انداز کرنا چاہے۔

قرآن کے نزول وترتیب کا جو جدول ہم نے پیش کیا ہے اس میں کچھ باتوں کو صاف طور محسوس کیا جا سکتا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت نبوت کے بعد آپؑ کے دس گیارہ برس انتہائی مشکل ترین کٹھن اور صبر آزمائشی رہے۔سب سے پہلے آپؐ کو معلوم ہی نہیں تھا کہ آپ ﷺ پیغمبر آخر الزماں ہیں یا کہلائے جانے والے ہیں کہ آپؐ ایک پاکیزہ اور مطہرہ زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک مکہ سے دور غار حرا کی تنہایوں میں جبرئیلؑ ظاہر ہو کر کہتے ہیں کہ خدا کا نام لے کر پڑھئے پہلے تو آپؐ کو معلوم ہی نہیں ہوا کہ کیا پڑھایا جارہا ہے کیوں پڑھایا جارہا ہے اور حضرت جبرئیل امین نے آکر یہ نہیں کہا کہ آپؐ اللہ کے نبی رسول یا پیغمبر ہو بلکہ آکر پڑھنے کو کہا ایسے حالات میں ایک قوی احساس و ہمت رکھنے والے بھی کچھ وقت کے لئے زیر وزبر ہو جاتے ہیں۔اور آپ کو معلوم بھی نہیں تھا کہ نبوت یا پیغمبری کے اوصاف و اسباب کیا ہیں چونکہ آپؐ اُمی تھے۔اس طرح جب آپؐ کو سورہ العلق اور سورہ قلم کے نزول کے بعد سورہ مزمل اور سورہ مدثر کے ذریعہ حکم دیا جاتا ہے کہ کفار مشرکین واہل کتاب کو دعوت دین اسلام دیں۔یہاں مخالفت کا ایک رخ تو کفار ومشرکین سے تھا ہی ! لیکن دوسری طرف اہل کتاب بھی تھے جن کے پاس آسمانی صحایف توریت زبور وانجیل تھیں یعنی مقابلہ دوطرفہ تھا ایک گروہ کو شرک وبت پرستی سے روکنا اور معبود برحق اللہ کی طرف دعوت دینا دوسری طرف اہل کتاب جو انتظار کر رہے تھے کہ ایک آخری نبی پیغمبر انہیں بنی اسرائیل میں ہی آئے گا چونکہ وہ آل اسمٰعیل کو بنی اسرائیل نہیں مانتے تھے اس لئے کہ حضرت اسمٰعیل کی والدہ حضرت حاجرہ تھیں جن کے تعلق سے یہود ونصاری میں تعصب اور حقارت تھی۔وہ کیسے مان لیتے کہ بنی اسمٰعیل میں نبوت وپیغمبری دی جائے اور اس پر انہیں عالم فاضل اور خدا کے برگزیدہ ہونے کا بھرم تھا اور محمد ﷺ اُمی بھی تھے یہ تمام حالات حضور ﷺ کے لئے ناموافق تھے سو اسی کا نتیجہ تھا کہ نبوت کے ابتدائی چھ سات برس بڑے ہی دلسوز کٹھن رہے اور اس دوران چھوٹی چھوٹی سورتیں مختصر آیات والی نازل ہوتی رہیں اور اس میں بھی کفر وشرک پر عذاب اور جہنم کی وعید سنائی جارہی تھی اس طرح کفار ومشرکین کا مخالف ہونا فطری تھا اہل کتاب اپنے علم اور خاندانی برتری کو آل ہاشم یا اہل قریش کے کمتر ہونا یا دینی معاملات میں ان کے زیر نگیں ہونے کی شرمندگی کیسے برداشت کر لیتے اور ہوا بھی وہی اور بڑی شدت سے مخالفت کی گئی اور آپ کی خاندانی شرافت کے لحاظ سے تو مخالفت میں نرمی کی گئی اور توقف کیا گیا لیکن اُن غریب اور نادار صحابہؓ جو سابقون الاولون میں سے تھے ان کی زندگیاں عذاب بنادی گئیں انہیں مجبوراً حبشہ ہجرت کرنا پڑا ایک نہیں دو دو بار وہاں بھی مشرکین نے پریشانیاں پیدا کرنے کی کوشش کی اور قریش کا درہ ابی طالب میں معاشرتی مقاطعہ کی تنگدستی طایف کے سفر میں صرف مخالفت ہی نہیں ذہنی وجسمانی اذیت کا دیا جانا

۔ایسے ہی نا مساعدہ حالات میں ان دس گیارہ برسوں میں صرف قرآن کی 22 چھوٹی سورتیں نازل ہوتی ہیں ۔اندازہ لگائیں کہ گیارہ برس میں 22 سورتیں یعنی ایک برس میں دوسورۃ کیسے صبر آزما لمحات ہونگے اور درمیانی واسطہ حضرت جبرئیلؑ تھے اور وہ بھی صرف حضورﷺ کے پاس آتے انہیں ہی دکھائی دیتے کفار و مشرکین کو اس بات اور اہل کتاب کو کیسے یقین دلایا جاتا ہوگا کہ میرے پاس اللہ کے احکام آرہے ہیں اور ان نو مسلموں کی تشفی بھی ضروری تھی جوان گیارہ برسوں میں جو صرف 40 ہی ایمان لائے تھے حضرت عمرؓ کو ملا کر بھی ۔یقین وایمان کا سارا دارومدار قرآن کی آیتوں پر تھا جو کہ اہل عرب میں اس طرح کا کلام پہلے نہیں سنا گیا تھا اور جبرئیل کی پیغام رسانیوں پر تھا ۔ایسے میں نبوت کے گیارہ برس بعد اچانک ایک صبح آپﷺ کو معراج ہوتی ہے اہل ایمان تو یقین کر لیتے ہیں کفار و مشرکین کو مخالفت ہی کرنا تھا کچھ نو مسلم مرتد بھی ہو جاتے ہیں اور اہل کتاب کو کیسے یقین آسکتا تھا کہ محمدﷺ نے لمحہ بھر میں آسمانوں کی سیر بھی کر لی جنت جہنم فرشتے ملا یکہ سب دیکھا اور سب سے بڑھ کر عرش پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی کلام کیا اور دیدار بھی کیا کیونکہ یہود و نصاریٰ کے مطابق ایسا کوئی معاملہ اگلے انبیاء نے بیان نہیں کیا تھا سوائے موسیٰ کے وہ بھی حضرت موسیٰ کو زمین میں طور پر بلا کر کلام کیا اہل کتاب کیسے یقین کر لیتے؟ جو معاملہ تاریخ انسانیت میں کبھی نہیں رونما ہوا وہ اُمی محمدﷺ کے ساتھ ہو جائے جو کہ آل اسمٰعیل سے تھے ان یہود نصاریٰ کے لے قابل قبول بات نہیں تھی ۔صرف شہر مکہ سے بیت المقدس کے سفر کی جو نشانیاں اور شواہد حضورﷺ نے پیش کئے وہ اہل قریش کو یقین دلانے پر مجبور کر رہی تھیں کہ محمدﷺ تو کبھی یروشلم یا فلسطین نہیں گئے اور نہ ان مقامات اور نشانیوں کو دیکھا جو یہ بیان کرتے ہیں اور ایک قافلے کے تمام احوال و کیفیات اور اس سفر کے مقام کا بتایا جانا اور اس قافلے کا آکر اس بات کو حق ماننا ایسی باتیں تھیں جو یقین کرنے پر مجبور کر رہی تھیں ۔معراج کے بعد سورہ نجم نزول 23 میں اللہ تعالیٰ کا اقرار کے کلمات اُتارنا کہ ہاں محمدﷺ آسمانوں پر سفر کرائے گئے ایک تحریک اعتماد اور انقلاب پیدا کر دیتا ہے سورۃ العلق 1 نزول سے الاخلاص تک 22 سورہ اور 321 آیات ہی نازل ہوئیں جبکہ سورہ القلم اور سورہ مدثر میں زیادہ آیات تھیں 52 اور 56 ۔لیکن سورۃ النجم 23 نزول میں 62 آیات نازل ہوئیں اس کے بعد سورہ بنی اسرائیل کہ جس کے نزول 50 میں معراج کے واقعہ کا تفصیل سے اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا اور حضورﷺ نے اس کے بعد بڑی طویل احادیث و روایات بتائیں اس سورہ میں 111 آیات نازل ہوئیں اس طرح یہیں سے اللہ کے احکام کے نزول کا رخ بدل گیا سورہ بنی اسرائیل تک 1683 آیات نازل ہوگئیں یعنی چار گناہ زیادہ احکام پے بہ پے نازل ہونے لگے ۔سورۃ النجم میں صرف کہا گیا کہ معراج ہوئی اور نماز کا حکم ہوا اُمت کو اور سورہ اسراء میں نہ صرف معراج کا تفصیلی بیان ہوا بلکہ حضور نبی کریمﷺ پر نماز تہجد بھی فرض کی گئی ۔ان گیارہ برسوں تک واسطہ حضرت جبرئیل امینؑ کا تھا اس کے بعد منظر نامہ بدل گیا حضورﷺ کا یقین و اعتماد بڑھ گیا اب جو بھی معاملہ بیان کرتے منظر آنکھوں کے سامنے ہوتا کچھ دیکھ کر آئے تھے کچھ دکھایا جاتا حجابات ہٹا دے گئے ۔بعثت نبوت سے معراج کے واقعہ کے بیان تک 50 سورہ نازل ہو گئے اس کے بعد صرف ڈیڑھ برس میں مزید 36 سورہ نازل ہوئے جن میں زیادہ آیات یا احکام تھے کیونکہ دور نبوت مکہ کے 13 برس میں کل 86 سورہ نازل

ہوے۔اس طرح معراج کونبوت کی شاہ راہ کا سنگ میل یا ٹرننگ پوائنٹ کہا جا سکتا ہے۔حضرت موسیٰ زمین پر مقام طور پر جا کر اللہ سے کلام کرتے ہیں جہاں ایک پیڑ سے روشنی پھوٹ رہی تھی حضورﷺ عرش پر جا کر اللہ سے کلام کرتے ہیں دیدار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ میرے سامنے تھا جس کی ٹھنڈک میں نے محسوس کی اور عرش پر ہی 5 نمازیں دی گئیں اور سورہ بقرہ کی آخری تین آیات عرش پر وحی کی گئیں ۔اور مطابقت یا مطابعت دیکھیں تابع رسول ﷺ مہدی موعود آخرالزماں کی کہ 13 برس تک خطہ ہند میں ہجرت کرتے ہیں اور 14 ویں برس مکہ مکرمہ میں دعوی مہدی کرتے ہیں ۔اس کے بعد دعوت ''طلب دیدار'' فرض قرار دیتے ہیں موسیٰ دیدار کی خواہش کرتے ہیں قبول نہیں کی جاتی مگر بغیر خواہش کے حضور محمد نبی کریم ﷺ کو عطا کیا جاتا ہے۔موسیٰ طور پر جاتے ہیں نبوت عطا ہوتی ہے حضورﷺ حرا میں بیٹھے ہیں نبوت عطا ہو جاتی ہے۔اگر انسان قیامت تک یہ سوچتا رہے کہ ابلیس اور کفر وشرک کو کیوں پیدا کیا گیا تو ایک ہی جواب حاصل ہوگا وہ ہے ''**انسان بندہ یا اولاد آدم کو آزمایا جانا**'' یا اولاد آدم کی آزمایش مطلوب ہے کہ وہ جنت میں یا قربت خداندی میں رہنے کے قابل ہے کہ نہیں ہے؟ انسان معرفت الٰہی حاصل کرتا ہے کہ نہیں اگر انسان دنیا میں خود کو اس قابل بنا لے کہ وہ معرفت الٰہی حاصل کرنے کا اہل ہے تو اُس کی پیدائش کا مقصد پورا ہو گیا اور اس معرفت الٰہی کی انتہاء ''طلب دیدار'' میں ہے کہ'' **جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا**'' نہ فرشتوں نے نہ دوسری مخلوق نے اللہ کو دیکھنے کی طلب کی ہے! خواہش رہی ہوگی! خواہش الگ بات ہے طلب کرنا الگ بات ہے طلب کرنا معنی کوشش کرنا۔یہی بات حدیث قدسی میں **لو لاک لما خلقت الافلاک** یہ تمام کائنات اور عالم صدقہ ہے وجود محمدﷺ کا۔اللہ تعالی کی محمدﷺ کے تئیں محبت دیکھیں تمام سوغاتیں مکہ میں ہی عطا کر دی سورۃ الانبیا نزول 73 کی 107 ویں آیت میں کہا کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اے اللہ کے رسول (محمدﷺ) ہم نے آپ کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔صرف دنیا کے لئے اور انسانوں کے لئے نہیں یہاں پر حدیث قدسی کا بیان مکمل اللہ کے بیان سے ہم آہنگ ہو گیا ہے۔

ان حقیقتوں کو اگر مزید سمجھنا ہے تو ہمیں بعثت نبوی کی ابتدائی سورتوں میں بغور مطالع کرنا ہوگا کہ اللہ تعالی نے اُمت محمدﷺ کی تعلیم وتربیت کے لئے نزول وترتیب قرآن کے ذریعہ ایک انوکھا تحقیقی راستہ دکھایا ہے جسے اللہ تعالی قرآن میں فہم و ادراک کہتا ہے۔سورہ الضحیٰ نزول کی گیارھویں 11 سورت ہے یہ اسلام کے ابتدائی دور کی سورہ ہے' کیونکہ اس کے نزول کے متعلق جو روایات آئی ہیں اُن میں کچھ لوگ حضورﷺ پر شک وشبہ میں مبتلا تھے تو کچھ پریشان بھی' جیسے کہ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ پریشان تھیں کہ شاید اللہ تعالی نے جو حضورﷺ کو وحی کا سلسلہ شروع کیا وہ حضورؐ کی کسی غلطی کی وجہ سے موقوف ہو گیا ہے اور آپؐ کے مخالفین آپﷺ کو طعنے دے رہے تھے کہ تم کو تمہارے صاحب نے چھوڑ دیا خصوصاً ابولہب کی بیوی جسے کی سرزنش کے متعلق اس سے پہلے چھٹا نزول 6 سورہ تبت یدی نازل ہوئی تھی وہ آپؐ پر طنز کرنے لگی وہ اس لئے کہ آپؐ پر ایک مدت تک وحی کا سلسلہ رک گیا تھا سورہ الیل 9 سورہ الفجر 10 کے نزول کے بعد۔حضورﷺ بھی پریشان اور متفکر رہنے لگے ایسے میں سورۃ الضحیٰ نازل ہوئی اور

اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو بتایا کہ نا تو آپؐ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نا ہی ناراض ہوا ہے بلکہ اس سورۃ کی آیت ۴ میں کہا گیا کہ'' **یقیناً تمہارے لئے بعد کا (آنے والا) دور پہلے دور سے بہتر ہے' اُس کے بعد آیت ۵ میں کہا کہ'' عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا عطا کرے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے''**۔ اور اس کی آیت ۱۱ میں کہا کہ '**اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو**'۔ نبوت کے اظہار کی وجہ سے آپؐ کے ساتھ پریشانیاں مصیبتیں رنج وغم آپؐ پر وارد ہو گئے تھے' ایسے میں اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ ''اپنی نعمت کا اظہار کرو' یہ بتا رہا ہے کہ یہ تمام باتیں جزوی ہیں اصل میں آپ ﷺ کو ختم نبوت کی نعمت اعظمیٰ پر فایز کیا گیا ہے' اور آپؐ اس نعمت کا خوب اظہار یعنی چرچہ کرو معنی تبلیغ واصلاح اُمت کرو۔ اس طرح تقریباً آٹھ دس یا گیارہ برس بعد آپ ﷺ کو معلوم کرایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ خاتم الانبین ہیں۔ ابتدائے نبوت میں کہا کہ 'اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو' یعنی نعمت اسلام کا خوب چرچہ کرو' اور جب قرآن کے نزول کی تکمیل ہو رہی تھی نبوت کے آخری دور میں سورہ المایدہ کا نزول 112 ویں سورۃ کے طور پر ہوتا ہے تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''میں نے تمہارے لئے دین السلام کو مکمل کر دیا **اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی**۔ اور اس دوسری نعمت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن میں کر دیا کہ وہ **بصیرت** ہے یعنی اللہ کا دیدار جس کے لئے کہا گیا کہ ''جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا''۔ یہ نزول قرآن کا آخری دور تھا مدینہ منورہ میں اس سے پہلے آپ کی ختم نبوت کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ **وَ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ** (الاحزاب ۴۰ (لوگو) **محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں' مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں**۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبوت کی ختمیت پر اپنی مہر تصدیق لگا دی۔ احزاب نزول 90 مدنی سورۃ ہے' لیکن اس سے پہلے آپ ؐ کو صبر واستقلال سے نبوت کے اعمال میں مصروف رہنے کی ہدایت دی جا رہی ہے' ہمیں اس بات پر غور کرنا ہے کہ ''تمہارے لئے بعد کا دور پہلے سے بہتر ہے کہ جس میں عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا عطا کرے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے'' کون انسان ہو سکتا ہے خاتم الانبیا ﷺ کے علاوہ جن کی نگرانی خود معبود برحق کر رہا ہو جو اتنا صبر اور پامردی سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی اُمید پر قایم رہ سکتا تھا۔ اور یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے نزول 23 سورہ نجم میں پورا کر دیا اور ساتھ میں نزول 25 میں لیلۃ القدر جیسی عظیم نعمت اُمت کو عطا کی جو قیامت تک اپنے انوار سے اُمت کو فیضیاب کرتی رہیگی۔ سورہ نجم کے بعد سورہ قدر کا نازل کیا جانا' سورہ بینہ میں دو بینہ یعنی اللہ کے برگزیدہ نبی اور خلیفہ کا بیان کرنا سورہ الرحمٰن میں معلم قرآن کے بعد مبین کلام اللہ کا بھیجا جانا اور ایک ایسی قوم کو بھیجنے کا وعدہ کرنا کے جو صحابہؓ رسول ﷺ کے اخلاق حسنہ پر ہو گی' متبوع ﷺ کی طرح تابع محمدؐ کو بصیرت کی دعوت پر فایز کرنا' یہ ایسی حقیقتیں ہیں جو خصوصی احوال اور معاملات کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اور ان نعمتوں کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ آیت ۲۰۸ میں کہا کہ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ** اے ایمان والو تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نا کیا کرو۔ یہ پورا اسلام کیا ہے؟ کیا اسلام آدھا بھی ہوتا ہے؟ یہ وہی ہے ''تو خدا کی عبادت اس طرح کر کہ گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے یا اتنا جان کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے''۔ جس کے لئے مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ سے کہا گیا کہ ''آپ بھی **بصیرت** پر لوگوں کو بلائیں اور

آپؑ کا تابع (مہدی موعود) بھی بلائے گا۔اللہ اللہ کیسی شان ہے محمد مصطفیٰ ﷺ کی آپ اطاعت وفرمابرداری کے امتحان میں پورے اترے اور ثابت کیا کہ آپؑ ہی خاتم الانبیا ہیں۔اس طرح نبوت رسالت اور پیغمبری کا خاتمہ تو ہوگیا اس کے بعد اللہ کے حکم سے آپؑ ایک خلیفۃ اللہ مہدی کا وعدہ فرمارہے ہیں۔یہ حقیقتیں بتا رہی ہیں کہ مکہ مکرمہ کے دور نبوت میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتا یا دیا تھا کہ آپ ﷺ کی نبوت کی منہاج کو ہم 9 نویں صدی ہجری میں اس طرح پہنچائیں گے کہ آپؑ پر نازل کئے گئے قرآن کا بیان کریں گے **ثم ان علینا بیانہ** ایک مبین کلام اللہ کو مبعوث کرکے اور وہ (خلیفۃ اللہ) ''ایک قوم کے ساتھ آئے گا جن سے اللہ محبت کریگا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے'' جو اگلوں یعنی ''صحابہؓ رسول کے مانند چند ہونگے۔وہ تابع دافع بلاکت محمدؐ ہوگا اپنے متبوع ﷺ اور عیسیٰ کے درمیان یعنی قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ اپنی معرفت کا بیان تربیت اور اُصول اس قوم کے افراد کو بتائے گا۔اس طرح معراج رسولؐ اور لیلۃ القدر کا معاملہ ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے۔اندازہ لگائے گر **لیلۃ القدر کی ایک رات کی عبادت کا صلہ انسان کی پوری زندگی کے برابر یعنی ایک ہزار مہینے تو پھر ایک لمحہ یا تنکہ کے برابر کے دیدار کا صلہ کیا ہوگا**؟ معراج رجب کی 26 اور 27 کی درمیانی رات میں لیلۃ القدر رمضان کی 26 اور 27 والی درمیانی رات میں جس کا تعین خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ مہدی موعود آخرالزماں کے ذریعہ۔اس کی حقیقت یوں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو معراج میں پانچ نمازوں کو اُمت کے لئے فرض کیا گیا اور لیلۃ القدر میں دو رکعت نماز فرض کی گئی مہدی موعودؑ کے ذریعہ ایک وہ نماز جو صرف ایک سال میں فرض ہے لیلۃ القدر کی رات اور دوسری وہ نمازیں جو دن میں پانچ وقت کے لئے فرض کی گئی ہیں اسی میں فرائض وعبادات اور معرفت الٰہی کا راز مضمر ہے جو اللہ کے حبیب ﷺ کی حیات کے دو پہلو تھے ایک اللہ کی بندگی دوسری اللہ کی محبت انسان کو انہیں دونوں کا دنیا میں انتخاب کرنا ہے جس کے لئے پیدا کیا گیا ۔اسی لئے سورہ نجم نزول 23 میں معراج کا بیان کرنے کے بعد 25 ویں نزول سورہ قدر میں اس رات کی عظمت کا بیان ہوا کہ جس میں عبادت کا صلہ ایک ہزار مہینے کی عبادت کے برابر۔اگر باریک بینی سے واقعات اسلام کو حضور ﷺ کے بعد غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اتنی صدیاں گزرنے اور ہزاروں علماء اولیا اتقیا کے پیدا ہونے کے باوجود کسی نے بھی حتمی طور پر لیلۃ القدر کا تعین نہیں کیا سوائے میراں سید محمد مہدی موعود جونپوری علیہ السلام کے سبھی طاق راتوں پر ہی اکتفا کررہے تھے اس رات کی تلاش میں تراویح پڑھ رہے تھے طاق راتوں پر اکتفاء کرلیا تھا۔اس طرح مہدی موعودؑ نے نہ صرف لیلۃ القدر کا تعین 907 ہجری میں کیا بلکہ حضور ﷺ کی سنت کو دوبارہ زندہ کرکے صرف تین 3 تراویح پڑھی اور 27 رمضان کو اس طرح لیلۃ القدر کو مخصوص کیا ''دو رکعت فرض'' کے ساتھ ۔مہدی موعودؑ کی بعثت کے بعد ہی اسلام کے دوسرے گروہ مہدویوں کی تقلید میں 27 رمضان کو مخصوص کرنے لگے اس کا ثبوت تراویح میں ختم قرآن کو لیلۃ القدر میں ختم کرنا ہے ورنہ اس سے پہلے 30 جز یا سپارے تیس یا انتیس رمضان میں ختم کئے جاتے تھے ۔اور مسلمانوں کا یہ اختلاف آج بھی ہے کوئی آٹھ رکعت تراویح پڑھنے کو ترجیح دیتا ہے کوئی دس کوئی بیس ۔نویں صدی ہجری کے بعد چار صدیوں تک مہدویوں کے اسلاف نے صرف عمل پر توجہ مرکوز رکھی لیکن پچھلی ایک صدی کے مہدویہ عالموں نے نہ ان باتوں کی

مصدقوں سے وضاحت کی نہ حقیقت بتانے کی کوشش کی بلکہ پچھلے کی دہوں سے صرف اپنی خاندانی رسہ کشی اور مقام ومرتبے کی ساکھ بچانے میں لگے رہے اور آج تو حالات اس سے زیادہ خراب ہیں اور تعلیمات مہدی کو محدود کردیا اب دوسرے گروہوں سے اتنے متاثر ہیں کہ ان کے طور طریقے اپنا نا دین سمجھ لیا ہے اور تصوف کی باریکیوں میں قوم کو الجھا دیا ہے اور قوم کے افراد سمجھ بیٹھے ہیں کے مہدویت تصوف کی ایک شاخ ہے۔

حدیث جبرئیل میں غور کریں تو ایک بات صاف بیان ہوئی ہے وہ احسان کے مفہوم میں "اللہ کو دیکھ کر عبادت کر دیا یہ یقین رکھو کہ اللہ دیکھ رہا ہے" یعنی اللہ تعالی کو دیکھ کر عبادت کرنا ہی احسان یا دیدار) نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی کا کسی بندے کو خاص توجہ سے دیکھنا بھی احسان (دیدار) کے معنوں میں اس حدیث میں بیان ہوا ہے اور حدیث جبرئیل مدینے میں میں نبوت کے آخری ایام میں بیان ہوئی جبکہ اس بات کو مکہ مکرمہ میں معراج کے واقعہ اور بیان کے بالکل بعد "دیدار" کی حقیقت کو سورۂ الانعام نزول 55 میں بیان کردیا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ كُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ نہیں گھیر سکتیں اُسے نظریں اور وہ گھیرے ہوئے سب نظروں کو اور وہ بڑا باریک بین (اور) پوری طرح باخبر ہے۔ یہی بات حدیث جبرئیل میں ہے کہ "تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کے گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے یا اتنا جان کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ **نہیں گھیر سکتیں اُسے نگاہیں وہ نگاہوں کو گھیرے ہوئے ہے۔** (انعام آیت ۱۰۳) ان دونوں بیانوں میں فرق ہی نہیں ہے۔ اب اس کے بعد مزید صاف اور واضح انداز میں کہا گیا کہ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ,فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ , وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا , وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (۱۰۴) وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (۱۰۶) **"بیشک آئیں تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں (بینہ) اپنے رب کی طرف سے تو جس نے آنکھوں سے دیکھا اُس نے اپنا فایدہ کیا اور جو اندھا بنا رہا تو اُس نے نقصان کیا اور نہیں میں تم پر نگہبان۔ اور اسی طرح ہم طرح طرح سے بیان کرتے ہیں دلیلوں کو تا کہ بول اُٹھیں یہ لوگ کہ آپ نے خوب پڑھ کر سنایا ہے اور تا کہ واضح کردیں اس کو" اس قوم کے لئے جو علم رکھتی ہے"۔** (انعام آیت ۱۰۴) بیشک آئیں گی تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں اپنے رب کی طرف سے یہاں غور کریں قرآن نازل کیا جا رہا ہے اس کے بعد اللہ تعالی کا یہ کہنا کہ "بیشک آئیں گی تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں اپنے رب کی طرف سے" یعنی بعد کسی زمانے میں (نویں صدی ہجری میں) آنکھیں کھولنے والی دلیل ,بینہ یعنی اللہ کا خلیفہ طلب دیدار کا بیان کریگا بغیر شک کے یعنی اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔ اور جس نے دیدار کیا یا طلب دیدار کو حق جانا اُس نے گویا اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنا فایدہ کیا اور جو اندھا بنا رہا یا انکار کیا اس نے (اپنا) نقصان کیا اس بات کی ذمہ داری نہ اللہ کے رسول ﷺ پر ہے نہ تابع تام رسولؑ پر کہ انہوں حقیقی پیغام پہنچا دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالی کا یہ کہنا کہ "**تا کہ واضح کردیں اس کو اُس قوم کے لئے جو علم رکھتی ہے**" یعنی ایک قوم ہوگی اس کا علم حاصل کرے گی اپنے ہادی ومہدیؑ سے اور وہ قوم اس وضاحت کو خوب سمجھے گی۔ **یہاں قوم کا لفظ استعمال ہوا ہے اُمت**

کانہیں۔ یہاں علم رکھنا معنی کتاب سے علم حاصل کرنا ہی نہیں ہے بلکہ کسی حقیقت کا جاننا بھی علم رکھنا ہے۔**یعنی تمام اُمت اس بات کا یقین نہیں کریگی بلکہ قوم موعودہ جومہدی موعود کی قوم ہے وہ اس بات کا یعنی طلب دیدار کا علم حاصل کرے گی** قَدْ جَآءَ كُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ,فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِه ۔**بیشک آئیں تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں**۔اس سے زیادہ واضح پیغام اور کیا دیا جاسکتا ہے؟ یہی نہیں اس سے پہلے وہ دلیل (بینہ) کے متعلق بھی اسی سورۃ کی آیت 19 میں بتادیا گیا تھا۔قُلْ اَیُّ شَیءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً , قُلِ اللّٰهُ , شَهِيْدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ , وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ۔**''ان سے پوچھو،کس کی گواہی سب سے معتبر ہے؟ کہو میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے ,اور قرآن میری طرف بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے تا کہ میں تمہیں ڈراؤں(اللہ سے)اور جسے یہ پہنچے**۔بَیْنِــــی عربی میں واحد متکلم مضاف الیہ ہے'بین'مضاف اور''ی''ضمیر ہے۔مگر اس کا ترجما کثر جمع کے کیا جارہا ہے مثلاً جس جس سے'جن کو پہنچے۔اصل میں یہ واحد اُس واحد بینہ کی طرف اشارہ ہے جو جس تک یہ قرآن پہنچا ہو ہر کوئی نہیں اور رسول ﷺ کے بعد وہ واحد''مہدی موعود آخر الزماں ہے''اس کے بعد مزید وضاحت''فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ (انعام 89)اگر انکار کریں اس کا(مہدی کا یا بینہ کا)یہ لوگ تو ہم نے مقرر کر دئے ہیں اس کے لئے ایسے لوگ جو اس کا انکار کرنے والے نہیں۔سورہ الانعام کی یہ دو آیات ۱۹اور ۸۹مہدی موعود علیہ السلام نے اپنے دعوی مہدی کے ثبوت میں دلیل کے بطور پیش کی ہیں۔آپؑ نے وَمَنْ بَلَغَ .کو خدا کے حکم سے اپنی طرف پھیرا ہے۔

قَدْ جَآءَ كُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ,فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ یہاں بَصَآئِر......' اَبْصَرَ کے الفاظ ہیں اور اس پہلے کی آیت میں الْاَبْصَارُ کا لفظ ہے جس کے معنی آنکھیں (نظر آنا) جبکہ بَصَآئِر کے معنی نشانیاں اور دلیلیں' ظاہری نصیحتیں لیا جاتا ہے اور اَبْصَرَ معنی دیکھ لینا لیا جاتا ہے۔بَصَرَ یا بَصِرَ آنکھ'بینائی'خواہ آنکھ کی ہو یا دل کی۔بَصَرٌ جس کے معنی دیکھنے کے ہیں'بَصِیْرٌ دیکھنے والا جاننے والا'بروزن فعیل بمعنی فاعل۔بَصِیْـرَةٌ بینائی'سمجھ'دلیل'عقل حجت۔قرآن کی عربی یا عربی کی لغت میں بیان کرنے میں یہ اُلجھنیں ہیں جو کہ فطری ہیں۔اب ان تمام کے مجتمع معنی یہ ہو نگے کہ دیکھنا'دلیل'نشانی'عقل'نظر'سمجھ'حجت ہے تو بات یہ ہوگی کہ کسی شے یا چیز کو جب تک آنکھوں سے دیکھا نہیں جاتا مشاہدہ نہیں کیا جاتا تو وہ شے یا چیز کی حقیقت ان تمام معنوں میں بے وقعت ہوگی کیونکہ کسی چیز کے مشاہدے کے بعد ہی سمجھ'عقل'نظر'نشانی یا پھر اس کا دلیل ہونا طے ہوسکتا ہے۔اس کے علاوہ اسے مخصوص معنوں میں نہیں لیا جاسکتا اب یہ معنی نظر سے دیکھنے کے بھی ہونگے'فہم وادراک کے بھی'دلیل و حجت کے بھی۔سورہ انعام کی ان آیات میں ان تمام صفات کا بیان ہوا کہ مؤمن بندہ ان تمام ان صفات سے متصف ہوکر خدا کا فہم اور مشاہدہ اختیار کرے جسے مہدی موعودؑ نے طلب دیدار کہا ہے۔

اب اس کے بعد'اس ترتیب پر غور کریں سورہ نجم 23 اور سورہ بنی اسرائیل 50 کے نزول میں معراج میں اللہ کے رسول ﷺ کو بلانے کلام کرنے دیدار کرانے کا بیان ہوتا ہے اس کے بعد نزول کی 55ویں سورہ الانعام کی 103 آیات اور اس کے

بعد وضاحت سے بیان ہوتا ہے کہ بعد میں کسی وقت (نویں صدی میں جیسا کہ حضور ﷺ نے کہا) نگاہیں نہ گھیر نے بلکہ نگاہوں کو گھیر لینے کا بیان کرتے ہوئے بتایا جاتا ہے کہ ایک دلیل (بینہ) کو اپنے رب کی طرف سے بھیجا جائے گا جس نے اس کی تعلیمات کی تصدیق کی اُس نے اپنا فایدہ کیا اور جس نے انکار کیا وہ گویا اندھا ہے۔ مگر جو قوم اُس کی تصدیق کریگی وہ اس دیدار کا علم حاصل کریگی اور دیدار بھی۔ اس کے بعد اللہ تعالی نے سورہ الرعد اور سورہ الرحمٰن میں دیدار کی تفصیل کے ساتھ سورہ رحمٰن میں اس مبین کلام اللہ کے بھیجے جانے کا بھی ذکر کیا اور آخر میں حضرت جبرئیلؑ امین اور حضور سرور کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ اس بات کو واضح کر دیا۔ حدیث جبرئیل کی گفتگو کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ کو کہا کہ یہ حضرت جبرئیل تھے جو تمہیں دین سکھانے آئے تھے یعنی دین وہ نہیں جو صرف ظاہری اعمال ہیں بلکہ اصل دین معرفت الٰہی کا علم ہے جس کہ ذریعہ بندہ اللہ تعالی کی قربت حاصل کرے یا دوسرے معنوں میں "طلب دیدار" ہے۔

جب حضرت موسیٰ طور پر آگ لینے پہنچے تو اللہ تعالی نے کلام کیا اور کہا اِنِّیٓ اَنَا رَبُّکَ فَا خْلَعْ نَعْلَیْکَ ج اِنَّکَ بِالْوَادِی الْمُقَدَّسِ طُوًی (طٰہٰ ۱۲) (اے موسیٰ) میں ہی تیرا رب ہوں جوتیاں اُتار دے تو وادی مقدس طویٰ میں ہے اِذْ نَادٰیهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِی الْمُقَدَّسِ طُوًی (النازعات ۱۶) جب اُس (موسیٰ) کے رب نے اُسے طویٰ کی مقدس وادی میں پکارا تھا۔ معرکہ بدر کے متعلق آیت ۱۷ سورے انفال فَلَمْ تَقْتُلُوْ هُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ صلے وَمَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ج وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ق اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور تو نے نہیں (کنکریاں) پھینکی اللہ نے پھینکی۔ تو یہ اس لئے تھا کہ اللہ مومنوں کو ایک بہترین آزمایش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے یقیناً اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ سورہ فتح آیت ۱۰ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ق یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ج وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ع اے نبیؐ جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے اُن کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا اب جو اس عہد کو توڑے گا اس کی عہد شکنی کا وبال اس کی اپنی ذات پر ہوگا اور جو اس عہد کو وفا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے عنقریب اس کو بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث ہے کہ دریائے نیل اور فرات و دجلہ جنت کی ندیاں ہیں' کعبۃ اللہ میں حطیم ایک مقام ہے جو کعبہ سے لگا ہوا حصہ ہے مگر کعبۃ اللہ کے باہر ہے جسے حطیم کہتے ہیں جہاں نماز پڑھنا ارض جنت میں نماز پڑھنا ہے۔ یہ تمام حقایق ہم نے یہاں اس لئے پیش کئے کہ اللہ تعالی کا طویٰ کی وادی کو مقدس بتانا' اللہ کا یہ فرمانا کہ معرکہ بدر میں اے محمد تم نہیں ہم کافروں پر کنکریاں پھینک رہے تھے' اور صلح حدیبیہ میں یہ کہنا کہ جو لوگ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا' حدیث کا یہ بیان کے نیل دجلہ و فرات جنت کی ندیاں ہیں اور حطیم میں نماز پڑھنا جنت کے قطعہ میں نماز پڑھنا جیسا۔ کیا یہ حقیقتیں دنیا میں اللہ کا دیدار ہونے کی طرف اشارہ نہیں کر رہی ہیں؟ کیونکہ جب یہ

سب دنیا میں ممکن ہوا جا رہا ہے تو پھر دیدار کیوں ممکن نہیں؟ ایک ذرہ برابر دیدار بھی تو دیدار ہی ہے۔

جیسے کہا گیا ہے کہ حدیث جبرئیل/حدیث احسان حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے 81 دن پہلے بیان ہوئی۔ حالات وواقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حجۃ الوداع سے لوٹ آنے کے بعد بیان ہوئی کیونکہ حجۃ الوداع 632-3-6 سنہ عیسوی میں ہوا یعنی 10 ہجری کے آخر 9 ذالحجہ کو روایتیں بتاتی ہیں کہ قرآن کے نزول کی آخری سورۃ النصر 114 جو ترتیب میں 110 پر ہے حجۃ الوداع کے موقعہ پر نازل ہوئی 18-feb/March632AD۔ اس کے بعد آپؐ مدینہ لوٹ آئے اور 3 مہینے 2 دن حیات رہے تقریباً 92/90 دن یعنی حج سے لوٹ آنے کے 11 دن بعد حدیث احسان کا بیان ہوا۔ حجۃ الوداع کے دوران قرآن کے نزول کی آخری آیت سورہ المایدہ 3 بھی نازل ہوئی۔ اور حضور ﷺ کا وصال 632-6-8 میں بتایا گیا ہے۔ قرآن کی تکمیل ہوگئی حجۃ الوداع ہوگیا۔ کہنے کا مطلب ہے کہ جب تمام اعمال واحول نبوت مکمل ہو گئے تو معرفت الٰہی یا حدیث احسان کا بیان ہوا ہے۔ ورنہ آخری سورہ النصر کے بعد صرف ایک آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کے بیان کے کیا معنی کہ جس میں حرام وحلال کے بیان کو مکمل کر دیا یعنی اس کے بعد حلال وحرام کا کوئی حکم نہیں آیا یہ ابن عباسؓ سے منقول روایت ہے۔ اور روایت میں ہے کہ اس آیت کے 81 دن تک حضور ﷺ دنیا میں رہے۔ اس آیت کے متعلق بھی حجۃ الوداع پر نازل ہونا بیان ہے، بہر حال حدیث احسان اور دین کی تکمیل کا معاملہ ایک دوسرے سے جڑا ہوا یا منسلک ہے۔

کیا حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے قرب یا دیدار کی اُمید تھی؟

حالات اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں حضور ﷺ کو پہلے سے علم نہیں تھا لیکن! اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس بات کے امکان کا اشارہ دیا جا رہا تھا ایسا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ سورہ العلق پہلی نزول سے سورہ النجم 23 نزول کہ جس میں معراج کا بیان پہلی بار ہوا ہے ان کے درمیان نازل ہونے والی 21 سورتوں کا بغور جائزہ لیں تو یہ اندازہ ہوتا ہے۔ یہاں ہم ان اکیس 21 سورتوں کی کچھ چنیدہ آیات کو جمع کر کے یا اکھٹا کر کے دیکھیں تو یہ بات ممکن نظر آتی ہے کہ آپؐ کو معراج کی نوید کا اشارہ دیا گیا تھا سورۃ الضحیٰ 11 ویں نزول میں۔ معراج اور نزول سورۃ النجم سے پہلے سورۃ الاخلاص 22 کا نزول بامعنی ہے کیونکہ اسی میں اللہ کے واحد و یکتا اسکی کوئی اولاد نہ ہونے نہ وہ کسی کی اولاد ہونے کی نفی اس بات کو صاف کر دیتی ہے کہ معراج سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدت ولاشریک ہونے کا معاملہ واضح کر دیا۔ سورۃ العلق پہلی نزول جس میں انسان کی حقارت اللہ تعالیٰ معبود برحق کی عظمت کے بیان کے ساتھ بتایا گیا کہ انسان کو اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ سرکشی اور اللہ کی حکم عدولی نہ کرے اور اسی کو سجدہ کرے حالانکہ پہلے اس کے نزول کی صرف پانچ آیات ہی نازل ہوئیں اس کے بعد سورہ قلم نازل ہوئی اس کے بعد دوبارہ علق کی باقی آیات نازل ہوئیں اور اس کی دسویں 10 آیت میں عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ایک بندہ جب وہ نماز پڑھے۔ کہا گیا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضور ﷺ کو نماز کے متعلق بتایا ہو یا نماز کا طریقہ سکھایا ہو کیونکہ علماء نے اس کا مطلب نماز ہی لیا ہے جبکہ قرآن

میں اللہ کے ذکر کو بھی نماز کہا گیا ہے لغت عربی میں صَلّ کے معنی دعا دینا ہے۔اس کے بعد سورہ قلم میں قلم وسیاہی سے تقدیر لکھے جانے نعمتیں عطا کئے جانے کے علاوہ قیامت کا ذکر کر کے کہا کہ اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت میں جلدی کرو ورنہ قیامت میں کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔نزول کی تیسری 3 سورہ مزمل میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو رات کے قیام کا حکم دیا یعنی تہجد کا حضرت عایشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے اس سورت کے آغاز میں رات کے قیام کو فرض قرار دیا ہے۔پس رسول ﷺ اور آپ کے اصحابؓ ایک سال تک (رات کا) قیام کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاؤں ورم آلودہ ہو جاتے۔.....پھر اللہ تعالی نے رات کا قیام ترک کر کے (صحابہؓ کے لئے) اس کو فراض نمازوں میں لوٹا دیا۔اور سورۃ مزمل میں نماز کے اُصول اوراوقات بتائے گئے۔اس کے بعد چوتھی 4 سورہ مدثر میں طہارت اور پاکی کا بیان کیا اور بت پرستی اور سرکشی سے باز رہنے کا حکم دیا اور جہنم کی وحشت کے احوال بتائے۔اس کے بعد پانچویں 5 سورۃ فاتحہ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالی کے معبود بزرگ اور حمد کے قابل ہونے اور بندوں کا راہ مستقیم اختیار کرنا اور اللہ کے غضب سے پناہ مانگنا سکھایا گیا۔7 ویں سورۃ التکویر نازل ہوئی اس میں قیامت کا منظر پیش کیا گیا۔8 سورۃ الاعلی کہ جس میں اللہ کی پاکی اور عظمت کو بیان کیا اور حضور ﷺ سے کہا گیا کہ وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ہم خود آپ کو پڑھائیں گے پس آپ (اسے) نہ بھولیں گے بجز اس کے جو اللہ چاہے یعنی آپ قرآن کو حفظ کرلیا کریں ہم آپ کے سینہ کو کشادہ کردیں گی۔9 الیل 10 الفجر میں رات اور دن کی نشانیوں ان کی عظمتوں کے ساتھ انسان کی ذمہ داریوں کو یاددلایا گیا ہے۔اب اس کے بعد سورۃ الضحیٰ بڑی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس میں حضو ﷺ کو نہ صرف اطمینان دلایا بلکہ آپ ﷺ کی حوصلہ افزائی کی گئی اوراس حوصلہ افزائی میں یہ پیغام دیا گیا کہ آپ ﷺ کا ہر آنے والا لمحہ اور دن روشن ترین ہیں کیونکہ سورہ الفجر 10 کے بعد بہت عرصہ تک وحی کا سلسلہ رک گیا حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیلؑ کے آنے میں تاخیر ہوگئی (غالبًا ان دس 10 سورتوں کے بعد) تو حضرت خدیجۃؓ الکبریٰؓ نے کہا: میرا خیال ہے آپ کا رب آپؐ سے ناراض ہوگیا اوراسی طرح دوسروں نے بھی آپؐ سے کہا اور خصوصًا ابولہب کی بیوی جس کی ہجو میں سورۃ لہب 6 نازل ہوئی تھی وہ آپؐ کے پاس آئی جب کہ آپ مجلس میں تھے اور کہا کہ اے محمد (ﷺ) تم کس بنا پر میری ہجو کرتے ہو چنانچے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم بخدا میں نے تیری ہجو نہیں کی بلکہ اللہ تعالی نے کی ہے تو وہ چلی گئی اور چند دن بعد آئی جب کہ وحی کا سلسہ رکا ہوا تھا کہنے لگی میرا خیال ہے کہ تیرے صاحب نے تجھے چھوڑ دیا اور وہ تجھ سے ناراض ہوگیا ہے تو اللہ تعالی نے سورۃ والضحیٰ نازل کی ''مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۔وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور یقینًا ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے (بدرجہا) بہتر ہے۔اور عنقریب آپ کا رب آپ کو ''اتنا عطا فرمائے گا'' کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔اس کے بعد 12 سورہ الم نشرح میں آپ کو بتایا گیا کہ ''کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا یا دلایا سینہ کشادہ نہیں کردیا۔ہم نے اتار دیا ہے آپ سے آپ کا بوجھ۔جس نے بوجھل کردیا تھا آپ کی پیٹھ کو اور ہم نے بلند کردیا ہے آپ کے خاطر آپ کے ذکر کو پس یقینًا مشکل کے ساتھ آسانی

ہے بیشک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے پس جب آپ (فرایض نبوت سے) فارغ ہوں تو (حسب معمول) ریاضت وعبادت میں لگ جائیں اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں۔ **یہ ہے اللہ تعالی کی عطاو خوشنودی کی خوشخبری** سورۃ الضحی وسورہ الم نشرح میں دی گی کہ وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی اور یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے (بدرجہا) بہتر ہے۔ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالی نے آپ سے وعدہ فریا کہ **اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے**۔ یہ اشارہ ایک عظیم نعمت ''معراج'' میں ''قرب اور دیدار'' کے عطا کئے جانے کا تھا۔ یعنی ''معراج'' سے پہلے اللہ تعالی نے آپ کو ایک عظیم نعمت کی خوشخبری سنائی تھی۔ مگر اس کا اندازہ حضور ﷺ کو نہیں تھا جب معراج واقع ہوئی تو اس نعمت کا اندازہ بھی ہوا۔ سورۃ ضحیٰ و نشرح کے بعد 9 نو سورتیں نازل ہوئیں ان تمام میں انسانوں کی ناشکری حکم عدولی جہنم کے احوال کا ذکر ہوا ہے اور سورۃ الکوثر میں حضور ﷺ کے کوثر پر شفاعت کرنے کا اسی کے ساتھ ایک سورہ اخلاص 22 نزول ہے کہ جس میں اللہ تعالی کی وحدانیت صمدیت اور اُس کے واحد وا یکتا ہونے کا بیان ہوا ہے اس کے بالکل بعد 23 ویں سورۃ النجم کا نزول ہوا ہے کہ جس میں معراج کا بیان ہوا ہے مطلب یہاں پر معراج واقع ہو چکی تھی۔ اب ان تمام جزیات کو یکجا کر کے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالی نے ''معراج'' میں قربت و دیدار'' سے پہلے آپ ﷺ کو خوشخبری سنا دی تھی کہ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ نبوت کے پہلے کے 6 چھ 7 سات برس اور اس کے کل گیارہ برس بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ حضور ﷺ کو مشکل ترین حالات میں یہ خوشخبری دی گی تھی ''اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔'' حالانکہ علماء نے اللہ کے نام کے ساتھ محمد ﷺ کا نام کلمہ شہادت میں لینے کو ذکر کا بلند کرنا بتایا ہے بے شک یہ صحیح ہے لیکن تمام کائینات میں انبیاء و مرسلین میں معراج جیسی بلندی و عظمت کسی مخلوق کو نہیں عطا ہوئی ہے اس بات کو ذہن نشین رکھنا ہوگا۔ لہٰذا نبوت کے مکی دور کے ابتداء میں حضور ﷺ کو معراج کی خوشخبری کا اشارہ دیا گیا اور معراج کے بعد کی سورتوں کا جایزہ لینے سے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو بتا دیا کہ دیدار کی حقیقت کا بیان ہمارے ذمہ ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ اور سورتوں کے نزول کے تسلسل کو دیکھیں سورہ النجم 23 کے بعد سورہ بنی اسرائیل 50 واں نزول ہے کہ جس میں تفصیل سے معراج کا بیان ہوا تا کہ اہل ایمان کی پوری تشفی ہو جائے اور اسی سورۃ میں کہا گیا کہ لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف بلائیں اب اس کے فوراً بعد 53 واں نزول سورہ یوسف ہے کہ جس میں ''دیدار کی دعوت خود نبی کریم ﷺ کو دینے اور ان کے تابع کو دینے کی ذمہ داری ہے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائے دور نبوت کے بعد ہی معرفت الٰہی کا بیان شروع ہو گیا اسی دور میں حضور ﷺ کو نماز فرایض کے علاوہ تہجد کا حکم دیا گیا اور خدا کی قربت کی تلاش میں رہنے کو اور قرآن کے بیان کا اللہ کے ذمہ ہونا جس کے لئے ایک مبین کلام اللہ کو بھیجے جانے کا وعدہ اور یہی بات ہے کہ نبوت کے آخری دور میں حضور ﷺ سے اس مبین کلام اللہ مہدی موعود آخر الزماں کے متعلق احادیث بیان ہوئے جن کے ذمہ وہ کام تھا جو رسول ﷺ کے ذمہ تھا'' کہدو کہ یہ میرا راستہ ہے

جس پر بلاتا ہوں بصیرت (دیدار) کی بنیاد پر اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع ہے' اس طرح حضورﷺ نے معراج کے واقعات میں دیدار کے حق ہونے کے احوال اور کوائف بتائے اور اُن کے تابع میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود آخر الزماں نے ''طلب دیدار'' کی دعوت دی۔ جس طرح نزول قرآن کے وقت ترتیب سے حضورﷺ کو معاملات بتائے گئے اسی طرح مہدی موعود ان کی بعثت کے مقصد اُن کی بعثت کا زمانہ نویں صدی اور دیگر تفصیل بتائے گئے یہی بات ہے کہ حضورﷺ نے بعثت مہدی کی اہمیت کو اُمت کے سامنے بیان کیا ہے۔ یہ نبوت کے لوازم و منازل ہیں کہ جیسے حضرت ابراہیمؑ کا اپنی اولاد میں ایک امام کو بھیجنے کی دعا کرنا' حضرت عیسیٰ کا انجیل میں کہنا کہ ''بہت سارے اُمور ہیں میں بتا سکتا ہوں لیکن تم انہیں سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتے' لیکن جب وہ حق کی روح آئے گا تو وہ تمہیں بتائے گا'' اور قرآن میں اللہ کا وعدہ کرنا کہ اس قرآن کا بیان ہمارے ذمہ ہے اس طرح ایک مبین کلام اللہ کا وعدہ کیا گیا۔

اس تفصیل میں جانے کی ضرورت اس لئے ہے کہ آج چودہ سو سال گزر چکے ہیں ہمارے سامنے مذہب و عقیدہ کے تمام احوال دلایل اور اسلام و ایمان کی تاریخی حقایق سامنے ہیں ہم نتایج اخذ کر کے فیصلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن! ابتدائے نبوت میں حالات غیر یقینی تھے بے شک حضورﷺ کو حضرت جبرئیلؑ کے توسط سے اطمینان دلایا جا چکا تھا' لیکن تمام اہل عرب کے سامنے حضورﷺ تن تنہا تھے کفار و مشرکین کی زیادتیاں ایک حقیقت تھیں لیکن فطرت انسانی کے مطابق جو شرک و بداعتقادی عرب اور دیگر علاقوں میں پھیلی ہوئی تھی اس کے نفسیاتی پہلو بھی تھے یہ صرف اللہ کا کرم ہوتا ہے کہ انبیا اور اللہ کے خلیفوں کے دلوں کو اپنے ارادے اور مقصد میں ایک استحکام دیتا ہے لیکن فطرت انسانی کا پریشان ہونا بھی ایک حقیقت ہے اسی لئے اللہ تعالی نے ایک تسلسل تواتر اور ترتیب سے قرآن کی سورتوں کا آہستہ آہستہ نزول کیا اور ابتدائے نبوت کے بعد آپﷺ کو اطمینان دلانے والی سوتیں جیسے الضحیٰ الم نشرح فلق الناس اخلاص نجم نازل کی جاتی رہیں اور بتایا جاتا رہا کہ آپﷺ یقین و اطمینان اور دلجمعی سے اپنے مقصد میں لگے رہیں آپ کی مدد اور ترقی کے اسباب پیدا کئے جاتے رہیں گے اور آپ اپنے رب سے ملاقات بھی کریں گے ہر دن اس بات میں ترقی ہوتی رہے گی یہی بات سورۃ الضحیٰ میں بتائی گئی اور جب معراج واقع ہوگئی تو آپﷺ سے کہا گیا کہ رات کے پہر میں آپؐ عبادت کے ذریعہ ہماری قربت کی کوشش میں لگے رہیں یہی وجہ کہ بعد میں کسی وقت جب صحابہؓ نے عبادت میں تکلیف اُٹھانے کی کوشش کی تو آپؐ نے فرمایا ''لوگوں تم میری طرح نہیں ہو سکتے کیونکہ میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے'' یعنی حضورﷺ کا رابطہ اپنے رب سے بلاواسطہ ہو چکا تھا پیغام رسانی یا نزول احکام قرآن کا سلسلہ بھی حضرت جبرئیل سے رہا۔ اس طرح غالبا معراج میں حضورﷺ کو بتادیا گیا ہوگا کہ قرآن بطور آخری شریعت و احکام خداوندی کے ہم نے لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اُتار چکے ہیں بوقت ضرورت بقدر ضرورت جبرئیل امینؑ آپ کو نازل کرتے رہینگے' بس آپ دلجمعی سے اعمال نبوت کی ادائگی میں کوشاں رہیں اور معاملات دین و دنیا بہ تقدیر الٰہی کے تحت بتائے جائیں گے۔ اسی بات کا ذکر قرآن میں ہے کہ ہم نے قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر قدر کی رات کو اتارا۔ حضورﷺ کا معاملہ دوسرے انبیاء سے مختلف تھا کیونکہ آپؐ خاتم نبوت

تھےاور تمام انبیاء کے احکام وشرائع کے جزیات بھی آپ کی شریعت میں شامل تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کو سردارالانبیاء کہا جاتا ہے۔انہیں حالات کے تناظر میں دیگر اُمور بھی آہستہ آہستہ متواتر بتائے گئے جن میں بعثت مہدی کی تفصیلات بھی ہیں ۔کیونکہ ختم نبوت کے بعد ایک خلیفۃ اللہ کی بعثت امر حقیقی اس لئے ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کے بیان کا ذمہ خود لیا ہے اور ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ خدا خود ظاہر ہو کر بیان کرے سو اللہ تعالی نے اپنی سنت کے مطابق مہدی کی بعثت کی نوید اُمت کو سنائی ۔یہی وجہ ہے جس طرح قرآن کا نزول ہوا اس طرح قرآن کی ترتیب نہیں رکھی گئی کیونکہ جو بات بندوں کو بتائی جانی تھی اسے ترتیب میں بتائی مگر نزول کے حالات اللہ کے رسول ﷺ کی جدوجہد کوشش تاریخ السلام کے تسلسل اور فطرت انسانی کی بتدریج تربیت کے مطابق ہوئی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ مہدی موعود علیہ السلام نے اپنے دعوی مہدی کے ثبوت میں قرآن کی ترتیب کے بیان کو مقدم رکھا ہے ۔لہٰذا ہم دیکھ سکتے ہیں پہلے **امام من ذریعتی** ' رسول ﷺ کی پیروی ' **اُولی الباب**' اللہ کے احکام کے نہ انکار کرنے والی قوم کا بھیجا جانا 'اللہ کی طرف سے مہدی کا دلیل (قرآن) پر ہونا متبوع ﷺ کے راستے پر بلانا اور ایک قوم کا وارث بنانا اور اس قوم کے افراد کے اولین میں صفات صحابہؓ رسولؐ کا ہونا قوم موعودہ کا قرب قیامت آنا اور ان کے ہادی کا **دلیل روشن بینه یعنی خلیفةالله هونا** ترتیب سے بیان کیا ہے۔

ایمان کی بنیاد معرفت الٰہی پر ہے

آج کی ترقی یافتہ دنیا اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم اور عمل کے لحاظ سے چودہ صدیاں پیچھے ہے ظاہری اور باطنی طور پر ۔جس چاند کو انگلی کے اشارے سے نبی کریمؐ نے دو ٹکڑے کر دئے اُس کا ثبوت امریکی خلائی مرکز NASA نے چودہ صدیوں بعد تصویر اُتار کر دیا ہے اس طرح انسان کو چاند تک پہنچنے میں چودہ سو سال لگے۔آج راکٹ میں آگ کا ایندھن بھر کر خلاء میں سفر کرنے کا دعوی ہے اللہ کے رسولؐ نے ایسی تیز رفتار سواری پر آسمانوں کا سفر کیا جسے براق کہا گیا کہیں بجلی کا کوندا کہیں ایسے ستارے کا ذکر ہے (سورہ نجم) جو آپؐ کے استقبال کے لئے نیچے اُترا تھا۔اور تو اور خود مسلمان معرفت الٰہی کے احوال سمجھنے میں چودہ سو سال بعد بھی آئیں بائیں شائیں کر رہے ہیں اور آج کثیر تعداد ان گروہوں کی ہے جنھوں نے معرفت الٰہی سے ہی انکار کر دیا ہے آج جو جماعتیں اور گروہ دولت اور لوگوں کے اژدھام کو جمع کر لینے پر خود کے دین دار اور دوسروں کے بدعتی ہونے کا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہیں اور اسلام اور ایمان کی بنیادوں کو بدلنے کی کوشش کر رہی ہیں وہ معرفت الٰہی کے رمق برابر عمل کو نہ پا سکے لے دے کر مسلمانوں کو وضو سکھانا چند آیات چند احادیث یاد کرا دینا اس کے بعد انہیں دین کا مبلغ بنا دینے کو نبیوں والا کام قرار دے دیا ہے ان کے بانیوں کو نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی کے نبی ہونے پر اعتراض اس لئے نہیں تھا کہ وہ خود نبوت کے مدعی بنیں ۔حضور ﷺ کے صحابہؓ جنھوں نے ہر وقت سایہ نبوت میں اپنی زندگیاں گزاریں وہ اپنے ایمان کے ضیاں سے لرزاں وترساں رہا کرتے تھے کون سے صحابہؓ تھے جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نبیوں والا کام کرتے ہیں حضرت ابوبکرؓ پہلے اسلام لانے والوں میں تھے یار غار تھے انہوں نے کبھی نہیں کہا

کہ میں نبی کا کام کررہا ہوں حضرت عمرؓ جن کے عمل اور قول کو اللہ تعالی قبولیت بخشی کی آیات آپکی تائید میں نازل ہوئیں اللہ کے رسولؐ نے کہا کہ نبوت میرے بعد نہیں ہے اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے' انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ میں نبیوں والا کام کرتا ہوں ۔حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرات عشرہ مبشر جنہیں دنیا ہی میں جنت کا مژدہ نبی کریمؐ نے سنا دیا کبھی نہیں کہا کہ ہم نبیوں والا کام کر رہے ہیں ۔تیرہ صدیوں بعد کس سند کس حدیث اور خدا کے کس حکم اور روایات کی بنیاد پر نبوت کے کام کا دعوی کیا جا رہا ہے ۔**رسول ﷺ کے مبشر اللہ کے خلیفہ تابع رسول ﷺ مہدی موعود آخر الز ماں نے کبھی نہیں کہا کہ میں نبیوں والا کام کررہا ہوں بلکہ صاف کہا کہ" مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ' میرا مذہب اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ پیغمبر آخر الز ماں کی سنت ہے کہا۔** ہم باہر کیوں دیکھیں ہمارے یہاں ایسے مدعی اجتہاد پیدا ہوئے ہیں جس بات سے مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ نے منع کیا غیروں کی اقتداء سے اُسے دھڑ لے سے اختیار کرنے کو اپنے بے دین مریدوں کو کہہ رہے ہیں' اور جس فرض دوگانہ لیلۃ القدر کو فرض کیا اُسے سنت نفل کے اجتہادی فیصلے سنا رہے ہیں یہ اجتہادی آزادی رائے کی نحوست انہوں نے اپنے بے دین آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اختیار کی ہے جو آج سے دیڑھ سو برس پہلے شروع کی گئی ۔اسے نہ منافق کہیں گے نہ جہالت یہ شرارت ہے جو ابلیس کے شر کی صفت ہے ۔نبی کریم ﷺ کے زمانے میں یہودیوں کا ایک گروہ مسلمانوں میں شامل ہوتا تھا بعد میں جا کر اپنے قبیلوں میں جا کر ٹھٹھول کرتا کہ ہم صرف وہاں ان کے حال جاننے کے لئے جاتے ہیں آج تو قرب قیامت کا دور ہے اللہ کے رسول ﷺ کے مطابق ایسے گروہوں اور لوگوں کا ہونا حقیقت ہے ۔المستدرک حاکم ۳۷۴ میں ہے کہ حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب لوگ ان کے اردگرد تھے میں تم میں ایسا شخص نہ دیکھوں جس کے پاس میرا کوئی ایسا حکم آئے جس کے کرنے کا میں نے حکم دیا ہو یا جس سے روکا ہو اور وہ اپنی چارپائی (یا مسند) پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں اور کہے کہ جو کچھ کتاب اللہ میں ہم اسی پر عمل کریں گے ورنہ نہیں ۔جب اللہ کے رسولؐ کے حکم پر عمل کرنے سے انکار کریں گے تو مہدی کے حکم کے انکار کرنے میں انہیں کیا برائی ہے ۔مشکواۃ ۳۰۹ ۔شارق ابن شہابؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ سے گستاقی سے بات کررہا تھا حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے قریب لوگوں کا ایک گروہ پیدا ہوگا جو قرآن کی تلاوت کریں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا وہ لوگ اسلام کی راہ مستقیم کو اس طرح چھوڑ دیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے ۔ان کی پہچان یہ ہے کہ اُن کے سر منڈھے ہونگے یہ لوگ گروہ کی شکل میں ادھر اُدھر گھومیں گے ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ ہوگا اگر تم ان سے ملو تو ان کی عادت اور فطرت سے پہچانو گے جو بدترین قسم کے ہونگے ۔بخاری ۱۰۲۴ ۔حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ" میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا قرب قیامت ایک گروہ نوجوانوں کا ہوگا جو دماغی طور پر کمزور ہونگے (دینی طور پر ناسمجھ) مگر وہ دین کی باتیں بتائیں گے مگر ان کے اندر ایمان نہیں ہوگا اور دین ان کے حلق سے نیچے نہیں اُتریگا جب تم ان کو پاؤ ان سے جہاد کرو ۔علامہ دہلان نے الدار السنیہ میں صحیحین سے حدیث نقل کی ہے کہ" فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مشرق سے ایک گروہ ظاہر ہوگا جو قرآن کی تلاوت کررہے ہونگے مگر ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا یہ گروہ قیامت تک ترقی کرتا

رہے گا یہی لوگ دجال کی ترقی کا سبب بنیں گے ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ ایک حلقے میں بیٹھے ہونگے ۔اس آخری حدیث میں دو اشارے ہیں ایک مشرق سے نکلنا مدینہ کے مشرق میں نجد بھی آتا ہے جو معلوم حقیقت ہے اور ہندوستان بھی جہاں آج کل حلقہ بنا کر بیٹھنے والوں کا زور ہے ۔

اللہ تعالی نے انسان کو دعوت توحید دینے کیلئے اسباب پیدا کئے ہیں یہ کہکشاں یہ ستارے یہ پہاڑ حجر شجر یہ دن رات کا نکلنا یہ اندھیرے اجالے یہ جانور پرندے یہ حیات موت' ضروری نہیں کہ کوئی دینی عالم ہی دعوت دین وایمان دے انسان کے اندر کی عقل وخوبی بھی کئی علوم سے انسان کو آشنا کرتی رہتی ہے اور یہ علم بے دین لوگوں سے بھی ظاہر ہوتا رہتا ہے ۔مثلاً حالیہ دنوں میں نیشنل جیوگرفی چینل نے وجود کائنات پر ایک ڈاکیومنٹری بنائی ہے جس میں کائنات کہکشاں زمین وآسمان کی بناوٹ پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے کہ لاکھوں کروڑوں سال پہلے کچھ بھی نہیں تھا یہ کائنات ایک ذرہ کے لاکھوں حصے سے کم حجم یعنی سائز کی تھی پھر اچانک ایک لمحے کے لاکھوں وقفہ میں شدید ترین گرمی سے وہ ذرہ کا حصہ پھٹ پڑا اور وقت کے گزرنے کے ساتھ یہ ذرہ پھلنے پھولنے اور پھیلنے اور ٹھنڈا ہونے لگا اور اس کے ٹکڑے جمع ہونے لگے جو بعد میں کہکشاں سیارے ستارے دیگر اجرام فلکی بنتے گئے یہ نظریہ 1920ء میں بگ بیانگ تھیوری کے نام سے جانا گیا ۔اس کے بعد ایڈون ہبل نے ایک اور نظریہ پیش کیا کہ یہ ٹکڑے ایک دوسرے سے دور ہوکر کہکشاں گیلکسی بنے ہیں ۔ اور 1960ء میں کاسمک مائیکروویو کی ایجاد نے ان معلومات میں مزید اضافہ کیا۔

ہندومت میں شرک اور بت پرستی بعد میں آئی جب آریائی وسط ایشیا اور افغان سے برصغیر میں داخل ہوئے جبکہ بھگوت گیتا اور رامائن سے پہلے کے وید شاستروں کے شلوک نسا دیا سوکتا میں اللہ تعالی کی وحدانیت کا بیان کچھ یوں ہوا ہے تخلیق سے پہلے کچھ نہیں تھا' نہ سچ تھا نہ جھوٹ تھا کہکشاں بھی نہ تھا آسمان بھی نہ تھا' چھپا تھا کیا کہاں کس نے ڈھکا تھا' اُس وقت پانی بھی نہیں تھا' شرشتی کا کون ہے کرتا ' کرتا ہے وہ سکسرتس' اُنچے آکاش میں رہتا' سدا ادھیکش (مالک حاکم) بنا رہتا' وہی سب کچھ جانتا ہیں (یا اُس کے سوا) کسی کو نہیں پتا' ۔اس کے بعد ہیرن یگربھا کا پہلا شلوک ۔وہ تھا ہیرن یگربا شرشتی سے پہلے ودیامان' وہی تو سارے بھوت جات کا سوامی ہے جو دھرتی آسمان پر ہر جگہ وہی ہے جس کی پوجا ہم کریں ۔اسی کے بل پر عنبر (آسمان) کھڑا ہے زمین ہری بھری بنی ہے آسمان اور سورج بھی کھڑے ہیں ۔لہٰذا اس طرح کے شلوک ویدوں میں ہیں مگر ہر قوم کی طرح آریاؤں نے بھی بت پرستی اور شرک کو اپنا لیا ۔اب ذرا قرآن کے بیان اور احادیث پر ایک نظر ڈالیں اللہ تعالی کے نور اور تخلیق کائنات کے بیانوں پر غور کریں اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا (سورہ نور ۳۵) حضرت ابن عباسؓ نے 'نُوْر' کا یہ معنی نقل کئے ہیں کہ وہ زمین وآسمان میں اس کے ستاروں سورج اور چاند میں تدبیر فرماتا ہے ۔سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ یوں کہا کرتے تھے: اے اللہ! میں تیری ذات کے نور کے واسطہ سے جس کے لئے آسمان وزمین روشن ہوئے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنی پناہ حفاظت جوار اور احاطہ میں لے ۔ اور اللہ کے نور سے یا اُس کے ایک ادنی ذرہ سے اس کائنات کی تخلیق ہوئی ہے ۔یہ بات نزول قرآن کے چودہ سو

سال بعد مسلمانوں نے نہیں بلکہ غیر مسلموں نے ثابت کی ہے ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی قدرت عظمت کبریائی اس کے عجایب کو سمجھنے انسان کو صدیاں لگ رہی ہیں ۔یہی بات اللہ تعالی کی معرفت اوراس کی بصارت بصیرت اور دیدار کے حق ہونے کی ہے کہ اسے سمجھے بغیر انسانوں کو تعلیم خلیفہ اللہ کا جاننا سمجھنا مشکل ہے ۔

محمد نصیب الرفاء نے لکھا ہے کہ: دوسرے کئی عالموں کی طرح امام ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ مقطعات قرآن کے الفاظ کی معجزاتی تخلیق ہے جس کی کہیں کوئی موافقت نہیں ملتی ۔ان کے مطابق ''الم'' کے معنی الکتاب ہے ۔''حم'' کے معنی یہ کتاب ایسی ہے کہ جس میں تمام معاملات کو صفائی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ۔''الر'' کے معنی یہ کتاب ہم نے محمدؐ پر وحی کی ہے ہیں ۔امام فخرالدین رازیؒ کے حوالے سے بات کہی جاتی ہے کہ عرب حروف ہجا میں رقم یعنی Money کو''ع'' بادلوں کو''غ'' اور مچھلی کو''ن'' کہتے تھے ۔اس طرح تو ہر زبان میں حروف کے ساتھ اشارہ کرنے ہجو کرنے طنز کرنے یا مخاطب کرنے کا رواج ہوتا ہے مگر دنیا کی کوئی بھی زبان میں وہ تحریر یا الفاظ ضبط قلم میں نہیں لائے جاتے ۔قرآن میں حروف ہجا کو نہ صرف تحریر وضبط قلم میں استعمال کیا ہے بلکہ انہیں آسان اور دلکش مخرج میں ادا کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہے اور سورتوں کے درمیان یا گاہے بگاہے یہ نہیں آئے ہیں بلکہ ابتداء میں ان کا ہونا ان کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے ۔کوثر کا لفظ کثیر کَثْــرَةٌ سے آیا ہے معنی بے انتہا لامحدود جو تعداد میں کثیر اور مرتبے میں باعظمت ہو اسے عرب کوثر کہتے ہیں سورۃ الکوثر 108 ویں ہے مگر اس کا نزول 15 واں ہے ابتدائے نبوت کے اس دور میں کسی کے وہم وگمان میں نہیں تھا کہ اسلام ایک وسیع خطہ عرض کا مذہب بن جائے گا اور جنت کی لامحدود اور بے انتہا نہر کا تصور کسی کو نہیں تھا' آج دنیا اس کے حقیقی معنوں کو بہتر سمجھتی ہے ۔

سورتوں کی ابتداء مقطعات سے ہے اسماصفات سے نہیں؟

ایک اور قابل غور بات یہ ہے کہ اسماءالحسنٰی کے بیان اور ادائیگی کے ساتھ ابتداء قرآن میں کہیں کوئی تخصیص نہیں ہے معنی اسماءالصفات کے ساتھ اللہ تعالی نے کوئی بھی سورہ کی ابتداء نہیں کی ہے سوائے سورہ''الرحمٰن'' کے یہ واحد سورۃ ہے جو اسم صفت کے ساتھ قرآن میں شروع ہوتی ہے' انہیں وجوہات کے وجہ سے سورہ الرحمٰن کا قرآن میں ایک خاص مقام ہے اسے ''عروس القران'' بھی کہا جاتا ہے ۔ورنہ یا تو ساری سورہ مقطعہ سے شروع ہوتی ہے یا !!ان کلمات کے ساتھ **الحمد للّہ الذی**' تعریف اللہ کے لئے ہے **سبحن الذی** پاک ہے وہ ہر عیب سے'**یسبح اللہ** تسبیح کرتے ہیں اللہ کی' **سبح للہ** '**سبح اسم ربک اعلی**' اور ایک سورہ آل عمران کی ابتداء یوں ہے **الٓمٓ . اللہ لا الہ الا ھو الحیی القیوم**۔مطلب یہ کہ پہلے تعریف پاکی کے تسبیح کے الفاظ بیان ہوئے ہیں اسماءالحسنٰی نہیں یہ بڑی منفرد اور توجہ کی حامل بات ہے ۔مثلاً ابتداء ایسا نہیں کہا گیا کہ: اللہ اکبر کی یہ کتاب ہے' اللہ ذوالجلال کی کتاب ہے' اللہ رحمٰن الرحیم کی کتاب ہے' جیسے الفاظ اس میں استعمال نہیں ہوئے ,یہ بات انسانی نفسیات کو سمجھنے کی ہے ۔اگر ایسا خطاب قرآن میں ہوتا تو یوں لگتا کہ کوئی انسان ہے جو کہہ رہا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے ۔مگر! ایسا نہ

کر کے اس مغالطے کی پہلے ہی نفی کردی گئی کہ جو صفات خالق میں ہیں وہ تو انسانوں میں بھی ہیں۔مگر یہ جو کوئی احکام بھیج رہا ہے وہ خالق ہے تمام جہانوں کا'اور مقطعات اس کی بہترین مثال ہیں'اس سے ندا یا آواز دینا یا خطاب کرنے کا ایسا لب ولہجہ اور دبدبہ والا انداز اختیار کیا گیا کہ انسان محسوس کرلے کہ یہ واقعی معبود اللہ کا خطاب ہے۔ابتدا یہ کلام اللہ میں مقطعات کی یہی خصوصیت ایک شان بے نیازی جلال اور دبدبے کا مظاہرہ کرتی ہے جو بندگی کا ہر وقت احساس دلاتی ہے کہ مالک کائنات کا فرمان پڑھا جارہا ہو۔اور جہاں اسماء کے ساتھ ابتداء کی پہلے کہلوایا'تعریف کرتے ہیں اللہ کی'تسبیح کرتے ہیں اللہ کی'پاک ہے اللہ ہر عیب سے۔یہاں صاف دیکھا جاسکتا ہے کہ اسماء پہلے نہیں ہیں پہلے تعریف وتوصیف ہے بعد میں اسماء ہیں۔جبکہ خطوط رسالت میں جو شاہان وقت اور حکمرانوں کو حضور ﷺ نے لکھے تھے اس کا الٹ انداز صاف نظر آتا ہے۔یہ اللہ کے نبی محمدؐ کی طرف سے ہے'یہ اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے ہے'یہ اللہ کے پیغمبر محمدؐ کی طرف سے ہے چونکہ آپؐ نائب خدا خلیفۃ اللہ کے مبعوث ہوئے تھے تو آپ ﷺ کی خلافتہ اللہ تمام زمین کے حکمرانوں پر مقدم اور معتبر قرار پاتی ہے۔اور قرآن میں مقطعات کی ابتداء اللہ کی برتری عظمت اور شان کا اظہار کرتی ہے۔اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اسماء الحسنٰی ذکر بندگی اطاعت اور اظہار عبادت کے لئے مخصوص ہیں اور ''مقطعات اللہ کے خطاب'' کے لئے ,اول الذکر عاجزی نیستی بندگی انسان کی پستی کا اظہار ہے اور آخر الذکر قادر مطلق خالق کل رب السموات والعرض کے خطاب کے لئے ہیں۔یہاں پر معبود خالق اور رب اعلی اور مخلوق اور بندہ کا فرق صاف ظاہر ہوجاتا ہے۔اسی لئے دیگر مذہبوں قوموں اور اسلام کے ماننے والوں میں ایک بات صاف دکھائی دیتی ہے کہ مسلمان کسی بھی حد تک بلندی وترقی کا خوگر ہوا یک حد کے بعد خود کو عاجز مخلوق مانتا ہے'جبکہ دوسرے مذاہب کے لوگ یا ان کے پیشوا بلندی ترقی خلقت میں مقام ومرتبہ پانے کے بعد شوریدہ خو ہوکر دوسرے انسانوں سے خود اعلی برتر بھگوان پوپ یا اوتار سمجھنے لگ جاتے ہیں'اور دوسرے ہم جنس انسانوں کا استحصال اپنا حق سمجھتے ہیں'جس سے کے روئے زمین پر اقتدار اور طبقاتی کشمکش جدوجہد اور فساد کا اکثر مظاہر ہوتا آیا ہے اور یہی نہ کرنے کا اللہ حکم دیتا ہے۔اور اسی طرح اسلام پر عمل کرنا ایک الگ حقیقت ہے جس سے کہ ایمان اور معرفت الٰہی کے ذریعہ تلاش کے جاتے ہیں۔جبکہ اسلام کے نام کا استعمال کرنا ایک دوسری حقیقت ہے جس سے اپنی مشیخیت عالمانہ دبدبہ ورعب کا اظہار کر کے حلوہ مانڈہ روزی روٹی کا جتن کیا جاتا ہے اور آج کا ایک عام طریقہ بن گیا ہے کہ قرآن وحدیث کو ذریعہ معاش بنالیا گیا ہے کچھ لوگ منبر ومدرسہ کے ذریعہ یہ مقصد حاصل کررہے ہیں کچھ لوگ اللہ کے بندوں کو قبر پرستی میں مبتلاء کر کے۔

آدمیت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اللہ تعالی کے اسماالحسنٰی میں جو صفات اور خصوصیات ہیں ان کے ذریعہ اللہ تعالی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش ہے یا خود کو متوجہ کرے۔اسم اعظم کی کیفیت یہ ہوسکتی ہے کہ جیسے ایک بادشاہ کو حاکم فرمانروا, محافظ,مالک,خیر خواہ,وغیرہ صفات سے پکارا جاتا ہے مگر اس کی خصوصیت اس کے ذاتی نام سے ہی ہوسکتی ہے'کہ ہاں!فلاں بادشاہ یا حاکم۔چونکہ اللہ تعالی کی ملکیت تمام عالم ہیں'لہٰذا اسکی حکومت تمام خلایق پر ہے ان خلایق میں اپنی صفات کے اظہار کے لئے اپنا

ایک اسم قرآن میں پیش کیا ہو۔اور اسم اعظم خطاب ربوبیت کا وہ اسم ہے' جس میں مقام وشان خداوندی کا مطلق مظاہرہ ہوا ہو۔اللہ تعالیٰ کو اس اسم سے خطاب کرنے والا اللہ کا کتنا مقرب ہے یہ تو انسان کی اپنی حیثیت اور بساط پر منحصر ہے' کہ وہ اس قابل ہے کہ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم یا اللہ تعالیٰ کے 99 نام اللہ تعالیٰ کے ذات اور صفات کے مظہر ہیں' قرآن مجید اللہ کا کلام اور اسی کی ذات و صفات کا مظہر ہے۔اگر سورتوں کی آیات میں کہیں اسم اعظم ہے! تو مقطعات بھی اسی قرآن کا حصہ ہیں' وہاں اس کے مجموعے میں کہیں ہوسکتا ہے۔واللہ اعلم۔تمام اندازوں قیاسات کے بعد بھی آج تک اسم اعظم ایک سربستہ راز ہے'۔اگر کسی طرح یہ اسم معلوم ہو بھی گیا اور راز ہوا کہ یہی ہے۔پھر بھی اس سے کماحقہ مستفیض ہونا اتنا آسان نہیں ہوسکتا۔کیونکہ اس کے بیان اور استعمال کے اُصول وضوابط بھی ہوسکتے ہیں۔مثلاً نماز پڑھنا عبادت ہے مگر بغیر طہارت' قبلہ رُخ تمہید وتمجید ثناء رکوع سجود سلام کے نماز نہیں ہوتی' اور بغیر تجوید کے قرآت قرآن ممکن نہیں' ایسا ہی اسم اعظم سے خواطر خواہ فیض حاصل کرنے کا طریقہ اور اُصول ہوگا اور ہونا بھی چاہئے۔ایسا سمجھیں کہ آپ کا صرف مسلمان ہونا مغفرت کا ضامن نہیں' بلکہ اعمال بھی اللہ کی مرضی کے کرنے ہونگے۔اس لئے ہر کوئی یونہی اسم اعظم کا ورد کر کے یا نداء کر کے نتیجہ نہیں حاصل کرسکتا۔جو لوگ عملیات اور تعویذ کے نقوش بناتے ہیں وہ کلمہ یا عدد یونہی ان میں نہیں نقل کرتے' بلکہ تعویذ کے خانوں میں لفظ حروف یا ہندسہ بھرنے کا ایک ترکیبی عمل ہوتا ہے اسے چال کہتے ہیں۔جو عدد ان میں بھرا جاتا ہے اسے کہیں تقسیم کر کے کہیں اعداد گھٹا بڑا کر حساب برابر کیا جاتا ہے' اسطرح ان خانوں کے اعداد کو جمع کریں تو چاروں اطراف سے حاصل جمع برابر ہونا چاہئے' یہ بالکل جیومیٹری کے تھیورم یا کرالیریس جیسا ہے۔یہی نہیں بلکہ عمل میں تاثیر پیدا کرنے کے لئے چلےّ لگائے جاتے ہیں ترک جمالی وترک جلالی کا اہتمام کیا جاتا ہے'۔اس سلسلے میں ایک حکایت سن لیں' کہ ایک بزرگ (شاید حضرت ذونون مصریؒ) کے پاس ایک شخص آیا کہنے لگا کہ مجھے اسم اعظم بتائیں یا سکھائیں۔آپؒ نے کہا ٹھیک ہے کچھ عرصہ تم میری خدمت کرو شاید میں تم کو اس قابل سمجھوں کہ بتادوں۔وہ شخص بارہ برس تک آپؒ کی قدمت کرتا رہا' ایک دن کہا کہ حضرت اتنا عرصہ ہوگیا اب تو بتادیں۔تو آپؒ نے کہاہاں! اب وقت آگیا ہے' اس سے پہلے تو میرا ایک آخری کام کردے' یہ کہہ کر اس کو ایک طباق دیا جس پر دوسرا برتن ڈھنکا ہوا تھا اور کپڑا بندھا ہوا تھا اور تاکید کی کے دیکھ یہ امانت فلاں بزرگ کو حفاظت سے پہنچادے' اُس شخص کو راستے میں خیال آیا کہ میں نے بارہ برس خدمت کی کیا مجھ پر اتنا بھروسہ نہیں ہے' چلو دیکھتے ہیں اس طباق میں کیا ہے' جیسے اُس نے طباق کھولا ایک چوہیا نکل کر اس میں سے بھاگ گئی وہ غصے میں واپس آیا اور کہا حضرت یہ کیا مذاق آپؒ نے مجھ سے کیا ہے؟ تو ان بزرگ نے کہا بارہ برس کے بعد بھی تو امانت میں خیانت کرنے سے باز نہیں آیا' اللہ تعالیٰ کی اس عظیم امانت کو میں تیرے حوالے کیسے کروں؟۔ان تمثیلوں اور حکایتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ہونے یا اسے خطاب کرنے کا ادب کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ نے خود بتادیا ہے۔اِنِّی اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَع نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِالْمُقَدَّسِ طُوًی (طٰہٰ ۲۰) میں تمہارا رب ہوں (اے موسیٰ) تم اپنی نعلین اُتارو تم اس وقت طوی کی مقدس وادی میں ہو۔ایک بار کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے کلام کیا تو ساری وادی مقدس کہلائی تو

جواسم اعظم اللہ تعالی کا عظیم اسم ہے اس کے ذکرو بیان کا مقام ادب واحترام کیا ہوگا اس آیت مبارکہ سے اندازہ ہوتا ہے۔

لا الہ الا للہ ......الا للہ توں ھے

جیسا کہ پہلے کہا احادیث میں اسم اعظم کے بیان کے اشاروں میں زیادہ بیان لَا اِلٰہَ اِلَّا لِلّٰہ کا ہوا ہے۔! اگر کوئی اللہ تعالی سے محبت کرتا ہے اللہ کے لئے متاع دنیا کی رغبت چھوڑ کر اللہ کے لئے فنا ہونا چاہتا ہے تو اس کا ''اسم اعظم'' الا اللّٰــہ توں ھے لا اللہ ھوں نہیں یا لا الــہ ھوں نہیں الا اللّٰہ توں ھے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا لِلّٰـہ کا ترجمہ یا ہم معنی ہے یہ اسم اعظم خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ نے آسان لفظوں میں مصدقوں کو بتایا ہوا ہے تا کہ وہ حق کا اثبات اور خود کی نفی میں دنیا کی بے ثباتی کا یقین دل میں پیوستہ کرلیں' کیونکہ اللہ تعالی اور بندہ کے تعلق کے درمیان سب سے بڑی روکاوٹ دنیا کی یا خود کی محبت ہے۔ یہاں پر ھوں 'ھُوَ (وہ) اور تــوں تو (اللہ خالق ومعبود) ہے اگر ھوں کا نون بغیر غنہ کو حذف کر دیں تو یہ ھو ہوا اور توں کا بغیر نون غنہ حذف کردیں تو تو ہوا' مگر اس تو اور ھو کے واو کو علم صرف میں واو معروف کہتے ہیں کہ جس کا فاعل معلوم ہو جیسے اللہ خالق ہے' تو ہی اللہ ہے' تو ہی رب ہے اسے ضمّہ (پیش) کے ساتھ یعنی خوب کھینچ کر پڑھا جاتا ہے۔ بغیر پیش کے یہ واو مجہول ہو جاتا ہے کہ جس کا فاعل معلوم نہ ہو۔ جیسے تو کون ہے تو کیا ہے۔ اسی طرح ھُوَ کے ھا پر ضمّہ اور واو کے اُوپر کسر لگا دیں تو اس کا فاعل بھی معلوم ہو گیا کہ ''وہ'' اللہ ہے۔ اس طرح اس کے معنی ہوں گے ھــو اور تــو دونوں تو ہے یا تو ہی خالق ومعبود ہے۔ یا یوں کہیں اول بھی ''وہ'' ہے آخر بھی ''وہ'' ہے اول بھی ''تو'' ہے آخر بھی ''تو'' ہے۔ کل ملا کر تو ہی تو ہے ''میں'' نہیں ہوں' یہاں بلا استثنا انسان کا خود کو بندہ ماننا ہے۔ جو غلطی پہلے کے انبیاء کی اُمتوں نے کی یہاں قطعی طور پر اس کی نفی کی جارہی ہے۔ سوال کیا جاسکتا ہے کہ ترجمہ کیوں' کلمہ کے الفاظ کو کیوں نہیں جوں کا توں دہرایا گیا؟ جواب ہے کہ انسان کی اپنی بولی یا زبان میں جو تاثر دل میں پیدا ہوتا ہے وہ حقیقت کو پانے میں یا سمجھنے میں دیرا ثر ہوتا ہے۔ سوائے اہل عرب کے جن کا لسانی شعور قرآن کے لفظ و معنی کو فوراً پالیتا ہے' ایسا عجمیوں کے لئے ممکن نہیں' انہیں لفظ و معنی کے بیان اور ترجمہ کی تفصیل کے بغیر سمجھ میں آنا مشکل ہے' دنیا کی ہر زبان کا یہی معاملہ ہے۔ جس طرح توراۃ زبور انجیل کے مخاطب یہود ونصاریٰ تھے انہیں عبرانی زبان میں خطاب ہوا' قرآن کے مخاطب اہل عرب تھے ان سے عربی زبان میں خطاب ہوا اسی طرح مبین کلام اللہ یعنی اللہ کے کلام کے ''بیان یا مراد کے بیان'' کے مخاطب عجمی تھے انسے عجم کی زبان ''فارسی'' میں مخاطب ہونے کا طریقہ بتایا جو نویں صدی ہجری میں برصغیر کی زبان تھی۔ مگر چونکہ ہند میں جہاں مہدیٔ موعود کی بعثت ہوئی فارسی کے علاوہ گوجری میتھلی اور دوسری علاقائی زبانوں کا اثر تھا تو ان کلمات میں وہ اثر دکھائی دیتا ہے۔ جیسے دنیا کے بہت سارے عیسائی فرقوں میں ایک نعرہ لگایا جاتا ہے ''الہ لویا۔ الہ لویا'' سو فیصد عیسایوں کو اس کا معنی معلوم ہی نہیں ہے' لسان عرب کے ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ دراصل ''اللہ ہو یا۔ یا۔ یا اللہ ہو'' ہے۔ اس کے معنی نہ سمجھنے سے بہت سارے معاملات الجھ گئے' یا الجھا دیئے گئے ہیں' اور یہ ایک حقیقی ''ندا یا اذاں'' نہ ہو کر محض ایک نعرہ بن کر رہ گیا ہے۔ لا الــہ ھــوں نہیں الا اللہ توں ھے یا الا الـلہ تو ھے لا اللہ ھوں

نھیں میں ایسی کسی الجھن یا غلط فہمی کا ازالہ بہ خوبی ہو جاتا ہے کہ بات سامع یا ذاکر کے ذہن نشیں ہو جاتی ہے اور وہ اطمینان قلب اور طمانت کے ساتھ متوجہ ہو کر ذکر اللہ کر سکتا ہے۔ اور لا الہ الا اللہ کا لفظ بہ لفظ معنیٰ "نہیں کوئی سوائے اللہ" ہے' اردو زبان بولنے والے کو اس میں "کے" لگانا پڑیگا ورنہ اس کے لئے یہ ایک نامکمل کلمہ ہے' کے لگانے سے جملہ مکمل ہو گیا' اردو میں 'کے' دو فعلوں کے درمیان اظہار عطف (دو کلموں کو ملانے) کے لئے لگایا یا بولا جاتا ہے' نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اس طرح بات صاف ہوتی ہے۔ غیر اللہ کا انکار ایک الگ فعل ہے اور معبود حقیقی کا اقرار ایک ابدی حقیقت ہے دونوں کو بغیر جدا کئے حقیقت بیان نہیں ہو سکتا اس لئے درمیان میں "کے" لگا کر اردو میں حقیقت کا اقرار ہوتا ہے۔ مہدیٔ موعودؑ کا آٹھوں پہر اس ذکر کی تاکید کرنا بتاتا ہے کہ آپؑ اتباع رسولؐ پر کامل اتباع کی پیروی میں کس قدر عمل کے پابند تھے' کیونکہ آپؑ کو بلاواسطہ اس کی حقیقت سے آگاہی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے **افضل الذکر لا الہ الا اللہ** حضورؐ نے کسی بھی دوسرے ذکر واذکار کو مخصوص طور پر "افضل" نہیں فرمایا' مشکواۃ المصابیح حدیث ۵ جلد اول: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ: **وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃؓ ,قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَۃً , فَاَفْضَلُهَا : قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** ....۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ایمان کی قریباً 70 شاخیں ہیں' سب سے "افضل" شاخ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے۔ اس میں چار لفظ ہیں 1)لا 2) الہ 3) الا 4)اللہ۔ نہیں 'کوئی ' سواء اللہ (کے) ۔ نہیں کوئی سواء اللہ کے۔ "**لا الہ هوں نهیں**" "**الا اللہ توں هے**" اردو زبان میں اس کی وضاحت اس طرح ہوگی (سواء تیرے) کچھ بھی نہیں ہے' تو ہی تو ہے' یا اس کائنات کا وجود تجھی سے ہے' اگر تو نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اب اس کو ذات باری تعالی کے دو اسماء اور دو مقطعہ میں یوں دیکھیں۔ **هو اللہ حٰمٓ عٓسٓقٓ** ۔ هو کی عربی ضمیر "هُوَ" ہے' معنیٰ "وہ" جسے انگریزی میں He اور حٰمٓ Ye your Lord جو عرش پر متمکن ہوا ہے۔ اہل کشف و مراقبہ کے اذکار میں یہ ذات باری ہے اور اللہ "اسم ذات" ہے۔ جہاں کہیں اللہ تعالی نے "هُـوَ" کہد وکے "وہ" سے خطاب کیا ہے وہ غائب بعید ہے۔ "وہ" کا لفظ کسی خاص حقیقت یا شئے یا شخص یا معاملے کی طرف اشارہ کے لے ہوتا ہے۔ یہ "میں" کا بدل جیسا ہے۔ جیسا کہ **قُلْ هُوَ 'اللہ احد' اللہ صمد' لم یلد ولم یولد ولم یکن لـــہ کـفـو ان احـد** ۔ کہ میں اللہ واحد ہوں' میں اللہ بے نیاز ہوں' مجھے کسی نے نہیں جنا' میں نے کسی کو نہیں جنا' نہ میرا کوئی مثل ہے۔ یعنی هُـوَ ' جہاں آیا اسم ذات کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ترکیب بیان کا ایسا اسلوب ہے جہاں اللہ نے قرآن میں "میں" کہنے کے بجائے "وہ" کہلوایا ہے۔ کیونکہ اللہ کے کلام کو تلاوت کرنے یا پڑھنے والا بندہ ہے' اس سے اقرار کروایا جاتا ہے کہ "وہ" اللہ ایسا ایسا ہے' اور وہی خالق معبود ہے جس کی اطاعت و عبادت کی جائے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں اللہ تعالی نے اپنی بزرگی برتری قدرت کاملہ کے اوصاف کا اظہار فرمایا ہے وہاں "هُـوَ الـلـہ' قُـلْ هُوَ اللہ" کا استعمال کیا ہے۔ البتہ! صحابہؓ کے اقوال کے مطابق' الٓمٓ" کا مطلب "انا اللہ عالمُ" اور" الٓمٓصٓ" کا مطلب" اَنَا اللّٰهُ اَفْصَلُ " ہے۔ لہٰذا ! قرآن میں یا اسماء الحسنیٰ یا اسماء الصفات میں اللہ تعالی نے بندوں کو سکھایا ہے کہ اللہ کو "هُوَ" یعنی وہ اللہ' وہ رحمٰن' وہ قدوس' وہ ذالجلال سے پہچان کروائیں' اور اگر اس سے رابطہ

پیدا کرنا یا شرف ملاقات کرنا ہوتو '' یا '' معنیٰ '' اے ! رب' اے رحمٰن' اے اللہ ! وغیرہ ۔اور مقطعات میں اللہ کی '' انا '' یا '' میں '' کا اظہار ہے' اللہ تعالی نے کسی بھی مخلوق کو '' میں '' کہنے یا کہلائے جانے کا حق نہیں دیا' جس کسی نے '' میں '' کہا اللہ تعالی نے ان پر لعنت فرمادی' ابلیس نمرود ہشداد فرعون وغیرہ ۔اسی لئے یہ کلمات مقطعات سورتوں کے شروع میں آئے ہیں' اور جن آیات میں '' انا '' آیا ہے وہاں فرمایا کہ : میں تمہارا رب ہوں' میری ہی عبادت کرو' میں تمہارا معبود اعلی ہوں (سورہ طٰہٰ 20' انبیاء 92' النازیات 24) اس طرح سے لا اله هوں نهیں " "الااللہ توں هے ' یہاں بات صاف ہے کوئی اور ھُو نہیں ہے اے اللہ تو ہی ہے ۔اندازہ لگائے کہ اس ذکر کے لئے ترک دنیا' ذکر دوام' عزلت الخلق' تقوی' توکل' صحبت صادیقین اور ہجرت باطنی وظاہری پر عمل ضروری ہے ۔تو ہی تو ہے میں نہیں ہوں' کا ورد کرنے والا صرف اور صرف اللہ کو پا سکتا ہے اس کے سوا کچھ نہیں' جس نے اللہ کو پالیا اس نے سب کچھ پالیا ۔یہ ذکر جو نہ صرف انسان کی ہستی کو فناء کر دیتا ہے بلکہ تمام حجابات ظاہری وباطنی کو بھی مٹا دیتا ہے یہ ذکر دونوں جہاں میں سرفرازی کا باعث ہے ایسی تعلیم صرف اللہ کا خلیفہ ہی دے سکتا ہے ۔اور اللہ تعالی کے اسماءالحسنیٰ اور مقطعات میں جو اسماء یا اشارے ہیں ان میں اللہ تعالی کے '' واحد و لاشریک '' ہونے کے بیان والا کلمہ قرآن وحدیث میں صرف ایک ہے وہ ہے لا الـه الا الـلـه ۔صرف یہی ایک کلمہ ہے جس میں اللہ تعالی کا اثبات اور مخلوقات کی نفی کا پورا پورا اظہار ہوا ہے ۔انسانوں کی عقل علم اور تجربہ میں یہ بات ہے کہ ہر کوئی مخلوق زوال پذیر ہے تو پھر اس عالم موجودات کا قائم اور جاری رہنا کسی کی تخلیق کا شاہکار ہی ہے اور اس کا اعلی وارفع ہونا منطقی طور پر ایک حقیقت ہے اور وہی خالق ہے جسے ہر زمانے میں اللہ رحمٰن رحیم سے جانا اور پہچانا گیا ہے ۔اس کے علاوہ مخلوقات کو معبود ماننا اس عظیم حقیقت کا انکار ہے اور ان اصولوں کا بھی انکار ہے جس کا نتیجہ سزا وعذاب ہے ۔ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ سارے کے سارے خالق ہوں اور وہی سارے کے سارے مخلوق بھی' یہ ایک لا یعنی سی بات ہوگی' ہزاروں لاکھوں فوجی اور رعایا' اور ایک بادشاہ کیوں ؟ آخر حاکم یا بادشاہ میں ایسی کونسی خوبی یا طاقت ہے جو اسے بادشاہ مانا جائے اس کے تمام فیصلوں کو قبول کیا جاتا ہے' کوئی بات ہے جو انسانوں کو ایک نکتہ یا مرکز پر جمع ہونے پر مجبور کرتی ہے' ورنہ دیکھا گیا ہے کہ بہت سارے ارباب اقتدار یا گروہی ومجالس والی حکومتوں میں یا تنظیموں میں اتحاد ہونے کے باوجود متحد ہوتے نہیں دیکھا گیا' کہیں نہ کہیں تضاد انحراف بغاوت و بے چینی ایک عام بات ہے ' جبکہ مذہبی واعتقادی گروہوں میں اتحاد واتفاق وانصرام کا جو مظاہرہ ہوتا ہے وہ دورس اور دیرپا ہوتا ہے ۔یہی انسان کے اندر کا وہ لاشعور ہے جو عابد ومعبود کی فطرت پر پیدا کیا گیا ہے ۔اسی لئے ایک معبود اعلی کا نظریہ انسانوں کے ہر گروہ قوم ملک اور خطہ میں دیکھا جاسکتا ہے ۔ہاں ! یہ الگ بات ہے کہ اطاعت وانکار کفر وایمان انسانوں کی تخلیقی فطرت کا حصہ ہے ۔بہرکیف لا الـه الا الـلـه وہی تخلیقی کلمہ ہے جو خالق کی خلقت کو بندگی کا درس یاد دلاتا رہتا ہے کہ کوئی ہے جو تمام خلقت کا خالق ہے اسکی اطاعت وبندگی کرتے رہو' درحالیکہ تم ایک خاص اور متعین وقت پر اپنے انجام کو پاسکو ۔احسان بصیرت یا دیدار اس انجام کو دار دنیا میں سمجھنے دیکھنے یا پالینے کی کوشش کا نام ہے ۔ بسـم الله الرحمن الرحيم اسم '' اللہ '' حضرت آدمؑ سے معلوم ہوا ہے ' الرحمٰن ' بنی اسرائیل کو بتایا گیا ہے اور

''الرحیم'' یہ اسم حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت کے لئے مخصوص ہوا کیونکہ نبی کریم ﷺ '' **وما ارسلناک الا رحمت اللعالمین** جب اللہ کے آخری نبی رحمت والے ہوئے تو انہیں اپنا کلام قرآن دیتے ''والا ارحم الرا حمین ہے''

اسلام اور ایمان کے اقرار کی پہلی بنیاد ہے **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰهِ** ہے۔''نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد اللہ کے رسولؐ ہیں'' معاملہ کے بیان کی نزاکت دیکھیں پہلے کہنا ہے ''**نہیں کوئی معبود**'' اس کے بعد ''**سوائے اللہ کے**'' اللہ کے خالق کل ہونے کے اقرار سے پہلے معبودان باطلہ کا انکار پہلے کرنا پڑیگا۔ایسا کیوں ہے؟ جبکہ انسانی عقل تو یہ کہتی ہے کہ ''**سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں**'' کہا جانا چاہیے تھا' پہلے خالق اللہ کا اقرار اس کے بعد معبود باطلہ کا انکار۔دراصل یہ کلمہ شہادت عربی میں ہے ''**نہیں کوئی سوائے اللہ کے**'' مگر جب عجمی زبان اردو میں اسے ترجمہ کیا جائے تو ''نہیں کوئی... کے بعد... **معبود**۔سوائے اللہ کے'' کہنا پڑیگا' کیوں کہ نہیں کوئی سوائے اللہ کے زبان اردو میں نامکمل کلمہ ہے' اہل عرب کے لئے 'اللہ' ''معبود سے معروف ہے وہ جو خالق اور رب ہے جبکہ عجمی زبان میں معبود ہونا رب یا خالق کے معنوں میں ہے جب تک اردو میں 'معبود' نہیں لکھا جائے گا اس کے معنی بیان نہیں کئے جا سکتے اسی طرح زبان انگریزی میں No one but Allah یہاں پر God لگانا پڑیگا تب یہ جملہ مکمل ہوگا no God 'but Allah تب جا کر یہ جملہ مکمل ہوگا۔اب اصل بات کی طرف آتے ہیں پہلے معبودان باطلہ کا انکار اس کے بعد اللہ کا اقرار کیوں؟ اس کے لئے اُس حقیقت کی طرف جانا ہوگا جب ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے بغاوت کے بعد انسان کے دل میں جگہ مانگی تھی تا کہ وہ اللہ کے راستے سے اُسے بھٹکائے گمراہ کرے۔اب یہاں شیطان' جن اور ابلیس کی حقیقت کو جاننا ضروری ہے حالانکہ یہ تینوں ایک ہی مخلوق کے مختلف مقامات اور کیفیتیں ہیں۔اللہ تعالیٰ کہتا ہے **وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّا رِ جٍ مِنَ نَّا رٍ** (سورہ رحمٰن ۱۵) اور پیدا کیا 'جان' کو خالص آگ کے شعلے سے۔یہاں ''جان'' سے مراد ابلیس ہے جسے خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا ایسا شعلہ جو خوب پھیلتا ہے اور شدید لپک پکڑتا ہے جو سرخ سبز اور زرد ہونے کے ساتھ مضطرب بھی ہوتا ہے یعنی بے چین۔ **الْجَآنَّ** جس کا واحد 'مَّا رِ جٍ ہے (قرطبی) یہی آگ کی لپک انسانی جسم میں نفس کہلاتی ہے جس کا مقام ''ناف'' کے پاس ہے جسے انگریزی میں Navel اور Belly button بھی کہتے ہیں جسے اردو میں ٹمی کہا جاتا ہے بمبا کے معنی نہر, نالی , نل کو کہتے ہیں۔یہ ناف کے اندر کا حصہ وہ ہے جہاں انسان کا معدہ اور آنت ہے جہاں غلاظت جمع ہوتی ہے۔اور روح کا مقام آنکھوں میں ہے جہاں روشنی یا نور کا قیام ہے یہ وہی روح ہے اللہ تعالیٰ نے آدمؑ میں پھونکی تھی۔ایک اور لفظ قرآن میں اسی مخلوق کے ساتھ بیان ہوا ہے ''**مَا رِدٍ**''...**وَحِفْظًامِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَارِدٍ** (صفّٰت ۷) اور ہم نے (آسمان کو) محفوظ کر دیا ہے سرکش شیطانوں سے۔یہاں معلوم ہوا ابلیس ہے تو جن مگر وہ کوئی اور قسم کا ہے جو کہیں بھی کسی جگہ بھی بلکہ انسان کے جسم میں بھی سرایت کر جاتا ہے جو ''مارج'' ہے اور ''مارد'' وہ جنات ہیں جو بطور ایک گروہ کے دنیا میں ہوتی ہیں جن میں شر یعنی شرارت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے جو کھاتے پیتے شادی بیاہ کرتے اور اچھے اور برے کام میں ملوث ہوتے ہیں خصوصاً یہ جادو سحر کے افعال میں زیادہ مبتلاء ہوتے ہیں۔اور آسمانوں پر جا کر

کوشش کرتے ہیں کہ فرشتوں کی باتیں سنیں اور دنیا میں آکر جھوٹ نفرت اور بے چینی پھیلائیں ۔ان ''مارد'' کے ذریعہ ابلیس انسانوں کے ظاہری و باطنی احساسات پر حملہ کرواتا ہے اس طرح انسان بدی برائی گناہ میں مبتلا ہوتا ہے اس کا سب سے بڑا نشانہ انسان کو شرک اور نفاق میں مبتلاء کرنا ہوتا ہے وہ اس کے لئے انسان کو ''انا'' میں مبتلاء کر دیتا ہے اور انسان راہ مستقیم سے بھٹک جاتا ہے ۔انسان عقل وشعور تو رکھتا ہے جانتا ہے کہ یہ مٹی پتھر حجر شجر مخلوقات ہیں ان میں تخلیقی قوت نہیں ہے نہ ہی معبود ہونے کا مقام اور ملکہ رکھتے ہیں مگر ''مارج''نفس یا ''انا'' اسے بہکاتا ہے اور انسان اسی دھوکے کی پیروی میں آگے بڑھتا چلا جاتا ہے ۔اللہ تعالیٰ نے نبیوں رسولوں اور پیغمبروں کے ذریعہ ان ''مارج'' اور ''مارد'' سے بچنے کے طریقے بتائے تاکہ نسل انسانی ہشیار رہے ۔اور جنات یا شیاطین کی ایک اور قسم کا بیان قرآن میں ہے جسے ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے وہ ہے ''قرین'' یہ قرین انسان کے مرنے کے بعد خصوصًا مشرک کافر اور بے دین انسانوں کی ارواح کے روپ میں دنیا میں رہتا اور لوگوں کو ایذا دیتا ہے جسے آسیب اور بلاء کہتے ہیں ۔یہ سبھی اتنے سرکش اور باغی ہوتے ہیں کہ ظاہری و باطنی کسی بھی حالت میں اللہ کی ربوبیت اور خالق ہونے کا نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں ۔اور پیغمبر آخرالزماں محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ اسلام کی بنیاد ہی ایک منفرد انداز میں بیان کرتے ہوئے پہلے معبودان باطلہ کے انکار کا اقرار کرایا بعد میں خالق کا اقرار تاکہ جو ایمان اور عقیدہ ہو مضبوط بنیاد پر قایم ہو ۔اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا'' **افضل الذکر لا الہ الا اللہ** ''اور مہدی موعود علیہ السلام نے تابع رسول ﷺ ہونے کے مقام پر مزید اس کی وضاحت کرتے ہوئے سے ذکراللہ کا حصہ بنایا اور مصدقوں سے'' **الا اللہ توں ھے لا الہ ہوں نہیں** '' **لا الہ ھوں نہیں الا اللہ توں ھے** '' کا آٹھوں پہر ذکر کی تلقین کی یعنی ہر طرح سے خود کی اپنے نفس کی اپنی انا کی نفی کی تعلیم دی ہے ۔اور قرآن کی تعلیم اور اللہ کے کلام کی ابتداء کی بنیاد بھی یہی ہے پہلے سورۂ فاتحہ جو کہ پانچواں نزول ہے جس میں تعوذ پہلے ہے اس کے بعد بسم اللہ اس کے بعد سورۂ بقرہ جو 87 نزول ہونے کے باوجود دوسری سورہ قرآن کی ۔قرآن کے ابتدا یہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے ۔الٓمّٓ ۔ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ سب سے اعلیٰ رب کی طرف سے یہ کتاب ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں جو ہدایت کا ذریعہ ہے متقیوں کے لئے ۔

مہدی موعود آخرالزماں خلیفۃ اللہ مبشر و تابع تام رسول اللہ ﷺ حضرت میراں سید محمد جونپوری علیہ السلام کے حق ہونے کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ آپؑ نے اپنی تعلیم ایمان و احسان کی بنیاد پر رکھی جو کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بنیادی تعلیم ہے ۔کلمۂ شہادت سب سے پہلے بعد میں نماز روزہ زکواۃ حج اور دوسرے احکام ہیں ۔پھر سے دوبارہ **''نہیں کوئی سوائے اللہ کے''** پر غور کریں ھُوَ الْاَ وَّ لُ وَالْاٰ خِرُ وَالظَّا ھِرُ وَالْبَا طِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (حدید ۳) کی حقیقت سامنے آجائے گی کہ اُس کے سوا نہ کچھ تھا اور نہ کچھ ہے اس لئے پہلے اقرار کر لو کوئی نہیں سوائے اللہ کے ۔کیا کبھی غور کیا ہے کہ انسان کے جسم کے اندر ہوا پانی اور غذا کے کوئی اور شئے داخل نہیں ہوتی سوائے'' اَلْجَآنَّ ...یا .... مَّا رِ جٍ یا قرین کے ۔یہاں روح کا مقام مستقل یعنی

Permanent ہے۔یہاں تک کہ فرشتوں کا انسانی جسم کے اندر داخلہ نہیں ہے نکیرین کو بھی شانوں پر رہ کر انسانوں کے اعمال درج کرنے ہیں' اور اس مارج کے داخلے کی اجازت کیوں ہے؟ اسے یوں سمجھیں ۔نور اور شرارہ یعنی آگ دو الگ چیزیں ہیں مگر دونوں روشنی کی مثال ہیں مگر! نور سے جس طرح کاینات روشن ہوتی ہے اسی طرح روح روشن رہتی ہے اور شرارہ یا آگ دور سے اچھی لگتی ہے مگر قریب جانے پر جلا کر خاک وخاکستر کر دیتی ہے۔یہی کام شرارہ یا ''مارج'' انسان کے اندر جا کر کرتا ہے وہ انسان کی شرافت اور اچھائیوں کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے جہاں پر اللہ کی بھیجی ہوئی روح انسان کو عقل سمجھ دانشمندی پر قایم رکھنے کی کوشش کرتی ہے جو اسے تمام مخلوخات میں شرف عطا کرنے کا باعث ہو اس خصلت اور کیفیت کو مٹانا اس 'قرین'' کا کام ہے۔اللہ تعالی نے ایسے کیوں کیا ہے؟ یہ سوال بڑا اہم ہے۔جواب یہ ہے کہ کوئی بھی خالق جب تک اپنی تخلیق کو جانچ پرکھ نہیں لیتا آزمایش نہیں کر لیتا اس کا کھرا کھوٹا پہچان نہیں لیتا اسے متعارف نہیں کرواتا۔دنیائے انسانیت میں یہ بات ہے کہ کوئی بھی نئی ایجاد استعمال کے قابل قبول نہیں ہوتی اسے تجربات کے مراحل سے گزارا جاتا ہے جب وہ تمام مراحل سے کامیاب ہو کر گزرتی ہے تو اسے سند یا سرٹیفیکیٹ دی جاتی ہے اس سرٹیفیکیٹ کے درجات ہوتے ہیں اچھی' بہتر اور سب سے بہتر۔اس بات کو تخلیق آدمؑ کے پس منظر میں دیکھیں فرشتوں نے اللہ تعالی سے کہا کہ کیا ہم تیری عبادت کے لایق نہیں جو تو ایسی مخلوق پیدا کرتا ہے جو زمین پر فساد کرے گی اور تیرا حکم نہیں مانے گی تو اللہ تعالی نے کہا'' جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے' اگر! تم جانتے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ اور فرشتے بتا نہ سکے آدمؑ نے بتا دیا کیونکہ اس سے پہلے دیکھ چکے تھے کہ زمین پر جنوں نے شر وفساد اور تباہی مچائی تھی۔اور یہ دنیا مقام آزمایش ہے پہلے جنوں کے لئے تھی اور اب انسانوں کے لئے ہے۔اور ابلیس یا 'الجان یا مارج یا قرین نہیں چاہتا تھا کہ کوئی مقام ومرتبہ میں اس سے زیادہ بڑا ہو۔آزمایش اس لے کہ جب انسان اس دنیا سے رخصت ہو اور جنت میں داخل ہو تو وہاں ایسی کوئی مخلوق نہ جائے جو شر وفساد انا و غرور میں مبتلا ءہو۔کیونکہ وہ اعلی العلیئین کا مقام ہے وہ مقام جس کے اُوپر عرش وکرسی ہے۔یہی بات ہے خاتم الانبیا حبیب خدا ﷺ نے باوجود اپنے مقام ومرتبہ کا احساس ہونے کے کبھی انا غرور یا شر وفساد کا آپؐ سے اظہار نہیں ہوا جہاں دن میں اللہ کے بندوں کو اللہ کے احکام اس کی اطاعت وعبادت کی تعلیم اور تربیت کرتے وہیں پر رات میں خود اللہ تعالی کے حضور حاضر ہو جاتے ۔آپ کا یہ عمل نبوت کے بعد کا نہیں ہے بلکہ نبوت سے پہلے بھی یہ اعمال آپ کی فطرت کا خاصہ تھے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو نہ صرف آسمانوں پر بلایا بلکہ اپنے عرش پر بلا کر قربت عطا کی۔اور یہی تعلیم اور تربیت خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ نے بھی دی کہ دنیا سے کنارہ کش ہو جاؤ اور اللہ سے قریب۔حضور ﷺ کے زمانے میں انسان کو وہ سہولیات معلومات اور علم نہیں تھا کہ دنیا کیا ہے کیسی ہے دنیا کے عجایب وغرایب کیا ہیں لوگ جو بھی جانتے تھے معلومات محدود تھیں پھر بھی بہت سارے احوال اللہ کے رسول ﷺ نے بتائے مگر وقت کے گزرنے کے ساتھ دنیا میں ترقی کا دور آیا تو معلوم ہوا کہ اس دنیا میں کئی حیران کن فرحت بخش روح فرسا چیزیں ہیں۔دنیا یعنی Earth کے سوا انسانی علم میں کوئی ایسا ستارہ کرہ یا دوسری دنیا ایسی نہیں ہے جو دنیا جیسی یا اس جیسی خوبصورت ہو۔اور

قرآن جہاں کہیں جنت کے باغات میوہ جات ندیوں اور فرحت و آسایش کا ذکر کرتا ہے وہ دنیا کی خوبصورتی کی مثال پیش کرتا ہے ۔تو معلوم ہوا دنیا جہاں شر وفساد تباہی و بربادی کا مقام ہے وہیں پر جنت جیسی آسایش اور فرحت کی مثال بھی ہے تو قرآن ہمیں اس کم ترین مقام سے برتر مقام کے انعام کا وعدہ کرتا ہے اسے حاصل کرنے کا طریقہ اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا ہے اور برتر سے برتر اور بہتر سے بہتر مقامات اور درجات حاصل کئے جاسکتے ہیں اگر اللہ کے رسول ﷺ کی اللہ سے معرفت کا راستہ اختیار کیا جائے جو بعد میں مہدیٔ موعود علیہ السلام کی تعلیم و تربیت میں ہمیں دیا گیا ہے ۔ان کے علاوہ بحث مباحثہ مقام و مرتبہ جاہ و جلال علمی درجات کی نمایش اور دوسروں پر سبقت لے جانے اور حقیقتوں کا انکار کرنے کی روش ابلیس کی ہے ۔دنیا تو اچھائی اور برائی سے گزرنی ہے گزر جائے گی لیکن افسوس کا مقام میدان حشر ہے جہاں ان باتوں کا فیصلہ سنادیا جائے گا۔اس لے بہتر ہے کہ ''انا'' ونفس پرستی کو چھوڑ کر حق اور حقیقت کی تلاش کرتے رہنا چاہئے۔

موجودہ دور کے کچھ فرقوں اور طایفوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں خاکم بدہن گستاخیاں کرتے ہوئے خود کو محمدؐ کے برابر ایک انسان کہا ہے اور کسی نے کہا ہے کہ اللہ چاہے تو کئی محمد پیدا کر سکتا ہے ایسے بد بخت کلمات اور زلالتوں کی ایک لمبی فہرست ہے جو یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں ۔ان نا ہنجاز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کو کیا معلوم نہیں ہے کہ بے شک محمد مصطفٰی ﷺ پیغمبر نبی اور اللہ کے رسول ہیں آدم کی اولاد میں ۔مگر! قرآن و احادیث کے بیانوں میں کیا انہوں نے نہیں پڑھا کہ آدم سے پہلے فرشتوں سے پہلے ابلیس سے پہلے جنات سے پہلے کایئنات سے پہلے محمد ﷺ کا مقام نور تھا جن کے طفیل سے یہ کایئنات بنی ہے یہ بد بخت کس حق سے اپنے مقام کا مقابلہ کر رہے ہیں ۔جس طرح شرک کا جادو سر چڑھ جاتا ہے اسی طرح علم کا جادو سر چڑھ جاتا ہے جیسا کہ ابلیس پر چڑھا تھا۔اللہ کے رسول محمد ﷺ نے کبھی خود کو ''ہادی'' ''مہدی'' نہیں کہا جس کے معنی وہ جنہیں پہلے ہدایت دی جا چکی ہو کیونکہ انہیں کے نور سے یہ دنیا میں ہدایت اور رہبری کا بول بالا ہوا ہے بجائے اس کے آپ ﷺ نے ایک دوسرے محمد کو ''مہدی'' کہا جو آپ ﷺ کی اولاد یا عترت فاطمہ میں سے خلیفۃ اللہ ہوں گے ۔یہ ''مہدی'' وہ ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کی جانب سے ہدایت یافتہ قرار تو ہوئے ہیں لیکن اللہ نے انہیں مَنِ اتَّبَعَنِی بینه خلق الانسان بتایا ہے اللہ کے رسول کی اتباع کرنے والا دلیل روشن خلق انسان میں ہونا ۔یہ دیکھیں الرحمن علم القران خلق الانسان علمه البیان پہلے رحمٰن اس کے بعد قرآن کا معلم یعنی اللہ کے کلام کو پیش کرنے والا اس کے بعد خلق میں ایک انسان جو اس معلم کے احکام کا بیان کرنے والا ۔حضرت عایشہؓ سے حدیث ہے کہ ''محمدؐ'' چلتا پھرتا قرآن تھے ۔ایک وہ جو خود قرآن تھے دوسرے وہ جنہیں ان کا ''بیان'' کرنا تھا۔اور یہی بیان مہدی نے کیا جو اللہ کے رسول ﷺ کا معاملہ اللہ رب العزت سے تھا اس کا بیان کیا یعنی ''دیدار'' کا ۔رحمٰن نے دنیا میں کلام اتارا محمد ﷺ کے صورت میں اس کا بیان مہدی نے کیا ۔سوال یہ ہے کہ کیا رحمٰن اور اس کا کلام دو الگ چیز ہیں؟ محمدؐ اور کلام اللہ دو الگ چیزیں نہیں ہیں انسان کی صورت میں محمد ﷺ اللہ کا کلام ہیں ۔ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ (النساء 171) بے

شک مسیح عیسیٰ بن مریم تو صرف اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ جسے اللہ نے پہنچایا تھا۔حضرت قتادہؓ نے کَلِمَتُہٗ سے مراد کُنْ فَیَکُوْنُ لیا ہے قرطبی میں ہے کہ عرب کسی چیز کو اس چیز سے تعبیر کر دیتے ہیں جب وہ اس سے صادر ہو اور قرآن کا صدور تو نبی کریم محمد ﷺ سے ہے۔اور لکھا ہے کہ یہاں کَلِمَتُہٗ سے مراد الایۃ ہے الآیۃ کا معنی اللہ کا کلام اللہ کا حکم ہے۔مَا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ (لقمان ۲۷) پھر بھی ختم نہیں ہوگا اللہ کا کلام۔وَصَدَّقَتْ بِکَلِمٰتِ رَبِّھَا (التحریم ۱۲) تصدیق کی اپنے رب کے کلام کی۔حضرت عیسیٰ کے چار اسماء ہیں مسیح ' عیسیٰ ' کلمۃ ' روح۔جب حضرت عیسیٰ اللہ کا کلمۃ ہو سکتے ہیں تو حضور خاتم الانبیاء حبیب خدا ﷺ کیوں نہیں اللہ کا کلام ہو سکتے ؟ لہٰذا پہلے بینہ محمد ﷺ علم القران اور دوسرے بینہ محمد مہدی یا ہادی خلق الانسان علمہ البیان ہوئے ہیں۔

جیسے اس سے پہلے کہا لَا اِلٰہَ پہلے معبودان باطلہ کا انکار بعد میں اِلَّا اللّٰہُ خالق حقیقی کا اقرار قوم مہدویہ کے خانوادوں میں ذکر دونوں طرح سے کرنا روا رکھا ہے۔قرآن کا ہر سورۃ شروع ہوتا ہے بسم اللہ سے جس کا ذکر سورۂ النمل 27 آیت 20 میں اس طرح ہوا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندہ ہُدہُد کے خبر لانے پر ملکہ سبا بلقیس کو خط لکھا ملکہ نے اپنے درباریوں کو بلا کر خط پڑھا ''اے سرداران قوم! پہنچایا گیا ہے میری طرف ایک عزت والا خط ,یہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے۔اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن (اور) رحیم ہے.......'' سورۂ النمل Namal معنی شہد کی مکھی کا نزول 48 ہے۔اب دیکھیں سورۂ النحل Nahal 16 معنی چیونٹی جس کا نزول 70 کی آیت 98 فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ سو جب تم قرآن کی تلاوت کرنے لگو تو پناہ مانگو اللہ تعالیٰ سے اُس شیطان سے جو مردود ہے۔یہاں غور طلب مقام یہ ہے کہ اللہ کے نام سے شروع کرنے اور مردود شیطان سے پناہ مانگنے کی باتیں دو ایسی سورتوں میں ہیں جن کا بیان اللہ کی چھوٹی سے مخلوق شہد کی مکھی اور چیونٹی کے بیان والے سورتوں میں آیا ہے۔یعنی یہ اشارہ ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی بات یا معاملے میں مخلوق خصوصاً انسان کو اللہ کے نام سے شروع کرنا اور شیطان مردود سے پناہ مانگنا ہے۔اب اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جہاں شیطان سے پناہ مانگنے کی بات تھی سورہ نحل میں وہاں قرآن کی تلاوت کی ابتداء میں پناہ مانگنے کی ہدایت کر دی گئی 'مگر جہاں اللہ کا نام لینے کی بات ہے وہاں تفصیل بیان ہوئی ہے وہ ایسے کہ ہدہد ملکہ سبا کی خبر لاتے ہوئے بیان کرتا ہے حضرت سلیمانؑ سے ''میں نے پایا ایک عورت کو جو حکمران ہے اسے دی گئی ہے ہر قسم کی چیز اس کا ایک عظیم الشان تخت ہے میں نے پایا اسے اور اس کی قوم کو کہ وہ سب سجدہ کرتے ہیں سورج کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور آراستہ کر دئے ہیں ان کے لئے شیطان نے ان کے (یہ مشرکانہ) اعمال پس اس نے روک دیا ہے انہیں (سیدھے) راستے سے پس وہ ہدایت قبول نہیں کرتے۔وہ کیوں نہ سجدہ کریں اللہ تعالیٰ کو جو نکالتا ہے پوشیدہ چیزوں کو آسمانوں اور زمین سے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو۔سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں کوئی معبود وہ مالک ہے عرش عظیم کا''۔یہاں معلوم ہوا کہ دنیا میں جو تخت ہیں ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا تخت عظیم ہے جو عرش پر ہے وہ ہر غیب کے متعلق جانتا ہے اسے سجدہ

کرنا اطاعت کرنا حق ہے بجز دوسری مخلوقات کے جو شیطان کا دھوکہ اور بھلا وہ ہیں ۔اس تفصیل کو بتانا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا جواز ابتدائے قرآن ہی میں پیش فرما دیا ہے ۔ لَا اِلٰهَ ۔فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔اس کے بعد اِلَّا اللّٰه ۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ایک بات پر غور کیا جانا چاہیے کہ ہر کام کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہے مگر! تعوذ یعنی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنے کی خصوی تا کید قرآن کے ساتھ ہے یا عبادتوں کیساتھ ایسا کیوں؟ کیونکہ شیطان مارج یا قرین جو بھی ہو وہ سب سے زیادہ شرارت کرتا ہے عبادتوں اور اللہ کے احکام کی تعمیل میں وہ نہیں چاہتا اللہ کی عبادت کی جائے اسے خالق مانا جائے اللہ کو خوش اور راضی کیا جائے ۔اسی لئے سُورۂ النحل میں اُمت مسلمہ کو خصوصی طور پر آگاہ کیا گیا ہے کہ اس شیطان مارج یا قرین سے اللہ کی پناہ اُس وقت مانگیں جب آپ قرآن کی تلاوت کر رہے ہوں فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔دوسرے اوقات میں آپ بسم اللہ کہ کر کوئی کام کر لیں لیکن جب قرآت یا عبادت کرنا مطلوب ہو تو تعوذ کرنا ضروری ہے تا کہ اللہ کی طرف سے شیطان خیال نہ بھٹکا دے۔ابلیس کی پرخاش یا دشمنی نہ فرشتوں سے ہے نہ دوسرے حیوانوں سے نہ دوسری مخلوق سے صرف انسان سے اتنی مخالفت کیوں؟اس سوال کا جواب وہی ہے انسان کی آزمائش مطلوب ہے اور یہ ابلیس کوئی اور نہیں انسان کا نفس ہے اور یہ نفس ہی ہے جو اپنے کار پرداز جیسے جن شیطان آسیب خبیث خبایث جن پری سے انسان کو ذہنی و جسمانی تکالیف میں مبتلاء کرا دیتا ہے وہ انسان کے ساتھ ہر دم لگا ہوا ہے' مگر اللہ تعالیٰ نے اولا د آدم خصوصاً مومنین کو بتایا ہے کہ اگر نفس یا ابلیس انسان کے ساتھ ہے تو خدا بھی انسان کی شہ رگ سے قریب ہے ۔جیسے فرمایا'' وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ (بقرہ۱۸۶)اور جب پوچھیں میرے بندے آپ سے میرے متعلق تو (انہیں بتائیں) میں (ان کے) بالکل نزدیک ہوں ۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تم جہاں کہیں ہو وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے ۔اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ (فصلت/حم سجدہ۵۴) وہ ہر چیز پر محیط ہے ۔چونکہ قرآن میں یہ بیان ہوا ہے اس لئے اللہ کی قربت کی یہ خصوصیت صرف مومنین کے ساتھ ہے غیر مومن کے لئے نہیں' یہی بات ہے کہ جنت صرف اللہ والوں کے لئے ہے غیر اللہ کو ماننے والوں کے لئے نہیں ۔انسانی مشغولیات کے مقابلے عبادت و ریاضت کا وقفہ محدود اور کم ہوتا ہے یعنی چوبیں گھنٹے میں اگر پانچ وقتوں کی نماز کا وقت دیکھا جائے تو کل ملا کر ایک گھنٹہ بھی نمازوں میں نہیں لگتا اور شیطان اس ایک گھنٹہ کو بھی ذائع کرا دینا چاہتا ہے ۔تعلیمات مہدی موعودؑ میں آٹھ پہر کا ذکر اس شیطان کے ارادوں اور اس کی ریشہ دانیوں کو شکست دینے کا بہترین ذریعہ ہیں ۔مہدیؑ موعود علیہ السلام نے ان دونوں جہتوں کو بیان کیا ہے **لا الــہ هـون نهیں الا اللّٰــه تـون هــے** ۔یعنی ہر وقت ذکر اللہ میں اللہ تعالیٰ کو پیش نظر رکھنا ۔دیکھا گیا ہے دوسرے فرقوں اور گروہوں میں اسمائے صفات یعنی اسما الحسنٰی کے مخصوص اسم سے ذکر کی تعلیم دی جاتی ہے تا کہ بندے اپنی ضرورتوں کو اللہ کے مخصوص صفات سے طلب کریں مگر گروہ پاک کا ذکر یہ ہے ''میں نہیں ہوں تو ہی تو ہے' تو نے جو کچھ دیا ہے وہی میرے لئے بہتر ہے تو اپنی مرضی کا مالک ہے اس پر معترض ہونے یا ناشکرا ہونے کا حق انسان کو نہیں ۔ایسی بہت ساری معین اور باریک باتیں قرآن میں ہیں جو معرفت الٰہی کا ذریعہ ہیں جنہیں اللہ کے خلیفہ

مہدی نے بیان کیا۔یہ ظاہری حقیقت ہے کہ مہدیؑ موعود علیہ السلام نے کوئی تفصیل یا تفسیر نہیں لکھائی اپنے وقت میں ان باتوں کا بیان کیا کیونکہ وہ مبین کلام اللہ تھے یہی وجہ تھی کہ لوگوں نے آپؑ کو مہدیؑ اس لئے مانا کہ ان کے دلوں میں آپؑ کا بیان نور کی طرح دل و دماغ میں اُترتا چلا گیا انہوں نے وہ دیکھا اور محسوس کیا جو عنادین ومخالفین نے نہ دیکھا نہ سمجھا۔حضور سرورکونینﷺ کے صحابہؓ نے کچھ ایسا ہی دیکھا اور محسوس کیا تھا جو ابولہب اور ابوجہل نے نہیں دیکھا یا محسوس کیا ان میں کچھ ظاہری باتیں بھی تھیں آپﷺ کے انگلیوں سے چشمہ جاری ہونا' مسجد نبوی کے منبر کے عصا کا پھوٹ کر رونا' چاند کے دو ٹکڑے ہونا۔یہ تو ظاہری باتیں تھیں اور نہ جانے کیا انوار حضورؐ کے صحابہؓ نے نہ دیکھے ہونگے۔یہی بات آپؑ کے تابع تام خلیفۃ اللہ مہدی کے اصحابؓ کی بھی ہے۔جس طرح نبی کریمﷺ کے بعد قرآن وسنت اُمت کے رہنما ورہبر بنے اسی طرح مہدی کے مصدقوں کے لئے تعلیمات فرائض ولایت اور اعمال رہنما ورہبر ہیں جن پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی جاسکتی ہے۔دنیا کے کسی عالم یا ولی کو یہ کمال حاصل نہیں کہ ان کے دنیا کے جانے کے بعد ان کے جیسے اعمال کرامات یا کرشمہ حاصل کیا جاسکے مگر مہدی موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل کر کے نہ صرف معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے بلکہ آپؑ نے دعوت دیدار کو فرض قرار دیا۔یہی مہدی موعودؑ نے فرمایا ''شریعت بیان کی جاسکتی ہے معرفت بیان میں نہیں آسکتی''۔یہ خاص ذاتی کوشش اور تجربہ کی بات ہے۔بہر کیف مہدی موعود علیہ السلام نے اپنے صحابہؓ کو جو تعلیمات ولایت سکھائیں وہی آپ کے بیان تفسیر تشریح کا منبہ یا نچوڑ ہیں جو مصدقوں میں سلسلہ بہ سلسلہ معروف ومشہور ہیں ان کا ترک کرنا مہدی کی تعلیم کو ترک کرنا ہے۔

بے شک مہدی موعودؑ نے آٹھ پہر کے ذکر کی تاکید کی ہے لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ ایک انسان اس کا اہل ہوگا کہ وہ چوبیس گھنٹے ذکر میں بیٹھ سکے؟ اس کے لئے یہ نقلیات ہماری رہبری ورہنمائی کرتی ہیں۔نقلیات بندگی میاں سید عالمؓ 22 نقل ہے کہ حضرت مہدیؑ نے نوبت کے لئے بہت تاکید فرمائی کہ یہ دین کا عمل ہے اور دین کے ارکان سے ہے۔پھر آپؑ نے فرمایا اگر تین برادر ہوں تو ایک پاس (باری) ایک ایک برادر ادا کرے۔یعنی بات صاف ہے کہ نوبت یا ذکر فقراء اپنی باری طے کرلیں اور ایک ایک برادر اپنی باری پر ذکر میں لگ جائے' اور دوسرے ستالیں یا اپنے حوائج ضروریہ سے فارغ ہولیں۔27 نقل ہے کہ مہدی موعودؑ سے کسی نے سوال کیا کہ تنہائی بہتر ہے یا دوئی (کسی کی سنگت) مہدی موعودؑ نے فرمایا اگر دوئی نہ ہوتی تو یگانگی (تنہائی) کی قدر کوئی شخص کیسے پہچانتا۔28 نقل ہے کہ بندگی میاں شاہ نعمتؓ نے فرمایا طالب خدا چاہتا ہے کہ ایک دم بھی فراق (دوری) نہ ہو لیکن طالب کی خیریت اسی میں ہے کہ کبھی فراق ہو کبھی وصال۔351 نقل ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کو عالم ارواح میں لے گئے فرمان خدا ہوا کہ تجھے بہشت میں جگہ دیتا ہوں' اُنہوں نے کہا الٰہی وہ فرمابرداروں کا مقام ہے۔فرمان ہوا کہ تجھے عرش پر جگہ دیتا ہوں' اُنہوں نے عرض کیا کہ وہ مقربوں کا مقام ہے۔پھر فرمان ہوا اگر میری ذات تجھے مطلوب ہے تو خاموش رہ۔اور یہ مقام حاصل کرنے کے لئے سورۃ الاعراف کی اس آیت میں غور کرنا ہوگا ''ذکر کر واپنے رب کا سانسوں کے ساتھ دل میں بغیر آواز نکالے

عاجزی اور خفیہ طریقے سے صبح اور شام ذکر کرو اور غافلین میں سے مت بنو''۔اوپر بیان کردہ نقل سے یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ تارک الدنیا اور اہل رشد کے لئے ''نوبت ضروری'' ہے جو فرایض ولایت میں شامل ہے اور بندگی خاتم مرشدؒ نے سلطان الیل و سلطان النہار کے تعلق سے فرمایا ہے وہ کاسبوں کے لئے ہے۔

گھڑی کی ایجاد 350 برس پہلے 1656 میں ہوئی بہت بعد میں پنڈولم والی گھڑی بنی سکنڈ منٹ گھنٹے کی تقسیم سے پہلے وقت پہروں میں گنا جاتا تھا مثلاً: آج کے 6 سے 10 بجے تک کا پہلا پہر 1

'' 10 سے 12 '' دوسرا پہر 2

'' 12 سے 3 '' تیسرا پہر سہ پہر 3

'' 3 سے 6 '' چوتھا پہر 4

'' 6 سے 9 '' پانچواں پہر 5

'' 9 سے 12 آدھی رات چھٹا پہر 6

'' 12 سے 3 ساتواں پہر 7

'' 3 سے صبح طلوع آفتاب تک آٹھواں پہر 8 اسی مناسبت سے مہدی موعودؑ نے طلب دیدار اور قربت خداوندی میں منہمک فقراء کو آٹھ پہر کے ذکر کی تاکید فرمائی اور کاسبین کے لئے جو کاردنیا کے ساتھ عبادت کے مطلوب تھے انہیں بندگی خاتم مرشدؒ نے سلطان الیل و سلطان النہار یعنی بعد فجر اور بعد عصر ذکر کی تاکید کی۔اسی تناظر میں اگر وقت اور گھڑی کا خدائی نظام میں جایزہ لیں تو ایک دوسری حقیقت نظر آتی ہے حالانکہ وہ چار حصوں میں منقسم ہے جو آٹھ پہر کا آدھا ہے۔یہ نظام شروع ہوتا ہے فجر 5 بجے کے بعد سے اشراق 8 بجے تک جب سورج پوری طرح طلوع ہو گیا ہو۔ 1

اشراق 8 بجے سے چاشت 9 بجے تک جب دھوپ میں تمازت آنے لگی ہو۔ 2

چاشت 9 بجے سے ظہر 2 بجے تک زوال کے بعد سورج ڈھلنے سے پہلے۔ 3

ظہر 2 بجے سے عصر 5 بجے تک سورج کے غروب ہونے سے پہلے 4

عصر 5 بجے سے مغرب 7 بجے تک جب سورج غروب ہو چکا ہو 5

مغرب 7 بجے سے عشاء 9 بجے تک جب مکمل اندھیرا چھا گیا ہو 6

عشاء 9 بجے سے تہجد 3 بجے رات تک صبح کاذب کا وقت 7

تہجد 3 بجے سے فجر 5 بجے صبح صادق تک 8

اس دوران طلوع آفتاب، زوال ، اور غروب آفتاب ایسے وقفے ہیں جو معطل ہیں سجدہ سجود کے لئے تا کہ شمس پرستی

کا گمان نہ ہو کیونکہ پہلے کی قوموں میں سورج کی پرستش بطور معبود کے ہوتی رہی ہے سامی مصری قوموں میں سورج کو معبود مانا گیا اور آج بھی اہل ہنود جاپانی کوریائی اور ساؤتھ امریکی قوموں میں سورج پرستی کا رواج ہے۔ انسان کے لئے اللہ تعالی نے ضروریات زندگی کے حصول کے لئے فجر سے ظہر کا وقت رکھا ہے اور سکون و راحت کے لئے عشاء سے صبح کاذب تک کا۔ یعنی نماز ذکر و اذکار عبادت اور ضروریات زندگی کا وقت برابر آدھا آدھا ہے چار پہر یعنی 12 گھنٹے حصول دنیا کے لئے اور چار پہر یعنی 12 گھنٹے عبادت و اطاعت معبود کے لئے۔ اور مہدیؑ موعودؑ نے ان آٹھ پہروں کی حفاظت کی تاکید اُن کو کی ہے جو احسان کا مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آج علم حیاتیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ انسان کے لئے 6 چھ گھنٹے کی نیند کافی ہے ستانے اور تازہ دم ہونے کے لئے۔

نماز تہجد حضو ﷺ کے لئے فرض تھی اُمت کے لئے یہ سنت ہے اپنی حیثیت ضرورت اور طاقت کے موافق ادا کی جاتی ہے۔ لیکن گروہ مہدویہ کے اُن تارک الدنیا فقرا کے لئے جو حصول دیدار میں منہمک ہوتے ہیں یہ بلا ناغہ پڑھی جاتی ہے کیونکہ مہدی موعودؑ اور صحابہؓ مہدی نے اس کا اہتمام کیا ہے۔ دوسرے اسلامی فرقوں میں کبھی پڑھ لی جاتی ہے کبھی نہیں بلا ناغہ یا مسلسل نہیں پڑھی جاتی۔ اللہ تعالی نے حضو ﷺ کو اپنی قربت کے طلب کے لئے تہجد کی تاکید کی اور مہدی موعودؑ نے طلب دیدار کرنے والے فقراء کو اس کا بلا ناغہ اہتمام کرایا ہے۔

تاریخ عالم میں بہت سارے پیغمبروں نبیوں رسولوں کی قوموں کی اُمتوں کو اللہ کے بندے اطاعت گزار کہا گیا اور اُمت مسلمہ کو بہترین اُمت کہا گیا كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ آل عمران آیت 110 ترجمہ "ہو تم بہترین اُمت جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں (کی ہدایت اور بھلائی) کے لئے تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو یہ بہترین ہوتا ان کے لئے بعض ان میں سے مومن ہیں اور زیادہ ان میں سے نافرمان ہیں۔ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کی گئی فرمایا اگر اللہ تعالی چاہتا تو فرماتا انتم تو ہم سب اس میں شامل ہو جاتے لیکن فرمایا كُنتُمْ یہ صرف حضو ﷺ کے صحابہؓ کے لئے خاص ہے جس نے ان جیسے اعمال کئے وہ بھی خَيْرَ أُمَّةٍ میں داخل ہونگے (تفسیر طبری جلد ۴ صفحہ ۵۷) اس روایت کے سیاق و سباق میں غور کریں "ہو تم بہترین اُمت جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں (کی ہدایت اور بھلائی) کے لئے تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر" اسکے بعد اللہ تعالی کا یہ فرمانا کہ "اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو یہ بہترین ہوتا ان کے لئے بعض ان میں سے مومن ہیں اور زیادہ ان میں سے نافرمان ہیں۔" یہاں بات ہو رہی ہے بہترین اُمت ہونے کی اسی کے ساتھ اللہ تعالی کا اہل کتاب کو مخاطب کر کے کہنا اگر تم بھی ایمان لاتے تو بہتر ہوتا اور اس کے بعد یہ بھی فرمانا کہ **بعض ان میں سے مومن ہیں اور زیادہ ان میں نافرمان** ظاہر بات ہے کہ اس آیت مبارکہ کے خطاب میں اہل کتاب کو مخاطب کیا گیا اس کے بعد یہ کہنا کہ ان میں مومن ہونا اور زیادہ نافرمان ہونا بتا رہا ہے کہ یہ خطاب اہل قرآن سے ہی ہو رہا ہے کیونکہ

اہل کتاب یا یہود ونصاری نے تو اللہ اوراس کے رسولؐ کا انکار کردیا تھا وہ ''مومن اور نافرمان'' نہیں کافر یعنی کفر کرنے والے انکار کرنے والے ہو گئے تھے۔''مومن اور نافرمان'' ہونا اُمت کے لوگوں کی طرف اشارہ ہے کہ ایمان تو لے آئے ہو مگر نافرمانی سے بعض نہ آنے والے بھی اسی اُمت میں ہونگے۔اور بہترین اُمت ہونے کے معیار پر ہر کوئی مسلمان اور ایمان والا نہیں ہوسکتا' یہ مقام حضرت عمرؓ کی روایت کے مطابق حضورﷺ کے خاص صحابہؓ سے متعلق ہے جو ''چند پچھلوں میں سے''(سورہ واقعہ)۔اوران کے بعدان کے لئے ہے جو'' کچھ پچھلوں یا بعد میں آنے والوں یا آخر میں آنے والے چند''(واقعہ) کے متعلق ہے۔اللہ تعالی نے جہاں قرآن میں بہترین اُمت کا ذکر کیا وہیں پر سورۂ المایدہ آیت ۵۴ میں ایک ایسی قوم کا ذکر کیا ہے جو بعد میں لائے گا۔''اے ایمان والوں! جو پھر گیا(مرتد ہوگیا)تم میں سے اپنے دین سے سوعنقریب لے آئے گا اللہ تعالی ایک ایسی قوم' محبت کرتا ہے اللہ ان سے' اوروہ محبت کرتے ہیں اللہ سے (المایدہ ۵۴) کسی قوم کا اللہ سے محبت کرنا تو سمجھ آتا ہے مگر!! اللہ تعالی کا اس قوم سے محبت کرنا غور کرنے والی بات ہے کہ اس قوم کا کیا مقام ہے اللہ تعالی کے پاس۔تاریخ عالم میں ''اللہ کا کسی قوم سے محبت کرنا'' اوراُس قوم کا ''اللہ سے محبت کرنے'' کا بیان نہیں ہوا ہے۔تاریخ اسلام میں ایسی قوم میراں سید محمد مہدی موعودؑ کی ہے جن کو تعلیم دی گی ہے **لا اللہ ھوں نھیں الا اللہ توں ھے** کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے حق کے میں بھی نہیں ہوں یعنی میری انا میری خودی کچھ بھی نہیں اللہ تعالی کے آگے۔

اللہ تعالی نے یا اللہ کے رسولﷺ نے یہودیوں کو اہل توراۃ یا اہل زبور نہیں کہا یا عیسایوں کو اہل انجیل نہیں کہا بلکہ اہل کتاب کہا ہے۔عیسائی بھی خود کو اہل انجیل نہیں کہتے بلکہ خود کو کرسچین Christian کہتے ہیں یعنی عیسیٰؑ کے ماننے والے' یہودی لفظ جوڈا Juda سے ہے اس کے معنی ہیں مملکت اسرایئیل' جوڈا سے یہودا ہے یہودا سے یہودی۔ہندوستان سے ہندی' چین سے چینی' دوسری قومیں اسی بنیاد پر مسلمانوں کو محمڈن Muhammadan کہتی ہیں محمد کو ماننے والے مسلمان یا اللہ کو ماننے والے نہیں کہتے۔مسلمان مطلب اسلام کے طریقے پر چلنے والا' اوراس طرح مسلمان بھی اہل کتاب ہیں اہل قرآن نہیں۔کیونکہ جن قوموں پر آسمانی صحایف نازل ہوئے وہ اہل کتاب کہلائے گے تو مسلمان کس طرح اہل قرآن ہونگے جبکہ وہ بھی اہل کتاب ہیں۔جب قرآن نازل ہوا تو کافر مشرک یہودی اور عیسائی سبھی نے اسلام قبول کیا تھا' وہ تو اہل قرآن نہیں کہلائے۔اس لئے سورۂ آل عمران کی آیت 110 میں یہ بات **'اوراگر ایمان لاتے اہل کتاب تو یہ بہترین ہوتا ان کے لئے' بعض ان میں سے مومن ہیں اور زیادہ ان میں سے نافرمان ہیں**۔لہذا دوسرے اہل کتاب کی طرح مسلمانوں میں بھی بعض مومن ہیں بعض نافرمان۔اور مسلمانوں کے سبھی گروہ ''ہوتم بہترین اُمت جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں (کی ہدایت اور بھلائی) کے لئے تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے'' کی شرط پر پورے نہیں اُترتی۔اس شرط پر پورے اُترنے والے 'ثُلَّةٌ مِنَّ اَوَلِيْنَ........وَ قَلِيْلٌ مِنَ الْآخِرِيْنَ یعنی صحابہؓ رسولﷺ اور صحابہؓ مہدی موعودؑ ہیں جس کا بیان کرتے ہوے حضرت عمرؓ نے كُنْتُمْ نہیں بلکہ مَا اَنْتُمْ کے لئے خَيْرَ اُمَّةٍ کو اس آیت کا

مصداق بتایا ہے ۔جن پہلے والوں نے معبودان باطلہ کا انکار کیا اور پچھلے لوگوں نے اپنے نفس اور انا کی نفی کی اور ...بعد میں اللہ تعالی کا اقرار اور اثبات کیا ہے ۔لا الا ھوں نھیں الا اللہ توں ھے ۔ لَا اِلٰـهَ اِلّا اللّٰه مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه ۔ جب حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی رسولؐ اور مبشر جنت خود اپنے آپ کو اُن چند صحابہؓ سابقون اولون کے برابر نہیں مانتے جب کہ وہ خود ایمان لانے والے 40 ویں صحابیؓ تھے تو دوسرے کس طرح خود کو بہترین اُمت کہہ سکتے ہیں یا اَنَـا وَ مَـنْ اتَّبَـعَنِي میں اور میری اتباع کرنے والا ۔اس طرح كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّة ۔ثُلَّةٌ مِنَّ اَوَلِيْنَ....... وَ قَلِيْلٌ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ ۔اَنَا وَ مِنْ اَتَّبَعَنِي مخصوص اوصاف و درجات کے متحمل مقامات ہیں جنہیں سمجھے بغیر قرآن کے ترجمے ہو رہے ہیں ۔

حجاب کے معنی پردہ، اوٹ، نقاب، درمیانی شئے، جس سے چیز نظر تو آئے مگر مفصل یا متشکل نہ ہو بلکہ مہمل ہو، کوئی چیز درمیان میں حائل ہو اور اصل کو دھندلا کر دے اس کا اصل معنی ہے اصل شئے کی حفاظت کے لئے درمیان میں ایک پردہ حائل کر دینا تا کہ وہ نظر آئے بھی تو ایک ذوق تجسس برقرار رہے تا کہ اس کی قدر و قیمت میں اضافہ رہے ۔دینی اصطلاح میں حجاب اللہ تعالی اور بندے کے درمیان ایمان کو کمزور کرنے والی اشیاء جیسے شرک بت پرستی کفر انا ءخودی گناہ معاصی کا ارتکاب اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی حجت بدعت کے علاوہ مکر و فریب دغا دھوکہ بازی کو کہا جائے گا جو بندہ اور اللہ تعالی کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں یہ باطنی حجابات ہیں ۔ظاہری حجابات میں یہ کائنات یہ کہکشاں یہ ستارے یہ برف پوش اور سنگلاخ ہری بھی وادیوں کا سحر یہ سمندر یہ ندیاں یہ چشمے یہ چرند پرند یہ جانور یہ قوس و قزاں یہ دھوپ برسات یہ آسماں یہ دولت یہ آسائش یہ راحت یہ سکون یہ خوبصورتی سبھی حجابات ہیں ۔ان سبھی کو جاننا پہچاننا ان سے حتی المقدور گریز کر کے تقوی توکل اختیار کرنا اور ان تمام مخلوقات کو دیکھ کر خالق کی تخلیقات کی حمد و ثناء کرنا بندگی کے اعلی مقامات کی طرف رہنمائی ہے یہ اعلی عبادت بھی ہے ایمان کامل بھی یہ وہ مقام ہے جس کے لئے اللہ تعالی کہتا ہے کہ میں بندے کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ محسوس کرتا ہے بندے کے کان بنجا تا ہوں جس سے وہ سنتا ہے بندے کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے ان اوصاف حمیدہ کی اعلی مثال انبیاء اور اللہ کے خلفاء ہوتے ہیں ۔اسی کے تناظر میں بیـنـه 'خـلق الانسان 'مَنِ اتَّبعني ' مَنْم بَلَغ کے ان خطابات کو دیکھیں جو قرآن میں اللہ تعالی نے حضور نبی کریم ﷺ کے تابع تام مہدئ موعودؑ کے متعلق بیان کئے ہیں ۔جسے علماء نہ سمجھتے ہیں نہ ان کی ٹھیک طرح سے وضاحت کر پاتے ہیں ۔ایسا ہر دور میں ہوا ہے ۔نصاری کی مثال دیکھیں جنہیں عیسائی کہا جاتا ہے جنہیں انجیل دی گی انہوں نے اس کے احکام اور بیانوں کو بدل دیا مگر چند ایک بیان جوں کا توں رہ گئے ۔کوئی بھی انسان بن باپ کے پیدا نہیں ہوتا جسے عربی میں ''اب'' کہتے ہیں اردو میں ابا ۔اللہ تعالی کو ''رب'' کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے ۔انگریزی زبان بہت بعد میں آئی پہلے یہود و نصاری کی زبان عبرانی یونانی تھی اور جو جزیرہ عرب میں بستے تھے ان کی زبان عربی تھی قرآن کا خطاب عربی میں ہوا ۔مگر بہت بعد میں عیسائی مبلغ یوروپ پہنچے تو انہوں نے اٹالوی اور انگریزی زبان میں عیسایت کی تبلیغ کی تو ترجمہ بھی انگریزی میں کیا ۔اب غلطی یہاں سے شروع

کی کچھ کے کچھ معنی بیان کردئے ذیل میں ہم اس کی مثالیں دیتے ہیں۔

اصل میں یہ یوں تھا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے If you have seen me you have seen th Father (god) ''رب'' کو دیکھا۔اب عیسایوں نے اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنی تھی سوانہوں نے ''رب'' کو ''اب'' بنادیا۔یعنی حضرت عیسیٰ کوابن اللہ۔ایسا اللہ کے رسول ﷺ نے بھی کہا ہے مَنْ رانِی فَقَدْ را الْحقِ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کودیکھا (صحیح بخاری کتاب التعبیر 6996)مگراس حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے جس نے مجھ پرجھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔مطلب یہ کہ نبی کریم ﷺ میں جو صفات الٰہیہ تھیں وہ حق ہیں لیکن اگر کوئی آپ ﷺ کو خدا مانے تو وہ یقینی جہنم کا مستحق ہے۔حضرت بندگی میاں خوندمیرؓ کا یہ کہنا'' کہ پھوٹ جائیں بندے کی آنکھیں جومہدی کودیکھا...... بھی اسی حقیقت کی مظہر ہیں اور بندوں کا یہ معاملہ ہے کہ وہ ہر حقیقت کا اعتراف اپنی سمجھ اور قابلیت کے لحاظ سے کرتے ہیں۔جیسے کہا کہ انجیل میں کچھ باتیں حقیقی باقی رہ گئی ہیں جیسے کہ حضرت عیسیٰ کا کہنا'' بہت سارے اُمور ہیں جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں' مگر!تم اس کی سمجھ نہیں رکھتے لیکن جب''وہ''حق کی روح آئے گا (محمدؐ)''وہ''تمہاری راہ نمائی کریگا۔اور''وہ''اپنی طرف سے کچھ نہیں کہے گا مگر!جو کچھ اُسے کہا جائیگا (اللہ تعالی کی طرف سے)اور''وہ''تمہیں احکام دے گا (اللہ کی جانب سے)''وہ''بات کریگا (اللہ تعالی کی جانب سے)اور''وہ''اعلان کریگا (حق کا)اور''وہ'' مجھے سرخ روکریگا (کیونکہ تم نے اسے ابن اللہ بنادیا تھا وہ مسیح ابن مریم کا خلاصہ کریگا)۔انجیل میں حضرت عیسی کا اپنے معتقدوں سے غضب ناک ہوکر یہ کہنا کہ''اے ایمان اور یقین نہ لانے والے نسلو''کواہل کتاب یعنی اہل قرآن کے ان ترجموں عقیدوں اوراپنے علمی دلایل سے بینہ ' مَنْ اتَّبَعَنِی ' خلق الانسان 'مَنْ م بَلَغَ کی وضاحتوں اورتشریحات کودیکھیں تو معلوم ہوجائے گا کہ انسان بندہ بنے رہنے پرتیار نہیں بلکہ وہ کچھ اور بننا چاہتا ہے۔

سوائے مذہب اسلام کے دنیا کے ہرگروہ اورعقیدہ کا یہ حال ہے کہ آسمان پرایک طاقت تو ہے جوگاڈ یا بھگوان ہے مگر وہ انسانوں کی تعلیم اور رہبری کے لئے دنیا میں انسان بن کرآتا رہتا ہے کبھی گوتم بدھ بن کر کبھی مہاویربن کر کبھی اہل ہنود کے دیوی دیوتا بن کراور آج بھی کئی انسان اسی لے بھگوان کہلائے جاتے ہیں۔یہاں تک کہ یہودی جووحدانیت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں وہ بھی خوداپنے آپ کو بنی اسرائیل کے خدا کے بچے کہہ کرباقی تمام انسانوں کوحقیر جانتے ہیں اورعیسایوں کا حال تو معلوم ہے اللہ کے نبی حضرت عیسی ہی کوخدا کا بیٹا بنا کردم لیا۔اس طرح دنیا کی ہرقوم کا خدا کبھی محدودعلاقے میں کہیں ساری قوم کا خدا انسانی شکل میں آیا دکھائی دیتا ہے سوائے اسلام کے ماننے والوں کے۔دوسری قومیں ہراچھائی کرنے والے کوخدا تو مان لیتی ہیں مگر برائی کرنے والوں کوترقی پذیرسمجھتی ہیں۔اسلام میں جوانسان خدائی پیغام لے کرآئے یازمانے کی تبدیلی کےمطابق شریعت پیش کی انہیں اللہ کے نبی رسول اوراللہ کا خلیفہ مانا جاتا ہے۔اسلام میں شرک وبت پرستی تو نہیں ہے مگر!شخصیت پرستی کا بول بالا ہے امام حسین کے پرستار علماء کے پرستار ولیوں کے پرستاران سبھی کے عالی شان مقبرے بنانا اسی شخصیت پرستی کی دین ہے۔مسلمانوں کی طرح مہدویت میں

شخصیت پرستی کا رجحان نہیں رہا جس کی مثال مہدی موعودؑ کا ایک غیر آباد اور غیر معروف علاقے میں مدفن ہو جانا ۔لیکن بعد میں دوسروں کی دیکھا دیکھی مہدویوں نے بھی آپؑ کا ایک بڑا مقبرہ بنا دیا' آگے چل کر مہدویہ کے ایک خاص گروہ اسی شخصیت پرستی کے اظہار کا طریقہ رائج کرنے میں خصوصی پہچان بنانا چاہتا ہے ۔اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اُس کے سوا کوئی مشکل کشا ءیا مرادیں پوری کرنے والا یا اعلیٰ وارفعہ سمجھے ۔کیا کیا جائے مارد مارج قرین ابلیس جو کوئی ہے اللہ سے وعدہ کرکے جو آیا ہے بندوں کو گمراہ ضرور کروں گا ۔اسی لئے مہدیؑ موعودؑ نے ''میں نہیں تو ہی تو '' کا ذکر کی تعلیم دی ۔انسان لاکھ نمازیں پڑھ لے عبادتیں کرلے ذکر و تہلیل کرلے جب تک اللہ تعالیٰ کو دل سے خالق ومعبود نہیں مانے گا اور مخلوقات کو فانی نہیں مانے گا وہ بندہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے ۔غور کریں حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی معراج سے پہلے ایک نبی رسول پیغمبر مصلح مبلغ کے تھی معراج کے بعد آپ ﷺ میں ایک ظاہری وباطنی انقلاب دکھائی دیتا ہے یکا یک آپ ﷺ کے شب وروز بدل گئے آپؐ نے ہجرت کی خدا کے دشمنوں سے معرکہ کیا عبادتوں میں خشوع وخضوع میں شدت آ گئی ۔یہی بات مہدی موعودؑ تابع تام رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دیکھنے کو ملتی ہے کہ بارہ برس کے جذبہ حق کے بعد آپؑ نے ہجرت اختیار کی ترک دنیا ترک تعلق اختیار کیا تقوی وتوکل میں شدت آ گئی اسی طریقے کو اختیار کرنے مصدقوں کو تعلیم دی کہ '' طلب دیدار'' اختیار کرو یعنی نمازوں میں معراج کی کیفیت پیدا کرو تا کہ بندگی اوج کمال کو پہنچے ۔حدیث قدسی ہے کہ **ما وسعنی ارضی ولا سمائی بل وسعنی قلب عبد مومن** میری زمین میرا آسمان میری وسعت کو نہیں پا سکتے 'ہاں البتہ ! میں اپنے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں ۔بندے کے دل میں سما جانا معنی بندۂ مومن کے قلب روح خیال اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا سما جانا ۔جو دیدار کے منکر ہیں ان کے لئے یہ حدیث مبارک ایک مثال اور ایک تازیانہ ہے کہ ہوش میں آؤ جب قلب انسان میں خالق رہ سکتا ہے تو آنکھ سے دیکھائی دینا بھی اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے بندے کا قابل ہونا ایک الگ حقیقت ہے بندے کو اللہ تعالیٰ قابل سمجھے ایک دوسری حقیقت ہے ۔پہلی حقیقت **لا الٰہ** سمجھنے میں ہے دوسری **الا اللہ** روح میں سما لینے سے پیدا ہوتی ہے ۔

حضور نبئی کریم ﷺ پر نازل ہونے والا اللہ کا کلام آخری شریعت ہے جو اُمت محمدؐ پر ہی نہیں سارے عالم کے لئے مشعل راہ ہے ۔مگر صحابہؓ رسول اور تابعین کے بعد اس واضح پیغام کو خدا اور بندے کے درمیان حجاب بنا دیا گیا 'تفسیر ,دلیل ,حجت ,منطق ,لغات ,فقہیات عقاید کے طریقوں اور خیالات کے حجابات سے ۔**مہدی موعود خلیفۃ اللہ نے ان حجابات کا قلعہ قمع کیا بیان قرآن کے ذریعہ جس کے لئے تعلیمات ولایت مقیدہ مقصوصہ کو ضروری قرآر دیا جن کی وجہ سے قرآن دلوں میں اور روحوں میں اتر جاتا ہے** ۔حالانکہ قرآن ہم تک مجلد پہنچا ہے جبکہ پہلے اسے ہڈیوں پتھروں کھالوں پر محفوظ کیا گیا جب کاغذ چین میں دریافت ہو گیا اور استعمال ہونے لگا تھا 'مگر قطعہ عرب کے معاشی ومالی حالات اور ناخواندگی '' کاغذ'' کے حصول میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی ۔مگر جب اسلامی مملکت وسیع ہوتی گئی تو حالات اور اسباب بدل گئے خلیفہ عثمانؓ کے دور میں جو بارھویں 12صدی ہجری میں شروع ہوئی تھی

اس وقت کاغذ درآمد کرنا مسلمانوں کے لئے ایسا مسئلہ نہیں رہا اور ڑون ضبط قلم ہوگیا۔ یہ بات دوسرے انبیا و مرسلین کے دور میں ممکن نہیں ہوئی جب اگلے نبیوں کو صحایف دئے جاتے تھے وہ کتبوں پتھروں پر کندہ کئے جاتے کچھ عرصہ بعد لوگ انہیں بھول جاتے یا پھر وہ مذہبی آقاؤں اجارہ داروں کے قبضہ میں رہ جاتے۔ زبور تو ریت اور انجیل کا زمانہ فراعانہ مصر کے ترقی کے دور کے بعد کا ہے جس میں نیل کے پاس اُگنے والے سرکنڈوں سے فرعانہ مصر نے کاغذ قسم کی چیز ''پیاپرس'' بنائی تو تھی مگر وہ زیادہ دیر محفوظ نہیں رہتی تھی اس لئے تبدیلی زمانہ کے وجہ سے ضایع ہوگئی۔ جو کچھ بچا رہا ان کے بیانوں میں تحریف ہوگئی۔ چونکہ قرآن آخری شریعت تھی اسے محفوظ کرنے کا جتن پہلے ہی اللہ کی جانب سے ہوگیا۔ مگر بات وہی ہے کہ مسلمانوں نے بھی قرآن کے لے حجابات پیدا کردئے۔ مہدی موعود آخر الزماں نے اسے بیان کے ذریعہ ان حجابات کو ختم کیا۔

مہدی موعودؑ نے علم حاصل کرنے تحقیق و جستجو سے منع نہیں فرمایا، جب کہ آپ خود اسد العلماء کہلائے۔ بلکہ پہلے دین کی سمجھ پیدا کرنے کی تعلیم دی جو شروع سے دی جاتی ہے تکہ علم دل اور دماغ میں جگہ پکڑے۔ بندگی میاں شاہ نظامؒ کوئی کتاب پڑھ رہے تھے آپ علیہ السلام نے منع کیا، اور کہا ذکر اللہ اختیار کرو، اس کے کچھ عرصہ بعد میاں نظامؒ سے کہا کہ دین کا علم حاصل کرو۔ جب علم کو سمجھنے کی قابلیت ہو تو علم کا حصول فایدہ مند ہوتا ہے۔ آج کل مہدویوں میں کچھ لوگ دوسروں کی دیکھا دیکھی ادھر ادھر سے کچھ روایات لاکر کاپی پیسٹ کرکے بحث کرنے لگ جاتے ہیں جبکہ اس روایت کے بیان اور متن کا انہیں مکمل علم ہی نہیں ہوتا۔

صحبت میں غیر کی پڑی ہے انہیں یہ خو　　　　دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کئے

حضو ﷺ نے فرمایا کہ اپنے پانیوں سے دوسروں کی کھیتی آباد نہ کرو۔ مدینہ میں جن کے کھیت آگے تھے انہوں نے پیچھے کے کھیتوں میں پانی بند کردیا، مدینہ میں کہرام مچ گیا، حضرت عمرؓ کو بات بتائی گئی، وہ حضو ﷺ کے سامنے کہا کہ حضور آپ ﷺ نے یہ کیا کہہ دیا۔ حضو ﷺ نے فرمایا کہ میرا مطلب اس بیان سے زناء نہ کرنے سے تھا، لوگوں نے میری بات کو نہیں سمجھا۔

لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ پچھلے چار سو برسوں سے جب اسلام کی اور مسلمانوں کی ترقی رکنے لگی تو عیسائی و یہودی قوم نے محسوس کیا کہ ان کے پاس حجت اور دلیل کے کوئی پختہ کتاب ثبوت کے سورت میں نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے مذہبی اُصولی اور عقاید کی برتری ثابت کرنے کے لئے پُرانے دور میں گزری قوموں کے آثار میں اپنی شناخت پیدا کرنے کے لئے آثار قدیمہ کی کھدایاں شروع کیں جن کا مرکز مصر اعراق فلسطین کے قطعوں کی باقیات کو تلاش کرکے اپنی برتری جتانا شروع کیا کہ موسیٰ کا فرعون ایسا تھا فلسطین کے یہودیوں کی تاریخ ایسی ہے اس طرح اپنے ماضی کو ظاہر کرنا شروع کیا اور انہیں ایسا کرنے کے لئے اپنے مذہبی کتابوں سے کوئی مدد نہ ملی اس کے لئے بھی قرآن ہی ان کی رہنمائی کی وجہ بنا۔ مسلمانوں نے پہلے پہل اسلامی انقلاب کی سرحدیں دنیا میں وسیع کیں اپنی شجاعت حق پرستی ظلم و تنخ مالی سماجی اور اخلاقی نظام کی مثالیں قایم کیں۔ لیکن جب سلطنت اسلامیہ کو زوال شروع ہوا تو اور یہود و نصاری نے آثار قدیمہ کی کھدایوں سے اپنے عقاید کو ثابت کرنے کوشش شروع کی تو مسلمانوں نے بھی یہود و نصاری کی نقل

میں بڑی بڑی شاندار قانقاہیں مسجدیں محلات مدرسے تعمیر کر کے اپنے اہمیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی۔اور آج جس طرح مسلمان اپنی شناخت عمل کے بجائے عمارتوں حکومتوں کے ذریعہ دکھانا چاہتے ہیں اسی طرح مہدوی اعمال صالحہ کے بجائے مسجدیں حظیرے قبر اور درگاہ محفوظ کر کے اپنی شناخت بتانا چاہتے ہیں۔

ضروریات دنیا اور مسایل کا حل

یہ ایک ایسا سوالیہ نشان ہے جس کا جواب تلاش کرنا مشکل ہے۔ہر انسان کی ضروریات اور مسایل مختلف ہیں سبھی کا ایک اور واحد حل تو ممکن نہیں ہر انسان کو اپنی ضرورتوں اور مسایل کا حل خود ہی تلاش کرنا ہے۔مگر ہوتا یہ ہے کہ ہم دنیاوی مسایل کا حل دین میں اور دینی مسایل کا حل دنیا میں تلاش کرتے ہیں۔حالانکہ شریعت نے دین و دنیا کے مسایل کا حل بہتر طور پر پیش کر دیا ہے مشکل وہاں پیش آتی ہے جہاں ان دونوں کو ہم ایک دوسرے سے خلط ملط کر کے انہیں پیچیدہ کر دیتے ہیں۔مثلاً آج کے مہدویہ معاشرے میں اس تعلق سے ایک عجیب اُلجھن ہے گروہ میں دو طبقات ہیں فقراء و کاسبین کے۔بحث تارک الدنیا اور فقراء کی نہیں کاسبین کی ہے مہدیؑ موعود نے انہیں واضح تعلیم دی ہے کہ ''بیوی بچوں کا ہاتھ پکڑ کے جنت میں چلے جاؤ'' معنی کسب حلال اختیار کرو محنت مشقت ایمان داری کے طریقے اور اعمال اپنا کر اپنے اور اہل خانہ کی ضرورتیں پوری کریں اور اسی کے ساتھ دایرے کے معاشرتی نظام میں رہ کر دینی و شرعی مسایل پر توجہ دیتے رہیں اور ملت سے تعلق اور رابطہ رکھیں اور زندگی کے ایک مقام پر خدا کی محبت کا راستہ اختیار کر لیں۔اب ہوتا یہ ہے کہ اغیار کی دیکھا دیکھی ہر غلط اور غیر شرعی طریقے اور راستے اپنائے جاتے ہیں دنیا اور دولت اکھٹا کرنے کے لئے غیر اخلاقی باتوں کو اپنایا جاتا ہے دھوکہ دینا کسی کا مال غصب کرنا اللہ کے احکام سے ہٹ کر ایسے ذریعہ معاش تلاش کئے جاتے ہیں جو ہماری اور خاندان کی اور حکومت میں پریشانی کا سبب بن جاتے ہیں۔ہو نہ ہو کسی طرح جلد سے جلد دولت اکھٹا ہو جائے اپنے خاندان بیوی بچوں کی راحت اور سہولت کا سامان مہیا کرا دیں۔دنیا میں اپنی اولاد اور لواحقین کو بے سر و سامان اور مجبور چھوڑنے سے بہتر ہے کے اس کے حصول کے بہتر شرعی قانونی ذرایع اپنائیں۔صحیح کاروبار پہ لگا دینا یا بچوں کو دینی تعلیم کے علاوہ دنیا کی اعلی سے اعلی تعلیم دلانا آج کی ضرورت ہے دیکھا گیا ہے کہ اکثر بچے بنیادی تعلیم بھی حاصل نہیں کرتے اس طرح وہ معاشرے پر بوجھ بن کر غیر ذمہ دار بن جاتے ہیں۔اور کئی ایسے ہیں تعلیم حاصل کرتے ہیں یا دولت حاصل کر لیتے ہیں تو وہ معاشرے کو خود سے پست اور ذلیل سمجھنے لگ جاتے ہیں۔پریشانی جب شروع ہوتی ہے جب وہ اغیار کے درمیان احساس کمتری کا شکار ہو کر انہیں کے حوالے ہو کر رہ جاتے ہیں۔یہ احساس خود اعتمادی اور اپنی حقیقت سے نا آشنا ہونے کے سبب سے ہوتا ہے۔انسان کتنا بھی تعلیم یافتہ اور مالدار کیوں نہ ہو جائے جب وہ اپنی اصلیت اور شناخت کھو دیتا ہے تو وہ غلط خیالات اور عقاید اور بے شعور لوگوں کے سیلاب میں بہتا چلا جاتا ہے ایک ادنی تنکے کی طرح۔انسان اس ندی کے بہاؤ میں بہے جو خود راستہ تلاش کرتی ہے اور دوسروں کی سیرابی کا سبب بنتی ہے۔تعلیم اور دولت کے ساتھ اپنی شناخت کو باقی رکھنا اعلی ظرفی کی علامت ہے نہ اپنی شناخت کھو کر کم ظرف ہو جانا۔کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ

انسان اس توازن کو اعتدال کے ساتھ برقرار رکھنا چاہتا ہے لیکن دوست احباب آس پاس کے لوگ اور رشتہ دار اُسے صحیح راستہ اختیار کرنے نہیں دیتے اس کے راستے میں پریشانیاں کھڑی کردیتے ہیں اور اُس پر ایسا بوجھ بن جاتے ہیں کہ وہ پریشان ہوکر بھاگنے اور راہ بھٹکنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔اور دیکھا گیا ہے کہ وراثت میں ملی دولت اور نااہلی بے روزگاری اور اندھی تقلید بھی انسان کو بہکا دیتی ہے۔مقدر اس کو کہتے ہیں جو انسان کو حاصل ہوکر رہے گا اگر وہ اللہ کی طرف سے وقت مقررہ پر مل جائے تو وہ دین و دنیا میں کامیابی ہے اگر انسان اسے غلط اور غیر شرعی طریقوں سے حاصل کریگا' جو اسے ملنا ہی تھا مگر اس نے اس کے وقت مقررہ پر ملنے کا انتظار نہیں کیا خدا پر بھروسہ نہیں کیا اس لئے وہ گنہگار ہے اگر ملنا تھا تو جو کچھ حاصل بھی کرلیا تو اللہ کی حکم عدولی اور گناہ کا سبب ہے کیونکہ وہ اس نے اللہ کی مرضی کے خلاف حاصل کیا ہے محشر کے دن جواب دینا پڑیگا۔موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی گزارش کی جو رد کردی گئی اور حضور ﷺ نے ایسی کوئی خواہش کا اظہار نہیں کیا مگر عطا ہوئی تو اس شان کے ساتھ کے تمام زمین و آسمان تھم گئے تمام انبیاء اور فرشتوں کے درمیان سے ہوکر اللہ کی بارگاہ میں پہنچے نہ صرف دیدار کیا بلکہ ملاقات بھی کی اور اللہ کی بارگاہ سے اُمت کے لئے سوغات لے کر آئے الصلواۃ معراج المومنین کہ نماز مومنین کے لئے معراج ہے سوال یہ ہے کہ کونسی نماز؟ وہی نماز جو حضور حبیب خدا ﷺ کی نماز کے موافق ہو" تو عبادت اس طرح کر گویا کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے........" مہدی موعودؑ نے فرمایا: میرا دنیا میں بھیجا جانا ہی دیدار کی دعوت کے لئے ہے"۔

معراج اور دیدار

یہاں اس بات کو پیش نظر رکھنا ہے کہ جہاں کہیں وہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہیں حضور نبی کریم ﷺ کی قربت و رفاقت کے مواقعہ حاصل رہے انہوں نے کئی مقطعات کے بارے میں کچھ نہ کچھ تفصیل بیان کی' لیکن کچھ مقطعات کے بارے میں یا تو مختصر الفاظ کہے یا خاموشی اختیار کی انہیں میں حٰمٓ اور عٓسٓقٓ دو مقطعہ ہیں بس اتنا کہا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اسماء ہیں ۔اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ صحابہؓ نے کہا ہے تو حٰمٓ اور عٓسٓقٓ کو ہم اللہ تعالیٰ کے کلام سے اس نام کو تلاش کر کے دیکھتے ہیں ۔سورۂ بقرہ بڑی اہمیت کی حامل ہے اس میں آیت الکرسی قرآن کی سب سے بڑی آیت مبارکہ ہے اس کے بیان کے بعد جو واقعہ بیان ہوا ہے یا جو منظر نامہ ہے وہ کئی سوالات کا جواب اور حل بھی ہے کہ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دشمن خدا نمرود کہ جسے اللہ تعالیٰ نے بادشاہت اور عزت دی مگر وہ سمجھ بیٹھا کہ وہ معبود ہے اور مغرور ہو گیا' تو حضرت ابراہیمؑ نے اس سے کہا کہ میرا معبود اور رب انسان کو پیدا کرتا ہے اور مارتا ہے اور سورج کو مشرق سے نکال کر مغرب میں غروب کرتا ہے تو نمرود لا جواب ہو گیا ۔اسی لئے اس سورۂ مبارکہ کو قرآن میں سب سے پہلے رکھا گیا ہے کیونکہ اللہ کی وحدانیت اور عظمت کا جو پروٹوکول معنی حاکم مطلق اللہ تعالیٰ کی بندگی کی جو سند یا چارٹر ہے اس کا خاکہ اس میں پیش کیا گیا ہے ۔اسی لئے حضرت مہدیٔ موعودؑ نے آلٓمٓ کے تعلق سے فرمایا کہ اس کے تین حروف میں سورۂ بقرہ کی تفسیر ہے ۔اب اس آیت کے شروع میں دیکھیں اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْم اللہ (وہ ہے جس کے سوا) کوئی

عبادت کے لایق نہیں' زندہ ہے (ہمیشہ) اور سب کو زندگی دینے والا۔ لَا تَاْ خُذُہٗ وَّلَا نَوْمٌ نہ اُس کو اُونگھ آتی ہے نہ نیند لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اسی کا ہے جو کچھ زمینوں میں ہے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ حَیُّ الْقَیُّوْم زندہ رہنا اور قایم رہنا اس میں پہلے ''ح'' ہے اور آخر میں ''م'' ہے یہ دونوں حروف مقطعہ حٰـمٓ کے ہیں اب اللہ کی بیان کی ہوئی استقامت کو عٓسٓـقٓ میں دیکھیں' نہ اُس کو نیند آتی ہے نہ اُونگھ' اُسی کی مخلوق ہیں سب آسمانوں میں اور زمینوں میں۔ اب اس عٓسٓـقٓ کے ''عین'' کو عظیم ''سین'' کو سلامت اور ''قاف'' کو قایم کہیں تو ہوا ''عظیم سلامت اور قایم'' یعنی حٰمٓ اور عٓسٓـقٓ کے معنی قرآن کے مطابق ہو نگے ''عظیم رب یا معبود جسے نہ اُونگھ آتی ہے نہ نیند تمام زمین و آسمانوں کی مخلوق اسی کی ملکیت ہیں'' اس طرح وہ رب عظیم ہے جس کے سوا کوئی رب نہیں۔ اس کا خلاصہ بھی آگے اسی آیت میں کر دیا' وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وہی ہے سب سے بلند عظمت والا۔ ہم اسی مضمون میں کہیں حروف تہجی کے اصول تر فہ اعدادی کا ذکر کیا ہے **اگر اس اُصول کے مطابق ح م ع س ق کے درمیان سے میم عین سین کو رفع کر دیں تو ح اور قاف ہی باقی رہیں گے جو بنتا ہے ''حق'' دینی اصطلاح Terminology میں حق اللہ رب العزت کو کہا جاتا ہے**۔ سورۂ بقرہ کے شروع میں الٓـــــــمٓ آیا ہے الف سے اللہ لام سے لا الٰہ میم سے مالک الملک جو حیٔ قیوم ہے ہمیشہ زندہ اور ہمیشہ قایم ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ الٓـــمٓ کا مطلب انا ربکم اعلی ہے' جو ان معنوں کے مطابق ہے جن کا خلاصہ اُوپر ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا معراج کی رات کو جب سیر کرائی گئی تو سدرۃ المنتہیٰ پر آپ کو تین چیزیں عطا کی گئیں پانچ نمازیں سورہ بقرہ کی آخری آیات اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے پر دوزخ سے نجات۔ اس سورت میں اللہ تعالی کے خالق و معبود ہونے کے تمام احوال کو' ایمان لایا رسولؐ پر اتاری گئی اس کتاب پر جو ان کے رب کی طرف سے ہے اور ایمان لاتے ہیں مومن سب دل سے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور ہم فرق نہیں کرتے اس کے کسی بھی رسولوں میں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم فرق نہیں کرتے اس کے (بھیجے) ہوئے کسی بھی رسولوں میں جو کچھ اللہ کے رسول نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی ہم اللہ کی بخشش کے طالب ہیں۔ (یہاں تک اللہ کی رب الاعلم ہونے کا اقرار ہوا اب کے عبادت طلب اور دعا ہے) اے ہمارے رب! تیری ہی طرف ہمیں لوٹنا ہے اللہ تعالی (تو کسی بندہ پر) ذمہ داری نہیں ڈالتا اس کی طاقت سے زیادہ (اور) اس کو اجر ملے گا جو (نیک عمل) اس نے کیا اور اس پر وبال ہوگا جو (برا عمل) اس نے کیا۔ اے ہمارے رب نہ پکڑ ہم کو اگر بھولیں یا خطا کر بیٹھیں۔ ایس ہمارے رب! نہ ڈال ہم پر بھاری بوجھ (آزمایشیں) تو نے ڈالا تھا ان پر جو ہم سے پہلے گزرے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار نہ ڈال ہم پر وہ بوجھ جس کے اُٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اور درگزر فرما ہم سے اور بخش دے ہم کو اور رحم فرما ہم پر تو ہی ہمارا دوست (اور مددگار) ہے تو مدد فرما ہماری کفار پر (بقرہ ۲۸۶) ان آیات میں خالق اور مخلوق معبود اور بندہ کی حقیقت کو واضح الفاظ میں بتایا گیا کہ انسان کی حقیقت اللہ کے غلام کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اللہ جو رب ہے وہ عظیم ہے۔ یعنی جو مقطع الٓـــمٓ کہ جس سے اس سورۃ کی ابتداء ہوئی ان کا خلاصہ اور وضاحت آخر کی آیات میں کر دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم یہ ہوا کہ

سوائے اللہ کے سبھی کچھ غیر اللہ ہے یہ چاند ستارے کہکشاں یہ دوزخ جنت ملا یک۔ حتیٰ کے انسان بھی فانی ہے لہٰذا وہ غرور نہ کرے جیسا کہ نمرود شداد فرعون نے کیا تھا مہدیٔ موعود علیہ السلام نے یہی تعلیم دی لَا اِلٰہ ھوں نھیں اِلَّا اللہ توں ھے یہاں ھو اور تو سے خطاب کرنے کے بجائے ادب کا لحاظ اپنایا گیا واحد کو جمع کے صیغہ سے بدل کر ھوں اور توں کیا گیا ہے۔ تو ہی تو ہے میں بھی نہیں ہوں یعنی ''میں'' بھی غیر اللہ اگر یہ میں باقی رہا تو دوئی ہو جاتی ہے یہی احساس ابلیس کو ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے راندۂ درگاہ کر کے لعنتی قرار دیا۔ اس لئے ''میں'' بھی نہیں صرف ''وہ'' یعنی ھــــو جو اللہ ہے وہ متکبر بھی ہے عظیم بھی جو ہمیشہ سلامت قایم و دایم ہے۔ وہ ھو جو حضور ﷺ کو سدرۃ المنتہٰی کے پار اپنے تمام جلال اور جلوؤں کے ساتھ نظر آیا تھا جو ہر جگہ موجود ہے موجود رہیگا وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ (الحدید) تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ اللہ جو رب العالمین ہے وہ آسمانوں کے پرے کہیں رہتا ہے چاند سورج ستاروں اور کہکشاں کے جھرمٹ کے آگے۔ مگر ایسا نہیں ہے یہ تمام کاینات کو اس کی قدرت حلقہ کئے ہوئے گھیرے ہوئے ہے حضور نبی کریم ﷺ کو اس جھرمٹ سے آگے بلایا گیا تھا جہاں پر ملا یک۔ مقرب حضرت جبرئیل کا داخلہ نہ ہو سکا جسے سدرۃ المنتہٰی کے آگے کہا گیا اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تصور انسانی عقل و فہم سے بالاتر ہے اور جو اللہ کی قدرت کلائنات کو گھیرے ہوئے ہے ظاہر ہے ہر مخلوق حتیٰ کے انسان کو اپنے حلقہ میں لئے ہوے ہے یہی بات اللہ تعالیٰ قرآن میں کہہ رہا ہے ''تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے''۔ مگر دیدار یا بصیرت کی تعلیم سے جو سر کی یا دل کی آنکھوں سے ہے اس سے ایک ایسا نقشہ کھنچ جاتا ہے کہ انسان لامحالہ اللہ کی عظمت کا قایل ہو جائے۔ ایسی کیفیت انبیا کو بخشش اور عطا سے ملتی ہے اولیاء میں کوشش اور جدوجہد سے پیدا ہوتی ہے اور مہدیٔ موعودؑ نے اُمت مسلمہ کو آسانی سے سمجھائی ہے۔ مہدیٔ موعودؑ نے یہ تعلیم دی اللہ کا ہونا ہونا ہے انسان کا ہونا ہونا نہیں ہے کیوں کہ وہ غیر اللہ ہے۔ یہ تعلیم انبیا علیہم اجمعین کی ہے جنہیں قرآن میں ''بینہ'' روشن دلیل کہا گیا اور حضور نبی کریم ﷺ بھی بینہ تھے اور رسولؐ کے تابع تام خلیفۃ اللہ بھی ایک روشن دلیل ہیں اللہ کی حجت۔ اسی لئے مہدی آخر الزماں کا دنیا میں حکمراں بنایا بادشاہت قایم کرنا غیر اللہ کا دوبارہ باقی ہونا ہے آپؑ نے اسی کی نفی کی تعلیم دی۔ تخلیق آدمؑ کی انتہا حضرت عیسیٰؑ سے ہے دونوں میں مسابقت یہی ہے کہ آدمؑ سے ابتدا عیسیٰؑ سے انتہا ایک کو مٹی سے پیدا کیا دوسرے صرف ماں کی کوکھ سے جو علامت مٹی ہی کی ہے دونوں کی پیدائش میں کسی غیر اللہ کا دخل نہیں دونوں اللہ کی تخلیق۔ حضرت عیسیٰؑ جو دنیا کے خاتمے کے لئے آرہے ہوں اُن کے ساتھ ''مہدی'' یا ہدایت کا آنا بے معنی ہے خاتمہ کے وقت ہدایت کا کیا جواز ہے روایتوں میں ہے کہ حضرت عیسیٰ چالیس سال حیات رہیں گے اور قیامت بدترین لوگوں پر قایم ہوگی جس میں ایک بھی اللہ کا نام لینے والا باقی نہ رہے گا سورۂ الزخرف کی آیت نمبر ۶۱ وَاِنَّـــهٗ لَـعِـلْـمٌ لِّـلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ اور بے شک وہ ایک نشانی ہیں قیامت کے لئے پس ہر گز شک نہ کرو اس میں اور میری پیروی کیا کرو۔ کے تحت حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل ہے کہ وَاِنَّـهٗ لَـعِـلْـمٌ لِّـلسَّـاعَۃِ اس سے مراد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن سے تھوڑا پہلے دنیا میں تشریف لائینگے۔ (مسند امام حنبل اصفحہ ۳۱۸) ایسی ہی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی نقل ہے

جوحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واحد تشریف لانے کی گواہ ہیں۔ جو انسانیت ہزاروں سالوں میں لاکھوں انبیاء کی ہدایت کو نہیں مانی وہ صرف چالیس سالوں میں کیسے مہدیؒ کی ہدایت سے راہ راست اختیار کرلے گی؟ البتہ جس طرح نبی کریم ﷺ کی اُمت کو لیلۃ القدر کی ایک رات میں ہزار مہینے کی عبادت یا 84 چوراسی برس کا ثواب عطا ہوگا اگر اس رات کی عبادت قبول کر لی گئی تو اسی طرح جو دعوت بصیرت آپ ﷺ کو دینے کا حکم ہوا ان کے بعد آپؐ کے تابع تام کو اس بصیرت کی تعلیم اور تبلیغ کو حکم ہوا ہے اگر اس پر شرایعت ولایت مخصوصہ پر چل کر عمل کیا گیا تو معراج کے دیدار کی کیفیت اللہ تعالیٰ خاصان خدا کو بھی دے سکتا ہے اگر وہ چاہے تو جو پل بھر میں انسان کی کامیابی وکامرانی کا سبب ہوسکتا ہے۔ **لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار** (6:103) کے مطابق۔ مہدیؑ موعود آخرالزماں کی ہدایت یا تعلیم مومنوں کے لئے ہے نافرمانوں کے لے نہیں جن کا یقین غیر مستحکم ہو اس تعلیم یا ہدایت کے لئے ایمان کے ساتھ معرفت الٰہی کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا دنیا سے زندہ اُٹھالیا جانا بے معنی نہ تھا اُسی لئے سردار الانبیا محمد ﷺ کے بعد اُمت کو بے قابو یا بے لگام نہیں چھوڑا گیا نویں صدی ہجری میں پہلے ہدایت کے سلسلے کو جاری رکھا ایک معصوم عن الخطاء سے کہ جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو غیر فانی ہے حٰمٓ ۔ **الْحَیُّ الْقَیُّوْم** جو عٓسٓقٓ یعنی عظیم سلامت اور قایم ودایم رہنے والی ذات اس کے بعد میں خاتمہ کا اعلان ہے۔ اس میں ایک پیغام ہے کہ چاہے حضرت عیسیٰؑ ہی کیوں نہ ہوں انہیں مٹی میں ملایا جانا ہے تا کہ دنیا کی کوئی مخلوق زندہ اور قایم نہ رہے یہ بات قرآن میں بتادی گئی کہ قیامت کے دن زمین ہلادی جائے گی ستارے بے نور ہو جائیں گے۔ سورۃ التکویر الانفطار اور مرسلات میں جس کا ذکر ہے۔ حدیث جبرائیل میں پہلے احسان یعنی دیدار کا بیان ہے بعد میں قیامت کا ٗسوال یہ ہے کہ دیدار کے بیان کے ساتھ قیامت کا ذکر کیوں؟ یہ بڑا اہم سوال ہے اللہ کی عظمت بڑائی اس کی بصارت کو قرب قیامت سے پہلے بیان کر کے اس کی اہمیت کو ظاہر کر کے بندوں کو اللہ کی قربت کا موقع دینے کے بعد قیامت کا برپا ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ قایم اور ہمیشہ زندہ ہونا! دنیا میں کئی انسان آئے کئی قومیں آئیں کئی زمانے آئے کئی بتوں کو مانا گیا کئی نے ٗمعبود بنائے گئے ایک مدت بعد ان کا نام ونشان مٹ گیا مگر ہر دور میں ایک خالق عالم کا تصور ہمیشہ موجود رہا مگر انسان قومیں زمانے باقی نہیں رہے ان کے دور گزرنے کے بعد دوسرا دور آجاتا مگر ایک خالق کا تصور کبھی بھی دھندلا اور موہوم نہیں ہوا آج اُس دور کی نشانیاں باقی رہ گئیں نہ قومیں رہیں نہ وہ لوگ شداد اور اس کی قوم نے باغات جنت Hanging Gardens بنانے کی کوشش کی جنہیں دنیا کے عجایبات میں مانا گیا مگر وہ نیست ونابود ہو گئے فرعانہ مصر نے قوی ہیکل اہرام بنائے جو دنیا کے عجایبات میں سے ہیں جنہیں آج کی ترقی یافتہ دنیا اور انجینر تک بنانے سے معزوری ظاہر کرتی ہے ایسے فرعون اور ان کی قومیں باقی نہیں رہیں اور ان کی تعمیرات نشان عبرت بن کر رہ گئیں۔ قوم ھودؑ نے پہاڑوں کو تراش کر مکان بنادئے جو اب اردن میں پٹرا کی قدیم عمارتوں کے آثار ہیں جو عجایبات میں سے ہیں آج کی دنیا محوئے حیرت ہے کہ اتنے قدیم زمانے میں یہ کسطرح تعمیر کی گئیں نہ وہ قوم ہے نہ ان کی عظمت۔ آج دنیا میں بڑے بڑے قوی ہیکل سمندری جہاز بنائے جاتے ہیں آسمان میں اڑنے والے جہاز کی ابتداء ایک مسافر سے ہوئی آج ایک جہاز میں

ساڑھے سات سو مسافر والے جہاز بن رہے ہیں مگر ایک مدت کے بعد انہیں گراونڈ کر کے اسکریپ کر دیا جاتا ہے یہی حال عمارتوں اور کارخانوں کا ہے معنی کوئی بھی شے باقی نہیں رہتی ہے۔مگر زمانے کے ہر دور میں ایک خالق ومعبود کا نام موجودگی اس کا خوف اس کی عبادت اس کے پاس جوابدہی کا نظریہ زمانے کے ہر دور میں رہا ہے رہے گا دنیا کی کوئی قوم کوئی کتاب کوئی تصور اسے نہ سمجھا تا ہے نہ بتاتا ہے سوائے قرآن اور اسلام کے اس حقیقت کا کوئی جواز نہیں پیش کر سکتا یہ قرآن کے اللہ کی کتاب ہونے کی دلیل ہے جو حیّ قیوم ہے جو ہر زمانے اور دور میں رہا ہر قوم ملک وخطہ کا معبود بھی رہا بھلے ہی معبود انے باطلہ آتے جاتے رہے مٹتے مٹائے بھولتے بھلائے جاتے رہے۔ پہلے کے زمانے میں کوئی چیز کسی ایک شخص گروہ قوم تک محدود ہو جاتی تھی رفتہ رفتہ اس کے وجود استعمال کا دایرہ وسیع ہوتا چلا گیا مثلاً بل گیٹ نے 1985 میں ونڈو Windows 1 بنایا جو یم لیس ڈاس اور کمانڈ لاین پر چلتا تھا اس کے بعد اس نے جو کمپنی بنائی اس کے انجینیر س نے اس میں اپنی اپنی صلاحیتیں اور تکنیک اتنی بڑھا دی کے آج بل گیٹ کو خود اعتراف ہے کہ اس کے بنائے آپریٹنگ سسٹم سے آج کا ونڈو بہت زیادہ کار آمد اور عظیم ہے جس سے دنیا کو خاطر خواہ فایدہ ہو رہا ہے۔اللہ تعالی نے آج ہر چیز کو وسیع وعریض طور پر استعمال کرنے کی انسان کو صلاحیت عطا کی ہے باوجود اس کے نہ بنانے والے نہ بنائی ہوئی شے باقی رہتی ہے اس سے بہتر سامنے آجاتا ہے۔ یہ وہی ہمیشہ زندہ ہمیشہ قایم رہنے والے کی قدرت ہے کے وہ بہتر سے بہتر انسان اور حالات کو پیدا فرما دیتا ہے تا کہ کوئی یہ دعوی کرے کہ مجھ سے بہتر کوئی نہیں۔

ہر انسان اپنے عقیدہ مذہب سوچ سمجھ خیال کے مطابق مسایل کا حل تلاش کرتا ہے اور اس کا تمامی علم کا ایک نکتہ انجماد ہوتا ہے جہاں وہ جا کر رک جاتا ہے اُس سے آگے نہیں بڑھتا عالم فاضل مفسر محدث بن گئے مسند مشیخیت پیری مریدی تک خود کو محدود کر لیا پھر اس کے بعد خدا کے حکم پر لوگوں کو عمل پیرا کرانے کے بندوں کو اپنے خیال اور عقیدہ کا غلام بنائے رکھنا پسند کرتے ہیں۔مگر قرآن اور شریعت انسان کو آدمیت کے اس منجمد مقام سے آگے لے جاتی اور اُس کے نکتہ انجماد کو تحلیل کر کے اس کی سوچ سمجھ ادراک قلب ونظر میں استقامت اور روانی فصاحت وبلاغت پیدا کرتے ہیں جو ایمان یقین تخلیق کاینات اور خالق کی عظمت کے مقصد کو سمجھنے میں مددگار ہوتے ہیں اور انسان کے اندر عبادت ریاضت کے علاوہ محاسبہ مکاشفہ پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالی انسان میں یہی بات پیدا کرنا چاہتا ہے کہ انسان کاینات کی ساخت بناوٹ اس کی تخلیقی حیثیت اور ضرورت میں غور وخوص کرے تا کہ وہ مالک حقیقی کو پہچانے اور اُس کے آگے سرنگوں ہو جائے۔انسان کی تخلیقی فطرت خالق حقیقی کی طرف رہنمائی کے لئے ہے نہ کہ خودنمائی انا غرور تکبر عیش وعشرت لہو ولعب کے لئے۔اللہ تعالی نے انسان کو دست قدرت سے بنایا اس کے اندر اپنی روح پھونکی اور انسان کی زبان پر اپنا کلام جاری کرایا ایسا مرتبہ نہ ملا یک۔ کو حاصل ہے نہ ہی دوسری مخلوق کو اور نہ جن اور شیطان کو۔ یہ کاینات اللہ تعالی کے نور سے بنی ہے اور شیطان نار سے اس ''نور'' جو سکون کی علامت ہے اور ''نار'' وحشت کی اس نور ونار میں صرف ''واؤ'' اور ''الیف'' کا فرق ہے اگر انسان ''واؤ'' کی طرح جھک کر اللہ کی اطاعت وعبات میں مصروف ہو گیا تو نور کی طرف چل پڑے گا اور ''الف'' کی طرح غرور وانا

سے اکڑ کر کھڑا رہے گا تو وحشت وجہنم کی طرف جائے گا۔

مترجموں نے کیسی من مانیاں کی ہیں اگر دیکھنا ہے تو قرآن کا غور سے مطالعہ کرنا ہوگا۔ وَاجْعَلْ لِی مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَصِیْرًا (سورہ اسراء آیت 80) سبھی مترجموں نے اس آیت کے معنی یہ لئے ہیں ''اور اپنی طرف سے میرے لئے عطا کر **غلبہ مدد دینے والا**۔ کسی نے ترجمہ کیا ''اور عطا کر مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو''۔ مگر جبکہ عربی لغات میں اس کے معنی یوں بتائے گئے ہیں۔ لَدُنَ کے معنی سمجھانا' اہل لغت نے کچھ مثالیں دی ہیں جیسے اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا فرما یہاں ''طرف سے'' پر غور کریں۔ اس کے بعد فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا مجھے عطا فرما اپنی طرف سے **جانشین**۔ لیا ہے عَلَّمْنٰاہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ہم نے اپنے پاس سے اس کو علم سکھایا۔ لِیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِنْ لَّدُنْہُ تا کہ اللہ کی طرف سے ہونے والے عذاب سے لوگوں کو ڈرائے لہٰذا اس کے معنی ہوئے ''طرف سے'' رحمت' جانشین' طاقت' غلبہ بھی۔ اور عِنْدَ کی طرح لَدُنْ اسم میں غیر متمکن ہے یعنی جگہ پکڑنے والا' قائم رہنے والا۔ لیکن بقول راغب اصفہانی عند سے کوئی خاص ہوتا ہے' کیونکہ عموماً اس سے پہلے مِن حرف جر آتا ہے بغیر مِنْ کے استعمال اگرچہ ہوتا ہے مگر بہت کم لَدُنْ ہمیشہ مضاف (علم نحو میں وہ اسم جو کسی دوسرے اسم کے ساتھ لگایا جائے) استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم اس لَدنَ کو رسول ﷺ کا جانشین لیں گے تو سوائے خلیفۃ اللہ مہدی کے نبی کریم خاتم الانبیاء ﷺ کے کون جانشین ہوگا؟

اب سُلْطٰن کی حقیقت بھی جان لیتے ہیں اس کے معنی قوت' حجت' برہان' سند' حکومت ہے جیسے لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ نہیں نکل سکیں گے بدون سند کے۔ اور کبھی اس سے معجزہ بھی مراد لیا جاتا ہے اِذْ اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ جب بھیجا ہم نے فرعون کے پاس دیکر کھلی دلیل (معجزہ) سلطان اس لئے کہا جاتا ہے کہ دلوں پر اس کا دباؤ ہوتا ہے اکثر اس کا تسلط اہل علم وحکمت پر ہی ہوتا ہے۔ ازہری نے کہا کہ سلطان کا لفظ مذکر ہے۔ لہٰذا کھلی دلیل کو قرآن میں بینہ کہا گیا اس لحاظ سے وہ صاحب بینہ مہدی موعود آخرالزماں ہونگے۔ اب آتے ہیں نَصِیْرًا کے معنی حفاظت کرنے والا دفع کرنے والا۔ مددگار۔ جیسے صیغہ صفت مرفوع معرفہ نَصَر سے مدد کرنے والا۔ لہٰذا خاتم الانبیاء ﷺ کے مدد کرنے والا سوائے خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ کے کون ہوسکتا ہے۔ اب اس سورہ بنی اسرائیل کے پہلی آیت کو سامنے رکھیں کہ جس میں کہا گیا کہ ''پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندہ (محمدؐ) کو رات میں مسجد حرم سے مسجد اقصیٰ جس کے گرداگرد ہم نے برکت دی ہے تا کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں'' اس کے بعد اسی سورۃ کی آیت 80 کے اس پیغام میں غور کریں کہ ''اپنی طرف سے ایک اقتدار (منصب والے۔ خلیفۃ اللہ کو؟) میرا مددگار رہنا'' پوری آیت اس طرح ہے وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا یہاں سبھی نے سُلْطٰنًا کا معنی غلبہ' قوت' اقتدار لیا ہے۔ جبکہ یہاں اس کے حقیقی معنی جانشین کے لئے جائیں گے جو آپ ﷺ کی مدد کرنے والا ہوگا۔ یہاں یہ روایت دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ بیہقی نے دلائل میں حضرت قتادہ سے بیان کی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ

نے آپ ﷺ کو مکہ سے ہجرت کرنے مدینہ میں داخل کرنے کا حکم دیا ہے مُخْرَجَ صِدْقٍ مراد مکہ مکرمہ اور مُدْخَلَ صِدْقٍ مراد مدینہ منورہ ہے ۔اللہ تعالی کا کلام ہے اس میں مفسروں نے اپنی رائے قایم کی ہے' مگر کیا یہ ایسا نہیں ہے کہ مجھے میرے بعد ایک **جانشین** سے مدد فرمانہیں ہے؟ جو صاحب بینہ یعنی منصب خلافت والا صاحب اقتدار مدد کرنے والا ہو سُلْطٰنًا نَصِيْرًا ۔جس کا وعدہ اللہ تعالی نے کیا سورہ قیامہ نزول 31 اور سورہ ھود نزول 52 آیت 11 میں کیا کہ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (یہ آیتیں) پھر سے بیان کی جائیں گی حکمت والے باخبر اللہ کی طرف سے ۔اس کے بعد آیت 17 اسی سورہ ھود میں کہا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کہ پس جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو (کیا اس کے برابر ہو سکتے ہیں)۔اب یہاں اُس صاحب منصب اقتدار والے جانشین کو اور جو اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو اُس کے ذریعہ آیتوں کا دوبارہ تفصیل سے بیان کرنا نہیں قرار پائے گا؟ جس کی دعا نبی کریم ﷺ فرما رہے ہیں اور یہ تفصیل کا بیان کیا'' **الصلوٰۃ معراج المومنین** مومنین کی معراج نماز ہے کہ جس معراج میں اللہ تعالی نے جہاں حضور ﷺ کو دیدار بھی کرایا اور پنج وقتہ نماز کا حکم بھی دیا؟ اور حضور ﷺ کے مبشر صاحب اقتدار جانشین رب کی طرف سے دلیل پر ہونے والے خلیفۃ اللہ مہدی موعود آخر الزماں نے کیا ''طلب دیدار'' کو فرض نہیں قرار دیا۔حضور ﷺ نے نماز فرض کی آپؑ کے تابع تام نے ''طلب دیدار'' فرض قرار دیا یعنی معرفت الٰہی۔یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہے کہ مہدیؑ نے ''دیدار'' کو فرض نہیں قرار دیا بلکہ 'اس دیدار کی طلب'' کو فرض قرار دیا ہے یہ بات بخوبی یاد رکھنی چاہے' کیونکہ جس طرح اُمت محمد ﷺ میں ہر کوئی نماز فرض کا اہل نہیں ہوتا اسی طرح ہر کوئی دیدار کا اہل نہیں ہوتا۔جیسے نماز کی توفیق اللہ کی طرف سے ہے اسی طرح دیدار کی توفیق بھی اللہ کی طرف سے ہے۔اب مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ میں غور کریں اگر صحابہؓ کی بات کو سامنے رکھیں کہ مکہ سے مدینہ ہجرت کر جانا اس کے معنی ہیں تو یہ مقام کی منتقلی معاملات کی منتقلی پر کیوں محمول نہیں ہوگی؟ معنی قرآن کا بیان کیا جانا جس کا وعدہ سورہ قیامہ اور ھود میں ہے اور سورہ رحمٰن میں **علم القرآن خلق الانسان** میں جس کا بیان ہے کیا یہ وہی منتقلی نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد ایک خلیفۃ اللہ مہدی کی بعثت میں ایسا ہوگا؟ ۔جس کا وعدہ نویں صدی ہجری میں کیا گیا ہے۔اس طرح ہمیں اللہ تعالے اس بیان کی حقیقت واضح ہو جاتی جو سورہ یوسف کی ۱۰۸ اویں آیت میں اللہ تعالی نے کہا ہے'' کہہ دو اے محمدؐ یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت (دیدار) کی بنیاد پر اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع ہے'' کہ یہاں ایک'' تابع'' کا بیان ہے اور سورہ اسرا کی 80 آیت میں ایک مددگار منصب والے کا بیان ہے جو بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ وہ منصب والا مہدی موعود آخر الزماں ہیں جن کے آنے کا وعدہ نبی کریم ﷺ سے کرایا گیا تھا۔اب دوبارہ سورہ اسرا کی 21 ویں آیت دیکھیں'' دیکھ لو دنیا ہی میں ہم ایک گروہ کو دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے' اور آخرت میں درجے اور فضیلت اور زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوگی'' ۔بات یہیں ختم نہیں ہے سُلْطٰنًا نَصِيْرًا میں نصیرا یعنی مددگار امام آخر الزماں مہدی موعودؑ ہیں۔اس طرح سے لَّدُنْ تک وہ خاص جانشین جو مددگار ہیں متبوع ﷺ کا نَصِيْرًا سلطان ہے ولایت مقیدہ مخصوصہ کا وہ ہیں مہدی موعودؑ۔اور یہی فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ ہے جو مدد

گا رجس کا بیان سورہ ھود میں اور یہاں سورہ بنی اسرائیل میں ہوا ہے۔

جیسے کہا بھی مترجموں نے مختلف معنی اس آیت کے لئے ہیں۔ہم اسے یوں دیکھیں۔اے اللہ اپنی طرف سے عطا کر ایک جانشین جو علم سکھائے (ثم ان علینا بیانه) یعنی ایک حجت دلیل برہان جو اللہ کی طرف سے آئے۔اور قرآن میں دلیل اور حجت کو بینه بھی کہا گیا ہے نبی رسول اور اللہ کے خلفاء کو بھی۔اور **مہدی موعودؑ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں سورہ بینہ کو پیش کیا کہ اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ وہ بینه تیری ذات ہے اور اس طرح یہ مسلہ بھی حل ہوتا ہے کہ سورۃ بینہ میں ''دو'' بینہ کا جوذکر ہے۔یہاں معلوم ہو رہا ہے کہ پہلے بینہ محمدﷺ جو صاحب قرآن وشریعت ہیں ایک دوسرے بینہ خلیفۃ اللہ مہدی کو جانشین بھیجے جانے کی دعا کر رہے ہیں تا کہ وہ مبین کلام اللہ ہونے کی حجت سے دین کے احوال واعمال میں بعد کسی وقت مدد کریں یا قرآن کا بیان کریں اس طرح سورہ اسراء کی بات کو دوبارہ مدینہ منورہ کے نبوت کے آخری ایام میں سورہ بینہ نزول 100 میں دوبارہ دہرایا گیا**۔راغب اصفہانی کے طریق پر یہاں وہ جو خاص ہیں عندَ حجت ہے امام مہدی موعودؑ ہیں جو **سُلْطٰنًا نَصِيْرًا** خلیفۃ اللہ کی سند پر مدد کریں بیان قرآن میں۔اس طرح حضور مکرمﷺ کی دعا قبول ہوتی ہے کہ ''مجھ کو جہاں بھی لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور نکال سچائی کے ساتھ اور اپنی طرف سے ایک صاحب سند خلیفۃ اللہ کے ذریعہ'' (آیت 80) لے جانا نکالنا معنی آپﷺ کے پیغام کو صحیح اور حقیقی طور پر پہنچانا۔اس کے بعد اللہ تعالی اسی سورۃ کی آیت نمبر 84 میں فرماتا ہے ''اے نبی ان لوگوں سے کہہ دو کہ ہر ایک اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے اور تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ سیدھی راہ پر کون ہے''۔اور اس سے پہلے آیت نمبر 21 میں کہا کہ ''مگر دیکھ لو **دنیا ہی میں** ہم ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت میں یہ درجے اور فضیلت اور بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوگی۔یہاں **دنیا ہی میں** پر غور کریں چونکہ یہ سورۃ معراج کے بیان سے شروع ہوتی ہے کہ جس میں حضور نبی کریمﷺ کو دیدار کرایا گیا تھا' آیت نمبر ایک دنیا میں بڑی فضیلت کا دیا جانا دوسرا کسی خاص گروہ کو دیا جانا۔اسی لئے آیت 72 میں کہا گیا کہ ''اور جو اس دنیا میں اندھا بن کر رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا اور راستہ پانے میں اندھے سے بھی زیادہ ناکام۔اور اسی اندھے پن سے چھٹکارا پانے کا طریقہ حضورﷺ کو آیت 72 میں بتایا گیا کہ ''اور رات کو تہجد پڑھو یہ تمہارے لئے بہتر ہے بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز کردے (مزید دیدار سے نوازے)'' ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا مگر اکثر انکار پر ہی جمے رہے'' اور اس کے بعد بتایا گیا تھا کہ آیت 89۔اس کی (اللہ تعالی کی) پاکی تو ساتوں آسمان اور زمین اور ساری مخلوق بیان کر رہی ہے جو آسمان و زمین میں ہے۔کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اللہ تعالی کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا بردبار اور درگزر کرنے والا ہے۔(آیت 45) اس کے بعد دوبارہ شروع سے اس سورۃ میں غور کریں ''پاک ہے وہ (ہر عیب سے) جو اپنے بندے (محمدؐ) کو سیر کرائی ایک قلیل عرصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصٰی تک تا کہ اسے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائے'۔سورہ اسراء آیت 1۔قدرت کی نشانیاں دکھلانے سے متعلق قرطبی نے بیان کیا ہے کہ اگر یہ خواب ہوتا تو اللہ تعالی کہتا ''بروح

عبدہ"اپنے بندے کی روح کو یہ نہ کہتا بعبدہ جیسے قول باری تعالیٰ ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی (سورہ نجم) نہ آنکھ بھٹکی نہ تیز ی ہوئی ۔اس کے بعد قرآن کا معجزاتی بیان دیکھیں آیت نمبر 3 میں"تم ان لوگوں کی اولاد ہو جنہیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار کیا "بے شک یہ یاددہانی ہے انسان کے اولادِ آدم ہونے کی' لیکن یہاں حضرت آدم کا ذکر نہ کر کے نوحؑ کے ساتھیوں کی اولاد میں موجودہ نسل انسانی کے ہونے کا بیان یاددہانی ایک دوسری حقیقت بیان کرتی ہے۔ یعنی آدم علیہ اسلام سے نوحؑ تک انسانی ارتقاء کا ایک دور مکمل ہو گیا اس کے بعد نوحؑ سے ایک دوسرا دور شروع ہوا جس میں انسان کی زمین پر ترقی کی ابتدا ہوئی بذریعہ سمندری جہاز کے اس سے پہلے زمین پر سمندروں میں جہاز چلنے کا کوئی وجود نہ تھا اس لحاظ سے جانوروں کے علاوہ انسان نے جو پہلی سواری بنائی وہ جہاز ہے۔اس کے بعد کہا کہ"ہم نے اپنی کتاب (توریت' زبور) میں بنی اسرائیل کو متنبہ کر دیا تھا کہ تم **دو مرتبہ زمین پر فساد** بر پا کرو گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے"' یعنی انہیں پہلے ہی بتا دیا گیا کہ وہ سرکشی کریں گے۔دو مرتبہ کی سرکشی یہ ہو سکتی ہے کہ پہلی بار حضرت موسیٰ نے فرعون سے نجات دلا کر لے آئے تو انہوں نے دوبارہ گائے کے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی' اور دوسری بار انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا دیا اور یہود و نصاریٰ کے حصے کہلائے۔اور اس پر تنبیہ کرتے ہوئے آیت 17 میں کہا کہ"دیکھو کتنی ہی نسلیں ہم نے نوحؑ کے بعد ہمارے حکم سے ہلاک ہو گئیں ۔(غور کریں نوحؑ کے بعد آدمؑ کے بعد نہیں نوحؑ کے بعد) آیت 20 ان کو بھی اور ان کو بھی"دونوں" فریقوں کو ہم (دنیا میں) سامان حیات (زندگی) دئے جا رہے ہیں یہ تمہارے رب کا انعام ہے (کسی کو ایمان دیا تو کسی کو احسان اور دیدار سے نوازا) اور تمہارے رب کو (یہ انعام دینے سے) کوئی روکنے والا نہیں ۔اب ذرا پہلی آیت پر غور کریں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو لے جانا ۔آخری نبی ﷺ کو انبیا میں پہلا مقام یہ کہ آسمانوں پر لے جانے سے پہلے مسجد اقصیٰ لے جانا انبیاء کی امامت کے لئے جو حضور ﷺ سے پہلے نبوت کے ساتھ ولایت کے مقامات پر فائز ہو چکے تھے زمین پر یعنی دنیا میں 'اس طرح بتایا گیا کہ **اللہ تعالیٰ کی ولایت محبت قربت یا دیدار کا معاملہ دنیا سے ہی متعلق ہے یعنی دار دنیا میں دیدار ممکن ہونے کے اشارے ہیں** جس کی تعلیم مہدی موعودؑ نے دی ہے ۔معراج کی رات انبیاء کی امامت حضور ﷺ سے آسمانوں یا عالم برزخ میں بھی کرائی جا سکتی تھی پہلے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ میں گئے اُس کے بعد آسمان پر کیوں؟ ۔کیونکہ اعمال ولایت کے حصول کا مقام زمین یعنی دنیا میں ہی ممکن ہے بتانا مقصود رہا ہو گا تو پھر دیدار کیوں نہیں؟ ۔انسان کے وجود میں آسمان میں مقام ارواح کا ہے جس کا ذکر اسی سورہ میں ہوا ہے"کہدو کے روح اللہ کے حکم سے ہے جسکا تمہیں کم علم دیا گیا ہے ۔اب ان تمام جزیات کو جمع کریں کہ آدم کے بعد نوحؑ کا دور بنی اسرائیل کا دو مرتبہ زمین پر فساد کرنا' دو فریقوں کو دنیا میں الگ سامان حیات مہیا کرنا مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کا ذکر نبوت کے بعد جانشین کا ہونا معراج کے سفر کے دو مرحلے پہلا مکہ سے بیت المقدس اس کے بعد بیت المقدس سے آسمانوں کی سیر اور اللہ کے رسول ﷺ کا ایک جانشین یا مددگار کا طلب کرنا نبوت اور ولایت یہ تمام"دو" دو' احوال کیا اُن دو بینہ کے نہیں لگتے جن کا ذکر سورہ بینہ نزول قرآن میں 100 سورہ کے بطور کیا گیا ہے ایک بینہ کفر و شرک کا خاتمہ کرنے والے دوسرے بینہ اُمت کے منتشر فرقوں

کودعوت قربت الٰہی یا طلب دیدار دینے والے۔

الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا جنہوں نے اپنے ''دین'' کوکھیل اور تفریح بنالیا ہےاورانہیں دنیا کی زندگی نے فریب میں مبتلا کررکھا ہے۔یہاں پر ''دین'' کوکھیل اورتفریح بنانا ''غور'' طلب ہے کفرو شرک نہیں ''دین'' اور یہ معلوم حقیقت ہے کہ دین کے پیروکار صرف مسلمان ہیں کافر و شرک اپنے طریقوں کودین نہیں کہتے۔اوردین ''اسلام اورایمان کوکہتے ہیں''۔اورایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ حاضر وغایب سمجھا جائے۔جس کا بیان اسی سورہ اعراف کی آیت ۷ میں ہے۔وَّمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ ہم کہیں غایب تو نہیں۔صاف اورواضح پیغام ''ہم حاضر ہیں'' ہرجگہ پر یہ وہی پیغام ہے وَ هُوَ مَعَکُمْ این مَا کُنتُم تم جہاں کہیں ہو وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے۔(حدید) یہی بات سورہ بقرہ یعنی ابتدائے قرآن میں بتائی گئی۔یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کہ غیب پر ایمان لانا ہی اسلام اورایمان ہے۔اورسورہ اعراف آیت ۱۰ میں اللہ فرماتا ہے کہ وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَکُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمہارے لئے یہاں سامان زندگی فراہم کیا مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہو۔''زمین میں اختیارات کے ساتھ بسانا'' کیا ہے؟ کیاانسان کو صرف حاکم محکوم یا تجدید وایجاد کرنا ہی اختیار ہے نہیں بلکہ یہ 'اختیار' کچھ اور ہے'!جب یہ اختیار حضور نبی کریم ﷺ کو حاصل ہوا تو آسمانوں کی سیر کی اوراللہ کا دیدار کیا' انسان بھی اپنی عبادت ریاضت خلوص نیت سے ان اختیارات کوحاصل کرنے تلاش کرنے کی کوشش کرے تو وہ بھی حیات زندگی میں ''دیدار'' سے مشرف ہوسکتا ہے' اصل اختیار انسان کا یہ ہے کیونکہ وہ اشراف المخلوقات ہے۔اوریہ اختیارات انسان کے سلب ہوجاتے ہیں جب وہ اللہ کی حکم عدولی اورانحراف کرتا ہے تو اس طرح انسان اورخدا کے درمیان پردہ یا حجاب حایل ہوجاتا ہے۔یہ حجاب انسان نے توڑ دیا تو اسے جنت سے نکال دیا گیا جس کا بیان اعراف آیت ۲۰ میں ہے''پھر شیطان نے اُن کو بہکایا تاکہ ان کی شرم گاہیں جوایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے اس نے ان سے کہا تمہارے رب نے تمہیں جواس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم فرشتے نا بن جاؤ یا تمہیں ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوجائے''۔اناج کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ جب اسے انسان کھائے تو فضلہ یا نجاست باہر نکلنا ضروری ہے اس کے لئے انسان کواپنا لباس دن میں کئی بار اتارنا پڑتا ہے جس سے شرم گاہ کھولنی پڑتی ہے۔جب شرم گاہ کھلتی ہے تو یہ ہے تو بے حیائی لیکن یہ مرد عورت کے درمیا کشش کا سبب بن جاتی ہے جس انسان کے تولد وتناسل کا سلسلہ چلتا ہے۔انسان جب معرفت الٰہی کی تلاش کرے تو لہولعب معاصی وگناہ کوترک کردے۔یہی تعلیم قرآن وسنت رسول ﷺ کے ذریعہ مہدی موعود آخرالزماں نے دی ہے۔معرفت الٰہی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ انسان غایب کوحاضر دیکھنے کی کوشش کرے تاکہ اس کی قربت حاصل ہو۔

جیسےاس سے پہلے ہم نے کہا کہ ہندو گیتا اوررامائن کوجنہیں اپنی مذہبی کتابیں مانتے ہیں اُس میں جنگی قصے کہانیاں ہیں اُن کے عبادت کے طریقے کی کتابیں ''وید شاستر'' ہیں۔یہی بات یہودیوں کی ہے کہ اُن کی مذہبی کتاب توریت ہے

جبکہ عبادتوں کے طریقے اوراعمال تلمودزبورجیسی کتابیں ہیں اورعیسایوں کی مذہبی کتاب انجیل تو ہے مگر اُن کا سارامذہبی ومعاشرتی نظام بھی توریت زبور پر ٹکا ہوا ہے یعنی مذہبی کتاب کوئی اور شریعت اُصول عبادت کوئی اور مذہب اور طریقے یا پیغمبر اور معاشرے کا۔ **جبکہ قرآن اسلام کی مذہبی کتاب ہے اور عبادتیں اعمال احوال کی عملی تربیت اسلام کے پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ کے قول وعمل کی ہے جسے سنت رسول شریعت اسلام اوراحادیث کہا گیا ہے۔** یعنی اسلام کا ہر مذہبی قول وعمل قرآن وسنت رسول ﷺ کے اعمال میں رکھا گیا ہے۔اس طرح قرآن وسنت رسول ﷺ لازم وملزوم ہیں ایک دوسرے سے پیوستہ ہے ان کے بغیر ایمان مکمل نہیں یہی بات کا اقرار کلمہ طیبہ میں کرایا جاتا ہے **اشھدن لا الہ الاللہ و اشھدن محمد الرسول اللہ** یہی بات ہے حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود آخرالزماں خلیفۃ الرحمٰن نے اعلانیہ فرمایا کہ **مذھب ما کتاب اللہ و اتباع رسول اللہ** دنیا کی مذہبی کتابوں کو وہ مقام اور درجہ حاصل نہیں جو اسلام میں پہلے قرآن پھر شریعت محمدی ﷺ کو حاصل ہے۔دوسرے مذاہب اپنے مذہب کو پیش کرنے کے لئے اپنی کتاب کو نہیں پیش کرتے مسلمان اپنے مذہب کو پیش کرنے کے لئے قرآن کو بلاجھجک پیش کرتے ہیں حجت اور دلیل کے طور پر۔

آج کل مسلمانوں میں بھی یہ خرابی عود کر آئی ہے کہ وہ پہلے اپنی جماعت اور طریقہ پیش کرتے ہیں بعد میں اسلام کو۔ان کی دیکھا دیکھی آج کل مہدویوں نے بھی یہ برائی اپنائی ہے قرآن سنت رسول اور تعلیمات خلیفۃ اللہ مہدی کے بجائے تبلیغیوں وہابیوں دیوبندیوں اور شیعہ کے اقوال اور مثالیں پیش کرتے ہیں۔مہدویوں میں تبلیغی وہابی اور دیوبندی کی طرح مذہبی آزادی کے رجحانات دیکھے جاسکتے ہیں دوسری طرف تصوف کے طریقے اختیار کئے جارہے ہیں جبکہ مہدویت سے تصوف کا دور دور تک کا واسطہ نہیں ہے۔**مہدویت مسلک ومذہب احسان ہے** تصوف علم وحجت ہرگز نہیں۔اسی طرح شیعوں کے عقاید بھی بیان ہورہے ہیں حضور نبی کریم ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی جس کی شھادت قرآن نے بھی دی ہے مگر شیعوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عمل کو نبوت دی گئی ہے اسی لئے وہ حضرت علی علیہ السلام لکھتے ہیں اور امام حسن وحسین ان کے بعد بارہ اماموں کو بھی علیہ السلام کہتے ہیں ہیں کہ وہ بھی نبی تھے یہ سراسر ختم نبوت کا انکار ہے۔علیہ السلام انبیا ومرسلین کا خطاب ہے کیونکہ وہ معصوم عن الخطا ہوتے ہیں ہر وقت اللہ کی نگرانی میں رہتے ہیں حضور ﷺ کے بعد علیہ السلام مہدی موعود آخرالزماں خلیفۃ اللہ پر ختم ہے۔

ایک خالق کل اللہ جل جلالہ کا تصور ہبوط آدمؑ کے پہلے دن سے ہے یہ نہ کبھی دھندلا ہوا نہ موہوم یہی تصور نوحؑ کے دور میں رہا ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے دور میں بھی اور اللہ کے آخری نبی محمد ﷺ کے دور کے بعد بھی آج تک وہی تصور ہے۔مگر جن بتوں کو نوحؑ کے زمانے میں پوجا جاتا تھا ان کا ناک نقشہ قد وقال ہیت ماہیت کیا تھی کسی کو معلوم نہیں ابراہیمؑ کے دور میں قوم نمرود کے بتوں کے کیا قد وقال تھے ناک نقشہ وغیرہ کسی کو معلوم نہیں موسیٰؑ کے دور کے فرعانہ مصر کے قوی ہیکل بت بعد میں کوئی قوم نہ بنا سکی ان کی پرستش کرنے والے قد آدم کے بت بناتے ہیں ان سے بڑے بت بناتے ہیں چھوٹے بت بناتے ہیں مرد کے بت بناتے ہیں عورتوں کے

بت بناتے ہیں پرندوں کے بت بناتے ہیں جانوروں کے حشرات کے بت بناتے ہیں بے ہنگم بدصورت خوفناک قسم کے بت بناتے ہیں کہنے کا مطلب یہ کہ خود بت پرستوں کونہیں معلوم جس کی وہ پرستش کرتے ہیں وہ پہلے کے زمانے میں کیسے تھے اور آج جو ہیں وہ ایسے ہی رہینگے اس کا یقین بھی نہیں یعنی ابتدائے بت پرستی سے ایک بت معبود پرستش کے قابل نہیں رہا تو ہر دور میں وہ بدلتا گیا ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ایک مخصوص بت سے وہ اُوب جاتے یا بیزار ہوجاتے ہیں ایک نیا بت ایک نیا تصوراتی بت تراش لیتے ہیں اسی کے ساتھ انسانوں کی ضرورتیں اور حالات بھی بدل جاتے ہیں اس کی مثال دہریت یعنی کیمونزم میں دیکھنے کو ملتی ہے ۔موجودہ کیمونزم ایک یہودی کارل مارکس کی ذہنی تشکیل ہے جو ایک جرمن نژاد فلسفی تھا اس نے اٹھارویں صدی میں حکومت کرنے کے لئے ایک معاشی سیاسی انتظامی نظریہ پیش کیا جس میں کسی مذہبیت کو جگہ نہ تھی جو کسانوں اور مزدوروں کی حکومت ہو اس میں امیر اور غریب کی کوئی تفریق نہ ہو ایک جماعت ہو جو حکومت کا کام سنبھالے اور سب کو برابر برابر ضروریات زندگی فراہم کرے اور انسان اس جماعت کے ساتھ وفادار رہے بس یہی زندگی اور اس کا فلسفہ تھا جس میں حیات موت خالق مخلوق کی کوئی جگہ نہیں بس انسان دوسرے جانوروں کی طرح پیدا ہوتا ہے اور انہیں کی طرح مرجاتا ہے رحم کرم اخلاق و معاشرہ کی اس میں جگہ نہیں اس نے جو کتاب لکھی وہ دس کا پٹل تھی ۔کارل مارکس کے نظریات کو ولادیمیر لینن نے جو اس کا شاگرد تھا انیسویں صدی کے شروع میں کچھ اپنے اضافی نظریات کے ساتھ روس میں قایم کیا جس میں دوسرے مذاہب سے مخالفت اور دشمنی کو جگہ دی گئی جسے لینن ازم کہتے ہیں ۔اسی دور میں ایک چینی کسان ماؤتسے تنگ نے دوسری قسم کی کموزم رائج کی اور اپنی کتاب کا نام لال کتاب یعنی ریڈ بک رکھا جس میں اس کے نظریات کو نا ماننے والوں سے تشدد کرنے کا نظریہ پیش کیا۔اور آج روس کا کیمونزم الگ ہے چین کا الگ شالی اور جنوبی کوریا کا الگ الگ ہے اور تائیوان کا کیمونزم بالکل الگ ہے ۔صرف ایک صدی کے اندر ایک ہی نظریہ کی نظریات میں تبدیل ہوتا گیا تو اندازہ لگائیں ہزاروں سالوں میں بت پرستی نے کتنے چہرے اور نظریات نہیں بدلے ہونگے ۔صرف واحدانیت کے مذاہب میں ایک واحد معبود کا نظریہ رہا مگر ان میں خدائی قوانین میں اپنے قوانین کو داخل کرنے کی شرارت یا شرست ہر ہمیشہ رہی اور طلوع اسلام کے بعد یہ قبیح بدعت مسلمانوں میں بھی داخل ہوگئی ہر گروہ جماعت ملک وقوم مسلم کا اسلام الگ ہے وہ 'وہ' نہیں جو خالص اللہ کے رسول ﷺ کا تھا یعنی کوئی بھی قوم اس سے مستثنیٰ نہیں ہے خالق و معبود حق کی حکم عدولی اور انحراف سے آج کے مسلمان ایمان سے دور تو ہیں ہی اسلام کا تشخص بھی بگاڑ دیا ہے ۔خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ تابع رسول ﷺ نے خالص دین محمد ﷺ کے اعمال واشکال پیش کئے اور آج کے مہدویوں نے ان اعمال واشکال کو خاندانی عصبیت بدعملی سے نہ صرف مسخ کردیا ہے بلکہ ایک ایسی مہدویت کو پیش کیا جارہا ہے جو اصلی مہدویت ہے ہی نہیں بس ایک عقیدہ اور طریقہ رہ گیا ہے ۔ہاں مگر! مسلمانوں کے دوسرے گروہوں میں جس طرح صرف اللہ کا نام رہ گیا ہے عمل نہیں اسی طرح مہدویوں میں اللہ کا نام رہ گیا ہے عمل نہیں' مگر ہے تو صرف ایک چلئے غنیمت ہے اتنا تو ہے مگر اس سے وہ مقصد پورا نہیں ہوتا جس کے لئے اللہ تعالی نے پیدا کیا ہے وہ ہے اسے پہچان کر عبادت کرنا'' تو اللہ کی عبادت اس طرح کرکہ

گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے" یہ آدمؑ سے پیغمبر آخرالزماں محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت کے لئے ہے جو خاصان خدا ہونے کا حوصلہ رکھتے ہیں جس میں صرف اللہ جل جلالہ کا اقرار ہی نہیں انسان کی اپنی بے ثباتی بے بضاعتی کا اقرار بھی ہونا چاہئے الا اللہ تو ھے 'لا الہ ھو ن نھیں' یعنی تیرے سوا اس خلق یا کائنات کی کیا بساط "میں" بھی نہیں ہوں' بس تو ہی تو ہے۔ اللہ باقی من کل فانی یعنی ہبوط آدمؑ سے اللہ قیامت کے بعد بھی صرف اللہ۔

سر کی آنکھوں سے "دیدار" ہونا ان حقائق پر ہے۔ 1) **بصیرت** پر اللہ کے رسول اور ان کے تابع مہدی موعودؑ کا بلانا جس کا بیان سورہ یوسف آیت ۱۰۸ میں کیا گیا ہے جسے مہدی موعودؑ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ بصیرت جیسے کہ معلوم ہے کہ آنکھ سے دیکھنے کو کہتے ہیں یہ بصارت سے سے ماخوذ ہے۔

2) آنکھوں پر چھا جانا کسی کا آنکھوں کا احاطہ کرلینا' جس کا بیان سورہ الانعام آیت ۱۰۳ **لا تدرکہ الابصار** ۔اور سورہ النمل ۹۳" اس سے کہو تعریف اللہ ہی کے لئے ہے' عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں اپنی آیتوں میں دکھائے گا اور تم انہیں پہچان لوگے۔ **وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا** ۔

3) اے محمدؐ یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کو تاریکیوں (**ظلمات**) سے نور (بصیرت' روشنی) میں لاؤ۔ ان کے رب کی توفیق سے اُس خدا کے راستے پر (**هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ** سورہ یوسف ۱۰۸) جو زبردست اور ذات میں محمود ہے۔

4) اللہ کے رسول ﷺ کا آنکھ بغیر جھپکائے خُدا کا دیدار کرنا (سر کی آنکھوں سے) **اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى** (سورہ نجم ۱۲) کیا تم اُس سے (رسولؐ) جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اس سے پہلے کہا کہ **فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى** یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ (نجم ۱۰) اس سے پہلے کہا **ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى** پھر قریب آیا اور معلق ہو گیا۔ (نجم ۸) یہ وہی معلق ہونا ہے جو سورہ الانعام ۱۰۳ **لا تدرکہ الابصارُ وَهُوَ يُدْرِكُ** وہ نگاہوں کو پالیتا ہے یا نگاہوں پر چھا جاتا ہے۔

5) **وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا** (بنی اسرائیل ۷۲) اور جو دنیا میں اندھا بن کر رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہیگا بلکہ راستہ پانے میں اندھے سے بھی زیادہ ناکام۔

6) **کنت کنزا مخفیا فا حببت ان اعراف تخلقت الخلق لکی اعراف** (حدیث) کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لئے خلق (انسان) کو پیدا کیا اپنی پہچان کے لئے۔

7) جب میں (اللہ) اس بندے سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اُس کی آنکھیں بن جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اگر کسی چیز سے میری پناہ چاہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا

ہوں۔(بخاری ۶۵۰۲ صفحہ۵۵۴) جب اللہ تعالی بندے کی آنکھ بن جاتا ہے تو پھر بندہ سوائے خُدا کو دیکھنے کے کیا خواہش کرے گا۔

8) اللہ کا فرمانا کہ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُم "تم جہاں ہووہ(اللہ) تمہارے ساتھ ہے"(سورۃ حدید) وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (سورۃ قاف) ہم اُس (بندے کی) رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

9) قرآن کا نزول تکمیل پر پہنچنے پر حضور ﷺ اور جبرئیل امینؑ کے ذریعہ حدیث احسان میں بتانا کہ "اللہ تم کو دیکھ رہا ہے تم بھی اللہ کو دیکھو"

10) نزول قرآن کی 100 سورۃ بینہ میں بتانا کہ دوسرے بینہ کو مبعوث کریں گے جو فرقوں میں بٹی اُمت کو درس احسان کے ذریعہ خدا کی معرفت پر یکجا کریں گے۔

11) اللہ کے رسول ﷺ کو یہ بتانا کہ "ہم اس قرآن کا بیان کریں گے" ثم ان علینا بیانه ۔خاتم الانبیاء ﷺ کے ذریعہ تخلیق آدم، تخلیق کائنات، فرشتے ملائیکہ چاند سورج کہکشاں انبیاء مرسلین کے واقعات قوموں کے واقعات قیامت کے حالات اور آثار بتادینے کے بعد اس قرآن کا ایسا کونسا بیان ہے جس کی ذمہ داری اللہ تعالی خود لے رہا ہے؟۔اور حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ مہدی کی بیعت کرو جو اس کا انکار کرے وہ ہم میں سے نہیں' اور کہنا کہ مہدی مجھ سے ہے میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کرے گا' اور یہ بھی کہنا کہ جس نے مہدے کا انکار کیا اس نے کفر کیا۔

گر بغور دیکھا جائے تو حضور ﷺ کی نبوت کی آدھی زندگی واقعہ معراج کے پہلے کی ہے ساڑھے گیارہ برس 11.6 اور آدھی زندگی 11.6 بعد معراج کی ہے اس طرح حضور ﷺ کی نبوت کے تیئس 23 برس برابر آدھے آدھے معراج کے پہلے اور بعد میں بٹے ہیں حالانکہ حضور ﷺ نے شب معراج کے متعلق کوئی خاص اعمال کی تاکید نہیں کی کیونکہ وہ آپؐ کے نبوت کے ذاتی احوال سے متعلق بات تھی جبکہ واقعہ معراج کے بالکل بعد لیلۃ القدر کا بیان ہوگیا کہ جس میں ایک رات عبادت کرنا ہزار مہینوں کے برابر ہونا' کیونکہ معراج کا بیان پہلے سورہ نجم میں ہوا جو نزول کی 23 ویں سورہ ہے اور لیلۃ القدر کے بیان کی سورہ کا نزول 25 ہے۔جیسا ہم نے بار بار کہا کہ نبوت کے ساڑھے گیارہ برسوں میں صرف 23 سورہ نازل ہوئیں جن میں 335 آیات ہی تھیں یعنی ہر ایک ماہ میں چھوٹی چھوٹی صرف 30 آیات ہی نازل ہوتیں رہیں جبکہ معراج کے بعد صرف ڈیڑھ برس کی مکی زندگی میں 63 سورتیں نازل ہوگئیں جو بڑی بڑی سورہ تھیں اور ان میں تقریباً 4145 آیات کا نزول ہوگیا یعنی ان 18 مہینوں میں ہجرت سے پہلے ہر دن آٹھ آیات نازل ہونے لگیں یعنی مہینے کی 240 آیات ۔کہاں مہینے کی 30 آیات کہاں مہینے کی 240 آیات ہر دن کی 8 آیات ۔ہمارے نزول اور ترتیب قرآن کے تجزیے کو کچھ ناپختہ کم زور ذہنوں نے بلاتحقیق صحیح غلط کا فرمان سنایا بعض باتیں طفل مکتب کے لئے نہیں ہوتیں ان کے ذہن بالغ نہیں ہوتے علم میں بلاغت اور سنجیدگی مطالع اور تجربہ سے حاصل ہوتی ہے۔جیسے کہا حضور کا دور نبوت آدھا معراج کے پہلے کا ہے آدھا معراج کے بعد کا ساڑھے گیارہ برس میں صرف سورہ نجم 23 سورہ ہی نازل ہوئی' ایسا لگتا

ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے قبضہ قدرت میں اس بات کو پوشیدہ رکھا کہ پہلے اپنے حبیب ﷺ کو دیدار اور ملاقات سے مشرف کیا جائے بعد میں نبوت کی تمام تر ذمہ داری ڈالدی جائے لہٰذا ہم دیکھتے ہیں ان ساڑھے گیارہ برسوں میں جو مصیبتیں تکالیف اور آزمائشیں تھی وہ نبی کریمؐ سے وارد ہوگئیں ۔اوراس کے بعد مکہ میں معراج کے بعد ہجرت سے پہلے صرف ڈیڑھ برس میں یعنی 18 ماہ میں 63 سورتیں نازل ہوگئیں اس طرح مکہ مکرمہ میں سورہ المطففین تک کل 86 سورہ نازل ہوئے بعد ہجرت مدینہ میں پہلی سورہ 87 بقرہ نازل ہوئی ۔اس طرح مدینہ منورہ میں کل 28 سورہ نازل ہوئے اور یہ بڑی سورتیں ہیں معراج کے بعد مکہ اور مدینہ میں کل 91 سورہ نازل ہوئے۔ یہی وہ دورنبوت مصطفیٰ ﷺ ہے کہ جس میں معراج ۔ہجرت ۔ 29 معرکے غزوات جنگیں ہوئیں ،صلح نامے ۔وفود غیر اقوام کی آمد ۔غیر مسلم بادشاہوں کوخطوط دعوت اسلام ۔فرائض اسلام کا نفاذ اعلان ۔شریعت کا نفاذ ۔استحکام اسلام سب کچھ ہوگیا 'اس طرح آخری دورنبوت میں بعض مصدقہ روایات کے مطابق حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے 81 دن پہلے حدیث احسان بیان ہوئی جس میں اسلام ایمان کی کشید معرفت الٰہی کا نقشہ پیش کردیا گیا اور قیامت کے آثار بھی بتادے کہ اس کے بعد قیامت کے آثار کا ظہور ہوگا۔اورنزول قرآن کی بھی کچھ نشانیاں آخری نازل کردہ سورتوں جیسے سورہ فتح نزل 111 اور سورہ المایدہ 112 میں بیان ہوئیں ۔سورہ فتح میں کہا گیا کہ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ، ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۔سورہ محمد ۳۸ ۔اگرتم منہ موڑو گے (اللہ کے احکام سے)تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کولائے گا اور وہ تم جیسے نہ ہونگے ۔اور مایدہ میں کہا کہ " اے لوگو جوایمان لائے ہو اگر تم میں سے کوئی دین سے پلٹ گیا (تو پلٹ جائے)اللہ ایسے لوگوں کو لائے گا جن کو اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرینگے' جومومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہونگے' اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے کسی ملامت کرنے ولے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے ۔المایدہ ۵۴ ۔یعنی دور اسلام کے آخر میں اللہ اوراس کے حبیبؐ نے کچھ باتوں کو واضح' کچھ کو پوشید انداز میں بیانکردیا کہ لوگ جان لیں ۔**اسلام میں تمام فرایض کا حکم زمین پر دیا گیا سوائے نماز کے۔نماز کا حکم عرش پر اللہ نے اپنے حبیبؐ کو دیا پانچ نمازوں میں پچاس نمازوں کے ثواب کے ساتھ اس سے نماز کی اہمیت اوراس کی خصوصیت ظاہر ہوتی ہے** ۔لگتا یوں ہے حضور ﷺ کو صرف نماز کی اہمیت بتانے کے لئے ہی آسمانوں پر بلایا گیا تھا ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ رکھتے ہیں اندازہ نہیں ہوتا کہ روزہ ہے زکواۃ دیتے ہیں معلوم نہیں ہوتا کہ زکواۃ دی کہ نہ دی' حج کا قبول ہونا نہ ہونا اللہ پر ہے رہی نماز اس کا اعلانیہ مظاہر ہوتا ہے کہ بندہ اللہ واحد ولاشریک کی عبادت کررہا ہے ۔بس اس میں خشوع وخصوع کا خاص خیال ہونا چاہئے۔خشوع وخضوع کے معنی اللہ کی طرف توجہ انہاک کا ہونا' تمام تر احساسات وخیالات کا مجتمع ہوکر معبود اعلیٰ کی طرف سمٹ جانا اس کی طرف رجوع ہوجانا' اس میں کسی قسم کا لا ابالی پن لاپرواہی کا نہ ہونا جب خدا کے حضور دست بستہ کھڑے ہوں تو تمام خوشیاں غم پریشانیاں جذبات سوائے اس کی ذات کے نہ ہو۔اس کا تقدس احترام تمام احساسات پر غالب آجائے وہی خشوع وخصوع ہے۔جب اُمت کو اس حالت کو اختیار کرنے کا حکم ہے تو اندازہ لگایئے رسول نبی کریم ﷺ کی نماز کی کیا کیفیت کیا حالت ہوتی ہوگی جبکہ آپؐ نورِ اعلیٰ نور کو دیکھ کر آئے ہوئے تھے ۔صوفیوں

کے ہاں ایک بات کا اکثر بیان ہوتا ہے کہ فلاں کو ذات محمدؐ میں سیر حاصل ہے کہ فلاں کو ذات خدا میں سیر حاصل ہے' دراصل اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ کسی نے نبوت و رسالت کی حقیقت کو کما حقہ سمجھ لیا ہے یا کسی نے ذات خدا کی خلایق میں اللہ کو سمجھ لیا ہے' کیونکہ ذات خدا کو ہر کوئی مکمل نہیں سمجھ پایگا یہ ناممکن بات ہے اللہ کی وسعت کا اندازہ کسی مخلوئی کو نہیں ہوسکتا' حقیقت میں طلب دیدار میں یہی تعلیم اور دعوت پیش کی گئی ہے کہ جس نے نور کے ایک ذرہ کو بھی سمجھ لیا دیکھ لیا پالیا اس نے خدا کی طلب کو حاصل کر لیا۔ دراصل مخلوق خدا کو حاصل نہیں کر سکتی مخلوق خدا کے وسیع و بے کنار لامحدود قدرت میں خود کو کھو سکتی ہے اس کی رعنایوں وسعتوں اور بیش بہا نور کے سمندر میں غوطہ زن ہوسکتی ہے یہی ہے **هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ، وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ** اور اس کے بعد وضاحت بھی کر دی کہ **وهو معكم اين ما كنتم** تم جہاں کہیں ہو وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے۔ جس نے اس حقیقت کو سمجھا وہ کفر کا ارتکاب ہرگز نہیں کرے گا چہ جا یکہ شرک میں ملوث ہو۔ یہی بندہ کہتا ہوا نظر آیگا **وَ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ** بے شک میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ ورنہ یہ کیا بات ہوئی کہ دنیا میں بھیجے گئے اللہ کو پہچاننے کے لئے عالم غیب میں اور صرف سجدہ سجود نماز روزہ حج کیا چند اچھے اعمال کئے کچھ برے اور مر گئے' حقیقت میں خدا کو جاننا پہچاننا ہی دنیا میں حیات کا مقصد ہے' یہی بندگی ہے صرف اُٹھک بیٹھک کرانا انسان سے اللہ کا مقصد ہرگز نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابراہیم نے اللہ کو جانا پہچانا' حضرت موسیٰؑ نے اللہ کو جانا پہچانا' تمام انبیا مرسلین نے اللہ کو جانا پہچانا اور بندوں کو بتایا کہ خالق اور مخلوق کی حقیقت کیا ہے خالق ایک ابدی حقیقت ہے اور مخلوق ایک فانی حقیقت ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا شرک ''انا'' یعنی ''میں'' ہے اگر میں نہ ہوتا تو شرک ہی نہ ہوتا' یہ میں ہی ہے جو سمجھتا ہے کہ میں جو کر رہا ہوں وہی صحیح ہے میں جو بت پرستی کر رہا ہوں وہ صحیح ہے میں خود کو جو سمجھ رہا ہوں وہی صحیح ہے۔ نمرود فرعون ابوجہل ابولہب' چنگیز خاں بادشاہ اکبر' ایک لمبی فہرست ہے میں کی۔ اور اس فہرست میں ہم خود کے ''میں'' کو شامل نہیں کرتے' یہ بالکل ایسا ہے کہ دوسروں کا میں ''میں'' ہے اور میرا ''میں'' تو ہے یعنی دوسروں کو خود سے استثناء کر رکھا ہے یہی ہماری ذلت و خواری کا سبب ہے جسے ہم سمجھ نہیں پاتے ہم سبھی اپنے اس میں سے واقف ضرور ہوتے ہیں مگر قبول کرنا نہیں چاہتے۔ اور اگر اس ''میں'' کو نکال دیں تو صرف ''تو'' باقی رہتا ہے اور تو کو قرآن میں ''هُـوَ'' کہا گیا یعنی ''وہ'' جس کی تعلیم مہدی موعودؑ نے دی ہے کہ صرف تو کہتا رہے تیرے میں کو خدا اپنائے گا کہے گا۔ یہ وہ بندہ ہے جس پر ناز کرتا ہے کرم میرا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی ''میں'' نہیں کہا' ایک بار اللہ نے کہلوایا کہ ''اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي مگر اس کے فوراً بعد کہہ دیا کہ وَ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ المسلمین

خلیفۃ اللہ کا معنی اللہ کا نائب یا قایم مقام جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کہا گیا' ان کے بعد اللہ کے ہر نبی رسول اور پیغمبر کا یہی مقام ہے۔ خلیفہ کا معنی خدمت گار کے بھی ہیں' جیسے خلیفۃ المسلمین Administrator۔ خلافت دینی بھی ہوتی ہے اور دنیاوی' دینی خلافت روحانیت سے موسوم ہوتی ہے' کہ بندوں کو دین ایمان اور روحانیت سے معمور کیا جاتا ہے یہ خلافت اللہ

دین کی ہے اور دوسری دنیاوی خلافت حکومت یا امارت کا انتظام اور نظم و نسق ہے جو امت کے افراد میں کسی کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ مگر دونوں کی حالت مقام اور مرتبہ میں فرق ہے۔ لفظ خلیفہ کو قرآن کے بیان کے معنوں میں لیا جانا چاہیے تب حقیقت پوری طرح واضح ہوتی ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں میں یہ نظریہ جم گیا کہ دنیاوی حکومت جاہ و حشمت کا نام ہی خلافت ہے۔ حکومت کرنا، جنگ کرنا، مسلمانوں کا حاکم دوسروں کا محکوم و رعایا ہونا وغیرہ، اس طرح ایک حقیقت کو ابہام بنا دیا گیا۔ خاتم نبوت ﷺ اور ان سے پہلے خلافت نبوت و رسالت راست اللہ کے احکام پہنچانے سے متعلق تھی، آپ ﷺ کے بعد یہ منصب صرف مہدیٔ موعود آخرالزماں کا ہے، جنہیں قرآن اور سنت رسول ﷺ کے مطابق صرف اللہ کی مراد بیان کرنا ہے۔ دنیاوی خلافت نبی کریمؐ کے بعد صحابہ رسولؐ نے اُمت کی رہنمائی کے لئے نایب رسول یا رسولؐ کے خلیفہ کے جانشینی کی ذمہ داری کے بطور نبھائی ہے اور حضورؐ نے اس خلافت کی میعاد چالیس سال کی ہی بتائی ہے جبکہ آپؐ نے اپنی خلافت حسنہ کے بعد ایک خلافت کو جاری و ساری اور قیامت تک باقی رہنے کی خبر دی وہ وہ خلافت مہدیٔ موعود آخرالزماں ہے۔ اور مہدی موعودؑ خاتم ولایت محمدیہ ہونے کے مقام پر ان کی خلافت، **خلافت کبریٰ ہے اس لئے اول تو مہدی کا خلیفۃ اللہ ہونا دوم مہدی موعودؑ کا اللہ کے رسولؐ کا تابع ہونا جہاں دو خلافتیں جمع ہیں** حکومت بادشاہت اور سلطانی سے اسلام کو ازلی منافرت رہی ہے مگر ہوا یہ کہ امت مسلمہ پر اپنا تسلط قائم رکھنے خلافت راشدہ کے بعد مسلم حکمرانوں امیروں اور بادشاہوں نے خلیفۃ المسلمین کا لفظ اپنے اوپر چسپاں کر لیا، اس سے بڑی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ روز ازل سے انبیاء و مرسلین میں جس کی آمد کا چرچہ رہا وہ محمد ﷺ ہیں آپؐ کی بعثت کے بعد جس خلیفۃ اللہ کا چرچہ ہے وہ مہدیٔ موعودؑ آخرالزماں کا ہے۔

دور صحابہؓ اور خلفائے راشدین کے وقت خلفائے رسولؐ کو امیر المومنین کہا جاتا تھا بعد کے ادوار میں خلیفۃ الرسول کہا جانے لگا اس طرح خلیفہ کے معنی بیان ہونے لگے اور اس طرح آدمؑ کا خلیفۃ اللہ ہونا مبہم کر دیا گیا جس کی وجہ سے انبیا و مرسلین جو خلیفۃ اللہ ہوتے ہیں وہ بھی مبہم کر دئے گئے اور صرف مسلمانوں کے حکمرانوں کو خلیفہ کے لفظ کو مخصوص کر دیا جبکہ یہ قرآن کا بیان کردہ لفظ ہے اللہ کے نبیوں رسولوں کے لئے۔ امام کا لفظ بھی اسلام کے اولین دور میں نہیں ملتا آیمہ اربعہ کے بعد یہ خطاب علماء دین کے لئے استعمال ہوا مگر اہل تشیع نے امام کا لفظ اہل بیت سے مخصوص کر دیا شیعہ حضرت علیؓ کو خلیفہ رسول سے بھی مخاطب کرنا نہیں چاہتے کیونکہ اس طرح انہیں دوسرے خلفائے راشدین کو بھی خلیفہ کہنا پڑتا یا پھر صرف حضرت علیؓ کو خلیفہ کہہ کر دوسرے خلفائے راشدہ کا انکار کرنا اور ایک نیا تنازعہ نہیں کھڑا کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے "امام" کے خطاب کو ترجیح دی اور بعد میں اہل بیت کے ہر قایم مقام کو امام کہا ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ انسان ہی خلیفۃ اللہ کیوں؟ ملایکہ مقرب فرشتے یا دوسری مخلوق کیوں نہیں؟ جیسا کہ بتایا گیا ہے ملایکہ نور سے پیدا ہوئے ہیں اور جنات کی تشکیل آگ سے ہے اور یہ مخلوق ظاہرات میں نظر نہیں آتی اور دوسری مخلوقات اگر نظر آتی ہے تو ان میں کہیں حیات ہے تو سمجھ عقل اور علم نہیں یا تحریک نہیں اور فرشتوں کا علم محدود ہے جنات کو علم نہیں تحریک ہے مگر محدود

مگرانسان کوایک ایسی شئے سے پیدا کیا گیا ہے جسے روح کہا گیا جس کا علم کسی کونہیں نہ یہ نور ہے نا یہ نار ہے۔ **''وہ پوچھتے ہیں آپ سے روح متعلق انہیں کہہ دیجیے روح میرے رب کی طرف سے ہے جس کا انہیں کم علم دیا گیا ہے''** (سورہ بنی اسرائیل ۸۵) اور روح ایسی شئے ہے جسے قید جسم کیا گیا ہے۔انسان جب تک حیات رہتا ہے اُس کا تخلیقی یا جسمانی کردار متحرک ہوتا ہے اور جب موت سے ہمکنار ہوتا ہے تو اس کا روحانی کردار متحرک ہوتا ہے یہ بات ہم انبیاء کی روحوں کے زندہ ہونے حیات ہونے اور اپنی قبروں میں عبادت میں مصروف ہونے والی روایتوں میں دیکھ سکتے ہیں۔فرشتے اور جنات انسانی شکل اختیار تو کرسکتے ہیں لیکن ہمیشہ قید جسم نہیں ہوسکتے جبکہ انسان جب تک حیات ہے قید جسم ہے مرنے کے بعد روح ہے جو کبھی عالم ارواح میں ہے کبھی عالم اجسام کی دوسری کیفیت یعنی خواب کی حالت میں اسی حالت کی وجہ سے انبیاء ومرسلین کبھی کبھی دوسرے انبیاء اور اُمت کے افراد کو فوائد کا اقتباس کرتے ہیں' مثلاً حضور نبی کریم ﷺ کا خاصان اُمت سے ملاقات کرنا رہبری کرنے کے کئی واقعات بیان ہیں' جبکہ فرشتے نا ہی انسانی جسم اختیار کرسکتے ہیں نہ جن۔یہی بات ہے کہ انسان کی اس روحانی وجسمانی تشکیل کی وجہ سے اسے خلیفۃ اللہ کا مقام دیا گیا ہے جو حاضر میں حاضر اور غایب میں غایب رہتا ہے۔فرشتہ یا جن کے ماتحت انسان نہیں ہوتا البتہ فرشتے یا جنات انسان کے ماتحت رہتے ہیں۔حالانکہ فرشتے اور جنات انسان کی حواس پر قابو رکھنے تک محدود ہیں جبکہ انسان نے فرشتوں سے اپنے معاملات کو سلجھایا ہے مثلاً نبیوں کا فرشتوں سے اور جنات سے کام لینا 'لیکن کیا فرشتوں یا جنوں نے انسانوں پر کبھی حکومت کی ہے؟ جواب ہے نہیں ہاں مگر وہ ایسا صرف اس وقت کرسکتے ہیں جب وہ انسانوں کے حواس کے ذریعہ ان پر قابو پالیں اور انسانوں ہی کے ذریعہ انسانوں پر حاکم بنیں۔یہی بات ہے کہ آدم علیہ السلام کو روح اور جسم کے امتزاج سے پیدا کیا گیا' انسان حاضرات میں ہوتا ہے تو نظر آتا ہے جب عالم غیب میں ہوں تو معرفت الٰہی کے اعلیٰ مقامات کو طے کرلیتا ہے۔انسان کامل بھی ہے ناقص بھی جو کامل ہوتا ہے وہ عالم ارواح میں آسمانوں کی بلندیوں کو پار کرلیتا ہے جب ناقص ہوتو عدم میں ہوتے ہوئے بھی معدوم ہوجاتا ہے۔انسان پیدا ہوتا ہے قید جسم کے ساتھ اور مرتا ہے تو اس کے باقیات رہتے ہیں چاہے قبر کی شکل میں یا راکھ کے ڈھیر میں' مگر جنوں کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔رہی بات فرشتوں کے حیات اور موت کی اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کونہیں۔جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ فرشتے بھی مقرر کردئے جاتے ہیں اس کے اعمال کے احتساب کے لئے اور ایک شیطان بھی مقرر ہوجاتا ہے اسے بہکانے کے لئے جسے نفس یا کچھ اور کہا جاسکتا ہے' ایسی پیش بندی دنیا کی کسی مخلوق کے لئے نہیں ہے' سوائے انسان یا اولاد آدم کے' یہی بات اسے خلیفہ بنانے کے لئے کافی ہے۔اور انسان نے اسے عملاً ثابت بھی کیا ہے دنیا میں تعمیر تخلیق اور ترقی کے منازل طے کرکے۔انسان سے پہلے جنات زمین پر رہتے تھے لیکن! انکی باقیات کے آثار کہیں نظر نہیں آتے ہیں جبکہ انسان کی حیات کا زمانہ مختصر ہے باوجود اس کے بابل ونینوا کے آثار فراعانہ مصر کے کھنڈرات رومی و یونانی کھنڈرات قوم ھود ثمود وصالح کے باقیات یہ ایجادات نو ردات سبھی انسان کی تعمیر تخلیق اور ترقی کے ضامن اس لئے ہیں کہ انسان روح و تجسم میں ایک طاقت وقوت ہے' جبکہ جنات کا وجود ہوتے ہوئے بھی

ہزاروں سالوں سے نہیں ان کے باقیات نہیں ۔ایسے ہی اعمال واحوال انسان کے خلیفۃ اللہ ہونے کی وجہ ہیں ۔اوراس انسان کی نگرانی اللہ تعالی نے انہیں میں سے زیادہ موثر خلیفوں کو ودیعت کر رکھی ہے جنہیں انبیاء مرسلین میں شمار کیا جاتا ہے ۔یعنی دوسری مخلوقات کی زمین پر بادشاہت انسانوں کو اور انسانوں کی روحانی بادشاہت نبیوں کو جن کے مختلف درجات ہیں پیغمبر نبی رسول خلیفۃ اللہ اوران سب کی بادشاہت سرداردوجہاں حبیب خداﷺ کے ماتحت جس کا اظہار سفر اسراءیا معراج میں بیت المقدس میں کیا گیا ۔**واقعہ معراج اسی روحانی وجسمانی طاقت یا بادشاہت کی اعلی ترین مثال ہے کہ جس میں نہ صرف انسانوں کو بلکہ ملا یکہ جنات اور دوسری مخلوقات کو بتایا گیا کہ انسان کو یا اولاد آدم کو خلیفہ یا اشرف المخلوقات کیوں کہا گیا اس کی پرواز کتنی ہے** ۔اورضروری نہیں کہ ساری اولاد آدم اشرف المخلوقات قابل احترام اور ستایش کے قابل ہوان میں چند ایک کا اس مقام پر ہونا ہی اس کے قابل احترام ہونے کا باعث ہوسکتا ہے ۔

کیا تمام اولاد آدمؑ اللہ کے خلیفہ ہیں؟اس کا جواب ہے نہیں انبیاء اور مرسلین کے بعد انسان کی درجہ بندی ہے ان میں صحابہؓ کا درجہ ہے اور سب سے پہلے شہدا کا درجہ ہے ۔شہید وہ جو صرف اللہ کے لئے اللہ کے دین کے لئے اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ مقاتلہ میں مارا گیا ہو۔حالانکہ روایتوں میں دردزہ میں مرنے والی عورت کو بھی شہید کہا جاتا ہے اور جولوگ حادثات ناگہانی میں مارے جاتے ہیں اور جو موزی بیماری میں مارے جاتے ہیں انہیں بھی شہید کہا جاتا ہے یہ وہ شہادت ہے جس کے متعلق کہا گیا کہ ''جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں اللہ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے ۔(عمران ۱۶۹)دوسری آیت ۱۱۱سورہ توبہ کی''اللہ نے مومنوں کے نفس اوران کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں ان سے(جنت کا)وعدہ ہے ۔''تیسری آیت سورہ حج ۵۸ ''اورجن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل کردئے گئے یا مرگئے اللہ ان کو اچھا رزق دیگا اور یقینا اللہ ہی بہترین رزاق ہے''۔یہاں شہید کے درجات کے فرق کو بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے ۔اللہ کی راہ میں مرنے والے اور ہجرت کے دوران مارے جانے والوں کا درجہ بلند ہے ان کے بعد ایسے شہید ہیں جنہیں ''رزق'' دیا جاتا ہے ۔شہادت کے ساتھ رزق کا بیان کچھ اور معنی دیتا ہے ۔یہ ایسا ہوسکتا ہے کہ انسان خدا کی راہ میں مارے جانے کے علاوہ وہ شہادت ہے کہ جب تک ان کی طبعی موت نہیں آتی انہیں رزق دیا جاتا ہوگا جسے انسان نہیں سمجھ یا دیکھ سکتا۔مگر حقیقی شہدا وہ ہیں جنہیں عرش کے نیچے قندیل نما مکانوں میں جگہ دی جای ہے ۔اس کے بعد اولیا کاملین ہیں جنہیں ولایت وہبی عطا کی گی ہو کسبی ولایت کا درجہ ان کے بعد ہے ۔ان کے بعد علماےحق اور صالحین ہیں ان کے بعد اللہ کی محبت اور عشق میں فناء ہونے والوں کا درجہ ہے ان کے بعد زاہدوں عابدوں سالکوں کا مقام ہے ۔اس کے بعد بندگی ہے حقیقی بندگی وہ جو احکام وفرایض کی پابندی کرنے والے حالانکہ ہر وہ مسلمان بندہ ہے جو اسلام ایمان سے وابستہ ہو ان کے بعد عام قسم کے بندے ہیں جو مسلمان تو ہیں مگر ''پورے کے پورے اسلام میں داخل نہیں ہوتے'' ان کے بعد گنہگاران کے بعد نافرمان اوراللہ اوراس کے رسول کی حکم عدولی کرنے والے ۔اس طرح تمام انسان خلیفۃ اللہ

نہیں کہلائے جاسکتے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: فی کتاب سر' و سره فی القرآن ہر کتاب کا ایک اسرار ہوتا ہے' قرآن کے تمام اسرار ان مقطعات میں ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: ہر کتاب میں اللہ کا راز ہوتا ہے' اور قرآن کا راز یہ مقطعات ہیں۔ یہ دو قول بہت کچھ کہہ رہے ہیں' کیونکہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے ان صحابہؓ کے ہیں جو مقام مرتبہ علم اعتبار اعتقاد ایمان اور وسیع نظری میں اپنی مثال آپ تھے۔ اللہ تعالی نے یہ نہیں کہا کہ مقطع کیا ہیں اور کیا نہیں ہیں' البتہ ان کا متشابہات میں شمار ہے' نبیؐ کریم نے بھی ان کی وضاحت نہیں کی۔ اور حضور ﷺ پر نزول ہوئے قرآن کا آج بھی اس کی اصلی حالت میں موجود ہونے اور اس کے حروف الفاظ کا جوں کا توں رہنے کا ثبوت بھی یہ مقطعات ہیں تو کیسے؟ دور صدیق اکبرؓ میں جنگ یمامہ میں بہت سارے حفاظ شہید ہو گئے' حضرت فاروق اعظمؓ نے مشورہ دیا کہ قرآن کو جمع کر کے محفوظ کیا جائے پہلے تو صدیقؓ نہیں مانے بعد میں آپؓ نے زید بن ثابتؓ کی نگرانی میں اسے جمع کیا۔ اس کے بعد 30 ھ میں کوفہ میں حضرت حذیفہ' سعید بن عاص اور حضرت ابن مسعودؓ کے شاگردوں کے درمیان قرآن کی قرآت پر اختلاف ہوا تو حضرت حذیفہؓ مدینہ آئے' اور حضرت عثمانؓ کو معاملے سے آگاہ کیا' امیر المومنین عثمانؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ سے عہد صدیقی کا نسخہ منگوا کر زید بن ثابتؓ عبداللہ بن زبیرؓ سعید بن عاصؓ عبدالرحمٰن بن حرثؓ کی نگرانی میں اسے مرتب کر دیا اور اسی قرآت پر سب کو جمع کیا جو آج تک اُسی حالت میں ہے۔ رہی بات مقطعات کے ثبوت ہونے کی صحابہؓ نے اس مصحف میں ایک حرف یا لفظ کی کمی پیشی نہ کی' وہ ان الفاظ کی افادیت یا حقیقت سے واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں اسلام اور مسلمانوں میں ہونے والی ایمانی وعقایدی تبدیلیوں کے باوجود بھی قرآن کے لفظ ومعنی سے چھیڑ چھاڑ کی کسی نے ہمت نہ کی۔ موجودہ دور میں تو ممکن ہی نہیں ہے جہاں لاکھوں حفاظ قاری کے علاوہ ہم نے ایسے سافٹ ویر اور ایپس دیکھے ہیں جو ایک غلط لفظ یا کلمہ یا آیت کو بدلنے سے فوراً آگاہ کر دیتے ہیں یا صحیح لفظ یا آیت طلب کرتے ہیں۔ جبکہ یہود ونصاریٰ نے تمام آسمانی صحایف میں قطع وبرید کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ پیدا کر دیا جو آج تک جاری ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا (النمل ۹۳) (اے نبی ﷺ) کہہ دیجئے سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ وہ تمہیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھلائے گا اور تم پہچان لو گے۔ حضرت مجاہدؒ نے سَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا کی تفسیر نقل کی ہے کہ وہ (اللہ) اپنی نشانیاں تمہاری ذاتوں میں' آسمانوں زمینوں میں رزق میں دکھائے گا۔ اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ہم تمہیں ایسی آیتیں دکھائیں گے کہ تم خود قایل ہو جاؤ گے' یعنی ہم خود ان کے نفسوں اور اردگرد ایسی نشانیاں دکھائیں گے کہ جن سے حق ظاہر ہو جایگا۔ صاف بات ہے کہ اللہ تعالی ''آیتوں'' میں ایسی نشانیاں دکھایگا کہ حق ظاہر ہو جائے گا۔ حق ظاہر ہو جائے گا کا ایک معنی سچائی ظاہر ہوگی' دوسرا معنی مذہبی اصطلاح کے خاص مفہوم میں حق معنی ''خدا'' ہے۔ سورہ یونس میں اللہ تعالی فرماتا ہے لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۲۶ یونس ان کے لئے جنہوں نے نیک عمل کئے نیک جزاء ہے بلکہ' اس سے

بھی زیادہ'' حضرت کعب بن حجرہ اور ابی کعب وغیرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اس آیت میں زِیَــادَۃٌ سے مراد رحمٰن کے چہرۂ قدرت کی طرف دیکھنا ہے۔ (طبری ۱۱/۱۲۵) الاسماء والصفات میں حضرت عکرمہؓ کی سند سے بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اَحْسَنُوْ ا سے مراد لا الـه الا الله کہنا ہے الْحُسْنٰی سے مراد جنت ہے اور زِيَادَةٌ سے مراد رب کریم کے چہرۂ قدرت کا دیدار ہے۔ حسنہ سے مراد ہر وہ نعمت جو انسان کو جان یا بدن یا حالات میں حاصل ہو کر اس کے لے مسرت کا سبب بنے۔ حسنٰی کا معنی اچھی عمدہ ہے۔ اگر ہم یہاں اَحْسَنُوْ ا سے مراد لا الـه الا الـله کہنا ہے الْـحُسْنٰی سے مراد حسنہ 'احسان' کی نعمت لیں' تو بات اس طرح ہوگی کہ حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق ذکر اللہ سے جو حسنہ کی نعمت حاصل ہوگی وہ زِيَادَةٌ رب کریم کے چہرۂ قدرت کا دیدار ہے۔ اس آیت مبارکہ کے ضمن میں جتنی احادیث کی روایتیں ہیں وہ اسی جانب اشارہ کرتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی قرآن کے ذریعہ اپنی نشانیاں ہمیں ہماری ذاتوں میں (بصیرت میں) دکھا رہا ہے بات قرآن کے بیان کو تعلیمات مہدی کے تناظر میں دیدار یا بصیرت کو سمجھنے کی ہے۔ اب اس سے زیادہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی خود ظاہر ہو کر تو نہیں کہہ سکتا کہ لو دیکھوں میں خدا ہوں۔ اگر کسی کو اللہ کی آیتوں میں حق ظاہر ہوتا نہیں دکھائی دیتا تو یہ نہ صرف کمزور ایمان کی دلیل ہے بلکہ اللہ تعالی کی نشانیوں سے چشم پوشی اور کفران نعمت ہے۔

بصارت کے معنی دیکھنا دیکھائی دینا ہے بصیرت معنی دیکھا جانا یا دکھایا جانا کسی شے کا عکس آنکھوں میں سما جانا اتر جانا بصیرت کسی شے کو پہچاننے اور شناخت بنانا بھی ہے انسانوں میں بصیرت اور بصارت دونوں ہوتے ہیں جانداروں میں بصارت ہوتی ہے بصیرت نہیں اس لئے ان کی عقل اور عمل محدود ہے۔ انسان میں چونکہ بصارت اور بصیرت دونوں ہوتے ہیں اس لئے وہ عقل استعمال کر کے عمل کرتا ہے۔ انسانوں ہی میں مجنوں یا دیوانہ شخص میں بصارت تو ہوتی ہے بصیرت نہیں ہوتی اس لئے اس سے عقلمندی کا مظاہر نہیں ہو پاتا اور اسے دیوانہ کہتے ہیں۔ اللہ کا دیدار بصیرت اور بصارت سے معمور ہے' دیدار فارسی لفظ ہے جو اردو میں مستعمل ہے مومن جو آنکھ سے دیکھتا ہے اسے سمجھتا ہے کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے اللہ کو خالق مانتے ہوے کارخانۂ قدرت میں غور کرتا ہے تو اس کا ایمان و یقین کہتا ہے کہ کوئی خالق ہے جو قدرت والا ہے اسکے آگے سر بہ سجدہ ہونا چاہے اور اس یقین کے انکار کا نام کفر ہے جس کا ایمان و یقین مستحکم ہو جاتا ہے وہ آگے کی منزل دیدار کی طرف پہل کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو غار حراء میں جو یقین اور استحکام پیدا ہوا وہ خالق کی دید کی کوشش میں بدل گیا بل آخر خالق کائنات نے بصیرت اور بصارت سے آپ کو نوازدیا۔

تصویر کشی یا فوٹوگرافی

مذہبی گفتگو میں اس عنوان کا کیا جواز؟ چونکہ یہ کتاب ہم نے پہلے غیرارادتاً لکھنا شروع کی بعد میں اسے ایک ضرورت بنایا اسی ضمن میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ کتاب ہم نے ستمبر 2018 میں لکھنی شروع کی جو تقریباً دسمبر 2020 میں مکمل کی لیکن چونکہ اس کی پروف ریڈنگ ہمیں نے کی تو اس میں کئی اغلاط کی تصیح کے کچھ باتوں کو حذف کیا تو کچھ باتوں کی مزید وضاحتیں کرتے

رہے اور یہ سلسہ جاری رہا۔آج بھلے ہی اردو قاری کی تعداد کم ہو رہی ہے لیکن ہمارا خطاب اردو قاری بالخصوص مصدقوں سے ہے' مثلاً مہدویت کا سارا عقایدی علمی ورثہ فارسی میں ہے جو برصغیر کی اُس وقت کی زبان تھی' لیکن وقت اور حالات کے ساتھ اسے جب تب اردو میں منتقل کیا گیا ہے تا کہ عام مصدقوں کو عقیدہ و مذہب سے واقف رکھا جائے۔اس طرح موجودہ حالات کے تناظر میں تصویر کشی یا فوٹوگرافی کی مثل سے آج کے قاری کو سمجھانا ایک ضرورت کے تحت ہے تا کہ قاری اس سے صحیح استفادہ حاصل کرے۔یہاں ہم نے بصیرت اور بصارت کے موضوع کو سمجھانے اس عنوان کو باندھا ہے۔

عدسہ/لینس اور نظر و بصر کی کیفیت و ماہیت اور کیمرہ یا تصویر کشی کا نظریہ سب سے پہلے بصرہ اعراق کے رہنے والے ایک اسلامی سائنس داں ابن الحیثم نے (965-1040) میں پیش کیا' مگر مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی اور اس علم پر توجہ نہ دی مگر عیسایوں نے اس کی تحقیق اور کتابوں سے فایدہ اُٹھا کر 1816 میں ایک جرمن سائنس دان نے کیمرہ ایجاد کیا۔اس کے بعد 1888 میں ایک فرانسیسی سائنس دان نے کوڈک کیمرہ بنایا۔بعد میں مختلف انواع کے کیمرے بننے لگے جو سلو لایڈ کی فلم پر عکس اتار لیتے جسے کیماوی عمل اس کا نیگیٹیو بنالیا جاتا پھر اسے ایک فوٹو کے شکل میں مخصوص کاغذ پر اتار لیا جاتا۔جب ڈیجیٹل کیمرے کا دور شروع ہوا تو Just aim and Shoot قسم کے کیمرے عام ہو گئے۔جس میں کسی تکنیکی مہارت کی ضرورت نہیں ہوتی تھی البتہ چند بنیادی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا تھا جس میں اندھیرے اجالے کا امتزاج فاصلہ معنی رکھتا تھا باوجود اس کے پروفیشنل کیمرے بھی تھے جو صرف ماہر فوٹوگرفر ہی استعمال کر سکتے تھے۔مگر ان تصویروں کو کاغذ پر اتارنا ایک ضرورت تھی' پھر ہارڈ دسک پن ڈرایو اور لیس دی کارڈ آیا تو کاغذ پر فوراً اتارے جانے کی ضرورت باقی نہیں رہی' اسی کے ساتھ 1999 میں DSLR کیمرے کے مارکٹ میں آنے سے انقلاب آ گیا' البتہ اس میں مہارت کی بنیادی باتوں کا لحاظ ضروری تھا۔DSLR اور اس سے پہلے کے کیمرے میں فرق یہ ہے کہ پہلے کے کیمرے ویو فائنڈر سے ہی صحیح تصویر لے سکتے تھے DSLR میں دونوں سہولتیں رکھی گئیں ویو فائنڈر اور لینس سے ڈیجیٹل اسکرین پر بھی دیکھ کر تصویر لی جا سکتی ہے۔DSLR کیمرے میں سہولت یہ ہوتی ہے کہ ہم طاقت ور سے طاقت ور لینس کو اس میں بدل کر استعمال کر سکتے ہیں جو نزدیک اور دور کی تصویریں باآسانی لے سکے مثلاً ہم بنیادی طور پر 50mm کے لینس (عدسہ) سے دس سے پندرہ فیٹ کی دوری تک صاف اور واضح تصویر اُتار سکتے ہیں اس سے زیادہ دوری کی تصویر اس میں مدھم دھندلی یا بلر ہو جاتی ہے اس سے زیادہ دور کی تصویر لینے کے لئے 18-55mm کا لینس لگانا پڑیگا تب جا کر تقریباً ایک سو فٹ دور اور وسیع دایرہ کار کی تصویر صاف نظر آتی ہے اس سے زیادہ 200 فٹ دور کی تصویر لینے کے لئے 55-300/250mm کا لینس لگانا پڑیگا۔جتنی دور کی تصویر اتنا طاقت ور لینس جیسے 800-1500mm جو کافی مہنگے ہوتے ہیں۔اس کے بعد 2004 میں mirrorless camara آیا اس میں فرق یہ کہ ڈی ایس ایل آر کیمرہ جو پہلے آیا اس میں ایک شیشہ یعنی مرر mirror ہوتا ہے اس میں جب تصویر لیتے ہیں تو پہلے تصویر کا عکس شیشہ یا مرر پر پڑتا ہے بعد میں ایک لینس کے ذریعہ اُلٹ کر اصل اسکرین پر پڑتا ہے

اور تصویر کا عکس ڈیجیٹل طور پر محفوظ ہو جاتا ہے' جبکہ مرر لیس کیمرے میں شیشہ نہیں ہوتا تصویر سیدھے ڈیجیٹل اسکرین پر منعکس ہو کر محفوظ ہو جاتی ہے ۔فوٹو پکڑنے کے بنیادی اُصولوں میں تین باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے ایک اپریچر معنی کیمرے کی آنکھ کے اندر جو کھڑکی ہوتی ہے وہ کتنی کھلی اور تنگ ہوتا کہ اس میں سے ضرورت کے مطابق عکس یا روشنی جائے' مثلاً رات میں لینے والی تصویر کے لئے کھڑکی کا پٹ زیادہ کھلا ہونا چاہئے' جبکہ دن میں اس کا پٹ کم کھلا ہونا چاہئے' دوسرا شٹر اسپیڈ یعنی جب شاٹ لینے کے لئے بٹن دبے تو اس کی اسپیڈ دن میں زیادہ اور رات میں کم سے کم ہو تیسرا آئی ایس او یعنی روشنی کتنی مقدار میں کیمرے کے اندر جائے' ورنہ دن میں زیادہ روشنی اندر داخل ہونے کا مطلب تصویر کا زیادہ سفید ہو جانا اور رات میں کالا ہو جانا' یہ بنیادی باتیں ہیں اس کے علاوہ اور بہت ساری باتیں ہوتی ہیں جو فوٹو گرافی کی مہارت کے لئے ضروری ہوتی ہیں ۔

یہ تمام تفصیل بتانے کی ضرورت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک انسانی تہذیب وتمدن کے ارتقائی اُصول وضوابط کی تعلیم دی جاتی رہی جہاں صرف برائیوں سے اجتناب بھلائی میں پہل کفر وشرک سے دوری ناپ تول میں کمی نہ کرنا اور گناہوں سے دوری کی تعلیم دی گئی ۔حضرت ابراہیم کے دور میں سب سے پہلے خدا کی تلاش اور کھوج کا حقیقی طریقہ شروع ہوا' جب آپؑ غار سے سے باہر آئے تو چاند سورج کو خدا سمجھا جب وہ غایب ہو گئے تو حقیقی خدا کی تلاش شروع کی ۔حضرت موسی نے بھی خدا کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی مگر نہ دیکھ سکے اس کے بعد حضرت عیسی نے بھی خواہش ظاہر کی جس کا ذکر انجیل برنا باس میں ہے مگر اُنہوں نے بھی خدا کو نہیں دیکھا ۔حضور نبی کریم محمد مصطفی ﷺ کا دور آیا آپ کی خواہش تھی یا نہیں روایات میں نہیں ہے البتہ اللہ تعالی نے معراج میں بلا کر دیدار کرایا اور آپ ﷺ نے اس دیدار کی کیفیت ماہیت بیان کی ۔محمد مصطفی ﷺ سے پہلے جتنی قومیں پیدا ہوئیں اُن میں کسی نے بھی اپنے پیدا کرنے والے خالق کو نہیں دیکھا تھا اسی وجہ سے وہ ایک تصوراتی خدا کو دیکھنے کے لئے مخلوقات میں اس کا عکس تصویر اس کا سراپا دیکھنے کی کوشش میں شرک کا شکار اس طرح ہو گئے کہ ان مخلوقات کو معبود بنا لیا اور اگر ایک خدا کا تصور رہا بھی تو ان بتوں کو خدائی اور تخلیق میں شریک سمجھ لیا ۔واقعہ معراج میں اُن تمام مفروضوں کی نفی کر دی گئی اور ایک عظیم خالق عالم کی وسعت کا نقشہ اور تصور پیش کیا گیا جو اس سے پہلے کسی قوم ملک اور خطے میں نہیں تھا ۔اور وحدانیت کے تصور کے لئے اللہ کے رسول اور آخری پیغمبر ﷺ کو بلایا جانا ہوا ۔واقعہ معراج ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس سے تمام بت پرستی اور شخصیت پرستی کے مفروضوں کو ڈھا دیا گیا ۔یہی بات ہمیں قرآن کے نزول میں دیکھنے کو ملتی ہے ساڑھے گیارہ 11.6 برس میں قرآن کی چھوٹی چھوٹی سورتیں نازل ہوئیں جن کی کل آیات تقریباً 400 تھیں اور واقعہ معراج جو نبوت کے ساڑھے گیارھویں برس ہونے کی کثیر روایتیں ہیں کے بعد ہجرت سے پہلے ڈھائی برس 2.5 میں اچانک نزول احکام میں اضافہ ہو جاتا ہے اور قرآن مجید کی 64 سورتیں نازل ہو جاتی ہے جن کی آیات تقریباً ساڑھے چار ہزار ہیں اور سورہ النجم 23 نزول سے سورہ المطففین 86 تک کے نزول کی سورتیں ہیں ۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں تعلیم اور تربیت کا مقام معراج کے واقعہ کے بعد کیا تھا ۔اس دوران اپنے رسول ﷺ کو حکم

دیا کہ'' آپ بھی بصیرت پر اُمت کو بلائیں اور آپ کا تابع بھی بلائے گا۔اور بعد نویں صدی ہجری میں مہدی موعودؑ نے دعوت دیدار کو عام کرنے کا اعلان کیا۔ان تمام حقیقتوں کو کیمرے کی ایجاد کے مراحل میں دیکھیں۔حضرت ابراہیم کے دور کے بعد حضرت عیسیٰ کے دور تک ابن الہیثم کے دور پر تصور کریں جس نے ایک نظریہ پیش کیا مگر مسلمانوں نے اس سے خاطر خوا فایدہ نہیں اُٹھایا۔بعد میں ابن الہیثم کے نظرئے پر عیسایوں نے کیمرہ ایجاد کیا تو مسلمان بھڑ کتے بد کتے رہے حلال حرام کے فتوے صادر کرتے رہے ۔حضرت موسیٰ وعیسیٰ کا دور گزر گیا جسے بعد میں کیمرے کی ایجادات کے دور پر تصور کریں کہ ہر کوئی کیمرہ خریدنا اور فوٹو لینا چاہتا تھا مگر وسایل اور اسباب میسر نہ تھے اور نہ وہ کمال حاصل تھا معنی ہر ایک دل میں خدا کو دیکھنے کی خواہش تو تھی مگر اسباب و وسایل نہیں تھے ۔اس کے بعد DSLR کا دور آیا کہ جس میں تصویر شیشے پر منعکس ہوتی اور بعد میں اسکرین پر محفوظ ہوتی ۔اسکو حضور ﷺ کے دور میں دیکھیں حضور ﷺ نے معراج کے واقعات اور حالات تفصیل سے بتائے اُمت کے قلب ونظر پر ایک عکس اور پرچھائی تو پڑی مگر پوری طرح اس تصویر کو دیکھنے کے قابل خود کو نہیں بنایا حالانکہ حضور ﷺ نے تمام اسباب مہیا کردئے تھے یعنی علم سے تقوی پرہیز گاری سے مسلمانوں نے خود کو ماہر یعنی پروفیشنل بنانے کی کوشش نہیں کی دیدار کی کوشش نہیں کی ذیلی اور سطحی مسایل میں اُلجھے رہے ۔مہدی موعودؑ کا دور آیا جو miror less ڈیجیٹل کیمرے کی طرح تصویر کا عکس سیدھا انسان کی بصیرت اور بصارت پر ڈالنے کی تعلیم اور تربیت کی طرح ہے ۔جس کا بیان حدیث جبریل میں ہوا کہ''تو اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا اسے دیکھ رہا ہے یا اتنا جان کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے''۔جس طرح ایک ماہر فوٹو گرافر تصویر کو نزدیک سے دور سے صاف اور شفافیت سے مختلف انواع قسم کے کیمروں اور لینس سے لیس ہو کر تصویر نکالتا ہے اسی طرح ایک''طالب دیدار''تقوی سے توکل سے ترک حب دنیا سے ذکر دوام سے صحبت صادقین کی نگرانی میں دیدار کی طلب کے رموز واسرار حاصل کرتا ہے ۔لہذا اللہ تعالی نے یہی بات قرآن میں کہی ہے کہ''تم زمین پر گھوم پھر کر کیوں نہیں دیکھتے کہ ہم نے کیسی کیسی نشانیاں بنائی ہیں''اگر اس کے باوجود بھی نہیں دیکھتے تو اللہ فرماتا ہے کہ''جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا''۔سورہ انعام آیت ۱۲۴'' جب ان کے سامنے کوئی آیت (حکم) آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانیں گے جب تک کہ وہ چیز خود ہم کو نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گی ۔آیت ۱۲۵'' پس یہ (حقیقت ہے کہ) جسے اللہ ہدایت بخشنے کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کا سینہ اسلام کے لے کھول دیتا ہے'' آیت ۱۲۶'' حالانکہ یہ راستہ تمہارے لے رُب کا سیدھا راستہ ہے اور اس کے نشانات ان لوگوں کے لےٗ واضح کر دئے گئے ہیں جو نصیحت کو قبول کرتے ہیں''۔اس تمام گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کو دیکھنے کے تمام وسایل مہیا ہیں مگر انہیں دیکھنا نہیں ہے کیونکہ اُن کا علم انہیں اس کی اجازت نہیں دیتا۔یہ بالکل ایسا ہے کہ DSLR اور Mirror less ڈیجیٹل کیمرہ موجود ہے ضرورت ہے اسے حاصل کرنے اس میں مہارت حاصل کرنے کی اور کوئی بھی چیز بلا معاوضہ بغیر محنت اور طلب کے حاصل نہیں ہوتی اس کے لے محنت اور مشقت کرنی پڑتی ہے ۔اللہ کے محبوب ﷺ گیارہ برس تک تبلیغ دین وایمان کرتے رہے صرف سوسوا سو 125/100 لوگ ہی مسلمان ہوئے آج ڈیڑھ سو کروڑ ہیں ۔طلب دیدار بھی محنت

مشقت اور کوشش سے حاصل ہوتا ہے صرف دین کے چند اُصول جان لینے یا مصدق کہلانے سے نہیں۔ جیسے اس سے پہلے کہا ایک معمولی ماہر پروفیشنل فوٹوگرافر بننے کے لئے کئی برس کی محنت شوق اور تجربہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضور ﷺ کے بعد نصف صدی کے اندر اسلام کی سرحدیں یوروپ افریقہ وسطی ایشیا برصغیر تک پھیل گئیں۔ برصغیر پر مسلمانوں کی حکومت آٹھ سو برس رہی لیکن آج مسلمانوں کا تناسب انیس بیس فیصد ہے۔ ہندوستان میں مسلم حکمرانوں نے عالیشان مسجدیں خانقاہیں قلعہ اور مدرسے بنائے مگر اصلاح وتبلیغ پر توجہ نہ دی۔ دور نبویؐ کے بعد تعلیم حاصل کرنے والوں کا اژدھام تھا ہر کوئی اسلام کے متعلق جاننا چاہتا تھا وہاں مدرسے کم تھے بعد کے ادوار میں مسجدیں مدرسے تو شاندار بنائے تعلیم اسلام کا معیار گرادیا' آج ہندوستان میں ہیں کئی مسجدیں اور مدرسے ویران اور غیر آباد ہیں۔ مہدویوں کی تو آبادیاں بھی کچی اور دایروں کا منتقل ہوتے رہنا ایک حقیقت تھی' لیکن ایمان کا غلغلہ اسلامی دنیا میں تھا۔ مگر آج مسجدیں خوبصورت اور پختہ ہیں نمازی غیر حاضر' آج مہدویوں میں مدرسہ کے نام پر جو تعلیم کا انتظام ہے وہ شیر خوار بچوں کے لئے ہے بالغ لوگوں کی تعلیم دین ایمان اللہ کے حوالے ہے۔ جن کے ذمہ یہ کام ہے انہیں خود مہدویت کے متعلق معلوم نہیں۔

کیا مہدی موعودؑ کے بعد مسلمانوں کی سوچ اور خیالات میں تبدیلی آئی؟۔ اس کا جواب ہاں ہے' کیونکہ جنہوں نے تصدیق کی سو کی لیکن جنہوں نے تصدیق نہیں کی وہ بھی مہدویہ تحریک سے متاثر ہوئے۔ جنہوں نے صرف ظاہری علوم کو اسلام سمجھ رکھا تھا وہ بھی معرفت الٰہی کی طرف متوجہ ہوئے جیسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی' شاہ ولی اللہ اور دیگر مگر انہوں نے تصدیق مہدی سے مشرف نہ ہو کر اپنی عالمانہ فضیلت کی بنیاد پر اپنی مرضی اور خیال کے طایفے بنائے۔ جو بہت بعد میں دیوبند اور تبلیغی جماعت کے طور پر ظاہر ہوئے۔ مگر ان پر وہابیہ اور اہلحدیث تحریکوں نے اپنا قبضہ جمالیا' یہ لوگ بریلویت کے مخالف تو تھے مگر ان کے طور طریقوں کا بھی اثر ان پر غالب رہا' جس کی وجہ سے ان کی عالم دامت برکاتہم اور حضرت جی کہلائے، یہ سجادہ نشیں اور مجاور ہونے کی دوسری قسم تھی۔ دوسری طرف بریلویوں نے دباؤ محسوس کرتے ہوئے باجہ گاجہ صندل عرس کو کچھ حد تک کم تو کردیا مگر خاندانی میراث اور مجاوروں کا دبدبہ بہر حال آج بھی بنا ہوا ہے۔ دیوبندی بریلویوں کی مخالفت تو کرتے ہیں لیکن خود ان کے بانیوں نے جو شان رسول میں گستاخیاں کیں ہیں اور ختم نبوت کا انکار کیا ہے انہیں مفتی عالم فاضل رحمۃ اللہ علیہ جیسے اعلیٰ مراتب پر فایز رکھا ہے۔

سوال یہ ہے کہ قرآن میں جب اللہ تعالیٰ نے رسولؐ سے فرمایا کہ ''تم بھی بصیرت (دیدار) کی دعوت دو تمہارا تابع بھی دے گا'' تو کیا صحابہؓ رسول ﷺ کے دلوں میں یہ بات نہیں گزری ہوگی کہ یہ بصیرت پر بلانا کیا ہے اور کس لئے ہے؟ ہوسکتا ہے کہ صحابہؓ نے استفسار کیا ہو؟ اور حضور ﷺ نے اس کی حقیقت بھی بتائی ہو' لیکن اسلام کے اولین دور کے تقاضوں کے خاطر خاموشی اختیار کرنے کی تاکید کی ہو؟ کیونکہ احادیث میں اس بات کا اشارہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''لوگوں کو ان کی عقلوں کے مطابق کلام کیا کرو''۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ فرمایا ''میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے دو باتیں حاصل کیں ایک میں نے لوگوں تک

پہنچادیا اگر دوسرے کا بیان کروں تو لوگ مجھے سنگسار کردین گے یا میرا حلق کاٹ دیں گے''۔حضور ﷺ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ بنے تو ایک لشکر ایران کے مقام بھیجا قادسیہ کو بھیجا' ایک دن جمعہ کے دن ممبر پر خطبہ فرمارہے تھے کہ اچانک درمیان میں زور زور سے پکارنے لگے''یا ساریۃ الجبل' یا ساریۃ الجبل'' پہاڑ کے پیچھے دیکھو پہاڑ کے پیچھے دیکھو۔مسجد نبوی میں لوگ حیران ہو گئے یہ امیر المومنین کو کیا ہو گیا یہ کس کو آواز دے رہے ہیں۔بات آئی گئی ہوگی ۔لیکن چند دن بعد لشکر اسلام سے قاصد آیا حسب معمول مسجد نبوی میں لوگ جمع ہوئے قاصد نے جنگ میں کامیابی کی نوید سنائی مگر کہا کہ ہم دشمنوں کی صفوں کو چیر کر آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک پیچھے سے زور زور سے آواز آئی پیچھے پہاڑ کی طرف دیکھو ہم نے پلٹ کر دیکھا تو غفلت میں دشمن نے پیچھے سے ہم پر حملہ کر دیا تھا اور ہم نے دشمن کو پسپا کیا اور کامیاب ہوئے۔تو لوگوں نے جب دن اور تاریخ معلوم کی تو وہ وہی جمعہ کا دن تھا۔بات یہ ہے کہ جب حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کو ہزاروں میل کا واقعہ نکھوں سے نظر آرہا تھا تو کیا''تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے''(حدید) کے معنی نہیں سمجھ میں آئے ہونگے ؟ خود اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ''میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے''پھر سوال وہیں پر آگیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کہاں رات گزارتے تھے؟ اللہ کا دیا کیا کھاتے اور پیتے تھے؟ جس رسول ﷺ کو لمحہ بھر میں تمام کائینات کی سیر کرادی وہ خالق ومعبود کیا آپ ﷺ سے دور تھا؟۔لہذا کچھ باتیں رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ بتائی گئیں مگر اُن کی تشریح نہیں کی گی ۔مثلاً مقطعات قرآن میں وحی کئے گئے مگر اُن کی وضاحت یا تشریح نہیں کی گی ۔اسی طرح کے معاملات ہیں جو اللہ کے نیک بندوں کے فہم وادراک پر چھوڑ دئے گئے'جس کا ذکر قرآن میں کیا کہ''کیا تم قرآن میں غور نہیں کرتے؟''اور یہ بھی کہا کہ''جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا''۔

کچھ غزوہ ہند کے بارے میں

کچھ عرصہ سے برصغیر' ترکی اور کچھ افریقی مما لک میں غزوہ ہند کا بڑا چرچہ ہے۔مگر دیکھنے میں آیا ہے کہ بغیر معاملے کی بنیادی حقیقتوں کو جانے سمجھے بناء بے لاگ تبصرے دلائیل اور بیانات دئے جارہے ہیں ایک حقیقت کو ابہام بنا کر پیش کیا جارہا ہے ایسے ایسے دعوے کے جارہے ہیں جن سے حقیقت کا کوئی واسطہ نہیں ہے اس لئے پہلے ہم غزوہ کے معنی واحوال جان لیتے ہیں ۔**غزوہ وہ معرکہ ہے جو ایمان کے فروغ اور حفاظت کے لئے کیا جاتا ہے جس میں حکومت مالی منفعت ملکی وسعت کا ارادہ نہیں ہوتا۔** غزوہ وہ ہے جس میں رسالت مآب ﷺ نے خود شرکت کی ہو'حضور ﷺ نے 'ابوا' کے مقام پر کیا'جس میں 70 مہاجر صحابہؓ تھے جو دوسری ہجری میں ہوا جس جگہ ہوا وہاں سے کفار قریش جا چکے تھے وہاں کے قبیلہ بنو دمرہ نے آپؐ سے صلح کرلی۔آپؐ اپنی حیات میں کل 27 غزوات میں شریک ہوئے۔غزوات کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں کوئی بڑی عسکری طاقت یا لشکر نہیں ہوتا چھوٹی ٹکڑیاں ہوتی ہیں غزوات دشمن پر رعب بٹھانے مرعوب کرنے یا اُسے کمزور کرنے کے لئے یا پھر جنگی تیاری سے پہلے مشقیں ہوتی ہیں۔غزوات دشمن کا حوصلہ پست کرنے کے لئے اور قبائیلوں کو مرعوب کرنے ذمیوں بدعقیدہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے

ہوتے ہیں۔ابوا کے مقام پر جوغزوہ ہوا خیبر کے قریب ہوا تھا۔سرایہ اُس معرکہ کو کہتے ہیں جس میں حضورؐ شامل نہ ہوئے۔بدر اور احد کے معرکے غزوات ہیں ایک دستہ حضورؐ نے پہلی سنہ ہجری میں بنایا وہ صیف البحر تھا جس میں صرف 30 صحابہؓ تھے جس کی حضرت حمزہؓ نے مہاجروں کی قیادت کی ابوجہل نے کفار کی قیادت کی اس میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا یہ غزوہ مدینہ ہجرت کرنے والے مہاجرین کی حفاظت کے لئے ہوا۔ایک غزوہ عبدہ ابن حارث کی قیادت میں ہوا اس میں 6 صحابہؓ مہاجر تھے کفار کی قیادت ابو صفیان کی تھی جن کی نفری کی تعداد 200 تھی یہ غزوہ مکہ کے تجارتی قافلے کو روکنا تھا جو شام سے آرہا تھا اس میں کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔دوسری ہجری میں ذوالعل عشرہ ہوا جس میں حضورؐ شریک تھے۔ان غزوات کی ضرورت یا خصوصیت یہ تھی کہ صحابہؓ کے قتل کئے جانے لٹیروں کو روکنے ڈرانے رعب ڈالنے قافلوں کو بچانے کے لئے ہوئے۔اب ان احادیث کو دیکھتے ہیں جن میں غزوہ ہند کا ذکر ہوا ہے۔

ثوبانؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:میری اُمت کے دو گروہ ہونگے جنہیں اللہ تعالی نے جہنم سے آزاد کردیا ہے۔ایک وہ جو ہند میں معرکہ کریگا دوسرا وہ جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہوگا۔(صحاح ستہ'امام احمد'نسائی' تاریخ الکبیر'طبرانی' بیہقی' دیلمی'سیوطی'ابن عساکر)دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے:حضور ﷺ نے وعدہ فرمایا ہے غزوہ ہند کا'اگر مجھے موقع ملا تو میں اس میں شامل ہوں گا'اگر اس میں مارا گیا تو شہید کہلاؤں گا'اگر واپس زندہ آیا تو میں وہ ابو ہریرہؓ ہوں گا جو جہنم سے آزاد کر دیا گیا ہوگا اللہ تعالی کی جانب سے۔تیسری حدیث فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:یقیناً فوج کا ایک دستہ ہندوستان میں جنگ کریگا اللہ اسے کامیابی عطا کریگا اُن سپاہیوں کو جو اپنے حاکموں کو گھسیٹتے ہوئے لائیں گے زنجیروں میں باندھ کر۔اور اللہ انہیں معاف فرمائے گا اس معرکہ کی وجہ سے اور جو اس میں سے ہوں نگے وہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ سے ملاقات کرینگے۔(نعیم بن حماد کتاب الفتن۔مسند اسحاق بن راہویہ)ان احادیث میں جو باتیں ہیں وہ یہ کہ:اس غزوہ میں جو شہید ہونگے وہ جہنم سے آزاد ہو چکے ہونگے'اس گروہ کے بچے ہوئے لوگ حضرت عیسیٰ سے ملاقات کرینگے یعنی اسے گروہ کے افراد کا قیامت تک قایم ہونا۔اس میں ایک''دستہ'' کی بات ہے فوج کی نہیں۔ان باتوں کے علاوہ حضور ﷺ کو ہند سے ٹھنڈی ہوا بھی آئی تھی۔حضرت عیسیٰ کا مہدوی(امام) کی اقتداء کرنا'اور مہدی کو اللہ کی جانب سے حکم ہوا کے خراساں کی طرف جائیں۔اور یہاں ایک اور بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا اس غزوہ میں شرکت کی خواہش کرنا جو کہ اصحاب صفہ کے تارک الدنیا میں مخصوص تھے'اور جو جہنم سے آزاد ہونگے وہ شہدا ہونگے جو اس معرکے میں شہید ہونگے دوسرے حضرت عیسیٰ سے ملاقات کرینگے۔ظاہر بات ہے جنہوں نے اس معرکے میں شرکت نہ کی ہو وہ حضرت عیسیٰ سے فوری طور پر نہیں ملیں گے کیونکہ اس غزوہ کے بیان میں حضرت عیسیٰ کا زمانہ بیان نہیں ہوا اس لئے اس کے دوسرے گروہ کا حضرت عیسیٰ سے ملاقات کا زمانہ بعد کا ہے اور اس سے پہلے ہم نے نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ مہدی کی قوم کے امام کی اقتداء میں نماز اداء کرینگے تو معلوم ہوا کہ **اس غزوہ کا تعلق مہدی کی جماعت یا گروہ سے ہے** کیونکہ ان روایات کی شرائط یہی بتا رہی ہیں۔ان احادیث میں جو باتیں ہیں وہ ہیں 1)اس غزوہ کا ہند میں ہونا 2)اُمت کے دو گروہ میں سے ایک گروہ کا اس غزوہ میں شامل ہونا 3)

فوج کا ایک دستہ ہونا 4)اس گروہ سے دوسرے باقی گروہ کا حضرت عیسیٰ سے ملاقات کرنا 4)حضرت ابو ہریرۃؓ کا اس غزوہ کی خواہش کرنا ۔ پہلا اس غزوہ کا ہند میں ہونا دوسرا اُمت کے دوگروہ ہونا پہلا اللہ کے خلیفہ حضور ﷺ کے مبشر مہدی کی تصدیق کرنے والے دوسرے انکار کرنے والے ۔فوج کا دستہ ہونا یعنی چند لوگوں کا ہونا ۔حضرت ابو ہریرۃؓ کا اس میں شامل ہونے کی خواہش کرنا جو کہ ایک تارک الدینا تھے اور بندگی میاں سید خوندمیر کے ہمراہ جو غزوہ ہند میں شامل تھے وہ محض چند تارک الدنیا فقراء ہی تھے ۔اور یہ غزوہ ہند وصال مہدی کے بعد ہوا جس کی آپؑ نے بشارت دی تھی ۔حضور ﷺ نے اپنی حیات کے آخری ایام میں کئی دستے راوانہ کئے تھے جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو یہ دستے بعد میں ان معرکوں میں شامل رہے اُن میں ایک دستہ مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا تھا ۔اور بعثت مہدی کے تعلق سے جس گروہ نے مہدی کی تصدیق کی وہ پچھلے پانچ صدیوں سے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ غزوہ بدر ولایت سدھرا سن میں بندگی میاں سید خوندمیرؓ خلیفہ دوم مہدیؑ اوران کے اصحاب دایرہ کے ساتھ ہو چکا اور وہ غزوہ حضور ﷺ کے غزوات کی شرایط پر ہوا تھا معنی وہ کوئی بڑی عسکری طاقت یا جماعت کا معرکہ نہیں تھا بلکہ مہدی کی خلافت کا انکار کرنے بادشاہ کے گروہ سے غیر مصلح فقراء کے ساتھ ہوا اور ان فقراء کی شہادت ہوئی تھی تو بادشاہ کی فوج کے کچھ سپاہی بھی مارے گئے تھے اور اس جماعت کے علاوہ ان علاقوں میں جہاں یہ معرکہ ہوا مصدق مہدویوں کی بہت ساری آبادیں موجود تھیں جن کی اولادیں آج بھی برصغیر یعنی ہند و پاکستان میں بسی ہوئی ہیں اور یہ اعتقاد رکھتی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ سے اُن کی ملاقات ہونی ہے ۔مہدویہ تو آمد مہدی اور غزوہ ہند سے فارغ ہیں اب انتظار غیر مہدویہ کو ہے کہ مہدی آینگے غزوہ ہند کرینگے دنیا میں مسلمانوں کی حکومت ہوجائے گی اور عیسیٰ اور مہدی مسلمانوں کی نجات کا سبب بن جائیں گے جب تک جتنی حکم عدولی و بے اعتدالی کرنی ہے کرلو ۔ایک نظر یہ عیسایوں کا ہے کہ جیئس Jesus ابن اللہ ہونے کی وجہ سے سارے عیسایوں کے گناہ اپنے سر لے چکا ہے اس لئے بے حیائی بدکاری گناہ ومعاصی میں مبتلاء ہونا کوئی بری بات نہیں اور دنیا کی سب سے بدکار بے ہودہ قوم اس وقت عیسائی ہیں ان کا مقابلہ دہریے یعنی خدا کو نہ ماننے والے بھی نہیں کرسکتے ان میں بھی کچھ حیاء شرم اور انسانیت باقی ہے ۔ان یہود ونصاری کے طریقوں پر کچھ عرب ممالک چل پڑے ہیں انہیں اپنے ملک کی ترقی کے لئے اسلام کی نہیں مغرب کا طرز زندگی پیارا ہے ۔رہے یہودی وہ تو صدیوں سے ایک مسیحا کے انتظار میں ہیں جو آئے گا سارا مشرق وسطی پر وہ قابض ہو کر یودیت کے عظیم الشان حکومت قایم کرلیں گے اس کے لئے انہوں نے ہر ظلم بربریت تشدد اور غیر انسانی طریقہ اختیار کررکھا ہے ۔اب رہے اہل ہنود ان کو بھی بھگوان کے آخر اوتار ''کالکی'' کا انتظار ہے مگر بہ نسبت دوسروں کے انہیں اس بات کی دو فیصد بھی پروا نہیں ہے وہ اپنے ہزاراہا دیوی دیوتاؤں میں مگن اور خوش ہیں بس ان میں کی ایک کٹر جماعت اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھ رہی ہے جس کا ان کے پاس کوئی خاص عقیدہ یا نظریہ نہیں ہے جو یہودی وعیسائی یا دہریے کررہے ہیں ایسا ظلم وتشدد اختیار کیا جائے اسے حاصل کرنے بس ان کے یہ ایک سنک ہے جس کی کوئی وجہ انہیں بھی معلوم نہیں ۔

اب آئے دیکھیں جو خود ساختہ علماء سو ہیں وہ آج کل کیا کہتے ہیں سنی سنائی اپنی عقل میں آنے والی باتوں کا پروپگنڈا

کرنے کا رواج پچھلے دوسو سالوں میں بہت زیادہ ہوگیا ہے۔کوئی کہتا ہے کہ ہندوستان پاکستان کا بٹوارہ غزوہ ہند ہے' کوئی کہتا ہے مسئلۂ کشمیر غزوہ ہند ہے' کچھ لوگ محمد بن قاسم کے حملے کو غزوہ ہند مانتے ہیں اور کوئی محمود غزنوی کے حملوں کو۔ کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ یہ غزوہ بصرہ اعراق میں ہوگا اور کچھ کہتے ہیں کہ مہدی و عیسیٰ کی بعثت پر یہ غزوہ ہوگا۔ جو مہدی کے منتظر ہیں وہ مدینہ منورہ میں انتظار کر رہے ہیں۔

امام حسینؓ کی شہادت اسلامی تاریخ کا حصہ ہے جس سے ہر مسلمان واقف ہے۔لیکن ایک حقیقت ہے کہ حضرت امام حسین کو کربلہ میں شہید کیا گیا تھا اور ان شہدا کے سروں کو نیزوں پر لگا کر شمر جو یزید کی اس فوج کا سپہ سالار تھا اس کے پاس لے جایا گیا تھا۔شیعہ حضرات تازیہ جو اُٹھاتے ہیں وہ انہیں سروں کے نیزوں پر لگائے جانے کی یاد میں اور گریہ وزاری ہے۔ **مقام کربلہ میں تو حضرت امام حسینؓ اوران کے ساتھی شہدا کو دفن کردیا گیا تھا لیکن !!!ان کے سر جائے شہادت سے بہت دور لے جائے گئے تھے پھر وہ کہاں دفن ہوئے؟** کچھ کا خیال ہے کہ واپس لاکران سروں کو کربلا میں انہیں کے ساتھ دفنایا گیا تھا مگر یہ روایات متضاد اور مختلف ہیں کچھ کا خیال ہے شام کے شہر الیپو میں دفنایا' کوئی کہتا ہے اشکیلان میں کوئی بالبیک میں کوئی ہوم میں کوئی مرو میں کوئی مدینہ منورہ میں ان سروں کا دفنایا جانا بیان کرتا ہے۔اس ضمن میں کچھ اس قسم کی مہدویہ روایات اور تاریخ واقعہ بدرولایت کے بارے میں ہیں وہ ہے مہدی موعود آخرالزماں سید محمد جونپوری علیہ السلام کے دوسرے خلیفہ اور داماد حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؒ کا غزوہ جو گجرات کے حاکم مظفر کی فوج کے ساتھ کھانبیل اس کے بعد سدھراسن میں پیش آیا کہ جس میں ایک سوفقراء نے میاںؒ کے ساتھ شہادت پائی اس فوج کی کا سالار عین الملک تھا۔اس غزوہ کی دوسری حقیقت یہ ہے کہ جس طرح امام حسینؓ کا مقابلہ ایک مسلمان حاکم یزید کی فوج کے ساتھ ہوا بالکل اسی طرح حضرت بندگی میاںؒ کے فقراء کا مقابلہ ایک مسلم حاکم شاہ گجرات مظفر کی فوج کے ساتھ ہوا اور حضرت امام حسینؓ کی فوج بھی کسمپری کی حالت میں تھی اور بندگی میاں کے فقرا تو فقراء ہی تھے۔مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد 928 ہجری میں بندگی میاںؒ نے حج کیا اور واپس آ کر رسالہ ثبوت مہدی لکھا اس کے بعد 930 ہجری میں آپؒ کی مع احباب کے شہادت 44 برس کی عمر میں ہوئی۔

کھانبیل اور سدھراسن قریب کے قصبے ہیں اس کے قرب و جوار میں پاٹن اور پالن پور بھی ہیں' اب تو یہ شہر بن چکے ہیں۔سدھراسن اصل میں سدھرشن ہے سنسکرت زبان میں سو su معنی اچھا اور درشن معنی دیکھنا ہے یہ کثرت استعمال کی وجہ سے سدھراسن بن گیا' ہندو دیومالا کے مطابق سدھرشن ہندوؤں کے بھگوان وشنو کا ہتیار ہے جو گھومتے ہوئے وار کرتا ہے۔سدھراسن میں اس غزوہ کا ہونا وہاں پر ان شہیدوں کے دھڑوں کے مدفن ہونے سے معلوم ہوتا ہے جس طرح امام حسینؓ کے سر شمر کو پیش کئے گئے اسی طرح بطور ثبوت بندگیماں اور ساتھی فقراء کے سروں کو عین الملک کو پیش کیا گیا بعد میں ان سروں کے پوست چاپانیر میں اور ہڈیاں پاٹن میں دفن کی گئیں۔اس طرح سروں اور دھڑوں کا الگ مقامات پر دفن کیا جانا جس کی پیش گوئی امام مہدی موعودؑ نے کی تھی

اسی طرح امام حسینؓ کے واقعات میں واقع ہوا تھا ہوا ہے مگر امام حسینؓ کے بارے میں آج تاریخی حوالوں سے معلوم ہو رہا یہ باتیں پہلے معلوم نہیں تھیں بعد میں بالکل اسی طرح کا واقعہ ہند یا سندھ کی سرزمین میں ہونے کی پیش گوئی اللہ کے خلیفہ مہدی نے کی ہے۔ان تمام واقعات کے جزئیات کو یکجا کر کے دیکھیں معلوم ہوگا کہ مہدی موعود آخرالزماں کی بعثت اور ظہور بھی ہوا تھا اور غزوہ ہند بھی ہو چکا ہے۔کسی بڑی عسکری فوج کی جنگ ہونا ہی آج غزوہ ہند ہونے کا جو دعوی کیا جا رہا ہے وہ ایک ابہام اور غیر حقیقی بات ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کی آل میں امام حسین کی شہادت ہوئی اسی طرح آپ کی عترت میں تابع تام رسول اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی آل یا حضرت فاطمہ کے شوہر حضرت میاں صدیق ولایت کی شہادت غزوہ ہند میں ہوئی ہے اپنے ایک سو 100 فقراء کے ساتھ جو کہ غزوہ کی شرایط پر ہے۔اگر کہا جائے کہ غزوہ اسے کہا گیا جس میں بہ نفس نفیس حضور نبی کریم ﷺ شامل ہوتے تھے تو جواب ہوگا کہ پھر غزوہ کے الفاظ حدیث میں کیوں آئے ہیں اور آج ایک بڑی معرکۃ الآراء جنگ کو غزوہ سمجھ کر کیوں مقابلہ ومقاتلہ کا انتظار ہو رہا ہے۔بالآخر مہدویوں کی اس عقایدی وتاریخی حقیقت کو ماننا پڑیگا کہ کھانبیل وسدھراسن کا معرکہ غزوہ ہند تھا جو ہو چکا ہے۔نہ اب کوئی مہدی موعود آئے گا اور نہ نہ ہی غزوہ ہند ہوگا۔

اس سلسلے میں ہمیں کتاب ''سراج منیر'' کے چند صفحات دستیاب ہوئے اس میں ہمیں مزید یہ باتیں معلوم ہوئیں۔اس غزوہ میں مظفر شاہ گجرات کے سالار عین الملک کی قیادت میں جو فوج مہدویوں سے مقابلہ کے لئے آئی تھی اس کی تعداد سات ہزار تھی 7000 سرکاری ان میں چار ہزار حبشی تھے پانچ ہزار پیادے اٹھارہ علمدار ہاتھی ان کے علاوہ احمد آباد سے تین سو جنگی ہاتھی اسی تو پیں پانچ سو نقارے پانچ سو نفیر پانچ سو باردار نیز امرائے سلطنت عین الملک سپہ سالار فوج اور ماتحتی سرداران علو خاں اور جھوجھار خاں کے دستے تھے جملہ فوج پینتالیس ہزار بتائی ہے۔اتنی بڑی فوج سے تو ملک فتح کر لئے جاتے ہیں مگر وہ فقراء جن کے پاس اسباب جنگ نہیں کے برابر تھے ان سے اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کیا معنی؟۔یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی لیکن اسی کتاب کے کچھ صفحات کا بغور جایزہ لیں اور کچھ حقیقتوں کی پڑتال کریں تو معلوم ہوگا کہ اکثر دیکھا گیا کہ بادشاہ یا حکمرانوں کو جو ملکی اطلاعات اور حالات بتانے والے ان کے مصاحب وزیر ہوتے ہیں جو بادشاہ کو مملکت کی اخباریں دیتے ہیں۔کبھی ان میں سچائی ہوتی ہے کبھی مبالغہ آرائی۔ہوسکتا ہے مہدویہ عقاید کا خوف وغلبہ علمائے سؤ اور مخالفین مہدویہ نے اتنا پھیلا دیا بڑھا چڑھا کر بادشاہ سے بیان کر دیا ہوتا کہ بادشاہ ایک کثیر فوج بھیجنے پر مجبور ہو گیا ہو اس طرح مہدویہ آبادیوں کو تاخت وتاراج کر دیا جائے۔اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ مہدی موعود علیہ السلام کے فراہ مبارک میں دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد تمام صحابہؓ ورمہدویہ مہاجر واپس ہندوستان خصوصاً سندھ میں آبسے تھے ان کی زیادہ آبادیاں کھانبیل پٹن بھیلوٹ پالن پور کے آس پاس بس گئی تھیں۔اور یہ بڑی آبادیاں تھیں اور ان میں ملتانی و افغانی پٹھانوں کا ایک بڑا گروہ تھا ویسے بھی افغانی اور غزنوی پٹھانوں کا سندھ وہند میں خوف وہراس چھایا ہوا تھا جو بڑے جری بہادر جوانمرد ہوتے ہیں یہ باتیں مظفر کو بتائی گئی ہوں کہ اب تمہاری حکومت خطرے میں ہے سو اس نے فوج کشی کا حکم دیا ہو۔ورنہ صرف

ایک سوفقراء سے مقابلہ کے لئے اتنی کثیر نفری کیا معنی ؟ مگر ہوا یہ کہ جب اس فوج کی ٹکڑیوں نے مہدویہ دایروں کو تاخت وتاراج کرنا مہدویوں کو زدوکوب کرنا اور انہیں بے جاقتل کرنا شروع کیا تو بندگی میاں سید خوندمیر جواس وقت کھانبیل میں تھے مزاہمت کے لئے آئے۔اسی کتاب کے کبڈی کے بیان میں یہ عبارت ہے کہ ''ابتداء دشمن سے ہوا اور ہم مظلوم بنیں'' اتنے میں فوج کے ایک دستے نے آکر دایرے کی باڑ جلائی اور بعض فقیروں کو تیر سے زخمی کیا اُس وقت آفتاب نکل چکا تھا'' بعد کے زمانے میں بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہوا ہے کہ علمائے سُو نے بغیر اکبر بادشاہ کے حکم سے بندگی میاں کو قیدو بند میں ڈالدیا تھا جب شہنشاہ اکبر گجرات کے دورے پر آیا تو بندگی میاں سے مناظرہ کروایا اور پایا کہ علماء سو خطاوار اور ظالم ہیں اور آپؒ کو معذرت کے ساتھ رہا کردیا۔یہی معاملہ اورنگ زیب کا احمد نگر میں ہے ایسا ہی کچھ سری رنگا پٹنم میں ہوا ایسا ہی کچھ حکومت نظام حیدرآباد میں پیش آیا۔مگر معرکہ سدھراسن کا غزوہ ہند ہونا مہدی موعودؑ کی دعوت کی شہادت ہے کہ اس میں آپؑ کے خلیفہ دوم بندگی میاں سید خوندمیرؓ اوران کے سوفقراء کی شہادت ہوئی تھی ۔حضور نبی کریم ﷺ کی حیات میں کفار نے جب پوری طاقت سے مدینہ پرحملہ کیا تھا اور آپؐ نے صحابہؓ کے مشورے سے مدینہ کے اطراف خندق کھدوائی تھی اس معرکہ کو غزوہ کہتے ہیں جس کا ذکر قرآن میں احزاب کے طور پر ہوا ہے۔اسی طرح جب حضور نبی کریم ﷺ حج کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے تو مکہ میں خبر گرم ہوگئی کہ مسلمان حملہ کرنے آرہے ہیں اور جنگ کی تیاری کر لی مگر ابوصفیان نے آکر معاملہ دیکھا تو اہل مکہ کو جنگ سے منع کیا جب کہ حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے بھی جنگ کی تیاری کی بعد میں صلح ہوگئی جو صلح حدیبیہ کے نام سے جانی جاتی ہے ۔کتاب سراج منیر کے نقشے میں جو علاقے دکھائے ہیں اس لحاظ سے یہاں مہدویوں کی کثیر آبادی تھی صرف بندگی میاں کے فقراء کا 900 کی تعداد ہونا بیان ہے اب اس دایرے کے کاسبین اور دیگر دایروں کے فقراء وکاسبوں کی تعداد کا اندازہ لگائیں۔اس کتاب کے صفحہ نمبر ۲۷۹ میں ہے کہ ''بندگی میاں شاہ نظامؓ بندگی میاں بھائی مہاجرؓ بندگی میاں خوند ملکؓ بندگی میاں سید یوسفؓ بندگی میاں ملک محمودؓ جو کھانبیل میں میدان جنگ کے کنارے کھڑے فقرائے حزب اللہ کی نبرد آزائی دیکھ رہے تھے ان کی شجاعت کی داددے رہے تھے۔اس کھانبیل کے کچھ دور بھیلوٹ پٹن سدھراسن پالن پور ہیں یہ مہدویہ کی بڑی آبادیاں تھیں یہی وجہ ہے کہ عین الملک اتنی کثیر فوج لے آیا ہوا اوران شہدا میں بنگالی منگلوری (کرناٹک) اور افغانی ملتانی پٹھانوں کے نام ملتے ہیں یہی وجہ تھی کہ بغاوت ہونے کے قدشے پر علمائے سُو اور عین الملک نے بادشاہ مظفر کو ورغلایا ہو۔اس کے علاوہ ان میں میاں جمال الدین ہندوستانی میاں شمس الدین ہندوستانی کے نام ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ علاقہ گجرات سندھ حکومتوں کے قلمرو میں تھا۔اوراس وقت ملتان اور افغانستان کو خراسان میں مانا جاتا تھا۔بعد میں انگریزوں نے سندھ ملتان گجرات کو ہندوستان میں شامل کیا آزادی ہند اور بٹوارے کے بعد سندھ کا علاقہ اور ملتان پاکستان بن گئے اور آج بھی گجرات کے جوناگڑھ کے نواب کا تنازعہ ہے کہ انہیں پاکستان کا علاقہ تسلیم کیا جائے وہ جوناگڑھ جواب گجرات ہند میں ہے ۔بہر کیف سدھراسن کا معرکہ غزوہ ہند ہے ایک سوفقراء کی ٹکڑی نے ایسی بڑی فوج سے ٹکر لی جواُن سے کئی گناہ

بڑی تھی مگر مہدویہ روایتوں کے مطابق عین الملک کی فوج پسپا ہو کر واپس ہوئی جنگ خندق میں بھی کوئی جنگ یا معرکہ نہیں ہوا تھا اللہ تعالی کی جانب سے تیز ہوا کے جھکڑوں نے کفار کے قدم اُکھاڑ دئے اور وہ اپنا سامان جانور حتی کے کھانے پینے کا سامان تک چھوڑ بھاگ گئے تھے۔قرآن مجید میں طالوت اور جالوت کا واقعہ ہے اس میں بھی کوئی جنگ نہیں ہوئی تھی حالانکہ یونانی فوج فلسطین پر حملہ آور ہوئی اس فوج میں ایک قوی ہیکل شخص تھا جسے جالوت کہا جاتا ہے اس کی قد وقامت اور ہیبت سے طالوت جو بنی اسرائیل کا بادشاہ تھا وہ اور اس کی فوج خوف زدہ تھی۔بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو کوئی جالوت کا مقابلہ کر کے اس فوج کو شکست دے گا میں اُسے اپنی بیٹی بیاہ دوں گا اور اپنی حکومت و بادشاہت میں حصہ دار بناؤں گا۔کوئی سامنے نہیں آیا حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ پیش کش قبول کی اور جالوت سے مقابلہ کے لئے ہاتھ میں صرف ایک غلیل جیسی کوئی چیز لے کر میدان میں گئے اس میں پتھر رکھ کر ایک ہی وار میں جالوت کا خاتمہ کر دیا اور یونانی فوج بھی ڈر کر بھاگ گئی۔ایک معاملہ یہ بھی ہے کہ امام حسینؓ کے معرکہ کربلہ کے وقت مسلمانوں کی کثیر آبادی تھی مملکت اسلامیہ روم شام ایران ہندوستان ترکی میں قایم ہو چکی تھی خلفائے راشدہ کے دور میں باوجود اس کے میدان کربلہ میں امام حسینؓ کے ساتھ صرف 145/70 ساتھی ہمراہ تھے جن کے قافلے کو ایک ہزار فوجیوں نے گھیر لیا اور انہیں کربلا کی طرف دھکیلا گیا جہاں پر یزید کے چار ہزار فوجی موجود تھے اور صلح کی بات چیت ناکام ہوئی اور عبیداللہ ابن میاد نے آپؓ کے آسانی سے واپس جانے کو قبول نہیں کیا بعد میں کربلا میں کل 72 لوگ شہید کئے گئے تھے۔یزید کی مملکت بڑی وسیع اور فوج کثیر تعداد میں تھی حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد اس کی فوج واپس ہوگئی اور یزید اور اس کے سالار جانتے تھے کے اما حسینؓ کے عقیدت مند اور ماننے والے بہت ہیں اس سے بغاوت کا خدشہ تھا لیکن بعد میں اُن سے کسی قسم کی اتنی مزاہمت نہیں کی گئی اسی طرح بندگی میاںؓ اور ان کے فقراء کی شہادت کے بعد مظفر کی فوج اور عین الملک نے مزاہمت بھی نہیں کی البتہ یہ وہ دور ہے جس میں اولیاء کے تقدس اور احترام کا چلن عام بات تھی اور برصغیر میں میراں سید محمد جونپوری کا مہدی موعود آخرالزماں ہونے کا غلغلہ تھا عین الملک اور اس کی فوج کو اس غزوہ میں کچھ ایسی حیرت انگیز باتیں بھی نظر آئیں جو محیرالعقل تھیں کہ صرف سو فقراء اس بہادری اور جان کی بازی لگا کر مقابلہ کر سکتے ہیں اور ان کی فوج میں افراتفری پھیلا سکتے ہیں تو تمام مہدویہ آبادی اگر مقابلے پر آجائے تو خیر نہیں اس لئے جتنا نقصان ہوا اتنے پر ہی اکتفاء کر کے چلے گئے۔انہیں اندازہ ہوگیا کہ ایمان کی طاقت کے مقابلے میں ناحق کو ہمیشہ شکست ہوتی ہے اس فوج کی ظاہری وباطنی شکست میں غیر معمولی احوال نے انہیں خوف زدہ کر دیا۔بے شک یہ اللہ تعالی کی منشاء تھی حضور ﷺ نے اس کی پیش گوئی فرمائی تھی کہ امام حسین کی شہادت ہوگی وہ ہوگئی اور ان کی مظلومیت کی بنیادوں پر لوگوں نے اپنی حکومت اور عقاید کی بنیادیں بنالیں۔اسی طرح مہدی موعود کے پیشن گوئی کے مطابق بندگی میاںؓ اور ان کے ساتھی شہداء کی شہادت پر مظلومیت کی ایک انوکھی روایت اور بیان بازی ہم مہدویوں میں بھی پائی جاتی ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمانوں کی طرح مہدویوں میں مہدویت کے حصے بخرے نہیں کئے اللہ کا شکر ہے مگر فاصلے اور دوریاں جب تب دیکھنے میں آتی ہیں۔یہاں ایک بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ یَوْمَ الْفُرْ

فَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ جس روز دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں (انفال ۴۱) یَوْمَ الْفُرْقَان کے متعلق مہدی موعودؑ نے اسے اپنے لئے بطور حجت قاطع فرمایا ہے۔اس آیت کے ضمن میں بہت ساری احادیث مال غنیمت سے متعلق ہیں مگر حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب ابن الحنفیہ سے ارشاد خداوندی وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ کے متعلق پوچھا۔تو انہوں نے فرمایا :یہ کلام کا آغاز ہے دنیا اور آخرت اللہ تعالی ہی کے لئے ہے۔ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ان دونوں حصوں کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔بعض نے کہا ہے کہ ذوی القربی کا حصہ خلیفہ کے قرابت داروں کے لئے ہوگا۔یعنی یہ مال غنیمت دنیا کا ہے مگر خلیفہ کے قرابت داروں کا حصہ ذی القربیٰ میں ہے۔اب سوال ہے کون سے خلیفہ۔خلیفہ رسول کے تو دنیا میں مال غنیمت میں حصے تھے یہ ذوی القربی کا حصہ اُس خلیفۃ اللہ کے رشتہ داروں کا ہے جو مبشر رسول اور تابع محمدؐ ہیں جنہوں نے دنیا میں فقراء کی زندگی گزاری ان میں تمام خلیفہ مہدی تو ہیں لیکن شہادت ولایت کی وجہ سے یہ حصہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ کا ہے۔لہٰذا غزوہ ہند یا جسے مہدویوں میں غزوہ بدر ولایت کہا جاتا ہے اس کی مماثلت تاریخ اسلام میں معرکہ بدر اس کے بعد معرکہ کربلہ اس سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کے جالوت سے مقابلہ میں دیکھیں تو سارا غزوہ ہند سمجھ میں آجائے گا اور بے کار کی اٹکلیں بھی واضح ہو جائیں گی۔

جیسے کہ معلوم ہے مہدیٔ موعودؑ کے وقتوں میں دہلی پر لودھی افغانوں کی حکومت تھی بہلول خاں لودھی کا زمانہ 1451-1526 سنہ عیسوی کا ہے جونویں سنہ عیسوی کا دور ہے۔اس وقت جونپور ایک آزاد مملکت تھی جس پر شرقیہ حکمران تھے جو خاندان تغلق کے گورنر ہوا کرتے تھے بعد میں اپنی الگ حکومت بنالی تغلق نسلی اعتبار سے ترک تھے کئی لوگ انہیں منگولی بھی بتاتے ہیں جو ترکی مملوک کا ہی حصہ تھے۔اگر ہم غور سے دیکھیں تو صحابہؓ مہدی کے مشاغل عبادت بندگی کے سوا کچھ نہ تھے۔ان کے ایک سو برس بعد مہدویوں میں تلاش معاش کی کوشش ہوئی تو سب سے اچھا پیشہ انہیں سپاہ گری نظر آیا کیونکہ زیادہ تر افغانی پٹھان مہدوی تھے۔پٹھانوں میں مذہب کے تئیں ایک دلچسپی لگاؤ کا جذبہ دیکھنے میں آتا ہے جو ابتدائے اسلام سے تھا لہٰذا آج بھی ہم دیکھ سکتے ہیں کہ افغانی پٹھانوں میں مذہبی جنونیت حد درجہ پائی جاتی ہے مثلاً آج کے طالبان یا دیگر پٹھانوں کے قبائلی نظام میں دیکھنے کو ملتا ہے۔لہٰذا مہدوی پٹھانوں کے پہلی پسند سپاہ گری تھی یہی وجہ ہے کہ احمد نگر کے نظام شاہ حکومت میں افغانی مہدویہ پٹھانوں کی بڑی نفری تھی۔سلطنت احمد نگر اور بہمنی کے زوال کے بعد سلطنت خدا داد حیدر علی نے مہدویوں کو اپنے یہاں بلالیا اور فوج میں اہم عہدے دئے جیسے قلعدار فوجدار جمعدار وغیرہ یہی بات حیدرآباد کے حکومتوں میں بھی دیکھنے میں آتی ہے۔یہی نہیں بلکہ تنجاور کے راجہ کے مخصوص سپاہ میں مہدویوں کے دستے تھے۔یہی وہ مہدوی ہیں جو بعد میں ترچناپلی اریوڈ پلی پالیم ترونل ویلی اور چنگوڑی میں آباد ہوئے۔خصوصاً چنگوڑی میں مہدویوں کی بڑی جاگیریں تھیں اور پالگھاٹ میں جو آج کیرالہ میں ہے ایک بڑی آبادی مہدیوں کی تھی۔فوجیوں یعنی سپاہ گری کے علاوہ ملکی انتظام کے بھی عہدے تھے جیسے فوجدار جمعدار یہ لوگ تھے تو تاجر مگر ٹھیکہ پر حکومت کو اجناس

کپڑے گھریلو سامان ضرورت کی روزمرہ کی چیزیں فوجیوں کو دیتے اور اس کے بدلے میں سونا سکے اور جاگیریں لے لیتے تھے۔ یہاں یہ بتانے کی ضرورت اس لئے ہے کہ مہدویوں کا اثر ورسوخ سماج کے ہر شعبے میں واضح تھا یہی بات علمائے سُو کو کھٹکتی اور پریشان کرتی تھی کہ ان کی دنیاداری کی مذہبی سیاست میں مہدوی دیوار کی طرح کھڑے تھے سو انہوں نے سازشیں کیں اور اپنے راستے سے ہٹانے کی ساری تدبیریں ترکیبیں آزمائیں۔ جس کے کچھ ثمرات ہم معرکہ سدھراسن میں احمد آباد کے رنگریز شہدا کے واقعہ میں سری رنگا پٹن کے اخراج میں حیدرآباد کے مقابلوں اور معرکہ آرائی میں دیکھتے ہیں۔

معرکہ بدرولایت یا غزوہ ہند کی اصل وجوہات پر اگر نظر کرتے ہیں تو ہمیں آج کے موجودہ تاریخی اور سیاسی حالات کا غور سے مطالعہ کرنا ہوگا۔ قوموں اور ملکوں کے درمیان سازشیں اور غلط فہمیاں پیدا کرنا جنگی چال کا حصہ ہوتی ہیں۔ بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے ساتھ جو واقعہ جنگ بدرولایت پیش آیا دراصل ایک مذہبی وعقایدی تعصب اور مہدویوں کے ساتھ ایک خونی کھیل کی سازش کا نتیجہ تھا جو علمائے سُو نے رچائی تھی۔ اس کی مثال کو پہلے آج کے حالات میں سمجھیں بعد میں ماضی میں دیکھتے ہیں۔ عیسایوں اور یہودیوں کی اسلام دشمنی ایک کھلی حقیقت ہے جب دنیا کی دوسری بڑی عسکری طاقت روس نے بحرۂ عرب کے ذریعہ اپنا اثر ورسوخ عرب اور افریقی براعظم میں بڑھانے کے لئے افغانستان پر حملہ کیا تو فوراً امریکہ۔ اور مغرب کے ناٹو معاہدے کے عیسائی ممالک نے افغان باغیوں کی اسلحہ اور پیسے سے مدد کی اور اس خطے کے ملک پاکستان کو بھی اس میں شامل کرلیا کسی طرح روس کو شکست ہوگئی اس کے بعد امریکہ۔ اور اس کے عیسائی اتحادیوں کو یہاں کے معدنیات کا علم ہوا تو انہوں نے اپنا تسلط قایم رکھنے کے لئے اپنی کٹھ پتلی حکومت کابل میں بٹھادی تا کہ خانہ جنگی کا ماحول بنا رہے اور وہ موقع دیکھ کر یہاں اپنے فوجی اڈے بنالیں جس طرح فلسطین میں اسرائیل کو بٹھادیا مگر مشکل یہ ہوی کہ ان کے مقابل طالبان کے دہشت گرد اور القایدہ درمیان میں حایل ہوگئے۔ امریکیوں نے خصوصاً جارج بش اور امریکی خفیہ جاسوسی ادارہ سی آئی اے نے ایک بڑی سازش رچی اور نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کو ہوائی جہازوں کے ذریعہ تباہ کردیا اور اس کا الزام طالبان اور القایدہ پر ڈالدیا اور بہانہ بنا کر امریکہ۔ اپنی مسلم دشمن مغربی عیسایی اتحادیوں کے ساتھ افغان پر حملہ کردیا اور پورے بیس سال تک یہاں وحشت بربریت کا خونی کھیل کھیلتے رہے مگر افغانیوں نے نہ صرف مزاہمت کی بلکہ انہیں ہر محاذ پر شکست دی یہاں تک کہ ان کی جانوں کے لالے پڑ گئے اور انہوں نے دیکھا مالی نقصان تو بے حد ہوا اور جانی نقصان بھی ہوا آخر کسی طرح مسلم ممالک کو درمیان میں لاکر بیچ بچاؤ کر کے افغانستان سے بھاگ نکلے۔ اسی تناظر میں معرکہ بدر ولایت کو دیکھیں مہدی موعودؑ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد تمام صحابہؓ اور مہاجرین واپس برصغیر آ گئے خصوصاً سندھ اور علاقہ گجرات میں مہدویوں کی بڑی آبادیاں ہوگئیں علمائے سُو نے دیکھا کہ ان کی دنیاداری خطرے میں ہے انہوں نے ان علاقوں کے مسلم حکمرانوں کو ورغلانا شروع کیا اس میں انہیں گجرات کے مسلم حکمراں مظفر اور اس کے سپاہ سالار عین الملک کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیابی مل گئی مگر سارے گجرات اور سندھ میں بسے بڑی آبادی کے مہدویوں کا صفایا کرنا یا نسل کشی کرنا مشکل کام تھا اس لئے انہوں نے مہدویوں

کی بڑھتی طاقت کا ڈرخوف دلایا کیونکہ اس علاقہ میں بہت مہدوی آباد ہوئے تھے اور دن بہ دن ان میں نئے لوگ شامل ہو رہے تھے انہوں نے مظفر کو ایک بڑی فوج کی گزارش کی جو عینل کی قیادت میں نکلی چونکہ مہدویوں میں بہت سارے افغانی بھی تھے انہیں ان سے خطرہ تھا مگر وہ کسی طرح شورش کرتے بھڑکاتے چھوٹی مہدویہ آبادیوں کو تاخت وتاراج کرتے آگے بڑھتے رہے کہ ان کے درمیان بندگی میاں سید خوندمیر اور ان کے فقراء ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔عینل کی فوج کثیر تعداد میں تھی جب ایک ٹکڑی بندگی میاں اوران کے فقراء پر حملہ کر دیا اور فقراء بھی ڈٹ گئے اس سے یہ خدشہ ہوا کہ سارا علاقہ گجرات کے عام مسلمانوں کی ہمدردی مہدیوں کے لئے بڑھ گئی اور سیاسی شورش کا خدشہ ہو گیا تو مظفر کی فوج کے علمائے سوڈر گئے اور انہوں نے مہدویوں کی نسل کشی کا ارادہ ترک کر دیا اور فوج واپس ہو گئی۔اور بندگی میاںؓ کی شہادت یا معرکہ بدر ولایت یا غزوہ ہند کے بعد مہدوی برصغیر کے دوسرے علاقوں میں ہجرت کر گئے کچھ سندھ میں کچھ مرہٹواڑہ میں کچھ راجپوتانہ کچھ دکن میں چلے آئے۔لہٰذا ایک بڑی سازش مہدویوں کی نسل کشی کی ہوتے ہوتے رہ گئی اور مہدویوں میں اس واقعہ کے متعلق روایتی بیان بازی اور اسے بڑھا چڑھا کر ایک غیر ماورائی اور ماحول بنا کر آج پیش کیا جاتا ہے مگر حقیقت اتنی ہی ہے کہ معرکہ بدر ولایت یا غزوہ ہند بندگی میاں اوران کے فقراء کے ساتھ پیش آیا ہے۔کچھ ایسے ہی احوال معرکہ بدر کے ہیں کیونکہ 313 مسلمانوں سے مقابلہ کرنے صرف ایک ہزار کفار مکہ ہی آئے تھے' کیوں نہیں سارا جزیرہ عرب ان کفار کے ساتھ آ گیا جو خود بھی مشرک وکافر تھے کیوں اس مخالفت میں انہوں نے کفار مکہ کا ساتھ اس لئے نہیں دیا کیونکہ وہ حق اور باطل میں فرق جان گئے تھے حالانکہ بہت بعد میں یہی عرب کے قبایل تھے جنہوں جب اسلام قبول کیا تو ہزاروں کی تعداد میں اسلامی افواج میں شامل ہو کر فتوحات اسلام کی وجہ بنے تھے۔

اگر دیکھا جائے تو گجرات کے مسلم حکمرانوں میں محمود شاہ بیگڑا بڑا طاقت ور اور وسیع مملکت کا بادشاہ گزرا ہے۔جس کی حکومت 1458 سے 1511 تک گجرات میں رہی ہے جس کی حکومت کے کھنڈرات چمپانیر (پاوگڑ) مشہور ہیں اس کی ایک مسجد کیوڑا بہت ہی بڑی اور عظیم مسجد گجرات میں ہے جو اب کھنڈر ہے۔چمپانیر یا مہدویوں کا چاپانیر کا علاقہ کسی وقت مسلم عالموں صوفیوں کا مرکز ہوا کرتا تھا کیونکہ محمود شاہ بیگڑا خود تصوف کا خیر خواہ تھا' یہی وجہ ہے حضرت مہدی موعودؑ اپنی ہجرت کے پانچویں مقام قیام کے بطور یہاں ڈیڑھ برس یعنی اٹھارہ مہینے قیام کئے ہوئے تھے حج پر دعوی مہدی سے پہلے۔اور بعد میں یہ مہدویوں کے قیام کا مرکز بھی بنا رہا۔

اُس زمانے میں جنگی حالات کو مختصر بیان کر دیا جاتا تھا تفصیل نہیں بیان ہوتی تھی خصوصاً دشمنوں کی سازشیں ریشہ دانیاں مذہبی وعقایدی منافرت کے احوال بیان نہیں ہوتے تھے اس لئے ہم نے اس سے پہلے جو احوال بتائے وہ روایات میں تفصیل سے نہیں ملتے۔مسلمانوں میں باقاعدہ جاسوسی کے محکمے کا نظام اعراق وشام کے نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کے زمانے میں شروع کیا گیا کیونکہ ان دنوں عیسائی صلیبی لڑایوں کے لئے مسلمانوں میں زرزمین اور زن کے ذریعہ مسلمانوں کی فوجی نقل و حرکت معلوم کرنے جاسوس بھیجتے تھے اور ترکی کی سلطنت عثمانہ میں یہ جاسوسی نظام بہت عمدہ بنا دیا گیا تا کہ ان مغربی مسلم دشمن عیسای

صلیبیوں سے باخبر رہیں ۔ایسی ہی مذہبی اعتقادی سازشیں برصغیر کی حکومتوں میں ہوتی تھی مگران کاتفصیل سے بیان نہیں ہوتا تھا اورمہدویوں کی نسل کشی کی سازش علماءے سؤ نے کی تھی اس کامفصل بیان نہیں کیاجس کے نتیجے میں معرکہ بدرولایت یاغزوہ ہند ہوا تھا جس کاتفصیلی بیان نہ مسلم مورخوں نے کیا نہ ہی مہدویہ راویوں نے نقل کیاصرف بندگی میاں اوران کےفقراء کی شہادت بیان کردی گی بعداس میں گھٹابڑا کرواقعات بیان ہوے ہیں اورمظلومیت کا پہلونکالا جاتا ہے جیسا کہ اہل تشیع نے کیا اگرعلی نہ ہوتےتو اسلام نہ ہوتا یہی بات مہدویوں کوسمجھائی جارہی ہے کہ بندگی میاں خوندمیرؓ نہ ہوتےتو مہدویت ناہوتی ۔بندگی میاں صدیق ولایتؓ کے مقام کوسمجھنا ہےتو مہدی موعودؑ کی تعلیم کوسمجھنا ہوگا۔

جنگ بدر 17 رمضان 2 ہجری کوہوئی اسی سال روزے فرض ہوئے۔جنگ بدرکو یوم الفرقان بھی کہتے ہیں اوراسی رمضان کی 27 تاریخ کوغارحرا میں وحی کانزول شروع ہوا تھا۔جنگ بدرہجرت کے دوسرے سال ہوئی۔اورغزوہ ہند یاجسے مہدویہ میں جنگ بدرولایت کہتے ہیں 13 شوال 930ہجری کوہوئی۔اس معرکہ کو"شہادت مخصوصہ" کہا جاتا ہے حضورﷺ نےغزوہ ہند کی پیش گوئی کی تھی مہدی موعودؑ نے اس شہادت مخصوصہ کی پیش گوئی کی تھی۔جنگ بدر میں مقابلہ بذات خودحضورﷺ سے ہوا تھا یہاں مقابلہ بدلہ ذات مہدی حامل بارامانت بندگی میاں سید خوندمیرؓ اوران کےصحابہؓ کے ساتھ ہوا تھا۔جنگ بدرکسی حکومت مال ودولت خطہ رقبہ کے لئے نہیں بلکہ کافروں نے اس لئے حملہ کیا تھا کہ مٹھی بھر مسلمان عرب میں کیسے معزم ومحترم ہوئے جارہے ہیں۔اور جنگ بدرولایت میں علماءسواس حسدبغض میں مبتلا ہوگئے تھے کہ مہدوی کس طرح اُمت میں معزز ومحترم ہوئے جارہے ہیں۔

قرآن کےترجمہ کی ذمہ داریاں

نبی کریمﷺ کےصحابہؓ نےممکن حدتک اپنی سعی وجدوجہد سےاُمت تک بلاکم وکاست قرآن وحدیث کے ہرعلم اور لفظ کوپہنچادیا'باوجود محدثین اورتابعین کی وضاحتوں کے بعد کےمترجموں اورمفسروں کوقرآن مجید کی کچھ ایسی حقیقتیں نظرنہ آئیں جو بالکل صاف اورصریح تھیں'حالانکہ انہوں نے جوغیرمثالی اورغیرمعمولی خدمت اسلام کی انجام دی ہےاس سےانکارنہیں کیاجاسکتا' ایسا کرنا انتہادرجہ کی بددیانتی اور بےایمانی ہے۔لیکن سورۃالتکویرکی 13,12,11 آیات کی ترجمانی مختلف مترجموں نےمختلف کی ہےاورمفسروں نےتو صاف طورپراس کی وضاحت سے کنارہ کیا ہےاورخاموشی اختیارکی'یہ ان کےایمان کی دلیل ہے کہ کلام اللہ میں نہ سمجھ میں آنے والی باتوں کویوں ہی بیان کردیتے۔اگر مان لیں تو یہ ان کااحتیاط بیان کلام اللہ کہا جاسکتا ہے جومعقول بھی ہے۔

ترجمہ یاتفسیر کےتعلق سےایک بات ذہن نشین یہ ہوناچاہے کہ دنیا کی کوئی بھی زبان ہو'اس کاہوبہوترجمہ یااس زبان کےبیان کے الفاظ ومعنی کودوسری زبان کےالفاظ کےقالب میں ڈھالا جاناممکن نہیں'اہل زبان وادب نے مثال سےاسے یوں سمجھایا ہے کہ جیسے عطرکوایک شیشی سے دوسری میں منتقل کرتے وقت تھوڑاعطر چھلک جاتا ہےاوراس کی خوشبوبکھرجاتی ہے'ایسا ہی ترجمہ کرتے وقت زبان کااثر اوربیان متاثر ہوجاتا ہے'اس کے باوجودقرآن مجید کے کچھ ترجمےاورتفسیریں بےمثال اورلاثانی ہیں۔مگرپریشانی وہاں پر

ہوتی ہے جہاں پر اپنے نظریاتی وعقایدی منصوبوں پر عمل کے لے قرآن مجید کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ پہلے دنیا کی زبانوں میں کئی معنی ومطالب نہیں ملتے' لیکن زمانہ کی ترقی اور انسانوں کے آپسی میل جول اور امتزاج اقوام سے نئے معنی مطالب غیر محسوس طریقے سے استعمال میں آتے چلے جاتے ہیں' جس کی وجہ سے زبانیں نئی سوچ اور معنی اختیار کر لیتی ہیں' یعنی جس بات کو پہلے نہیں سمجھا جا سکتا تھا اسے سمجھنے میں یہ معاشرتی ولسانی تبدیلی بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل ونینوا اور کنعان کے علاقے کے رہنے والے تھے' جب انہوں نے حضرت اسماعیلؑ اور بی بی حاجرہ کو مکہ میں چھوڑا تو ان کی زبان عربی نہیں تھی' وہ سریانی یا ارمیاک زبان تھی' مگر ہم دیکھتے ہیں آل اسماعیل کی زبان عربی ہوگئی؟ یعنی عرب کے جس علاقے میں وہ آباد ہوئے اس کے معاشرتی ولسانی تہذیب کو انہوں نے اپنایا' اور سیریا کی لسانی وادبی اقدار عربی میں شامل ہوئے۔ اس طرح قرآن کی زبان عربی قرار پائی۔ آج ہر زبان میں نئے الفاظ معنی اور استعارے استعمال ہونے کی وجہ سے بہت ساری حقیقتیں روشن ہیں۔ پہلے ان آیات کو دیکھیں۔ وَاِذَالسَّمَآءُ كُشِطَتْ . وَ اِذَا الْجَحِيمُ سُعِرَتْ . زبان عربی کے مطابق کسی نے اس کا ترجمہ "جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی" کیا ہے اور کسی نے "جب آسمان کھل جاوے گا' اور اس کے کھلنے سے آسمان کی چیزیں صاف نظر آئیں گی۔ اور جب دوزخ اور زیادہ دھکائی جائے گی" کیا ہے۔ حالانکہ دونوں معنوں میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ لیکن! مفسروں نے اس کی وضاحت نہیں کی۔ کیونکہ جب ان تفاسیر کا دور تھا اس وقت آج کی طرح آسمان زمین کہکشاں اور ستاروں کا نہ اندازہ تھا نہ معلومات تھیں' اور قرآن انہیں صدیوں بعد ہونے والے معاملات کا انکشاف کر رہا تھا' انہیں قیصر وکسریٰ کی فتوحات کا اندازہ نہیں تھا' اور یہ بھی اندازہ نہیں تھا کے اسلام روم افریقہ چین کے سرحدوں کو پار کر جائے گا' اس زمانے کی قومیں اسلام کو محض ایک عقیدہ یا مذہب سمجھ رہی تھیں جبکہ وہ ایک انقلاب بن گیا۔ اسلام مستقبل کا پیغام دینے والا مذہب ہے' حیات بعد الموت کا پیغام دیتا ہے۔ توریت زبور اور انجیل میں روز محشر قیامت اور اس کی حولنا کی کا ذکر اتنا نہیں ہے' جتنا کہ قرآن میں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے' جیسے زمینوں کا پھٹ جانا زلزلوں کا برپا ہونا آسمانوں سے آگ برسنا ستارے سیاروں کا ایک دوسرے سے ٹکرانا پہاڑوں کا روئی کے گالوں کی طرح ہوا میں اڑنا وغیرہ وغیرہ۔ آج دنیا یا سائینس کہے' اس بات کو تسلیم کر چکی ہے کہ ایسا ہونے والا ہے کہ جب سیارے اپنی ثقل کشش کھو دیں گے تو تمام ستارے سیارے کر دوبیاں ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور یہ کائینات درہم برہم ہو جائے گی۔ قرآن نے اس حالت کو صرف قیامت اور محشر کے الفاظ میں بیاں کر دیا۔ آج سے دو تین صدیوں پہلے یہ باتیں تصور ہوا کرتی تھی آج حقیقت بیاں ہو رہی ہیں۔ آج بھی قرآن مجید کی بہت ساری حقیقتوں کو نہیں سمجھا جاتا' اپنے خیال اور سوچ کے مطابق اسے پڑھا اور سمجھا جاتا ہے' جبکہ قرآن کو قرآن کے بیان کے معنی میں سمجھنا چاہے' اتنی ترقی کے بعد آج یہ حال ہے تو نزول قرآن کے وقت معدودے چند اصحابؓ اور اہل ایمان کے کسی نے اس کے پیغام کو نہیں پہچانا' اس لئے یہ باتیں عام لوگوں کے ذہن میں تردد پیدا کرتی تھیں' آج کی بنیادی تعلیمات میں ستارے سیارے کہکشاں کے اسباق ہیں' پہلے یہ معلومات علم نجوم کے ماہروں تک محدود تھیں۔ آج

سے دوسو سال پہلے زبان اردو میں جو استعارے استعمال ہوتے تھے انہیں آج کے اردو قاری کو سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے' وہ زمانہ اردو کی ترویج وتحریک کے ابتدائی مراحل سے گزر کر نئی راہیں تلاش کرنے کا دور تھا' اس لئے آج بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ ہم نے قرآن کے پیغام کو سمجھ لیا ہے' ایسی سوچ بے دینی اور علم ناشناسی کی علامت ہے۔ بصیرت یا دیدار کا معاملہ ایسی ہی نوعیت کا ہے' جس کسی نے اسے سمجھا سمجھ لیا' جسے سمجھ میں نہیں آیا اسے سمجھ نہیں آئے گا' تاوقتیکہ وہ اسے سمجھنے کے قابل نہیں ہوجاتا' مثلاً ہلال یعنی پہلی رات کا چاند کسی کسی کو یا معدودے چند افراد کو ہی نظر آتا ہے' باقی لوگ تاک جھانک ہی کرتے ہیں' اسے یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے یا اسے سمجھنے کے اسباب اور وسیلے نہیں تلاش کئے جاتے۔ مَاخَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ " اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (الدخان ۳۹) اور نہیں پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر' لیکن اکثر (اس حقیقت کو) نہیں جانتے یعنی ان کا پیدا کیا جانا کسی بڑے مقصد کے لئے ہے۔ وہ مقصد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ربوبیت کی پہچان کے لئے ہے۔ قرآن کا پیغام جو پہلے تھا آج بھی وہی ہے' ابتدائے اسلام کے لوگوں نے اپنے زمانے اور ضرورت کے مطابق اسے سمجھا تھا آج کے لوگ اپنی ضروریات اور زمانے کے لحاظ سے اسے سمجھ رہے ہیں' یہی تو اس کا معجزہ ہے کہ قرآن ہر دور اور زمانے کے مسایل کو حل کرتا آیا ہے' دنیا کی کسی کتاب کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہے۔ 1798 سنہ عیسوی میں جب شاہ عبدالقادر نے قرآن مجید کا اردو میں ترجمہ کیا تو مذہبی عالموں نے کفر کا فتویٰ دیا' کہ ایک ناشایستہ زبان میں قرآن کا ترجمہ نہیں کیا جانا چاہئے' لیکن بعد میں حقیقت اس کے برعکس ہوئی۔ عربی اور فارسی کے بعد مذہب اسلام کا سب سے زیادہ ذخیرہ اگر کسی زبان میں ہے تو وہ اردو زبان میں ہے۔ اُس زمانے میں اردو کو ناشایستہ زبان کہنے کی وجہ یہ سمجھی جاتی ہے کہ اردو دکن کے فوجیوں سے پروان چڑھی تھی شمالی ہند کے روساء دکن والوں کو غیر مہذب مانتے تھے' اس کی مثال قلی قطب شاہ اور ولی دکنی کی شاعری سے حقارت میں دیکھنے ملتی ہے۔ مشہور محقق اور نقاد شمس الرحمٰن فاروقی کا کہنا ہے کہ اُردو غزل کا پہلا شاعر قلی قطب شاہ ہے اس کے بعد ولی دکنی نے غزل کو شہرت کی بلندیوں پر پہنچایا یہاں تک کہ مرزا غالبؔ ولی دکنی سے بہت متاثر تھے۔ اردو کا پہلا اردو ناول میراث العروس 1869 میں ڈپٹی نذیر احمد نے لکھا تھا' ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ کوئی زبان تاریخ ادب کی منہاج پر اتنے کم عرصے میں پروان چڑھی ہو۔ اس حقیت کے باوجود اُس زمانے کی اردو کے مقالوں اور تحقیقات کو سمجھنا آج مشکل ہے۔ آج کی اردو زبان بہت ساری زبانوں سے ہم آہنگ ہوچکی ہے' اس میں ہندی سنسکرت کے علاوہ بہت سارے الفاظ انگریزی کے بھی استعمال ہو رہے ہیں۔ اور دکن کی اردو میں بہت سارے دکنی زبانوں کے لفظ مستعمل ہیں۔ تاہم سبھی زبانوں پر انگریزی زبان کے سیلاب نے اپنے نشان ثبت کئے ہیں' آج دنیا کے ہر موضوع اور علم کا مزاج سامنے ہے جس کے بہت سارے معنی الفاظ اور لغات سامنے آئی ہیں۔ چند دنوں پہلے انگریزی کی آکسفورڈ ڈکشنری کے ایک لفظ disinformation کو misinformation سے بدل دیا گیا۔ ایسی تبدیل اردو فارسی عربی میں بھی ہوئی ہے' آج کی لکھی اور بولی جانے والی عربی قرآن کے کلام وبیان سے میل نہیں کھاتی' اس کے باوجود اس کا طرز تکلم انداز بیان اور قرآت

دنیا کے ہر قوم وقطعہ کے رہنے والے کو اپنی جانب متوجہ کرلتی ہے اسی ضمن میں قرآن مجید کے الفاظ اشارات احکام کو احادیث کی روشنی میں بغیر قرآن کے لفظ ومعنی سے چھیڑ چھاڑ کے ایک نئے نظریہ اور زاویہ سے دیکھا جاتا ہے جو عام فہم ہو۔یہی وجہ ہے غیر اقوام میں قرآن کے تعلق سے دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔علمی معاشرتی تحقیقی ولسانی تبدیلیوں کے ساتھ مذہب اسلام میں طریقہ تصوف کے بیانوں نے اورتحریروں نے ایک نئے علمی ولسانی دور کا آغاز کیا ہے اس میں بہت ساری وضاحتیں اور مطالب بیانی کو ایک نئی ترکیب استعمال سے روشناس کرایا۔آج جتنا قرآن کے بیانوں کا چرچہ ہے اتنا دوسرے ادیان یا مذاہب کا نہیں ہے وہ اس لئے کہ دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کو عام انسانوں سے اپنے عقاید کو متعارف کرانا منظور نہیں اس پر وہ اپنا غلبہ برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔جبکہ اسلام کا منظر نامہ ایک وسیع وعریض کینواس کی طرح ہے جس میں تمام زبانوں کا رنگ ومزاج شامل ہوگیا ہے۔یہ کام بہت پہلے عیسائی مبلغوں نے بائبل کی تشریح میں شروع کردیا جس کی وجہ سے انہیں بڑی کامیابی ملی لیکن!!مذہبی عقاید پر ان کے تسلط اور کنٹرول نے آج لوگوں کو عیسایت سے اس لئے مشکوک کردیا کہ بہت ساری حقیقتیں غیر واضح اور غیر فطری ہیں نتیجہ یہ ہے کہ آج جو کسی زمانے میں عیسایت کے عالم تھے انہوں نے عیسائی ویہودی مذہب وعقاید کے خلاف بحث ومباحث کا آغاز کردیا ہے کہ ان کتابوں کی زبان اور بیانوں میں اختلاف ہی نہیں بلکہ بہت سارے حقایق بے بنیاد اور جھوٹے ہیں۔اور اسلام کا تہذیبی وعقایدی ورثہ میں دن بدن اضافہ ہوا ہے بلکہ قرآن کے بیان آج سچ ثابت ہو رہے ہیں اور اس میں نئی حقیقتیں سامنے آرہی ہیں جو پہلے خود مسلمان عالموں کے علم میں نہیں تھیں۔پہلے خلائے بسیط space کا کوئی نظریہ یا تصور نہیں تھا کہکشاں Galaxies کوئی نہیں جانتا تھا سیارے کرہ Planets کے بارے میں علم نہیں تھا ایسی بہت ساری کیفیتیں اور احوال سے لوگ ناآشنا تھے آج بہت ساری حقیقتیں آسانی سے سمجھ میں آتی ہیں پہلے ان کے کوئی معنی نہیں تھے۔یونانی وہندی منجم یا ستارہ شناسوں نے چند ستاروں اور سیاروں کے بارے میں بتایا ہے اور انہیں بھی دیوی دیوتاؤں میں شمار کر کے جبکہ قرآن نے چاند سورج ستاروں سیاروں کے علاوہ کہکشاں (گیلکسی) اور بلیک ہول کے بارے میں بھی بتایا بعد میں مصر کے رہنے والے حسن ابن الحیثم نے چوتھی سنہ ہجری مطابق دسویں صدی عیسوی میں کتاب النظریات Book of Optics لکھی جو نظر بصر روشنی کی رفتار فلکیات اور فوٹوگرافی کے بنیادی اصولوں کو بیان کرتی تھی اس دور میں ان نظریات کی کوئی وقعت نہ تھی نہ کوئی انہیں سمجھ پایا۔اس کے سات صدیوں بعد یوروپ میں ابن الحیثم کے اصولوں کی بنیاد پر نئی نئی ایجادات ہوئیں۔اسی تناظر میں قرآن کا بیان آج پہلے کے بہ نسبت بہت صاف اور واضح نظر آتا ہے۔اور اسلام فطرت کا مذہب ہے اس نے انسان کی سوچ اور سمجھ کو نئی راہیں دکھائی لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی بھی عقیدہ یا فرقہ یا ان کے عالم کوئی ایسا کچھ کہے جو قرآن وحدیث کے بنیادی عقیدے کے خلاف ہو تو ایک معمولی علم اور سوجھ بوجھ رکھنے والا بھی سوال کرتا دکھائی دیگا ایسا دوسرے مذاہب میں نہیں ہے۔انہی وجوہات کے تناظر میں مقطعات قرآن کو سمجھنے کی کوششیں کی گی ہیں۔ہم انہیں کامیاب تو نہیں کہہ سکتے البتہ اس سے قرآن میں لوگوں کی دلچسپی بڑھی ہے۔

ترجمہ اور بیان میں فرق ہے ترجمہ کسی زبان کو دوسری زبان کے قلب میں ڈھالنے کو کیا جاتا ہے تا کہ دوسری زبان کا قاری اُس حقیقی زبان کو سمجھے اور اس سے استفادہ حاصل کرے۔ ہر زبان کا ایک مزاج ہوتا ہے جو اس کی لسانیت اور معاشرت اور تہذیب کی عکاسی کرتا اور اپنے طریق پر بیان کرتا ہے۔ اور دنیا کی بے شمار زبانوں میں ایک دوسرے میں بہت فرق ہے کہ ایک دوسرے کے لئے موزوں الفاظ ترجمانی کے لے استعمال کرنا اور تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے کیوں کہ ہر زبان کا قاعدہ اُصول لغات الگ اور مختلف ہوتے ہیں کئی زبانوں میں ادائیگی کا انداز بھی مختلف ہوتا ہے۔ کہتے ہیں ہر بیس کوس پر زبان کا لب ولہجہ اُس کی ادائیگی بدل جاتی ہے اس کی مثال زبان اُردو میں لیں کہ شمالی ہندوستان کی اُردو کا لب ولہجہ اور ادائیگی میں اور جنوبی ہند کی اُردو میں میں فرق محسوس کیا جاسکتا ہے یہی نہیں قرآن مجید خود اس بات پر شاہد ہے کہ قرآن کی قرآت سات 7 طریق پر ہوئی کیونکہ عرب قبایل کا مخرج لب ولہجہ مختلف تھا آخر میں قرآن کو اہل قریش کی لغت میں محفوظ کیا گیا۔ آج کی عربی جو عرب میں یمن میں مصر میں فلسطین میں سوڈان میں حبشہ میں مراقش میں لیبیا میں بولی جاتی ہے ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اگر قرآن مجید کا ان علاقوں میں ترجمہ کرنا ہو تو وہاں کی عربی کی موزونیت کے لحاظ سے ترجمہ کرنا ہوگا کیونکہ قرآن اہل قریش کی لغت میں ہے جبکہ آج کے عرب میں بھی قرآن کی لغت پر عربی نہیں بولی جاتی۔ اس طرح ترجموں میں بڑی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ دنیا میں قرآن مجید کی ترجمانی لے موزوں دو 2 زبانیں اہمیت کی حامل ہیں ایک فاسی جو جزائر عرب سے قربت کی وجہ سے بہت سارے عربی الفاظ کے معنی اس میں بیان ہوتے ہیں دوسری اُردو زبان کیونکہ اس میں معنوی لحاظ سے عربی فارسی پشتو ہندوی زبانوں کے امتزاج سے الفاظ کا خزانہ ہے جس سے حقیقتوں کو بیان کرنے میں سہولت ہو جاتی ہے۔ جس کی بے شمار مثالیں ہیں اور اہل علم نے اس بات کو مانا ہے اور اس پر کتابیں بھی لکھی ہیں۔ رہی بات بیان قرآن کی یہ ایک پیچیدہ مسلہ ہے جو لوگ دنیا کے معاملات سے قریب ہوتے ہیں وہ دنیاوی طرز پر بیان بازی کرتے ہیں جو علمی مباحث کے دلدادہ ہوتے ہیں وہ علمی رموز و نکات پر بحث کر رہے ہوتے ہیں اور جو کسی عقیدہ و مذہب کے زیر اثر ہوتے ہیں وہ اپنے عقیدہ اور خیال کے مطابق بیان کرتے ہیں اور جو علم غیب کی باریکیوں سے واقف ہوتے ہیں وہ انہیں باریکیوں کے تحت بیان کرتے ہیں جو تصوف سے متاثر ہوتے ہیں وہ تصوف کے اُصولوں کے تحت بیان کرتے ہیں۔ البتہ مہدی موعود کے صحابی حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے بیان قرآن کی جو شرایط بیان کی ہیں وہ ہے۔ مبین کا متقی متوکل پرہیز گار ہونا شرطیہ ہے اس کے علاوہ خودنمائی ریا کاری سے بھی مبین دور ہو اور سب سے بڑی شرط یہ کہ (قبروں میں) مردوں سے مکاشفہ وخطاب کا مقام رکھتا ہو اور سب سے بڑی بات یہ کہ "دیدار حاصل" ہو صرف ایسا شخص ہی بیان قرآن کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیان کے لئے ذات باری تعالی کا قرب حاصل ہونا ضروی ہے جس کا کلام قرآن مجید تا کہ کسی نسیاں یا غلطی کا احتمال نہ ہو اور اللہ تعالی کی طرف سے دل پر کلام اللہ کے معنی لقاء ہوتے رہیں۔ ایسا ممکن اس لئے ہے کہ حدیث احسان میں کہا گیا کہ "تو اللہ کو دیکھ یا یہ جان کہ اللہ دیکھ رہا ہے" تو جب اللہ کا کلام پڑھا جا رہا ہو وہ متقی پرہیز گاروں کے قریب کیوں نہ ہوگا کیوں نہ انکی رہنمائی کریگا؟ مگر! آج کل مضامین قرآن

کے ترجمہ بیان کرنے کو بھی بیان قرآن کہا جارہا ہے ہیں اور تفاسیر کی وضاحتوں کو بیان قرآن کہا جارہا ہے' اور کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو خود قرآن کے مضامین اور سورتوں کا علم نہیں رکھتے وہ بھی بیان قرآن کرر ہے ہیں۔ عام طور پر بیان قرآن کے لئے فہم وادراک کے ساتھ احادیث کے صحیح غلط کا علم ہونا ضروری ہے اسی کے ساتھ قصایص قرآن قصایص انبیاء علم الکلام لغات عربی قاعدہ جسے صرف ونحو بھی کہتے ہیں ان تمام کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ آج زمانہ ریا کاری اور دکھاوے کا ہے نفس نے انسان کو مذہب ایمان وعقیدے میں بھی ریا کار بنا دیا ہے۔

قرآن کے بیان کی ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یا اُن کے تابع نام مہدی موعودؑ نے جو باتیں علم غیب سے متعلق تھیں انہیں اعلانیہ نہیں بتائیں حضور ﷺ نے فرمایا کلموا الناس فقد عقولھم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطاق کلام کیا کرو۔ کیونکہ بعض باتیں یا احوال ایسے ہوتے ہیں کے وہ حق ہوتی ہیں اگر کوئی کم عقل بے علم اور جاہل شخص انہیں انکار کردے تو اس کا گناہ منکر پر تو ہوگا ہی' لیکن نا سمجھی میں اُسے بتانے کا گناہ ہم پر بھی عاید ہوگا' یہی بات ہے اللہ تعالی نے قرآن میں فرمایا کہ دوسرے مذہب کے بارے میں برا مت کہوں کیونکہ وہ پلٹ کر ہمارے مذہب کو برا بھلا کہے گا۔ اب ذرا اس پر غور کریں ہم نے کئی مرتبہ سورہ نجم کے 23 نزول وحی ہونے کی کہ جس میں معراج کا مختصر بیان ہونے اور اس کے بعد سورہ بنی اسرائیل نزول 50 مفصل بیان ہونے کا بار بار ذکر کیا ہے' اس طرح کی ایک اور مثال یہاں دیتے ہیں کہ سورہ انفال مکی کا نزول 88 سورہ کے بطور رہوا ہے کہ جس میں معرکہ بدر کا واقعہ اللہ تعالی نے بیان کر کے فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کو فتح ونصرت دینے کی بات بتائی ہے آیت 9,8 اور 10 میں اس کے بعد سورہ آل عمران نزول 89 مکی میں معرکہ بدر کی یاد دہانی کرائی آیت 124 میں' مگر سورہ آل عمران کے نزول سے پہلے ایک اور معرکہ احد ہو چکا تھا کہ جس میں مسلمانوں کو ہزیمت یا شکست ہوتے ہوتے رہ گئی تھی' اس کو یاد دلاتے ہوئے اللہ تعالی نے مسلمانوں کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی بات نامان کر بے صبری میں مال غنیمت لوٹنے کے لے تیرانداز پہاڑ کی چوٹی سے اتر آئے' اور تقوی اختیار نہ کیا بَلٰٓی ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا (عمران ۱۲۵) خدا پر بھروسہ نہ کیا۔ اللہ تعالی کے ہر حکم میں تقوی توکل اور صبر کو اولیت حاصل ہے۔ اور یہی بات احکام خداوندی کے اختیار کرنے میں بھی۔ حالانکہ قرآن کی ترتیب میں سورہ عمران 3 تیسری اور سورہ انفال 8 آٹھویں سورۃ ہے۔ قرآن کے بیانوں میں تقوی توکل کا لحاظ ضروری ہے' کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے قصہ گوئی نہیں۔ نا سمجھی اور جلد بازی میں قرآن کی حقیقت سے لوگ دور ہو جاتے ہیں یہی کام حضور ﷺ کے بالکل بعد خوارجوں نے کیا' خوارجی کے معنی دین اسلام سے باہر نکل جانے والے۔ جو حضرت عثمان غنی کے دور میں پیدا ہو گئے' بعد میں انہیں کی ایک شاخ اہل تشیع بنے اور ان کے بعد کے ادوار میں ایک اور فرقہ معتزلہ پیدا ہو گیا' جو دیدار خداوندی کا منکر تھا' نا دنیا میں نا جنت میں' اور کہتے تھے قرآن خدا کا کلام نہیں اُسے مخلوق مانتے تھے' اور دوسرے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے۔ آج بھی یہ عباضیہ کے نام سے جزیرہ عرب سلطنت عمان میں موجود ہیں تقریباً ستر فیصد۔ اور عباضیہ کہتے ہیں کہ جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے وہ ہمیشہ کا جہنمی ہے جبکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ

اللہ کی مرضی ہے جو معاف کرے یا سزا دے ۔عباضی پل صراط کونہیں مانتے ,حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے سوا حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کی خلافت کونہیں مانتے اور عباضی نماز میں صرف ایک طرف کو سلام پھیرتے ہیں ۔ایسے بہت سارے فرقے آج بھی دوسرے ناموں سے دنیا میں موجود ہیں جیسے وہابی ,دیوبندی ,تبلیغی ,یہ سب لوگوں کی بنائی ہوئی جماعتیں اور فرقے ہیں ۔مہدویہ خلفتہ اللہ مہدی موعود علیہ السلام کی قوم ہے ۔

ترجمہ اور بیان کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے یہ جان لیں کہ عالموں کا کلام اور استعارے الگ ہوتے ہیں ,صوفیوں نے مختلف قسم کے استعارے استعمال کئے ہیں ,تصوف میں شریعت طریقت حقیقت معرفت کا بیان ہے ,علم لدنی کی تصوف میں ایک الگ پہچان ہے عالموں کے پاس اس کا بیان مختلف ہے ۔علم لدنی کے بارے میں ہم سنتے بہت ہیں کیا اس کے متعلق کوئی کتاب ہے؟ شریعت ,طریقت حقیقت اور معرفت کے متعلق کوئی مخصوص کتاب ہے؟ شریعت کل ملا کر قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کو کہا جاتا ہے ,طریق یا حقیقت یا معرفت کی کیا تعریف ہے اسے کوئی نہیں بیان کرسکتا ۔اس لئے ان باتوں کو لکھنے بیان کرنے سے پرہیز کیا جاتا ہے ۔مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا ''جو کچھ ہے شریعت ہے معرفت بیان میں نہیں آتی ''۔قرآن وسنت رسول کو تقوی و توکل کی بنیاد پر جو باتیں بیان ہوتی ہیں ان کے درمیان کچھ رموز و نکات بیان ہوجاتے ہیں تاکہ ذات احدیت کو سمجھنے میں معاون ہوں وہ بیانات شریعت کے علاوہ کے علوم میں بیان ہوجاتی ہیں ۔ان باتوں کو تحریر کرنے کی کوشش حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے کی مگر علما تو علماء ,بہت سارے صوفیا انہیں سمجھ نہ سکے ,اس کی مثال خواجہ گیسو دراز گلبرگہ ہند کے بیان میں ہے ,انہوں نے کہا کہ اگر ابن عربی اس وقت ہوتے تو میں انہیں دوبارہ کلمہ پڑھواتا ,یہ بات مہدی موعود علیہ السلام کے سامنے بیان ہوئی تو آپؑ نے فرمایا ''ابن عربی پہلوان دین ہیں اور خواجہ گیسو دراز اُن کے سامنے طفل مکتب ہیں ''۔لہٰذا جس طرح ترجمہ میں احتیاط لازم ہے اسی طرح بیان تقوی توکل کی بنیاد پر ممکن ہے ورنہ وہ بیان نہیں محض طبع آزمائی اور وقت کا ضیاں ہے ۔

اردو زبان میں قرآنی شواہد

اردو زبان جس نے پچھلی تین صدیوں میں ادب ,ثقافت ,معاشرت ,تاریخ وسیاست اور فنون لطیفہ میں جہاں اتنی بلندیاں حاصل کرلیں ہیں وہیں پر مذہب اسلام کے یا قرآن کی سورتوں کے ابتدائیہ الفاظ ''مقطعہ '' کو اپنی ادبی عروس یا دلہن ''غزل '' میں ایک خاص مقام دیا ہے ۔غزل کے جس شعر میں شاعر اپنی پہچان یا شناخت بتاتا ہے جسے تخلص کہتے ہیں ,اس شعر کو ''مقطعہ '' کہتے ہیں ۔یہ علمائے اردو ادب کے لاشعور sub conciousness کا وہ پہلو ہے کہ جس میں ان کے ذہنوں میں مقطعہ کا معنی اللہ کی شناخت ,پہچان یا اللہ سے خطاب کا انداز ہے جو مخصوص اس کی برتری و پہچان پر مبنی ہے ,اس طرح مقطعہ اردو ادب کی خاص پہچان بنا ہے ,کہ جس میں شعر کے تخلیق کرنے والے کا پورا نام لے بغیر ایک مخفف تخلص اختیار کیا جاتا ہے ,جیسے :میرؔ ,سوداؔ ,رسواؔ ,غالبؔ ,جوشؔ ,جگرؔ وغیرہ ,ان مختصر ناموں میں حروف ہجایا نداء کا تاثر پایا جاتا ہے ۔یہ یقینی قرآن کے خطاب کا تاثر ہے ,جو اردو

ادب میں فارسی کے علاوہ عربی کی شمولیت کا بین ثبوت ہے'جس کے اثرات ''حمد''نعت'' منقبت مثنوی اور صوفیانہ کلام میں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں ۔حالانکہ اردوغزل کا پہلا شعر یا ایسا شعر مطلع کہلاتا ہے کہ جس کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں'ایسی موزونیت میزان وگردان کے شعر کو مقطعہ نہ کہہ کر مطلع کہنا صرف شاعر کے نام سے منسوب ہونے والے شعر کو مقطعہ کہنا اس لاشعور کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اردو کے عربی اور قرآن کے تعلق کی دین ہے۔ایسی کوئی زبان نہیں جس کے منظوم کلام میں اس زبان کا شاعر اپنے تخلص یا خطاب کو اپنے کاوشوں شعروں اور مقطعہ جیسے تخلیقات میں استعمال کرتے ہوں'سوائے اردو کے جو تعلیم قرآن کے اثرات کی دین ہے ۔بطور زبان جب اردو پروان چڑھی تو اس میں پہلے صوفیانہ کلام کا بول بالا ہوا تھا بعد میں دوسرے مضامین شامل ہوئے تھے۔محققین اردو ادب کا ایک طبقہ مانتا ہے کہ شروع میں اس زبان میں نثر Essey writing کے آثار نہیں پائے جاتے جو کچھ ہے وہ منظوم کلام ہے ۔نثر کے قالب میں اردو کو بعد میں ڈھالا گیا'ایسا زبان عربی میں بھی ہوا ہے'عربی پہلے شعر وسخن کی زبان تھی بعد میں ادبیات اور نثر اس میں آئی'اور قرآن لسان عرب کے منظوم تاثر کے انداز میں بیان ہوا ہے ۔قرآن سے پہلے زبان عربی میں کوئی معرکتہ الاعلی ادبی یا مذہبی کتاب نہیں ملتی'نزول قرآن کے بعد تاریخ ابن اسحاق'ابن ہشام بعد کی ہیں'یہ بات ہم قرآن و حدیث کے تحریر وبیان میں دیکھ سکتے ہیں'قرآن کے کلام وبیان نے ایک بے علم اور ناخواندہ قوم عرب کو معلم اور رہبر بنادیا۔کیونکہ نزول قرآن کے تحفظ وتدوین کے عرصہ بعد احادیث کو جمع کرنے کا کام شروع ہوا۔اس لئے قرآن کے بیان واحادیث کے بیانوں میں یہ فرق صاف نظر آتا ہے۔اور یہ معلوم حقیقت ہے کہ احادیث زبان زد عام نہیں ہیں اور نہ ہی یہ ذہن نشین ہوتی ہیں'اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ یہ وہ قول اعمال ہیں جو پیغمبر اسلامؐ نے بیان فرمائی ہیں'جن میں زیادہ تر قرآن کے لفظ ومعنی اور احکام شریعہ کی وضاحت اور خلاصہ ہوتا ہے اور یا تو نصیحت اور تنبیہ کا انداز اور عبادات ذکر واذکار کا بیان۔جبکہ قرآن کا بیان ادیگی اس کے الفاظ ازبر اور ذہن نشیں آسانی سے ہوجاتی ہیں ۔اس کی کیا وجہ ہے؟؟ جواب یہ ہے کہ اس کے الفاظ کی بندش ادایگی روانی تخلیص وترتیب اصول ریاضی الفاظ کی گردان آیات کا ترنم ترادف شیریں بیانی آسان انداز بیان'ہر اُس شخص میں جاذبیت اور کشش پیدا کردیتا ہے جو اسے غور اور توجہ سے سنتا ہے ۔یہی صنف سخن قرآن کے ذہن میں محفوظ ہونے کا سبب ہے ۔بات کو سمجھنے کے لئے قرآن کے کلام وبیان کو اردو شاعری'غزل یا نظم کے طور پر سمجھیں اور بیان حدیث کو اردو نثر خیال کریں' کیونکہ نثر یا مضمون کا یاد رکھنا مشکل کام ہوتا ہے بہ نسبت نظم کے۔حالانکہ کلام اللہ کو شاعری سے تشبیہ دینے کا مطلب خلل عقیدہ وایمان کا رجحان ہے'یہاں ہم نے تمثیل کے موضوع کے معنی میں اس خیال سے لیا ہے کہ قرآن میں مکھی مچھر جنابت جیسے موضوعات کا بھی تذکرہ ہے ۔

دین حنیف اور خلافتہ اللہ

دین حنیف اصلاً معرفت الٰہی ہے حضرت ابراہیمؑ کی ساری زندگی اللہ کو پہچان کر اطاعت میں گزری۔اللہ کے لئے آگ میں گرایا جانا منظور کرلینا'اللہ کے لئے لخت جگر زندعزیز کی قربانی کے لئے تیار ہوجانا'اللہ کے لئے ہجرت اختیار کرنا'اللہ کی عبادت

کے لئے اُس کا گھر بنانا' اللہ کی اطاعت کے درس کے لئے اپنی اولاد میں امام یا رسول وانبیاء کو بھیجے جانے کی دعا کرنا' اللہ کے لئے مہمانوں کی ضیافت کرنا اللہ کے حکم پر اپنی بیوی بچوں سے دور ہو جانا ۔یعنی ہر معاملے میں اللہ کے لئے اپنی بندگی وقف کرنا ۔اللہ کے رسول ﷺ نے کیا کیا؟ اپنی تمام تر زندگی اللہ کے احکام پر گزار دی ۔ان کے تابع تام نے یہی کیا اپنی تمام تر زندگی اللہ کی راہ میں گزار دی۔حضرت اسماعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے بڑے فرزند تھے مگر تعجب ہے کہ مکہ مکرمہ میں آپؑ کو چھوڑے جانے کے بعد ان کی آل میں کوئی نبی رسول نہیں آئے سوائے خاتم الانبیاء ﷺ کے ۔حالانکہ زمانے کی دوری اور فاصلہ سے مکہ میں کفر وشرک داخل ہو گئے اس کے باوجود دین حنیف کے آثار ان میں باقی اور نمایاں رہے ۔لیکن دوسری طرف دیکھتے ہیں حضرت اسحاقؑ جو حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے فرزند تھے ان کی آل میں بے حساب نبی رسول پیغمبر آئے لیکن تعجب خیز بات یہ کہ دین حنیف کو ان کی قوموں نے یکسر بھلا دیا اور اس کے آثار بھی ان میں باقی نہ رہے بلکہ کفر والحاد شرک وبت پرستی اپنی انتہاء کو پہنچ گئی ۔بہ نسبت مکہ والوں کے ان قوموں نے شرک وبت پرستی کے نئے طریقے ایجاد کر لئے فرعونیت چاند ستاروں جانوروں پہاڑوں ندیوں کو پوجنا شروع کر دیا۔عرب میں اس انتہاء درجہ کی بت پرستی نہ تھی جو ان قوموں کے پاس تھی ۔سلامتی وایمان کے آثار ہی ان میں معدوم ہو گئے ۔اگر دیکھا جائے تو بنی اسرائیل اور ان قوموں کی آبادی کی تعداد روئے زمین پر بے حد و بے حساب گزری ہے ۔اگر دین حنیف یا اسلام کے ماننے والوں کا ان سے مقابلہ کر کے دیکھیں تو دین حنیف یا سلامتی کی راہ اختیار کرنے والے مٹھی بھر ہی رہے جس کا ذکر قرآن کریم میں بار بار آیا ہے' یہی تناسب اور معاملہ قوم مہدی کا ہے ۔اور مہدی موعودؑ کو ان لوگوں کے درمیان بھیجا گیا جہاں پر کچھ معرفت الٰہی کے آثار باقی تھے چاہے جونپور ہو علاقہ گجرات ہو یا خراسان کے قرب وجوار ہو' تاریخی لحاظ سے عقایدی جایزہ اگر لیں تو معلوم ہوگا کہ چشتیہ' نقشبندیہ' سہروردیہ' کبراویہ اور قادریہ سلسلہ ارادت کے طریقے انہیں علاقوں میں پھیلے اور آج بھی ان کے آثار نمایاں ہیں ۔جبکہ ایران شام جزیرہ نما عرب سے اہل تشیع وہابیہ سلافیہ جیسے گروہ پیدا ہوئے جن کا معرفت الٰہی سے کچھ لینا دینا ہی نہیں ہے ۔جنہوں نے تعلیم اسلام وروح ایمان کو مکدر وآلودہ کرنے اسلام کے شیرازہ کو منتشر کرنے میں بڑا کردار ادا کیا جس سے کہ اسلام میں بے راہ روی اور حکم عدولی کا بول بالا ہوا ہے ۔

آج دنیا چار حصوں میں منقسم ہے دہریت یا لادینیت الحاد Communism جو شرق وسطی منطقہ حارہ ومنطقہ مُرہ شمالی کے علاقوں میں اپنی جڑیں جما چکی ہے' وحدانیت بشمول انسانی اشتراکیت جیسے عیسائی ویہود براعظم امریکہ یوروپ کے زیر اثر ہیں ۔بت پرستی ہندوستان تھائی لینڈ برما جاپان سر لنکا ودیگر ممالک میں ہے ۔اسلام جزیرہ عرب برصغیر جنوب مغربی ایشیاء مصر ترکی اور آفریقی شمال کے علاقوں میں ہے ۔ان چاروں میں واحد اسلام ہے جس پر ہر قسم کی دینی دنیاوی مالی معاشرتی اخلاقیاتی یورش پوری شدت سے جاری ہے ان تینوں حلقوں نے اسلام پر یلغار کر رکھی ہے' اس کی وجہ اسلام کا اخلاقی وایمانی نظریات میں صداقت کا ہونا ہے اور قرآن وسنت کے بالکل برعکس مسلمانوں کے اسلام کا طریقہ وعمل ہے جو کسی بھی طرح اللہ کے رسول ﷺ کا پیش کردہ اسلام

نہیں ہے آج کا اسلام ظاہری قد و قال پر ٹکا ہوا ہے داڑھی جبہ پاجامہ تسبیح کی مالا اگر کوئی غیر مسلم ان کے قریب آ کر دیکھے تو انہیں ان کی گھناونی حرکتیں جہالت بد تہذیبی دھوکہ دہڑی فریب مکاری وعدہ خلافی سے یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ اسلام ایسا ہی ہوگا۔ بالکل ایسا ہی معاملہ اسلام کے اندر مہدویت کے ساتھ ہے کیونکہ مہدویت ہی اسلام کا واحد طرز زندگی ہے جو معرفت الٰہی کی تعلیم اور طریقہ سکھاتا ہے۔ باقی گروہوں میں ایمانی وشرعی احکام میں آزادخیالی کو خوب محسوس کیا جاسکتا ہے۔ یہیں پر یہ سلسلہ رکا نہیں اغیار کی دیکھا دیکھی مہدویوں میں بھی شخصیت پرستی کا رجحان بڑھایا جارہا ہے اجتماعیت اور یکجہتی کی جو فضاء کچھ عرصہ تک قایم تھی اسے خاندانی وگروہی انتشار کا حصہ بنایا گیا ہے خود شناسی Self promotion اور خاندانی برتری کو ایسے بتایا جاتا ہے کہ ہم نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ مہدی موعود علیہ السلام نے کبھی اپنے اہل خانہ یا اولاد کو اس طرح پیش نہیں کیا بلکہ اس کی بہترین مثال حضرت بندگی میاں شاہ دلاور سے آپ کا تعلق اس رواداری کی مثال ہے۔

نبوت کے عطا کئے جانے سے پہلے حضورؐ کس دین یا طریقہ کو اختیار کئے ہوئے تھے؟ یا کس کو معبود مانتے پکارتے یا کس کا ذکر کرتے تھے؟ آثار وقرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب خصوصاً مکہ مکرمہ میں بت پرست مشرک یہودی عیسائی سبھی تھے کفر یا کافر کا لفظ بعد میں آیا یعنی اللہ کے احکام کا انکار کرنے والے۔ حالانکہ کعبہ میں مشرکوں نے اپنے اپنے قبیلے کے بت نصب کر لئے تھے لیکن غالب اکثریت کے لوگ مانتے تھے کہ کعبہ ابراہیمؑ واسماعیلؑ کے ''رب'' کا گھر ہے جس کی عبادت کے لئے انہوں نے بنایا تھا۔ اوران میں آل اسماعیل کی خاصی تعداد مکہ میں اور آس پاس آباد تھی ان میں جنہوں نے بت پرستی اختیار کی سوکی لیکن انہیں کے درمیان ایک تعداد اُن لوگوں کی تھی جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے دین کو مانتے تھے اور بت پرستی سے نالاں تھے وہ خود کو ''دین حنیف'' سے وابستہ کئے ہوئے تھے حالانکہ عبادت کے اعمال واشکال کی ان کے پاس کوئی واضح عمل یا طریقہ نہیں تھا' کعبہ کا طواف کرنا اور اسے سجدہ کرنا یہاں قربانی دینا اور اس کا احترام کرنا ان کا دین تھا۔ واقعہ اصحاب فیل کے موقع پر عبدالمطلب کا رب کعبہ کو خطاب کرنا اس دین حنیف کی پیروی کو بیان کرتا ہے اور آب زمزم کی تلاش میں خدا کے حضور حضرت عبداللہ کی منت میں بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم واسماعیلؑ کے رب کو جانا اور پہچانا جاتا تھا باوجود شرک وبت پرستی کے' تاوقتیکہ جب وحی الٰہی کا نزول ہوا شرک سے برات اور ایک معبود اعلی اللہ کے احکام نازل ہوئے تو ان کی پہلی نظر التفات اور رغبت اس دین میں دلچسپی کا باعث بنی۔ لیکن انہیں مزید اطمینان کے حاصل ہونے تک اسلام کی طرف انہوں نے پیش قدمی نہ کی' جیسے جیسے قرآن کے احکام بیان اور معجزہ نمایاں ظاہر ہونے لگیں وہ اسلام قبول کرنے لگے۔ اور اس کی تصدیق یہود ونصاری کی کتابوں سے ہونے لگی یعنی اس دین کی سچائیوں کا ظہور ہونے لگا تو حلقہ بگوش اسلام ہوتے چلے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورﷺ دین حنیف کے پیروکار تھے جس میں شرک وبت پرستی کے کوئی معنی نہ تھے جس کا آپؐ نے بعد میں اقرار بھی کیا۔ آپؐ کا غار حرا میں ''تحنث'' (ذکر مراقبہ مکاشفہ) کا طریقہ اختیار کرنا اسی دین حنیف کے عقاید کا حصہ ہے۔ حضرت جبرائیل اپنی ہر آمد میں حضورﷺ کو عبادت کے اعمال

طریقے ان کی تعداد کے بارے میں بتایا کرتے تھے۔اس لئے ابتدائے اسلام کے کئی برسوں تک معدودے چند افراد کے کوئی بھی حضورﷺ کے دین کو اختیار نہیں کے۔

اسلام کے بنیادی عقیدہ میں جہاں اللہ تعالی کی وحدت اور محمدﷺ کی خاتم نبوت کا انکار کفر ہے اُن کے بعد اسلام کے شرعی وعقایدی بنیاد میں صرف ایک ہستی ایک شخصیت کا انکار کفر ہے وہ ہیں مہدیٔ موعود آخرالز ماں کا انکار۔**من انکر مهدی فقد کفر** (القول مختصر فی علامات مہدی منتظر (ابن حجر الہیتمی) علامہ تفتارزانی نے شرح مقاصد میں تصریح فرمائی ہے کہ عیسی علیہ السلام اور مہدی علیہ السلام دونوں قیامت کی شرطوں سے ہیں اور جس نے انکار کیا اللہ تعالی کی آیتوں میں سے ایک آیت (حکم) کا پس تحقیق وہ کافر ہوا۔اللہ تعالی کے فرمان ہذا: اوراس سے بڑھ کر ظالم (کافر) کون ہے جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا یا اللہ کی آیتوں (احکام) کو جھٹلائے نیز فرماتا ہے کہ: جنہوں نے انکار کیا ہماری آیتوں (احکام) کو عنقریب ہم ان کو آگ میں ڈالیں گے(مخزن الدلایل ۱۵۵ از حضرت قاضی منتخب الدینؒ) اور خواجہ محمد پارسا نے اپنی کتاب ''فصل الخطاب'' میں کہا ہے کہ ابوبکر بن ابواسحاق کلابادی صاحب کتاب التعارف نے اپنی الاخبار میں اپنی اسناد سے: پس کہا محمد ابن حسن ابن محمد ابوعبداللہ حسین بن محمد اسماعیل ابن اویس مالک ابن انس بن محمد منکدر نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے: فرمایا اللہ کے رسولﷺ نے کہ جس نے انکار کیا خروج مہدی کا پس تحقیق وہ کافر ہوا۔اس چیز سے جو نازل ہوئی محمدؐ پر اور جس نے انکار کیا خروج عیسیٰؑ کا پس تحقیق وہ کافر ہوا اور جو ایمان نہیں لایا تقدیر پر کہ نیکی بدی اللہ کی جانب سے ہے وہ کافر ہوا پس تحقیق جبرئیل نے مجھ کو خبر دی ہے اس بات کی اللہ تعالی فرماتا ہے جو ایمان نہیں لایا تقدیر پر اس کو چاہے میرے سوا دوسرے کو پروردگار بنالے (مخزن الدلائیل ۶۵)۔اس سے بیت وتصدیق مہدی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔مسلمانوں کے گروہ فروعی مسایل میں اتنی توانایاں صرف کرر ہے ہیں، وہیں پر ایمان کی بنیادوا سلام کی اس اصل حقیقت سے جان بوجھ کر یا انجانے میں چشم پوشی اختیار کرر ہے ہیں۔اسی انسانی فطرت انکار وکفر کو اللہ تعالی نے یوں بیان فرمایا ہے :وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ (الرعد ۱) اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

آیات متشابہات میں نہ کرید نے سے اللہ اور اس کے رسولﷺ نے منع کیا ہے۔مقطعات بھی اسی قسم میں ہیں ،لیکن کیوں آج بھی اپنے عقاید اور نظریات کے موافق تفسیریں اور شرحیں لکھی جارہی ہیں۔اور جو کسی کی تقلید کو بدعت اور بیدینی کے حدود سے ملاتے ہیں، وہ کیوں قرآن میں حاشیہ اور شرحیں لکھ رہے ہیں، کیوں صحیح بخاری شریف میں اپنے نظریات کی ترجمانی بھی کر رہے ہیں اور اس پر شرح لکھ رہے ہیں، اس طرح اپنی تقلید پر لوگوں کو کیوں جمع کرر ہے ہیں۔

مسلک کہتے ہیں طریقہ کو، اصول کو، قانوں اور دستور کو، اسلام میں آیمہ اربعہ نے قرآن وحدیث کی بنیاد پر جو طریقے بتائے یا اصول طئے کئے ان کو مسلک کہتے ہیں۔کیونکہ دورِ صحابہؓ کے بعد ابتدائے اسلام میں قرآن وحدیث کے مسایل کو لوگ

اپنے اپنے خیال اورضرورت کے مطابق سمجھنے لگے تھے' جیسا کہ آج کل ہر فاسق وجاہل جماعتوں کے لوگ خودکوقرآن وحدیث کا عالم سمجھتے ہیں' اور شتر بے مہار کی طرح چمن اسلام کی ہریالی پر منہ مارنا اپنا حق سمجھ بیٹھے ہیں ۔آیمہ نے صحیح اور غلط کے اصول بنائے' اور حدود قایم کئے' یہ ان کے ایمان اور حقوق العباد کے تئیں ذمہ داری کا احساس تھا۔آیمہ کہتے ہیں ان اماموں کو جو دور صحابہؓ کے بعد اسلامی شریعت کی درجہ بندی کی مثلاً فرایض سنن حلال حرام جایز نا جایز کا فرق سمجھایا اور جو باتیں عام لوگوں کو سمجھ میں نہ آتی تھیں انہیں آسان اور سہج زبان میں سمجھایا تو اُس وقت کے لوگوں نے جس امام کے طریقہ کو بہتر سمجھا اپنایا ان میں چار امام مشہور رہیں ان کے طریقہ کو مسلک کہتے ہیں جو امام ابوحنیفہؒ امام مالک امام احمد بن حنبلؒ امام شافعی ان کو شہرت حاصل ہے اور ان کے ماننے والے حنفی شافعی مالکی حنبلی کہلاتے ہیں ان آیمہ نے قرآن وحدیث کی بنیاد پر تمام مسایل کے حل پیش کئے ۔ان چار اماموں کے طریقہ میں قرآن وحدیث کی تعلیم میں کوئی تضاد یا تفرق نہیں ہے مسایل کے حل اور طریقہ میں فرق ہے ۔ان چار اماموں کے بعد بہت سارے لوگوں نے اپنے اپنے طور پر دین کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ کچھ حد تک کامیاب ہوئے بہت حد تک ناکام رہے اور ان لوگوں کے تعلیم وطریقے بھی انہیں چار اماموں کی کی تعلیم پر جا کر ہی ختم ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگوں نے مذہب اسلام کی بنیاد اور تعلیم سے ہی انحراف کیا جن کا ذکر بہت سارے علما ومحدثین نے کیا ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ان کا اور ان کے ناپاک عزایم اور اعتقادادت کا تفصیل سے ذکر کیا ہے ان نشاندہیوں کے باوجود ایسے بے دین فرقے مذہب اسلام میں جب تب آتے رہے ہیں اور دسویں صدی ہجری کے بعد ان میں ایک دم اضافہ ہوتا چلا گیا ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں وہ تمام اخلاقی حدوں سے گزر گئے اور آج ان کو عروج حاصل ہے۔ان کا ہدف اور نشانہ مذہب کے نام پر اقتدار اور حکومت حاصل کرنے کے سوا کچھ نہیں بلکہ دین کے نام پر اُمت مسلمہ کو اپنے قابو رکھنا چاہتے ہیں ۔

خاتم الانبیا محمد ﷺ نے کفر وشرک کے تمام حجابات دور کر کے اُمت کو اللہ کی پہچان کرانے اس کی عظمت ربوبیت کو انسانوں پر واضح کرنے کے تمام اسباب اور اعمال بتادئے تھے ۔لیکن علمائے سُو نے دوبارہ اپنے علم دلیل حجت منطق ترجمہ تفسیر قصہ کہانیوں کے جال میں دوبارہ اُمت کو اُلجھادیا' اور وہی پردے اور غلاف خدا اور بندوں کے درمیان حایل کردئے ۔نویں صدی ہجری میں مہدی موعودؑ نے دوبارہ ان پردوں کو چاک کر کے اللہ تعالی کی عظمت ربوبیت کے معارف کو قایم کیا۔اور آج کے مہدوی اپنی بے علمی اور جہالت اور لاپرواہی سے دوبارہ ان حجابات کو اپنے اوپر مسلط کر رہی ہے ۔کبھی عالموں نے ہم نہیں تو اسلام نہیں کا نظریہ قایم کر دیا تھا آج مہدویت میں ہم نہیں تو مہدویت نہیں کے متکبرانہ اور غاصبانہ نظریات کو جاہلوں کے ذریعہ پھیلایا جا رہا ہے ۔جبکہ یہ سراسر جہالت اور بے دینی اور خدا کی تخلیقات کے ساتھ کفر ہے ۔ابتدائے اسلام میں مسلمانوں میں ایک نظریہ جمنے لگا تھا کہ حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ المخز ومی اگر فوج کے سپہ سالار نہ ہوں تو مسلمان فاتح نہیں ہو سکتے ۔حضرت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ نے اس خطرے کو اپنی مومنانہ فراصت سے بھانپ لیا۔اور حضرت خالد بن ولید کو عہدہ سے سبکدوش کر دیا۔ یہ وہی خالد بن ولید ہیں جنہوں

نے اسلام کے دوسرے معرکہ جنگ احد (625 عیسوی) میں مسلمانوں کی غفلت اور لا پرواہی کا فایدہ اُٹھا کر پہاڑی کے پیچھے سے حملہ کردیا تھا' اور مسلمانوں کو شکست ہوتے ہوتے رہ گیا' ور مسلمانوں کو اس سے بڑا نقصان ہوا۔حضرت خالدؓ نے 629 عیسوی میں اسلام قبول کیا انہوں نے حضورﷺ کے حکم سے کئی معرکوں کی قیادت کی بعد میں حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں عراق شام ایران اور بازنطینی حکومتوں کو شکست فاش دی۔اور جنگ موتہ میں مسلمانوں کی جان و مال کو حکمت سے صحیح سالم نکال لائے۔اور فتح مکہ کے وقت عرب کے بدو قبایل کو متحد کر کے جمع کیا۔مسیلمہ کذاب اور طلحہ کو شکست دی۔ جنگ اجنادین یرموک اور دمشق کے معرکے سر کئے ۔ان سب کے باوجود حضرت عمرؓ نے انہیں عہدہ سپہ سالاری سے سبکدوش کر دیا صرف اس لئے کہ لوگوں میں غلط عقیدہ پنپنے لگا تھا ۔آج مسلمانوں میں یہ دوبارہ ظاہر ہو گیا ہے اور مہدویوں میں ایک خاص طبقہ خاندان اس بات کو بار بار دہراتا نہیں تھکتا کہ ہم نہیں تو مہدویت نہیں۔

ہم مہدوی مسلک احسان پر عمل کرتے ہیں معنی دیدار کو پانے کے اصولوں پر عمل کرنے والے۔چاروں ایمہ کے پاس جو مسلہ عالیت پر ہے اسے قبول کئے ہوئے ہیں جو معاملات رخصت کے ہیں وہ مہدویوں کے لئے قابل قبول نہیں ہیں۔اس طرح ہم نہ حنفی نہ مالکی نہ شافعی نہ حنبلی نہ وہابی نہ سلافی نہ بریلوی نہ دیوبندی ہیں ہمارا مذہب مہدی موعود کے فرمان کے مطابق ''مذہب ما کتاب اللہ و اتباع سنت رسول اللہ'' ہے۔فروعی مسایل معنی جو مسایل اعمال سے ہیں ان میں ہمارے یہاں حنفیہ کا طریقہ کچھ زیادہ دکھائی دیتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ برصغیر ہند sub continant میں حنفی مسلک کا زیادہ چلن رہا ہے اسے ارادۃً یا غیر ارادۃً اپنایا گیا ہے کیونکہ شافعی مسلک وسط ایشائی ممالک جیسے ملیشیا انڈونیشیا میں زیادہ مقبول ہے مالکی حنبلی مصر عرب افریقی ملکوں میں مگر دنیا کی آبادی کا اسی فیصد اسلام حنفیہ طریق پر ہی ہے۔اسلام کے دوسرے گروہوں یا فرقوں میں طریقت کے' تصوف کے' علم کے' مدرسوں کے' سلسلے اور طریقے ہیں۔جن پر عمل کرنا نہ کرنا دوسرے مسلمانوں کے عقیدے کی بات ہے۔جبکہ مہدویوں میں مصدقین کو مسلک احسان پر چلنے کے لئے جو اصول ہیں انہیں ''فرایض' ولایت'' سے موسوم کیا گیا ہے۔اگر دیدار کی طلب ہے تو ان فرایض' پر عمل کرنا ہوگا ہمیشہ کے لئے ''ترک دنیا'' کر کے' ایسا نہیں کہ مرضی میں آئے تو کر لیا نہیں تو چھوڑ دیا۔فرض معنی پابندی کے ساتھ ۔یوں سمجھیں کہ مسالک میں اُصول اور احکام کی پابندیاں ہیں جن پر عمل کرنے سے تقویت ایمان اور ثواب کا امکان ہے اور نہ کرنے سے احکام شریعت کے انکار و گناہ کا اندیشہ ہے تصوف و طریقہ میں ذکر واذکار مراقبہ و مکاشفہ کا کوئی طے شدہ پیمانہ نہیں' مدرسہ و جماعتی طریقوں میں اصول پابندیوں کی شرایط نہیں جسے جو سمجھ میں آئے کرے جو چاہے اپنائے جو چاہے چھوڑ دے دوسرے معنوں میں جو دل چاہے کرے بس جماعت و تحریک سے وابستگی ضروری ہے۔جبکہ مہدویت میں شریعت کی' اُصول کی' طریقے کی' شرایط کی' عمل کی' خیال کی' نفس کی' پیروی کی' حدود کی' معاشرے کی' سماج کی' پابندی ہی نہیں! بلکہ ہر وقت اس احساس کی پابندی ہے کے اللہ دیکھ رہا ہے آلوۓ۔مشکواۃ المصابیح میں جلد اول حدیث نمبر 2 میں مسلم کے حوالے سے حضرت سیدنا عمرؓ سے مروی حدیث احسان ہے جو طویل

ہے ہم اس کے اس مخصوص نکتہ پر توجہ دلانا چاہتے ہیں: حضرت جبرائیل اور حضور نبی کریم ﷺ کے درمیان جو سوال و جواب ہوئے ان میں 5 پانچ معاملات پر گفتگو ہوئی تھی نمبر 1) کلمہ شہادت: اللہ تعالی کے ایک ہونے اور رسول اللہ ﷺ کے آخری پیغمبر ہونے کی گواہی دینا۔2) فرایضُ: نماز قایم کرنا زکواۃ دینا رمضان کے روزے رکھنا اور بہ حسب استطاعت حج کرنا3) اعتقاد: فرشتوں کتابوں پیغمبروں آخرت اور تقدیر پر ایمان لانا۔4) احسان: اللہ کو دیکھ کر عبادت کرنا یا یہ یقین رکھنا کہ اللہ دیکھ رہا ہے (الٓمٓ)۔5) معاملات قیامت یا آثار قیامت۔اس سے معلوم ہوا کہ فرایضُ اسلام کی طرح فرایضُ بندگی کا انحصار بھی 5 پانچ باتوں پر ہے۔اگر دیکھا جائے تو اللہ تعالی نے حضو ﷺ کی نبوت کے دور کے اختتامی ایام میں اُمت مسلمہ کے لئے ایک مکمل اور طےُ شدہ منصوبہ اعمال اخلاق کا حضورؐ حضرت جبرائیل اور صحابہؓ کے گواہی سے دیا ہے کہ ایمان کی انتہاء یا تکمیل کا کیا طریقہ کار ہے۔اس واقعہ کے 81 دن بعد حضو ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے تھے (یہ مدت مسند ابو حنیفہ میں ہے)۔یعنی معراج بندگی کی بنیاد آپ ﷺ نے پانچ باتوں پر رکھی۔اس طرح احسان ایمان کی بنیادی ضرورت یا اعتقاد میں شامل ہے۔اس کے گواہ حضرت جبرائیل حضو ﷺ اور سیدنا عمر فاروق اعظمؓ اور وہ صحابہؓ ہیں جو اس نشست میں موجود تھے۔اس کا اہم پہلو حضور نبی کریم ﷺ کے یہ الفاظ خصوصی'' قال ﷺ فَاِنَّہٗ جِبْرَ ایْـلُ اَتـا کُـمْ یُعَلِّمُکُم دِیْنُکُمْ (راوہ مسلم)رسول ﷺ نے فرمایا: کہ یہ جبرائیل تھے وہ تمہارے پاس آئے تھے تمہیں ''دین'' سکھلائیں۔22 سال کے عرصے میں قرآن وشریعت آخریں یعنی اتمام حجت ثابت ہو چکی' تمام اُمور کو اُمت کو بتا یا دیا گیا' اس کے بعد حضو ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں جبرائیلؑ کا صحابہؓ اور اُمت کو دین سکھانے آنا کیا معنی؟؟ قرآن شہادت' فرایض اسلام' فرشتوں کتابوں' پیغمبروں کے واقعات اور ایمان و تقدیر کے بیانوں سے لبریز ہے۔صرف ''احسان'' کا بیان واضح نہیں ہے اگر ہے تو ''لقاء'' یا اشاروں کنایوں میں بیان ہوا ہے۔مگر حدیث احسان میں اس کا خاکہ پیش کیا گیا' اس سے پہلے حضور ﷺ نے مختلف موقعوں پر بتادیا تھا کہ ''دین کو زندہ کرنے یا تازہ کرنے اللہ کا ایک خلیفہ آنے والا ہے' جس کو اللہ تعالی ایک ہی رات میں تمام صلاحیتیں عطا کریگا'' ظاہر ہے جس احسان کو اتنے معتبر گواہوں کے درمیان آپؐ کے آخری ایام میں بتایا گیا اس کے خلاصہ اور تعلیم کا بھی انتظام کر دیا گیا۔اس لئے کہ منہاج اسلام یا منہاجِ بندگی اور فرایضُ وعقاید اسلام کے ساتھ احسان ''طلب دیدار'' کی اہمیت اور ضرورت بتانا مقصود تھا۔معلوم ہوا کہ فرایضُ اسلام کی طرح ''دین'' میں احسان یا اللہ کے ''دیدار'' کی طلب ''دین'' کا اہم رکن ہے ان کے لئے جو اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں' کیونکہ عام مسلمان کی طلب اور ضرورت کا دایرہُ جنت' حور غلماں 'راحت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔مگر جو اللہ کی طلب میں اطاعت وبندگی میں دنیا میں عالیت پر ہوتے ہیں ان کے لئے خُدا کی طلب اس کا دیدار ہے' اس طرح ''دیدار'' ممکنات میں ہے۔اس سے پہلے ہم نے لَـنْ تَـرَانِـیْ کے بیان میں اس حقیقت پر بات کی ہے۔آدمؑ کی پیدایش کا اوج کمال واقعہ ''معراج'' ہے جو کسی مخلوق کو حاصل نہ تھا اور ''دیدار'' تمام اُمتوں میں حضو ﷺ کی اُمت کا اوج کمال ہے جو آپ ﷺ کو اور آپؐ کے تابع تام کے طفیل سے گروہ مخصوصہ کا حصہ ہے۔سورت الضحٰی میں اللہ تعالی حضور نبی کریم ﷺ

سے فرماتا ہے کہ: وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ۴ وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ۵ اوریقیناً ہرآنے والی گھڑی آپؐ کے لئے پہلی سے (بدرجہا) بہتر ہے۔اور عنقریب آپ کا رب آپ کو (اتنا) عطا کریگا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔سورۃ الضحیٰ نزول کی 11 ویں سورہ ہے یعنی ابتدائے نبوت میں ہی نبی کریمﷺ کی تشفی کردی گی کے کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں باوجود تمام مشکلات کے ہر گھڑی آپ کی بہتر ہوگی۔ پہلے سے بدرجہا بہتر گھڑی اور رب کا عطا کرنا کہ محمدؐ راضی ہوجاہئیں ان دو باتوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں دوبارہ سورہ نجم کی آیت 26 لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا وَ زِیَادَۃٌ کی روایتوں کو پھر سے دیکھناپڑے گا بیہقی نے کتاب الرویہ میں حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت بیان کی کہ حضورﷺ نے فرمایا: اس آیت میں زِیَادَۃٌ سے مراد رحمٰن کے چہرۂ قدرت کی طرف دیکھنا ہے۔اللہ تعالی نے آپ کو سردار الانبیا بنایا' پیغمبر آخرالز ماں بنایا' اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام لینا ایمان کی بنیاد بتایا' تمام مخلوقات میں شرف عطا کیا' شافی محشر بنایا' اس طرح ہر گھڑی آپ کی پہلے سے بہتر ہوتی گئی ۔اوراب اس سے اور بہتر اوراتنا (زیادہ) عطا کرنا کیا ہے کہ جس سے محمدؐ راضی ہوجائیں گے؟ یہ بات حضورﷺ نے خود بتائی ہے۔امام ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ: جب رسول اللہﷺ پر سورت وَالضُّحٰی نازل ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: میرا رب مجھ پر احسان فرمارہا ہے' اور میں اس اہل ہوں کہ میرا رب مجھ پر احسان فرمائے (درمنثور جلد ۶ صفحہ۱۰۲۲) سورۃ الضحیٰ نبوت کے ابتدائی ایام کی ہے' یہ نزول قرآن کی 11 ویں سورۃ ہے۔یہاں حضور نبیؐ کریمﷺ کا اللہ پر اعتماد و یقین بتارہا ہے کہ آپ کو اللہ تعالی پر کس قدر یقین اور بھروسہ تھا۔اور اللہ تعالی نے اس بھروسہ کو نبھایا اور آپ کو معراج میں ''احسان'' سے سرفراز کیا۔سورہ بنی اسرائیل یا جسے اسراء بھی کہتے ہیں' اس کا نزول پچاسواں 50 ہے جس میں معراج کا واقعہ تفصیل سے بیان ہوا ہے۔اب اس کی تنزیل وترتیب میں حکمت خداوندی دیکھیں حضور نبی کریمﷺ نے معراج میں اللہ تعالی سے ملاقات تفصیل سے بتائی اس کے بعد الٓــــــر' والی سورتیں 1'5'52'53'54'72 نازل ہوتی ہیں جس میں اللہ تعالی مخلوقات پر ہر لحہ نگاہ رکھے جانے کی بات کہتا ہے۔مطلب یہ کہ میرے رسولﷺ نے تو مجھے دیکھا بھی اور قریب بھی ہوئے مگر ایسا نہیں کہ میں تمہیں نہیں دیکھ رہا ہوں بلکہ میں بھی تم سب سے قریب ہوں وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ تم جہاں کہیں ہو' وہ ''تمہارے ساتھ ہے یہ بات اللہ تعالی نے بتائی سورۃ الحدید 57 میں جو سورہ ابراہیم 72 کے پہلے ہے جس میں کہا گیا کہ ''الف لام را یہ (عظیم الشان) کتاب ہے ہم نے اتاری ہے اسے آپ کی طرف تاکہ آپؐ نکالیں لوگوں کو (ہر قسم کی) تاریکیوں سے نور (ہدایت وعرفان) کی طرف ان کے رب کی اذ ن سے یعنی عزیز وحمید کے راستے کی طرف وہی اللہ جس کے ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں جو کچھ زمینوں میں (ابراہیم ۱'۲) یہ وہی نور ہدایت وعرفان کا راستہ ہے جس کا ذکر سورہ یوسف کی 108 میں ہوا ہے۔تاریکیوں سے نکالنا مطلب دنیا کی محبت اور گناہوں سے نکال کر اس کا مشاہدہ کرنا جو کچھ زمین وآسمان میں ہے۔معلوم ہوا کہ احسان یا دیدار کا معاملہ یقین واعتقاد کا ہے۔ بےیقینی و بےاعتقادی ''بصیرت'' کی وجہ نہیں ہوسکتی۔قرآن مجید کی معجزاتی کرشمہ سازیاں دیکھیں نزول قرآن کے وقت پہلے معراج کے بات سورہ اسراء میں بعد میں انتباہ کیا کہ میں تمہارے سب

اعمال دیکھ رہا ہوں الروالی سورتوں میں' مگر!!ترتیب قرآن میں پہلے وہ سورتیں رکھی گئیں جس میں کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں اور میری طرف دیکھوں جو کچھ آسمان وزمین میں ہے اس میں میرا مشاہدہ کروسورہ 10'11'12'13'14'15ان کے بعد 17 سورہ اسراء میں معراج کے واقعات بیان کو رکھا اس طرح بندوں کی تعلیم اور تربیت کا کیسا انوکھا انداز اپنایا گیا ہے جو بعد میں آنے والے ہیں۔میں دیکھ رہاہوں' میری طرف دیکھو دونوں معاملات معراج میں واقع ہو گئے۔

دایرہ مہدویہ کا طریقہ تعلیم

مہدی موعودؑ نے 7 سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا 12 سال کی عمر میں علمائے جونپور نے اسدالعلماء کہا 28 سال کی عمر میں دلپت رائے والی گوڑ بنگالہ سے معرکہ ہوا آپؑ کی تلوار کے وار سے اس کا دل باہر نکل آیا جس پر اس بت کا نقش تھا جس کی وہ پوجا کرتا تھا یہ دیکھ کر کہ اگر باطل کا اثر دل پر ایسا ہے تو حق کا اثر کا کیسا ہوگا آپؑ پر جذبہ حق طاری ہوگیا جو 12 برس تک رہا۔آپؑ کے اسدالعلماء کہلائے جانے اور جذبہ حق طاری ہونے کا زمانہ 16 برس کا ہے اس دورانیہ آپؑ کے اساتذہ یا تلامذہ یا کسی ایسے تلمیذ کا ذکر نہ تو کسی مخالف یا معاند نے کیا ہے نہ ہی مہدویہ واقعہ نگاروں نے کیا ہے ۔**کیا یہ حیران کن بات نہیں ہے جبکہ کوئی بھی ایسی مسند یا مقام پر متمکن ہوجائے تو شاگردوں اور ارادت مندوں کا ہجوم ہوجاتا ہے** اور ایسی کوئی بھی شخصیت سب سے بلند قامت مقام پر جا بیٹھتی ہے۔لیکن ایسا نہیں ہوا ہے جبکہ کئی غیر مہدویہ واقعہ نگاروں نے آپؑ کو سلسلہ چشتیہ سے ہونا بتادیا ہے لیکن حالات وواقعات سے نہیں پتہ چلتا کہ آپؑ نے عام انسانوں سے کنارہ کیا ہوالبتہ اس زمانہ کا کچھ حصہ آپؑ کا کشف ومراقبہ میں گزرا ہو مگر اس کہ شواہد نہیں ہیں جسے ہم نے کہیں کہا ہے کہ اللہ کے خاص بندوں کو خلافت اللہ یا نبوت عطاء کئے جانے سے پہلے سکون وقیام کے مراحل سے گزارا جاتا ہے اوران کی طہارت باطنی کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔حضورﷺ جب دائی حلیمہ کے پاس تھے تو آپﷺ کا قلب چاک کر کے اسے پاک وصاف کیا گیا تھا جب واپس مکہ آگئے تو گلہ بانی کی تجارت کی اس کے باوجود غار حرا میں تحنث کیا یہ وہ مقام اور مسکن تھا جہاں خدا کی حضوری میں آپ گزارتے تھے اس کے بعد آپﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔آپ کی نبوت سے پہلے تمام قوموں میں علمی مرتبہ ومقام یا مذہبی رہبری انفرادی حیثیت یا مقام رکھتی تھی کوئی منظم کوشش جیسے مدرسہ خانقاہ جیسا کوئی تعلیمی نظام نہیں تھا حضرت ابراہیمؑ کے تلمیذ یا معاون حضرت اسماعیلؑ تھے حضرت موسیٰؑ کے شاگرد یا معاون حضرت ہارونؑ تھے حضرت داؤدؑ کے شاگرد یا معاون حضرت سلیمان تھے حضرت عیسیٰؑ کے شاگرد حواری تھے حضورﷺ اُمی تھے عطائے نبوت کے بعد صحابہؓ آپؐ کے مکتب کے تلامذہ یا شاگرد تھے جنھوں نے قرآن وسنت کا درس لیا اور بعد میں اُسے اُمت تک پہنچایا۔طلوع اسلام کے بعد ایک منظم تعلیمی دور کا آغاز ہوا ہے لہٰذا ہم دیکھتے ہیں دور نبوت کے بعد مکہ مکرمہ مدینہ منورہ کوفہ دمشق شام میں اس وراثت کو علماء آیمہ اربعہ نے سنبھالا تابعین تبہ تابعین اور اولیا کاملین کے تعلیمی حلقے بنے جہاں علوم ظاہری کا درس دیا گیا اور خانقاہوں میں باطنی علوم کا بندوبست کیا گیا جہاں رشد و ہدایت کشف ومراقبہ ذکر وتہلیل کا انتظام ہوا۔علماء کے حلقوں میں دوقسم کے لوگ تھے جہاں قرآن وسنت کی حفاظت تحقیق تدوین

اُصول علم کے مراکز بنے' دوسرے طبقہ نے منطق دلیل تاریخ و فلسفہ معاشرت اسلام کی تبلیغ وتشہیر کا سلسلہ چلایا اور دوسری طرف تصوف کی مجالس ومراکز کا جال پھیل گیا اس طرح گروہی نظام کا آغاز ہوا۔جنہوں نے منطق دلیل تاریخ و فلسفہ کا انتخاب کیا ان گروہوں میں **بعد میں** جدت پسندی ترقی پسندی کا ایسا دور آیا جس میں دین وایمان میں آزادی رائے کی راہیں اختیار کر لی گئیں۔ان کے پیش رو میں امام بخاری ابن تیمیہ ابن قیم الجوزی ابن کثیر اور کچھ حد تک سیوطی صف اول میں دکھائی دیتے ہیں۔تصوف کے ہمنوا حلقوں میں سری سقطی جنید بغدادی شیخ محی الدین ابن عربی اور امام غزالی شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ علی ہجویری صف اول میں دکھائی دیتے ہیں۔اس جایزے کے بعد جب ہم مہدی موعودؑ کے حیات مبارکہ پر نظر ڈالتے ہیں تو اسلام کے اولین تلامذہ صحابہؓ کی طرح آپؑ کو شریعت ظاہری کا پورا علم حاصل ہوا اور علماء جونپور نے اسدالعلماء کہا اس طرح متبوع ﷺ کے تابع ہونے کا یہ پہلا اور اصل اُصول بنا' اس کے باوجود نہ آپؑ نے مدرسہ واعظ وبیان کا مسند لگایا نہ خانقاہ بنائی ان 16 برسوں کے بعد جب جذبہ حق طاری ہوا جو بارہ 12 برس تک رہا اس کے بعد ہوش آیا تو سب سے **پہلا کام وہ کیا جو اللہ کے خلیفوں نے کیا کہ خلق کو راہ ہدایت دکھانے کے لئے "ہجرت" اختیار کی** اس ہجرت کے دوران شریعت کی تعلیم بھی دی اور معرفت الٰہی کے طریقے بھی بتائے۔تعلیمات مہدی موعود آخرالزماں کی بنیاد "**شریعت بعد ازفنا ئے بشریت**" پر ہے۔اسلام میں جو مدرسہ اور خانقاہوں کا رواج ہو گیا تھا اس سے اعراض کیا لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی حیات میں "ہجرت" ایک سنگ میل اور موڑ ہے جہاں سے شاہراہ اسلام کی تمام راہیں کھلی ہیں اصلاح تبلیغ مملکت اسلامیہ نفاذ شریعت جدوجہد سفارت جنگ وسعت اسلام لہٰذا اشرف انسانیت کی تمام راہیں "ہجرت" سے شروع ہوتی ہیں۔اور بحیثیت تابع رسول ﷺ مہدی موعود آخرالزماں نے اسی راہ کا انتخاب کیا ہے جو کہ متبوع ﷺ کی راہ تھی آپؑ نے انسانوں کی بنائی راہوں سے گریز کیا ہے یہی **المهدی منی یقفو اثری و لا یخطی** ہے آپؑ کے بعد دائرۃ السلام کا نظام اسی اُصول پر ہوا ہے۔

لیکن پچھلی کچھ دہایوں سے دائروں کے نظام اور طریقہ کار میں تساہلی خودنمائی علاقائیت خاندانی عصبیت نے اس نظام کو محبوس اور منتشر کیا ہے مہدی موعود علیہ السلام نے طلب دیدار خدا فرض قرار دیا اور آج طلب متاع دنیا فرض قرار دی گئی ہے۔نہ شریعت کی تعلیم کی حفاظت ہے نہ معرفت الٰہی کی مجلسیں جن کو درکنار کر دیا گیا۔علاقہ کی حفاظت میں اپنے خلفاء وشاگردوں کو غیر مہدویہ مکاتب ومدارس میں بھیجنے کا لازمی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ وہاں سے جو تربیت یافتہ ہو کر آئے ہیں انہوں نے شریعت کی تعلیم سے زیادہ جدت بدعقیدگی نفاق اور ظاہری علوم کا شور شرابہ اپنے ساتھ لے آئے ہیں۔اس طرح مہدویت کے طریقہ تعلیم کو مسخ کیا ہے نہ اسلام کی صحیح حقیقت سے واقف ہیں نہ تعلیمات مہدویہ کا حصول کیا ہے آج کا سین اور مصدقوں سے زیادہ ایسے لوگ تذبذب کا شکار ہیں نہ وہ صحیح اسلام کی ترجمانی کر رہے ہیں نہ مہدویت کے طریقہ وتعلیم عقیدہ کا'ان کی تمام حیات معلق ہو گئی ہیں انہیں خود سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ کیا کیا جائے'ایک طرح سے حیرت وپشیمانی کا عالم تو ہے مگر قبول کرنے کو تیار نہیں۔پہلے رشد وہدایت کا طریقہ یہ ہوا کرتا

تھا کہ دوسروں سے زیادہ نگہداشت اور سختی خلیفوں کی ہوا کرتی تھی اب یک خاص حلقہ بنا ہے جو ان باتوں کی اندیکھی نہیں کرتا بلکہ بے تکی شرارتی باتوں کو نظر انداز کر کے انہیں بڑھاوا دیا جاتا ہے۔

شرک کرنے والوں کے ساتھ تو اللہ کا غضب ہے ہی مگر جنہیں کتابیں دی گئی وہ وحدانیت کے مدعی بھی ہیں اس کے باوجود ان پر اللہ کا غضب ہونا کیوں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں کیوں جہنم کے عذاب سے ڈرایا؟ اس لئے کہ **وہ اللہ کو ایک مانتے تھے مگر اللہ کی نہیں مانتے تھے**۔ یہ بڑا مہین فرق ہے یہ حالت آج نہ صرف مسلمانوں کے ہر گروہ کی ہے ملت کی بھی یہی حالت ہے اللہ کو ہم مان رہے ہیں اللہ کی نہیں مان رہے اس ''کو'' اور'' کی'' میں کفر وایمان کا فرق چھپا ہوا ہے۔ اس کی مثل کلمہ شہادت میں ہے **لا الــه الا الــلـه محمد الرسول الله** صرف اللہ کو ماننا ایمان نہیں ہے محمد ﷺ کو رسول اور خاتم نبوت ماننا بھی ایمان ہے اللہ کو تو مان لیا اللہ کے رسولؐ کے قول وعمل میں قیل وقال بیدینی کی علامت ہے اہل کتاب اللہ کو تو مان رہے ہیں اللہ کے رسول محمدؐ کو نہیں مان رہے ہیں ۔مسلمان اللہ اور رسول کو مان رہے ہیں اللہ اور رسولؐ کی نہیں مان رہے ہیں جس طرح عذاب کا وعدہ اہل کتاب کو ہے اسی طرح اہل قرآن اور مصدقوں کے لئے بھی یہی قانون شریعت ہے۔ یہود ونصاری کو خدا کے بچے ہونے کا جھوٹا بھرم اور زعم تو ہے ہمارے پاس وہ بھی نہیں صرف بندہ کہلائے جاتے ہیں یعنی غلام اور غلاموں کے حکم عدولی بغاوت مانی جاتی ہے جس کی سزا دنیا میں قتل آخرت میں عذاب ہے۔

مہدی موعودؑ کی ہجرت کے ابتدائی دور اور آپؑ کے فراہ مبارک میں دار دنیا سے رخصت کے بعد کے مہدویہ معاشرے کو دیکھیں تو جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ آپؑ نے دایرے میں جس طبقاتی نظام کو رائج کیا وہ کچھ اس طرح ہے۔ دایرے کے اندر وہ متوکل متقی ذاکرین تارک الدنیا فقراء رہتے تھے جن کا تعلق صرف اللہ تعالی سے تھا یہ وہ لوگ تھے جو ہجرت کے سفر وحضر میں آپؑ کے ہمراہ تھے۔ اور دوسرے وہ لوگ جو براہ ہجرت کی آبادیاں جنہوں نے آپؑ کی تعلیمات کو حق جانا اور قبول کیا یہ لوگ محنت کش تاجر کسان سپاہی حکومت کے کارندے سبھی قسم کے لوگ تھے۔ چونکہ یہ مقامی تھے اور خاندان کنبہ رشتہ داریوں اور سماجی تعلقات سے وابستہ تھے جو ہجرت کے سفر وحضر میں ساتھ نہ تھے لیکن وہ مصدقوں کی جماعت یا ملت سے وابستہ ہو چکے تھے یہ وابستگی انہوں نے اعلانیہ اختیار کر رکھی تھے کیونکہ اُس دور کے مروجہ مذہبی بداعتقادی کے عالمانہ حکمرانی نظام سے جو عالموں اور صوفیوں نے اختیار کر رکھا تھا اس سے نالاں اور ناخوش تھے وہ ایک طہارت اور پاکیزہ اسلام کے متلاشی تھے جو قرآن وسنت کی بنیاد پر ہو جب ان کے سامنے تعلیمات مہدیؑ پیش ہوئیں تو انہوں نے تصدیق کی کہ یہ حقیقی اسلام ہے اور انہوں نے اختیار کیا۔ لیکن وہ ہجرت مہدی کے بعد مقیم ہی رہے یہ وہ لوگ تھے جو مصدقین اور کاسب کہلائے۔ فراہ مبارک میں مہدی موعودؑ کی دنیا سے رخصت کے بعد تمام مہاجرین وصحابہؓ چند ایک کہ مہدیؑ کے حکم کے مطابق واپس ہند چلے آئے اور ان کے سامنے ان مصدقین کی تعلیم اور تربیت کی ذمہ داری تھی اور ان کے عقاید کی مضبوطی بھی ایک مسئلہ تھا۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ بھیلوٹ میں فروکش ہیں

بندگی میاں سید خوندمیرؒ کبھی پٹن کبھی چاپانیر کبھی جالور تو کبھی سدھراسن میں ہوتے ہیں اسی طرح بندگی شاہ نظامؒ انوندرہ میں بندگی شاہ نعمتؒ ان سے کوسوں دور لوگر ڈھ شریف میں اور بندگی شاہ دلاورؒ بورکھیڑہ بزرگ میں خاتم مرشدؒ جالور میں میاں بھیکؒ دساڑھ میں میاں شاہ یعقوب خلد آباد میں میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی گوالیار کے قرب میں میاں ابوالفتح احمد نگر کے قریب شاہ شریف یداللہ نا ندگاؤں میاں سید ابراہیم بیجاپور کے قرب میں ۔اس طرح مہدی موعود کے صحابہؓ اور تابعین کا مختلف مقامات پر پھیل جانا بتاتا ہے کہ مصدقوں کی تربیت تعلیم اور تبلیغ مہدویت اور اصلاح مسلمین کی غرض سے یہ مختلف مقامات پر منتقل ہوتے رہے ۔مہدی موعود علیہ السلام کی دعوت اور تعلیم کا صحابہؓ نے اس طرح انتظام وانصرام کیا تھا۔ یہ ہجرت کے پہلے دور اور بعد رفاقت مہدی کا دور صحابہؓ وتابعین ہے ۔اس کے بعد بھی یہ سلسلہ لگ بھگ چار پانچ صدیوں تک جاری رہا پالن پور بھڑ وچ حیدر آباد کرگاول بنور دھرم کوٹہ اور چند پٹن یہ بعد کی مہدویہ آبادیاں ہیں اس کے بعد بھی پنگوڑی پالکوڑ ایروڈ پلی پالیم ترونل ویلی تر پاتو ر آرکاٹ پنڈیال جلگاؤں جاموداچل پور جیسی مہدویہ آبادیاں بنیں ۔اور ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کئی حقیر ے ایسے مقامات پر ہیں جہاں دور نز دیک اس وقت مہدویہ آبادیاں نہیں ہیں جیسے آرکاٹ چاپانیر لوگر ڈھ شریف امنی ساگر نز دسری رنگا پٹن شیموگہ کرنا ٹک اور بہت سے ہیں' اس کا مطلب یہاں مہدویہ آبادیاں تھیں جو بعد میں یا نقل وطن کر کے یا خراج کی وجہ سے مقامات چھوڑ گئیں ۔مہدویوں کی تعلیم تبلیغ اصلاح میں جمود پچھلے سات آٹھ دھایوں میں آیا ہے جب سے تعلیمی وتربیتی دور کو علاقائی قیام اوراپنے اردگرد ہی فقراء وکاسبین کے دایرے بسائے گئے اور مسند نشینی کو مقام اور قیام دے دیا گیا۔ اور اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ دنیا دار عالموں نے مہدویہ تعلیمات کو اپنا ایک الگ طریقہ بنا کر تبلیغی جماعت بنالی 'اس جماعت کے اعمال میں غور کریں یہ تمام مہدویہ تعلیمات سے اخذ کی گئی ہیں مگر ان میں وہ اخلاص اور معصومیت نہیں ہے جو خلیفۃ اللہ کی تعلیم میں ہے۔ مشاہیر مہدویہ میں مولوی عزیز مہدی بخاری مرحوم نے بہت سارے مخصوص اور مشہور مہدویوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں ایک میاں سید عالمؒ کا بھی ہے جو سری رنگا پٹن سے تر چنا پلی اور تنجاور میں مصدقوں کے احوال جاننے کے لئے جاتے آتے رہتے ہیں اور یہ سفر ان دنوں کا ہے جب سفر کے حالات آج بھی اتنے اچھے نہیں تھے اتنی لمبی مسافت طے کرنا بار بار اور مصدقوں کی نگرانی کرنا یہ انہیں بزرگوں کا حصہ ہے آج اس کا عشر عشیر بھی دکھائی نہیں دیتا۔ ان کے واقعہ میں مرحوم عزیز مہدی بخاری نے لکھا ہے کہ ان کے فرزند میاں سید روشن منور تنجاور کے راجہ کے وزیر بن گئے تھے جب وہ میاں سید عالمؒ سے ملنے تر چنا پلی آئے جہاں اب وہ مدفن ہیں تو میاں سید عالم نے اپنے بیٹے کی سرزنش کی اور دنیا میں ملوث ہونے پر ان سے سخت نا راضگی کا اظہار کیا جس پر نادم ہو کر میاں سید روشن منور نے اُسی وقت وزارت سے سبکدوش ہو کر ترک دنیا کر لی اور بعد میں ایسا مثالی توکل اور تقوی اختیار کیا جو ان کا خاندانی طرہ امتیاز تھا۔

معراج کا معنی وحقیقت

معراج لفظ فارسی اور اُردو زبان کا ہے اس کا معنی درجہٗ اعلیٰ مرتبہٗ بلند وہ رتبہ جس سے زیادہ کوئی تصور میں نہ آئے۔عربی میں 'مَعَارِج' کے معنی زینہ یا سیڑھی ہے سورہ معارج ترتیب میں 70واں ہے حضرت ابن عباسؓ نے ذِی الْمَعَارِج کا مفہوم آسمان کی بلندیوں کا مالک کہا ہے۔حضرت قتادہؓ نے صاحب فضایل ونعم لکھا ہے۔اس کا مطلب معراج صاحب فضایل ونعم بلند آسمانوں کے مالک کے پاس جانا ہوا کیونکہ 'اسراء'' کا معنی سیر کرانا ہے۔معراج کے عام فہم معنی پیغمبر اسلامﷺ کا آسمان پر جانا اور تجلیات الٰہی کا نظارہ کرنا ہے۔بعد میں یوروپ کی لاطینی زبان میں Miraje کا معنی آینہ یا وہ شئے جس میں خود کو دیکھا جاۓ بتایا گیا اور فرانسیسی زبان میں bereflected یا عکس ہوا مگر یہ لفظ انگریزی میں سراب جسے Hallucination کے معنوں میں آیا۔مگر جو ترجمہ لاطینی زبان کا ہے وہ بالکل موزوں یعنی'' آینہ' یا فرانسیسی ''عکس'' ہے۔ لفظ معراج کو فارسی یا اردو میں استعمال کرنے کی وجہ وہ واقعہ ہے جو پیغمبر اسلامﷺ کے ساتھ پیش آیا' آسمانوں کی سیر کرنا اور اللہ تعالی سے ملاقات کرنا یہ وہ رتبہ ہے جو اولاد آدم میں کسی کو عطا نہیں ہوا۔اس واقعہ کو قرآن نے 'اَسْرٰی'' کہا معنی رات کو لے کر چلنے یا رات کو سفر کرنے کو کہتے ہیں (اَسْرِ ' اِسْرَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غایب) جیسے کہ سورہ بنی اسرائیل جسے ''اسرا'' بھی کہتے ہیں اس میں ہے کہ:**سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا** پاک ہے(ہر عیب سے)وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جسے برکت دی ہم نے اس کے اردگرد تا کہ دکھایئں ہم اس کو اپنی نشانیاں (بنی اسرائیل آیت ۱)۔اس میں لِنُرِیَہٗ مِنْ دکھایئں ہم نے اس کو نشانیاں کی وضاحت اسی سورۃ کی 60ویں آیت میں کی ہے **وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ** اور نہیں بنایا (عام) ہم نے اس نظارہ کو جو ہم نے دکھایا تھا (خاص) آپ کو مگر (یہ) آزمایش لوگوں (اُمت) کے لۓ ہے۔اس کے بعد آیت 72 میں کہا کہ:**وَمَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا** اور جو رہا اس دنیا میں اندھا پس وہ آخرت میں بہت اندھا اور بھٹکا ہوا اُٹھے گا آخرت میں۔ یہاں تینوں آیات 1"60"72" کو دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے ''اُس خاص نظارہ کو اُمت کے لۓ آزمایش'' بنایا ہے کہ دیکھیں دنیا میں بصیرت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا یوں ہی اندھے اور بھٹکے ہوے دنیا و آخرت میں رہتے ہیں۔ایسے احکامات تبھی سمجھ میں آیئں گے جب ہم قرآن کے نزول بعد میں اسکی ترتیب اسماء الحسنیٰ' مقطعات سجدوں اور آیات کے آگے پیچھے ہونے اور ان کے اعداد و تعداد میں پوشیدہ علم ریاضی کے اُصولوں کو سمجھنے لگتے ہیں۔سورہ اسراء میں اللہ تعالی نے حضورﷺ کو رات کو سیر کرانے یا معراج کرانے کی بات کرنے سے پہلے کہا کہ **سُبْحٰنَ الَّذِیْ** پاک ہے وہ ذات (ہر عیب سے)اس کے بعد معراج کے سفر کا بیان کیا اس کی کیا معنی ہیں؟اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بندوں میں اس میں اُس یگانت کے تصور کا خاتمہ کیا گیا ہے جو اس سے پہلے کے نزول 23 سورہ النجم میں بیان ہوئی ہے یعنی کہ '**وہ دو کمانوں کے فاصلے پر تھا**

''اللہ تعالیٰ نے جو خالق عالم اور معبود برحق ہے اس نے وضاحت فرمادی کہ معراج میں عرش پر اپنے رسول ﷺ کو بلایا تھا۔تا کہ آگے چل کر غلط تاویلات نہ ہوں اس کے باوجود غلط تاویلات ہوئی بھی اور ہورہی ہیں مسلمانوں کے اندر۔اور بعد میں مدنی دور کی نبوت میں سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ احکام بھیجنا یا نہ بھیجنا احکام کا بدلنا اللہ کی مرضی پر منحصر ہے آیہ 106 بقرہ ''مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ... اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہم اپنی جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں اس کی جگہ اس سے بہتر لے آتے ہیں یا کم از کم ویسی ہی کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے؟۔یہی بات سورہ اسراء کے ابتداء میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کو پاک ذات کہا۔مہدیٔ موعود علیہ السلام نے فرمایا قرآن میں کوئی آیت ناسخ و منسوخ نہیں ہے۔خیر وہ ایک الگ بحث ہے۔اب اس کے بعد یہ ہم نہیں کہہ رہے بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے اسی سورۃ کی 12ویں آیت کو دیکھیں: وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلاً اور بنادیا ہم نے رات اوردن کو دونشانیاں پھر ہم نے مٹا دیا رات کی نشانی دکھانے والی'' تا کہ تم تلاش کرو فضل اپنے رب کا'' اور تا کہ تم معلوم کرو گنتی برس (جمع) اور حساب اور ہر چیز کو ہم نے بیان کیا ہے تفصیل کے ساتھ۔یہاں غور کریں'' پھر ہم نے مٹا دیا رات کی نشانی دکھانے والی' تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو'' (رات کا وہ پہر جس میں کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے کیا یہی وقت'' دیدار'' کا ہے؟؟ کہ جس میں سوائے حق کے کچھ بھی باقی نہیں رہتا سب مٹ جاتا ہے)اب اسی سورہ کی 79 میں غور کریں۔اَقِمِ الصَّلٰوةَ ... تا.....مَقَامًا مَّحْمُوْدًا.......نماز ادا کیا کریں سورج ڈھلنے کے بعد رات کے تاریک ہونے تک (نیز ادا کیجیے) نماز صبح بلاشبہ نماز صبح کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور رات کے بعض حصہ میں (اُٹھو) اور نماز تہجد ادا کرو (یہ نماز) زاید ہے آپؐ کے لئے ''یقیناً فایزٔ فرمائے کا آپ کا رب مقام محمود پر'' محمود رسول اللہ ﷺ کا صفاتی نام ہے معنی مقام محمود وہ جو حضرت محمد مصطفیٰ حبیب خدا ﷺ کا مقام مخصوص ہوا جہاں پر کسی کا گزر کبھی نہیں ہوسکتا اس سے معلوم ہورہا ہے کہ دنیا تو دنیا کائنات میں بھی اس سے قدر و توقیر والا مقام اور کوئی نہیں جہاں پر کسی مخلوق کا تو کیا ملائیکہ مقرب کا بھی داخلہ ممنوع ہے۔یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہٰی سے آگے مقام محمود پر بلا لیا اس کے بعد آپ کو نماز تہجد کو آپؐ کے لئے فرض قرار دے کر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ کہ اس وقت سے صبح تک آپ نماز میں مشغول رہیۓ یہ حقیقت بیان کر رہا ہے کہ ''ہر دن یقیناً فایزٔ فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر'' یہ بتاتا ہے کہ جس طرح ہم نے سیر کرائی آپ کو بلا کر وہ مواقع آپ کو اس کے بعد بھی دئے جائیں گے (دیدار کے) اگر مشاہدہ کے لئے آپ تہجد ادا کرتے رہیں۔یہی وجہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم میری برابری نہیں کرسکتے کیونکہ میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے''۔اس کے علاوہ یہ بات کے اللہ کے رسول ﷺ نے جبرئیل کو دومرتبہ اپنی اصل ہیت اور صورت میں دیکھا ایک بار دنیا میں ایک بار سدرۃ المنتہٰی کے پاس!جب دنیا میں آپؐ نے جبرئیل کو اصلی ہیت میں دیکھا تو آسمانوں میں

سدرۃ کے پاس جا کر اصلی ہیت میں دوبارہ دیکھنا کیا معنی؟اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے سدرۃ پر جبریئل علیہ السلام کو نہیں دیکھا بلکہ اپنے خالق ورب کو دیکھا تھا اپنی ظاہری آنکھوں سے ۔ یہ بات معلوم ہونا چاہے کہ معراج یا اسراء کا واقعہ جن سورۂ النجم اور بنی اسرائیل میں آیا ہے وہ بالکل ان سورتوں کی ابتدائی آیات ہیں اس کے بعد تمام سورہ میں دیگر امور پر احکام و بیان ہیں ۔ بر سبیل تذکیرہ ہم یہاں سورۂ النجم کی 5 تا 18 آیات میں غور کرتے ہیں تو معاملہ بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے ۔''انہیں سکھایا ہے زبردست قوتوں والے (اللہ) بڑے دانا نے۔پھر اس نے (بلندیوں کا) قصد کیا ۔اور سب سے اونچے کنارے پر تھا۔ (یہ سب سے اونچا کنارہ وہی مقام محمود جو اللہ کے حبیب محمدؐ کا خاص مقام محمود ہے) پھر وہ قریب ہوا 'اور قریب ہوا۔یہاں تک کہ صرف دوکمانوں کے برابر بلکہ اس بھی کم فاصلہ رہ گیا۔پس وحی کی اللہ نے (کلام کیا حکم دیا یا رازونیاز ہوئے)اپنے بندے کی طرف جو وحی کی (کیا وحی کی وہ اللہ جانے یا اللہ کا رسول جانے)نہ جھٹلایا دل نے جودیکھا (چشمم مصطفی نے۔(اب اس کے بعد صاف تنبیہ یا وارننگ)کیا تم جھگڑتے ہو ان سے (اللہ کے حبیب ﷺ سے)اس پر جو انہوں نے دیکھا ۔اور انہوں نے اسے دوبارہ اسے دیکھا سدرۃ المنتہی کے پاس جس کے پاس ہی جنت الماوٰی ہے ۔یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ اب ذرا قرآن کے نزول وترتیب میں اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں سورۂ النجم کا نزول 23واں ہے اور ترتیب 53اور سورۂ بنی اسرائیل کا نزول 50واں ہے اور اس کی ترتیب قرآن میں 17 ہے ۔واقعہ معراج 620/621 سنہ عیسوی کا ہے حضور ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری 570عیسوی میں ہوئی 632 میں آپ دنیا سے پردہ فرما گئے ۔اگر 570 میں 40 چالیس سال جوڑتے ہیں جو آپ کی نبوت کی ابتداء کا سال ہے وہ 610 سنہ عیسوی ہوا اس طرح نبوت کے 11ویں سال آپ کو معراج ہوئی یا 12 سال کے آس پاس ۔امام بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ہجرت کے سولہ ماہ پہلے معراج ہوئی مطلب یہ کہ ان سولہ ماہ میں بہت کچھ ایسا ہوا جو پہلے نہیں ہوا تھا ۔سورہ نجم 23اور اس دور میں دیگر مقطعہ والی سورہ کے ساتھ حٰمٓ والی 7 سورہ نازل ہوئیں نبوت کی جو ذمہ داری پچھلے 8.4 ساڑھے آٹھ برسوں میں نہ ہوئی وہ ان پانچ برس میں ایسا بہت کچھ ہو گیا جو پچھلے ساڑھے چھ برسوں میں نہ ہوا تھا ۔یعنی 60 مہینوں میں اس کے بعد مدینہ کے 10 برسوں یعنی 120 مہینوں میں صرف 28 سورتوں کا نزول ہوا'مانا کہ یہ سورتیں طویل تھیں اسی کے ساتھ معرکے جنگیں معاہدے حج عمرہ سب کچھ ہوا ۔اس مدت اور زمانہ کے قطع نظر ہم دیکھیں نبوت کی ابتداء کے مکی 11 گیارہ برس تک محض معدودے چند نفوس قدسیہ ہی ایمان لائے تھے ۔یعنی 616 سنہ عیسوی تک یہ وہ دور ہے جب اہل قریش نے بنو ہاشم کا معاشرتی مقاطعہ Social Boycott کیا تھا تا کہ وہ محمد ﷺ کی حفاظت اور ان کی پشت پناہی چھوڑ دیں جس کی وجہ سے درہ شعیب ابی طالب میں تین سال تک محصور ہونا پڑا اور آپؐ کے چچا ابو طالب بھی آپ کے ساتھ تھے یہی سال ہے جب حضرت عمر ؓ نے ہجرت کی تھی ۔ایسے پرآشوب حالات کی مکی زندگی میں صرف 7 برس ہیں'اس

ڈیڑھ برس میں مکی سورہ نزول کے 86 میں سے باقی 63 سورتوں کا نزول ہوا ہے جبکہ اس سے پہلے النجم تک 23 سورتوں کا نزول ہو چکا تھا یعنی 11 سال میں 23 سورہ اور 2 سال میں 63 سورہ ان میں سے درہ شعیب ابی طالب کے 3 سال جس میں تبلیغ کا کام لگ بھگ رک سا گیا تھا وہ نکال دیں تو باقی بچے 8 سال ۔اب اصل بات پر آتے ہیں سورہ النجم کا 23 اور بنی اسرائیل کا 53 واں نزول ہے پہلے النجم نازل ہوئی بعد میں بنی اسرائیل انہیں دونوں میں اسرا یا معراج کا بیان ہے ان کی شروع کی آیات میں آیا ہے مگر اس کی تفصیل احادیث سے ہی معلوم ہوتی ہے ۔معنی یہ کہ پہلے نازل کردہ النجم میں صرف معاملے کی نوعیت بیان کی گئی کہ اس رات کیا ہوا بعد کو یعنی ڈیڑھ سال کے عرصہ میں دوبارہ بنی اسرائیل کے سورہ کے 50 ویں نزول میں اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ ہاں! ہم ہی ہیں جو اپنے رسول ﷺ کو پہلے مسجد حرم مکہ سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی اس کے بعد اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں (آسمانوں میں)۔ یوں تو قرآن کی سورتوں میں کئی احکام اور مضامین کے ساتھ وقعات بیان ہوئی ہیں لیکن اس سورہ میں بڑا دلچسپ انداز بیان ہوا ہے واقعہ معراج کی شہادت کے ساتھ اسی سلسلے کی آیت میں **موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس کی دوسری ہی آیت میں کیوں کیا گیا؟؟** ''وہی سب کچھ سننے والا وہی سب کچھ دیکھنے والا اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور بنایا ہم نے اس کتاب کو باعث ہدایت بنی اسرائیل کیلئے۔'' غور طلب امر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی کتاب توریت وزبور میں کہا کہ ہم نے موسیٰ کے کلام کو سنا بھی دیکھا بھی مگر ہم نے انہیں ''دیدار'' نہیں کرایا مگر!! اسی طرح کی ایک اور تنزیل پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کو دی اور نہ صرف انہیں دیدار کرایا بلکہ ان کی اُمت کو بتایا کہ یہ ممکن امر ہے ''**کھلو اے محمد یہ میرا راستہ ھے جس پر بلاتا ھوں بصیرت**(جو مجھے عطا ہوئی تھی)**اس کی بنیاد پر اور وہ بھی بلاے گا جو میرا تابع ھے** ۔یہاں واضح ہوا کہ موسیٰ کے طلب کرنے پر جو عطا نہیں ہوا' وہ محمد ﷺ کو بغیر طلب کے ہوئے عطا کیا گیا۔اور اس میں مزید وضاحت یہ کہ اس کے بعد نوح علیہ السلام کا ذکر ہونا وہ اس لئے کہ وہ آدم ثانی ہیں انہیں کی اولاد میں یہ دو جلیل القدر پیغمبر آئے۔ 11 سال میں 23 سورہ اور ڈیڑھ سال میں 63 سورہ مکہ میں نازل ہوئے مگر بعد ہجرت مدینہ منورہ میں 10 برس کے عرصہ میں 28 سورہ نازل ہوئے چلئے مان لیتے ہیں کہ ان میں السبع الطوال یعنی طویل مضامین والی سورتیں ہیں باوجود اس کے مکہ کے سات سال میں جو 63 سورہ نازل ہوئیں ان میں بھی طویل مضامین والی سورتیں ہیں ۔مکہ اور مدینہ کا یہ معجزاتی نزول بتا رہا ہے کہ معاملات مکی زندگی الگ ہیں اور معاملات مدنی زندگی الگ ہیں' اس کے باوجود معراج دیدار انسان کے اندھے پن کے اللہ کے رسولؐ اور ان کے تابعؓ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ''بصیرت'' کے راستے کی طرف بلائیں اور قرآن کے بیان کا انتظام ہم خود کریں گے اور ایک قوم کو ہم قرآن کا وارث بنائیں گے جیسے بیانوں کا آنا اللہ تعالیٰ کی اس منصوبہ بندی کو دکھاتا ہے جو لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہے ۔جن میں کئی مکی سورتوں کی وضاحت مدینہ میں اور جیسا کہ اس سے پہلے کہا کہ بہت ساری احادیث کی وضاحت مدینہ میں ہوئی ہے ۔جیسے معاملے کی نوعیت اور اسکی شہادت مکہ میں بتا دی گئی مگر اس کی تفصیل مدینے میں ہوئی ہے ۔کیونکہ بہت سارے معراج کے احوال کے راویوں میں ایک حضرت انسؓ بن مالک الخزرجی انصاری ہیں جن کی تاریخ پیدائش

612-672 عیسوی تاریخ وفات ہے جومدینہ کے علاقہ بنوخزرج قبیلے سے تھےاوردوسرے عبدالرحمٰن سخرالدوسی المعروف حضرت ابوہریرہ نواح مکہ بنودوس سے تھے جن کی تاریخ پیدائش 603---681عیسوی سال وفات ہےاس طرح حضرت انس حضور ﷺ کی اعلان نبوت کے دوسال بعد اورحضرت ابوہریرہؓ اعلان نبوت کے تین سال بعد پیداہوئے تھےاور یہ حضورﷺ کے آغوش نبوت میں 2 سال 3 مہینے رہے۔اب اس کے بعد نبی اسرائیل میں بالکل کھول کربات بتادی کے گنتی برس سال مہینے حساب کتاب سب کی قرآن میں تفصیل ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن میں غورکیاجائے جیسےغورکرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔اب اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کیا فرشتوں کو بھیج کر اسباق اور تعلیم دیگا۔تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کاانکارکروگے۔"احسان" کی وضاحت کیا ہے احسان کیا ہے۔معلوم یہ ہوا کہ" پہلے سے زیادہ اتنا عطا کرنا" دیدار ہے جس کا معنی ومفہوم حدیث احسان میں بتائے گئے ہیں۔غرض اسی لئے بعد میں نویں صدی میں اس کی تعلیم وتربیت کا بیان ہوا ہے۔فرائضِ ولایت کی تعلیم اورتربیت کا یہی مقصد ہے چونکہ یہ تعلیم اور بیان کسی نامعصوم سے نہیں لی جاسکتی تھی اس لئے مہدئ موعود آخرالزماں کی بعثت کاوعدہ کیا گیا'انسان یااولادآدمؑ کا خلیفہ یا دوسری مخلوقات پرشرف عطا کیا جانا یہی اصل خلافت تامہ ہے۔بات دیدار کی ہو احسان کی ہو یا معراج کی' معاوف اورکم ذہن لوگ اسے قبول نہیں کرپاتے۔جب حضورﷺ نے مکہ والوں کے سامنے سفرمعراج بیان کیا تو کئی لوگ مرتد ہوگئے تھے۔مثال کے طورپر کچھ لوگوں کوتمام رنگ یا کوئی خاص رنگ دکھائی نہیں دیتااسے Color blindness کہتے ہیں یہ ایک عارضہ ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ایسا سبھی کو دکھتا ہے'مگرنئی تحقیقات نے ایک ایسا چشمہ ایجاد کیا ہے کہ دوسروں کی طرح اس شخص کوتمام رنگ دکھائی دیتے ہیں'جب ایسا شخص چشمہ لگاتا ہےتو متحیر ہوجاتا ہےوہ سمجھتا ہے کہ وہ کتنامعذورتھا' آج اس طرح کی آنکھوں سے رنگ دیکھنے میں معذورلوگوں کومدد مل رہی ہے۔ مذہب واعتقاد میں بھی ایسے کئی معذور لوگ ہوتے ہیں جنہیں ان کےناک کےآگے کی حقیقت اور سچائی نہیں دکھائی دیتی۔واقعہ معراج میں بُراق کا ذکر ہےاس کے معنی چمکدار'جگمگاتا ہوا'بجلی کی طرح تیز رفتار ہے روایتوں میں اس بہشتی چوپایہ کوکہاجاتا ہے جس کا دھڑخچر جیسے کسی چوپایا کااورچہرہ آدمی کا بتایا گیا ہے جس پرسوار ہوکر اللہ کے رسولؐ نے آسمانوں کا سفر اختیار کیاتھا۔ان معنوں سےایک بات معلوم ہوتی ہےوہ سواری چمکتی ہوئی تیز رفتار بجلی کی سرعت سے سفرکرتی ہے۔کیا یہ کوئی بجلی کا فرشتہ تونہیں تھا؟ ہم اس لئے یہ کہہ رہے ہیں مصری'رومی اورہندی دیومالاؤں میں گاڑیوں رتھوں جیسی سواریوں کے آثار ملتے ہیں ہو سکتا ہے کہ شرک اور بت پرست قوموں میں ظاہرات کےوجود کی قدروقیمت ہوتی ہےاس لئے انہوں نے سہولت کی خاطر یہ چیزیں بنالی ہوں۔مگرعرب یمن عراق وشام کے علاقوں میں باربرداری اورسواری کے لئے بھی جانوروں کا استعمال ہوتا تھا گاڑیوں رتھوں اوربنڈیوں کا استعمال انہیں معلوم نہ تھایاصحرا کا علاقہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے اس کا استعمال نہ کیا ہوکیونکہ ریگستان میں یہ چیزیں بے کار ہوتی ہیں۔روایتوں میں چمکدار بجلی کی تیزی سے چلنےوالا یہ جانور بجلی کا ہی کوئی حصہ تونہیں تھا؟ خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی جانوروں کےعلاوہ یہ چیزیں بیان میں نہیں آتیں۔اس جانورکا بجلی کا فرشتہ ہونا آج کی تیز رفتار سواریوں کی ایجادات

میں ہمارے یقین کو پختہ کرتا ہے۔

جو لوگ حالات حاضرہ کے متعلق خبر رکھتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ آج آئے دن Time Travel کی بڑی باتیں ہو رہی ہیں اس پر کافی فلمیں اور سیمینار بھی ہوتے رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ ایک ایسے نظریئے پر کام ہو رہا ہے کہ انسان ایک مقام سے دوسرے مقام ہوا میں تحلیل ہو کر منتقل ہو سکتا ہے۔اس کے لئے اصحاب کہف کا واقعہ عیسائی پیش کرتے ہیں کہ کچھ لوگ بادشاہ کے ڈر سے غار میں جا چھپے اور صدیوں بعد باہر نکلے تو حالات اور زمانہ بدل چکا تھا۔اور حضوطلیہ کا واقعہ معراج پلک جھکتے ہو گیا' دراصل یہود و نصاری اہل کتاب ہیں وہ اسلام کو قبول نہیں کرتے لیکن چند ایک باتوں کو وہ حقیقت مانتے ہیں اور اس کا اظہار نہیں کرتے' مگر قرآن احکام و بیانات کی بنیاد پر وہ کی تحقیقات کرتے رہتے ہیں۔یہ Time Travel کا نظریہ انہیں یہیں سے پیدا ہوا ہے۔اسلام میں نور کے ایک قطرے سے اس کائنات کے بنائے جانے کا ذکر ہے' ایک یہودی سائنس دان البرٹ آئنس ٹاین نے اسی بنیاد پر اپنی تھیوری '' بگ بیانگ تھیوری'' رکھی ہے مگر اقرار نہیں کیا کہ یہ قرآن کا نظریہ ہے۔ایسا دنیا کی ہر قوم کرتی ہے وہ دوسروں کے اچھے نظریات کو اپناتی تو ہے مگر اس کا کریڈیٹ وہ خود لینا چاہتی ہے' آج کی تبلیغی جماعت نہ مہدویہ تعلیمات پر ایک جماعت بنائی مگر اسے مہدویوں سے وابستہ کرنے کے بجائے دیوبندی عالموں سے وابستہ کر دیا' کیونکہ وہ نہیں چاہتے مسلمان مہدویت سے وابستہ ہو جائیں۔

علمائے اسلام کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ ہم تک جو قرآن پہنچا ہے وہ لوح محفوظ میں جیسا ہے ویسا ہی ہے اس بات پر کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ یہاں ہم نے جو ترتیب اور نزول کا ایک جدول پیش کیا ہے وہ محض تاریخ اور واقعات اسلام کو سمجھنے کے لئے ہے۔اور یہ بات بھی پیش نظر ہونا چاہئے کہ سوائے سورہ فاتحہ اور سورۃ الانعام کے علاوہ کوئی بھی سورۃ ایک بار یا ایک وحی میں نازل نہیں ہوئی۔ بلکہ موقع ضرورت محل مقام کے مطابق آیتوں کا نزول ہوا ہے۔کئی مدنی سورتیں ایسی ہیں جن میں ایک یا چند آیات مکہ میں نازل ہوئی تھیں جنھیں بعد میں مدنی سورتوں میں رکھا گیا اور کئی آیات کسی سورۃ کے نازل ہونے کے بعد کسی وقت ایک یا دو آیات نازل ہوئیں تو کسی مخصوص سورہ میں رکھنے کو کہا گیا ہے اس پر کئی روایات ہیں۔اس تناظر میں دیکھیں جیسے کہا سورۃ النجم جو کہ 23واں نزول ہے جو نبوت کے گیارہ ساڑھے گیارھوں برس نازل ہوئی کہ جس میں کل 62 آیات ہیں اور اس سورۃ میں ابتداء میں ہی معراج کا بیان ہوا ہے۔اور باقی کی آیات میں مختلف احکام اور موضوعات ہیں۔یعنی اس سورہ میں صرف حضوطلیہ کو معراج پر بلائے جانے کی شہادت دے دی گئی' مگر اس واقعہ کی وضاحت سورہ بنی اسرائیل میں آئی جو کہ 50واں نزول والی سورۃ ہے۔ جیسے ہم نے کہا ہے کہ گیارہ برس میں صرف 23 سورہ اور دیڑھ برس میں 63 سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہو گئے۔اس سے قطع نظر یہ دیکھیں کہ سورہ نجم میں 62 آیات ہیں یہ آیات اصول نزول وحی کے لحاظ سے ایک بار نہیں مختلف موقعوں پر نازل ہوئیں مگر کب نازل ہوئیں اس کی روایات نہیں ہیں۔لیکن اس سورہ کی خصوصیت یہ ہے کہ معراج کے واقع ہونے کی شہادت دی گئی اور اس میں کہا گیا کہ

محمد الرسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ ملاقات کی دیدار کیا' اور کہا مَا زَاغَ الْبَصَرُ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ" آپ ﷺ کی آنکھ نہ دائیں گئی نہ بائیں (معنی بغیر پلک جھپکے حضور ﷺ نے دیدار کیا ٹکٹکی باندھ کر) اور وَ مَا طَغٰی اور یہ بھی نہیں کہ آپ کی آنکھ نے تجاوز کیا ہو یعنی ادھر اُدھر بھٹکی نہیں نہ بے بے قابو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو دکھانا چاہا تھا وہ دیکھا۔ اگر اس بات کو سمجھنا ہے تو اسی سورہ کی تفسیر میں جو روایات منقول ہیں انہیں سمجھنا ہوگا۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کتنی کونسی مخلوق کہا ہے کب سے ہے کیسی ہے کتنی ہے یہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو علم نہیں ہے اس ضمن میں سورہ النحل کی 8 آٹھویں آیت بہت کچھ بیان کر رہی ہے وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور وہ (جن مخلوقات کو) پیدا فرماتا ہے تم نہیں جانتے" حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق بھی ہے جو آنکھ جھپکنے کی دیر میں بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے' جنہیں پرندوں کی شکلوں میں پیدا کیا گیا ہے اُن کا کھانا پینا لباس جانورسو ہوا کے ہیں' اور اُن کی آنکھیں اُن کے سینوں میں ہیں۔ اور وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور جن یا ابلیس جیسی بھی کوئی مخلوئی پیدا کی ہے۔ (درمنثور) اور سورۃ النجم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جس کسی نے واقعہ معراج کی تکذیب کی اُس پر اللہ تعالیٰ عتاب نازل ہوا مثلاً ابولہب کا بیٹا عتبہ جس نے اس کے انکار اور کفر میں الفاظ کہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے اسے بد عادی کہ اللہ تجھ پر اپنا کتا مسلط کر دے۔ تو ہوا یوں کہ عتبہ بن ابو لہب شام کے سفر پر نکلا راستے میں وادیٔ غاضرہ میں رات کو قیام کیا تو وہاں درندوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں خصوصاً شیر کی دھاڑ سنی تو وہ خوف زدہ ہوا اُسے (حضور ﷺ کی بدعا یاد آئی) اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ اسے بطور حفاظت اپنے درمیان سلالیں تو ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن رات میں ایک شیر آیا اور سونگھتا ہوا عتبہ کے پاس ہی پہنچا اور اس کی کنپٹیوں پر اپنے دانت گاڑ دے اور اُٹھا کر لے گیا۔ اس واقعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے رسول کی بدعا کیا ہوتی ہے دوسرا کسی بھی ایمانی مذہبی حکم واقعہ یا کوئی پیشن گوئی اور معجزہ کے انکار سے اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب کس طرح نازل ہوتا ہے۔ چاہے معراج ہو کہ دیدار کے حق ہونے کا انکار بلغیر تحقیق کے۔

محمد ﷺ کی اطاعت گزاری اور معصومیت دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے پچاس 50 نمازیں فرض کیں اور قبول کر آ گئے۔ اور حضرت موسیٰ ؑ ہیں جو آپ کو بار بار اس میں تخفیف کرانے اللہ تعالیٰ کی باگاہ میں واپس بھیج رہے ہیں کیونکہ موسیٰ پہلے نبی گزر چکے ہیں وہ انسانی فطرت سے واقف ہیں اور ان کی قوم بنی اسرائیل ترقی کے آثار کو چھور ہی تھی اور اس نے اتنی نافرمانیاں اور اڑیل پن دکھایا تو جو محمدؐ ہیں انہیں ایک ایسی امت میں مبعوث کیا گیا جو دلیل منطق علم و فلسفہ اور سائنس کے سب سے اُنچے مقام پر ہے جہاں پر حکم عدولی و نافرمانی ہونا فطری بات تھی۔ اور جو اللہ تعالیٰ خالق انسان ہے کیا وہ ان باتوں سے واقف نہیں تھا جو دلوں کے بھید جانتا ہے؟ وہ موسیٰ کے دل میں ہر گز رنے والے خدشات اور اللہ کے حبیب ﷺ کا معصوم اور اطاعت گزار ہونا دونوں سے واقف ہے مگر قران کا نزول اُمت محمدؐ کے لئے ہے تو یہ واقعہ ان کی تعلیم اور تربیت کا اشارہ ہے۔ اور **مقطعات بھی ایسے ہی اشارے ہیں ورنہ کیا بات ہے کہ قرآن میں انہیں نازل بھی کرتا ہے اور معنی جاننے اور راز جاننے سے منع کرے**۔ مہدی موعودؑ کا قرار کا نچ بھی یہی ہے

کہ دیکھیں اتنے انبیاء ومرسلین اور آخر میں خاتم الانبیا ﷺ کو بھیجنے اور تعلیم دینے کے بعد بندے ان تعلیمات سے کتنا فیض حاصل کرتے ہیں اوران میں حق اور ناحق کو پہچاننے کا کتنا سلیقہ ہے۔دیدار کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کو پہچان کر عبادت کرنا جو حقیقی عبادت ہے۔ڈرخوف طلب بیم ورجاء کی عبادت تو دوسری مخلوق بھی کرتی ہے اور ہجر شجر پرند چرند بھی ذکر وعبادت کرتے ہیں مگر انسان کی عبادت ان سے مختلف ہے جو اشرف المخلوقات ہے۔قرآن میں طسم ایسا مقطعہ ہے جو جدول 60-66 اور ترتیب میں 40-46 یعنی دونوں حالتوں میں درمیان میں رکھا گیا ہے سوال یہ ہے کہ اسے یہ مرکزی مقام کیوں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اور عیسیٰؑ اور قیامت کے درمیان مہدی موعود کی بعثت بتائی کیوں؟ کیونکہ اس میں انسان کو پیدا کیے جانے کے مقصد ''دیدار'' کو بیان کیا جانا تھا۔اس حقیقت کو کعبہ کے مقام میں دیکھیں یہ اللہ کا وہ گھر ہے جو زمین کے درمیانی مقام پر رکھا ہے کسی بھی غیر حقیقی معبد خانہ کو یہ مرتبہ حاصل نہیں یہودی عیسائی کوئی بھی یہ دعوی نہیں کرسکتا حالانکہ انہوں نے پہلے یروشلم کو یہ مقام دینے کی حتی المقدور کوشش کی عرض فلسطین کو مرکزی مقام بنانے کی اور عیسایوں نے ویاٹکن کو یہ مقام دینے کی کوشش کی۔اور رومی بت پرستوں نے چاند ستاروں اور ستاروں کے 12 راسوں میں بت پرستی کا ایک نیا نظریہ پیش کیا ان کی علامتوں کو بقراط سقراط ارسطو سے تعبیر کیا مگر اس میں کامیاب نہیں ہوئے اور عیسایت نے یروشلم میں یہودیوں کے ظلم وستم سے تنگ آکر جب روم ویونان کو اپنا مرکز بنایا تو خدا کو ایک مانتے ہوئے ایک بیٹا بنا کر اسے مرکز بت پرستی بنا دیا اور ان کے ساتھ فرشتوں ملا کیہ کے بھی تصوراتی بت بنالے اور یہودی دیوار گریہ کو مرکز عبادت بنانے کی کوشش کی حالانکہ یہ دیوار حضرت داود اور سلیمان علیہ السلام نے بنائی جو دونوں نبی ہونے کے علاوہ بادشاہ بھی تھے۔حضور ﷺ نے مرکز اسلام مدینہ منورہ میں قایم کرنے کے بعد بھی جو روحانی اور ایمانی تقدس مکہ مکرمہ کا تھا اسے جوں کا توں برقرار رکھا بلکہ مکہ سے دور 450 کلومیٹر پر اپنے مقام کو رکھا اور خود کو نبی وروحانی رہبر کے طور ہی پیش کیا بادشاہ یا حاکم کے طور پر نہیں ۔اور مہدیٔ موعودؑ نے تو اللہ کے رسول ﷺ اور خود کے حاکم اور بادشاہ یا دنیا کے خلیفہ ہونے کے تصور کو ہی پاش پاش کرتے ہوئے مرکز تصور اللہ تعالی کے دیدار کو بنا کر تمام ظاہری تصورات کا قلع قمع کرتے ہوئے تعلیم دی کے جو کچھ ہے اللہ تعالی کی ذات ہے باقی کچھ نہیں۔

یہودی قوم جس دیوار گریہ کے پاس کھڑی ہوکر عبادت کرتی ہے اوراس دیوار کو مقدس مانتی ہے اس کی بنیادی حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے مکہ میں کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت داؤد وسلیمانؑ نے یروشلم میں خدا کی عبادت کے لئے ایک معبد بنایا اور اس میں تابوت سکینہ رکھا چونکہ اس زمانے میں شام وایران کی آتش پرست قومیں اکثر وبیشتر اُس وقت کی موحد قوموں بہ شمول بنی اسرائیل پر یورش اور حملہ کر کے انہیں تاخت وتاراج کردیتیں لہذا بطور قلعہ کے یہ دیوار بھی بنی تھی۔چونکہ بنی اسرائیل میں آل اسمٰعیل کے لئے بغض وعدوات عام تھی اور وہ بی بی حاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کو وارث نبوت نہیں مانتے تھے اس لئے ان کے دلوں میں ان کا تقدس واحترام نہیں تھا۔چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کی پیدائش کے بعد حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے تھے جو بی بی سارہ کے بطن سے تھے تو

آل اسحاق یعنی یہودیوں میں نفرت اور حقارت بہت زیادہ ہوگئی۔انہوں نے حضرت ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ سے کھل کر مخالفت کرنے کے بجائے حضرت داؤد یعقوب موسیٰ و ہارون کو فوقیت دینا مناسب سمجھا اور بجائے کعبہ کے تقدس کے دیوار گریہ کو مقدس و محترم بنالیا' مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو یروشلم کے مقابلے عزت و توقیر بخشی تھی اور پیغمبر آخر الزماں محمد ﷺ کو مکہ میں مبعوث کیا۔ بنی اسرائیل کی ہٹ دھرمی اور خاندانی غرور کی یہ مثال ہے کہ انہوں نے اس نفرت میں مکہ آنے اور قیام کرنے کے بجائے مدینہ منورہ میں قیام کرنا مناسب سمجھا جبکہ ان کی کتابوں میں یہ پیشن گوئیاں موجود تھیں کہ نبی آخرالزماں ''بکہ'' کی وادی میں آئیں گے بنی اسرائیل اپنے بغض میں اتنے اندھے تھے کہ مکہ آنے کے بجائے جہاں پر حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کا بنایا خدا کا گھر تھا ''یثرب'' میں رہنا گوارہ کیا جن کے عقیدے کے مطابق نبی آخر الزماں کو آل اسحاق میں ہی آنا ہے۔جب اللہ تعالیٰ آل اسماعیل میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں مبعوث کیا تو یہ خاندانی دشمنی میں خدا دشمنی کے مرتکب ہوتے چلے گئے' مگر اللہ تعالیٰ ان کی مزید ذلت اس طرح کی کے اسباب پیدا ہوئے کہ حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئے' انہوں نے مخالفت تو بہت کی لیکن آخر کار ناکام ہوئے تو نقل وطن کر کے زیادہ تر فلسطین چلے گئے۔

اس سے پہلے ہم نے کہا تھا کہ سورۂ الاعراف جو 39 واں سورہ نازل ہوا تھا اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ لن ترانی تو مجھے نہیں دیکھ سکتا' اس کے بعد 50 ویں نازل کردہ سورہ بنی اسرائیل جسے اسراء بھی کہتے ہیں اس میں معراج کا بیان کیا جس میں حضور ﷺ کو دیدار کرایا گیا۔اب اس کے بعد ایک ایسی ہی ترتیب سورہ نجم جو 23 واں نزول ہے اس میں اور سورہ الطّور 76 واں نزول میں دیکھیں' انہیں قرآن کی ترتیب میں 52 اور 53 مقام پر رکھا گیا ہے یعنی ایک کے بعد دوسری۔ان دونوں سورتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں ایک مناسبت ہے وہ یہ کہ طور کا ذکر آتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد آتا ہے مگر سورہ طور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے صرف اس کی 1 سے 6 آیات میں لفظ طور ایک بار آیا ہے۔اور ان سے جڑی ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہ فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے کوہ طور کو جنت کے پہاڑوں میں سے ایک کہا ہے۔اب اس کے بعد والی سورہ النجم میں دیکھیں جس میں معراج رسولؐ اور اللہ سے دیدار کا بیان ہوا ہے۔کیوں ان دونوں سورتوں کو یکجا کیا گیا ہے؟؟ **پہلے سورۂ الطّور کی آیت 49 دیکھ لیں۔جس میں کہا گیا ہے کہ وَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعۡيُنِنَا وَ سَبِّحۡ رَبِّكَ حِيۡنَ تَقُوۡمُ وَمِنَ الَّيۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَاِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ اور آپ صبر فرمائے اپنے رب کے حکم سے پس آپ بلاشبہ ہماری نظروں میں ہیں (میری ہر وقت نگاہ آپ پر ہے) اور پاکی بیان کیجیے اپنے رب کی اور حمد کرتے ہوئے جب کہ آپ اٹھتے ہیں رات کے کسی حصے میں بھی اس کی تسبیح کیجیے اور اس وقت بھی جب ستارے ڈوبتے ہیں۔** یہ سورۂ طور کی آخری آیات ہیں اس کے بالکل بعد سورہ النجم ترتیب قرآن میں 53 پر ہے۔**اب اس آیت مبارکہ کے بیان کے پس منظر میں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمارہا ہے کہ رات کے کسی حصے میں' جب آپ اٹھتے ہیں اور اُس وقت بھی جب ستارے ڈوبتے ہیں یعنی صبح صادق کے**

وقت اللہ کی تسبیح بیان کریں یا دوسرے معنوں میں اللہ کا ذکر کریں' معراج کا معاملہ بھی صبح صادق کے وقت پیش آیا تھا۔ یہاں اللہ تعالی حضور ﷺ کو بتا رہا ہے کہ جو دیدار آپ کو معراج کے دن ہوا تھا اس دیدار کی طلب دنیا میں ہے تو صبر کے ساتھ رہے میں تو آپ کو دیکھ رہا ہوں انشا ءاللہ آپ مجھے دیکھ پائیں گے اس کے لئے رات کو اور فجر سے پہلے میرا ذکر کیا کیجیے۔ اب اس یقین دہانی کے بعد پھر سے سورۂ النجم کو جس میں واقعہ معراج کو جو 23 ویں نزول تھی قرآن کی 53 میں ترتیب میں رکھا گیا ہے' یا اس واقعہ کو یاد دلایا جا رہا ہے ۔اب سورۂ النجم میں دیکھتے ہیں۔ ''قسم ہے اس (تابندہ) ستارے کی جب وہ نیچے اترا ۔تمہارا (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا اور تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے' نہیں ہے یہ وحی مگر جوان کے طرف کی جاتی ہے'' (۱ تا ۲) یہاں اہل مکہ کو بتایا گیا کہ یہ محمدؐ جو تمہارے ساتھ زندگی بھر رہے ان کو تم نے دیکھا ہے کتنے سچے اور امین تھے کیا تم ان کی ایمانداری پر یقین نہیں کرتے' جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں حق ہے وہ بھٹکے ہوئے' یا بہکے ہوئے نہیں ہیں وہ جو کچھ بول رہے ہیں وہ اللہ کے احکام اور اللہ کی مرضی سے بول رہے ہیں ۔ حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ آپؐ اپنی خواہش سے نہیں بولتے جو وحی کی جاتی ہے (یا اللہ انہیں بتا تا ہے) وہی بتا دیتے ہیں۔ محض قرآن ہی نہیں بلکہ جو سنت اور شرع بیان کرتے ہیں وہ بھی وحی ہے' امام دارمی نے حضرت یحییٰ ابن ابی کثیر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت جبرئیل امین سنت (احادیث وشرع) لے کر اسی طرح نازل ہوتے ہیں جس طرح قرآن لے کر نازل ہوتے ہیں **كَانَ جِبْرِيْلِ بِالسُّنَّةِ كَمَا يَنْزَلُ بِالْقُرْآنِ** ۔اب اس کے بعد اس سورۂ النجم کی 5 سے 18 آیات دیکھیں جو اللہ کے دیدار کے بیان میں آئیں ہیں۔ ''انہیں سکھایا ہے زبردست قوتوں والے نے۔ بڑے دانا نے۔ پھر اس نے (بلندیوں کا) قصد کیا اور وہ سب سے اونچے کنارے پر تھا۔ پھر وہ قریب ہوا' اور قریب یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ پر رہ گیا۔ پس وحی کی اللہ تعالی نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی ۔نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم محمدؐ) نے کیا جھگڑتے ہو ان سے اس پر جو انہوں نے دیکھا اور انہوں نے اسے دوبارہ دیکھا سدرۃ المنتہٰی کے پاس اس کے پاس جنت الماویٰ ہے ۔جب سدرۃ پر جو چھا رہا تھا چھا رہا تھا' نہ درماندہ (مجبور نہ عاجز نہ اسے دیکھنے میں تکلیف ہوئی جس طرح موسیٰؑ کو ہوئی تھی) ہوئی چشم محمدؐ اور نہ حد ادب سے آگے بڑھی (مطلب انہوں نے حق کے علاوہ کچھ نہ دیکھا) یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں''۔ حضرت ابن عباسؓ نے ثُمَّ دَنَا کے معنی پھر وہ اپنے رب کے قریب ہوئے لئے ہیں ۔اور فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ کے ضمن میں فرمایا آپؐ اور اس (اللہ تعالی) کے درمیان دو کمانوں کی مقدار فاصلہ تھا۔ **یہ فاصلے کی بات اس لئے ہے کہ اگر دونوں ایک ہو جاتے یا اس فاصلے کا بیان نہ ہوا ہوتا تو اس بات کا خدشہ تھا کہ لوگ اسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہوتے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے حضرت بی بی مریم کو اللہ کی قدرت کی وجہ سے پیدا ہونے پر ابن اللہ مان لیا۔ یہ فاصلے کی بات اس غلطی کو دہرائے نہ جانے کے لئے ہے۔** حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: **میں نے اس نور اعظم کو دیکھا** اور اس نے میرے سامنے موتیوں اور یاقوت والا اپنا ریشمی حجاب لٹکا دیا پھر اللہ تعالی نے جو وحی کرنا چاہی وہ وحی فرمایا ۔حضرت ابن عباسؓ سے نقل ہے کہ: حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی آنکھوں سے رب کو دیکھا

رب کا دیدار کیا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ رَای رَبَّہٗ بِعَیْنِہٖ حضرت کعبؓ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی نے اپنے دیدار اور کلام کو حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت موسی علیہ السلام کے مابین تقسیم فرما دیا ہے۔ پس حضورؐ نے دوبار اپنے رب کا دیدار کیا ہے اور حضرت موسیٰ کو دوبار ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم تعجب کرتے ہو خلت حضرت ابراھیمؑ کو کلام حضرت موسیٰ اور رویت (دیدار) حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ہے۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: میں نے اپنے رب کو حسین وجمیل صورت میں دیکھا۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ: کیا آپؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو آپؐ نے فرمایا: نُوْرٌ اِنّیٰ اَرَاہُ وہ نور ہے میں نے اُسے دیکھا۔ اب اس گفتگو کے بعد ہم سورہ نجم کی 28ویں آیت کو دیکھتے ہیں" وہ محض ظن کی پیروی کرتے ہیں (یعنی لوگوں کو اللہ کے رسول کی بات پر یقین نہیں ہے بلکہ ان کی غیر یقینی یا گمان بڑھا ہوا ہے) اور ظن حق اور یقین کے مقابلے کسی کام نہیں آسکتا۔

احادیث میں صحابہؓ کی روایتوں کو مانیں تو معراج ہجرت سے 16 ماہ پہلے ہوئی تھی جس کا بیان سورۂ النجم میں پہلے آیا جو کہ نزول وحی کی 23ویں سورۃ ہے۔ یعنی 11 سال 4 مہینے میں صرف 23 سورہ ہی نازل ہوئے جبکہ باقی کی 63 سورۃ صرف 1 ایک سال 6 مہینے یعنی ڈیڑھ سال کے عرصہ میں نازل ہوئیں۔ اور پنج وقتہ نماز کا حکم معراج میں ہوا یعنی نبوت کے ساڑھے گیارھویں برس میں اس کے ڈیڑھ برس کے اندر حضور ﷺ کو تہجد کا حکم جو آپؐ پر فرض نماز تھی سورہ بنی اسرائیل میں آگیا جو کہ نزول قرآن کی 50 ویں سورۃ ہے۔ حضور ﷺ کو جیسے ہی نماز فرض کا حکم ہوا ویسے ہی تہجد کا ہو گیا یعنی بعثت نبوت کے بعد کی تمام نمازیں آپ ﷺ سے ادا کروالی گئیں وہ کیسے؟ 11.6+11.6=23 برس جو حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کا عرصہ ہے۔ یعنی بحیثیت نبی آپ کی ایک نماز بھی ناغہ نہیں ہونے دی اللہ تعالی نے آپؐ پر تہجد فرض کر کے۔ مگر اللہ کے رسول محمد ﷺ کے صدقے میں اُمت کو بھی اس طرح نوازا کے لیلۃ القدر عطا کر کے اس ایک رات میں ایک ہزار مہینوں سے زیادہ کا ثواب دینے کا وعدہ کیا اس طرح اگر زندگی میں لیلۃ القدر کی ایک رات بھی مقبولہ عبادت ہو جائے تو اُس انسان کی سارے زندگی کی عبادت یا نماز ہو گی۔ مہدی موعودؑ تابع رسول اللہ ﷺ نے اس رات کو دو رکعت فرص نماز پڑھائی۔ سنتوں کے علاوہ جو فرض نماز ہوتی ہے وہ حقیقتاً دو رکعت ہی ہوتی ہے کیونکہ فرض نماز کی پہلی دو رکعت میں ہی سورۃ فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ ہوتی ہے بعد کی دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ اس طرح فرض نماز ہر حالت میں دو رکعت ہوئی جو کہ مہدی موعود نے پڑھائی ہے لیلۃ القدر میں اور پڑھنے کا حکم دیا۔ مسلمان پر نماز فرض سات سال کی عمر میں ہو جاتی ہے اور جو شخص ایمان لایا کفر یا شرک سے توبہ کرنے کے بعد اُس پر نماز اُسی دن سے فرض ہو گی باقی پچھلی زندگی کی اس کی نمازیں اللہ چاہے تو فرما دیگا۔

آدم علیہ السلام کے بعد حضور ﷺ سے پہلے تک کسی نبی و رسول نے خدا کو دیکھنے یا دیکھے جانے کی بات نہیں کہی البتہ خواہش سب کی رہی ہے حالانکہ ان کی اُمتوں نے تقاضہ کیا مگر انہیں یہ شرف نہیں دیا گیا۔ حضور ﷺ نے نہ صرف دیکھا بلکہ اُمت کو

اس کے دیکھے جانے کے احوال و کیفیت بیان کی کہ وہ دو کمانوں کے درمیاں کے فاصلے پر تھا اوراس کی ٹھنڈک محسوس کی یہ آپ کی معراج تھی ۔اوراُمت سے کہا کہ تمہاری معراج نماز ہے **الصلواۃ معراج المومنین** جب اُمت آئیں شائیں بائیں اورآنا کانی اور بحث میں اُلجھ گئی تو آپ کے تابع تام کے ذریعہ تعلیم اورتربیت کا انتظام کیا اوراسباب بتائے ۔معراج کی خصوصیت یہ ہے کہ اس دن یا اُس لمحہ تمام آسمانوں کی مخلوقات کے ذکر واذ کار عبادتیں موقوف کردی گئیں کائنات کو آراستہ وپیراستہ کیا گیا کہ اللہ کے حبیب ﷺ کا استقبال کیا جائے ۔روایتوں میں ہے کہ معراج صبح صادق کو ہوئی دروازے کی **زنجیر ہل رہی تھی** اتنے وقفہ میں آپ کا مکہ سے بیت المقدس وہاں سے آسمانوں اورسدرۃ المنتہٰی کا سفر ہوگیا آن واحد میں یعنی افضل الانبیاء سردارالانبیاء خاتم الانبیاء **حبیب خدا ﷺ کو ایک لمحہ یعنی آن واحد میں تمام صلاحیتیں عطا کردی گئیں** اوراللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں **’’اللہ تعالی مہدی کو ایک رات میں صلاحیت عطا کریگا‘‘** متبوع ﷺ اورتابع مہدی علیہ السلام میں مقام ومرتبہ کا اتنا امتیاز تو ہونا چاہے تھا ۔حقیقت میں یہ فرق **و ما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین** اور **المہدی منی یقفو اثری ولا یخطی** کا ہے ۔اس فرق کو اگر سمجھ لیا گیا تو **ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی** اور **خلق حق تعالی رامی بیند و نمی شناسد** لوگ خدائے تعالی کو دیکھتے ہیں اورنہیں پہچانتے ۔کی حقیقت کو سمجھنے میں آسانی ہوجائے گی ۔

معراج اوردیدار کی حقیقت کو ایک دوسرے زاویہ سے دیکھتے ہیں تخلیق آدمؑ پر ملا یک کو **آدم کو سجدہ** کرنے کا حکم ہوا اور زمین پر **آدمؑ کو کعبہ** کے سجدے کا حکم ہوا آدمؑ اللہ تعالی کے **پہلے خلیفۃ اللہ** اورمہدی موعودؑ آخرالز ماں **آخری خلیفۃ اللہ** ۔مہدی موعودؑ جب حج کو گئے تو بندگی میاں شاہ نظام سے پوچھا پہلے بھی حج پر آئے تھے اوراب بھی حج پر آئے ہو کیا دیکھتے ہو تو بندگی میاںؓ نے کہا کہ پہلے آیا تھا تو لوگ کعبہ کا طواف کررہے رہے تھے اب کے دیکھا کہ کعبہ میراں جی کا طواف کرتا ہے ۔اس پر معرفت الٰہی سے بیزار لوگوں کو اعتراض ہوسکتا ہے ۔ایسی باتیں صوفیاء کے یہاں عام ہیں جو کہ معصوم نہیں ہیں مثلاً حضرت رابعہ بصریؒ کے متعلق واقعہ بیان ہے کہ جب وہ حج پر گئیں تو اُن کے استقبال کے لئے کعبہ گیا ہوا تھا ۔حضرت جامیؒ کے تعلق سے ایسا ہی کچھ واقعہ ہے ۔بلکہ آج کے دیوبندی عالموں کا دعوی ہے کہ اُن کی وجہ سے حضو ﷺ کو اردو پڑھنا آیا ۔ان معاملات اوراحوال کا غور سے مطالع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم سے سجدہ ہی بنیادی مقصد ہے چاہے آدم کا ہو یا کعبہ کا یہاں آدمؑ اورکعبہ کی یا مہدی کی حقیقت نہیں ہے اللہ کے حکم کی ہے جو کہتا ہے **وھو معکم این ما کنتم** آسمانوں پر اللہ تعالی ہی تھا جس نے آدمؑ کے سجدے کا حکم دیا اورزمین پر اللہ تعالی ہی نے کعبہ کو سجدے کا حکم دے رہا ہے اوروہی اللہ تعالی ہے جو کعبہ کا طواف کرنے کے بجائے کعبہ کو طواف کراتا ہے ۔اورمہدی موعودؑ وہی جو تابع محمد رسول ﷺ ہیں جنہیں بصیرت پر دعوت دینے کے لئے مبعوث کیا جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو بصیرت کی دعوت دینے کا حکم دیا تھا ’’**کھدو اے محمد یہ میرا راستہ جس پر بلاتا ہوں بصیرت کی راہ پر اور وہ بھی بلاے گا جو میرا تابع ھے** ۔اورغور طلب امر یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضو ﷺ کو بصیرت کی دعوت دینے کا حکم دیا تو آپ ﷺ نے وہ تمام

احوال اور معارف بتائے جو واقعہ معراج کے بیانوں میں بصیرت کی بنیاد ہیں **لیکن اس کی دعوت دی مہدی موعود تابع رسول خلیفۃ اللہ نے یعنی یہ دعوت رسول ﷺ کی دعوت ہے جو آپؐ کے تابع نے دی ہے اور یہ قرآن کا حکم ہے معنی اللہ کا حکم** ۔اور مہدی زمین پر اللہ کے **آخری خلیفہ ہیں** جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اور آدم **پہلے اللہ کے خلیفہ تھے** ۔ہم نے نہیں دیکھا فرشتوں کا آدم کو سجدہ کرنا ہم نے نہیں دیکھا اللہ کے رسول ﷺ کا عرش پر دیدار کرنا مگر اللہ کا فرمان ہے **یُؤْ مِنُوْنَ بِالْغَیْبِ** ایمان لاتے ہیں غیب پر ۔ جو متقی و پرہیزگار ہیں ویسا ہی ایمان ویقین رکھتے ہیں مہدی کی دعوت دیدار پر کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے **و ھو معکم این ما کنتم** ہم کو یقین نہیں کہ اللہ کو دیکھا جا سکتا ہے یا نہیں مگر اللہ کے فرمان رسول ﷺ اور مہدی کی دعوت پر یقین ہے کہ یہ ممکن ہے ۔یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ کیسے اس چشم عبرت کو چشم بینا بنا تا ہے **لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ** نہیں پا سکتیں اُسے نگاہیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے اور وہ بڑا باریک بین اور خبردار ہے(سورہ انعام ۱۰۳)

دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش غیر معمولی قدرت سے ہے اور انہیں ہی کیوں آسمانوں پر زندہ اُٹھا لیا گیا جو قرب قیامت دوبارہ زمین پر اُتارے جائیں گے؟ یہ امر غور طلب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضور نبی کریم ﷺ کے درمیان کوئی نبی رسول پیغمبر نہیں جسے عہد فترہ کہتے ہیں یعنی سلسلہ انبیا میں آپؐ نبیوں کی آخری کڑی ہیں ان کے بعد پیغمبر آخر الزماں حضور نبی کریم ﷺ ہیں آپؐ کے بعد مہدی موعود خلیفۃ الرحمٰن خاتم ولایت محمدیہؐ کے درمیان کوئی نبی رسول نہیں ۔اور اب حضرت عیسیٰ کی آمد محمدؐ کے اُمتی کی ہے اور تینوں اللہ کے خلیفہ کا تعلق اُمت محمدؐ کو ہلاکت سے بچانا ہے ۔ **کیف تھلک امتی انا فی اولھا و عیسی ابن مریم آخرھا و المھدی من اھل بیتی فی وسطھا** اُمت کے بچانے کا یہ اہتمام کیوں؟ اولادِ آدم کو بچانے کیوں نہیں؟ وہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عیاں ہونا ظاہر ہونا معرفت الٰہی ''دیدار'' کے ذریعہ ہے یہ بات خود اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے **و ھو معکم این ما کنتم** (حدید)تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے ۔جو دوسری قوموں اُمتوں کے لئے ظاہر نہیں ہوا وہ اُمت محمد کے لئے غایب نہیں ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں یہ بات قرآن کے بالکل ابتداء میں کہہ دی گئی **یومنون بالغیب** ۔ایسی کوئی بات پہلے نزول کئے گئے صحیفوں میں نہیں کہی گئی ۔ پہلے محمد ﷺ کو عرش پر معراج میں نظر آیا پھر قرآن میں کہا کہ بصیرت (دیدار) پر بلاؤ اور وہ بھی بلائے گا جو آپ کا تابع ہے ۔سورہ ''حدید'' ترتیب قرآن میں بالکل درمیان میں ہے 114 سورہ میں 57 واں سورۃ یعنی ''دیدار'' یا ''بصیرت'' قرآن کا مرکزی پیغام Basic and Fundamental Message ہے یہی وجہ ہے اسے مرکزی مقام یعنی درمیان قرآن میں رکھا گیا ہے ۔اس طرح اشرف المخلوقات انسان کی پیدائش کا مقصد پورا ہوتا ہے ۔ شیطان کے بہکاوے پر شرک کا فر بت پرست ہونا انسانی فطرت ہے انسان کی پیدائش کا حقیقی مقصد ''سجدہ'' ہے جو **ذات واحد و لا شریک** اللہ تعالیٰ کے حکم کے لئے ہے ۔جو کہتا ہے مجھے نگاہیں نہیں گھیر سکتیں، میں نگاہوں کو گھیر لیتا ہوں یعنی انسان کی طاقت اور حیثیت نہیں کہ وہ اللہ کو دیکھے مگر اللہ تعالیٰ چاہے تو دکھائی دیتا ہے انہیں جو ''غیب پر ایمان لاتے ہیں'' حدیث احسان میں ہے کہ تو اللہ

تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے یعنی **یدرکہ** ورنہ یہ یقین رکھ کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے **لا تدرکہ الابصار** کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی باریک بین ہے **لطیف الخبیر** یہاں پر اللہ کا کلام اور حدیث رسول ﷺ ایک ہی نکتہ بیان کر رہی ہیں۔ اور دورِ نبوت کے بعد دورِ ولایت محمدیہ مقیدہ مخصوصہ میں مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا ''ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں''۔ اسی حقیقت کو سورہ نجم میں یوں فرمایا **ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ,فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی , فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی** پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا۔ یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ سورہ نجم کی اس آیت میں اور سورہ انعام کی اس آیت میں فرق کیا ہے؟ **لا تدرکہ الابصار وھو یدرکہ الابصار** نگاہیں اُس کو نہیں پا سکتیں وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے۔ قریب سے قریب تر ہونا اور نگاہوں کو گھیر لینا کیا دونوں آیات میں کچھ فرق ہے!۔ یہی بات قرآن کے شروع میں بتائی گئی **یومنون بالغیب** جو ایمان لاتے ہیں غیب کی باتوں پر۔ کون؟ **ھدی اللمتقین** وہ تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنے والے جو ہدایت پر ہوتے ہیں اُن کے لئے قریب بھی ہو جاتا ہے اور نگاہوں پر چھا جاتا ہے۔ ان احوال کو سمجھنے کے لئے ضخیم جلدوں والی کتابوں کا علم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن کی معرفت الٰہی کی ضرورت ہے یہی بات ہے مہدی موعودؑ نے پہلے ذکر کی تلقین کی بعد میں علم حاصل کرنے کو کہا ہے۔ معنی یہ کہ پہلے ایمان کامل اختیار کرو بعد میں علم سمجھ میں آئے گا۔

قرآن کا طریقہ تعلیم

اللہ تعالیٰ نے ترکیب اور ترتیب سے دینِ اسلام کا نظام قائم کیا ہے۔ جب تک قرآن مجید کا نزول نہیں ہوا دنیا والوں کے درمیان حضور ﷺ ایک اچھے انسان تھے باشعور با اخلاق با حیا امین صادق و دیگر' لیکن جیسے ہی قرآن نازل ہوا آپؐ مقامِ نبوت پر فائز ہوئے, پہلے وہ باتیں بتائی گئیں جو شرک بت پرستی اخلاق مذمومہ سے اجتناب فحاشی جہالت طہارت جیسے اعمال کی درستگی کی تاکید ہوئی۔ یہ باتیں معاشرتی واخلاقی تھیں اسی پر لوگوں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ دوسرا مرحلہ اللہ واحد قادر مطلق کو معبود ماننے کا تھا' اس پر بت پرست اور چراغ پا ہو گئے۔ شروع میں صرف نماز فجر اور عشا پڑھی جاتی تھی' مگر جب نبوت کی مکی زندگی کے 12 ویں سال آخری ایام میں جب آپ کی عمر مبارک 52 سال تھی اور ہجرت سے ایک سال پہلے جب آپؐ حضرت اُم حانی کے گھر تشریف فرما تھے معراج مقدس ہوئی تو پنجوقتہ نمازوں کا حکم ہوا' اس کے بعد ہجرت کا حکم ہوا' ہجرت کے بعد کچھ لوگوں کا خیال ہے اٹھارویں مہینے میں زکواۃ کا حکم ہوا' ہجرت کے 2 دوسرے سال روزے فرض ہوئے۔ بعد ہجرت کے 9 ویں سال حج فرض ہوا' اس کے 1 سال میں احسان کا بیان ہوا ہے۔ علمائے اسلام نے واقعہ معراج کو دو حصوں میں بیان کیا ہے' مکہ سے بیت المقدس کا سفر ''اسراء'' کہا گیا اور بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ کا سفر ''معراج'' کہلایا گیا۔ واقعہ معراج کو 28 صحابہؓ نے بیان کیا ہے اس سفر کے دو حصے ایک مکی دور دنیا سے متعلق اور دوسرا مدنی دور دین یا روحانیت سے متعلق کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ عروج کے معنی ترقی کے ہیں اسی سے معراج کا لفظ ہے انتہائی ترقی اس کے بعد دین اس کے بعد احسان یعنی انعام کا دور۔ یہاں صاف اشارہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں اسلام یعنی کلمہ

اور نماز کی تعلیم ہوئی ہجرت کے بعد دین اور ایمان کی تعلیم دی گئی زکواۃ روزہ اور حج اور نبوت کے آخری ایام میں انعام یا احسان کی تعلیم ہوئی ہے۔احسان کی تعلیم کی افادیت اس کی خصوصیت کے تعلق سے المستدرک کتاب الفتن کی حدیث 8659 میں ابوالطفیل بن محمد بن الحنفیہ کی حضرت علیؓ کی یہ روایت اہمیت کی حامل ہیں کیونکہ یہ طویل حدیث ہے ہم نے دوسطور رلئے ہیں: خلیفہ مہدی کے پاس اکھٹا ہونے والوں کی تعداد اصحاب بدر کی تعداد کی مطابق ہوگی' **اس جماعت کو ایسی فضیلت حاصل ہوگی جوان سے پہلے والوں کو اور نہ بعد والوں کو حاصل ہوگی**۔نیز اس جماعت کی تعداد اصحاب طالوت کے برابر ہوگی جنہوں نے طالوت کے ہمراہ نہر (اردن) عبور کیا تھا۔اصحاب بدر کی تعداد جو کہ 313 تھے یعنی مہدی کے اصحاب کی تعداد کا مختصر یا کم ہونا یا دوسرے معنوں میں اس جماعت کی فضیلت (تعلیم احسان کا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے) جوان سے پہلے یا بعد والوں کو حاصل نہ ہونا۔طالوت کے ہمراہ دریا کا عبور کرنا 'مطلب اصلاح وتبلیغ کے لئے سفر ہجرت اختیار کرنا ایک مختصر کمزور اورنا تو اں لوگوں یا فقرا کے ساتھ۔کل ملا کر احسان کا اعتقاد رکھنے والوں کی جماعت کی تعداد مختصر ہونا اس جماعت کا کمزور و ناتواں ہونا یعنی فقراء کی جماعت ہونا ہے ۔تصدیق مہدیؑ سے بہرہ ور ہونے والوں کا یہ نظام العمل یا تعداد بعثت مہدیؑ سے قیامت تک کا ہے' یہ روایت مہدیؑ موعود آخر الز ماں کے تصدیق کرنے والوں کے دنیا میں غلبہ نہ حاصل ہونے کا اشارہ ہے' کہ تمام دنیا پر مہدی کے ماننے والے لوگ غالب نہیں ہو نگے ۔ **اس جماعت کو ایسی فضیلت حاصل ہونا جوان سے پہلے والوں کو اور نہ بعد والوں کو حاصل ہونا** ۔یہ امر غور طلب ہے جو تاریخ انسانیت میں جو فضیلت نہ دی گئی اس کا دیا جانا!! ایسی کوئی فضیلت **دعوت دیدار کے علاوہ کیا ہوسکتی** ہے۔

فارسی زبان اور مہدویت

جب تک فارسی زبان کا برصغیر میں چلن رہا تعلیمات مہدیؑ موعود آخر الز ماں کی تشریح اور ترویج کوئی مسئلہ نہ تھی ۔لیکن جب زبان اردو عام ہونے لگی تو اُسی فارسی زبان کے محاوروں اور معنوں کے ذوق میں مہدویہ تعلیمات کو جاری رکھا گیا' جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مہدویہ ہی نہیں کچھ مہدوی بھی مہدویت کو تصوف کی ایک شاخ سمجھنے لگے' جبکہ مہدویہ تعلیمات 'احسان کا مسلک' ہیں جنہیں سمجھنے اور ان سے فیضیاب ہونے کے لئے صرف اور صرف قرآن اور سنت رسولؐ ہی رہنما و راہبر ہوتے ہیں نہ کہ کشف و کرامات کے اعمال و کوششیں' جس میں رسم و بدعت کا قوی امکان ہے۔نقل است:....بار گفتند کہ باشما بحث چوں تواں کرد کہ شما مقید بہ مذہب نیستند ہرچہ جواب میگوید مطلق از قرآن میگوید و در قرآن تفہیم ندارم ما مقید بہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کو فی ایم ۔ حضرت میرا ںؑ فرمو ند کہ من بہ ہیچ مذہب مقید نہ اما مذہب ما کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ (نقلیات ۲۲ حضرت بندگیمیاں عبدالرشیدؓمع ترجمہ وتو ضیحات صفحہ ۹۵۔۹۶).....علماء نے کہا کہ آپؑ کے ساتھ بحث کیسے کی جائے' آپؑ کسی مذہب کے پابند نہیں جو کچھ جواب دیتے ہیں قرآن کے مطابق جواب دیتے ہیں' ہم قرآن کے بارے میں (اتنی) سمجھ نہیں رکھتے' ہم امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے پابند

ہیں ۔حضرت میراں علیہ السلام نے فرمایا: میں کسی مذہب (مسلک کا یا تقلید کا) کا پابند نہیں ہوں ۔میرا مذہب کتاب اللہ وسنت رسول اللہؐ ہے ۔اس طرح جب آپؑ نے تعلیم دیدار کو فرض قرار دیا جسے حدیث میں احسان کہا ہے تو آپ کا طریقہ مسلک احسان ہوا ہے ۔ اِحْسَان کا معنی اچھا سلوک ٗنیکی ٗبھلائی ہے اور احسان کا مطلب ممنونیت اور شکر گزار ہونا بھی ہے ۔مسلک احسان معنی اللہ تعالی کے شکر گزار یا ممنون ہونے کا طریقہ ٗ کہ اُس نے ہمیں شرف خلایق بنایا علم ٗعقل اور سمجھ عطا کی اور ہمیں بصیرت یا دیدار کرانے کا وعدہ فرمایا ’’اشعۃ اللمعات صفحہ ۴۱ جلد اول میں شرح مشکواۃ کے باب میں ہے کہ احسان کے معنی عمل میں حسن کامل کا پیدا ہونا ......عبادت ایسی ہو کہ جیسے کہ اللہ کو دیکھ کر عبادت کی ۔‘‘بشر طیکہ ہم قرآن سنت رسولؐ اور فرایض ٗولایت پر عمل کرتے ہیں تو دین میں اور دنیا میں یہ ممکن ہے ۔یوں تو فرایض ٗ ولایت سات ہیں صرف طلب دیدار ٗمسلک احسان کیسے؟ وہ یوں ہے کہ ذکر عزلت از خلق ترک دنیا ہجرت و دیگر امور کا بیان قرآن وحدیث میں کئی بار دہرایا گیا ہے جو عام فہم ہے ٗلیکن بصیرت یا دیدار کا مسلہ ٗبہت کم بیان ہوا ہے وہ بھی اشارۃً کنایۃً ٗمسلہ ٗاحسان کو سمجھانے اور سمجھنے کے لئے رُہبر یا ہادی کا معصوم عن الخطا ہونا ضروری ہے کہ جن کے کلام وبیان پر بھروسہ کیا جا سکے ٗسو مہدیؑ موعود آخر الزماں مقام خلیفۃ اللہ اور مبین کلام اللہ کے مقام سے ہی اس طریقہ یا مسلک کو رائج کر سکتے ہیں سو انہوں نے کیا ہے ۔بعثت محمدؐ سے پہلے جزیرہ عرب میں یہودی وعیسائی تھے جو بت پرستوں کو مشرک مانتے تھے لیکن ان کے اپنے عقاید کردار گفتار اور اعمال مشرکوں کے لئے مثل نہیں بن سکے ۔حضور ﷺ معصوم عن الخطا تھے یہ سب جانتے تھے آپؐ نے قرآن کی بنیاد پر جب مشرکوں کے سامنے واحدانیت کی تعلیم پیش کی تو پہلے مخالفت ضرور ہوئی لیکن 23 سال کے قلیل عرصے میں اسلام روئے زمین کا حقیقی مذہب بن کر ابھرا اور دنیا پر چھا گیا ۔اس کی مخالفت مشرکوں کے ساتھ ان لوگوں نے بھی کی جو وحدانیت کے علم بردار مانے جاتے تھے ٗیہی حال مسلک احسان کا بھی ہے قرآن کے احکام وتعلیم سے سبھی واقف تو تھے لیکن اہل ایمان کے لئے ان کے اعمال کردار عقاید اور طریقے اللہ سے قربت کی وجہ نہیں بن سکے تھے ٗاس لئے اللہ تعالی نے وعدہ کے مطابق مہدی موعود کی بعثت کی ۔اور آج ہمارا کہنا یہ ہے کہ تعلیمات مہدیؑ کو قرآن وسنت کے ساتھ موجودہ دور کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے انہیں آج کے معاشرتی اور اخلاقی اقدار سے مطابقت کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے ۔ جو کچھ صحابہ ؓمہدیؑ اور تابعین اور ان کے بعد کے بزرگوں نے علمی وعقایدی ورثہ چھوڑا پچھلے سو سالوں میں انہیں کی نقل کو اِملا کرادیا گیا ہے ٗتجدید وتحقیق کا جو کام ہوا کحل الجواہر اور مقدمہ سراج البصار کے طور پر ہے ٗوہ بھی معاندین کے سوالوں کے جواب میں ہے ٗمگر ہے تو ایک بہترین ورثہ ۔آج بھی مخالفین کے سوالات پر جو جوابات دےُ جاتے ہیں وہ انہیں کے خطوط پر نقل ہوتے ہیں ٗ کوئی نئی تحقیق یا جدت ان میں نہیں ہوتی ۔پچھلے کچھ دہوں میں فارسی تو کیا اردو زبان میں ایسی کوئی تحریر یا کوشش نہیں ہے جو قوم وملت کے عروج یا نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کا سبب بنے ۔جو تفسیریں اور احادیث کی تشریحات قوم میں ہیں وہ اسلام کے علمی ورثے سے ادھر اُدھر سے مستعار لی ہوئی ہوتی ہیں ٗیا کوئی غیر معروف ومشہور تفسیر میں اپنے خیالات کو درمیان میں فٹ کر دیا گیا ہے ٗان میں قرآن وحدیث کی بنیاد پر تعلیمات مہدیؑ موعودؑ کی

تشریح وترویج کا کوئی پہلو ہے ہی نہیں' اور نہ ہی وہ اصول تفسیر کے معیار پر ہیں ۔اس طرح مہدویہ تعلیمات اور عقاید کا عروج وارتقائی عمل متاثر ہوا ہے ۔تفسیر کے معنی تشریح' کسی کلمہ کی تفصیل بیان کرنا تا کہ بات اچھی طرح سمجھ میں آے اور توضیح' وضاحت یا کسی بیان کی مذہبی شرح کرنا ۔ایسی تفسیر یا شرح کا کیا فایدہ جس سے کہ عقاید کا بیان قرآن وحدیث کے موافق ومطابق نہ ہو کر صرف خانہ پری کے طور پر کر دیا گیا ہو ۔اس لے ضروری نہیں کہ سارے اللہ کے طالب فقراء دوات قلم لے کر تحقیق وتدریس میں لگ جائیں' اور ایسا بھی نہیں کہ سارے بدعقیدہ بے دین مذہب وعقیدہ پر بیان بازی کرنے لگیں' اور ایسا بھی نہیں کہ اس کے لے اہل مسند یا عالم ہونے کی سند رکھنے والے ہی سمجھیں کہ وہی دین وایمان کی بات کہنے سننے یا لکھنے کے حقوق رکھتے ہوں کہ یہ صرف ہمارا علاقہ یا Domine ہے' یہاں اگر کسی نے قدم رکھا تو جل کر خاک ہو جاے گا ۔جس طرح بات سمجھانے کے لے قابلیت درکار ہے اسی طرح بات کو سمجھنے کے لے قابلیت درکار ہے ایسا نہیں کہ آپ بات کہیں لوگ انہیں سمجھنے کے قابل ہی نہ ہوں تو ہمارا کہنا بیکار محض ہوگا ۔ضروری نہیں کہ بات سمجھانے والا ہی قابل ہو' بات سمجھنے والا بھی قابل ہو سکتا ہے ۔مذہب اسلام کسی کا علاقہ مخصوص نہیں ہے ۔ہاں البتہ !!عمل اور قربت خداوندی کا معاملہ مخصوص ہو سکتا ہے' جو جس خصوصیت کا مالک ہو اسی میں اپنی توانائیاں آزماے' ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ دین بھی میرا دنیا بھی میری علم بھی میرا خدا بھی میرا عقل بھی میری نقل بھی میری' یہ تو نری جہالت ہے ۔جہاں تک تعلیمات مہدیؑ کا تعلق ہے اس میں اللہ کی کتاب سنت رسولؐ کے علم ساتھ صرف اعمال صالح کی بات اور اقوال ملتے ہیں ۔جبکہ آج مہدویوں کے درمیان ایک ایسا گروہ ہے جو بحث مباحث مناظرہ ومقابلہ تقریر واعظ بیان عالم فاضل مفتی کامل ہونے کو ہی بنیاد مہدویت کو ضروری سمجھ کر خودنمائی میں مبتلا ہے ۔صد فی صد مہدویوں کو اعمال کی ترغیب اطاعت وبندگی کے بجاۓ اغیار کی دیکھا دیکھی گروہی اور شخصیت پرستی پر جمع کر رہا ہے جو اسلام اور مہدویت کی روح کے منافی ہے ۔مہدویت خدا پرستی ''احسان'' کا مذہب ہے' اب ان معنوں کو بدلا جا رہا ہے' لوگ شیخ علی متقی اور اور درباری مولوی مخدوم الملک جیسے عالموں کے دلدادہ ہو رہے ہیں' اور انہیں مہدویت کی کشتی کا ناخدا مانا جا رہا ہے ۔میاں شیخ نیازی اور بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی جیسے گفتار وکردار کے اللہ والوں کا قوم میں دور دور تک سایہ بھی نہیں دکھائی دیتا ۔بلکہ کچھ عرصہ سے قوم کو یہ محسوس کرانے کی کوشش کی گئی کہ ہمارے بغیر مہدویت ہی نہ ہوتی اس کے لئے شہرت مداخلت رسوخ کے ذرایع اختیار کئے گے ۔اہل تشیع کے ایک گروہ کا ماننا ہے کہ نبوت دراصل حضرت علیؓ کو ملی تھی جبرائیل نے غلطی سے یہ پیغام حضرت محمدؐ کو پہنچا دیا' لہٰذا محمدؐ کے بعد علی اس کے جانشیں ہیں ۔یہ نظریہ کوئی نیا نہیں ہے بلکہ اس کے تانے بانے اسرائیلیات سے ملتے ہیں یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ خدا کے بچے ہیں اس لے کوئی انسان یہودی مذہب نہیں اختیار کر سکتا جو ازل سے یہودی ہو وہی یہودی ہو سکتا ہے ۔ابلیس نے یہی کہا تھا کہ میں ہی عالم فاضل عابد ہوں آدم تو محض مٹی کا پتلا ہے ۔

سر منبر وہ خوابوں کے محل تعمیر کرتے ہیں ارادے وہ نہیں کرتے فقط تقریر کرتے ہیں جالبؔ

حضور ﷺ نے خلیفۃ اللہ مہدیؑ کے آنے کی بشارت کے ساتھ کچھ احوال اور حالات کا ذکر کیا ہے' جس کی

بیعت تمام مسلمانوں پر فرض ہوگی۔اور اُمت مسلمہ نے مہدی کو دوطرح سے بانٹ دیا ایک وہ مہدی محمد الحسن جو شیعہ کے مہدی کہیں کسی غار میں روپوش ہیں قرب قیامت آئیں گے دوسرے وہ جو عیسیٰ کے ساتھ آئیں گے۔جس مہدی کا تصور شیعہ میں ہے وہ آچکے مگر ان کا دوبارہ انتظار کیا جارہا ہے تاکہ وہ ایک لمبی عمر کے بعد اُمت کی اصلاح کریں اس طرح وہ ''مہدی منتظر'' ہوئے ان کے ماننے والوں کو ''منتظر'' مانا جائے گا۔ دوسرے وہ مہدی جن کا مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ انتظار کررہا ہے کہ آئیں اور کفار سے جنگ کرکے مسلمانوں کی حکومت دنیا میں قایم کردیں۔اگر مہدی کو عیسیٰؑ کے ساتھ آنا ہے تو ظاہر ہے یا تو حضرت عیسیٰؑ کو مہدیؑ کے ساتھ جنگ میں شامل ہونا پڑیگا جس کا ذکر روایتوں میں نہیں ہے صرف حضرت عیسیٰ کا کسی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہے یا پھر اس جنگ کے بعد کسی موقع پر آنا پڑیگا اس طرح مہدی و عیسیٰؑ کا اجتماع غیر یقینی ہوجاتا ہے آج کے حالات کے تناظر میں جس طرح کے جنگی اسلحے موجود ہیں مہدی ایک خلیفۃ اللہ نہ ہوکر جنگجو کمانڈر کا تشخص اُبھر آتا ہے جو کسی طرح بھی ایک خلیفۃ اللہ کے تصور سے میل نہیں کھاتا۔عقد الدار حدیث ۲۶۷ بحوالہ مقدمہ سراج البصار ۱/۶۱۔**قال یبایع المھدی بین الرکن المقام و لا یوقظ نایما ولا یھرق دما** حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ: کہا مہدی سے بیعت کی جائے گی رکن و مقام کے درمیان مہدی نہ جگا ئے گا کسی سوتے کو اور نہ بہائے گا (کسی کا خون)۔یعنی امام مہدی بیعت لینے کے لئے کشت وخون نہیں کریں گے۔یعنی جب مہدی دعوی کرینگے نہ کسی سوتے کو جگائیں گے معنی اپنی اطاعت کی بیعت پر زبردستی نہیں کریں گے یہاں معلوم ہوا کے تشدد سے کام نہیں لیں گے اس کے بعد کسی کا خون نہ بہانا اس سے معلوم ہوا نہ وہ جنگ وجدل کریں گے نہ ظلم وزیادتی۔اس سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ وہ دنیا نے جنہیں خلفہ کہا ہے وہ ایسے دنیا کے خلیفہ نہ ہونگے جو حکومت واقتدار کے لئے جنگ کریں گے۔بلکہ وہ اللہ کے خلیفوں کی طرح اصلاح وتبلیغ کریں گے۔مہدی اگر تابع رسول ﷺ ہیں تو جو تشخص حالت کیفیت قول وبیان کی کیفیت اللہ کے رسول ﷺ کی ہے وہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود میں ہو بہو پائی گئی جن کی آمد وگذشت کو چھ صدیاں ہوگئیں اور ان کے مصدقوں کا آج تک اقطائے ہند ودنیا کے دوسرے ملکوں میں موجود ہونا ایک حقیقت ہے انتظار اس کا ہوتا ہے جسکی موجودگی کو ہم حاضر یا غایب مانتے ہیں جو موجود تو ہے مگر آیا نہیں۔جو موجود بھی نہیں آیا بھی نہیں جس کی شخصیت کا حال معلوم نہیں وہ جب تک خود نہ آجائے یا بھیجا جائے اس کا انتظار نہیں اس کے آنے کا بس اہتمام ہوتا رہتا ہے۔اور جو آگیا اس کی شخصیت کا حال معلوم بھی ہوگیا تو یا اس کا انکار کیا جائے گا یا تصدیق جیسا کہ حضور ﷺ آئے یہود ونصاری کو معلوم تھا انہوں نے بلا تحقیق انکار کیا' اور جنہوں نے اقرار کیا وہ مومنین میں شمار ہوئے اوران کے بعد آنے والے مسلمین کہلائے اس لئے کہ ان کے اگلوں یا صحابہؓ نے آثار وشواہد سے یقین جانا تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔محمد ﷺ کا نبی رسول پیغمبر ہونا لوگوں کے قبول کرنے سے نہیں ہوا ہے بلکہ قرآن کے بیان اور خود رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی بنیاد پر ہوا ہے ہاں مگر اگلی کتابوں کی شہادتیں بھی آپؐ کے دعوی کی تائید کرتی ہیں۔بالکل اسی طرح مہدیؑ موعود آخر الزماں کا مہدی ہونا بھی خود کے دعوی یقین اور لوگوں کے مان لینے پر نہیں ہے بلکہ قرآن کی بنیاد پر دعوی یقینی مانا جائے گا اور چونکہ حضور ﷺ کے بعد

نبوت و رسالت اختتام کو پہنچ گئی تو آپ ﷺ کی سنت کی بنیاد پر ہی دعوی یقینی ہوگا لوگوں کے قبول کرنے یا نہ کرنے سے نہیں ۔ کسی عقیدہ یا مذہب کو تسلیم کرلینا دین نہیں ہے بلکہ قرآن یعنی اللہ کے احکام اور اس کے رسول کی سنت کی بنیاد پر تسلیم کرنا دین ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (بقرہ ۲۸۵) مان لیا (اللہ کے) رسول نے جو کچھ اُترا (حکم) اس (اللہ) کی طرف سے اور مومنوں نے بھی ۔ یہاں اللہ تعالی نے وضاحت کردی کہ اللہ کے رسولؐ نے احکام کا اقرار تو کیا مگر مومنوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ یہ اللہ کے احکام ہیں اور انہیں ہم تک پہنچانے والے اللہ کے رسول ﷺ ہیں ۔ اور اللہ کے حکم سے کوئی دعوت پیش کرے تو اسکا اقرار کرنے والے ہی مومن کہلائیں گے یہ آیت کے آگے کے حصہ میں بیان ہوا ہے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ نہیں ہم فرق کرتے درمیان کسی ایک رسول کے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی رسول پیغمبر جو اللہ کے خلفا ہوتے ہیں ان کے درمیان تفریق کرنا ایمان نہیں ہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ سے پہلے اور بعد میں جتنے انبیاء آئے ان کا اقرار ہی ایمان ہے اسی طرح حضو ﷺ کے بعد اللہ کے خلیفہ کا اقرار بھی ایمان ہے ۔ زمانے کے ہر دور میں کسی نبی رسول کے آنے کی اطلاع یا پیشن گوئی نہیں کی گئی سوائے محمد ﷺ کے اور محمد ﷺ نے صرف ایک اللہ کے خلیفہ کی پیش گوئی کی وہ مہدی ہیں ۔ جن کے بارے میں پہلے بتایا نہیں گیا ان کا انکار کفر ہے تو جن کے بارے میں بتا دیا گیا ان کا بلا تحقیق انکار کیا کفر نہیں ہے؟ ۔ کیا حضو ﷺ کے فرمان یا احکام کو اپنے علم کی کسوٹی پر پرکھنا دین ہے ۔ دین پہلے یقین کا نام ہے بعد میں علم اس میں شامل ہوتا ہے جس بات کا یقین ہی نہ ہو وہ علم نہیں جہالت ہے ۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں مگر اللہ کی نہیں مانتے یہ روش ابلیس کی ہے وہ کہاں اللہ کا انکار کرتا تھا مگر اس نے اللہ کے حکم کا انکار کیا ۔

مہدیٔ موعود علیہ السلا نے جن آیات سے اپنے مہدی خلیفتہ ہونے کا ثبوت ہم پہنچایا ہے اللہ تعالی کی منشاء نہیں کہ سارے قرآن سے مہدی اپنا ثبوت دیں ۔ ایک طریقہ بتا دیا گیا کہ حکم حالت کیفیت کے مطابق یہ مہدیٔ ہیں ۔ حضرت رسالت مآب ﷺ کے اللہ کے رسولؐ ہونے کا بیان یا گواہی اللہ تعالی نے قرآن میں 5 سورتوں میں دی ہے 1) آل عمران آیت 144 ۔2) الاحزاب آیت 40 ۔3) محمد آیت 2 ۔ 4) الفتح آیت 29 ۔5) الصف آیت 6 ۔ سارا عالم اسلام آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر یقین رکھتا ہے ۔ لہٰذا مہدوی پہلے تو قرآن کی آیات کی بنیاد پر اور خود مہدیٔ کے احادیث پیش کرنے کی بنیاد پر جو انہوں نے دعوت دی حضرت میراں سید محمد جونپوری کو مہدیٔ موعود علیہ السلام مانتے اور تصدیق کرتے ہیں' کیونکہ وحی متلو کا سلسلہ بند کردیا گیا اس لئے نبی آخر الز ماں کی نشاندہی اور قرآن کی بنیاد ہی دعوی کی صداقت اور آثار مانے جائیں گے ۔ اس کے علاوہ دوسرا کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا' اگر! حضرت عیسی علیہ السلام دوبارہ تشریف لاتے ہیں تو انہیں بھی قرآن وحدیث کی بنیاد پر ہی اپنی دوبارہ آمد کو ثابت کرنا ہے' مسلم شریف کی حدیث ۳۸۸/۱ ۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا اللہ کے رسولؐ نے قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ قریب ہے جب اتریں گے عیسیٰؑ ابن مریم تم لوگوں میں اور حکم کریں گے موافق اس شریعت کے اور انصاف کریں

گے..............بات صاف ہے حکم کریں گے موافق اس شریعت کے۔ کیونکہ انجیل کے جو نسخے اس وقت موجود ہیں وہ اصل نہیں ہیں یا تو حضرت عیسیٰ کو از سر نو انجیل کا بیان کرنا پڑیگا جس میں اس بات کا قدشہ ہے کہ نام نہاد عیسائی حضرت عیسیٰ جو انجیل مقدس بیان کریں گے اس کو کو قبول بھی کریں گے، جس کا امکان نہیں ہے۔ ممکن ہے وہ حضرت عیسی کو بھی جھٹلا دیں، اور پوپ کے سامنے حضرت عیسی کو حاضر ہو کر جواب دہی کے لے طلب کرلیں۔ کیونکہ جو تصور و تخیل میں عیسایوں نے ناک نقشہ یا ہالہ عیسیٰ کا بنا رکھا حضرت عیسی کو ایسا ہی بن کر آنا پڑیگا، یہی بات بہت سارے مسلمان عالموں کی بھی ہے کہ انہوں نے مہدی کا ایک نقشہ اور ہالہ بنالیا ہے مہدیٰ کو ویسا ہی ہونا چاہیے، انہیں کی شرایط پر مہدی کا ہونا ضروری ہے اس لئے مہدیٰ کو نہیں مانتے۔ قوی امکان یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ قرآن مجید اور نبی کریم کے احادث کو اُمت مسلمہ کے سامنے پیش کریں گے، حق بھی یہی ہے۔ قرآن اور حضور ﷺ نے بھی اگلی کتابوں کا حوالہ دیا۔ جو بھی دعوی قرآن و حدیث کی بنیاد پر نہ ہو کر نفسی غلبہ یا خود ساختہ ہو وہ مہدیٰ یا عیسیٰ کے حق ہونے کی بنیاد نہیں ہوسکتا۔ اور اسی لے حضرت سید محمد جونپوری کا دعوی مہدیٰ موعود آخر الزماں آیات قرآنی کی بنیاد پر حق ثابت ہوتا ہے۔ بڑلی کے دعوی موکد کے الفاظ دیکھیں "**حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا خدائے تعالی کا فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے تجھ کو مہدیٰ موعود کیا ہے خلق کے درمیان ظاہر کر.......نہیں تو ظالموں میں کروں گا اور فرمان ہوتا ہے کہ " افمن کان علی بینة من ربه" تیری حجت کلام اللہ اور اتباع رسول اللہ تیرے گواہ ہیں اور ہم تیرے ناصر ہیں**" (مطلع الولایت صفحہ ٦٠ حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ) حضرت محمد ﷺ نے آپ سے پہلے نزول کی گئی کتابوں سے اپنی رسالت کو حق ثابت کیا ہے اور قرآن خود حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کو اگلی کتابوں سے حق ثابت کرتا ہے یہی میعار مہدیٰ آخر الزماں کا ہے سو حضرت سید محمد جونپوری مہدیٰ موعود علیہ السلام نے قرآن سے اپنا مہدیٰ ہونا ثابت کیا جو عین سنت رسول اللہ ﷺ کی روش ہے۔ اب تک دنیا میں جتنے مدعی مہدی ہوئے انہوں نے حالت سکر یا احادیث میں بتائی گی پیشن گویوں کی بنا پر دعوی کیا ہے۔ صرف واحد ذات سید محمد جونپوری کی ہے جنہوں نے قرآن کی بنیاد پر دعوی کیا اور سنت رسول ﷺ پر عمل کی پیروی کی ہے۔ مذهب ما كتاب الله و اتباع سنت رسول الله ﷺ۔ حضور ﷺ کا ذکر قرآن میں پانچ مرتبہ آیا ہے نزول قرآن کے بعد اگر اللہ تعالی ایک ہی بار ذکر کرتا تو بھی آپ ﷺ کی رسالت وعظمت وہی ہوتی جو پانچ بار کے ذکر کرنے سے ہے۔ اور مہدیٰ موعود آخر الزماں سلسلے انبیا یا خلیفۃ اللہ کے سلسلے کی وہ کڑی ہیں جن کے نام قرآن میں نہیں ہیں لیکن ان کا ذکر اللہ نے اپنے نایب یا خلیفوں کے طور پر کیا ہے یا اپنے پیغمبر آخر الزماں سردار الانبیا سے کروایا ہے اور مہدیٰ کو آپؐ نے اپنا تابع کہا ہے، اگر وہی مہدیٰ اپنی خود کی گواہی قرآن سے دیتے ہیں تو انکی خلافت و ہدات کا یہی بین ثبوت ہوگا۔ مہدیٰ موعود علیہ السلام خلافت اللہ میں ہمسر ہیں آپ کی فضیلت خاتم الانبیا یا دوسرے انبیا پر نہیں ہے اس مقصد اصلاح و تبلیغ میں تمام انبیاء برابر ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دوسرے انبیا پر فضیلت نہ دو۔ اور یہ اللہ کی سنت رہی ہے کہ صاحب کتاب اور صاحب صحیفہ کا ذکر اس نے قرآن میں کیا ہے۔ دیگر معمور من اللہ معصوم عن الخطاء کو انبیا و مرسلین میں شمار کیا ہے۔ سیوطیؒ کا کہنا ہے کہ "انبیاء قبل از نبوت اور بعد

نبوت ہر حال میں باتفاق ارا ءشرک سے معصوم مانے گئے ہیں ۔اس سے معلوم ہوا کہ خلافت اللہ کی طرف سے دی جاتی ہے حاصل نہیں کی جاتی 'اور جسے دی جاتی ہے اُسے ہراس بات سے مطلع کیا جاتا ہے جوخلافت کےلوازم ہوتے ہیں اورانہیں ثبوت اور نشانیاں بھی بتادی جاتی ہیں ۔اس لئے امہدیؑ موعود کوقرآن سے ثبوت پیش کرنے کا حکم بلاواسطہ ہوا ہے ۔ یہ وحی کے ذریعہ ہوا االہام کے ذریعہ ہوا یا فرشتہ کےذریعہ ہوا یہ خدا کا نظام ہے کسی کواس پر کلام نہیں ہونا چاہیۓ ۔اگر سوال کیا جاۓ گا تو پوچھا جاۓ گا کہ کیاانبیاء کتاب وصحیفہ کےعلاوہ جوانبیا ءرسول یا پیغمبر بھیجے گئے ایک لاکھ چوبیں ہزاران میں سے ہر ایک کا رابطہ خدا سے تھا تو اس کا ثبوت لانا پڑیگا' کہ کیاان کے پاس فرشتہ آتا تھا یا وحی آتی تھی اگر آتی تھی تواس کی حالت اور کیفیت کیسی ہوتی تھی وغیرہ وغیرہ ۔اس لئے کچھ باتیں علم تحقیق سے وراءیقین پر قایم ہیں جسے ایمان کہا گیا ہے ۔ابن خلدون نے وحی کی کیفیت کی یہ صراحت کی ہے: وحی کے وقت کبھی شہد کی مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ کی آواز آتی ہے جومعنی کے اشارات ہوتے ہیں جن کا مطلب اچھی طرح سمجھ لیا جاتا ہے تب تک یہ بھنبھناہٹ ختم نہیں ہوتی جب تک صاحب وحی اس کو سمجھ اور یاد نہیں کر لیتے ۔اور کبھی فرشتہ جو القاءکرتا ہے انسانی شکل میں آجاتا ہے اور بتا جاتا ہے اور نبی اس کی باتیں اچھی طرح یاد کر لیتے ہیں' یہ سب کچھ پلک جھپکتے میں ہوتا ہے یہ باتیں دفعۃً اور تیزی سے ہوتی ہیں ''وحی'' کے معنی تیزی کے ہیں ۔وحی میں بھنبھناہٹ ان انبیاء(اللہ کے خلیفوں) کا حصہ ہے ''جو رسول نہیں'' ہوتے ۔فرشتہ کاانسانی شکل میں آنا پیغمبر ورسول کا حصہ ہے(ابن خلدون ۱/۲۰۷)اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر انبیاءجن کی تعداد ایک لاکھ چوبیں ہزار روایتوں میں آئی ہے جو اللہ کے خلیفہ ہوتے ہیں انہیں وحی کا نزول ایسی ہی کسی کیفیت سے ہوتا ہوگا ۔

اللہ تعالی نے اللہ کے آخری نبی محمدﷺ کو بتادیا کہ دنیا میں لوگوں نے خدا ہونے کے دعوےٰ کئےاور وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچے ۔اس کا یہ مطلب ہوا کہ نبوت کے جھوٹے مدعی بھی ہونگے اور ہوے ہیں ۔ نبی کریمﷺ کے بعد لوگوں نے جھوٹے نبی رسول ہونے کا دعوی تو کیا ہےاور مہدی ہونے کے تو بہت مدعی ہوے مگر کسی نے بھی اللہ کا خلیفہ ہونے کا دعوی نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ ہمارے خیال میں انسان کبھی بھی معروف اور مشہور القاب اور خطابات کے مقامات کے طلب کا کوشاں رہا ہے یہی وجہ ہے وہ خدا رسول نبی بننے کا آسانی سے مدعی ہوجاتا ہے اُس کی نظر حقیقت کے بیانوں کی طرف نہیں ہوتی ۔مہدی موعودؑ نے اپنے مہدی ہونے اور اللہ کا خلیفہ ہونے کا بیان کیا ہے دنیا میں واحد سید محمد جونپوری مدعی مہدی موعود ہیں جنھوں نے مہدی اور خلیفۃ اللہ ہونے کے باوجود خود کو تابع محمد رسول اللہﷺ کہلایا ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہﷺ'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ر پیغمبری ورسالت کا خاتمہ ہوگیا ۔قرآن سے پہلے انجیل میں خبردار کیا گیا ہے کہ جھوٹے رسولوں نبیوں سے ہوشیار رہیں ۔ جان 4:1 لوگو ہر مدعی نبوت پر بھروسہ مت کرو لیکن انہیں آزماؤ ضرور کہ کیا وہ خدا کے بھیجے ہوۓ ہیں' کیونکہ بہت سارے جھوٹے مدعی نبوت گزر چکے ہیں اس دنیا میں ۔میتھیو 7:15,16 جھوٹے نبیوں سے ہوشیار رہو جو بھیڑ کے لباس میں بھیڑۓ ہوتے ہیں دراصل وہ اوروہ چالاک لومڑیوں کی طرح ہوتے ہیں ۔یہی وجہ ہے اللہ تعالی نے ایک مکمل اور قطعی شریعت کے ساتھ محمدﷺ کو مبعوث کیا تا کہ

کسی قسم کا شک وشبہ یا گمان نہ رہے۔قرآن میں بنی اسرائیل کی مسخ کی گئی شریعتوں کی بھی کمی کو پورا کردیا تو راۃ زبوراورانجیل کے بیان کودہرا کراور یہ وہ بیان نہیں ہیں جو یہودونصاری کی کتابوں میں ہیں بلکہ اصل بیانوں کوقرآن نے دہرایا ہے۔انجیل کا بیان'' کہ ہرمدعی نبوت پر بھروسہ مت کرو لیکن آزماؤ ضرور'' کی شرط بتارہی ہے کہ جھوٹے اور سچے کی آزمائش ہونی چاہیے ایسا نہ ہو کہ سچے نبی ورسول کو بغیر آزمائے انکار کردو۔اور یہی غلطی یہودونصاری نے کردی کہ بغیر آزمائے اپنے خاندانی اور علمی غرور میں حضرت سردار الانبیا محمدﷺ کا انکار کردیا۔یہی بات اللہ کے رسولؐ کے تابع مہدی موعودآخرالزماں کے ساتھ بھی ہوئی کہ بغیر آزمائے انکار کیا گیا ہے۔

دعوی مہدی کی شہادت اور قرآن وحدیث

ایک اور بات یہ ہے کہ مہدیٔ موعودؑ نے آیات قرانی سے اپنے دعویٰ کے ثبوت پیش کئے ہیں لیکن آپؑ کے فرامین یا نقلیات مہدویہ میں یہ بات عام طور پر نظر نہیں آتی کہ آپؑ نے جب تب احادیث سے ثبوت مہدیٔ پیش کیا ہو سوائے ان تین دعویٰ کے جس میں دعویٰ موکد بھی شامل ہے۔کیونکہ قرآن وحی کے ذریعہ قلب محمدﷺ پر راست نازل ہوا ہے جسے جوں کا توں لکھا گیا اس کے بیان میں درمیانی واسطہ صحابہؓ کا نہیں ہے۔مطلب یہ کہ اگر اس کے احکام وبیان کے معنی معلوم کرنے ہوں تو عربی لغات عربی قاعدہ صرف ونحو تجوید کے اُصولوں سے معنی مل جاتے ہیں اگر نہیں تو آج کل ہو بہو معنی والے قرآن آسانی سے دستیاب ہیں جن سے کچھ مدد مل جاتی ہے۔ہاں مگر!! جب کبھی سائیل نے مہدیؑ سے احادیث کا حوالہ دیا تو آپؑ نے مثبت جواب دیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہیکہ احادیث میں آثاروقراین مہدیؑ پر کافی احادیث ہیں ان کو جانچنے پرکھنے کے اُصولوں کی ایک لمبی فہرست ہے جن میں صحیح، حسن ،متواتر، موضوع ، مرفوع،غریب مشہور ،قدسی ،معروف ،موقوف،مقطوع ،مسند،متسل ،مرسل ،منقطع ،معدل، معلق،عزیز،منکر کے علاوہ بھی احادیث کی درجہ بندی محدثوں نے کی ہے۔اگر ان کی تفصیل بیان کی جائے تو مضمون طویل سے طویل تر ہوجائے گا۔اب معمولی سدھ بدھ کے لوگ کس طرح معاملے کی نوعیت کو سمجھیں گے اس میں ان میں سے عوام کی بات تو الگ ہے خواص یا امت کے علماء پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ وہ صحیح حدیث کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کرتے ہیں یا کریں گے کیونکہ وہ معصوم عن خطا نہیں ہیں اوران احادیث کے متن وبیان کو ہر گروہ اور فرقہ نے اپنے عقاید کے لئے استعمال کیا ہے اوراس پر علماء کی استصواب رائے Referendum Plebiscite ایک اور متفقہ نہیں ہے جیسے اسلام میں اجماع اُمت کہا گیا ہے۔اوران کے قول وبیان پر اللہ کے خلیفہ کی پہچان یا شناخت قطعی نہیں ہوسکتی۔صرف واحد اللہ کا کلام قرآن مجید ایسا ہے جس پر ان علما کا یا کسی کا کوئی اختیار نہیں ہے کہ اس پر اپنے فیصلوں کو حق ثابت کرسکیں اور تاریخ گواہ ہے کہ کئی جھوٹے مدعیان ہدایت نے احادیث کی بنیاد پر اپنا دعوی کردیا تھا۔تاریخ اسلام میں صرف مہدی جونپوری ہی ایسے مدعی مہدیٔ موعودآخرالزماں ہیں جنھوں نے قرآن کی بنیاد پر دعوی کیا اوراس پر قایم رہے۔قرآن کی بنیاد پر دعوی کرنے میں اس بات کا پورا امکان ہے کہ سایئل اسی قرآن سے دلیل صحیح اورغلط ثابت کرسکتا ہے

حدیث میں آثار وقراین کا ایسا لچکیلا پن نہیں ہے کہ اس دعوی کو منطق سے غلط ثابت کیا جائے۔جبکہ قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کی دلیل بھی ہے منطق بھی۔اس ضمن میں ابن سعد نے حضرت عکرمہ کے طریق پر حضرت ابن عباسؓ روایت کی ہے:علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب نے ابن عباسؓ کو فرقہ خوارج کی طرف مباحثہ کرنے کی غرض سے بھیجتے ہوئے ان سے کہا کہ''تم خوارج کے پاس جا کر ان سے مباحثہ کرنا مگر خبردار!! قرآن سے دلیل نہ لانا کیونکہ وہ (قرآن) بہت سے وجوہ (معنی ومطالب) رکھتا ہے' البتہ سنت کو دلیل میں پیش کرنا اور پھر دوسری وجہ پر یہ روایت کی ہے کہ:ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کی بات سنکر کہا کہ''اے امیر المومنین خوارج کی نسبت سے کتاب اللہ کا بہت اچھا عالم تو میں ہوں' کلام الٰہی ہمارے گھروں میں نازل ہوا ہے(کہ ہم سے بڑھکر اس کا سمجھنے والا کون ہے)علیؓ نے فرمایا:تم سچ کہتے ہو لیکن قرآن''حمال ذو وجوہ ہے''(پلے دار کہ جس میں جو مسلہ ہو اس کا حل ہے ہر قسم کا بوجھ اُٹھانے والا دلایل کا منبہ)تم ایک بات کہو گے وہ دوسری بات کہیں گے یعنی تم ایک لفظ کے جو معنی بیان کرو گے اسی لفظ کے وہ دوسرے معنی نکالیں گے مگر تم ان سے مباحثہ کرنے میں حدیث نبوی کو دلیل بنانا کیونکہ انہیں اس سے بچنے کا موقع نہیں ملے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ احادیث میں دلیل و بحث کی گنجائش نہیں ہے جو جیسا کہا گیا بس اتنا ہی ہے۔فی زمانہ ہم اس کا مشاہدہ کرر ہے ہیں' قرآن کا سبھی کو اقرار ہے بحث شریعت کے احکام پر ہے' یوں ہی ہے یوں نہیں ہے''قرآن میں نماز کا حکم ہے رکعت رکوع سجدہ کی تعداد نہیں' حدیث میں یہ باتیں طے شدہ ہیں کیا کرنا چاہے کیا نہیں کرنا چاہے۔اور احادیث کو قرآن پر پیش کر کے صحیح اور غلط کا فیصلہ ہو جاتا ہے مگر قرآن کے احکام کو حدیث کے تابع نہیں کیا جاسکتا۔مہدیٔ موعود آخر الزماں نے بہ حیثیت خلیفۃ اللہ اپنے دعوی کو خدا کے کلام کے سپرد کر کے منکرین کو حق کے انکار یا دعوی کے اقرار سے بچ نکلنے کا موقعہ نہیں دیا یا تو انکار کیا جائے گا یا اقرار مگر قرآن کی بنیاد پر۔احادیث کے اشارے اور پیشن گویاں ایک حقیقت ہیں مگر اس میں وہی بات ہے صحیح حسن ضعیف موضوع مرفوع اس طرح قرآن کے کس حکم بیان اور آیت کا انکار کیا جاسکتا ہے۔

احادیث کے متن اور بیان کو کس طرح علماء و مترجم بدل دیتے ہیں اس کی مثال دیکھیں۔ترمذی ابوداؤد مستدرک حاکم کی حدیث:**حدثنا عثمان بن شیبه حدثنا ابو داود الحزرمی حدثنا یاسین عن ابراهیم بن محمد بن الحنفیه عن ابیـه عـن علیؓ قال' قال رسول الله ﷺ المهدی من اهل البیت یصلحه الله فی لیلة** ۔ترجمہ مہدی اہل بیت سے ہوگا اللہ تعالی اس کو''امارت'' کی صلاحیت ایک ہی رات میں دیں گے۔یہاں دیکھیں عربی عبارت میں'امارت'' کا لفظ نہیں ہے یہ اضافہ مترجموں اور عالموں کا ہے جس کی وجہ سے مہدی کو حاکم فرمانروا اور بادشاہ کا تصور ابھرتا ہے۔

دوسری مثال:ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ حدیث ۴۶ جلد ۲ باب خروج مہدی میں ہے کہ:**عـن ابـی هریرةؓ قال لولم یبـق مـن الدنیا الا یوم لطول الله ذالک الیوم حتی یلی هذا حدیث حسن الصحیح** ۔ترجمہ اگر دنیا کا ایک دن باقی ہو تو اللہ تعالی اس دن کو لمبا کر دیں گے یہاں تک کہ مہدی''والی'' بنے۔عربی عبارت میں'مہدی'' نام نہیں ہے یہاں احوال کی بنیاد

پر مہدی کا لفظ اضافہ ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ عالموں نے کئی احادیث جن میں مہدی کا نام نہیں ہے انہیں محض احوال کی بناء پر مہدی سے متعلق کردیا ہے اور جہاں مہدی کے تعلق سے صراحتیں ہیں ان کی وضاحت نہیں کی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے جن احادیث میں اسم ''مہدی'' آیا ہے وہ بہت کم ہیں اور ان میں واضح پیغام حکم اور صاف اشارہ ہے باوجود اس کے اتنی الجھنیں پیدا کی ہیں کہ مسلہ بعثت مہدی کو الجھا دیا ہے۔ یہ بالکل قوم بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلنے کا ثبوت ہے جس کے لے اللہ تعالیٰ قرآن میں اتنی وضاحت سے اس قوم کے چال چلن کو اجاگر کیا ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اول دور کے محدثین نے صرف فرایض وسنن کے اعمال ہی کو اسلام کے طور پر پیش کیا معرفت الٰہی جو قرآن کے پیغام کا اصل ہے جن کی تعلیم کے لئے بعثت مہدی کو ضروریات دین میں شامل نہیں کیا انہیں یکسر چھوڑ دیا اس دوران معرفت الٰہی کو تصوف کا رنگ دے دیا گیا اور بعثت مہدی کے بیانوں میں لوگوں کو کچھ غیر اسلامی قصہ گو یوں روایتوں کو داخل کرنے کا موقع مل گیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ معرفت الٰہی کے تناظر میں بعثت مہدی کی احادیث میں غور کیا جانا چاہئے بدقسمتی سے اس طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔

اسلام میں صحاح ستہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ ان محدثین نے کام ہی بے مثال کیا ہے۔ لیکن جو احادیث اور مسانید دوسری ہیں انہیں یکسر نہیں نظر انداز کیا جانا چاہئے ایسا کرنے سے کبھی کبھار حق کی پردہ پوشی ہوجاتی ہے۔ عام انسانوں میں بھیڑ چال ہوتی ہے جب کسی کو احترام وعزت کے مقام پر بٹھا دیتے ہیں تو ان کی تمام کوتاہیاں اور کمزوریاں نظر انداز کردیتے ہیں جب انہیں کسی بات پر حقیر جان لیتے ہیں تو دنیا کی جتنی کمیاں اور برائیاں ان میں نکال لیتے ہیں اس کی مثال حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں صاف دیکھنے کو ملتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بارہ حواری یا مصاحب مانے جاتے ہیں جب حضرت عیسیٰؑ دنیا سے اُٹھالئے گئے تو ان میں کئی حواریوں نے اپنی اپنی بائبلیں لکھ ڈالیں ہر کوئی اپنی بائبل کو صحیح مانتا تھا اس طرح ان کے کئی گروہ ہو گئے بعد میں ان گروہوں نے بھی اپنی بائیبل لکھ لی مگر دوسروں کو عیسائی بنانے کا ایسا جنون ان تمام میں طاری ہوگیا کہ سبھی ایک بات پر متفق تھے وہ تھا لوگوں کو متاثر کرنے کے لے حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ بنا دینا۔ اس میں وہ پوری طرح کامیاب ہو گئے اور ایک عالم اس بات پر متفق ہوگیا۔ مگر ان میں کئی ایسے تھے جو ان کے کئی بے دین باغیانہ عقاید کے مخالف تھے ان میں ایک تھا ''برناباس'' جس کا پیدائشی نام ''جوسف'' تھا اس نے نہ حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ نہیں مانا بلکہ حضرت عیسیٰؑ کے حقیقی بیانوں کو قلمبند کرکے ''برناباس کی بائبل'' لکھدی۔ مگر دوسرے حواریوں کے بیانات اور عقاید اتنے مقبول عام ہو گئے تھے کہ ''برناباس'' کی کسی نے نہیں سنی بلکہ اس کی بائبل کو جلا دیا اور چھپا دیا۔ اور برناباس یا جوسف کو حواریوں کی فہرست میں سے ہی نکال دیا مگر حق تو حق ہے کبھی نہ کبھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ پچھلی صدی میں یوروپ کی ایک پرانی لایبریری سے برناباس کی بائبل کا ایک اطالوی نسخہ ملا جو خستہ حالت میں تھا جسے ترجمہ کرکے چھاپا گیا تو دنیائے عیسایت میں تہلکہ مچ گیا یہاں تک کہ برناباس کو جھوٹا یہودی اور نہ جانے کیا کیا ثابت کرنے پر عیسائی عالم ڈٹ گئے۔ مگر بلی تھیلے سے باہر آ گئی تھی اس پر آج بھی تحقیق ہورہی ہے اور لے دے بھی۔ یہاں یہ باتیں بتانے کی ضرورت اس لئے

ہے کہ کسی چیز یا کسی علمی اثاثے کی ہر زمانے میں تحقیق اور تجدید ہونی چاہیے جس سے کئی حقایق معلوم ہوتے ہیں کسی بھی انسانی کوشش یا غیر حقیقی چیز کو تقدس کے اس مقام پر نہیں لے جانا چاہیے جہاں سے ہم خود اتر نا بھی چاہیں تو اتر نہیں سکتے ۔ تقدس واحترام صرف اللہ کے کلام اور سنت رسول ﷺ انبیاء مرسلین اور اللہ کے خلیفوں کی ہے ۔

قرآن میں بہت ساری آیات اور بیانات میں دیدار بصیرت بصارت دنیا سے بے تعلقی توکل ہجرت باطنی وظاہری و دیگر امور کے بیانوں سے تعلیمات مہدیؑ کی روشنی میں تشریحات وتفصیلات بھری پڑی ہیں ان سے احادیث سے ثبوت اور دلایل ملتے ہیں جو قوم وملت کے علم اور عقیدہ میں اضافت واستقامت کا سبب ہو سکتے ہیں ان پر نظر نہ کر کے غیر معروف تفاسیر میں کچھ جملوں لفظوں کا اضافہ اور آموختہ کر دنیا اور املا کرنا تشریح وتفسیر نہیں ہے بلکہ بتانا مقصود ہوتا ہے ہم کسی سے کم نہیں ۔لوگ سمجھتے ہوں کہ یہ تنقید ہے ہمارے خیال میں یہ ترغیب ہے کہ بجائے دوسروں کے علوم پر قناعت کرنے کے قرآن وحدیث کی روشنی میں فرامین و نقلیات امامنا مہدیؑ کا جایزہ لیا جائے اور ان تعلیمات واُصول کی اچھی تشکیل کی جائے جو مہدیٔ موعودؑ سے بیان ہوئی ہیں ۔ایسا طریقہ ہمیں مہدیٔ موعودؑ نے ہی بتایا ہے بجائے یہ کہ آپؑ کو اپنے مقام ومرتبہ کا علم اللہ تعالی کی جانب سے ہو چکا تھا آپؑ نے شہروں جنگلوں بیابانوں کا سفر اصلاح وتبلیغ کے لئے کیا معاندین ومخالفین کے ظلم وستم سہے ہر گروہ طبقہ کے لوگوں کو دعوت اصلاح وتبلیغ دی ۔جھوٹے مدعیان ہداہت کی طرح خانقاہ یا حجرے میں بیٹھ کر دعویٰ نہیں کیا۔اس بات کو آپکے معاندین ومخالفین نے بھی تسلیم کیا ہے اس طرح برصغیر اور وسطی ایشیاء اور ماوراءالنہر تک نویں 9 صدی ہجری کی امام مہدی موعود جونپوری کی تحریک کو ایک غلغلہ اور موثر تحریک مانا گیا ہے ۔دور اسلام کا ایک اہم باب چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کا ہے جب اہل فلسفہ نے مسلمانوں کے ایمانی وعقایدی بنیادوں کو منہدم کرنے کی کوشش کی تو امام غزالی علیہ الرحمہ نے قرآن وحدیث کی بنیاد پر اہل فلسفہ کا نہ صرف منہ توڑ جواب دیا بلکہ اسلام کے عقایدی احساسات میں بھی روح پھونک دی ۔اس طرح مسلمانوں نے ایک نئی تازگی اور فرحت کے ساتھ اپنا ایمانی سفر جاری رکھا۔ملت مہدویہ میں شخصی رابطے واعظ تقریر وبیان کے سواء کوئی علمی اور تحقیقی موادنہ ہونے کے برابر ہے جس کی آج کے دور مناظرہ ومباہلہ میں اشد شدید ضرورت ہے جس سے نہ صرف قوم کا عقایدی بلکہ اتصالی رشتہ بھی مضبوط ہو ۔جو لوگ تعلیمات مہدیؑ کی ارتقاء اور تشریح کی کوشش کرنے بڑھتے ہیں انہیں نفسیاتی طور پر یا زور بازو کے دم پر غلبہ پالیا جاتا ہے تعلیمات مہدویہ ایک مذہب وعقیدہ نہ ہو کر ایک محدود طریقہ بن کر رہ گئی ہیں اس میں ذاتی خود نمائی گروہی وطبقاتی ترجیحات نے بڑا منفی کردار ادا کیا ہے ۔سرپرست دایرہ یا مسند نشیں کا مسلک احسان کی تعلیم وطریقہ پر عمل ان کا تقوی وتوکل پہلی اور آخری شرط ہے جہاں سے خاتم ولایت محمدیہ کا بہرہ ملنے کی اُمید کی جاسکتی ہے اس کے لئے خطیب دوراں عالم کامل مفسر محدث یا مفتی کا سند یافتہ یا تمغہ یافتہ ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ آج کل دکھایا اور سمجھایا جارہا ہے یہ تعلیم وتربیت احسان کے لئے خطرناک رجحان ہے ۔حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام نے بندگی میاں شاہ نظامؒ کو پہلے ذکر کی تلقین وتعلیم پر عمل کرنے کو کہا اس کے بعد مذہبی کتب کے مطالعہ کی طرف رغبت

دلائ۔اگر عالم فاضل ہی ہونا سرپرست دایرہ یا مسند نشیں کی شرط ہوتی تو شیخ علی متقی برہان پوری کا نام مہدویوں میں نمایاں ہوتا ۔کیوں کہ وہ بڑا عالم فاضل تھا اور کنزل اعمال کے نام سے احادیث کی شرح لکھی جو مشہور بھی ہے وہ مہدویہ دایرؤں کے اعمال سے متاثر ہوکر دایرہ میں آیا تو تھا لیکن جب اس کی شان عالمانہ کو ٹھیس اس طرح پہنچی کے اصحاب دایرہ ذکرواذکار میں محو رہا کرتے تھے اس کی طرف نہ دیکھا نہ التفات کی نہ پذیرائی کی تو واپس جا کر مہدویوں کا مخالف بن گیا۔اور آج ہم اپنے اندر خود ایسے شہرت کے دلدادہ عالموں کو جو درسوں کے عقاید سے بندھوے آے ہیں منافقت اور بغاوت کو دیکھ اور محسوس کر سکتے ہیں۔

حق کو قبول کرنے کی توفیق اللہ کی جانب سے ہے

انسانی فطرت میں شرف واطاعت کم انکار وانحراف کا عنصر زیادہ ہوتا ہے یہ وہی نفس یا قرین ہے جس کا ذکر سورہ زخرف کی 38 ویں آیت میں ہے جسے سورہ الصافات کی آیت 7 میں مثل شَیۡطٰنٍ مَّارِدٍ کہا گیا ہے۔اگلے انبیاء کے واقعات میں ہم نے دیکھا ہے ۔حضرت موسیؑ فرعون سے بچا کر بنی اسرایئیل کو لاے مگر ان کی قوم میں نافرمانیوں کے بے شمار واقعات ہیں دیگر انبیاء کے احوال میں بھی یہ معاملات دیکھنے کو ملتے ہیں ۔حتیٰ کہ حضورﷺ کے صحابہؓ اور تابعینؒ کے بعد اُمت کی نافرمانیاں ایک کھلی حقیقت ہے۔حضورﷺ کی بعثت کے وقت کفر وشرک کا غلبہ تھا آپﷺ نے اللہ کی مدد سے جزیرہ عرب سے اسے دور کیا اور آپؐ کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس مقصد کو دنیا کے دوسرے ملکوں اور قطعوں تک پھیلایا۔صحابہؓ کے بعد غلط تاویلات اور جھوٹی احادیث گھڑنے کا سلسلہ شروع ہوا۔تابعین نے احادیث کی صحت اور انہیں محفوظ کرنے اور صحیح وغلط احادیث کو پرکھنے کے لئے علم احدیث کے اُصول بنائے۔مگر انہوں نے جو اُصول بنائے اُس میں شک وشبہ کی بناء پر کچھ حقیقی اور ضروری احادیث کو اس بناء پر درج نہیں کیا یا خارج کیا جس سے کہ اُمت میں بے چینی ہو کیونکہ ان احادیث کے بیان خصوصی عقل وادراک کے اعلی بیانوں سے لبریز تھے جبکہ اُس وقت لوگ انہیں سمجھنے سے قاصر تھے کیونکہ ابھی ابھی کفر وشرک سے عرب معاشرہ باہر آیا تھا۔جس سے کہ اسلام دشمنوں کو غلط بیانی اور تاویلات کا موقع مل سکتا تھا سو صحاح ستہ کے محدثوں نے اتنی احتیاط برتی کہ حضورﷺ کی ذاتی زندگی کے ان اُمور اور پہلوؤں اعمال واقوال کے بیانوں کی احادیث کو اپنی مسانید کتابوں میں درج نہیں کیا حالانکہ وہ باتیں قربت خداوندی اور معرفت الٰہی کو سمجھنے سمجھانے میں معاون ومددگار ہیں۔اس کا اعتراف امام بخاری نے کیا کہ میں نے بہت ساری احادیث کو درج نہیں کیا جو صحیح تھیں۔یہ اس لئے کیا گیا کہ اُمت کہیں حضورﷺ کو دوبارہ اُس مقام پر نہ بٹھادے جہاں پر عیسایوں نے عیسی علیہ السلام کو بٹھا دیا تھا۔اس لئے اُنہوں نے ظاہری اعمال فرایض سنن اور معاشرتی شرایع کے احکام ہی درج کئے ہیں۔اور امام بخاری کے پیش نظر زیادہ تر فقہ تفسیر اور سیرت کی روایتیں رہیں اخبار اور پیشن گوییاں نہیں (مقدمہ سراج الابصار ۱/۳۶۸) جو علماء کا طبقہ تصوف سے بیزار تھا وہ پہلی صدی ہجری کے بعد اس جماعت میں امام بخاری بھی شامل ہو گئے۔بخاری نے التاریخ الکبیر میں بہت سے اکابر حنفیہ کا ذکر نہیں کیا چنانچہ مولف مقدمہ انوار الباری نے تسلیم کیا ہے کہ ’’امام موصوف نے اپنی ناراضگی اور تعصب کی وجہ سے

سینکڑوں اکابر حنفیہ کا ذکر ہی نہیں کیا''۔(۳٦۸)امام بخاری کے زمانہ کے کبار محدثین جیسے امام ذہلی امام ابو ذرعہ اور امام ابو حاتم نے بعض مسایل کے اختلاف پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ امام بخاری سے حدیث کی روایت نہ کی جائے''(مقدمہ سراج البصار ۳٦۸/۱)اب سمجھ میں آجانا چاہیے کہ معاملہ کیا ہے؟ کیوں صحاح ستہ کی کچھ کتابوں میں احوال و اعمال معرفت الٰہی کی احادیث نہیں ہونا معلوم ہوتا ہے۔یہی بات ہے کہ آج متاع دنیا میں ملوث گروہ کیوں صرف احادیث بخاری کا ختم کراتے ہیں دوسری احادیث کو نظر انداز کرتے ہیں۔اور تابعین کے دوسرے گروہ نے جو تفسیر بیان حدیث علم الکلام کے مباحث میں اُلجھنے کے بجائے حضو ﷺ کی ذاتی زندگی کے اعمال و احوال کو اختیار کیا ایسے لوگوں کو صوفی کہا جانے لگا۔صوفی معنی پشمینہ پوش وہ شخص جو اپنے دل کو غیر حق سے پاک وصاف رکھے۔درویشانہ زندگی والے یا فقراء۔بعد میں کسی ایسے شخص کو فقیر کہا جانے لگا جو بھیک مانگتا ہے یہ بھیک مانگنا ''بھکشو''لفظ سے آیا ہے بدھ مت کے پجاری کوئی کام نہیں کرتے وہ باقاعدہ بھیک مانگ کر ہی زندگی گزارتے ہیں۔مگر مسلمانوں کی اصطلاح میں فقیر اس درویش کو کہا جاتا ہے جو اللہ کی طلب میں دنیا سے کنارہ کرلے بہر کیف ایسے لوگوں نے حضو ﷺ کی حقیقی طرز زندگی اختیار کرنے کی کوشش کی۔کیونکہ حضو ﷺ نے فرمایا:الفقر فخری یعنی آپؐ نے اپنے فقر و فاقہ پر فخر فرمایا معنی توکل الی اللہ پر۔علماء اور صوفیاء کے درمیان ایک تیسرا گروہ پیدا ہوا جو خاندانی حقوق کے حصول کے لئے اہل فلسفہ جیسے رومی و یونانی مباحثوں کو ہوا دی یہ لوگ بیک وقت حکومت اور مذہب دونوں پر اپنا کنٹرول بحال کرنا چاہتے تھے بعد میں اُموی و عباسی حکومتوں کے طور پر انہوں نے اسلام پر غلبہ حاصل کیا انہیں کے درمیان سے بے دین جماعتیں اور نفاق کے آثار ظاہر ہوئے۔اس وبا سے نمٹنے کے لئے عالموں اور صوفیوں نے اپنے اپنے طور پر نہ صرف ان کی سرزنش کی بلکہ ان کو روکنے کی بھر پور کوشش میں لگے رہے۔اور ساتھ ہی آپسی تنازعات اور مقابلہ جاری رہا۔یہ سلسلہ امام غزالی اور امام ابن تیمیہ کے گروہوں میں دیکھنے کو ملتا ہے۔امام ابن تیمیہ کے گروہوں نے صرف ظاہری علوم کی نشر و اشاعت مناظرہ و مقابلہ کا راستہ اختیار کیا جبکہ امام غزالی کے گروہوں کا مقابلہ اہل فلسفہ و منطق منافقین اہل رسم و بدعت سے بیک وقت تھا۔اس کا فایدہ اُٹھا کر علمائے سُو کا ایک گروہ پیدا ہوا جس نے اپنی عالمانہ آن بان شان کے کروفر کو حکومت شہنشاہیت کے درباروں میں وقار اثر و رسوخ کے لئے استعمال کیا۔حضرت شمس طبریزؒ کی زندگی میں یہ دیکھنے کو ملتا ہے حالانکہ انہوں نے بعد میں اس وقار اور جاہ و جلال کو ترک کر کے صوفیانہ زندگی کو اختیار کیا۔اس دوران جاہل اور بدبخت صوفیا نے دین مذہب میں شرکیہ رسوم و بدعات کو داخل کرنا شروع کر دیا اسے یہود و نصاری نے خوب ہوا دی تا کہ اسلام کو کمزور کیا جا سکے یہ سلسلہ آٹھویں صدی ہجری تک جاری رہا اور اسلام کو حقیقی بنیادوں پر استوار کرنے میں عالم و صوفی کوشاں رہے۔

نویں صدی ہجری میں حضرت میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام جونپوری کی مہدویت کے غلغلہ نے علمائے سُو جھوٹے صوفی ولیوں کی مخالفت اور دعوت قرآن و سنت نے برصغیر سے خراساں جزیرہ نما عرب تک ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔اس کا اقرار ملا عبدالقادر بدایونی،شیخ عبدالحق محدث دہلوی،پیر آسات،شیخ جھندہ پاتنی،قاضی شیخ محمد آچہ،شیخ صدرالدین،قاضی

قاضی ابوالکلام آزاد، علی شیر قانع، مولوی خیرالدین محمود، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ صدرالدین، عبدالباقی نہاوندی، سید ابوظفر ندوی پروفیسر مہاودیالے احمد آباد، مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولوی عبدالغفور، پروفیسر مسلم یونیورسٹی، پروفیسر محمود شیروانی اورینٹل کالج میگزین علامہ فیروز آبادی، ان کے علاوہ ان کتابوں میں ذکر ہے ماثر رحیمی، منتخب التواریخ، نجات الرشید، ماثر الامراء، مخزن افغانی، تاریخ فرشتہ، ظفر الوالہ، خزینتہ الاصفیاء، نزہتہ الخواطر میں ہے یہ سب غیرمہدویہ شہادتیں ہیں جو مہدی موعود علیہ السلام کے تعلق سے بیان ہوئے ہیں یہ سب غیرمہدویوں نے بیان کیا ہے۔ مگر اُس وقت کے کچھ عالموں نے حضرت مہدئ کی تصدیق تو نہ کی لیکن ان کے اقوال احوال اور تعلیمات کو اپنے رنگ میں پیش کر کے انگریزوں سے مراعاتیں حاصل کیں اور کچھ نے نئی جماعتیں اور طایفے بنائے مگر ان کی فطرت میں ''مارج'' کی صاف جھلک ابھر آئی یہاں تک حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے اور درپردہ نبوت کے مدعی دکھائی دیتے ہیں اور خود کو کیوں نے خلیفۃ المسلمین بھی کہلوانے کی کوشش کی۔ان لوگوں نے متاع دنیا اور حکومت جاہ وحشمت کی کوشش میں خود کو دینی عالم تو کہلوالیا مگر انکی دنیاداری کی طلب صاف دکھائی دینے لگی۔اور مہدی موعود نے جو ذمہ داری اصلاح وتبلیغ کی مصدقوں کو دی تھی رسم وبدعت کو مٹانے اور اللہ کی طلب میں لوگوں کو راستہ دکھانے کی اسے انہوں نے بھی فراموش کر کے اپنے اپنے حدود اور دایرے قایم کر لے اپنا فرض منصبی بھلا دیا اور عالم یہ ہو گیا کہ جس برصغیر میں سو 100 سے زیادہ مہدویہ آبادیاں تھیں وہ آہستہ آہستہ غایب ہوتی چلی گئیں اس طرح دوسروں کی اصلاح وتبلیغ کیا کرتے خود مہدویہ دایرے رسم وبدعت اور نفاق کے شکار ہو گئے۔

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ غیرمہدویہ مصنفوں اور محققوں نے حضرت سید محمد جونپوری کی بڑی تعریف وتوصیف کی ہے انہیں کبار الاولیاء لکھا تو کسی نے لکھا ان میں وہ تمام آثار ونشانیاں تھیں جو مہدی آخرالزماں کے تعلق سے حضور نبی کریم ﷺ نے بیان کی ہیں اور ان کے صحابہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ملا اعلی کے فرشتے تھے۔لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ انہوں نے انہیں نہ مہدئ مانا، بلکہ آپؑ کے مصدقوں کو انہیں مہدی موعود آخرالزاں ماننے پر خوش عقیدگی اور بدعقیدگی پر محمول کیا ان کے ایمان اور معرفت الٰہی کے اعمال کا تو اعتراف کیا ایک طرح سے اعتراف کیا دوسری طرف اس حقیقت کا انکار بھی کیا اس کی کیا وجہ ہے؟ حیرت کی بات ہے کہ کبھی اعلانیہ اور کھل کر ان کی مہدویت کا بھی انکار نہیں کیا ایک طرح سے تذبذب کا شکار رہے اور تو اور حضرت میراں سید محمد مہدی موعود کے دعوی مہدی آخرالزماں کو چھ 6 صدیاں گزر گئیں ان کے بعد انہیں کسی بھی عالم یا ولی میں مہدی کے وہ آثار قراین بھی نظر نہیں آئے۔شیخ علی متقی نے بھی جو دایرہ مہدویہ میں کچھ یوم گزارے بعد میں مخالفت کی تو مصدقوں کی کی مہدی موعود کے اعلانیہ انکار سے اس نے بھی گریز کیا اور یہی حال شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ابوالکلام آزاد کا ہے وہ ان کے جیسے عالموں نے مصدقوں کی عقیدگی پر اعتراض کیا ہے مہدی پر نہیں۔کچھ بات تو تھی انہوں نے محسوس کی ہوگی۔برصغیر میں حضرت سید محمد جونپوری میں مہدی کے آثار شمایل خصایص احوال کا حق ہونا یہ بھی مانتے تو ہیں مگر تصدیق نہیں کرتے کیا بات ہے آپؑ کا اقرار نہ کیا

نہ صحیح انکار کی بھی ہمت نہیں کی ۔اس کیفیت کو ہم حضور نبئی کریم ﷺ کے ساتھ اُس وقت کے مکہ والوں کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا تھا کہ ''ہم تمہیں اللہ کا رسول کیوں مانیں جب کہ تم ہم جیسے آدمی ہو'' ہماری طرح عالم اور مالدار اور بارسوخ بھی نہیں یتیم و بے کس ہو اور تمہارے اطراف غریبوں اور مسکینوں کا ہجوم ہے ۔جن لوگوں نے انہیں مہدی قبول کیا تصدیق کی وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے سفر حضر اور ہجرت میں آپؑ کے ساتھ ساتھ رہے اور انہوں نے قریب سے دیکھا تھا اور اقرار کیا اور شہادت دی کہ یہی ذات مہدی موعودؑ ہے اور جنہوں نے بعد میں یا آپ کے صحابہؓ اور تابعین کے دور میں کتابیں لکھیں انہوں نے سنی سنائی باتوں پر اپنی تحقیق اور تصنیف کی بنیاد رکھی ہے ۔اسلام اور مہدویت کا مطالعہ بغور کرنے سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ دور صحابہؓ کے بعد اسلام کی پیغمبر آخری نبی ﷺ کے احوال اور معاملات کو درج کیا ہے وہ صرف مسلمان تھے یہود و نصاری نے بہت بعد میں اسلام اور حضور ﷺ کے بارے میں جھوٹی اور غلط سلط باتیں لکھیں ۔مگر مہدویوں نے خود ایسی کوئی تحقیق اور تدقیق کا کام نہیں کیا ۔چلئے مان لیتے ہیں مہدویہ دایروں میں صرف عمل پر یقین کیا جاتا تھا لیکن بعد میں جب لکھنے لکھانے اور حقایق بیان کرنے کا دور آیا تو بھی مہدویوں نے ثبوت دینے میں انہیں غیر مہدویہ حوالوں پر اکتفاء کرلیا اپنی طرف سے کوئی بنیادی کام نہیں کیا۔

دنیا میں حق اور ناحق کو ثابت کرنے کی تگ و دو آدمؑ سے زمین پر آنے کے بعد سے ہی شروع ہوئی ہے ۔آدمؑ کے دنیا میں اتارے جانے کے بعد حضور نبئی کریم خاتم الانبیا ﷺ کے بعد انسانیت کا خاتمہ کیوں نہیں کردیا گیا ؟ آپؐ کے بعد مہدی آخرالزماں کا بھیجا جانا ان کے بعد عیسی علیہ السلام کا دنیا میں اُتارا جانا اس کے بعد قیامت کا معاملہ اس لئے ہے کہ جیسے آدمؑ کی نسلیں چلیں جنات یعنی ابلیس کی قوم میں بھی نسلیں چلیں ہیں معاملہ وہی آزمایش کا ہے کہ آیا دیکھیں کونسی مخلوق اوران کی اولادیں آزمایشوں پر کھری اُترتی ہیں اور اللہ تعالی کی ربوبیت اور کبریائی کے اقرار و انکار میں کون زیادہ مصروف ہے ۔اللہ تعالی کو ماننے والے تو بہت ہیں مگر اللہ کی معرفت حاصل کرنے والے کون ہیں اور کون ہیں جو صرف ظاہری عبادات اور احکام کو مان کر صرف جنت کی طلب میں سرگرداں ہیں اور کون ہیں جو اللہ کی قربت عشق اور معرفت کے لئے دنیا میں آزمایشوں سے گزرتے ہیں کسی قسم کی خلش تذبذب اور نفاق میں مبتلاء نہ ہونا بھی آزمایش ہے ۔

ہم کیوں باربار یہ کہہ رہے ہیں کہ معرفت الہی اور سنت رسول ﷺ کی احادیث کو صحاح ستہ میں مقام نہیں دیا اس کا ایک جایزہ دیکھیں۔شروع میں احادیث جمع کرنے والوں میں ہمام بن منبہ کا نام ملتا ہے جن کی پیدائیش 70 ہجری ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد تھے ۔تابعین میں امام ابوحنیفہ ؒ نے حضرت انسؓ سے بصرہ میں حدیث کی تعلیم حاصل کی 80-150 ھ اس کے بعد عبداللہ ابن عوف سے کوفہ میں سہیل بن ابن سعد سیدی سے مدینہ میں ابوطفیل بن واسلہ سے مکہ میں ۔ان کے بعد امام مالکؒ 93-179ھ امام شافعیؒ 150-204ھ ابن سعد 168-230ھ محمد الشیبانی 132-189ھ ابن اسحاق کے نام ہیں ۔ان کے بعد امام درامی کا زمانہ 181 ہجری کا ہے ۔ان میں عبدالرزاق صنعانی بھی ہیں جن کا زمانہ 126-211 ھ کا ہے جن کی

احادیث کی کتاب مصنف عبدالرزاق کے نام سے مشہور ہے اور یہ حضرت امام بخاری اور امام مسلم قشیری کے استاد تھے۔اس کے دوسو سال بعد یعنی دوسری صدی ہجری میں حضرت امام بخاری256-194 ھ ابو داؤد272-202امام مسلم 261-206ھ ابن ماجہ 209-207ھ ابو یعلی 307-210 ھ نسائی 303-214 ھ ترمذی 279 ھ بیہقی 458-384 ھ اب خود اندازہ لگائیں کہ جن لوگوں نے صحابہؓ کو دیکھا ان سے حدیثیں سنیں ان کی صحبت سے صدق حاصل کیا' کیا ان کے بعد آنے والے محترم ہو گئے پہلے والے غیر محترم کیا یہ یہودیت نہیں ہے۔جبکہ اکابر صحابہ جیسے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ 32 ھ اُم المومنین حضرت عائشہؓ 58 ھ حضرت ابو ہریرہؓ 59ھ عبداللہ ابن عباس 68 ھ عبداللہ بن عمرؓ 73ھ ابوسعید خدریؓ 74ھ حضرت انسؓ 93ھ میں انتقال فرما چکے تھے ان حضرات کے علاوہ بھی بہت سارے صحابہؓ موجود تھے لیکن آخری صحابیِ رسول ﷺ جن کا انتقال ہوا وہ حضرت انسؓ 93ہجری میں 103 سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔اور تابعین میں بھی حضرت داؤد طائی سری سقطیؒ احمد بن حنبل عبداللہ ابن مبارکؒ امام ابو یوسف سفیان الظہر ی سفیان بن عینیہ جیسے مشہور تابعی تھے۔بے شک صحاح ستہ کے محدثین نے بے مثال کام کیا ہے لیکن ان کے بہ نسبت ان سے پہلے کے محدثین اور آیمہ کا حصہ دین میں مثالی ہی نہیں لازوال ہے۔سیرت النبی میں بخاری ۵۷ جلد ا میں حدیث ہے کہ حضرت ابراہیمؑ تین مرتبہ جھوٹ بولے تھے اس بناء پر امام فخر الدین رازیؒ نے اس حدیث سے انکار کیا کہ اس سے حضرت ابراہمؑ کا جھوٹ بولنا لازم آتا ہے اس لئے ذیادہ آسان صورت یہ ہے کہ ہم حدیث کے راوی کو جھوٹا مان لیں۔یہاں یہ باتیں بتانے کا مطلب یہ ہے کہ صحاح ستہ میں کسی حدیث کا نہ ہونا حدیث نہ ہونے کی شرط نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعد میں علما اور صوفیا کے طبقے بنے۔ان کے کئ اور گروہ ان کے ردوکد میں بنے ہیں جنہوں نے للٰہیت اور معرفت الٰہی اور اسلام کی حقیقت کا ہی انکار کر دیا۔بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کے مرتبہ و مقام کو گھٹانے کی کسی نے بڑھانے کی گھناونی سازشیں کیں۔اس کے پیچھے ذاتی اور خاندانی رنجشیں تھی جو بعد میں بنو اُمیہ اور بنو عباس کی مقابلہ آرایوں میں ظاہر ہوئیں مگر اس دور میں بھی اسلام کے بنیادی عقاید سے تو چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئ۔مگر آج خادمین مکہ کے نام پر جن کا خاندانی تعلق بنی اسرائیل سے کسی زمانہ میں رہا ہے جو مجبوراً اور صرف مالی منفعت حاصل ہونے اور اپنی عیش کوشی کے لۓ مسلمانوں کے رہبر اور ٹھیکہ دار بنے ہوۓ ہیں۔

یہ انسانی فطرت کی ستم ظریفی ہے کہ ہادی ورہبر سے جب فاصلہ دراز ہو جاتا ہے تو انسان من مانی کرنے لگتا ہے۔ایسا دنیا کی ہر قوم اور طبقہ میں ہوا ہے اللہ کے رسول ﷺ کے گزرنے کے 5 صدیوں بعد عقاید باطلہ کا دور شروع ہوا۔آپؐ کے تابع تام مہدیؑ کے 5 پانچ صدیاں گزرنے کے بعد انتشار مطلق العنانی متاع طلب دنیا کا دور شروع ہوا ہے۔سلسلہ کی کڑیاں یا کرونالوجی دیکھیں حضرت عیسی کے 5 صدیوں بعد سید الانام حضور ﷺ دنیا میں تشریف لاۓ۔اب مہدی موعودؑ کے ظہور کے 5 صدیوں بعد ظہور عیسی کی نشانیاں ظاہر ہونے لگی ہیں۔حضرت خضر کو جو علم غیب اللہ تعالی جانب سے تھا اور جو فیض مہدیؑ سے ملا وہ بھی اب اُمت کے یا خصوصی طور پر مصدقوں کی اصلاح کا موجب نہیں رہا حضرت خضر کو تکذیب دجال پر اکتفا کرنا پڑیگا اب جو بھی تحریک ہوتی ہے وہ

حضرت عیسی علیہ السلام سے ہی ہوسکتی ہے۔

وحی الٰہی کا سلسلہ حضور خاتم النبین محمد ﷺ پر رک گیا۔ مگر کیا جب حضرت عیسی علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے تو احکام یا راہ ہدایت کا وہ کونسا طریقہ ہوگا جو اللہ تعالی سے بالواسطہ قایم ہوگا جس سے کہ راہنمائی حاصل ہوگی۔ یہاں پر حضرت خضر علیہ السلام کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ جب وہ حضرت موسی علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی اور صاحب کتاب پیغمبر کی غیبی معاملات پر مدد فرماتے دکھائی دیتے ہیں تو کیا حضرت عیسی علیہ السلام کی مدد نہیں کریں گے اور اس سے آپؑ کی ہزاروں برس دنیا میں موجودگی کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔ اور سورہ کہف کی 65-82 آیات میں ایسے ہی معاملات کا ذکر ہوا ہے۔فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (کہف ۶۵) پھر انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ (خضرؑ) کو پایا ۔اسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور ہم نے علم دیا اسے اپنے پاس سے۔آیت کا آخری حصہ غور طلب ہے کیا ہے وہ رحمت کونسا ہے وہ علم جو حضرت موسیٰؑ کو نہیں دیا تھا؟ کیا قرب قیامت حضرت عیسی کو کسی ایسے علم کی ضرورت نہیں ہوگی؟ اسلام میں حضور ﷺ سے کی احادیث روایت ہوئی ہیں مگر کہیں بھی حضرت خضرؑ کا خصوصی ذکر نہیں ہے جو کچھ بنی اسرائیل کے واقعات بیان ہوے ان میں حضور ﷺ نے حضرت کا ذکر بھی کر دیا اور قرآن میں ہمارا بندہ کہنا آپؑ کی خصوصیت کو واضح کرتا ہے مگر حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپؑ کا تعزیت کے لے آنا اور حضرت ابو بکر صدیق وحضرت علیؓ کا پہچان لینا بتاتا ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ان کی آمد گذشت اور گفتگو ہوتی رہی ہوگی ورنہ حضور ﷺ کے یہ دو مقرب صحابہؓ یقین سے کیسے کہتے کہ یہی حضرت خضر علیہ السلام ہیں یا تو اللہ کے رسولؐ نے انہیں بتایا یا ملایا تھا یا دونوں صحابہؓ نہیں جانتے تھے اگر دونوں جانتے تھے تو دوسرے مقرب صحابہؓ بھی ان سے واقف ہو نگے !! کیونکہ حدیث جبریل کے بیان میں بھی حضرت جبرئیل اجنبی انسانی شکل میں رسولؐ کی محفل میں صحابہؓ کے سامنے آئے تھے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھوکری مسجد میں اللہ کے رسول ﷺ کی امانت پہنچانے جب حضرت خضرؑ آئے تو ضرور دیگر مواقعوں پر بھی مہدی موعود علیہ السلام سے بھی ملنے آئے ہونگے۔جس طرح خبر متواتر یقین کا فائیدہ دیتی ہے اسی طرح حضرت خواجہ خضرؑ کا قصایص انبیاء میں واقعات وروایات میں بار بار ذکر آنا اسی یقین کا فایدہ دیتا ہے کہ وہ رہنمائی کے لئے حیات ہیں۔اس طرح حضرت عیسیٰؑ سے ان کا ملنا یا کسی قسم کے اخبار یا احکام کا پہنچانا کوئی ایسی بات نہیں کہ جس پر یقین نہ کیا جائے۔ یہاں حضرت خضرؑ کا مقام ایک مددگار رہبر' رہنما' معلم' یا ایک ایسے شخص کا ہے جیسے بادشاہ کی اولادوں کی تربیت اور تعلیم کے لئے اتالیق مقرر ہوتا ہے۔جس طرح نبی کریم کے صحابہؓ سے حضرت خضرؑ کے ملاقات ہوئی حضرت مہدیٔ موعودؑ کے صحابہؓ سے ہوئی ہے ان میں حضرت بندگی میاں صدیقؓ ہیں مطلع الولایت میں بندگی میاں سید یوسفؓ نے صفحہ ۶۶/ ۶۷ پر ایک واقعہ جیسلمیر سے نگر کاہہ کی ہجرت مہدیٔ کے ایک قدیم راستہ کے درمیان گزرنے کا بیان کیا ہے۔اس میں بندگی میاں سید خوندمیرؓ حاجت کے لئے رکے تھے اس اثناء میں قافلہ روانہ ہوگیا اور میاںؓ کو گھاس اور درختوں کی کثرت (گھنے ہونے کی وجہ سے) ساتھیوں کو نہیں پایا۔اس ویرانے میں دو رفیقوں کے ہمراہ تین دن تک

بھوکے اور حیران تھے یکا یک ایک سفید ریش (بزرگ) موٹا بکرا ذبح کر کے اور پوست نکال کر میاںؒ کے سامنے لاکر کہا کہ یہ تم کو خدائے تعالی نے بھیجا ہے پس آپؒ اور رفیقوں نے کھایا اس سفید ریش مرد (حضرت خواجہ خضرؑ) نے راستہ بھی دکھلایا۔

حضرت خضر علیہ السلام اور مہدی موعود آخر الزماں میں ایک مطابقت ہے قرآن میں حضرت خضرؑ کو "بندہ" کہا گیا ہے خضرؑ نام احادیث میں آیا ہے یہود و نصاری کے پاس حضرت خضر کا ذکر نہیں ملتا۔ حضرت خضرؑ کو اللہ تعالی کی طرف سے علم لُدنی عطا کیا گیا تھ وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا جسے علم معرفت کہتے ہیں اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا عَبْدًا (کہف 65) عَبْدًا سے مراد العبد ہے جمہور علما: کے مطابق یہ "عبد" حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ جیسا کہ آیت 62 میں ہے کہ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ اور یاد کرو جب موسی نے کہا اپنے نوجوان ساتھی سے۔ **یہاں پر لِفَتٰهُ یعنی نوجوان ساتھی حضرت یوشع بن نون ہیں (قرطبی) اسی طرح "بندہ" حضرت خضرؑ ہیں اور بالکل اسی طرح سورہ یوسف کی آیت 108 میں مَنِ اتَّبَعَنِی حضرت مہدی موعود علیہ السلام ہیں۔** تفسیر قرطبی میں ابن عطیہ سے منقول ہے کہ کہف کی آیت 65 کے مطابق حضرت موسی علیہ السلام سے کہا گیا کہ وہ حضرت خضرؑ سے علم لدنی یا علم باطن سیکھیں۔ حضرت خضرؑ کا علم، علم معرفت تھا جو اُن کی طرف وحی کیا گیا تھا جن کے افعال کو ظواہر کا رنگ نہیں دیا جاتا اور حضرت موسیٰؑ کا علم، علم احکام اور علم فتوی ہے لوگوں کے ظاہر اقوال اور افعال سے متعلق تھا (قرطبی) کہف کی آیت ۶۵ حضرت خضرؑ کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ انسان اپنے سے مرتبہ میں بڑے انسان سے کچھ سیکھتا ہے اور نبی موسیٰؑ کو یہ جائز نہیں کہ ان سے علم سیکھیں جو مرتبہ میں بلند نہ ہو (قرطبی) خضرؑ کے معنی "ہرا" ہے حضرت خضرؑ جہاں بیٹھتے وہ جگہ "ہری" ہو جاتی۔ حضرت خضرؑ اور مہدی کی مطابقت یہ کہ حضرت خضرؑ کو "بندہ" کہا گیا اور مہدی موعودؑ کو "تابع" رسولؐ حضرت خضرؑ کے بارے میں تفصیل احادیث میں ہے اسی طرح مہدی کے متعلق تفصیل احادیث میں ہے خضرؑ نے ایک جلیل القدر پیغمبر کی مدد کی اور مہدی موعودؑ نے خاتم الانبیاء ﷺ کی اتباع کی ہے۔ جو باتیں حضرت موسی اور ان کی قوم کو معلوم نہیں تھیں وہ حضرت خضرؑ نے بتائیں اور جو معاملات معرفت الہٰی "دیدار" کی تعلیم اُمت محمد ﷺ کے مصدقوں کو مہدی نے دی ہے۔ مہدیؑ 23 برس اللہ کی راہ میں ہجرت میں رہے اور حضرت خضرؑ ہزاروں سالوں سے اللہ کی راہ میں ہجرت میں ہیں۔

اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ بندے اللہ تعالی کی اطاعت کریں اور اللہ کے رسول ﷺ کی اللہ کی اطاعت کی اور رسول ﷺ کی اطاعت نہ کی تو اسلام سے خارج ہونا ہے۔ باوجود اس کے قرآن کے بیانوں پر احادیث کو پرکھا جاتا ہے احادیث کے بیان قرآن کے بیان کی بنیاد نہیں ہو سکتے' کیونکہ قرآن کو اللہ کے رسول ﷺ نے مربوط اور مضبوط کر کے صحابہؓ کو حفظ کر کے حفاظت کا حکم دیا ایسا کوئی حکم آپ ﷺ نے احادیث کے بارے میں نہیں دیا البتہ سنت پر عمل کرنا دین قرار دیا ہے۔ احادیث کی ترسیل ترویج ان کا جمع کرنا اور اکھٹا کرنے کا کام کچھ صحابہؓ نے کیا کچھ تابعین نے' اور تبہ تابعین نے حدیث کی صحت کے اُصول بنائے۔ اگر کوئی حدیث قرآن کے بیان سے میل نہیں کھاتی تو اسے خارج کیا جائے گا کیونکہ رسول ﷺ کا بیان اللہ کے کلام کے مطابق ہونا چاہئے ورنہ وہ

رسول ؐ کا بیان نہیں ہوسکتا یہ اُصول مہدی موعود علیہ السلام نے بتایا۔ اب انسان کے مزاج کی دخل اندازی کی کارستانیاں دیکھئے کئی گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام قرآن کی بنیاد پر نہ ہو کر احادیث کی صحت پر ٹکا ہوا ہے اوراس پر غرّہ یہ کہ چاہے کسی حدیث میں کوئی سنت یا قول ہوا گر صحاح ستہ میں نہیں ہے خصوصاً بخاری شریف میں نہیں تو سنت ہے نہ دین نہ اسلام یہ دین کا کونسا پیانہ ہے؟ اس طرح اُمت کے کچھ گروہوں نے صحاح ستہ کے محدثین اور مفسرین کو تقدیس واحترام کے ایسے بلند مقام پر بٹھادیا ہے جیسے کسی خدا شناس بزرگ کی خبر کو بدعتی بٹھا کر صندل عرس چادر چراغ چڑھاتے ہے۔ دور صحابہؓ میں قربت کا پاس ولحاظ جانب داری سفارش اور خودنمائی کا ہلکا سے شایبہ بھی نہیں دکھائی دیتا۔ ان کے بعد تابعینؒ کا سو دیڑھ سو سالہ دور میں کچھ حد تک یہ بات تھی مگر تبہ تابعین کا دور آیا تو یہ باتیں دوبارہ ظاہر ہونے لگیں جوہمیں حکومت علماء کی مجالس محدثین ومفسرین کی زندگیوں میں دیکھنے کوملتی ہے۔ اس دور میں اُمت کے گروہوں نے غیر معصوم لوگوں کا احترام وتقدیس کا ایسا جامہ زیب تن کرادیا کہ آج تک اس کے آثار باقی ہیں کہیں کہیں تو انہیں مقرب خدا کے درجہ میں بٹھا رکھا ہے۔ تفسیر لکھنا احادیث جمع کرنا اُن کے اُصول بنانا علمی کام ہے جومثالی کام ان ہستیوں نے کیا ہے اس کی قدر کرنا ستائیش کرنا ایمان کا تقاضہ ہے اُمت ان کی ممنون ہے۔ مگر ذاتی زندگیوں میں جو جماعتی گروہی تعصب کا اظہار ان میں سے کچھ نے کیا ہے اپنے خیالات اعتقادات علم اور عقیدے کو صحیح ٹہرانے کا منفی کردار جوادا کیا کیا وہ صحیح ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ انبیاء اور اللہ کے خلیفوں کے علاوہ کوئی بھی خطا نسیاں غلطی کوتاہی سے معصوم نہیں ہوتا۔ مہدی موعود علیہ السلام کی نقلیات روایات میں دیکھیں کہ آپؑ نے کبھی بھی مفسرین محدثین یا علم الکلام کے عالموں کا ذکر کیا ہو یا ان کی ستائیش یا سرزنش کی ہو صرف ایک نقل میں ولایت کے دس سلطان کا ذکر کیا ہے۔ جو احکام اللہ کی طرف سے ہوتے ان کی تبلیغ اوران سے اصلاح اور تعلیم فرایض ولایت پر آپؑ کی تمام توجہ رہی نہ کبھی کرامتوں وکرشمہ سازیوں اور ولایت غیر مصدق کا کبھی نہ ذکر کیا نہ اس پر گفتگو فرمائی۔ ہاں مگر! ایک مرتبہ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ نے کہا کہ میرانجی احادیث میں ہے کہ جب مہدی آینگے تو سوکھے درخت ہرے بھرے ہوجائیں گے۔ مہدی موعودؑ مسواک فرمارہے تھے اسے زمین میں دبا دیا اور وہ ہری بھری ہوگئی اور پتیاں نکل آئیں مہدی موعودؑ نے فرمایا میاں نظامؓ یہ شعبدہ گروں کا کام ہے حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جودل دین وایمان سے مرجھا گئے ہونگے وہ ہرے بھرے ہونگے۔ احکام قرآن وسنت کے علاوہ رسول ﷺ کی اتباع کے نہ کسی پر جرح وقدح کی نہ تعریف وسرزنش اور نہ ہی آیمہ مسالک کو صحیح یا غلط بتایا۔ جبکہ مقلد اور غیر مقلد کا مسلہ اتنا پرانا اور مشہور زبان زد عام مسلہ ہے۔ بلکہ آپؑ نے مسلک احسان کے اُصول بتائے کہ اللہ تعالی کی طلب کیسے اور کس طرح کی جائے۔ مہدی موعودؑ کے دعوی کے وقت بڑے بڑے مفسر محدث فقہا اور خانقاہی درویش موجود تھے اگر ان کی بدعات رسومات ان کی علمی کوتاہیوں کی تکذیب نہ کرتے انہیں سرزنش نہ کرتے اور راہ خدا میں ترک علایق تقوی وتوکل کی دعوت نہ دیتے تو آج برصغیر میں مہدویت ہی مہدویت کا چرچہ ہوتا۔ بلکہ آپؑ نے اللہ کے اُن مخلص بندوں کو معرفت الٰہی کی تعلیم دی اور احوال ولایت مقیدہ مخصوصہ کے آداب سکھائے جو عالم فاضل محدث مفسر نہیں تھے بندگی میاں شاہ نعمتؓ اور شاہ دلاورؓ کی مثال سامنے ہے یہی حال

دور نبوت کا تھا قریش مکہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے کہا کہ ان مفلس بھوکوں ناداروں کو اپنی مجلس سے دور کریں قوم کے عزت مند دولت مند لکھنے پڑھنے والے خاندانی لوگوں کو جگہ دیں تو ہم بھی آپ ﷺ کی باتیں سننے آئیں گے اللہ کے رسول ﷺ نے مراتب کا نہیں ایمان میں اخلاص کا خیال رکھا۔

بہر کیف آج سارا آسمان زمین کہکشاں اجرام فلکی انسانوں کی آنکھوں کے سامنے ہے۔اس لے اس کے معنی سورۃ التکویر کے بیان کے تناظر میں واضح اس طور پر ہو جاتے ہیں کہ:''جب آفتاب بے نور ہو جائے گا۔جب ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔جب پہاڑ چلا دئے جائیں گے(زلزلوں اور زمین کی تیز گردش کی وجہ سے پہاڑ ہوا میں دھنکی ہوئی روئی کی طرح اُڑنے لگیں گے)..........اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں گے..........مطلب یہ کہ جب تمام اجرام فلکی کو قوت وحرکت سے ہلا دیا جائے گا تو وہ ایک دوسرے سے نہ صرف ٹکرائیں گے بلکہ پھٹنے لگیں گے۔اور اُسی تیزی کے ساتھ گھومتے ہوئے اللہ کی مرضی کے مطابق اس کی بارگاہ میں پہنچیں گے۔وہاں محشر بپا ہوگا فیصلے صادر ہونگے۔اور انسانوں جنوں اور دوسری مخلوقات کے علاوہ سورج چاند ستاروں کو بھی جہنم میں جھونک دیا جا ئے گا۔جس کا ذکر آ گے کی سورتوں میں آیا ہے۔اس کے بعد ایمان والے اللہ کی عطا' جنت کو اپنے مقام مرتبہ اپنے اعمال کے حساب سے حاصل کریں گے۔کہا گیا کہ:وَاِذاالْجَنَّةُ اُزْلِفَت ....عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ ....اور جنت قریب لائی جائے گی اور ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لایا ہے۔آج کی تحقیقات قرآن کے اس بیان کو سچ ماننے پر مجبور ہے۔اس ضمن میں ایک روایت بخاریؒ سے ابن ابی ملکیہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے ہے:حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ صحابہ رسولؐ سے سوال کیا کہا آیت ایود احد کم ان تکون لة .....اعصار فيه نار فا حترقت (بقرہ 266) کے بارے میں دریافت کیا یہ کس بارے میں نازل ہوئی ہے'تو صحابہؓ نے کہا کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔اس پر حضرت عمرؓ فرمایا''اللہ تو جانتا ہے آپ لوگ جواب دیں کہ ہم جانتے ہیں یا کہ نہیں جانتے''۔حضرت ابن عباسؓ اس محفل میں چھوٹی عمر کے تھے بہ لحاظ ادب خاموش رہے' مگر حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے اس کا جواب دیا۔اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے معنی کا علم اگر کسی کو نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ان معنی کو قرآن کی دوسری آیات میں یا احادیث میں ان معنوں کو تلاش کیا جا سکتا ہے۔یہ بات خود اللہ تعالی نے کہی ہے:کہ جب میں کسی بات یا حکم کو منسوخ کر دیتا ہوں تو اس سے بہتر بات یا حکم نازل کرتا ہوں۔یہی بات حضور ﷺ نے بھی فرمائی ہے کہ قرآن کا بعض 'بعض کی تصدیق کرتا ہے۔مہدئ موعودؑ نے بھی آیات کے ناسخ ومنسوخ ہونے کا انکار کرتے ہوئے یہی آیت بیان کی ہے۔

محکمات ومتشابہات

یہاں ایک اہم حقیقت کا جاننا بہت ہی ضروری ہے کہ اللہ تعالی نے قرآم مجید میں ایک صاف حکم دیا ہے اگر اس کا خیال نہیں رکھا جاتا تو پھر ایمان کے سلب ہونے کا قوی امکان ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے کہ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ

مِنْـهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ط.وہی ہے (اللہ تعالی) جس نے نازل فرمائی آپ پر کتاب اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں اس کی دوسری آیتیں متشابہ ہیں ۔اس ضمن میں کچھ روایتیں اس آیت کو سمجھنے میں مددگار ہیں ۔یحیٰی بن عمر فاختہ نے اس آیت هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ کے بارے میں کہا اس سے مراد سورتوں کے آغاز (مقطعات) ہیں انہیں سے قرآن شروع ہوتا ہے جیسے الٓمّٓ o ذٰلِكَ الْكِتٰبُ.....الٓمّٓ o اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لا الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ان سے سورہ بقرہ اورعمران کا آغاز ہوتا ہے۔اسی طرح **ایک حدیث میں فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ قرآن اس لئے نازل نہیں ہوا کہ اس کا بعض بعض کو جھٹلائے بلکہ اس لئے نازل ہوا ہے کہ اس کا بعض بعض کی تصدیق کرے**۔اس میں سے جس کی حقیقت کو تم پہچان لو اس پر عمل کرو اور جس کا معنی تم پر واضح نہ ہو اس پر ایمان رکھو۔اور اسی کے ساتھ اللہ تعالی نے یہ بھی فرمادیا کہ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ بقرہ۲۱۹۔اسی طرح کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالی تمہارے لئے اپنے حکموں کو تا کہ تم ان میں غور کرو۔غور کرنے تدبر وتفکر قرآن کرنے کے بارے میں سورہ نمل ۴۴ المومنون ۶۸ النور ۱۱ اور ۶۱ عمران ۸ انسا ۸۲ اعراف ۷۶ عنکبوت ۴۳ الروم ۲۸ ص ۲۹ حدید ۱۷۔اس طرح 14 مرتبہ آگاہ کیا ہے کہ قرآن میں غور کرو اس کا کیا مطلب ہے؟۔حبیب نیشاپوری نے کچھ قول ذکر کئے ہیں ان میں كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ کے لحاظ سے تمام قرآن محکم ہے اور كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ کے مفہوم کے پیش نظر سارا قرآن متشابہ ہے۔ایک دوسرا قول یہ کہ محکم وہ کہ تاویل کے ذریعہ خود معلوم ہوجائے متشابہ وہ جس کا ذکر اللہ تعالی نے اپنے لئے خاص کیا ہے جیسے قیامت' دجال کا خروج 'اور سورتوں کے آگے کے مقطعہ' تیسرا قول یہ کہ جس بات کی معنی عقل میں آتے ہیں (یعنی عقل ان کو قبول کرتی ہے)وہ محکم ہیں اور جو امر اس کے خلاف ہو وہ متشابہ ہے۔ششم قول یہ کہ محکم وہ جس کی تاویل اس کی تنزیل میں ہے متشابہ وہ جو بغیر تاویل سمجھ میں نہ آوے(سیوطی)حضرت ابن عباسؓ نے آل عمران کی اس ساتویں آیت کے متعلق کہا ہے کہ ''میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اس کی تاویل کرتے ہیں''۔ضحاکؓ سے روایت ہے کہ اس آیت کی تاویل جانتے ہیں اور اگر اس کی تاویل معلوم نہ ہوتی تو قرآن کے ناسخ و منسوخ حلال حرام محکم و متاشبہ کو نہ پہچان سکتے ۔اور امام نویؒ نے اس قول کو بہت پسند کیا چنانچہ مسلم کی شرع میں لکھتے ہیں کہ ''بے شک یہ صحیح ترین قول ہے کیونکہ **یہ بات بعید از فہم ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں سے ایسی باتوں کے ساتھ خطاب فرماتا ہے جس کو اس کی مخلوق میں سے کوئی نہ جان سکے**۔مقطعات کا بھی یہی معاملہ ہے صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے سورہ جمعہ کی آیت و آخـريـن مـنـهـم لما يلحقو ابهم تلاوت فرمائی تو کسی نے دریافت کیا کہ اللہ کے رسولؐ یہ کون لوگ ہیں جو ابھی تک ہم سے نہیں ملے آپؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:لَوْ كَانَ الْاِيْمَان عِنْدَالثُّرَيَّا لَنَالَه' رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ اگر ایمان ثریا (ستارہ) کے پاس بھی ہوگا اس قوم کے لوگ اس کو ضرور حاصل پالیں گے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اُمور اور علوم بعد کے زمانے میں ظاہر ہونگے حضرت سلمان فارسی عجمی تھے حضور ﷺ کا اشارہ غیر عرب کی طرف ہے۔

مقطعات کو متشابہات ماننے والوں میں حضرت ابو بکر حضرت علیؓ سفیان ثوریؒ حضرت عثمان ابن مسعود عامر شعبی ابولیث

سمرقندی و دیگر ہیں۔ **لیکن بہت سے علمائے کبار نے فرمایا اور کہا کہ ان کے متعلق ہم پر گفتگو کرنا واجب ہے تا کہ ہم وہ فواید نکالیں جو ان کے ضمن میں ہیں، اور وہ معنی نکالیں جو ان سے نکل سکتے ہیں** اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ قرآن میں حروف مقطعات اللہ تعالی کا اسم اعظم ہیں۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ الف اللہ سے ہے لام جبرئیل سے اور میم محمد سے ہے، حضرت زید بن اسلم نے کہا یہ حروف مقطعات سورتوں کے اسماء ہیں حضرت قتادہؓ نے الٓمّٓ کی تفہیم میں فرمایا یہ قرآن کے اسماء میں سے ایک ہے (قرطبی) جب انتالیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں پچاسویں سورہ بنی اسرائیل میں اللہ نے کفار عرب کو للکارا یعنی چیلنج کیا کہ: "اگر تم مجتمع ہو جاؤ تمام انس و جن اس بات پر کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لاسکیں گے اگر وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی ہوں (اسراء ۸۸) اور اس سے پہلے قرآن میں 10 دس مقطعات نازل ہو چکے تھے۔ اس کے بعد سورہ یونس 51 سورہ ھود 52 میں ایک ایک مقطع الٓرٰ نازل ہوا تھا اور ان دونوں سورتوں میں بھی اللہ نے اپنا چیلنج آیت 38 اور آیت 13 ایسی ہی آیات سے پھر دوبارہ للکارا۔ اس کے بعد سورہ السجدہ 75 تک 14 مقطعات اور نازل ہوئے اور 76 ویں سورہ الطّور میں پھر سے للکارا کہ" اگر یہ سچے ہیں تو یہ بھی ایسا کلام بنا لائیں" (آیت 34) اور اس کے بعد سورہ بقرہ 87 تک 3 اور مقطعہ والی سورہ نازل کی اس کی 23 ویں آیت میں فرمایا" کچھ شک ہو تو اس طرح کی ایک سورۃ تم بھی بنا لاؤ اگر کے سوا تمہارے مددگار ہوں تو انہیں بھی بلا لو۔ اس کے بعد آل عمران 89 اور سورہ الرعد 96 کے نزول میں الٓمّٓ الٓمّٓرٰ نازل کیا۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن کے مطالب کو کھول کر بیان کرو اس کے غرائب کو دریافت کرو اس کے فرایض اور حدود کو یعنی قرآن حکیم پانچ انداز میں نازل ہوا ہے، حرام، حلال، محکم، متشابہ، امثال۔ اس کے حلال پر عمل کرو حرام سے اجتناب کرو، محکم کی اتباع کرو، متشابہ پر ایمان لاؤ، اور امثال سے عبرت حاصل کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے اس قرآن میں جو پوشیدہ کیا ہے اس کو قبول کرنا ایمان ہے۔ علاوہ بریں حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ آپؐ سے قرآن کے متعلق کی معاملات پر گفتگو یا وضاحت کیا کرتے تھے اور محکم آیتوں پر تفصیل دریافت کیا کرتے۔ اور جو بیان نبی کریمؐ عام لوگوں میں کرتے اس کے علاوہ مخصوص صحابہؓ کو کی دیگر معاملات کو بھی بتایا کرتے، اس کی وضاحت بھی آپؐ نے فرمائی ہے۔ **کلمو الناس فقد عقولھم** کہ لوگوں کی عقلوں یا سمجھ کے مطابق کلام کیا کرو۔ اس کے علاوہ قرآن نے بھی واضح کیا ہے کہ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۲ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں۔ **(یہ قرآن) عربی میں ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو علم و فہم رکھتے ہیں۔** (حٰم السجدہ ۲) معنی جو قرآن کا علم و فہم رکھتے ہیں ان کو اس میں غور کرنا چاہئے۔ نماز یا صلواۃ کے کئی فرایض، اور کئی سنتیں ہیں، مگر اس کے بنیادی مقاصد دو ہیں، ایک اللہ کا ذکر جو نماز کو بھی کہا گیا، تلاوت قرآن کو بھی اور اسمائے الٰہیہ کے ورد کو بھی، دوسرا رکوع اور سجدہ ان کی تسبیحات کے ذریعہ بندہ خالق و معبود کے عظمت و بزرگی کا اقرار کرتا ہے۔

قرآن میں محکمات ومتشابہات کا ذکر حق اور ناحق میں تمیز کے لئے آیا کہ جو حق ہے اُسے اختیار کریں اور ناحق ہے اُس کو چھوڑ دیں لیکن بعد کے علماء نے اسے زیر بحث لاکر متنازع بنا دیا ہماری اس بات کی تائید اس روایت سے ہو جاتی ہے۔امام ابن جریرؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ربیع سے نقل کیا ہے کہ نصاری (عیسایوں) نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپؐ یہ نہیں کہتے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کا کلمہ ہیں اور اس کی روح ہیں حضورؐ نے فرمایا کیوں نہیں؟ میں یہی کہتا ہوں ۔تو انہوں نے کہا ہمارے لئے یہی کافی ہے۔تو اللہ تعالی نے فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ والی آیت نازل کی (طبری) معنی پس جو لوگ جن کے دلوں میں کجی (ٹیڑا پن برائی نفاق ضد ہٹ دھرمی) ہےسو وہ پیروی کرتے ہیں (صرف) ان آیتوں کی جو متشابہ ہیں قرآن سے (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے۔یہاں یہ بات ظاہر ہورہی ہے کہ نصاری (عیسائی) حضو ﷺ سے یہ کہلوانا چاہتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ "اللہ کی روح" یعنی ابن اللہ ہیں اور جب انہوں نے یہ معنی بنا لئے تو چلدئے جبکہ حضو ﷺ نے وہی بات کہی تھی جو قرآن میں اللہ تعالی نے کہی ہے۔اس کے علاوہ مستدرک حاکم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی وَّفَاكِهَةً وَّ اَبًّا (31 عبس)۔میوہ اور چارہ انسانوں اور جانوروں کے لئے۔اور فرمایا یہ سب وہ ہے جسے ہم پہچانتے ہیں تو اَب کیا ہے؟ کتاب اللہ کی جو ہدایت تمہارے لئے واضح ہو اس کی اتباع کرو اور اسکے مطابق عمل کرو اور جسے تم نہ جان سکو اسے اس کے رب کے سپرد کرو۔یعنی اللہ تعالی نے اس کے تعین کا ہم کو مکلّف کیا ہے اور نہ اس کا حکم دیا ہے۔اور عیسایوں کے وفد نے وہی کیا انہوں نے اپنے عقیدے کے مطابق اس کے معنی بنا لئے۔ایسی ہی آیات' کلمات کو قرآن متشابہات کہا تا ہے جبکہ بعد میں اسے ایک متنازعہ موضوع بنا دیا گیا۔مسلم شریف میں حضرت عایشہ سے نقل ہے کہ حضو ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھوں جو قرآن کریم کی متشابہ آیتوں کی پیروی کرتے ہیں تو وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالی نے یہ نام دیا ہے لہذا ان سے بچو۔

جیسے کہا کہ مقطعات 29 سورتوں میں دہرائے گئے ہیں جو تعداد میں تو 14 ہیں' مگر دہرائے گے ہیں وہ 30 ہیں۔الٓمّٓ- 6بار' الٓمّٓصٓ- 1 بار' الٓرٰ- 5' الٓمّٓرٰ- 1 بار' کٓھٰیٰعٓصٓ- 1 بار' طٰهٰ- 1 بار' طٰسٓمّٓ- 2بار' طٰسٓ- 1 بار' یٰسٓ- 1بار' صٓ-1بار' حٰمٓ-7 بار' عٓسٓقٓ -1بار' قٓ-1بار' نٓ- 1بار۔کل ہوئے30۔اس طرح یہ قرآن مجید کے 30 پاروں کے 30 مقطعہ ہوئے' ہر ایک پارہ کے لئے ایک مقطعہ۔نبی کریم ﷺ پر 114 سورتیں نازل ہوئیں' پارہ کے تقسیم بعد اس لئے ہوئی کہ خلفائے راشدہ کے بعد قرآن کی تلاوت عربوں کے لے کوئی اتنا مسئلہ نہیں تھی' قرآن کے پہلے حافظ حضرت ابن مسعودؓ تھے' مگر عجمیوں کے لئے مشکل تھی اور کاغذ دستیاب نہیں تھا' اس لئے اُسے 30 جز یا پارہ میں تقسیم کیا کہ حفظ کرنے اور پڑھنے میں آسانی ہو' مگر انہیں اس بات کا اندازہ اس وقت نہیں ہوا کہ ہر پارہ پر ایک مقطع ہے۔اس طرح سے بھی ان لوگوں کا دعوی جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے جو سواد اعظم یعنی اہلسنت کے طریقے سے ہٹ کر قرآن کی تقسیم چالیس 40 یا کچھ اور پاروں میں کر رکھی ہے۔اس طرح رکوع کی

تقسیم بھی اول دور کی نہیں ہے بعد میں قرآن کے 558 رکوع کو لیلۃ القدر تک تراویح میں ختم قرآن کرنے ایک تراویح میں بیس رکوع کے لئے 27×20 =540 میں تقسیم کیا ہے ایک طرح سے 20 رکوع ایک تراویح میں یا یہ پیراگراف ہیں۔اور ہر جز یا پارے میں 2200-2700 لفظ یعنی عربی words رکھے گئے ہیں۔تا کہ پارہ یا جز کی تقسیم برابر ہو۔ظاہر ہے الفاظ چھوٹے بڑے کم زیادہ ہوتے ہیں اسی لحاظ سے یہ تقسیم بھی ہے۔اوراس میں منزلوں کی تقسیم بھی ڈیڑھ سو برس بعد کی ہے وہ اس لئے کہ جو لوگ سات 7 دنوں میں قرآن کا ایک ختم کرنا چاہتے تھے ان کے لئے آیات رکوع اور سورتوں کے لحاظ سے اسے سات 7 حصوں میں بانٹا گیا۔1) سورۂ فاتحہ سے سورۃ النساء تک (کل 4 سورہ)۔2) سورۂ المایدہ سے سورۂ توبہ تک (کل 5 سورہ)۔3) سورۂ یونس سے سورہ النمل تک (کل 7 سورہ)۔4) سورہ بنی اسرائیل سے سورہ الفرقان تک (کل 9 سورہ)۔5) سورہ الشعراء سے سورہ یٰسین تک (کل 11 سورتیں)۔6) سورہ الصٰفٰت سے سورہ الحجرات تک (کل 13 سورہ)۔7) سورہ ق سے الناس تک (کل 65 سورتیں)۔اس طرح 114 سورہ بڑے اور چھوٹے الگ ترتیب میں سات حصوں میں بنائے تا کہ سات دنوں میں اس کا ختم ہو کیونکہ سات 7 دنوں سے کم کے ختم کی دین میں ممانعت ہے ایک تو اس سے مجمل ومفصل آیات کے معنی سمجھ میں نہیں آتے دوسرا انسان کی اپنی اصلاح جرح وتعدیل کا مقصد ختم ہو کر قرآت میں نمائش اور ریا کاری کا اندیشہ بھی ہے جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے قرآت ہی قرآت ہے اخلاص عمل ندارد۔

حروف ابجد اور عربی

لفظ یا الفاظ کہتے ہیں انسان کی منہ یا زبان سے ادا ہونے والے کلمات نطق بولی یا آواز کی قسم کو۔جیسے پہلے کہا کہ زبان عربی سمیریائی یا ارمیاک زبان سے آئی ہے تو مابعد لسان عرب کے ماہروں نے ایک ایسا قاعدہ یا علم ترتیب دیا جس سے کہ بولنے اور سمجھنے والے الفاظ کو جوڑا یا توڑا جائے۔صرف کہتے ہیں خرچ کرنے کو جو الفاظ زبان سے ادا یا خرچ ہوتے ہیں ان کو برتنے کے اصول اور جملوں کی ادائیگی اور ترتیب کو علم صرف ونحو کہتے ہیں۔ادائیگی کے کچھ لفظوں سے حروف الگ کئے یا نکالے گئے ان سے ایک تختی بنائی گئی ان سے حروف ابجد کی ترتیب ہوئی۔حرف تہجی کے جن 28 حروف کو مرکب کر کے جملے بنائے گئے وہ جو کُل آٹھ 8 ہیں۔ ابجد ، ھوز ، حطی ، کلمن ،سعفص ، قرشت ، ثخذ ، ضظغ ۔یہ ایک ذہنی مجموعہ ہے پھر ان کی قیمتیں یا عدد مقرر کئے جو اس طرح ہیں۔ ابجد=الف 1 ب 2 ج 3 د 4 ۔ھوز=ھ 5 و 6 ز 7 ۔حطی=ح 8 ط 9 ی 10 ۔کلمن= ک 20 ل 30 م 40 ن 50 ۔سعفص=س 60 ع 70 ف 80 ص 90 ۔قرشت=ق 100 ر 200 ش 300 ت 400 ۔ثخذ=ث 500 خ 600 ذ 700 ۔ضظغ=ض 800 ظ 900 غ 1000 ۔اس طرح الفاظ کی ادائیگی کے لئے آسان اور مشکل حرف کا عدد مقرر کیا اور مشکل حرف کی عددی قیمت بڑھا دی گئی اس طرح اکائی سے دہائی کیا پھر سینکڑہ آخر میں ہزار کر دیا تا کہ الفاظ کی نوعیت کے بیان اور میزان کو برقرار رکھا جا سکے۔علمائے لسان عرب کو اس کی ضرورت اسلئے پیش آئی ہو گی کیونکہ وہ سہل

اور دقیق الفاظ کو مکالموں میں برجستہ استعمال کرسکیں' جس کی مثال اسلام سے پہلے کے اور بعد کی عربی شاعری اور ادب میں دیکھنے کو ملتی ہے۔اس کا مثبت پہلو یہ ہوا کہ علمائے تفسیر وحدیث کو بعد میں اقوال واحوال کے بیان کرنے میں آسانی ہوئی ہے۔اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ دور صحابہؓ کے فوراً بعد تفسیر وتشریح کا دور شروع ہوگیا اس طرح اصول تفسیر اور علم رجال کے قواعد منضبط ہوتے چلے گئے۔ انہیں حقائق کے پیش نظر مقطعات میں حروف ہجا کے چند کلمات کے معنی صحابہؓ نے بیان کئے ہیں' جو انہیں حضور ﷺ کی صحبت فیض انوار سے حاصل ہوئے۔ورنہ یہ غیر ممکن بات تھی کہ جن کلمات ہجا کے معنی وبیان پر قرآن وحدیث خاموش ہوں اس پر وہ اپنی رائے کے اظہار کی ہمت کرتے۔اس سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ عربوں کو اپنی زبان دانی پر ناز کیوں تھا وہ دوسروں کو عجمی کیوں سمجھتے تھے۔حالانکہ نزول قرآن سے پہلے عربی ادب میں ایسی کوئی کتاب یا تخلیق نہیں ہے جسے ادبیات یا تاریخ یا سوانح یا اصول یا تہذیبی اقدار میں مثالی یا نمایاں کہا گیا ہو۔محققین کا ماننا ہے کہ عربی ادب میں سب سے پہلی اور نمایاں کتاب صرف ''قرآن'' ہی ہے اس کے بعد ہی تمام دیگر علوم پر عربوں نے دسترس حاصل کی جو کچھ ادب تھا وہ حافظہ اور روایت بیانی قصہ کوئی شعر وشاعری تک محدود تھا قرآن نے اپنے انداز بیان سے اور مقطعات کے ذریعہ ان کا بھرم توڑ دیا' اور ایک نئی جہت سے عربی کو روشناس کرایا جو زبان عربی ہوتے ہوئے بھی عربوں کے لئے ایک چیلنج بن گئی' کہ وہ قرآن کے انداز بیان سے عاجز آگئے اور اقرار کرلیا کہ یہ خدا کا کلام ہے انسانوں کا نہیں جو ایک اُمی رسولؐ کے ذریعہ بیان ہوا ہے۔حالانکہ علمائے اسلام کا ایک گروہ حروف تہجی کے عدد یا ان کے قیمت یا اوزان کو نہیں مانتا' لیکن کچھ حقیقتوں سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔طٰہٰ کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ یہ بمعنی اَیُّہَا الْبَدْرُ چودھویں شب کے چاند کے ہیں کیونکہ طا کے 9 اور ھا کے عدد 5 ہیں ان کا مجموعہ 14 ہے اس سے بدر (ہلال) کی طرف اشارہ ہے۔اور مقطعات کے مدت اور اعداد کے ہونے پر یہودیوں نے حضور ﷺ سے بھی گفتگو کی تھی۔اور اگر مقطعات کو وہ نہیں پہچانتے ہوتے تو ضروری تھا کہ وہ حضور ﷺ سے سب سے پہلے وہی اس کے متعلق اعتراض کئے ہوتے یا ناپسندیدگی کا اظہار کرتے لیکن جب مشرکین عرب کے سامنے بھی حٰمٓ فُصِّلَتْ اور ص وغیرہ حروف کی تلاوت کی گئی تو اسے انہیں برا بھلا نہیں کہا بلکہ اس کی صراحت کے ساتھ فصاحت وبلاغت کو بھی تسلیم کیا۔مشرکین عرب کو نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب میں کسی لغزش اور غلطی نکالنے کا بڑا شوق تھا اور اس کی جستجو میں رہتے' اگر مقطعات بے معنی ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ وہ اس کی نکتہ چینی سے بچ جاتے۔اور مشرکین قرآن کو سنتے وقت لغویت کیا کرتے تھے' اللہ تعالی نے اس میں ایسی نادر اور بدیع نظم میں قرآن نازل کیا کہ وہ سن کر حیرت میں آگئے اور وہی تعجب انہیں قرآن سننے پر آمادہ کرتی تھی۔

اسماءُالحسنٰی 99 ہیں مقطعات 14 ان میں استعمال ہونے والے حروف تہجی 14 جو کل حروف ابجد 28 کے آدھے ہیں جو حروف تہجی مقطعات میں استعمال ہوئے ہیں: الف ۔ل ۔م ۔ر ۔ک ۔ھ ۔ی ۔ع ۔ص ۔ط ۔س ۔ق ۔ن ۔ح ۔ انہیں میں اللہ تعالی کے نام جنہیں اسماءالحسنٰی کہا گیا زیادہ آئے ہیں ۔مثلاً میم سے 27 ۔ح سے 9 ۔ر سے 8 ۔یعنی 44 باقی دوسرے

حروف سے 55 ' ب سے 8 ۔ ع ,ق ,واو سے 6 ۔سین ,جیم ,خ غین سے 3 تین ۔نون اورشین سے 2 دو۔لام ,ھ ,ص ,ت ,ذ ,ض ,ظ ,ف ,ک ,ر سے 1 ایک ایک اسم آیا ہےاورالیف سے 4 اسم آئے ہیں ۔اوران میں' ی ۔ ط ۔ ث ۔ د ۔ ذ سے کوئی بھی اللہ کا اسم نہیں آیا۔ بتانے کا مطلب یہ کہ حروف نورانی جنہیں کہتے ہیں ان میں زیادہ اسماء آئے ہیں حروف ظلماتی میں کم ۔یہ ایسے نکات ہیں جس سے اسماء الحسنٰی کے ساتھ مقطعات کو بھی مخصوص بناتی ہے ۔اس کے علاوہ 99 اسماء الحسنیٰ میں ایک اسم اعظم کو شامل سمجھ لیا جائے + تو 100 مان لیں اور 14 مقطعات کو جمع کریں تو یہ گنتی کی تعداد قرآن مجید کے سورتوں کی 114 بنتی ہے ۔

قرآن میں 14 مقطعات کو کل 30 مرتبہ 29 سورتوں میں دہرایا گیا ہے ہمیں انہیں بار بار دہرانے کی ضرورت یوں ہوتی ہے کہ انہیں کئی مختلف زاوئے سے کچھ باتوں کو بتانا پڑتا ہے۔ان میں الف 13 لام 12 میم 16 صاد 3 رے 6 کاف 1 ھ 2 عین 2 سین 3 طے 4 ی 1 ح 7 قاف 2 نون 1 مرتبہ آیا ہے جو کل 72 ہیں 13 حروف ابجد ان مقطعات میں الف ' ح ' د ,ر ,س ,ص ,ط ,ع ,ک ,ل ,م ,و ,حروف استعمال ہیں جو بغیر نقطہ کے ہیں ان کو حرف صوامت کہا جاتا ہے' صوامت کے معنی خاموش رہنا ,چپکے رہنا' یہ 13 ہیں ۔اور نقطہ والے حروف جنہیں منقوط کہا جاتا ہے وہ 15 ہیں ۔مقطعات سورہ بقرہ الٓمّٓ سے شروع ہوکر سورۂ القلم نٓ پرختم ہوتے ہیں' لیکن تقریباً %90 فیصد قرآن کا احاطہ کئے ہوے ہیں ۔کیونکہ سورۂ القلم کے بعد کی جو سورتیں ہیں وہ چھوٹی چھوٹی سورتیں ہیں جو اس سے پہلے سورۃ ہیں وہ طویل سورتیں ہیں ۔سورہ نون قلم سے پہلے دیگر 40 سورۃ جن میں مقطعہ نہیں ہے درمیان میں ہیں اگر ان کو سورہ نون جو 68 ویں سورہ کے بعد کی 46 سورتوں سے جوڑا گیا جو بغیر مقطعہ کے ہیں تو یہ گنتی 86 کی بنتی ہے جو قرآن کی مکی سورتوں کی تعداد بھی ہے کیا یہ حیران کن حقیقت نہیں ہے ۔اور مقطعہ والی سورتیں 29 ہیں دلچسپ بات یہ ہے کہ جس پارہ میں آخری مقطعہ ' ن' نون والقلم آیا ہے اُس کا پارہ نمبر بھی 29 واں تبٰرک الذی ہے ۔یعنی 14 مقطعات 29 سورتوں میں دہرائے گئے 30 مرتبہ' مگر اس کا اختتام بعد میں غیر محسوس طریقہ پر 30 جز یا سیپاروں میں منقسم ہیں اور حیران کن پہلو یہ کہ آخری مقطعہ 29 ویں جز یا سیپارے میں ہے ۔لوح محفوظ والی اس کتاب کا زندہ معجزہ ہے اس جز کے بعد صرف ایک یعنی 30 واں پارہ عمّ رہ جاتا ہے جس میں 36 سورہ ہیں' سورۂ القلم کے بعد 46 سورہ ہیں ۔یعنی 36 اور 46 میں فرق 10 کا ہے یعنی %90 قرآن مقطعہ حروف کے ساتھ ۔اس طرح 68 ویں سورہ نون میں سے ان 40 سورتوں کو وضع کردیں جو اس سے پہلے بغیر مقطعہ کے ہیں تو ہوئے 28 جو کہ مدنی آیات کی تعداد ہے ۔قرآن میں ریاضی کی ایسی ترتیب ورطہ حیرت میں ڈالدیتی ہے ۔30 ویں جز عم یتساءلون کے تعلق سے لغات القرآن میں قاضی شوکانی کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ ' عمّ '' اصل میں ' عَنْ مَا ' ہے جس کا معنی '' کس چیز سے' اس نون کو میم میں ادغام کردیا گیا ' کیونکہ نون اور میم دونوں غنّہ میں شریک ہیں' اور مَا کا الف اس غرض سے حذف کیا گیا ہے تاکہ مَا استفہامیہ اور ما خبریہ میں تمیز باقی رہے ۔جس طرح سے فِیْمَ اور مِمَّ وغیرہ میں ہوا ہے (لغات القران ۔محمد عبدالرشید نعمانی) جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی یا رسالت پر سرفراز کیا گیا تو آپ نے انہیں قیامت کے عذاب سے ڈرایا' اہل عرب سوال

کرنے لگے کہ عمّ یاعَنْ مَا یہ کس چیز کے متعلق ہے یہ(ﷺ) کس چیز متعلق ہمیں ڈراتے ہیں؛ تو اللہ تعالی نے ان سے کہا کہ عمّ یَتَسَآءَ لُوْنَ یہ لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں ۔ اور پورا جز قیامت کے حولناک اخباروں سے لبریز ہے ۔

مقطعات قرآن نوائے ایمان کی علامت ہیں مطلب ایک ایسی صدایا نعرہ جو خالق کلائنات کی برتری و بزرگی کا اعلان جیسا ہے ۔جب ہم کسی خوبصورت یا خوش آیند بات دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں **سبحان اللہ** کوئی قابل قدر یا تعریف کے قابل بات دیکھتے ہیں تو **الحمد لله** کہتے ہیں کوئی قابل رشک یا خوبصورت شے کو دیکھتے ہیں تو **ماشااللہ** کہتے ہیں یا بدی و برائی دیکھتے ہیں تو **استغفر اللہ** کہتے ہیں یہ سب کچھ بوجہ حیرانی وخوشی اور حمد وثناء کے اظہار کے کلمات ہیں ۔جبکہ مقطعات کا معاملہ حیرانی بوجہ عظمت تقدس واحترام قدرت وجلال خالق کاینات ہیں جو اللہ تعالی نے اُن سورتوں کی ابتداء میں بتائے ہیں جن میں مقطعات ہیں اور اس کا حقیقی پہلو یہ ہے کہ مقطعات سے شروع ہونے والی تمام سورتوں میں ابتداء میں کہا جاتا ہے کہ ''یہ کتاب مبین ہے' یہ کتاب عظمت والی ہے' یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل ہے''ایسا خطاب 29 میں سے 25 سورتوں کے پہلے ہے ۔اور ان تمام سورتوں میں اللہ تعالی کی عظمت اور برتری کا بیان زیادہ ہے بہ نسبت قرآن کی دوسری سورتوں کے ۔ جب بندہ ایمان کی کسی کیفیت کو پالیتا ہے تو بے اختیار ایک نعرہ بلند کرتا ہے الٓمّ (اے اللہ تو ہی عالموں کا رب ہے)جب بندہ اللہ تعالی کی فضیلت کا اقرار کرتا ہے تو کہتا ہے الٓمّصٓ (اے اللہ تو ہی افضل ہے)جب بندہ کو احساس ہوگا کہ اللہ تعالی دیکھ رہا ہے تو اس کا نعرہ ہوگا الٓرٰ (اے اللہ تو مجھے دیکھ رہا)جب بندہ اللہ تعالی کی کبریائی ھدایت یقین عظمت اور بے نیازی یا صمدیت کا اقرار کریگا تو نعرہ ہوگا کٓھٰیٰعٓصٓ جب بندہ بلندی سے تحت الثریٰ میں اللہ کی قدرت دیکھے گا تو کہے گا طٰہٰ جب بندہ مشرق سے مغرب تک اللہ کی عظمت کا مشاہدہ کریگا تو کہے گا طٰسٓمّ جب بندہ شمال سے جنوب تک اللہ تعالی کی وسعت کا یقین کرلے گا تو نعرہ ہوگا طٰسٓ جب بندہ اللہ کے رسول ﷺ کی بزرگی اور مقام کا اقرار کریگا تو کہے گا یٰسٓ جب بندہ اللہ تعالی کو بے نیاز سمجھنے لگے گا تو نعرہ ہوگا صٓ اور جب اللہ تعالی کو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہمیشہ قائم رہنے والا یقین کریگا تو نعرہ ہوگا حٰمٓ جب اللہ تعالی کو عظمت کے ساتھ ہمیشہ سلامت اور قایم رہنے والا سمجھے گا تو نعرہ ہوگا عٓسٓقٓ اور جب لوح وقلم کا اقرار کریگا تو کہے گا نٓ اور جب قرآن مجید کے عجایب وغرایب اور اللہ کا کلام ہونے کا اقرار کریگا تو کہے گا قٓ جب ان تمام کیفیات پر اس کی آنکھوں سے پردہ اٹھ جائے گا یا حجابات اُٹھادئے جائیں گے تو کہہ اُٹھے میں نے تجھے سر کی اور دل کی آنکھوں سے دیکھا تبھی میرا یقین پختہ ہوگیا الٓمّرٰ ۔یہ ایک ایمانی واعتقادی احساس ہے جیسے جیسے ایمان مستحکم ہوگا حجابات اُٹھتے چلے جائیں گے اور قرآن کی تلاوت انسان کے لئے ایک وجدانی کیفیت طاری کردیگی اور مقطعات نعرہ بن کر گونجنے لگیں گے ۔

مقطعات قرآنی ندائے حق ہیں

مقطعات کے ذریعہ قرآن میں خالق ومعبود ہونے کے 17 حوال کی حقیقت کو یوں سمجھایا گیا ہے ۔1)ذات خداوندی رب یا خالق کائنات: الٓمّ ' الٓمّصٓ ' الٓرٰ ' الٓمّرٰ 'حٰمٓ ۔2)صفات خداوندی یا اس کا خلق عظیم: کٓھٰیٰعٓصٓ ' صٓ

۔3) کیفیت وحالت:طٰہٰ ' طٰسٓمٓ ' طٰسٓ : اس کی عظمت عرش سے تحت الثریٰ تک وسعت مشرق سے مغرب تک اور طوالت شمال سے جنوب تک ۔4)یٰسٓ : پیغام ۔5) مقام:عٓسٓقٓ ' عرش اعظم ۔6)احکام: نٓ 'لوح وقلم ۔7) فرمان: قٓ 'قرآن و شریعت'لائحہ عمل یا ضابطہ اخلاق ۔ان میں طٰہٰ اور یٰسٓ' اسم محمدؐ سے منسوب ہیں کیوں نہ ہو اللہ تعالی نے ایمان کی بنیاد ہی لا الہ الاللہ محمد الرسو ل اللہ پر رکھی ہے۔

کیا مقطعات اور سورۃ الاخلاص کے درمیان کوئی تطبیق ہے؟ پہلے سورۂ اخلاص میں دیکھ لیتے ہیں کہ اس میں 14 لفظ یا کلمہ ہیں ۔قُلْ 1 هُوَ 2 اللّٰهُ 3 اَحَدٌ 4 اَللّٰهُ 5 الصَّمَدُ 6 لَمْ يَلِدْ 7 وَ 8 لَمْ يُوْلَدْ 9 وَ 10 لَمْ 11 يَكُنْ لَهٗ 12 كُفُوًا 13 اَحَدٌ 14 ۔یہاں''واؤ'' کو دوا لگ عدد کے لیا ہے کیونکہ''واؤ''عطف ہے دو چیزوں کو ایک کرنے کے لئے آتا ہے۔اور 7 اور 8 میں ہم نے لَمْ يَلِد لَمْ يُوْلَد لیا ہے مگر لَمْ 11 کو يَكُنْ لَهٗ 12 سے جدا گنا ہے وہ اس لئے کہ لَمْ حرف جازم ہے فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اگر آخر میں حرف علت (الف'واؤ ی)ہوتو ساقط کر دیتا ہے ۔نہ ہوتو سکون دیتا ہے ہم نے دونوں حالتوں میں دیکھا ہے۔جیسے لَنْ يَكُنْ جو فعل مضارع کو منفی معنی میں کر دیتا تو اس میں تاکید پیدا کرتا ہے یہ واحد مذکر غایب مجزوم فعل ناقص جیسے ہوگا'ہوں'نہیں ہے وغیرہ۔اب آخر میں اَحَدٌ 4 اور 14 میں فرق دکھائی دیتا ہے مگر اس کی نحوی ترکیب دیکھیں احدٌ 4 ایک کا معنی دے رہا ہے 14 کوئی کا معنی۔کوئی اردو میں ایک آدھ اِکَّادُکَّا' ذرا'یا ایک کے معنی میں آتا ہے اسی لے احد کو یہاں کوئی کر دیا گیا اس طرح گنتی کرنے پر سورۃ اخلاص میں 14 حرف ہونگے جس کا ترجمہ اس طرح ہوگا۔کہہ یجیے وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔اس طرح سورہ اخلاص میں 14 حرف یا کلمہ ہوئے جو کہ حروف مقطعات کے برابر ہیں۔حضرسعد بن وقاصؓ سے اور حضرت ابن عباسؓ روایت ہے کہ جس نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی گویا اس نے تہائی 4/1 یعنی پاؤ قرآن پڑھا۔اب ان احادیث کے تناظر میں مقطعات سے شروع ہونے والے آیات کی گنتی کرتے ہیں تو 29 سورتوں کی کل آیات 2733 ہوتی ہے اگر کل قرآن کی 6666 یا جو کچھ بھی مختلف اعداد عالموں نے بتائی ہیں ان کا انداز اًفیصد نکالیں تو %40 فیصد ہو جاتا ہے۔مگر ہم نے ایک ایک مقطعہ والی سورۃ یعنی صرف 14 کی ابتدائی سورہ کی آیات کی گنتی نکالی تو بنے 1518 جو 22.77 فیصد ہوئے یعنی لگ بھگ پچیس فیصد یا ایک تہائی یا پاؤ 4/1 قرآن کا فیصد ہی بنتا ہے ۔کہنے کا مطلب یہ کہ سورہ اخلاص اور مقطعات میں ایک تعلق اور تطبیق ہے جو اللہ تعالی کی برتری بزرگی قدرت عظمت ربوبیت اور اُس کے خالق عالم ہونے کی دلیل اور گواہ ہے۔ہم نے جن سورتوں کی گنتی لی وہ ہیں سورۃ بقرہ' عمران ' اعراف 'یونس' الرعد 'مریم 'طٰہٰ ' شعراء ' نمل 'یسین 'ص ' شوری ' ق اور ن ۔سورہ اخلاص کا نزول 22۔2+2 =4 ۔ قرآن میں اس کی ترتیب 112 ۔ 2+1+1= 4 ۔

قرآن میں 14 کے عدد کی ایک خاص خصوصیت

قرآن مجید کی 114 سورتیں ہیں۔ان میں 14 سجدے آئے ہیں۔مکی سورتیں 86 ہیں۔اگر اس 86 کو جمع کیا جائے 6+8= اس کا حاصل 14 ہے یہ مکی سورتوں کی جمع اور 14 سجدے برابر ہو گئے۔مدنی سورتیں 28 اور 28 کو دو سے تقسیم کیا 2÷28= 14 ہوئے اس طرح 14 مقطعات اور 14 سجدے مکی سورتوں کے چھاسی کی جمع 14 برابر ہوئے۔اور سورۃ قلم جس میں نٓ آیا ہے 68ویں سورہ ہے اس کے عدد جمع 14۔اور ان اعداد کی ایک دوسری حقیقت یوں بھی ہے۔86 مکی آیات + 14 مقطعات + 14 سجدے= کل قرآن کے 114 سورۃ۔دوسرا پہلو مکی سورہ 86 مدنی 28= 114۔قرآن میں پہلا اسم ''اللہ'' سورہ العلق جو پہلی نازل سورہ تھی اس کی آیت نمبر 14 میں آیا ہے۔سورہ الملک کا نزول 77 اس کی جمع 14 یہ سورۃ 29 جز میں ہی آیا ہے ۔تیسرا نزول سورہ مزمل میں پہلے اسماء صفات غفور اور رحیم آئے ہیں اور یہ جز یا سپارہ 29 میں ہے اس سپارہ کے 14 رکوع میں یہ دو اسم ہیں۔حروف ابجد میں ۲۸ حروف ہیں ان کے 14 حرف مقطعات میں ہیں۔14 مقطعات 29 سورتوں میں۔اور 14 مقطعات میں 12 مکی اور 2 مدنی ہیں'اسی طرح 14 سجدے ان میں 12 مکی 2 مدنی' حالانکہ مقطعات 29 سورتوں میں دہرائے گئے ہیں ان میں 26 مکی اور 3 مدنی ہیں۔اصل عدد 14 اور 2 کا ہے۔اور سورہ حشر اس کی ایک کرشمائی ترتیب دیکھیں کہ جس میں اسم اعظم ہونے کی روایتیں ہیں۔اس میں 14 اسماء الحسنٰی ہیں ان کو حروف تہجی کے اعداد کے ساتھ ایک خاص نسبت ہے: الرحمٰن 248= 14= 5' الرحیم 258=16=7' الملک 212=5' القدوس 170=8' السلام 131=5' المومن 136=10= 1' المہیمن 145=10=1' العزیز 94=13=4' الجبار 206 =8 المتکبر 662=14=5' الخالق 731=10=1' الباری 213=6' المصور 336=12=3 الحکیم 78=15=6۔اب اس کی ایک خاص ترتیب یہ ہے۔سورہ حشر کی آخری تین آیات میں 14 اسماء الحسنٰی یہ سورۃ قرآن میں 59ویں ہے 9+5=14 اور اسم المتکبر کے کل عدد 662=14 'المتکبر کے معنی بڑی عظمت والا۔7 زمین 7 آسمان=14۔14 صدی ہجری میں یا اس کے بعد قیامت کا برپا ہونا۔حتٰی کہ انسان کی ہاتھ کی انگلیوں میں 14 جوڑ ہیں جنہیں پور Phalanx bones کہا جاتا ہے دونوں ہاتھوں میں 28 پور ہیں۔کسی بھی زاویہ سے دیکھیں حساب برابر۔کیا یہ معجزہ نہیں ہے؟۔جس طرح ہم نے Sequences'Even Odd Numbers میں ایک تسلسل اور ترتیب کو دیکھا یہاں پر ایک عام عدد یا Comman factor number دیکھیں جو کہیں 14 کہیں 7 اور کہیں 4 ہے کہیں 9 ہے اور کہیں Palandrome میں دیکھتے ہیں۔قرآن مجید کی 114 سورتیں' بسم اللہ 114 'اسماء الحسنٰی 99+ اسم اعظم 1+ مقطع 14=114۔

مقطعات	14
سجدے	14

مکی سورۃ 86 --	14 =8+6
مدنی سوۃ 28 --	14 2÷28
سورۂ قلم قرآن میں 68 ویں سورہ جس میں آخری مقطعہ ہے	14 =6+8
قرآن میں اسم ''اللہ'' سورۂ علق میں پہلی نازل ہوا اس آیت کا نمبر	14
سورۂ الملک 29 جز میں آیا جس میں آخری مقطعہ ن ہے اس کا نزول	14= 77
پہلے نازل اسمائے صفات 'غفور رحیم' تیسری سورہ المزمل 29 کا رکوع	14
14 مقطعات میں جو حروف ابجد استعمال ہوئے ان کی تعداد	14
مقطعات میں 11 مکی سورہ اور 3 مدنی سورہ	14 =
سجدوں میں 12 مکی سورہ اور 2 مدنی سورہ	14 =
سورۂ حشر 59	14 = 5+9
سورۂ حشر میں جو اسمائے صفات آخر آیات 23 '21 میں آئے ہیں	14
سورۂ حشر میں ایک اسم صفت 'متکبر' کے عدد 662 ہیں	14 =6+6+2
زمین 7 آسمان 7	14 =
قیامت کے دور کا آغاز جس صدی ہجری کے بعد	14
اذان کے کلمات	14
مقطعات والی سورتوں میں کل 2750 آیات ہیں جن کی جمع	14
حالانکہ سورج ہر دن طلوع ہوتا ہے مگر چاند کے عروج کے دن	14
سورہ ابراہیمؑ نزول میں 72 (اللہ کے خلیل کا سورۃ) مگر مقام ترتیب قرآن میں	14
سورۂ محمد نزول 47 (اللہ کے حبیب کا سورۃ) مگر مقام ترتیب سورہ 95 '9+5	14 =
انسان کی انگلیوں کے پور	14
اللہ تعالی نے انسان کو قرآن میں غور و تدبر کرنے کا حکم 14 بار دیا ہے	14
حروف تہجی میں ''صاد'' (ص) جس مقام پر آتا ہے وہ ہے	14
حروف قمری کے بجائے حروف عربی میں 'ص' کا عدد 590 ہے جس کی جمع	14
سورۂ 'ص' نزول میں 38 اور ترتیب میں 38 ہے مگر اس میں 5 رکو	

ہیں جس کا مخفف	14
سورہ المطففین مکہ میں نازل ہونے والی آخری سورۃ 86 ہے 6+8=	14
حضور ﷺ کو مدینہ منورہ میں 28 سورہ کا نزول ہوا جس کا آدھا	14
مہدیٔ موعودؑ نے 6 سورہ مکی اور 8 سورہ مدنی پیش کی	14
مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں جو 18 آیات پیش کیں آخری سورہ	
بینہ ہے جس کا نزول 100 ہے اس کے بعد قرآن کی باقی 14 ہی سورۃ ہیں	14
سورۃ بینہ یعنی روشن دلیل کے بیان کو اس 100 پر بیان کر کے اس کے بعد 14 ہی	
سورہ کے بعد اختتام کرنا کیا اتفاق ہے؟ یا اس کے بعد چودہویں صدی یا اختتام کا اشارہ	
حروف ابجد کے اعداد کے حساب سے ''مہدی'' میم 40+ ھ 5+ دال 4+ ی 10=	14
---ایضاً --- ''تابع'' ت 400+الف کا 1+ با 2+ عین کے 70 =473=	14
ہے؟ اور بیان کیا 100 پر اور ترتیب میں رکھا 98 پر۔	
سورۂ اخلاص کے حروف یا کلمہ کی تعداد	14
مہدی کے حروف کے اعداد کی جمع ہے	14
قرآن میں جو رسولؐ کا ''تابع'' کہا گیا اسکے حروف کی جمع	14
الرحمٰن ۔الف 1 لام 30 رے 200 ح 8 میم 40 نون 50= 329=	14

اور ایک Sequence دیکھیں سورہ الفلق 20 واں نازل ہوا سورۂ الناس 21 اور سورۃ الاخلاص 22 واں مگر ان کی ترتیب اور Even Number Placement دیکھیں ۔سورۂ اخلاص 22 واں نزول =4۔قرآن کی ترتیب میں مقام 112 =4 اور اس میں 4 ہی آیات ہیں۔سورہ فلق اس میں 5 آیات ہیں اور قرآن میں ترتیب 113 =5 پر رکھا۔سورۂ الناس میں 6 آیات ہیں اور قرآن کی ترتیب میں 114 = 6 ان تین سورتوں کو آیات کی ترتیب کے مطابق قرآن میں رکھنے کے علاوہ ایک خصوصیت یہ ہے کہ سورہ الفلق کا نزول 22 الناس 21 اور اخلاص 22 ہے اور انہیں 112,113,114 رکھا گیا یہ تینوں مکی سورہ ہیں مگر! سورہ اخلاص کو 114 پر نہ رکھ کر 112 میں رکھنے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ جس سورہ فاتحہ کی ابتداء اللہ کی حمد وثناء سے شروع ہوتی ہے اس کا اختتام اللہ کے بے نیاز ہونے واحد و یکتا پر نہ ہو کر انسانوں کا کائنات کے مالک اور معبود سے پناہ مانگنے وسوسہ ڈالنے والے شر پیدا کرنے والے جنوں اور انسانوں سے پناہ کی دعا پر ختم ہے یعنی جو اللہ خالق و معبود ہے وہی پناہ دے سکتا ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں ۔جس طرح سورۂ الفلق الناس اور اخلاص میں ایک ربط ہے ایسا ہی کچھ سورۂ بینہ جس کی قرآن میں ترتیب 98 اور سورۂ

التحریم 66 میں ہے سورۂ البینہ کا نزول 100 سورہ کے طور پر ہوا ہے اور التحریم کا 107 کے طور پر، مگر مقام ترتیب بینہ 98= 17=8 اس میں 8 ہی آیات ہیں اور التحریم 66= 12 اس میں 12 ہی آیات ہیں ان میں ربط کیسا؟ وہ ایسا کہ بینہ میں ایک روشن دلیل کی بات ہے جو اللہ کے رسول کے پاک صحیفے پڑھ کر سنائے اور سورہ التحریم میں اللہ کے رسولؐ سے باضابطہ خطاب ہے: اے نبی (مکرم!) آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جسے اللہ نے آپؐ کے لئے حلال کر دیا ہے۔ حالانکہ التحریم میں معاملے کی نوعیت سماجی ہے جو حضورﷺ کے ازدواج سے متعلق ہے اور سورۂ البینہ میں معاملہ اُمت میں ایک روشن دلیل کا ہے۔ اور سورۂ الشوریٰ میں حرف ''ق'' 57 ہیں اور سورۂ ''ق'' میں بھی 57 ''ق'' ہیں ان دونوں کی جمع 114 ہے۔ اس 14 کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے غور کریں کہ مکہ مکرمہ میں سورتوں کا نزول 86 پر رک کر مدینہ میں 87 سے ہی کیوں شروع ہوا ہے جس کی جمع 14 ہے۔

مقطعات 14 ہیں انہیں 29 سورتوں میں دہرایا گیا ہے یہ ہم نے معلوم کر لیا اور اگر **حم عسق** میں سے **عسق** کو الگ کر کے دو 2 شمار کریں تو ہو گئے 30 جو قرآن کے پاروں کی تعداد ہے جو خلیفہ عثمانؓ کے دور میں یا بعد کبھی بنائی گئی تاکہ رمضان میں 30 یا 29 تراویح میں قرآن ختم کیا جا سکے۔ مگر ان مقطعہ 14 کی ایک اور اہمیت معلوم ہوتی ہے وہ قرآن کو محفوظ اور منضبط کر دینا۔ یہاں اس جدول میں دیکھیں ان 14 مقطعات کو کس طرح 29 سورتوں میں نزول اور ترتیب کے وقت رکھا گیا ہے۔

مقطعات نزول کے وقت

مقطعات	سورہ		نمبر	
1۔ ن	سورہ قلم	نزول	2۔	A
2۔ ق	” ق	”	34۔	
3۔ ص	” ص	”	38۔	
4۔ الٓمّٓصٓ	” الاعراف	”	39۔	
5۔ یٰسٓ	” یٰسین	”	41۔	
6۔ کٓھٰیٰعٓصٓ	” مریم	”	44۔	
7۔ طٰهٰ	” طٰهٰ	”	45۔	
8۔ طٰسٓمّٓ	” الشعراء	”	47۔	
9۔ طٰسٓ	” النمل	”	48۔	
10۔ طٰسٓمّٓ	” قصص	”	49۔	
11۔ الٓرٰ	” یونس	”	51۔	
12۔ الٓرٰ	” هود	”	52۔	

مقطعات ترتیب کے وقت

مقطعات	سورہ	نمبر	
1۔ الٓمّٓ	سورہ بقرہ	2۔	B
2۔ الٓمّٓ	” آل عمران	3۔	
3۔ الٓمّٓصٓ	” الاعراف	7۔	
4۔ الٓرٰ	” یونس	10۔	
5۔ الٓرٰ	” هود	11۔	
6۔ الٓرٰ	” یوسف	12۔	
7۔ الٓمّٓرٰ	” الرعد	13۔	
8۔ الٓرٰ	” ابرٰهیم	14۔	
9۔ الٓرٰ	” الحجر	15۔	
10۔ کٓھٰیٰعٓصٓ	” مریم	19۔	
11۔ طٰهٰ	” طٰهٰ	20۔	
12۔ طٰسٓمّٓ	” شعراء	26۔	

13۔ الٓرٰ	" یوسف "	53۔	13۔ طٰسٓ	" النمل	27۔
14۔ الٓرٰ	" الحجر "	54۔	14۔ طٰسٓمٓ	" قصص	28۔
15۔ الٓمٓ	" لقمان "	55۔	15۔ الٓمٓ	" عنکبوت	29۔

قرآن کریم میں نزول وترتیب میں 14 مقطعات کو 29 سورتوں میں جس طرح رکھا گیا ہے یہ اس کا آدھا یعنی 15 مقطعہ ہیں اب ذرا باقی کے سورتوں میں باقی کے مقطعہ کی پیش کش کی ایک حیران کن ترتیب کو دیکھیں۔

16۔ حٰمٓ	" المؤمن	60۔	C	16۔ الٓمٓ	" الروم	30۔	D
17۔ حٰمٓ	" حم سجدہ	61۔		17۔ الٓمٓ	" لقمان	31۔	
18۔ حٰمٓ عسق	" الشوریٰ	62۔		18۔ الٓمٓ	" سجدہ	32۔	
19۔ حٰمٓ	" زخرف	63۔		19۔ یٰسین	" یٰسین	36۔	☆
20۔ حٰمٓ	" دخان	64۔		20۔ صٓ	" ص	38۔	☆
21۔ حٰمٓ	" جاثیہ	65۔		21۔ حٰمٓ	"المؤمن	40۔	
22۔ حٰمٓ	" احقاف	66۔		22۔ حٰمٓ	" حم سجدہ	41۔	

☆ 23۔ الٓرٰ	" ابراھیم	72۔	E	23۔ حٰمٓ عٓسٓقٓ	" شوریٰ	42۔	F
24۔ الٓمٓ	" سجدہ	75۔		24۔ حٰمٓ	" زخرف	43۔	
25۔ الٓمٓ	" الروم	84۔		25۔ حٰمٓ	" دخان	44۔	
26۔ الٓمٓ	" عنکبوت	85۔		26۔ حٰمٓ	" جاثیہ	45۔	
27۔ الٓمٓ	" بقرہ	87۔		27۔ حٰمٓ	" احقاف	46۔	
28۔ الٓمٓ	" آل عمران	89۔		28۔ ق	" ق	50۔	
☆ 29۔ الٓمٓرٰ	" الرعد	96۔		29۔ ن	" قلم	68۔	

یہاں ہم نے بات کو سمجھانے کے لئے **A-B-C-D-E-F** کو موٹے حروف میں ہر تجزیے کے بعد لکھا ہے ذرا اس پر غور کرلیں ۔دراصل پہلے کے **A-B** کے جو دو جدول ہیں ان میں 15 اور 15 مقطعہ ملے جلے ہیں جن میں الم المص الر المر کھیعص طه طسم طس ہیں ۔لیکن بعد کے دو جدول **CDEF** میں غور کریں ان میں ایک جیسا پیٹرن ہے معنی **C**

میں 7 سات حٰمٓ آئے ہیں وہیں پر D میں الٓمٓ حٰمٓ کے درمیان یٰسٓ صٓ آئے ہیں۔ اسی طرح E میں آگے پیچھے الٓرٰ المٓرٰ آئے ہیں۔ اور دوسری طرف F میں آخر میں قٓ نٓ آئے ہیں۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ یہ قرآن کو محفوظ کرنے کا انٹرلاکنگ سسٹم ہے۔ کہ اگر کوئی تھوڑی بھی غلطی جان کر یا انجانے میں کرے تو پتہ چل جائے کہ غلطی کی گئی ہے۔ ہم دوبارہ اسے یوں سمجھتے ہیں۔ جس طرح پہلے کے AB جدول میں 15 اور 15 مقطعہ ہیں اس کے بعد CDEF میں 7 اور 7 مقطعہ ہیں اور ان میں ایک تسلسل ہے کہ قرآن میں کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ ہو سکے۔ کوئی مقطعہ کم یا زیادہ کر کے۔ اب دوسرے دونوں جدول میں کل 7+7 مقطعہ ہیں۔ اب ان میں تین ایسے مقطعہ المٓصٓ + حٰمٓ عٓسٓقٓ + کٓھٰیٰعٓصٓ = ان تینوں کے حروف الگ کریں 14 ہونگیں ا+ل+م+ص+ح+م+ع+س+ق+ ک+ھ+ی+ع+ص= 14 ہوئے۔

جیسا اس سے پہلے کہا کہ قرآن مجید میں اس 14 کا بڑا اہم کردار ہے جس کی بنیاد یہ مقطعات ہیں۔

دور صحابہؓ اور تابعین میں یہ علامتیں اور علم ریاضی حساب کتاب نہیں تھا بعد میں قرآن کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا گیا، جس سے اس کا جتن بھی ہوا ہے۔ جس زمانے یا دور میں علم ناپید تھا، سارے جزیرہ عرب میں گنتی کے چند لوگ لکھنا پڑھنا جانتے ہوں کاغذ ارزاں ہوا ور قرآن ہڈیوں اونٹ کی کھال پر لکھا جارہا ہو جو کچھ وحی آتی تھی وہ حفظ کر کے محفوظ کیا جارہا ہو پیغمبر ﷺ کا اُمی ہونا مشہور رہو اس دور میں علم ریاضی کا ایسا نایاب اور اچھوتا بیان ایسی مہین باریکیوں کو معجزہ نہیں کہیں گے تو پھر کسے کہیں گے؟ قرآن منجمد یا مستقل کلام اور بیان نہیں ہے، یہ ایک متحرک کتاب اور بیان ہے، لحہ وقت گھڑی دن مہینہ سال صدیاں سب پر اس کا بیان اور احکام محیط ہیں، اس کے اشارے پیشن گوئیاں زمانہ کے حالات بیانی کی حقیقتیں واضح ہوتی رہی ہیں قیامت تک وضاحت ہوتی رہے گی۔ جب انسانوں کا علم حالات اور زمانے کے ساتھ مختلف و متحرک ہو جاتا ہے تو یہ اللہ کا کلام ہے اسے کس طرح جامد و ساکت سمجھا جائے گا۔ نصف صدی پہلے ڈاکٹر بننے کے لئے متعدد علوم اور عمل کو کرنا اور پڑھنا پڑتا تھا۔ نئے زمانے کے تقاضوں کے مطابق اب فیزیالوجی، سرجری، پیتھالوجی، نیورالوجی، ڈرمیٹالوجی، کارڈیالوجی جیسے علوم خصوصیت سے الگ الگ پڑھائے جاتے ہیں جنہیں اسپشلایزیشن کہتے ہیں اور اب تو ان میں بھی کئی شاخیں بنا دی گئی ہیں۔ زمانے کی اس ترقی میں علوم قرآن کو بنیادی اصول و ضوابط اور عقاید سے چھیڑ چھاڑ کے بغیر کیوں منجمد ساکت و جامد بنایا جائے۔ یہ بات مشہور ہے کہ "صفر" zero ہندی ویدوں کی ایجاد ہے، دنیا کی قدیم اور معتمدن معلم قومیں مصری، یونانی صفر سے ناواقف تھے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ ان ویدک شاستریوں کی کسی کتاب یا منظومات یا ویدوں کے بیان میں صفر کے تعلق سے وہ باریکیاں نہیں پائی جاتیں۔ مگر قرآن میں اس صفر کو غیر معلوم اور محسوس طریقہ سے استعمال کیا ہے، ورنہ کیا بات ہے کہ قرآن کے کئی سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں ان کی آیات کو مکی سورہ میں رکھا گیا، اسی طرح کئی آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں انہیں مدنی سورتوں میں رکھا گیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کی ترتیب دکھائی کہ اس آیت کو فلاں سورۃ کی فلاں آیت کے پہلے یا بعد رکھو۔ اسی طرح قرآن میں مدنی سورہ پہلے درمیان اور آگے پیچھے ہیں، مکی سورۃ درمیان میں

اورآخر میں زیادہ ہیں ۔کیا یہ سب بغیر حساب کتاب کےعلم اورصفر کےاستعمال کےممکن ہے ۔دراصل عربوں نےصفر کوبطور نقطہ استعمال کیااور 9 کےبعد 10 '11 اسطرح تعداد آگے بڑھائی ۔یہ طریقہ سورتوں کی گنتی آیات کی گنتی اوران کی ترتیب وتنصیب ودیگر علوم میں استعمال کیا ۔یہی وجہ ہے محدثین کہتے ہیں کہ ہمیں اتنے اتنے احادیث ازبر تھیں ایسا تعداداعداد گنتی اورصفر کے بغیر ممکن نہ تھا ۔یہی وجہ ہے ہندیوں سے 'صفر'' کودنیا میں متعارف کرانے میں عربوں کا حصہ ہے 'ہندیوں کا علم نجوم یا دوسرے علوم قیاسی ہیں 'ان کا کوئی علمی یا ریاضی کا نظریہ یا ثبوت نہیں ہے ۔جبکہ مسلمانوں نے علم نجوم' حکمت' پیمایش' کیمیائی تحقیقات علم ریاضی سے صفر کوثابت کیا ہے' کیونکہ وہ اس کے استعمال اورضرورت کوقرآن میں سیکھ چکے تھے'صرف اس کی شناخت اورشکل سے نا واقف تھے' مگر ان کے لاشعور میں صفر آ گیا تھا ۔یہی وجہ ہے علم ریاضی کومسلمانوں کے ایجاد کرنے کا سہرہ ہے ۔ابن حیان'ابونصر فارابیؒ'ابن سینا' الکندی اورالخوارزمی کےنام دنیا میں علم ریاضی یا mathmaticians میں نمایاں ہیں ۔

قرآن مجید کی ایک اوربندش ملاحظہ ہو ۔اسماءُالحسنٰی یا اسماءُالصفات 99+ اب اس میں 14 مقطعات جمع کریں = 113 ہوئے'اب اس میں + 1 اسم اعظم شامل کر لیجیے حالانکہ یہ کسی کومعلوم نہیں ہے مگر اس کا ذکر تو ہے اس کا ہونا حق تو ہے؟اس طرح ہوئے= 114 کاعدد پوراہوا جوکہ قرآن مجید کےسورتوں کی تعداد ہے ۔فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کوجھٹلاؤ گے ۔

اور 14 کی ایک دوسری حقیقت بھی ملاحظہ ہو'ہم دن میں پانچ مرتبہ اذان سنتے ہیں کبھی سوچا ہے کہ اس میں کتنے کلمات ہوتے ہیں؟اذان کامعنی نماز کے لئے بلانا یا صدادینا ہے' جیسے آواز دینا' خطاب کرنا یا نداء دینا'مقطعات بھی الفاظ نداء ہی تو ہیں'اب ہم اذان اورمقطعہ کےتعلق کوذیل کی تختی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں'ان کے معنی ومطلب پر نہ جا کران کلمات کودیکھیں ۔

مقطع	مطالب جوروایتوں میں ہیں	معنی	اورانسان کااقرار	اذان کےالفاظ	اوقاف
الٓمٓ	انا اللّٰہُ عالم	میں تمام عالم کا رب ہوں	بیشک تو رب ہے	اللّٰہُ اَکْبَر' اللّٰہُ اَکْبَر	قف
الٓمٓصٓ	انا اللّٰہُ افضلُ	میں تمام عالم میں افضل ہوں	بیشک تجھ سے فضیلت والا تمام عالم میں کوئی نہیں	اللّٰہُ اکبر'اللّٰہُ اکبر	ص
الٓرٰ	انا اللّٰہُ ارٰی	میں اللہ دیکھ رہا ہوں	بیشک تو ہر آن ہمیں دیکھ رہا ہے	اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ	ز
الٓمٓرٰ	انا اللّٰہُ رآی	میں میری قدرت کے ساتھ دیکھائی دیتا ہوں ۔	بیشک تیرا جمال ساری کائنات میں ہے	اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ	ص قف
کٓھٰیٰعٓصٓ	انا الکبیرُ, الھادی, علیٌ, العزیزُ,	میں کبریا ہوں'میں ہی اعلیٰ ہوں, ھدایت دیتا ہوں, میں ہی عزیز ہوں	بیشک تو ایسا ہی ہے جیسا تو نے اپنے		

اَلصَّمَدُ میں بے نیاز ہوں۔ اپنے رسول کو بتایا ہے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُول اللّٰہ ز

طٰہٰ اَلْاِرْتِفَاعُ ,اَلاعُمْقُ میں ہی بلندی اور گہرائی ہوں بیشک عرش سے تحت اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُول اللّٰہ ص قف

(روایتوں میں یہ اسم محمد ہے) ثریٰ تو ہی ہے

طٰسٓمٓ ذِی طَوْلُ تمام شرق ومغرب میرے ہیں بیشک تیری وسعت بے اندازہ ہے حَیَّ اعلَی الْصَّلوٰۃ ز

طٰسٓ ذِی طَوْل تمام شمال وجنوب تیرے ہیں بیشک ایسا ہی ہے حَیَّ اعلَی الْصَّلوٰۃ ص

یٰسٓ اَللّٰهُ نُوْر السَّمٰوٰت تمام عالم اللہ کے نور سے محمدؐ (روایت میں یہ اسم محمد ہے)

اللہ کے نور سے محمدؐ کے نور سے بیشک ایسا ہی ہے حَیَّ اعلَی الْفَلاح ز

عالم کی تخلیق

ص اَللّٰهُ صَمَدُ اللہ بے نیاز ہے اُسے کسی کی حاجت نہیں بیشک ایسا ہی ہے حَیَّ اعلَی الْفَلاح ص

حٰمٓ اَنَااللّٰهُ الرَّحمٰنُ میں اللہ الرحمٰن ہوں بیشک تو ہی رحمٰن ہے اَللّٰهُ اکبَر ز

حٰمٓ عٓسٓقٓ اَنَا الرَّحمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی میں رحمٰن عرش پر قایم ہوں بیشک تو ہی اعلیٰ وارفع ہے اَللّٰهُ اکبَر ص

قٓ اَلْقُرآن مَجِید لوح محفوظ اور قرآن تیرے ہیں لوح اور قلم تیرے نور سے ہیں بیشک نہیں معبود سوائے اللہ کے لَآ اِلٰهَ نٓ نُون والقلم

اس طرح اذان کے 14 کلمات 14 مقطع کے برابر ہو گئے۔ مطلب یہ کہ جو الفاظ ندا یا ہجا قرآن میں ہیں، وہی ندا یا خطاب یا اذان کے ذریعہ ہر دن بندوں کو آواز دی جاتی ہے۔ اللہ ایک ہے محمدؐ اس کے رسول ہیں، نماز یا اس کی عبادت کے لئے آو فلاح پانے کے لئے آو اللہ بہت بڑا ہے جو ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، یعنی قرآن کا پورا منظر نامہ سامنے اذان میں مقطعات میں۔ مقطع کے الفاظ کے معنی بھی لگ بھگ ویسے ہی ہیں، البتہ مقطعات میں اللہ کی عظمت وشان کا مظاہرہ زیادہ ہے۔ نماز کا حکم قرآن میں ہے رکعات کا تعین حضورﷺ نے بتایا ہے۔ اسی طرح اذان کے الفاظ بھی حضورﷺ کو شب معراج میں فرشتوں کے ذریعہ بتائے گئے۔ اور اللہ تعالی نے اس کی توثیق کی۔ (درمنثور۔ بنی اسرائیل) ہم نے اذان کے تمام کلمات کو ایک ایک گنتی کی اور لا الہ الا اللہ کو دو الگ گنا، وہ اس لئے کہ نہیں کوئی معبود ایک الگ بات ہے یعنی کوئی معبود ہے ہی نہیں" "سوائے" اللہ کے۔ خالق کا اللہ ہونا دوسرے معبودان باطلہ کے ساتھ نہیں گنا جائے گا۔ یہی نہیں اللہ کی عبادت یعنی نماز میں بھی ایک ترتیب اور میزان برقرار رکھا گیا ہے۔ دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں! اب ان فرایض کو جوڑیں: فجر 2+ رکعت، ظہر 4+ رکعت، عصر 4+ رکعت، مغرب 3= کل 13 رکعت ہوئیں۔ اب اس میں عشاء کی 4+ فرض اور 3+ واجب جمع کریں تو ہوئیں 20 رکعت یعنی فجر سے مغرب تک جو 13

نمازیں پڑھیں ان کا آدھا عشاء میں 7 ہوئے۔اب اس میں اللہ کے بندوں کی خاص نمازِتہجد میں دیکھیں 5 پانچ دوگانے یعنی بیں 10 رکعت مطلب یہ کہ جتنی 20 نمازیں دن میں پڑھیں تہجد میں ان کا اعادہ کیا یعنی عام اُمتی کی سکت بیں رکعت کی اور مخلصوں کی استطاعت چالیس رکعت کی' بندہ جتنا قربت خداوندی کا طالب ہوگا اتنی عبادات کرنی ہے یعنی اسلام اس کے بعد ایمان اور احسان کے طلبگاروں کو اللہ کے خلیفہ مہدیٔ موعودؑ نے اس میں آٹھوں پہر کا ذکر کثیر' عزلت الخلق' تقویٰ' توکل' ترک دنیا' ہجرت ظاہری و باطنی و دیگر اعمال کو شامل کیا ہے یہی وہ بات ہے جس کا ذکر قرآن کرتا ہے۔ ثُـلَّـةٌ مِّـنَ الْاَوَّلِيْـنَ .....و قَـلِيْـلٌ مِّـنَ الْاٰخِـرِيْنَ چند اگلوں میں سے اور چند آخرین میں سے۔اس کو یوں سمجھیں فجر آدمؑ کے لئے ظہر نوحؑ کی عصر ابراہیمؑ کی مغرب عیسیٰؑ کی اور عشاء حضور سرداردو عالمﷺ کی اور اُمت مسلمہ کو تمام اُمتوں کی کل نمازیں یا عبادتیں ملا کر دی گئیں اور قوم موعودہ کو معرفت الٰہیہ کے تمام احوال اور اعمال کی تعلیم جمع کر کے دی گئی ہیں اگر بصیرت حاصل کرنا ہے یا دیدار پانا ہے تو یہ اعمال اختیار کرو اَدْعُـــوْ اِلَى بَصِيْرَةٍ اناَ و مَنِ اتبَعَنِى ۔

قرآن مجید کی کل 114 سورتوں میں 36 سورتیں محض 1 ایک سیپارہ عم 30 میں ہیں باقی 78 سورتیں 29 سیپاروں میں ہیں۔شروع کی سورتیں دوتین جز میں ایک آتی ہیں جیسے جیسے آگے بڑھتے ہیں سورتوں کی تعداد بڑھتی ہے اور سیپاروں کے تعداد گھٹتی ہے اس طرح 57 ویں سورہ الحدید جو قرآن کا نصف اور 27 ویں جز میں کل 7 سورہ' اور 28 ویں جز میں 9 سورہ' 29 ویں جز میں 11 سورہ اور 30 ویں جز میں 36 سورہ ہیں۔انہیں انگریزی کے سبجکٹ یا سبق کے طور پر لیں تو پہلے بڑے بڑے اسباق ہیں بعد اس میں چھوٹے اسباق اس کے بعد پیراگراف ہیں اور جز یا سیپاروں کو چاپٹر مانیں اس طرح 30 پیراگرف اور 114 مین چاپٹر ہوئے۔اس طرح دیکھیں تو قرآن کا بیان پہلے تفصیل کے ساتھ ہوا جس میں قصص واقعات معاملات احکامات کو بتانے کے بعد تنبیہ خبردار وعدہ وعید اور پھٹکار کو بعد میں بیان کیا ہے۔حالانکہ نزول قرآن میں پہلے خبردار وعدہ وعید پھٹکار تنبیہ کے احوال نازل ہوئے بعد میں احکام واقعات معاملات اور اگلی قوموں کے احوال اور قصص بیان ہوئے۔اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مشرکین و بت پرستوں کی اصلاح و تبلیغ جس طرح پہلے کرنا ضروری تھا' مسلمانوں اور ایمان والوں کی اصلاح دوسری طرح کی گئی۔یعنی جب وحدانیت اور رسالت کا معاملہ سمجھ میں آ گیا تو اصلاح و تبلیغ کا انداز بدل گیا' اسی لئے بعد میں آنے والے مسلمانوں یا مومنوں کی تعلیم اور تربیت کا دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا۔پہلے کفر و جہالت میں ڈوبنے والوں کو پھٹکار لگائی' بعد راہ راست اختیار کرنے والوں کو جو عقل و فہم کا راستہ اختیار کئے ہوئے تھے انہیں ترتیب قرآن کے ذریعہ تعلیم اور تربیت ایمان و اسلام دی گئی۔اور عرفان یا دیدار و بصیرت کو نویں صدی ہجری میں بیان کرنے والے کی آمد کا مژدہ سنایا گیا۔تا کہ اُمت مسلمہ اس قابل یا اہل ہو جائے کہ معاملے کی حقیقت اور نزاکت کو سمجھے۔بجائے معاملہ کو سمجھتے لوگوں نے کیوں کیسا کس لئے ضروری غیر ضروری ممکن ناممکن کی بحث میں الجھ گئے۔اس میں مصلحت خداوندی بھی ہے انسانوں کا آوے کا آوا کبھی ایک مرکز اور مسلئے پر متحد و متفق نہ رہا ہے نہ رہے گا۔اس وقت دنیا

میں مسلمانوں کی ڈیڑھ ارب آبادی ہے کتنے باعمل مسلمان ہیں اور جو باعمل ہیں ان میں کتنے ہیں جن کا عقیدہ درست ہے اور جن کا عمل وعقیدہ درست ہے وہ معرفت الٰہی پر کاربند کتنے ہیں اور جو معرفت الٰہی پر کاربند ہیں وہ کتنا تقوی و توکل اختیار کئے ہوئے ہیں جو معرفت الٰہی اور اعمال احسان کا جز لاینفک ہے' اسی طرح احسان کی اہمیت اور اس پر عمل آوری میں وہ لوگ بھی کامل نہیں جن کا اس پر اعتقاد ہے۔ کل ملا کر ایک ہزار راہ خدا میں نکلے ایک ہی پہنچ پایا۔

خدا جوئی کو بس عشق و آگہی درکار ہے مذہبی آقاؤں سے کہدو کہ ڈرنا چھوڑ دیں وسیم بریلوی

دنیا کا کوئی فرد یا گروہ یا قوم یہ دعویٰ نہیں کرسکتی کہ تمام علوم یا کئی علوم انہیں کی دین ہے' دنیا کی ہر قوم اور خطہ کے علم کی بازیابی میں حصہ رہا ہے۔ ایک دوسرے کے علم سے فائیدہ اٹھانے کا کام ہر قوم نے کیا ہے۔ کسی نظرئے یا علم کو پیش کرتے وقت ایک دوسرے کے علم سے نفع اٹھایا جاتا رہا ہے۔ نہ اس میں کوئی عیب ہے نہ مضایقہ۔ لیکن ایک معبود کے عقیدے والے تین مذاہب یہودیت نصرانیت اور اسلام جن کی دنیا میں آبادی نصف سے زیادہ ہے' صرف انہیں کو اس بات کا دعوی ہے ان کے مذہب اور عقیدہ کی بنیاد ایک معبود اعلی کی نازل کی ہوئی کتاب یا احکام پر ہے۔ ان میں بھی' اسلام کو ہی فوقیت حاصل ہے کہ ان کی مذہبی کتاب قرآن کسی انسانی دخل اندازی اور آمیزش سے پاک ہے جو ایک واحد اللہ نے نازل فرمائی ہے۔ حالانکہ دوسری تین کتابیں بھی اسی اللہ کی طرف سے نازل کی گئیں' لیکن جس قوم کو یہ دی گئی اسے انہوں نے انہیں مخدوش ومشکوک بنا دیا' اور اس بات کا اعتراف ان قوموں کو بھی ہے۔ ان حقایق کے پیش نظر نہ قرآن کے معنی ومطالب کو بدلا گیا ہے نہ بدلا جائے گا۔ لیکن یہ ایک کلیہ ہے کہ اس کے الفاظ ومعنی پر گفتگو ہوتی رہی ہے ہوتی رہیگی تاکہ اُمت اس کے فرایض سے فیضیاب ہو اور اس کے غرایب سے اجتناب کرے اور نوازشات سے بہرہور ہوتی رہے۔

مقطعات اور عبرانی و دیگر زبانیں

مقطعات میں جو حروف ابجد آئے ہیں ان کی تعداد 14 ہے جو یہ ہیں۔ الف' لام' میم' صاد' رے' کاف' ھ' ی' عین' ط' سین' ح' قاف' نون۔ چونکہ عربی زبان سریانی یا ارمیاک زبان سے آئی ہے جو سمیر یا Semitic بابل کی زبان تھی۔ اور اسی زبان سے عبرانی زبان بھی آئی ہے۔ اس لئے عبرانی (Hebrew) جو یہودیوں کی زبان ہے اس کے حرف تہجی اور عربی کے حرف تہجی بولنے میں کچھ کچھ ایک جیسے ہیں۔ مثلاً ھے Hei' الف Alef' نون Nun' میم Mem' کاف' شین Shin' قاف Khaf اور عین Ayin جن کی صوتی (آواز کی) خصوصیات ایک جیسی ہیں۔ جسے انگریزی میں Syntax, Synonyms, کہتے ہیں۔ مگر!! عربی کے الفاظ ابجد کو جن معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے' ان معنوں میں عبرانی حروف کا استعمال نہیں ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کچھ موجودہ مسلمان اور غیر مسلم محقق کہتے ہیں کہ کتاب زبور کے 119 باب میں ان مقطعات جیسے حروف کا استعمال ہوا ہے۔ ہم یقین سے کہتے ہیں ایسا بالکل نہیں ہے' کیونکہ زبور جسے بائبل میں Psalms کہا جاتا ہے اس

کے اس باب میں ان حروف کا استعمال نشاندہی Bookmark کے طور پر ہوا ہے جیسا کہ کسی عنوان کو باندھتے وقت ذیل میں اس کی صراحت کے لئے (الف) (ب) لکھا جاتا ہے جو انگریزی میں (a)(b) یا (i)(ii)(iv) ہوتا ہے یعنی ذیل کے معنوں زبور میں ان کا استعمال ہے، مگر!!! قرآن میں حروف مقطعات کا استعمال اس طرح نہیں ہے، بلکہ فرمان، حکم اور نداء کے طور پر ہوا ہے۔ عربی کا پہلا حرف الف ہے جبکہ تیسواں 23 حرف لام ہے اور میم چوبیسواں 24۔ ایسا کیسے ہوگا کہ آپ ذیل میں (a) کے بعد (u)(v) کے حوالے سے بات کریں، یوں کس طرح زبور کا حوالہ دیا جائے گا۔ چونکہ ان محققوں کا دائرہ یونیورسٹیاں ہیں وہ وہاں جو مواد دستیاب ہوتا ہے اسی کی بنیاد پر اپنے مقالے بھی لکھتے ہیں۔ اور تو اور کچھ غیر مسلموں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ محمدؐ پر یہودیوں کے کبالہ عقاید کا اثر تھا سو انہوں نے ان یہودی نشانات کو قرآن میں استعمال کیا۔ یہود و نصاریٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ محمدؐ نے یہود و نصاریٰ کی کتابوں سے واقعات لے کر قرآن بنا دیا ایسا واہیات پروپگنڈا پھیلایا ہے، جس کا مذہبی تاریخی اور لسانی تحقیق سے کوئی واسطہ نہیں، اور نام نہاد مسلمان محقق بغیر تحقیق لکھ دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ عربی میں جو خط (لکھائی، رسم الخط / نستعلیق font) استعمال میں ہے وہ سامی خط ہے، جو بابل و نینوا کی سامی نسلوں میں رائج تھا جو عربی سے بالکل مطابقت ہے۔ ہبوط آدمؑ کے بعد سے زمین پر بول چال کی زبان رائج ہے لکھائی اور علم کا دور حضرت ادریسؑ سے شروع ہوتا ہے جو نوحؑ صالحؑ ھودؑ لوطؑ تک ہو جو نشانات و اشارات میں ہوتا تھا۔ ان کے بعد اولا نوحؑ میں سام کی اولاد ارفاخشد کے دور میں جو علم آیا وہ تصاویر نشانات اور نقاشی کا تھا جو فراعانہ مصر تک رہا۔ ان کے بعد مصری خبطیوں نے کتبے تصاویر نقاشی نشانات سبھی کا استعمال شروع کیا۔ علم اور لکھائی کا اصل دور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آیا جب تورات کتبوں کی شکل میں دی گئی جس پر یہ لکھائی یا علم رومی و یونانی قوموں تک باقی رہی ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور کے بعد باقاعدہ تحریر و لکھائی کا دور شروع ہوا اس وقت بابل و نینوا کے جو نشانات اور اشارے تھے وہ حروف کی شکل اختیار کر گئے بعد میں یہی ارمیائی اور سا سانی زبان یا لکھائی میں بدل گئی جو بعد میں جزیرہ نمائے عرب اور افریقی زبان کا حصہ بنی جو لکیروں دائروں کی شکل میں ہے۔ رومی و یوروپی ملکوں نے چوکور الفاظ کو اپنی تحریر کا حصہ بنایا مشرقی قوموں جیسے چین ہند نے چوکور گول شکلوں والے حروف اپنائے جیسے تامل سنسکرت اور چینی۔ اور عربی نے جن زبانوں کو متاثر کیا یا جن زبانوں میں عربی کے الفاظ آئے وہ ہیں ترکی فارسی آزیری ارمینیائی اردو ہندی کشمیری کردی بوسنیائی بنگالی ملیشیائی پشتو پنجابی اسپینی آسامی سندھی وغیرہ ہیں۔ ورعبرانی خط روایتی ارمیاک زبان سے ہے جیسے کہ انگریزی نقوش Templets ہوتے ہیں۔ عربی بابل نینوا فارس شام لبنان اور صحرائے سینا کی زبانوں سے ملی جلی ہے۔ یوں سمجھیں جیسے اردو کو فارسی خط میں، اور ہندی دیوناگری خط میں لکھی جاتی ہیں مگر بولی معنی و مطالب ملتے جلتے ہیں، اس کے باوجود ان میں کئی باتیں متفرق ہیں۔ جیسے ہندی میں ''زے'' نہیں ہے جے ہے، اردو کا زاہد ہندی میں جاہد بولا جاتا ہے اور اردو میں جاہد کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ عربی میں غین نہیں ہے، اگر اردو میں غلط لکھا جائے گا تو وہ عربی میں باطل ہوتا ہے، عربی میں غلط لفظ کے معنی نہیں ہیں۔ پھر یہ کس طرح کہا جائے گا کہ زبور کی

عبرانی کے حروف قرآن میں مقطعات ہوئے ہیں۔ابو اعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ ''دوراسلام کے پہلے بھی مقطعات جیسے اسالیب بیان میں تھے۔اس دور کے (اسلام سے پہلے) شعراء اور خطیب اس اسلوب سے کام لیتے تھے.....اور سامعین بالعموم جانتے تھے کہ اس سے کیا مراد ہے۔اور حضورؐ سے ہم عصر مخالفین نے ان پر اعتراض نہیں کیا کہ یہ بے معنی حروف کیسے ہیں' اور صحابہؓ نے بھی اس کے معنی نہیں پوچھے''۔شاید مودودی کے علم میں ایسی روایتیں ہوں مثلاً: اصمعی سے مروی ہے کہ طرفہ بن عبدالبکری جو زمانہ جاہلیت کا مشہور شاعر تھا' ایک ٹیلے پر چڑھا جا رہا تھا۔اُس کے چچا نے دور سے پکار کر کہا ''طا قاف ''یعنی یاطرفةُ قِف اے طرفہ ٹہر جا۔طرفہ کسی کام سے جا رہا تھا' اس لئے وہ کہتا ہوا چلا گیا کہ عین لام میم مطلب یا عَمّ لا اَقِفُ اے چچا میں نہیں ٹہروں گا۔اس طرح پیار محبت' نفرت وحقارت کے وقت ایسے کلمات یا حرف سے کام لینے کا عرب میں دستور تھا!۔اگر یہ مان لیا کہ بے معنی اور ہجا حروف کے ساتھ مخاطب کرنے کا عرب میں چلن تھا' تو یہ بات قرآن میں بے معنی باتوں کے بیان ہونے کی دلیل بن جائے گی' جبکہ قرآن کا کوئی بھی لفظ یا حرف بے معنی نہیں ہے۔مہدیٔ موعودؑ نے فرمایا کہ: قرآن میں تکرار نہیں' جملہ معترضہ نہیں' اور حرف زایدہ نہیں ہے (مقدمہ سراج الابصار ۵۹۰) اگر ایسا ہی تھا تو ترجمے کیوں ہوئے تفسیریں کیوں لکھی گئیں' صرف ونحو اور لغات کے بیانوں کے کیا معنیٰ' قرآن میں تفصیل وتفسیر کی کیا ضرورت ہے۔جب ہمیں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اُس بات کی کوئی حقیقت نہیں۔سوال یہ ہے کہ اگر مودودی کی بات مان لی جاتی ہے تو پھر صحابہؓ نے ان ہجا حروف یا مقطعات کے معنی کیوں نہیں بتائے ان کی وضاحت کیوں نہیں کی یا اس اسلوب کو اسلام کے بعد کی مذہبی وادبی' عقایدی حلقوں نے کیوں جاری نہیں رکھا' کیوں بعد کی تفسیروں تحریروں اور روایتوں میں اس کا استعمال نہیں ہے' ہاں مگر! عربی شاعری میں اس کا استعمال کچھ یوں ہوا ہے زہیر نے کہا کہ

بالخیر خیرات وان شراً شا   شا

ولا اُرید الشرّ الاّ ان تا   تا

مگر شا تا کو الم المص کھیعص ق ن ص سے کیا تعلق ان کا میل ہی نہیں البتہ سیبویہ نے حضرت ابن عباسؓ سے الٓر حٰمٓ نٓ کے متعلق فرمایا کہ یہ حروف الرحمن کے ہیں اگر اسلام سے پہلے تھا تو کہیں نہ کہیں تو وہ استعمال کئے جاتے۔جبکہ تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ قرآن کے اسلوب بیان پر ہی۔اہل عرب انگشت بدنداں تھے' ایسا کلام انہوں نے پہلے نہیں سنا تھا تو وہ مقطعات کا استعمال یا ان کی حقیقت سے کیسے واقف ہو گئے؟ اگر جانتے تھے تو کیوں بعد میں بھلا بھی دیا' صرف قرآن میں انہیں یاد رکھا جانا یا ان کا قرآن میں ہی ہونا کیا معنی؟۔مطلب یہ کہ نہ مقطعات جیسے حروف یہودیوں کی دین ہیں نہ عربی زبان میں ان کا استعمال ہوا ہے' یہ پہلی بار قرآن میں آئے ہیں۔اگر کسی وجہ سے عربی شاعری میں کہیں ایسا استعمال ہوا بھی ہو تو وہ الفاظ نداء (ندا۔معنی پکارنا' متوجہ کرنا' آواز دینا' اعلان کرنا) کے بطور آئے ہیں جیسے کہ اصمعی کی روایت ہے۔ایسے الفاظ نداء بہت ساری زبانوں

میں ہیں' مگر الفاظ مقطعات جیسے کسی میں نہیں ۔اردو زبان میں ندا حروف فجائیہ کی قسم ہے' جیسے یا ۔اے ۔ارے ۔او جی ۔اسی ندا سے لفظ منادی نکلا ہے اردو میں جب منادی جمع کی حالت میں ہو تو جمع کا ''ن'' حذف ہو جاتا ہے' مثلاً : اے انسانو ۔اے ایمان والو ۔اے صاحبو ۔اے جناب ۔وغیرہ ۔مگر قرآن کا اسلوب بیان نہ صرف مختلف ہے بلکہ اس کے معنی و مطالب بھی مختلف ہیں' جو آج تک کسی زبان میں مستعمل نہیں ۔قرآن کی کچھ سورتوں میں ان حروف ہجا یا مقطعات کا استعمال کسی خاص حکم یا بیان کی طرف اشارہ کرتا ہے' کسی قاری کی قرأت کی ابتداء میں اس خصوصیت کی کیفیت کو محسوس کیا جاسکتا ہے' **طـا ... سیـن ' یـا ..... سیـن ' قـاف .... نـونٓ ..... الف .... لام ... میم** .. دنیا کی کونسی کتاب اس کی مثل ہے یا وہ کونسی زبان ہے جو اس طرح خطاب کرتی ہے۔
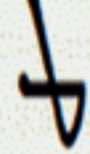
اس سے پہلے ہم نے جنوں کے متعلق دیکھا روایتوں میں جنات کی غذا ہڈیاں اور مینگنیاں اور گوبر بتائی گئیں اور یہ بات یقینی ہے کہ انسان سے پہلے جنات زمین پر رہتے تھے انہوں نے زمین پر فساد پھیلایا تو آدمؑ کو پیدا کیا گیا ۔جب یہ معلوم ہوا کہ جن انسان سے پہلے زمین پر رہتے تھے تو لازمی طور پر حیوانات اور جانور رہتے ہونگے ورنہ جنات کی غذا کا انتظام کیسے ہوتا ؟ اور ہبوط آدمؑ کی روایتوں میں آپؑ کو کچھ پیڑ پودے اناج کی بالیاں خوشبوئیں اور چند ایک اوزار دئے گئے تھے جس سے کہ وہ اپنی دنیاوی زندگی کی شروعات کریں ۔لہٰذا سائنس دانوں کے بڑے بڑے دعوؤں میں ہے کہ انسان بندر تھا پہاڑوں غاروں جنگلوں میں رہتا تھا ۔آج ہمارے درمیان بن مانس GorillaGibbon ۔چمپنزی Chimpanzi , اورنگتنگ Orangtang اور بندروں کی کئی اقسام موجود ہیں جیسا کہا کہ ہبوط آدمؑ سے پہلے زمین پر جانور رہتے تھے جن کی ہڈیاں جنوں کی غذا تھیں اس سے نام نہاد سائنس دانوں کو مغالطہ ہوا کہ انسان پہلے بندر تھا یہ بات پچھلے دو تین صدیوں میں ہی سامنے آئی ہے جب سے اہل مغرب میں علم آیا انہوں نے تمام علوم میں اندازوں اور قیاسات کا طومار کھڑا کر دیا اور یہ اہل یونان اور مشرکانہ بت پرستی کی تقلید کا نتیجہ ہے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ بندر نما جانور سبزی خور ہوتے ہیں جن میں ایک دو جیسے گبان ہی پرندوں اور چھوٹے جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں ۔انسان پیدائشی گوشت اور سبزی خور ہے ۔اور علم و عقل کا دور بھی ہبوط آدمؑ کے بعد کا ہے حضرت ادریسؑ نوحؑ صالحؑ ھودؑ لوطؑ اور دیگر نامعلوم نبیوں تک اشارات اور نشانات کا علم تھا' اولاد نوح میں سام کی اولاد ارفاخشد کے بعد جو دور علم آیا وہ تصاویر نقاشی اور نشانات کا علم تھا' جو بنی اسرائیل سے فرعانہ مصر تک رہا' بنی اسرائیل کو جب موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ توریت کی کتبوں کی شکل میں احکام کی تختیاں دی گئیں تو لکھائی کا باقاعدہ آغاز ہوا جو بعد میں رومی یونانی بت اور ستارہ پرست قوم میں جاری رہا ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دئے جانے کے بعد باقاعدہ لکھائی پڑھائی شروع ہوگئی اُس وقت بابل و نینوا میں جو ماضی کے نشانات نقاشی اور تصویری اشارے مصریوں کے تھے انہیں حروف و الفاظ کی شکل دی گئی ۔بعد میں یہ ارمیای سا سانی عبرانی زبانیں بنیں شمال مغربی قوموں نے چوکور لکھائی اپنائی جیسے یونانی روسی عبرانی چینی ۔جنوب مغربی جیسے عربوں افریقی قوموں نے لکیروں اور دائروں کی شکل والی لکھائی یا خط اپنایا مشرق

میں چوکوراور گول الفاظ اپنائے جیسے سنسکرت تامل سنہالی تھائی زبانیں ۔

قرآن زبان عربی میں نازل ہوااس لئے مسلمانوں میں اس کا تقدس واحترام ہے اسی طرح یہودیوں کے پاس عبرانی زبان کا احترام ہے اہل ہنود کے پاس سنسکرت کا ۔مگر تاریخ کے ہر دور میں ہر زبان کا اپنا مقام اوراحترام رہا ہے کوئی بھی زبان نجس یا غیر ضروری نہیں ہے جس کسی زبان میں خالق کائنات کی تسبیح وتحلیل کی جائے وہ مقدس ہے قرآن کے تراجم عربی کے علاوہ جن زبانوں میں منتقل ہوئے اگر نہ ہوتے تو آج اسلام خطہ عرب تک محدود ہو جاتا اللہ کے کلام کو ہر زبان اور قوم نے نہ صرف قبول کیا بلکہ قرآن کے علوم اور احکام کو ایک نئی اونچائی اور بلندی تک پہنچایا ہے جس کی مثال فارسی اور اردو زبان ہے ۔اور یہی فارسی بعد میں جو عجمی زبان کہلائی اس میں ولایت اور تصوف کے نئے ' دور کا آغاز ہوااور یہی زبان معرفت الٰہی کے بیان کے لئے مہدی موعود آخرالزماں کے مصدقوں کی زبان بنی ۔ بھلے ہی رسم الخط اور بولی کوئی بھی ہو رابطہ اور سمجھانے کے لئے کلام وبیان کا آسان اور سہل ہونا ضروری ہوتا ہے اللہ کے رسول ﷺ کے وقت عربی میں وہ لچک اور لطافت تھی جس نے دوسری قوموں کو متاثر کیا آج انگریزی کا بول بالا ہے ایسا ہی ایک وقت نویں صدی میں فارسی زبان کا تھا خراسان ایران ہند تک فارسی رابطہ کی زبان تھی عربی اس وقت جزیرہ عرب تک محدود ہوگئی تھی فارسی نے چین کی قوموں کو متاثر کیا تھا جس کے ذریعہ اسلام سمرقند بخارا کاشغر سے آگے کی سرحدیں پار کر گیا پھر ایک دورایسا آیا کہ مغلوں کے لشکریوں نے فارسی سنکرت عربی کوجری اوردوسری علاقائی زبانوں کے امتزاج سے اردو کوجنم دیا جس نے دو تین صدیوں کے قلیل عرصے میں سارے خطہ کواپنا گرویدہ بنا دیااور آج اسلام کے دینی وایمانی ذخیرے کا بہت سارا مواداردو میں منتقل ہو چکا ہے ۔ عربی زبان کی مماثلت آگے صفحہ پر ارمیاک عبرانی سریانی زبانوں کے رسم الخط میں دیکھیں
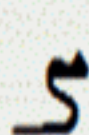
W
Waw
H
Heh
D
Dalath
G
Gamal
B
Beth
ʔ
Alaph
K
Kaph
Y
Yodh
Tˁ
Teth
HH
Kheth
Z
Zain
P
Peh
ʕ
ʕE
S
Semkath
N
Noon
M
Meem
L
Lamadh
Tʔ
Taw-Alaph
Lʔ
Lamadh-Alaph
T
Taw
SH
Sheen
RR
Resh
Q
Qoph
Sˁ
Sade
TY
Taw-Yodh
HY
Heh-Yodh
Yodh-Heh
YH
- Tatweel
- Music
- End of Paragraph
- Barekh
Syriac Alphabet
Madnkhaya
Syriac
= W / V
= F
= ZH
- represents any letter used
= EH
= AH
= GH
= THH
= OH
= KH, XH
= UH
= IH
= KH
= J
= OO
= Dˁ
= TH
= CH
= EE
= ðˁ/Zˁ
Non native sound/consonant

[kʲɒˑf] [juːð] [tˤeːθ] [ħeːθ] [zaɪn] [wau] [heˑ] [ðɒˈlaθ] [ɣɒˈmal] [beːθ] [ʔɒˈlaf]
k/ḵ j ṭ ḥ z w h d g b/ḇ ʼ
[k~kʲ/x] [j] [tˤ] [ħ] [z] [w] [h] [ð] [ɣ] [b/v] [ʔ]
[tsau] [ʃiːn] [riːʃ] [quːf] [sˤaðe] [peˑ] [ʕeˑ] [semkʲaθ] [nuːn] [miːm] [lɒˈmað]
t/ṯ š r q ṣ p/f ʻ s n m l
[ts/θ] [ʃ] [r] [q~ḳ] [sˤ] [p/f] [ʕ] [s] [n] [m] [l]
Armiac
[sjɒmeˑ] [ʕsˤɒsˤa] [zkɒfɒˑ] [pθɒhɒˑ] [rvɒsˤa] [hvɒsˤɒˑ]
" u/o ā a e i
- [u] [ɒˑ] [a] [e] [i]

Jewish(Ebrani)Alphabat
ט ח ז ו ה ד ג ב א
Teit Cheit Zayin Vav Hei Dalet Gimel Beit Alef
(T) (Ch) (Z) (V/O/U) (H) (D) (G) (B/V) (Silent)
ס ן נ ם מ ל ך כ י
Samekh Nun Nun Mem Mem Lamed Khaf Kaf Yod
(S) (N) (N) (M) (M) (L) (Kh) (K/Kh) (Y)
ת ש ר ק ץ צ ף פ ע
Tav Shin Reish Qof Tzadei Tzadei Fe Pei Ayin
(T/S) (Sh/S) (R) (Q) (Tz) (Tz) (F) (P/F) (Silent)

حروف تہجی حروف مکتوبی

الفاظ یا اعداد کا آگے پیچھے سے ایک ہونے کو حرف تہجی میں حروف مکتوبی کہتے ہیں' مثلاً میم' نون' واو۔ زبان انگریزی میں اسے Palindrome کہتے ہیں جیسے Mom,Bob, radar,\referMadam, Civic, ۔ حالیہ دور میں قرآن میں تحقیق کی کچھ کوششوں میں اسے یوں سمجھایا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ یاسین کی ۴۰ویں آیت میں ایک لفظ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ آیا ہے۔ ک ل ف ی ف ل ک سورۃ المدثر میں رَبَّكَ فَكَبِّرْ آیا ہے۔ ر ب ب ک ف ک ب ب ر۔ اسی طرح اعداد کا معاملہ ہے۔ سورۃ البقرہ میں کل 286 آیات ہیں۔ نزول قرآن کے وقت میں آیات' رکوع' سورۃ' کے نمبرات یا ان کی ترتیب وہ نہیں تھی۔ اب اسی طریق پر دیکھیں کہ محمد مهدی عیسی ان کے حروف م ح م د م ہ د ی ع ی س ی یہ کل 12 حرف ہیں ان میں پہلے سے 6 چھٹا حرف ہ ہے۔ اب حدیث کیف تھلک امتی انا فی اولھا و عیسی ابن مریم فی آخرھا ولمھدی منی اھل بیتی فی وسطھا میں دیکھیں مہدی کی آمد کا بیان درمیان میں ہوا ہے۔ یعنی ہادی یا ہدایت کا ذکر درمیانی زمانے میں۔ اسی طرح سورہ یوسف کی آیت ۱۰۸ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یہ کل 17 لفظ ہوئے۔ عربی میں حرف'' واو ''عطف یعنی دو چیزوں کو ملانے کے لئے آتا ہے اس لئے ہم اس کے 3 واو کو الگ کرتے ہیں تو یہ کل ہوئے 20۔ اب ان پہلے کے 7 الفاظ کو ایک طرف اور 7 الفاظ کو دوسری طرف کر دیں تو بچے 6۔ اب پہلے کے 7 کے بعد جو لفظ ہے وہ بَصِيْرَةٍ یعنی دیدار اور پیچھے کی طرف سے گنتی کریں 9 نواں لفظ ہے اتَّبَعَنِيْ اور درمیان میں رہ گئے اَنَا وَمَنِ '' میں' اور' وہ''۔ 'میں' اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور' وہ' ان کی اتباع کرنے والا یعنی مہدی موعود آخر الزماںؑ۔ اب اس' میں' اور' وہ' کے بارے میں اللہ تعالی کیا فرماتا ہے اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی وہ مشرکوں میں سے نہیں ہیں۔ یہاں کفر کے بجائے مشرک کا لفظ کیوں آیا ہے کیونکہ اللہ تعالی کی بصیرت قلب ونظر سے کرنا ایمان ہے شرک نہیں اور کامل ایمان کا تقاضہ ہے درمیان میں بغیر واسطہ کے اس کی عبادت کرنا یا بصیرت بیدار کرنا۔ کعبہ علامت قبلہ ہے واسطہ نہیں رخ کرنے کے بجائے اگر کعبہ کا تصور اللہ تعالی کی بصیرت کے بغیر اُبھرا تو وہ مثل شرک ہے اسی راہ پر بلانے کی ذمہ داری اَنَا وَمَنِ کی ہے قرآن کا معجزاتی پہلو کسی کے وہم وگمان میں نہیں آیا مگر بعد میں اس کی حقیقت سامنے آرہی ہے۔ اسی سورہ بقرہ کی تمام آیات میں درمیانی آیت ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا وسطا کا معنی درمیان Middle ہے اور اس آیت کا نمبر ہے 143 جو 286 کا نصف Half یعنی وسطی عدد ہے۔ اسی طرح کئی ایسے معجزاتی الفاظ ترکیب بیان اور استعارے قرآن میں ہیں۔ معاف کے جانے کی بات 234 بار آئی ہے اور سزا دینے کی 117 آدھا۔ دنیا 115 بار عقبی 115 بار۔ فرشتوں کا بیان 88 بار اور شیطان کا اتنی ہی بار۔ جنت 77 بار اور دوزخ اتنی ہی بار۔ فراغی 26 بار تنگی 13 آدھا۔ سردی 5 بار گرمی اتنی ہی بار۔ اسی طرح زمین 13 بار اور سمندر دریا ملا کر 32 بار۔ ان دونوں عددوں کو جمع کر کے تیرہ سے تقسیم کرتے

ہیں تو اس کا حاصل 29% زمین اور 71% پانی کا تناسب ہے جو دنیا میں ہے اسے ساری دنیا مانتی ہے۔بہر کیف اللہ تعالی نے بڑے رقیق اور نازک انداز سے قرآن میں ایسی حقیقتوں کو جمع کر دیا ہے جسے عقل حیران ہو جاتی ہے۔سورۂ صف میں حضرت موسی کا خطاب لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ ہے کیونکہ حضرت موسی حضرت ابراہیم کی آل سے تھے اور اسی سورۃ میں عیسیٰ کا خطاب مختلف ہے وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ کیونکہ حضرت عیسی حضرت مریم کے بیٹے تھے اللہ کی قدرت سے بن باپ کے پیدا ہوئے لہٰذا ان کا ادب برقرار رکھا گیا۔اسی طرح لفظ مدینہ قرآن میں بہت جگہ آیا ہے جس کے معنی شہر ہوتے ہیں۔اور سورۂ احزاب میں صرف ایک بار لفظ ''یثرب'' آیا ہے۔کیونکہ غزوہ احزاب میں سارے یہودیوں نے اپنے حامیوں کی مدد سے مدینۃ النبیؐ پر حملہ کیا تھا وہ اسے دوبارہ یثرب ہی دیکھنا چاہتے تھے مدینۃ النبی نہیں۔قرآن میں ایسی باریکیاں بےشمار ہیں یہ بات قرآن کو معجزہ کہنے پر مجبور کرتی ہے۔

مدینہ پہلے یثرب تھا حضور نبی کریم ﷺ کی آمد اور قیام کے بعد ''مدینۃ النبی'' کہلایا یعنی نبی کا شہر۔حضور ﷺ نے مہدی کی بعثت کو مدینہ میں ہونا بتا ہے اور مشیت مہدی موعود علیہ السلام کے وقت میں جونپور ایک معروف اور مشہور شہر تھا جہاں پر علماء اور اولیاء کی کثیر تعداد تھی یعنی مذہبی لحاظ سے یہ ''مذہبی شہر'' تھا علوم اسلام کے جید علماء وفقہاء یہاں رہتے تھے۔ہندوستان کا یہ ''مرکز اسلام'' تھا۔جیسے آج سے دیڑھ سو سال پہلے دیوبند کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔مہدی موعودؑ دعوی کے بعد یہ مہدی جونپوری کا شہر کہلایا۔ حضرت عیسیٰ کو بنی اسرائیل میں بھیجا گیا جو توریت زبور کا علم رکھتی تھی۔حضور ﷺ کو مکہ میں تیرہ سالہ نبوت کے بعد مدینہ منورہ بھیجا گیا کیونکہ مدینہ منورہ کے اطراف واکناف یہود ونصاری کی کثیر آبادیاں تھیں جو توریت زبور کے علاوہ انجیل کا علم بھی رکھتی تھیں جنہیں وحدانیت کے علاوہ انبیا ومرسلین کے احوال سے آگاہی تھیں جو نبوت ورسالت کے معنی سمجھتے تھے بہ نسبت مشرکوں اور آتش پرستوں کے۔مہدی موعد علیہ السلام کو جونپور سے خراساں بھیجا گیا کیوں کہ خراساں جو آج کا بخارا سمرقند افغانستان ایران کا علاقہ تھا جہاں بہ نسبت جونپور کے جید علماء رہتے تھے اور مہدی موعودؑ کے ساتھ مناظرہ مباہلہ اسی علاقہ خراساں سندھ گجرات فراہ میں ہوا تھا۔یہ سنت انبیا وخلافۃ اللہ ہے کہ انہیں اپنی حجت کفار ومشرکین کے علاوہ موحدوں میں بھی ثابت کرنا پڑتا ہے۔حضرت موسی وعیسی کے واقعات میں دیکھیں انہیں اپنی نبوورسالت کو بنی اسرائیل سے خطاب کرنا پڑا تھا کیونکہ نبی اسرائیل حضرت یعقوب حضرت یوسف حضرت داؤد وسلیمان کے پیروکار تھے، جنہیں زبور دی گئی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے 19 حرف ہیں 9+1=10=1 اور حرف 'ح' قرآن میں 973 بار آیا ہے 3+7+9= 19=10=1 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کل ابجدی اعداد 786=3 اور میم قرآن میں 26535 بار آیا ہے جمع 21=3۔ح اور میم ہر جگہ متحرک ہے اس ح کے 8 اور میم کے 40 جمع کرو تو 12=3۔۔قرآن میں اسم ''اللہ'' 2697 مرتبہ آیا ہے (تحقیق طلب ہے) اس میں بسم اللہ کے 114 اللہ جمع کرو تو 2811=12= 3 رحمٰن 57 مرتبہ آیا ہے 7+5=12=3۔اور بسم اللہ الرحمٰن

الرحیم کے 786 عدد کا حاصل بھی 3 ہی ہے۔ رحمٰن کے عدد 57 کو 2 سے ضرب دیتے ہیں تو 114 ہوئے یعنی قرآن مجید کی 114 سورۃ اور 114 بسم اللہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ''رحمٰن'' میں رحیم سے زیادہ رقّت (نرمی، رحم، ہمدردی، دردمندی) و رحمت ہے۔ جیسے ہم نے اس سے پہلے کہا کہ ''رحمٰن'' بنی اسرائیل میں مقبول اسم تھا قَالَتْ اِنِّیٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (سورہ مریم ۱۸) کہنے لگیں (مریمؑ حضرت جبریل سے) میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو کچھ بھی اللہ سے ڈرے۔

سورۂ ''الرحمٰن'' میں اسم ''اللہ'' ایک مرتبہ بھی نہیں آیا جبکہ سارے قرآن میں کثرت سے بیان ہوا ہے اسی طرح اسم اللہ سورۂ القمر اور سورۂ واقعہ میں بھی نہیں ہے۔ اور اسم اللہ سورۂ بقرہ سے سورۂ طٰہٰ تک لگ بھگ 1600 بار آیا ہے اور اسم رحمٰن ایک بار بھی نہیں آیا اس کے بعد سورۂ مریم میں 15 بار اور طٰہٰ میں 4 بار آیا ہے یہ کل ہوئے 19۔ سورۂ طٰہٰ 20 ویں سورۃ ہے۔ اس بیس میں سے ایک بقرہ نکالدیں کہ جس میں ایک اسم رحمٰن آیا ہے تو ہوئے 19۔ یعنی بقرہ سے طٰہٰ تک کے باقی بیس اسم رحمٰن مریم اور طٰہٰ میں بیان ہو گئے۔ قرآن میں یہ ایک طرح کا توازن ہے جسے Equilibrium کہتے ہیں اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ (کہ اس میزان میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ ۸ الرحمٰن) اور سورۂ بقرہ کے بعد جیسا کہ پہلے کہا جہاں کثرت سے اللہ بیان ہے وہاں ''رحمٰن'' نہیں اور جہاں رحمٰن کا بیان ہے وہاں اسم اللہ نہیں۔ اور جہاں اللہ اور رحمٰن بیان ہوا ہے وہاں یا اس سورہ اور آیات میں ربوبیت کا بیان پورے جلال کے ساتھ ہوا ہے۔ سورۃ رحمٰن کو عروس قرآن کہتے ہیں۔ رحمٰن کے ابجدی اعداد 200+8+40+50 ہیں جن کے کل 298 ہوئے اسکی جمع ہے 8+9+2=19=10=1۔ رحمٰن 55 ویں سورۃ کے عدد کو جمع کریں 5+5=10=1۔ فاتحہ کے بعد بقرہ میں 1 بار رحمٰن آیا ہے 163 ویں آیت میں اگر اس آیت کے نمبر کے عدد کو جمع کرنے پر بھی 1 حاصل عدد ہے اور قرآن میں مقطعات سے 19 سورۃ ہیں لیکن اسماالحسنٰی سے صرف ایک سورۃ۔ بقرہ اور عمران دونوں ''مدنی'' سورتیں ہیں عمران کے بعد رحمٰن نہیں جبکہ ''مکی'' سورتوں میں ہی مقطعات زیادہ ہیں۔ اسم اللہ قرآن میں 2697 مرتبہ آیا ہے مگر سورۃ طٰہٰ 90 ویں آیت میں اللہ فرماتا ہے وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ تمہارا حقیقی رب رحمٰن ہے۔ اور اسی سورہ کی پانچویں آیت میں کہا کہ: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى رحمٰن جو عرش پر جلوہ افروز ہوا۔ قرآن میں ہے کہ ''جب ابراہیم و یعقوب کی نسل کے سامنے ''رحمٰن'' کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے روتے ہوئے زمین میں گر جاتے ہیں (مریم)۔ بات یہ ہے کہ اس کے اچھے اچھے نام قرآن میں 99 ہیں اور اسم اللہ بھی ہے۔ مگر جو عرش پر جلوہ افروز ہے وہ ''الرحمٰن'' ہے۔ اگر مقطع ''الٓر'' ''حٰمٓ'' کو سورۂ قلم کے نون ''نٓ'' سے جوڑتے ہیں تو وہ بنتا ہے ''رحمٰن'' جو عرش پر جلوہ افروز ہے۔ حٰمٓ میں رے اور نون ملانے سے جس طرح رحمٰن بنتا ہے۔ اسی طرح ''سجدہ'' میں سے سین اور جیم الگ کر کے بے اور نون ملانے سے ''بندہ'' بنتا ہے۔ معنی حٰمٓ کا تعلق عرش پر قائم رحمٰن سے ہے تو 'بندے' کا تعلق 'سجدے' سے ہے۔ اتفاق دیکھئے 14 مقطعات اور 14 ہی سجدے۔ ایسی ہم آہنگی یا مطابقت پذیری کو انگریزی میں Synchronisation کہتے ہیں، جس کے معنی کسی شئے یا حالت کو ایک دوسرے سے مطابقت کر دینا، یا تطبیق دینا۔ معلوم ہوا کہ

اسم اللّٰه رب کی خالق کی پہچان ہے۔مگر رحمٰن ہونا شان ہے رب کی خالق کی جوعرش اعظم پر ہے۔مثلاً جب سوال کیا جائے کس کی عبادت کرتے ہو کون معبود ہے تو کہا جائے گا کہ ''اللہ'' کی ۔پوچھا جائے کون ''اللہ'' تو جواب ہوگا وہ رحمٰن جوعرش اعظم پر ہے۔

حٰمٓ عٓسٓقٓ ۔جیسے پہلے کہا کہ سورۂ القمر سورۂ رحمٰن اور سورۂ واقعہ میں اسم اللہ نہیں ہے ۔اگر ان تینوں سورتوں کی ترتیب کو دیکھیں تو یہ 54 55 اور 56 ویں سورتیں ہیں ایک دوسرے سے منسلک ۔اگر سورہ قمر اور واقعہ کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں سورتوں میں قیامت کا ذکر ہے اور سورۂ قمر میں قوم ثمود قوم نوح اور قوم لوط کے علاوہ فرعون کا ذکر ہے جس کی قوم قبطی تھی ۔اور سورۂ واقعہ میں قیامت کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالی کی نوازشوں اور انعامات کا ذکر ہے جو کہ سورۂ رحمٰن کا تسلسل ہے۔اور سورۂ رحمٰن میں 78 آیتوں میں سے 31 آیات میں اللہ تعالی نے انس وجن سے کہا کہ تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کا انکار کرسکتے ہو ۔اور ان تینوں سورتوں کی انفرادیت یہ ہے کہ سورہ القمر کا ختم مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ قدرت والے مالک یا بادشاہ اور سورۂ رحمٰن کا ختم تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے اور واقعہ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ سو اپنے عظیم الشان رب کی تسبیح کیا کیجئے سے ہوا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ کہ ان تینوں سورتوں میں رحمٰن کی بزرگی وعظمت کے ساتھ اختتام کیا ہے۔جس طرح مقطعہ والی سورتوں میں: میں عالموں کا رب ہو میں عالموں میں افضل ہوں میں دیکھ رہا ہوں بیان ہوا ہے اس کا اُلٹ ان سورتوں کا ختم: قدرت والا بادشاہ احسان اور عظمت والا اس کے نام کی تسبیح کیجئے جیسی آیات سے ہوا ہے اور ان تینوں سورتوں میں مقطعات نہیں ہیں ۔اس حقیقت کو دوبارہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ رحمٰن کے ابتدایہ میں جس بیان یا بیان کرنے والے کی آمد کی حقیقت کو بتایا گیا اس لحاظ سے ان سورتوں میں اللہ کی عظمت کا بیان ہے ۔جیسے سورۂ یوسف اور الرعد اور ابراھیم میں واضح کیا تھا۔قرآن کی 12 ویں ترتیب سورۂ یوسف میں ''بصیرت'' کی دعوت دی 13 ویں ترتیب سورہ ''الرعد'' میں بصیرت کے احوال سے متعارف کرایا اور 14 ویں ترتیب سورۂ ابراہیم میں کہا کہ ''جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا '' قرار دیا ۔اور یہی ترتیب قرآن کی سورہ ''قمر'' 54 ۔سورۂ الرحمٰن 55 اور سورہ واقعہ 56 میں ہے اس طرح اللہ تعالی نے سارے احوال معارف کھول کر بیان کئے ہیں ۔ضرورت ہے انہیں قرآن وحدیث کے بیانوں میں غور کرنے کی جسے اللہ تعالی نے ''فہم و ادراک'' سے تعبیر کیا ہے۔ یہاں تعجب خیز معاملہ دیکھیں کہ جس طرح سورۂ قمر سورۂ رحمٰن اور سورۂ واقعہ میں ''اسم'' اللہ نہیں ہے بالکل اسی طرح سورہ یوسف سورۂ الرعد اور سورہ ابراہیم میں اسم صفت ''رحمٰن'' نہیں ہے۔ ہے نہ یہ معجزہ؟؟ ۔اسی لئے ان تینوں سورتوں میں جنت جہنم رحمٰن کے انعامات اس کی عطا اور ربوبیت کو پورے جلال کے ساتھ پیش کرنے کے بعد سورہ واقعہ میں کہا کہ ''سو تم اپنے عظیم الشان رب کے نام کی تسبیح کیجئے۔یعنی اللہ کا ذکر نماز ہو تلاوت ہو کہ ذکر اللہ یہی اس رحمٰن کو راضی کرنے کے اعمال ہیں نہ کہ دنیا کی متاع کی طلب دنیا یہیں رہ جائے گی جانا اسی کے دربار میں ہے اسی بیان کے اعمال اور طریقے بتائے جانے کے لئے ایک ''مبین کلام اللہ یا مراد اللہ'' کی آمد کا مژدہ جاں فزا سنایا گیا ہے سورۂ الرحمٰن کے شروع میں خلق الانسان علمه البيان ایک انسان کو پیدا

کیا جائے گا اور اسے (اس قرآن کا) بیان سکھایا جائے گا۔ سارے عالم مجتہد صوفیاء عبادات ذکر و اذکار کے بارے میں کہتے ضرور ہیں، لیکن طریقے نہیں بتائے۔ بعد میں وہ جو اعمال کرتے تھے ان کے معتقدوں نے ان کو اختیار کر لیا۔ لیکن مہدیٔ موعود آخرالزماں نے قرآن اور سنت نبویؐ کی بتائے ہوئے احکام اور اعمال پر عمل کیا اور اپنے ماننے والوں کو تعلیم اور طریقہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب کیسے حاصل ہوتا ہے، اسے گروہ پاک میں فرائض ولایت کہا جاتا ہے۔ جیسے کہا القمر 54، رحمٰن 55 اور واقعہ 56 میں اسم اللہ نہیں ہے درمیان میں صرف ایک سورۃ 57 ہے سورۂ الحدید ہے جس میں اسم اعظم کا ہونا روایتوں میں بیان ہوا ہے اس کے بعد 58 نمبر کی سورہ المجادلہ کی "ہر" آیت میں اسم اللہ بیان ہوا ہے اس میں 22 آیات ہیں۔ اس کے بعد 59 ویں سورہ حشر میں اسم اعظم کا ہونا روایتوں میں بیان ہوا ہے اس کی آخری آیات میں سب سے زیادہ اسماء صفات آئے ہیں۔ قرآن مجید میں سب سے عام اسم جو بیان ہے وہ "اللہ" ہے اس کے بعد "رب" آیا ہے۔ یہ علم ریاضی کا نایاب نمونہ ہے۔ کیا دنیا کی کوئی کتاب ایسے لطیف اشاروں کو پیش کر سکتی ہے؟ ایسا اسلوب بیان کسی بھی کتاب کا کیوں نہیں ہے، پھر کیوں قرآن کو معجزہ نہ کہا جائے گا۔ اس بات سے یہ یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ حضور نبی کریمؐ کا بیان کردہ اسم اعظم کا اس میں پایا جانا اللہ کی عظمت کے بیان کا پایا جانا ہے، جس کے لئے یہ دنیا کی تخلیق ہوئی، اور جس رفتار گفتار شیرینی شگفتگی اور ترنم سے قرآن بیان ہوا ہے جو حضورؐ پر نازل کیا گیا اس سے اللہ کی عظمت تو ظاہر ہے ہی، لیکن حضورؐ کی تمام انبیاء میں عظمت کا اظہار بھی ہے، کیوں نہ ہو اللہ فرماتا ہے "اے رسول ہم نے تم کو دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا"۔ اور ہم اور ہمارے فرشتے تم پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ شروع ہوتی ہے "الف" الحمد سے ختم ہوتی ہے ضالین کے "ن" پر۔ مقطعات شروع ہوتے ہیں الٓمٓ کے "الف" سے ختم ہوتے ہیں سورہ القلم کے "ن" پر۔؟

سورہ الرحمٰن کی آخری 78 ویں آیت "بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا ہے اور احسان والا"۔ سوال یہ کہ کون سا نام بابرکت ہے؟ جبکہ سورۂ الرحمٰن میں "اللہ" نام آیا نہیں، اور آل عمران سے انیس سورۃ مریم تک صرف "اللہ" آیا ہے رحمٰن نہیں ہے۔ مطلب "الرحمٰن" کا ہی بابرکت نام ہونا کیسے ہوا؟ وہ ایسے بیان ہوا ہے۔ **و الھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم** ۔(بقرۃ) **وان ربکم الرحمن** (طٰہٰ) **عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن** (حشر) معلوم ہوا کہ عرش اعظم پر جو رحمٰن ہے اسکا نام ہی بابرکت ہے۔ ان آیات میں اسم "اللہ" نہیں بیان ہوا ہے۔ صرف "رحمٰن" کا بیان ہے عربی میں رحم کا لفظ ماں کی کوکھ سے آیا ہے۔ جس طرح مادر رحم میں بچہ محفوظ رہتا ہے اسی طرح بندہ اللہ کی رحمت میں محفوظ رہتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ: **اَنَا الرَّحمٰنُ خَلَقْتَ الرَّحِیمَ وَشَقَقْتُ لَھَا اسْمًا مِنِ اسْمِی ، فَمَنْ وَصَلَھَا وَ صَلْتُہٗ وَ مَنْ قَطَعَھا قَطَعْتُہٗ** میں رحمٰن ہوں میں نے رحم (کوکھ) کو پیدا کیا، اور اسی سے اپنا اسم نکالا جو کوئی اپنے اہل خانہ سے رشتہ مضبوط رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ہوں۔ جو منقطع کرتا ہے میں اس سے منقطع کر لیتا ہوں۔

قرآنی سجدوں کی ترتیب

قرآن میں 14 سجدہ ہیں۔ 12 مکی اور 2 مدنی سورۂ رعد اور سورۂ حج ہے۔قرآن میں 86 سورتیں مکی ہیں 6+8=14 مدنی سورتیں 28 ہیں۔مقطعات 14 سورتوں 29 بار دہرائے گئے ہیں 28÷2=14۔اور سورہ 114 ہیں۔مقطعات میں حروف ابجد 14 ہیں۔مقطعات والی آخری سورۃ قلم جس میں نٓ ہے 68 ' 8+6=14۔مقطعات والی سورتیں۔جس طرح مقطعات کی ایک ترتیب ہے اسی طرح سجہ تلاوت کی بھی ایک ترتیب ہے وہ اس جدول میں دیکھ سکتے ہیں۔

نزول قرآن کے وقت		ترتیب قرآن کے وقت		نزول کی الٹی ترتیب میں	
سجدوں کا ترتیب	درمیانی وقفہ آیات	سجدوں کا ترتیب	درمیانی وقفہ آیات	سجدوں کا توازن	وقفہ آیات
سورہ نمبر 1 العلق		7 الاعراف		114 النصر	
23 النجم	**22**	13 الرعد	6	103 الحج	11
38 صٓ	**15**	16 النحل	3	96 الرعد	7
39 الاعراف	1	17 بنی اسرائیل	1	83 انشقاق	13
44 مریم	5	19 مریم	2	75 سجدہ	8
47 شعراء	3	22 حج	3	70 النحل	5
50 بنی اسرائیل	3	25 الفرقان	3	61 حم سجدہ	9
57 لقمان	7	27 النمل	2	57 لقمان	4
61 حم سجدہ	4	32 سجدہ	5	50 بنی اسرایل	7
70 النحل	9	38 صٓ	6	47 شعراء	3
75 سجدہ	5	40 المومن	2	44 مریم	3
83 انشقاق	8	53 النجم	**13**	39 اعراف	5
96 الرعد	13	84 انشقاق	**31**	38 صٓ	1
103 حج	7	96 العلق	**12**	23 النجم	**15**
				1 العلق	**22**

ہم نے نزول قرآن کے وقت سجدوں کی ترتیب 22 اور 15 اور ترتیب قرآن کے وقت سجدوں کی ترتیب 12'31'13 کو بولڈ دکھایا ہے وہ اس لئے کہ جس وقت نزول ہو رہا تھا اس وقت قرآن میں سجدوں کا بیان اور حکم ایک لمبے وقفہ کے بعد شروع ہوا اور بالکل اس

کے اُلٹ جب قرآن مرتب کیا گیا تو اس کے حکم و بیان کو آخر میں لمبے توقف کے بعد رکھا گیا یعنی Gap کے بعد اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن میں فرایض' احکام' ایمان' عقاید' نمازوں' ذکرواذکار کے بیان اور اسماءالحسنٰی میں سنت کے ذریعہ عبادت کے طریقے بتائے جانے کے بعد سجدۂ تلاوت کا کیا مقام ہے؟ اور جس طرح دورنبوت میں یا نزول قرآن مکہ کے احکام میں 12 سجدے اور مدنی دورنبوت یا خلافت راشدہ کے بعد لمبے وقفے کے 2 سجدے یعنی 84 سورہ میں 13 واں سجدے اور 30 سورہ میں 1 سجدہ کا ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مکہ میں بندوں کو اطاعت پر راضی کرنے کے لئے تلاوت کلام پاک کے احکام پر انہیں اللہ تعالی کے آگے سر بہ سجدہ کرنا ضروری تھا' جبکہ مدنی زندگی میں حالات ایمان کے پختہ ہو چکے تھے تو صرف ایک سجدہ کا حکم ہوا ہے۔ مگر چونکہ شروع میں لمبا وقفہ بندوں کو سنبھلنے کے لئے مہلت دی گی اور بعد میں یہ عرصہ مہلت زیادہ لمبا اس لئے کہ اللہ کی اطاعت و بندگی کی بات لوگوں کے سمجھ میں آ گی تھی۔ اب آگے مقطعات کی ترتیب و تشکیل بھی ایسی ہی پیش بندی ملاحظہ کر لیں۔

مقطعات کی ترتیب

نزول قرآن کے وقت				ترتیب قرآن کے وقت			
سورہ میں مقطعہ کی ترتیب			وقفہ سورۃ کے درمیان	سورہ میں مقطعہ کی ترتیب			وقفہ سورہ کے درمیان
نٓ	القلم	2	....	الٓمٓ	البقرہ	2	-----
قٓ	ق	34	**32**	الٓمٓ	آل عمران	3	....
صٓ	صٓ	38	4	الٓمٓصٓ	الاعراف	7	4
الٓمٓصٓ	الاعراف	39	–	الٓرٰ	یونس	10	3
یٰسٓ	یٰس	41	2	الٓرٰ	ھود	11	–
کھیٰعٓصٓ	مریم	44	3	الٓرٰ	یوسف	12	_
طٰہٰ	طٰہٰ	45	—	الٓمٓرٰ	الرعد	13	_
طٰسٓمٓ	الشعراء	47	2	الٓرٰ	ابراھیم	14	_
طٰسٓ	النمل	48	—	الٓرٰ	الحجر	15	–
طٰسٓمٓ	القصص	49	—	کھیٰعٓصٓ	مریم	19	4
الٓرٰ	یونس	51	2	طٰہٰ	طٰہٰ	20	--
الٓرٰ	ھود	52	—	طٰسٓمٓ	شعراء	26	---
الٓرٰ	یوسف	53	—	طٰسٓ	النمل	27	---

الٓرٰ	الحجر	54	—	طٰسٓمٓ	القصص	28	—
الٓمٓ	لقمان	57	3	الٓمٓ	عنکبوت	29	—
حٰمٓ	المومن	60	3	الٓمٓ	الروم	30	—
حٰمٓ	حم سجدہ	61	—	الٓمٓ	لقمان	31	—
حٰمٓ عٓسٓقٓ	شوریٰ	62	—	الٓمٓ	السجدہ	32	—
حٰمٓ	الزخرف	63	—	یٰسٓ	یٰسٓ	36	4
حٰمٓ	دخان	64	—	صٓ	صٓ	38	2
حٰمٓ	جاثیہ	65	—	حٰمٓ	المومن	40	2
حٰمٓ	الاحقاف	66	—	حٰمٓ	حم سجدہ	41	—
الٓرٰ	ابراہیم	72	6	حٰمٓ عٓسٓقٓ	شوریٰ	42	—
الٓمٓ	السجدہ	75	3	حٰمٓ	الزخرف	43	—
الٓمٓ	الروم	84	9	حٰمٓ	دخان	44	—
الٓمٓ	عنکبوت	85	—	حٰمٓ	جاثیہ	45	—
الٓمٓ	بقرہ	87	2	حٰمٓ	احقاف	46	—
الٓمٓ	آلعمران	89	2	قٓ	ق	50	4
الٓمٓرٰ	الرعد	96	**6**	نٓ	القلم	68	**18**

سجدوں کی تشکیل وترتیب کے بعد مقطعات کی ترتیب وتشکیل واضح اس طرح ہوتی ہے کہ نزول قرآن کے وقت سورہ القلم 2 میں مقطعہ نون کے **32** سورتوں بعد دوسرا مقطعہ ق نازل ہوا اور آخر میں سورہ عمران کے **6** سورہ بعد السمر نازل ہوا ،مگر ترتیب قرآن میں آل عمران 3 کے 4 یعنی **7** سورہ بعد الاعراف میں دوسرا اور آخر میں سورہٗ ق کے **18** سورہ بعد نون والقلم رکھا گیا ہے۔یہ ایک ایسی بندش ہے جو ایک کھلا معمہ ہے قرآن میں ایسی کی حیرت انگیز باریکیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔اس ادل بدل اور الٹ پھیر میں کی پیغام اور پیش گوئیاں پوشیدہ ہیں ۔ہمیں اس بات میں کوئی تعجب نہیں ہوتا کہ یہ باتیں حضور اقدس نبی کریم خاتم النبینﷺ کو نہیں بتائی گئی ہوں ۔کیوں نہ صحابہؓ کا کہنا کہ اللہ کے رسولﷺ نے ہمیں ہر چیز کے بارے میں تعلیم دی یا علم دیا ہے ۔ہاں مگر! مصلحت خداوندی تھی کہ انہیں بعد میں یا کسی اور وقت میں بیان کیا جائے یا وہ ظاہر ہوں ۔

اس دوسرے جدول میں ہم نے مقطعہ کی جو ترتیب دکھائی ہے اس میں سورہ قلم 2 کے بعد سورہ ق ؔ 34 میں ہی دوسرا

مقطعہ آیا ہے۔ 34 میں سے 2 منہا کردیں تو بچے 32 درمیان کے اس وقفہ کو مہدی موعودؑ کے ثبوت میں پیش کی گئیں آیات جنہیں 14 سورتوں میں پیش کیا گیا ہے ان میں مکی سورہ 6 ہیں مدنی 8 اور ان کے درمیان بھی 32 ہی سورتوں کا وقفہ ہے یعنی ہجرت سے پہلے چھ ہجرت کے بعد آٹھ سورۃ جو نازل ہوے ان کے درمیان بتیس سورہ ہیں۔

یہ تجزئے یہ جائزے یہ حساب کتاب یہ جدول سے سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت اس لئے ہے کہ اللہ تعالی نے اولاد آدم کو زمین پر بھیج کر انبیاء و مرسلین کو وقتاً فوقتاً مبعوث کر کے انہیں یہ نہیں سمجھانا ہے کہ تم احکام پر چل کر بندگی وعبادت کر کے اللہ کو راضی کر کے آجاؤ اور انعام و اکرام سے نواز دیا جائے گا پھر تم عیش وعشرت سے جنت میں گزارو۔ بلکہ اللہ تعالی نے انسان کو مخلوقات میں جو شرف عطا کیا تھا اسے ثابت کرو اور اس کے اہل بن کر دکھاؤ۔ انسان کا شرف اس کے اندر کی علمی قابلیت ہے وہ ان باتوں کو بھی جانتا اور سمجھتا ہے جو اور مخلوق نہیں جانتی یا نہیں سمجھتی۔ ورنہ یہ فرشتے یہ ملا ئک۔ یہ دوسری مخلوقات اللہ کے احکام سے انحراف کرنے سے نا بلد ہیں۔ انسان میں حکم عدولی اور انحراف کا مادہ ہے باوجود اس کے وہ اطاعت و بندگی میں ایسے کمال اور انتہاء پر پہنچنے کا حوصلہ اور ملکہ رکھتا ہے۔ ان منفی کیفیات کا انکار کر کے جب وہ اپنے معبود و خالق کی بندگی کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیتا ہے تو یہی بات اللہ تعالی کے خوش ہونے اور اپنی تخلیقات پر فخر کرنے کا موجب بنتی ہے یہی اللہ تعالی دیکھنا چاہتا ہے۔ جب فخر دو عالم باعث تخلیق کائینات محمد ﷺ نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھائی تو انہیں اپنے پاس بلا کر اپنے آغوش محبت میں لیا سدرۃ المنتہٰی کے آگے۔ اگر اُمت رسول ﷺ میں اللہ کے بندے اللہ کی محبت میں اپنے حد سے گزر جانے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو کیوں نہیں اپنے جلوؤں سے وہ دنیا میں اور دین میں نواز ے گا۔

قرآن مجید میں 14 سجدوں کو آدھا آدھا برابر برابر مقطعہ والی سورتوں میں 7 اور بغیر مقطعہ والی سورتوں میں 7 میں رکھا گیا ہے۔

	1	2	3	4	5	6	7
سورۃ	الاعراف	الرعد	مریم	النمل	الم سجدہ	ص	حٰم سجدہ
مقطعہ	المص	المر	کھیعص	طسم	الٓمٓ	صٓ	حٰمٓ
نزول سجدہ	39	96	44	48	75	38	61
ترتیب قرآن	7	13	19	27	32	38	41

اب بغیر مقطعہ والی سورتوں میں سجدوں کی ترتیب دیکھیں

	1	2	3	4	5	6	7
سورۃ	النحل	اسراء	الحج	الفرقان	النجم	الانشقاق	العلق

نزول	70	50	103	42	23	83	1
ترتیب		17	22	25	53	84	96

جن میں سجدہ آیا ہے 1)الاعراف 7 آیت 206۔ 2)الرعد 15 آیت 13 ۔ 3)النحل 16 آیت 50۔ 4) اسراء یا بنی اسرائیل 17 آیت 107 ۔ 5) مریم 19 آیت 58۔ 6) الحج 22 آیت 18۔ 7) الفرقان 25 آیت 60۔ 8) النمل 27 آیت 26۔ 9) السجدہ 32 آیت 15۔ 10) صٓ 38 آیت 24۔ 11) حٰمٓ السجدہ 41 آیت 38۔ 12) النجم 53 آیت 62 ۔ 13) الانشقاق 84 آیت 21۔ 14) العلق 96 آیت 19 یہ سورتیں 14 میں سے 12 مکی ہیں جن میں سجدہ کا حکم آیا‘صرف 2 سورۃ مدنی ہے وہ ہے الرعد جس میں'' الٓـمّٓـرٰ '' ہےاورسورۃ الحج۔اور مقطعات میں بھی 14 میں 11 مکی ہیں اور 3 مدنی ہیں 1 الٓمٓ 2 الٓمّٓرٰ ۔حالانکہ یہ مقطعہ والی 29 سورہ ہیں ان میں 26 مکی اور 3 مدنی ہیں۔یہاں 14 اور 2 کی برابری ملاحظہ کریں۔مطلب یہ کہ مکہ میں نزول قرآن کا خطاب‘ کہ میں اللہ عالم افضل دیکھ رہا ہوں ۔اور مدینہ کا خطاب اور تعلیم دوسری ہے اب جب کہ اللہ کی پہچان شناخت ہو چکی ہے تو میری قدرت اور کائنات میں میرے جلوؤں میں مجھے دیکھوں مجھے پہچانو۔اور جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا۔مطلب یہ کہ حضور ﷺ کے مدنی زندگی کے بعد اسلام کے اس دور کا آغاز ہے **جس میں اللہ تعالیٰ کو جاننے پہچاننے کی بات ہے** ۔مکی تعلیم میں وعدہ وعید تنبیہ غیض وغصب ہے تو مدنی دور تعلیم میں معرفت الٰہیہ کا بیان ہے۔ہجرت سے پہلے مسلمان محبوس مجبور اور مظلوم تھے ہجرت کے بعد خود مختار آزاد اور وسیع النظر ہو گئے ,یہی بات ان کے ظاہر و باطن کے اعمال کی عکاسی کرتی ہے ۔کیونکہ حضور ﷺ کو ہجرت سے 16 مہینے پہلے معراج ہوئی تھی کہ جس دن آپؐ اُم المؤمنین حضرت اُم ہانیؓ کے گھر پر تھے ۔یہ بات غور طلب ہے کہ مکہ مکرمہ میں نبوت کی ابتداء وحیِ الٰہی سے ہوئی تو حضور ﷺ پریشان وفکرمند اُم المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے معاملہ سنایا تو حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی ہمت باندھی اور کہا آپؐ کو اللہ تعالیٰ ضایع نہیں ہونے دیگا‘اس کے بعد لگ بھگ ہجرت سے ڈیڑھ دو سال پہلے 65 سال کی عمر میں بی بی خدیجہؓ کا وصال ہو چکا تھا۔ٹھیک ان دس سالوں میں مکی زندگی کے آخری ایام میں جو تبدیلیاں آئیں جو حالات ہوئے اُس کے پیش نظر حضرت اُم ہانیؓ نے حضور ﷺ سے کہا کے واقعہ معراج لوگوں سے اس وقت بیان نہ کریں وہ آپؐ کا یقین نہ کریں گے۔مگر! اس وقت حضور ﷺ ایمان و استقامت کی علامت بن چکے تھے‘ آپؐ نے یہ واقعہ برسر عام اہل مکہ کو سنایا۔یہاں دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں‘ایک یہ کہ مکی دور کے پیغام شریعت کی کیفیت کچھ اور ہے اور مدنی دور کا پیغام کچھ اور ہے ۔یہ بات مکی اور مدنی سورتوں کے بیان میں محسوس کی جا سکتی ہے ۔مکی سورتوں میں متشابہات اشارات تنبیہ غیض وغصب اور جلال کا ظہور ہے اور مدنی احکام وبیان نصیحت واقعات فرمودات بیان فیض وعرفان سے معمور ہیں۔دوسری بات یہ کہ مکی زندگی میں حضور ﷺ پر آزمائش امتحان مشقت خوف بیم ورجاء کے علاوہ عطا درگزر نوازشات انعامات کی پیشن گوئیوں کے ساتھ سب سے بڑی عطا یا انعام معراج مقدس ہے ۔مکہ میں حضور ﷺ کو اُمت کے لئے

قربانی دیتے ہوئے دیکھا گیا تو انعام عطا ہوتے ہوئے بھی دیکھا' اسی کے ساتھ جیسے کہا کہ ہجرت کے سولہ مہینے پہلے معراج ہوئی کفار کے لئے یہ گنجائش باقی نہیں رکھی گئی کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں آپ کفار کے جور و ستم سے محفوظ ہونے کے بعد اس حقیقت کو بتایا ہو۔ مطلب یہ کہ جو کچھ محیرالعقل معاملات تھے ان کا بیان مکہ میں ہی ہو گیا' انہیں میں مقطعات بھی شامل ہیں۔ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (الاسراء ۶۰) رویا سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے' آپؐ نے اپنی آنکھ سے سب کچھ دیکھا۔ اور حدیث جبرائیل یا حدیث احسان جسے کہا گیا ہے اس کے بیان ہونے کے 81 دن بعد حضور نبی کریم ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے (یہ مدت مسند ابو حنیفہ میں ہے)۔ حج فرض ہے صاحب نصاب پر' مگر کیا بات ہے کہ جن پر حج فرض نہیں ہے وہ بھی کسی طرح مکہ اور مدینہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا شوق لئے اپنی ضروریات میں کفایت کر کے حج کر لیتے ہے؟ ایک شوق ہے کہ اللہ کا گھر دیکھیں حالانکہ کتنے ہیں کہ اس گھر میں یا آس پاس انہیں اللہ دکھائی دیا ہے؟ ایک جذبہ ہے کہ اللہ نہ سہی اس کا گھر تو دیکھا۔ بس یہی بات اللہ کے مقربوں کی ہے کہ اللہ کو دیکھنا فرض کر لیا' ایک تنکے جتنی بصیرت یا دیدار بھی ان کے لئے دیدار ہی ہے۔

اس تناظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ مہدی موعودؑ نے 887ھ سے 14 برس تک سفر ہجرت اختیار کیا اور 901ھ میں مکہ مکرمہ میں پہنچ کر پہلا دعویٰ مہدی کیا جبکہ اس سے پہلے آپ کو مقام ہدایت سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ آپؑ نے سنت رسول ﷺ کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے رکن و مقام پر دعویٰ حق کا اعلان کیا' اب یہاں دیکھیں اللہ کے رسول ﷺ نبوت کی ابتداء میں فطرت انسانی کے تحت پریشانی کا اظہار فرماتے ہیں محمد ﷺ ساڑھے آٹھ سالوں بعد پیغمبری و نبوت کی علامت بن گئے تھے اور مہدی موعودؑ کو چودہ برسوں میں خلافتہ اللہ کے اعمال کی استقامت کے بعد دعویٰ کرتے ہیں۔ کیونکہ آپؑ تابع رسول ﷺ ہونے کی بنیاد پر اتباع کی شرط پر میرے نقش قدم پر چلے گا خطا کر نہیں کرے گا اس کے بعد ہی مہدی موعودؑ نے فرائض ولایت اور طلب دیدار کو ضروری قرار دیا۔ جہاں تک کعبہ میں دعویٰ مہدی کی بات ہے ہمیں ایک شیخ علی متقی کے دعویٰ کرنا دوسرا 1979 میں ایک شخص کے اپنے ساتھیوں اور ہتھیاروں کے ساتھ آنے بعد میں اس کے قتل کر دئے جانے کا واقعہ معلوم ہے اور شریعت کے مطابق کعبہ میں دعویٰ حق کرنے کا ثبوت صرف حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کا معلوم ہے۔

اور سورۂ النمل جو 27 ویں سورہ ہے اس میں اسم ''اللہ'' 27 بار آیا ہے اس کی خصوصیت یہ کے جس میں مقطعہ ''طٰسٓ'' بھی ہے۔ 1 سجدہ بھی ہے' اور شروع کے بسم اللہ کے علاوہ ایک اور بسم اللہ کا بیان ہے۔ اس میں حرف تہجی کا ایک حرف ''واؤ'' ہے جو عربی میں 27 ویں نمبر پر آتا ہے۔ کچھ دنوں پہلے کسی نے لکھا تھا کہ یہ واو 729 مرتبہ اس میں آیا ہے اگر 27 کو 27 سے ضرب دیتے ہیں تو یہ عدد نکلتا ہے۔ اس سورۃ میں 4 انبیاء کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ جو غیر معمولی حیران کن غیر فطری ایک حضرت موسیٰؑ کا آگ لینے طور پر جانا اور وہاں اللہ تعالی سے ہم کلام ہونا۔ حضرت سلیمانؑ کی بادشاہت انس جن چرند پرند دوسری مخلوق سے یہاں تک کہ چیونٹی سے بھی بات کرنا۔ تیسرا حضور نبی کریم ﷺ مکہ کو محترم کرنا اس میں اللہ کی عبادت کا حکم دینا' اور یہ حکم اللہ تعالی نے آپؐ

معراج میں بلاکر بالمشافہ دیا تھا۔تیسرا معاملہ حضرت لوطؑ کی قوم کا جن کے غیر فطری عمل کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔یعنی اللہ نے انسان کوجس فطرت پر پیدا کیا اسکے خلاف جانے کا انجام۔

اسلام میں گنتی کی اہمیت

اسلام میں گنتی کی خاص اہمیت ہے۔7 زمین'7 آسمان'7 رنگ جسے انگریزی میں Vibgyor کہتے ہیں'حج میں رمی کے لئے 7 کنکریاں'7 طواف'7 سعی'مقطعات میں ابجد کے کل 34 حروف ہیں جمع 7 'قرآن کی ابتداء سورۂ فاتحہ سے اس میں 7 آیتیں ہیں'مقطعات میں حٰمٓ 7 'حضرت یوسفؑ کا خواب 7 سال کی خوشحالی 7 سال کا قحط۔قرآن کی 7 منزلیں۔اللہ تعالی نے 6 دنوں میں کائینات کی تخلیق کی 7 ویں دن عرش پر متمکن ہوا۔رحمٰن کے ابجدی عدد 1 اور رحیم کے 6 دونوں ملاکر 7۔سجدہ کی حالت میں انسان کے 7 اعضاء زمین کو چھوتے ہیں۔2 ہاتھ ,2 گھٹنے ,2 دونوں پیروں کی انگلیاں اور 1 پیشانی۔قرآن میں اللہ تعالی نے 7 سورتوں میں قسم کھائی ہے 1)سورۂ النساء آیت 65۔2)سورہ مریم آیت 68۔3)سورۂ یونس آیت 53۔4)سورۂ تغابن آیت 7۔5) سورۂ الحجر آیت 92 ۔6) سورہ المعارج آیت 4۔7) سورہ الذرعات آیت 23۔بندوں کی اصلاح کے لئے 4 آسمانی صحایف نازل ہوئے'توریت ,زبور ,انجیل اور قرآن۔قرآن میں 4 پیغمبروں کے نام سے سورتیں ہے- ابراہیم- ھود- یوسف۔محمدؐ۔ان چار پیغمبروں کو شرک بت پرست کافر اور شریر قوموں کے درمیان مبعوث کیا گیا اور 3 پیغمبروں کا کثرت سے قرآن میں ذکر آیا ہے۔1یعقوبؑ/بنی اسرائیل 2. موسیٰؑ 3 عیسیٰؑ کا =7۔ان تین پیغمبروں کو ایسی قوموں میں مبعوث کیا گیا جو وحدانیت سے واقف تھے اس کے باوجود کفر وارتداد کے مرتکب تھے'جبکہ اہل کتاب یا اہل صحایف تھے۔انبیاء بہت آئے مگر نبوت کے 7 ادوار ہیں۔1) آدمؑ سے نوحؑ تک۔ 2) نوحؑ سے ابراہیمؑ تک۔3) ابراہیمؑ سے داؤدؑ تک۔4) داؤدؑ سے موسیٰؑ تک۔5) موسیٰؑ سے یعقوبؑ تک 6) یعقوبؑ سے عیسیٰؑ تک۔7) عیسیٰؑ سے حضور نبی کریم ﷺ تک۔نماز کا ذکر یا لفظ صلواۃ قرآن میں 700 مرتبہ آیا ہے۔خلایق کی تعداد ,اوصاف ,صفات ,موجودات اور انسان کی حیات سے جڑی حقیقتوں کے بیان کے لئے 7 بار یا اس کا عدد استعمال ہوا ہے۔اور قرآن میں حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں سات ہیں۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ:حٰمٓ قرآن کا مغز ہے۔مدارج النبوہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ جب میں دنیا سے رخصت کروتو مجھے بیر غرس کے 7 مشکیزہ پانی سے غسل دینا۔اور عجوہ کھجور کے 7 دانے کھانا زہر اور سحر میں مفید ہے۔مقطعات میں" حٰمٓ ہی ایک ایسا ہے جو 7 بار دہرایا گیا ہے'اگر ان 7 کو 99 اسماءالحسنیٰ میں جمع کریں تو حاصل عدد ہے 106 جس کی جمع 7 ہے۔مواہب لدنیہ میں نقاش سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کلام اللہ میں میرے سات نام ہیں: محمد احمد یٰسٓ طٰہٰ مزمل مدثر اور عبداللہ ۔ہمیں پانچ وقت کی نماز فرض ہے ان میں ہم کل 106 بار تکبیر کہتے ہیں جسے جمع کریں تو 7 ہے۔دو رکعت کی نماز میں 11۔اور چار رکعت میں 21 اور تین رکعت میں 16 تکبیرات ہوتی ہیں۔اسی طرح سنت

موکدہ کی کل 44 غیر موکدہ کی 42 اورواجب کی 16 تکبیر ہیں۔مگر فرض میں 106 تکبیرات=7۔

امیرالمومنین حضرت عمرؓ بن خطاب نے اصحابؓ رسول ﷺ کو جمع کیا اوران سے لیلۃ القدر کی بابت سوال کیا تو سب کا اجماع اس امر پر ہوا کہ یہ رمضان کے آخری دہے میں ہے۔ابن عباسؓ نے فرمایا میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کونسی رات ہے عمرؓ نے فرمایا کہووہ کونسی رات ہے؟ عباسؓ نے کہا اس آخری عشرہ میں 7 گزرنے پر یا 7 باقی رہنے پر حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کیسے معلوم ہوا؟ تو جواب دیا کہ دیکھو اللہ تعالی نے آسمان بھی سات بنائے ہیں زمینیں بھی سات 'مہینہ بھی ہفتوں (سات دنوں)پر ہے۔انسان کی پیدائش بھی سات پر ہے کھانا بھی سات ہے' سجدہ بھی سات پر ہے طواف بیت اللہ سات بار رمی جمار کی کنکریاں بھی سات اُس طرح سات والی بہت چیزیں گنوائیں۔حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا تمہاری سمجھ وہاں پہنچی جہاں تک ہمارے خیال کو رسائی نہ ہو۔اگر ان گنتیوں جیسے معاملات میں کوئی برائی یا نقص ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی سے زیادہ کون ہوتا جو اس پر اعتراض کرے بلکہ آپؓ نے اس بات پر ستائیش کی اور خوشی کا اظہار کیا ۔

سورہ فاتحہ کے چار الگ اعداد کی گنتی

❁❁❁

سورہ فاتحہ کی گنتی چار 4 الگ اعداد میں۔ 28 ' 30 ' 29 ' 25

بسم الله الرحمن الرحيم	4
الحمد لله رب العالمين	4
الرحمن الرحيم مالک يوم الدين	4
اياک نعبد واياک نستعين	4
اهد نا صراط المستقيم	4
صراط الذين انعمت عليهم	4
غير المغضوب عليهم ولا الضالين	4
Total	28

بسم الله الرحمن الرحيم	4
الحمد لله رب العالمين	4
الرحمن الرحيم مالک يوم الدين	5
اياک نعبد واياک نستعين	4
اهد نا صراط المستقيم صراط	5
الذين انعمت عليهم غير	4
المغضوب عليهم ولا الضالين	4
	30

بسم الله الرحمن الرحيم	4
الحمد لله رب العالمين	4
الرحمن الرحيم مالک يوم الدين	5
اياک نعبد واياک نستعين	4
اهد نا الصراط المستقيم	4
صراط الذين انعمت عليهم	4
غير المغضوب عليهم ولا الضالين	4
Total	29

بسم الله الرحمن الرحيم	4
الحمد لله رب العالمين	3
الرحمن الرحيم مالک يوم الدين	4
اياک نعبد واياک نستعين	4
اهد ناالصراط المستقيم صراط الذين	4
انعمت عليهم غير	3
المغضوب عليهم ولا الضالين	3 = Total 25

علمائے اسلام نے سورۂ فاتحہ کے کلمات کے حروف مع بسم اللہ کے 25 ہی لئے ہیں۔ مگر ہم نے یہاں پر مع بسم اللہ کے حروف کو چار 4 مختلف گنتیوں میں دکھایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان چاروں مختلف اعداد میں سورۃ الفاتحہ کی ایک نئی ترکیبی جہت دکھائی دیتی ہے۔ پہلے چارٹ میں 28 اعداد والے حروف کی ترکیب دیکھیں یہ ترکیب بالکل 28 مقطعات کے مطابق ہے جو عدد 14 میں دکھائی دیتا ہے یعنی 86 مکی سورہ 28 مدنی سورہ 68 نون کا سورہ و دیگر۔ اب دوسری ترکیب دیکھیں 30 عدد والی' اس میں اگر مقطعہ عسق کو حمٓ سے الگ کریں جو سورہ الشوریٰ میں ہے تو کل مقطعات قرآن 30 ہوتے ہیں حالانکہ سیپارے یا جز جو بعد میں بنے لیکن اس کی پیش بندی قرآن میں یا سورۃ الفاتحہ میں پہلے ہی موجود ہے۔ تیسرا 29 اعداد کے حروف کو فاتحہ میں دکھایا ہے قرآن میں کل 29 ہی سورتوں میں مقطعات کو دہرایا گیا ہے۔ چوتھی ترکیب 25 حروف کی یہ علماء اسلام کی ہے انہوں نے اسے بتایا ہے اگر اس 25 کو جمع کریں تو عدد 7 بنتا ہے اور سورہ فاتحہ میں اتنی ہی آیات ہیں مع بسم اللہ کے۔ ہم نے پہلی ترکیب میں ''رب'' الگ ''العالمین'' رکھا ہے۔ چوتھی ترتیب میں یہ ایک حرف کے طور لیا ہے۔ دوسری ترتیب میں ''نـا'' اور ''صراط'' الگ رکھا ہے اسی طرح ''یوم'' ''الدین'' الگ کیا ہے۔ جبکہ پہلی اور چوتھی ترتیب میں یہ ایک حرف کے طور لیا ہے۔ اور ''والا'' ''ضالین'' تیسری ترتب میں الگ ہے جبکہ تینوں میں ایک حرف ہے۔ یہاں دکھانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ترتیب کہیں نہیں ہے مگر اس میں مقطعات سیپارے جز اور 14 عدد اور اسی طرح کے قرآنی اسرار بتانا مطلوب ہے۔ یعنی جو ظاہری طور پر قرآن میں دکھائی دیتا ہے اس کا باطن الگ ہے یہی معاملہ معرفت الٰہی دیدار بصیرت اور دیگر احوال کا ہے جو قرآن میں ہیں ضرورت ہے انہیں سمجھنے کی اور مقطعات قرآن ان کی کلید ہیں۔

اسی طرح عدد 4 کی بھی اہمیت ہے۔ ن 1) لا 2) الـہ 3) الا 4) الـلـہ۔ 2) نماز 3) روزہ 4) زکواۃ 1) حج۔ فرایض اسلام میں یہ چار عملی عبادات ہیں کلمہ اقراری ہے۔ 1) جبرائیل 2) میکائیل 3) اسرافیل 4) عزرائیل۔ 1) مشرق 2) مغرب 3) شمال 4) جنوب۔ 1) سردی 2) گرمی 3) بارش 4) خزاں۔ 1) زمین 2) آسمان 3) ہوا 4) پانی۔ ان چار عناصر سے دنیا میں حیات کا ظہور ہے۔ 1) نباتات 2) جمادات 3) ارواح 4) حیوانات۔ ان چار عناصر سے دنیا میں حیات کا سلسلہ قایم ہے۔ 1) بچپن 2) لڑکپن 3) جوانی 4) بڑھاپا۔ 1) دورانبیاء 2) دور محمدؐ خاتم نبوت 3) دوراولیاء 4) دور خاتم ولایت مہدیٔ آخرالزماں۔ 1) توریت 2) زبور 3) انجیل 4) قرآن۔ مقامات الوہیت 1) هُوَ 2) اَللّٰهُ 3) حٰمٓ 4) عٓسٓقٓ۔ بزرگوں نے اعمال ایمان کی اساس کو چار حصوں میں بانٹا ہے۔ 1) شریعت 2) طریقت 3) معرفت 4) حقیقت۔ اور قرآن کے 14 مقطعات کے حروف ابجد (الف' ب' ت' ث ...ج..) کے ہر حرف کے اعداد کی کل گنتی 1786 ہے جس کا حاصل 6+8+7+1=22=4 ہے۔ اللہ تعالی کی وحدت اور بے نیازی کا بیان سورۂ اخلاص میں ہے اس میں 4 آیتیں ہیں' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس سورۃ کا پڑھنا ایک تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ الغرض قرآن مجید گنتی حساب

کتاب الجبرا جیومیٹری ٹرگنومیٹری جیسی دقیق اور مہین ریاضی کے اصولوں کی بنیاد پر بیان ہوا ہے۔ جو لوگ ان باتوں کو نہیں مانتے انہیں قیاس یا محض اندازہ سمجھتے ہیں وہ بھی ان پیش کردہ حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے' انہیں یا تو سچ ماننا پڑے گا یا ان حقایق کو غلط ثابت کرنا پڑے گا' کیونکہ یہ علوم بھی انسانوں کو اللہ تعالی ہی کی طرف سے دےُ گئےُ ہیں۔ اور جو مقطعات قرآن میں آئےُ ہیں انہیں کے نام پر 4 سورتیں ہیں 1) طه 2)یس 3) ص 4)ق۔

سورۂ فاتحہ میں سات 7 آیات پچیس 25 الفاظ اور ایک سو تیرہ 113 حروف ہیں۔ اگر سورہ فاتحہ کو ایک سو چودہ 114 قرآن کی سورتوں میں دیباچہ preface مان لیں تو اس کے حروف کی تعداد کے برابر قرآن میں سورہ ہیں۔ اور سورہ فاتحہ میں کچھ حروف نہیں ہیں جن کے معنی ہیں جیسے خ سے خوفٗ ز سے زقوم معنی جہنمی پھل ش شقوہ بدنصیبی ظ ظلم یا اندھیرا ف فراق جدائ ج جہنم ث ؟ ۔

جن سورتوں میں اللہ تعالی نے خبردار کیا ہے' آگاہ کیا ہے' کفر شرک اور نا فرمانی کرنے سے تنبیہ کی ہے' اس کا تناسب 28% اور فرمان و احکام و نصیحت 72% فیصد قرآن ہے۔ اب سورۂ فاتحہ میں انسان کی جبلی فطرت میں غور کریں۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ مصری خبطی منجموں کے علم سے متاثر یونانی و عیسائ منجموں نے دن کو 24 گھنٹوں میں تقسیم کیا ہے' دن کے 12 اور رات کے 12۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ انسان کی شرست یا فطرت میں تساہلی یا بغاوت کا عنصر زیادہ ہوتا ہے' انسان کی خیر خواہی اور بھلائ کا تناسب صرف 10% فیصد ہے' نافرمانی اور بغاوت 90% فیصد' وہ کیسے؟ اگر عبادت یا نماز پنجوقتہ کو ہی لیجیے ایک وقت کی نماز اگر 10 منٹ لگاتے ہیں تو ہوئےُ 50 منٹ' اس میں دس منٹ جوڑ دیں تو ایک گھنٹہ ہوا' یعنی 24- میں سے ایک گھنٹہ نکال دیں تو 23 گھنٹے بچے۔ 90% انسان کا وقت خدا سے لاپرواہی نافرمانی لہو ولعب تساہلی میں گزر جاتا ہے۔ دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئےُ سبھی نے وحدت کی تعلیم دی مگر آج روئےُ زمین پر صرف چار نبیوں کے ماننے والی اُمتیں باقی ہیں 1) ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ :یہودی عیسائ اور مسلمان تینوں انہیں مانتے ہیں' 2) حضرت موسیٰؑ :یہودی ابراہیم و موسی کو مانتے ہیں عیسی و محمدؐ کو نہیں مانتے' 3) عیسائ :ابراہیمؑ موسی و عیسی کو مانتے ہیں محمدؐ کو نہیں مانتے 4) مسلمان محمدﷺ کے علاوہ حضرت ابراہیمؑ موسی اور عیسیٰؑ تینوں کو مانتے ہیں۔ حالانکہ قرآن محمدؐ پر نازل ہوا اس میں محمدؐ کا ذکر صرف 5 بار آیا ہے جبکہ ابراہیمؑ کا 69 موسیٰؑ 136 اور عیسیٰؑ کا 25 بار ذکر ہوا ہے۔ اس بات سے اشارہ ملتا ہے کہ کسی نبی یا رسول یا اللہ کے خلیفہ کا ذکر کم ہونے یا نہ ہونے سے اللہ تعالی کے نظام قدرت میں کوئ فرق نہیں ہے بات ہے مقصد مقام اور شان نبوت کی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کا ہونا قرآن میں بیان نہیں ہے قرآن صرف اتنا کہتا ہے کہ ہم نے ہر قوم اور خطہ میں نبی رسول بھیجے' نبیوں کی تعداد احادیث میں بیان ہوی ہے' ہمارا اس پر ایمان ہے۔ حضرت سفیان بن عینیہ نے کہا کہ سورۂ فاتحہ نصف نصف نہیں ہوتی باقی ضم سورہ کی طرح جس طرح باقی سورتوں میں نصف نصف کر کے ایک سورہ کو نماز میں پڑھا جاتا ہے تو جائزٗ ہے مگر فاتحہ میں نہیں۔

علمائے قرآن کا کہنا ہے کہ کسی آیت میں کوئی بات مجمل اور تشریح طلب ہوتی ہے تو خود قرآن کریم کی ہی دوسری آیت اس مفہوم کو واضح کر دیتی ہے۔مثلاً سورہ فاتحہ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ہمیں ان لوگوں کے راستے کی ہدایت کیجیے جن پر آپ کا انعام ہوا۔ یہاں واضح نہیں ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر اللہ تعالی نے انعام کیا چنانچہ سورہ النساء میں ہے ''اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ قیامت کے دن ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالحین اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے (النسا ۶۹)(معرف القران)یہی بات اسماء الحسنی اور مقطعات کے تعلق سے کہی جائے گی کہ ان دونوں میں کوئی ربط ہے جو خالق ومعبود کی اطاعت کا ہمیں جس میں درس مل سکتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ (النحل ۴۴)ہم نے قرآن آپؐ پر اتارا ہے تا کہ آپ لوگوں کے سامنے وہ باتیں وضاحت سے بیان فرمادیں جوان کی طرف اتاری گئی ہے۔صاف اور واضح حکم کہ قرآن کے مضامین احکام بیان سبھی کو واضح بیان کریں۔ہاں مگر حضورﷺ نے اپنی حیات میں جو کچھ بتانا تھا کچھ لوگوں کو خاص بتایا کچھ باتیں عام کیں اور کہہ دیا کہ میرے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں کہ گویا وہ بہت ساری باتوں کا خلاصہ پیش کریں گے اور جوان سے بھی نہ ہوسکا تو میری عترت میں مہدی آئیں گے وہ اور بہت ساری حقیقتوں کا بیان کریں گے۔علماء کا اتفاق ہے کہ سورۂ فاتحہ 5 پانچویں سورہ تھی جو نازل ہوئی نزول قرآن کے ابتداء میں یہ پہلی سورہ ہے جو مکمل نازل ہوئی یعنی اس کی تمام آیات ایک ہی بار نازل ہوئیں قرطبی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے اور دوسری سورہ الانعام 55واں نزول ہے جو یکبارگی اس کا نزول ہوا تمام کی تمام آیات جس میں 165 آیات 20 رکوع ہیں۔

''اللہ تعالی بے عیب ہے اس کے سواء ہر شے میں عیب ہے'' یہ بات آدمؑ وابلیس کی واقعہ سے معلوم ہوتی ہے اگر ابلیس نے نافرمانی کی تو اسی وقت اسے راندۂ درگاہ کیوں نہیں کیا گیا؟ اسے جنت میں آدمؑ کو ورغلانے کی مہلت کیوں دی گئی؟ مخلوقات کو بتانا یہ مقصود تھا کہ خطاونسیاں وعیب سے کوئی بھی ورا نہیں ہے۔جس طرح ابلیس میں غرور آگیا تھا کہ میں بھی کچھ ہوں' یہی بات انسان میں بھی پیدا ہوسکتی تھی اس کا ازالہ پہلے ہی کر دیا گیا اور دونوں کو دنیا میں اس لئے اتارا گیا کہ ثابت کرو اللہ کی اطاعت بندگی اور محبت کی کس میں کتنی قابلیت اور جذبہ ہے' یہ بات قرآن وحدیث کے بیانوں سے معلوم ہوتی ہے کہ دنیا مکافات عمل ہے۔بایں ہمہ دنیا کی محبت اسے حاصل کرنے کی بےاعتدالیاں غرور کا وہ حصہ ہیں کہ میرا بھی کچھ ہے میں بھی کچھ ہوں!اللہ کے بارے میں جاننے پہچاننے اس کا قرب حاصل کرنے کے وہ تمام ذرائع عبادتیں ریاضتیں ذکر واذکار قرآن کی سمجھ اسماء الحسنیٰ ہوں یا مقطعات میں پنہاں اسرار ورموز اور اللہ کے انبیا رسولوں کی محبت اور اصلاح کے لئے صحیح ہدایت یافتہ کی جستجو وتلاش کے وسیلے اللہ کی محبت اطاعت وبندگی کی نشانیاں ہیں بالیقین جس کا ثمرہ آخرت میں خدا کی خوشی وعطا ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ایسا نہیں کہ اسلام قبول کرلیا قرآن کو مان لیا احادیث کا اقرار کرلیا بلکہ قرآن کے ہر حرف لفظ ومعنی آیات احکام پر غور فکر اور عمل ایمان ہے' اس کے علاوہ رسول کی اطاعت کہ کچھ

باتوں کو مان لیا اور کچھ باتوں میں قیل وقال کیا ایمان نہیں ہوسکتا، صحیح ہدات کی جستجو اور تلاش کرنا اللہ کی محبت اور ایمان کا جز لاینفک ہے۔اسی میں "خلیفۃ اللہ" مہدی حق کی تلاش کرنا ان کے بارے میں جاننا ضروری ہے اس میں اپنی انا ءعلم اور خود پسندی کا حد سے زیادہ اظہار اسی خطاونسیاں وعیب کا حصہ ہے۔اللہ کے رسول ﷺ کے مطابق "خلیفۃ اللہ مہدیؑ" کے ظہور کے بعد ان کا انکار کفر ہے۔

ملا ئیکہ اور فرشتوں کے علاوہ اللہ تعالی نے بے شمار مخلوقات تخلیق کی ہیں، مگر انسان اور جن (ابلیس) ہی کیوں مد مقابل ہیں؟ انہیں دو کو کتاب اللہ اور احکامات کے تابع کیوں کیا گیا ہے دوسری مخلوقات کیوں نہیں؟ ۔ان دونوں کی مقابلہ آرائی اور کشمکش ایک ایسے قدرت والے طاقت والے خالق کی تلاش اور جستجو کی طرف لے جاتی ہے جو اعلی وارفع ہے اُن دو مخلوق کی رسہ کشی سے فی نفسہ راہ حق تلاش کرنے یا دوسرے معنوں میں "حق" کو تلاش کرنا آسان ہو جاتا ہے ۔اگر یہ کشمکش نہ ہوتی تو لا پرواہی اور تساہلی تلاش حق کا سبب نہ بنتی ۔اور اللہ تعالی یہ چاہتا ہے کہ اسے معبود مانا جائے اُسے تلاش کیا جائے اُس کے آگے سر بہ سجود کیا جائے اُس کی اطاعت کی جائے صرف اسی سے محبت کی جائے حتیٰ کے انسان خود کی خودی اور ہستی کو مٹانے پر آمادہ ہو جائے یہی بات حدیث قدسی میں ہے کہ "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں" اللہ تعالی نے آدم کی تخلیق کے بعد ایک موقع دیا تھا کہ راحت وہ سکون سے جنت میں رہیں۔مشیت الٰہی تھی کہ ان سے خطاونسیاں سرزد ہوا نتیجہ یہ ہوا کی ابلیس یا جنوں کو ان کے مقابل آزمائش کے لئے دنیا میں اتارا گیا کہ جاؤ میری تلاش وجستجو میں عبادت مشقت کرو پھر دوبارہ جو نا فرمانی کرے گا اسے جہنم کا عذاب ہوگا اور فرمابرداروں کا انعام جنت ہوگی۔

گنتی واعداد کی کیا ضرورت؟

ایک سوال ۔کہ ان اعداد کی، گنتیوں کی حساب کتاب جوڑ کی ضرورت کیا ہے۔جواب یہ کہ اگر! علمائے اسلام قرآن میں اعراب نہ لگاتے، آیات کی گنتی نہ لگاتے، رکوع اور جز پارے الگ نہ کرتے تو کیا عجمیٰ اس کی قرآت تلفظ ادائیگی تجوید اور شناخت اسی طرح کرتے جیسا اب کرتے ہیں۔چلو مان لیتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب اور نمبرات ہیں، مگر! کوئی سورہ یا آیت کن ابواب میں ہے کیسے پتہ چلتا بغیر پارہ کے۔موجودہ دور حساب کتاب اور کمپیوٹر الگورتھم algorithm کا دور ہے اس کے ذریعہ جہاں سہولیات پیدا ہوئی ہیں وہیں پیچیدگیاں بھی پیدا کی جاتی ہیں ۔بے شک اللہ تعالی نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، لیکن بندوں کا بھی فرض ہے کہ ان پیچیدگیوں کا ازالہ کیا جاتا رہے۔اللہ تعالی نے رزق پہنچانے کا وعدہ کیا ہے، کیا انسان ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھا رہیگا کوشش نہیں کریگا ۔بیشک اللہ تعالی نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور قرآن کا نزول بھی اللہ کے بندے حضرت محمدؐ پر ہوا ہے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ کے بندوں پر ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو بنی اسرائیل کی مذمت اور سرزنش کیوں ہوئی کہ انہوں نے اس میں بے اعتدالیاں کیں؟ اس لئے تمام اُمت بھی اس کی حفاظت کی ذمہ دار ہے ۔ایسی کوشش ابتدائے اسلام میں

شروع ہوگئی' جہاں صحابہؓ نے قرآن کو محفوظ کرلیا' اس کے بعد کے دور میں اس میں اعراب لگائے۔ان کے جز بنائے گئے' اس کی منزلیں بتائی گئیں' اس کی آیتوں' کلمات' حروف' و دیگر اُمور پر تحقیق ہوئی اسے محفوظ اور جتن کرنے کا سلسلہ تبھی شروع ہوگیا۔اس لئے یہ کہنا پڑھ رہا ہے کہ آج جو قرآن کے نسخے دستیاب ہیں ان میں کی خامیاں بداحتیاطی اور مجرمانہ غفلت دیکھنے میں آئی ہے۔کہیں کہیں قرآن کے صفحات غائب ہوتے ہیں کہیں آیات کو آگے پیچھے کردیا گیا ہے' اور کہیں اس کا ترجمہ اور تفسیر میں غلط بیانی کی جارہی ہے اپنے عقاید اور منفقانہ و باغیانہ افکار کو حاشیہ میں بیان کیا جارہا ہے۔آج کا نوجوان عربی اور اردو زبانوں سے نا آشناء ہے۔اگر کسی طرح ان کے ذہنوں میں قرآن کے مضامین کو الٹ پھیر دیا جائے تو ایمان جانے کا قوی امکان ہے۔خلفائے راشدین کے بعد علم الکلام اور اعراب دیگر علوم کے ذریعہ اس کی حفاظت کی گئی ہے۔لیکن موجودہ دور کے تقاضے کچھ اور ہیں ان کے مطابق بھی ان بداحتیاطیوں کو روکا جانا چاہئے۔یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ کو احتیاط سے پرکھا جائے۔اگر کسی طرح کہیں گڑبڑ کا اندیشہ ہو تو اس کا ازالہ ہوسکے۔الفاظ ہجایا مقطعات ہی کو لیجیے قرآن کی کسی ایک سورہ میں مقطعہ آیا ہوا گر کسی بدبخت نے تحریف کی جسارت میں اسے نہ لکھا ہو تو فوراً قاری قرآن سمجھ لے گا کہ گڑبڑ ہوئی ہے اسی طرح جہاں اسماءالحسنٰی آئے ہیں ایک اسم صفت کی کمی یا زیادتی ہو تو حافظ جان لے گا کہ شرارت ہوئی ہے۔اسی طرح آیات کی ترتیب ان کے اعداد و تعداد میں بھی ایسی باریکیاں ہیں جو اہل اسلام کو مطلع کردیتی ہیں۔ہم تو کہتے ہیں کہ قرآن کی ترتیب اور بیان موجود علم ریاضی الجبراء سے بھی زیادہ دقیق اور مبین اصول پر ہے۔جس طرح الجبراء میں اسٹیپس steps ہوتے ہیں اس سے کہیں زیادہ قرآن کی بندش اور ترتیب ہے۔اگر ایک اسٹپ یا ترتیب میں ایک حرف یا عدد یا نشان کی غلطی ہوگئی تو سارا حساب گڑبڑ اس سے نہ جواب نکال سکیں گے نہ نتیجہ' اور جو معلم یا محتسب ہوگا دیکھ لے گا کہ اس کی ترتیب میں گڑبڑ ہے اس لئے جواب سہی نہیں آیا۔جیسے کہا آج کا دور کمپیوٹر کا ہے' ہم نے اسے سمجھنے کی کوشش کی معلوم ہوا کہ جو پروگرام یا سافٹ ویر بنایا جاتا ہے' اس کی الگ الگ زبان یا لینگو یج ہوتی ہے جیسے سی' سی پلس' جاوا' پائی تھن' پی یچ پی' سیلینیم' ہاڈوپ وغیرہ۔اگر کمپیوٹر سے خواطر خواہ نتیجہ برآمد کرنا ہے تو انہیں زبانوں کا استعمال کرنا ہوگا جو کمپیوٹر میں پہلے سے موجود ہیں' ورنہ ایک نقطہ' ہیش' سلیش یا براکیٹ کا غلط استعمال سارا پروگرام یا سافٹ ویر بگاڑ دیگا۔اس کے باوجود کمپیوٹر انسان کے دماغ یا عقل کا نعم البدل نہیں ہے وہ یوں کہ پہلے کتابیں ہوا کرتی تھیں ان کی بڑی بڑی جلدوں میں معلومات ہوتی تھیں' کمپیوٹر ایک ایسا آلہ یا بکس ہے جس کے اندر پچھلے پچاس ساٹھ سالوں میں بہت سارے محتسب اور انجیر نے مل کر تمام معلومات حساب کتاب کا حل اور دیگر ضروری سہولتوں کو جمع کردیا ہے۔پہلے صفحات پلٹ کر معلومات اکھٹا کرنی پڑتی تھیں اب بٹن دبا کر یا سرفنگ کرکے نتیجہ حاصل کیا جاسکتا ہے' فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے وقت لگتا تھا اب وہی کام سکینڈوں منٹوں میں ہوجاتا ہے۔مگر کمپیوٹر دماغ کی طرح نہیں سوچ سکتا وہ بس جتنا علم اس میں جمع کیا جاتا ہے اتنا ہی اس کے اندر کی معلومات کے مطابق کام کرتا ہے۔مگر اللہ تعالی کے بنائے دماغ اور عقل کی بات مختلف ہے۔چودہ سو سال گزر گئے قرآن کو نازل ہوئے' ہر لحہ ہر پل ایک نیی بات ایک نیئ جہت اس کی سامنے آتی ہے

بھلے ہی ایک شخص کو نہ ہو مگر دنیا کے کونے کونے میں اس پر تحقیق وتدریس کا کام ہو رہا ہے مگر سلسلہ برابر جاری ہے۔ اسرار قرآن چاہے جو بھی ہوں جیسے مقطعات یا فواتح باوجود انکی تحقیق نہیں ہوئی مگر لوگ ان کے تعلق سے جستجو کرتے رہتے ہیں' اور نئی جہتیں سامنے آتی ہیں۔ جنھیں موجودہ سائنس سے پرخاش ہے انہیں یہ معلوم ہونا چاہے کہ یہ علوم مسلمانوں کی ایجاد ہیں اہل یوروپ نے اسے اپنے نام سے منسوب کرلیا تھا لیکن اب آہستہ آہستہ حقیقت سامنے آرہی ہے۔ الجبراء یا ریاضی کا یہ پیچیدہ طریقہ مسلم ریاضی دان الجبران نے ایجاد کیا۔ اسی طرح الگورتھم مسلم ریاضی دان محمد موسی الخوارزمی کا ایجاد کردہ ہے جس میں مسلہ کے پیچیدہ حل کو آسان کرنے کا طریقہ ہے جب یوروپ اسلام سے متاثر ہو کر علم کی تلاش کر رہا تھا اس وقت انہیں یونانی علوم پیچیدہ اور مشکل لگ رہے تھے جب مسلم عالموں کے ان ریاضی اصولوں کو دیکھا تو انہیں آسان لگے محمد موسی الخوارزمی کے علم ریاضی کو انہوں نے الگورزم کا نام دیا بعد میں یہ الگورتھم بن گیا۔ نویں 9صدی عیسوی میں یعنی چوتھی صدی ہجری میں علم قرآن اور حدیث صرف علمائے اسلام کے لئے مخصوص مانا جاتا تھا دنیاوی علوم ریاضی یا سائنس کا عالم اس جہت میں آگے بڑھتا تو اسے کفر کا فتوی لگا دیا جاتا تھا۔ عقیدہ و مذہب اور اپنے ملک میں معاشرتی مقاطعہ کے ڈر سے لوگ ان علوم کے ذریعہ قرآن کی تحقیق پر گفتگو کرنے سے ڈرتے تھے۔ مگر آج! مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم قرآن حدیث اور اسلام پر بات کرتے اور کتابیں لکھتے ہیں' انہیں پوچھنے والا کوئی نہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ مقطعات اسماء الحسنٰی آیات اور سورتوں کی ترتیب وترکیب قرآن کے نزول اور ترتیب سجدے جز یعنی سپارے منزلیں رکوع سبھی میں ریاضی یا الگورتھم اور دوسرے علوم کا خزانہ چھپا ہوا ہے۔

لوگ کسی بھی حقیقت کا انکار اس لئے کر دیتے ہیں کیونکہ وہ اسے سمجھنے کے قابل نہیں ہوتے' اوہ اُس حقیقت کو سمجھنے کے قابلیت نہیں پیدا کر پاتے' قابلیت کے پیدا ہونے میں ایک ماحول اور ایک عرصہ درکار ہوتا ہے۔ پچھلے ایک سو برس میں یہودی وعیسائیوں نے اسلام کے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ایک محاذ کھولدیا کہ اسلام جنگجو اور جاہلوں وحشیوں کا مذہب ہے اور اس میں کچھ مسلمان جماعتوں تحریکوں عقیدوں کا بھی بھر پور کردار رہا جیسے وہابی' طالبان' القاعدہ' دیوبندی' تبلیغی اور اخوان المسلمین۔ ان جماعتوں کی شدت پسندی وحشت اور دہشت کے پیدا کرنے سے اسلام دشمنوں کو اپنا پروپگنڈا کرنے میں خوب مدد ملی۔ مگر دوسری قوموں نے جب اسلام کا مطالع کیا تو انہوں نے سمجھا اور سمجھایا کہ اسلام تو امن کا مذہب ہے اس طرح خود اسلام قبول کیا اور دوسروں کو بھی سمجھایا۔ آج مسلم مما لک ایک دوسری سازش اور خود پسندی کا شکار ہیں وہ ہے آزادی مذہب' آزادی رائے, آزادی خیال جسے پہلے ترکی نے اپنایا بعد میں آج سعودی عرب متحدہ عرب امارات دوسرے عرب مما لک اس میں شامل ہوتے جارہے ہیں۔ جہاں مذہبی اقدار کم ترقی پسندی بے حیائی عریانی بے راہ روی متاع دنیا مال و دولت عیش وعشرت کا بول بالا ہے۔ یہ مسلمانوں کے ہر قوم جماعت طبقہ کا حال ہے یہ اثرات مہدویوں میں بھی دیکھنے کو ملتے ہیں اس کی پیش رفت رہبروں عالموں سے شروع ہوئی اب ہر کوئی اس میں ملوث ہوتا نظر آتا ہے' ہم کیوں رہبروں عالموں کو اس کا ذمہ دار سمجھتے ہیں کیونکہ بگاڑ اور برائی کی

شروعات معاشرتی و سیاسی طور پر علمی قیادت سے ہی شروع ہوتی ہے' کہاوت مشہور ہے کہ عالم کا بگڑنا سارے عالم کا بگڑنا۔حکومتوں میں اقربا پروری اور انتشار حاکموں سے شروع ہوتا ہے پھر وہ نچلی سطح تک پھیل جاتا ہے کیونکہ رہبروں عالموں میں حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے تو اپنی کم مائیگی کو چھپانے کے لۓ بے تکے طریقے بدعات شروع کرتے ہیں پھر حق کا انکار کرنے کے لۓ نت نئے بہانے اور راستے ڈھونڈ لیتے ہیں اس طرح عوام کو راہ حق سے بھٹکا دیتے ہیں۔

میری صحرانوائی کی صدائیں سن کر دشت کے سناٹے بھی بول اُٹھے خود

اسلام کے معنی سلامتی کی راہ اختیار کرنا دوسرے معنوں میں خود کی اپنی اصلاح کرنا ہے۔جبکہ مسلمانوں نے اور ہم سب نے دوسروں کی اصلاح کرنے کو اسلام سمجھ رکھا ہے۔ہر کوئی عالم جاہل صوفی اپنی اصلاح کے بغیر دوسروں کی اصلاح میں لگا ہوا ہے' کوئی دیوان سجا کے کوئی مسند لگا کے مگر جس کسی کو دوسروں کی اصلاح کا دعوی ہے وہ بجائے خود اصلاح کے قابل ہے دوسروں کی اصلاح اور خود کی اصلاح کے لۓ قرآن موجود ہے مگر ہر فرد لوگوں کو خود کے بڑے اور معلم ہونے کا زعم ہو چلا جاتا ہے اور وہ اس تگ ودو میں اپنی عاقبت خراب کر بیٹھتے ہیں۔

کوئی بھی معاملہ حقیقت یا تحریک اُس وقت تک ہمارے لۓ کوئی معنی نہیں رکھتی جب تک ہمارے سمجھ میں نہ آئے' یا ہمارے لۓ بھلا یا فایدے مند ہو' چاہے وہ اسلام ہو یا قرآن یا مقطعات ہوں یا دیدار۔جب رسول اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی قرآن کا نزول ہوا شروع شروع میں انسانوں کے لۓ اللہ کی وحدانیت رسول کی رسالت نبوت اور پیغام کے کوئی معنی نہ تھے' جب آہستہ آہستہ بات سمجھ میں آنے لگی تب جا کر ایمان اسلام عرفان اور شریعت کے معنی سمجھ میں آئے' جب کہیں جا کر مسلمان مومن مشرک اور کافر فرق سمجھ میں آیا۔تمام انبیاء ومرسلین کا اصل منصب اللہ کی وحدانیت کی تبلیغ اور شرک وبدعات سے روکنا ہے'اس کے علاوہ ان کا مشن دنیا میں نابرابری کو مٹانا ہوتا ہے۔حضرت ابراہیمؑ نے ایک خود ساختہ بادشاہ کے خلاف آواز اٹھائی جو سمجھتا تھا کہ مخلوقات پر اس کا حق ہے وہ چاہے جو کرے۔حضرت موسیؑ نے مطلق العنان فرعون سے اپنی قوم بنی اسرائیل کو آزاد کیا' اسی طرح دیگر انبیاء نے کیا۔مگر جمہوریت یا برابری کا سہرا رومی ویونانی قوم کے سر باندھ دیا جاتا ہے' جبکہ یہ انبیاء اور انکی قوموں کی دین ہے نہ کہ بت پرستوں کی۔بت پرست تو لوگوں کو بتوں کی غلامی میں مبتلاء کردیتے ہیں۔1947 سے پہلے ہندوستان میں آزادی اور جمہوریت کا کوئی نظام نہیں تھا' ہزاروں میل دور بیٹھی رانی وکٹوریہ کے ہرکارے پیش کار اور اردلی ہندوستانیوں کو غلام سمجھتے تھے' ان کا استحصال اپنا پیدائشی حق مانتے تھے' ان سے جدوجہد مقابلہ اور آزادی کے بعد دستور Constitution بنایا گیا' اب ہندوستان میں اس دستور کا مقام مذہبی اعتقاد کی حدوں کو چھونے لگا ہے' اس پر ہاتھ رکھ کر پارلیمنٹ اور عدالتوں میں قسمیں کھلائی جاتی ہیں' اس دستور سے انکار قانوناً جرم ہے۔جبکہ یہ دستور دنیا کی دیگر قوموں اور ملکوں کے قوانین سے مستعار لیا گیا ہے' اب اسے معتبر بنادیا گیا۔ایسے دستور اور کتابوں کی توہین جرم ہے' لیکن اللہ تعالی جو خالق کل ہے اس کے احکام کی کتاب سے انحراف جرم یا گناہ کیوں نہیں سمجھا جاتا؟ کیونکہ

ایسے احکام اور معاملات ان لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے جو وحدانیت اور رسالت کی عظمت سے بے خبر ہیں۔ یہی بات اسلام ایمان دیدار معرفت خداوندی اور مقطعات کے سمجھنے میں مانع ہوتی ہے۔

مسلمانوں میں کچھ لوگ قرآن مجید کی نئی تحقیقات پر چیں بہ جبیں ہوتے ہوئے انہیں یکقلم مسترد کر دیتے ہیں' وہی بعد میں ان علوم اور ان کے عوامل سے زیادہ استفادہ کرنے لگتے ہیں۔ اس کی بہت مثالیں دی جا سکتی ہیں' لیکن یہود و نصاری کے مفروضات اور عقاید باطلہ کو بھی نے غیر محسوس طریقہ سے کس طرح اپنایا ہے دیکھئے۔ یہودیوں کے ہاں بارہ 12 قبایل کا نظریہ ہے عیسایوں کے پاس 12 حواریوں کا انہوں نے دنیا کے ہر قاعدہ قانوں میں 12 کو کس طرح داخل کر دیا ہے۔ 12 گھنٹے' 12 مہینے' 12 بروج' 12 انچ کا ایک فٹ وغیرہ' یہ سب ان کی فرضی اعداد اور گنتیاں ہیں' قرآن میں تو اصول ریاضی با قاعدہ ترتیب سے استعمال ہوئے ہیں۔ تمام علوم کا خالق کون ہے؟ جواب ہے اللہ' تو پھر عصری تعلیم سے پرخاش رکھنے اور بدگماں رہنے والوں سے سوال ہے کہ انہیں اللہ کی دی ہوئی اس نعمت عظمیٰ سے اختلاف کیوں ہے؟ اللہ نے علم پیدا کیا ہے یہ انسان ہے جو اسے اچھائی یا برائی کے لئے استعمال کرتا ہے جیسا کہ انسان کو پیدا کیا اشرف مخلوق بنا کر اب انسان قعر مذلت کی راہ کو اپناتا ہے تو انسان کی کوتاہ فہمی ہے نہ کہ اس کا پیدا کیا جانا اسی طرح علم اچھا یا برا نہیں ہوتا اس کا استعمال اچھا یا برا ہوتا ہے۔ جنگ بدر اسلام کا کفر اور جہالت کے ساتھ پہلا معرکہ تھا 'جب مسلمانوں کے ہاتھوں جنگی قیدی آئے تو دوسری شرایط کے علاوہ ان کی رہائی کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو تاوان نہ دے سکے وہ یا تو قتل کر دیا جائے یا جسے لکھنا پڑھنا آتا ہے مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے اور یہی اس کی رہائی کا سبب ہوگا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ اور قتال کرنے آئے تھے وہ کافر و مشرک تھے انہیں نہ قرآن کا علم تھا نہ شریعت کا تو پھر کونسا علم تھا انسے حاصل کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری تھا' ظاہر ہے اس زمانے کے لحاظ سے اس وقت کا عصری علم یا ادبی علم یا لکھنا پڑھنا تھا جس سے کہ وہ دوسری قوموں اور ملکوں سے رابطہ قایم کر سکیں۔ اس طرح پہلے معرکے سے ہی علم کا حصول شرطیہ بن گیا' یہ کسی اور نے نہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اصول بنایا۔ اب یہ کونسا اسلام اور مسلمانی ہے کہ علم کو بھی کافر و مشرک بنا دیا جائے' علم کا دیا جانا یا حاصل کرنا تخلیق آدم سے جڑا ہے **و علم آدم الآ سماء کلھا** ۔ جو ہماری سمجھ میں آتا ہے وہ دین نہیں ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے بتایا ہے وہ دین ہے۔ اسی دین یا علم میں تاریخ جغرافیہ سائنس ریاضی اسماء الحسنیٰ مقطعات سبھی شامل ہیں' ہاں مگر ان کے جاننے یا حاصل کرنے کے طریقے اصول حدود اور پابندیاں ہو سکتی ہیں اس میں کوئی دورائے نہیں ہو سکتی۔

عربی مقدس زبان اس لئے ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے آخری نبی اور حبیب ﷺ پر عربی زبان میں احکام اور شریعت نازل کی آپؐ سے پہلے عربی زبان دنیا کی دوسری زبانوں کی طرح یا غیر معروف تھی یا اتنی مشہور نہیں تھی۔ بعثت نبویؐ سے پہلے وحدانیت Monotheism کو ماننے والے مذاہب جیسے یہودی و عیسایوں کی مقدس زبانیں ارمیاک اور عبرانی تھیں ۔اور مشرکوں یا اہل ہنود کی سنسکرت' اور پالی بدھ مت کی زبان تھی۔ ارمیاک اور سیریاک زبانوں کے بعد سنسکرت کے دور کو

ویدک (معنی علمی) دور کہا جاتا ہے جو 500-1500 قبل مسیح کا دور ہے یہ دونوں زبانیں پہلے بابل ونینوا میں الگ رسم الخط میں تھیں بعد میں برصغیر میں سندھ ہندی کے آس پاس پروان چڑھیں پہلے پہل ان میں ایک خدا کا تصور تھا بعد میں شرک داخل ہوا تو یہ زبانیں بت پرستوں کی پہچان بنی۔حضرت موسیٰ کے دور میں عبرانی کو عروج حاصل ہوا اور یہ بنی اسرائیل کی زبان بنی حالانکہ حضرت موسیٰ مصر میں پیدا ہوئے مصریوں کی زبان قبطی تھی توریت کے دئے جانے کے بعد اسرائیلیوں کی زبان عبرانی مقدس بنی بعد میں یہی زبان بائبل کی زبان بھی بن گئی۔عیسائی حواری یا مبلغوں Evangelist نے جب روم و یونان کو مرکز عیسایت بنایا تو رومی و یونانی زبان کو مقدس بنانے کی کوشش اور کچھ عرصہ اطالوی اور اسپینی کو بھی مقدس زبان ہونے کا موقع ملا اور ترقی زمانہ کی وجہ سے بالآخر انگریزی زبان عیسایت کی زبان بن کر رہ گئی۔اس کا نقصان یہ ہوا کہ زبانوں کے ساتھ اس کے ترجمے بھی بدلتے گئے ان مترجموں نے آسانی سے سمجھانے کی خاطر الفاظ و بیان کے نہ صرف معنی بدلے بلکہ اصلی اسالیب انجیل کو بدل دیا۔کچھ عرصہ پہلے ہندی کے ایک پروفیسر اور مشہور کوی کمار وشواس نے ایک بھرے مجمع میں کہا کہ ہندوں کی مذہبی کتاب رامائن اصل نہیں ہے رامائن کے بہت سارے بیانوں کو صرف اس لئے بدلا گیا کہ اس میں دلت شودر اور نچلی ذات کے طبقے پیدا کئے جائیں۔کمار وشواس نے پانچ چھے مثالیں سنسکرت کے شلوک کی دیں۔اور جب قرآن اللہ کے رسول ﷺ پر عربی زبان میں نازل ہوا تو اسے تقدس واحترام کا ایسا مقام ملا جو کسی زبان کو نہیں ملا اسلام کی عبادتیں احکام شریعہ تمام عربی کے بغیر نامکمل اور ناممکن قرار پائیں اسلام کے ماننے والوں نے ترجمے تو کئے مگر قرآن کی وضاحت کے لئے احادیث کا ذخیرہ اتنا وسیع تھا کہ قرآن کو سمجھنے سمجھانے کا کام آسان ہوتا چلا گیا۔لہذا آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی ہر زبان میں ترجمہ موجود ہے مگر قرآن کی آیات اور عربی عبارت کے بغیر وہ نامکمل مانے جاتے ہیں۔ان مباحث اور گفتگو کے بعد ہم زبان عربی کو قرآن کی زبان اور مقدس تو مان لیتے ہیں مگر کیا یہ وہی عربی زبان ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کی زبان تھی؟ تو اس کا جواب صرف قرآن سے ہی دیا جا سکتا ہے جو عربی قرآن کی ہے وہی زبان حضور نبی کریم ﷺ کی زبان تھی۔آپ ﷺ نے قرآن کو سات 7 قرآتوں میں پڑھنے کی اجازت دی تھی مطلب یہ کہ اُس وقت ہر قبیلہ عرب کا لب ولہجہ علاقائی حدود کے زیر اثر تھا مثلاً یمن کے قریب رہنے والوں کا لب ولہجہ الفاظ استعارے Metopher مکالمے Dialogue سیاق وسباق Context علامتیں Symbolism قریش کی زبان عربی سے مختلف اور جدا تھی اسی طرح طایف مدینہ خیبر کے علاقوں کی عربی جدا اور مختلف تھی ۔حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں قریش کی لغت پر قرآن کو جمع کیا گیا ہے۔جبکہ قرآن کے نزول کے وقت اور حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں جزیرہ عرب کے قبایل مختلف Dialect بولیوں/تلفظ اور زبانوں کے مخرج سے اسے پڑھا اور سمجھا کرتے تھے اس کی مثال یوں سمجھیں انگریزی برطانیہ کی زبان ہے نظام الاوقات یعنی Schedule ایک لفظ ہے برطانیہ اور دوسرے ممالک میں اس کی ادئگی یا مخرج شیڈول بولا جاتا ہے' جبکہ براعظم امریکی ممالک میں یہ' اسکے جول' بولا جاتا ہے لکھنے میں اور معنی میں کوئی فرق نہیں ہے مگر بولنے کا لب ولہجہ الگ ہے۔ Zebra امریکی لہجہ Zeebruh ۔اور Version امریکی لہجہ Ver-zun ان کے معنی

مطلب میں فرق نہیں بولی مختلف ہے۔ایسی ہی عربی بولیوں کو سات قرآت کہا گیا ہے۔اب ان سات قرآتوں کی عربی میں کونسی عربی مقدس ہوئی؟بات وہیں پر آ گئی کہ قرآن کو حضرت عثمان کے زمانے میں قرآت قریش یا لغت قریش جو حضور ﷺ کی بولی اور زبان تھی جس میں جمع کر کے محفوظ کیا گیا وہی عربی زبان مقدس ہوئی۔تو کیا آج جو عربی بولی جاتی ہے وہ مقدس ہے؟ جواب ہے نہیں کیونکہ وہ قرآن کی زبان سے مختلف ہے اس لئے وہ مقدس نہیں ہے۔اب سوال ہے کہ احادیث کی زبان کونسی ہے؟ یہ بڑا مشکل سوال ہے مگر جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بولی میں جو احادیث ہیں وہ محدود ہیں جو صحیفہ ہمام بن منبہ' موطا امام مالک اور دیگر ایسی احادیث جو صحابہؓ کے دور میں ضبط قلم کئے گئے' جن کے قلمی نسخے دستیاب ہیں اور کم ہیں وہ حضور ﷺ کی زبان ہے جو احادیث کے بیانوں کی پانچ فیصد سے کم ہیں۔احادیث جمع کرنے والے عالم محدث کوفہ' شام' مصر' ایران' خراسان' بخارا' ترکستان کے تھے ان کی زبان عربی نہیں تھی وہ عجم سے تھے حالانکہ اُنہوں نے عربی زبان سیکھی اس پر عبور حاصل کیا مگر بات وہی برطانوی اور امریکی لب ولجہ کی بھی ہے اور الفاظ استعارے اور سیاق وسباق کی بھی۔اس لئے یہ کہنا بجا ہوگا کہ احادیث کا متن اور بیان مقدس ہے مگر زبان عربی نہیں بلکہ اس میں عجم کا تاثر داخل ہونے سے اس عربی کی شناخت کی حیثیت ادبی Literary ہے مذہبی نہیں۔یہی وجہ ہے عجمی بھی قرآن کو جس روانی اور سہولت سے پڑھ لیتے ہیں احادیث کو پڑھنے میں دقت اور مشکل پیش آتی ہے۔اس سلسلے میں پاکستان کے مذاحیہ اداکار عمر شریف کا لطیفہ یاد آرہا ہے کہا تھا کہ جب عرب ممالک میں شروع شروع میں نوکریوں کی تلاش میں لوگ وہاں گئے تو احترام کے طور پر جہاں عربی لکھی دیکھی سر پر کپڑا اُوڑھ کے آنکھوں سے لگاتے ہونٹوں سے چومتے ایک صاحب نے جو عرصہ سے عرب میں مقیم تھے ایک مقام پر کسی کو ایسا کرتے دیکھا تو اسے جا کر پوچھا کہ بھئی تم کیا کر رہے ہو تو اس نے کہا کہ عربی زبان ہے اس لئے چوم رہا ہوں انہوں نے اُس شخص سے پوچھا یہ جو لکھا ہے کیا تم اس کے معنی یا مطلب جانتے ہو تو اُس نے کہا کہ نہیں! انہوں نے کہا کہ یہاں لکھا ہے کہ یہ بیت الخلاء ہے۔یہ اندھی تقلید یا جماعتی گروہ بندی کی بہترین مثال ہے کہ جہاں کہیں اُنچے مقبرے والی قبر دیکھی ولی مان لیا اور جہاں کہیں لوگوں کا اژدھام دیکھا کے کوئی خطیب واعظ یا مقرر شعلہ بیانی کر رہا ہے اس کے عقیدے کو دین وایمان سمجھ کر اختیار کر لیا۔اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں بغیر سوچے سمجھے اسلام کے احکام اور احوال کو بے ارادہ اختیار کرنے سے منع کیا ہے۔اردو کے معروف ادیب منشی پریم چند نے اپنی مشہور کتاب گؤ دان میں لکھا ہے کہ لوگوں کا حال ایسا ہے کہ نہیں مانتے تو خدا کو خدا نہیں مانیں گے اگر ماننے پر آئے تو گائے گوبھگوان مالیں گے۔ایسی سوچ فکر اور فطرت ہر قوم مذہب علاقہ ملک کے لوگوں میں ہوتی ہے۔

یہود و نصاریٰ نے اللہ کی نزول کردہ کتابوں میں بغیر جھجک دخل اندازی کی۔مسلمانوں میں یہ دخل اندازی گیارہ 11 صدیوں تک نہیں ہوئی لیکن بارھویں صدی ہجری کے بعد آہستہ آہستہ دخل اندازی شروع ہوئی ہے۔اس کی مثال قرآت قرآن میں ہو رہی ہے' قرآن سات قرآتوں میں نازل ہوا تھا۔یعنی تجوید میں جسے لہجہ یا accsent کہتے ہیں' معنی مدینہ کا لہجہ' مکہ' کوفہ' بصرہ اور شام یہاں سبھی عربی بولی جاتی تھی مگر لہجہ اور تلفظ بدلا ہوا معنی نہیں بدلتے تھے حضرت عثمانؓ کے دور میں قریش کی قرآت

میں قرآن محفوظ ہوا۔اسے **کبھی بدلنے کی کوشش نہیں ہوئی لیکن!اب جو قرآن کنگ عبدالعزیز چھاپہ خانہ سے چھپ کر آرہا ہے اس میں قریش کی قرآت کو بدل کر اہل نجد کی قرآت پر چھاپ کر دنیا میں بانٹا جارہا ہے۔تا کہ وہابیہ نظریات کو عام کیا جائے یہ بات ہم یوں ہی نہیں کہہ رہے**۔پرانے قرآنی نسخے سامنے رکھ کر موجودہ سعودیہ کے نسخے سے موازنہ کر کے دیکھ لیں۔حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ نجد فتنہ اور تنزل کی جگہ ہے جہاں سے شیطان کی سینگھ ظاہر ہوگی اور آج عرب پر اہل نجد کے وہابیہ کا قبضہ ہے جنہوں نے کعبہ کی حرمت کو پایمال کر کے شیطان کی سینگھ نما مینار مکہ میں بنایا ہے اب لوگ کعبہ کی نہیں اُس مینار کی تعریف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔یہ تمام کوششیں معرفت الٰہی کے احوال و اعمال کو ختم کرنے کی ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے جو اسلام پیش کیا وہ حیات دنیا اور حیات عقبیٰ کا مکمل لائحہ عمل تھا۔مگر! دور صحابہؓ اور تابعین وتبہ تابعین کے بعد صوفیا و اتقیاء نے جو اسلام پیش کیا اس میں لوگوں نے رسم و بدعت کو داخل کیا تو دوسری طرف علمائے ظاہر نے مسایئل احکام طرز زندگی واقعات تفسیر و حدیث کی وضاحتوں حیات دنیا کے معاملات کا حل تو پیش کر دیا جس سے کہ نظم و نسق عبادتوں زکواۃ حج وضو تک اسلام کو محدود کر دیا معرفت الٰہی قربت الٰہی کی تعلیم پر خاموشی اختیار کر لی۔حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے حیات دنیا حیات عقبیٰ کی جو بنیاد اپنی ذاتی زندگی اور اُمت کے احوال سے پیش کئے اُنہیں یکسر بھلا دیا گیا آپ ﷺ کی سنت میں قربت خداوندی اور معرفت الٰہی کے جو احوال و معاملات تھے ان سے مسلمانوں نے خود کو دور کر لیا سنت رسول کی ان بنیادوں میں عشق خدا میں جاں سوزی اور سلوک کا جو اصل طریقہ اور حقیقی اسلام تھا اسے دو دھڑوں میں بانٹ دیا ایک اسلام عالموں کا دوسرا خدا کے چاہنے والوں کا۔دنیا میں اولاد آدمؑ کا پیدا کیا جانا یا بھیجا جانا انسانوں کی راحت خوشنودی عیش و عشرت حکومت اور ظلم و فساد کے لئے نہیں تھا بلکہ حیات دنیا میں اللہ کی رضامندی کے اعمال اختیار کر کے اس کی قربت کے طلب گار ہونے اور اس کی محبت میں معرفت الٰہی حاصل کرنے کے لئے تھے انہیں بھلانے کی راہیں آسان کر دی گئیں اور علمائے سو نے اس کا بھرپور فایدہ اُٹھا کر اُمت مسلم کو گمراہ کرنے کے طریقے نکال لے ایک گروہ نے اسلام کی ایک جہت کو اپنایا دوسرے گروہ نے دوسری جہت کو۔مہدی موعود علیہ السلام نے دونوں جہتوں کی تعلیم اور تربیت دوبارہ انہی خطوط پر دی ایک کاسبوں کے لئے جو حیات دنیا کی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے حیات کی ایک مقررہ منزل پر اللہ کے مقربوں کی مقام کو پانے کی جستجو میں لگ جائیں۔اللہ کے رسول ﷺ کا فرمانا یہی تھا کہ مہدی دین کو دوبارہ زندہ کریگا جیسے کہ ہمارے وقتوں میں ہے۔اس طرح زبان عربی جہاں عراق شام مصر مراقش الجیریا لبیاء یمن یتھو پیا سوڈان کی زبان بنی اور بہت سارے افریقی ممالک کو متاثر کیا وہیں پر فارسی ایران خراسان جنوب مشرقی وسطی ایشیاء جیسے سمر قند بخارا ترکستان خزاکستان افغانستان اور برصغیر پر اپنا اثر چھوڑا اسلام کا دینی ایمانی علمی ورثہ عربی کے بعد فارسی میں منتقل ہوگیا عرب کے بعد عجم کی معروف اسلامی زبان فارسی رہی۔مہدی موعود علیہ السلام کے اجداء عرب اعراق خراساں مرو بخارا سے نقل وطن کرتے کرتے ہندوستان میں جونپور میں اقامت اختیار کی تو اس وقت ہندوستان کی سرکاری وعوامی زبان فارسی تھی۔لیکن بعد میں مصدقین میں

فارسی کا تقدس تو موجود رہا مگر اس زبان کی بیش بہا وراثت کو زبان اردو جو تیزی سے عوام اور خواص کی زبان بن رہی تھی وقت کے تقاضوں کے ساتھ اس میں منتقل نہ کر سکے جس کی وجہ سے تعلیمات مہدویہ عام نہ ہوئیں اور آج اردو زبان ایک محدود طبقہ کی زبان بن گئی ہے انگریزی کو آج عروج حاصل ہے مگر مشکل یہ ہے کہ انگریزی زبان مذہب اسلام کے دینی ورثہ کی تقدس اور روحانیت کا متبادل نہیں بن سکتی کئی صدیوں سے انگریزی کے دلدادہ عالموں نے اس زبان میں اسلام کی روحانیت اتارنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہیں ملی کیونکہ تمام یوروپی زبانیں صرف رابطہ کی زبانیں ہیں مذہبی اقدار ان میں نہیں پائی جاتیں یہ زبانیں علم العداد اور علم الہندسہ جیسی ہیں جن سے رابطہ تو کیا جاتا ہے مگر جو تقدس اور روحانیت کے لئے ضروری ہے وہ نہیں پایا جاتا ۔اس کی مثال احادیث اور تصوف کے وہ ترجمہ ہیں جو انگریزی میں شائع ہوئے ہیں وہ عربی فارسی اور اردو کا متبادل نہ بن سکے یا متاثر نہ کر سکے جس کی وجہ سے یوروپین قوموں کو لگتا ہے کہ تصوف عقل اور حقیقت سے ورا کوئی اور چیز سمجھتے ہیں ۔ایسا انگریزی میں دوسری زبانوں جیسے سنسکرت اور پالی زبان کے ساتھ بھی ہوا ہے ۔پالی زبان جو بدھ مت کی مقدس زبان مانی جاتی ہے سنہالی اور برمی زبانوں میں منتقل ہونے کے بعد بدھ مت کی ترقی کا سبب نہ بن سکی ۔انگریزی صرف رابطہ کی زبان ہے اس میں مذہبی اُمور اور معرفت الٰہی کے لئے درکار لطافت اور استعارے نہیں ملتے جو عربی فارسی اور اور اردو میں ہیں انگریزی زبان میں کھردراپن ہے اور وہ تلچھٹ نہیں جو لسانی تہذیب کا حصہ ہوتی ہے اس کی بہترین مثال شاعری ہے انگریزی زبان آج بین القوامی زبان ہونے کے باوجود اس زبان کا کوئی مصرعہ شعر نظم یا گیت جیسی کوئی چیز لوگوں کو متاثر نہ کر پائی نہ مشہور ہوئی اگر کہیں اکادکا ہے بھی تو اس کا تاثر وقتیہ ہے دیرپا نہیں ۔جبکہ اردو اور فارسی شاعری نے دوسری زبانوں کو بھی متاثر کیا ہے جو اہل زبان نہیں ہیں وہ زبان اردو و فارسی کے شعر نظم گیت کی شیرنی اور صنف سخن کو نہ صرف محسوس کرتے ہیں بلکہ ازبر کرتے ہوئے گنگناتے ہیں ٗ غالبؔ اور میرؔ کی شاعری میں ماضی اور مستقبل کا جو تاثر ہے اسے محسوس نہیں کیا جا سکتا ۔اُس زمانے کے لوگ بھی اُس سمجھتے تھے آج کے لوگ بھی اسے سمجھتے ہیں ۔

مہدئ موعودؑ کے بعد چار 4 صدیوں تک مصدقوں کا سنت رسول اور تعلیمات مہدی پر سختی سے عمل رہا مگر پچھلی صدی سے جب سے دوسروں کی دیکھا دیکھی مدرسوں کی تعلیم کا رواج شروع ہوا تو مدارس سے تعلیم تو حاصل کر لی مگر موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق جو تحقیق اور تدقیق کا کام تھا وہ نہیں کیا اور مہدویہ تعلیمات کو حقیقی مغایر میں سمجھنے پیش کرنے کے بجائے جتنا مدارس سے پڑھ کر آئے اُسی کو اسلام اور بعد میں مہدویت سمجھ لیا اور دوسروں کی ہاں میں ہاں ملانے پر اکتفاء کر لیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ جو تعلیم تدریس اور تربیت کرنی تھی اس سے بھی پیچھا چھڑا لیا صرف طور طریق رسم وعادات کو مہدویت بتایا جانے لگا اور اب تو عالم یہ ہے کہ مہدویہ تعالیمات کی بات ہی کیا اسلامی علوم سے بھی نا آشنا ہو گئے اُس کمزوری کو چھپانے کے لئے سینہ بہ سینہ علم کا سہارا لیا جانے لگا جبکہ سینہ بہ سینہ علم کی حقیقت بڑی محدود اور مختصر ہوتی ہے اور اس میں رسم وبدعت اور عادت کے شامل ہونے کا ہمیشہ خطرہ رہتا ہے اور یہ ہوا ہے ۔اگر مہدویہ تاریخ معاشرت نقلیات کی ترتیب اور تعلیم کی طرف ہی دھیان دیا ہوتا تو بات کچھ بنتی اور اس طرح

کی مایوسی اور منافقت قوم میں نہ پھیلتی اب تو خاندانی ہونا کافی ہے علم کی بھی ضرورت نہیں رہ گئی دو پانچ ہزار دے کر سند و دستار حاصل کرنے کا گھناؤنا طریقہ شروع کیا گیا ہے ہے۔آج ہمارے پاس عالم اور معلم کا کوئی وجود ہی نہیں جنہوں نے خود کو عالم مشہور کر رکھا ہے وہ بھی علمی قابلیت کا وہ مقام اور معیار نہیں رکھتے بلکہ دوسروں سے زیادہ انہوں نے بے قاعدگیاں اور منافقت کو پھیلایا ہے۔جو ہم کہہ رہے ہیں وہی اسلام وہی مہدویت کا معاملہ رہ گیا ہے ہمارا کہا حرف آخر اس طرح بے علمی اور جہالت کا بول بالا ہے۔نہ عوام میں دین کا شغف ہے نہ خواص میں دین کی خدمت کا جذبہ اور ذمہ داری' ایک شاندار مسجد اور مریدوں کا حلقہ بس ہوگئی مہدویت علم عمل تحقیق جستجو قصہ پارینہ ہیں۔

قرآن میں انبیاء کے ذکر کی خصوصیت

نبی کریم ﷺ کا نام قرآن میں صرف 5بار آیا ہے' 4بار محمد اور 1بار احمد۔جبکہ حضرت موسیٰ کا 135 ,ابراہیمؑ کا 69 ,نوحؑ کا 43:اگر قرآن مجید کو غور سے پڑھا جائے تو اللہ تعالی ان تینوں نبیوں کی زندگیوں ان کی قوموں کے احوال میں ایک ایکسانیت پائی جاتی ہے۔مثلاً حضرت موسیٰ حضرت ابراہیمؑ نے ظالم اور جابر بادشاہ سے قوم کو رہائی دلائی انہیں بحیثیت انسان عزت کی زندگی گزارنے کا موقع دیا لیکن ان قوم نے انہیں بہت ستایا سرکشی کی نافرمانیاں کیں اور کسی نہ کسی بہانے فساد پھیلانے بت پرستی کرنے پر جلد آمادہ ہو جاتے تھے یہی بات نوحؑ کے ساتھ بھی تھی۔اور ان کی اصلاح و تربیت کے لئے ان نبیوں نے ہجرت اختیار کی۔سب سے پہلے حضرت نوحؑ جنہیں آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے جہاز میں ستر یا اسی افراد کو لیکر کشتی میں سوار ہوئے اور چالیس دنوں کے طوفان میں تیرتے ہوئے کوہ جودی پہنچے جوان کے وطن سے کئی مہینوں کا سفر تھا۔حضرت ابراہیمؑ نے آگ میں گرنا گوارہ کیا مگر قوم کی اصلاح اور دعوت وحدت کے لئے نمرود سے چھڑایا اور کنعان اور مصر لے گئے۔حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو فرعون سے چھڑا کر صحرائے سینا لے گئے اور کعبہ کی عبادت کے بعد انہیں فلسطین پہنچایا۔اور حضرت موسیٰ کو توراۃ دی گئی بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے اور طابوت سکینہ دیا گیا جو حضرت آدم کی میراث نوحؑ سے ہوتے ہوئے ان تک پہنچا تھا۔جس میں توراۃ کی تختیاں اور انبیا کے باقیات تھے۔جسے سامنے رکھ کر بنی اسرائیل دعا کرتے اور ان کی دعا قبول ہو جاتی۔کیونکہ بنی اسرائیل ظاہر پرست قوم تھی وہ اپنے نبیوں سے ہر بار نشانیاں اور ثبوت طلب کیا کرتے تھے۔جبکہ ان کے پاس توراۃ اور کعبۃ اللہ تھا۔ان کے بعد جن نبیوں کا ذکر زیادہ 27بار رہوا ہے وہ ہیں حضرت لوطؑ اور حضرت یوسفؑ ہیں۔حضرت لوطؑ کی قوم غیر فطری اغلام بازی میں مبتلاء ہوگئی اور خود ان کی بیوی نے انہیں ان کے پاس آئے انسانی شکل میں فرشتوں کے ساتھ بد کاری کرنے قوم کو ورغلایا۔ اور یوسفؑ پر دست درازی کا الزام لگا' قیدی بنایا گیا اور بھائیوں نے کوئیں میں گرادیا۔تیسرے حضرت آدمؑ حضرت حوّاؑ اور حضرت عیسیٰؑ ان کا ذکر 25 بار ہوا ہے قرآن میں ان میں یکسانیت یہ کہ حضرت آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا کیا گیا' اور زمین پر اتارے گئے۔حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے اللہ کی قدرت سے پیدا ہوئے اور زندہ آسمانوں پر اُٹھالئے گئے۔آدمؑ کو آسمان سے زمین پر زندہ اتارا گیا' عیسیٰؑ کو آسمان پر زندہ اُٹھایا گیا۔اور

حضرت ھودؑ کی قوم قوی الجسہ تھی اور پہاڑ کھود کر مکان بناتے تھے۔یہ تینوں انبیا کے احوال محیرالقل ہیں۔حضرت اسحاقؑ اورحضرت سلیمانؑ کا نام 17 مرتبہ آیا ہے۔حضرت اسحاق حضرت ابراھیمؑ کے دوسرے فرزند تھےان سے انبیاء کے کئی سلسلے چلے جن میں کئی بادشاہ ہوئے۔اورحضرت سلیمانؑ کی بادشاہت انسان جانور چرند پرند حتیٰ کے جنوں پر بھی حاکم تھے۔حضرت داؤدؑ اورحضرت یعقوبؑ کا ذکر 16 بارآیا ہےحضرت داؤد نبی اوریروشلم کے بادشاہ تھےانہیں زبوردی گئی۔اورحضرت یعقوبؑ کے نام سے بنی اسرائیل جیسی قوم منسوب ہوئی۔ حضرت اسماعیلؑ کا نام 12 بارآیا ہےجوذبی اللہاورجدمحمدﷺ ہیں۔جن کے پاؤں مارنے سے ابلنےوالا چشمہ زمزم سے ہزاروں سال سے پانی کی پیس بجھارہے ہیں اوران کی آل محمدﷺ کے فیض سے جو اسی مکہ میں پیدا ہوئے جاری ایمان کے چشمہ سے کروڑوں لوگ دین کی پیاس بجھارہے ہیں۔حضرت شعیبؑ کا نام 10 بارآیا ہے جو کعبہ کےمتولی اور حضرت موسیٰؑ کےخسر تھے۔انہیں کی دختر حضرت صفورہ کے لئےآگ لینے گئےاوراللہ تعالیٰ موسیٰ سےہمکلام ہوا۔صالحؑ کا ذکر 9 بارآیا ہےانکی اُونٹنی کی کونچیں کاٹنے سےعذاب آیا۔حضرت ایوبؑ اورحضرت یونسؑ کا ذکر 4 بارآیا ہےان میں یکسانیت یہ تھی کہ حضرت ایوبؑ بیماری میں مبتلاء ہوئےاورحضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں ایک لمبےعرصے تک قید رہے۔حضرت یحیٰیؑ اورحضور نبی کریمﷺ کا ذکر 5 بارآیا ہے۔حضرت یحییٰ بڑےشریف النفس پاکدامن اورشرمیلے تھےاورحضورﷺ کی شریف النفسی پاکدامنی کی دنیا قایل ہے۔

الغرض گنتی کےحساب سے جوانبیاءکا بیان ہوا ہےان کےاحوال ومعاملات میں یکسانیت ہے۔یہ محض اتفاق ہے یا خالق کلائنات کی تدبیر؟؟۔واللہ اعلم۔

اوردوراسلام 4 حصوں میں ہے۔1) حضورﷺ کی بعثت سے آپؐ کے دنیا سے پردہ فرمانے تک۔2) خلفائےراشدین کا 29 سالہ دور۔3) اس کے بعد تابعین اورمحدثین کا دوران کے بعد 4) اُمت مسلمہ کا دورقیامت تک۔مقام ربوبیت یامقامات تنزہ (خالص‘عیب سے پاک‘بغیرمخلوق کی شراکت یاموجودگی کے)4 ہیں‘ ھُوَ ‘ اللّٰهُ‘ حٰمٓ ‘ عٓسٓقٓ ۔ان کے کل عدد کی جمع 355 ہے‘جس کی جمع 13 اس کی جمع 4۔مقرب فرشتے 4 مقدم تنزیل صحایف 4۔

شرک اورکفراختیارکرنے والی قوموں نے خود ہی معبود بنالئےان کی پرستش کی بعد میں ان کے لئےمعبد خانے بنائے۔مگر انبیاءومرسلین نے پہلےخالق کل کا گھربنایااس کے بعداس کی عبادت کی‘یہ سلسلہ حضرت آدمؑ سے ہی شروع ہوگیا۔آپؑ نے دنیا میں آتے ہی اللہ تعالیٰ کاذکر کئےجانے کی بات کی اوراللہ نےانہیں ایک فرشتہ بھیج کرکعبہ بنانے کی جگہ بتائی اوریوں دنیا کا پہلا عبادت خانہ بنا۔جوانبیاءدرانبیاءعبادت کے لئےمخصوص ہوا۔نئی تحقیقات وثبوت سے پتہ چلا ہے کہ حضرت شعیبؑ کعبہ کےمتولی تھے‘حضرت موسیٰؑ مصر سے بنی اسرائیل کو لے کرکعبہ کی زیارت کو آئے‘ تھے یہ بات یہودی محقق کہہ رہے ہیں۔اورنصاریٰ یعنی عیسائیوں میں یہ بات مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی زندگی کے 12 برس کہاں گزارے کسی کونہیں معلوم اس بارے میں تاریخ اور

روایتیں خاموش ہیں ۔ہمارا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس دور میں ضرور یقینی طور پر یروشلم سے مکہ مکرمہ ہجرت کر آئے تھے اور اپنی زندگی کے مخصوص دن یہاں عبادت میں گزارے ہونگے' جو انبیاء و مرسلین کا اس زمانے میں طریقہ رہا۔اس بات کو تقویت اس لے ملتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے جس آخری نبی کی بشارت نصاریٰ کو دی اور جس مسیحا کے آنے کا یہودی انتظار کرتے ہیں' یہ دونوں قومیں بعد میں آکر مدینہ منورہ میں اس لئے گوشہ نشین ہو گئیں کہ اس نبی کا انتظار کیا جائے۔ جزیرۂ عرب میں جو یہودی آبادیاں تھیں وہ زیادہ خیبر کے آس پاس تھیں جو آج مدینہ منورہ سے 160 کلو میٹر کی دوری پر ہے' اور یروشلم کے قریب ہے جہاں پر عیسیٰ آئے' اور اسی علاقہ میں موسیٰ فرعون کے نرغے سے نکال کر بنی اسرائیل کو لائے تھے آج کی عیسائی تحقیقات اسے صحرائے سینا کا علاقہ بتا رہی ہیں ۔یہود و نصاریٰ نے اس نبی کا اقرار کیا یا انکار یہ الگ بات ہے ۔مگر ان قوموں کی موجودگی مدینہ میں بتاتی ہے کہ انہیں اس زمانے میں معلوم ہوگیا کہ یہاں عیسیٰؑ آئے تھے ۔چونکہ !!بنی اسرائیل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے تعلق سے کم تری یا اپنی برتری کا احساس نمایاں تھا اس لئے وہ بجائے مکہ جانے کے جہاں آلِ اسماعیل تھے انہوں نے مدینہ کے آس پاس رہنا گوارہ کیا ہو۔قرآن میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ سے خصوصی خطاب یہ بتاتا ہے کہ جزیرۃ العرب میں حضرت عیسیٰؑ ایک معروف شخصیت تھے ۔اور بنی اسرائیل کا حضرت ابراہیمؑ سے ہونا بھی ایک معلوم حقیقت تھی ۔توریت زبور اور انجیل کے بیانوں کا قرآن کے قصایص اور روایات سے ہم آہنگ ہونے کے باوجود' قرآن کا انداز بیان کا مختلف پیرایہ میں بیان اور ان میں مقطعات جیسے الفاظ یا ابتدایہ کلمات کا ہونا جو پہلے عرب میں ہی نہیں دوسرے علاقوں کی زبانوں میں نہ پایے جاتے ہیں یہ علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخری تنزیل کو محفوظ و معتبر کرنے ایسا پختہ اور زیرک انتظام کیا کہ عقل انسانی آج تک حیران ہے ۔حالانکہ اس سے پہلے کی تین کتابوں کے نزول میں ایسی معجزانہ اور عقلوں کو حیران کرنے والی کوئی بات نہیں ہے' کیونکہ جن قوموں کو وہ دی گئیں وہ ایسی باریکیوں کی اہل نہیں تھیں اس کے باوجود انہوں نے توریت زبور اور انجیل کے احکام اور بیانوں کو بدل دیا' لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن میں ان کی کارستانیاں نہیں چلیں 'لیکن !احادیث کے بیان اور متن کو متاثر کرنے کی سازشوں میں وہ برابر مصروف رہے' اس میں خوارجیوں کا بھرپور ساتھ ملا مگر وہ سواد اعظم کے حصار کو متاثر کرنے میں ناکام رہے ۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا جو ضابطے اصول باریکیاں کلام و بیان کا انداز اور مقطعات علم ریاضی کے دقیق اُصولوں کے قرینے قرآن کے تحفظ کا حصار بن گئے۔ورنہ توریت زبور و انجیل پڑھنے اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں پانچ یا دس فیصد ایسے احکام ہونگے جو تنزیل کئے گئے تھے باقی نوے پچیانوے فیصد بیان کو قصہ گوئی دیو مالائی اور سطحی بیان بازیوں کا مرجع بنا دیا گیا ہے ۔اور انجیل میں تو یونانی دیوتاؤں کے تاثرات اور دخل اندازی کو بہت خوب محسوس کیا جا سکتا ہے ۔اور قرآن کا چوطرفہ سیکیورٹی سسٹم کسی غیر مناسب دخل اندازی کو فوراً نہ صرف روکتا ہے بلکہ اسے توڑ دیتا ہے۔

اور قرآن کو اللہ نے دوسری قوموں کے سامنے ایک چیلنج کے طور پر پیش کیا کہ :تمام قرآن تو کیا کم از کم ایک آیت ہی ایسی بنا کر

دکھاو۔چودھ صدیوں میں کسی نے اس چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت نہیں کی' جبکہ آج دنیا کی تحقیقات آسمانوں تک پہنچ گئیں' لیکن ایک آیت بنائی نہ جاسکی۔مقطعات سجدے حساب کتاب کا معجزانہ نظام بیان کی شیرینی اور حلاوت کہاں سے لائینگے ۔اللہ تعالی نے انسان کی پیدائش کی ان حالتوں کو بھی قرآن میں بتادیا جوغیرمعمولی ہیں' مثلاً:حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا کئے گئے' نہ ان کی ماں ہیں نہ باپ' حضرت حواؑ بغیر ماں کے آدمؑ کی پسلی سے پیدا ہوئیں' اور حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے' حضرت مریم علیھم السلام کو۔آدمؑ حواؑ اور عیسیٰؑ کی پیدائش ایک ایسی حقیقت کو بیان کردیتی ہے کہ خالق کون مکاں کوئی ہے ورنہ ایسا ممکن نہیں ۔ انسان کی پیدائش ایک تخلیق کار کے ہاتھوں ہوئی ہے' یہاں دہریوں Aethist کی بےیقینی کا جواب ہے کہ نہ وہ آسمان سے ٹپکے نہ ہوا میں یوں ہی پیدا ہو گئے' اور نہ زمینوں سے اُگ آئے' اُن کا ماں باپ کے ذریعہ پیدا ہونا ایک خالق کی تخلیق ہے' جس کی عبادت کرنا یا شکر بجالانا انسان کا فرض ہے۔

سورہ فصلت ایک مثل

قرآن کی 32 ویں سورۃ السجدہ شروع ہوتی ہے مقطعہ الٓمّٓ سے ۔اور 41 ویں سورۃ حٰمٓ السجدہ شروع ہوتی ہے جسے سورہ فصلت بھی کہتے ہیں یہ مقطعہ حٰمٓ سے اور اس میں ایک سجدہ بھی ہے اسکو سورہ' فصلت بھی کہتے ہیں ۔السجدہ جس میں الٓمّٓ مقطعہ ہے اس میں سجدہ نہیں ہے ان دونوں کے احکام اور بیان میں ایک واضح فرق ہے ۔32 ویں سورہ السجدہ: الٓمّٓ ,یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں شک نہیں رب العالمین کی طرف سے ہے....کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد نے اپنے دل سے بنالی ہے ۔بلکہ یہ سچی کتاب ہے'' آپ کے رب کی طرف سے تا کہ آپ ڈرائیں ۔'' یہ خطاب کفار ومشرکین اور جہالت میں ڈوبے لوگوں کو ہے ۔اور دوسری طرف 41 ویں سورۃ حٰمٓ السجدہ ہے' وہ شروع ہوتی ہے حٰمٓ سے اس میں خطاب دانشمندوں سے ہے ۔شروع ہوتی ہے:یہ کلام رحمٰن کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے' جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی جاتی ہیں ۔(اس سورۃ کو فصلت بھی کہا جاتا ہے)اس کی 4 چوتھی آیت یوں ہے ا(یہ کتاب)ایسے لوگوں کے لئے نافع ہے جو دانشمند ہیں' بشارت دینے والی ڈرانے والی....یعنی 32 ویں سورہ ''سجدہ' کہ جس میں ''الٓمّٓ '' ہے اپنے رسول ﷺ کو اس لئے دی گی ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ سے ڈرائیں ۔41 ویں سورہ رحمٰن رحیم کی طرف سے نازل کی گئی ہے (رسول ﷺ پر)جو دانشمندوں کو خود بشارت بھی دیتی ہے اور ڈراتی بھی ہے ۔اور اس سورۃ میں ایک سجدے کا حکم ہے کہ اگر دانشمند اللہ کے کلام کو سمجھ لیں تو سجدہ بجالائیں ۔کتاب ایک' رسول ﷺ ایک' مگر احکام مختلف؟ کیوں کہ دنیا میں دانشمندوں یا ایمان والوں کی کمی ہوتی ہے ۔زیادہ تر لوگ جاہل کافر اور ناسمجھ ہوتے ہیں ۔اسی لئے انبیاء ومرسلین کو بھیجا جاتا رہا ہے۔جنھوں نے کفر اختیار کیا ان کی بات اور ہے' مگر جو عقلمند ہیں ان کی ذمہ داری بڑی ہے۔

جیسے کہا سورۃ حٰم سجدہ کو سورہ فصلت بھی کہتے ہیں جس کا نزول 61 ہے جسے قرآن میں 41 ترتیب میں رکھا گیا ہے اس کے بعد سورہ سجدہ ہے جس کا نزول 75 ہے اسے ترتیب میں 32 ویں مقام پر رکھا گیا ہے ۔ان دونوں میں ایک مناسبت ہے وہ

یہ کہ فصلت کی 3 اور 4 آیات کا بیان "یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات خوب کھول کر بیان کی گئی ہیں زبان عربی میں اُن لوگوں (قوم) کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔ (اور یہ قرآن) خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہے سو ان میں سے اکثر منہ پھیر لیا پس وہ سنتے نہیں۔ اب ذرا سورہ سجدہ کی شروع کی آیات کو دیکھتے ہیں۔ جیسے کہ سورہ فصلت "حامیم" سے شروع ہوئی سورۃ سجدہ "الف لام میم سے شروع ہوتی ہے۔ اس کی دوسری آیت میں ہے کہ "یہ اس (محمدؐ) نے گھڑ لیا ہے (نہیں) بلکہ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تا کہ تم اس قوم کو ڈراؤ جن کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تم سے پہلے تا کہ وہ ہدایت پالیں۔ سوال یہ کہ اس میں مناسبت کیا ہے؟ سورہ سجدہ کی آیت ۳ میں نَّذِیْرٍ کالفظ ہے معنی ڈرانے والا۔ جبکہ اس کے بعد کی سورۃ فصلت کی آیت ۴ میں بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا کہا گیا۔ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا۔ یہ دونوں الفاظ حضور ﷺ کے متعلق ہیں کیونکہ حضور ﷺ کو بشیر اور نذیر کہا گیا ہے قرآن میں۔ لیکن اگر ہم سورہ بینہ سے اس کا موازنہ کریں تو جو جس کا نزول 100 ہے تو ایک اشارہ اس میں ہے کہ جس طرح حضور ﷺ بشیر اور نذیر کہے گئے اسی طرح سورہ بینہ میں پہلے بینہ (محمدؐ) کو کفار و مشرکین کو اصلاح و تبلیغ کرنے والے کہا گیا اور دوسرے بینہ (تابع محمدؐ مہدی) کو تفرقہ میں پڑی اُمت کی اصلاح کرنے والا بتایا گیا۔ اب سورہ فصلت کے بیان کو دیکھیں "جس کی آیات خوب کھول کر بیان کی گئی ہیں زبان عربی میں اُن لوگوں (قوم) کے لئے جو علم رکھتے ہیں" اس کے بعد "(اور یہ قرآن) خوشخبری دینے والا ڈرانے والا ہے سو ان میں سے اکثر منہ پھیر لیتے ہیں وہ سنتے نہیں۔ ان دونوں سوتوں اور سورہ بینہ کے بیان و کلام میں بشیر نذیر ڈرانے والے ایک قوم جو علم رکھتی ہے اور کچھ لوگ منہ پھیر لیتے ہیں سنتے نہیں کو جمع کر کے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ سورہ بینہ کے نزول سے پہلے حضور ﷺ کو کفار مشرکین مکہ کے علاوہ اُمت کے کچھ لوگوں کا اللہ کے احکام کا انکار کرنا بتایا گیا ہے۔

سورۂ قٓ جو کہ 50 ویں سورۃ ہے اور نٓ جو 68 ویں سورۃ ہے دونوں مقطعہ ہیں اور ان میں ایک تطبیق ہے۔ سورۂ قٓ کو سورۂ مفصل بھی کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مفصل قرآن کا دروازہ ہے .... مجھے مفصل کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے۔ یہ سورۃ شروع ہوتی ہے: قٓ ج قف وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ قاف یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے قٓ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک ہے۔ اس سورۃ کی آخری 45 ویں آیت ہے: پس آپ نصیحت کرتے رہے اس قرآن سے ہر شخص کو جو (میرے) عذاب سے ڈرتا ہے۔ اس کے بعد نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ نٓ قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ حضرت معاویہ بن مرحؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: لوح (تختی) بھی نور سے ہے اور قلم بھی نور سے ہے اور اس قلم نے قیامت تک ہونے والی ہر شئے کے بارے میں لکھ دیا ہے۔ اس کی تائید سورۃ البروج میں ہوتی ہے بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ 21 فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ 22 یہ باعظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں رکھا ہوا ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا نٓ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے۔ سورۂ قٓ قرآن سے متعلق ہے دوسری والی ن لوح سے یا تقدیر سے ہے۔ پہلی والی سورہ احکام سے ہے دوسری والی تقدیر سے ہے یعنی تقدیر کا تعلق احکام سے ہے۔

قٓ اللہ کا کلام یعنی خالق کا کلام خالق ہے۔دوسرا اللہ کا نور سے قلم اورلوح بنے ہیں ۔قرآن کریم کی 25 ویں سورۃ 'الفرقان'فرقان کامعنی کسی چیز کے درمیان فیصلہ کرنا'حد قایم کرنا ۔قرآن میں اللہ تعالی نے فیصلے صادرفرمائے ہیں حدود قایم کئے ہیں ۔اس ''قٓ'' کے بارے میں ایک معروف مبلغ نے لکھا تھا کہ ق سے قرآن ہےسورۂ الشوری جو 42 مقام پر ہےاوراورسورہ قٓ 50ان دونوں میں ایک تعلق ہے وہ یہ کہ شوری حٰمٓ عٓسٓقٓ سے شروع ہوتی ہےاس میں 57 قٓ ہیں ۔اورسورہ قٓ' قٓ سے شروع ہوتی ہے اس میں بھی 57 قٓ ہیں یعنی اگر دونوں 57 قاف کو جمع کریں تو ہوئے 114 جو کہ قرآن کے کل سورتوں کی تعداد ہے۔اکثرقرآن کا خطاب **قوم موسی ' قوم نوح 'قوم صالح 'قوم هود** سے ہوتا ہے ۔مگر!سورہ قٓ کی آیت نمبر13 میں حیران کن حقیقت ہے وہ یہ کہ خطاب بالکل الگ اور بدلا ہوا ہے **اِخْوانُ لُوطٍ** قوم موسی کہنے کے بجائےاخوان لوطٍ کہا گیا'جس کا معنی''لوطؑ کے بھائی'' ہے۔اس تبدیلی پر مبلغ نے سوال کیا ہے کہ قوم کے بجائے بھائی کیوں کہا؟اورخود جواب دیا ہے کہ دراصل سورۂ قٓ جس میں 57 قاف آئے ہیں اگر آیت نمبر 13 میں قوم لوط سے خطاب ہوتا تو 57 کے بجائے 58 قٓ پچاس ویں سورہ میں ہوجاتے جوقرآن کے سورتوں کی کل تعداد میں ایک کا اضافہ ہوجاتا ایسی مہین باریکیاں صرف قرآن میں ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ مسلہ تقدیر نے میری ہڈیاں توڑدیں۔ تقدیر کا معنی''وہ اندازہ جوحق تعالی نے روزاوّل ہر چیز کے لئےمقرر کردیا ہے۔حیات اور بعد الموت کسی چیز کی مقدار کے طے کردئے جانے کوبھی تقدیر کہا جاتا ہے'اوراس تقدیر کےاچھایا برا ہونے کا فیصلہ حیات دنیا کےاعمال پر رکھا گیا ہے'یعنی جس کو جوملنا جتناملنا وہ طے ہے مگر!!انہیں حاصل کرنے کی انسانی کوشش بھلائی سے کی گئی ہے یابرائی سے اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ حیات بعدالموت یا ہمیشہ کی زندگی میں مقامات ومنازل و مراتب کی عطا ہے'جوان باتوں پر قانع ہے وہ مومن ہے جسے بعد میں انعام دیا جائے گا جو جنت کاسکون اورآسودگی ہوگی جوانحراف کرتا ہےاسے انعام دنیا ہی میں دےدیا جائے گابعد میں جہنم کی تپش اورناکامی ہے۔

تقدیر کےحق ہونے کااعتراف ایمان ہے

کچھ لوگ سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہی تقدیر بنائی ہے'احکام بھی اسی نے نازل کئے ہیں تو پھر ثواب وعذاب بندوں کےاعمال پر کیوں؟جواب یہ ہوسکتا ہے کہ مثلاً انسان اپنی مرضی سےتو دنیا میں نہیں آتا'مگر بہت سارےانسان ملکر کچھ اصول بنالیتے ہیں کہ معاشرے کے لئے کیا اچھا ہے کیا برا ہے'جسے دستوریا قانون کہتے ہیں'اوراسکے پابند رہتے ہیں'جوکوئی دستوراور قانون کی پابندی نہیں کرتا وہ مجرم قراردیا جاتا ہے کیوں؟پہلے جوقومیں ہوا کرتی تھیں وہ کسی اصول'دستوریا قانون کی پابندی نہیں کرتی تھیں انہیں انسانی تاریخ میں وحشی اورجنگلی مانا گیا ہے۔دستوروقانوں کی پابندی مہذب قوم ہونے کی نشانی ہے ۔انسان جسے اپنے پیدا ہونے یامرنے پراختیارنہیں وہ دستوراوقانون بنالیتا ہےتو کیا جس خالق نے انسان کو پیدا کیااسے مہذب اورمتمدن انسان بنانے کا اختیارنہیں؟دنیا کی ہرقوم چاہےوہ توحید پر چلنے والی ہو کہ شرک وکفر پر'ان میں جنوں اورشیطانوں کےوجود پر یقین پایا جاتا ہے۔اور

جنوں اور شیطانوں میں کوئی اصول اور قانون نہیں ہوتا' اس لئے اُنہیں شریر مخلوق مانا جاتا ہے جو اچھے برے کی تمیز کے بغیر انسانوں کو تکلیف دیتے ہیں اور نقصان پہنچا دیتے ہیں' اور ان کے نہ دکھائی دئے جانے کی خصوصیت کی بناء پر انسان ان سے نقصان اٹھاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالی نے انسانوں کو شر و فساد نہ کرنے نظام معاشرت کو درہم برہم نہ کرنے کے لئے ایک ضابطہ اخلاق یا دستور یا احکام کے بطور صحیفے اور کتابیں دیتا آیا ہے' کہ اگر!! تمہارے اندر کے شر اور فساد کو قابو میں کرنا ہے تو ان احکام پر عمل کرو' انسانوں کے اندر جو شر یا انرجی یا طاقت رکھی گئی ہے وہ دنیا کی ضروریات کے استعمال کے لئے ہے نہ کہ انسانیت کی تباہی و بربادی کے لئے۔ اس لئے تقدیر میں شر اور سکون دونوں رکھے گئے ہیں' دنیا میں انسان کو اختیار دے کر بھیجا گیا ہے کہ یا تو سکون سے رہے اور دوسروں کو سکون سے رہنے دے' اگر!! وہ اپنی توانائی یا انرجی کو غلط استعمال کرتا ہے تو قانوناً وہ مجرم ہے جسے مذہبی اصطلاح میں گناہ کہا گیا اور اس کی سزاء کو عذاب۔ دنیا کی کوئی بھی کتاب چاہے مذہبی ہو یا کوئی اور وہ صرف انسانوں کو قانون کا پابند بناتی ہے' مگر! قرآن واحد کتاب ہے جو انسانوں کے ساتھ جنات کو بھی قرآن کے احکام ماننے کا حکم دیتی ہے' لہٰذا ہم دیکھتے ہیں قرآن میں جا بجا خطاب کا رخ انسانوں کے ساتھ جنوں سے بھی ہوا ہے۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ (الرحمٰن) اور سورہ جن میں کہا گیا کہ'' آپ فرما دیجیے مجھے (یہ قرآن) وحی کی گئی ہے۔ جنات کی ایک جماعت نے سنا اسے (قرآن کو) تو انہوں نے کہا بیشک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ اور وہ رہنمائی کرتا ہے ہدایت کی طرف۔ تو ہم اس پر ایمان لائے' اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کوئی شریک نہیں ٹہرائیں گے۔'' (سورہ جن) اس طرح جنوں کو پابند کتاب کیا گیا ہو ایسی مثال دنیا کی کوئی قوم ملک خطہ نہیں دے سکتا سوائے قرآن اور اسلام کے۔ معلوم ہوا تقدیر اللہ تعالی نے لکھی ہے اور اختیار بھی اللہ تعالی نے ہی دیا ہے۔ انسان اگر سکون اطاعت عبادت کے ساتھ دنیا میں زندگی گزارتا ہے تو تقدیر کا انعام اس کا ہے' اگر تقدیر کے مخالف زندگی گزارتا ہے تو اسے اختیار دیا گیا ہے کہ جو چاہے دنیا میں کرے مگر اپنی خودی اور بے راہ روی کے لئے وہ مجرم گردانا جائے گا۔ اللہ تعالی نے تقدیر لکھی ہے اس کی تقریر میں رد و بدل کرنے والا انسان مجرم گناہ گار اور عذاب کا مستحق ہے۔ اگر وہ ان باتوں کو نہیں مانتا تو دنیا کے قوانین کیوں مانتا ہے وہ اس کے اپنے تو بنائے ہوئے تو نہیں ہیں کسی اور کے بنائے ہیں۔ جب دنیا کے قوانیں کے توڑنے پر سزا ہے' کال کوٹھری ہے مشقت ہے روکھا سوکھا کھانا ہے اور بڑے جرم کی سزاء موت ہے تو پھر تقدیر کا قانون توڑنے کی سزاء جہنم ہے جو بہت بری جگہ ہے۔ انسان دنیا میں رہے کھائے پئے زندگی گزارے مگر قانون فطرت یا قانون قدرت نہ توڑے ورنہ عذاب ہے۔

اُمت: نبی رسول پیغمبر کے ماننے والے لوگوں اور سواد اعظم کا حصہ ہونے اور شعائر اسلام کو اختیار کرنے والوں کو اور قوم کسی ہادی رہبر یا مرکزِ احکام و شریعہ شخصیت کے طور طریقہ پر عمل کرنے والے لوگوں کو کہتے ہیں۔ مسلک کے معنی دستور قانون قاعدہ ان طریقوں کے ہیں جو قرآن کے بنیادی اصولوں پر مسایل دینی و دنیاوی کی فقہی فیصلوں کو اپنانے کے۔ فرقہ یا گروہ اسے کہتے ہیں جو چند لوگ یا ایک مجلس عاملہ کے بتائے طریقے پر چلتے ہیں۔ قوم اور مسالک پر چلنے والوں کی بہ نسبت فرقہ یا گروہ کے اُصول و ضابطہ

میں قید و بند نہیں ہوتا' بلکہ اس فرقہ یا گروہ یا تحریک کو اپنانے والا مجلس یا اس کے معتبر افراد کی نگرانی میں رہتا ہے کہ ان کی مجلس یا گروہ سے منحرف نہ ہو سکے' اس کی مثال تبلیغی جماعت' جماعت اسلامی' دیوبند' طالبان' جرگہ وغیرہ ہیں۔ قومیت اور مسلکی طریقے استمراری ہیں (ان میں ردوبدل و تبدیلی کا امکان نہیں اس کی جوابدہی خدا کے ہاں ہے۔ لیکن گروہی و فرقہ بندی اختیاری ہے' ان میں ترمیم و تصیف (زیادتی و کمی) ممکن ہے۔ اسلام اس حقیقت کو کہتے ہیں جو اللہ کے پیغمبروں کی اطاعت اور ان کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ نبی رسول اور پیغمبر کے طریقے سے انحراف کر کے من مانی نفس کی پیروی میں سواد اعظم یا سنت رسول کے خلاف بغاوت و ہٹ دھرمی اسلام ہرگز نہیں ہے۔ اور جو بھی گروہ یا فرقہ یا طریقہ اپنے اصولوں پر نہ چلنے پر دوسرے مسلمانوں کی جان مال عزت کو پائمال کرے وہ اسلام کی عظمت کا منحرف ہے' وہ خود کو مسلمان کہلوا لے مگر اسلام کے دائرے سے خارج ہے۔ قرآن و سنت رسول ﷺ کے علاوہ اپنے خیال اور ضرورت کو جو دین کا حصہ سمجھے وہ مسلمان نہیں' چاہے وہ کتنا ہی اپنا ظاہر سنوار لے آراستہ کر لے۔ اسلام اللہ اور رسول کی اطاعت کو کہتے ہیں' من مانی اور دکھاوے کو نہیں۔

قرآن اللہ کی محبت کا ذریعہ ہے

مہدیؑ موعودؑ نے قرآن کو عشق نامہ بتایا۔ یعنی اللہ تعالی سے محبت کرنے اطاعت کرنے والا مصحف۔ اب "حٰمٓ عٓسٓقٓ" کی ترتیب کو دیکھیں۔ اگر "حٰمٓ" رحمٰن رحیم ہے تو 'ع س ق' کے 'سین کو شین' سے بدلتے ہیں تو ہوا عشق (حروف تہجی میں کسی بھی حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے کے قواعد کو شاید ترفع اقراری یا عددی کہتے ہیں)۔ مطلب صاف ہے اللہ رحمٰن یا رحیم سے بے پناہ عشق۔ اور عشق سر تسلیم خم کرنے یا بجا آوری کا نام ہے۔ قرآن مجید عشق نامہ ہے۔

عاشقی سے ملے گا اے زاہد   بندگی سے خدا نہیں ملتا (داغؔ)

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ عام طور پر عشق کا معنی عورت اور مرد کے درمیان وارفتگی' فریفتگی یا جذبات محبت کے رشتے ہی کو سمجھ لیا گیا ہے' جبکہ ایسا نہیں ہے۔ عشق کسی بھی چیز کو حد سے زیادہ پسند کرنے اس چیز یا بات کو دیوانگی کی حد تک اپنانے یا خود کو اس کے لئے کسی بھی مرحلے یا آزمائش سے گزر جانے کے جذبے اور عمل کو کہتے ہیں۔ قرآن دنیا میں ایک ایسی کتاب ہے جب کوئی اسے ہوش و عقل سے پڑھتا ہے تو وہ اللہ تعالی کی قدرت صناعی اس کی کبریائی میں اس حد تک اپنے آپ کو غرق کر لیتا ہے کہ اسے اپنی بے بضاعتی اور کمتری کا احساس ہونے لگتا ہے کہ کاش میں اس کے قریب ہوتا' وہ مجھے اپنا بنا لیتا' مجھ سے محبت کرتا اور اس کی رحمتوں کا انعام مجھے مل جاتا۔ انہیں معنوں میں اسے عشق نامہ کہا گیا ہے۔ جو سطحی اور منتشر خیال و احساس کے لوگ ہیں اسے سمجھ نہیں پاتے' ان کا ذہن عیش و عشرت کی طرف چلا جاتا ہے۔

مہدیؑ موعود آخرالزماں دعلیہ السلام کی جو تعلیمات ہیں اور جو طریقہ ذکر اللہ کا بتایا ہے وہ عالیت پر مبنی ہے کہ تمام احوال کو اللہ کے اختیار پر چھوڑ دینا جیسا کہ بندگی میاں سید محمود نے کہا کہ "جیسے بھی ہوں جس حالت میں اللہ کا شکر ہے"۔ ذکر واذ کار یا "اسم

اعظم'' یا وظائف کے ذریعہ اللہ سے کچھ طلب کیا جانا رخصت ہے جو کم ہمت طالبان حق کے لئے ہے۔حقوق العباد کو نظر انداز کر کے یا اللہ کے حدود کو توڑ کر کچھ بھی حاصل کرنا گناہ ہے۔اسماءالحسنیٰ ہو مقطعات ہو کہ اسم اعظم ہو اللہ کو راضی کرنے یا کچھ طلب کرنے کے طریقے ہیں اس میں انسان کس حد تک کامیاب ہوتا ہے یہ اس کی نیت کوشش اور اللہ تعالی کی مرضی پر منحصر ہے۔

قرآن مجید میں اسم ''اللہ'' کثرت سے بیان ہوا ہے اس کے بعد رحیم اور رحمٰن ۔''حٰمٓ'' مقطع بھی تعداد میں زیادہ ہے 7بار۔اسلئے یہ ان تینوں اسمائے الٰہیہ کا مجموعہ ہوا۔اللہ تعالی فرماتا ہے ''اذکرنی فذکرکم'' تم میرا ذکر کیا کرو میں تمہارا ذکر فرشتوں میں کیا کروں گا اسم اللہ کے عدد 66=12=3 ۔رحمٰن کے 200,8,48,50=298=1 ۔رحیم کے 258=15=6 ۔یعنی اسم اللہ کے 3 رحمٰن کے 1 اور رحیم کے 6 جمع کریں تو حاصل عدد 10 ہے جس کا حاصل 1 جو رحمٰن کا مجموعی عدد ہے۔

حٰمٓ کی خصوصیت

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''حٰــــمٓ''صرف مجھے دی گئی ہے کسی نبی ورسول کو نہیں دی گئی ۔مقطعات بھی کسی نبی رسول یا کسی قومی یا مذہبی کتاب میں نہیں ملتے حتی کہ اسلام سے پہلے کے عربی ادب میں بھی ۔قرآن سے پہلے اور آج تک ایسے منفرد الفاظ جسے انگریزی میں کہتے ہیں Unique, Unmatched کہتے ہیں کسی ادب یا مذہبی کتاب میں نہیں ہیں۔حالانکہ اب پچھلی دوصدیوں سے اہل ہندسہ یا محتسبوں نے الجبرا اور جیومیٹری میں کچھ سمبل بنائے ہیں۔جیسے آلفا' بیٹا' گاما' لیمڈا' پای' سگما وغیرہ۔مگر قرآن کے مقطعات کسی بھی علم میں نہیں اس سے پہلے کی سامی اور آرمیک زبان جہاں سے زبان عربی آئی ہے کچھ ایسے نقوش ہیں مگر وہ مقطعات سے میل نہیں کھاتے۔

اللہ تعالی نے انسانیت کی ابتداء حٰمٓ سے کی ہے ! جب تخلیق آدمؑ پر اُن کے چھینکنے پر اللہ تعالی نے **یر حمک اللہ** کہا کہ تم پر اللہ کی رحمت ہو اس **یرحمک اللہ** میں ی ر ح م ک حرف ہیں یہاں حرف ی عطف ہے جو قاعدے میں دو حرفوں یا لفظوں کو ملانے کے لئے آتا ہے اور ر را مرکبات قضا را بمعنی اتفاقاً ناگہانی آتا ہے اور ک حرف اضافت ہے بشرطیکہ مضاف (جڑا ہوا ملا ہوا) مذکر ہو یہ حرف نسبت لگاؤ ملکیت اور قبضہ ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے۔اور میم 'ال' کے ساتھ آئے تو اسے اسم ظرف یا اسم مفعول بنا دیتا ہے اور 'ح' کو حائے حُطی' حائے مہملہ اور غیر منقوط بھی کہتے ہیں اگر اسے 'ال' لگا دیا جائے تو آواز دے گا جیسے ''الحکیم''۔اس طرح قاعدے کی رو سے 'ح' آواز دینے والا جیسے ''حا'' اور 'میم' اسم مفعول بنانے والا ہوئے باقی کے حروف 'ی' جو عطف دو لفظوں کو ملانے والا 'را'' اتفاقی ناگہانی اور 'کاف' حرف اضافی ہوا۔معنوی حروف 'ح' اور 'میم' ہوئے اور ''یرحمک اللہ'' میں 'ح' اور 'میم' ہوئے ''حٰــــمٓ'' جو مقطعات میں مرکزی مقام پر ہے۔اسے سمجھنے کے لئے یہاں ان مقطعہ کو دیکھیں۔ انا اللہ عالم میں 'انا' کا الف اللہ کا درمیانی لام 'ل' اور عالم کا آخر کا میم لے لیں۔بنا الٓمٓ ۔ الرحمن کو الگ کریں تو یہ مقطعہ نکلتے ہیں الرٰ حٰمٓ نٓ اور الر کا الف حم کا ح اور آخری

نون لیں تو بنتا ہے الرحمن ۔اور حیٌّ قیوم کا 'ح' اور 'میم'' جمع کریں بنا حٰمٓ۔

مقطعہ کا اسم ذاتی ''حٰمٓ'' ح کے عدد 8 میم کے 40=48=12=3 ۔اللہ ۔رحمٰن ۔رحیم ۔اور حٰمٓ ان تینوں اسماء کے عدد 3 ہوتے ہیں ۔اللہ کے تین مقدس اسمائے اعلیٰ کا ایک اسم ''حٰمٓ'' ۔ایک واحد معبود 'حٰمٓ'' ہے ۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں دو ح اور میم ملادیں تو حٰمٓ ۔بسم اللہ کے بسم کا مطلب برتر قدیم معبود ہے ۔حیٌّ قیوم ۔ح ی ق ی و م ۔کے درمیان سے ی ق ی و نکالدیں ح اور میم رہ گئے ۔حٰمٓ ۔' ۔جیسے کہ ''حمد'' کے معنی صرف خدا کی تعریف کے ہیں ۔ح م دال اس میں سے د ۔دال نکالدیں ح م رہجاتے ہیں ۔ح سے حاکم میم سے مطلق یعنی دونوں جہاں میں اس کے سواء کوئی دوسرا حاکم نہیں ۔اس طرح ح حقیقی میم مالک ۔حَیٌّ قَیُّومٌ یعنی ''ح'' اور'' م '' ۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قرآن پڑھو کیونکہ تمہیں اس پر اجر دیا جائے گا' میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے' لیکن الف (کی) دس نیکیاں ہیں' لام (کی) دس نیکیاں ہیں' اور میم (کی) دس نیکیاں ہیں' اور یہ 30 ہیں ۔یہاں تعداد یا گنتی کی اہمیت بتائی گئی ۔

جب قرآن کا نزول ہوا تو مقطعہ نٓ تھا اس کے بعد حٰمٓ اس کے بعد الٓرٰ ترتیب وار نازل ہوا

مگر جب قرآن مرتب ہوا تو الٓرٰ اس کے بعد حٰمٓ اس کے بعد نٓ ترتیب قرآن میں آیا

مگر دونوں حالتوں میں حٰمٓ درمیان میں رہا یعنی مرکزی مقام میں

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيزَانَ اور آسمان اُسی نے بلند کیا اور میزان (عدل) قائم کیا۔

حروف ابجد کے اعداد

حروف ابجد میں فرض کئے گئے عدد کی قدر و قیمت (Value) اور ان حروف کا ابجد کی تختی میں مقام یا نمبر (Serial) کے لحاظ سے ایک خصوصیت یا Uniqueness ملاحظہ ہو ۔مثلاً حرف ح چھٹے 6 نمبر پر آتا ہے اسکی انداز اًقدر 8 رکھی گئی ہے اور یہ حرف قمری ہے جبکہ میم چوبیس 24 نمبر پر ہے جس کی قدر قیمت 40 ہے اور یہ بھی قمری ہے ۔اور ح کے عدد 8 اور میم کے عدد 40 کو جمع کریں تو بنتے ہیں 48 جس کی جمع 12 اس کی جمع 3 ہوئی ۔اور ترتیب وار Serial میں ح کا نمبر 6 چھٹا اور میم کا 24 واں اب ان کو جمع کریں تو 6+ 24= 30 اس حاصل عدد بھی 3 ہی ہے اور یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے 786 کا حاصل ہے ۔اس کو سمجھنے کے لئے ہم یہاں حروف ابجد کے عددی اقدار اور ترتیب Serial کو درج کر لیتے ہیں تا کہ بات صاف سمجھ میں آئے ۔

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن
1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	20	30	40	50

غ	ظ	ض	ذ	خ	ث	ت	ش	ر	ق	ص	ف	ع	س
1000	900	800	700	600	500	400	300	200	100	90	80	70	60

یہ ہو گے ابجد کے عددی اقدار اور اب ابجد کے حروف کا مقامی Serial نمبر دیکھتے ہیں۔

ص	ش	س	ز	ر	ذ	د	خ	ح	ج	ث	ت	ب	ا
14	13	12	11	10	9	8	7	6	5	4	3	2	1

ی	و	ہ	ن	م	ل	ک	ق	ف	غ	ع	ظ	ط	ض
۔28	27	26	25	24	23	22	21	20	19	18	17	16	15

یہ ہوے عربی ابجد کی ترتیب میں نمبر ایک سے اٹھائیس تک۔ اب ان میں مقطعات کے حروف کو تشکیل کر کے دیکھتے ہیں۔

الٓمٓ ال م کے فرضی اعداد 71=8 ترتیب یا Serial میں الف لا میم 1'23'24 کل 47= 11=2 حروف شمسی قمری دونوں

do	8 =	=62	‘‘14'24'23'1	ال م ص	do	8 =161	ال م ص	الٓمٓصٓ
do	7 =	= 34’’	10'23'1	ا ل ر	do	6 =231	ا ل ر	الٓرٰ
do	4= 13=	58	’’10'24'23'1	ا ل م ر	do	1=10=271	ال م ر	الٓمٓرٰ
do	1=10=109=		14'18'28'27'22	ک ھ ی ع ص	do	6=15=195	ک ھ ی ع ص	کٓھٰیٰعٓصٓ
do	7=	43 =	16'27	ط ہ	do	5 = 14	ط ہ	طٰہٰ
do	6 =	51=	24'11'16	ط س م	do	1= 10=109	ط س م	طٰسٓمٓ
do	9 =	27=	11'16	ط س	do	6 =15=69	ط س	طٰسٓ
do	2 =	11 =	38'11'28	ی س	do	6 = =60	ی س	یٰسٓ
do	5 =	14	14	ص	do	9 = =90	ص	صٓ
دونوں قمری	**3 =**	**30**	24'6	ح م	do	**3 =12=48**	ح م	حٰمٓ
قمری شمسی	**5 =**	**50**	21'11'18	ع س ق	do	**5 =230**	**ع س ق**	عٓسٓقٓ
do	3 =		21	ق	do	1 = 100	ق	قٓ
do	7 =	=	25	ن	do	5 = 50	ن	نٓ

اُوپر کے جدول میں دو 2 مقطع ایسے ہیں (جو **بولڈ** کر کے بتائے گئے ہیں) جن کے کل فرضی عدد اور ترتیب کے کل عدد کو جمع کریں تو 3 برابر عدد نکلتے ہیں 1) حٰمٓ اور 2) دوسرا عٓسٓقٓ اس میں 5 فرق یہ ہے کہ حٰمٓ ح اور میم دونوں کے حروف قمری ہیں جبکہ

عٓسٓقٓ کے حروف قمری وشمسی مشترک ہیں جیسے کہ باقی کے سارے مقطعہ میں قمری اور شمسی حروف مشترک ہیں۔ حٰمٓ 7 سورہ کے ابتداء میں آیا ہے اور ایک سورہ الشوری میں عٓسٓقٓ کے ساتھ آیا ہے۔ صرف واحد حٰمٓ کے حروف اور اعداد فرضی وسیریل نمبر ایک جیسے ہونے کے علاوہ دونوں حرف قمری ہیں یہ ایک مخصوص Unique مقطعہ ہے جو ہر جگہ اپنی انفرادیت برقرار رکھے ہوئے ہے۔
سورہ العلق پہلی وحی اور پہلی سورہ ہے جو نازل ہوئی جس میں پہلا اسم 'رب' اور دوسرا ''اللہ'' آیا ہے یہ مکی سورۃ ہے۔ نزول قرآن کی آخری سورۃ 114 سورۂ النصر ہے اس میں پہلے اللہ اور بعد میں ''رب'' آیا ہے یہ ضد ہے یعنی الٹ۔ اس کے علاوہ ح اور میم کی ایک خصوصیت ہے رحمن 'رحیم' حمد 'محمد' احمد' اور حی قیوم میں پہلے ح اور بعد میں میم کا ہونا یعنی حٰمٓ ہمیشہ زندہ ہونا اور ہمیشہ قائم ہونا جو ذات حق کی خصوصی صفت ہے سوائے اللہ یا رب جو معبود کہ کسی مخلوق کی نہیں' جب ہم کسی اسم صفت کا نام لیتے ہیں تو ہمارا ذہن صفات کی طرف منتقل ہوتا ہے مگر جب اللہ کہتے ہیں تو صرف ایک واحد ذات کا تصور اُبھرتا ہے۔ اب سورۂ الفاتحہ کے شروع میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا ایک لغوی ونحوی جائزہ لیتے ہیں۔ سورۂ فاتحہ شروع ہی ہوتی ہے حٰمٓ سے وہ کیسے؟'' اَلْ ''یعنی وہ۔ سب۔ معنی حرف تعریف ہے یہ نکرہ Common Noun کو معروفہ Proper Noun بنانے کے لئے آتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں عہدیہ اور جنسیہ' عہدیہ وہ جس سے کسی شئے معہود یہ یعنی زمانہ یا مقام کی طرف اشارہ ہو جنسیہ وہ کبھی حقیقیہ ہوتا ہے یعنی حقیقت جنس پر دلالت کرتا ہے اور کبھی استغراقیہ یعنی ہر فرد جنس پر عمومیت کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔ الف لام'' اَلْ ''جب جنس پر آتا ہے تو اس کو معروفہ کردیتا ہے اور کبھی بعض اَعلام (علم کی جمع یا خبر دینا آگاہ کرنا ظاہر کرنا جتلانا) پر بھی آتا ہے۔ اور اسم جار (لفظ کے آخری حروف پر زیر یا کسرہ دینے والا جیسے جوش تیزی تندی زور) ہمیشہ مکسور (زیر دیا ہوا حرف) ہوتا ہے سوائے اسم مستغاث (وہ جس سے فریاد چاہیں) جو یاء ندا یہ کے بعد آتا ہے جیسے لِلّٰهِ۔ لِلرَّسُوْلِ۔ لِلْمَسَاكِيْنَ۔ لِذِی الْقُرْبٰی۔ اور لام جارہ کسی ذات کے استحقاق کو ظاہر کرنے کے لئے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ۔ اَلْاَمْرُ لِلّٰهِ۔ وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ۔ وغیرہ اور خصوصیت کو ظاہر کرنے کے لئے اَلْجَنَّةُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں جو '' اَلْ '' آیا ہے وہ حٰمٓ کو معروفہ کرنے یا تعارف کرانے کے لئے ہے کہ اَلْحَمْدُ میں جو حٰمٓ ہے اس لِلّٰهِ سے یہ خبر دینا مقصود ہے کہ وہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے جو تمام عالموں کا خالق ومعبود ہے حشر کے دن جس کے سامنے بندوں کی جوابدہی ہونا ہے' اسی کی عبادت کی جانی چاہئے اور اسی سے مدد طلب کرنی چاہئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقطعات میں مقطع حٰمٓ خصوصیت اور اہمیت کا حامل ہے۔
یہاں پر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا اِمَامًا ...... وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (بقر ۱۲۴) اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ قرآن اور میری عترت کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور مہدیٔ موعود علیہ السلام کا الٓمّٓ کے تین حصے فرما کر کہنا کہ ان تین حرفوں میں قرآن کی تفسیر ہے بتا رہا ہے صاف اشارہ کر رہا ہے کہ مقطعات یا لوح قرآنی میں غیر معمولی حقیقتیں پوشیدہ ہیں۔ اور ان میں بھی حٰمٓ کی خصوصیت الگ کیفیت سے غور وخوص کی متقاضی ہے۔

آدم کے بے جان پتلے میں روح پھونکنے کے بعد انہیں چھینک آئی انہوں نے پہلا لفظ جو کہا ''الْحَمْدُ لِلّٰہ''۔ جواب میں اللہ تعالی نے فرمایا ''یَرْحَمُکَ اللّٰہ'' دونوں کلموں میں ح اور میم ہے۔ یعنی آدم کی خلقت میں ''ح'' یعنی روح ہے جو اللہ نے پھونکی ہے اور میم نور محمد ہے جس سے یہ کائنات اور آدم کی تخلیق ہوئی جس کا ذکر احادیث میں ہے۔ حٰمٓ ۔ دونوں میں متحرک ہے۔ ح میم اور ن ملائیں تو رحمٰن ہی باقی ہے جو عظیم ہے۔ اور رحیم میں بھی نون لگائیں تو بنتا ہے رحمٰن ۔ رح م .... ن ۔ اور رے اور نون نکالدیں تو حٰمٓ ۔ مطلب تعریف ہی تعریف کیونکہ حمد کے معنی خدا کی تعریف کے ہیں رحمٰن رحیم کی تعریف ہوئی حٰمٓ سے ۔ قرآن مجید میں 99 صفاتی نام ہیں اور اسم اللہ ذاتی ہے مگر ! یہ نام ظاہر ہے جو نام ذات مخصوص سے متعلق ہے وہ مخفی رکھا گیا ہے ۔ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ح سے شروع میم پر ختم یعنی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہمیشہ قایم رہنے والا ۔ اَلْحَمْدُ جس کی ہمیشہ تعریف کی جاتی ہے آسمانوں اور زمینوں میں ۔ رحمن رحیم ح اور میم حٰمٓ کے ساتھ عٓسٓقٓ ع سین قاف جو ہمیشہ عظیم سلامت اور قایم رہنے والا حٰمٓ میں ح اور میم ہے رحیم میں سے رے کو اگر نکالدیں تو باقی صرف ح اور میم ہے حمد میں دال نکالدیں تو ح اور میم رہجاتے ہیں اسی طرح رحمن میں سے رے اور نون الگ کردیں تو ح میم رہجاتے ہیں محمد میں سے میم اور دال نکالدیں تو ح میم رہجاتے ہیں حیٌ قیوم میں ی قاف ی واو کو نکالدیں تو ح میم رہجاتے ہیں ۔ ساری مخلوقات کا وجود حیات اور موت کے درمیان ہے یعنی ح اور میم حیات بعد الموت صرف روح باقی رہتی ہے اس میں سے آدم کا میم ختم ہوجاتا ہے اور صرف روح اور خالق کے درمیان کا تعلق باقی رہتا ہے ۔ اس طرح اللہ تعالی اپنے رحمٰن اور رحیم ہونے کو کئی اندازوں سے سمجھاتا ہے ۔

علم ریاضی خصوصاً الجبرا ٹرگنامیٹری جیومیٹری و دیگر میں بنیادی طور پر فارمولہ کی بڑی اہمیت ہوتی ہے جن کے بغیر ہم دقیق مسایل کو حل نہیں کرسکتے بالکل اسی طرح اسماء الحسنٰی مقطعات دین و ایمان کی بنیادیں ہیں جس میں عظمت الٰہی صفات الٰہی کا فارمولہ ہے ان کے بنایا انہیں سمجھے بنا ہم اللہ تعالی کے احکام اس کی معرفت کی حقیقت کو نہیں سمجھ پائیں گے ۔ قرآن کریم کی تلاوت یہ عبادتیں یہ احکام سب ہیں ہی اسی لئے کے اللہ تعالی کو صفات کے ساتھ اور مخصوص ذات کی نداء کے ساتھ یاد کرتے رہیں اس کی حمد و ثناء کی جاتی رہے ۔

سورۂ فاتحہ میں 7 آیات ہیں ان میں پہلے کی 4 آیات بسم اللہ سے شروع ہیں وہ اللہ تعالی کی حمد تعریف اس کے بعد اسکا رحمٰن رحیم ہونا مالک یوم الدین یا حشر کے دن فیصلے کا مالک ہونے اور اس کا معبود برحق ہونے سے متعلق ہیں بعد کی 3 آیات بندوں کے التجاء عاجزی مدد مانگنے اور اس کے غضب سے حفاظت سے متعلق ہیں ۔ روایتوں میں ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے سورۂ فاتحہ کا نصف اللہ کے لئے اور نصف بندے کے لئے یہ سورۃ شروع ہوتی ہے ال ح م د سے یعنی ح م سے اور ختم ہے الضالین یعنی نون پر ۔ قرآن کے مقطعات بھی الٓمٓ کے ال سے شروع ہے اور نٓ سورۂ قلم کے نون پر ختم ہے ۔

حضرت ابن عباسؓ کاقول ہے کہ حٰمٓ کی 7 سورتیں المومن حٰمٓ سجدہ الشوریٰ, زخرف دخان, جاثیہ الاحقاف
مکی ہیں حضرت ابن عباسؓ کاقول ہے کہ ہر شئے کامغز ہوتا ہےقرآن کامغز حٰــــــمٓ ہے۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا کہنا ہے کہ
حٰمٓ قرآن کا دیباج (مقدمہ) ہےPreface حضرت انسؓ سے بھی یہی روایت ہے۔ حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں قرآن
میں ترتیب سے مسلسل ہیں۔یعنی 40,42,43,44,45,46۔ الٓمٓ کی سورتیں 30,231,3,29, ہیں۔ایسا ہی تسلسل الٓرٰ
کی سورتوں میں ہے 10,11,12....15,14 تک درمیان میں 13 ویں سورۃ الٓـــمّـــرٰ سے شروع ہے۔یعنی چھ سورتوں
میں اللہ کہتا ہے''میں دیکھ رہا ہوں''اس کے درمیان کہہ رہا ہے مجھے دیکھو یا میری قدرت میں مجھے دیکھو۔

آیات قرآنی میں اعداد وتعداد کا معجزانہ استعمال

اس سے پہلے ہم نے عربی ابجد کی عددی قدر یا قیمت Value بتائی ہے یہاں ایک حیران کن حقیقت ملاحظہ کریں لفظ
''قرآن'' میں چار حرف ہیں قاف رے الف اور نون اب ان کی اعداد کی تشکیل دیکھیں قاف کے 100 + رے کے 200+
الف کا 1+ نون کے 50= 306=9۔موجودہ دور میں علم الاعداد Numerology ایک ایسا علم ہے جسے کئی باتوں کی تفصیل بتائی
جاتی ہے اس میں نو 9 کے عدد کو دانشمندی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور قرآن سے زیادہ دانشمندی کا درس دینے والی کتاب دنیا میں نہیں ہے
یہ مسلمان ہی نہیں دوسرے مذاہب کے ماننے والے بھی تسلیم کر چکے ہیں۔لہٰذا 9 کا عدد خصوصیت کا حامل ہے یہ کسی بھی مقام حالت
میں اپنی عددی حیثیت نہیں بدلتا اپنی انفرادیت برقرار رکھتا ہے۔اعداد میں 1 پہلا 9 آخری عدد ہے یعنی سب سے بڑا عدد اب اس
عدد کے ترکیبی تسلسل کو دیکھیں 18=9 , 27=9 , 36=9 , 45=9 , 54=9 , 63=9 , 72=9 بہرکیف اسی طرح
آپ جوڑتے چلے جائیں اس کی حالت نہیں بدلے گی۔اب ذرا اعداد کو ایک سے نو تک جمع کرکے دیکھیں
8+7+6+5+4+3+2+1= 36=9۔اب دوسری ترکیب دیکھیں 999= 27=9۔9999=36=9۔99999=
45=9۔ہم جتنے 9 جمع کرتے جائیں اس کا حاصل یہی 9 کا عدد نکلے گا۔جیومیٹری میں Circle دائرہ 360 ڈگری کا ہوتا ہے جس
کا حاصل 9۔Right angle 90 ڈگری کا ہوتا ہے حاصل 9۔Straight angle 180 ڈگری کا ہوتا ہے جمع 9
۔Triangle کا ہر کونہ 90 ڈگری کا ہوتا ہے۔قرآن کے حق ہونے کی حقیقت کا اعتراف کیوں نہ کریں جس کے ابجدی اعداد ہی
9 ہیں یعنی ہر زاویہ اور ہر لحاظ سے قرآن نہ صرف مکمل ہے بلکہ Compact ٹھوس اور مربوط بنیادوں پر قائم ہے۔اور اللہ کے رسول
ﷺ نے مہدی کی بعثت 9 نویں صدی میں بتائی اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کا بیان کرنے والا بتایا ہے۔اسم محمدؐ کے اعداد کی جمع بنتی ہے
92 جو اسم محمد بھی ہے اسم مہدی بھی جیسا کے حضورﷺ نے فرمایا''جس کا نام میرے ہم نام ہوگا......''اب ایک دوسری حقیقت
ملاحظہ ہو احادیث میں لقب''مہدی''حضورﷺ کا دیا ہوا ہے میم کے 40 ھے کے 5 دال کے 4 اور ی کے 10 انہیں جمع
کرنے سے 59 ہوتے ہیں جس کی جمع 14 ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مہدی موعود آخرالزماں کو''تابع''کہا یہ اردو لفظ ہے اس

کےاعداد تا کے 400 با کے 2 عین کے 70 ہیں اس کی جمع 14 ہے یعنی حضو ﷺ کے لقب کا عدد اور اللہ کے اسم اشارہ کا عدد ایک 14 ۔ حالانکہ عربی میں یا قرآن میں تبعنی کہا گیا ہے جس کے اعداد 532 بنتے ہیں جس کا حاصل 10 ہے اس لحاظ سے اللہ کے رسول ﷺ نے مہدی کی بعثت 9 نویں صدی میں بتائی ہے اور اللہ تعالی کا تبعنی 10 ہے اس لحاظ سے نویں صدی میں پیدائش اور دسویں صدی میں وصال ہوا 910-847 ۔ یہ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کی حقیقت با لآخر ایک ٹھوس بیان اور پیغام پر مبنی ہے کہ جس میں کسی قسم کی کجی یا جھول ہے ہی نہیں کیا یہ معجزہ سے کم ہے؟ ۔ عدد 9 کے علاوہ کسی عدد کی یہ خصوصیت نہیں ۔

قرآن کریم میں 14 مقطع 29 سورتوں میں 30 بار دہرائے گئے ہیں (ان میں حٰمٓ عٓسٓقٓ کو 2 الگ مانیں تو 30 ہوئے)سورۂ بقرہ 2 سے نٓ والقلم 68 ویں سورہ تک ۔ 68 میں سے 29 نکالدیں تو درمیان کی 39 سورتوں میں مقطع نہیں ۔ اس کے بعد سورہ قلم یعنی 68 ویں سورہ کے بعد 46 سورتوں میں مقطعات نہیں ہیں ۔ سورۂ قلم کے پہلے کے 39 + اس کے بعد کے 46 + مکی سورۃ اور مقطع والی 29 سورتوں کو جمع کریں = 114 ۔ اور مکی سورہ 86 + مدنی سورہ 28 = 114 ۔ مدنی سورہ 28 + مقطعہ والی سورہ 29 = 57 + 57 = 114 ۔ یعنی قرآن کی نصف سورتیں برابر تقسیم ہوتی ہیں ۔ پھر یہ 57 یا آدھا کیا ہے؟ یہ ہے سورہ حدید کا نمبر جو ترتیب قرآن کے نصف یا درمیان والی سورہ 57 ویں ہے ۔ سورۂ الحدید کا نزول 94 ہے اس کا آدھا ہوا 47 ہوتا ہے اس میں دس سورہ کے اضافہ کے بعد ہی اس کا قیام کیوں؟ مگر ترتیب قرآن کے وقت یہ بات صحابہؓ کے ذہنوں میں تو نہ تھی کہ اس سورۃ کو بالکل قرآن کے درمیان میں رکھا گیا اگر ہوتی تو حضو ﷺ سے اس کے بارے میں ضرور دریافت کئے ہوتے ۔ اس کے بعد ہم نے بتایا ہے کہ اس پہلے والی 57 سورتوں میں 75% فیصد قرآن کی آیات بیان ہوگئی ہیں اور مقطعات بھی 75% فیصد قرآن میں ہیں اور بعد والی 57 سورہ میں 25% آیات ہی ہیں اور مقطعات بھی 25% فیصد قرآن میں ہی آئے ہیں ۔ اس کے باوجود معنی خیز حقیقت یہ ہے کہ اگر 670 والے والا مصحف ہے تو اس میں 626 ہی تک مقطعات والی سورہ ہیں ۔ باقی 44 صفحات میں مقطعات نہیں ہیں ۔ اس سے پہلے کہا ہے کہ 86 سورتیں مکی ہیں 28 سورتیں مدنی ۔ مطلب سب سے زیادہ قرآن مکہ میں نازل ہوا اور مقطعہ والی سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں احکام اور آداب وفرائض کا بیان مکہ میں ہوا' مکہ میں زیادہ قرآن کی حفاظت ضروری تھی اس لئے وہاں پر یہ مہریں لگائی گئیں ان مہروں سے اسوقت کے لسان عرب کے ماہر نا واقف تھے ۔ وہ نزول قرآن کے اس عجیب وغریب بیان والفاظ سے حیران ومحبوط تھے ۔ آج سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ زمین کے درمیان کا جو اندرونی حصہ ہے وہ لوہے کے سیال مادہ جسے لاوا Lava کہتے ہیں اس سے بھرا ہوا ہے' جسے مولٹن لاوا بھی کہتے ہیں' یہ بات انسان کے علم میں چودھا صدیوں بعد آئی' مگر! قرآن کے نزول کے وقت سورہ الحدید میں نبی کریم ﷺ کو بتادیا گیا کہ زمین کی ساخت کیا ہے ۔ حدید لوہے کو کہتے ہیں' قرآن میں 114 سورہ ہیں سورۂ الحدید 57 ویں سورۃ ہے یعنی 114 کا نصف سورہ یا سنٹرل پیراگرف کہیں' وہ لوہے کے بیان سے متعلق ہے ۔ مطلب زمین کے درمیان لوہے کا یا لوہے کے سیال کا ہونے کا ذکر اپنے رسول ﷺ کو جو اُمی تھے' بتایا گیا کیا یہ معجزہ نہیں؟ اس کے علاوہ مکی آیات

86اسے اُلٹ دیں 68 جوسورہ قلم کا نمبر ہے جس میں آخری مقطعہ آیا ہے۔ان دونوں کےاعدادکوجمع کرنے پر 14 کاعددھوتا ہے جوکہ قرآن کے سجدوں اور مقطعہ کاعدد بھی ہے۔

نزول وحی کا سلسلہ جس طرح تھا اس کے برعکس قرآن کی ترتیب کا تسلسل آگے پیچھے کیوں ہوا ہے؟؟ابتداوحی کے وقت جوحالات تھے وہ حالات بعد میں نہیں رہے تھے ایک نمایاں تبدیلی مدینہ منورہ میں آچکی تھی۔اورمشیت الٰہی تھی کہ یہ حالت ختم نبوت کے بعد نہیں رہنے والے تھے اس لئے مدینہ میں تعلیم وتربیت کاانداز بدل دیا گیا۔قرآن میں پہلے ان تعلیمات اوراحکام کو رکھا گیا جوبعد میں آنے والی اُمت کودی جانی تھی اُس لئے قرآن میں پہلے شرعی اُمور بتائے گئے کہ اگر دنیا میں زندگی گزارنا ہوتو اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کی زندگی جوصحابہؓ رسول نے گزاری ویسے گزارنی ہوگی ورنہ انجام وہی ہوگا جواہل مکہ کو پہلے بتایا جا چکا ہے جس کا بیان اورسورتیں آخر میں رکھیں گئی۔ابتدائے نبوت کے وقت بندوں کوانجام سے ڈرانا باخبر کرنا ضروری تھا' جب اسلام وایمان قرار پکڑنے لگاتو معرفت الٰہی کے اعمال واحول کی تعلیم دی گئی کہ اب اُمت معاملات بندگی کو سمجھنے لگی ہے وہ اپنے انجام کوبعد کی سورتوں میں جان لیگی اورانہیں اسلام ایمان کے اصول پہلے سکھانے کے لئے وہ سورتیں رکھی گئیں جنہیں **سبع الطوال** کہا گیا۔سورہ بقرہ 87 سورہ کے طور پر نازل ہوئی اس کی پہلی آیت ہی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ جزا سزا وعدہ وعید جہنم اورمعبوداعلیٰ کی شناخت کا مرحلہ پورا ہو چکا ہے لوگ کتاب اللہ اور پرہیز گاری کے معنی سے واقف ہو گئے ہیں اس لئے کہا جاتا ہے کہ ''یہ کتاب یعنی قرآن مجید اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اللہ کا کلام ہے پرہیز گاروں کے لئے راہنما ہے''۔اور یہ بیان پہلی وحی علق سے بہت مختلف ہے جس میں کہا گیا تھا کہ ''پڑھواپنے رب کے نام سے جس نے کائینات کو پیدا کیا' جس نے انسان کوخون کے لوتھڑے سے بنایا'' ۔ وحی علق سے پہلے مشرکین علق (خون کے لوتھڑے) سے واقف تھے کائنات اوراس کے رب سے نہیں'سورۃ علق اوربقرہ کے نزول کے درمیان ایک عرصہ گزر گیا تھا کی اہم معاملات کی تشہیر وتبلیغ ہوچکی تھی ۔اس لئے اللہ کی کتاب کیا ہے اورکس بات کی رہنمائی اور پرہیز گاری کی بات ہو رہی ہے لوگ جانتے تھے۔اب عذاب اورجہنم کی نہیں فہم وادراک سے بات کرنی تھی ۔معرف القران میں مفتی محمد شفیع نے علماء کے حوالے سے قرآان کی مکی ومدنی سورتوں کی پہچان کا ایک طریقہ بتا ہے۔مکی سورتوں میں عموماً یَا یُّھَاالنَّاسُ اے لوگو کے الفاظ سے خطاب ہوا ہے اورمدنی سورتوں میں یَا یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اے ایمان والو کے الفاظ ہیں۔سورہ بقرہ کے علاوہ ہر وہ سورہ جس میں آدمؑ وابلیس کا واقعہ مذکور ہے وہ مکی ہے اور ہر وہ سورہ جس میں جہاد کا حکم ہے وہ مدنی ہے۔اور ہر وہ سورہ جس میں منافقوں کا ذکر ہے مدنی ہے۔مکی سورتوں میں زیادہ تو حیدرسالت اورآخرت کے اثبات حشر ونشر کی منظر کشی ہے اورآنخضرت ﷺ کوصبر وتسلی کی تلقین ہے اوران میں پچھلی قوموں کے واقعات بیان ہوئے ہیں ان میں احکام وقوانین کم بیان ہوئے ہیں جبکہ مدنی سورتوں میں خاندانی وتمدنی قوانین حدودوفرایض'اور جہاد کا بیان ہے۔مکی سورتوں میں خطاب زیادہ تر مشرکوں اور بت پرستوں سے تھا اورمدنی سورتوں میں خطاب اہل کتاب سے زیادہ ہے ۔آنخضرت ﷺ جبرئیل امین کے ساتھ

رمضان میں قرآن کریم کا ایک دور کیا کرتے تھے لیکن وصال کے سال دو دور کئے۔ اب ہم اس کو سمجھنے کے لئے یہاں ان سورتوں کی آیتوں اور ان کی تقسیم کا جایزہ لیں: ہم نے قرآن کی 114 سورتوں کو 16 حصوں میں تقسیم کیا ہر ایک مجموعہ میں 7 سورتیں رکھیں تو 8 مجموعے groups ہوئے۔ ان 16 کو 7 سے ضرب دیا تو ہوئے 112۔ اب ان میں سورہ فاتحہ پہلے اور سورہ الناس آخر کے مجموعے میں ایک ایک بڑھا دیا اس طرح کل 114 سورہ برابر ہوئے۔
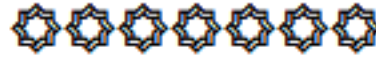
1) سورۂ فاتحہ

1 . 2) بقرہ 3) عمران 4) النساء 5) المائدہ 6) انعام 7) اعراف 8) انفال
2 . 9) توبہ 10) یونس 11) ھود 12) یوسف 13) رعد 14) ابراہیم 15) حجر
3 . 16) نحل 17) اسراء 18) کہف 19) مریم 20) طٰہٰ 21) انبیاء 22) حج
4 . 23) المومنون 24) نور 25) فرقان 26) شعراء 27) نمل 28) قصص 29) عنکبوت
5 . 30) روم 31) لقمان 32) سجدہ 33) احزاب 34) سباء 35) فاطر 36) یٰسین
6 . 37) صفت 38) ص 39) زمر 40) مومن 41) حٰم سجدہ 42) شوریٰ 43) زخرف
7 . 44) دخان 45) جاثیہ 46) احقاف 47) محمدؐ 48) فتح 49) حجرات 50) ق
8 . 51) ذریات 52) طور 53) نجم 54) قمر 55) رحمٰن 56) واقعہ 57) حدید

1 . 58) مجادلہ 59) حشر 60) ممتحنہ 61) صف 62) جمعہ 63) منافقون 64) تغابن
2 . 65) طلاق 66) تحریم 67) ملک 68) قلم 69) الحاقہ 70) معارج 71) نوح
3 . 72) جن 73) مزمل 74) مدثر 75) قیامہ 76) الدھر 77) مرسلات 78) النباء
4 . 79) النازعات 80) عبس 81) تکویر 82) انفطار 83) مطففین 84) انشقاق 85) بروج
5 . 86) طارق 87) اعلیٰ 88) غاشیہ 89) فجر 90) بلد 91) شمس 92) لیل
6 . 93) ضحیٰ 94) نشرح 95) التین 96) علق 97) القدر 98) بینہ 99) زلزال
7 . 100) عادیات 101) قارعہ 102) تکاثر 103) عصر 104) ہمزہ 105) فیل 106) قریش
8 . 107) ماعون 108) کوثر 109) کافرون 110) نصر 111) لہب 112) اخلاص 113) فلق

114) الناس

اس پہلے 8 کے مجموعے میں 57 سورة تو ہیں مگر آیات 5000 اور 474 رکوع آگئے
یہاں 6666 تقسیم 5000 یعنی 75% آیت آگئیں 57 سورہ میں

اس دوسرے 8 کے مجموعے میں لگ بھگ 1666 اور 86 رکوع ہیں
یہاں 1666 تقسیم 6666 یعنی 25% آیات آئیں 57 سورہ میں

مگر مکہ میں 86 سورہ کے نزول کے باوجود قرآن کا نزول مدینہ کے دور نبوت میں زیادہ ہوا ہے۔

مکہ مکرمہ میں دین کی بنیاد پڑی مگر مستحکم عمارت مدینہ منورہ میں قائم ہوئی۔ جہاں پر احکام کے ساتھ معرفت الٰہی کا بیان زیادہ ہوا لوگ احکام تو مانتے ہیں مگر!!! معرفت الٰہی نہیں کے برابر ہے
اس تناسب کے درمیان فاصلہ دراز ہوا تبہ تابعین کے دور کے بعد۔ نویں صدی تک آتے آتے رسم و بدعت علمی مباحث معرفت الٰہی پر غالب آگئے تھے۔ تب مہدی موعودؑ کی بعثت ہوئی۔

کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ قرآن میں کل 6666 آیات ہیں اور کچھ کا کہنا ہے کہ 6236 آیات ہیں اس کی وجہ ہے کہ کسی نے مقطعات کو بھی ایک آیت کے گنا ہے کسی نے کسی آیت کو درمیان میں اوقاف کے دو آیات گنیں کسی نے ایک آیت گنی یہ تب ہوا جب قرآن کی قرات اور احکام کی نشاندہی شروع ہوئی۔ جب پہلا 8×7+1 کا مجموعہ بنا کر جو 57 ہے اسے نصف کیا تو آدھا قرآن ہوا۔ انسانی علم کے حساب سے اس تقسیم میں برابر آدھی آیات ہونی چاہیے تھیں لیکن لگ بھگ 5 ہزار آیات اس پہلے والے آدھے مجموعے میں ہی آگئیں۔ باقی کے آدھے یعنی 57 سورتوں میں صرف 1666 آیات ہی آئیں مطلب یہ کہ پہلے کی 57 سورتوں میں قرآن کا 75% فیصد بیان کر دیا جاتا ہے اور 25% فیصد بیان باقی کی 57 سورتوں میں ہوا ہے۔ یہاں بتانا مقصود یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں 86 سورتیں نازل ہونے کے باوجود انہیں قرآن کے نصف بعد میں شامل کیا اور مدینہ میں 28 سورتیں نازل ہونے کے باوجود پہلے نصف میں بیان کیا ہے۔ یعنی اسلام و ایمان کی بنیاد تو مکہ مکرمہ میں پڑی 25% مگر اس کی پختہ عمارت 75% مدینہ منورہ میں تعمیر ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور جائزہ یہ ہے کہ وہ سورتیں جن میں مقطعات آئے ہیں 29 ہیں جن میں 14 مقطعہ کو دہرایا گیا ہے۔ ان میں 6 الٓمٓ والی سورتوں میں لگ بھگ 680 آیات ہیں۔ 5 الٓرٰ والی سورتوں میں 540 آیات۔ 7 حٰمٓ والی سورتوں میں 421 آیات۔ یہاں غور کریں کہ دوسرے مقطعہ اور ان کی آیات کی گنتی میں مطابقت نہیں ہے جبکہ حٰمٓ والی سورتیں بھی 7 ہیں اور ان کی آیات 421 کی جمع کا عدد بھی 7 ہے۔ 2 طٰسٓمٓ والی سورہ میں 315 آیات۔ الٓمٓصٓ میں 206 آیات۔ طٰہٰ میں 135 آیات۔ کٓھٰیٰعٓصٓ میں 9 آیات۔ طٰسٓ میں 93 آیات۔ صٓ میں 88 آیات۔ یٰسٓ 83 نٓ 52 قٓ 45 آیات ہیں۔ اس طرح لگ بھگ 2750 آیات مقطع والی سورتوں میں ہیں۔ اور بغیر مقطعہ والی سورہ میں لگ بھگ 3900 آیتیں باقی کی 85 سورتوں میں ہیں۔ اسطرح مقطع والی سورتوں کا حجم Volume اس لئے بڑا ہے کہ یہ صرف 29 سورتوں میں 41% فیصد اور 85 سورہ ہیں 49% فیصد آیات ہیں جو 75% اور 25% میں صرف 8% کا فرق معنی خیز ہے کہ مقطع والی سورتوں میں احکام شریعت اصول دین معاملات معرفت الٰہی کا بیان زیادہ ہوا ہے آہستہ آہستہ جس کی بنیاد مکہ میں رکھی جا رہی تھیں۔ جس کی مثال سورۂ اخلاص ہے جو مکی سورہ ہے۔ بہ نسبت غیر مقطعہ کی سورتوں کے ان 85 میں بھی صرف 39 سورہ درمیان میں ہیں باقی 46 سورہ نٓ والقلم کے بعد ہیں جو 29 واں پارہ تبارک الذی کے بعد آتے ہیں۔ اس جائزہ سے یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ معرفت الٰہی کا بیان مدینہ میں مکمل ہوا سورہ یوسف کی 108 ویں آیت اور سورہ الرعد جو مدنی ہے اس کا مقطعہ الٓمٓرٰ میں بصیرت کے معنی اور نبوتؐ کے آخری ایام میں بیان حدیث ''احسان'' کا واقعہ جو وصال رسالت پناہؐ کے 81 دن پہلے ہوا اور ''دیدار یا احسان'' کے بیان کرنے والے ''بینہ یار'' ''روشن دلیل'' کا بیان بھی مدینہ طیبہ میں ہوا۔ اس کے علاوہ فتح مکہ کہ جس میں بتوں کو کعبہ سے صاف کر کے شرک و بت پرستی کا قلعہ قمع کر کے بتا دیا گیا کہ اب جو کچھ ہے وہ بس اللہ کی ذات ہے اسی کے بیان کا اعلان 9 نویں صدی ہجری میں اسی کعبہ کے رکن یمنی سے کیا جائے گا محشر بپا ہونے سے پہلے ایک بینہ کے ذریعہ اللہ سے ملنے کے وسیلے بیان کئے جائیں گے اور وہ حق دنیا

میں ہوگا۔سوال یہ ہے کہ کیا پہلے کے انبیاء کی امتیں اس کی متحمل نہ تھیں؟ کہ خاتم الانبیا ﷺ کے تابع تام مہدیؑ موعود آخرالزماں کے تصدیق کرنے والوں کو دیدار کے بیان اور تعلیم کے لئے چنا گیا۔ جواب وہی خلدون کا دیا جائے گا جو پہلے بتایا گیا یعنی انبیا اور رسول انہیں لوگوں میں بھیجے جاتے ہیں جو نوع انسان میں اپنی پیدائش اور اخلاق کے اعتبار سے کامل ہوتے ہیں کہ تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے فاید ے کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ تا کہ انبیاء جو خلیفۃ اللہ ہوتے ہیں اللہ تعالی کے جو احکام لے کر آئیں اسے لوگ برضا و رغبت قبول کریں۔ پھر سے سوال کیا جائے کہ کیا اُمت رسولؐ بہترین اُمت نہیں ہے؟ جواب ہوگا کہ ''بہترین'' کا اطلاق مومنوں پر ہوگا مسلمانوں پر نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مسلمان سبھی ہیں مومن ہونے کا مدعی کون ہے؟ یہ معاملہ ہر نبی کی قوم کا ہے۔ انبیا و مرسلین کے ماننے والوں میں کامل پیروی کرنے والے معدودے چند ہوتے ہیں۔ یہ بات خود اللہ تعالی نے کہی ہے کہ حق پر قایم ہونے والے ''چند'' ہوتے ہیں ورنہ تعداد نافرمانوں کی ہی زیادہ ہوتی ہے۔ جس طرح قرآن میں سورتوں کو آگے پیچھے کیا مقطعات کو آگے پیچھے کیا قوموں کو آگے پیچھے کیا سارا نظام کائنات ہی اس اصول پر ہے۔ اُمت رسول ﷺ میں کئی علمائے حق نے دیدار کی بات کی ہے لیکن مختصر بیانوں میں چھوٹے چھوٹے واقعات میں گاہے بگاہے۔ لیکن کسی قوم کے عقیدہ کی پوری بنیاد ہی دیدار یا بصیرت پر ہو یا اس عقیدہ کی ہر نقل اور تعلیم میں دیدار کی بات ہو وہ مہدیؑ آخرالزماں سید محمد جونپوری تابع تام رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اور عقیدہ قوم کا ہے۔ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالی نے وقت زمانہ حالات کے لحاظ سے انسانیت کی تکمیل کی ہے جسے تقدیر کہا جاتا ہے جو کہ لکھی جا چکی ہے انسانیت کے لئے۔ یہ حقیقت ہے کہ تقدیر کے آگے انسان بےبس ہے لیکن خالق تقدیر کو کسی حالت کیفیت یا معاملے میں بےبس سمجھنا اس کی عظمت قدرت اور کمال تخلیق کا انکار یا کفر کہا گیا ہے ایسے مکافات عمل کا انجام اللہ تعالی کی ناراضگی ہے۔ ملایک۔ وفرشتے آسمان میں بھی ہیں زمین پر بھی وہاں محتسب ہیں یہاں مددگار انسانوں کے' وہاں جہنم ہے نافرمانوں کی سزا و عذاب کے لئے یہاں ستارے سورج اور آگ ہے انسان کو حرارت روشنی اور زندگی بحال رکھنے کے لئے ,جنت میں باغات میوے ندیاں مومنوں کی راحت وسکون کے لئے اور زمین پر باغات ندیاں میوے انسانوں کی آزمایش کے لئے جو یہاں آزمایش ہے وہ وہاں پرسکون ہے جو یہاں سکون ہے وہ وہاں پر عتاب ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ جو وہاں دکھائی دیگا وہ یہاں کیوں نہیں اس پر پابندی اور انکار اپنے طرف سے کیوں؟ ہوسکتا ہے کہ یہاں جو خود کو اللہ کے خالص بندے یا مومن مانتے ہیں ان کی آزمایش ہو کہ دیکھیں یہاں میری تلاش کرتے ہیں کہ نہیں مجھے پانے کی آرزو کرتے ہیں کہ نہیں یا میری ملاقات کا یقین رکھتے ہیں کہ نہیں' جو یہاں دیکھ سکیں گے وہ وہاں بھی دیکھیں گے ہی۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس میں وہاں اور یہاں کا فرق نہیں ہے جو وہاں ہے وہ یہاں ہے اور جو یہاں ہے وہی وہاں بھی ہے۔ اس میں آگے پیچھے الٹ پھیر تبدیلی بالکل جایز نہیں۔ هُوَ الْاَوَلُ وَالْاٰ خَرُ۔

دنیا میں وقفہ وقفہ سے پیغمبروں کی اُمتیں آتی رہیں انبیاء کے ذریعہ انہیں احکام وحی کے ذریعہ سنائے جاتے رہے۔ مگر ان قوموں نے ان احکام کو صرف اعمال واقوال اور رسم کے بطور استعمال کیا۔ آج روئے زمین پر صرف قرآن ایک ایسی وحی ہے جو

اپنی اصلی حالت میں برقرار ہے'اور ہر دن اُمت مسلمہ اس وحی الٰہی کو سنتی رہتی ہے اور اللہ کے کلام کو دہرا کر اللہ سے کلام کرتی رہتی ہے۔ یہ حضورﷺ کی نبوت کا صدق ہے کہ چودہ سو سال پہلے جو وحی الٰہی کا نزول ہوا وہ آج بھی سنی جا رہی ہے اور بندہ مومن جب تلاوت کرتا ہے تو گویا اللہ سے کلام کر رہا ہوتا ہے اور اسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ احکام اور بیان مجھے بتائے جا رہے ہیں تا کہ میں ان پر عمل کروں اور یہ یقین اس لئے بھی ہوتا ہے کہ ہمیں معلوم ہے قرآن اللہ ہی کا کلام ہے اس میں کسی انسانی دخل اور آمیزش کی گنجائش نہیں نہ کمی و زیادتی کی یہ بات دوسری آسمانی کتابوں میں نہیں باقی رہی۔ جب ہم آج بھی اللہ کی وحی کو دہرا کر سن رہے ہیں اور تلاوت کے ذریعہ اللہ سے کلام کر رہے ہیں اور محسوس کر رہے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ ہے تو پھر یہ کیوں نہیں مانا جاتا کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہم اس کی حکم عدولی نافرمانی اور گناہ کے مرتکب ہوئے جا رہے ہیں۔ اگر وہ ہمیں دیکھ رہا ہے تو دکھائی بھی دیتا ہوگا کیونکہ وہی کہتا ہے کہ **وھو معکم این ما کنتم** ''تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے'' اس سے انکار کیوں اسے دیکھنے کی کوشش کیوں نہیں کی جاتی اسے ناممکن کیوں بنا لیا۔ یہی بات خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہﷺ مہدیؑ موعودؑ نے فرمائی ''ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں''۔

خدا والوں پر مصیبتیں رنج والم تکالیف آزمائشیں پریشانیاں کیوں ہوتی ہیں؟ اور دیکھا گیا ہے کہ اس کے باوجود وہ اپنے مقصد اور ارادے میں پختہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جنبی مرسلین کی بات ہی کیا جو سچے خدا پرست ہوتے ہیں وہ بھی بڑی مضبوط ارادوں کے ہوتے ہیں۔ رسول اللہﷺ اور مہدی موعودؑ اور ان کے صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین کی زندگیاں اس کی مثال ہیں۔ فقر و فاقہ دنیا سے کٹے ہوئے کسمپری کی حالت مگر اسی میں خوش' ایسا کیوں؟ دنیا میں اس کی بہت مثالیں ہیں لیکن ہم موجودہ دور کی بات ہی کو لیتے ہیں کوئی بھی مشین خصوصاً موٹر کار کو لیں انہیں بنانے کے بعد تیز چلا کر ٹکرا کر حادثہ کر کے بار بار آزمایا جاتا ہے' اور اس میں بقدر ضرورت تبدیلیاں کی جاتی ہیں۔ جو موٹر کار یا مشین جتنی سنگین آزمائشی مراحل سے گزری ہوگی اس کی قدر و قیمت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ دنیا میں ہزاروں موٹر کاریں ہیں لمبورگنی' فراری' بی ایم ڈبلیو' مرسڈیز اور اوڈی ہی کیوں مہنگی ہیں' کیونکہ وہ ہر حادثاتی آزمائشوں سے گزاری گئی ہوتی ہیں۔ اناج کی پیداوار کے مراحل میں ہل جوت کر زمین کو نرم اور قابل کاشت کیا جاتا ہے بیج بونے کے بعد سے وقت پر پانی ادویات کھاد کیوڑے مکوڑوں سے حفاظت پرندوں جانوروں سے بچا کر پتھر کنکر بھوسہ اور ناقص مواد سے صاف کر کے انسانوں کے کھانے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ دنیا میں بہتر اور اعلیٰ چیز بنانے کا یہی طریقہ کار ہے۔ انسان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے وہ چاہتا ہے کہ تمام کمیوں نقائص اور حفاظت کے مراحل سے انسانوں کو دنیا میں آزاتا ہے تا کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچیں تو کامیاب اور خالص انسان ہوں۔ اس کے لئے دنیا میں انسان کو خود سو جتن کرنے پڑتے ہیں کبھی انسان کو خود کی حفاظت کرنی ہوتی ہے' کبھی اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔

دنیا کا ہر طبقہ اور قوم ایک مالک کل کے ہونے کا اقرار کرتی ہے سوائے دہریوں کے' جو خود کو دوسرے

حیوانات اور جانوروں کی طرح سمجھتے ہیں۔یہودی مانتے ہیں کہ وہ واحد خدا کے چہیتے ہیں اس لئے دوسرے انسانوں کو حقیر جانتے ہیں برہموں کی طرح' وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں علم وہنر کا انہیں کیپاس قبضہ اور غلبہ ہونا چاہئے, کیونکہ تمامتر خدائی صفات انہیں کوودیعت کی گئی ہیں' اور فی زمانہ انہیں میں بہت سارے موجد اور سائنس دان بنے ہیں اس کے لے وہ اپنی نسلوں میں سخت اعمال کے قوانیں پر عمل کرتے ہیں' وہ سمجھتے ہیں کہ یہ علم قابلیت اور کہکشاں کی ولایت صرف انہیں کو خدا نے سونپ دی ہے۔ دوسرے عیسائی ہیں جو خدائی وحدت کے قایل تو ہیں مگر انہیں خدا نے اپنے بیٹے (نعوذ باللہ) عیسا مسیح کے ذریعہ عطا کردی ہیں اور خدا کے بعد عیسائی راہب اور پادری خدا کی خدائی میں شریک ہیں یہی بات ہے کہ وہ لوگوں کے گناہ عیسایوں سے قبول کرواتے ہیں اور انہیں جہنم سے نجات دے کر جنت کا پروانہ دنیا میں دیتے ہیں اس طرح قیامت اور حشر سے عیسایوں کو انہوں نے آزاد کردیا ہے' یہ الگ بات ہے کہ اس طرح وہ لوگوں کو بلیک میل بھی کرتے ہیں۔اس طرح لوگوں کا احتساب یعنی خدائی صفات میں وہ خود شریک ہیں۔ بدھسٹ مانتے ہیں کہ نراون کے ذریعہ خدا ان میں سما جاتا ہے اور وہ خدائی صفات سے متصف ہیں اس طرح بار بار وہ دنیا میں جنم لے سکتے ہیں۔ ہندوؤں کا ماننا ہے کہ ایک پرماتما تو ہے لیکن اس کی تمامتر ذمہ داریاں دوسرے دیوی دیوتاؤں کو سونپ دی ہیں ہے تو وہ برہما لیکن اوتار کی شکل میں دنیا میں بھگتوں میں آتا رہتا ہے۔ اوران بھگوانوں کی بیویاں بیٹے بیٹیاں بھی ہوتی ہیں مثلاً کرشنا کی بیوی رکمنی اس کے علاوہ ستیہ بھاما جمباوتی 'کالی ندی' متراوندا' ستیہ وغیرہ مگر یہ بیویاں ہیں بھگوان کے کام داخل ہے رادھا جو چہیتی ہے جس کا پہلا پتی شوہر ایان گھوش تھا ان کا ایک بیٹا پر دیومن ہے۔ اب اس کے معد مسلمانوں میں سوائے اللہ کے کوئی خدائی میں شریک نہیں ہے وہی خالق و معبود ہے یہ فرشتے ابلیس یہ کہکشاں یہ مخلوقات' ہوا پانی دھوپ سایہ ندیاں پہاڑ حیوانات سبھی اللہ کی مخلوق ہیں اُسی نے انسانوں کی ہدایت کے لئے نبی رسول پیغمبر بھیجے' اور احکام اور شریعتیں دی تاکہ انسانی نظام سکون سے چلتا رہے۔ مگر طلوع اسلام کی تیسری صدی ہجری کے بعد مسلمانوں نے محدثوں مفسروں عالموں کو ایسے مقامات اور صفات دے کہ خدائی شراکت کا گمان ہونے لگا' مثلاً امام بخاری و مسلم کی احادیث کو قرآن کے بعد کا درجہ دیا گویا وہ قرآن کے بعد انہیں کی کتابیں دین و مذہب ہیں باقی سب بے دینی۔ اور صوفیا نے پہلے تو خدا کیوحدانیت میں خود کو حقیر جانا مگر بعد میں جھوٹے صوفیوں نے کشف و کرامات سے خدائی اوصاف سے خود کو متصف کرلیا' اتنا ہی نہیں قبروں مزاروں اور قبر کے پیر سجادے بھی اس میں گھسنے لگے' اور عالموں ے علم اور فتوؤں کے ذریعہ خدائی احکام اور شرکت میں اپنا حصہ بنالیا۔ بعثت مہدی کے بعد مصدقوں میں تمامتر کاینات کی طاقتوں حقیقتوں میں ایک واحد ولاشریک معبود اعلی کے سوا سبھی کیفیتی حتی کے خود کی بھی نفی کا اقرار کرواولیت دی اور کہا کہ جو کچھ ہے ذات واحد ولاشریک ہے۔ اب پچھلے ایک سو برسوں سے مہدویوں میں خدا کا تصور مرشد کے تصور کے بغیر ممکن نہیں بنا کر اعمال اور احکام خداوندی کو اپنے فرمان اور اطاعت کے دایرے میں کرلیا ہے' معنی اگر مرشد نہیں تو خدا کو نہیں پاسکتے یعنی **مرشد نہیں تو خدا نہیں** یہ تصور روز بہ دن قوی اور مضبوط کیا جارہا ہے۔ یہ فاصد اور مشرکانہ نظریہ نا مہدی موعود علیہ السلام کی تعلیم میں ہے اور نہ صحابہؓ کی تعلیم اور اعمال میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ بگاڑ

پچھلی ایک صدی سے پیدا کیا گیا ہے' کہ مرشد نہیں بخشے گا تو خدا بھی نہیں بخشے گا جو ترک بیعت علاق اور مشت خاک کے اعمال میں بخوبی ظاہر کیا جاتا ہے۔ جبکہ تعلیمات مہدی ہر خاص و عام کا سب و مرشد کے لئے ایک ہیں تقوی توکل صحبت صادقین ترک حب دنیا ہجرت ظاہری و باطنی ذکر دوام اور طلب دیدار۔ اب یہ سب صرف عوام اور کاسبوں کے لئے ہیں دوسرے ان سے مستثنیٰ قرار دے لئے گئے ہیں۔

تمام تعلیمات مہدی میں طلب دیدار ایک ایسا نکتہ منہاج ہے کوشش کے ذریعہ بندہ اللہ کے قریب سے قریب ہوتا جاتا ہے اور یہی معرفت الٰہی۔ دیدار چاہے ایک تنکہ ہی کیوں نہ ہو۔ سمندر ہزاروں لاکھوں مربعہ میل کی وسعتوں میں ہے اور زمین کا 70% فیصد سمندر ہے' مگر جب ہم سمندر دیکھتے ہیں تو اتنا ہی جتنا کہ تا حد نظر ہمارے سامنے ہے' مگر کہیں گے تو یہ کہ ہم نے سمندر دیکھا یہ تو نہیں کہیں گے کہ ہم نے سمندر کا رقبہ دیکھا سمندر کا حصہ دیکھا سمندر کا ٹکڑا دیکھا۔ اسی طرح تمام کائنات اللہ کی ہے جب ہم آسمان پر نظر کرتے ہیں تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے کائنات کا حصہ دیکھا' نور کی ایک جھلک دیکھ لینا بھی نور کا نظارہ کرنا ہے ایسا ہی دیدار کا معاملہ ہے۔ مظاہرات کی تخلیق میں مظہر اور شان خداوندی کا دیکھنا دیدار ہے جبکہ م/اہرات خالق نہیں ہیں وہ مخلوق ہیں خالق اللہ رب العزت کی پیدا کی ہوئی۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنا عظیم اور بردبار ہے جس کا احاطہ کوئی نہیں کرسکتا۔ یہی بات سورہ نجم کی 7, 8 اور 9 آیات میں اللہ نے بتائی ہے تا کہ انسان فہم و ادراک سے غور کرے۔ **وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى . ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى . فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى** وہ سامنے آ کھڑا ہوا جبکہ وہ بالائی اُفق پر تھا' پھر قریب آیا اور معلق ہو گیا' یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اُس سے کچھ کم فاصلہ۔ معراج کی یہ حقیقت بتانے سے پہلے معراج پر بلانے سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو ذات احدیت کا ادب سکھایا سورہ اخلاص میں جو نزول کی 22 ویں سورۃ ہے۔ **قل هوا الله احد 'الله صمد 'لم يلد ولم يولد و لم يكن له كفوا احد۔** اور اس کے بعد اپنے پاس بلایا جس کا ذکر سورہ النجم 23 میں کیا۔ یہی بات تھی کے نبوت سے پہلے حضور نبی مکرم ﷺ پر تمام قسم کی مصیبتیں آلام مصایب آزمائشیں پریشانیاں رنج والم ڈال کر آزمالیا' اس کے بعد اپنے پاس بلا کر اپنے قربت اور انعام عطا کیا۔ لوگ علمی موشگافیوں اور باریکیوں میں اُلجھ جاتے ہیں تصوف کے بے آب و گیا صحرا میں بھٹکتے پھرتے ہیں بجائے سا کے اگر صرف معراج کی حقیقت کو سمجھ لیں تو طلب دیدار کی حقیقت پوری طرح سمجھ میں آجائے گی۔ قرآن میں معراج کو اَسْرٰی کہا گیا' سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا پاک ہے وہ ذات جو لے گیا ایک رات اپنے بندے مسجد حرام سے مسجد اقصی تک (بنی اسرائیل ۱)۔ سبھی مترجموں نے اسری کے معنی رات لے ئے ہیں' جبکہ اپنے کو کے بعد لیلا یعنی رات کو کہا' اس طرح مترجموں نے اسری کو بھی رات اور لیلا کو بھی رات معنی لے لئے۔ اَسَرًّا اس نے چھپالیا' آہستہ بات کی' چھپا کر کہا۔ ہے اَسْرِ معنی تو رات کو لے کر چل۔ رات کو سفر کرنا۔ اِسْرَارَهُمْ اُن کا چھپا کر سرگوشیاں کرنا۔ اَسِرُّوْا تم چھپاؤ۔ معنی سارا کا معنی چھپانا ہے۔ اس کے معنیوں ہو سکتے ہیں کہ جو چھپا ہوا تھا غایب تھا دکھائی نہیں دے رہا تھا وہ محمد ﷺ پر ظاہر ہوا دکھائی دیا۔ حدیث میں آیا

ہے کہ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَا حْبَبْتُ اَنْ اَعرِفَ فَخلَخْت الْخلق کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لے خلق (انسان) کو پیدا کیا اور اتنے انبیا مرسلین اور اقوام عالم کو پیدا کرنے کے بعد ختم الانبیا محمد ﷺ کو اس پہچان کے لے منتخب کیا۔ اس کے بعد سورہ یوسف میں نبی مکرم سے کہا کہ "اب آپ کہدیں کہیہ میرا راستہ ہے اللہ کی بصیرت پر چلنے کا جس پر دعوت دیتا ہوں اور یہی عظیم دعوت وہ بھی دیگا جو میرا تابع ہے"۔ اور جس کے لۓ مجھ سے کہا گیا کہ "نماز تہجد ادا کروں تا کہ میرا رب مجھے مقام محمود پر اپنا دیدار کراتا رہے"۔ جیسے اس پہلے کہا کہ سورہ نبی اسرائیل میں

قرآن مجید کے سورتوں اور آیات کی ترتیب لوح محفوظ کی ہے جو حضرت جبرائیلؑ نے نبی کریم ﷺ کو بتائ تھی۔ نزول قرآن کے وقت موقع و محل کے مطابق جو آیت یا سورہ نازل ہوئ اُسے جوں کا توں لکھ لیا گیا یا حفظ کر لیا گیا۔ ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد والے تمام قرآن کو حضور ﷺ نے جس ترتیب میں بتایا رکھا گیا۔ اس لۓ قرآن میں مدنی سورتیں پہلے بھی ہیں اور درمیان میں بھی اور مکی سورتیں درمیان میں بھی ہیں اور آخری حصے میں بھی۔ مگر اس کا منفرد پہلو یہ ہے کہ اگر مارکنگ یا نشان کے طور پر سورہ ن قلم جس میں ن مقطعہ ہے اس سے آگے پیچھے مکی اور مدنی سورتوں کو دیکھیں تو ایک تعجب خیز حقیقت ہے۔ سورہ قلم تک کل 45 مکی اور 23 مدنی سورہ ہیں۔ اس کے بعد کل 41 مکی اور 5 مدنی سورہ ہیں۔ اب حساب جوڑیں پہلے کی 45 اور بعد کی 41 ملا کر 86 ہوئیں۔ یعنی یہ تعداد کل مکی سورتوں کی تعداد ہے جو برابر آدھا آدھا سورہ ن قلم کے اس طرف اور اُس طرف بٹی ہے۔ مدنی سورتیں سورہ ن قلم کے پہلے 23 اور بعد 5 ہیں۔ یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی کے 13 سال اور مدنی زندگی کے 10 سال کل ہوۓ 23 سال کی نبوت اب اس 3+2 کو جوڑیں =5۔ حضور ﷺ کی نبوت کی کل زندگی کے بطور ایمان کا تحفہ اُمت کے لۓ 5 فرایض اس پانچ کی بنیاد معراج میں پچاس سے تخفیف کی گئ پانچ نمازوں میں ہوا ہے۔ اور یہ 23 کی میعاد سورہ ن قلم سے پہلے اور حضور ﷺ کی نبوت کی شہادت دے رہی ہیں۔ ہجرت سے پہلے 13 سال مکہ میں اور 10 سال مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد۔ کیا یہ محض اتفاق ہے؟؟۔ یا اللہ تعالی کے قلم ن سے لکھی ہوئ تقدیر جو پہلے لکھی جا چکی تھی۔ اور اس کا ایک دوسرا پہلو یہ کہ قرآن میں قیامت عذاب، جہنم کا ذکر تو ہر جگہ آیا ہے۔ مگر ! سورہ ن قلم کے بعد دردناک عذاب ,وہ ہونے والی چیز، آسمان چاند ستاروں کا بے نور ہونا، قیامت اور اس کی ہولناکی کا ذکر 55% آیا ہے۔ حضور ﷺ سے خطاب اور ان کے مقام و مرتبہ کا ذکر اللہ کی نشانی بینہ شب قدر اور دیگر کا ذکر 25% اور اللہ تعالی نے قسمیں کھائ ہیں وہ 10% دیگر متفرق احوال 15% بیان ہوۓ ہیں۔ اس جایزے کا مطلب ہے۔ قرآن کے اس حصے میں جو 670 صفحات کے قرآن میں صرف 44 صفحات اور 41 مکی اور 5 مدنی آیات میں قیامت کا ذکر کثرت سے ہے۔ یعنی نزول قرآن کے مکی دور میں قیامت اور اس کی ہولناکی کو بتا دیا گیا تا کہ انسان باخبر ہو جاۓ جس کا تناسب 55% ہے۔ مدنی زندگی احکام اور شریعت مطہرہ کے نفاذ کا دور تھا۔ اور تیسرا پہلو یہ کہ مکی سورتیں یا تو درمیانہ ہیں یا پھر مختصر اور چھوٹی ہیں اور ان میں آیات بھی طویل نہیں ہیں، چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں۔ جبکہ مدنی سورتوں میں معاملات، واقعات، آیات سورہ

طویل ہیں جس کی مثال سورہ بقرہ اورسورہ آل عمران ہے جن کی کل آیات 486 اور 60 رکوع ۔جبکہ مکی سورتوں سورہ انعام اعراف ود یگر میں زیادہ آیات ہیں ورنہ بات دس گیارہ بارہ پانچ آٹھ دوایک رکوع میں بیان مکمل ہوجاتا ہے ۔پہلے آنے والے بعد میں اور بعد میں آنے والے پہلے کی ترتیب آدم علیہ السلام سے روزمحشر تک ہے۔ دنیا میں آنے والے انبیا رسولوں کی اُمتیں جن کی ٹکڑیاں چھوٹی چھوٹی مختصر محشر میں آئیں گی مگر سب سے زیادہ اور پہلے جواُمت حاضر ہوگی وہ نبی کریم ﷺ کی ہے ۔ایسا کیوں؟ یہ قرآن کی وہی ترتیب ہے جو پہلے والی سورتیں آخر میں اور بعد آنے والی سورتیں ابتدا میں یا پہلے ۔اورایک خصوصیت ہے وہ ہے سورہ فاتحہ جس کا نزول پانچواں ہے مگر سب سے پہلے ''فاتحہ'' (فواتح) یعنی ابتداء ۔یعنی ایک جماعت حضور ﷺ کے تابع کی ایسی بھی جو ہے تو آخر میں مگر ہوگی بصیرت کے بدولت پہلے ہے اس سے کسی بھی گروہ یا قوم کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہے مُعدودے چند افراد کے اعمال صالح کی وجہ سے تمام جماعت بخشی بخشائی گئی ہے اس کا دارومدار اعمال اورنیت پر ہے جنہوں نے دنیا سے کنارہ کیا اوربصیرت کو پالیا اس جماعت کا ذکر ہے'اور جو گناہوں بدعتوں اورمتاع دنیا میں ملوث رہے ان کا شمار اللہ کے نافرمانوں میں ہی ہوگا چاہے وہ کسی قوم شخصیت یاخاندان سے اپنا تعلق جوڑلیں ۔

قرآن میں اسم اللہ سب سے زیادہ بیان ہوا ہے اس کے بعد رحیم اور رحمٰن اور دوسرے صفاتی نام کم یا کہیں کہیں ہی بیان ہوئے ہیں جن سورتوں میں الٓـــــــــــــــــــر آیا ہے''میں اللہ دیکھ رہاہوں'اس میں اللہ تعالی کے احکام قصص انبیاء, وعدہ, وعید, ثواب, عذاب, کفر گناہ نیکی بدی کے احوال ہیں ۔اور یہ سورتیں شروع ہوتی ہیں قرآن کے محکم آیتوں, روشن آیتوں, کتاب الٰہی کے بیان سے ۔جبکہ 13 ویں سورہ الرعد جس میں الٓمّٓر آیا ہے اور یہ ایک ہی بار آیا ہے اس کا بیان بالکل مختلف ہے ۔یہ شروع ہوتی ہے'' **کیا تم نہیں دیکھتے** ؟'' آسمان زمین موت حیات سب اسی کے ہیں ۔(اگر یہ سب دیکھتے ہو تو پھر مجھے کیوں نہیں دیکھتے؟ ۔) یا میری صفات میں کیوں نہیں غور کرتے ۔اس سورہ کے بیان میں غور وخوص کرنے پر بڑا زور دیا گیا ہے ۔''کیا تم نہیں دیکھتے'' خطاب کا انداز بتارہا ہے کہ اللہ تعالی دیکھنے کی دعوت دے رہا ہے ۔اوراہم بات یہ ہے کہ سورۂ الرعد کے پہلے سورۂ یوسف ہے اس کے بعد سورۂ ابراھیم ہے دونوں میں یا اس سے آگے پیچھے جو سورتیں ہیں ان میں قصایص انبیا اور دیگر احوال ہیں مگر!! سورۂ الرعد میں کسی قوم نبی یا رسول کا واقعہ نہیں ہے ۔اس میں انسان کی ذاتی خصوصیت علم تدبر یعنی غور وخوص کو بڑی اہمیت ہے ۔اللہ دیکھ رہا ہے یہ ایک صفت ہے وہ خالق اور رب ہے یہ اس کے مالک الملک اورتخلیقات کرنے کا کمال ہے ۔جبکہ 'اسے'' دیکھا جانا یا اسے دیکھنے کی کوشش کرنا دعوتِ عبادت'اوردعوتِ حیرت ہے'قرآن کے ماننے والوں کے لئے اسی سورہ میں اس کا خلاصہ ہے **قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۵لا اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرُ** (۱۶) آپؐ کہے کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوسکتا ہے ۔یا کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہوسکتی ہے ۔اس طرح یہ سورۃ کا انداز بیان ہی الگ ہے ۔کیا یہ انا الرای ہے ۔اس میں آگے ہے اللہ تعالی تدبیر فرماتا ہے ہر کام کی' کھول کر بیان کرتا ہے اپنی نشانیوں کو شاید تم سمجھو ۔کیا اللہ تعالی کی نشانیاں دیکھ کر'صرف نماز پڑھنا حج کرنا

روزہ رکھنا ہی ہیں کیا اس کی تعریف کرنے کے لئے نہیں جسے ذکر کہا گیا۔ذکراللہ میں اگر صفات کا ذکر ہے تو اللہ کی صفات کا تصور بھی ہوتا ہے اسی طرح اگر اس کی ذات کا ذکر ہے تو کیا اس کا تصور نہیں کیا جائے گا۔اگر ہم نماز پڑھ رہے ہیں تو کسی کے آگے تو پڑھ رہے ہیں،مان لیا کہ اللہ عالم الغیب کے سامنے پڑھ رہے ہیں۔مگر کوئی تو احساس ہوگا کہ جو سامنے ہے۔لیسی کمثلہ شیء اس بے مثل کا تصور تو ہوتا ہے،یا یوں ہی سجدہ بجو دھورہا ہے،اگر ایسا ہی ہے تو پھر خالق کی خلقت ہونا کیا معنی؟ یہ مان لیتے ہیں کہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا اللہ کے حکم سے ہے۔سوال ہے کیوں،کیا یہ ساری کائنات اللہ تعالی کی نہیں ہے؟ جواب یہ ہوسکتا ہے کہ بندوں کو نفسیاتی عقایدی اور اجتماعی طور پر اللہ کی طرف متوجہ کرنا۔تو پھر اس سے ملاقات کے لئے یا اس کے دیدار یا اس کی بصیرت کے لئے متوجہ کرنا کیوں نہیں؟

کبھی یوں بھی آ میری آنکھ میں کہ میری نظر کو خبر نہ ہو
مجھے ایک رات نواز دے کہ پھر اس کے بعد سحر نہ ہو   بشیر بدؔر

حدیث احسان اور قرآن

حدیث احسان میں جو پیغام دیا گیا ہے کہ:تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو گویا اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہے یا اتنا جان کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔حدیث کے اس دوسرے حصے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا بندے کی طرف دیکھنا حقیقی ہے تمثیلی نہیں بالکل اسی طرح اللہ کو دیکھنا بھی حقیقی معنوں میں ہے تمثیلی نہیں۔جب اللہ''کا''دیکھنا حقیقی ہے تو اللہ''کو''دیکھنا بھی حقیقی قرار پائے گا اس کی مثل معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۲۶ سورۃ الرعد کی پہلی آیت کی تشریح میں دیکھنے سے بات صاف ہو جاتی ہے۔''پہلی آیت میں قرآن کریم کے کلام الٰہی اور حق ہونے کا بیان ہے،کتاب سے مراد قرآن ہے اور وَالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ سے بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن ہی مراد ہو لیکن واؤ عطف بظاہر یہ چاہتا ہے کہ کتاب اور وَالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْکَ دو چیزیں الگ الگ ہوں اس صورت میں کتاب سے مراد قرآن وَالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْکَ سے مراد''وہ وحی''ہوگی جو علاوہ قرآن کے رسول کریمﷺ پر آتی ہے، کیونکہ اس میں تو کوئی کلام نہیں ہوسکتا کہ رسول کریمﷺ پر آنے والی وحی صرف قرآن پر منحصر نہیں،خود قرآن کریم میں ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی یعنی رسول اللہﷺ جو کچھ کہتے ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں کہتے،بلکہ ایک وحی ہوتی ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے ان کو بھیجی جاتی ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ رسول کریمﷺ قرآن کے علاوہ دوسرے احکام دیتے ہیں وہ بھی منزل من اللہ ہی ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے اور اس کی تلاوت نہیں ہوتی اور اس فرق کی وجہ قرآن کے معانی اور الفاظ دونوں اللہ جل شانہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور یہ قرآن کے علاوہ حدیث میں احکام آپؐ دیتے ہیں ان کے معانی اگرچہ اللہ تعالی کی طرف سے ہی نازل ہوتے ہیں مگر الفاظ منزّل من اللہ نہیں ہوتے اسی لئے نماز میں ان کی تلاوت نہیں کی جاتی۔

آ گےایک آیت صاف بیان کے ساتھ ہے۔''اوروہی ہےجس نے پھیلادیازمین کواوربنادئےاس میں پہاڑاوردریا اورہرقسم کےپھلوں سےدوجوڑےبنادئےاورڈھانپ دیتا ہے رات کودن سے بےشک ان تمام چیزوں میں (اس کی قدرت) کی نشانیاں ہیں''اس قوم کے لئے جوغوروفکر کرتے ہیں''سوال یہ ہے کہ کیامسلمان قوم نہیں؟یہ کس قوم کی بات ہے؟مطلب یہ ہواکہ ایک قوم مخصوصہ اس کی حقیقت کوسمجھ پائےگی کہ اللہ کی نشانیوں میں ہی اللہ کے دیدار کا راز پوشیدہ ہے۔اسلام میں چند ایک بزرگوں نے دیدار کےحق ہونے کااقرار کیا ہے'لیکن ایک'پوری قوم''یاایک''قوم کےتمام ماننے والوں کا''عقیدہ کہ دیدار کےحق ہونے پرہووہ صرف حضرت میراں سیدمحمدمہدیٔ موعودعلیہ السلام جیونپوری کی قوم کا ہی ہے۔اللہ کوسر کی دل کی آنکھوں سے دیکھنے کی طلب رکھناقوم مہدویہ میں فرائضِ ولایت میں شامل ہے۔اس سے پہلے اس آیت میں ہے''اللہ تعالی تدبیرفرماتا ہےہرکام کی'کھول کربیان کرتا ہے(اپنی)نشانیوں کوشایدتم اپنے رب سےملاقات کایقین کرلو''۔ہرمسلمان کویقین ہے کہ وہ اللہ سےملاقات کریگاہی چاہےحشرمیں ہویاجنت میں'مگر!یہاں پرخصوصی طورپرنشانیوں کوکھول کربیان کرنااورتدبیرفرمانابتاتا ہے کہ معاملہ آخرت کاتوہےہی مگردنیامیں اس کی نشانیاں اُس کے حاضروموجودہونے اوریہاں اس سےملاقات کرنے''احسان''کےاعمال کےساتھ اس کی دعوت ہے۔اسی طرح الٓر اگر''میں اللہ دیکھ رہاہوں''ہےتوپھرالٓـمٓر ''میں دکھائی بھی دیتاہوں''ہوا۔یہی بات سورۂ یوسف کی 108ویں آیت جوسورہ کےآخرمیں ہےاس میں بتائی ہے کہ:''کہدو(اےمحمدؐ)کہ یہ میراراستہ جس پربلاتاہوں بصیرت(بینائی' دیدار)کی طرف اوروہ بھی بلائےگاجومیراتابع ہے''۔سورۂ یوسف 12ویں سورہ ہےاورسورہ الرعداس کےبالکل بعد 13ویں سورہ ہے۔اس کےشروع میں بتادیاگیاکہ میری نشانیوں کوپہچانوں میری طرف دیکھوجس بصیرت کےراستے پراللہ کےرسول ﷺ اوران کےتابع بلارہے ہیں(دیدارکی طرف)۔یامجھےدیکھو۔سورہ حدید 57ویں سورۃ میں کہا کہ''واین ماکنتم تم جہاں کہیں ہووہ(اللہ)تمہارےساتھ ہے۔سورۂ یوسف کی ۱۰۸ویں آیت کاذکراس لئےضروری ہے کہ اس میں الٓـر آیا ہےرواتیوں میں ہے کہ یہ'' انااللہ اریٰ'' ہےمطلب''میں(اللہ)دیکھ رہاہوں''ہے۔اگرایساہےسورۃالرعدمیں الٓـمٓر جوآیا ہےوہ مجھےدیکھومیں دکھائی دیتاہوں میری بنائی کائنات کی قدرت میں ہےاسی بات کوسورۂحشرکی ۲۲ تا ۲۴ آیات میں کہا گیا ہے۔اوراس بات کی وضاحت بڑےخوب طریقے سےاس کےبعدوالی سورہ 14یعنی سورۂابراہم میں کردی:الٓر :یہ کتاب جوہم نے آپ پرنازل کی ہےوہ اس لئےکہ''آپ رہنمائی کریں انسانوں کی اندھیرےسے(بینائی'بصیرت دیدار)اجالےکی طرف''۔سوال اندھیراکونسا 'اُجالاکونسا؟اس کاجواب سورہ یوسف یعنی اس سے پہلے کی سورہ نمبر 12 میں دےدیاگیا۔وہ راستہ جواجالےیعنی نورکی طرف رہنمائی کرتا ہے''بصیرت''کی طرف بلانا''دیدار''کی دعوت نہ صرف آپ بلائیں گے بلکہ آپؐ کےتابعؓ کوبھی اس راہ کی رہنمائی کرنےکاذمہ ہے۔قرآن میں کئی جگہ انسانوں سےکہا گیا ہے کہ میری آیات میں غورکرواورکائنات میں غورکرو۔زمین پرگھوم پھرکر دیکھومیری صنائی اورکبریائی کو۔یہی بات حدیث جبرئیل میں کہی گئی ہے۔تواللہ کی اس طرح عبادت کرکہ گویااسے دیکھ رہا ہے(

'الٓمرٰ') یا اتنا جان لے کہ وہ تجھے ہر لحہ دیکھ رہا ہے (الٓرٰ) ۔معراج مقدس کی حقیقت یہی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو دیکھا'' الٓر ''اور حضور نبی کریم ﷺ نے حق کو دیکھا ''الٓمرٰ '' جب دیکھ لیا تو حکم دیا کہ'' کہہ دو اے محمدؐ یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت کی بنیاد پر، اور وہ بھی بلائے گا میرا (کامل) اتباع کرنے والا ہے۔سورۂ بنی اسرائیل کا نزول 50 واں ہے جس میں واقعہ معراج کا تفصیلی ذکر ہے۔اس کے بعد سورۂ یوسف کا نزول 53 واں ہے جس میں دیدار اور بصیرت کی بات ہے اس کے بعد سورہ ابراھیم 72 اور الرعد کا نزول 96 سورہ کے طور پر ہوا ہے اس تسلسل میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ترتیب سے بصیرت اور بصارت کو بیان کیا ہے بعد میں قرآن کے نزول اور جمع کرنے کی ترتیب کو بدل دیا گیا کہ دیکھیں حق کی تلاش میں بندہ کس حد تک کوشش کرتا ہے۔جب بندوں نے کوشش نہ کی تو خلیفۃ اللہ کے ذریعہ تعلیم کا بیان کیا ہے۔مہدیٔ موعود علیہ السلام نے فرمایا: قرآن عشق نامہ ہے''۔قرآن کریم کی ۴۲ویں سورۃ الشوریٰ شروع ہوتی ہے'' حٰمٓ عٓسٓقٓ ''سے یعنی قرآن اللہ سے محبت کرنا اس کی اطاعت کرنا سکھاتا ہے۔معشوق کے ہر حکم پر اطاعت کرنا عاشق کی صفت ہے۔اور عشق خدا میں پانے سے زیادہ کھونا پڑتا ہے، یہ بات انبیاء و اولیاء کی زندگیوں میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ سورۂ شوریٰ کی چار آیات سورہ یوسف کی ۱۰۸ویں آیت کی طرف رہنمائی کر رہی ہیں۔1) آیت نمبر 10 اور جس جس بات میں تم (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔

معنوی اعتبار سے الٓمرٰ کو یہاں سمجھنے کی کوشش کریں رَایٌ ، رَاءَۃٌ ، رُءْیَۃٌ ، رَایَۃٌ ، رِءْیَانٌ کا معنی دیکھنا ہے، وہ آنکھ سے ہو یا دل سے یا گمان سے دیکھنا یا سمجھنا یا سمجھنے کی کوشش کرنا۔جیسے لَا تَـرَائَی ایک دوسرے کو نہ دیکھیں۔تَـرْ ائِـیُ کا لفظ رویت سے نکلا ہے، جیسے تَرَایءِ لِیَ ا لشَّیْءُ وہ چیز مجھے دکھلائی دی۔تُذَکِّرُوْ ابِالنَّا ر وَالجَنَّۃِ کَا نَّا رَأْرَایَ عَیْنٍ آپ ﷺ ہم کو دوزخ اور بہشت کا حال ایسا سناتے کویا ہم دونوں آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔جَـعَـلْـتُ الشَّیءَ رَامِیَ عَیْنَیْکَ میں نے اس چیز کو تیری آنکھوں کے سامنے کر دیا۔فَـلا انْ بِـمَـــرْ اَیٰ مِّـنْـکَ فلاں شخص کو تو دیکھ سکتا ہے (یعنی تیری آنکھوں کے سامنے ہے) اب اصل حقیقت الٓمرٰ پر غور کریں۔فَا ذَا رَجُـلٌ کَرِیْۃُ الْمَرْآۃِ ناگاہ ایک بدصورت وضع شخص نظر آیا۔مَرْ ' ا ۃ کا معنی منظر، ظاہر اور لائق ہے، کسی شے کا نظر آنا۔اور اس کے علاوہ اِنَّمَا کے معنی ہم نے۔ فَمَا اس کے بعد ہم نے۔اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ اَلٓـمٓـرٰ میں جو میم ہے وہ اصل میں دیکھنے کے معنوں میں نہیں ہے بلکہ'' دکھائی دینے'' یا نظر آنے کے معنوں میں ہے ۔کہ میں دکھائی دیتا ہوں انوار کائنات میں۔جیسے طٰــہٰ طٰسٓمٓ طٰـسٓ میں ذی الطّول سے طوالت (کائنات کی لمبائی چوڑائی) دکھائی نہیں دیتی سمجھنے کی بات ہے۔جیسے الٓـمٓ الٓـمٓـصٓ میں میں عالم کا رب ہوں میں افضل ہوں ہے۔ہم نے دیکھا نہیں مگر بخوبی معلوم ہے کہ وہی اللہ وہی رحمٰن ہے جو یہ کہہ رہا ہے وہ ہمارا خالق اور معبود ہے۔انسان بھیڑ بکری کی طرح نہیں ہے کہ گلہ میں اسے ہانک دیا جائے۔وہ اپنا راستہ خود تلاش کرتا ہے اپنی منزل پر خود پہنچنے کا ملکہ رکھتا ہے، یہی بات اسے فرشتوں اور جنوں پر شرف عطاء کرتی ہے۔اسے اگر قرآن کی حقیقت سمجھ میں آئی تو وہ کائنات کی بلندیوں میں اپنے خالق کو تلاش کرے گا اور اپنی حیثیت سے بھی آگاہ

ہوگا ۔اُسے کسی دوسرے انسان یا گروہ کے جمِ غفیر کی ضرورت بالکل نہیں ۔کیونکہ ''خدا کی پہچان انفرادی معاملہ ہے یہ اجتماعی نہیں ہے '' دیکھا جا سکتا ہے دکھایا نہیں جا سکتا ۔ایسا نہیں کہ سارے انسان ایک حقیقت کو اسی طرح جانتے ہوں جس طرح دوسرے نے جانا' ہر فرد اپنی سعی اور ظرف سے خدا کو پہچانتا ہے ۔ساری دنیا کعبۃ اللہ کو ایک چہار دیواری کمرہ مانتی ہے جس کے اطراف مسلمان عبادت کرتے ہیں' مسلمان اسے اللہ کا گھر مانتے ہیں' کیا کسی مسلمان نے کبھی اس گھر کے اندر اللہ کو رہتے ہوئے دیکھا ہے؟ مسلمان اس لئے اسے اللہ کا گھر مانتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہا اور اس کے رسول نے کہا ہے' اور ہر مسلمان کا یقین ہے کہ کعبہ اللہ کا گھر ہے ۔اللہ اس گھر کے باہر ہے یا اندر ہے یا آسمانوں میں ہے یا عرش پر ہے یہ ہر فردِ واحد کے ایمان اور عقیدہ کا معاملہ ہے کہ وہ اللہ کو کہاں اور کیسے دیکھ رہا یا محسوس کر رہا ہے نبی کریم ﷺ نے دعوتِ حق پیش کی تو مکہ کی تمام آبادی میں کتنوں نے اللہ کو پہچانا ؟ معدودے چند نفوسِ قدسیہ ہی تھے' البتہ بعد میں جنہوں نے اسلام قبول کیا انہوں نے اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر نہیں بلکہ حق پرستوں کے سمجھانے پر سمجھ پائے' اس لئے کہ بہت لوگوں میں سمجھنے کا مادہ نہیں ہوتا ۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک قوم اس حقیقت کو سمجھ پائے گی ۔کسی قوم کا اس حقیقت کو سمجھنا یا اس قوم کے ہادیٔ رہبر کا اس بات کو سمجھنا ایک ہی بات ہے' حضور ﷺ کو معراج ہوئی آپؐ نے فرمایا الصلوٰۃ معراج المومنین تو کیا ہر مسلمان کے نماز پڑھ لینے سے معراج نصیب ہو جاتی ہے؟ بلکہ یہ اشارہ ہے کہ عبادت کا ایک خاص طریقہ اختیار کرنے سے اللہ کا دیدار ممکن ہے اور وہ طریقہ اللہ کے رسول ﷺ کے تابع مہدی موعود علیہ السلام نے فرائض ولایت کے ذریعہ سمجھایا تعلیم اور تربیت دی ۔مہدیٔ موعودؑ کو بتایا گیا کہ معاملہ کیا ہے انہوں نے اپنی قوم یا ماننے والوں کو بتایا کہ معاملہ یہ ہے ''میرا دنیا میں بھیجا جانا ہی دعوتِ دیدار کے لئے ہے'' اس لئے تمام لوگوں کو کوئی بات سمجھ میں آجائے ضروری نہیں ہے ۔بہت لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ چند برس پہلے مسلمانوں میں ایک بالکل نئے گروہ کا غلغلہ ہوا' بہت ساری جدتوں کے علاوہ ایک اس بات پر بڑا شور شرابہ برپا کیا کہ تصویر لینا حرام ہے ۔یہاں تک کہ پاسپورٹ کے لئے تصویر لگانے پر بڑے فتوے نکالے گئے' مگر ان لوگوں کا آج معاملہ یہ ہے کہ دین شو کے نام پر تصویریں اور ویڈیو بنا کر سوشیل میڈیا پر اپ لوڈ کر کے فخر محسوس کر رہے ہیں ۔ایسے لوگ اپنی عقل اور خیال اور تصور کو ہی دین اور ایمان سمجھتے ہیں ۔ان کی حس تب تک نہیں جاگتی جب تک کہ کوئی چیز ان کے سامنے نہ ہو یا اسے کسی نے بتایا نہ ہو ۔ایسے لوگ ظاہر پرست ہیں ظاہر پرستی بت پرستی کی بنیادی وجہ ہے ۔جبکہ اسلام عالم الغیب کا مذہب ہے ۔ان کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (الاعراف ۷۔۱۷۹) اُن کے دل (تو) ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں ان سے' اور آنکھیں تو ہیں لیکن وہ دیکھتے نہیں ان سے' اور کان تو ہیں اور سنتے نہیں ان سے' وہ حیوانوں کی طرح ہیں' بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ یہی لوگ تو غافل و بے خبر ہیں ۔مطلب یہ کہ ان کے دل علمِ غیب کی حقیقت کو سمجھ نہیں پاتے' ان کی آنکھیں اللہ کے نور کا مکاشفہ و مشاہدہ کرنے کی کوشش نہیں کرتیں' ان کے کان صدائے حق سننے سے عاجز ہیں' ایسے لوگ جانوروں کی طرح غافل اور بے خبر

ہیں اور یوں ہی جینا اور مرجانا چاہتے ہیں۔انسان کوعلم اسی لئے دیا گیا ہے کہ وہ حق کی شناخت کرے‘ لیکن کیا کیا جائے‘ پڑھے لکھے ہونے کے باوجود انسان جہالت کے اندھیروں سے باہر آنا نہیں چاہتا۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۲ ..... وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۴ (حشر) ’’وہی اول‘ وہی آخر‘ وہی ظاہر وہی باطن وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا.... تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھ رہا ہے۔اب اس سے زیادہ صاف پیغام کیا دیا جاسکتا ہے کہ خلق کو پیدا کرنے سے پہلے جو تھا‘ وہی آج بھی ہے اور کل بھی وہی رہنے والا ہے‘ جو ظاہر ہے وہی باطن ہے جو باطن ہے وہی ظاہر ہے‘ جہاں کہیں رہو تمہارے ساتھ ہے۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ اُن کے دل (تو) ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں ان سے‘ اور آنکھیں تو ہیں لیکن وہ دیکھتے نہیں ان سے۔

ہم نے اس سے پہلے بتایا تھا کہ دنیا میں کئی جھوٹے مدعیان مہدی آئے‘ لیکن جو خصوصیت اور حق کا غلبہ رکھنے والی تعلیم دینے والی ذات سید محمد مہدی موعود جونپوری کی ہے اس کے عشر عشیر کو بھی کوئی نہ پہنچ سکا آپ کا سب سے چونکا دینے والا ذہنوں کو جھنجوڑ دینے والا پیغام ہی فرض طلب دیدار رہے۔ کیونکہ دنیائے اسلام کے علماء فقہاء اولیاء صوفیاء متکلمین مفسرین محدثین مجتہدین میں کسی کا نہ منصب رہا اور نہ ہی ان کی ہمت ہوئی کہ اس کا اظہار کرتے ایسا اعجاز اللہ تعالی کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے اپنے خلیفوں کو۔حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کا نبوت رسالت پیغمبری کا دعوی اور وحی الہی کے نزول کی باتیں ایک حقیقت تھیں کہ پہلے کے انبیاء کی قوموں سے ان کی تصدیق ہوجاتی تھی جو مکہ اور مدینہ منورہ کے آس پاس مقیم تھے‘ لیکن واقعہ معراج ایک ایسی حقیقت تھی کہ نہ اس سے پہلے کسی نے سنا تھا نہ ان کے علم میں کسی پیغمبر نبی رسول سے بیان ہوا تھا اس چونکا دینے والی حقیقت کے بیان اور معاملہ اسراء کی تصدیق نے اہل کتاب اہل علم کفار ومشرکین کو چونکا دیا وہ حیران و ششدر رہ گئے‘ بتوں اور مٹی پتھر کے معبودان باطلہ کی پوجا یا عبادت تو کر کے دکھا سکتے تھے لیکن! خالق کل خالق عالم رب العالمین کے بلائے جانے اور اس سے ملاقات ہی نہیں بلکہ اسے دیکھا جانا تاریخ انسانیت میں ایک محیر کن واقعہ تھا اس کے بعد وہ لاجواب سے ہوگئے۔یہی حال دعوت دیدار کا ہے جنہوں نے علم میں کمال حاصل کیا زندگیاں موٹی موٹی کتابیں پڑھنے میں گزار دیں مسایل فقہ نحو صرف کلام احادیث کے احکام کی باریکیوں اور قرآن کی تفسیر میں گزاریں انہیں دعوت دیدار کے بیان نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا یہ معاملہ ان کے بس کا اور ان کے علم وعقل سے بہت اعلی وارفع تھا ناچار انکار کردیا۔اور جنہیں اللہ کی طرف سے معرفت الہی حاصل ہوئی انہوں نے امنا وصدقنا کہا۔

مہدویہ تعلیمات میں خانقاہیت یا مجرد زندگی کی کوئی جگہ نہیں ہے‘ مہدئ موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ’’بیوی بچوں کا ہاتھ تھام کر جنت میں جاؤ‘‘۔ہجرت کے واقعات میں ہم دیکھتے ہیں کہ دایرے جہاں بسائے گئے اہل وعیال کی موجودگی ہمیشہ رہی ہے۔حضرت بی بی الہ دیتی ام المصدقین تمام اہل دایرہ کے قیام طعام اور دوسری ضرورتوں کا ذمہ سنبھالا کرتی تھیں۔یہاں تک کہ ٹھٹھہ کے مشقت اور پر خطر حالات اور فاقہ کشی کی ہجرت میں بھی اہل وعیال کی موجودگی پائی جاتی ہے۔یہاں تک کہ اسلام میں کوئی گروہ

ایسانہیں ہے کہ نکاح میں یہ شرط لگائے کہ چھے مہینے حالت سفر یا دوسری وجوہات کے وجہ سے اپنی ذات کو زوجہ کے حوالے کرے ورنہ اسے اختیار دے کہ وہ آزاد ہوجائے۔ جولوگ دین کے لئے دنیا کی یا دنیا کے لئے دین کی ضرورتوں یا ذمہ داریوں سے کنارہ کشی یا پلہ جھاڑتے ہیں وہ دراصل حیلے باز کاہل نفس پرست اور غیر ذمہ داری میں ملوث ہیں یہ دین کے ہی نہیں دنیا کے بھی چور ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین میں حواؑ کے ساتھ اتارنے کے علاوہ ایک تھوڑا زراعت کے لئے انسانی طبیعت کو راس آنے والے پیڑ پودے زراعت کے اوزار طریقہ اور کھیتی کرنے کے جانور مہیا کرائے گئے تھے تاکہ محنت مزدوری کریں اپنے کنبہ کا خیال بھی رکھیں اللہ کی عبادت اور ذکر بھی کریں حج بھی کریں۔

اس تمام گفتگو کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید کے نزول اور اس کی ترتیب کا ایک جایزہ ہم یہاں لیتے ہیں جس سے بات اور صاف ہوتی نظر آتی ہے۔ پیغمبر کا معنی اللہ کا پیغام پہنچانے والا، جب اللہ کا فرشتہ کوئی اصول اور شریعت کے احکام یا کوئی صحیفہ لائے یا اس زمانہ وقت حالات اور ضرورت کے مطابق کوئی شریعت مخصوصہ لائے تو پیغمبر اسے لوگوں میں تبلیغ کرے اور بندوں کی اصلاح کرے خصوصاً شرک و بت پرستی سے روکے۔ نبی: خبر رساں معنی اللہ کی ناراضگی یا خوشی یا وعدہ وعید کے جو احکام ملا یکہ یا فرشتہ کے ذریعہ پہنچے اس کی خبر بندوں تک بلا کم و کاست پہنچادے اور اگلے پیغمبر یا رسول کی شریعت پر خود بھی عمل کرے اور اسکی تعلیم بھی دے۔ ترسیل: کا معنی بھیجنا یا کسی شے یا شخص کے ذریعہ رابطہ پیدا کرنا یا بطور ایلچی روانہ کرنا ہے اسی سے رسول: کا لفظ آیا ہے، معنی خدا کا بھیجا ہوا قاصد جس کا رابطہ خدا یا بندوں کے معبود برحق سے ہو۔ کسی رسول کو صحیفہ دیا جاتا ہے کسی کو خدائی احکام کی مکمل با ضابطہ کتاب دی جاتی ہے کہ جس میں دنیاوی زندگی کے اعمال صالح اور خالق کی عبادت و بندگی کے آداب کی تعلیم اور طریقے کے احکام ہوتے ہیں جو عملی طور پر رسول کے ذریعہ بتائے اور سکھائے جاتے ہیں۔ اللہ کی واحدانیت کے اقرار کرنے والوں میں نبی آئے ہیں، پیغمبر آئے ہیں اور رسول بھی ہیں۔ چونکہ جن و انس خصوصاً اولاد آدم کو جس آزمایش کے لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا اسکے امتحان یا نتایج کے اعلان کی ایک میعاد ایک وقت مقرر کیا گیا ہے اسکا زمانہ قریب تھا تو اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر نبی رسول تینوں مراتب سے سرفراز کرکے مبعوث کیا۔ آپؐ پچھلے انبیا و مرسلین کی شریعتوں کو صحیح بیان کرنے والے تھے اور پچھلے امتوں نے جن احکام سے انحراف کیا کفر میں مبتلا ہوئے انہیں ڈرانے والے اور مکمل شریعت قطعی و آخریں کے پیش کرنے والے ہیں۔ آپؐ نے اللہ کے حکم اور رہنمائی سے اس شریعت کی تبلیغ بندوں کی اصلاح اور اس کی حفاظت تا قیامت کے لئے قرآن کی مخصوصیت جامعیت اور قیامت تک آنے والی نسلوں تک اس کی ترسیل کا پورا انتظام کیا۔

مہدویت کی اصل کیا ہے ؟

اَصل کے معنی بیخ 'بنیاد'جڑ 'منبع 'سرچشمہ' خلاصہ ہے۔مگر مہدویت اس مذہب طریقہ یا عقیدہ کا نام ہے جو مہدیؑ موعود آخرالز ماں کی تعلیم اور تربیت سے منسوب ہے ۔اور مہدی موعود کی اصل خلافۃ اللہ ہے جیسا کہ حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: مہدی میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کریگا۔یعنی مہدی موعود آخرالز ماں کا معصوم عن الخطاء ہونا ۔دوسرا مہدی موعودؑ کا دافع بلاکت اُمت محمد ﷺ ہونا جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس تھی اور مہدی کے بعد حضرت عیسیٰؑ دافع بلاکت اُمت محمد ﷺ ہیں ۔تیسرا مہدی کا خلیفۃ اللہ ہونا ۔اور قرآن کے مطابق مہدی کا تابع رسول ﷺ ہونا' مبین کلام اللہ مراداللہ ہونا' وارث قرآن ہونا 'اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں دین حنیف کا امام ہونا' مہدی کی قوم کا مثل صحابہؓ رسولؐ ہونا اور قلیل ہونا'۔

ان حقایق کو مزید جاننے سمجھنے کے لئے اگلے انبیاء کی قوموں کا بنظر غایر ایک مختصر جایزہ ضروری ہے ۔دنیا کی ہر قوم وخطہ میں انبیاء مرسلین آئے اور تبلیغ دین کی' کسی کی تبلیغ ایک خطہ قوم اور زمین کے ایک حصے کے لئے محدود تھی مگر پیغمبر آخرالزماں محمد ﷺ ساری انسانیت کے لئے پیغمبر بن کر آئے تمام قوموں اور زمین کے تمام خطہ کے لئے مبلغ اعظم بن کر آئے۔آج ساری دنیا اس بات کو مانتی ہے مگر قبول نہیں کرتی 'جن قوموں نے محدود علاقوں اور خطوں میں اپنی نبی رسول کا دین اختیار کیا اُن کی کوئی خاص شناخت نہیں تھی اگر کہیں رہی بھی تو بعد میں ان قوموں نے اپنی نبی رسول کو خدائی درجات پر فایز کردیا قوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی بہترین مثال ہیں ۔حضرت عیسیٰؑ ایک جلیل القدر پیغمبر تھے اللہ تعالی نے قرآن میں نصاریٰ کے کفر وشرک کو وضاحت کے ساتھ بیان کر کے معاملہ صاف کردیا لیکن اُن بے شمار انبیاء مرسلین کے واقعات ومعاملات کو سمجھنے کا وسیلہ بنادیا کیونکہ ہر نبی رسول کی صفائی دینا اور وضاحت نام بہ نام کرنا اللہ کی سنت کے خلاف بات ہے اور انسان ان تمام واقعات اور قصایص کو جاننے اور سمجھنے کا صبر وتحمل نہیں رکھتا قرآن پر قایم رکھنے کے لئے صحابہؓ تابعین علماء اولیا اور صوفیا کی کثیر جماعت نے مثبت کردار ادا کیا باوجود اس کے آج بھی مسلمان قرآن پڑھنے احکام جاننے فرایض پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں سوچیں اگر تمام انبیا کے واقعات کی جلدیں پڑھنا ہوتا تو کیا کرتے ؟دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں وہ ادا نہیں کرتے !چہ جا یکہ اگر پچاس نمازیں فرض ہو جاتیں تو کیا ہوتا ؟ان قوموں میں بنی اسرائیل ایک ایسی قوم ہے جو تمام دنیا کے انسانوں کے لئے مثل عبرت بن گی ۔بنی اسرائیل نے خود کو اتنا معتبر اور مخصوص بنالیا کے دنیا کے ہر انسان کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگے'اس طرح انہوں نے اپنی ایک خاص پہچان بنائی نصاریٰ یعنی عیسائی انہیں میں سے نکلے تھے انہوں نے بھی اپنی ایک الگ پہچان بنائی ۔ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ یہودی خود اپنے آپ کو ایک مخصوص قوم بنائے رکھنے کے لئے اپنا سلسلہ پیغمبروں نبیوں سے منسلک رکھنے کو اہمیت دیتے ہیں اس خصوصیت کے اظہار وتشہیر میں اتنے آگے بڑھ جاتے ہیں کہ دوسرے انسان ان کی نظروں میں حقیر دکھائی دیتے ہیں' کیونکہ حضرت اسحٰقؑ حضرت یعقوبؑ حضرت موسیٰؑ حضرت یوسف وداؤدؑ کے سلسلے میں ہونا ہی ان کے لئے مقرب خدا ہونا کا سبب مان لیا گیا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کو وہ بے دین

اور کافر مانتے تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ کے ماننے والوں میں یہودی کافرمشرک سبھی تھے ان کی معجزہ نمایوں کی وجہ سے کچھ دوسری قومیں بھی ساتھ ہولیں ۔اس لئے یہودیوں نے سمجھا کہ نصاریٰ میں انبیاء کے نسل در نسل ہونے کی خصوصیت باقی نہیں رہی اس لئے حضرت عیسیٰؑ وہ نبی یا رسول نہیں ہیں کہ جس ''مسیحا'' کے آنے کی باتیں اُن کی کتابوں میں ہیں ۔اس طرح یہودیوں نے دین کا امتیازی معیار خاندان کو بنالیا' اور بعد میں آنے والے پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کا بھی اسی زعم میں انکار کر بیٹھے کہ وہ حاجرہؑ کے فرزند حضرت اسماعیل کی اولاد میں ہیں جب کہ ان کی نشانیاں اور آثار اپنی کتابوں میں پاتے تھے اس کی تحقیق کی بھی انہوں نے کوشش نہیں کی اگر کی بھی تو اُن کا خاندانی بغض وغرور آڑے آ گیا اور یہ اُن کے خاندانی لسانی نسلی تہذیبی برتری کی علامت بن گیا ۔دوسری طرف نصاریٰ یا عیسایوں نے دیکھا کہ یہودی انہیں حقیر وذلیل سمجھتے ہیں تو انہوں نے اس بغض اور عداوت اور یہودیوں کی مخالفت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ بنا کر اپنی برتری جتانے کے لئے دوسری بت پرست قوموں کے آگے پیش کیا ۔رومی و یونانی جو بت پرستی کی انتہا پر تھے انہوں نے بہت سارے بتوں کی جگہ ایک عیسو مسیح کے بت کی پرستش پر اکتفاء کرلیا اس طرح عیسایوں کا یہ حربہ کام کر گیا اور انہوں نے یہودیوں کو زچ کرنے اور نیچا دکھانے کا طریقہ اپنایا کہ عیسیٰؑ کے ساتھ مریم کا بت بھی بنا دیا ۔اور رومی یونانی قومیں اُسوقت کی طاقت ور حکومتیں تھیں اور عیسائی مبلغوں نے انہیں یہودیوں کا دشمن بنا دیا جس سے یہودیوں کو بڑا نقصان پہنچا اور یہودیت کمزور ہوتی چلی گئی اس طرح عیسایوں کی مذہبی نہیں سیاسی سوچ کام کر گئی ۔دوسری طرف عیسائی نظریہ ابن اللہ میں اس قدر آگے بڑھے کہ اُنہوں نے عیسایت کو رومی و یونانی بت پرستی کے حوالے کر دیا اس طرح عیسایت وحدانیت کی مبلغ ہوتے ہوئے بُت پرستی وشرک کا شکار ہوگئی ۔

ان دو قوموں اور حضرت عیسیٰؑ کے 610 برس بعد جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے ذریعہ دین اسلام پیش کیا تو دونوں یہود و نصاریٰ قوموں نے نہ صرف اس کا انکار کیا بلکہ دونوں متحد ہوگئیں اسلام کی بیخ کنی کے لئے کیونکہ یہ دین تو بنی اسرائیل کے خاندانی اُصولوں کے خلاف تھا جس کی وجہ آل اسماعیل میں محمد ﷺ کا ہونا تھا ۔یہی خاندانی نفرت ان قوموں کی فطرت کا حصہ بن گئی اس طرح وہ اسلام کے خلاف متحد ہو گئے ۔ان کے بعد مسلمانوں کا دور آیا حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارک تک خاندانی خصوصیت کوئی مسئلہ نہ تھی آپؐ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد دوبارہ یہ خاندانی خصوصیت کی عصبیت عود کر آ گئی جو قریش میں مخاصمت کی وجہ بن گئی سب سے پہلے ابولہب و ابوجہل کی مخالفت کی بنیادی وجہ یہی بنی اس کے بعد پہلے حضو ﷺ کے چچا زاد اور داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان کے ساتھ ایک ایسا طبقہ بنا جو انہیں حکومت اور امامت کا مدعی سمجھنے اور سمجھانے لگا اس میں ایک یہودی عبداللہ بن سبا کا بہت بڑا کردار رہا جو در پردہ منافق تھا مسلمان ہی اس لئے بنا تھا کہ مسلمانوں میں اختلاف ڈالے ۔اس کے بعد عباسی و اُموی خاندانوں نے اپنی خصوصیت اور فوقیت کے مظاہرے میں مذہب اسلام کی بنیادوں پر اپنی حکومتوں کی بنیادیں رکھدیں کیونکہ حضرت عباسؓ بھی حضو ﷺ کے چچا تھے ۔اور اموی بھی خاندان قریش ہی سے تھے ۔اس طرح قریش کا ہر خاندان خود

کوشرف وعزت کے قابل سمجھنے لگا۔اسی لئے حضرت علیؓ اوراُن کے خاندان کا مخصوص ہونا مان لیا گیا حالانکہ حضورﷺ نے حضرعلیؓ اور خصوصاً اہل بیت کے لئے بڑی بڑی دینی وایمانی بشارتیں دی تھیں لیکن کچھ لوگوں نے اسے ان کے سامنے عزت کا مسئلہ بنا کر پیش کیا۔اس طرح اسلام میں دو دھڑے ہو گئے ایک خلفائے راشدین کے حامیوں کا دوسرا حضرت علی کے حامیوں کا جنہیں بعد میں شیعہ کہا گیا' شیعہ کے معنی ساتھ دینے والوں کے ہیں۔بعد میں یہ شیعان اہل بیت یعنی اہل بیت کا ماتم کرنے یا غمخواروں سے مشہور ہوگیا۔اس طرح یہ حضورﷺ کے بعد حضرت علی اور اہل بیت کی اولادوں میں دین ودنیا کی امامت کے مدعی بن کر اُبھرے اور اسے نبوت سے جوڑنے کی کوشش شروع کی اور کامیاب ہو گئے اور ان میں بھی کئی فرقے اور گروہ بنے ایک اثناعشریہ جو حضرت علیؓ کے بعد بارہ اماموں کے سلسلے پر یقین رکھتا ہے اور یہ تمام اہل بیت کو معصومین کہتے ہیں یعنی جس طرح اللہ کے نبی رسول معصوم عن اخطا ہوتے ہیں اس طرح یعنی ان کا نبی رسول ہونا۔ایک دوسرا افرقہ آغا خانی ہے جو حضرت علیؓ سے حضرت امام جعفر صادقؒ کے فرزند حضرت اسمٰعیل تک امامت کو مانتا ہے ان کے خاندان میں آج تک اسی امات کا مدعی ہے۔ایک بوہرہ فرقہ جو حضرت اما جعفر صادقؒ کے بھائی زیدی کو امامت کا حقدار مانتا ہے انہیں کے نسل میں آج بھی ایک امام معصوم کا ہونا مانتے آئے ہیں۔

مہدی موعودؑ کی ولادت 1443 عیسوی میں ہوئی اور وصال 1505 عیسوی میں ہوا۔آپ سے پہلے برصغیر میں خصوصاً ہندوستان میں مغلوں سے پہلے دہلی سلطنت کہی جاتی تھی جن میں سنہ 1206-1290 تک خاندان مملوک کی حکومتیں تھیں یہ دراصل ترک تھے جس کی بنیا دخطب الدین ایبک نے رکھی تھی یہ سمرقند بخارا سے آئے تھے۔ان کے بعد خلجی حکومتیں 1290-1320 تک رہیں اس کے بعد خلجی حکومت صرف بنگال میں رہ گئی جس کا دور 1436-1530 تک رہا۔دہلی میں تغلق خاندان کی حکومتیں 1321- 1414 تک رہیں۔بعد میں تیمور مغل نے ہندوستان پر حملہ کر دیا۔تغلق کے بعد کچھ عرصہ غوریوں کی حکومت 1390-1436 تک رہی ان کے بعد سعادات کی حکومتیں 1414-1445 تک قایم ہوئیں۔ان کے بعد لودھی خاندان 1451-1526 تک برسر اقتدار رہا انہیں مغل ظہیر الدین بابر نے شکست دی۔اس دوران 1347-1527 تک دکن میں بہمنی سلطنت قایم تھی۔ان کے بعد دکن میں 1518-1687 میں خطب شاہی حکومت دکن میں قایم رہی۔یہی زمانہ 1526-1857 کا دہلی میں مغلوں کے عروج کا تھا اس دوران 15 برسوں تک مغلوں کو شیر شاہ سوری افغانی کے خاندان نے حکومت سے بیدخل کر کے حکومت کی بعد میں ہمایوں نے پھر سے مغلوں کی حکومت قایم کر لی۔ان کے علاوہ نوابوں اور راجاؤں کی حکومتیں تھیں۔

مہدی موعودؑ کے دور میں دہلی پر لودھی خاندان کی اور بنگال پر خلجی خاندان کی حکومت تھی۔مہدی موعود سے پہلے 20 مسلم حکومتیں اور آپ کے بعد لگ بھگ 23 حکومتیں دہلی میں بہادر شاہ تک رہیں یوں برصغیر میں مسلمان حکومتوں کا دور رہا۔اور بنگال میں پہلے 3 بعد میں 4 حکومتیں ہوئیں۔اور دکن میں پہلے 9 اور بعد میں 13 حکومتیں مسلم رہیں۔

مہدی موعودؑ سے پہلے دہلی میں خطب الدین ایبک' آرم شاہ' شمش الدین التمش' رکن الدین' رضیہ سلطان' معیذ الدین بہرام' علاوالدین مسعود' ناصر الدین محمود' غیاث الدین بلبن' معیذ الدین قایق آباد مملوک سے تھے۔ان کے بعد خلجی دہلی پر آئے جلال الدین خلجی' علاوالدین خلجی' خطب الدین مبارک شاہ۔

ان کے بعد تغلق خاندان حکمران ہوا غیاث الدین تغلق' محمد بن تغلق' فیروز شاہ تغلق' غیاث الدین تغلق' ابو بکر شاہ' ناصر الدین محمد شاہ سوم' نصرت شاہ'۔اور سعادات کی حکومت سید خضر' سید مبارک دوم' سید محمد چہارم' عالم اول۔ان کے بعد لودھی آئے بہلول خاں' سکندر خاں' ابراہیم لودھی۔

اسی دوران دکن میں بہمنی علاوالدین بہمن شاہ' محمد شاہ' علاالدین مجاہد شاہ' داود شاہ' محمد شاہ دوم' غیاث الدین تماطن شاہ' شمش الدین داود شاہ دوم' تاج الدین فیروز شاہ' شہاب الدین احمد شاہ' محمد شاہ' احمد شاہ چہارم' علاالدین شاہ' ولی اللہ شاہ' کلیم اللہ شاہ۔نے حکومت کی۔ان میں شہاب الدین احمد شاہ' محمد شاہ' احمد شاہ یہ دونوں مہدی موعودؑ کے دور میں بہمنی حاکم دکن تھے۔

اسی دوران دہلی میں غوری خاندان نے حکومت کی دلاور خاں حسین' الپ خاں' غازی خاں محمود' مسعود خاں۔اور بنگال میں مہدی موعود کے دور میں محمد شاہ خلجی' غیاث شاہ' ناضر شاہ' محمود شاہ دویم کا دور رہا۔

دکن میں خطب شاہی خاندان رہا۔سلطان خطب شاہ' جمشید خطب شاہ' سبحان خطب شاہ' ابراہیم خطب شاہ' محمد خطب شاہ' سلطان محمد خطب شاہ' عبداللہ خطب شاہ' ابوالحسن خطب شاہ'۔

ان سب کے بعد مغل حکومت بنی۔ظہیر الدین محمد بابر' نصیر الدین ہمایون' (درمیان میں پندرہ برس شیر شاہ کا خاندان حاکم رہا) جلالدین اکبر' نورالدین محمد جہانگیر' داور بخش' شہاب الدین شاہجہاں' محی الدین اورنگزیب' بہادر شاہ ظفر۔

اس دورانیہ جونپور میں ناصر الدین محمد تغلق کے وزیر خواجہ جہاں ملک سرور نے ایک آزاد حکومت شرقیوں کی قایم کی 1479-1394 میں یہ حکومت اودھ بنگال اور گنگا ندی کے آس پاس تھی۔حسین شرقی کا زمانہ 1486-1478 کا ہے۔

ہم یہاں ایک تختی Table پیش کرتے ہیں جس سے کہ مہدی موعودؑ کے دور کے تاریخی حالات سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

ہندوستان میں ویسے تو سنہ 712 عیسوی میں حضورؐ کے وصال کے 80 برس بعد ہی محمد بن قاسم ثقفی نے جو اُمیوی حکومت کے کمانڈر کے بطور سندھ میں راجہ داہر کو آرور کے معرکہ میں شکست دے کر برصغیر میں مسلم حکمرانوں کی آمد کے سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

لیکن ہند میں مسلمانوں کی حکومت کا باقاعدہ آغاز سلطان سبکتگین نے جو بلخ خراسان کا حکمران تھا ہند میں اپنی حکومت بنائی جو 977-1186 تک یعنی 209 برس قایم رہی اس کے خاندان میں۔اس خاندان کی حکومت ایران افغان کچھ گجرات کے علاقوں تک محدود تھی' اس کے بعد۔

غیاث الدین غوری 1186-1205 یہ حکومت 20 سال رہی خراسان سندھ رحستان آج کے شمالی یوپی اور بہار

تک ۔اس کے بعد ۔

خطب الدین ایبک یا خاندان غلاماں کی حکومت 1206-1290 یعنی 97 برس رہی سندھ شمالی ہندوستان بہار بنگال تک اُس کے بعد ۔

جلال الدین خلجی نے 1290-1320 تک خلجی حکومت قایم کی جو 30 برس رہی اُس کے بعد ۔

غیاث الدین تغلق نے حکومت قایم کی 1320-1414 تک جو 94 برس قایم رہی اس کا علاقہ سندھ' گجرات 'راجستان' تمل نا 'کرنا ٹک اور شمال میں آسام تک تھی ۔اس کے بعد ۔

حکومت سعادات سید خضر خاں نے قایم کی 1414-1451 تک یعنی 37 برس تک ۔اسکا علاقہ ملتان ' پنجاب' بہار یو پی تک تھی ۔اس کے بعد ۔تغلق خاندان کی واحد حکومت تھی جو تقریبًا دوتہائی ہند پر پہلی بار حکمران ہوئی ۔اس کے بعد مغل ہی تھے جو افغان سے آسام اور دکن میں تمل ناڈ کیرالہ تک مکمل حکومت قایم کر سکے ۔

بہلول لودھی نے 1451-1526 تک حلومت قایم کی جو 75 برس تھی ۔ان کا علاقہ سندھ بنگال موجودہ مہاراشٹر' مدھیہ پردیس تک تھا۔**یہی دور ہے جس میں مہدیٔ موعودؑ میراں سید محمد جونپوری 1443 September 9 کو مبعوث ہوئے اور 24 April 1505 کو دار فانی سے کوچ کر گئے۔ مطلب یہ کہ مہدیٔ موعودؑ کا دور ہدایت اور ہجرت تمام اسی بہلول لودھی کے خاندان کے دور حکومت میں مکمل ہوا ہے۔** اس کے بعد ۔

شیر شاہ سوری کے خاندان کی حکومت 1539-1555 تک یعنی 16 برس قایم رہی ۔اس کے بعد ۔

جلال دین بابر کے خاندان مغلیہ نے 1530-1857 تک 315 برس برصغیر میں حکومت کی جو سب سے بڑے علاقے کے حکمران تھے اور ہند کے شمال جنوب مشرق مغرب کے علاوہ اُفغان تک پھیلی ہوئی تھی ۔اس طرح برصغیر میں مسلمان 893 برس تک حاکم رہے' مہدی موعودؑ کے پہلے 406 برس اور آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے 561 برس تک اس میں اس میں بہلول لودھی کے 75 برس جو آپ کی حیات کے ساتھ تھے ۔اس کے بعد گجرات' احمد نگر' بیجاپور' حیدر آباد' سری رنگا پٹنم' آرکاٹ وغیرہ میں چھوٹی چھوٹی مسلم حکومتیں قایم ہوگئیں یا تو وہ مغلوں کے باجگزار تھے یا آزاد حکمران ۔یہ بات یاد رہے دنیا میں مسلمانوں کی آبادی سنہ 1800 سینچری سے بڑھنے لگی اور آج یہ اندازہ لگایا جا رہا ہے کہ سنہ 2070 تک دنیا کی آبادی میں پہلے نمبر پر مسلمان ہو نگے' ویسے آج کرسچن ہیں ۔اسی لحاظ سے مہدویوں کی آبادی بھی بڑھی ہے مگر ! پچھلے ایک سو برسوں میں مہدویہ عالموں رہبروں کی تساہلی لاپرواہی آپسی چپقلپس نے مہدویہ اصلاح و تبلیغ پر پوری طرح قدغن لگا دیا ۔اور آج بھی انہیں اس کی پرواہ نہیں ہے بس اپنا حلقہ دایرہ بچانے وسیع کرنے کی فکر لاحق ہے دین وایمان سے ان کا واسطہ برائے نام ہے -

غالبًا سعادات جونپور کی آمد بخارا سے انہیں مسلم حکومتوں کی ایما پر یا تلاش کسب ومعاش میں ہوئی ہوگی جن میں مہدی

موعودؒ کا خاندان بھی تھا۔ بخارا میں سعادات کی آمد خراساں اور ایران سے ہوئی تھی۔ سعادات کا شہادت حسینؑ کے بعد ہمیشہ ہجرت یا نقل وطن کرنے کا سبب اُموی وعباسی حکمرانوں کا خطرہ تھا انہیں ہمیشہ خدشہ لگا رہتا تھا کہ کب کہاں انہیں شہید یا قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ اُموی وعباسی بادشاہوں کو حضرت علیؓ کے خاندان سے لوگوں کی ہمدردی ایک سیاسی چیلنج تھی یہ حکومتیں سعادت سے خوفزدہ رہتیں اور سعادت کو کسی نہ کسی بہانے راستے سے ہٹانے کے درپے لگے رہتے جس کا سبب شیعہ کا ان کی حمایت کرنا تھا۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؒ ان کے فرزند حضرا سمعیلؒ کے نسب میں حضرت مہدی موعودؒ ہیں۔ یہ وہی امام موسیٰ کاظمؒ ہیں شیعہ اثناعشری جنہیں بارہ اماموں میں ساتویں امام مانتے ہیں۔ مگر سنی مسلمان انہیں معروف عالم دین مانتے ہیں یہ حضرت امام ابوحنیفہ کے دور کے ہیں۔ ان کے دور میں عباسی خلیفہ المنصور، الہادی، المھدی اور ہارون رشید ہیں۔ امام موسیٰ کاظمؒ کو ان خلفاء نے قید وبند کی مصیبتوں سے گزارا آخر کار بغداد میں ابن شاہک سندی کے قید خانے میں ہارون رشید نے انہیں زہر دلوادیا۔ ان کی پیدائش 7 صفر 128 ہجری میں اور وصال 25 رجب 183 میں ہوا۔

یہی وجہ ہے کے سعادات یا اہل بیت یا خاندان حسین وعلی ان اموی عباسی خلفاء کے خوف سے ہجرت یا نقل وطن کرتے رہتے انہیں اپنی جان کا خطرہ رہتا تھا۔ حضرت اسمعیل جد مہدی موعود کا خاندان بھی نقل وطن کر کے ''مرو'' ایران/خراسان آ گیا وہاں سے آہستہ آہستہ ان کی اولادین بخارا پہنچ گئیں جو ان حکمرانوں کی قلمرو سے باہر تھے اور درمیان میں منگول وحشی قبایل رہتے تھے جنہوں نے بعد میں چنگیز خاں کی سرکردگی میں بغداد پر حملہ کر کے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ اس طرح خاندان سعادات ہندوستان میں کسب معاش یا دیگر ضرورتوں کے تحت بخارا سے افغانستان یا موجودہ پاکستان کے راستے ہندوستان آ گیا اور یہاں مسلمانوں کی روز روز حکومتیں بنتی بگڑتی تھی اس لئے مُہدی موعودؒ کے خاندان نے جونپور کا رُخ کیا ہوگا کیونکہ یہ ایک مشہور ومعروف علمی مرکز کے طور پر جانا جاتا تھا اس طرح جونپور مہدی موعودؒ کے خاندان کا وطن بن گیا۔ کیونکہ دہلی سلطنت کے بجائے جونپور میں قدرے امن وامان تھا۔

قریش کی خاندانی دشمنی یا رنجش جو ابوجہل وابولہب سے شروع ہوئی جس میں ابوسفیان حضرت معاویہؓ سے ایک سلسلہ شروع ہوا وہ تھمنے کا نام نہیں لیا حالانکہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں ایک طرح سے قربت ورفاخت کا بھی سلسلہ دیکھا گیا ہے جس کی تاریخ گواہ ہے۔ لیکن بعد میں آنے والے اموی وعباسی خاندانوں نے اس مخالفت اور دشمنی کو انتہاء پر پہنچا دیا صرف اس لئے کے کہیں آل علی وحسین حکومت کے دعویدار نہ بن جائیں کیونکہ اہل تشیع کے علاوہ مسلمانوں کا ایک کثیر طبقہ ان کے لئے ایک نرم گوشہ رکھتا تھا۔ یہی خوف قریش کے دوسرے خاندانوں میں اس طرح گھر کر گیا کہ وہ سعادات کے دشمن اور خون کے پیاسے ہو گئے اور کئی سعادات کو تختہ مشق بنادیا۔ اور سعادات دربدر بھاگنے چھپنے چھپانے پر مجبور ہو گئے۔ ان دنوں سمرقند بخارا اور ہندوستان ہی سعادات کے لئے محفوظ مقامات تھے۔ یہاں پر مملوک جو ترک نژاد تھے اور مغل وافغان سے سعادات کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ یہی وجہ بھی

ہے کہ ان علاقوں میں تصوف کے بہت سلسلے بھی چلے کیونکہ لوگ ان کا احترام بھی کرتے تھے۔اور زیادہ تر سعادات خراسان اور برصغیر میں آباد ہوئے۔

یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اگلی قوموں کی طرح اسلام میں بھی خاندانی وغیر خاندانی نظام رائج ہو گیا کچھ اُموی وعباسی حکومت جاہ وحشمت کے دعویدار بن گئے اور علویوں نے حکومت کے ساتھ خلافۃ اللہ کا دعوی بھی کر دیا۔اسلام میں دین ومذہب کے ذریعہ حکومت دنیا کا خواہاں پہلا گروہ خوارجیوں کا تھا جو بعد میں روافضہ یا شیعہ کہلائے انہیں کے ساتھ اُمیوں سے اس حکومت براہ مذہب کا آغاز حضرت امیر ماویہؓ سے ہوا۔بعد میں عباسی اس میں اُتر آئے یہ تینوں قریش سے تھے ان تمام معاملات میں انصار مدینہ کا کوئی کردار یا حصہ نہیں ہے۔صوفیا نے حکومت وجاہ وحشمت کی کوئی کوشش نہیں کی مگر بعد زمانے میں جاہل اور دنیا کے دلدادہ صوفیوں اور نام نہاد عالموں نے شہنشاہوں کے دربار میں بہت اثر ورسوخ حاصل کیا اور اپنے مدمقابل حقیقی عالموں اور رضارسیدہ صوفیوں پر ظلم وستم کی لمبی داستانیں رقم کیں یہ سلسلہ بغداد دمشق اور شام کے بعد ہندوستان میں مغلوں کے دور میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا ان کے بعد نجد سے ابن عبدالوہاب نجدی کے ظلم وستم کا ایک سلسلہ شروع ہوا جو پہلے حجاج کے قافلوں کو لوٹتا تھا جب اس کے پاس کافی دولت اکھٹا ہو گئی تو دینی رہبر بن گیا جس کا اپنا باپ اُس سے نالاں تھا اس نے اپنی شہرت کی بنیا درسوم وبدعت کے خلاف آواز اُٹھائی اور اس میں اتنا شدید ظلم برپا کیا کہ مسلمانوں کی دولت لوٹا ان کی عورتوں کو کنیز باندی بنانا ضروری قرار دیا اور صحابہ رسول ﷺ اور بی بی فاطمہؓ کا روزہ منہدم کر دیا اس کی دہشت اور خوف سے ابن سعود کی انگریزوں کی پشت پناہی سے بنی حکومت خوف زدہ تھی آل سعود نے ایک سیاسی چال کے طور اس کا نکاح اپنے خاندان میں کر دیا اس طرح وہابیت عرب میں حکومت مضبوط کرنے میں کامیاب ہو گئی۔اسی کے عقاید کی بنیاد پر مصر میں حسن البناء کی تحریک اخوان المسلمین شروع ہوئی بعد میں انہیں بنیادوں پر برصغیر میں ابوالاعلی مودودی کی جماعت اسلامی بنی اور اس سے پہلے وہابیہ کے عقاید نے ہندی عالموں کو متاثر کیا جب مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھی گئی تو اس کے عالم اور مدرس وہابیہ عقاید میں کھلم کھلا بیان دینے اور کتابیں لکھنے لگے اور شاہ اسماعیل نے خلافت اسلام کی تحریک شروع کی اور افغانی پٹھانوں کو اکھٹا کر کے دیوبندی خلافت قایم کرنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی۔اور عبیداللہ سندھی نے افغانی سرحدی پٹھانوں کے ذریعہ اپنی خلافت بنانے کی کوشش کی بعد میں اسلامی شرعی عقاید کو بگاڑ کر پیش کرنے کی وجہ سے خود اُن کے ہم عقیدہ ان کے مخالف ہو گے ۔مدرسہ دیوبند نے ایک مذہبی تحریک تبلیغی کے نام سے شروع کی بظاہر یہ مذہبی تحریک تھی لیکن یہ بھی حکومت حاصل کرنے کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی گئی دیوبند کے عالم کبھی انگریزوں سے وظیفے لیا کرتے اشرف علی تھانوی کا ماہانہ چھ سو روپے وظیفہ انگریز سرکار کی طرف سے مقرر تھا اور اس کے بدلے دیوبند کے عالموں نے انگریزوں کو عرب کے نجدی عالموں مفتیوں سے فتوی منگوا کر دیا تھا کہ انگریز سرکار کی اطاعت واجب ہے اور ہندوستان دارالحرب نہیں ہے۔یہ کبھی ہندوستان کے آزادی کی جدوجہد والی جماعتوں کے ساتھ ہو جاتے تھے کہ کسی طرح حکومت میں ان کی حصہ داری ہو جائے۔لیکن ہوا یہ کہ کانگریس میں شامل مسلم لیگ اور خلافت تحریک

نے ان کو در کنار کر دیا اور پاکستان کے نام پر ایک الگ حکومت بنالی اور دیو بندیوں نے افغانی پٹھانوں کو ورغلا کر اپنے مدرسوں میں شامل کیا اور ان کی اسلامی اور عسکری مدد کی جو بعد میں طالبان کے نام سے مشہور ہوئے جن کی خوزیزیاں تاریخ کا حصہ ہیں اور اس طالبان اور آل سعود کے نجد خاندان کے میل سے ایک اور جماعت القاعدہ بنی پھر اس کی شاخیں داعش اور اسلامک اسٹیت بنے۔ یہی نہیں جھوٹے مدعیان مہدی نے بھی افریقہ میں اپنی حکومتیں بنانے کی کوشش کی کئی کامیاب ہوئے کئی ناکام۔

پوری تاریخ اسلام میں صرف اور صرف مذہب اسلام کی بنیادوں پر یا قرآن وسنت پر عمل کرنے والی جماعت میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام کی جماعت ہے۔ یہ ہم کسی خوش فہمی یا ناعاقبت اندیشی یا لاعلمی کی وجہ سے نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ تاریخ کا مطالع خلوص وایمان سے کریں ہماری بات کی سچائی پر یقین آجائے گا۔ دنیا سے کنارہ کشی متاع دنیا کی طلب سے بیزارگی عبادت و ریاضت میں منہمک ہوجانا تقوی وتوکل اختیار کرنے کا شیوہ اسلام میں صحابہؓ رسول ﷺ تابعین کے بعد صرف مہدیوں کا حصہ اور خاصہ رہا ہے۔ مہدی موعودؑ نے سب سے پہلے شاہ حسین شرقی کو کفر کی اطاعت سے منع کیا جب حسین شرقی نے اپنی کمزوری ظاہر کی تو خود بہ نفس نفیس ان کی فوج کی مدد میں رائے دلپت سے مقابلہ ومقاتلہ کیا اور اُسے قتل کیا اور اس کی فوج کو شکست دی بعد میں حسین شرقی نے آپؑ کو جاگیر کے کاغذات بھیجے تو آپؑ نے پھاڑ کر پھینک دیا کہ دنیا ہمارے کس کام کی۔ جب مہدی موعودؑ نے ہجرت اختیار کی تو لوگوں کا اژدھام آپؑ کے ساتھ ہولیا تمام ہندوستان کے طویل وعریض میں مہدویہ آبادیاں قایم ہوگئیں آپؑ ہجرت کر کے فراہ پہنچے اور وصال کیا آپؑ کے بعد ہندوستان میں مہدویوں کی کثیر آبادیاں ہوگئیں مگر آپؑ کے صحابہؓ کے دل میں کبھی حکومت جاہ وحشمت کا خیال بھی نہیں گزرا۔ اگر مہدویہ امراء کوشش کرتے تو مہدویوں کی ایک عسکری قوت بنا سکتے تھا کیونکہ ان میں افغانی پٹھانوں کی ایک کثیر تعداد تھی اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ یہی لوگ بعد میں احمد نگر کے نظام شاہ بہمنی حکومت حیدرآباد کی عثمانی حکومت سری رنگا پٹنم کے حیدر علی کی حکومت آرکاٹ کے نواب کی حکومت اور تنجاور کے راجہ کی حکومت میں بڑے بڑے فوجی عہدوں پر فایز ہوے تھے۔ مگر مہدویہ بزرگوں نے اپنی تمامتر توجہ کا مرکز مذہب وعقیدہ کی تعلیم اور تربیت پر مرکوز رکھی۔ ہم یہ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ جب مرہٹوں کی حکومت قایم ہوئی راجپوتوں کی حکومت بنی احمد نگر حیدرآباد سری رنگا پٹنم گجرات میں حکومتیں بنیں تو مہدویوں کی حکومت آسانی سے بن جاتی لیکن مہدویوں نے دنیا کی حکومت وجاہ وحشمت کے بجائے اللہ کی اطاعت وبندگی اختیار کرنے پر ترجیح دی۔ مگر برصغیر میں مہدویہ آبادی کے لحاظ سے ایک خوف حکومتوں میں رہا یہی وجہ تھی کہ گجرات میں عین الملک کی کثیر فوج نے بندگی میاں سید خوندمیر کے فقیروں کی جماعت سے مقابلہ کیا تھا کہ جس میں آپؓ کے صحابہ کی شہادت ہوئی جسے گروہ میں معرکہ بدرولایت یا معرکہ ہند سے یاد کیا جاتا ہے۔ بہر کیف صرف مذہب اسلام کے عقایدی گروہوں میں صرف مہدویہ ہی ایک ایسی قوم ہیں جنہوں نے کبھی بھی حکومت جاہ ومنصب کی کوشش یا طلب نہیں کی ورنہ ہر گروہ اور فرقہ حکومت میں مذہب کے ذریعہ اپنا حصہ طلب کرتا رہا ہے۔ یہی بات ہے کہ حضور سید الانام ﷺ نے فرمایا ''کہ مہدی دین کو زندہ کریگا جس طرح کہ ہمارے وقتوں میں ہے''

مہدویت کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ان تمام جزیات کو اکھٹا کریں تو معلوم ہوگا کہ اہل سنت والجماعت جو خلافت راشدہ صحابہؓ تابعین کی ہمنوا ہیں وہ بھی مہدی کے منتظر ہیں اور شیعان علی ایک ایسے مہدی کے منتظر ہیں جو آتو گئے ظاہر نہیں ہوئے مافوق الفطرت طریقے سے کسی غار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ایک صوفیا کا گروہ ہے وہ بھی مہدی کا منتظر ہے ان کے ساتھ علماء بھی مہدی کے منتظر ہیں۔ان تمام کے درمیان مسلٔہ مہدویت یا مہدی کا تشخص کا ہر ایک کا ایک اپنا نظریہ ایک عقیدہ ایک پیمانہ ہے۔

اب ہم میراں سید محمد مہدی موعودؑ جونپوری کی شخصیت پر نظر ڈالتے ہیں۔یہ خاندانی لحاظ سے اہل بیت میں ہیں حضرت علیؓ کی اولاد میں ان کا سلسلہ حضرت امام موسی کاظم کے فرزند حضرت اسمٰعیلؒ سے ملتا ہے۔کئی غیر مہدی علماء نے ان کا سلسلہ چشتیہ سے بتایا ہے مگر مہدویہ روایات میں اس کا ذکر نہیں ملتا 'اور اہل سنت الجماعت یا سواد اعظم سے آپؑ کے خاندان کا تعلق رہا ہے۔یہ تینوں خصوصیات حضرت میرانؑ میں پائی جاتی ہیں اس کے علاوہ مبشر رسول ہونا اور تابع رسول ﷺ ہونا آپؑ کے اس اعلان دعوت سے ثابت ہے ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہ ﷺ''۔آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ دعوی مہدی سے پہلے آپؑ کا خاندان منتظر ظہور مہدی موعود تھا۔اور دعوی میں زمانہ کا تسلسل نہیں تھا جیسا کہ انبیاء کے درمیان تسلسل نہیں ہوتا اور حضور ﷺ کے آٹھ صدیوں بعد آپ ﷺ کی بشارت کے مطابق بعثت مہدی موعود ہوئی ہے۔اور آپ کا دعوی غیر حقیقی یا غیر ماورائی قسم کا نہیں تھا بلکہ عین انبیا کی سنت کے مطابق آپؑ کی دعوت عام اہل اسلام کے لئے تھی۔اور حضور ﷺ کے مطابق نبوت کے خاتمہ کے بعد آپ ﷺ کی شریعت اور قرآن کے آیات کے ثبوت میں آپؑ کی دعوت تھی اور کوئی نیا عقیدہ یا مذہب نہیں تھا بلکہ قرآن وسنت رسول کے تعلیمات کے مطابق آپ کا دعوی اور تعلیمات تھیں۔

ایسا نہیں ہے کہ مہدویوں میں خاندانی خصوصیت کی عصبیت نہیں ہے ہمارے یہاں بھی یہ چیز موجود ہے اور منفی عقاید وسوچ والے افراد بھی ہیں جیسے منکر کو منتظر ماننے والے جبکہ حضور ﷺ نے بعثت مہدی کے بعد انکار کو کفر گردانا ہے۔انسانوں کا یہ شیوہ ہے کہ جب وہ کسی کو اعلی منصب ومقام پر بٹھا لیتے ہیں تو تقدس واحترام کا ایسا ہالہ بنادیتے ہیں کہ وہاں پر وہ خود قدم نہیں رکھ سکتے اور جو اس مقام پر بیٹھ گئے وہ دوسروں کو اپنے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیتے تاکہ ان کی حقیقت نہ ظاہر ہوجائے۔اسی لئے اللہ تعالی نے قرآن میں غور وتدبر اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ حق وناحق میں تمیز ہوسکے۔مگر مسلمان جزوی طور پر قرآن ودین کا علم ضرورت کے مطابق حاصل کرتے ہیں تاکہ کام چل جائے اس میں غور کرنے کا سارا ذمہ عالموں کے حوالے کر دیا ہے اور عالم اپنی قابلیت دکھانے کے لئے عجیب وغریب لچکدار واعظ بیان قصے کہانیاں روایات بتا کر عام لوگوں کو مرعوب کردیتے ہیں اور ان سے ایسے اعمال کرواتے ہیں جن کا دین ومذہب سے واسطہ نہیں ہوتا اس طرح دین میں من مانی کا سلسلہ چل پڑتا ہے۔

خود کو معزز ومحترم ماننا ابلیس کی صفت اور فطرت کا خاصہ ہے اور دنیا میں یہی صفت انسانوں نے اپنائی ہے اس طرح وہ ابلیس کی صفت جانے انجانے میں اختیار کر کے بارگاہ خداوندی میں معتوب ہوجاتے ہیں۔اللہ تعالی نے تمام خلایق سے کہا

کہ آدمؑ کوخلیفہ مانو فرشتوں نے پہلے آنا کانی کی مگر بعد تحقیق سجدہ ریز ہو گئے ابلیس نے ماننے سے انکار کر دیا۔ یہود و نصاری حضور ﷺ کو اللہ کا خلیفہ نبی آخرالزماں خاتم الانبیاء ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ مسلمان بلا تحقیق میراں سید محمد مہدی موعود جونپوری کو مہدی ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

القرآن والمھدی اِمامنا آمنا وصدقنا

گروہ مہدویہ کی تسبیح کے ان کلمات کی خصوصیت بظاہر اعتقادی ہے' لیکن اس کی ایک مثبت حقیقت یہ ہے' حضور نبیٔ کریم محمد مصطفیٰ خاتم الانبیا ﷺ کے بعد اسلام کی تقسیم مذہبی بنیادوں پر نہیں بلکہ وراثتی و خاندانی بنیاد پر ہوئی تھی۔ جس میں شیعان علیؓ خوارجین اور دوسرے جمعیت صحابہؓ کے مابین ہے۔ جمعیت صحابہؓ جنہیں بعد میں اہل سنت الجماعت کہا گیا انہوں نے خاندانی اور وراثتی نظام کے بجائے خلافت رسول ﷺ کو عام اُمت کے لئے مختص کیا' جبکہ اہل تشیع چاہتے تھے کہ خلافت رسول ﷺ خاندان ابو طالب میں ہی رہے۔ بی بی فاطمہؓ امام حسنؓ امام حسینؓ کو خوارجیوں نے اس میں زبردستی شامل کرلیا تھا وہ بھی ان کی شہادتوں کے بعد۔ حضرت علیؓ فاطمہؓ حسن و حسینؓ اپنی حیات میں اس گروہی تصادم میں شامل ہی نہیں تھیا ورانہیں اس کی خبر بھی نہیں تھی جس کی مثال یہ کہ ان مقدس روحوں نے کبھی اس خواہش کا اظہار ہی نہیں کیا تھا۔ بعد کے لوگوں نے انہیں اس میں اپنی حکومت و خلافت کے لئے ان کے نام شامل کرلئے' یہ سارا مخمصہ حکومت اور خلافت رسول کے حصول کے لئے پیدا کیا گیا' بعد میں یہی وجہ خلافت اُمویہ اور خلافت عباسیہ کی حکومتوں کی بنی' اس طرح اسلام میں ''سنی اور شیعہ'' کی تفریق پیدا ہوئی۔ بعد میں شیعوں نے اسے مذہبی رنگ دے کر مذہب کا ایک حصہ ہی بنا دیا' جبکہ یہ سیاسی حکمرانی اور خلافۃ رسول کے حصول کی رسہ کشی کا حصہ ہے۔

مگر خلیفۃ اللہ مہدی کا معاملہ خلافت رسول کے جیسا نہیں ہے' اور خلافۃ اللہ میں سیاست اور حکمرانی کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا اس لئے اس کے مدعی بہت کم ہوتے ہیں کیونکہ اس میں مالی منفعت کے بجائے ذمہ داری جوابدہی ہوتی ہے' اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ مدعی مہدی کم منتظر مہدی سبھی ہیں۔ اور اسلام کا ہر فرقہ مہدی کے اپنا ہونے کا دعوی رکھتا ہے اور تو اور شیعہ نے پہلے اپنا مہدی متعین اور مخصوص کر رکھا ہے جو کسی وقت ظاہر ہو جائیں گے معنی ان کے پاس ایک مہدی پہلے سے موجود ہیں۔ سنی کہتے ہیں مہدی انکے ہیں' اگر دیکھا جائے آج سنی اور شیعہ میں اتنی شدت پسندی ہے کہ سنی شیعہ کے مہدی کو نہیں مانتے اور شیعہ سنی کے مہدی کو نہیں مانیں گے۔ اب یہ مسلہ اور پیچیدہ ہوا جاتا ہے کہ سنیوں میں وہابی' دیوبندی' تبلیغی' بریلیوی' سلافیہ وغیرہ مانتے ہیں کہ اُن کا اسلام اور ایمان حقیقی ہے اس طرح وہ ایک دوسرے کے مہدی کو نہیں مانیں گے۔ اور شیعہ میں اثنا عشریہ' آزرداری' نقوی' بوہرہ' آغا خانی جیسے گروہ ہیں جو ایک دوسرے کے مہدی کو نہیں مانیں گے۔ **لہٰذا اس طرح حضور نبیٔ کریم ﷺ کے فرمان کو دیکھیں تو 9 نویں صدی میں بعثت مہدی میراں سید محمد مہدی موعودؑ کے بحثیت ہو چکی ہے اور یہ مسلہ ہمیشہ کے لئے مذہبی حیثیت سے ختم ہو چکا ہے۔** اب ایک ایسے مہدی کا انتظار ہو رہا ہے جو سیاسی رہنما اور جنگجو ہو جو انکے اپنے عقاید کے مطابق ہو' وہ اس لئے کہ

مسلمانوں کا ہر گروہ اپنا ایک طریقہ عقیدہ اور اصولی گروہ اور جماعت بنا چکا ہے اور مہدی کو ان کے عقیدے خیال اور نظر ئے کے مطابق ہونا چاہئے ۔اس طرح کفار ومشرکین سے پہلے ان کے مہدی کو خود انکے جماعتی و گروہی نظام کا مقابلہ کرنا ہوگا ۔جبکہ مہدی موعودآخرالزماں خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ "مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ" کی بنیاد پر اللہ حکم سے اپنا مہدی موعودؑ ہونا ثابت کر چکے ہیں ۔اس لحاظ سے مہدویت گروہی وعقایدی جماعت کے بجائے قرآن وسنت رسول ﷺ کی بنیاد پر قایم ہو چکی ہے ۔اب اس حقیقی مہدویت کی تصدیق حضرت عیسی علیہ السلام ہی کریں گے ۔اس کا طریقہ اور ضرورت بھی مہدی موعودؑ آخرالزماں نے بتادیا ہے کہ "**میرے لوگ یعنی مصدق مہدی حضرت عیسی سے ملاقات کرینگے**" یعنی تا قام قیامت مہدوی مصدق رہنگے چاہے ایمان وعقیدہ ورا عمال کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں ۔اور حدیث میں بھی اس بات کا اشارہ ہے کہ "حضرت عیسی آینگے تو مہدی امام کی "(مہدویہ امام کی) اقتداء کرینگے" ۔ان دواقوال میں حقیقی مہدی کی شناخت پوشیدہ ہے ۔کیونکہ جن گروہوں کو مہدی کا انتظار ہے وہ حضرت عیسی کے سامنے اپنا کوئی مہدی تو پیش نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ان کی آمد کے منتظر بیٹھے ہیں وہ کس طرح اپنا مہدی امام پیش کرسکینگے' کیونکہ رسول ﷺ کے مطابق چودہ صدیاں گزر چکیں اور آثار قیامت ظاہر ہو چکے ہیں ۔جبکہ قوم مہدویہ کے پاس "قرآن و سنت رسول کی اتباع پر دعوی کرنے والے مہدی موعود مہدی کی آمد وگزشت ہو چکی ہے" اور یہی ہے **القرآن والمھدیؑ امامنا آمنا و صدقنا** یہی کلمہ سنی اور شیعہ تضاد کے خاتمے کی بنیاد اور Culmination انتہا ہے ۔لیکن اسلام کی چودہ صدیوں کی تفریق وتقسیم تو اتنی آسانی سے مٹنے والی نہیں ! جس طرح بعثت اسلام کے باوجود یہودیت ونصرانیت باقی ہے اسی طرح یہ سنی اور شیعہ تضاد باقی رہیگا ۔

بعثت مہدی موعودؑ کو 9 نویں صدی ہجری میں ہی کیوں ہونا اللہ کے رسولؐ نے بیان کیا؟ اس کے لئے ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کے بعد کے سات آٹھ سو برسوں کی تاریخ اسلام جھوٹے علمائے اسلام کی زور آمائیاں جھوٹے صوفیوں کی بدعتوں کے علاوہ محدثوں مفسروں کی بحث وتکرار اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے واقعات فقہی مسایل میں دلیل حجت اور بحث کا بغور جایزہ لینے کے بعد نویں 9 صدی ہجری میں اچانک مسلمانوں کے اعمال احوال اور گروہی صف بندی کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اچانک مسلمانوں میں ایک تغیر وتبدل کی کیفیت نظر آتی ہے ۔پہلے کے سات آٹھ صدیوں میں جو مقابلے مناظرے ہو رہے تھے ان کا رُخ اس وقت بدل گیا جب مہدی موعودؑ کی بعثت ہوئی اور ان تمام بحث مباحث کو بدعت رسم و رواج اور علمی خرافات کی بے قاعدگیوں پر مہدیؑ نے ضرب لگائی اور عہد نبوی ؐ کا اسلام پیش کیا اور بتایا کہ تم جس اسلام کی تعلیم وتبلیغ کر رہے ہو وہ حقیقی اسلام ہے ہی نہیں حقیقی اسلام بحث ومباحث مناظرہ ومقابلہ کا مذہب نہیں ہے بلکہ عمل بہ اخلاص کا مذہب ہے ۔تو یکا یک عالموں اور صوفیوں کی سوچ اور فکر کا دھارا بدل گیا' جو تھوڑا علم رکھتے تھے انہوں نے السام کے جماعتیں اور فرقے بنانے اور تشکیل دینے شروع کردے اور جھوٹے عالموں نے مخالفت اور مخاصمت شروع کردی جیسا کہ ان کی فطرت ہے ۔مگر مہدی موعودؑ کے دایروں

کے نظام اور طرز زندگی کو ان فرقوں اور جماعتوں ایک آزادانہ نظام اور طرز کے بطور پیش کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کی مذہبی سوچ میں آزادادنہ فکر ونظر کا نظام معرض وجود میں آ گیا' جب بھی انسان خدائی نظام کے مقابلے میں اپنا ایک الگ نظام بنا کر دنیا میں پیش کرتا ہے اس کے نتائج برے اور نقایص بھرے ہی ہوئے ہیں۔اس انسانی فطرت سے خالق یا رب العالمین واقف ہے اور اسی لئے ہر زمانے میں انسان کی آزمایش کرتا آیا کہ دیکھیں اب یہ بندے کیا کر رہے ہیں۔اور انسانوں کو وہی کرنا ہے جو ان کا نفس انہیں کرنے کو کہتا ہے اور خدائی نظام یا نبی رسول اللہ کے خلفاء کے مقابل اپنا نظام بناتے آئے ہیں۔اسی لئے اللہ تعالی چند خاص لوگوں کو قوموں کو بطور مومن ان میں سے چن لیتا ہے باقی کو مسلمان' منافق' کافر' مشرک' دہریہ جاہل بے دین کے مراتب دئے جاتے ہیں جن کا فیصلہ بروز محشر رکھا گیا ہے' اور یہ طبقات ہر قوم میں ہوتے ہیں۔

کیا سورۂ الرعد سورہ دیدار ہے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اس کی معجزہ نمایوں کو جس قانون قدرت کے ساتھ پیش فرمایا ہے وہ اس کے خالق عالم ہونے کا بھی ایک ثبوت ہے جو ہر زاوئے سے ایک معجزہ ہے۔ہم نے اسی حقیقت کی تلاش میں نزول قرآن اور ترتیب قرآن میں چند ایک حقیقتوں کو محسوس کیا اور تلاش کیا' ان میں میراں حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود آخر الزماں کا خلیفۃ اللہ اور تابع تام رسول اللہ ﷺ ہونا ہے جن کا آپؑ نے خدا کے حکم سے وعدہ فرمایا تھا۔اگر ہم نزول اور ترتیب کی حقیقت کو سمجھتے ہیں تو گویا اللہ تعالی کے پیغام کی حقیقت کو سمجھتے ہیں۔اس سے پہلے بھی ہم نے دیکھا کہ قرآن کی ابتداء سورۂ فاتحہ سے ہوتی ہے اور سورہ الناس پر ختم ہے یہ وہ ترتیب ہے جس پر تمام اُمت مسلمہ متفق ہے کہ یہ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل کے کہنے کے مطابق لوح محفوظ کی ترتیب پر صحابہ رضوان اللہ علیہا جمعین کو محفوظ کرائی تھی۔مگر!! نزول قرآن بالکل مختلف طریق پر ہوا ہے یعنی مکی دور میں پہلے چھوٹی چھوٹی سورتیں بیان ہوئیں بعد میں درمیانی اسکے بعد مدنی دور نبوت میں طویل سورتیں نازل ہوئیں جنہیں **السبع الطول** ۔سات بڑی سورتیں کہا جاتا ہے۔سب سے پہلے سورۂ العلق **اقـراء بسـم** نازل ہوئی اس کے بعد دوسری سورہ القلم تیسری مزمل چوتھی مدثر اور پانچویں سورۂ فاتحہ۔نزول کے اعتبار سے سورہ قدر پچیسویں سورہ ہے' مگر ترتیب قرآن کی 114 سورتوں میں 97 مقام پر ہے' اسی طرح سورہ علق سب سے پہلے نازل ہوئی لیکن ترتیب میں 96 سورہ قلم دوسری ہے مگر ترتیب میں 68 مزمل تیسری سورۃ نازل ہوئی ترتیب میں 73 مدثر 74 نمبر پر ہے سورہ فاتحہ ایک۔اس کے بعد درمیانی بعد میں طویل سورتیں نازل ہوئیں۔حالانکہ مقطعات یا فواتح شروع کی سورہ بقرہ' آل عمران و دیگر سورتوں میں ہیں' لیکن نزول کے اعتبار سے پہلا مقطعہ ''نٓ '' ہے' دوسری تنزیل سورہ قلم 68 ویں مقام پر' یہ دوسری تنزیل تھی سورہ علق کے بعد۔اس کے بعد'' قٓ ''کا نزول 34 ویں سورۃ میں ہوا ہے مگر قرآن میں 50 ویں نمبر پر ہے' بعد میں ''صٓ ''38 ویں سورہ ہے اور اس کا نزول بھی 38 واں ہے۔'' الٓمٓصٓ ''جو 7 ویں سورہ الاعراف ہے اس سورۃ کا نزول 39 واں ہے۔اس کے بعد ''حٰـــــمٓ '' 40 سے 46 واں نزول ہے جو سورہ المومنوں سے الحقاف 60 سے 66 سورتوں تک ہے۔

کٓھٰیٰعٓصٓ کا نزول 44واں سورۂ مریم 19 ویں سورۃ میں طٰہٰ 45واں نزول سورہ نمبر 20' طٰسٓمٓ' طٰسٓ 48'47 '49 واں نزول سورہ 26'27'28 اور" الٓـــــرٰ " 51'52'53'54'72 نزول اور سورہ 10'11'12'14'15 ہے۔ الٓـــــمٓ 57'75'84'85'87'89 واں نزول اور سورہ 2'3'29.'30'31'32 ہے۔جیسا کے معلوم ہے مدنی سورہ بعد میں نازل ہوئیں اس سے پہلے مکی سورتوں کا نزول ہوا' انہیں درمیان میں اور آخر میں رکھا گیا' ایمان اعتقاد اور ادبی لحاظ سے یہ ترتیب بالکل موضوں اور صحیح ہے' دوسری بات اس میں یہ ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ کے واحد و مختار کل ہونے کا پیغام دیا اس وقت نہ صرف عربی معاشرہ شرک و بت پرستی میں مبتلا تھا بلکہ ساری دنیا خالق کل اور معبود اعلی کے اعتقاد کو یکسر بھلا چکی تھی' ان لوگوں کے سامنے از سر نو پیغام انبیاء کی تجدید اور اصلاح معاشرت کا پیغام دینا طوفان سے ٹکرانے جیسا تھا' تو ہمات شرک و بت پرستی انسانیت کی رگ و پے میں سرایئت کر گئی تھی' ہولناک عذاب جہنم سرزنش پھٹکار گناہوں میں مبتلا انسانیت کے لئے وحشت و محشر کے حساب و کتاب کی جواب دہی پیغام وعدہ وعید کے بیان کے بغیر ممکن نہ تھا لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کے مکی سورتوں میں یہ پیغام پورے دبدبے اور جلال کے ساتھ ہے۔اس کے بعد جب تو ہمات و شرک سے انسانیت کی اصلاح و تصحیح کر دی گئی تو مدنی سورتوں میں واقعات قصص انبیاء' نیک اور صالح لوگوں کے حالات اور بدکاروں گنہگاروں پر عذاب اور نیکوکاروں پر عطا و بخشش کے بیانوں سے انکی تبلیغ و اصلاح کی گئی ہے۔جب اللہ تعالی نے بندوں کے اعمال و احوال میں اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ ایک پاک و صاف معاشرے کی بنیاد رکھدی تو دوسرا مرحلہ ان کے اندر روحانیت اور معرفت الٰہی کے اوصاف پیدا کرنے کا تھا لہٰذا جب اوصاف حمیدہ جگا دئے گئے تو راہ معرفت کی طرف پیش رفت کے لئے معراج کا حال بیان ہوا کہ کس طرح اللہ تعالی سے تعلق مضبوط کیا جا سکتا ہے اور اس کے لئے اوصاف کیسے ہونے چاہئے' اس کے بعد سورہ الرعد میں دیدار اور بینائی کی کیفیات اور شرائط بیان ہوئی' اس کے بعد آخر میں اس کے حق ہونے اور اس کے لئے یقین و اعتقاد پیدا کئے جانے کی تعلیم حدیث جبرائیل میں دی گئی۔اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مقطعہ " الٓـــمٓرٰ " جو 13 ویں سورہ الرعد میں ہے' اور یہ سورہ مدنی ہے اور اس میں ایک سجدہ بھی آیا ہے' اور ہماری اس وقت توجہ کا موضوع ہے۔اس سے پہلے ہم نے کہا کہ حضو ﷺ کو معراج مکی زندگی کے آخری ایام یعنی ہجرت سے سولہ مہینے پہلے ہوئی اسی طرح حدیث جبرائیل یا حدیث احسان کا بیان آپؐ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے 81 دن پہلے ہوا' اس حدیث میں "دیدار" کی بات ہے۔اس مقطعہ "الٓمٓرٰ " کی تنزیل میں دیکھیں یہ ترتیب کے لحاظ سے ہے تو 13 ویں سورہ الرعد میں مگر" ان تمام مقطعات کی سورتوں کے نزول میں اور اس میں ایک واضح فرق ہے" وہ یہ کہ سورۂ الرعد کا نزول 96 ویں سورہ کے طور پر مدینہ منورہ میں ہوا ہے۔یعنی وہ تمام سورتیں جن میں "مقطعات آئے ہیں" **"ان میں یہ آخری سورۃ ہے**' اور اس میں ایک سجدہ بھی ہے۔اور ہم نے "الٓـــمٓرٰ " کا خلاصہ مجھے دیکھو یا میری جمال قدرت میں مجھے دیکھو کے معنوں میں کیا ہے۔ہمارا کہنا یہ ہے کہ دیدار کے بیان کے تمام معاملات آخر میں یا اسلام و ایمان کے بیانوں کی "انتہا پر" کئے گئے ہیں۔معراج مکی زندگی کے آخر میں' حدیث احسان آپ ﷺ کی حیات کے آخری ایام میں' اور "الٓمٓرٰ"

مجھے دیکھو یا میرا دیدار کرو کا بیان مقطعات یا اسرار خداوندی کی مہروں یا اسم اعظم کی حقیقتوں کی سورتوں کے آخری سورۃ میں ۔اور اس میں ایک سجدہ کا ہونا اشارہ کرتا ہے کہ خلائق کو خدا ماننے سے نہیں بلکہ خالق کی تخلیقات میں اس کے جلوؤں کو اور اس کے آگے سر بہ سجود ہو جاؤ واسجدو واقترب سجدہ کیجیے اور قریب ہو جائے (علق)۔الٓمٓرٰ چار حروف ہیں الف ,لام میم , رے۔زبان عربی میں الیف لام '' اَلْ '' حرف تعریف ہے یہ نکرہ Common کو معرفہ Proper Noun بنانے کے لئے آتا ہے ۔اس کی دو قسمیں ہیں عہدیہ اور جنسیہ' عہدیہ وہ جس سے کسی شے معہودہ کی طرف اشارہ کیا جائے خواہ وہ معہودہ ذہنی ہی ہو یا خارجی ۔اب میم اور را کو سمجھنے کے لئے میم اور رے سے شروع ہونے والے چند الفاظ کی ترکیب استعمال کے معنی کو سمجھتے ہیں ۔

مرآت معنی آینہ' آرسی' منہ دیکھنے کا شیشہ ۔ یعنی کسی شے یا نظر سے دیکھنے کی معنی

مراجعت معنی واپسی 'رجوع' لوٹنا' اسے نظر کے واپس لوٹنے سے مراد لیں

مراحل معنی منزلیں 'درجے 'مراد 'مطلب' مقصد' غرض 'آرزو 'مفہوم 'منشا ان کو درجات کی بلندی سے مقصد یا منشا حاصل کرنے میں لیں جیسے نظر سے دیکھنا

مراعات معنی نگاہ رکھنا ' کنکھیوں سے دیکھنا ' مروت ' توجہ ' سلوک

مرعی معنی ریاست کیا گیا ' لحاظ کیا گیا ' حکومت کیا گیا

ان تمام الفاظ کے معنی جو میم اور را سے شروع ہیں وہ انسانی صفت نگاہ سے اور دیکھنے کے معنوں میں ہیں یعنی دیدار کے معنوں میں ہیں معنی جس طرح صحابہؓ کے اقوال الٓرٰ کے متعلق اللہ کا دیکھنا ہے اسی طرح الٓمّٓرٰ کے معنی انسان کا شیشہ میں دیکھنا 'رجوع کرنا آرزو کرنا درجے بلند کرنا نگاہ سے دیکھنا' جیسے معنوں میں بیان ہوا ہے ۔اب دیکھیں لغات عربی میں لفظ مُرْ تَـقِبُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر مرفوع ہے رَقَبٌ مادہ' انتظار کرنے والے یا دیکھنے والے ایک لفظ مَرْ جِعُهُمْ ہے مرجع مصدر مرفوع ھم مضاف الیہ معنی ان کا لوٹنا ان کا لوٹایا جانا ہے (جیسے نظر کا لوٹنا یا لوٹایا جانا ۔یا تم دیکھو یا اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے)مَرْ جِعُكُمْ مصدر مضاف كُمْ ضمیر مخاطب مضاف الیہ' دوبارہ تمہارا لوٹنا یا تمہارا لوٹایا جانا (یا نظر کا لوٹنا) رجوع کا اصل معنی لوٹنا ہے۔مَـرْ جُوًّا خوف اور امید دونوں معنوں میں آتا ہے ہم اُمید کے معنوں میں لیں کے دیدار کی اُمید ۔ان کا حاصل یہ ہے کہ میم اور را جہاں آیا ہے الفاظ کے معنی لوٹنے دیکھنے اور امید کے معنے میں ہے جب اس میں الیف اور لام ملایا گیا تو یہ الٓـمّٓـرٰ بنا تو ایک ذہنی وخارجی معنی قلب سے یا سر کی آنکھوں سے ایک معین عہد معہودہ یا نویں 9 صدی ہجری میں بصیرت کی امید بنا جہاں پر حدیث احسان کا مفہوم واضح کیا گیا مہدی موعود آخرالزماں علیہ السلام کے ذریعہ ۔حضور نبی کریم ﷺ کے اسمائے گرامی تین کیفیات پر ہیں 1) صفاتی جیسے محمد ' احمد ' محمود ' مشھود ' متین ' مہدی۔ 2) طٰه ' یسین ' طسین جو قرآن میں اسمائے اشارہ ہیں۔ 3) خطابی یہ وہ اسماء ہیں جن سے اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو خطاب کیا ہے مزمل ' مدثر ' بشیرٌ ' نذیرٌ ۔اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صفاتی نام 'مہدی''

سے اپنے تابع خلیفۃ اللہ مہدی آخرالزماں کوخطاب کیا ہے مہدی معنی ہدایت کیا ہوا یعنی وہ جنہیں پہلے سے ہدایت دی جاچکی ہو اس سے مہدی موعود آخرالزماں کی اہمیت اور خصوصیت ظاہر ہوتی ہے۔لہٰذا اَلْمّرٰ جو قرآن کی سورہ الرعد میں ہے جو آخری نزول کی سورتوں میں ہے یہ مہدی کی اس دعوت کی طرف اشارہ ہے جو بصیرت یا طلب دیدار کی تعلیم ہے۔جس کا ذکر سورہ یوسف کی ۱۰۸ ویں آیت میں ہوا ہے۔اس سلسلے کی آخری کڑی سورۃ البینہ ہے جس کا نزول ہوا 98 سورۃ کے طور پر مگر ! ترتیب میں 100 نمبر پر ہے یعنی اس کے نزول و ترتیب میں زیادہ فرق نہیں ہے اس میں کہا گیا کہ حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ یہاں تک کہ ان کے پاس آئے کھلی دلیل رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً اللہ کا رسول پاکیزہ صحیفے پڑھتا ہوا فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ اس میں لکھے ہوئے مضبوط (کھلے) احکام ہوں وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ اور اہل کتاب فرقوں میں بٹ گئے ان کے پاس کتاب آنے کے بعد اور اس کے بعد بھی جب ان کے پاس کھلی دلیل (اللہ کا رسول یا خلیفہ) آ گیا۔وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ اور انہیں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لئے خالص کرتے ہوئے دین (بندگی) نہایت مضبوطی سے۔.حُنَفَآءَ (یک رخ ہوکر) لہٰذا مکی دور میں بعثت مہدیٔ موعود آخرالزماں کا ذکر ہوا ہی نہیں اور مدینہ منورہ میں بھی ابتدائی دور میں اس بعثت کا ذکر نہیں ہے۔احادیث میں برف پر رینگتے ہوئے جاکر مہدیٔ کی بیعت کرنا' کالی جھنڈیوں کا ذکر'مہدیٔ کا مال جھولی بھر کر دینے کا ذکر اور عترت فاطمہ میں ہونے کا ذکر مدینہ کے ابتدائی ایام کے معاملات نہیں ہو سکتے کیونکہ منافقوں کی کارستانیوں کفار مشرکین یہود و نصاری سے معرکہ غزوات جیسے پر آشوب حالات تھے آخرکار 20 رمضان 8 ہجری میں مکہ فتح ہو گیا اُس کے بعد اسلام کا غلبہ ہو گیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ مخصوص کو ایسے معاملات کی تعلیم دی جو معرفت الٰہی سے متعلق تھیں۔بے شک اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے مگر کبھی کبھی انسانی احوال و معاملات میں مصلحت خداوندی ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔مدارج النبوہ جلد ا صفحہ ۳۷'۳۸۔بحوالہ مقدمہ سراج البصار ۶۰۔حضور ﷺ کے متعلق ہے کہ :(نبوت کے ابتداء میں) تین سال تک یہ حال تھا کہ حضورؐ اس امر (تبلیغ دین) کے پوشیدہ رکھنے اور صبر کرنے پر معمور تھے یہاں تک کہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ الحجر ۱۵/۹۴ اظہار کر اس کا جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے اپنی دعوت کو آشکار کر مشرکین سے روگردانی نہ کر۔ایسا ہی معاملہ مہدی موعود کے ساتھ بھی پیش آیا'' آپؐ کی تمام عمر تبلیغ کلام اللہ و اتباع رسول اللہؐ میں گزری۔آپؐ کی مدت دعوت 23 سال ہے 18 برس دعوی غیر موکد کے 5 برس دعویٰ موکد کے جیسا کہ شواہد الولایت میں امام علیہ السلام سے مروی ہے کہ :اٹھارہ سال سے بندہ کو حکم غیر موکد تھا کہ تو مہدیٔ موعود ہے دعوی کر اور اظہار کر بندہ نے اس کو ہضم کیا' پانچ سال ہوتے ہیں کہ امر موکد ہوتا ہے اور عتاب ہوتا ہے کہ اے سید محمد تو مہدیٔ موعود ہے اظہار کر'' ۔........دعوی کو غیر موکد اس اعتبار سے کہا گیا کہ آپؐ نے اپنے ''منکر'' کے لئے مَن کذب بالمھدی کا کوئی حکم نہیں سنایا تھا جب آپؐ نے اپنے منکر کو من کذب بالمھدی کا حکم سنایا تو آپؐ کا دعوی موکد ہو گیا۔(مقدمہ سراج البصار ۶۰)اس معاملے میں

بھی آپؑ نے حضورﷺ کی اتباع کی ہے کہ قرآن کی 18 آیات کریمہ سے ثبوت دیا۔اس طرح دعوی غیر موکدہ کے ہر سال ایک ایک آیت کے حساب سے قرآن سے ثبوت دیا ہے۔اور باقی پانچ سالوں میں یعنی آخری ایام ولایت میں ''طلب دیدار'' کوفرض قرار دیا۔18 سال تک حکم غیر موکدٗ18 دعوی غیر موکد 18 آیات کے ذریعہ اس کے بعد 63 سال عمر یعنی ان کی جمع 9 ہے۔ وصال 847ھ میں پیدائش 7+4+8= 19 =10۔اس کے بعد 910ھ میں وصال 10=0+1+9۔اور سال پیداش اور وصال کی جمع 10 برابر ہوگئے۔اس کے علاوہ عمر کے حاصل 9اور بعد پیدائش ووصال میں 10 کو جوڑیں 910 ہے۔اب اس کو کیا کہا جائے گا محض اتفاق ؟یا کہ ایسی باتیں خدا کے احوال ممکن ہیں۔اس کے علاوہ مہدیؑ موعود نے 5 سال دعوی موکد کےٗان میں ایک ملکہ مکرمہ رکن یمانی کے پاس ایک تاج خاں سالار کی مسجد احمد آباد میں اور ایک بڑلی شریف میں کل 3دعوی موکد۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ (سورہ الرعد۲)اللہ تعالی (ہر) کام کی تدبیر کرتا ہے اور وہ بیان کرتا ہے **نشانیاں** تا کہ تم رب سے ملنے کا یقین کرلو۔یہ راہ کی نشانیاں اور تدبیریں تو معاملات دنیا سے ہیں اور اللہ سے ملنے کا یقین ہونا بھی معاملات دنیا سے ہے مرنے کے بعد تو مخلصین کو خدا نظر آنا ایک حقیقت ہے۔تو معلوم ہوا کے اللہ ملنے (دیدار) کا یقین دنیا کا معاملہ ہے اس کے لئے اللہ کی نشانیوں میں غور وتدبر کرتے رہنا چاہے۔اس کا جواب خود اللہ تعالی آگے آیت 27 میں دیتا ہے۔''اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں متاع حقیر ہےٗاور کافر (انکار کرنے والے) کہتے ہیں ان پر اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اُتاری گئی ؟ آپ کہدیں بےشک اللہ گمراہ کرتا ہے (اپنے رستے سے) جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف اس کو راہ دکھاتا ہے جو (اس کی طرف) رجوع کرے (دیدار کے لئے) جو لوگ ایمان لائےٗاطمینان پاتے ہیں (دیدار سے؟) جن کے دل اللہ کی یا (ذکراللہ سے)ٗیادرکھو اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔(۲۹رعد) یہاں آیت ۲ میں لفظ بِلِقَآءِ آیا ہے جس کے معنی پیشیٗحاضری کے ہیں معنی بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ رب سے ملنا اُس کے آگے پیش ہونا حاضری دینا۔یہ حاضری دنیا کی ہےٗمرنے کے بعد تو مرضی یا بغیر مرضی کے حاضری ہونی ہی ہے۔بِلِقَآءِ قرآن مجید میں بَلٰى دو معنوں میں آتا ہے جب مفرد یا جملہ اول کی تصیح یا آزمائش کا اثبات کیا جارہا ہو یا عزت اہانت کا ابطال ہورہا ہو۔دوسری صورت یہ کہ پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد حکم پر اورزیادہ کردیا جائے۔اس طرح بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ دنیا میں پیشی یا حاضری کی دعوت پر زور دیا جانا ہوا۔جس کی وضاحت آیت ۲۷ میں ہوئی ہے کہ ''**جس کو چاہتا ہے اپنی طرف اس کو راہ دکھاتا ہےٗجو اس کی طرف رجوع کرے (طلب دیدار کرے) تا کہ ایمان لائے اور اطمینان حاصل ہو جو اللہ کے ذکر کی وجہ سے ہے**''۔اللہ تعالی نے قرآن میں اُس سے روبرو ہونے کے کئی معاملات قرآن میں بار بار بتائے ہیں ان میں ایک تخلیق آدمؑ پر ملا یک۔کا روبرو ہونا یا مخلوقات کا اجتماعٗ دوسرا کوہ طور پر موسیٰؑ کو جھاڑیوں سے روشنی یا نور کا پھوٹناٗ تیسرا حضورﷺ کا معراج میں روبرو ہونا چوتھا بروز قیامت حشر میں روبرو ہونا پانچواں جنتیوں کو دیدار ہونا۔اللہ کا جس چاہے راہ دکھانا ایسا ہے کہ جیسے اپنے حبیبؐ سے کہ'' آپ بھی بصیرت کی راہ کی دعوت دیں آپ کا تابع بھی دیگا''۔

انسان کی حیاتیاتی اور طبی نظر سے دیکھیں تو سائنس نے دماغ کو انسان کا بہترین عضو قرار دیا ہے بظاہر اس میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن اگر مذہبی و روحانی نظر سے دیکھیں تو انسان کی آنکھ انسان کا بہترین عضو ہے۔اور انسان کے جسم کے آلات میں بہتر کارگردگی و نتائج کا ذریعہ ہے۔جب تک آنکھ سوتی نہیں وہ ہزاروں نہیں لاکھوں اشیاء کو دیکھتی اُن کا جائزہ لیتی رہتی ہے دل دماغ ہاتھ پاؤں سبھی اس کے نتائج کے محتاج اور مرہون منت ہوتے ہیں انسان کا سونگھنا سننا بولنا کھانا پینا چلنا پھرنا سبھی وقتیہ اور محدود ہوتا ہے حتیٰ کہ دماغ بھی کچھ حد تک ہی کام کرتا ہے اور لگتا ہے دل ہمیشہ کام کر رہا ہے لیکن وہ صرف جسم سے آئے خون کے فاصد مادوں کو پھیپڑوں میں بھیجتا اور وہاں سے آئے صاف خون کو دماغ کی طرف بھیج دیتا ہے جو بعد میں دوبارہ سارے بدن میں رواں دواں ہوتا ہے اس طرح دل کا کام بھی محدود ہے۔لیکن آنکھ ایک اسکیانر scanner کی طرح ہے جو ہر پل ہر چیز کو اسکیان کر کے جسم کے سارے اعضاء کو باخبر کرتی رہتی ہے۔آنکھیں زمین آسمان چاند ستارے سورج ندی نالے سمندر ہوا پانی حیوان انسان جانور صحرا سبزہ بیاباں گرمی سردی اندھیرا اجالا سبھی آنکھوں کی بصارت کے ذریعہ انسان کو باخبر اور متحرک رکھتے ہیں۔اسی لئے قرآن میں اللہ تعالی نے انسان کو بہرہ گونگا کم عقل کم ظرف لنگڑا الولہ ہونے کا طعنہ نہیں دیا بلکہ جب کبھی عقل وادراک کی بات کہی یا انسان کی حکم عدولی کی تو انسان کو بارہا 'اندھا'' کہا ہے۔اس لئے کہ آنکھ جسم میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے اسے جسم کا آلہ کل کہا جاسکتا ہے ہے۔اور یہی بات ہے''بارہا''انسان کو اس اندھے پن کے نقص سے باخبر تو کیا ہے لیکن قرآن نے صرف ایک بار ایک ایسی بصیرت کی دعوت دی ہے جو تخلیق آدمؑ کے بعد کسی نبی مرسل یا اللہ کے رسولوں کو نہیں دی سوائے ذات محمد ﷺ اور ان کے تابع کے جو سورہ یوسف میں بیان ہوئی ہے حالانکہ ایسی آیات قرآن میں جا بجا ہیں کہ کیوں نہیں دیکھتے کیوں نہیں غور کرتے لیکن با ضابطہ دعوت ایک بار ہی دی ہے جسے **قرآن''بصیرت''کہتا ہے سوال یہ ہے کہ آنکھ کا ہی دیکھنا بصارت ہے تو پھر یہ کونسی بصیرت ہے جس کی دعوت دی گئی ہے۔**معلوم ہوا یہ خاص بصیرت کی بات ہے جسے بعد میں نویں صدی ہجری میں اللہ کے خلیفہ مہدی موعودؑ نے''دیدار'' کہا ہے یعنی بصارت کی انتہا 'دیدار' ہے۔

مدینہ منورہ میں کل 28 سورہ نازل ہوئے سورہ الرعد 96 ہے مدینہ میں پہلے نازل ہونے والا سورۃ بقرہ 87 ہے یعنی اس کے 9 نو سورتوں کے بعد ہی الرعد کا نزول کیوں؟اس بات کو الگ کر دیں سورۃ الرعد 96 نزول کے بعد 18 سورہ نازل ہوئے جس کی جمع بھی 8+1=9 ہے۔ایک تو نبوت کے آخری ایام میں الرعد کا نزول دوسرا حدیث احسان کا بیان اس حدیث کے نویں 9 صدی ہجری کا اشارہ کر رہا ہے۔**حدثنا عن ابی سعید خدریؓ قال خشینا ان یکون بعد نبینا حدثنا فسالنا نبیؐ ان فی اُمتی المھدی یخرج یعش خمسًا سبعًا تسعًا** یہ ترمذی کی حدیث ہے فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے مہدی میرے اُمت میں ہے وہ پیدا ہونگے اور پانچ سات یا نو سال اُن کی مدت ہوگی ۷/۲۳۲۱۔

نزول قرآن کا ایک دوسرا پہلو دیکھیں ! سورۂ الرعد کا نزول 96 اس کے بعد نازل ہونے والی سورۃ الرحمٰن 97 ہے

جسے عروس القرآن کہا گیا اور قرآن میں یہ واحد سورۃ ہے جو اسمائے صفات 'رحمٰن' کے اسم سے بیان ہوئی ہے اس کی آیات کا بیان ہماری تطبیق کو بامعنی بناتا ہے۔اس میں سب سے پہلے شروع اللہ کے نام ''رحمٰن'' سے ہے اس کے بالکل بعد معلم قرآن حضور نبی کریم ﷺ کا بیان ہے اور ان کے بعد ایک خلق الانسان کو پیدا کرنے کا بیان ہے جو مبین کلام اللہ مراد اللہ ہیں تابع تام رسول اللہ ﷺ خلیفۃ اللہ مہدیؑ موعود آخر الزماں ہیں۔ان کے بعد اللہ تعالی کی قدرت ربوبیت اس کے خالق کل ہونے کی مثالیں ہیں جیسے چاند ستاروں کو اعتدال سے ان کی مقررہ جگہوں پر رکھا جانا تا کہ وہ حساب سے معنی اللہ تعالے کے بتائے ہوئے مقررہ طریقے پر چلیں' درختوں کا اللہ کو سجدہ کرنا' آسمانوں کو ناپ تول کر بلند رکھنا تا متوازن رکھنا کہ زمین و آسمان میں بے اعتدالی نہ ہو' اور انسانوں کو پیغام کہ ہر چیز کو ناپ تول کر غور وخوص سے کرنا' زمین کو پیدا کرنا مخلوق کے لئے تا کہ اس میں پھل پھول اناج خوشبو کا ہونا تا کہ انسان اور اللہ کی نعمتوں کو نہ جھٹلائیں' انسان کو مٹی سے پیدا کرنا اور جنات (الجان کہا گیا ہے) کو خالص آگ کے شعلہ مارنے والی آگ سے پیدا کرنا' اللہ تعالی کا مشرق ومغرب کا رب ہونا' دو دریاوں کو آپس میں ملانا جو ایک دوسرے میں گڈمڈ نہ ہوں' آج سائنس اور بہت ساری تصاویر نے چودہ سو برس بتائی ہوئی اس حقیقت کو آشکار کیا ہے کہ دو سمندر کس طرح الگ ہوتے ہیں۔یہ مقام براعظم افریقہ اور امریکہ کے درمیان ہے۔حالانکہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا دنیا اس حقیقت سے واقف نہیں تھی اللہ تعالی نے یہ حقیقت انسانوں کو بتائی۔اس کی مثل ایک دوسری حقیقت ہے جو سورہ الرحمٰن کے بیان **علم القرآن** اور **خلق الانسان** کی حقیقت کو بیان کرتی ہے وہ ہے' مقصد دعوت بصیرت رسول ومہدی کو کہ رسول ومہدی کی بعثت دو الگ الگ زمانوں میں ہونے کے یعنی مہدی کا نویں 9 صدی میں مبوعث ہونے کے مقام ومرتبہ کیا ہے خاتم الانبیا ﷺ کا اور خاتم ولایت مقیدہ مخصوصہ کے امام خلیفۃ اللہ مہدی موعد آخر الزماں کا اور دونوں خاتمین کا نام بھی ایک ہونا اور رسول ﷺ کے مطابق مہدی کا آپؐ کے قدم بہ قدم چلنا۔سمندر میں سے موتی اور مرجان کا نکلنا انسانوں کی مالی منفعت کے لئے بلند جہازوں کا سمندروں پر تیرنا' اور زمین پر (ایک مدت معینہ پر) ہر چیز کا فناء ہونا' اور **صرف اللہ تعالی کا باقی رہنا** اور سبھی آسمانوں اور زمین والوں کا اسی سے حاجتیں طلب کرنا۔ان تمام بیانوں اور بصیرتوں کی دعوت عام کے بعد ایک آیت ایسی ہے جو اس سورۃ کو عروس القرآن بناتی ہے وہ ہے **كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَانٍ** (۲۹ الرحمٰن) **ہر روز اُس کا ایک نئی شان سے تجلی فرمانا**۔اس کے بیان کے بعد والی آیت میں اس کی وضاحت ہے جو اللہ تعالی قدرت تجلیات ربوبیت کی راعنائیوں میں غور کرتے ہیں وہ جو رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں (بہ لحاظ ادب) انہیں دو جنتوں کا وعدہ ہے کہ جس میں حوریں ہیں اور باغات ہیں جس میں تخت بچھے ہیں۔**اور سورۂ الرحمٰن میں سوائے اللہ تعالی کے ہر شئے میں دوئی کا بیان ہوا ہے یہی اس کی اصل ہے یعنی اللہ کی قدرت میں کسی کی شراکت نہیں وہ واحد و یکتا ہے** آخر میں اللہ تعالی کے نام کا بابرکت ہونا بڑی عظمت والا ہونا اور اس کا احسان فرمانا۔یہاں اس سورۃ مبارکہ کو سورہ الرعد کے بعد نزول کرنے کی حکمت معلوم ہو رہی ہے کہ جس میں دعوت بصیرت دی گئی ہے ان دونوں سورتوں میں۔اس لئے سورہ الرعد کو سورہ یوسف کے بعد ترتیب قرآن میں رکھا جس کا نزول 53 ہے اور اس میں اللہ

کے رسول ﷺ اور انکے تابع کو دعوت بصیرت کا ذمہ دیا گیا ہے اور سورۂ الرحمٰن کے مقام 97 پر سورۃ القدر کو رکھا کہ جس کی ایک رات کی عبادت کا صلہ ایک ہزار مہینے کا کہ جس میں وحی کے خاتمہ کے بعد سال میں ایک بار حضرت جبرئیل فرشتوں کے غول کے ساتھ زمین پر آتے ہیں ۔اور یہیں پر بات ختم نہیں کی بلکہ سورۂ الرحمٰن کے بعد سورہ واقعہ ہے جس میں دو جماعتوں کا ذکر ہے ایک جو پہلوں میں سے صحابہؓ رسول ﷺ کی اور دوسری جماعت پچھلوں میں سے تابع رسول مہدی موعود آخر الزماں کے صحابہؓ کی ۔ایک اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھنے اور ایمان لانے والے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ من رانی فقد را اللہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا اور دوسرے اللہ کا دیدار کر کے عبادت کرنے والے مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ ''بندے کا بھیجا جانا ہی دعوت دیدار کے لئے ہے''۔اس طرح نزول وترتیب قرآن میں فہم وادراک کے نور کا بحر بیکراں رواں ہے قیامت تک اس کے نئے نکات سامنے آتے رہیں گے۔

پہلے ہم نے خیال کیا کہ صرف سورہ الرعد سورۃ دیدار ہے مگر بعد میں دوبارہ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کی ایک دوسری اور بڑی اہم خصوصیت بھی ہے جو نزول قرآن کے وقت بیان ہوئی ہے۔جس طرح سورہ الرعد میں صرف اللہ کی عظمت و قدرت کا بیان ہوا ہے بالکل اسی طرح سورہ الرحمٰن میں بیان ہے۔اب سے اس ترتیب میں دیکھیں سورہ محمد 95 نازل ہوئی سورہ الرعد 96 اور سورہ الرحمٰن 97 یعنی ایک کے بعد ایک ان تینوں سورتوں کے بعد 100 واں نزول سورۃ البینہ کا ہے یہ تمام مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی نبوت کے دور کی آخری سورتوں میں ہیں۔اس تسلسل کو سمجھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی آخر الزماں حضور محمد ﷺ کا مقام اور ختمیت انبیاء کی اصل کیا ہے۔دنیاں میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی رسول مبوث ہوئے اور قرآن میں 25 انبیاء کا ذکر ہوا ان میں کچھ جلیل القدر پیغمبر و رسول ہیں۔ان میں محمد ﷺ کا ذکر بھی ہے اور انہیں پر قرآن نازل ہوا جو آخری نبی رسول و پیغمبر ہیں مگر ان تمام انبیاء و مرسلین میں آپ ﷺ کا مرتبہ بلندترین ہونا صرف ایک بات پر ہے اور وہ ہے آپ ﷺ کو معراج کے لئے بلایا جانا اور اللہ کا دیدار کرایا جانا' یہ مقام اور مرتبہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا مرسلین کو نصیب نہیں ہے صرف یہی ایک معاملہ آپ ﷺ کو انبیاء و مرسلین میں ممتاز کرتا ہے جو کسی کو نصیب نہ ہوا وہ محمد ﷺ کو نصیب ہوا۔اب نزول قرآن کی ترتیب دیکھیں سورہ محمد 95 سورہ الرعد 96 سورہ الرحمٰن 97۔سورہ محمد میں بیان زیادہ تر عذاب جہنم کا ہوا ہے اور اُمت کا اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ایمان پر مستقل نہ ہونے کا بیان اس کی شروع کی آیات میں ہی کر دیا گیا۔اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (محمد ا)جنہوں نے (خود بھی) حق کا انکار کیا اور (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے رہے اللہ نے ان کے عملوں کو برباد کر دیا۔.......اور جو لوگ ایمان لائے نیک عمل کرتے رہے جو اتارا گیا محمد (ﷺ) پر وہی حق ان کے رب کی طرف سے اللہ تعالی نے دور کر دیں ان سے برائیاں اور سنوار دیا ان کی حالت کو۔اس لئے کہ جنہوں نے کفر کیا وہ باطل کی پیروی کرتے تھے اور جو ایمان لائے تھے وہ حق کی پیروی کرتے تھے جو ان کے رب کی طرف سے تھا''۔اب کچھ ایسا ہی بیان ہوتا ہے اس کے بعد والی 100 ویں

نزول سورہ البینہ میں ''جن لوگوں نے اہل کتاب (جن میں اہل قرآن بھی شامل ہیں) میں سے کفر کیا (وہ) اور مشرکین (کفر سے) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ نہ آجائے ان کے پاس ایک روشن دلیل ۔ایک رسول اللہ کی طرف سے جو انہیں پڑھ کر سنائے پاک صحیفے جن میں لکھی ہوں سچی اور درست باتیں ۔اور نہیں بٹے فرقوں میں اہل کتاب (اہل قرآن بھی) مگر اس کے بعد کہ آگئی ان کے پاس روشن دلیل ۔(سورہ بینہ) سورہ محمد کی آیت 16 میں ''ان کے عملوں کو برباد کردیا'' سے معلوم ہوگا کہ شرک کا فتو اللہ رسول کے احکام پر عمل نہیں کرتے عمل کرنے والے اسلام قبول کرنے والے ہوئے اور اللہ کا یہ کہنا کہ ''ان کے عملوں کو برباد کردیا'' بتاتا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال کی اللہ تعالی کے پاس کوئی قدرو قیمت نہیں بظاہر وہ مسلمان ہیں ۔اس کے بعد سورہ محمد کی شروع کی آیات اور سورہ بینہ میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ مسلمان تو سبھی ہوتے ہیں مگر ایمان والے کم ہوتے ہیں ۔یہاں پر دوبارہ سورہ واقعہ کی آیات ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ ....قَلِيْلٌ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ کی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کچھ اگلوں میں کچھ بعد میں آنے والوں میں ایسے لوگ ہونگے جو ایمان میں کامل ہونگے ۔سورہ محمدؐ کی شروع کی آیات کہ ضمن میں ابن مردویہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (محمد ا) یہ قریش کے بارے میں نازل ہوئی ۔اس کے بعد کی آیت وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے مراد مدینے منورہ کے انصار ہیں ۔مگر سورہ واقعہ کی آیات'' کچھ اگلوں میں سے ...کچھ پچھلوں میں سے'' کچھ اور حقیقت بیان کررہی ہے ۔یہ صحابہ رسو ﷺ اور صحابہ مہدی موعود آخرالزماں کے اصحابؓ ہیں ۔ان آیات میں اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ کے متعلق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالی کفر کے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں فرماتا ۔اور وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ کے معنی اللہ تعالی نے ان کے معاملات کو سنوار دیا ہے ۔ان اعمال کا سنوارنا تبھی ہوگا جب وہ ایمان میں کامل ہونگے اور جنہوں نے اسلام کے ساتھ کفر کیا معنی اللہ اور رسول ﷺ کے کسی حکم کا انکار کیا اُن کے اعمال اکارت جائیں گے ۔اب اس کے بعد ہم پھر سے دیکھتے ہیں سورۃ محمد بالرعد اور الرحمٰن کی ترتیب نزول کو جیسے کہا کہ سورہ محمد میں جہنم اور عذاب کا ذیادہ بیان ہے اس کے بعد والی دونوں سورتوں رعد اور رحمٰن میں انبیاء کے واقعات قصالیس کے بیان نہیں ہیں دونوں سورتوں میں اللہ تعالی کی عظمت بزرگی قدرت برتری اس کی ربوبیت کا بیان ہے یعنی دعوت دیدار کا بیان جیسا کہ ہم نے لکھا ہے ''الرحمٰن'' الٓر حٰمٓ نٓ کا مرکب ہے یعنی میں اللہ عالم ہوں دیکھ رہا ہوں حی قیوم ہوں معنی ہمیشہ قایم ہمیشہ زندہ ہوں کائنات کے ہر گوشے میں میں دکھائی دیتا ہوں کیونکہ میں عرض وسماں کا نور ہوں ۔ظاہر ہے اس کے نور سے ہی کائینات کا وجود ہے ۔اور سورہ الرحمٰن میں جس خلق الانسان علمه البيان کا ذکر اور وعدہ ہے وہ پورا کئے جانے کی بات ان تین سورتوں کے بعد 100 ویں نزول والی سورہ البینہ میں کیا کہ وہ بینہ وہ ہوگا جو ''ایک رسول کی طرف سے (آئے گا) جو انہیں پڑھ کر سنائے گا پاک صحیفے ......جب اُمت (لوگ) فرقوں میں بٹے ہونگے ۔سورہ بینہ میں بڑا مبین اور باریک بیان ہے ر:سُوْلٌ مِنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُطَهَّرَةً یعنی ایک رسول کی طرف سے جو انہیں پڑھ کر سنائے گا پاک صحیفے ۔ **اور مہدیٔ موعود آخرالزماں کا بیان اور وعدہ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا**

کہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے اور قرآن میں نام نہیں صرف اشارہ ہے کہ یہاں کہا جارہا ہے کہ "رسول کی طرف سے پڑھ کر سنائے گا" معنی اللہ کے رسول ﷺ نے جو قرآن پیش کیا ہے اور شریعت دی ہے اس کی بنیاد پر معاملات اور احکام کو پیش کریگا۔ اور مہدی موعود علیہ السلام نے بھی یہی کہا کہ "مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہ"۔ یہی بات ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے آخری دور نبوت میں یہ تمام معاملات بیان ہوئے ہیں یعنی سورہ محمد 95 سورہ الرعد 96 سورہ الرحمٰن 97 اس کے دو سورہ بعد سورہ البینہ ہے۔ اور حدیث احسان بھی آخری دور میں بیان ہوئی نبوت کے بیس اکیس برس تک پیغام قرآن دیا جاتا رہا آخر کے دو تین برسوں میں معاملات معرفت الٰہی بیان ہوئے ہیں اور مہدی موعود آخرالزماں کا بیان اسی دور کا ہے۔ چونکہ نبوت کا دور اعمال فرایض سنتوں پر عمل کا رہا محدثوں نے صرف فرایض اور اعمال کے احکام درج کردئے معرفت الٰہی کو اُن محدثوں نے یا اولیائے کاملین نے جمع کرکے بیان کیا۔ صحاح ستہ کے محدثوں نے دنیا اور ظاہری اعمال کی پابندی سکھائی علمائے حق نے معرفت الٰہی کی تربیت کا بیڑا اُٹھایا۔ اور آج بھی علمائے ظاہر کا زور زیادہ ہے علمائے حق کم ہیں جو جتنا بڑا واعظ مقرر اتنا بڑا عالم عمل چاہے کرے نہ کرے۔ یہی بات سورہ محمد اور سورہ بینہ میں بیان ہوئی ہے مسلمان ہونگے مگر فرقوں میں بٹے ہوئے اور عمل نہیں ہوگا اُس وقت دوسرے بینہ کی بعثت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ لوگ سمجھتے ہونگے کہ ہم نے مصدق ہونے کے لحاظ سے مہدی موعود کے بیانوں کو مخصوص کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور ابن بریدہؓ سے سورہ محمد آیت 16 کے متعلق نقل ہے کہ اُوْتُـوا الْعِـلْـمَ یہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہیں جبکہ اس کے معنی "کہتے نہیں اہل علم سے" ہے یہاں جمع کا صیغہ ہے جب کہ صحابہؓ واحد کا بیان کررہے ہیں۔ جبکہ سورہ یوسف کی آیت 108 اور سورہ بینہ کے دوسرے بینہ کے متعلق مترجموں نے "میری اتباع" کرنے والے کو عام لوگوں کی طرف پھیر دیا ہے اور دوسرے بینہ کو بھی نبی ﷺ سے جوڑ دیا ہے۔ بہر کیف مدینہ کے آخری ایام میں سورہ محمد ،الرعد ،الرحمٰن اور بینہ کے نزول میں ایک تسلسل اور تطبیق ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ سورہ محمد کی آیت 26 میں فرماتا ہے اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ یہ دنیاوی زندگی تو محض ایک کھیل تماشہ ہے معنی اصل زندگی اللہ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ اس تمام حالت کا خلاصہ سورہ محمد کی 38 ویں آیت میں کردیا گیا "اگر تم روگردانی کروگے (تو اس سعادت سے محروم کردئے جاؤ گے) اور تمہارے بدلے وہ دوسری قوم لے آئے گا وہ تم جیسے نہیں ہونگے"۔

دیدار کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے قرآن کے احکام اور پیغام کے ساتھ قرآن کے نزول کے سبب کا سمجھنا ضروری ہے اور اس کے بعد اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی اللہ سے جو وابستگی اور قربت تھی انہیں سمجھنا ضروری ہے آپ ﷺ کی بعثت نبوت اور بعد نبوت کے ان دس 10 صدیوں کے حالات احادیث کے ظاہری اقوال و اعمال جو معرفت الٰہی سے مخصوص ہیں ان کی روشنی میں سیر ولایت کی حقیقت کی سمجھ کے ساتھ تعلیم فرایض ولایت کا ہونا اشد ضروری ہے۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء کے سلسلے اور آسمانی صحایف بطور خاص قرآن کا نزول صرف عبادات فرایض احکام شریعت اور حیات بعد الموت کے احوال وطریقے بتانے کے لئے ہوا ہے تو یہ ایک فاش غلطی ہے ایسے نظریات اہل ہنود میں سرگ ونرکھ کے بیان اور دیومالائی باتیں پائی جاتی ہیں۔ اسلام ایک مذہب ہے

اورایمان اس کی اصل ہے یعنی جس خالق نے یہ کائینات تخلیق کی ہے اس کی پہچان کرنا اور اس کی ثناء کرنا ۔اوراحسان اسے اپنے قریب محسوس کرنا اوراسے پانے کی کوشش کرنا ہے ۔دیدار پانے کی کوشش ایک ایسی حقیقت کو پالینا جس کے لئے تخلیق نور محمد ﷺ سے قیامت اور بعداز حیات دنیا کو پانے کا مفہوم ہے اس میں پوشیدہ ہے ۔

اب ہم دنیا کے ظاہری اسباب کی مثل میں دیدار یا بصیرت کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں ۔دنیا میں اس وقت جو سب سے بہترین کیمرہ ہے وہ 50mp میگا پکسل کا ہے اتنے سے پکسل میں وہ کیمرہ دنیا کے ایک وسیع خطہ کا احاطہ تو کر لیتا ہے مگر وہ ایک محدود درقبہ ہوتا ہے جس کی ایک یا کئی تصویری نکل آتی ہیں اور دور تک کے مناظر کو قید کرلیا جاتا ہے ۔اب انسانی آنکھ جو اللہ تعالی نے بنائی ہے اُس کا میگا پکسل 576 mp ہے جس کا resolution اتنا ہے کہ انسان 8 ہزار تصویریں بیک وقت دیکھ سکتا ہے یعنی اس کی آنکھ آٹھ ہزار تصویریں ایک لمحہ میں اُتار لیتی ہے اور کیمرے کا حجم Size بڑا ہوتا ہے جبکہ آنکھ کا کل حجم 21 سے 27 ملی میٹر ہی ہے جو تین میل یعنی چار آشاریہ سات کلومیٹر تک انسانی آنکھ میں دیکھنے کی قابلیت ہوتی ہے ۔اسی میں دیدار یا بصیرت کا راز مضمر ہے یہ ضروری نہیں کہ دیدار لگا تا رہوتا رہے یعنی ویڈیو چلتی ہی رہے ہمیشہ جس طرح کیمرے سے لی ہوئی ایک تصویر منظر پیش کرنے کے لئے کافی ہے جو دل کو لبھاتی ہے حقیقت دکھاتی ہے منظر پیش کرتی ہے اسی طرح ایک لمحہ کا دیدار بھی دیدار ہی ہے جو دل و دماغ میں سما جائے ۔مہدی موعودؑ نے یہی نکتہ بیان کیا ہے کہ ’’ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں‘‘ ۔اگر کسی نمایش میں ایک ہزار لوگ ایک تصویر کو دیکھ رہے ہیں تو نوسو نوافراد بس یوں ہی دیکھ رہے ہوتے ہیں ان پر اس تصویر کی خصوصیات کا اندازہ یا اثر نہیں ہوتا ۔جبکہ اس نمایش میں دو یا ایک فرد ایسے ہوتے ہیں جو صاحب ادراک ہوتے ہیں یعنی ماہر جو اس تصویر کی فنی باریکیوں کو دیکھ پاتے ہیں کہ تصویر کس طرح لی گئی رنگوں کا امتزاج کیسا ہے منظر کتنا خوبصورت ہے تصویر کیا کہہ رہی ہے اس میں کیا پیغام دیا گیا ہے اس میں منظر کشی کی باریکیاں اور خوبصورت کیا ہے اندھیرے اجالے کا امتزاج کیسا ہے اس تصویر کو لینے یا بنانے والا کون ہے اس کی قابلیت کیا ہے ایسی باریکیاں ایک مخصوص انسان ہی دیکھ سکتا ہے جو اس قابل خود کو بنا چکا ہوتا ہے ۔اللہ تعالی نے جو کائنات تخلیق کی ہے جو رنگ و روغن اس میں استعمال کیا ہے جو خزانے اور راز اس میں پوشیدہ رکھے ہیں اس میں جو حقیقتیں پنہاں ہیں انہیں اللہ تعالی کے مخصوص بندے ہی دیکھ پاتے ہیں جنہیں دیدار یا بصیرت حاصل ہو چکی ہو ۔کیا دنیا میں صرف عبادت کرنے اُٹھک بیٹھک کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے تھوڑی زکواۃ دے دی تھوڑا صدقہ دے دیا حج کرلیا بس اتنا ہی مصرف ہے انسان کا دنیا میں؟ اس کی عبادت تعریف تعمیل کے ساتھ اُس تخلیق کے شاہکار کی ثناء اور حمد نہیں ہونی چاہیے؟ اگر اس کے شاہکار کی تعریف کرنا ہے تو اُسی کی نگاہ سے اسے دیکھنا ہوگا ہماری اپنی نگاہ سے نہیں لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (انعام) اس کو نگاہیں نہیں گھیر سکتیں وہ نگاہوں کو گھیر لیتا ہے وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے ۔اور فرماتا ہے ۔’’اللہ نور ہے آسمانوں زمینوں کا اُس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اس میں چراغ ہو فانوس کا اور وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے جو موتی کی طرح چمک رہا ہے جو روشن کیا گیا ہے برکت

والے زیتون کے درخت سے جو نہ شرقی ہے نہ غربی......" (سورہ نور) یہ کس کو بتایا جا رہا ہے؟ کیوں بتایا جا رہا ہے؟ نور' آسمان' زمین' زیتون کا درخت' مشرق' مغرب وغیرہ یہ کس کو دعوت " دیدار" دی جا رہی ہے دنیا میں سوائے انسان یا اولاد آدم کے کوئی مخلوق علم عقل اور شرف والی نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالی مومنوں کو **"دعوت دیدار"** دے رہا ہے ۔ اور اس دعوت کی تعلیم اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے تابع مہدی موعودؑ کے ذمہ دی گئی ہے کہ وہ بحیثیت انسان' اُمت کو بتائیں کہ معاملہ کیا ہے ۔ مسلمان بنے خود کو اللہ کے سپرد کیا' ایمان اختیار کیا یقین اور اطاعت خداوندی میں عبادتیں ریاضت کی اس کے بعد احسان پر عمل کرنا یعنی بندگی میں حد درجہ کمال حاصل کرنا جس طرح اللہ تعالی چاہتا ہے اس طرح کی عبادت کرنا زمین پر اچھائی اور بندگی کی مثال بننا کہ بندہ ایسا ہوتا ہے ۔ جب ان مقامات پر بندہ پہنچ جائے تو اس کے لئے مناظر اور مصور دونوں نظر آتے ہیں ۔

طلب دیدار فرض کیوں؟

سب سے پہلے اس بات کو سمجھ لیں کہ مہدی موعود علیہ السلام نے دیدار کو "فرض" نہیں قرار دیا بلکہ "طلب" دیدار کو فرض قرار دیا ہے ۔ اگر دیدار کو فرض قرار دیا ہوتا تو ہر مومن مصدق کے لئے یہ ضروری ہو جاتا کہ دیدار حاصل کرے اس طرح تو کوئی بھی مصدق مومن نہیں کہلائے گا' آپ علیہ السلام نے اس کی "طلب" کو فرض قرار دیا ہے ۔ اور فرض اور طلب میں فرق ہے' فرض بغیر ادائیگی کے نجات ناممکن ہو جاتی آپ نے اس فرق کو واضح کرنے کے لئے "طلب" کو فرض قرار دیا ظاہر ہے جب کوئی چیز طلب کی جائے گی اس کا حصول دینے والے کی مرضی پر منحصر ہے ضروری نہیں کہ وہ عطا کی جائے یا دکھائی دینے والے کی مرضی پر ہے ۔ "میں دیکھوں گا ۔ یا مجھے دیکھنا ہی ہے' ایک ضد ہوگی" جب کہ "میں دیکھنا چاہتا ہوں' ایک خواہش ہے جو پوری ہو بھی سکتی ہے نہیں بھی ۔ یہی بات اللہ تعالی قرآن میں بیان کر رہا ہے ۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (انعام) اس کو نگاہیں نہیں گھیر سکتیں وہ نگاہوں کو گھیر لیتا ہے وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے ۔ اور فرماتا ہے ۔ معنی انسان کوشش کرے تو نہیں دیکھ سکتا' ہاں! مگر اللہ چاہے تو دیکھ سکتا ہے' اس کو نگاہیں نہیں گھیر سکتیں وہ نگاہوں کو گھیر لیتا ہے وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے ۔ مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ اگر کسی کے ناک میں نکیل ڈال کر ایک ہزار برس گھمایا اور اُسے ایک تنکہ برابر دیدار ہو گیا تو وہ کہے گا کہ مجھے ایک ہزار برس اور اسی طرح گھماؤ تنکہ میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لوں ۔ مہدی موعود علیہ السلا نے کہا کہ "تنکہ برابر" کہا ہے یعنی تنکہ گھاس کی تیلی کو کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نور کی ایک جھلک کا دکھائی دینا بھی " دیدار" ہے ۔

کیا کوئی مخلوق اللہ تعالی کو مکمل سراپا میں دیکھ سکتی ہے؟ بحیثیت مسلمان بھی اور مومن بھی یہ ممکن نہیں قطعی نہیں ۔ تو پھر مہدی موعودؑ کا "طلب دیدار" کو فرض قرار دینا کیا معنی؟ ۔ دیکھیں احادیث میں ہے کہ جنتی جنت میں اللہ تعالی کا دیدار کریں گے تو سوال پھر وہی ہوگا کہ کیا جنتی بھی مکمل اللہ تعالی کا سراپا دیکھ سکیں گے؟ یہ کسی بھی مخلوق کے لئے ممکن نہیں چاہے جنتی ہی کیوں نہ ہوں ۔ کیونکہ کوئی بھی اللہ تعالی کا احاطہ نہیں کر سکتا ۔ تو پھر احادیث کے بیان کی یہی حقیقت بیان ہو سکتی ہے جو مہدی موعود علیہ السلام

نے بیان کی ہے کہ جنتی بھی اللہ کے نور کو دیکھیں گے یعنی اللہ تعالیٰ کے نور کا مشاہدہ کرنا اللہ کو دیکھنا یا "دیدار" کے معنی میں ہوگا۔حدیث قدسی ہے کہ قَلْبُ الْمُؤمِنْ بَيْتُ الرَّبْ معنی مومن کا دل اللہ کا گھر ہے۔سوال ہوگا دل تو ایک گوشت کا لوتھڑا ہے وہ کیسے اللہ کا گھر ہوگا یا اتنے سے دل میں اللہ کیسے سمائے گا اس کے معنی یہ ہونگے کہ جس دل میں اللہ کا ذکر ہوتا رہے گا اللہ وہاں موجود ہوگا۔کعبۃ اللہ کو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر کہا جاتا ہے تو کیا اتنی سی چہار دیواری میں اللہ سما جائے گا بلکہ نہیں اللہ کے حکم سے جس کعبہ کی طرف رخ کر کے یا اللہ کا گھر سمجھ کے عبادت کی جائے گی وہی اللہ کا گھر کعبۃ اللہ ہے۔اس گھر میں اللہ کہاں ہوگا کیسے ہوگا کس طرف ہوگا یہ سب باتیں عَالِمُ الْغَيْبِ وَالْشَهَادة یعنی جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اُن کے لئے ہیں' جن کو ایمان نہیں یا اُس کا یقین نہیں وہ کیسے یقین کریں گے کہ کعبہ اللہ کا گھر ہے اسی طرح مومن کا دل اللہ کا گھر ہے۔ایمان اور شرک میں فرق یہ ہے کہ شرک خالق اور بندہ کے درمیان مخلوق کو سمجھنا چاہے وہ کوئی ہو۔لوگ حج کو جاتے ہیں کعبہ کی دیواروں کو چومتے ہیں اگر اس کے باوجود وہاں اللہ کو محسوس نہیں کرتے صرف کعبہ کی در و دیوار کا تقدس و احترام کرتے ہیں تو وہ ایک ایک معبد خانہ ہے جس کی مرکزیت کی اسلام میں ایک حقیقت ہے اور کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے اس کی طرف رخ کر کے عبادت کرنا' باوجود اس کے صرف اس کے گرد طواف اور عبادت کرنا اللہ کی موجودگی کو محسوس نہ کرنا ایک رسم ہو جائیگی' اس طرح تو بت پرست مشرک بھی کرتے ہیں۔مومن بغیر واسطے کے اللہ کی عبادت کرتا ہے مشرک بغیر واسطے کے عبادت نہیں کرسکتا' مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ'' جو شے خدا اور بندے کے درمیان حایل ہو وہ اس کا بت ہے''معرفت الٰہی یہ ہے کہ رخ کعبہ کی طرف ہو مگر تصور اللہ تعالیٰ کا ہو جہاں کہیں ہوں' یہی بات اللہ تعالیٰ نے کہی ہے کہ''تم جہاں کہیں ہو وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے''۔اور یہ بھی کہا ہے کہ''اے رسول بندے میرے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں ان سے کہدو میں اُن کی شہ رگ سے قریب ہوں'' بجائے اس کے کعبۃ اللہ کے تصور کی نماز بت پرستی ہے۔

محسوس کرو گے تو گذر جاؤ گے جہاں سے وہ حال ہے اندر سے کہ باہر ہے یہاں سے جاوید صبا

اور اسی طرح اللہ چاہے تو نظر آ سکتا ہے ہمارے چاہنے سے کچھ نہیں مگر طلب کو فرض یعنی ضروری قرار دے لینا چاہیے تا کہ اللہ بھی ہماری چاہت کو چاہے اور طلب پوری کر دے انشاءاللہ۔مگر شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی شئے پر محمول نہ کیا جائے ورنہ وہ شرک کہلائے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيئٌ اُس کی مثل یا اُس جیسی کوئی شئے نہیں ہے وہ بے مثل ہے اور بے مثل ہونا بندوں کی دنیا میں صرف نور کی صفت ہے۔روشنی کو ہم دیکھ تو سکتے ہیں اُس کی مثل نہیں دے سکتے یا اُسے قابو میں نہیں کر سکتے جیسے ہوا کو محسوس تو کر سکتے ہیں دیکھ نہیں سکتے احساس کو محسوس کر سکتے ہیں قید نہیں کر سکتے۔جیسے ہمارا دل و دماغ ایک لمحہ میں ہمارے ساتھ ہوتے ہوئے ہمارے اطراف اکناف کا سارے شہر کا دنیا کا نظام شمسی کا آسمان کی بلندیوں کا سمندر کی گہرائیوں کا تصور کر لیتا ہے جب کہ ہم وہاں نہ گئے ہوتے ہیں نہ موجود مگر ہم ان چیزوں کو محسوس کر سکتے ہیں ایسے ہی کسی احساس کو بھی دیدار کہا جا سکتا ہے مگر ایک جھلک نور کی دیکھ لینا حقیقی دیدار ہے۔یہی بات حدیث میں ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے رب کو

پہچانا۔یعنی میں ایک حقیر انسان اور اللہ خالق کل کا بندہ ہوں مگر جو کچھ شرف مجھ عطا ہوا ہے وہ رب کے فضل سے ہے اُس میں طلب دیدار بھی ہے۔یہی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تم جہاں کہیں ہو وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے یعنی تم بذات خود یا احساس کے ساتھ یا عالم غیب کے تصور میں جہاں جاؤ گے وہاں اللہ موجود ہے اسے محسوس کرنا پہچاننا ہی "طلب دیدار" کی کوشش یا فرض ماننا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ جب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ سے آگے گئے تو آکر بتایا کہ "وہ مجھ سے دو کمانوں کے فاصلے کے درمیان تھا اور میں نے اُس کی ٹھنڈک محسوس کی" آپ نے یہ نہیں کہا کہ وہ ایسا ایسا ہے یا اس کی کوئی تمثیل بیان کی یا اُس کا سراپا بیان کیا۔یعنی بندوں کو احساس کے ذریعہ بتایا کہ وہ اللہ ایسا خالق ہے۔اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جیسا اللہ کے رسول ﷺ نے اُسے دیکھا ویسا ہر کوئی نہیں دیکھ سکتا یعنی یہ مقام مرتبہ ظرف اور رتبہ کی بات ہے یعنی جس کا جیسا مقام اور ایمان ہوگا اللہ تعالیٰ اُسے ویسا نظر آئے گا۔

کیا دیدار کا ہونا اتنا آسان ہے؟ ہرگز نہیں ! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کچھ خوف سے' بھوک سے' اور مال و جان اور پھلوں کے نقصان سے' اور آپ خوش خبری دیں صبر کرنے والوں کو (بقرہ ۱۵۵) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ' وَنَبْلُوَا۠ اَخْبَارَكُمْ اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے' یہاں تک کہ ہمیں معلوم کر لیں تم میں سے (کون ہے؟) مجاہد اور صبر کرنے والا' اور ہم جانچ لیں گے تمہارے حالات (تمہارے اعمال کو پرکھیں گے' آمائیں گے) محمدؐ ۳۱'۳۲) جب اللہ تعالیٰ صرف جنت عطا کرنے کے لئے' انسان کی دنیا میں اعمال کو جانچنے پرکھنے صبر کا امتحان لینے بھوک پیاس نقصان سے تو پھر اپنی قربت معرفت اور دیدار دنیا میں ہونے کی بات ہے جو جنت کے اعلیٰ علیین کا حق اُس کا دنیا میں حاصل ہونا تو کیا اس سے زیادہ آزمائش اور امتحان اللہ کو مطلوب نہ ہوگا؟۔جب کہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے لوگوں نے اللہ کے احکام سے انحراف کیا حکم عدولی تھی تو اللہ کے رسولؐ نے اللہ سے کہیں گے کہ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا اور کہیں گے رسولؐ اے میرے رب بیشک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرالیا (متروک کر رکھا۔یعنی اس کے احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیا) الفرقان ۳۰۔لہٰذا دیدار کا ہونا اتنا سہل نہیں ہے اُس کے لئے اعمال بھی ویسے ہی کرنے پڑیں گے اور امتحان سے گزرنا پڑیگا۔اور ہم مہدوی ہیں نسلی' اصلی نہیں ہیں' قول اور عمل میں تضاد ہے ہمارے۔جو الفاظ بولے جاتے ہیں وہ انسان کا ظاہر ہے اور جو لکھے جاتے ہیں وہ اُس کا باطن ہے' انسان بولتا جھوٹ ہے مگر لکھنا سچ پڑتا ہے' بولنے کے لئے صرف زبان ہلانا پڑتا ہے' مگر لکھنے کے لئے' دل دماغ حواس خمسہ اور ہاتھوں اور انگلیوں کا حق کی شہادت دینا پڑتا ہے۔اس لئے لوگ بولتے بہت ہیں تقریر میں واعظ میں بیان میں نصیحتوں میں' مگر لکھتے نہیں' کیوں کہ اس میں حق لکھنا پڑتا ہے۔

بندہ ہونا الگ بات ہے مومن ہونا الگ بات ہے مسلمان کافر مشرک دہریے سب بندے ہیں۔مومن ہونا ایک

ایسی خصوصیت ہے جوانسان کوستاروں میں ماہ کامل بناتی ہے۔دنیا میں کئی قومیں مذاہب اورعقیدے ہیں جونہاتے ہاتھ منہ دھوتے صفائی کرتے ہیں مگراسلام کی انفرادیت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان اعمال کوبھی مذہب کا حصہ بنایا ہے''وضو'' کے ذریعہ۔اس میں ایسی کیاخصوصیت ہے؟ سائنسی تجزیات اورتجربات سے قطع نظراس عمل''وضو'' کاایک منفردمقام ہےقرآن کوچھونے عبادت کرنے کے لئے۔یہ جسمانی طہارت تو ہےدراصل یہ روحانی طہارت ہے کہ جس خالق ومعبودکی سامنےحاضر ہونے جارہے ہوجس کا کلام پڑھنے جارہے ہوجسمانی لحاظ سےتو پاک ہوے مگر روحانی اعتبار سے تیارہوجائیں اس کےحضور میں جانے کے لئے کیونکہ یہ عبادت خالق عالم کی ہے یہ تلاوت اللہ رب العالم کی ہے یہ قرآن پڑھناایسانہیں کہ دوسری کتابیں پڑھ لیں یہ اللہ کا کلام اُس کےالفاظ ہیں مگر بیان ہوتے ہیں انسان اشرف المخلوقات کی زبان سے اس کےحرف لفظ ومعنی احکام بیان وعدہ وعیدکسی مخلوق نےنہیں خالق کے کلمات ہیں کسی انسان کےنہیں اگر خالق کےالفاظ کلام بیان کرنا ہےتو جسمانی و روحانی اعتبار سےطہارت حاصل کرو''وضو'' کے ذریعہ''وضو''وضع کےمعنی شکل صورت طورطریق چال چلن کوکہتے ہیں'وضع دار'معنی پابنداچھےطورطریقے پرقایم رہنےوالا سجیلا۔''وضو'' میں کیاہوتا ہےاچھےجذبے کےساتھ انسان جسم اورروح کی صفائی کےساتھ اللہ رب العزت کےسامنے حاضرہوتا ہے۔یہ صرف جسم سےمیل کچیل صاف کرنانہیں ہےوضع قطع اختیاررکرنانہیں ہے بلکہ ہربرائی اوربدی سے فارغ ہونانہیں رفع کرکےنفس کے اندرکی غلاظت کوصاف کرکےتقدس واحترام کےساتھ بارگاہ الٰہی میں حاضرہونایااس کا کلام اس کےبتائےہوئےالفاظ کلمات دہرانا۔دنیا کا کوئی مذہب ایسی تعلیم اورمثال نہیں پیش کرتا۔اللہ تعالی کی عبادت کرنا اوراس کا کلام پڑھنایا اُس نے جو بتائےوہ کلمات اداءکرنا کوئی معمولی کام یاعمل نہیں ہے۔کلام کہتے ہیں زبان سے جوبولی اورآوازنکلتی ہے جس سےانسان کےدرمیان تعلق اوررابطہ ہوتا ہےاسے کلام کہتے ہیں اورکلام اللہ اللہ سے رابطہ کرنا اس کےسامنےاُسی کےالفاظ دہرانا جوکلمات ضبط قلم کرکےمصحف میں محفوظ کرلئےگئے ہیں۔اس کلام کی عظمت اللہ تعالی سورہ حشر میں اس طرح بیان کرتا ہے **لو انزلنا ھذا القران علی جبل رایتہ خاشیۃ متصدیا من خشیت اللہ** اس قرآن کواگر ہم کسی پہاڑپرنازل کرتےتو اللہ تعالی کی خشیت ہیبت سے ریزہ ریزہ ہوجاتا۔اس میں جودبدبہ وجلال ہے بتارہا ہے کہ اس مقام پر باادب اورباطہارت آیا جائے۔اگراللہ کا کلام پڑھنے کے لئے یہ شرط ہےتو پھراس کے''دیدار''یا بصیرت کی کیا کیا شرایط ہیں؟ یہ شرایط یا تعلیم اللہ تعالی کے خلیفہ اورمحمد الرسول اللہ ﷺ کےتابع مہدی موعود آخرالزماں میراں سیدمحمد جونپوری کی تعلیمات میں ملتی ہیں۔ان تعلیمات کی روشنی میں سورہ الرعدکوغورسے پڑھیں تواس میں دعوت دیدارکاپورابیان ہے۔ اورتعلیمات مہدی موعودؑ طہارت ظاہری وباطنی کا ذریعہ ہیں جن کے ذریعہ انسان معرفت کےاعلی مقام یا اللہ تعالی کےسامنےحاضرہونے کے لئےاپنےجسم اورروح کوصاف اورمطہرکرسکتا ہے۔

قرآن حکیم میں مکرّریعنی کئی باردہرائےجانے والےتین مقطعہ ہیں حٰمٓ 7مرتبہ الٓمٓ 6مرتبہ اورالٓرٰ 5مرتبہ۔

حٰمٓ لگاتار40سے46سورتوں کی ابتداءمیں ہۓ الٓمٓ 2اور3سورہ کےبعد29'30'31'32 میں آیا ہے یہ Even

Number میں ہونے کے باوجود 23سورتوں کا فاصلہ ہے۔اسی طرح الٓـــرٰ 10'11'12'14'15 میں آیا ہے۔ہم یہاں فی الفور الٓمّ اورالٓرٰ پرغور کرتے ہیں' کیونکہ حٰم لگا تار ہےدرمیان میں وقفہ نہیں ہے۔الٓمّ کا2'3 کےبعد 29'32 میں آنا بتا تا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اَنَـا اللّٰہُ اَعلَمُ میں ہی تمام عالموں کارب ہوں بتانے کے لئے درمیان کے 23سورتوں میں پوری تفصیل سے اپنی ربوبیت کی وضاحت کی ہے۔حـــــم میں لگاتار اپنی عظمت کا بیان کردیا' مگر الٓـــــــرٰ میں دیکھ رہاہوں کو بیان کرتے ہوئے 10'11'12سورتوں کےدرمیان 13 ویں سورہ الرعد میں **ایک مختلف** مقطعہ الٓـمّـرٰ کا بیان کیااوراس سورہ میں کوئی قصص یا واقع کے بیان کےصرف انسان کو دیکھنے پرغور کرنے کی نصیحت کیوں کی؟ اس کے بعد پھر سے 14'15 سورتوں میں دوبارہ کیوں اندھیرے سے اجالے کی طرف رہنمائی اوراس کے دیکھتے رہنے کا کیوں بیان کیا۔یہ غور طلب امراس لئے ہے کہ' اسکے دیکھتے رہنے 'اوراسے دیکھے جانے'' کابیان 12 ویں سورہٗ یوسف کی 108ویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے کرتے ہوئے اپنے رسول ﷺ سے کہلوایا کہ: کہد وائے محمدؐ یہ میرا راستہ ہے(طریقہ ہے)میں بلاتا ہوں ''بصیرت''(دیدار بینائی) کی طرف'اوروہ بھی بلائے گا' جومیرا تابع ہے۔'' قرآن مجید کا یہ محیر کن اورتعجب خیز اسلوب بیان ہے کہ کلام جاری رکھتے ہوئے قصص واقعات بیان کرتے ہوئے درمیان میں حکم دیا جاتا ہے' تنبیہ کی جاتی ہےاورمعرفت الٰہی کی بات سمجھائی جاتی ہے۔تا کہ انسان غورکرے عقلمندی سے کام لے اللہ تعالیٰ کی عظمت کی شناخت کرے جس کیلئےاسے پیدا کیا گیا ہے' **وعـلـم آد الاسماء کلھا** ۔یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سےانسان کی آزمائش ہے کہ دیکھیں وہ اندھیرے سے اُجالے کی طرف کیسے جاتا ہے'جس کے لئےاسے پیدا کیا گیا ہے۔جب یہاں انسان قال وخیل کرتا ہے کہ تو کیسے دنیا میں نظر آسکتا ہے سر کی آنکھوں سے جبکہ تجھے دنیا سے باہر عرش پر ہی رہنا تھا تو یہ طریقہ رسولؐ اوران کے تابعؓ کا نہیں بلکہ عزازیل کا ہےاس نے بھی ایسا ہی کچھ سمجھا تھا کہ'' آدم کوتو نے مٹی سے بنایا جوحقیر ہےاور میں آگ سے بناہوں مجھے سبقت اورفضیلت حاصل ہے''اللہ کہتا ہے تمام بزرگی اورفضیلتیں صرف اللہ کے لئے ہیں وہ مالک اورقدرت والا ہے وہ جو چاہے کرے اُسے مجبور ومحتاج سمجھنے والا ہی اصل میں گنہگار اوراس کے غضب کا حقدار ہے۔

جس طرح ہم نے سورۃ الرعد کی خصوصیات کے بارے میں اس سے پہلے کی بار دیکھا اوراس کے پہلے غور بھی کیا اب پھر سے اس میں غور کریں کہ اس کا نزول 96 سورۃ کے ہونے پر بھی اسے 13 ویں مقام پر رکھا گیا جو کہ السبع الطّوال یعنی بڑی سورتوں کے بالکل بعد کی سورہ ہیں اوراس میں ایک سجدہ بھی آیا ہے جو کہ 13 واں سجدہ ہے اسی طرح اس میں ایک مقطعہ جو آخری 14 ہے الٓــمّـــرٰ ہے۔قرآن میں کئی ایسی سورتیں ہیں جن میں قصص اورواقعات کا بیان نہیں ہے مگر!سورہ الرعد میں 43 آیتیں ہیں اس میں قصص اورواقعات نہیں ہیں اس کے بعد صرف الحجر میں 99 النحل میں 128 بنی اسرائیل میں 111 اورالکھف میں 110 آیات ہیں' ان کے بعد تمام سورتوں میں آیات کی تعداد کم ہے کہیں کہیں کچھ زیادہ ہے۔سورہ الرعد کو کئی معنوں میں اہم اورمعنی خیز بناتا وہ ہے اس کا ''مضمون'' یا اس کے احکام وبیان۔اللہ تعالیٰ نے اس میں زمین وآسمان کی بلندی طوالت وسعت سمندر مخلوقات

ہوا پانی پہاڑ باغات میوے کھیتیاں ذائقہ رنگ وبو سرسبز وشاداب زمینیں سوکھے علاقے میٹھا وکڑ وانمکین پانی زمین کے مختلف ٹکڑے خطے' میٹھے ترش پھل بادام انگور امرود کھجورا لگ الگ قسم کے درخت نطفہ ہڈی مٹی عذاب عفوودرگزر کو بیان کر کے انسان کو دعوت غور فکر دی کہ خالق کی خلقت کتنی عظیم ہے اس میں انسان کو غور کرنا چاہئے۔اور 7 ویں آیت میں مُنْـذِرٌ وَّ لِـكُلِّ قَوْمٍ هَـادٍ کہا کہ آپؐ ہر قوم کے لئے ہادی ہیں۔ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ هَـادٍ سے مراد داعی ہے۔اس هَـادٍ کے متعلق ابن ابی حاتم اور مجاہدؒ کا قول ہے کہ اس سے مراد نبیؐ ہیں'حضرت سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ مُنْذِرٌ سے مراد محمدؐ ڈرانے والے ہیں اور هَادٍ سے مراد اللہ تعالی ہدایت دینے والا ہے'حضرت ابن عباسؓ سے ہی روایت ہے کہ مُنْذِرٌ محمدؐ ہیں اور اللہ ہدایت دینے والا ہے'اور حضرت ابو برزہ سلمی سے روایت ہے کہ :حضور سے فرماتے سنا اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ کہہ کر آپؐ نے اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا'پھر حضرت علی کے سینے پر رکھا اور فرمایا ۔لِـكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ہر قوم کے لئے آپ ہادی ہیں۔یہاں مُنْذِرٌ تو محمدﷺ ہیں ہی تفاوت هَادٍ میں ہے۔احادیث میں یہ کبھی خود اللہ تعالی سے منسوب ہے'کبھی حضرت علیؓ سے اگر یہ مان لیں تو بات یوں ہے کہ اللہ تعالی تو ہدایت دینے والا یا ہدایت کا بھیجنے والا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آل میں یا عترت میں ایک ''ہادی'' یا مہدی کا آنا معلوم ہورہا ہے'جس کا اشارہ یہاں حضرت ابو برزہ سلمی کی روایت لِـكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ہر قوم کے لئے آپ ہادی ہیں بیان ہوا ہے۔یعنی ہر آنے والی قوم کی بھی ہدایت حضور نبی کریمﷺ سے یا ان کی عترت سے ہی ممکن ہے یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مثل ہیں اس ہدایت کے سلسلے کے۔اس کے بعد الرعد جو ایسا نہیں کرتا وہ اندھا ہے۔قُـلْ هَـلْ يَسْتَـوِ الْاَعْمٰى والْبَصِيْرُ ,اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرُ﴿١٦﴾ ان سے پوچھے کیا برابر ہوسکتا ہے اندھا اور بینا' کیا یکساں ہوتے ہیں اندھیرے اور نور۔آیت میں الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ آیا ہے الْاَعْمٰى مراد کافر اور وَ الْبَصِيْر سے مراد مومن بیان ہوا ہے جیسا ابن عباسؓ کی روایت میں الظُّلُمٰتِ سے مراد گمراہی اور النُّوْرُ سے مراد ہدایت ہے۔یہاں پر ایک روایت دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔حضرت انسؓ نے فرمایا صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہﷺ ہم آپ کی مجلس میں ایک خاص حالت میں ہوتے ہیں (ایمان کی)جب آپؐ سے جدا ہوتے ہیں تو دوسری کیفیت (اس ایمان کی حالت باقی نہیں رہتی) میں ہوجاتے ہیں۔ہمیں اپنے اُوپر نفاق کا اندیشہ ہوتا ہے'آپؐ نے فرمایا:تم اپنے رب کے بارے میں کیا نظر یہ رکھتے ہو؟صحابہؓ نے عرض کی ''اللہ ہمارا پروردگار ہے ظاہراً بھی باطناً بھی۔(یہ یقین ہم ہر وقت رکھتے ہیں) آپؐ نے فرمایا:تمہارا اپنے نبی کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟صحابہؓ نے عرض کی(ہم تہہ دل سے تسلیم کرتے ہیں) کہ آپؐ ہمارے نبی ہیں ظاہراً بھی باطناً بھی۔آپﷺ نے فرمایا پھر تم میں نفاق نہیں ہے۔یعنی اُمت کا ''احسان'' کی کیفیت پر ہمیشہ رہنا ہی ایمان ہے اور باقی نفاق ہے۔اس کے بعد 19 ویں آیت وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:شک کے ساتھ عمل مفید نہیں ہوتا اللہ تعالی یقین والوں کو فایدہ دیتا ہے(محبوب رکھتا ہے)اللہ یقین کو قبول فرماتا ہے شک کو چھوڑ دیتا ہے۔ابن جبیر اور قتادہؓ سے روایت ہے کہ اَفَمَـنْ يَعْـلَـمُ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کتاب اللہ کو سنا'سمجھا اور یاد کیا كَـمَنْ هُوَ اَعْمٰى سے مراد وہ شخص جو''حق کی روشنی'' دیکھنے سے محروم ہے'نہ وہ دیکھتا ہے

اور نہ سمجھتا ہے۔اُولُوا الْاَلْبَابِ سے مراد وہ افراد ہیں جنہیں اللہ تعالی نے عقل ودانش دی (دین وایمان کی) نعمت اعظٰی عطا فرمائی۔اور سورۃ الرعد میں ایک جنت ''طُوْبٰی '' کا ذکر ہوا ہے اس کے بارے میں صحابہؓ تابعین اور علماء نے بہت ساری روایتیں پیش کی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے اعلی وارفع قسم کی جنت ہے جو مومنین وکاملین کا حق ہے۔

آخر میں سورۃ الرعد کی 43ویں آیت میں انبیاءِ مرسلین یا اللہ کے خلیفوں کی گواہی پر اللہ تعالی اپنے رسولؐ سے فرماتاہ کہ وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلاً ط قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ لا وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ (الرعد۴۳)اور کفار کہتے ہیں کہ آپؐ رسول نہیں ہیں۔فرمایئے (میری رسالت پر)اللہ تعالی بطور گواہ کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان اور وہ لوگ (بطور گواہ کافی ہیں) جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔یہاں اللہ تعالی نے صاف بتایا ہے کہ اس کے رسولوں نبیوں اللہ کے خلیفوں کے لئے اللہ کی اور اس کے کلام کی گواہی کافی ہے دنیا داروں کا فروشرک سے انہیں سند یا سرٹیفیکیٹ کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔اور!!ان لوگوں کی گواہی بھی کافی ہے جو اللہ کے کلام کی بنیاد پر جو ان کے نبی رسول اور اللہ کا خلیفہ ہونے کے گواہ ہیں اور ان کی اتباع کرنے والے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے الٓمّٓ ۔حٰمٓ اور نٓ کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ یہ کاٹا ہوا اسم ہے جو اللہ تعالی کے اسماء کے ہجا حروف سے مشتق ہیں۔اس تناظر میں سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات دیکھیں ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ , فِیْہِ , ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یہ ذیشان کتاب ذرا شک نہیں اس میں۔یہاں اللہ کی کتاب میں شک نہ ہونا اللہ تعالی کے اَنَا اللّٰہُ عَالَمُ یعنی الٓمّٓ میں شک نہ ہونا ہے۔حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ سورہ بقرہ کی پہلی چار آیات مومنین کی دو آیتیں کفار کی اور تیرہ آیتیں منافقین کی صفت میں بیان ہیں۔اور چالیس سے ایک سوبیس نمبر کی آیات بنی اسرایئل کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔اب اسی ضمن میں دیکھتے ہیں۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ , الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ہدایت ہے پرہیز گاروں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔فرشتوں پر ملایکہ پر جنت جہنم پر تقدیر پر و دیگر اُمور پر ایمان لانا تو غیب پر ایمان لانا ہے ہی مگر یہاں پر سب سے پہلے اُس معبود رب اللہ تعالی پر ایمان لانا ہے جو غایب ہے یہی حقیقی غیب پر ایمان لانا ہوا جو کہ دکھائی نہیں دیتا اس کا ربط دیکھیں الٓمّٓ حالانکہ سورہ لقمان نزول 57 سجدہ نزول 75 'الروم نزول 84 عنکبوت 85 میں آیا ہے مگر سورہ بقرہ کا نزول 87 اور عمران کا نزول 89 ہے سورۃ البقرہ کو قرآن میں سورہ فاتحہ کے بعد ابتداء میں رکھنا غور طلب ہے کہ یہ دونوں سب سے بڑی سورۃ ہیں بقرہ میں 286 آیات اور 40 رکوع ہیں عمران میں 200 آیات 20 رکوع ہیں۔سورۃ البقرہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سب سے پہلے غیب پر ایمان لانے کی بات ہے اس میں آیت الکرسی ہے جو عرش کے نیچے سے اُتاری گی ہے اس کی آخری آیات معراج کے دن حضور ﷺ کو عرش پر وحی کی گی تھیں اور اس کی 102 آیت میں شیطان کے مکروفریب کا ذکر ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ بھی ہے اس میں جادو سحر سے بچنے کا طریقہ ہے۔اور سورہ بقرہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی پہلی سورۃ ہے جہاں پر معرفت الٰہی کا دور شروع ہوا تھا یہ ہجرت کے تیرہویں

سال کے بعد نازل ہوئی اور مہدی موعودؑ نے خطہ ہند میں تیرہ سال ہجرت کے بعد مکہ مکرمہ میں پہلا دعوی فرمایا تھا اس دوران آپؑ نے کبھی دیدار کی بات نہیں کی مہدی ہونا اللہ کی طرف سے معلوم ہو چکا تھا مگر ہضم کرتے رہے پھر پہلے دعوی کے بعد یہ بانگ دہل اعلان کیا اور دیدار کی دعوت دی۔ حج میں آپؑ کے ساتھ بندگی شاہ نظامؓ تھے جو پہلے حج فرما چکے تھے مہدیؑ نے پوچھا بھائی نظام پہلے بھی حج کیا اب کیا محسوس کرتے ہو تو میاں نظامؓ نے کہا کہ پہلے آیا تھا تو دیکھا کعبہ کا طواف لوگ کرتے ہیں اب کی بار دیکھا کہ کعبہ میراں جی کا طواف کرتا ہے اور ایسی ہی بات میاں سید خوندمیرؓ نے آپ سے پہلی ملاقات میں کی کہ 'چھوٹ جائے بندے کی آنکھیں درمیاں میں بندے نے مہدی کو نہیں رب کو دیکھا'' یعنی درمیان سے مہدی غایب تھے اور خدا حاضر تھا ایسے معاملات پہلے دعوی کے بعد آپؑ سے صادر ہونے لگے۔ اس کے تعلق سے ایک حکایت روایت یا واقعہ کہیں وہ بتانا ضروری ہے کہ ''حضرت موسیٰ کلیم اللہ تھے 'ایک مرتبہ اللہ تعالی سے پوچھا کہ اے اللہ کیا تو ہر لمحہ ہر جگہ موجود ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا کہ ''ہاں !'' حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ کیا رات کے اُس وقت بھی کہ جب میں اپنی بیوی کے ساتھ ہوتا ہوں تب بھی؟ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ''ہاں!'' تو حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اے اللہ مجھے تجھ سے حیا آتی ہے 'اسوقت تو میرے ساتھ نا ہو۔ تو اللہ نے فرمایا کہ یہ ممکن نہیں' حضرت موسیٰ ضد کرنے لگے تو اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا کہ ٹھیک آج رات میں تمھارے ساتھ نہیں رہوں گا۔ لہٰذا رات آئی موسی نے دیکھا کہ سوائے حضرت موسیٰ کے اتھا گہرائی اور اندھیر سکون اور خاموشی ہے ہر شۓ غایب چاند ستارے مخلوقات موجودات حاضرات حتی کہ بیوی بھی غایب 'موسیٰ گھبرا گئے اللہ کو پکارا اے بارِ خدا یہ کیا ماجرا ہے؟ تو اللہ تعالی نے آواز دی کہ میں نا کہتا تھا کہ یہ ممکن نہیں کہ میں کسی چیم سے نظر ہٹالوں وہ موجود رہے! معنی اس کاینات کو وجود ذات باری کی ہر لمحہ موجودگی سے ہے۔ اسی لۓ اللہ سبحانہ وتعالی نے خود کا حَـیُّ قَیُّوْم ہونا قرآن میں بتایا ہے۔ یہی بات بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے کہی کہ درمیان سے مہدی غایب تھے۔ یعنی بندگی میاں اور خدا کے درمیان کچھ بھی نہیں تھا۔ اب ان کو صوفیوں نے عالم ملکوت ناسوت ہاہوت وغیرہ دے رکھے ہیں جن کا تعلیمات مہدویہ میں ذکر نا کر کے عمل کو مقدم رکھا ہیکہ لوگ ان باریکیوں میں نا ہی پڑیں۔ سورۂ بقرہ 2 دوسری سورہ ہے سورۂ الرعد 13 سورہ ہے ترتیب قرآن میں ان دوسورتوں کے درمیان 11 سورہ ہیں اور بالکل 12 ویں سورہ ہے سورۂ یوسف کہ جس میں اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے تابع کو بصیرت کی دعوت دینے کا ذمہ دیا گیا اور الرعد 13 ویں سورۃ کہ جس میں تمام تر بیان اللہ کی قدرت کا کوئی حکم واقعہ یا قصص نہیں اور الٓـمّـرٰ 14 اور آخری مقطعہ ہے قرآن میں اگر الٓـمّ پہلے مقطعہ ترتب کو چھوڑ دیں تو یہ بھی 13 واں مقطعہ ہوگا۔ یہاں معلوم ہوگا کہ الٓمّ یا انا الله عالم تقوی و پرہیز گاری سے عبادت کریں جیسا کہ تعلیمات مہدی ہیں تو الٓمّر یعنی انا الله ارای خدا کو دیکھا جانا ممکن ہے۔ قرآن میں 114 سورتیں ہیں اور الرعد 96 سورہ نازل ہوا (ترتیب میں 13 پر ہے) اگر 114 میں سے 96 منہا minus کردیں تو باقی بچے 18 سورہ اور حیرت کا مقام ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے اپنے دعوی کے ثبوت میں اللہ کے حکم سے 14 سورتوں کی 18 آیات سے دی ہیں۔ اس طرح کے ربط قرآن میں ہیں جیسے سورہ مریم کا نزول 44 ہے مگر ترتیب میں

19 مقام پر ہے اور اس مقام پر سورۃ الفیل 19 نازل ہوئی جس میں ایک بنی اسرائیلی حاکم ابرہہ کے مکہ پر حملہ ہونے پر اُسے کنکریوں کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ جو حضور ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے کے 55 دن پہلے کا واقعہ ہے اور نبوت کے چالیس ویں سال حضور ﷺ کو جب وحی نازل ہوئی تو اس میں سورہ فاتحہ میں پہلے آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھی جس میں 19 ہی حروف ہے۔

جو یقین کرتے ہیں کہ وہ ملاقات کرنے والے ہیں اپنے رب سے اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہے۔ بقرہ آیت 46

اللہ سے ملاقات کرنے کی بات قرآن میں تقریبًا 17 مرتبہ آئی ہے ظاہر ہے اس سے بعد حیات دنیا ملاقات ہی لی جائے گی۔ لیکن !ان میں سے ایک دو آیات کا بغور مطالع کریں تو اس بیان کی اور ہی کچھ حقیقت سامنے آتی ہے۔ پہلے ان چند آیات کو دیکھ لیتے ہیں۔ پہلے پہلے کرلو اپنے بھلائی کے کام اور ڈرتے رہو اللہ سے اور خوب جان لو کہ "**تم ملنے والے ہو اس سے اور خوشخبری دو مومنوں کو** (بقرہ 223) یہاں دیکھیں تخصیص مومنوں کی ہے اور یہ بات تو معلوم ہے کہ ہر کوئی مسلمان تو ہو سکتا ہے مومن کوئی کوئی ہوتا ہے۔ جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ ضرور ملاقات کرنے والے ہیں اللہ سے (بقرہ 249) جو شخص اُمید رکھتا ہے اللہ تعالی سے ملنے کی تو (وہ سن لے) کہ اللہ تعالی کا وقت ضرور آنے والا ہے اور وہی ہر بات کو سننے اور جاننے والا ہے (عنکبوت 5)۔ درحقیقت یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے سے انکار کر رہے ہیں۔ (سجدہ 32)۔ ان آیات میں اللہ سے ملاقات کا یقین رکھنا اور یہ خوشخبری صرف مومنوں کو دینا بیان ہے۔ اب سورہ کہف کی آیت 48 دیکھیں آج تم آگئے ہو ہمارے پاس جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں پہلی بار پس جو شخص امید رکھتا ہے اپنے رب سے ملنے کی تو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں "کسی کو"۔ یہاں غور کریں "آج تم آگئے ہو ہمارے پاس جسے ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں پہلی بار" یہ آیت تو بعد حیات اللہ کے حضور پہنچنے کی ہے لیکن!! اس کے بعد یہ کہا گیا کہ "پس جو شخص امید رکھتا ہے اپنے رب سے ملنے کی تو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں "کسی کو"۔ **اُمید رکھنا' نیک عمل کرنا' اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا تو معاملات دنیا ہیں**" اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ایسا کچھ کرنے سے دنیا میں بھی ملاقات ممکن ہے بعد میں تو اللہ کے حضور جانا ہی ہے۔ اس میں "کسی کو" کہا گیا مطلب یہ اللہ کی عبادت میں "کسی کو شریک کرنا صرف بت پرستی نہیں ہے بلکہ متاع دنیا بھی ایک شرک ہے جو اللہ کی راہ میں حایل ہوتی ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالی انسانوں کو دعوت نظارہ دیتا ہے سورہ عنکبوت آیت 23 فرمائے سیر و سیاحت کرو زمین میں اور غور سے دیکھو کس طرح اُس نے خلق کی ابتداء فرمائی پھر اللہ تعالی (اسی طرح) پیدا فرمائے گا.......... (یہاں اللہ تعالی بندوں سے کہہ رہا ہے کہ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں انسان کو پیدا کرنا موت دینا اور پھر سے پیدا کرنا)........... آگے کہا کہ "جن لوگوں نے انکار کیا اللہ تعالی کی **آیات کا اور اس کی ملاقات کا** اور وہ لوگ مایوس ہو گئے میری رحمت سے (اللہ کی ملاقات یا دیدار سے)۔ سورہ احزاب آیت 10 درحقیقت یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے انکار کر رہے ہیں۔ حٰم سجدہ آیت 41 سنو یہ لوگ شک میں مبتلاء ہیں "اپنے رب سے ملنے" کے بارے میں یاد رکھو وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ جیسے کہا سورہ حدید میں **و ھو معکم این ما کنتم** تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے

ساتھ ہے۔اور کہا لا تدرکہ الابصار و ھو یدرکہ اُس کو نگاہیں نہیں گھیر سکتیں' مگر وہ نگاہوں کو گھیر لیتا ہے۔اب دیکھیں ایک دوسرا انداز سمجھانے کا۔سورہ احزاب آیت 44 انہیں یہ دعا دی جائے گی جس روز اپنے رب کریم سے ملیں گے ہمیشہ سلامت رہو اور اس نے تیار کر رکھا ہے **''ان کے لئے عزت والا اجر''** ۔سوال یہ ہے کہ جب مومنوں کو جنتیں عطا ہونگیں تو یہ ''عزت والا اجر'' کیا ہے ؟۔یہ قربت خداوندی ہے جو دیدار سے حاصل ہوگا۔اب ان تمام ''اللہ تعالی سے ملاقات کی'' آیات میں ایک واضح پیغام جو سورۂ الرعد آیت 2 میں ہے۔**اللہ وہ (قدرت وحکمت والا ہے) جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے (جیسے) تم انہیں دیکھ رہے ہو پھر وہ متمکن ہوا عرش پر اور پابند حکم بنا دیا سورج اور چاند کو (تمام کہکشاں اور کائنات کو) ہر ایک رواں ہے مقررہ میعاد تک اللہ تعالی تدبیر فرماتا ہے ہر کام کی کھول کر بیان کرتا ہے (اپنی) نشانیوں کو شاید تم اپنے رب سے ملاقات کا یقین کرلو اور وہی ہے جس نے پھیلا دیا زمین کو اور بنا دئے اس میں پہاڑ اور دریا اور ہر قسم کے پھلوں میں سے دو جوڑے اور ڈھانپ دیتا ہے رات کو بے شک ان تمام چیزوں میں (اس کی قدرت کی) "نشانیاں" ہیں اس قوم کے لئے جو غور وفکر کرتے رہتے ہیں"** بالکل صاف اور واضح پیغام۔یہاں یہ نہیں کہا کہ مسلمانوں کو یا بندوں کو بلکہ کہا کہ **''ایک قوم کو جو غور وفکر کرتی ہے**۔معنی وہ قوم جو اپنے خلیفۃ اللہ کی تعلیم کے مطابق ''دیدار کی طلب'' کی کوشش کرتی رہتی ہے۔جنہیں سورہ واقعہ اور جمعہ میں ثُلَّةٌ مِنَ الآ خِرِيْن تھوڑے سے آخرین میں سے کہا گیا ہے۔

سوائے دُہریوں یعنی لادین کے دنیا کی تمام قومیں مانتی ہیں کہ انہیں مرنے کے بعد خالق کے آگے حاضر ہونا ہے۔مگر اللہ تعالی کا قرآن میں لگ بھگ 17 مرتبہ یہ کہنا کہ ''تم ملنے والے ہو اللہ سے مومنوں کو خوش خبری دے دو'' بتایا یہ جا رہا کہ موت کے بعد تو ملنا خدا سے ہے ہی مگر دنیا میں بھی خدا سے ملاقات کے ذرائع ہیں۔اب ہوا یہ ہے کہ بندوں نے ہر معاملے کو بعد میں کسی وقت کے لئے اُٹھا رکھنا زندگی کا مقصد بنا لیا قیامت بعد میں آئے گی مہدی بعد میں آئیں گے حشر میں حساب بعد میں دینا ہے جب تک جو کرنا ہے کرلو۔انسان ماضی سے سبق نہیں سیکھتا مگر دنیا میں مستقبل کی بڑی فکر ہوتی ہے میرے بعد میری اولاد کا کیا ہوگا میری حکومت کا کیا ہوگا۔آج کو وہ جاننا نہیں چاہتا آج وہ کیا کرسکتا ہے کل کے لئے جب اللہ تعالی سے ملاقات کرنا ہے کوشش نہیں کرتا غور وخوص نہیں کرتا آخرت کے احوال کے لئے توشہ نہیں تیار کرتا اگر کوشش کرتا تو ہوسکتا ہے اسے خدا مل جاتا اللہ تو کہہ رہا ہے جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا۔مومن کا آج اہم ہوتا ہے تاکہ وہ مستقبل کی تیاری کرے مومن کا ماضی انبیاء ومرسلین اور پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے احکام احوال اور رہبری ہے جس میں وہ صحیح راہ حق تلاش کرسکتا ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم اور تربیت کا انداز ملاحظہ ہو قرآن مجید کی 80 سورتوں تک احکام بیان وعدہ وعید قصص انبیاء دیگر قوموں کی مثالیں تخلیق کائنات تخلیق آدم ودیگر مخلوقات کے بیانوں سے لبریز ہے آخر کی 34 سورتیں پارہ عم میں ہیں جن میں عذاب جہنم وحشت حشر قیامت اُس کی حولناکی کائنات کے نظام کا درہم برہم ہونا سے مزین کیا گیا ہے تاکہ انسان ان سے سبق حاصل کرکے راہ راست اختیار کرے ورنہ انجام ان 34 سورتوں کے احوال میں واقع ہوگا۔اس کے باوجود اللہ تعالی کی رحمت اور کریمی کا

انداز دیکھیں قرآن کے ختم سے پہلے سورہ القدر میں ایک رات کی عبادت کا ثمرہ ہزار مہینوں کے برابر دیا جانا بتایا اور اس کے بعد ایک بینہ روشن دلیل کو بھیج کر فلاح کی راہ کی تعلیم اور تربیت کا اہتمام کیا ہے ان دوسورتوں میں ہی اگر غور کر لیا جائے تو اللہ تعالی معرفت کی راہ ہموار ہوسکتی ہے۔

روایتوں میں ہے کہ انسان کے اچھے برے اعمال کا حساب ہمیشہ دو فرشتے کرتے رہتے ہیں جنہیں نکیرین کہا گیا۔مگر ان کا ساتھ صرف قبر تک ہے حشر میں یہ ساتھ نہیں ہونگے قرآن میں جا بجا کہا گیا کہ حشر میں انسان کا اچھا نامہ اعمال سید ھے ہاتھ میں ہوگا اور برا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں یعنی حشر میں انسان خود مدعی بھی مجرم بھی اور گواہ بھی اس کے بارے میں کم ہی سوچا جاتا ہے۔دنیا میں تو دوڑ لگی ہے متاع دنیا حاصل کرنے کی گر زیادہ غور کر لیا تو خود کو مسلمان ثابت کرنے کی مومن کے اعمال اختیار کرنے پر کوئی تیار نہیں ۔مومن کے اعمال اختیار کرنے کی تعلیم صرف تابع تام رسول اللہ ﷺ حضرت مہدی موعود آخرالزماں نے دی ہے وہ ہے ترک دنیا عزلت از خلق تقوی توکل صحبت صادقین ذکر دوام اور اس کا منتہی خدا کو خدا سے طلب کرنا یعنی''دیدار''

مہدیؑ آخرالزماں کی آمد کے تعلق سے یہ اعتقاد یا Myth اور اُمید ان لوگوں کو ہے جو منتظر بیٹھے ہیں کہ مہدیؑ جب آئیں گے تو دنیا کے سارے کافروں کو مار کاٹ کر مسلمانوں کی حکومت قایم کر دیں گے اور ساری دنیا مسلمانوں کی ملکیت ہوگی اور سارے خزانوں کے مالک مسلمان ہونگے ۔ اسے دنیا کی طلب کہیے یا اسی قسم کی خواہش ہر قوم کو رہی ہے۔حضرت زبیر بن العوامؓ سے روایت ہے کہ جب وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ (سورۃ الشعراء ۲۱۴)اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔کا ارشاد نازل ہوا تو رسول ﷺ نے جبل قیس پر یہ اعلان فرمایا: اے آل عبد مناف ! میں تمہیں انجام بد سے ڈرانے والا ہوں ۔قریش رسول اللہؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے انہیں اللہ کا پیغام پہنچایا۔قریش نے کہا تم کہتے ہو کہ تم نبی ہو اور تمہاری طرف وحی کی جاتی ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے لئے ہوا اور پہاڑ مسخر کردئے گئے تھے موسیٰؑ کے لئے سمندر مسخر کر دیا گیا عیسیٰؑ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔آپؐ دعا فرمائیں (مکہ کے اطراف کے) یہ پہاڑ ہماری خاطر یہاں سے چل پڑیں (زمین پھٹے اور یہ کھسک کر آگے چلے جائیں) ہمارے لئے زمین سے نہریں پھوٹ پڑیں تا کہ ہم اپنی کھیتیاں تیار کریں کاشت کریں اناج کھائیں اور آپؐ ہمارے مردوں کو زندہ کریں تا کہ ہم ان سے بات کریں،اور جس چٹان پر آپ کھڑے ہیں اسے سونا بنا دیں تا کہ ہم اس سونے سے سامان عیش وعشرت حاصل کریں اور سفر اور تجارت کی پریشانی سے بچ جائیں اگر تم ان انبیاء کرام کی طرح ہو تو؟۔اس پر حضور ﷺ پر وحی کا نزول ہوا آپؐ نے فرمایا:قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالی نے وہ سب کچھ مجھے عطا فرمایا ہے جو تم چاہتے ہو،اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو ہو جائے گا۔لیکن! مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ تم چاہو تو رحمت کے دروازے سے بھٹک جاؤ (عیش وعشرت میں ڈوب جاؤ)اور تم میں سے نیک صفت ایمان نہ لائیں تو اللہ تعالی نے مجھے خبر دی ہے کہ اگر میں تمہیں یہ چیزیں (عیش وعشرت کی) عطا کردوں ۔اگر اس کے بعد تم نے کفر کیا تو تمہیں ایسا عذاب دیا جائے گا جو کسی اور کو نہ دیا گیا ہوگا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَ مَا مَنَعَنَا

اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ کَذَّبَ بِھَا الْاَوَّلُوْنَ (الاسراء۵۹)اورنہیں روکا ہمیں اس امر سے کہ ہم بھیجیں (کفار کی تجویز کردہ)نشانیاں مگر اس بات نے کہ جھٹلایا تھا ان نشانیوں کو ان سے پہلوں نے (اور وہ فوراً تباہ کر دئے گئے تھے) کیونکہ سورۃ الاسراء کا نزول 50 سورۃ کےطور پر ہوا اس بیان سے ظاہر ہے کہ پہلے اعلان نبوت کے بعد کسی وقت کفار نے حضورﷺ سے یہ مطالبہ کیا ہو۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْعَرْضِ تمام آسمان وزمین اللہ تعالی کے نور سے قایم ہے۔اور نور عرش اعظم سے پھیل رہا ہے جہاں رحمٰن ہے۔اس عرش اعظم کی شان رحمٰن کی عظمت سے ہے اور اسم اعظم کی عظمت بھی اسی رحمٰن کی اعظمت سے ہے۔حضور نبی کریمﷺ سے روایات منقول ہیں اس معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی مختلف آیات میں جو اسمائے الٰہی کے مجموعہ ہیں اسی میں اسم اعظم پوشیدہ ہے۔اور مقطعات قرآن میں ہی ہیں ان کے مجموعہ بھی یہ ہوسکتا ہے۔الٓمٓ انا اللہ اعلم 'الٓمٓصٓ انا اللہ افضل' انا اللہ مصور' کٓھٰیٰعٓصٓ انا اللہ الکبیر' الھادی' العلی' الامین' الصادق' المالک' العزیز' الٓرٰ انا اللہ اریٰ طٰسٓمٓ' طٰسٓ ذی الطّول' قدوس' رحمٰن' صٓ الصمد' قٓ القرآن' القادر' نٓ النور' الْحَیُّ الْقَیُّمْ ہمیشہ قایم رہنے والا ہمیشہ زندہ رہنے والا۔اور الٓمٓرٰ ہے۔اس کی کیفیت الگ ہے وہ یہ کہ ان تمام اسمائے مقدسہ اور کاینات میں میرے جلوں میں دیکھو یا مجھے دیکھو۔ان میں میرا نور ہے یا یہ سب میری تخلیق سے ہیں۔

نبی کریمﷺ کے احادیث اور صحابہؓ سے جو روایتیں آئ ہیں ان کے مطابق اسم اعظم کو ان آیات میں ہونا بتایا ہے۔ 1) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** 2) سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 163. 3) بقرہ میں آیۃ الکرسی 285. 4) سورۂ حدید آیات 1 تا 6. 5)سورۂ حشر آیات 22 تا 24. 6) آیت **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین.** اور بزرگوں سے بھی کئی روایتیں منقول ہیں۔

نبئ کریمﷺ نے فرمایا: کہ میرے سواء حٰمٓ کسی کو نہیں دی گی۔صدقت یا رسول اللہؐ بیشک' روایتوں میں ہے کہ پہلے کے پیغمبروں کی اُمتیوں میں ایک تھا '' بلعم باعور ''جسے اسم اعظم معلوم تھا۔وہ اس کے وسیلے سے کوئ بھی دعا مانگتا قبول کر لی جاتی۔مگر اس نے اللہ کے نا فرمانوں کے کہنے پر ایک مرتبہ غلط دعا یا اللہ کی منشاء کے خلاف دعا مانگی تو اس کے بعد اُس کی دعا قبول نہیں ہوئ۔ ایک عام اُمتی میں بھی کئی خصوصیات ہوتی ہیں؟ بے شک حضرت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کے تعلق سے بے شمار خصوصیات روایتوں میں ہیں اور دیگر صحابہؓ کی خصوصیات روایتوں سے ثابت ہیں۔اور حضرت اویس قرنیؓ جو کبھی حضورؐ سے نہیں ملے ان کی خصوصیت ایک عام روایت ہے۔

زبان عربی میں قاعدہ کے لحاظ سے 28 حروف ہیں لیکن 'حمزہ'' بھی ایک حرف میں شمار کیا جاتا ہے۔اس طرح 29 حرف ابجد ہو گۓ۔ زبر ' زیر ' پیش ' اور ' جزم ' کو حرکات کہتے ہیں۔اور جب بھی'' الف ''پر کوئ حرکت آۓ تو اُسے حمزہ مانا جاتا ہے۔پہلی وحی '' اِقْرَا ''میں کوئ'' الف ''نہیں ہے۔کیونکہ دونوں 'الف' حمزہ ہو گۓ ہیں۔مگر اِ نسان

میں جوالف ہے وہ الف ہی ہے۔'' رَبِّ '' اس میں تین الفاظ ہیں مگر دکھائی نہیں دیتے۔''اے میرے رب'' جیسے ''اب ب'' کہنے کے بجائے ''رَبِّ '' اس پر مشدد ہے۔ ماہرین علم اور لسان عربی نے حروف تہجی کے 28 حرف کی تقسیم: حرف صوامت' حروف ناطقہ' حروف نورانی اور حروف ظلماتی سے کی ہے۔حروف صوامت بغیر نقطہ والے حرف کو کہتے ہیں۔حروف نورانی مقطعات میں شامل حروف کو کہتے ہیں۔اور میم اور ح یہ دو حرف 'حٰـمٓ' میں شامل ہیں۔میم کا عدد ابجد ترتیب میں 18 نمبر پر ہے جس کا حاصل 9 ہے اور ح عدد 7 نمبر پر ہے یہ دونوں تقسیم نہیں ہوتے۔یہ دو لفظ استعمال ہوتے ہیں: حمد' محمدؐ' حٰم' رحمٰن' رحیم' رحمت جیسے الفاظ میں زیادہ آتے ہیں۔اسی طرح رحمٰن کے اعداد 298 ہیں جس کا حاصل 19=10=1 ہے اور ح میم کے عدد 48 جمع 3 اور دونوں بھی تقسیم نہیں ہوتے۔حروف تہجی 28 مقطع 28 مدنی سورہ 28۔ہمزہ کو ملایا تو حرف تہجی 29 عسٓقٓ کو سورہ شوری میں الگ کیا تو مقطع 29 قرآن کی کا آخری مقطع 29 ویں جز میں ہے

ایک معجزہ ہے ترتیب عناصر کا ظہور　　　موت کیا ہے ان عناصر کا پریشاں ہونا

علم ابجد اُصول وقواعد

علم ابجد یا حروف تہجی میں کسی بھی اسم سے مکرر حروف کو صاف کر دینے کو 'تخلیص کرنا'' کہتے ہیں۔

اسی اصول کی بنیاد پر' سورۂ فاتحہ کی ابتداء میں'' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ '' الحمد کا 'الف اور لام''نہیں ہیں' یہ الف حمزہ ہے اور'' دال ''ح اور میم ''کو قایم کرنے یا مضبوطی کے لئے استعمال ہوا ہے۔جیسے کہ اَللّٰـهُ اَحَدٌ ' اَللّٰهُ صَمَدٌ ' لَمْ يَلِدْ ' وَلَمْ يُلَدْ ' كُفُوًا اَحَدٌ '' یہاں 'دال' کا حُرف'' ہے'' کے ہم معنی یا بدل میں استعمال ہوا ہے' جیسے اللہ ایک ہے' اللہ بے نیاز ہے' وہ کسی کا محتاج نہیں ہے' اس کی کوئی اولاد نہیں ہے' نہ اس کے برابر کوئی ہے۔تو معلوم یہ ہوا کہ الحمدللہ رب العالمین میں ''الف' لام' اور دال ہم وزن یا مضبوطی قایم کرنے والے الفاظ ہوے۔اب الحمد میں باقی رہ گئے, ح اور میم 'حٰـمٓ' اور سورۂ فاتحہ کا اختتام نون'' ن ''پر حمد یا حم سے شروع اور نور کے ساتھ ختم۔الحمدللہ رب العالمین کے بعد والی آیت ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اگر لِلّٰـهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ..... الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتے ہیں تو یہ ہوا'' اللہ ربِّ العالمین ہے.....جو.....رحمٰن رحیم ہے ہوا۔یعنی''..... جو..... رحمٰن .....رحیم ہے وہ اللہ ربِّ العالمین ہے ہوا۔حضرت سعید بن جبیرؓ سے قول ہے کہ'حٰمٓ' ' میں' حا''رحمٰن سے مشتق ہے اور''میم ''رحیم سے۔معلوم ہوا ''حمد' یا تعریف جو کی جارہی ہے یا کی جائے گی وہ اصل میں''رحمٰن'' کی ہے جو رحیم ہونے کے ساتھ رب 'اللہ ہے۔اسم رحمٰن میں حرکت''زیر'' ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ ''رحمٰن'' کو رحم سے سے جوڑتی ہے جو رب العالمین ہے وہ اپنی مخلوق پر رحمت برساتا رہتا ہے' نچھاور کرتا رہتا ہے اگر وہ اپنی رحمت نہیں برساتا ہوتا تو یہ کاینات موجود نہ ہوتی۔جیسا کہ سورۂ حشر میں کہا کہ ''اگر یہ قرآن (اللہ کا کلام) کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ اللہ کی خشیت یا ہیبت سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔رحمٰن جو عرش پر قایم ہوا وہ اپنی مخلوق سے محبت کرنے وہ اپنی خلایق یا شاہکار سے محبت کرتا ہے اسی لئے اس پر اس کی نظر کرم ہے۔اللہ تعالی کے عرش کی

طرح اس کے نور کا تاج ''حٰم '' ہے۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے'' الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طٰہٰ ٦) وہ رحمٰن ہے عرش پر قایم ہے۔ جب حاکم ہے؟ قادر مطلق ہے؟ مالک الملک ہے؟ تو اس کی عظمت کا تاج بھی ہے۔ وہ'' حٰـم '' کیونکہ اُس نے قرآن کے پیغام کے ابتداء میں ہی کہدی ہے۔ اللہ رحمٰن رحیم ''حٰم '' رحمٰن رحیم۔ آخر میں نون ''ن''۔ یعنی اس کے نور کا تاج حٰم ہے جو رحمٰن عرش پر قایم ہے۔ ح اور میم سے شروع جو حمد شروع ہے اس کا اختتام سورہ قلم کے'' ن '' پر ہے۔ ح م ن۔ سورۂ فاتحہ کی ابتداء ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سے ہے اس میں دو'' ح'' اور دو'' میم'' ہیں جو حٰـم کے رحمٰن اور عرش پر قایم ہونے کا جواز ہے۔ مقطعات میں حروف صوامت کے استعمال کی خصوصیت ہے کہ اللّٰہ وَاحِدٌ اَحَدٌ صَمَدٌ پر نقطہ نہیں ہے اور اسم محمد اور احمد بھی غیر منقوط ہیں اور کلمہ شھادت میں بھی نقطہ نہیں ہے لا الـہ الا اللـہ محمد الرسول الله یہ سب بغیر نقطہ کے ہیں جیسا کہ حٰمٓ ہے یعنی رحمٰن بے عیب ہے اور مہدی میں بھی نقطہ نہیں ہے۔

زبان عربی میں تجوید کے کچھ اُصول ہیں ان میں عربی حروف کے نام ہوتے ہیں۔ مثلاً 'ب' ہے' بَاء 'ن' ہے نون۔ ان کے شروع میں جو حرف ہوتا ہے وہی اس کا نام ہے۔ جبکہ ان حروف میں ایک حرف ایسا ہے جس کا کوئی نام نہیں' وہ ہے الف' جس کے پہلے ایک کھڑی لکیر ہوتی ہے اَلِف اسے هَمْزَہ ہیں یہ الف نہ ہو کر هَمْزَہ کیوں ہے؟ اس کے 4 قسمیں ہوتی ہیں 1) ''ا ''جیسے قَـرَارُ 2) هٰذَا کے اُوپر ایک چھوٹی الف کھڑی ہے جیسے الف خ خنجر یہ کہتے ہیں۔ 3)' آ ' یہاں الف کے اُوپر مدٰ ہے جیسے دُعَـآءِ 4) الف مقصورہ ' ی ' جیسے عَـلـٰی ۔ هَـمْـزَہ اس طرح بھی آتا ہے 1) اَ اِ مثلاً اَعْـرَضَ اِبْرَاهِيْمَ 2) '' ء '' جیسے جَـآءَ هُـمْ ىء علی 'اُ لٰٓئِکَ فِيَئَةٌ (فِیاءٌ) 3) اُ هَـمْزَةَ الوصل جیسے اَلْکِتٰبِ یہاں الف جیسے انگریزی میں vowel یعنی حرف علت۔ اور هَـمْـزَہ یہاں constanat حرف مستقل ہوتا ہے۔ اس طرح یہاں ''الف' کو ایک دو تین تک حرکت دی جاتی ہے یعنی لمبا کھینچا جاسکتا ہے۔ جبکہ هَـمْـزَہ کو ایک ہی حرکت دی جاتی ہے۔ جیسے انگریزی میں b t ۔ اب ایک دیکھیں مَا قَنَعْتُم مِّن لِّيْنَةٍ یہاں مَا میں الف کی ایک ہی حرکت ہے اَوْ تَـرَکْتُمُوهَا یہاں بھی الف کی ایک ہی حرکت ہے قَـا ىِـمَةً یہاں قَـا ىِـم پر الف کی 5 حرکت ہوگی عَـلَـىٰٓ اُصُولِهَا یہاں عَـلَىٰٓ میں الف کی 2 حرکات ہیں اور اُصُـولِهَـا کے آخری الف میں ایک حرکت ہے۔ اس طرح هَـمْـزَہ کو سکون (جزم) میں استعمال کیا جاتا ہے الف کو نہیں۔ هَـــمْـــزَہ کو آگے پیچھے درمیان میں کسی بھی لفظ میں استعمال کیا جاتا ہے جبکہ الف کو نہیں۔ اس لحاظ سے جیسے پہلے کہا شروع اَلْحَمْدُ کے الف نہیں ہے۔

جیسا کہ معلوم ہے قرآن میں 114 سورتیں ہیں لیکن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم 113 سورتوں کی ابتداء ہی میں ہے سورہ توبہ جسے سورۂ براءت کہتے ہیں اس کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں ہے اُمت اس بات پر متفق ہے جہاں اللہ اپنے غضب کا اظہار فرمارہا ہو اس کی ابتداء میں ''میں رحمٰن ہوں میں رحیم ہوں'' نہیں کہتا یہ 113 بسم اللہ کی گنتی 114 پوری یوں ہوتی ہے کہ سورۂ النمل کے بیان

میں ایک بسم اللہ ہے اس طرح یہ 114 ہو تے ہیں گویا کہ سورہ النمل میں ایک نہیں دو 2 بسم اللہ ہوئے۔ اسی اُصول کی بنیاد پر کہ اللہ تعالی غضب میں اپنے رحمٰن ورحیم ہونے کی بات نہیں کرتا بالکل اپنی فرحت ورحمت کے بیان اپنا رحمٰن ورحیم ہونا سورہ فاتحہ میں دومرتبہ میں بیان کیا ہے۔ علماء نے سورہ فاتحہ کو کسی نے چھ آیات مانا ہے کسی نے مع بسم اللہ کے سات آیات ہیں اور اسے سبع مثانی کہا گیا ہے۔ اب ہم سورہ فاتحہ کی سورۃ کی ابتداء میں دیکھیں الحمد لله رب العلمين الرحمن الرحيم یہاں غور سے دیکھیں 2 دو الرٰ اور 2 دو حمٓ ہیں یعنی الر حم ن تینوں مقطعہ کو ملا دیں تو ہوا الرحمن اب اسی طرح دوسرا حمٓ ہے رحیم اس میں سے ر اور ی کو الگ کر دیں تو باقی حمٓ رہ گیا اس طرح بسم اللہ الرحمٰن اور الرحیم میں 2 دو الرٰ 2 دو حمٓ مقطعہ ہو گئے جو سورہ فاتحہ کے شروع میں پوشیدہ ہیں۔ اب سوال یہ ہے دو بسم اللہ کیسے؟ الله رب العالمين ایک لفظ مانیں کیونکہ تمام عالموں کا رب اللہ ہے۔ اب شروع کے لفظ حمد الحمد کو ''بسم'' مان لیں تو رب العالمین تو اللہ ہی ہے یعنی ''بسم اللہ'' اس کے بعد میں یعنی الحمدللہ رب العالمین کے بالکل بعد میں الرحمن الرحيم آ گیا اس طرح یہ 2 دو بسم اللہ کے الرحمٰن الرحیم ہوئے۔ جس طرح اللہ تعالی غضب کے اظہار پر رحمٰن ورحیم نہیں فرماتا اسی طرح اپنے رب العالمین مالک یوم الدین ہونے پر دومرتبہ شروع ہی میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' فرما رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سورہ فاتحہ کو ابتدائے کلام اللہ میں رکھا گیا کہ جبار وقہار ہونے سے پہلے وہ ''رحمٰن ورحیم'' ہے۔ سورہ فاتحہ افتتاح القرآن ہے اللہ کے احکام وبیان کے شروع ہونے سے پہلے سورہ فاتحہ ہے یا یوں سمجھیں کہ اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو ہے ہی لیکن **یہ سورہ کل قرآن کی بسم اللہ ہے**۔ اب دیکھیں بغیر سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی اس کے بعد یا تو چند آیات ضم سورہ کریں یا استطاعت ہے تو بڑی بڑی سورتوں کو ضم سورہ کر لیں مگر بسم اللہ یعنی فاتح ضروری ہے اور یہ بھی دیکھیں کہ فرض نماز میں صرف پہلے کی دو رکعت میں ضم سورۃ ہے بعد کی تیسری اور چوتھی رکعت میں ضم سورہ نہیں ہے مگر!! فاتحہ ہے اس کے بغیر نماز فاصد ہو جائیگی اس طرح تمام قرآن مجید کی بسم اللہ سورہ فاتحہ ہے۔ جو تخلیق حضرت آدمؑ پر انہوں چھینک آنے پر جب الحمد لله کہا تو اللہ تعالی نے يرحمك الله یعنی سب سے پہلے میں رحیم ہوں کا اعلان کیا تھا سورہ فاتحہ میں یہ دونوں باتیں ہیں اس سورہ کی ابتداء ہی حضرت آدم علیہ السلام کے ''حمد'' کہے جانے یعنی الحمد لله سے شروع ہوتی ہے معنی قرآن کی ابتداء ہی حضرت آدم کی پہلی والی ''حمد'' سے اس کے بعد اللہ تعالی کا اعادہ کے میں ''رحمٰن ورحیم ہوں'' کہنا یہ بڑی عجیب بات ہے۔ اب اسی بسم اللہ کی ایک اعدادی جہت کو بھی دیکھیں۔

قرآن مجید میں 114 بسم اللہ ہیں اگر رحمٰن ورحیم میں پوشیدہ 2 دو حـــــمٓ کو ضرب دیں تو 2× 114= 228 ہوئے اب اس میں ان سات 7 حـــــمٓ کو جمع کریں جو قرآن کی سات سورتوں کے شروع میں آئے ہیں تو یہ کل ہوئے 228+7 =235 اس کی جمع ہوئی 10 اس میں صفر نکال دیں 1 یعنی واحد ایک ہوا۔ اور اسی طرح 114 الـــــرٰ کو دو 2 سے ضرب دیں ہوئے 228 اب اس میں وہ 5 پانچ الرٰ جمع کر لیں جو پانچ سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں تو ہوئے 233 اور ایک الـمّـرٰ بھی

جمع کرلیں تو بنے 234 جس کی جمع ہوئی 4+3+2=9 ۔اب اس الٓرٰ کا حاصل عدد نو 9 کو حٰمٓ سے حاصل عدد 1 سے جمع کریں تو بنے 19 جسکا حاصل واحد 1 اللہ بھی ہوا اور دوسرا یہ کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں حرف ابجد کے 19 حروف ہی ہیں جو **علیھا تسعة عشرہ** (سورہ المدثر ۳۰) بھی ہے۔اب سوال یہ ہے کہ ہم نے الٓمٓرٰ کو الٓرٰ میں کیسے گنتی کرلی جواب ہے کہ الٓرٰ جب اللہ کا بندوں کی طرف دیکھنا ہے تو بندوں کا الٓمٓرٰ اللہ کو بندوں کا دیکھنا بھی اللہ ہی کے لئے ہوا دونوں حالتوں میں ''حاضر و ناظر '' ذات اللہ ہی کی ہے یعنی اس کو دیکھنا اور اسکا دیکھنا دونوں اللہ ہی کے لئے ہوا۔دیکھنا ''بصیرت'' صفت ہے اللہ کی اور یہی صفت اس نے بندوں میں بھی رکھی ہے لہٰذا قرآن مجید میں معجزے ہی معجزے ہیں یہ اللہ کا کلام ہے۔جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم تمام دنیا کے لوگوں کو جمع کرلو بھی تو ایک آیت قرآن جیسی نہیں بنا سکتے بالکل اسی طرح تمام دنیا کے انسان مل کر بھی اس طرح کا علم ریاضی نہیں بنا سکتے جس کے ہر حرف لفظ کلمہ آیت سورۃ میں معجزے ہیں۔کیا اب بھی اسے رب العالمین مان کر سجدہ نہیں کیا جائے گا؟ اگر ایسا کیا گیا تو **مغضوب ولضالین** میں شار یقینی ہے یہی پیغام ہے سورۂ فاتحہ کا **الرحمن الرحیم حٰمٓ** اور **حیٌ قیوم** کا جو ہمیشہ قایم اور ہمیشہ زندہ ہے دیکھ رہا ہے ہماری فنا ءاور بقاء کا نظارہ۔**ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمة انک انت الوھاب ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ ان اللہ لا یخلف المیعاد** (۹'۱۰ آل عمران) اے ہمارے پروردگار بے شک تو جمع کرنے والا ہے (محشر میں) سب لوگوں کو اس دن میں کوئی شبہ نہیں ہے' بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پھرتا اپنے وعدے سے۔

یٰسٓ کا معنی اے سردار یا اے محمدؐ ہے اور طٰہٰ کا معنی بھی اے محمدؐ ہی ہے حضورؐ نے خود فرمایا ہے کہ قرآن میں میرے پانچ نام ہیں۔جیسے ہم نے اس سے پہلے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جن جن سورتوں میں انبیاء کے نام' چاند سورج ستاروں کے نام' اشیا کے نام' واقعات کے نام اور دیگر امور بیان کے انہیں ناموں سے سورتوں کے عنوان یا نام رکھے گئے ہیں۔لیکن غور طلب بات یہ کہ صرف ایک واحد سورۃ ایسی ہے جو خالق مالک حقیقی یا معبود پر قرآن میں ہے وہ ہے سورۃ ''الرحمٰن'' ۔حالانکہ اس سورہ میں کوئی مقطعہ سجدہ یا ایسی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔مگر!! اس کے ابتداء ہی میں دو عظیم خصوصیتیں یا پیغام ہیں 1) معلم قرآن جن پر قرآن کا نزول کیا جارہا ہے وہ ہیں پیغمبر آخر الزماں محمد ﷺ 2) مہدیٔ موعود خلیفۃ اللہ خلق الانسان جو قرآن کا بیان کرنے والا ہوگا یعنی مبین کلام اللہ ہوگا۔بہ اعتبار منشائے الٰہی آگے بھیجا جائے گا۔ان دونوں میں پہلے ﷺ اللہ کی عظمت کی تعلیم دینے والے اور دوسرے اللہ کی عظمت کے بیان کے ساتھ اس سے ملنے کا طریقہ اور تربیت دینے والے۔اور سورۃ الرحمٰن کے ابتداء میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ مہدویہ میں جو تسبیح پڑھی جاتی ہے وہ اسی سورہ کی ابتدائی آیات کا بیان ہیں۔مثلاً **الرحمن علم القرآن** یعنی **لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔اللہ الھنا محمد النبینا** ۔اس کے بعد **خلق الانسان علمہ البیان ۔القرآن والمھدی امامنا آمنا و صدقنا** ۔یعنی خلق میں قرآن اور اس کا بیان مہدی کے ذریعہ ہو چکا ہے کہ دونوں اللہ کی طرف سے امام ہیں۔یعنی رہبری کرنے

والے۔یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن رہبری کے لئے پیش کردیا اور اس کا بیان اللہ نے مہدی خلیفۃ اللہ کے ذریعہ کردیا ہے۔ثم ان علینا بیانہ۔

یٰسٓ اور طٰہٰ یہ دومقطعہ ایسے ہیں جن کا اشارہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف ہے اور ہم نے اس سے پہلے حبشہ کی زبان میں ایسے الفاظ کے بیان میں اس کے کوائف کو جمع کیا ہے۔ اسی طرح قرآن کے سورۃ ''اَلْبَیِّـنَة '' ہے جس کے معنی کھلی دلیل 'روشن Evidence clear اس کی جمع بینات ہے اور بَیَّنَّا کے معنی ہم نے بیان کردیا ہم نے کھول دیا ہے اور بَیْنَ درمیان یا بیچ جدائی اور ملاپ کو بھی کہتے ہیں دوچیزوں کے درمیان یا بیچ کی شے کو بتانے کے لئے کہتے ہیں جیسے وَجَعَلْنَا بَیْنَھُمَا زَرْعاً ہم نے رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی عرب بَانَ کَذا کہتے ہیں یعنی وہ چیز جدا ہوگئی اور جو کچھ پوشیدہ تھا وہ ظاہر ہوگیا بَیْن اسی بان کا مصدر ہے۔اور واضح رہے کہ بَیْـــنَ کا کبھی استعمال اسم ہوکر ہوتا ہے اور کبھی ظرف (نحو میں وہ اسم ذات جگہ یا وقت کے معنوں پر دلالت کرتا ہے)چنانچہ بَیْن کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت یا فاصلہ پایا جائے جیسے بَیْنَ الْبَلَدَیْنِ دوشہروں کے درمیان یا جہاں دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو جیسے بَیْنَ الرَّجُلَیْن دوشخصوں کے درمیان یا بَیْنَ الْقَوْم قوم کے درمیان اور جس جگہ وحدت کے معنی ہوں وہاں بَیْنَ کی اضافت ہو تو تکرار ضروری ہے جیسے وَمِنْ بَینا وَبَیْنَکَ حِجَابٌ اور درمیان ہمارے اور درمیان تیرے پردہ ہے۔بَیِّنَۃٌ کے معنی ہم نے اس کو بیان کیا۔بَیْنَ الرَّجُلَیْن دوشخصوں کے درمیان یا بَیْنَ الْقَوْم قوم میں غور کریں تو اُصول کے تحت حدیث کیف تھلک اُمتی انا فی اولھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھی و عیسی ابن مریم فی آخرھا. کا خلاصہ ہوجاتا ہے یعنی'' دو''اللہ کے نبیوں کے درمیان ایک اللہ کا خلیفہ جو اُمت کو ہلاکت سے بچائے گا جیسا کہ یہ دونوں بچانے والے ہیں ۔یہاں وہ بینہ پوشیدہ ہے جو ان کے درمیان آنے والا ہے جسے مہدی موعودؑ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کیا۔اور اس حدیث میں ایک خصوصیت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ''عیسی ابن مریم'' کہا ہے یہ وہ عیسی ہیں جو ابن مریم ہیں۔کیونکہ آخر زمانے میں ایک مسیح دجال کا بھی ذکر ہے جو جھوٹا اور کاذب ہے جس کا انتظار یہود بھی کررہے ہیں ''دجال'' کا پورا نام ''مسیح الدجال'' ہے اسی لئے حدیث میں وضاحت ''عیسی ابن مریم'' کی ہے کیونکہ اس جھوٹے مسیح دجال کے گروہ میں یہود ونصاری کے ساتھ کچھ مسلمان بھی جاملیں گے جس کا حدیث میں ذکر ہے''میری اُمت کا ایک گروہ دجال سے جاملے گا''۔اب ذرا اس پہلی آیت کو دیکھیں وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُو الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِمَا جَآ ئَتْھُمُ الْبَیِّنَۃُ جنھوں نے کفر کیا اہل کتاب اور مشرکوں میں سے باز آنے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے....اللہ کا رسول پاکیزہ صحیفے پڑھتا ہوا اور اس میں لکھے ہوے مضبوط احکام ہوں۔اور اہل کتاب فرقہ فرقہ نہ ہوئے مگر ان کے پاس آگئی کھلی دلیل ۔جیسے کہا تھا: اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَة پس کیا (یہ اس کے برابر ہوسکتے ہیں)جو اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر ہو(ہژدہ آیات ھود ۱۷)۔اور انہیں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لئے ''خالص کرتے ہوئے دین (بندگی) یک رخ ہوکر اور نماز قایم کریں۔یعنی''احسان'' کے کیفیت

کے ساتھ کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں یا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے''۔یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے....اللہ کا رسول پاکیزہ صحیفے پڑھتا ہوا اور اس میں لکھے ہوئے مضبوط احکام ہوں ۔یہاں مقام غور یہ ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے اور اس کا نزول 100 سورہ کے طور پر ہوا اور اسے صرف 2 سورہ پیچھے رکھا سورۃ القدر 97 کے بعد جو مکی سورہ بھی ہے اور اس کا نزول 25 واں ہے یعنی سورہ قدر بہت پہلے نازل ہو چکا تھا اس کے باوجود اسے ترتیب میں 97'98 پر رکھا یعنی انہیں جوڑا گیا بینہ یا دلیل سے اور یہ اعلان لیلۃ القدر سے کیوں؟ان دونوں سورتوں کے مابین ایک تعلق دکھایا گیا ہے اسے سمجھنے کے لئے اس روایت میں دیکھتے ہیں ۔امام ابن منظرؒ نے حضرت عکرمہؓ سے بیان کیا کہ مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَ تْهُمُ الْبَيِّنَة میں الْبَيِّنَة سے مراد حضور نبی کریم ﷺ ہیں ۔مہدیؑ موعود علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بینہ سے مراد تیری ذات ہے ۔مہدیؑ موعود جو عترت فاطمہ سے ہیں اس بات کو جاننے کے لئے یہ روایت دیکھیں:امام ابن عساکرؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ:ہم حضور نبی کریم ﷺ کے پاس موجود تھے کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو نبی کریمؐ نے فرمایا:قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے!بیشک یہ(حضرت علیؓ)اور اس کا گروہ(عترت میں قیامت کے دن یقینًا کامیاب ہیں پھر یہ آیت نازل ہوئی:اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لا اُولٰٓئِکَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (7) اور جب بھی حضرت علیؓ آتے تو صحابہ کرام کہا کرتے :جَآءَ خَيْرُ الْبَرِيَّةُ ساری مخلوق سے بہتر آ گیا۔کہنا یہ ہے کہ حضرت علیؓ یا عترت فاطمہؓ میں اس خلیفۃ اللہ کی بعثت ہونی تھی جو مانند انبیاء ہوگا ۔ایسی ہی بات حضرت ابراہیمؑ نے بھی کی تھی قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ط قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ اس نے (اللہ نے)فرمایا بیشک میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں اُس (ابراہیمؑ) نے کہا اور میری اولاد کو(بھی امام بنا)(ترجمہ آیات 124 البقرہ)ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو اللہ کے نبی و پیغمبر مکہ مکرمہ میں نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتے ہیں اور مکی زندگی کے بعد مدینہ منورہ میں زندگی کا ایک طویل عرصہ اُمت کے صحابہؓ کے درمیان گزار رہے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ:ایک بینہ آئے گا اور پاکیزہ صحیفہ پڑھکر سنائے گا اس میں مضبوط احکام ہوں اور یک رخ ہو کر خالص اللہ کی بندگی کی تعلیم دیگا ۔اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ یہ بات مستقبل بعید یعنی بعد کے زمانے کا اشارہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جو احکام سنا رہے ہیں اس ''پاکیزہ صحیفہ'' قرآن کا خالص بیان کرنے والا عترت فاطمہؓ میں آئے گا جو نصب کے اعتبار سے بھی خَيْرُ الْبَرِيَّةُ میں ہوگا۔ورنہ حضور ﷺ کا دوسرے انبیاء کے پاکیزہ صحیفے پڑھ کر سنانا چہ معنی دارد؟وحی نازل ہو رہی ہے احکام بتائے جا رہے ہیں شریعت کے معاملات کو قطعیت دی جا رہی ہے اس کے باوجود اللہ کے رسول کا صحیفہ یا وہ صحیفے پڑھ کر سنانا جو دوسرے انبیاء کو دئے گئے بات کچھ عجیب سی لگتی ہے ۔البتہ خاتم الانبیا ﷺ کا پاکیزہ صحیفہ پڑھ کر سنانے والا آئے گا یہ بات حضور نبی کریم ﷺ سے بیان ہوئی ہے کہ میرے بعد مہدیؑ موعود آئے گا جو اللہ کا خلیفہ ہے اس کی بیت کروا اگر چہ تمہیں برف پر سے رینگ کر جانا پڑھے جو اس کا انکار کرے وہ ہم میں(اسلام کے ماننے والوں میں) سے نہیں ہے ۔یہ بات کچھ حقیقی لگتی ہے ۔جیسے بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ دو شخصوں کے درمیان یا بَيْنَ الْقَوْمِ قوم کے درمیان اور جس جگہ وحدت کے معنی

ہوں ۔اب اسے حضور ﷺ کی اس حدیث مبارک کے تناظر میں دیکھیں: کیسے ہلاک ہوگی میری اُمت جس کے اول میں ہوں آخر میں عیسیٰ ابن مریم ہیں اور آخر میں مہدی میری عترت میں ہے ۔یعنی یہ بینہ حضور ﷺ اور عیسی (بَیْــنَ الــرَ جُــلَیْــن)ابن مریمؑ کے درمیان میں جو ہے وہی ہے ۔قرآن کا بیان منطق یعنی یوں ہوتا تو کیا ہوتا یوں نہیں ہوتا تو کیا نہیں ہوتا پر نہیں ہے بلکہ دلیل اور برھان پر ہے یہ یوں ہی ہے یہ ایسا ہی ہے اسے ایسا ہی عمل کرنا ہے اسے سمجھانے کے لئے اللہ تعالی نے قرآن میں دلائیل پیش کئے ہیں منطق اور یا گول مول بیان نہیں کئے ہیں ۔ہاں البتہ مگر یہ دلائیل آگے پیچھے درمیان میں کہیں کہیں ہیں ان کو تلاش کر کے حق بیانی کرنا ایمان کی نشانی ہے ۔یہی بات ہم نے نزول قرآن ترتیب قرآن اور آیات کی ترتیب مقطعہ اور اسماء الحسنٰی کی گفتگو میں سمجھانے کی کوشش پہلے بھی کی ہے ۔

تن بے روح سے بیزار ہیں ہم خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے اقبالؔ

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ خلیفۃ اللہ مہدیٔ موعود نویں 9 صدی ہجری میں آئے گا' اور اُمت میں یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جن کا انتظار کیا گیا' یہاں یہ بات یقینی مانی جائے گی کہ مہدی موعود آخرالزماں کا نویں صدی میں آنا ۔اس کے علاوہ جو کوئی دعوی مہدی دوسرے زمانے میں ہوگا وہ باطل ہوگا۔اس کے علاوہ قرآن نے اس کے واضح اشارے دئے ہیں جیسا کہ مکہ مکرمہ میں معراج کے فوراًبعد کچھ عرصے میں سورہ یوسف جس کا نزول 53 ہے اس میں کہا گیا کہ ''بصیرت کی تعلیم اللہ کے رسول بھی دیں گے اور ان کا تابع بھی دے گا'' اس کے تقریباً دس گیارہ برس بعد سورہ بینہ کا نزول ایک سوویں 100 سورۃ کے بطور ہوا اُس میں دو بینات کی گواہی دی گئی ایک بینہ جو کافروں اور مشرکوں کو اللہ کے احکام پڑھ کر سنائے گا جو محمد ﷺ ہیں جن کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ کعبہ تعمیر کرتے ہوئے دعا کی تھی سورہ بقرہ آیت 19 ۔دوسری دعا ایک امام کے لئے تھی جو حضرت ابراہیمؑ اپنی ذرّیتمیں پیدا کرنے کے لئے تھی جس پر اللہ تعالی نے کہا تھا کہ میں ظالموں کو امام نہیں بناتا' اور سورہ بینہ میں اس کا خلاصہ کیا کہ ہم ایک دوسرے بینہ کو ختم نبوت کے بعد بطور امام یا خلیفۃ اللہ بھیجیں گے جو اُمت کے اُن بٹے ہوئے فرقوں کو اللہ کے کلام کا بیان سنائے گا جو و مــا تــفــر ق الــذین اتو الکتــاب اورصاف کردیا گیا کہ یہاں ابراہیمؑ کی دعا کا خلاصہ دیا گیا کہ پہلے والے وہ جنہیں کتاب والے کہا گیا یعنی اہل کتاب یہودونصاری اس کے بعد کہا گیا وہ کتاب دئے گئے یعنی ان میں اہل قرآن بھی شامل ہوگئے جس کا یعنی اس بینہ کا بغیر تحقیق انہوں نے انکار کیا۔اور سورۃ بینہ میں ایک اور حقیقت کو بتایا گیا کہ وہ بینہ یعنی اللہ کا خلیفہ مہدی لیلۃ القدر کا تعین بھی کریگا ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ سورہ قدر مکہ میں پچیسویں 25 سورہ کے بطور نازل ہوچکی تھی اسے ترتیب قرآن میں ابتدائے نبوت میں جبکہ اسے سورہ بینہ جس کا نزول 100 سورہ کے ہوا اسے 98 مقام میں ترتیب میں رکھا گیا یعنی قدر 97 پر اور بینہ 98 پر یعنی مبین اور تعین کو جوڑا گیا' ہم یہ اس لئے بھی کہہ رہے ہیں کہ ایک ہزار مہینے فضیلت والی رات قدر کا ذکر نبوت کے ابتدائی ایام میں مکہ مکرمہ میں کرنے کے کئی برسوں بعد رمضان کے مبارک مہینے میں لیلۃ القدر کو رمضان میں ہونا اور اسے تلاش کرنا بیان ہوا ہے ۔

مقطعات والی سورتوں کی خصوصیت

مقطعات کی یہ غیر معمولی خصوصیت ہے کہ جو سورۃ مقطع سے شروع ہوتی ہے اس کی ابتدا ءایک دبدبہ وجلال سے ہے اور اس کی خاص کیفیت یہ جہاں سارے قرآن مجید میں اللہ تعالی بندوں سے کہلواتا ہے کہ "اللہ رب العالمین ہے ,اللہ صمد ہے' اللہ معبود ہے' اللہ کے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں' اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے' اللہ بے نیاز ہے' اس کی کوئی مثل نہیں۔ یہ انداز بیان صاف بتاتا ہے کہ بندہ ایسا سمجھتا ہے یا بندہ کا یہ ایمان ہے یا بندہ یہ دعا کر رہا ہے۔ مگر جب مقطع والی آیات بیان ہوتی ہیں تو یہ انداز کلام بدل جاتا ہے۔اس میں" میں یا اَنَـــا رَبُــكُــمُ الاَعـلٰـى "کا اظہار صاف دکھائی دیتا ہے۔اس کو سمجھنے کے لئے مقطع کی آگے والی آیات کی عبارات میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ہم یہاں مثالوں میں اس کو سمجھنے کوشش کرتے۔

سورۃ	مقطعہ	مقطعہ کا قیاسی معنی جو صحابہؓ یا بزرگوں سے منقول ہیں	آیت کے شروع کے معنی
۲ بقرہ	الٓمٓ	انا اللہ اعلم میں تمام عالموں کا اللہ ہوں.	الٓم یہ کتاب ایسی ہے کہ جس میں کوئی شبہ نہیں (اس کا خطاب ہے کہ "میں" عالموں کا رب ہوں اور یہ کتاب میری ہے۔)
۳ عمران	ایضاً	ایضاً	("میں' عالموں کا رب ہوں) اللہ (میرے سوا) تعالی کے سواء کوئی معبود نہیں جو ہمیشہ زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والا
۷ الاعراف	الٓمٓصٓ	انا اللہ افضل صرف میں ہی فضیلت/ کہ آپؐ ہر چیز سے بہتر/مہربان/کرم کرنے والا۔	(میں نے) یہ کتاب آپ کے پاس اس لئے بھیجی ہے اس کے ذریعہ (اللہ سے) ڈرایئں ۔کہ میں افضل ہوں
۱۰ یونس	الٓرٰ	انا اللہ اریٰ میں دیکھ رہا ہوں۔	یہ پر حکمت کتاب کی آیتیں ہیں ۔کے ان لوگوں کو اس بات سے تعجب نہیں' کہ ہم نے (میں نے)ایک شخص کے پاس وحی بھیجی ۔
۱۱ ھود	ایضاً	ایضاً	(میں نے)اس حکمت والی کتاب میں صاف صاف احکام والی آیتیں اتاری ہیں ۔میں حکمت اورخبر رکھنے والا اللہ ہوں میرے سوا کسی کی عبادت مت کر ۔میں تمہارے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہوں ۔
۱۲ یوسف	ایضاً	ایضاً	یہ آیتیں یا احکام اس کتاب واضح میں ہم (میں نے)اتاری ہیں.. ......ہم (میں)اس کے ذریعہ بڑا عمدہ قصہ بیان کرتا ہوں ۔
۱۴ ابراہیم	ایضاً	ایضاً	ہم (میں)نے اس کتاب کو آپؐ پر نازل کیا ہے۔
۱۳	الٓمٓرٰ	(انا اللہ رای)میری طرف دیکھو' مجھے دیکھو۔	یہ جو آیتیں (احکام) آپؐ سن رہے ہیں میری کتاب کی اور جو کچھ آپؐ کے رب کی (میری)طرف سے نازل کیا جاتا ہے ۔بالکل سچ ہے ۔بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے ۔اس نے آسمان کو بغیر ستون اونچا کھڑا کیا۔اورتم آسمانوں کی طرف دیکھ رہے ہو(میں عرش پر قایم ہوں)مگر تم مجھے اس کمال قدرت میں نہیں پہچانتے' نہیں دیکھتے۔
۱۹	کٓھٰیٰعٓصٓ	انا الکبیر'الھادی'العلی' الصادق	یہ تذکرہ (میرا) آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے بندے ذکریا پر۔

٢٠ طٰهٰ — عمق العمق ' المرتفع (تحت الثری) — نہیں اُتارا ہم نے یہ قرآن کے آپؐ مشقت میں پڑیں' بلکہ یہ
بے انتہاء بلندی سے گہرائی تحت الثریٰ تک — نصیحت ہے اس کے لئے جو (اپنے رب سے) ڈرتا ہے۔

٢٧ طٰسٓ — العرض والطول چوڑائی اونچائی — یہ آیتیں ہیں قرآن (حکیم) اور روشن کتاب کی۔

٢٦ طٰسٓمٓ — ذی الطول' وعدالواسع — نا ز یہ مضامین آپ کی طرف قرآن (میری) طرف سیل ہوتی ہیں۔

٤٠ حٰمٓ — رحمن رحیم — یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ (میری) طرف سے جو زبردست ہے۔

ان سورتوں میں سورۂ یوسف ایک ایسی سورۃ ہے جو ترتیب میں 12 نمبر پر ہے' اور اس کے 12 رکوع ہیں' اور آیات 111 ان تینوں اعداد کی جمع 3 ہوتی ہے۔اس میں ایک آیت کا کلمہ ہے لِّاُولِی الْاَلْبَابِ سمجھداروں کے لئے۔(قرآن کے قصایص میں عبرت ہے سمجھداروں کے لئے)اس کے بعد والی سورۃ الرعد ہے جو ترتیب میں 13 نمبر پر ہے' اسکے 6 رکوع اور 43 آیات ہیں ان تین اعداد کی جمع 13 بنتی ہے ۔کیا یہ محض اتفاق ہے؟ یا لوح وقلم کے خالق کا اعجاز۔اور اسی طرح اس کے بعد والی سورۃ ابراھیم ترتیب میں 14 نمبر پر ہے اِس کے رکوع 7 ہیں آیات 52 ؟۔= جمع 7۔اگر سات اور سات کو جمع کریں تو بنتے ہیں 14 ۔کیا یہ بھی اتفاق ہے

سورہ	سورۃ کی ترتیب	رکوع		آیات	جمع
یوسف	12	12		111	3
الرعد	13	6	+	43	13
ابراہیم	14	7	+	52	14

یہ دونوں قرآن کے پہلے حصے کی سورہ ہیں جن میں بہت کم آیات شامل ہیں اور الرعد مدنی ہے سورۂ ابراھیم مکی ہے۔الرعد میں مقطعہ اور سجدہ دونوں ہیں ابراھیم میں مقطعہ ہے۔سورۂ الرعد کی دوسری آیت میں یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ تُوْقِنُوْنَ اللہ تعالیٰ تدبیر فرماتا ہے ہر کام کی کھول کر بیان فرماتا ہے (اپنی) نشانیوں کو شاید تم '' اپنے رب سے ملاقات کا یقین کرلو''۔اس سے پہلے والی سورہ سورہ یوسف کی ١٠٨ ویں آیت میں اللہ کے رسولؐ نے دعوت دیدار دی ہے اپنے تابع کو بھی اس دعوت میں شامل کیا ہے۔اس کی ١٦ ویں اٰیت میں ہے قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ 'پوچھے ' کیا برابر ہوتا ہے 'اندھا اور بینا۔سورۂ ابراھیم میں غور کریں فرماتا ہے الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ الف لام را۔یہ (عظیم الشان) کتاب ہے' ہم نے اُتاری ہے اسے آپ کی طرف تا کہ آپ نکالیں لوگوں کو (ہر قسم کی) تاریکیوں سے نور (ہدایت وعرفان) کی طرف' ان کے رب کی اذن سے عزیز وحمید کے راستے کی طرف۔یہی بات سورہ یوسف کی ١٠٨ ویں آیت میں ہے مختلف پیرایہ میں اور واضح بیان کے ساتھ۔

غیر مقطعہ والی سورتوں کی خصوصیت

غرض جہاں جہاں مقطعات کے ساتھ سورۃ کا نزول ہوا ہے وہاں ''میں'' '' میری '' ''ہم'' جیسا انداز بیان ہے۔ لیکن جو سورتیں بغیر مقطعہ کی ہیں وہ مختلف بیان سے شروع ہوتی ہیں۔ یہاں ذیل میں چند سورتیں دیکھیں جو بغیر مقطع کے ہیں اور یہ ان سورتوں کی پہلی آیات ہیں۔

۴ النساء	اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو۔
۵ المایدہ	اے لوگو! اپنے عہدوں کو پورا کرو۔
۶ الانعام	تمام تعریفیں اللہ کے لئے۔
۷ الانفال	یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔
۱۶ النحل	خدائے تعالی کا حکم آ پہنچا اس میں تم جلد ومت کر
۲۲ الحج	اے لوگو اپنے رب سے ڈرو۔
۳۳ الاحزاب	اے نبی اللہ سے ڈرتے رہے.....
۳۴ سبا	تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے......
۴۷ محمد	جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے رستے سے روکا........
۵۳ النجم	قسم ہے مطلق ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگا........
۵۶ واقعہ	جب قیامت قائم ہوگی، جس کے واقع ہونے میں خلاف نہیں......
۵۹ حشر	اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب آسمان وزمین میں مخلوقات ہیں......
۶۷ الملک	قادر ہے جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا ....
۷۷ مرسلت	قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی گی.......

الغرض جہاں مقطعہ آیا ہے وہاں اللہ تعالی ''میں'' کہتا ہے اور جہاں مقطعہ نہیں ہے وہاں آیات کی عبارت بندوں سے خطاب اپنے پیغمبر سے خطاب انہیں نصیحت یا بندوں کی طرف سے اقرار انکار حجت تسلیم رضا حیرانی کا انداز بیان ہے۔

حالانکہ اللہ تعالی نے ''میں'' اور ''میرا '' جہاں کہا ہے وہاں ادب ولحاظ کا طریقہ ہے۔ مگر ! مقطعات میں یہ بات صریح اور واضح انداز میں ہے جبکہ مقطعات کے معنی نہ اللہ تعالی نے بتائے ہیں نہ رسول اللہ ﷺ نے، بلکہ صحابہ رضوان اللہ اور بزرگان دین کا قیاس (اندازہ) ہے۔ ایسے اندازے اور قیاسات کا اگر جایزہ لیا جائے تو اسلام میں عالموں اور عام امتیوں نے بے اندازہ قیاسات کو اپنی زندگیوں میں اپنایا ہے۔ اور جو لوگ قیاس کا انکار کرتے ہیں ! انکے عقاید اور طریقہ بھی محض قیاس کی بنیاد پر ہی

ہیں۔ جو تقلید نہیں کرتے وہ ایسے لوگوں کی تقلید کرتے ہیں جن کا دین میں کبھی کوئی حصہ نہ رہا' یا اگر رہا بھی تو ان کا ماضی ظلمتوں اور شر سے موسوم رہا ہے' یہ تاریخی حقیقت ہے بیان بازی نہیں' اس کے لئے فرقہ جہمیہ کی تاریخ دیکھ لیں۔
آگے کے اس جدول کو ملاحظہ کریں

یہاں پر مقطعات سے شروع ہونے والی سورہ اور بغیر مقطعہ کی سورہ میں ایک واضح فرق دیکھیں۔ اول الذکر میں صرف قرآن اور کتاب سے سورہ شروع ہوتی ہے جبکہ بغیر مقطع والی سورہ اللہ کی تعریف و توصیف تسبیح اپنے رسول سے خطاب ان کی ستائش زمین آسمان کہکشاں چاند سورج کے بیان اور قیامت کے بیان اور دیگر امور سے قرآن کا آغاز ہوتا ہے۔

ترتیب قرآن	سورہ	نزول	مقطعہ	آغاز کلام	
2	بقرہ	87	الم	ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ	یہ کتب قرآن مجید اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ کا کلام ہے
31	لقمان	57	الم	تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ	یہ حکمت سے بھری ہوئی کتاب کی آیتیں ہیں
32	سجدہ	75	الم	تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ	اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے
3	آل عمران	89	الم	اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ	اللہ ہی معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہے قائم رہنے والا۔
29	عنکبوت	85	الم	اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا	کیا یہ لوگ خیال کیے ہوئے ہیں کہ صرف کہ یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے بخش دیے جائیں گے
30	الروم	84	الم	غُلِبَتِ الرُّوْمُ	اہل روم مغلوب ہو گئے نزدیک کے ملک میں

یہاں دیکھیں 2،31،32 سورہ کی ابتداء کتاب اور تنزیل سے شروع ہوئی ہے 3 اللہ کے ہمیشہ زندہ اور قائم ہونے کی بات ہے 29،30 میں ایمان والوں اور روم کے مغلوب ہونے کی بات ہے

ترتیب قرآن	سورہ	نزول	مقطعہ	آغاز کلام	
7	الاعراف	39	المص	کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ	اے نبی یہ کتاب جو تم پر نازل ہوئی ہے۔ 1 آپ ڈرائیں اس سے اور نصیحت ہے مومنوں کے لئے 1
10	یونس	51	الر	تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ	یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ ڈراؤ لوگوں کو اور خوش خبری دو انہیں جو ایمان لائے کہ ان کے لئے مرتبہ بلند ہے ان کے رب کے پاس
11	ھود	52	الر	کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ	یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مضبوط کی گئیں پھر تفصیل کی گئیں حکمت والے خبردار کے پاس سے بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔
12	یوسف	53	الر	تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ	یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں

سورۃ	آیات	مقطعات	آیت	ترجمہ
13 الرعد	96	الٓمّٓرٰ	تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ	یہ کتاب (قرآن) کی آیتیں ہیں
14 ابراہیم	72	الٓرٰ	کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ	یہ ایک کتاب ہم نے اتاری ہے تمہاری طرف

تا کہ آپ نکالیں لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف ان کے رب کی اذن سے عزیم و حمید کے راستے کی طرف

سورۃ	آیات	مقطعات	آیت	ترجمہ
15 الحجر	54	الٓرٰ	تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ	یہ آیتیں کتاب اور قرآن واضح روشن کی ہے

یہاں دیکھیں الٓرٰ والی تمام سورتوں میں کتاب اور آیات کے ذکر سے سورہ کی ابتداء ہوئی ہے۔

سورۃ	آیات	مقطعات	آیت	ترجمہ
19 مریم	44	کٓھٰیٰعٓصٓ	ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَهٗ زَکَرِیَّا	یہ تذکرہ ہے تیرے رب کی رحمت کا اس کے بندے زکریا کی تھی

اس مقطعہ میں انداز بیان ابتداء بالکل مختلف ہوا ہے

سورۃ	آیات	مقطعات	آیت	ترجمہ
20 طٰہٰ	45	طٰهٰ	مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی	ہم نے قرآن تم پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ
26 شعراء	47	طٰسٓمّٓ	تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ	یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں
27 النمل	48	طٰسٓ	تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ	یہ آیتیں ہیں قرآن اور روشن واضح کتاب کی
28 القصص	49	طٰسٓمّٓ	تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ	یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں
36 یٰس	41	یٰسٓ	وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ	قسم ہے باحکمت قرآن کی
37 صٓ	38	صٓ	وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ	نصیحت دینے والے قرآن کی قسم

ان سورتوں کی ابتداء قرآن روشن کتاب روشن آیتیں حکمت والے قرآن کی قسم نصیحت والے قرآن کی قسم سے ہیں

سورۃ	آیات	مقطعات	آیت	ترجمہ
40 المومن	60	حٰمٓ	تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ	اس کتاب (قرآن) کا اتارا جانا اللہ غالب ہر چیز کے جاننے والے کی طرف سے ہے
41 حم سجدہ	61	حٰمٓ	تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	یہ (قرآن) نازل کیا ہوا ہے نہایت رحم کرنے والا مہربان کی طرف سے
42 شوریٰ	62	حٰمٓ عٓسٓقٓ	کَذٰلِکَ یُوْحِیْٓ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ	اسی طرح وحی فرماتا ہے آپ کی طرف جس طرح آپ سے پہلے (کے انبیاء) کی طرف وحی فرماتا تھا

43 الزخرف	63	حٰمٓ	وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ	قسم ہے واضح کتاب کی
44 الدخان	64	حٰمٓ	وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ	قسم ہے واضح کتاب کی
45 الجاثیہ	65	حٰمٓ	تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ	یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے غالب حکمت والے اللہ کی طرف سے
46 الاحقاف	66	حٰمٓ	تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ	یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے غالب حکمت والے اللہ کی طرف سے

حٰمٓ مقطعہ والی تمام سورتوں میں تنزیل کی گئی کتاب "وحی" کتاب مبین اور حکمت والے اللہ کی طرف سے نازل کی گئی کتاب ہے۔

50 قٓ	34	قٓ	وَالْقُرْاٰنِ مَجِيْدِ	قسم ہے قرآن مجید کی
68 القلم	2	نٓ	وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ	قسم ہے قلم کی اور جو فرشتے اہل قلم لکھتے ہیں۔

اب ایک دوسرا حصہ سورۃ المسبحات دیکھیں وہ یہ ہیں۔

57 الحدید	94	اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہہ رہی ہیں ہر چیز جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ غالب حکمت والا ہے۔
59 الحشر	101	اللہ تعالیٰ ہی کی پاکی بیان کررہی ہے ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔
61 صف	109	اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں ہے جو زمین میں ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔
62 الجمعہ	110	اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے جو بادشاہ حقیقی ہے زبردست حکمت والا۔
64 تغابن	108	اللہ ہی کی تسبیح کررہی ہے ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کی بادشاہی ہے اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہاں حیران ہونے کی بات دیکھیں

87 الاعلیٰ	8	(اے حبیب!) آپ پاکی بیان کریں اپنے رب کے نام کی جو سب سے برتر ہے۔

قرآن اللہ کا کلام اور زندہ جاوید معجزہ ہے یہ بتانے کی ضرورت اس لئے نہیں کہ اس کی معجزہ نمایٔیاں ہر زمانے میں ظاہر ہوتی رہی ہیں۔قرآن ایک ایسے انسان محمد ﷺ پر نازل ہوا جو اُمی تھے اور ایک ایسی قوم کے فرد تھے جن میں لکھنے پڑھنے والوں کے تعداد انگلیوں پر گنی جاتی تھی۔اس کے باوجود آج کی ترقی پذیر اور متمدن دنیا قرآن جیسی حیرت انگیزیاں نہیں بیاں کر سکتی۔نزول قرآن ترتیب قرآن سورتوں کا آگے پیچھے کیا جانا مقطعات کی باریکیاں قرآن میں پہلے سے موجود ہیں۔ہم نے صرف ان کی نشاندہی کر کے انہیں سمجھنے کی کوشش کی اور اس کے ساتھ اپنی بات رکھی ہے۔ اس فہرست میں جو ہم نے مقطعات کے ابتدائی آیات کی خصوصیت میں مرتب کی ہے غور کریں تو یہ قرآن کی ایسی معجزہ نمائی سامنے آتی ہے جو عقل کو حیران کرتی ہے۔

مکی اور مدنی سورتوں کا خصوصی بیان

یہاں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ 29 مقطعات والی سوتوں میں سے 24 سورتوں کا بیان' اللہ کی کتاب اللہ کی تنزیل اللہ کی آیات' یہ قرآن مجید اس میں شک نہیں' یہ حکمت والے رب کی قسم ہے واضح کتاب' قسم ہے قرآن مجید کی' یہ نصیحت والی کتاب اُسکی آیتیں مضبوط کی گیٔیں اور تفصیل سے بیان کی گیٔیں جیسے کلمات سے ابتدا ہوتی ہے۔مگر باقی کی 5 سورتوں کا بیان قدرے مختلف ہے۔ الٓـــم کی 3 سورتیں الروم جن کا نزول 84 العنکبوت 85 ہے مکی ہیں اور آل عمران 89 جو مدنی ہے ان میں کلام و بیان کا انداز بالکل بدلا ہوا ہے۔جیسے اللہ ایک ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہمیشہ زندہ ہمیشہ قایٔم (عمران) کیا یہ خیال کرتے ہیں صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے بخش دۓ جایٔیں گے (عنکبوت) اہل روم مغلوب ہو گۓ نزدیک کے ملک میں (الروم)۔یہاں تین باتیں مختلف یوں ہیں کہ پہلے ''اللہ تعالی کا معبود برحق ہونا اور ہمیشہ زندہ اور قایٔم ہونا دوسرا صرف ایمان لانے سے نہیں بلکہ معرفت الٰہی کا حاصل کرنا ضروری ہے تیسرا عنقریب اللہ کے ایک معبود اور محمد اللہ کے رسول ماننے والوں کو روم پر فتح نصیب ہوگی۔اور چوتھا سورہ مریم جس میں کھیٰـعـص آیا ہے جس میں حضرت ذکریا پر رحمت نازل کرنے کی بات ہے اور پانچواں سورہ القلم جس میں نون مقطعہ ہے جس میں قلم کی قسم کھائی ہے۔ اس جایٔزے کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوگا کہ مقطعات سے جو سورتیں شروع ہوتی ہیں ان میں قرآن تنزیل وحی کتاب کتب مبین جیسے الفاظ سے سورہ شروع ہوتے ہیں یہ ایک خاص وجہ ہے کیوں یہ سورتیں ان الفاظ سے شروع ہوتی ہیں؟اس کی ایک وجہ تو یہ نظر آتی ہے کہ مقطعات میں صحابہؓ سے وضاحتیں آئی ہیں ان کے مطابق یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ اللہ عالم کا حکم ہے یہ اللہ افضل کا فرمان ہے۔یہ اللہ رب العالمین کا کلام ہے جو دیکھ تو رہا ہے مگر اسے دیکھنے یا اس کی قدرت میں بندے غور نہیں کرتے جو حَـیُ الْـقَیُوْم ہے ہمیشہ زندہ اور قایٔم رہنے والا جبکہ تمام مخلوقات فنا ہو جاینگی۔چونکہ 26 مقطعات والی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں ہیں اس لئے نبوت کے پہلے تیرہ سال میں بتایا گیا کہ اس بھرم میں نہ رہنا کہ محمد ﷺ کا یہ کلام اور بیان ہے جو کہ اُمی ہیں بلکہ الٓـم الٓمٓصٓ کٓھٰیٰعٓصٓ حٰمٓ کا یہ کلام اور احکام ہیں ان سے اعراض کرنا اللہ رب العالمین کے قہر وغضب کو دعوت دینا ہے اور ہوا بھی یہی جب مکہ اور مدینہ کے احکام کے نزول کو بندوں نے ہلکے سے لینے اور اللہ کی رسول ﷺ کے نا فرمانی کی کوشش کی تو

اللہ کا غضب جلال سورہ کو تو یہ میں ظاہر ہوا صحابہؓ کو لگا کہ اب عذاب آیا ہی چا تا ہے ۔یوں لگتا ہے یہ 29 مقطعات فرمان خدا کی مہریں ہیں کہ انہیں قادر مطلق اللہ نے نازل کیا ہے ان فرامین الہٰی سے انحراف اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے ۔اور یہی مہریں بیان کر کے تلاوت کر کے ذکر کے اللہ تعالیٰ کو اس کی عظمت وجلال کی دہائیٔ دی بھی جاسکتی ہے جس کا اشارہ کئی صحابہؓ نے دیا ہے کہ انہیں میں اسم اعظم پوشیدہ ہوسکتا ہے ۔ان مقطعات والی 29 سورتوں میں 5 کا بیان کچھ مختلف تو ہے مگر اس میں اس کی کبریا ئی اور عظمت کا اظہار ہے ۔ان کے علاوہ باقی کی 85 سورتیں جو بغیر مقطعہ کی ہیں ان میں مسبحات کہی جانے والی سورتیں 5 الگ ہیں جو یُسَبِّحُ سَبَّحَ لِلّٰہ سے شروع ہوتی ہیں وہ ہیں الحدید'حشر'صف'جمعہ'تغابن ہیں اور ان میں سورۂ بنی اسرائیل اور الاعلیٰ بھی شامل ہوتی ہیں ۔مگر! یہاں حیر تیں اور بھی باقی ہیں ان مسبحات میں ایک سورہ الاعلیٰ کو شامل ہونا تھا مگر نہیں ہے کیوں؟ اس لئے ان پانچ سے اس کا بیان بالکل مختلف جیسا کہ 24 میں سے 5 مقطعہ والی سورہ کا بیان مختلف ہے جو ہم نے فہرست کے دوسرے حصے میں دکھایا ہے ۔یہاں اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ہمارا یہ بتانے کا کیا مقصد ہے؟ ابتدائے نبوت میں سورۂ الاعلیٰ نزول 8 میں اپنے رسول ﷺ کو بتایا گیا کہ آپ کا رب کون ہے اور آپ اس برتر رب کی پاکی بیان کرتے رہا کریں اسی طرح بعد میں سورہ بنی اسرائیل نزول 50 میں آپؐ سے خصوصی نماز تہجد پڑھنے کو کہا گیا یہ نماز آپؐ پر فرض تھی ۔دراصل سورۃ الاعلیٰ مکی سورہ ہے جو بالکل نزول کی شروع کی سورۃ ہے ہجرت کے بعد جو مدنی سورتیں 94'101'108'109'110 نازل ہوئیں ان میں اُمت مسلمہ یعنی بندوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ تمام آسمان وزمین کی چیزیں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی رہتی ہیں سو تم بھی اس کی تسبیح بیان کرتے رہو ۔اب یہاں معاملے کی نوعیت اور نزاکت دیکھیں مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ کے پریشان کن حالات نہیں رہے تھے ہجرت کے بعد ایمان کی مضبوطی کی اور اہل ایمان کی تعلیم کا دور ہے اس لئے ان مسبحات کے درمیان وہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں الرعد 96 ہے جس میں خلائق عالم میں غور کرنے اور اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی بات بتائی اُسی کے ساتھ ایک دوسرے دلیل روشن بینہ نزول 100 کو بھیجے جانے کا وعدہ ہے اور لیلۃ القدر کے تعین کا اشارہ دیا گیا ہے ۔اور سورہ فاتحہ الانعام کہف سبا اور فاطر اَلْحَمْد سے شروع ہوتی ہیں ۔سورہ بقرہ جس میں الم مقطعہ ہے اس کی اہمیت اس طرح بھی ہے کہ حضور ﷺ کے مکہ مکرمہ کے 13 اور مدینہ منورہ کی آمد کے 17 مہینے تک بیت المقدس ہی قبلہ اول رہا جب سورہ بقرہ نازل ہوئی تو اس کے 149---150 آیت میں حکم دیا گیا کہ مسجد حرم کو قبلہ بنالیں ۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب تک حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں 13 تیرہ برس نبوت کے گزارتے ہیں بیت المقدس قبلہ رہا اور جیسے ہی مدینہ منورہ ہجرت فرماتے ہیں اس کے تقریباً دو 2 برس میں مکہ مکرمہ قبلہ قرار دیا گیا 2 رجب 2 ہجری مطابق جنوری 624 سنہ عیسوی میں جس کا ذکر سورہ بقرہ آیت 144 میں آیا ہے ۔حالانکہ کعبہ دنیا کا سب سے پہلا معبد رہا ہے آدمؑ نے اس کی بنیاد رکھی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اس کی دوبارہ تعمیر کی طوفان نوحؑ کے بعد' مگر جب مکہ میں حضرت اسماعیلؑ کے بعد کوئی ہدایت نہیں بھیجی گئی تو لوگوں میں جہالت کی وجہ سے بت پرستی آگئی جو شرک کی وجہ بنی ۔حضور نبی کریم ﷺ کے

ابتدائے نبوت میں اگر اسے اسلام کا قبلہ اور مرکز عبادت بنایا جاتا تو کفار ومشرکین کی مخالفت کی وجہ نہ بنتی جو لوگوں میں تبلیغ واصلاح کا بنیادی عنصر ہوتا ہے معنی یہ کہ کفار مشرکین اس وجہ سے مخالفت پر آمادہ ہوئے کہ کعبہ میں رکھے بتوں کو چھوڑ کر محمد ﷺ نے بیت المقدس کو مرکز عبادت بنالیا ہے جو اُس وقت موحدین یعنی یہود ونصاری کا مرکز مذہب ہوا کرتا تھا۔اس طرح ایک پیغام کفار ومشرکین کو دیا گیا کہ تمہاری بت پرستی سے یہ بالکل مختلف اور جدا مذہب ہے اور اس کے بعد جب مدینہ منورہ کو ہجرت واقع ہوئی تو ایک اور پیغام یہود ونصاری کو دیا گیا کہ حالانکہ تم اہل کتاب ہو مگر تم نے دین حنیف کو چھوڑ دیا ہے اپنی من مانیاں کر رہے ہو جبکہ ابراہیمؑ کا بنایا ہو مرکز عبادت کعبہ ہی ہے مگر بت پرستی کی تائید وحمایت کا عندیہ کفار ومشرکین کو نہ دیا جائے قبلہ کعبہ نہیں بنا تھا اب جبکہ ریاست اسلامی کا آغاز شروع ہو چکا ہے تو ہم کعبہ کو اپنی تحویل میں لے کر مرکز وحدت بنانے کی پوزیشن میں ہیں اس لئے قبلہ تبدیل کیا گیا ۔مدینہ منورہ میں دین اسلام کو استقامت کے آثار نمایاں ہو چکے تھے معرکہ بدر 13 رمضان 2 ہجری مطابق 13 مارچ 624 سنہ عیسوی میں پیش آیا یعنی تبدیل قبلہ کے بعد معرکہ بدر سے تحویل قبلہ کا امکان روشن ہو چکا تھے ۔اور مشرکین مکہ جان چکے تھے کہ اب اسلام کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا وہ ایک طاقت قوت اور حکومت کے طور پر ظاہر ہو چکا ہے لہذا ان کے بتوں کو مسمار ہونا ہے ۔اگر یہی تبدیل قبلہ کا معاملہ نبوت کے مکی دور میں ہونا ہوتا تو یہ مقابلہ آرائی سنگین اور خونین رنگ اختیار کر لیتی کیونکہ بتوں کا صفایا عبادت وحدت کے لئے ضروری تھا اور مشرکین جان کی بازی لگا دیتے' حالانکہ کعبہ سے بتوں کا صفایا 8 ہجری میں ہوا فتح مکہ کے دن ۔لیکن مدینہ منورہ سے کفار مشرکین کے علاوہ یہود ونصاری کو واضح پیغام دیا گیا کہ دونوں راہ حق سے ہٹ چکے ہوا اسلام ہی راہ حق کا مذہب ہے ۔اس طرح اللہ تعالی نے پہلے اسباب پیدا کئے پھر حالت موافق بنائے ۔اسے اللہ تعالی مشیت کہیں گے جسے تقدیر بھی کہا جاتا ہے ایک اندازے یا صحیح وقت پر وہ موافق حالات پیدا کرتا ہے ۔جیسا کہ معلوم ہے عرب میں قبائلی نظام تھا جس میں کسی ایک فریق کی حکومت نہیں تھی اسلام نے ایک قوم اور اُمت کے حکومت کے آثار کو ظاہر کر دیا اور عرب کے اطراف روم وایران میں حکومتی نظام تھا اور عرب یہ جانتے تھے اور انہیں اندازہ ہو گیا اسلام اسی حکومتی نظام کی طرف رواں دواں ہے اب قبائلی نظام نہیں چلنے والا لہذا بعد میں انہوں نے کچھ آخری کوشش کر ڈالی جنگ اُحد اور دوسرے معرکوں کے ذریعہ اور یہود ونصاری بھی جان چکے تھے کہ اب ان کی کارستانیاں نہیں چلنے والی ۔یہی بات مہدی موعود آخر الزماں کی بعثت کے تعلق سے بھی کہی جائے گی کہ اللہ تعالی نے نو 9 صدیوں تک اسلام کے اعمال احوال کے ذریعہ اُمت مسلمہ کو اپنی محبت اور معرفت الٰہی کے احوال بتائے سمجھائے جب مسلمانوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی تو مہدی موعود علیہ السلام میراں سید محمد جونپوری کو مبعوث کیا تا کہ 'طلب دیدار'' کی دعوت دیں اور اس کی تعلیم اور تربیت بھی کریں یہ احوال اُس حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جس میں کہا گیا کہ 'کنت کنزا مخفیا فا حببت ان عرف فختلقتالخلق لکی اعرف اور اس کی وضاحت سورہ الذریات میں ہے جس کا نزول 67 ہے وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (آیت ۵۶) میں نے جنوں اور انسانوں کو میری عبادت اور بندگی کے لئے پیدا کیا ہے'' یہ تمام آیات کلمات اشارے

معرفت الٰہی کے معراج مقدس کے بعد ایک ایک کر کے بتائے گئے ہیں۔مگر مسلمانوں نے ایک نظام وحدت کے بجائے عالموں کا اسلام اور صوفیوں کا اسلام کے دو دھڑے بنا دے اور مہدویت نہ عالموں کے منطق دلیل کی محتاج ہے نہ صوفیوں کی خیالی تصورات کی مرحون منت ہے مہدیت عین اسلام ہے جو صرف اللہ تعالی کی قربت محبت اور معرفت کا طریقہ اور تعلیم سکھاتی ہے۔مگر اب مہدویت میں بھی بدعقیدگی اور بگاڑ کے آثار نمایاں ہو چکے ہیں جس قوم کے آخر میں آنے کا وعدہ تھا وہ آچکی اب وہ مہدویت نہیں رہی آج جو مہدویت ہے وہ خاندانی وذاتی میراث ہے دین سے بے رغبتی صرف عوام میں نہیں خواص کا وطیرہ بن گی ہے دنیا طلبی نمائش خود پرستی کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں اب مہدویہ معاشرہ تنزل کی طرف رواں دواں ہے عوام تو عوام خواص خواب غفلط میں غلطاں وپیچاں ہیں ۔لگتا ہے دنیا کا بوریہ بستر لپیٹنے کا وقت قریب ہے اور حضرت عیسی کے نزول کے آثار ہر دن نمایاں سے نمایاں ہوتے جا رہے ہیں ۔آج ہم مہدوی صرف ایک پہچان کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں دین ایمان اور خصوصاً احسان کی تمام راہیں مسدود ہیں صرف دکھاوا اور خاندانی نمائش کا بول بالا ہے عمل بالکل غایب ہے اب مہدویت چند رسوم اور طریقوں کا نام رہ گی ہے ۔اب حق اور سچائی کی بات کرنا جرم ہے جس کی سزا معاشرتی علیحدگی کے ساتھ سوشیل بایکاٹ ہے اور یہ کام بڑی خاموشی اور چالاکی سے کیا جاتا ہے تا کہ اپنی اور اولاد کی حکومت کا بول بالا رہے۔

حالانکہ قرآن ایک !رسول ایک! معاملات مکی جو ہجرت سے پہلے کے ہیں وہ الگ قسم کے خالص نبوت کے ہیں!اور معاملات مدنی جو ہجرت کے بعد کے ہیں وہ الگ ہیں ان میں نبوت کے ساتھ ولایت محمدیہ کا اصل دور شروع ہوا ہے ۔مکہ مکرمہ میں جو دور نبوت شروع ہوا وہ مدینہ میں اختتام کو تو نہیں پہنچا مگر مدینہ منورہ میں جو دور ولایت محمدیہ شروع ہوا اس کا اختتام 9ویں صدی ہجری میں ہوا ہے خاتم ولایت محمدیہ مہدی موعود آخرالزماں پر ۔اس بات کی شہادت قرآن مجید کو ترتیب ونزول کے اندر پوشیدہ کیا گیا ہے ۔اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے مہدی کو ایک رات میں صلاحیت پیدا کر دئے جانے کی بات فرمائی اور ان کے خلیفۃ اللہ ہونی کی گواہی دی اور ایک ایسی قوم کا ذکر کیا جو اللہ تعالی کی محبت میں مثل صحابہؓ رسولؐ ہونگے جن کا مقام سابق انبیاء اور اللہ سے محبت کرنے والوں کا ہوگا ۔قرآن کی پہلی سورہ بقرہ جس میں حضرت آدمؑ کی تخلیق کا واقعہ ہے اور نزول قرآن کا آخری سورہ نصر ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ کی وصال کا پیغام دیا گیا جو نور محمد ﷺ کا دور تھا آدم سے شروع ہو کر خاتم الانبیا ﷺ پر اختتام کو پہنچا اس سے پہلے سورہ بینہ اور سورہ توبہ 113 اس بات کا اشارہ ہے کہ ایک دلیل روشن کے بصیرت کی تعلیم کے بعد خدا کے قہر یعنی قیامت کا برپا ہونا ۔قرآن میں یہی عددی اشارے ہیں 14 مقطعہ 14 سجدے اس 14 میں 2 صفر 00 ملادیں 1400 سو یعنی چودہ صدیاں ہجرت کے بعد کی ہیں جن میں قیامت کی پیش گوئی اللہ کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے ۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''کیسے ہلاک ہوگی میری اُمت جس کے اول میں ہوں آخر میں عیسی ابن مریمؑ اور درمیان میں میری عترت سے میرا فرزند مہدی ہے'' قرآن کی ترتیب وہی ہے پہلے سورہ بقرہ جس میں آدم کا ذکر ہے آخر میں سورہ نصر جس میں حضورؐ کی وصال کا اشارہ اور درمیان

میں سورہ یوسف جس کا نزول 53 کہ جس میں تابع کی تعلیم بصیرت کی بات ہے اوراس کا خلاصہ سورہ الرحمٰن 97 میں ہوا ہے ۔اسے اتفاق کہیں گے یا تقدیر زمانہ 14ویں صدی ہجری 19ADویں صدی عیسوی میں آئی ہے ۔آج سنہ ہجری کے مطابق 1441 ہے آج سے 22 برس پہلے عیسیٰ کے بعد کا سنہ 19 ہونا اور بعد ہجرت کے سنہ 14 چودویں صدی کا ایک ہونا اور ابن مریم حضرت عیسیٰ کا ذکر قرآن کی ترتیب کے سورہ مریم کا 19 واں مقام ہونا کیا محض اتفاق ہے؟۔مطلب یہ کہ 19 ویں صدی عیسوی ختم ہوئی 14 ویں صدی شروع ہوئی **یہ دور سورہ مریم کا یعنی عیسیٰ کا دور** ہے۔آج ہم دیکھ رہے ہیں احادیث میں بیان کردہ تمام آثار کا ظہور ہونے لگا ہے۔

حالانکہ علم العداد ایک غیر علمی کام ہے اسی طرح مقطعات کا جاننا بھی اسی طرح نزول وترتیب میں حقیقت کی تلاش کرنا بھی ہوسکتا ہے لیکن باعث فخر کائنات حضور نبی کریم ﷺ کی رہنمائی ہمیں کہیں نہ کہیں مل جاتی ہے جس سے آپ کی عظمت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ہم اس لئے یہ کہہ رہے ہیں کہ سورہ یوسف کی آیت نمبر 4 ''یاد کرو جب کہا یوسف نے اپنے والد سے کہ اے میرے (محترم) باپ! میں نے (خواب میں) دیکھا گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں'' اس ضمن میں ایک روایت حضرت جابر بن عبداللہؓ کی یوں ہے فرماتے ہیں: ایک یہودی مالی حضو ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا' یا محمد ﷺ مجھے ان ستاروں کے متعلق بتائے جو یوسفؑ نے دیکھے تھے وہ انہیں سجدہ کر رہے ہیں نیز ان ستاروں کے نام بتائے۔حضور ﷺ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا' اسی وقت حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے (اور حضورؐ کو آگاہ فرمادیا) تو آپؐ نے فرمایا اگر میں تجھے ان ستاروں کے اسماء بتادوں تو تو ایمان لائے گا؟ اس نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا جرثان' الطارق' الذیال' ذوالکتفان' قابس' دثان' ہودان' الفلیق' المصبح' الضروح' الفریخ' الضیاء' النور۔یہودی نے کہا اللہ کی قسم ان ستاروں کے یہی نام ہیں ۔یہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت عرب میں ستاروں کے نام ہوتے تھے اور یہ علم نجوم عرب میں مشہور ومعروف تھا! ورنہ حضرت جبرئیل اللہ کے رسول ﷺ کو آکر نہ بتاتے ۔معلوم ہوا کہ کوئی بھی علم مومن مشرک کا فرنہیں ہوتا اس کا استعمال شرک وکفر کے لئے کیا جانا ممنوں ہے۔اسی طرح ایک شخص نے کسی کو سانپ کاٹنے پر منتر پڑھ دیا اور زہر اتر گیا اس نے حضور ﷺ سے عرض کی تو آپ نے ان سے کہا کہ تم نے کیا پڑھا مجھے بھی سناؤ سننے کے بعد اس میں سے شرکیہ کلمات نکلادئے اور کہا بس اب اتنا ہی پڑھا کرو۔

جیسے اس سے پہلے کہا کہ روایتوں میں جہاں کہیں اسم اعظم کی بات ہوئی ہے چند مخصوص سورۃ یا آیات مبارکہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ان میں کچھ یہ ہیں۔1) سورۂ فاتحہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ ایک 1 آیت ہے۔2) سورۂ بقرہ 163 وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اور لوگو تمہارا معبود ایک ہی ہے ۔اس مہربان رحم والے کے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں۔اس میں 2 کلمہ ہیں۔ 3) سورہ بقرہ 255 اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۔معبود برحق اللہ ہی ہے اس کے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں' ہمیشہ زندہ اور ہمیشہ قائم۔اس میں 1 ایک کلمہ ہے 4) سورۂ

طٰہٰ 90 وَ اِنَّ رَ بُّکُمُ الرَّحْمٰنُ ۔ میں ہی تمہارا حقیقی رب ہوں ۔لفظ حقیقی اہمیت کا حامل ہے ۔یہ 1 ایک کلمہ ہے ۔ 5) سورۃ الحدید 3 ھُوَ الْاَ وَّلُ وَالْاٰ خِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَا طِنُ ج وَھوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ وہی اول ،وہی آخر، وہی ظاہر ،وہی باطن ،وہی تمام علوم کا سرچشمہ ہے ۔ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَ رْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ط ....وَ ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۔4 ۔اس میں 4 کلمہ ایسے ہیں جو توجہ کے قابل ہیں ۔ 6) سورۂ حشر 24-22 ۔ ھُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ ج عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ ج ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ 22 ھُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ ج اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ 23 ھُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِیءُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَ سْمَآءُ الْحُسْنٰی ط یُسَبِّحُ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَ رْضِ ج وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ 24 ۔وہ ایسا معبود ہے کہ اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ،ہر پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ۔بڑا مہربان رحم والا ۔وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود بادشاہ نہیں ہے ۔سب عیبوں سے پاک سالم ہے ۔امن دینے والا نگہبانی کرنے والا زبردست ہے اور خرابیوں کا درست کرنے والا ۔بڑی عظمت والا جس کی شان یہ کہ وہ تمام شریکوں سے پاک ہے ۔وہ مالک برحق ہے ٹھیک ٹھیک بنانے والا ۔ہر چیز کی حکمت سے مصوری کرتا ہے ۔اس کے اچھے اچھے نام ہیں ۔آسمان و زمین کی تمام مخلوق اس کی تسبیح کرتی ہیں ۔اور وہی زبردست حکمت والا ہے ۔اس میں 5 کلمہ ہیں ۔تفسیر کلام یا بیان قرآن کی وضاحت کا جو اصول ہے کہ تمام آیت کو نہ لے کر ایک جملہ ،کلمہ یا مخصوص عبارت کو بیان کیا جاتا ہے اسی کے مطابق یہاں ہم نے کلمہ کہا ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی اولوہیت اور اسمائے حسنیٰ کو بیان کیا گیا ہے ۔اب ان کلمات کو جمع کرتے ہیں ۔

سورۂ فاتحہ کا 1 کلمہ + سورۂ بقرہ آیت 163 کے 2+ آیت 255 کا 1+ سورۂ طٰہٰ کا 1+ سورۂ الحدید کے 4+ سورۂ حشر کے 5 = ہوئے ۔اس طرح 14 آیات کے کلمات ہوئے ۔اور مقطعات بھی 14 ہیں ۔مطلب یہ کہ ان تمام آیات میں جو اسمائے الٰہیہ بتائے گئے ہیں ، وہ وضاحت ہیں مقطعات کی ۔جیسے اسمائے حسنیٰ 99 قرآن میں ہیں اسی طرح ایک اسم ذات ان مقطعات میں ہے جو پوشیدہ ہے ۔اسی طریق پر قرآن میں 14 سجدے ہیں ۔'' 14 کلمات 14 مقطعات 14 سجدے ۔'' 86 مکی سورۃ 28 مدنی ان میں ۱۴ ہے ۔

قرآن میں سورتوں کے نام اور الرحمٰن

قرآن میں پیغمبروں کے نام کی سورتیں ہیں ،ستاروں کے نام کی سورتیں ہیں ،دیگر اشیاء کے نام کی سورتیں ہیں ۔اور قرآن کا نزول جن پر کیا گیا ،محمد ﷺ کے نام سے بھی سورۃ ہے ،تو پھر جس نے قرآن نازل کیا اس کی نام سے سورۃ ہونا چاہیے تھا وہ ہے ''الرحمٰن'' ہے ۔سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے 99 اسماء قرآن میں ہیں ،اور اسم ''اللہ'' 2698 مرتبہ آیا ہے ۔اس کے باوجود ،رحمٰن ،ہی کے نام کی سورۃ کیوں؟؟ سورۃ قدوس ،سورۃ العزیز ،سورۃ المصور ،سورۃ الجبار ،قہار یا رحیم کیوں نہیں ۔اس کا جواب ان آیات میں

ہے جن کے بارے میں احادیث اور روایتیں اسے اسم اعظم کے ہونے کا بیان ہے۔ ان میں دوسرے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ رحمٰن کو ایک الگ کیفیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور سورۂ الرحمٰن کو عروس قرآن کہا جاتا ہے۔ یعنی ''رحمٰن'' جو عرش پر قایم ہے' وہ اللہ عالم 'افضل' ہمیشہ دیکھتے رہنے والا جو ہمیشہ قایم اور موجود زندہ' جس کا ظہور کائنات کی ہر شئے میں ہے' جو کبریا' ھادی' علی' امین' صادق ہے اور جو عرش سے تحت الثریٰ' مشرق و مغرب' شمال و جنوب' کا مالک ہے' اور جو خالق ہے انسان کا' بے نیاز ہے اسے کسی کی حاجت نہیں' لوح محفوظ میں تمام تقدیر مخلوقات کی طے کر دی ہے وہی نور اعلیٰ نور ہے۔ ان تمام صفات میں اس کی ذات کا عرش پر قایم ہونا اسی کی ذات کا حق ہے۔ اس لحاظ سے رحمٰن مقدم اور مخصوص ہے۔ اسم اللہ اور اسم رحمٰن یہ ایسے دو اسم ذاتی ہیں جو کسی طرح بھی صفات کی تعریف میں نہیں آتے۔ جہاں کہیں رحمٰن رحیم کے ساتھ بیان ہوا ہے تو وہ رحمت کی صفت کے ساتھ ہے اور ''جہاں واحد بیان ہوا ہے ذات کے بیان میں ہے۔'' اور سورۂ الرحمٰن میں اس ذات کے مظہر کا بیان تمام خلایق جن و انس سے اس کے خلق عظیم کے انکار کو کفران نعمت کے انکار سے بیان کر دیا۔ اس حقیقت کو بیان کرنے اس سورۃ میں اسم اللہ نہیں آیا۔ اس کا خلاصہ اس طرح کر دیا کہ تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَ الْاِکْرَام۔ بڑا بابرکت عظمت اور احسان والا نام ہے۔ اس حقیقت کی ایک اور کڑی سورہ مریم کی آیت ہے۔ وَمِنْ ذُرِّیَّۃِ اِبْرٰھِیْمَ وَ اِسْرَآئِیْلَ ، وَ مِمَّنْ ھَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا ط اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا ان میں بعض ابراہیم اور یعقوب کی اولاد سے تھے اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت دی اور چن لیا' اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے ''رحمٰن'' کی آیتیں تو وہ گر پڑتے سجدہ کرتے ہوئے روتے ہوئے۔ (سورہ مریم ۵۸) مطلب بنی اسرائیل بھی 'رحمٰن' کے احکام سن کر روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بیان میں ''اسم اللہ'' کی بات نہیں ہے ''رحمٰن'' کی بات ہے' جبکہ توراۃ و زبور میں لفظ ''الہ'' الا' 'یلوہی' 'یلوہم' 'ایلالویا' جیسے الفاظ ہیں جو 'اسم اللہ'' کا ہی مخفف ہے' ان کو ''اللہ'' نہ استعمال کر کے قرآن نے ''سورۂ مریم میں 'رحمٰن' کے آگے سجدہ کرنے کی بات بتائی ہے۔ جس کا مطلب قرآن اور دوسرے آسمانی صحایف میں رحمٰن ہی وہ ''رب'' اعلیٰ ہوا ہے جو خالق کل ہے اور عرش پر قایم ہے۔ اس لئے اسم اللہ ہر قوم کے لئے ہے مگر! اسم رحمٰن صرف ان قوموں کو جن کو وحدانیت کا درس دیا گیا ان کے لئے۔ جیسے ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نظم و ضبط سے دنیا کا نظام قایم کیا ہے اور یہی بات قرآن مجید کے بیانوں میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ مثلاً سورہ مریم کا نزول 44 سورۃ کے ہوا ہے جس میں ''رحمٰن'' کی عظمت بیان کی گی اس کے بعد تفصیل سے معراج کا بیان آیا سورہ بنی اسرایل نزول 50 میں اس کے بعد سورہ یوسف میں بصیرت کی بات کہی گئی جو 53 واں نزول ہے اس کے بعد سورہ الرحمٰن کو ترتیب میں رکھا گیا 55 پر کہ جس کا نزول 97 سورہ کے بطور رہوا تھا یعنی بعد میں نازل ہونے والے سورہ اس مقام پر رکھا گیا کہ جس نام ''الرحمٰن'' کی عظمت کا بیان ہوا اور یہ ساری سورۃ اللہ تعالیٰ کی عظمت تقدس و بیان سے لبریز ہے۔ یعنی سورہ مریم میں جو سورہ الرحمٰن کی عظمت بیان ہے اسے 53 سورہ پہلے ہی بیان کر دیا گیا مکہ مکرمہ میں تقریباً دس برس پہلے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے عظیم طریقے سے انسانوں سے کلام کیا ہے

جس کی مثال سورۃ الشمس ہے جس کا نزول 26 ہے اور ترتیب 91 ۔اور سورۃ الشمس ابتدائے نبوت کے آغاز کی سورۃ ہے سورہ نجم 23 نزول کے بعد جب کہ معراج واقع ہو چکی تھی اور لیلۃ القدر 25 نزول میں اس رات کی عظمت کا بیان بھی ہو چکا تھا اس کے بالکل بعد شمس میں اللہ تعالیٰ اپنی عظیم ترین مخلوقات کی قسمیں کھا کر بتا رہا ہے کہ اس نے انسان کو زمین میں پھیلا دیا اور زمین پر انسان کو بھیجے جانے کے مقصد کو صاف اور واضح کر دیا۔ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۔ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا ۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۔ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۔ (الشمس ۸تا۱۰ آیات) قسم ہے آسمان کی اُسے بنانے والے کی (زمین کی جسے اس نے (اللہ نے) پھیلایا اور انسان کو درست کیا (کیچڑ سے اس کی تخلیق کی) قسم ہے نفس کو درست کرنے والے کی **اسکے دل میں ڈالی گناہ اور پرہیز گاری (نافرمانی اور پارسائی)۔ کامیاب ہوا وہ جس نے اس کو پاک کیا اور تحقیق نامراد ہوا (وہ) جس نے اسے خاک میں ملایا** ۔اس سورۃ میں قوم ثمود کا ذکر ہے جنہوں نے اللہ کی بھیجی ہوئی اُونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور گناہ کے مرتکب ہوئے اور عذاب نازل ہوا۔ **لیکن اس واقعہ کے بیان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ "انسان کے دل میں گناہ اور پرہیز گاری دونوں ڈالی گئی ہیں۔ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اللہ کی نافرمانی حکم عدولی کی وہ نامراد ہوا اور اس نے اللہ کے احکام کو خاک میں ملایا۔ بڑے واضح اور صاف انداز میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں نیکی اور بدی کی دونوں صفات رکھی ہیں یہ انسان کی آزمائش ہے کہ وہ کونسی راہ اختیار کرتا ہے نیکی کی یا بدی کی۔ نیکی روح سے مامور ہے اور بدی نفس سے۔ فَاَلْهَمَهَا** فُجُوْرَهَا پہچان کرا دی انسان کی شقاوت یعنی بدی کی اور اس کی سعادت کی کہ وہ خود اپنی منزل کا انتخاب کر لے خیر و شر کا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا **اللھم ات نفسی تقواھا انت ولیھا و مولاھا و خیرا من زکاھا** ۔ اے اللہ مجھے نفس کا تقویٰ اور پارسائی عطا فرما تو ہی اس کا کارساز اور اس کا مولیٰ ہے اور بہتر وہ ہے جس نے اس کا تزکیہ کیا (مجمع الزوائد) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے اپنے نفس کو شریف بنا لیا یا تزکیہ کیا۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا قسم ہے نفس کی اور (اس کی) جس نے اسے درست کر لیا۔ اس تمام گفتگو کا مطلب ہے کہ انسان کی آزمائش کے لئے اس کے اندر نیکی اور بدی کو رکھا گیا ہے کہ دیکھیں کون نیکی کو اختیار کر کے اللہ کا مقرب بنتا ہے اور کون نافرمانی کر کے راندہ درگاہ ہوتا ہے۔

سورۃ الشمس جو ابتدائے نبوت کی سورۃ ہے اس میں بڑا واضح پیغام دے دیا گیا کہ انسان کو دنیا میں آزمائش کے لئے پیدا کیا گیا ہے تا کہ وہ خود کو خدا کا بندہ اور اپنا مقرب ہونا ثابت کرے یہی وجہ ہے کہ اُس میں نیکی بدی کو رکھا گیا کہ وہ اپنے نفس کا تزکیہ کرتا رہے اور خود کا اشرف المخلوقات ہونا ثابت کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اسے شرف خلایق سے نوازے جس کے لئے کہا گیا يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ .. ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً .. فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ .. وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (سورۃ الفجر ۱۸۔۳۰) اے نفس مطمین۔ چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں ...اور داخل ہو جا میری جنت میں۔ نزول کی 10 ویں سورہ فجر میں جسے بعد ترتیب

میں 89 مقام پر رکھا گیا۔اس کے 16 سورتوں بعد بتایا گیا کہ انسان کو یہ مقام تبھی حاصل ہوگا جب وہ خود کو آزمائش سے ثابت کرے کہ وہ قربت خداوندی کے قابل ہے۔نزول اور ترتیب قرآن کے جائزے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے قرینے سے انسان کو سمجھایا ہے کہ وہ کیا ہے اُسے کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ہے۔جس کے لئے اُسے علم یعنی عقل سلیم دی گی ہے وہ ہے علمہ آدم الاسماء کلھا اولاد آدم کو علوم سے نوازا جاتا تا کہ وہ صحیح اور غلط میں تفریق کرے پہچانے اور راہ مستقیم کا انتقاب کرے جو اُسے اللہ کے راستے پر چلائے۔یہی وجہ ہے کہ سورہ فجر جو 10 ویں سورۃ کے بطور نازل ہوئی تھی اس میں انسان کی اللہ سے قربت کی بات بتانے کے 16 سورتوں واقعہ معراج اور لیلۃ القدر کی عظمت کے بیان کے بالکل بعد 26 ویں نزول سورۃ الشمس میں انسان کے نفس کے اندر اچھائی اور برائی کو رکھنے اور آزمائے جانے کی بات کہیں گی' لیکن جب قرآن کی ترتیب ہوئی تو اس کا انداز بیان بدل دیا سورہ فجر کو 89 اور شمس کو 91 پر رکھا گیا یہ ایک طرح سے انسان کے اندر کی خوبی یا علم کو آزمانا ہے۔

قرآن مجید میں ''الرحمٰن'' 57 مرتبہ آیا ہے اسے دو سے ضرب دیتے ہیں 57×2 تو 114 بنتے ہیں جو قرآن مجید کے کل سورتوں کی تعداد ہے۔''الرحمٰن'' اسمائے صفات میں سے ہے مگر یہ جہاں جہاں آیا ہے ایک شان اور عظمت کے ساتھ بیان ہوا ہے اور سورۂ رحمٰن کو ''عروس القران'' کہا گیا ہے اس سورہ کے آخری آیت میں کہا گیا کہ تَبٰرَکَ اِسۡمُ رَبِّکَ ذِی الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ بڑا بابرکت ہے آپ کے رب کا نام بڑی عظمت والا احسان فرمانے والا۔(الرحمٰن آیت 78)سورہ الرحمٰن کا نزول 97 ہے اس کی ترتیب قرآن میں 55 اور اس کی 78 ویں آیت میں رحمٰن کے بابرکت اور عظمت والا ہونے کی بات ہے اور احسان فرمانے والا کہا گیا اور سورۂ رحمٰن میں 3 رکوع ہیں۔اور سورۂ فرقان جس کا نزول 42 اور ترتیب 25 کی آیت نمبر 26 دیکھیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلۡمُلۡکُ یَوۡمَئِذِ نِالۡحَقُّ لِلرَّحۡمٰنِ اس (قیامت کے) دن سچی بادشاہی رحمٰن کی ہوگی۔اس سورہ فرقان کی آیت 60 ملاحظہ ہو فرمایا اَلَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَهُمَا فِیۡ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ اَلرَّحۡمٰنُ فَسۡئَلۡ بِهٖ خَبِیۡرًا جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں۔پھر وہ متمکن ہوا عرش پر (جیسے اس کی شان ہے) وہ رحمٰن ہے سو پوچھ اس کے بارے میں کسی واقف حال سے (پیغمبر نبی و اللہ کے خلیفوں سے)۔اور ایسی ہی بات سورہ بقرہ آیت الکرسی میں بیان کی ہے'' اور (محمدؐ) آپ بھروسہ کیجیے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور جسے کبھی موت نہیں آئیگی اور اس کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کیجیے (حَیّ قیوم حمٓ) اب غور کریں سورہ فرقان میں 6 رکوع ہیں اور سورہ الرحمٰن میں 3 رکوع برابر آدھے مگر ان دونوں سورتوں میں ایک تطبیق ہے جہاں سورہ فرقان یعنی قرآن جو مخلوق نہیں ہے میں 77 آیات ہیں وہیں پر سورہ الرحمٰن میں 78 آیات ہیں یعنی یہ دونوں سورہ ایک دوسرے کے بیان سے پیوستہ ہیں۔اگر سورہ الرحمٰن میں آخری آیت تَبٰرَکَ اِسۡمُ رَبِّکَ ذِی الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ نہ ہوتی تو سورہ الرحمٰن اور سورہ الفرقان دونوں کی آیات 77 برابر ہو جاتی مگر اس آیت مبارکہ کے ہونے سے الرحمٰن کی کی عظمت بلند کی گی ہے۔سورۃ الرحمٰن میں مخلوقات کی ہر شے کا بیان دو 2 دو ہوا ہے صرف الرحمٰن کا بیان واحد میں ہے اس کے ساتھ

معلم قرآن حضور نبی کریم ﷺ اوران کے تابع مبین کلام اللہ (مہدی) کا بیان بھی کیا گیا ہے اورسورہ الرحمٰن میں کوئی اسم صفت نہیں جیسے کہ اللہ ٗرحیم ٗستار غفار یہ خصوصیت اسے ممتاز بناتی ہے جس سورہ فرقان میں چھ دن میں کائنات کی تخلیق کے بعد ساتویں دن رحمٰن کے عرش پر متمکن ہونے کا بیان ہے اس رحمٰن کے حروف کو دیکھیں وہ چھ ہیں الف لام رے ے میم نون ان کو ملا کر رحمٰن ایک اسم بنتا ہے ساتواں ۔اس طرح تین مقطعہ کو ملانے سے رحمٰن بنتا ہے الٓـرٰ حٰمٓ نٓ یعنی ہمیشہ دیکھتے رہنے والا ہمیشہ قایم اورزندہ رہنے والا؛اور کن فیکون کا ارادہ فرماتا ہے تو تخلیق ہوجاتی ہے ۔اب ذرا سورہ بقرہ کی آیت 163 دیکھیں وَالٰھُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ , لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اورتمہارا خدا ایک خدا ہے ٗنہیں کوئی خدا بجز اس کے بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ۔۔شعیب الایمان میں اسماء بنت یزید بن السکن سے روایت ہے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ اسم اعظم ان دو آیات میں ہے ۔اب آیئے اس سے متعلق اسم اور مقطعہ کو ایک جاء کر کے دیکھتے ہیں الٓـرٰ اللہ تعالی کا ہمیشہ دیکھتے رہنا حٰمٓ اللہ تعالی کا حَـیُّ قَیُّوم ہونا نٓ یہ تینوں مقطعہ ذات مطلق سے ہیں جو کسی میں نہیں پائی جاتیں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نٓ اللہ تعالی کے اسماء میں سے ہے ۔حضرت ماویہ بن مرہؓ نے اپنے باپ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نٓ والقلم ما یسطرون لوح (تختی) بھی نور سے ہے اور قلم بھی نور سے ہے ۔نٓ کی خصوصیت یہ کہ اللہ تعالی قرآن میں نو 9 جگہ فرماتا ہے کہ کُـنْ فَیَـکُونُ جب ہم ارادہ کرتے ہیں کسی چیز کے پیدا فرمانے کا صرف اتنا کہتے ہیں اور حکم کرتے ہیں کہ کُنْ پس وہ ہوجاتی ہے فَیَکُوْن ۔یہاں کُنْ میں بھی نون ہے فَیَـکُونُ میں بھی نون ہے یعنی نور دونوں حالتوں میں ہے اس طرح الٓـرٰ حٰمٓ نٓ الرحمٰن کو مخصوص اسم صفت بناتے ہیں ۔مگر نہ اللہ تعالی نے نہ اللہ کے رسول ﷺ سے کوئی واضح حکم دلیل یا اشارہ بھی نہیں دیا اس کی خصوصیت کی جانب ۔

جیسے پہلے کہا کہ اسم الرحمٰن قرآن میں 57 مرتبہ آیا ہے جسے ضرب دینے سے 114 بنتے ہیں جو قرآن کی سورتوں کے عدد ہیں لیکن نصف قرآن تو سورہ الحدید ہے جو ترتیب میں 57 اور نزول کے اعتبار سے 94 ہے یعنی سورہٗ الرحمٰن 97 کے نزول سے دو سورۃ پہلے اس کا نزول ہوا ہے اور یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں مدینے میں نزول قرآن کے احکام اور تعلیم کا انداز بدل چکا تھا جس میں معرفت الٰہی کے بیان زیادہ ہونے لگے تھے ۔ایسا انداز بیان مکہ مکرمہ میں کہیں کہیں دکھائی دیتا ہے جیسے کہ سورہ الفرقان جس کا نزول 42 ہے ۔اب سورۃ الحدید کا بیان دیکھیں جو کہ سورۃ الرحمٰن کی پیش بندی کے طور ہوا ہے جس کا عکس سورہ فرقان میں دیکھا جاسکتا ہے ''اللہ تعالی کی تسبیح کہہ رہی ہے ہر چیز جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور وہی سب سے غالب بڑا دانا ہے **اسی کے لئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی وہ زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن وہی ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پھر متمکن ہوا تخت بادشاہت پر.........وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی تم ہو اور خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کرتے ہو''** ۔اب اس کے بعد اس سورہ کی 16 ویں آیت میں انسانوں اور قوموں کی ایک معلوم فطرت کا ذکر کیا ہے کہ جب نبی رسول ہادی یا اللہ کے خلیفوں کے درمیان فاصلہ یا زمانہ دراز ہوجاتا ہے تو اُمتیں نافرمانی کا شکار

ہو جاتی ہیں "**کیا ابھی وقت نہیں آیا اہل ایمان کے لئے کہ جھک جائیں ان کے دل یاد الٰہی کے لئے** (یہاں عبادتوں یا اعمال صالحہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ یاد الٰہی یا معرفت الٰہی یعنی ذکر الٰہی یا ذکر دوام کی بات کہی گئی ہے)اور اس سچے کلام کے لئے جو اترا ہے اور نہ بن جائیں ان لوگوں کی طرح جنہیں کتاب دی گئی اس سے پہلے،پس لمبی مدت گزر گئی ان پر تو سخت ہو گئے ان کے دل اور ایک کثیر تعداد ان میں نافرمان ہو گئی"۔**یہی بات ہے کہ سورہ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے اللہ کے رسول ﷺ اور عیسیٰؑ کے درمیان ظاہر ہونے والی ایمانی کمزوریوں اور اس درازئ مدت میں ہونے والی نافرمانیوں سے بچنے کے لئے ایک ہادی و مہدی خلیفۃ اللہ کے آنے کا وعدہ کیا جسے سورہ الرحمٰن میں "خلق الانسان" کہا گیا**۔اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا مہدی دین کو زندہ کریگا جیسے کہ ہمارے وقت میں تھا اور اللہ کے رسول ﷺ نے وعدہ کیا" کیسے ہلاک ہوگی میری اُمت جس کے اول میں ہوں آخر میں عیسیٰ ابن مریم اور درمیان میں میری عترت سے مہدی ہے۔اس کے باوجود لوگ یا اُمت ایسے اعمال اور طریقے اور بدعتیں اختیار کر لیتی ہیں جس کا انہیں حکم نہیں دیا گیا ہوتا۔جیسے کہ آج کی جماعتیں اور طایفے اور گروہ کر رہے ہیں۔اس کا خلاصہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کیونکہ وہ بندوں کے حال سے پوری طرح واقف ہے۔اللہ ذکر فرماتا ہے کیسے لوگ خود ہی اُصول بنا لیتے ہیں اور کیسے خود ہی ان اُصولوں کو توڑ دیتے ہیں جیسے کہ آج کل کی مسلم جماعتیں۔"**عیسیٰؑ ابن مریم کو اور انہیں (نصاریٰ) کو انجیل عطا فرمائی اور ہم نے رکھ دی ان لوگوں کے دلوں میں جو عیسیٰؑ کے تابعدار تھے شفقت و رحمت۔اور رہبانیت کو خود انہوں نے ایجاد کیا تھا ہم اسے ان پر فرض نہیں کیا البتہ انہوں نے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اختیار کیا تھا پھر اسے وہ نبھا نہ سکے جیسے ان کے نبھانے کا حق تھا**"۔

غافل تو میرا صاحب ادراک نہیں ہے　　کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی　　اقبالؔ

اللہ تعالیٰ خالق کل نے سارے نظام کائنات کی تخلیق و تشکیل بڑی باریکی اور وضاحت سے اس لئے کی ہے کہ بندہ اس میں غور و خوص کرے خالق کو پہچان کر اس کی حمد و ثناء کرے۔اس کے لئے خالق و معبود اور بندہ ہونے کی حقیقت کو جاننا اور سمجھنا ضروری ہے آسمان کے آگے زمین پست ہے،سمندر کے آگے خطہ زمین پست ہے،درندوں کے آگے چرند اور دوسرے جانور پست ہیں،پرندوں کے آگے چرند اور دوسرے زمینی جانور پست ہیں،عقلمند کے آگے نافہم اور بے عقل پست ہے،بادشاہ کے آگے عوام پست ہے،اعلیٰ کے آگے ادنیٰ پست ہے،اور تمام خلایق کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پست کر دیا اور اسے اشرف المخلوقات بنایا اور انسان بھی اپنی موت اور حیات پر قادر نہیں وہ قادر مطلق اللہ یا الرحمٰن کے آگے پست ہے اس معبود اعلیٰ رحمٰن کو سجدہ کرنا اور دوسری مخلوقات کو اس کے اطاعت گزار سمجھ کر اسی کی عبادت کرنا تعظیم بجا لانا انسان کے پست اور اور بندہ ہونے کا ثبوت ہے بندگی کا یہی مقصد ہے۔اسی لئے معبود برحق اللہ یا الرحمٰن نے اپنے نبی رسول اور خلیفوں کے ذریعہ اسے سمجھایا ہے کہ وہ اس بات کا ہر دم خیال رکھے اور بطور آخری اُمت ہمیں آخری نبی مکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ دین ایمان اسلام احسان عرفان سکون و راحت کے تمام اسباب بتا دئے ہیں اس کے باوجود حکم عدولی کفر و شرک اللہ کے غضب کا سبب ہے۔

خالق کی عظمت اور شان خداوندی کو اس درجہ بندی سے بھی سمجھنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ خلایق سے پہلے " هُوَ "
کے سوا کچھ بھی نہیں، پھر " اَللّٰه " کے جلووں میں ظہور کیا اور نور محمدؐ کی تخلیق کی اس کے بعد اپنی صفت خاص الرحمٰن کا اظہار کیا اور "
حٰمٓ " کہلایا، اس کے بعد " عٓسٓقٓ " کے جلال سے عرش پر متمکن ہوا۔ اور تخلیق آدم کے بعد مظاہر خداوندی وصفات خداوندی کا
بیان ان کلمات سے کیا، الٓمٓ ,الٓمٓصٓ ,الٓرٰ , الٓمٓرٰ كٓهٰيٰعٓصٓ , طٰهٰ , طٰسٓمٓ , طٰسٓ , يٰسٓ , صٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ, قٓ ,
نٓ ' سے ہوا ہے۔ یعنی قرآن کے ذریعہ ازل سے ابد تک کا بیان جن وانس کو دیا ہے، انسانوں کو یہ بیان اور تعلیم دینا تو سمجھ میں آتا ہے
'جنوں کے لئے کیا معنی؟ وہ ایسے کہ جس بات کو ان کا پیشوا ابلیس نہیں سمجھ پایا اسے شان مخلوق آدم محمدؐ کے ذریعہ سمجھایا گیا کہ
مقام ربوبیت اور شان خداوندی کیا ہے جس کا پرتو معراج میں ہوا کہ اس کا ادب واحترام کس طرح کیا جانا چاہیے، لہٰذا قرآن کو سمجھنا
اس کی آیات کو سمجھنا اسکے معنی ومطالب میں غور کرنا اللہ تعالی کی شان اور قدرت کو سمجھنے کی کوشش ہے، اور اس کے اقرار کا اظہار ذکر اللہ
نماز اطاعت فرماں برداری کے ذریعہ ہے۔

جیسے کہا گیا کہ مقطعات 14 ہیں جو 29 سورتوں میں دہرائے گئے ہیں۔ ان کی قرآن کی سورتوں کی ترتیب اس طرح ہے۔

14	13	12	11	10	9	8	7	6	5	4	3	2	1
نٓ	قٓ	عٓسٓقٓ	حٰمٓ	صٓ	يٰسٓ	طٰسٓ	طٰسٓمٓ	طٰهٰ	كٓهٰيٰعٓصٓ	الٓمٓرٰ	الٓرٰ	الٓمٓصٓ	الٓمٓ

اب 3 یعنی تیسرے مقطعہ الٓرٰ 11 گیارہویں مقطعہ اور 14 چودہویں مقطعہ نٓ کو یکجا کریں تو بنے گا
الرحمن ان تینوں اعداد کے مقامات کی گنتی 3+11+14=28 ہوئی جس کی جمع بنتی ہے 10=1 اور اسم صفت "رحمٰن" کے
حروف کی تعداد کو جمع کریں ر کے 200+ ح کے 8+ میم کے 40+ نون ن کے 50=298=19=10= 1 ۔ یعنی
مقطعات الٓرٰ حٰمٓ نٓ کو یکجا کریں ایک 1 واحد عدد آئے گا اور "رحمٰن" کے حروف کے اعداد کو جمع کریں ایک 1 واحد عدد
آیگا۔ ایسی معجزہ نمایاں کیا دنیا کی کوئی کتاب میں دکھائی دیتی ہیں؟۔

صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین اور علماء واولیاء کی روایتوں کے مطابق، اگر ان مقطاعات کے معنی لئے جائیں تو اس طرح
کچھ حقیقت سامنے آتی ہے۔1) الٓمٓ : اَنَااللّٰهُ عَالَمُ - 2) الٓمٓصٓ : انَا اللّٰهُ اَفْضَلُ 3) الٓرٰ : انَا اللّٰهُ ارىٰ میں
اللہ دیکھ رہا ہوں۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْحَيُّ الْقَيُّوْ مُ ۔ معبود برحق اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔
ہمیشہ زندہ اور ہمیشہ قایم ۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔ 4 حدید ۔ وہ تمہارے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ 4) الٓمٓرٰ : صحابہؓ
نے اس مقطعہ کو بھی "میں اللہ دیکھ رہا ہوں" کے معنی میں لیا ہے۔ صحابہ حضورؐ کی ہم نشینی کا شرف رکھتے ہیں ان کے قیاس میں کلام نہیں
ہے۔ لیکن اگر الٓرٰ کا معنی "میں اللہ دیکھ رہا ہوں ہے" تو پھر الٓمٓرٰ معنی بھی "میں اللہ دیکھ رہا ہوں" کیسے ہوگا جبکہ اس مقطعہ میں
"میم" کا اضافہ بھی ہے۔ لغات القرآن میں "ما" یعنی میم کی تین قسمیں بتائی ہیں۔ اسم معروفہ مثلاً جو اللہ ہے وہی باقی رہے

گا۔استفہامیہ جس سے خبر میں فرق ہوجائے۔جیسے فِبِمَ لِمَ حٰمٓ الٓمٓ عَلَمَ ۔(یہ بحث کی صفحات کی ہے یہاں اختصار کرنا ہے)اس میم کا اضافہ یہ بتا رہا کہ ''میں تو دیکھ رہا ہوں''تم میری قدرت کی عجائبات میں میرے جمال اور جلوؤں کو دیکھنے کی کوشش کروا نسانوں کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں اللہ ہمیشہ باقی ہے جو باقی رہے گا وہ موجود ہی ہوتا ہے غایب نہیں ہوتا۔اگر انسان خود کی نفی کرے اور سمجھے کہ''میری حقیقت کیا ہے میری ہستی کلعدم ہے میری اوقات کیا ہے مجھے فناء ہے''لا الہ ھون نھیں 'الااللہ توں ھے 'تو جو باقی ہوگا وہ اس کا خالق ہے ایسا خیال کرنا معرفت الٰہی کی طرف قدم در قدم نزدیک ہونا ہے۔سورۂ الحدید کی چوتھی آیت کا یہ حصہ وہی بتا رہا ہے۔وَ ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تم جہاں کہیں ہو''وہ''(اللہ)تمہارے ساتھ ہے۔جو ساتھ ہے وہ چھپا ہوا نہیں ہے۔موجود ہے کسی طرح'ہمارے اندر کا حجاب اسے نہیں دیکھ پا تا'یا تو ہم اللہ کی عبادت میں نا اہل ہیں یا اس کی عبادت اس طرح نہیں کرتے جس کا حکم اس نے دیا ہے۔اس ضمن میں ایک روایت یوں ہے۔حضور نبی کریم ﷺ مسجد نبویؐ میں تشریف لائے تو دیکھا ایک جانب صحابہؓ کا گروہ بیٹھا ہے آپؐ ان کے قریب گئے'اور فرمایا تم کیا کررہے تھے صحابہؓ نے کہا کہ ہم اللہ کا ذکر کررہے تھے 'حضور ﷺ نے فرمایا:میں نے دیکھا کہ تمہارے اطراف فرشتے بادلوں کی طرح گھیرے ہوئے ہیں'اگر تم یوں ہی ذکر میں مشغول رہتے تو دن کے اجالے میں لوگ ان کو دیکھ پاتے۔یہاں قابل ذکر بات یہ کہ حضور ﷺ کا کہنا کہ دن کے اُجالے میں فرشتوں کو وہ لوگ بھی!دیکھ لیتے جو ذکراللہ میں مشغول نہیں تھے'یعنی اللہ کا ذکر یا قربت ایک ایسی غیر معمولی حقیقت ہے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا کہ صرف محسوس کیا جاسکتا ہے یا دیکھا جاسکتا ہے 5) کٓھٰیٰعٓصٓ : اس کے لئے ملاحظہ ہو سورۂ حشر کی آیت 23 اَلْمَلِکُ (ک) بادشاہ ۔ (ھے) الْمُھَیْمِنُ (نگہبان) (ی) الْبَارِیُٔ (ہر شئے کا درست بنانے والا الْعَزِیْزُ : (ع) (زبردست شان والا'حکمت والا قدرت والا) الْمُصَوِّرُ (ص) (ہر شئے کا خوبصورت بنانے والا'دلکش رنگ بھرنے والا)

ابو طالب المالکی نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس طرح دعا کی ہے۔اے! کھیعص میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہوں سے تیرے غضب سے ,اور میری دعاؤں کے قبول نہ ہونے جیسے بارش کا روک دیا جانا جیسے دشمنوں کی مجھ پر کثرت ہوجانا 'اے اللہ مدد کر میری خود میری کوتاہیوں سے۔اس میں جو اسمائے صفات ادا ہوے ہیں وہ''یا کافی ,یا ہادی ,یا یقین ,یا علیم ,یا صادق۔کل ملا کر آپ رضی اللہ عنہ نے ان اسماء کے حوالے سے دعا مانگی۔ 6)طٰہٰ 7) طٰسٓمٓ 8) طٰسٓ ان تین مقطعہ کے بارے میں صحابہؓ سے منقول ہے کہ اے شخص ذی الطّول'قدوس' رحمٰن ۔اگر اسی قول کو لیا جائے تو یہ اللہ تعالی کی وسعت عظمت بلندی برتری بزرگی اس کے مالک الملک ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔جس کا بیان سورۂ حدید میں ہے۔ھُوَ الْاَ وَّلُ وَالْاٰ خِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَا طِنُ ج وَھوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ وہی اول'وہی آخر' وہی ظاہر 'وہی باطن' وہی تمام تخلیقات کا سر چشمہ ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَ رْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ط .... وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن وہی اوپر آسمانوں میں وہی نیچے زمینوں کی گہرائیں میں وہی مشرق و مغرب کا مالک وہی شمال و جنوب کا مالک'الغرض کائنات

کے طول وطویل کا مالک ۔جس کی بادشاہت ہر سو ہر مخلوق پر چھائی ہوئی ہے ۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وھو معکم این ما کنتم** تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے ۔کیسں نرالا انداز ہے کہ اپنی ربوبیت کو پوری شان سے بیان کرنے کے بعد کہا کہ ''تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے'' دار دنیا میں اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے ۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے خالق عالم ہونے کی کونسی دلیل نہیں ہے؟ جو بیان نہیں ہوئی ۔''وہی اول وہی آخر''نہ اس سے پہلے کچھ تھا نہ ہے ''وہی ظاہر وہی باطن'' جو دکھائی دے رہا ہے وہی ہے جو عالم غیب میں ہے وہی ہے یعنی جو آسمانوں میں دکھائی دیگا وہ دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے شرط ہے اس قابل بننے کی ۔''وہی تمام اشیاء کا علم رکھنے والا ہے'' ذرے ذرے کا اگر وہ چاہے تو آنکھوں پر چھا جاتا ہے' الغرض مشرق ومغرب اور اس کائینات کا وہ خالق و مالک ہے ۔اس کے بعد کہا کہ ''تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے'' اب اس سے بڑھ کر اس کی موگودگی اور طلب دیدار کے لئے کونسی منطق اور دلیل چاہیے؟ ۔جس کا اندازہ سواء اس کے کسی کو نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے ۔انہیں یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے ۔طٰہٰ عرش سے تحت الثریٰ , طٰسٓمٓ بشرق سے مغرب کے بےاندازہ وسعت میں ۔ طٰسٓ شمال سے جنوب کے بےاندازہ وسعت تک ۔اس کے بعد یٰسٓ : صحابہؓ کہتے ہیں یہ حضورﷺ کا خطاب ہے ۔ہونا بھی چاہیے کیونکہ انہیں کہ نور کی وجہ سے یہ عالم وجود میں آیا ہے ۔کیونکہ اس سے پہلے والی سورہ الاحزاب میں آپ کی شان بتادی گئی ۔**اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا** (56) بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان (محمدؐ) پر اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو ۔جب اللہ تعالیٰ نے کہدیا کہ **لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ** تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنی تعریف کرے اور محمد کی تعریف نہ کرے ۔ 9)ا صٓ : **اَلصَّمَدُ** : بےنیاز ہر شئے سے اُسے کسی چیز کی طلب اور ضرورت نہیں ہے ۔ 10) حٰمٓ : جیسا آگے بتایا ہے کہ اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے 2 ح اور 2 میم ہیں اور 2 الر بھی ہیں اگر اس ح اور میم کے ساتھ نون ن لگادیا تو بنتا ہے الرحمٰن ۔وہ جو عرش پر قائیم ہے ۔جیسے کہا **ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ج ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ** 22 سورہ حشر ۔پہلے تو کہدیا کہو **اِنَّ رَبُّکُم الرَّحْمٰن** ۔**میں ہی تمہارا حقیقی رب ہوں ۔لفظ حقیقی اہمیت کا حامل ہے** ۔اس کے بعد والی مقطعہ دیکھیں ۔ 11) عٓسٓقٓ ۔ ع سے عرش ۔سین سے استویٰ (قایم)۔اس کے بعد ق سے قائیم) **ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ** یعنی کائینات کی تخلیق کے بعد عرش پر قایم ہوا ۔کون؟ حٰمٓ کیونکہ سورۃ شوریٰ جس میں یہ مقطعہ ہے اس میں 12) حٰمٓ عٓسٓقٓ دونوں ملکر آئے ہیں ۔یعنی اس کا مستقر عرش ہے ۔ہر جگہ ایک ایک مقطعہ ہے مگر یہاں خصوصی طور پر دو ہیں ۔الحدید اور الحشر دو ایسی سورتیں ہیں جو مقطع سے شروع نہیں ہوتیں مگر ان میں اسمائے باری تعالیٰ زیادہ آئے ہیں ۔جو اس کی عظمت وجلال کا مظہر ہیں ۔

13) قٓ : (القرآن) **وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ** وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے ۔اور اس نے تمام علوم کو قرآن میں رکھدیا ہے ۔جو علم قرآن میں ہے وہ علم اللہ کا علم ہے ۔ 14) نٓ :اور یہ قرآن لکھایا ہے **اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْعَرْض** نے

۔یہ ہیں وہ آیات جو اسم اعظم سے متعلق ہیں اور جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح مقطع قرآن سے ملتا ہوا نظر آتا ہے۔واللہ اعلم۔

کل ملا کر بات یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی کہ جس میں جامعیت آجائے وہ اسم اعظم ہے ۔وہ حَیٌّ قَیُّوْمٌ ' حٰمٓ 'ھوالرحمن الرحیم ھُوَ اللّٰہُ عالم الغیب والشھادۃ کچھ بھی ہوسکتا ہے۔بہرکیف اسم اعظم ایسی کلید (چابی) ہے جس سے دین اور دنیا کے تمام تالے کھل جاتے ہیں۔مگر!!!! یہ چابی اُسی کے حوالی کی جاتی ہے جو قابل اعتماد ہو یعنی متقی پرہیزگار قربت خداوندی کے علم وادب سے آشناء ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی دی خوشیاں اور عیش وعشرت دیتا ہے سال کے بارہ مہینے ہفتہ کے سات دن اور سال کے تین سو پینسٹھ دن اچھے اور لذیذ کھانے کھلاتا ہے سکون اور راحت کے اسباب پیدا کرتا ہے۔اگر!!! ان میں ایک بات کی کمی ہو جائے یا تکلیف ہو جائے تو ہم فوراً شکوہ شکایت کرنے لگ جاتے ہیں۔اور دن میں صرف پانچ وقت اس کی عبادت کرنے اور احکام بجالانے سے ہم حیلے اور بہانے کرتے ہیں' ہمیں اللہ کے احسانات یاد نہیں آتے۔کچھ ایسی ہی اندیکھی مقطعات کے احکام یا پیغام میں بھی کی جاتی ہے۔مثلاً 6 مرتبہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "الٓمٓ" "کہ" میں تمام عالموں کا رب ہوں"۔7 مرتبہ فرماتا ہے کہ "حٰمٓ" "میں الرحمٰن ہوں اور عرش کا مالک ہوں۔5 مرتبہ فرماتا ہے" الٓــرٰ "میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔اسی طرح فرماتا ہے کہ "میں عالموں میں افضل ہوں' کبریا ہوں' ہادی ہوں' مولیٰ ہوں' امین وصمد ہوں' ازل سے ابد تک آسماں سے زمیں تک مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک بے انتہا ہوں' یہ نور عرش وکرسی میری ہے لوح وقلم میرے ہیں' اور میں بے نیاز ہوں مجھے کسی کی حاجت نہیں۔سب صنائے قدرت بیان کرکے بندوں سے کہہ رہا ہے کہ میری طرف دیکھوں' میری طرف متوجہ ہوجاؤ' مجھے دیکھو' الٓـمٓرٰ "۔تو انسان کہتا ہے سب کچھ تو ہوسکتا ہے مگر! نہ تو دکھائی دے سکتا ہے نہ تجھے دیکھا جانا چاہئے۔**یہاں انسان خود کو بے بس و عاجز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھ بیٹھا ہے**۔یہی اس کے ناسپاس اور ناشکر گزار ہونے کے لئے کافی ہے۔دراصل "الٓـمٓرٰ" ہے؟ خالق عرض وسموات کو "ھُوَ ... اللّٰہُ ... حٰمٓ ... عٓسٓقٓ "سمجھنا اور اسے دیکھ کر یا اس کے جمال جہاں آرا کا نظارہ کرکے اس کے آگے سرتسلیم خم کرنا کہ تو ہی تو ہے تیرے سوا کچھ بھی نہیں۔لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۔اس کے مثل کوئی چیز نہیں (شوریٰ ۴۲) اس آیت مبارکہ میں بات صاف کردی گئی ہے کہ 99 اسمائے الحسنیٰ میں جو صفات بیان کی گئی ہیں ان کا اظہار مخلوقات کی تخلیق میں کیا ہے' مگر خود اللہ تعالیٰ اور اس کی ذات واحد و لاشریک کا اظہار اسمائے ذات یا اسم اعظم میں ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کے نہ صرف بے مثال ہونے کی گواہی ہے بلکہ اس کے لاشریک ہونے کی بھی' یعنی اللہ تعالیٰ کے جیسا کوئی ہے ہی نہیں کہ اسے کسی شئے سے تشبیہ دی جاسکے' کہ اگر خلق میں اس کی کسی صفت کا اظہار رہوا بھی ہے تو مثال کے لئے ہے نہ کہ مظہر ذات کے لئے' وہ اپنی مثل میں ایکتا ہے۔ایسی گواہی دینے کے لئے بندہ کو شاہد ہونا یا اُس بے مثل کا مشاہدہ ہونا ضروری ہے' معنی گواہ کا معتبر ہونا ضروری ہے' جس کے لئے بصیرت' بصارت اور دیدار کا ہونا ضروری ہے۔کہی سنی گواہی معتبر نہیں ہوتی' حضور نبی کریم ﷺ کو رسالت پر مبعوث کرنے کے بعد بلاکر معراج میں مشاہدہ کرایا گیا' کہ جبرائیلؑ کے

ذریعہ جوآپؐ سے اب تک کہا جارہا تھاوہ ''یہی حق'' ہےاس کا مشاہدہ کرواور گواہ بن جاؤ۔**لا الٰہ الا اللّٰہ** اور اسی کے لئے آپکو **محمد الرسول اللہ** بنایا گیا ہے ۔اورمہدیٔ موعودعلیہ السلام کومراداللہ بنا کران دوکلموں کا مبین بنایا گیا ہے ۔

ریگزارعرب میں قرآن کے نزول سے پہلے نہ تفسیر وتشریح نہ محکم ومتا شبہ وامثال نہ علم السماء الرجال نہ فواتح نہ اسماء نہ علم نحو نہ علم صرف نہ علم تاریخ نہ علم الفقہ نہ ہی منطق وفلسفہ کا چلن تھا نہ ان علوم کا بول بالا' اچانک نزول قرآن اور بعثت نبوت کے بعد ایسا کیاہوا جوسارا عالم مبہوت وحیران ہو گیا تمام علوم کا عرب مرکز ومرجع بن کر اُبھرا بعثت نبوی ﷺ کے پہلے وہی عرب تھے بعد میں وہی عرب کیسے اچانک دنیا کے معلم اور مبین بن گئے یہ معجزہ قرآن کی مرہون منت ہے کہ بدوا ورجاہل خانہ بدوش میر کارواں بن گئے ۔عرب کے اطراف واکناف کی قومیں اور حکومتیں چونک گیئں حیران وششدر ہوگیئں ایسا کیاان ۲۳ تیئس برسوں میں ہوگیا جو صدیوں میں نہیں ہوا ۔لہٰذا سب سے پہلے رومیوں نے اس انقلاب سے فایٔدہ اُٹھانے کی کوشش کی ہم دیکھتے ہیں جو یونان وروما دلیل ومنطق چاندستاروں اورکردوبیاں میں الجھے ہوئے تھے جنہیں اپنی زبان معاشرتی طرز زندگی پر ناز تھاانہوں نے تحقیق وتدقیق کا نیا طریقہ اپنایا لاطینی زبان میں مذہب اسلام کے طرز پر تحقیق شروع کی لاطینی زبان میں الفاظ ومعنی کا ایک ذخیرہ جمع کردیااور حیاتیاتی حیوانی ومعدنی علوم میں کی ساری معلومات کواکھٹا کیا ۔جب اسلام رومی ویونانی سرحدوں سے ٹکرایااس وقت عربوں ایرانیوں یاہندیوں کے پاس زبانی قواعد یاالفاظ کامعنوی مجموعہ نہیں تھا جسے آج ڈکشنری کہتے ہیں ان تمام قوموں نے اس پر توجہ مرکوز کی اور الفاظ لغت ومعنی کواکھٹا کیا ۔لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ آٹھویں صدی ہجری میں بھی ابوالفضل جلال الدین سیوطی جیسے محقق کوبھی حضرت ابن عباسؓ اوران کے شاگردوں کے جمع کردہ معنوں اورلغات سے اپنی تحقیق کومدلینی پڑی ہے ۔دورصحابہؓ سے پہلے لغت کی کوئی کتاب نہ تھی جوکچھ عربی قبایل کی بولیاں قرآت اورشعروشاعری میں تھی اسی کی بنیاد پر کام ہوالفظ ومعنی پر جوبھی کام ہوا وہ تابعین اور تبہ تابعین کے دور سے شروع ہوا ایسے میں قرآن کے غرایب یا مقطعات کوسمجھنا مشکل کام تھا جس کا ذکرحضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع حدیث میں ہے **اَعْرِبُوا الْقرآن وَ لِتَمسُو ا غرائبۃ** قرآن کے معنیٰ کوسمجھواوراس کے غرایب الفاظ کوتلاش کرو ۔اس طرح بعد میں مسلمانوں نے قرآن وحدیث کے ذریعہ تعلیم کا جوورثہ دیااس میں نئی اصطلاحیں استعارے لغات ومعنی الفاظ مفسروں محدثوں علم کلام کے عالموں فقیہوں معاشیات علم طب جغرافیہ ودیگرعلوم کے شعبوں میں استعمال ہونے لگے ۔جہاں بہت سارےعلوم کونکھاراسنوارا گیا وہیں پرمعرفت الٰہی کےعلوم کی اندیکھی بھی کی گئی اوروہ علوم صرف صوفیہ سے منسوب کردئے گئے کیونکہ تبہ تابعین کے بعد خوارجی معتزلہ علم المنطق وفلسفہ علم الظاہر کا زورہونے لگا ۔جس میں معرفت الٰہی امام غزالیؒ اورنورالدین ابن عربی ' جنید بغدادی سری سقطیؒ کے درسگاہوں اورخانقاہوں تک محدودہوگئے ۔اس کے بعد آج تک علم الظاہر کے شیدایوں کا ہی بول بالا رہا ہے اور جوعلوم معرفت الٰہی کے تھے وہ رسوم وبدعات کی بھینٹ چڑھ گئے ۔بعثت مہدیٔ موعودآخرالزماں کے وقت ایک دورآیا جہاں برصغیر سے ایشائے کوچک اور ماوراالنہر تک شریعت اورمعرفت الٰہی کا غلغلہ پھر بلند ہوا جس کی گونج ایران وعرب تک سنائی دینے لگی بعد میں مہدیٔ موعود

کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ان کے خلفاء کو علم الظواہر اور دنیا پرست علماء سے سخت نبرد آزما ہونا پڑا جس کے نتیجے میں عبداللہ خاں نیازی شیخ مصطفیٰ گجراتی بندگی میاں سید خوندمیر اور دیگر مصدقین کو اذیتوں اور شہادتوں کے جام نوش کرنے پڑے۔ ایسی کسمپرسی اور نامساعدہ حالات میں آج مہدویوں کی موجودگی ایک کرشمہ سے کم نہیں منافقین و معاندین کی ریشہ دانیاں جب بھی تھیں آج بھی ہیں۔ایسے حالات میں مصدقوں کا اپنے ایمان وعقیدے پر قایم ہونا ایک معجزہ ہی ہے چاہے مٹھی بھر ہی کیوں نہ ہوں۔

قرآنی سورتوں کے عنوانات

الغرض بات قرآن مجید میں صرف اسماء الحسنٰی یا مقطعات کے بیان ہی کی نہیں ہے' بلکہ اس میں دنیا کے تمام علوم کا احاطہ کیا گیا ہے ہم یوں ہی نہیں کہہ رہے بلکہ خود قرآن اس کا ثبوت ہے۔دنیا کی کوئی کتاب چاہے مذہبی ہو عقایدی ہو یا سائنسی ہو یا سماجی ہو جغرافیائی ہو وعلم ریاضی سے متعلق ہو یا دیگر علوم ہوں وہ بیکوقت ان علوم کا بیان نہیں کرتے ہیں اور نہ یہ ممکن ہے سوائے قرآن مجید کے۔آج دنیا اتنی ترقی کرنے کے بعد ایک علم کو کئی جلدوں کتابوں میں بیان کرتی ہے مگر بات پھر بھی ادھوری رہتی ہے ۔انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ہی کو لیجیے برسوں سے اس مدون کیا جارہ ہے اور اس کی کئی جلدیں ہیں اور اب بھی نامکمل ہے۔مگر قرآن نے ان سب کا بیان آسانی سے کرتے ہوئے انسانیت کو عنوانات منتخب کر کے دے دئے مثلاً قرآن میں: جانوروں کا ذکر سورتوں کے بطور آیا ہے 1) بقرہ (گائے کا بچھڑا) 2)الانعام (مویشی)3)النحل (شہد کی مکھی)4)النمل (چیونٹی)5) عنکبوت (مکڑی))الفیل (ہاتھی)۔قبیلہ و خاندان:1)العمران 2) بنی اسرائیل (قوم)3) الروم (قومیت ملک وطن)4)القریش (قبیلہ)۔انبیا مرسلین:1)یونسؑ 2) ھودؑ 3)یوسفؑ 4) ابراھیمؑ 5) نوحؑ 6) محمدؐ 7)الانبیاء 8)القصص 9)المرسلات (اللہ کی طرف سے بھیجے جانیوالے)10)المزمل 11)المدثر۔طعام اورمیوہ :1)المایدہ 2)الطین (انجیر)۔انسان:1)الدھر 2) مومن 3)المومن ۔ ستارے سیارے:1) النجم 2) القمر 3) البروج 4)الشمس ۔معافی چھٹکارا:1) الانفال 2) توبہ 3) السجدہ 4) الدھریہ۔واقعات:1) التکویر 2) الطارق 3) العلی 4) الغاشیہ 5)القیام 6)الواقعہ 7) الزلزال 8) العادیہ 9) القاریہ 10)الفیل 11) الحشر۔پہاڑ اورصحرا:1)الدخان (قحط سالی)2) الاحقاف (ریت کے پہاڑ)3) الطور (کوہ طور)4) الحجرات (بودباش رہایش)5)الکھف (غار)وقت :1) الیل (رات)2) الفلق (صبح)3) العصر (وقت) ۔عورت اور مسایل النساء:1) مریم 2) النساء 3) الممتحنۃ (عورت کا امتحان)4) الطلاق 5) المجادلہ (التجا کرنیوالی عورت) 6) الھب (ابولہب کی شریر بیوی)۔مقطع کے نام سے سورتیں 1) طٰہٰ 2)یٰسٓ 3) صٓ 4)قٓ 5) نٓ ۔اسی طرح منافقون الجمعۃ الملک و دیگر ہیں یعنی ہر موضوع یا سبجکٹ پر قرآن میں سورہ ہے۔یہاں تک کے انسان کے شرف والی سورہ الاسرا' البینہ اور الاعراف ہیں۔ان عنوانات کو دیکھنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ "دیدار" کے عنوان سے کوئی سورۃ کیوں نہیں ہے؟ مگر! ایسا نہیں ہے عنوان دیدار یا بصیرت یا رویت نہ صحیح الرعد کے عنوان سے اسے بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بتایا ہے کہ "رعد" معنی بجلی ۔تیز روشنی ۔اُجالا ۔نور کا لپکا ہے جس طرح اندھا نہیں دیکھ سکتا اسی طرح اندھیرے میں

بھی کچھ دکھائی نہیں دیتا اس کے لئے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے وہی روشنی کے اسباب سورہ ''الرعد'' میں تفصیل سے بیان ہوئے ہیں ۔یہی وجہ ہے یہ سورۃ 96 نازل ہونے کے باوجود اسے ترتیب قرآن میں سورۂ یوسف 12 کے بعد کہ جس میں بصیرت کی دعوت اللہ کے رسول ﷺ اوران کے تابع کے ذریعہ دئے جانے کی بات بتا کر سورہ الرعد کو 13 ویں مقام پر رکھا گیا ہے ۔دعوت بصیرت کے بعد سارا مضمون غور وفکر یعنی دیدار کے احوال سے موسوم ہوا ہے ۔

اس کے علاوہ ان سورتوں کے اسماء یا ناموں میں ایک اور خصوصیت ہے وہ یہ کہ: مقطعات سے شروع ہونے والی سورتوں میں ایک الگ شناخت ہے مثلاً: الٓرٰ سے شروع ہونے والی سورتیں انبیا کے نام سے موسوم ہیں اوران سورتوں میں ان کا بیان ہے جیسے سورہ یونسؑ' سورہ ھودؑ سورہ یوسفؑ' سورہ ابراہیمؑ ان چار سورتوں کے میں صرف سورہ حجرات کے معنی رہائیش یا بود و باش ہے جو کسی نبی کے نام کے بجائے معاشرت سے متعلق ہے ۔اور الٓمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں سورہ بقرہ یعنی گائے کے بچھڑے کی سورہ' عنکبوت' مکڑی کی سورہ' ان کے علاوہ آل عمران یعنی عمران کا خاندان جو حضرت موسیٰ کے جد تھے' روم جو ایک سلطنت اور قوم تھی' لقمان جنھیں حکمت عطا ہوئی تھی' سجدہ یعنی خدا کی بندگی ۔حٰمٓ والی سورتیں مومن معنی ایمان والے صرف مسلمان نہیں حٰمٓ سجدہ معنی خدا کی عظمت و بندگی' جاثیہ معنی زانو کے بل دراز ہو جانا یعنی عبادت میں حد سے گزرنا' شوریٰ معنی مجلس یا جماعت' زخرف معنی زیورات' دخان معنی قحط سالی اور احقاف معنی ریت کا پہاڑ ۔ان سورتوں میں غور کریں تو کی مماثلت ہے ۔

اعداد مقطعات میں نویں صدی اور بعثت مہدی

اب آخر میں ایک آخری جائزہ دیکھیں 14 مقطعات کے حروف ابجد کی گنتی یا عدد نکالتے ہیں الٓمٓ :الف کا 1 لام کے 30 اور میم کے 40 ۔الٓمٓصٓ :الف کا 1 لام کے 30 میم کے 40 اور صاد کے 90 ۔الٓرٰ :الف کا 1 لام کے 30 اور رے کے 200 ۔الٓمٓرٰ :الف کا 1 لام کے 30 میم کے 40 اور رے کے 200 ۔کٓھٰیٰعٓصٓ :کاف کے 20 ھا کے 5 ی کے 10 عین کے 70 صا 90 ۔طٰہٰ : طے کے 9 ھ کے 5 ۔طٰسٓمٓ : طے کے 9 سین کے 60 میم کے 40 ۔طٰسٓ : طے کے 9 سین کے 60 ۔یٰسٓ :ی کے 10 سین کے 60 ۔صٓ :صاد کے 90 ۔حٰمٓ :حے کے 8 ۔عٓسٓقٓ :عین کے 70 سین کے 60 قاف کے 100 ۔قٓ :قاف کے 100 ۔اور نٓ :نون کے 50 ۔کل جمع ہوئے 1709 ۔اللہ کے رسول ﷺ نے 9 ویں صدی ہجری میں مہدی کی بعثت کی پیشن گوئی کی' اب اس 1709 کو آدھا کرتے ہیں دو حصوں میں تو ہوئے 854.5 حضرت مہدی موعود کی تاریخ پیدائیش 847 ھ ہے ۔اب ہم حضور ﷺ کی نبوت کے وہ 10 دس برس جوڑ لیتے ہیں جو ہجرت سے پہلے کے ہیں تو ہوئے 857 جو 1709 کا قریب آدھا ہوئے ۔تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد 1709 سنہ ہجری میں متوقع ہے اب اس میں سے ان کی حیات کے چالیس سال منہا یا مائنس کرتے ہیں تو ہوئے 1669 کیا اس سنہ میں متوقع ہے ۔کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے پہلے دنیا میں 30 سال گزار چکے ہیں اس کے بعد آسمانوں پر اُٹھالئے گئے تھے ۔ابھی تو آثار قیامت کا ظہور شروع ہو چکا ہے اس میں

75 علامات قیامت بیان ہوئی ہیں اور ہجری کے 1441 واں سال ۔حضرت آدمؑ سے حضرت ابراہیمؑ تک لگ بھگ 2500 سال کا عرصہ ہے حضرت ابراہیمؑ سے حضور نبی کریم ﷺ تک 3000 سال کا حضور ﷺ نے کہا میری اُمت کی عمر 1000 سال ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ ہوسکتا ہے اللہ تعالی میری امت کی عمر میں آدھے دن کا اضافہ کرے اللہ کے پاس ایک دن ہزار سال کا ہے اس کا آدھا پانچ سو اب 500 اور جوڑ لیں تو کل ہوئے 2500+3000+1000+500 = 7000 یعنی سات 7 جو اللہ تعالی کی مخلوقات کے تخلیقی مراحل کا عدد ہے ۔حضور ﷺ فرماتے ہیں باقی اُمتیں 3/4 ہیں میری اُمت 1/4 ہے ۔اس لحاظ سے حضرت آدم سے حضور ﷺ تک 5500 برس گزر چکے تھے جو 3/4 کا لگ بھگ 5250 ہوتا ہے اب اس کا باقی 1/4 ہوتا ہے 1750 جو کہ مقطعات کے 1709 کے لگ بھگ ہے ۔جس میں مہدی کی بعثت کے 594 برس بھی گزر گئے ۔اس حساب سے بھی 250 سے 275 برس باقی رہجاتے ہیں ۔

یہاں حضور ﷺ کے ایک حدیث ابو جمل (؟) کی روایت سے دیکھتے ہیں :حضورؐ کا معمول تھا کہ صبح جب باہر تشریف لاتے تو لوگوں سے کہتے کیا خواب دیکھا سناؤ پھر آپؐ اس کی تعبیر بیان فرماتے ۔ایک روز کسی نے ایک طویل خواب بیان کیا اسے سن کر حضور سید الانا ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا اس کے بعد آپؐ نے خواب کے بارے میں دریافت کرنا چھوڑ دیا ہاں مگر! کوئی آ کر بیان کردیتا تو اس کی تعبیر بتادیتے ۔اس خواب کے کچھ حصے یوں تعبیر بیان کئے تھے آپؐ نے سیدھا اور سچا راستہ جو تم نے بیان کیا اس سے مراد وہ دین ہے جسے میں خدا کی طرف سے لایا ہوں جس ہدایت پر تم ہو ۔اور جو ہرا ابھرا باغ تم نے دیکھا وہ دنیا اور اس کی عیش و عشرت ہے جو دل لبھانے والا سامان ہے میں اور میرے اصحاب اس میں سے گزر جائیں گیا وراس میں مشغول نہ ہو نگے اور نہ وہ ہمیں چمٹے گی نہ ہمارا تعلق اس سے ہوگا اور نہ اس کا تعلق ہم سے نہ ہم اس کی چاہت کرینگے اور نہ وہ ہم سے لپٹے گی (یہ اوصاف صحابہؓ مہدیؑ کے بھی ہیں) ہمارے بعد ایک جماعت آئے گی جو ہم سے تعداد میں زیادہ ہونگے ان میں بعض تو اس دنیا میں پھنس جائیں گے اور بعض بقدر حاجات لے کے چل دیں گے (فقراء و کاسبین) اور نجات پالیں گے اور اس کے بعد ایک زبردست جماعت آئے گی جو دنیا میں بالکل مستغرق ہوجائے گی ۔اور رہے تم سیدھی راہ چلتے رہو گے یہاں تک کہ مجھ سے تمہاری ملاقات ہوگی جسے ممبر کے آخری ساتویں درجے پر تم نے مجھے دیکھا ......(خواب میں) میرے دائیں جس گندمی رنگ موٹی ہتھیلی والے انسان کو تم نے دیکھا وہ حضرت موسیٰؑ تھے جب وہ کلام کرتے تھے لوگ اونچے ہوجاتے تھے (وہ طویل قد کے تھے) اس لئے اللہ تعالی سے انہوں نے کلام کیا ۔جنہیں تم نے میری بائیں جانب درمیانی قد کے موزوں انسان جن کے بال پانی سے تر نظر آرہے تھے وہ حضرت عیسیٰؑ تھے چونکے انکا اکرام اللہ تعالی نے کیا ہے ہم بھی ان کی بزرگی کی قدر کرتے ہیں اور جس شیخ کو تم نے (خواب میں) بالکل مجھ جیسا دیکھا وہ ہمارے باپ حضرت ابراہیمؑ ہیں ہم ان کی قدر کرتے ہیں اور ان کی تابعداری کرتے ہیں (مہدی موعودؑ نے بھی علمائے خراسان اور میر ذوالنون سے شہادت مہدی کے تعلق سے کہا تھا کہ میرے دائیں محمدؐ اور بائیں حضرت ابراہیم کھڑے ہیں پوچھ لو) اور جس اُونٹنی کو

تم نے (خواب میں) دیکھا وہ قیامت ہے جو قایم ہوگی۔

اسمائے صفات میں جو خصوصیات ہوتی ہیں ہم نے یہاں انہیں الگ کر کے دکھایا ہے یہ اس لئے کہ
اسماء الحسنیٰ الگ الگ صفات میں بیان ہوئی ہیں جن میں کچھ خصوصی ہیں اور کچھ ایسی صفات ہیں جو خلایق میں پائی جاتی ہیں اور اسم صفت ذاتی وہ ہے جس کی صفات مخلوق میں نہیں پائی جاتیں یہ صرف خالق و معبود اللہ کے لئے مخصوص ہیں۔ اس کے علاوہ اسماے الحسنیٰ یا اسماء الصفات کی یہ خصوصیت ہے یہ تذکیر (مذکر) میں بیان ہوئی ہیں تانیث (مونث) میں نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے قرآن کا بیان کس باریک بینی اور خصوصیت کا حامل ہے۔ ذیل میں جو اسماء ہیں ان میں یہ بات دیکھی جاسکتی ہے۔ البتہ ! ان میں صرف کچھ ایک اسماء ایسے ہیں جنہیں حرف '' ہ '' لگا کر مونث بنایا جاتا ہے جیسے :: حلیم = حلیمہ ' عظیم = عظیمہ ' حمید = حمیدہ ' رشید = رشیدہ۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ اِیَّا هُنَّ کو اِیَّا هُنَا اور اِیَّا هُمَا بنا گیا اس میں مونث کے لئے ضمیر تذکیر بہر حال قایم رہتی ہے خطاب اور غیبت تکلم کے لئے تذکیر تانیث کی علامات بدلی جاتی ہیں اسطرح ان چار اسماء میں '' ہ '' لگا کر اسے تانیث کر دیا جاتا ہے۔ تکلم کی حالت میں غیبت کا تاثر باقی ہے ان کے علاوہ تمام اسمائے صفات میں تانیث کا شایبہ نہیں ہے۔ اور انہیں تانیث سے نہیں بدلا جاسکتا۔ یہی حالت مقطعات یا لوح قرآنی کی ہے۔

صفت ذاتی اس اسم کی حالت کو کہتے ہیں جو کسی ذات میں پائی جایئں جیسے سب سے بہتر سب سے اعلی سب سے برتر سب سے اچھا یہ بعض میں بعض پر مبالغہ پیدا کرنے کے لئے یا زور پیدا کرنے کے لئے الفاظ (اور اس کے معنی بڑھا دئے جاتے ہیں)

صفت اسم ذات : هُوَ اللہ خالق (پیدا کرنے والا) باری (تمام عالم کا بنانے والا) مصور (صورت کا بنانے والا) حیی (ہمیشہ زندہ) قیوم (ہمیشہ قایم) صمد (بے نیاز) متعالی (برتر) تواب (توبہ قبول کرنے والا) قدیر (قدرت والا)

صفت اسم ضمیر اس میں وہ ضمایر جو صفت کا کام دیتی ہیں جیسے وہ' یہ 'کون 'کونسا 'جو ' کیا۔

صفت اسم ضمیر حکم (حاکم) عدل (عدل کرنے والا) لطیف (باریک بین) خبیر (خبردار) حلیم (بردبار) عظیم (بزرگ) مجید (بزرگ) شہید (گواہ) حق (سچا) وکیل (کارساز) ولی (دوست) حمید (قابل تعریف) مبدی (پہلے پیدا کرنے والا) معید (دوبارہ پیدا کرنے والا) محی (زندہ کرنے والا) ماجد (بزرگی والا) قادر (قدرت والا) مالک الملک (مالک تمام جہانوں کا) غنی (بے پرواہ) مغنی (دولت دینے والا) معطی (عطا کرنے والا) مانع (منع کر

نے والا)

صفت اسم نسبتی وہ جن میں کسی دوسری شے یا حالت سے لگاؤ یا نسبت ظاہر ہو۔

صفت اسم نسبتی الملک (بادشاہ) قدوس (پاک) السلام (سلامت رکھنے والا) مومن (امن دینے والا) مھیمن (نگہبان) عزیز (غالب) جبار (نقصان کرنے والا) متکبر (بڑائی والا) غفار (بخشنے والا) وہاب (بخشنے والا) رزاق (رزق دینے والا) فتاح (کھولنے والا) علیم (جاننے والا) قابض (بند کرنے والا) باسط (کھولنے والا) معز (عزت دینے والا) مذل (خوار کرنے والا) سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) غفور (بخشنے والا) شکور (شکر پسند کرنے والا) حفیظ (نگہبان) مقیت (قوت دینے والا) جلیل (بزرگ) کریم (سخی) رقیب (نگہبان) مجیب (قبول کرنے والا) واسع (فراخی دینے والا) حکیم (حکمت والا) رحیم (رحم کرنے والا) قوی (طاقت والا) محصی (گھیرنے والا) ممیت (مارنے والا) مقتدر (صاحب قدرت) ظاہر (آشکار) باطن (پوشیدہ) والی (کارساز) البر (احسان کرنے والا) منعم (انعام دینے والا) منتقم (بدلہ لینے والا) عفو (معاف کرنیوالا) رب (پالنے والا) مقسط (انصاف کرنے والا) النور (روشنی دینے والا) ہادی (راہ دکھانے والا) باقی (باقی رہنے والا) رشید (راہ نماء) سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) نصیر (مدد کرنے والا)

صفت مقداری وہ جس سے کہ کسی شے کی مقدار اور تناسب معلوم ہو۔

صفت مقداری قھہار (زبردست) خافض (پست کرنے والا) رافع (بلند کرنے والا) علی (بلند) کبیر (بڑا) حسیب (کافی ، بس وہی) ودود (بڑا دوست) متین (مضبوط) رووٴف (بہت مہربان) جامع (جمع کرنے والا)

ایک اسم میں دو صفات ۔صفت ذاتی: صفت مقداری: رحمٰن (بہت ۔ رحم کرنے والا) یہاں بہت مقدار ہے اور رحم کرنا صفت ذاتی ہے۔

صفت عددی جس سے اسم کی تعداد معلوم ہو : واحد (ایک) اَحد (اکیلا) مقدم (پہلا) موخر (پچھلا ۔ازل سے) اول (پہلا ۔ابد سے) آخر (آخر سے بعد بھی)

اسماءالحسنیٰ یا اسماءالصفات کے جائزے کے بعد اب مقطعات میں دیکھیں طٰسن ، یٰسن اور طٰسم میں تانیث کے شایبہ کو اس طرح ختم کردیا پہلے طا آخر میں ن اور میم ہونے کی وجہ سے یہ مکمل تذکیر ہی کی علامت ہیں ۔اس 'ن' کو مفرد کہتے ہیں اور اس 'نون' کو مرکب ۔حالانکہ مقطعات کے تعین کی تشریح نہیں ہوسکتی مگر جب ہم اس میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مقطعات میں بھی اسماءِ صفات کی طرح تانیث نہیں ہے ۔اور الٓمٓ کو لام اور میم ممدودہ یعنی 'مد' کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور حٰمٓ کو الف مقصورہ یعنی چھوٹی الف اور مد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔یٰسن اور طٰسن میں یاے معروف'' ی ''تو ہے جو تانیث کی علامت ہے مگر یہاں پر 'یٰ' طا سین یاسین کے طور پر بیان کیا گیا ہے جیسے اردو میں 'پیر' (سوموار)'تیز' جو یائے مجلی یعنی یائے معروف کے استعمال ہوئی ہیں ۔اس میں جو استفہام (سوالیہ) ہے وہ تذکیر کے معنی میں ہے تانیث کے نہیں اور مجہول یا مخفی نہیں ہے بلکہ ظاہر ہے۔

اسماالحسنیٰ یا اسمائے صفات الفاظ مستقل ہیں جو اردو قاعدہ میں اپنی ذات سے پورے معنی رکھتے ہیں ۔مگر مقطعات الفاظ غیر مستقل ہیں جس کی اردو قاعدہ میں تعریف یہ ہے کہ جو اپنی ذات سے پورے معنی نہ رکھتے ہوں جب تک کسی دوسرے لفظ (یا آیت کے) ساتھ ملکر نہ آئیں ۔جیسے الٓمٓ میں جو ضمیر ہے (انا اللہ عالم جسے صحابہؓ نے روایتوں میں بیان کیا ہے) اسے ذالک الکتاب کی طرف پھیرا گیا ہے اس طرح اس کے معنی ہونگے ''یہ کتاب تمام عالموں کے رب کی طرف سے ہے جس میں کوئی شک نہیں''۔ الٓمٓصٓ یہ کتاب نازل کی گئی ہے آپ کی طرف.... الٓرٰ یہ وہ کتاب ہے محفوظ و مستحکم بنادی گئیں جس کی آیتیں ۔کچھ مقطعہ حرف 'الف' سے شروع ہوے ہیں اسے الف استخبار کہتے ہیں یعنی کسی چیز کے متعلق خبر دینا ان سورتوں میں دیکھیں وہ خبر سے ہی شروع ہوتی ہیں ۔معلوم ہونا چاہے کہ اردو میں حرف تہجی کو الف بے تے ثے حے خے رے طے ظے پڑھا جاتا ہے مگر عربی میں الف با تا ثا حا خا را طا ظا پڑھا جاتا ہے اور مقطعات میں عربی حروف ہیں جبکہ اردو میں کچھ زاید حرف ہیں جیسے ڈ ڑ کیونکہ اردو زبان پراکتی برج بھاشا سنسکرت فارسی عربی اور کھڑی بولی سے بنی ہے اور یہ تینوں حرف ہندی زبان کے ہیں ۔اور فارسی کے حرف اردو میں پ چ ژ گ ہیں ۔اب مقطعات کا ایک دوسرا جائزہ لیتے ہیں ۔الٓمٓ طٰسٓمٓ حٰمٓ یہاں پہلے والے دو تین حرفی ہیں بعد میں دو حرفی مقطعہ ہے مگر ان تینوں کے آخر میں میم ہے ۔اور الٓرٰ الٓمٓرٰ طٰہٰ یہ تین مقطعہ میں پہلے دو تین حرفی بعد کا دو حرفی ہے ۔تین مقطعہ ایسے ہیں جن کے درمیان حرف ''سین'' ہے ۔وہ ہیں طٰسٓمٓ طٰسن یٰسین ۔اور تین مقطعہ ایسے ہیں جو حرف ''ط'' سے شروع ہوتے ہیں طٰہٰ طٰسٓمٓ طٰسٓ ۔اور چار مقطعہ ایسے ہیں جو الف لام سے شروع ہوتے ہیں الٓمٓ الٓرٰ الٓمٓرٰ الٓمٓصٓ ۔ ان کے ساتھ الٓمٓصٓ کٓھٰیٰعٓصٓ صٓ ان تین مقطعہ میں آخر میں حرف 'ص' ہے اور باقی تین میں عٓسٓقٓ قٓ نٓ ان تین میں دو کے آخر میں قاف ہے ۔نون کے بارے میں کوئی کہتا ہے فارسی ہے کوئی اسے عبرانی حرف بتاتا ہے ۔مگر مولوی عبدالحق نے قواعد اردو میں 'ن' کی مچھلی سے مشابہت ظاہر کی

ہے۔چونکہ انہیں بابائے اردو کہا جاتا ہے لہٰذا ہم انہیں کے اُصول پر ' ق ' کی جو کمان ہے اسے کھینچ کر سیدھا کرتے ہیں تو یہ "قلم" کی شکل کا بنتا ہے نیچے تیز دھار سر پر پگڑی اور" قاف "سے سورۂ قاف ہے تو نون سے سورہ قلم۔اور عسق ق اور نون کے آخر میں جو کمانیں ہیں وہ بھی تین ہیں۔اب ان کی ترتیب کو جمع کرتے ہیں۔

میم پر ختم ہونے والے 3۔ **ط** سے شروع ہونے والے 3 ۔ درمیان میں" **سین**" کے 3۔**الف لام** سے شروع ہونے والے 4۔ **صاد** سے ختم ہونے والے 3۔ **کمانی حروف** ق ن سے ختم ہونے والے 3۔اب ان کو جمع کریں 3+3+3+4+3+3=ان کی کل جمع ہوئی 19 ۔اس انیس کے بارے میں سورۂ المدثر کی 30 ویں آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ اس (جہنم) پر انیس 19 داروغہ مقرر ہیں۔ جو فرشتے ہیں یہ نزول قرآن کی 4 چوتھی سورۃ ہے۔یہاں پر ان دو روایتوں کو دیکھ لیتے ہیں بیہقی نے البعث میں حضرت براءؓ سے بیان کیا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک سے جہنم کے داروغہ کے بارے میں پوچھا۔توانہوں نے جواب دیا **اللہ رسولہ اعلم** یعنی اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔پھر وہ بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوئے اور آپ ؐ کو اس کے متعلق بتایا۔**تو اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ** ۔امام ترمذیؒ اور ابن مردویہ نے حضرت جابرؓ سے یہ روایت بیان کی کہ یہودیوں میں سے کچھ لوگوں نے حضور ﷺ کے کچھ اصحابؓ سے کہا کہ کیا تمہارے نبی ﷺ جہنم کے دارغوں کی تعداد جانتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا اتنے اور اتنے ایک بار دس 10 کا اشارہ کیا اور دوسری بار نو 9 یعنی جہنم کے داروغہ کی تعداد 19 ہے۔قرطبی میں اسی طرح کی روایت ہے مگر بیان میں اشارہ حضور ﷺ کا کرنا بیان ہوا ہے کسی صحابیؓ کا نہیں۔اور ایک روایت ہے کہ جہنم پر مجموعی 19 انیس فرشتے مقرر ہیں وہی اس کے خازن ہیں 1 ایک مالک باقی اٹھارہ 18 فرشتے۔روایتوں میں ہے کہ بنی اسرائیل کی کتابوں میں ان فرشتوں کا پہلے ذکر ہوا ہے یہود و نصاریٰ جانتے تھے اسی لئے انہوں نے سوال کیا۔یہاں معلوم یہ ہو رہا ہے کہ بنی اسرائیل کو اس کی خبر تھی تب ہی انہوں نے سوال کیا تو اسی وقت حضور ﷺ پر وحی کا نزول ہوا اور بتایا گیا کہ ہاں! انیس فرشتے ہیں۔

اب ذرا تمام احوال کو یکجا کریں سب سے پہلے دیکھیں کہ

1)نزول قرآن کی 4 چوتھی سورہ سورۂ المدثر کی آیت 30 عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ہے جس میں جہنم کے فرشتے 19 ہونے کا ذکر ہے۔سورہ النمل جس کا نزول 48 ہے جس کی 30 ویں ہی آیت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیا ہے۔اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں کل 19 حرف ابجد ہیں۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف کے اعداد کی جمع 786= 21=3۔سورہ نمل میں کل 93 آیات ہیں 3+9=12= 3۔مدثر کی 30 ویں آیت=3, النمل کی 30 ویں آیت=3, النمل 48 واں سورہ 8+4=12=3, ۔بات کچھ سمجھ میں آئی ہوگی؟؟ اب اس کے بعد بسم اللہ کے 19 حروف اور سورہ مدثر میں 19 فرشتوں کا بیان۔اس کے بعد حضور ﷺ کا پہلے 10 کا اشارہ کرنا بعد 9 کا' کیا یہ نبوت مدینہ کے 10 برس وہ نہیں جہاں سے سنہ ہجری شروع کی گئی اور اس کے بعد 9 ویں صدی ہجری نہیں ہے جس میں

مہدی موعودؑ کی بعثت کا ہونا حضورؐ نے بیان کیا ہے۔اس کے علاوہ جو ملک ہے وہ ایک 1 اور خازن فرشتے 18۔مہدی خلیفۃ اللہ 1 اور 18 سال ہجرت کے بعد 18 ویں سال بڑلی میں دعوی موکد اور اپنے دعوی کے ثبوت میں 18 ہی آیتیں؟ ۔اب آخر میں اس سے پہلے کے صفحہ پر مقطعات کے ان اعداد کو جمع کر لیتے ہیں 3+3+3+4+3+3=ان کی کل جمع ہوئی 19 ۔اس کے علاوہ بھی ایک حیرت ہے سورۂ النمل میں ایک بسم اللہ ہے ایک سجدہ اور ایک مقطعہ طٰسٓ ہے اور حضور ﷺ نے جو قرآن کی ترتیب صحابہؓ کو بتائی اس کا 8 واں سجدہ اس میں ہے۔اسے 847 یعنی 9 ویں صدی پر محمول کر لیں۔کیا یہ محض اتفاق ہے کہ اتنی ساری حقیقتیں یوں بیان ہوئی ہیں؟؟۔

انہیں کوئی جو چاہے سمجھے سو سمجھے یا ہماری خوش عقیدگی پر محمول کریں مگر! ہم اسے قرآن کا زندہ جاوید معجزہ مانیں گے اور اللہ کے رسول نبی کریم ﷺ متبوع تابع رسول کا یہ وہ معجزہ ہے جو ثابت ہوا جیسا کہ بہت ساری آپ کی بیان کردہ حقیقتیں حق ثابت ہوئی ہیں۔و ما ارسلناک الا رحمت اللعالمین ...اللھم صلی اعلی سیلنا محملو اعلی آل سیلنا محمد ﷺ..

شب برات 14 شعبان کو حج 8'9'10 ذالحج کو مگر معراج 27 رجب کو اور لیلۃ القدر 27 رمضان کو دونوں عظیم راتیں 27 ہی کو کیوں؟ 27 رجب کو حضور ﷺ کو آسمانوں پر بلایا جاتا ہے اور پانچ نمازیں فرض کی جاتی ہیں 27 رمضان کو فرشتے زمین پر اتر آتے ہیں اور اس رات عبادت کرنا 1000 مہینے یا 83.33 تراسی سال تین مہینے عبادت کرنے کے برابر کیوں؟ جو نمازیں دن میں پانچ تھیں اس ایک لیلۃ القدر کی رات میں 415 گنا کیوں ہو جاتی ہیں ۔اب حساب لگا کر دیکھتے ہیں آپ کی حیات 63 برس آپ کی نبوت کی مدت 23 برس اور آپ کی ولایت کی ختمیت جو آپؐ کے تابع سے ہے اس کی مدت 23 برس ۔اگر حیات کے 63+ نبوت وولایت کے 46 جمع کریں تو ہوئے 109 یعنی 1 پہلی سنہ ہجری سے ولایت محمد ﷺ کی ابتداء کا اختتام 9 سنہ ہجری میں کیونکہ اللہ کے رسولؐ نے نویں صدی کا ذکر کیا ہے آپ ﷺ کی سنہ ہجری یعنی مدنی زندگی کے 900 مکی زندگی کے 13 برس جوڑ دیں حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا وصال 910 سنہ ہجری میں ہوا ہے جس طرح حضرت آدمؑ نے اپنے 40 برس داؤدؑ کو دئے تھے حضور ﷺ نے اپنی نبوت کی حیات کے 40 برس مہدی موعود آخر الزماں کو دے ُ ہیں ۔آپ کی طبعی حیات 63 ہے مگر آپ کی نبوت ایک ہزار سال پر پھیلی ہوئی ہے اس کو سمجھنے کے لئے تخلیق آدم کی طرف جانا ہوگا۔آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد انہیں قیامت تک آنے والی آپؑ کی اولادیں دکھائی گئیں اور ان کی عمریں بھی بتائی گئیں ۔ان میں ایک نورانی شکل حضرت آدم نے دیکھ کر پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا یہ تمہاری اولاد میں داؤد علیہ السلام ہیں جن کا چہرہ چمک رہا تھا آپؑ نے ان کی عمر دریافت کی تو بتایا گیا کہ ان کی عمر دنیا میں 60 برس ہوگی حضرت آدم نے اللہ سے دعا کی کہ میری عمر 1000 برس میں سے 40 برس اس فرزند کو دیدے تو اللہ نے یہ دعا قبول کی اور حضرت آدمؑ کی عمر گھٹ کر 960 برس ہوگئی ۔اور حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر 100 سال ہوئی انہوں نے اپنی زندگی کے 40 برس بطور قوم بنی اسرائیل کے بادشاہ کی حیثیت سے گزاری بنی اسرائیل ان کے اس دور حکومت کو سنہری دور

مانتے ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام 1000 (970-1035) قبل مسیح پیدا ہوئے تھے انہیں زبور دی گی انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کے مکہ میں اللہ کا گھر کعبہ تعمیر کرنے کے بعد یروشلم میں اللہ کا ایک اور گھر مسجد ایلیا بنایا وہ بڑے حسین اور جوانمرد خدا پرست اور صایم الدھر یعنی ایک دن روزہ رکھتے تھے دوسرے دن افطار کرتے تھے وران کے پاس جبرئیل وحی لایا کرتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ 40 برس کی یہ رعایت داؤدؑ ہی کو کیوں اور کسی کو یہ رعایت کیوں نہیں؟ بلکہ انہیں صرف 100 برس کی حیات ملی حضور نبی کریم ﷺ کو 1000 برس کی ظاہری و باطنی حیات ملی ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل کے پاس ہمارا ایک دن اس کا ہزار برس کا ہے نبی کریم ﷺ نے تو معراج کے دن ایک ہزار برس کی مسافت لمحوں میں طے کر لی تھی جس کا اندازہ سوائے اللہ کے کسی کو نہیں ہے۔

اسلامی مہینہ و سال کی حقیقت

اس سے پہلے ہم نے معراج شب برات اور لیلۃ القدر کے راتوں کی اہمیت بیان کی ان کی حقیقت پر بھی ذرا نظر کر لیتے ہیں۔ عربوں میں ذیقعدہ ذوالحج محرم اور صفر احترام کے مہینے ہوا کرتے تھے ان مہینوں میں عرب جنگ و جدل اور لڑائی سے گریز کرتے یہاں تک کہ اپنے نیزوں اور تیروں کے پھل نکال کر رکھ دیتے۔ ربیع الاول اور ربیع الثانی بہار کے مہینوں کو کہا جاتا جس میں اناج اُگانا اور چراگاہوں میں اپنے جانور چروانا ان مہینوں میں کرتے۔ جمادی الاول اور جمادی الثانی میں فصل تیار ہوتی تو سکھانے اور جمع کرنے کا کام ہوتا اس کے بعد سردیاں شروع ہو جاتیں پانی جم جاتا انہیں مہینوں میں پھر سردی کے بعد تمام قبایل عرب پانی کی تلاش اور جمع کرنے میں لگ جاتے' اور شعبان اور رمضان کے مہینے ان کے لئے گرمی کے تھے جس میں جھلسا دینے والی گرمی ہوتی اور ان دنوں میں بھی وہ جنگ نہیں کرتے تھے اس کے علاوہ رمضان میں روزہ کے معنی یہ ہوے کہ پیٹ کو بھوکا رکھ کر نفس کو جلایا جائے۔ شوال وہ مہینہ ہے جس میں اونٹنیاں بچہ پیدا کرنے کے بعد دم اُٹھاے رہتی ہیں وضع حمل کی سختی کی وجہ سے۔ **رجب شعبان اور رمضان عربوں کے لئے احترام کے مہینے تھے لہٰذا 27 رجب کو معراج ہوئی جب حضور ﷺ آسمانوں کی سیر کر آئے' یہ گرمی کا مہینہ تھا اور 14 شب شعبان کو روئے زمین کے انسانوں کی اگلے برس تک موت حیات اور روزی رزق کے اسباب رکھ دئے جاتے ہیں اور اسی رات تمام ارواح المومنین زمین پر اپنے رشتہ داروں سے ملنے اور درود و صلواۃ کا نظرانہ لینے آتے ہیں اور رمضان کی 27 ویں رات کو ملا یک اور فرشتے آتے ہیں۔ یہ معاملات غور طلب ہیں پہلے اللہ کے رسول ﷺ آسمانوں پر جاتے ہیں دوسرا ارواح المومنین زمین پر درود کے لئے آتے ہیں اور آخر شب قدر میں ملا یک اور فرشتے زمین پر آتے ہیں مطلب یہ کہ یہ تین مہینے لگاتار آسمان و زمین میں اللہ کی کسی نہ کسی مخلوق کے آنے جانے کا سلسلہ ہے۔ پہلے رسولؐ جا کر آئے بعد میں ارواح آتی ہیں آخر میں ملا یک اور فرشتے۔ پھر سے غور کر لیں پہلے اللہ کے رسول کو دیدار ہے بعد میں ارواح اپنا حصہ پانے دنیا میں آتے ہیں اور اس کے بعد ملا یک۔ اپنا حصہ پانے معنی یہ کہ جو دیدار کا سلسلہ حضور نبی کریم ﷺ سے شروع ہوا وہ ان مہینوں میں اپنے عروج پر دکھائی دیتا ہے۔** ایسا نہیں کہ عربوں میں تاریخ ماہ و سال کا رواج نہ تھا بلکہ اسلام سے پہلے وہ چاند کی تاریخوں سے ہی ماہ و سال کا حساب رکھتے تھے جیسا کہ ہم نے اُوپر بیان کیا البتہ

17 ویں سنہ ہجری میں حضرت عمرؓ کے ایک کارندے ابوموسی اشعریؓ کوکوفہ حضرت عمرؓ کی جانب سے ایک خط موصول ہوا جس میں سال نہیں لکھا تھا جس سے کہ واقع کومعلوم کرنے میں مشکل ہوئی آپؓ نے حصرت عمرؓ سے اس معاملے پر گفتگو کی مدینے میں مجلس شوریٰ طلب کی گی اس میں حضرت عثمان غنیؓ نے محرم سے نیا سال شروع کرنے کی صلاح دی جوعربوں میں رائج ' تھا۔مگر جب حضور ﷺ حیات تھے 1 سے 10 ہجری تک برسوں کو واقعات سے پہچانا جاتا تھا جیسے احکام کی اجازت کا سال, جنگ کے حکم کا سال, آزمائش کا سال, شادی کی مبارک کا سال, زلزلے کا سال؛ معاملات کے دریافت کا سال, جیت کا سال, چھوٹ کا سال اور حجۃ الوداع کا سال۔ یہاں ان کی تفصیل بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ موسمی حالات اور حرمت والے مہینوں کا تعین عربوں میں پہلے سے تھا عیسائی کیلینڈر 1582ء میں پوپ گیریگوری نے بنایا ورنہ ان کے یہاں بھی تاریخ ماہ وسال کا کوئی حتمی طریقہ نہیں تھا مسلمانوں نے سب سے پہلے جب ہجری کا چلن شروع کیا اس کے گیارہ صدیوں بعد عیسائی کیلنڈر بنا جو آج استعمال میں ہے جو قبل مسیح وبعد مسیح تاریخ بنی ہے اس سے پہلے عیسایوں میں کوئی مستند تاریخ نہیں تھی۔ بہر کیف جس طری نزول قرآن ترتیب قرآن اور آیات کے آگے پیچھے کے' جانا ہوا ہے ایسا ہی ان ماہ وسال کو اسلام میں مرتب کیا گیا ہے۔ اور قرآن کریم کے نزول کی 113 سورۃ توبہ کی 36-37 آیات میں میں اللہ تعالی نے برس کے بارہ مہینوں کا بیان کیا ہے۔ اور جیسا کے پہلے بتایا مقطعات 29 سورتوں میں دہرائے گئے ہیں مگر ہیں 30 اسلامی کیلینڈر میں چاندرات 29 کی اور 30 کی بھی ہوتی ہے۔

اس چارٹ یا تختی سے اسلامی مہینوں کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

	مہینہ	اس کی خصوصیت	وضاحت
1	محرام الحرام	احترام کا مہینہ	اس ماہ میں حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی' ۔حضرت ادریسؑ کے درجات بلند کے گئے۔طوفان کے بعد نوحؑ کی کشتی کوہ جودی پر ٹہر گی۔ ابراہیمؑ خلیل اللہ ہوئے۔ یوسفؑ کو قید خانے رہائی ملی۔ یعقوبؑ کی بینائی لوٹی۔ یونسؑ کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے رہائی دلائی۔ حضرت عیسیٰؑ آسمانوں پر زندہ اُٹھالئے گئے۔حضرت امام حسینؓ کی کربلا میں شہادت ہوئی۔
2	صفر المظفر	خالی/باطل مہینہ	عرب میں اناج خالی ہو جاتا اگلی فصل کا انتظار ہوتا۔
3	ربیع الاول	موسم بہار	حضو ﷺ کی ولادت اور وصال کا مہینہ
4	ربیع الثانی	دوسری بہار	

5	جمادی الاول	سوکھے کا مہینہ Draught	ولادت مہدی موعودؑ
6	جمادی الثانی	دوسرا سوکھا مہینہ	

ان چھے مہینوں کے بعد اسلام میں ایک روحانی دور آتا ہے

حرمت والے مہینوں کا

7	رجب المرجب	احترام وتوقیر کا مہینہ	**شب معراج**
8	شعبان معظم	چراگاہوں کی تلاش میں	
		دور تک پھیل جانے کا مہینہ	**شب براءت**
9	رمضان المبارک	جھلسادینے والی گرمی کا مہینہ	**شب لیلۃ القدر**
10	شوال	جانوروں کے بچوں کی افزائش کا مہینہ	
11	ذوالقعدہ	حرمت اور امن کا مہینہ	وصال مہدی موعود
12	ذالحجہ	کعبہ کی زیارت کا مہینہ	حضرت ابراہیم کی سنت ادا کرنے کا مہینہ

اس چارٹ میں نصف سال گزرنے کے بعد جو چھے مہینے ہیں وہ حرمت والے ہیں ۔ان میں رجب‘ شعبان اور رمضان ہیں ان میں تین راتیں ہیں جو مقدس مانی جاتی ہیں معراج ‘ شب برات اور لیلۃ القدر یہ لگاتار ان مہینوں کی 26-14-26 دنوں کی راتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ پہلے شب معراج آتی ہے جس میں اللہ کی نبی کی اللہ تعالی سے ملاقات ہوئی تھی‘ شب برات اپنے لئے اور مرحومین کی ارواح کی مغفرت طلب کی جاتی ہے اور لیلۃ القدر میں عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت کا ہے جس میں سال میں ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے زمین پر مومنین کی عبادتو ں پر ثواب کی دعوا کے لئے فرشتوں کے ساتھ آتے ہیں ۔ان میں شب برات کے تعلق سے قرآن کی سورہ دخان کی 3 سے 5 آیات میں ذکر ہوا ہے مگر واضح نہیں ہے صحیح بخاری میں ہے کہ اس ماہ میں حضور ﷺ کثرت سے روزے رکھتے تھے قرطبی اور سیوطی نے اسے نصف شعبان کی رات قرار دیا ہے۔

یہاں پر ماہ محرم کی حرمت اور افادیت یہ ہے کہ اس میں انبیا و مرسلین کی توبہ اور دعائیں قبول ہوئی تھیں اور درجات بلند کئے گئے تھے ۔جیسا کہ سمجھ لیا گیا ہے کہ محرم شہادت حسینؓ کی وجہ سے محترم ہے ایسا نہیں ہے ایسا اہل تشیع نے مشہور کردیا اور ایسا سمجھ لیا گیا جب کہ حقیقت کچھ اور ہے ۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نواسہ رسولؐ تھے ان کی حرمت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لیکن ! نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ نے اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم سے آغاز کیا سوئے اتفاق حسینؓ 10 محرم 61 سنہ ہجری میں شہادت پاتے ہیں اس سے پہلے انبیاء مرسلین کی اہمیت مقدم ہوئی تھی مگر محرم کو شہادت حسین سے مقدس بنا دیا گیا یہ بالکل ایسا ہی جیسا کہ تابعینؒ و آیمہ کے دور کو غیر معروف اور غیر اہم بنا کر تبع تابعینؒ کو اہمیت دی گئی اور تابعینؒ کے دور کی احادیث کتابوں روایتوں کو غیر مصدق بنانے کی

کوشیش ہوئیں ۔ یہ ایک طرح سے بعد کے فرقوں اور گروہوں نے اپنے عقاید احساسات خیالات اور جذبات کو دین بنا کر پیش کرنے اور دوسروں کے سر تھوپنے کی کوشیش ہوئ ہے اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور مہدویوں میں بھی ایک ایسا دور آیا ہے یہاں اس کے بیان کا موقعہ نہیں ۔آج کل مسلمانوں میں آیمہ اور دور صحابہؓ کے اسلام کو درکنار کر کے اپنے عقاید پھیلانے کی سازشیں ہیں اور سارا زور اسی پردے کر نفاق اور انتشار پھیلانے کوشش ہے ۔مہدویوں کی قومی روایت میں بولا چالا معاف کرانے کا طریقہ دس محرم کو انبیاء کی سنت کے بطور رہے نہ کہ سانحہ کربلا کی معافہ معافی ہے۔

مہدیٔ موعود علیہ السلام کے دور مہدویت کی اصل مکہ مکرمہ میں حج کے دعوی کے بعد محرم ہی سے شروع ہوتی ہے جو اگلے دس سالوں تک آپؑ کی تعلیم اور تربیت کی بنیاد تھی جس میں آپؑ کا دعوی موکد قرآن کی آیات سے اپنے دعوے کا ثبوت دینا اور طلب دیدار کی دعوت دینا ہوا ہے ۔اس کے بعد ماہ ذیالقعدہ میں آپؑ کے وصال کے بعد ماہ ذالحجہ میں ختم ولایت مقیدہ مقدسہ کی تکمیل ہوجاتی ہے۔

کسی بھی تعلیم اور عقیدہ کا اُصول ہے کہ بعد تحقیق اختیار کیا جائے ایسا نہ ہو کر دیکھی دکھای باتوں پر عمل اور ان کی ستایش بدعت ,بید ینی اور نفاق کی علامت ہے انہیں باتوں کو سمجھانے اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کی بنیاد پر ہمیں تعلیم دی ہے اور اسی سنت کو مہدی موعودؑ نے بھی اختیار کیا ۔مگر آج مصدقوں کا نوجوان طبقہ سنی سنائ دیکھی دکھای باتوں پر بلا سوچے سمجھے یقین کر کے خطبہ بیان سن کا نفاق رسم وبدعت میں مبتلاء ہوجاتا ہے ۔انہیں صحیح حقیقت سے آگاہ کرنے کی ذمہ داری راہنماء ورہبروں کی ہے ۔مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ مقام ومرتبہ اور متاع دنیا کی لالچ میں اور اغیار کو خوش کرنے والے بیدین منافق رہبروں نے نت نئے مسایل پیدا کر کے مصدقوں میں انتشار کا ماحول پیدا کیا۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ لا خَيْرٌمِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

شب قدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے (سورہ قدر ۲) ایک ہزار مہینوں کو 12 سے تقسیم کیا تو ہوئے 83.33 کیا سورہ قدر میں نویں صدی یا 847 ھ میں بعثت اور تعین قدر کا وعدہ کیا گیا ہے؟ کہ جس رات کی دو رکعت نماز کی قبولیت ہزار مہینوں کی جتنی ہے؟ ایک تو 84 مہینے دوسری بات بعثت مہدی نویں صدی میں ہونا ؟ یہ ظاہر بات ہے کہ شب قدر کا 27 رمضان کو ہونے کا یقین اور دو رکعت فرض نماز کی نیت صرف مہدی موعود کے مصدقوں میں عام ہے ۔اس کے علاوہ 27 رمضان ہی کو کیوں شب قدر ہے؟ کیا اس کا تعین 7+2=9 نویں صدی میں کۓ جانے کا اشارہ ہے ۔اور شب قدر کا تعین 907-908 سنہ ہجری میں ہوا ہے وہ کیسے؟؟ مہدی موعود کا دعوی موکد 905 سنہ ہجری کا ہے اس کے بعد آپؑ 5 سال بقید حیات رہے ان پانچ سالوں میں دعوی موکد کے بعد 18 مہینے بڑلی شریف میں ہی قیام رہا اس دوران شاہان وقت کو خطوط لکھے علما کو دعوی کی تحقیق کی دعوت دیتے رہے اس کے بعد دوبارہ ہجرت اختیار کی فراح مبارک میں آپؑ کا قیام ڈھائ برس کا تھا 30 مہینے کا اب ہم ان 30+ 18 کو جوڑتے ہیں تو ہوۓ 48 مہینے

دعوی موکد کے بعد حیات اور ہجرت کے پانچ سال یعنی ہوئے 60 مہینے ان میں سے 48 مہینے منہا کریں تو بچے 12 مہینے یا ایک سال آپؑ کی ہجرت رہی بڑلی شریف کے دعوی موکد کے بعد یا یوں دیکھیں 905+1.6 برس ہوئے 906 سنہ ہجری اور 6 ماہ۔ آپؑ کی وفات 910۔ 906+6 مہینے + فراہ کے اقامت کے 30 ماہ یعنی 4 برس قیام کے ایک سال ہجرت کا۔ اس لحاظ سے تعین لیلۃ القدر 907 سنہ ہجری میں ہوئی ہے 26/27 رمضان 907 ھ مطابق 5 اپریل 1502 عیسوی 908 ہجری اس لئے نہیں ہوسکتی کیونکہ رمضان اسلامی کیلنڈر کا 9 نواں مہینہ ہے اس لحاظ سے اس میں بارہ مہینہ جوڑتے ہیں تو ہجرت قیام اور وفات کی تمام ترتیب بگڑ جاتی ہے اس لئے یقینی 907 ہجری میں لیلۃ القدر رہوئی ہے۔ اب رہی ان دو رکعتوں کے فرض ہونے کی مہدی موعود علیہ السلام خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ ہیں اللہ کے حکم سے پڑھی جانے والی نماز فرض ہوتی ہے اُس رات آپؑ کو اللہ نے حکم دیا تھا کہ اٹھیں اور تمام برادروں مع اہل عیال کے دو رکعت لیلۃ القدر پڑھیں۔ 910 میں آپؑ کی وفات ہوئی 901 میں مکہ مکرمہ میں پہلا دعوی کیا اس کے بعد کے 9 برسوں میں کل 3 تین دعوی کے ایک لیلۃالقدر کا تعین کیا اور چودہ سورتوں کی 18 آیات سے ثبوت مہدی دیا۔ اس لحاظ سے آپؑ کے یہ 9 برس بڑے مصروف ترین رہے اس دوران ہجرت بھی جاری رہی اور دعوی موکد کے بعد 5 برس حیات رہے۔ حضو ﷺ پر نازل ہونے والی آخری سورۃ النصر ہے جب کہ آپؐ غزوہ حنین سے واپس ہوئے یہ سورۃ نازل ہوئی اس میں حضو ﷺ کی وفات کا پیغام دیا گیا کہ اب آپ رخت سفر باندھیں یہ آپ کی حیات کا آخری سال تھا فتح مکہ کے بعد کچھ قبایل عرب نے جنگ کی تیاری کی تو یہ غزوہ حنین ہوا۔ مگر! اس سورہ کے نزول کے بعد بھی حضو ﷺ پر کچھ آیات کا نزول ہوا ہے مثلاً سورہٗ بقرہ کی 281 کی آخری آیت کو آخری نزول مانا جاتا ہے۔ اس آیت کے نزول کے نو 9 راتوں بعد حضو ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ جہاں دیکھو اس 9 کا اہم کردار ہے۔ بزرگان مہدویہ کا کہنا ہے کہ مہدی موعودؑ نے پہلا دوگانہ لیلۃ القدر 907 ہجری نصر پور کاہہ سندھ میں پڑا جب آپؑ کی عمر 61 برس کی تھی دوسرا دوگانہ 908 ہجری فراہ مبارک میں 62 برس کی عمر میں ادا کیا ہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے 887 ھ میں ہجرت اختیار کی اس کو ذہن میں رکھیں اور دیکھیں۔ اگر ہجرت کے 17 مہینے پہلے حضو ﷺ کو معراج مقدس ہوئی تھی تو بعثت نبوت کے 11 سال 3 مہینے ہوئے لیلۃ القدر کا اگر 907 ھ میں تعین ہوا ہے تو 907۔ میں سے نبوت میں معراج کے 11.3 سال منہا کریں = 885.7 ہوئے یہ سال مہدی موعود علیہ السلام نے ہجرت اختیار کی اور نبوت کی جس مدت میں معراج واقع ہوئی ولایت کے انہیں برسوں میں لگ بھگ **"لیلۃ القدر" کا تعین ہوا ہے۔**

مہدی موعودؑ کے حکم سے پڑھی جانے والی دو رکعت لیلۃ القدر کی نماز کو سنت نفل وغیرہ کہنے والے کیا بتا سکتے ہیں کہ حضور ﷺ کو قرآن میں نماز پڑھنے کا حکم ہوا تھا مگر اس کا طریقہ حضرت جبرئیل امین نے بتایا تھا اور ان کے اوقات رکعت کی تعداد معراج کے دن عرش پر پچاس سے پانچ نمازوں کی تخفیف میں بتائی گئیں۔ تو کیا (نعوذباللہ) نبوت کے گیارہ ساڑھے گیارہ برس تک حضور ﷺ حضرت جبرئیل کے بتائے ہوئے طریقے پر نماز پڑھ رہے تھے وہ سنت تھی نفل تھی یا کیا تھی؟ اگر وہ نماز پڑھ رہے تھے تو کیا اللہ

کے حکم سے نہیں پڑھ رہے تھے؟ یا یہ کہ آپ ﷺ عبادت نہیں کر رہے تھے؟۔اس کے علاوہ معراج میں فرض نماز کا حکم عرش پر ہوا تھا جسے زمین پر اختیار کرنے کو کہا گیا تو کیا جو اللہ کا دیدار عرش پر آپ کو ہوا وہ زمین پر نہیں ہوا یا ہو سکتا تھا؟ اور عرش پر ہونے والے حکم نماز کو دین اور عرش پر ہونے والے عمل دیدار کو اگر اللہ کا خلیفہ رسول ﷺ کا تابع طلب دیدار کو فرض قرار دے تو ناممکن کیوں مان لیا گیا؟ ایک ہی مقام پر دو الگ اعمال ہوتے ہیں ایک کو فرض دوسرے کو ناممکن قرار دینا کیا دین ہے؟ **نہ اللہ تعالی نے نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے دیدار کو ناممکن کبھی قرار دیا**۔یہ عالموں اور معرفت الٰہی سے نابلد لوگوں نے قرار دیا ہے جو علمائے حق ہیں انہوں نے تو اسے ممکن قرار دیا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا **المهدی منی یقفو اثری ولا یخطی** مہدی میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہیں کریگا۔معنی آپ ﷺ نے جو قول و عمل پیش کے ان پر چلنا اور ان میں خطا نہ کرنا۔اگر وہ مہدی کہے کہ مجھے اللہ کا حکم ہو رہا ہے آج لیلۃ القدر ہے اُٹھو اور نماز پڑھو تو جو نماز اللہ کے حکم سی پڑھی گی وہ فرض نہیں ہے تو کیا ہے؟ کیا اس میں حجت اور انکار بیدینی اور کفر کی علامت نہیں ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ کے مطابق مہدی جس سے خطا ہونے کا احتمال ہی نہ ہو اس کے حکم کا انکار بیدینی اور کفر نہیں ہے۔دین میں حق کا قبول کر لینا ہی ایمان نہیں ہے بلکہ کسی بھی حق کو بلا تحقیق بلا سوچے سمجھے اپنے غیر ایمانی عقاید کی بنا پر اگر کسی نے کہہ دیا تو بولنے والا اور اس کے کہنے پر عمل کرنے والا بیدین ہی کہلائے گا۔اب آئے نماز میں جو التحیات پڑھتے ہیں اس کے بارے میں بھی جان لیں۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں تشہد یعنی التحیات سکھائی اور فرمایا کہ اسے لوگوں کو سکھاو (ترمذی) مسلم میں روایت ہے کہ عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ کے رسول ﷺ تشہد اس طرح لوگوں کو سکھاتے تھے جس طرح قرآن سکھاتے۔مسلمانوں میں ایک طبقہ مانتا ہے کہ تشہد یعنی التحیات معراج کے دن اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو سکھائی ایک دوسرا طبقہ وہابیہ سلافیہ اور ان کے ہم خیال کا کہتا ہے کہ اس کی کوئی بنیا د نہیں۔اب سوال یہ ہے کہ جو اس کو **مانتے** ہیں اور **جو نہیں مانتے** وہ دونوں ہر نماز میں چاہے وہ فرض ہو سنت ہو نفل ہو واجب ہو یا فرض کفایہ عیدین میں تشہد یا التحیات کو بطور فرض ضمناً پڑھتے ہیں یعنی بغیر تشہد کے نماز نہیں۔چلئے مان لیتے ہیں کہ احادیث میں اس کے سکھائے جانے کی بات ہے مگر! نماز میں سورہ فاتحہ قرآن سے ضم سورہ قرآن سے تسبیحات قرآن کی تشہد یا سلام یا التحیات حدیث سے کیوں؟ وہ اس لئے کہ حدیث کا حکم بھی قرآن کے حکم کے دوسرے درجہ پر ہے جسے سنت رسول ﷺ کہا گیا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے **وَاَطِیعُو اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ** اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ؐ کی اگر تم مومن ہو (انفال ۲۰) تو معلوم ہوا اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت کرنا ہوا تو پھر جس تابع کی اطاعت کرنے کا اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا اس کی اطاعت نہ کرنا اللہ کی اطاعت نہ کرنا ہوا اس کے بجائے نفس کی اطاعت میں اپنی من مرضیاں چلانا چاہے وہ عام مسلمان ہو یا کوئی دینی عالم یا کوئی اور بے دینی کی علامت ہے۔

لیلۃ القدر کی خصوصیت کیوں؟ احادیث کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے آسمانوں پر ہیں تو زمین پر بھی فرشتے ہیں اور کئی فرشتے ہیں جن کا آنا جانا آسمان و زمین کے درمیان لگا رہتا ہے۔قرآن پڑھتے ہیں تو فرشتے کلام الٰہی کان لگا کر

سنتے ہیں اللہ تعالی کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے کان لگا کر سنتے ہیں زمین پر انسانوں کی مدد کے فرشتے ہیں ہوا کے فرشتے ہیں برسات برسانے والے فرشتے ہیں رزق بانٹنے والے فرشتے ہیں رمضان میں غول درغول زمین پر فرشتوں کی آمد ورفت رہتی ہے عذاب نازل کرنے والے زمین کو درہم برہم کرنے والے آفات نازل کرنے والے زلزے پیدا کرنے والے فرشتے ہوتے ہیں فرشتوں کو کچھ ذمہ داریاں دی جاتی ہیں۔لیکن! لیلۃ القدر میں فرشتوں کے غول نازل ہونا کیا معنی؟ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ خاص فرشتے خاص مقصد کے لئے زمین پر اُترتے ہیں اور اس رات کی خصوصیت یہ کہ اس غول کی قیادت حضرت جبرئیلؑ کا کرنا۔سورہ قدر میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جبرئیلؑ کی معیت میں فرشتوں کا نازل ہونا اور زمین پر پھیل جانا۔جب نبوت کا خاتمہ ہوگیا تو وحی کا بھی خاتمہ ہوگیا' وحی اس رابطہ اور تعلق کو کہتے ہیں جو اللہ تعالی اور انبیاء مرسلین کے جو احکام ان کی زمانوں اور زبانوں میں پہنچائے جاتے ہیں انہیں فرشتوں کے ذریعہ یا لقاء کے ذریعہ دلوں پر ان الفاظ ومعنی کا وارد ہونا جو قوم سمجھ سکیں۔جب وحی کا سلسلہ ہی ختم ہوگیا تو پھر تو قاصد وحی حضرت جبرئیلؑ کا کام بھی ختم ہوگیا' اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ کا سال میں صرف ایک بار فرشتوں کی معیت میں ان کی رہنمائی کرتے ہوئے رمضان کی ستائیسویں شب لیلۃ القدر کے دن آنا کسی خاص مقصد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔کیا وہ یہ دیکھنے آتے ہیں کہ قرآن جس طرح لوح محفوظ سے اُتارا وہ محفوظ ہے یا یہ دیکھنے آتے ہیں کہ اللہ کے بندے اس قرآن پر ویسا ہی عمل کررہے ہیں جیسا کہ انہیں حکم دیا گیا تھا یا حکم عدول اور نااہلی کا شکار ہوگئے ہیں۔کون ہے جس کی مغفرت ہوگی کون ہے جو ان فرشتوں کے نگاہ میں نافرمان ہے کون ہے جو لہو ولعب میں مشغول ہے دنیا میں کفار ومشرکین بھی تو ہیں سارے زمین پر موجود انسانوں کی تو مغفرت نہیں ہوگی۔ان باتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پڑھنا ذکر کرنا افضل تو ہے لیکن فضیلت نماز کو حاصل ہے سال کے بارہ مہینے تو نماز پڑھتے ہیں لیکن اس رات کے پچھلے پہر جو نماز فرض لیلۃ القدر ہے فضیلت اس کی ہے جو اللہ کے حکم سے مہدی موعود آخرالزماں کو حکم کی کہ اُٹھیں اور عیال اور اصحاب کو دو رکعت نماز پڑھائیں اور یہ نماز اللہ حکم سے پڑھی جاتی ہے جو فرض ہے۔اور یہ نماز کامل یقین کے ساتھ پڑھی جاتی ہے کہ آج لیلۃ القدر ہے جو ۲۷ ستائیس رمضان ہے جس میں عبادت کا ثواب اور اجر ایک ہزار مہینوں سے زیادہ کا ہے۔''عبادت'' کے معنی خالق ومعبود کی اطاعت اور عبادت کرنا' عبادت کا لفظ ''عباذ'' سے ہے معنی بندگی' غلامی' طاعت' جس کی عبادت کی جاتی ہے اُسے ہر حالت میں خالق معبود ملجاو ماوی ماننا کہ اس کے بغیر میں کچھ نہیں خود کو حقیر ماننا اسے عظیم ماننا اسی سے مدد مانگنا۔روزہ زکواۃ حج وغیرہ اعمال اللہ کے حکم سے تو ہیں مگر اُس میں کہیں کہیں انسان کی اپنی سہولیت اور مرضی شامل ہے لیکن!! نماز میں نہ اپنی سہولت اور مرضی کو دخل نہیں ہے وہ صرف معبود برحق کی اطاعت کے بغیر مقبول نہیں ہے وحی کے خاتمہ کے بعد حضرت جبرئیلؑ کا اس رات آنا بندے قرآن پڑھ رہے ہیں کہ نہیں ذکر کررہے ہیں کہ نہیں کے لئے نہیں ہے بندے خدا کے آگے سربہ سجود ہیں کہ نہیں یہ دیکھنے کے لئے ہیں۔قرآن پڑھنا ذکر کرنا تقوی وتوکل اختیار کرنا شریعت پر چلنا ایک مقصد کے لئے ہے کہ اللہ کو راضی کرکے دین ودنیا میں سرخ روئی حاصل کریں لیکن!! نماز پڑھنا اللہ تعالی جس نے قرآن نازل کیا اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ اُس

خالق ومعبود کے اعتراف میں اور اس کی محبت میں ہے اس رات اللہ تعالی کو معبود مان کر لیلتہ القدر کی رات سجدہ کرنا اس رات کی فضیلت کو مخصوص بناتا ہے۔تمام نمازیں صبح سے شام تک ہوتی ہیں صرف لیلتہ القدر کی نماز رات کے پچھلے پہر جاگ کر اللہ کے لئے پڑھی جاتی ہے مہدی موعود کی اتباع میں جو تابع محمدؐ اور خلیفتہ اللہ ہیں ۔سوائے حبیب خداﷺ کے دنیا کی کوئی مخلوق معراج جیسی فضیلت کی اہل نہ ہوسکی ۔لیکن حضور سیدالاناماﷺ نے **الصلوۃ معراج المومنین** فرمایا کیوں؟ کیا ہر نماز مومنوں کی معراج ہے؟یا مخصوص نماز مومنوں کی معراج ہے؟ نمازیں فرض سنت واجب ہوتی ہیں ان میں کونسی نماز معراج کی کیفیت والی ہے؟ان پر غور کرنے سے جو نتیجہ برامد ہوتا ہے کہ نماز بندگی اور اطاعت کی علامت ہے'لیکن جس طرح لیلتہ القدر کا ذکر ہوا ہے کہ اُس رات جبرئیل امین کا فرشتوں کے ساتھ آنا زمین کے چپہ چپہ پر پھیل جانا اور اس رات کی عبادت کا ایک ہزار مہینوں کے برابر یا انسانی زندگی کے 84 برسوں کے برابر ہونا سمندر کے پانی کا اس رات میٹھا ہوجانا اس رات کی خصوصیت کا حامل ہے اور اسی رات کو خلیفتہ اللہ مہدئ موعود علیہ السلام نے خدا کے حکم سے دو رکعت نماز فرض قرار دی مصدقوں کو' کیا یہ نماز مومنوں کی معراج ہوگی؟ اگر اسے مان لیا جائے تو پھر مہدویوں میں بھی عاصی گنہگار اللہ کے نافرن بندے ہوتے ہیں کیا وہ اس زمرے شامل ہوجائیں گے؟ دنیا میں واحد مہدوی ہی لیلتہ القدر کے دن دو رکعت نماز فرض ادا کرتے ہیں مع زن و بچہ کے ۔معراج میں حضورﷺ نے انبیاء ومرسلین کی بیت المقدس میں امامت فرمائی تھی ۔اس کے بعد آسمانوں کا سفر کیا جہاں پر فرشتے استقبال کرتے ہیں اس تمام سفر میں حضرت جبریلؑ ساتھ ہوتے ہیں آخر میں سدرۃ المنتہی کے بعد نبی کریمﷺ مقام محمود سے آگے بڑھ جاتے ہیں اللہ تعالی سے ملاقات کے لئے اور دیدار سے مشرف کئے جاتے ہیں ۔اب دنیا میں بندوں کی نمازوں کا مشاہدہ کرنے حضرت جبریل فرشتوں کے غول کے ساتھ دنیا میں آتے ہیں تو کیا یہ نماز معراج المومنین ہے؟ تخلیق آدمؑ پر اللہ کے حکم پر فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا تھا ختم نبوت کے بعد خلیفتہ اللہ تابع رسول اللہﷺ کی اتباع میں اللہ کے حکم سے یہ نماز پڑھی جاتی ہے اس رات اللہ تعالی کی اطاعت میں سجدہ کرنا فرشتوں کی اطاعت میں اللہ کے حکم سے آدم کو سجدہ کرنے جیسا ہے یہی دیکھنے فرشتے زمین پر حضرت جبرئیل کی معیت میں آتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جو فرشتوں سے کہا تھا کہ **انی عالمو مالا تعلمو**ن میں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ۔اس حقیقت کے گواہ فرشتے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالی کا وعدہ سچا ہے جو اولاد آدم نے پورا کر دکھایا ۔اور یہ سجدہ رمضان کی ستائیسوں شب کیا جاتا ہے جب کہ چھبیس دنوں تک اللہ کے بندے روزہ نماز تقوی توکل اختیار کر کے اللہ تعالی رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور یہ رمضان کا آخری عشرہ ہے کہ جس میں اللہ تعالی نے اس کے اطاعت گزار بندوں سے جہنم سے نجات کا وعدہ فرمایا ہے اور اس رات کی یہ نماز اور سجدہ یقین واعتماد کے ساتھ ہے کہ آج کی سب اللہ ہمیں قبول کرلیگا ۔اللہ تعالی نے اولاد آدم کو اختیار و آزادی دے رکھی ہے کہ اللہ کی مانیں یا شیطان ملعون کی پیروی کریں جو بندے اللہ کی اطاعت میں اس رات جاگ کر نماز اس کے حکم سے اداء کرنا اللہ تعالی کے خالق ومعبود ہونے کا اعتراف ہے ۔یہ نماز تعین اور یقین کے ساتھ اللہ کے حکم سے پڑھی جاتی ہے یہ صرف مہدوی کی خوش نصیبی اور وطیرہ ہے مہدی موعودؑ کے صدقے میں۔

لیلۃ القدر کی دو رکعت نماز خلیفۃ اللہ مہدی موعود علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے پڑھائی اور جو نماز اللہ کے حکم سے پڑھی جاتی ہے وہ فرض ہوتی ہے۔ نمازوں میں فرض، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ، واجب، نفل کا بیان ہوا ہے فرض نماز اللہ کے حکم سے پڑھی جاتی ہے، سنت موکدہ وہ جو حضور ﷺ نے فرایض کے علاوہ نماز پڑھی اللہ کی اطاعت و عبادت کے طور پر اور کبھی ناغہ نہیں کی جیسے فجر کی سنت، ظہر کی دو رکعت سنت، مغرب کی سنت اور عشاء کی دو رکعت سنت، سنت غیر موکدہ حضور ﷺ نے کبھی پڑھی کبھی نہیں پڑھی جیسے ظہر کی چار رکعت عشاء کی چار رکعت۔ نفل نماز بندے اپنی مرضی سے پڑھتے ہیں، خصوصی نمازیں برسات کے لئے نماز آفات سماوی سے بچنے پڑھی جانے والی نماز وغیرہ ان میں عیدین کی نماز کو مذہب حنفیہ میں فرض مقدم (ضروی) شافعیہ اور مالکی مذہب میں فرض بتایا ہے کچھ علماء نے فرض العین اور کسی نے فرض کفایہ بتایا ہے۔ یہی حکم واجب ولوتر کا ہے، نماز وتر کے متعلق حضرت ابو دردؓ کی رایت ہے کہ ''حضور ﷺ نے تین چیزوں کو جمع کیا ہر مہینہ تین روزے (چاند کی 15,14,13 ویں کے) نماز وتر اور صبح کی دو رکعت سنت۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اے اہل قرآن وتر پڑھا کرو، کیونکہ اللہ تعالی (نماز) وتر کو پسند فرماتا ہے۔ احادیث میں وتر کا بہترین وقت رات بتایا ہے اگر رات میں اُٹھ کر یہ نماز نہ پڑھ سکے اگر موت کا خدشہ ہو تو (عشاء کے بعد) سونے سے پہلے یہ نماز پڑھ لے، اور اگر کوئی تہجد کا اہتمام کرتا ہے تو بعد تہجد وتر پڑھے۔

حضرت میراں سید محمد جونپوری کا مہدی موعودؑ حق ہونے کی کچھ خصوصیات ہیں جو آپؑ کے دعوی مہدی آخر الزماں کو حق ثابت کرتی ہیں۔ 1) دعوت طلب دیدار دینا جو تاریخ انسانیت میں پہلی بار ہوا ہے جو کہ آپؑ کی دعوت نہیں بلکہ حضرت خاتم الانبیا ﷺ کی دعوت تھی آپؑ صرف اس کی اتباع کرنے ولے تھے۔ 2) لیلۃ القدر کا تعین جو بعد نبوت 907 سنہ ہجری میں اللہ کے حکم سے دو رکعت فرض دوگانہ لیلۃ القدر سے کیا۔ بے شک حضور ﷺ نے لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہونے اور تلاش کرنے کو کہا، لیکن تلاش کرنے کا مطلب حاصل کرنا ہوتا ہے، قیامت تک تلاش کرتے رہنا نہیں ہے۔ جو ﷺ چیز دنیا کے حصول کے لئے ہے اگر اُسے تلاش نہ کیا تو پھر اس کی افادیت کن معنوں میں ہوگی۔ چونکہ مہدی موعودؑ حضور ﷺ کے مبشر اور خلیفۃ اللہ تھے انہوں نے اللہ کے حکم سے اسکا تعین کیا۔ 3) حضور ﷺ کو اللہ تعالی کا یہ بتانا کہ اُمت میں بگاڑ ہوگا اس لئے ایک قوم کو بھیجا جائے گا جو قوم موعودہ ہوگی، کوئی بھی قوم یکلخت نہیں آجاتی پہلے اس کے رہبر و امام کو بھیجا جاتا ہے اس کے ماننے والے قوم کہلاتے ہیں اور وہ قوم مہدی موعودؑ کی ہے۔ 4) تعلیمات ولایت مقیدہ مخصوصہ کی تعلیم اس قوم کو مہدی موعود کے ذریعہ دیا جانا۔ 5) قرآن سے اپنے دعوی مہدی کا اللہ کے حکم سے ثبوت پیش کرنا۔ 6) سلسلہ انبیاء کے خاتم ﷺ کے بعد ایک خلیفۃ اللہ کو بھیجے جانے کا اللہ کے رسول ﷺ کا وعدہ کرنا۔ 7) تاریخ عالم میں انبیاء مرسلین کی طرح مہدی موعودؑ کا ہجرت کرنا جو کہ سنت انبیاء ہے۔ 23 برس تک لگاتار مسلسل تاریخ اسلام میں مہدی موعودؑ کے سوا کسی نے ہجرت نہیں کی۔ 8) نبیا مرسلین کو اللہ تعالی نے اپنے خلفا کو ایک مدت خاص تک اپنی قربت میں رکھ کر ان کیان کی ذہنیا یمانی تطہیر قلب کی ہے اور مہدی موعودؑ کو بھی ہجرت اور اصلاح و

تبلغ کرانے سے پہلے 12 برس کا حذبہ حق سے گزارا۔ 9)انبیاومرسلین کو اپنے ماسبق نبی رسول سے پہلے شریعت کے افعال واحوال سے آگاہ کر کے ان سلسلوں کو آگے بڑھایا جاتا رہا ہے'اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعہ اعمال ولایت محمدیہؐ مقیدہ مخصوصہ کو مہدی موعودؑ کو سونپا گیا جس کے گواہ حضرت شیخ دانیالؒ تھے۔ 9)مہدی موعودؑ کا حضورﷺ اور حضرت عیسی بن مریم علیہا السلام کی طرح دافع بلاکت اُمت محمدیہؐ ہونا۔ 10)مہدی کا اللہ کے رسولﷺ کا تابع ہونا اور معصوم عن الخطا ہونا اور ترک حب دنیا' ذکر دوام 'صحبت صادقین کے احکام کا مہدی کی ذات سے صادر ہونا جو خاتم الانبیاءؐ کی وصف خاص ہے۔ 11)زمین کے ایک وسیع وعریض خطہ میں مہدی موعودؑ کی بعثت کا چرچہ ہونا' گوڑ بنگالہ سے خراسان اور عرب تک۔ 12)غیر مہدویہ حق پرست مورخوں عالموں واقعہ نگاروں سے مہدی موعودؑ کے آثار وشمایل کے حق ہونے کا ثبوت بہم پہنچانا ان کی اپنی کتابوں میں۔ 13)مذہب اسلام کی طرح مہدی موعودؑ کی تعلیم اور طریقے کی نقل کر کے اپنے طایفے اور عقیدے چلانا اس لئے کہ وہ تعلیم حق پر مبنی تھی اور نقل حق پرستی اور کامیابی کی کیجاتی ہے۔ 14)حضور نبی کریمﷺ کی مکہ کی نبوت 13 برس اور مدینہ کی نبوت کا 10 برس ہونا اور رسولﷺ کے موافقت یا قدم بہ قدم چلنے کی ایک اور مثال مہدی موعودؑ آخر الزماں خلیفۃ اللہ کا دعوی مہدی سے پہلے ہجرت میں سرزمین ہند میں 13 برس گزارنا اور دعوی مہدی کے بعد بالکل 10 برس ہجرت میں گزرنا۔ البتہ حضورﷺ کے نبوت کے 23 برس نبوت کے ہیں اور مہدی کے دعوی کی مدت کے بعد 10 برس ہی کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہند کے 13 برس ہجرت کے دوران جون پور سے نکلنے سے پہلے ہی حضرت شیخ دانیالؒ کی موجودگی میں حضرت خضر علیہا السلام نے امانت رسولﷺ کو میراں سید محمد جونپوری کو سونپ دی دی تھی اور آپؑ پر ولایت مقیدہ مخصوصہ کی ذمہ داری کا حال معلوم ہو چکا تھا اور لوگوں میں آثار وشمایل سے بھی آپؑ کا مہدی ہونا مشہور ہو چکا تھا' لیکن چونکہ نبی کریمﷺ نے مہدی کے علامات ہدایت کو رکن اور مقام میں دعوی کرنے کی بات کہی تھی اس لحاظ سے آپؑ نے اعلان دعوت میں اتنے برس توقف کیا اور کہا کہ اللہ کا حکم ہوگا تو دعوی ہوگا۔

یہ علمائے اسلام کی آراء ہیں مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہؐ ہیں انہوں نے اللہ کے حکم سے دو رکعت لیلۃ القدر پڑھائی ہے۔ حج اسلام میں صاحب نصاب پر زندگی میں ایک بار فرض ہے' لیلۃ القدر کی ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں کے برابر ہے جس کا اجر وثواب بہت ہی زیادہ ہے اس طرح یہ فرض حسنہ ہوئی' شریعت میں کسی بھی عبادت کا اتنا یا اس سے زیادہ اجر وثواب بیان ہی نہیں ہوا ایسی عظیم رات نفل تلاوت قرآن ذکر واذکار تو ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ روز کئے جانے والے اعمال ہیں اس رات کی عظمت کے بیان کے مطابق ایک خصوصی نماز ہی ہوسکتی ہے سنت تو ہو نہیں سکتی کیونکہ رسولﷺ سے ایسا کوئی عمل بیان نہیں ہوا واجب ہو نہیں سکتی حالانکہ عیدین واجب ہیں لیکن ان کا ایسا عظیم ثواب نہیں ہے جیسا کہ لیلۃ القدر کا تو اس رات ایک نماز فرض کا قرار پانا تابع تام رسول اللہﷺ مہدی موعود آخر الزماں سے حق ہونا قرار پائے گا۔ جبکہ واجب نماز کو آیمہ وعلماء نے فرض' کسی نے فرض مقدم کسی نے فرض کفایہ قرار دیا ہے تو مہدی موعود معصوم عن الخطا ہیں جنہوں نے اس نماز کو پڑھا اور پڑھایا ہے

۔حج زندگی میں ایک مرتبہ ادا ءکرنا ہےمگر فرض ہے لیکن نماز لیلتہ القدر ہر سال ہوتی ہے جب زندگی میں ایک بار ادا ءہونے والا عمل فرض ہےتو سال میں ایک بار ادا ءہونے والی نماز فرض کیوں نہیں جواللہ خلیفتہ نے اللہ کے حکم سے پڑھائی ہے ۔

کیا نماز لیلتہ القدر رواحد پڑھی جاسکتی ہے؟ کچھ عالموں کا ماننا ہے کہ نماز عیدین گھر پر پڑھی جاسکتی ہیں زاید تکبیرات کے ساتھ مگر بغیر خطبہ کے ۔اس لحاظ سے نماز لیلتہ القدر بھی پڑھی جائے گی ۔البتہ مہدویہ مرشد کی اقتداء میں یا دایرے میں یا جہاں کہیں مہدویہ مصدقین کی آبادی ہو کسی تارک الدنیا فقیر کی اقتداء میں یا مصدق مہدوی کی اقتداء میں پڑھنا اچھا ہے ۔اگر یہ تمام اسباب حالات میسر نہ ہوں تو واحد نماز لیلتہ القدر پڑھی جاسکتی ہے عیدین کی شرایط کی طرح ۔لہٰذا نماز لیلتہ القدر متابعت مہدی موعودؑ فرض پڑھی جائے گی شریعت محمدﷺ کے مطابق کیونکہ مہدی موعود نے فرمایا ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع سنت رسول اللہ''۔

قرآن مجید کو زندہ جاوید معجزہ ماننے کی کئی وجوہات ہیں'ان میں جو اسرار خداوندی ہیں وہ وقتاً فوقتاً روبرو آتے رہے ہیں ۔مسلمانوں نے صرف اس کے لفظ ومعنی پر توجہ دی جبکہ دوسری قوموں نے اس کے اسرار کو سمجھ کر خوب فایدہ اُٹھایا حالانکہ انہوں نے اسلام کی حقانیت مانا نہیں ۔ہم اس کتاب میں جہاں کہیں نزول قرآن کی حقیقت کو اُجاگر کیا ہے وہیں پر اس کے کچھ رموز و اسرار کو سمجھنے کی کوشش کی ہے ۔مثلاً اب دیکھیں حضور نبی کریمﷺ کو دعوت اسلام دیتے ہوئے تقریبًا ساڑھے گیارہ برس کا عرصہ گزر چکا تھا اس دوران صرف سوسوا سو لوگ مسلمان ہوئے کہ اس دوران معراج کا واقعہ پیش آیا جس کی شہادت اللہ تعالی نے سورہ النجم میں دی جو کہ 23 واں نزول ہے ۔اس کے ایک ہی سورۃ بعد لیلتہ القدر کی عظمت بیان ہوجاتی ہے کہ ایک رات میں ایک ہزار مہینوں کا ثواب اب سورہ نجم اور قدر کے نازل ہونے کی حقیقت میں غور کریں ایک میں اللہ کے رسولﷺ بلا کر دیدار کرایا جاتا ہے اور دوسرے میں بندوں کو ساری عمر کی عبادت کا ایک رات میں صلہ دئے جانے کا مژدہ جاں فزاء سنایا جارہا ہے ۔اگر غور کیا جائے تو معراج کے واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالی نے نبی کریم محمد مصطفیﷺ کو بلا کر دیدار کرایا' جبکہ باقی احوال جیسے کاینات کی سیر کرانا فرشتوں کا ملنا ملانا جنت جہنم کے احوال کا مشاہدہ کرانا انبیاء سے گفتگو یہ تمام احوال ایک نبی کی جستجو کی تسلی کے لئے ہیں جو دنیا میں جتنے انبیا آئے'ان کی بھی یہ جستجو رہی ہے کہ جو سنایا اور بتایا جارہا ہے وہ اصل میں ہے کیا؟ لیکن اللہ واحد ولاشریک سے روبرو ہونے کی انسانی شرف کی تکمیل واقعہ معراج ہے' جس کے لئے اللہ کے رسولﷺ نے اُمت کو نماز میں اس کی حقیقت کو محسوس کرنے کی دعوت دی کہ نماز مومنوں کی معراج ہے' لیکن اس واقعہ کو سورہ نجم میں بیان کرنے کے فوراً ایک سورہ عبس نزول 24 کے بعد بعد ہی سورۃ القدر کا نازل کیا جانا کئی حقیقتوں کی فکروادراک کو دعوت دے رہا ہے ۔ایک لیلتہ القدر کا نزول نبوت کے گیارہ برس بعد معراج کے بعد مکہ میں ہوا اس کی عظمت کو بیان تو کردیا گیا لیکن یہ رات کب ہے وہ بتایا گیا اس کے تقریباً ساڑھے تین برس ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں سورہ بقرہ کے نزول میں کہ رمضان ایک مقدس مہینہ ہے جس کی ایک رات میں لیلتہ القدر ہے ۔آخر اس رات کو نزول کرنے کے تین برس بعد اس کی عظمت کے مہینے کا تعین کرنا بتاتا ہے ہے کہ سورۃ قدر کی تلاش وجستجو کو شروع سے ہی ایک خصوصیت

دی گئی اور رمضان میں اس کے ہونے کی خبر دینے کے بعد دوبارہ اس کی تلاش رمضان کے آخری عشرے میں کرنا اسے مزید مخصوص بنا دیتا ہے۔جیسا کہ کہا سورہ قدر 25واں نزول ہے اس کے 6 سورہ بعد سورہ القیامہ نازل کی جاتی ہے جس میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہ' (آیت 19) اور اس سے پہلے اس بات کی وضاحت فرمادی کہ لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ , اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہ' وَ قُرْاٰ نَہ' , فَاِ ذَا قَرَ ' ا نٰہ'فَاتَّبِعْ قُرْ ا نَہ' اے نبیؐ اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔اس کو یاد کرادینا اور پڑھوادینا ہمارے ذمہ ہے۔لہذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اُس وقت تم اس کی قرآت کو غور سے سنتے رہو۔پھر اس کا مطلب سمجھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔سبحان اللہ بات کو سمجھانے کا اللہ تعالی کا کیسا شاندار انداز ہے۔اس طرح قرآن کے نزول کے تسلسل میں ہم ان واقعات کو دیکھتے ہیں کی حقیقتیں واضح ہوجاتی ہیں معراج میں رسول ﷺ کو دیدار کرانے کے بعد بندوں کو لیلۃ القدر کی عظیم رات میں عطا و بخشش کی سوغات دینا اس ایک رات میں جو انسانی عمر کے ہر برس میں میسر ہوگی۔وہی جبرئیل امین ہیں جو حضور ﷺ کو میراج کی سیر پر لے جاتے ہیں اللہ تعالی سے ملانے اور وہی جبرئیل ہیں بعد ختم نبوت ہر سال ملا ئکہ کی معیت میں زمین پر آتے ہیں فرشتوں کے غول کے ساتھ بندوں کی اللہ تعالی کی اطاعت و فرمابرداری کا مشاہدہ کرنے لیلۃ القدر کی رات کے علاوہ حضرت جبرئیلؑ کا دنیا میں آنا بیان نہیں ہے اس سے لیلۃ القدر کی خصوصیت ظاہر ہوتی ہے۔تو کیا یہ طلب دیدار والوں کے لئے دعوت عام ہے؟ اور حضور ﷺ کا اس رات کے تقدس کو ہر سال تلاش کرنا کیا معنی؟۔اور حضور ﷺ نے کہہ دیا تلاش کروتو اس کا مطلب ہے اسے حاصل کروتو کیا انسانیت ہمیشہ اس رات کو تلاش کرتے ہوئے ہی دنیا سے رخصت ہو جائے گی؟۔اس سے اللہ کے رسول ﷺ کے مبشر مہدی موعود خلیفۃ اللہ کی اہمیت کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ کے خلیفہ نے اس کا تعین کیا ہے اور اس کا اہتمام'' دو رکعت فرض دوگانہ'' کے نماز کے ساتھ۔امام ویلمیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت بیان کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا'' اللہ تعالی نے میری اُمت کو شب قدر عطا فرمائی ہے اور ان سے پہلے کسی کو یہ عطا نہیں فرمائی''۔اسی تناظر میں دیکھیں معراج بھی کسی نبی رسول یا مخلوق کو عطا نہیں ہوئی اور اللہ تعالی نے کسی بھی آسمانی کتاب یا صحیفے میں کسی نبی رسول سے نہیں کہا کہ '' آپ بھی لوگوں کو بصیرت پر بلائیں اور آپ کا تابع بھی بلائے گا''(سورہ یوسف)۔قرآن مجید میں 114 سورتیں ہیں سورہ نجم 23 نزول کے بعد 25 ویں نزول سورہ قدر میں ہی کیوں لیلۃ القدر کی عظمت کا بیان ہوا؟ اور سورۃ بنی اسرائیل نزول 50 میں معراج کا تفصیلی بیان کرنے کے بعد سورہ یوسف نزول 53 میں بصیرت کی دعوت دینے کو کہا گیا۔

اس گفتگو کے بعد سورہ عبس نزول 24 میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کی بے بضاعت اور حقارت اور کمزوری کا بیان کیا ہے سورہ عبس سورہ نجم اور سورہ قدر کے درمیان ہے اور کہا کہ حشر کے دن انسان کو برہنہ اور غیر مختون اُٹھایا جائے گا۔اس سورۃ میں اللہ تعالی نے کسی بھی ادنی سے ادنی صحابیؓ کو نظر انداز نہیں کرنے کو کہا۔جیسے ہم نے کہا کہ لیلۃ القدر کو اتنا مقدس بنانے کا اہتمام کیوں؟ کہ معراج کے بعد بیان کیا اس کی فضیلت ایک ہزار مہینوں کی رکھی اور اسے رمضان کے آخری

عشرے میں تلاش کرنے کو کہا اور جب اُمت اس کی قدر نہ کرسکی تو خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ اس کا تعین کرایا نویں صدی ہجری میں۔اگر سورہ عبس کے پیغام میں غور کریں جو کہ معراج اور لیلۃ القدر کے بیان والی سورتوں کے درمیان ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے پاس ایک ادنی بندے کی بھی قدر و قیمت ہے بشرطیکہ وہ اللہ تعالی کے بتائے ہوئے نہ صرف راستے پر چلے بلکہ اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرے یعنی اُس کی عظمت کی قدر اور بندگی کرے۔مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ 'ایمان ذات خدا است'' معنی ایمان حدا کی ذات ہے معنی سوائے اللہ کے کوئی حاجت روا نہیں اس کے حکم کے بغیر پتہ نہیں ہل سکتا اُس کا حَیُّ قَیُّوم ہونا معنی ہمیشہ زندہ ہونا اور قایم رہنا ہی اس کے ذات کی صفت اور ربوبیت اور عظمت کی دلیل ہے۔

ایمان کیا ہے؟ یقین کا پختہ اور مثبت ہونا۔اہل ہنود اور مشرکوں کی مذہبی مانی جانے والی کتابیں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے مثلاً رامائن اور گیتا کہ اس میں صرف جنگوں اور مقابلہ و مقاتلہ کے واقعات زیادہ ہیں قصہ کہانیوں اور دیومالائی طاقتوں کا اظہار زیادہ ہے ان کے بھگوان رام اور کرشن ہیں جو انسانوں کو پیدا کرنے انہیں مارنے جلانے جزا و سزا دینے زمین سے اناج اُگانے آسمان سے برساتیں برسانے سورج کو مشرق سے نکالنے پہاڑ وندیاں بہانے موت و حیات کے مالک ہونے کے احوال اور بیان ان سے نہیں ہیں اور نہ ہی فرشتوں کے شیطان کے پیدا کرنے پر قادر ہونے کا انسے بیان نہیں ہے اور نہ ہی ناپ تول بے حیائی عدل و انصاف کی باتیں نہیں ہیں تمام اعمال جادوئی طاقتوں اور سحر انگیزیوں سے بھری پڑی ہیں اور عیسایوں کا بھی یہی معاملہ ہے اُن کے پاس سن آف گاڈ یعنی ابن اللہ تو ہیں لیکن ایسی قدرتیں اختیارات ان کے پاس نہیں جس طرح اہل ہنود و مشرکوں نے ایک پرماتما اور سرشتی کرتا کا ہالہ اور نظریہ بنا کر تمام طاقتیں اسی کے سپر کردیں مگر اس کی وضاحت نہیں کی اور خود اوتار اور سن آف گاڈ بن کر انسانوں کے درمیان اور آسمانوں میں آتے جاتے رہنے کا اسباب پیدا کردے ہیں اور تمام ذمہ داریوں سے اپنی بھی جان چھڑالی اور بھگوان اور گاڈ کو بھی فارغ کردیا۔جبکہ قرآن نے بالکل واضح پیغام کے ساتھ کہتا ہے کے اللہ رب العزت وہی خالق اور معبود ہے جو انسانوں فرشتوں جنوں کو پیدا بھی کرتا ہے اور وقت مقررہ پر انہیں موت بھی دیتا ہے اس کے بعد ان کے اعمال کا حساب بھی لیتا ہے تا کہ انہیں سزاء و جزاء دے انصاف کرے مخلوق میں۔کہتا ہے یہ پہاڑ ندیاں سمندر چاند ستارے کہکشاں اسی نے بنائے اور ایک وقت مقررہ پر انہیں بھی موت دیگا۔وہی آسمانوں سے پانی برساتا ہے زمین سے اناج اگاتا ہے دانے کو کونپل پودا اور درخت بناتا ہے اس کے حکم سے پتہ بھے نہیں ہلتا یہ زمین کے تمام خزانے پیڑ پودے درخت ہوا پانی صبح شام اسی کے بنائے ہوے ہیں۔اور وہی انبیا مرسلین دنیا میں بھیجتا ہے تا کہ بندوں کو اس کی شناخت کرائیں اور اس کی عبادت اور اطاعت وبندگی کا طریقہ سکھائیں۔کفار مشرکین اور خدا کے نافرمانوں میں کی زندگی کا ایک ہی مقصد ہے بت بنانا اسے اپنی مرضی کے معبود کی شکل دینا زندگی بھر اسے غلام بنے رہنا اس پر چڑھاوے چڑھانا اسے پوجنا اور بدلے میں یہ بت یا معبود انے باطلہ نہ ان کی نگہداشت کی ذمہ داری لیتے ہیں اور نہ ہی اس کے اچھے برے اعمال کا احتساب کرتے ہیں اور نہ انہیں سزا و انعام کا وعدہ کرتے ہیں ان کی عبادت یک طرفہ ہے جبکہ اسلام نہ صرف بندوں کی

اعمال کی نگہداشت کرتا ہے بلکہ انہیں اُصول وضوابط کا طریقہ بتاتا ہے اور مرنے کے بعد اچھے برے اعمال کے بدلے جنت اور جہنم کا وعدہ بھی کرتا ہے۔اسلام میں ایمان کی بلندی عرفان بتائی گئی ہے جو قربت خداوندی اور عشق خداوندی کا سبب ہے۔

اہل کتاب کے بیانوں پر تمام دنیا مصر کے قبطی حکمرانوں کو Pharaoh یعنی فرعون کہتی ہے جو 3ہزار قبل مسیح سے مصر پر حکومت کرتے آئے اُن میں شہرت موسی سے مقابلہ کرنے والے فرعون رمسس دوم Ramses II کو ملی فراعنہ مصر خود کو سورج دیوتا کا بیٹا کہتے تھے جیسے اہل ہنود میں برہمن خودکو برہما یعنی سورج دیوتا کے بچے کہتے ہیں۔جس کی مملکت شام اور فلسطین روم و یونان تک پھیلی ہوئی تھی اس کے دریائے نیل میں غرق کئے جانے کے بعد بھی مصر میں قبطیوں کی حکومت رہی ۔ **یہاں مسئلہ اُصل یہ کہ قرآن مجید صرف موسی سے مقابلہ کرنے والے کو فرعون کہتا ہے مصرے کے دوسرے حکمرانوں کو الْعَزِيزِ (یوسف ۳۰) کہتا ہے** ۔یوسفؑ اور ابراہیمؑ کے واقعات میں عزیز مصر ہی کہا گیا۔یہ چھوٹی سے تمہید اس لئے باندھی کہنا یہ تھا کہ انسانوں کا معاملہ یہ ہے کہ جب وہ کسی معاملہ یا حقیقت کو بیان کرتے یا قبول کرتے ہیں تو اسے عمومی بنیادوں پر قبول کرتے ہیں یعنی عام طور پر جو بیان کیا جاتا ہے اس پر ٹہر جاتے ہیں یہ بھیڑ چال ہے معاملے کی خصوصیت پر ان کی توجہ نہیں ہوتی۔مگر خدائی قانون الگ اور بے عیب ہوتا ہے جہاں اللہ کا قہر وغصب دکھائی دیا وہاں فرعون کہا جہاں واقعہ بیان کرنا تھا اسے عام طور پر جو خطاب تھا وہ بیان کیا۔یہی بات التحیات حکم نماز دیدار یا لیلتہ القدر کی حقیقت کو سمجھنے کی ہے کیونکہ ہر ایک پانی 'پانی نہیں ہوتا کوئی سمندری پانی ہوتا ہے کوئی کنویں کا ٹہرا ہوا کوئی دریا کا بہتا ہوا کوئی چشمے کا زمین سے ابلتا ہوا کوئی بارش کا آسمان سے برستا ہوا اور کوئی پانی زمزم ہوتا ہے جو ابل بھی رہا ہے بہہ بھی رہا ہے صدیوں سے ہر ایک شے کی حقیقت اللہ تعالی نے مختلف بنائی ہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے دعوت طلب دیدار دے کر صرف اس کے حق ہونے کی توجیہہ وتشریح کی ہے بلکہ اس کی بنیاد حضرت خاتم الانبیا محمد ﷺ کی نبوت کی منہاج ہے وہ ایسے کہ جو معاملہ تمام انبیاء ومرسلین کے لئے ناممکن ہوا ہو وہ آپ ﷺ کی ذات صدق صفات کے لئے ممکن قرار پایا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دیدار ممکن ہے۔ ذٰلِکَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ، فِيْهِ 'هُدًى لِلْمُتَّقِيْنَ ٢ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (قرآن مجید)اللہ کی کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں 'ہدایت ہے پرہیز گاروں کے لئے جو **غیب پر ایمان رکھتے ہیں** ۔یہاں بتایا گیا کہ غیب پر ایمان رکھنا اُس کا مطلب فرشتوں نبی رسول کتابوں پر ایمان رکھنا تو ایمان ہی ہے لیکن **غیب پر ایمان رکھنا** اللہ کو حاضر وناظر جاننا ہے جو صرف مومن ہی کرتے ہیں یعنی وہ لوگ نماز تو قایم کرتے ہی ہیں لیکن متقی اور پرہیز گار ہونا اور اس حقیقت پر کامل یقین ہونا اس کی پہلی شرط ہے۔جس کا بیان قرآن میں بار بار ہے کہ جو ایسا نہیں کرتا وہ دنیا میں بھی اندھا اور آخرت میں بھی اندھا ہے اور اس اندھے پن کو دور کرنے یا غیب پر ایمان لانے کی بات سورہ یوسف آیت ۱۰۸میں بیان ہے کہ بصیرت یعنی دیدار کی راہ اختیار کرنا جیسا کہ حضور ﷺ نے کی اور ان کے تابع مہدی نے کی۔یہاں پر خیال پیدا ہوتا ہے سورہ بقرہ تو ابتداء قرآن میں ہے اس کی تطبیق سورہ یوسف سے کیسے جو قرآن میں 13 ویں سورہ ہے

۔یہیں پر نزول و ترتیب کا معاملہ سمجھ میں آتا ہے کہ سورہ یوسف مکہ میں بطور 53 سورہ کے نازل ہوئی تھی اس کے تین چار برس ہجرت کے بعد سورہ بقرہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ۔اس طرح مکہ مکرمہ میں بصیرت یا دیدار کے احوال کو مکہ میں بتا دیا گیا بعد میں مدینے میں مزید اس حقیقت سمجھایا گیا ہے سورہ بقرہ میں جس کا نزول بعد ہجرت بطور 87 سورۃ کے ہوا ہے ۔اس حقیقت کو نزول انبیاء کی ترتیب میں سمجھیں' آدمؑ کے بعد کی کتابیں صحیفے نازل ہوئے ایک لاکھ چوبیں ہزار نبی رسول پیغمبر آئے جنہوں نے اپنی شریعتیں پیش کیں ۔لیکن قرآن مجید نبی آخرالزماں محمد ﷺ پر نازل ہوا مگر اسے سب سے بڑی فضیلت حاصل ہے اس طرح تمام آسمانی کتابوں میں یہ مقدم ہے ۔اسی طری پہلے سورہ یوسف اور دیگر سورتوں میں بصیرت اور دیدار کی حقیقت کو بتایا جاتا رہا اور بعد میں اسے مدینے میں بھی وقفہ وقفہ سے بتایا گیا' لیکن جب قرآن مرتب ہوا حضور ﷺ کے وقت میں اس دعوت دیدار کی حقیقت کو قرآن کے ابتداء میں بیان کیا گیا کہ قرآن کی تعلیم کا مقصد اور منبع ہی معرفت الٰہی ہے ۔قرآن مجید کے احکام احوال عبادات ریاضت اُصول وقواعد اور تعلیم صرف اس لئے ہے کہ انسان معرفت الٰہی حاصل کرے اس تک سیدھی راہ سے پہنچے بغیر کسی ضلالت کے جس کا ذکر سورہ فاتحہ میں کیا کہ ولضالین ضالین معنی گمراہی راہ سے بھٹکنا۔اور وہ حاصل ہوگی غیب کے حصول کے لئے گناہ ومعاصی چھوڑ کر تقوی اور پرہیز گاری اختیار کرنے سے جس کا ذکر بقرہ کی شروع میں ہوا ۔

اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالی نے ابتدائے قرآن میں ہی دیدار کی دعوت دے دی ہے ۔

حضرت ابراہیمؑ اللہ کے نبی رسول تھے اللہ نے انہیں توفیق دی اُنہوں نے اپنے طور پر اللہ کو پہچانا' حضرت موسیٰ طور پر گئے اللہ نے کلام کیا انہوں اپنے طور پر اللہ تعالی سے کلام کیا' حضرت عیسیٰؑ مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کردیتے کوڑیوں کو شفا بخشتے اور اندھوں کو بینائی دیتے انہوں نے اپنے طور پر خدا کو پہچانا حضور ﷺ معراج پر گئے اللہ تعالی کی مرضی سے اللہ کا دیدار کیا اپنے طور پر ان کیفیات کو محسوس کیا اور بیان کیا' حضرت ابراہیمؑ نے یہ نہیں کہا کہ تم بھی میری طرح اللہ کو پہچانوں' حضرت موسیٰ نے یہ نہیں کہا کہ تم بھی میری طرح اللہ سے کلام کرو' حضرت عیسیٰؑ نے بندوں سے یہ نہیں کہا کہ میری طرح کوڑیوں کو شفا بخشو اندھوں کو بینائی دو ۔لیکن حضور سید الانام ﷺ نے اُمت سے کہا کہ تم بھی میری طرح دیدار کر سکتے ہو بشرطیکہ اس قابل بنو کیونکہ اللہ تعالی نے ان سے کہلوایا کہ''تم بھی بصیرت کی دعوت دو اور تمہارا تابع بھی دیگا''حضور ﷺ نے الفاظ اُس زمانے کے لحاظ سے کہے کیونکہ وہ ابتدائے دور اسلام تھا۔مہدی موعودؑ نے فرمایا میرا بھیجا جانا ہی''طلب دیدار کی دعوت کے لئے ہے''مگر یہ نہیں کہا کہ آؤ میں خدا کا دیدار کراتا ہوں ۔معاملہ یہ ہے کہ ایک طریقہ بتایا جا سکتا ہے تعلیم اور تربیت دی جا سکتی ہے کہ فلاں معاملہ ممکن ہے مگر ان معاملات کا حصول بندے کی اپنی کوشش اور خلوص نیت پر ہے ۔حضور ﷺ کو معراج ہوئی اُمت کو ایسی معراج ہونا ممکن نہیں' مہدی موعودؑ جو دیدار ہوا وہ اُن کے مقام مرتبے کے لحاظ سے ہوا تھا ہمیں دیدار اپنی حیثیت اور کوشش کے مطابق ہوگا اگر اللہ نے چاہا تو ۔دنیا میں ہر ایک کو ایک جیسا علم نہیں ہوتا' ایک جیسی دولت نہیں ملتی' ایک جیسی قابلیت نہیں ہوتی' خوبصورت ایک جیسی نہیں ہوتی' حتی کہ غذا انسان ایک طرح کی نہیں کھاتا

ہر مقام اور علاقہ کی غذا الگ ہوتی ہے پھر دیدار ہر ایک کو ایک جیسا نہیں ہوسکتا انسان کے ظرف حیثیت کے مطابق ہوگا جنہیں دیدار ہونا ہے۔ہر ایک کی عطا اور بخشش الگ ہوگی۔کس کو کیا دینا ہے کیا دکھانا ہے یہ اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔یہی بات اللہ تعالی قرآن میں کہتا ہے کہ ''نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں وہ نگاہوں کو پالیتا ہے'' حضرت حبیب خدا ﷺ کا ساتوں آسمانوں سے آگے پہنچنا انسان کی رفعت پرواز اور مخلوقات میں اشراف ہونے کی دلیل ہے۔جس طرح تمام فوج جنگ کرتی ہے کامیابی کا سہرا بادشاہ کے نام ہوتا ہے اسی طرح اللہ کے رسول خاتم الانبیا ﷺ کا دیدار کرنا تمام اُمت کا دیدار کرنا ہوا یہی ایمان ہے۔سردار اُسے کہاجاتا ہے جو زندہ لوگوں کا سر پرست ہو سب میں اعلی وارفع ہو پھر کیوں حضور ﷺ کو سردار الانبیاء کہاجاتا ہے؟ جبکہ تمام انبیاء ومرسلین آپؐ سے پہلے گزر چکے ہیں۔بات وہی ہے جامع کمالات کو جس طرح بادشاہ تسلیم کیا جاتا ہے چاہے اس ملک کے زندہ ہوں کہ مردہ اسی طرح حضرت محمد ﷺ روئے زمین کے انسانوں میں جامع کمالات ایک مکمل انسان ہونے کی وجہ سے تمام انسانوں میں نبوت رسالت وپیغمبری کے سردار یا افضل ہیں ان کا اللہ کا دیدار کرلینا تمام عالم کا دیدار کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ کسی انسان نے اللہ تعالی کو دیکھا نہیں مگر آپ ﷺ کی بات پر یقین اور ایمان ہے کہ اللہ واحد وا یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں تمام اُمت مسلمہ یقین رکھتی ہے کہ جو آپؐ نے فرمایا وہ حق ہے ۔اور آپ ﷺ کے تابع تام حضرت مہدی موعود آخر الزماں علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ''اللہ کی کتاب اور سنت رسولؐ'' پر بے خطا چلنے والا ہوں اسی راستے پر چل کر میں نے اللہ تعالی کو دیکھا جیسا کہ متبوع ﷺ نے دیکھا تو ہمیں بھی یقین ہے کہ ایسا ممکن ہے ۔اس کے لئے خالق کائینات نے قرآن میں بتدریج ایسی خامہ آرائی کی ہے کہ انسانی عقل کی حیرانی نے اسے ششدر کردیا ہے۔کہنے کا مطلب یہ کہ ہجرت سے پہلے معراج میں دیدار کرایا اس کے بعد نزول کی 23ویں سورہ النجم میں اس کے احوال بتائے اس کے بعد 50ویں نزول سورہ اسراء میں تفصیل بیان کی اس کے بعد 53 ویں نزول سورۂ یوسف میں آپؐ سے کہا کہ ''آپ بھی بصیرت (دیدار) کی دعوت دیں اور آپؐ کے تابع بھی دعوت دیں گے'' اور بعد ہجرت 96ویں نزول سورہ الرعد میں اس دیدار کے احوال کیفیات اور حقایق کو بیان کرکے آخر میں اللہ کے رسول ﷺ اور جبرئیل کے مابین کی گفتگو میں واضح اعلان کروایا کہ ''تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے''۔یہ انسانی تعلیم کے تسلسل کا ایسا ضابطہ ہے کہ جسے بعد میں ترتیب قرآن میں بدل دیا گیا تا کہ اُمت مسلمہ اس حقیقت کی تلاش میں کوشاں رہے جس طرح لیلۃ القدر کو تلاش کرتے رہنے کو کہا گیا اور 9 نویں صدی ہجری میں باضابطہ لیلۃ القدر اور طلب دیدار کا اعلان کروایا گیا ہے اور مہدی موعود علیہ السلام نے **المهدى منى يقفو اثرى و لا يخطى** ہونے کے اس تعلیم کو عام کیا ہے۔

شہادت بینہ پر ثبوت ودلایل قرآن میں ہیں جو پچھلے صفحات میں بتائے گئے ہیں:

1) سورۂ یوسف جس کا نزول 53 ہے اس کی 108 ویں آیت میں اللہ کا مہدی کو رسول ﷺ کا تابع کہنا اور سوائے سید محمد جونپوریؒ کے کسی بھی مدعی مہدی نے خو کو اللہ کے رسول ﷺ کا تابع نہیں قرار دیا ہے۔

2) سورۂ انعام جس کا نزول 55 ہے اس کی 19 و یں آیت میں اللہ کا اپنی نبی رسول پیغمبر اور خلیفہ کی گواہی دینا اور سوائے سید محمد جونپوریؑ کے کسی مدعی مہدی نے خدا کو اللہ کی گواہی پر پیش نہیں کیا ہے۔

3) سورۂ البلد 90 تا سورۂ البینہ 98 آثار و قراین سے مہدی کا ثبوت

4) ثبوت مہدی میں پیش کی گئیں 14 سورتوں کی 18 آیات 6 مکی 8 مدنی

5) حضورﷺ مکہ مکرمہ میں 13 برس گزارتے ہیں بعد ہجرت 10 مدینہ میں
مہدی موعودؑ 13 برس قطہ ہند میں اصلاح و تبلیغ کرتے ہیں رسم و بدعت کے خلاف
ہجرت کرتے ہوئے اس کے بعد 5 برس دعوی اور اس کے بعد 5 برس دعوی ہجرت

6) طبقات ابن سعد میں حسنؓ کی روایت اس میں وحی کی مدت 18 سال بیان ہوئ ہے
مگر حضورؐ کی نبوت 23 سالہ ہے اگر اس میں 18 برس منہا کردیں تو 5 بچے شاید
وہ دور ہو جس میں نزول وحی میں وقفہ ہوا ہے

7) حضورﷺ اور حضرت خدیجہؓ کی ازدواجی زندگی 25 سالہ
مہدی موعودؑ اور بی بی الہ دیتی کی ازدواجی زندگی 25 سالہ

8) ثبوت مہدی میں پیش کی جانے والی 18 آیات میں 1) امام حق ہونا
2) رسولؐ کا تابع حق ہونا 3) مبین کلام اللہ ہونا 4) دلیل روشن ہونا 5) قوم موعودہ کا ذکر صفحہ

9) **اماماً.. من ذریتی .. عترتی اهل بیتی.. مهدی منی یقفو اثری ..**

10) نقشہ میں جغرافیائی لحاظ سے آپؐ کا رسولؐ کے مقام فاصلہ حدود اور حالات کا برابر ہونا

11) مختلف مواقعہ واقعات اعداد میں نویں 9 صدی کی طرف اشارہ ہونا

12) عدد 14 کی انفرادیت اور مہدی موعود کا اتنی ہی سورتوں سے ثبوت دینا

13) مقطع الٓمٓ کی جو تشریح مہدی موعودؑ نے کی ہے اسی طرح مقطعات کی سورتوں کا بیان ہونا

14) سورۂ الرعد میں دیدار کی کیفیات کا بیان ہونا

15) مقطعات کی گنتی میں بعثت مہدی کے آثار کے بیان کا پایا جانا

16) سورۂ بینہ میں 2 بینات کا بیان ہونا۔

17) چھٹی 6 صدی ہجری میں حضورﷺ کا ببول کے پیڑ کے نیچے بیعت لینا
دعوی مکہ کے چھٹے 6 سال کھیرنی کے پیڑ کے نیچے مہدی کا دعوی موکد کی بیعت لینا۔

18) نبی کریم ﷺ کے بعد کے 900 سو سال میں مہدی کی بعثت حیات اور نبوت مکہ کے 53 برس ملانے اور اس 900 سال میں مدینہ منورہ کے 10 برس ملانے پر مہدی کی سال پیدائش اور وصال ہونا۔

یہ وہ علامتیں ہیں جو مہدی کے اللہ کے رسول ﷺ کے قول حال چال کے مطابق ہونے کی ہیں۔ یا نقش قدم پر ہونا ہے۔ **المهدی منی اهل بیتی یقفو اثری و لایخطی۔**

اس سے معلوم ہوتا ہے جو اُصول قرآن کے بیان اور حفاظت کے ہیں اُنہیں اُصولوں پر مہدی کی بعثت دعوی اور تعلیم کے بیان ہوئے ہیں کہ بالیقین سید محمد جونپوری ہی مہدی موعود آخرالزماں ہیں۔ اور آپؑ نے اتنے آثار و شواہد پیش کئے ہیں جس کی کوئی مثال ہے ہی نہیں۔ اس کے علاوہ کسی بھی مدعی مہدی کو حق ماننے والوں میں ان کے مصدق معاصر معاند مخالف اور حق پرستوں کا اتنا بڑا گروہ نہیں جو آپؑ کے احوال اور شہادتوں کا گواہ نہ ہوا اور حق وہی ہے جس کے معترض بھی گواہ ہوں اس کا سب سے بڑا ثبوت آج کی تبلیغی جماعت ہے جو مہدی جونپوری کا انکار تو کرتی ہے مگر آپؑ کی تعلیمات اور احوال کو اپنا کر خود کو اسلام کی بڑی جماعت مشہور کر رکھا ہے فرایض ولایت کی تمام تر تعلیم کی بنیاد پر اس جماعت کے اُصول ہیں یہ مذہبی جماعت نہیں ایک سیاسی تحریک ہے جسے انگریزوں نے ہندو مسلم میں تفرقہ ڈالنے بنایا جس کے بانیوں میں شاہ اسمٰعیل ہیں جنہوں نے وہابیت کے تائید میں تقویت الایمان رسالہ لکھا۔ اس میں صرف طلب دیدار ہی ایک ایسی تعلیم ہے جس کے بیان کی انہیں نہ ہمت ہے نہ حوصلہ البتہ اس کے بانیوں نے دیدار کے حق ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اب رہی مہدی موعود کے تصدیق نہ کرنے کی بات اسلام میں ایسے کئی گروہ ہیں جو حضور ﷺ کے کئی اقوال کا انکار کرتے ہیں کئی احادیث کا بلکہ حدیث کا ہی انکار کرنے والے گروہ بھی ہیں اور تو اور حضور ﷺ کو اپنی طرح کا عام انسان کہنے والے بھی ہمارے سامنے ہیں۔ لہٰذا اب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دوبارہ آمد آدمؑ سے قیامت تک کے تمام حقایق کی تصدیق کے لئے ہی ہے۔

بت پرستوں کا بت سامنے رکھ کر پوجنا کیا معنی؟ ان کے ہاں بھی ایک پیدا کرنے والے کا تصور تو ہے مگر اس تصور کو وہ اس پیدا کرنے والے کی خلایق میں ڈھونڈتے ہیں اور جو تصور سامنے آیا اسے معبود کا تصور خیال کرتے ہیں خالق کے بجائے خلق کو معبود ماننا یہی شرک ہے۔ اور قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا عرش و کرسی تمام عالم کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور کبھی فرماتا ہے کہ تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور کبھی کہلواتا ہے کہ وہ تمہاری شہہ رگ سے قریب ہے اور کبھی کہلواتا ہے کہ وہ مومنوں کے دل میں رہتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کہیں اور رہتا بلکہ وہ قایم و دایمٔ ہے لامکاں ہے حیُّ قیوم ہے ہمیشہ زندہ رہنے والا اور قایم رہنے والا۔ یہ انسان کی راہ نمائی کے بیان ہیں اگر انسان چاہے تو اس تک رسائی حاصل کرسکتا ہے اس کے شوق و محبت کے ذریعہ اس کو ایسے اختیارات دئے گئے ہیں جو دوسری مخلوق کو نہیں دئے گئے مگر انسان کو بندہ بنے رہنے کی شرایط کو پورے کرتے رہنا ہے تو یہ کمالات اور شرف حاصل ہوتا ہے ایسے کمالات کسی مخلوق کو نہیں دئے گئے حتیٰ کہ فرشتوں کو بھی نہیں ورنہ حضرت جبرئیل یہ نہیں کہتے کہ میں سدرۃ

سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور محمد ﷺ آگے بڑھے بھی واپس آئے بھی دنیا میں حیات بھی رہے اور دنیا سے رخصت بھی ہوئے کیا فرشتوں کو یہ مقام حاصل ہے؟ بات سمجھنے کی ہے کہ کیا تمام جنات نے اللہ کی نافرمانی کی وہ تو صرف ایک ابلیس تھا جو راندۂ درگاہ ہوا پھر تمام مخلوق جن کو ابلیس کے ساتھ شامل کیا گیا اور اس کی پوری قوم پر لعنت وملامت کی گئی ۔تو پھر اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی اللہ کی قربت اور معراج میں دیدار اولاد آدمؑ کے لئے ممکن کیوں نہیں کیونکہ جو سردار ﷺ مخلوق آدمؑ ہیں ۔لہٰذا اللہ تعالی نے مومنین کے لئے وہ باتیں روا رکھی ہے جو سردار مخلوق آدم کے لئے روا تھیں مگر فرق صرف یہ ہے کہ جس کا جو مقام ومرتبہ ہوگا جس کی اللہ سے جتنی قربت ومنزلت ہوگی اس کا مقام اور انعام ویسا ہی ہوگا یہ بندوں پر منحصر ہے کہ وہ کتنا شرف اللہ کی بارگاہ میں حاصل کرتے ہیں اور وہ کہیں نہیں ہے مگر ہر جگہ ہے ضرورت اسے پانے حاصل کرنے محسوس کرنے اور اس کی قربت کے ذرائع تلاش کرنے کی تعلیم اور طریقہ کی ضرورت ہے وہ ملے گی اللہ کے رسول ﷺ اور تابع رسولؐ کے طریقہ میں ۔

انسانوں میں ظاہرات موجودات کو قبول کرنے اور اتباع کرنے کا رجحان زیادہ پایا جاتا ہے چاہے وہ کوئی قوم ہو اس میں مسلمان اور سبھی شامل ہیں ۔کوئی بھی حقیقت کو جلد نہیں قبول کرتا' اور ایمان کی کیفیت یہ ہے کہ حق اور حقیقت کو قبول کیا جائے **یومنون بالغیب و یقیمون الصلواۃ** غیب پر ایمان لاؤ اور نماز قایم کرو یہاں غیب پر ایمان لانے کے ساتھ صلواۃ یعنی اللہ کے ذکر یعنی نماز کو جوڑا گیا ہے یعنی عبادت کا تعلق غیب اللہ سے جڑا ہوا ہے ۔یہی بات رمضان کے روزوں سے متعلق ہے لیلۃ القدر سے متعلق ہے اعتکاف سے متعلق ہے زکواۃ سے متعلق ہے ۔اب رمضان کے روزے کی بات دیکھیں جیسے ہی رمضان مبارک کا مہینہ آیا نوے فیصد 90% لوگ کھانے پینے کے متعلق ہی سوچتے ہیں کہ فلاں فلاں کھجور لانا چاہئے فلاں میوہ پھل سبزیاں گوشت ہونا چاہئے فلاں شربت شیرینی ٹھنڈائی ہونی چاہئے ۔آج کل تو رمضان بازار بھی سجنے لگے ہیں جہاں صرف کھانا کھانا ہی ہوتا ہے جتنا دوسرے دنوں میں نہیں کھایا جاتا اتنا رمضان میں کھایا جاتا ہے چٹ پٹے ذائقہ دار کھانے ۔غیر اقوام سوچتی ہیں کہ رمضان کھانے کا مہینہ ہے بلکہ مسجد حرم مسجد نبوی اور مسلم ممالک کی مساجد وگلیوں میں افطار کے مناظر ہی ہوتے ہیں اور یہ اسلام پیش کررہے ہیں ہم غیر مسلموں کے سامنے ۔جبکہ اللہ تعالی نے روزہ کیوں فرض کیا اس پر کوئی نہیں سوچتا دھیان دیتا اور غور کرتا ہوا نظر نہیں آئے گا ۔جبکہ اللہ تعالی نے صاف اور واضح پیغام دیا ہے **یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ** اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو فرض کئے گئے ہیں تم پر روزے جیسے فرض کئے گئے تم سے پہلے لوگوں پر تا کہ تم متقی بن جاؤ (۱۸۳ البقرہ)۔یعنی روزے کا مقصد "**متقی بننا** ہے" اور خطاب ایمان والوں سے ہے اور لوگ مسلمان تو بن گئے ایمان والے نہیں بن سکے ۔یہ **متقی بننا** وہی ہے جس کا ذکر بقرہ کے شروع میں کیا گیا **یومنون بالغیب و یوقیمون الصلواۃ** غیب پر ایمان لانا اور عبادت قایم کرنا اور یہ عبادت نماز روزہ زکواۃ حج سبھی اس میں شامل ہیں ۔اور روزہ کی اس عظیم عبادت یا مقصد کو لوگوں نے کھانے پینے سے متعلق کردیا ایمان اور غیب کو بالکل بھلا دیا جس کا مرجع وبعبہ متقی وپرہیزگار ہونا ہے ۔یعنی جھوٹ سے دھوکہ فریب

سے ریا کاری سے دغابازی سے گناہوں سے ظلم وزیادتی سے اللہ کے احکام سے انحراف سے حرام وحلال کی تمیز سے جھگڑا وفساد سے بد نیتی سے دوسروں کوایذاوتکلیف دینے سے روزے کی حالت میں پرہیز کرنا تا کہ آگے کا آنے والا برس اسی کے مطابق چلیں اس کا خلاصہ بھی آگے کی آیت میں کردیا اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ چند دن گنتی کے معنی تربیت کے ٹریننگ کے اگلے پورے سال کی۔اور ماہ صیام کی ایک خصوصیت یہ کہ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ نادارغیب کوکھانا کھلانا اگرتم اسکی طاقت یاسکت رکھتے ہو۔مگر ہوتا کیا ہےغریب مسکین نادارکوکھانا کھلانے کے بجائے خودلذیذ ذایقہ دارکھانے اکھٹااورجمع کئے جاتے ہیں غریب نادار کے لئے وہی باسی بچاہوایا کم قیمت والااناج اور کپڑے دئے جاتے ہیں اورایسے ہوتے ہیں مسلمانوں کے روزے یعنی دین ایمان عبادت کوروح کو سمجھے ہی نہیں ایمان والے ہونے کا دعوی۔اورروزہ نہ صرف مومن کومتقی پرہیز گاربنانے کے لئے ہوتا ہے بلکہ یہ قرآن مجید کی قدرومنزلت کو پہچاننے اس کا احترام کرنے اس کے احکام فرائیض وواجبات کو جاننے سمجھنے کے لئے ہے کیونکہ یہ وہ مہینہ جس میں ان باتوں کو بتانے کا آغاز ہوا تھا نزول وحی کے ذریعہ اوراس کا جشن منانے زمین پر بے حساب ملا ئکہ وفرشتے آتے ہیں حضرت جبرئیلؑ کی معیت میں کہ زمین پر اللہ سبحانہ وتعالی کا قانون شریعت نازل ہوا تھا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى رمضان کا مہینہ جس میں نازل کیا گیا ہے قرآن لوگوں کی ہدایت کے لئے جس میں ہدایت کے متعلق روشن دلیلیں ہیں۔وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور بڑائی اورثناوحمد کرواللہ کی جس نے تمہیں ہدایت دی تا کہ تم اس کا شکرادا کرو۔اتنا ہی نہیں بتادیا کہ میں تمہاری ساری حرکتیں اوراعمال دیکھ رہاہوں کہ تم کتنے مخلص ہواور کتنے ریا کار وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اور جب آپؐ سے پوچھیں میرے بندے میرے متعلق تو کہو میں ان سے قریب ہوں۔

لیلۃ القدر کے تعین کامسلہ تو مہدی موعودؑ نے حل کردیا،لیکن رویت ہلال کامسلہ کیسے حل ہو؟پرانے وقتوں سے یہ مسلہ چلا آرہا ہے کہ وہاں چاندنظر آ گیا یہاں نہیں شریعت نے چاند کے نظر آنے کی حد مقرر کررکھی ہے اب اس کا کیا' کیا جائے سعودیوں نے کہدیا کہ روزہ ہے تو روزہ نہیں تو نہیں اب دین شریعت کے تابع نہیں سعودیوں وہابیوں آل سعود کے تابع ہے۔یہی مسلہ لیلۃ القدر کا ہے کہ اس تنازعہ کی وجہ سے جورات جس جگہ بطورلیلۃ القدر کے ادا ہورہی ہے وہ لیلۃ القدر ہے کہ نہیں؟ کہ جس رات آسمانوں سے فرشتے حضرت جبرئیل کی معیت میں آتے ہیں۔کل سعودیہ میں لیلۃ القدر ہوئی تو کل فرشتے آکر چلے گئے ہونگے ہمارے یہاں کیسے آئیں گے؟اس کا جواب حضورﷺ کے قول وبیان میں ہے وہ اس طرح کہ حضورﷺ نے طاق راتوں میں لیلۃ القدر کاہونا بیان فرمایااس طرح رمضان کے آخری عشرے میں یعنی 29,27,25,23 کی راتوں کوملا ئکہ کا آنا جانا لگارہتا ہوگا اس میں لیلۃ القدر کوحضرت جبرئیل کی معیت میں بھی یہ سلسلہ ہوگالہٰذا جس فردیا جماعت کویقین وایمان کے ذریعہ وہ رات میسر ہوگی اُن کے لئے وہی لیلۃ القدر ہے۔جوایک ہزارمہینوں سے بہتر ہے لیلۃ القدر کا معاملہ عالم غیب سے ہے جس پر یقین ہونا ضروری ہے کہ ہم نے اللہ کے حکم سے یہ رات گزاری ہے۔جیسے حج کا معاملہ ہے جنہیں نصیب ہوا ہوگیا' جنہیں نصیب نہیں' نہیں

ہوگا۔حضورﷺ کوخواب میں دیکھنا حقیقی دیکھنا ہے کیونکہ شیطان آپ کے حلیہ میں نہیں آسکتا یہ انبیا مرسلین اور اللہ کے خلیفوں کی خصوصیت ہے۔کوئی روایت ایسی نہیں کہ جس میں کہا گیا ہو کہ شیطان فلاں نبی رسول کے بھیس میں آیا ہو۔دوسرا اللہ کے دیدار کی کیفیت یہ کہ بندہ مومن کے ظرف مقام ومرتبہ کے لحاظ سے ہے جس کسی کو خدا نظر آئے وہ اس کا ذاتی تجربہ ہے اسے وہ الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔یہ تمام معاملات عمل اور اخلاص سے متعلق ہیں مہدی موعودؑ نے فرمایا ''باعمل مقبول' بےعمل مردود''۔جس کیا عمال جیسے ہونگے اُس کی کیفیت اور حصول مقصد ویسا ہی ہوگا۔نماز پڑھنا' حج کرنا' روزہ رکھنا لیلۃ القدر کا پڑھنا بندوں کا کام ہے اسے قبول کرنا یا نہیں وہ اللہ کی مرضی پر منحصر ہے وہ مرضی کا مالک ہے جسے چاہے جو دے وہ دے۔آدمؑ سے حضورﷺ کے پہلے تک ایک لاکھ چوبیں ہزار انبیاء آئے کسی کو دیدار نہیں کرایا دنیا سے اپنے پاس بلا کر پذیرائی نہیں کی' خواہش سبھی کی رہی ہوگی !مگر حبیب خداﷺ کو معلوم بھی نہیں تھا اچانک بلایا عالم بالا کی آسمانوں کی سیر بھی کرائی دیدار بھی کرایا اور اُمت کو نماز پنج گانہ فرض کرائی لمحوں میں آن واحد میں یہ اُس کی قدرت ہے۔جس کو جو دینا چاہے آن واحد میں لمحوں میں دے دیتا ہے جس کو نا دینا ہو صدیوں میں نہیں دیتا۔اللہ کے رسول کو جس نے مانا انہیں ایمان دیا جس نے نہیں مانا انہیں کفر شرک میں مبتلاء کر رکھا' اُمت محمدﷺ میں کروڑوں مسلمان ہیں جو عبادت اطاعت بھی کرتے ہیں ایمان بھی رکھتے ہیں مگر احسان کی دولت مصدق مہدوی کو دی دوسروں کو نہیں' خود مہدویوں میں مہدوی بہت ہیں مگر قربت خداوندی اور احسان کی دولت جس کو دینا ہے انہیں کو دیگا ہر کسی کو نہیں۔مسلمان بہت ہیں مومن کم' مومن بہت ہیں محسن کم' محسن بہت ہیں بصیرت بصارت والے بہت کم' یہی معاملہ لیلۃ القدر کا ہے جس کو عطا ہونا ہے ہو کر رہے گی۔انسان کی ساری عمر اور حیات میں ایک لیلۃ القدر بھی نصیب ہوگئی تو کافی وشافی ہے۔

واقعہ معراج کی روایتوں کو دیکھیں تو بات چند لمحوں کی تھی دروازے کی زنجیر ہل رہی تھی اتنی دیر میں حضور نبی کریمﷺ بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کر کے اور خدائے تعالی سے ملاقات کر کے آگئے۔لیکن واقعتاً یہ سفر صدیوں پر محیط تھا' دنیا والوں کے لے کاروبار کائنات معطل کر دیا گیا غیر متحرک کر دیا گیا سب کچھ جامد وساکت کر دیا گیا۔اسلام کی اس عظیم عظمت والے واقعہ کو انکار کی گنجایش نہیں ہوگی کیونکہ قرآن میں اصحاب کہف کا واقعہ بیان ہے جو حضورﷺ کے دنیا میں آمد سے 309 برس پہلے کا ہے جو سورہ کہف کی آیت 25 میں بیان ہے' مگر واقعہ کی تفصیل اسی سورہ کی 11, 12 اور 10 آیات میں ہے۔یہ واقعہ حضرت عیسی کے بعد عیسایوں کے سات 7 متقی نوجوانوں کے ساتھ پیش آیا جو اُس وقت کے مشرک رومی بادشاہ کے ظلم جبر واستبداد سے تنگ آکر ایک غار میں جاکر چھپ گئے اللہ تعالی نے ان پر غنودگی طاری کر دی اور سو گئے اور تین سو 300 برس تک سوتے رہے' جب جاگے تو انہیں بھوک محسوس ہوئی انہوں نے ایک ساتھی کو بازار کھانا لانے بھیجا' وہ ساتھی جب بازار گیا تو حالات یکسر بدل چکے تھے نہ وہ لوگ تھے نا ماحول بلکہ جب اس نے کھانا خریدنے کے لئے سکے دئے تو لوگ شک اور تعجب میں پڑ گئے اور چہ مہ گویاں کرنے لگے یہ کون ہے کہاں سے آیا ہے بات وقت کے حاکم تک پہنچ گئی تحقیق ہوئی تو پتہ چلا کہ تین سو برس پرانا سکہ ہے اور یہ اُس قوم کے وہی نوجوان

ہیں جو شرک بادشاہ کے ڈر سے غار میں چھپ گئے تھے تا کہ یکسوئی کے ساتھ خدا کی عبادت کر سکیں۔ اور ایک واقعہ حضرت یونسؑ کا ہے کہ خدا کی مرضی کے مطابق قوم کی اصلاح اور تبلیغ کرنے کے بجائے جلد بازی میں خدا سے عذاب طلب کرلیا اور وہاں سے نکل پڑے کشتی میں جب طغیانی آئی تو لوگوں نے قرعہ نکالا اور حضرت یونسؑ کو دریا میں ڈال دیا اور مچھلی نے انہیں نگل لیا' حضرت قتادہؓ کا قول ہے کہ تین 3 دن مچھلی کے پیٹ میں رہے امام جعفر صادقؒ کا قول ہے کہ سات 7 دن مچھلی کے پیٹ میں رہے ابو مالک کا قول ہے کہ چالیس 40 دن مچھلے کے پیٹ میں رہے۔ اور بائیبل کے باب Jona 1:17 میں ہے کہ تین دن رہے قرآن وحدیث میں یہ تفصیل نہیں ہے سورہ الصفات 139-148 میں۔ عیسائی حضرت عیسی کے علاوہ اگلے نبیوں کا اقرار کرتے ہیں مسلمان تمام انبیاء کا اقرار کرتے ہیں مگر یہودی داؤدؑ سلیمان موسیٰ ابراہیمؑ کے بعد کے نبیوں کا اقرار نہیں کرتے خصوصاً حضرت عیسیٰ اور حضور ﷺ کا انکار کرتے ہیں۔ یہودی کا لفظ یہودا سے ہے جو ابراہیمؑ کے فرزند اسحاقؑ کی اولادوں میں ایک بادشاہ جوڈا تھا اسی سے یہودا بعد میں یہودی ہوئے اور یہ حضرت موسیٰؑ ہارون کو مانتے ہیں۔ مگر حضرت داؤدؑ پر نازل زبور اور موسیٰ پر نازل توریت کو مانتے ہیں اور سلیمانؑ کی بنائی دیوار گریہ جو بیت المقدس میں اسے مقدس مانتے ہیں۔ چونکہ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے مل کر کعبہ بنایا اسے مقدس اس لئے نہیں مانتے کیونکہ وہ اسمٰعیلؑ کو ابرہیم کی نسل کا نبی نہیں مانتے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ

آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین ....(المایدہ ۳) اس آیت کریمہ کے تعلق سے کچھ وضاحتیں تفسیر و احادیث میں دیکھنا ضروری ہے۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ سورۃ المایدہ اس وقت نازل ہوئی جب حضور ﷺ حدیبیہ سے لوٹ رہے تھے اس کا کچھ حصہ حجۃ الوداع کے موقع پر اور کچھ حصہ فتح مکہ کے موقع پر نازل ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ سے نقل ہے کہ یہ آیت حضور ﷺ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپؐ عرفات میں جمعہ عرفہ کے دن وقوف کئے ہوے تھے۔ **بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جو حضور ﷺ مقام عرفات میں وقوف کئے ہوئے تھے تو جبرئیل امینؑ حاضر خدمت ہوئے۔ آپؐ ہاتھ اُٹھائے ہوئے تھے جبکہ مسلمان دعا کر رہے تھے (یہ آیت سنائی دی) ''تمہارے لئے حلال وحرام کے احکام کو مکمل کر دیا۔'' اس کے بعد کوئی حلال وحرام کا حکم نازل نہیں ہوا**۔ سورہ المایدہ شروع ہی ہوتی ہے حرام وحلال کے بیان سے اور سورہ المایدہ کی ابتداء ہی اس بیان سے ہوئی ہے اور اس کے شروع کی پانچ آیات انہیں احکام پر ہیں۔ اس تیسری آیت میں ہے کہ **وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ لِ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا** پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کرلیا ہے تمہارے لئے اسلام بطور دین۔ حضرت کعب الاحبارؓ عنہ نے کہا اگر یہ آیت اس اُمت کے علاوہ کسی اور اُمت پر نازل ہوتی تو اس دن وہ اجتماع کرتے جس دن یہ نازل ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ کون سی آیت ہے کعبؓ؟ آپؓ نے یہی آیت بتائی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک یہودی نے کہا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن عید بنا لیتے۔ **حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہ آیت دو عیدوں میں نازل ہوئی وہ دن جمعہ کا تھا اور عرفہ کا دن تھا**۔ حضرت

امام جریر اور ابن منذرؒ نے امام شعبی سے قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت رسول اللہؐ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ میدان عرفات میں وقوف کئے ہوئے تھے لوگ حضورؐ کے ارد گرد تھے دور جاہلیت کے مینار اور ان کے مناسک ختم ہو گئے شرک میں ضعف پیدا ہو گیا (ختم نہیں ہوا تھا) اس سال کسی مشرک نے بھی حضورؐ کی معیت میں بیت اللہ شریف کا طواف نہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر طبری ۶/ ۹۸) ابن جریرؒ نے حضرت قتادہؓ سے قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالی نے ان کے لئے دین کو خالص کر دیا ہے۔ اور مشرکوں کو بیت اللہ سے دور کر دیا ہے ..... یہ جمعہ کا دن تھا جب اللہ تعالی نے مشرکوں کو مسجد حرام سے دور کر دیا اور حج مسلمانوں کے لئے خالص کر دیا (طبری) امام ابن جریر اور ابن منذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ مشرک اور مسلمان اکھٹے بیت اللہ کا حج کرتے تھے۔ جب سورہ برات نازل ہوئی تو مشرکوں کو بیت اللہ شریف سے روک دیا گیا مسلمانوں نے بیت اللہ کا حج کیا۔ یہی اللہ تعالی کی نعمت کی تکمیل ہے اللہ تعالی کے اس فرمان کا بھی یہی مطلب ہے (طبری ۶/ ۹۸) تفسیر قرطبی میں ہے کہ اس آیت کے تعلق سے نبی کریم ﷺ جب مکہ میں تھے تو اس وقت صرف نماز فرض تھی جب مدینہ تشریف لائے تو اللہ تعالی نے آپؐ کے حج کرنے تک حلال اور حرام (کے احکام) نازل کئے جب آپؐ نے حج فرمایا اور دین مکمل فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی (قرطبی جلد ۳/ ۴۷۵)

اگر سورہ المایدہ غور سے پڑھیں تو ساری سورۃ میں بنی اسرائیل کی ضدہٹ دھرمی نافرمانی حکم عدولی کا بیان ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حرام وحلال کا بیان ہے ساری سورۃ اسی بیان پر ہے ۔ اور اس سورہ میں جس نعمت کا بیان ہے وہ بہ ظاہر اسلام اور قرآن کا نزول ہے۔ اور اگر غور سے دیکھیں تو صرف آیت ۵۴ میں ایک قوم کو لانے کا وعدہ ہے جو اللہ کے کسی بھی حکم کا انحراف نہیں کریگی جن سے اللہ محبت کریگا اور وہ قوم اللہ سے محبت کریگی۔

یہاں معلوم یہ ہوا ہے کہ ہجرت کے بعد حلال اور حرام کے احکام مکمل کر دئے گئے اور جب حضور ﷺ حجۃ الوداع پر گئے تو اس وقت مشرکین کو کعبہ میں داخل ہونے اور طواف کرنے سے روک دیا گیا اس طرح مکہ میں صرف نماز پڑھی جاتی تھی ہجرت کے بعد مدینہ میں زکواۃ روزہ اور حج جو فرائض اسلام ہیں ان کی تکمیل ہوگی۔ سورۃ المایدہ جس میں یہ آیت ہے اس کا نزول 112 ہے اس کے بعد سورہ توبہ 113 جو السبع الطوال والی سورتوں میں شامل ہے اور آخری سورہ النصر 114 نازل ہوئی ہے۔ دین کی تکمیل کے اعلان کے بعد ان دو سورتوں کا نازل کیا جانا صاف بتاتا ہے کہ حلال وحرام کے احکام کی تکمیل ہوئی ہے۔ اگر دین کی تکمیل ہو ہی گی تو پھر حضرت مہدی کا آنا یا حضرت عیسی علیہ السلام کا دوبارہ آنا کس لئے؟؟ دین میں آخر کیا کمی رہ گی یا دینداروں میں کمی رہ گی؟؟ دونوں حالتوں میں ایک خلیفۃ اللہ اور ایک سابق نبی اور خلیفۃ اللہ کا آنا کس لئے ہوا ہے؟ اب ذرا تفسیر قرطبی میں سورہ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ جو قرآن کی آخری نزول 114 سورۃ ہے سے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ: یہ سورۃ حج الوداع کے موقع پر منٰی میں نازل ہوئی پھر یہ آیت نازل ہوئی اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ (المایدہ ۳) نبی کریم ﷺ ان دونوں کے نزول کے بعد اسی 80 دن تک حیات رہے (درمیان میں) پھر کلالہ سورۂ نساء کی آخری آیت (لاولد کی

وراثت کے بارے میں؟)قُلِ اللّٰهُ یُفۡتِیۡکُمۡ فِی الۡکَلٰلَةِ .... اللہ تعالیٰ تمہیں فتویٰ دیتا ہے کلالہ (کی میراث) کے بارے میں اگر کوئی آدمی فوت ہو جائے نہ ہو جس کی کوئی اولاد.....النساء ۱۷۶ نازل ہوئی اس کے بعد آپؐ پچاس 50 دن (اس درمیان) پھر سورہ توبہ آیت ۱۲۸ لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ نازل ہوئی اس کے بعد آپؐ پینتیس 35 دن حیات رہے پھر (اس درمیان)البقرہ آیت ۲۸۱ وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِیۡهِ اِلَی اللّٰهِ نازل ہوئی اس کے بعد آپؐ اکیس 21 دن حیات رہے۔قرطبی میں جو حیات کے دن گنائے ہیں اس میں اختلاف ہے البتہ سورہ النصر کے بعد المایدہ کی تکمیل دین کی آیت اور اس کے بعد لگ بھگ تین ماہ کے سورہ نساء کی کلالہ کی آیت اس کے ڈیڑھ ماہ بعد سورہ توبہ کی آیت اس کے پندرہ دن بعد سورہ بقرہ کی آیت اس کے بعد اکیس دن بعد آپ کا دنیا سے پردہ فرمانا بتا رہا کہ دین کی تکمیل اور آپ کی وفات کے اعلان کے بعد بھی تین سورتوں کی تین آیات نازل ہوئیں جس کے ایک میں میراث لاولد کا حکم آیا ہے اس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ تکمیل دین کا حکم حرام وحلال کی تکمیل کا تھا نہ کہ تمام اعمال واحوال دین کا نہیں۔یہی وہ ایام ہیں جس میں حضرت جبریئل علیہ اسلام اور آپ ﷺ کے درمیان سوال وجواب میں اسلام ایمان احسان اور قیامت کے متعلق سوال وجواب ہوئے تھے اس کو حدیث جبریئل اور حدیث احسان کہا گیا ہے۔یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تکمیل دین کے حکم کو احسان یا دیدار کے بیان کے درمیان بیان کیا ہے۔معنی یہ کہ تکمیل دین بصیرت یا دیدار کے بیان اور تعلیم کے ساتھ مکمل ہوا ہے۔

دین کی تکمیل اس بات سے ہوئی کہ: امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعیدؓ سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اب سرزمین (عرب) میں اس کی عبادت کی جائے گی۔لیکن وہ تم سے ایسی باتوں پر راضی ہوگا جن کو تم حقیر جانتے ہو (معنی وہ تم سے ایسے اعمال سے گناہ کرائے گا کہ تمہیں احساس نہ ہوگا کہ تم اللہ کی نافرمانی کرر ہے ہو)امام بیہقی نے ہی حضرت ابن مسعودؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان اس امر سے مایوس ہو چکا ہے کہ **"عرب"** کی سرزمین میں بتوں کی عبادت کی جائے گی۔لیکن وہ تم سے اس کے علاوہ ایسی چیزوں سے خوش ہوگا جن کو تم حقیر جانتے ہو جبکہ یہ چیزیں قیامت کے دن ہلاکت کا سبب ہونگی۔جہاں تک ہو سکے مظالم سے بچو (شعب الایمان ۴۵۵)

امام ابن شیبہ اور ابن جریر نے حضرت عنترہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت **اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ** ...**حج اکبر کے دن نازل ہوئی تو حضرت عمر** رضی اللہ عنہ رونے لگے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا تجھے کونسی چیز رُلا رہی ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم اس حال میں تھے کہ ہمارے دین میں اضافہ ہوتا تھا اب یہ مکمل ہو گیا۔کوئی بھی چیز جب مکمل ہوتی ہے تو اس میں کمی آنا شروع ہو جاتی ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا تو نے سچی بات کہی (طبری ۹۶/۶)حضور ﷺ کا حضرت عمرؓ کی بات کا تائید کرنا بتا رہا ہے'' **دین کے مکمل ہونے کے بعد اس میں کمی"** کا واقع ہونا کیا معنی؟۔امام احمدؒ نے حضرت علقمہ بن عبداللہ مزنیؒ سے روایت نقل کی ہے کہ: مجھے ایک آدمی نے بیان

کیا کہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں تھا آپؓ نے قوم کے ایک آدمی سے پوچھا کہ تو نے رسول اللہ ﷺ کو اسلام کی کیسی صفت بیان کرتے ہوئے سُنا۔ تو اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ اسلام جذع (جانور کے چھوٹے بچے) کی طرح ظاہر ہوا پھر دو دانت والا پھر چار اور پھر چھ دانت والا پھر کچلیاں نکالنے والے کی طرح ہوگیا (یعنی لاغر و کمزور جانور کی طرح) حضرت عمرؓ نے فرمایا کچلیاں نکالنے کے بعد نقصان ہی ہے۔ (کنز العمال جلد ۱/۳۹۲) جب دین مکمل ہوگیا تو پھر دین کی حالت ایسے کیوں ہے؟؟

اب تفسیر قرطبی صفحہ جلد ۲/۴۷۶ میں وضاحت دیکھیں اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ کے تعلق سے ''الدین'' سے مراد وہ شرائع ہیں جو ہمارے لئے ''مشروع'' و ''مفتوع'' ہوئیں کیونکہ یہ شرائع تھوڑی تھوڑی نازل ہوئیں اور آخر میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد کوئی حکم (حلال و حرام) نازل نہیں ہوا۔ اور جمہور علماء کا قول ہے کہ: اس سے مراد بڑے بڑے فرائض اور تحلیل تحریم ہیں **۔اس کے بعد بھی بہت سارا قرآن نازل ہوا اور آیت ربا نازل ہوئی، آیت کلالۃ نازل ہوئی، پس دین کا بڑا حصہ اور حج کا امر مکمل ہوا۔**..... شاید کوئی کہنے والا کہے کہ اللہ تعالی کا ارشاد **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُم** اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے یہ دین کامل نہ تھا یہ اس بات کا موجب ہے کہ پہلے جتنے مہاجرین و انصار فوت ہو گئے اور وہ لوگ جو بدر و حدیبیہ میں حاضر تھے اور رسول اللہ ﷺ کی دونوں بیتیں کی تھیں اور انہوں نے اللہ تعالی کے لئے اپنے نفسوں کی قربانی دی تھیں اور ساتھ ساتھ بڑی مشقتیں برداشت کی تھیں (کیا؟) وہ لوگ ناقص دین پر فوت ہوئے تھے اور اللہ کے رسولؐ اس عرصہ تک (نعوذ باللہ) ناقص دین کی طرف دعوت دیتے رہے اور یہ مسلم ہے کہ نقص، عیب ہے اور اللہ کا دین قیم ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا دیناً قیماً اس سے مراد یہ ہوگا کہ میں نے اس دین کو اس انتہائی حد تک پہنچایا جو میرے نزدیک تھی جس کا میں نے فیصلہ کیا اور جس کا میں نے اندازہ کیا اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پہلے اس میں ایسا نقص تھا جو عیب شمار ہوتا اور یہ نقصان مقید کے ساتھ موصوف ہوتا ہے۔ اور ایک وجہ **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُم** سے مراد یہ ہے اللہ تعالی نے لوگوں کو اس حج کی توفیق بخشی جس کے علاوہ ان پر اور ارکان دین باقی نہ تھے .... اسلام کی بنیاد پانچ احکام پر ہے صحابہؓ نے کلمہ شہادت بھی دی، نماز بھی پڑھی، زکواۃ بھی دی، روزے بھی رکھے جہاد بھی کیا عمرہ بھی کیا لیکن حج نہیں کیا تھا۔ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کیا تو اللہ تعالی نے یہ ارشاد نازل کیا...... اس سے یہ مراد لیا کہ ان کے لئے دین کی وضع کو مکمل کیا۔ اس میں دلالت ہے کہ تمام طاعات دین ایمان اور اسلام ہے۔ اب اس کے بعد مسند امام ابوحنیفہؒ میں حدیث احسان کی وضاحت دیکھیں کہ: حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کی زبانی تکمیل دین کا جو وعدہ فرمایا تھا اس کا خلاصہ صحابہ رضی اللہ اجمعین کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا اس بناء پر اس مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اُمت کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے اور حضور ﷺ سے اسلام ایمان اور احسان اور آخر میں قیامت پر گفتگو فرمائی تھی۔ یہ معاملہ حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے سے اکیاسی 81 دن پہلے کا ہے۔ اس طرح **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُم** اور حدیث احسان کے

معاملات ایک دوسرے سے منسلک ہیں ۔معنی یہ کہ تکمیل دین کی خاتمیت احسان یا دیدار کی طلب پر ہوئی ہے ۔

اب دوبارہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی کی حقیقت پر نظر کر لیتے ہیں ۔سورہ فتح قرآن مجید میں 48ویں سورۃ ہے سورہ المایدہ پانچویں 5 ۔مگر سورہ فتح کا نزول 111 ہے اور سورہ المایدہ کا نزول 112 ۔ان دونوں سورتوں کی ایک اہم حقیقت پر غور کریں سورہ فتح کی آیت نمبر چار ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِھِمْ وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا (فتح ۴) وہی ہے جس نے اتاری سکینہ (تسلی) دل میں مومنوں کے تا کہ وہ بڑھائے ایمان اُن کے (پہلے والے) ایمان کے ساتھ اور آسمان اور زمین کے لشکر (موجودات) اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی جاننے والا حکمت والا ہے ۔یہاں 1) السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ اور 2) لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِھِمْ اور 3) وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔اس آیت مبارکہ کے ان 3 اجزاء پر غور کریں 1) دل میں سکون اتارنا 2) **ایمان کے دیے جانے کے بعد ایمان کا اور بڑھانا** 3) آسمان وزمین کے لشکر (موجودات) کا اللہ کی ملکیت کا ہونا ۔ایمان تو ایمان ہوتا ہے اس کا بڑھنا گھٹنا کیسا؟ اس کا مطلب ہے ایمان کے بھی درجات ہیں ایک بڑھا ہوا ایمان دوسرا گھٹا ہوا ایمان ۔اس آیت مبارکہ میں ایمان بڑھانے کی بات ہے ۔اسلام دیا گیا ایمان دیا گیا اس کے بعد ایمان کا بڑھانا کسی مخصوص حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے وہ ہے عبادات وریاضات اطاعات واعمال کے علاوہ ایمان کا بڑھانا دین کی تکمیل کے بعد معرفت الٰہی کا حصول ہے جسے قرآن میں اپنے رسول کے ذریعہ بصیرت پر بلانا کہا گیا بعد میں اپنے خلیفۃ اللہ اور تابع تام رسول اللہ ﷺ سے ''طلب دیدار'' کہا گیا ۔مہدی موعودؑ نے فرنایا ایمان گھٹتا بڑھتا ہے ۔بیہقی نے دلایل میں حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر بیان کی ہے سکینہ سے مراد رحمت ہے (ہم کہتے ہیں اللہ کا نور یا اللہ کا دیدار قلب سے) **ایمان کے بعد ایمان کا بڑھانا** جب مومنوں نے ایمان قبول کیا تو اللہ نے نماز زکواۃ روزے اور حج کا اضافہ کیا ۔اس طرح دین مکمل کیا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اس آیت کو حضرت ابن عباسؓ نے سورہ فتح کی ۴ویں آیت سے جوڑا ہے یا اس کے ضمن میں بیان کیا ہے ۔اسی کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ سورہ فتح کی آیت ۴ میں جس سکون قلب، ایمان کے بعد ایمان کے بڑھانے اور آسمان وزمین کی موجودات میں اللہ کے نور کے ظہور کی حقیقت کی تکمیل کے احوال واعمال جیسے تقوی، توکل، ترک حب دنیا، عزلت از خلق، صحبت صادقین، ذکر دوام کے ساتھ ''طلب دیدار'' سے منسلک ہے جو تعلیمات مہدی موعود آخر الزماں خلیفۃ ہیں، **یہی ہے ایمان کے بعد ایمان کا بڑھانا** (مومن بننے کے بعد اس سے زیادہ بڑے مومن بننا) جو اللہ تعالی کی قدرت کی نشانیوں سے میسر ہے ''تو اللہ کی اس طرح عبادت کر کہ گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے، یا اتنا جان کے اللہ تجھے دیکھ رہا ہے'' یہ باتیں اللہ تعالی کی قدرت میں غور کرنے سے پیدا ہوتی ہیں ۔سورہ الفتح نزول 111 میں یہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالی نے اس کے بالکل بعد والی سورہ 112 المایدہ کی بالکل 3 تیسری آیت میں تکمیل دین کی بات کرتے ہوئے اللہ تعالی نے وَاتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کردی کا بیان کیا

ہے یعنی تکمیل دین کا معاملہ قلب سکینہ' ایمان کے بعد مزید ایمان کا بڑھانا ''طلب دیدار'' کے ذریعہ اللہ تعالی کی قدرت اورنور السموات والعرض میں غور کرنے پر ہے۔ **اسی کے بعد اتمام نعمت ہے۔ جیسے اللہ کا فرمان ہے قرآن کی کوئی آیت کسی دوسری آیت کی تطبیق ہے اس طرح سورہ فتح نزول 111 کے بعد سورہ المایدہ نزول 112 میں اتمام نعمت یا تکمیل دین کی بات بتائی ہے اللہ تعالی نے** ۔اس طرح تکمیل دین ختم رسالت ﷺ کے بعد ختم ولایت مقیدہ مخصوصہ بعثت مہدی موعودؑ سے مربوط اور منسلک ہے ۔ایسی باتیں وہی مومن قبول کرتے ہیں جن کا ایمان بڑھا ہوا ہو' انکار کرنے والے تو انکار ہی کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا سورہ انعام آیت ۴۔۵ میں ''چنانچہ اب جو حق اُن کے پاس آیا تو اسے بھی انہوں نے جھٹلایا'' آ گے اور وضاحت کر دی کہ 'اگر لکھی (ہوئی) کتاب بھی نازل کرتے تو (یہ لوگ) انکار کرتے' اور کہتے یہ تو صریح جادو ہے'' (آیت ۷)۔ایسے لوگ طلب دیدار کی حقیقت کا اقرار کیسے کریں گے؟ ۔سورہ النساء میں کہا کہ ''وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دے ''' (سورہ نسا ۱۶۵) جیسے نبی رسول پیغمبر خلیفۃ اللہ و دیگر جو اعلی مراتب کی وجہ سے بارگاہ خداوندی میں مقرب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالی نے جتنے صحایف نازل کے اور جو دین حنیف یا اسلام بندوں کے لئے پسند فرمایا اُن میں نقص انسانوں نے پیدا کیا شریعتوں کے احکام اور احوال کو بدلا تا کہ اپنے خیالات اور مرضی کے مطابق دنیا میں زندگی گزاریں۔اللہ کے بھیجے ہوے دین میں نقص نہیں ہوتا لوگ اپنے ناقص خیالات کو دین کا حصہ بنا لیتے ہیں ۔یہی بات اسلام میں ہوئی **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** ایعنی دین کے احکام جو فرایض حلال حرام کے تھے وہ اللہ تعالی نے قرآن میں مکمل نازل کر دئے بعد میں ان میں لوگوں نے کمی زیادتی شروع کر دی اسی کے ساتھ معرفت الہی کے باب میں بھی بدعملی پیدا کر دی اس لئے شریعت کے صحیح رہنما اُصول کو دوبارہ اللہ کی منشاء مراد مرضی کے مطابق بتانے کے لئے اور لفاظی مباحث رسم و بدعت کو مٹانے کے لئے اللہ تعالی نے مہدی موعود آخرالزماں کا وعدہ فرمایا اس طرح دین کی تکمیل عالموں پر نہ ہو کر خلیفۃ اللہ کی رہنمائی پر ہوئی ہے ۔

دین کی تکمیل کی حقیقت کو اور اچھی طرح سمجھنے کے لئے ہمیں نزول قرآن کی آخری سورہ النصر 114 کی روایتوں کو غور سے پڑھنا چاہئے جب اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی خوش ہوئے اور عباسؓ رونے لگے تو نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا: اے چچا جان! تجھے کس چیز نے رُلایا ہے؟ عرض کی: آپ کو آپ کے وصال کی خبر دی گئی ہے فرمایا: بات اسی طرح ہے جس طرح تو کہتا ہے: اس کے بعد آپؐ ساٹھ دن حیات رہے جن میں آپ کو کبھی مسکراتے نہیں دیکھا گیا ۔اور فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ تو اپنے رب کی حمد کرتے ہوے اس کی پاکی بیان کیجئے اور مغفرت طلب کیجئے۔حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بِحَمْدِ رَبِّکَ کا معنی حمد کرتے ہوے اللہ کی تسبیح بیان کیجئے وَاسْتَغْفِرْهُ اور اللہ سے مغفرت طلب کیجیے ہے ۔فَسَبِّحْ کا معنی اللہ کی پاکی بیان کیجیے (ہمیشہ ذکر کرتے رہئے) ہے ۔یعنی دین کے احکام مکمل ہوئے اب اپنے رب کی تسبیح و تمجید میں لگے رہیں (ذکر کثیر یا ذکر دوام) ان سب کے بیان کرنے سے ہمارا مطلب اُس

حقیقت کو بتانا ہے کہ حضرت جابرؓ نے لوگوں کے اختلاف اورافتراق کے بارے میں بتایا اورو نے لگے اور کہتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشادفرماتے ہوئے سنا کہ: ان الناس دخلو انی دین الله افواجا و یخرجون من دین الله افواجا معنی لوگ اللہ کے دین میں (جس طرح) جماعت در جماعت داخل ہوئےاور عنقریب اللہ کے دین سے (اسی طرح) جماعت در جماعت نکلیں گے۔اور بعد میں یہی ہوا بھی اسی لئے اللہ تعالی نے احکام کے تمام نزول کے بعد ''حمد''یعنی تسبیح ''ذکر کثیر'' کا حکم دیا جس کا اعادہ نویں صدی میں دوبارہ ہوا ہے۔اورروایت ہے کہ اس سورۃ کے نزول کے بعد حضو ﷺ کی عبادت میں شدت آگئی قدم مبارک سوجھ جاتے جسم کمزور ہوگیا مسکراہٹ ختم ہوگئی اوررونا زیادہ ہوگیا۔آپ نے اتنی مشقت اُٹھائی کے کہ اس سے پہلے نہیں اُٹھائی۔

اب ذرااس حدیث مبارک کو بھی دیکھ لیں **کیف تھلک امتی انا فی اولھا و عیسی ابن مریم فی 'اخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا** ۔ کیسے ہلاک ہوگی امت میں جس کے اول میں ہوں اور عیسی ابن مریم جس کے آخر میں ہیں اور مہدی میری اہل بیت سے جس کے درمیان ہیں۔سوال یہ ہے کہ جب دین مکمل ہوگیا تو اُمت کوکس ہلاکت سے بچانے کا جتن کیا گیا ہے مہدی وعیسی کے ذریعہ؟اس کا جواب پہلے بیان کردہ حدیث میں ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم اس حال میں تھے کہ ہمارے دین میں اضافہ ہوتا تھا اب یہ مکمل ہوگیا۔کوئی بھی چیز جب مکمل ہوتی ہے تو اس میں کمی آنا شروع ہوجاتی ہے۔حضو ﷺ نے فرمایا تو نے سچی بات کہی (طبری ۶/ ۹۶) حضو ﷺ کا حضرت عمرؓ کی بات کی تائید کرنا بتا رہا ہے'' **دین کے مکمل ہونے کے بعد اس میں کمی**'' کا واقع ہونا ایک فطری بات ہے۔ورنہ کیا بات ہے کہ ایک ایک بعد ایک انبیاء ومرسلین آتے رہے۔حضرت عیسیؑ ایک جلیل القدر پیغمبر گزرے ہیں دوبارا تشریف لاینگے تو ان کی حیثیت یا مقام کیا ہوگا؟ جب کوئی ایک حاکم جا چکا ہے وہ ایک شریعت کو جاری کرنے والا ہی کیوں نہ ہو انہیں کسی بڑے اور معزز ایک دوسرے حاکم کی مملکت یا اس کے قلمرو میں بھیجا جائے یا انہیں بلایا جائے لایا جائے کسی دوسرے مقصد کے لئے تو کیا ان کا مقام ومرتبہ گھٹایا یا بڑھایا نہیں جاتا بلکہ انہیں ان کے شایان شان کوئی مقام دیا جاتا ہے ۔حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا کئے گئے حضرت عیسی ماں کی کوکھ سے بغیر باپ جو مٹی سے ہی پیدا کئے جانے کی صورت ہے آخر انتہا میں بلایا جانا کسی مقصد کے تحت ہی تو ہوگا۔یہ مقصد خاتم الانبیا کی نبوت اور ولایت کی عظمت اور ختمیت کے اعلان کے لئے ہوسکتی ہے۔حضرت عیسی علیہ السلام کی نبوت کی حیثیت ان کو پہلی دی گئی نبوت سے کسی طرح کم یا ذیادہ نہیں ہوسکتی اس طرح تو ہر نبی ورسول کی عظمت وتوقیر میں کمی و ذیاتی کا گمان پیدا ہوجائے گا۔آپؑ کا دوبارہ دنیا میں آنا سلسلہ حیات کے خاتمہ کا اعلان ہے کیونکہ روایتوں میں ہے کہ قیامت دنیا کے بدترین لوگوں پر قایم ہوگی ان بدترین میں وہ لوگ بھی شامل ہونگے جنہوں نے دجال کا ساتھ دیا ہوا اورروایتیں یہ بھی بتاتی ہیں کہ مسلمانوں کے گروہوں کے کچھ لوگ قرب قیامت دجال سے جا ملیں گے جو آج دکھائی دے رہا ہے کہ مسلمان کے کئی عالم اور حکمران مسلمانوں کے مخالفین کی کھلی حمایت کررہے ہیں۔جب تک زمین پر اللہ تعالی کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے ہونگے قیامت نہیں آئے گی۔حضرت عیسی علیہ السلام کو دوشرف حاصل ہونگے ایک بحیثیت سابق نبی دوبارہ دنیا میں

آنے کی اور دوسری اُمت محمد مصطفیٰ ﷺ کے درمیان اصلاح وتبلیغ کی اور یہ شرف ان سے پہلے خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ مہدی موعود آخرالزماں کو حاصل ہو چکا ہوگا کہ **وہ اللہ کے خلیفہ بھی ہیں اور اللہ کے رسول کی متابعت میں اُمت کے مصلح ومبلغ بھی۔**

وحی الٰہی کا نزول بقدر ضرورت نازل ہوا کرتا تھا، کبھی چند آیات نازل ہوتیں کبھی ایک آیت کبھی پوری سورۃ نازل ہوتی، مکمل ایک پوری سورۃ سورہ فاتحہ اور سورۂ انعام ہیں جو ایک بار تمام کی تمام نازل ہوئیں۔ سورہ انعام ایک مرتبہ مکمل نازل ہونے کے باوجود اس کی 151 سے 153 یعنی کل تین آیات مدینے میں نازل ہوئیں حالانکہ سورہ انعام کا نزول 55 ہے یہ مکہ میں عطائے نبوت کے آٹھ سال کے آس پاس کے بعد کا زمانہ ہے اس کے بعد مدینہ میں یہ تین آیات کا نازل ہونا بتاتا ہے کہ کس طرح احکام یا آیات کا نزول ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ سے نقل ہے کہ سورۃ انعام بیک وقت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تین آیات کے سوا یہ ساری سورت مکی ہے۔ جبکہ تفسیر قرطبی میں چھ 6 آیات کا ذکر ہے اسے ہم بعد میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات کرنا مقصود ہے کہ قرآن کا نزول کس مقصد کے لئے ہوا ہے بظاہر سورتیں مکی مدنی ہیں لیکن ! ان میں کچھ ایسے احکام بھی بتائے گئے ہیں جو وضاحت طلب تھے اس لئے تکمیل دین کا معاملہ غور طلب ہے کیونکہ سورۂ المایدہ نزول کے اعتبار سے 112 ہے اس کی 3 تیسری آیت ہے **اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ** ہے اب دیکھیے اس کے بعد سورہ توبہ نازل ہوتی ہے جو نزول قرآن کی 113 ویں سورۃ ہے اور 114 سورہ النصر آخری سورۃ ہے۔ سورہ توبہ السبع الطّوال میں شامل ہے اس میں 129 آیات اور 16 رکوع ہیں۔ اس تکمیل دین کی آیت کے بعد 126 آیات ہیں اور یہ کتنی مدت میں نازل ہوئے وہ تو معلوم نہیں اس کے بعد النصر سورۃ ہے جس میں نبی کریم ﷺ کو پیغام دے دیا گیا کہ رخت سفر باندھیں اور ہمارے حضور تشریف لائیں۔ اس آیت سے پہلے کہا ہے کہ **اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ** آج مایوس ہو گئے ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا تمہارے دین سے سو نہ ڈرو تم ان سے اور ڈرو مجھ (اللہ) سے۔ یعنی یہاں کفر اور ایمان کے درمیان حد فیصل قائم کر دی گئی اور دین کو مکمل کر دیا اب آگے تم کفر والحاد میں نہ پڑنا بلکہ ایمان کی ترقی کی راہ پر لگ جانا ہے۔ اب یہاں اس کی مثال دیکھیں سنت رسول ﷺ سے کس طرح دوری شروع ہوتی ہے اور بدعات شروع ہوتی ہیں اور آج کا ماحول چھوڑ ہی دیں صحابہؓ کے زمانے میں دیکھیں۔ مسند دارمی میں ہے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے اور کہا، اے ابوعبدالرحمٰن ! بلاشبہ میں مسجد میں ابھی وہ شے دیکھی ہے جس کو میں نے ناپسند کیا اور الحمدللہ میں نے خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھا، انہوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا: اگر آپ زندہ رہے عنقریب آپ اسے دیکھ لیں گے میں نے مسجد میں ایک قوم کو مختلف حلقوں میں بیٹھے ہوئے دیکھا ہے وہ نماز کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہر حلقے میں ایک آدمی ہے اور ان کے ہاتھوں میں سنگریزے (کنکریاں) اور وہ انہیں کہہ رہا ہے: سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھو چنانچہ وہ سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا: تو پھر انہیں (آپؓ) نے کیا کہا؟ انہوں نے بتایا: میں نے انہیں کچھ نہیں کہا آپؓ کی رائے اور حکم کا انتظار کیا۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم نے انہیں حکم نہیں دیا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں اور میں ان کے لئے ضامن ہوں یہ عمل ان کی

نیکی کوضایع نہیں کریگا' پھر ہم چلے یہاں تک کہ وہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے میں آئے اور فرمایا: یہ کیا ہے جو میں تمہیں کرتے دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! یہ سنگریزے ہیں ہم ان کے ساتھ تسبیح (تکبیر و تہلیل) شمار کر رہے ہیں تو آپؓ نے فرمایا: تم اپنے گناہوں کو شمار کرو.......... اے محمد ﷺ کی اُمت! تم پر افسوس ہے تمہاری ہلاکت کتنی تیزی سے آپہنچی ہے کیا ضلالت و گمراہی کا دروازہ کھلنے والا ہے (یعنی اللہ کو گنتی سے یاد کیا جائے گا؟) انہوں نے جواب دیا ابوعبدالرحمٰن! قسم بخدا ہم نے سوائے نیکی کے کوئی ارادہ نہ کیا تو آپؓ نے فرمایا: کتنے ہی نیکی اور خیر کا ارادہ کرنے والے ہیں ہرگز اسے (نیکی کو) نہیں پہنچ سکیں گے۔ اور آج کیا ہو رہا ہے؟؟ مہدویوں میں تو تسبیح کے دانے گھمانے کی بدعت شروع سے نہیں ہے۔ اب اندازہ لگائیں دین مکمل ہوگیا تو بدعتیں کس طرح شروع ہوئیں اسی لئے بعثت مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ کا وعدہ کیا گیا۔ جب دین مکمل ہوگیا تو آج ایسے گروہ ہیں جو اپنی رائے ور دلیل کو حضرت ابن عباسؓ کی روایتوں پر مقدم رکھتے ہیں اس لئے کہ حضرت عباسؓ چھوٹی عمر کے تھے حضور ﷺ کی حیات میں اس لئے ان کی اپنی دلیل بات عمل اور طریقہ صحیح بتاتے ہیں تو خدارا کوئی بتائے دین کو مکمل سمجھنے والوں نے دین کو کہاں تک مکمل سمجھا ہے جبکہ خلیفہ اللہ کے احکام کو تکمیل دین ماننے تیار نہیں۔

دین مکمل ہوگیا مطلب شریعت مکمل ہوگئی اب کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی قرآن آخری شریعت ہے۔ جو پہلے نازل ہوئیں جیسے حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤد، حضرت عیسیٰؑ کی وہ آخری شریعتیں نہیں تھیں اس لئے وہاں تکمیل دین کی بات نہیں کہی گئی۔ اور اس کے بعد کوئی کتاب یا شریعت حکم نامہ رسول نبی نہیں آنے والا۔ شریعت کی تکمیل ہوگئی۔ اس کے بعد اللہ کا یہ بیان کرنا کہ "ہم اس کا بیان کرینگے" معنی خیز ہے مگر جس طرح ان انبیاء کے بعد معرفت الٰہی یا اللہ کی قربت الٰہی کے ذریعہ تلاش کئے جاتے رہے جیسے اصحاب کہف کا واقعہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حیات میں ہی حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت اویس قرنیؓ حضرت علیؓ جن کی زندگیاں معرفت الٰہی کی تلاش کی مثال ہیں اور حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ **الولایت افضل من النبوہ**۔ اگر دین مکمل ہوگیا تو عبادات و ریاضات کافی تھے حضور ﷺ پر ملا یک۔ پر انبیاء و صالحین پر درود و سلام بھیجنے کے لئے کیوں کہا ہے جیسے اہل ظاہر وہابیہ دیوبندیہ کا عقیدہ ہے ہم ہیں اور بس اللہ ہے تو پھر نماز میں درود کیوں بھیج رہے ہو؟ کیونکہ معرفت الٰہی کا سلسلہ قرب قیامت سے پہلے تک ہے اگر دین میں معرفت الٰہی نہیں ہے تو شریعت پر عمل کرنے کا کیا جواز ہے؟ کیا نماز صرف اُٹھک بیٹھک کرنے تھوڑی بہت زکواۃ دے دینے اور حج کر لینے سے اسلام مکمل ہوگیا ایمان حاصل ہوگیا؟ یہ تو ظاہری اعمال ہیں روح کی بالیدگی اور ترقی کے لئے معرفت الٰہی کی کوشش ہوتی رہے گی بلکہ اس میں اضافہ تعلیمات مہدی موعودؑ آخرالزماں خلیفۃ الرحمٰن پر عمل کرنے سے ہوتا ہے جس کا منتہی طلب دیدار ہے۔ ہر دن نمازیں پڑھنے روزے رکھنے کا مقصد ہی قربت خداوندی حاصل کرنا ہے۔ دنیا اسباب دنیا دولت شہرت تو اللہ کی حکم عدولی اور کفر سے بھی حاصل ہوجاتے ہیں۔ اسی لئے تقوی توکل کی تعلیم کی بات اسلام کا حصہ ہے۔ انسان کی موت آنے تک یا قیامت کے برپا ہونے تک دین کی تکمیل نہیں ہے البتہ شریعت کی تکمیل ہوچکی ہے پیغمبر آخرالزماں نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ سے

جن کی شریعت پرمہدی اور عیسیٰ کو بھی چلنا ہے ۔

ابھی یہ کائنات نا تمام ہے شاید　　　　فلک سے آ رہی ہے صدائے کن فیکوں　　　اقبال

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جو محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا گیا بلا شبہ اس پر ہر مسلمان کا ایمان ہے اس کی ہر سورہ آیت لفظ تقدس و احترام سے معمور ہے اس میں اللہ کا جلال اور دبدبہ بھی ہے رحمت و شفقت بھی ۔اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی کچھ سورتوں اور آیتوں کی فضیلت بیان کی ہے ان میں سورۂ فاتحہ کی فضیلت کا ثبوت اسے قرآن کی ابتداء میں رکھا جانا ہے' دوسری سورہ بقرہ اس میں آیت الکرسی ہے جو عرش کے خزانے سے نازل کی گئی ہے اور اسی سورہ کی آخری تین آیات اللہ تعالیٰ نے معراج کے دن سدرۃ المنتہیٰ سے آگے عرش پر اپنے حبیب ﷺ کو بالمشافہ وحی کی' سورۂ قدر کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس رات حضرت جبرئیل فرشتوں کے غول کے ساتھ تشریف لاتے ہیں' معوذتین جو صرف اللہ کے رسول ﷺ کو دی گئیں' سورہ یٰسین جسے قرآن کا دل کہا گیا' سورہ الرحمٰن جسے عروس القرآن کہا گیا' سورہ محمدؐ اللہ کے حبیبؐ کی شان اور عظمت کی گواہ ہے سورۂ الانعام روایتوں میں ہے کہ جب یہ نازل ہوئی تو فرشتے آسمان سے زمین تک غول در غول اس کے ساتھ آئے تھے ان کی تسبیح کی آواز اور رعب سے حضور نبی کریم ﷺ سجدے میں گر گئے تھے اور یہ سوہ فاتحہ کی طرح تمام کی تمام ایک بار ہی نازل کی گئی ۔اس کی آیت نمبر 89 اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَ النُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ یَّکْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَکَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِکٰفِرِیْنَ یہ وہ لوگ تھے ہم نے عطا کی تھی جنہیں کتاب اور حکمت اور ''نبوت'' تو اگر انکار کریں اس کا یہ تو ہم نے مقرر کردئے ہیں اس کو ماننے کے لئے ایسے لوگ جو اس کے ساتھ کفر کرنے والے نہیں ۔اس آیت میں وَ النُّبُوَّةَ غور طلب ہے آیت کی عبارت کے لحاظ سے تو تمام لوگوں کو ''نبوت'' عطا نہیں ہوتی قوم کا نبی ایک ہی ہوتا ہے مگر اس کے بعد بیان کا رخ لوگوں کی طرف پھیرا گیا ہے کہ اگر اس ''نبی'' کا اور اس کے لائے ہوئے احکام کا لوگ انکار کریں تو ان کے بدلے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اللہ کی کتاب کو ماننے والے مقرر کریں گے جو نہ کتاب کا انکار کریں گے نہ اس نبی کے احکام کا' نبی رسول پیغمبر وہ جو اللہ کے خلیفہ ہوتے ہیں ۔اس سے پہلے والی آیت میں حضرات اسحاقؑ یعقوبؑ نوحؑ داؤدؑ سلیمانؑ ایوبؑ یوسفؑ موسیٰؑ ہارونؑ یحیٰیؑ الیاسؑ عیسیٰؑ اسماعیلؑ یسعؑ یونسؑ زکریاؑ لوطؑ کا ذکر ہوا ہے مگر یہاں جب خطاب حضور محمد ﷺ سے ہو رہا ہے تو یہ خطاب اُمت مسلمہ سے ہوا کہ اگر تم نے پچھلی قوموں کی طرح اپنی نبی پیغمبر کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ ایک دوسری قوم یا لوگوں کو مقرر کرے گا جو کسی قسم کی نافرمانی نہیں کریں گے ۔اس کے بعد اس سورۃ کی 19 ویں آیت دیکھیں قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ قف شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ قف وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ۔آپ پوچھئے کون سی چیز بڑی ہے (معتبر) گواہی کے لحاظ سے؟ آپ ہی بتایئے اللہ ۔وہی گواہ ہے میرے درمیان اور تمہارے درمیان اُا ور وحی کیا گیا ہے میری طرف یہ قرآن تا کہ میں ڈراؤں تمہیں اس کے ساتھ اور جس تک یہ پہنچے ۔قرطبی میں ہے کہ وَ مَنْۢ بَلَغَ کے معنی جس کو یہ قرآن پہنچے ہے ۔دنیا میں کروڑوں مسلمان ہیں جن تک یہ قرآن پہنچا ہے تو کیا

کروڑوں مسلمان ڈرانے والے ہوئے؟ جب کے کثیر تعداد مسلمانوں میں ہی نافرمانوں کی ہے۔یہ وَ مَـنْم بَلَغَ تابع رسول مبین کلام اللہ ہے سورہ انعام کا نزول 55 ہے اس کے پہلے سورہ یوسف جس کا نزول 53 ہے اس میں صاف پیغام اللہ کے رسول ﷺ سے ہے کہ'' آپ بھی بصیرت پر بلایے اور وہ بھی بلایے گا جو آپ کا تابع ہے ۔اس کے علاوہ قرطبی میں روایت ہے کہ: جس کے پاس قرآن پہنچا تو گویا اس نے حضور ﷺ کا دیدار کیا اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جس کے پاس قرآن کریم پہنچا یہاں تک کہ اس کے معنی ومفہوم کو سمجھنے لگا تو وہ انسان اس طرح ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کا دیدار بھی کیا اور شرف ہم کلامی بھی حاصل کی (طبری) یہاں روایت دیکھیں حضور گا دیدار ہونا اور شرف ہمکلامی ہونا بیان ہوا ہے ۔جبکہ حق کا تقاضہ یہ ہے کہ جس اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ پر یہ کلام نازل کیا جس کا یہ کلام ہے اُس کا دیدار ہونا اور شرف ہمکلامی ہونا حقیقی بات ہے جس کا ذکر سورہ یوسف میں ہے کہ بصیرت پر بلانا رسول گا اور تابع رسول گا ذمہ ہے ۔بجائے اس کے ایسے کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے دیدار اور شرف ہمکلامی اپنے طرف پھیریں۔ کیونکہ اللہ کے نبی پیغمبر اور خلفاء اللہ کا پیغام پہنچانے والے اور قوم کے راہنماء ہوتے ہیں جیسا کہ سورہ رعد کی 7 ویں آیت میں ہے ''اور کافر کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی ۔اے نبی ! تم تو صرف خبردار کرنے والے ہو اور ہر قوم کے لئے رہنماء ہوا کرتا ہے ۔اور رعد کی 43 ویں آیت میں اس نبی رسول پیغمبر اور اللہ کے خلیفہ کے تعلق سے کہا گیا کہ ''اور کافر کہتے ہیں کہ تم پیغمبر نہیں ہو ۔ کہدو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب آسمانی کا علم ہے بطور گواہ ہے ۔یہاں کتاب آسمانی کے علم کا ہونا اللہ کے طرف سے یا وحی کا ہونا یا ''لقاء'' کا ہونا ہے وہ گواہ ہے ۔علمائے اسلام میں نبی رسول پیغمبر کے مقام اور مرتبہ کا تقدیس واحترام ہے ہونا بھی چاہیے مگر!! تخلیق آدم علیہ السلام پر اللہ تعالی نے جو ملا یک اور دوسری مخلوق سے جس مقام کے لئے ''خلیفہ'' کا لقب استعمال کیا اُس پر کم اہمیت دی جاتی ہے ۔ بلکہ لفظ ''خلیفہ'' کے معنوں کو صرف دنیاوی حاکم تک محدود کردیا ہے ۔جبکہ یہ لفظ خطاب اللہ تعالی نے انسان کے لئے سب سے پہلے استعمال کیا۔ وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (سورہ بقرہ ۳۰) اور یاد کرو جب فرمایا تمہارے رب نے فرشتوں سے میں مقرر کرنے والا ہو زمین پر اپنا نایب ۔یہاں اس روایت میں غور کریں ۔امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں قرآن میں جہاں اِذْ استعمال ہوا ہے وہ معاملہ ہو چکا ہوتا ہے ابن جریر نے حسن سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں جَاعِلٌ بمعنی فاعل ہے (طبری) ابن جریر نے ضحاک سے نقل کیا ہے کہ قرآن میں جہاں جعل استعمال ہوا ہے وہ خلق کے معنی میں ہے (طبری) مطلب یہ ہے کہ خلق میں سب سے پہلے جو خطاب آدم کا ہوا وہ ''خلیفہ'' ہے جو فاعل یعنی زمین پر نایب کے جن کا تقرر ہو چکا تھا یا اللہ تعالی نے بحثیت نایب آدمؑ کو مقرر کردیا تھا یعنی خلیفۃ اللہ ہونا انبیاء مرسلین اور پیغمبر ہونا ازل میں ہی طے پا چکا ہے دوسری اولاد آدم کے پیدا کئے جانے سے پہلے ۔اس لئے وَ مَـنْم بَلَـغَ خصوی خطاب ہے عموی نہیں ۔اسی لئے اللہ تعالی خصوی شہادت ان وَ مَـنْم بَلَغَ کی ہو یا ''بینۃ'' کی ہو دیتا آیا ہے کہ ہاں! یہ میرے نایب ہیں زمین پر میں نے ہی

انہیں کسی کوصحایف دے کسی کو کتاب کسی کو وحی کی اور کسی کو ''لقاء'' کیا ہے اپنے احکام اور مرضی یا مراد یعنی جب بھی اللہ تعالی نے اپنی مرضی یا مراد بیان کرنی ہوتو اپنے ''خلیفہ'' وَ مَنْـم بَـلَغَ یا جاعل یا انبیا ومرسلین کو دنیا میں بھیجا ہے۔اس طرح انبیا و مرسلین نایب اعلی ہوئے ہیں اور خلیفہ نایب جن کے بارے میں علم صرف اللہ کو ہے۔اور مہدی موعود آخر الز ماں علیہ السلام کا مرتبہ اس لئے مقدس اور اعلی ہے کہ اللہ تعالی آخری نبی افضل الانبیا محمد مصطفی ﷺ کے وہ تابع ہیں خلیفۃ اللہ معمور من اللہ ہونے کے۔ان کا بینہ ہونا وَ مَـنْـم بَـلَغَ ہونا تعلیم ولایت مقیدہ مخصوصہ کی تربیت دینا لیلۃ القدر کا تعین کرنا اس رات دو رکعت کا فرض قرار دینا اور سب سے بڑھ کر طلب دیدار کو فرض قرار دینا اسی منصب جلیلہ کے اُمور ہیں۔

اب بالکل آخر میں دیکھیں پہلی نزول سورۂ العلق میں اللہ نے فرمایا ''میں دیکھ رہا ہوں'' نزول کے آخری سورتوں میں ایک ''الرعد'' 96 میں اللہ کی قدرت میں غور وفکر وتدبر و تفکر کرنے کا حکم دیا۔حیات کے آخری ایام میں حضرت جبرئیل اور آپ ﷺ نے اسلام ایمان قیامت کے علاوہ ''احسان'' پر گفتگو کی۔اسی درور کی آخری سورہ المایدہ 112 میں تکمیل احکام کی بات ہوئی۔

مکہ کے آخری دور کے ایام یا ہجرت کے سولہ مہینہ پہلے ''معراج'' ہوئی۔مدنی زندگی کے آخری ایام اور دنیا سے رخصت سے پہلے ''احسان'' یا دیدار کی بات کی۔مدینے کے معاملات حیات کے آخر تین مہینوں کے ہیں۔اور سورہ النصر کی روایتیں بتا رہی ہیں کہ ''جس طرح لوگ جماعت جماعت دین میں داخل ہوئے اسی طرح نکل جائیں گے۔یعنی ظاہری اعمال اور علوم پر اکتفاء کر کے معرفت الٰہی کا راستہ چھوڑ دیں گے۔

علمائے اسلام خصوصاً اولیائے اسلام نے طریقہ تعلیم و اعمال کو چار حصوں میں بانٹا ہے۔

1) شریعت 2) طریقت 3) معرفت 4) حقیقت

مہدی موعود علیہ السلام نے جو تعلیم دی اس کے دو 2 حصے ہیں 1) ترک دنیا مبتدیوں اور کاسبوں کے لئے جو شریعت اور طریقت ہے

2) تارک الدنیا فقراء کے لئے فرایض ولایت پر عمل

جو معرفت اور حقیقت ہے

1) **فرایض ولایت 7 ہیں: ترک علایق۔صحبت صادقین۔عزلت از خلق۔توکل۔ذکر دوام۔ہجرت۔ طلب دیدار۔** یہ فرایض اُن کے لئے ہیں جو ماسوا اللہ کے کسی سے توقع نہیں رکھتے اور ''دیدار'' کے طلب گار ہیں۔

2) دوسری ترک دنیا مبتدیوں اور کاسبوں کے لئے **تلقین۔ تعین لعین۔ حدود شریعہ۔حدود دایرہ۔ترک شرک خفی۔ تربیت۔ علاقہ۔ کسب حلال۔ عشر۔سلام رخصت(ادعا**

تصدیق بعد عشاء) تکفیر منکرین۔ اقتداء صدق ۔ اہتمام لیلۃ القدر ۔ اور دعا سجدہ میں کرنا(کیونکہ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا سنت مستمرہ یعنی پایدار مستقل اور مضبوط نہیں ہے)اجتناب ریا کاری یا نفس پروری۔ اس دوسری تعلیم وعمل کے بغیر پہلا مرحلہ یا کوشش بے معنی ہے۔

اُمت مسلمہ کو تابع تام محمد رسول اللہ ﷺ خلیفۃ اللہ مراد اللہ مبین کلام اللہ کا سب سے بڑا تحفہ"تعلیمات فرایض ولایت ہیں" وہ کیسے؟ **قرآن ایک شریعت محمدی ﷺ ایک** ۔مگر اُمت مسلمہ کے علماء نے اس قرآن کی کئی سو تفسیریں لکھی ہیں۔احادیث کی بے شمار شرح لکھی ہیں یہاں سمجھنے کے لۓ مثال کے طور پر یہ بتانا ضروری ہے صرف قرآن کی جو تفسیریں ہیں ان کا جایزہ دیکھیں۔سنہ 161 ہجری میں سفیان الطہاوی نے تفسیر السفیان لکھی۔ایک تفسیر تفسیر مجاہد ہے۔جریر الطبری نے 224 سنہ ہجری میں تفسیر طبری لکھی۔سنہ 318 میں تفسیر المنذر لکھی گی۔ 327 سنہ ہجری میں تفسیر المسناد لکھی گی۔ 370 سنہ ہجری میں حنفی تفسیر احکام القرآن لکھی گی۔ایک تفسیر ابومنثور ماتریدی سمرقندی نے تاویلات اہل سنہ لکھی۔ابوجعفر نحاس نے 338 سنہ ہجری میں مانی القرآن لکھی۔یہ تفاسیر آج نامعلوم ہیں ان کے علاوہ بھی کئی تفسیریں ہیں جن کی تعداد کئی سو میں ہے۔اور مشہور تفاسیر میں درمنثور،ابن کثیر،جلالین،تفسیر راضی،تفسیر قرطبی کے علاوہ اور کچھ ہیں۔فی زمانہ تفسیروں کی باڑ آ گی ہے ایک تفسیر عبدالرحمٰن القمش نے 840 جلدوں volumes کی لکھی ہے جس کے صفحات تین لاکھ ہیں۔ایک معتزلہ ابو یوسف عبدالسلام نے لکھی 300 جلدوں پر مشتمل ہے۔طاہر ابن اشور نے 30 جلدوں کی تفسیر لکھی ہے۔ان کے علاوہ کچھ ایسی تفسیریں ہیں جو ناپید ہو چکی ہیں اس کی ایک آدھ نقل مل بھی گی تو کچھ لوگوں نے مفسر کہلانے کے زعم میں اس میں تھوڑی بہت تبدیلی کر کے اپنے نام سے مشہور کردی ہے۔اب ان حالات میں کیا کوئ مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ان تفاسیر کو پڑھ سکے گا اگر کسی ایک تفسیر کو پڑھ بھی لے تو ایمان وعقاید کے ایسے دھوکے ان میں داخل کردۓ گۓ ہیں کے نہ وہ دین کا رہے گا نہ دنیا کا۔پچھلی دوصدیوں میں مفسروں کی ایک باڑ سی آ گی ہے نئی نئی جماعتیں نئی نئی تفسیریں اور شرحیں ان حالات میں ایمان کے زیان کا خطرہ زیادہ ہے۔مہدی موعود علیہ السلام نے خلافۃ الرحمٰن ہونے کی بنیاد پر قرآن وسنت سے اعمال اذکار کا ایک مختصر جامع پیش کردیا ان علمی وعقایدی جھمیلوں میں اُلجھنے کے بجاۓ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی زندگی میں جو طریقہ اللہ کی عبادت کا اختیار کیا تھا جس سے اللہ تعالی کی قربت اور معرفت حاصل ہوان اعمال کو فرایض ولایت میں پیش فرمایا ہے یوں سمجھیں کے سمندر کو کوزے میں بند کردیا۔قرآن کے تمام احکام اعمال عبادتوں ریاضتوں اللہ تعالی کی اطاعت و فرمابرداری کے تمام لوازم ان میں پیش کردۓ ہیں۔ایک ان پڑھ اور معمولی انسان بھی بغیر مباحث کے الجھنوں کے شکار ہوۓ اللہ کو راضی بھی کرسکتا ہے اور مقامات بلند بھی حاصل کرسکتا ہے ان مقامات کی انتہا"دیدار" ہے۔حضرت بندگی میاں شاہ دلاور رضی اللہ عنہ کو فارسی یا عربی کے مخرج او رحرک معنی تلفظ کی ادائگی میں مشکل ہوتی تھی کسی موقع پر اپنی مجبوری یا اخلاص کے بیان میں فرمایا"بندہ قُل کو کل کہتا ہے" مگر آپؓ نہ صرف خلیفہ مہدی ہیں بلکہ مہدی موعودؑ نے فرمایا میاں شاہ دلاورؓ کے ہاتھ پر یہ زمین آسمان رائ کے دانہ

جیسے ہیں اُلٹ پلٹ کر دیکھ لیتے ہیں ۔ یہ وہی بات ہے جسے عالم جبروت، عالم ناسوت، عالم ملکوت، عالم لاہوت اور عالم ہاہوت جیسے مقامات کا بیان ہے۔ یہ مومن کامل کے روحانی ایمانی پرواز کے مقامات ہیں آپؓ نہ عالم تھے نہ محدث تھے نہ مفسر تھے۔ دور نبوت ﷺ میں حضرت بلالؓ اس کی بہترین مثال ہیں۔ جبکہ نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو آپؐ نے حضرت بلالؓ کے نعلین کی آواز سنی تھی۔

کیواڑ گرچہ مقفل تھے اس حویلی کے ‏ ‏ مگر فقیر گزرتے رہے صدا کرتے ‏ ‏ انور مسعود

دنیا میں پیغمبر رسول آتے رہے اور انسانوں کے دلوں پر دستک دیتے رہے مگر وہاں تو تالے پڑے تھے مگر! انہوں نے اپنا مقصد نہیں چھوڑا برابر تبلیغ و اصلاح کرتے رہے۔

مہدویت اور مسلمان

اس عنوان کو پڑھنے کے بعد دل میں یہ خیال آنا ضروری ہے کہ کیا مہدوی مسلمان نہیں ہیں؟ اُس وقت کے مہدویوں کے یعنی نویں صدی ہجری سے بارھویں صدی ہجری کے اوائل کے مہدویوں کے جو حالات غیر متعصب وقائع نگاروں نے لکھے ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان تو تھے ہی مگر اچھے مومن تھے ایسا اس لئے کہہ رہے ہیں کہ جب انہیں ملا اعلی کے فرشتے سمجھا گیا تو ایسے اخلاق تو اُس وقت مسلمانوں کے نہیں تھے ہر سمت رسم و بدعت پھیلی ہوئی تھی۔ مہدویوں کی رسم و بدعت کے مخالفت کا شاخسانہ یہ ہوا کہ اسلام کے گروہوں میں انہیں کٹر مسلمان سمجھا گیا اور مخالفت اپنی انتہا کو پہنچتی دکھائی دیتی ہے۔ یہ حالت اگلی دو صدیوں تک باقی رہی اگر مہدویوں کے لئے منفی جذبات اور مخالفت علماء سو اور جاہل صوفیا کے گروہوں میں رہی ہے تو اس کا مثبت اثر عوام اور حکمرانوں کے درباروں میں اس لئے رہا کہ مہدوی نہایت ایماندار مخلص اور محنت کش تھے۔ اس سے عوام میں ان کی پذیرائی تو ہوتی تھی مگر درباروں میں انہیں عزت وتوقیر سے دیکھا جاتا تھا اس کا اثر یہ ہوا کہ بہت سارے مہدوی اور افغانی پٹھان جو تصدیق مہدی سے مشرف ہو گئے تھے انہیں ہندوستانی ریاستوں کے مسلم اور غیر مسلم حکمرانوں نے بڑے بڑے اہم فوجی منصبوں پر فایز کیا ہوا تھا احمد نگر سلطنت بہمنی حیدر علی سری رنگا پٹنم تنجاور کے راجہ آرکاٹ اور حیدرآباد کی حکومتوں میں ان کی موجودگی اس بات کو ثابت کرتی ہے۔

یہ مہدویوں کا سیاسی اور معاشرتی پہلو تھا اس کا دوسرا رخ غیر مہدویہ کا مہدویوں کے تئیں بغض وعناد اور تعصب کا وہ پہلو جس کی مثال ہم تبع تابعین کے بعد کے اسلام میں دیکھتے ہیں۔ مہدی موعود علیہ السلام کی دعوت اور تعلیم کا غلغلہ بنگال سے خراساں اور اس کے بعد جزیرہ عرب تک پھیل چکا تھا۔ اس کے باوجود معاندین ومخالفین اپنی کارستانیوں سے باز نہ آئے مگر اقطائے ہند و برصغیر میں مہدویوں کی موجودگی کو محسوس کیا جاتا رہا۔ لیکن انکی کارستانیوں کے تانے بانے شیخ علی متقی برہان پوری 1567-1472 (975-888ھ) کے دور سے ہی شروع ہو گئے تھے جب اس نے پہلے دایرہ مہدویہ کا رخ کیا مگر اس کے علم کی

پذیرائی نہ ہونے پر واپس جا کر مہدویوں کا مخالف بن گیا۔ بلکہ خود اس نے مہدی ہونے کا دعوی کر دیا جس کا ذکر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کیا ہے۔اس کے سوا سو سال بعد 1793-1703 عیسوی میں نجد سے حنبلی مذہب کے ابن عبدالوہاب نجدی نے رسم و بدعت کے خلاف عسکری قیادت کی اور مخالفت شروع کی مگر وہ اس حد تک آگے بڑھا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین کی اور خصوصًا حضرت فاطمہؓ کا روضہ منہدم کر دیا اور اس کی بات نہ ماننے والوں کا قتل عام کرایا ان کو عورتوں کو باندی کنیز بنانے کا حکم دے دیا۔

اس کی دیکھا دیکھی ملک ہندوستان میں سید نظیر حسین نے مونگیر بہار سے 1890-1832ء میں اہلحدیث نام کی جماعت بنائی اور شیخ کُل کا خطاب اختیار کیا ان کے استاد سید احمد شاہ بریلوی' شاہ عبدالعزیز' شاہ ولی اللہ تھے۔انہوں نے انگریزوں کی برطانوی حکومت کا ساتھ دیا انہیں کے کہنے پر مکہ کے مفتی نے ہندوستان میں برطانوی حکومت کو دارالسلام قرار دیا اور کہا کہ یہ دارالحرب نہیں ہے۔بعد میں ان کے ساتھ بھوپال کے نواب صدیق حسن خاں بھی شامل ہو گئے ان کے والد پہلے شیعہ تھے بعد میں سنی بنے اور بعد میں یہ اہلحدیث بن گئے جو وہابیت سے متعلق تھی ان کے والد کا سلسلہ حضرت علیؓ سے بتایا جو بخارا سے ملتان وہاں سے بریلی وہاں سے کنوج آئے جو شرقی حکومت کے قلمرو میں تھا۔جو لوگ مہدی موعود کے والد کے خطاب سید خاں ہونے پر اعتراض کرتے ہیں ان کو بتانا چاہیے کہ صدیق حسن خاں کے والد سید کیسے ہو گئے۔بہر حال اہلحدیث آیمہ کی تقلید سے انکار کرتے ہیں اور اپنے خود کے اجتہاد کو مذہب اور دین مانتے ہیں مسایئل کے عمل کرنے میں خود اپنی آزادی رائے رکھتے ہیں۔

ایک اور تحریک 1927 عیسوی میں محمد الیاس کاندھلوی نے علاقہ میوات سے شروع کی جسے تبلیغی جماعت کا نام دیا گیا یہ انہوں نے اپنے استاد رشید احمد گنگوہی کے خواب کو پورا کرنے کے لئے کیا' یہ دیوبندی تھے اصل میں ہوایوں کے پہلے ہی ان تحریکوں اور جماعتوں پر مہدویہ عقاید اور تعلیمات کا اثر ہوا مگر انہوں نے اسے قبول کرنے کے بجائے اپنی ہی تحریکیں اور جماعتیں بنالیں ان کے یہاں پانچ اُصول تھے پہلا کلمہ دوسرا اصلواۃ تیسرا علم ذکر (پہلے سے یہ مہدویوں میں یہ ذکر کثیر تھا) چوتھا اکرام مسلم (صحبت صادقین یہ تعلیم مہدی میں سے ایک ہے) اخلاص نیت (عزلت از خلق مہدویوں کا) دعوت تبلیغ جو مہدی موعود کی دعوت کی اصل تھی۔یہ علم الفقہ پر یقین نہیں رکھتے جس طرح غیر مقلد۔دراصل ہوایوں کے ہندوستان میں جیسے ہی انگریزوں کو استحکام حاصل ہوا سارے یوروپ سے بلکہ خصوصی طور پر برطانیہ سے بہت سارے پادری مبلغ Evangelist ہندوستان چل پڑے ایک تو سارے ہندوستان کو عیسائی بنا دینا تھا دوسرا ملکہ وکٹوریہ سے مراعات واعزازات حاصل کرنا تھا۔اس مخالفت میں ان کی دیکھا دیکھی ان مسلم جماعتوں نے مہدویہ اصلاح وتبلیغ کی نقل میں جماعتیں آناً فاناً بنا ڈالیں۔انہیں مہدویوں سے بغض تھا تعلیمات مہدی سے نہیں۔

جماعت اسلامی 1941 میں ابوالاعلی مودودی نے مصری لیڈر حسن البناء کی مسلم برادرہوڈ کی قایم مقام کے طور پر برصغیر میں بنائی۔ان کا بنیادی مطمع نظر دنیا میں مسلم خلافت کا قایم کرنا تھا۔سلافیہ کی بنیاد بھی وہابیہ نجدیہ سے ملتی ہے ان کے ہاں بھی

اجتہاد کی آزادی ہے۔

بریلوی یہ حنفیا ورمقلد ہیں یہ شریعت اورتصوف دونوں پر یقین رکھتے ہیں ان کی شناخت اہلحدیث'وہابیہ'دیوبندی کے مخالفین کےطور پر جانی پہچانی جاتی ہیںیہ جماعت احمد رضا خاں سے منسوب ہے۔

وہ جنہیں حنفی مالکی شافعی حنبلی کہنے میں عار ہے جوتقلید کرنا بدعت خیال کرتے ہیں انہوں نے اب بدعت سے بڑی بے دینی اختیار کرر کھی ہے خود کو قاسمی دیوبندی رشدی اظہری ندوی بنوری وہابی سلافی حدیثی پکارا جانا فخر خیال کرر ہے ہیں جبکہ جن کے یہ نام لیوا ہیں انہوں نے شان رسول شان خداوندی میں بے انتہا گستاخیاں کی ہیں یہ سب پچھلے دوسو سالوں میں وجود میں آئے ہیں جن کے بارے میں احادیث میں صاف اشارہ ہے کہ ان کے سر منڈھے ہونگے وضع قطع مسلمانوں جیسی ہوگی مگر یہ مسلمان نہ ہونگے یہ حلقہ میں بیٹھیں گے حلقہ میں گھومیں گےاورآخران کاایک گروہ دجال سے جا ملے گا۔

ہم نے یہاں جن جماعتوں کا مختصر جایزہ لیا ہے اس میں ایک بات عام اورایک دوسرے سے متعلق ہے وہ ہے سوائے وہابیہ کے یہ تمام کی تمام جماعتیں برصغیر ہند کی ہیں اوروہابیہ کا اثر بھی ہند کے شیخ علی متقی کے وجہ سے ہے۔یہ سبھی جماعتیں 9 صدی ہجری یعنی مہدی موعود علیہ السلام کے دعوی کے بعد میں 1505-1443 کے بعد معرض وجود میں آئیں ۔**ان کا برصغیر سے ہونا مخصوص اس لئے ہے کہ پچھلی دو تین صدیوں سے جس مہدویت کی صداقت کا وہ مقابلہ نہ کر سکے تب تابعین مہدویہ کے بعد جو ضعف اور ایمانی وعملی کمزوری مہدویوں میں آگئی تھی اس کا انہوں نے اس طرح فایدہ اُٹھایا کہ مہدویہ تعلیمات ہی کے اُصولوں پر اپنے الگ اُصول بنا کر شہرت اور نام ونمود حاصل کیا۔دینی وایمانی وعقایدی طور پر وہ تعلیمات مہدویہ کا بدل نہیں پیش کر سکے البتہ شہرت نام ونمود کا جو مقصد تھا انہوں نے حاصل کرلیا ہم نے بار باران باتوں کو اس لئے دُہرایا ہے کیونکہ کہ یہ تاریخی حقایق ہیں** ۔جس میں ایک تسلسل ہے ایک سوچی سمجھی یا غیر ارادوی ذہنیت ہے جسے انگریزی زبان میں Chronology کہتے ہیں۔یہ سبھی واقعات بعثت مہدی کے بعد کے ہیں اس سے پہلے ان خطیبوں عالموں رہبروں رفارمروں کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔مہدی موعودؑ سے کچھ عرصہ پہلے تک یا تو مفسرین تھے یا جاہل صوفیاء کا دور تھا بعثت مہدی کے بعد ایسے لوگوں اور عالموں کے باڑ آگئی ۔قطعہ ہند میں جیسے ملک گجرات میں جو عالم مہدی موعودؑ سے مناظرہ کرنے یا سوال وجواب کرنے آئے وہ اُن عالموں سے سوالات لکھ کرلائے تھے جو آپؑ سے بالمشافہ آمنے سامنے گفتگو کرنے سے کتراتے تھے انہیں ان کی اپنی تبحر علمی اوراعمال کا اندازہ تھا وہ جانتے تھے کے حق کا مقابلہ کرنے کی ان میں سکت نہیں اورخراسان (قندھار فراہ) میں جو گفتگو سوال جواب ہوئے وہ توجہ طلب رہے اور کئی علماء اور امراء خراسان نے آپؑ کے مہدی موعود ہونے کی شہادت دی اقرار کیا اور تصدیق سے مشرف بھی ہوئے۔دیکھا گیا ہے کہ بخارا سمرقند افغانستان ایک ایسا علاقہ ہے جہاں سے حق کی تلاش میں نکلنے والوں کا طویل سلسلہ ہے جب اس علاقہ کے لوگ کسی بات کو سمجھ نہیں پاتے تو اس کا انکار تو کرتے ہیں لیکن جب اُسے اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں تو دل وجان سے اس کو قبول کرتے ہیں۔مہدویت کو قبول

کرنے والوں میں افغانی پٹھان تعداد میں بھی زیادہ تھے اور پیش پیش بھی رہے نئی تحقیقات کے مطابق افغانی پٹھان خصوصاً ''زئ'' پٹھان بنی اسرائیل کے ان بارہ 12 قبیلوں کی ایک شاخ ہیں جو وقت کے اندھیروں میں کھو گئے۔ بنی اسرائیل میں دو ایک ہی شاخیں ہیں بعد میں جو گروہ بنے انہیں میں سے بنے۔ حضورﷺ کی نبوت کی شناخت کرنے والے ورقہ بن نوفل تھے ان کے بعد عبداللہ بن سلام معروف ہیں جو ایک یہودی عالم تھے تو راۃ کے اور عامر بن یاسر ایمان لانے والوں میں تھے۔ ایک یہودی ''ربی'' عالم کا ذکر غزوہ احد میں ملتا ہے جو حضورﷺ کے ساتھ جہاد میں شامل ہوئے اور مارے گئے جب حضورﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا'' ربی مخیرؓ ق'' ایک بہترین یہودی تھے۔ آج ان خطیبوں امیر جماعتوں دامۃ برکاتہم کے دولت کے انبار ٹھاٹھ باٹ کروفر شان وشوکت حکومت کے ایوانوں میں ان کا دخل متاع دنیا کی طلب کی ایک مثال ہے۔ ان کی دیکھا دیکھی آج ہمارے یہاں بھی کچھ لوگ ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ بہرکیف دنیا کے دوسرے علاقوں میں ایسی جماعتوں اور گروہوں کا ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ہوڑ وہ نہیں رہی جو ملک ہندوستان میں رہی اس کی وجہ جیسے پہلے کہا مہدویوں کی مخالفت اور نام ونمود جس کی مثال ہم نے ان جماعتوں میں دی ہے کہ وہ برطانوی حکومت یا عیسائیت کے آگے سر جھکانے پر تیار ہو گئے ہونے صرف اس لئے کہ مومنین مہدویہ کو شکست دے سکیں۔ آج بھی دیکھیں یوروپ امریکہ اسرائیل چین مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں اور ان عقاید کی مسلم حکومتیں ان کی ہاں میں ہاں ملا رہی ہیں اور مسلمانوں کو ان ظالموں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے۔ نفاق کی یہ بدترین مثال پچھلے دو صدیوں میں سامنے آئی ہے۔ جس طرح اسلام کے وقت رومی یونانی ایرانی گدھ کی طرح پنجے گاڑھنے ہوا میں اڑان بھر رہے تھے بالکل اسی طرح مہدویوں کو بے نام ونشان بنانے کے لئے یہ گروہ اور جماعتیں معرض وجود میں آئیں۔ اس کا افسوس ناک پہلو مہدویوں کی بدعملی تعلیمات مہدی سے انحراف اور رہبروں کی خاندانی چپقلپس ہے۔

نہ جانے کون سی سازشوں کا ہم شکار ہو گئے   جتنے صاف دل تھے اتنے داغدار ہو گئے

تاریخی حقیقتوں کے زوال اور دینی وایمانی اُصولوں سے جو قومیں سبق حاصل نہیں کرتیں انہیں اپنے لئے ذلت بے غیرتی تحقیر وتمسخر کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ وقت کا نقیب ہر دن نقارہ نہیں بجاتا ایک بار آگاہ کر دیتا ہے۔ نوح علیہ السلام پیغمبر تھے جو نوسو سال تک اصلاح وتبلیغ کرتے رہے اب تو خاتم الانبیاﷺ بھی آ کر چلے گئے خاتم الاولیاء خلیفۃ اللہ مہدی بھی آ کر چلے گئے۔ اب اصلاح وتبلیغ نہیں صرف ذلت کی زندگی ہے اگر احکام خدا رسولؐ مہدیؑ پر عمل نہ کیا تو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اب صرف نبی آخرالزماںﷺ اور مہدی موعودؑ کی شہادت کے لئے ہے اُمت کی ہدایت کے لئے نہیں حضرت عیسیٰؑ بوریا بستر لپیٹے آ رہے ہیں چلو بہت ہو گیا قیامت میں حساب کتاب کے لئے تیار ہو جاؤ۔

کسی بھی چیز یا حقیقت کی نقل کرنے اصل حقیقت کو بے سود اور ثابت کرنے بے اثر کرنے کی فطرت انسانوں میں شروع سے ہے۔ اللہ کی طرف سے جب کسی حقیقت کو بتایا یا سمجھایا جاتا ہے تو انسانوں کا ایک بڑا گروہ اسے قبول نہیں کرتا بلکہ اپنی

الگ بات پیدا کرنے کوکوشش کرتا ہے۔حضرت موسیٰ نے حق کی تعلیم دی بنی اسرئیل نے اپنی مرضی اورخیال کے مطابق گروہ طبقے قبیلے بنالئےحضرت عیسیٰ نے حق کی تعلیم وتبلیغ کی اورنصاری نے اپنے طریقے قبیلے پیدا کرلئےاورایک انجیل کےستر 70 سے زیادہ مختلف انجیلیں بنالیں اللہ کے نبی عیسیٰ کوخدا کابیٹا بنایا سو بنایاپوپ کوحضرت عیسی کے مقام پر بٹھا دیا اب پوپ دنیا میں لوگوں کے گناہ معاف کۓ جانے کے سٹرٹیفکیٹ دیتا ہے بلکہ اسےنعوذباللہ خدا کا مظہر بنا دیا۔حضرت افضل الانبیا ءخاتم المرسلین ﷺ نےصرف اسلام کو بطوردین کے پیش کیامسلمانوں میں پہلے خوارجی ہوے پھر شیعہ تقلیدی غیرتقلیدی اسلام بنالیا۔مہدیٔ موعودعلیہ السلام خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ نے شریعت مطہرہ اورمعرفت الہی کی تعلیم دی تو لوگوں نے حق قبول کرنے کے بجاۓ اہلحدیث تبلیغی وہابی سلافی دیوبندی اوربریلوی طریقے بنالۓاس طرح نفسیاتی شوریدہ فرسائی میں مبتلاء ہوگۓ۔یہ اس طرح ہے کہ پچھلی ایک دیڑھ صدی میں یوروپی وامریکیوں نے مسلمانوں کی تعلیم اورایجادات سے منسوب کرکے خوب شہرت اوردولت بٹوری انہیں حیرت اورتحسین آمیز نظروں سے دیکھا جانے لگاوقت کےگزرنے پر جب حقیقت سامنے آئ تو معلوم ہواالگورتھم الجبراء آپٹکس اورعلم کیمیاء مسلمانوں کی ایجاد ہیں تو ان کے جھوٹ کا پردہ فاش ہوگیا۔اسے نقل کہتے ہیں اورانگریزی میں Imitation جیسے اصل سونے کے بدلے گلیٹ بنانا۔ہمارے یہاں بھی تعلیمات مہدویہ پرعمل نہ کرنے والے ہیں نہ تعلیم دینے والے اور نہ حاصل کرنے والے اب مہدویوں میں بھی imitation یعنی نقل کا دوردورہ ہےاپنے پاس بہتر تعلیم وعمل ہوتے ہوۓ دوسرےعقاید باطلہ کی نقل کرنے کی ہوڑلگی ہے۔ہمارے اسلاف کا طریقہ سیدھا سادہ اوربڑا موثر تھا دایرے یا حلقے کے ہرفرد کا مرشد کوپتا ہوتا اس کےاخلاق اعمال مالی حالت سے واقف ہوتے تھے یہاں تک کہ خاندان اورکنبہ کے ہرفرد کا نام تک یاد ہوتا اوران مصروفیات سے واقف ہوتے خاندان کا مرشد روحانی باپ کی طرح ہوتا ادب ولحاظ کا عالم یہ تھا کہ مرشد کا نام نہیں لیتے تھے۔آج عالم یہ ہے کہ مرشد اورمرید کی دوری نے بہت سارے مریدوں کومرشد کا نام نہیں معلوم اب مرشد کی ضرورت یا تو لیلۃ القدر میں یا مرنے پر باقی رہ گی ہے۔کوئ وقت تھا کہ بچہ شرارت کرتا تو عورتیں مرشد کے پاس ڈانٹنے کے لۓ لیجاتیں جس سے کہ ادب ولحاظ کا ماحول بنا رہتا۔مرشد کی اجازت کے بغیر دوری کا سفر نہیں کیا جاتا تھا مرشد ہروقت مسجد میں مل جاتے اب نمازی آکر انتظار کرتے ہیں مرشد بعد میں آتے ہیں ایسے میں نوجوان دوسرے بے دین گروہوں سے متاثر نہ ہوں گےتو کیا کریں گے اگر کوئیں میں پانی نہیں تو پیاس کسی طرح تو بجھانی ہے۔اب جھوٹ کا اظہار کرنا ضروری ہوگیا ہے سچائ چھپانی پڑتی ہے ورنہ خاموش معاشرتی مقاطعہ کیا جاتا ہے۔سوشیل بایکاٹ کا ہتیار بڑے موثر طریقے سے استعما کیا جاتا ہےایک طرح سےقوم خوف میں محبوس ہے۔کون ہے جواس جمود کوتوڑے کون ہے جواس میں دُرآئ کثافتوں سےاس چشمہ ہدایت میں ترو تازگی پیدا کرے۔

کیوں ڈراتا ہےانجام سےطوفان حوادث ہم کو	اپنی قسمت میں ساحل نہ سہی منجدھار سہی

مہدی موعودؑاوران کے صحابہؓ اوربعد کےاسلاف جیسی کشش اورجاذبیت بعد کےمہدویہ معاشرے میں کیوں نہیں

پیدا ہوئی ؟ پچھلی ایک صدی سے مہدویت کو کیوں قبولیت کی نظروں سے نہیں دیکھا گیا ؟وہی خاندانی وروایتی مہدوی ہیں کیوں آج کی مہدویت دوسروں کے ایمان کی دعوت کا سبب نہیں بن پا رہی ہے؟اس کی سب سے بڑی وجہ ہمارا قول وعمل میں تضاد ہے دوسری وجہ مہدویہ طریقہ تعلیم کی کتابوں کا نہ ملنا آج جو کچھ ہے تقریر وعظ بیان تک محدود ہے کیونکہ ان میں جوابدہی نہیں ہے یہ ذمہ داری سے بچ نکلنے کا آسان طریقہ ہے آج کی مہدویت نماز پڑھانے نکاح پڑھانے تسمیہ خوانی کرانے اور قبر میت تک محدود ہے۔ آج کا نوجوان طبقہ دینی ومذہبی علوم سے نابلد ہے مگر وہ چاہتا ہے کہ اپنے طور پر ہی صحیح علم حاصل کرے مگر یہاں اُسے مایوسی ہوتی ہے گھوم پھر کر وعظ بیان پر تکیہ کرنا پڑتا ہے یہی نوجوانوں کی بے چینی وانتشار کی اصل وجہ ہے تمام راستے مسدود ہیں مجبوراً خاموشی لیس اسی اطاعت کے حوالے ہونا پڑتا ہے جواب قابل اطاعت نہیں رہی جس میں مہدویت تو ہرگز نہیں ہے بلکہ دوسرے گروہوں کی نقالی ہے۔اگر اس سے انکار کیا تو کھلی یا خاموش سوشیل بایکاٹ کے لئے تیار رہنا پڑیگا۔اسلام میں مفسروں محدثوں کی کمی نہیں ہے مہدویت میں ضرورت ہے مہدویہ تعلیمات وعقاید کو حق کی روشنی میں پیش کرنے کی ہم صرف مہدئ اور صحابہؓ کی سوانح لکھ کر خوش فہمی مبتلاء نہیں ہوسکتے۔جب ہم اپنوں کی تسلی نہیں کرسکتے تو دوسروں کو مہدویت سمجھانے کا سبب کیسے بن سکتے ہیں؟اور عام مہدویوں کی یہ غلطی ہے کہ ہمارے اپنے اسلاف کو جانے سمجھے بنا دوسروں کے طاہری و بدعقیدہ احوال کو دین سمجھ لیا ہے۔اگر ہم کسی ہوٹل میں کھانا کھانے جاتے ہیں تو پہلے کھانے کی واجب قیمت دیکھتے ہیں پھر وہاں کی صفائی اس کے بعد کھانا نہ صرف اچھا ہو بلکہ بہت اچھا ہو۔مگر جہاں عقیدہ ومذہب کی بات آتی ہیکہ سامنے والا کیا کہہ رہا ہے کیوں کہہ رہا ہے اُس کے بانی اور اُستادوں نے دین میں کیسی بدعقیدگیاں اور گستاخیاں کی ہیں جانے بنا واہ واہ کرتے ہیں اب یہ طریقہ یوٹیوب کے عالموں کی واہ واہی میں ذیادہ دیکھا جارہا ہے۔حضور ﷺ کے زمانے میں مسیلمہ کذاب نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کردیا اس نے مکاری یہ کی کہ جس عبادت کے لئے وہپ بلاتا تھا اس میں نام ''محمد''لیا جاتا لوگ مغالطے میں آگئے کہ یہ تو ''محمد'' ہی کا دین ہے بہت بعد میں لوگوں کو پتہ چلا کہ وہ خبیث خود شرک وکفر میں مبتلاء ہے۔اس عمل کا کیا فایدہ جس کے کرلینے کے بعد پچھتاوا اور شرمندگی ہو۔

قومیں اپنے نظریات اور مفادات کے تحت فیصلے کرتی ہیں اور مذہبی وعقایدی مفادات کو مقدم رکھنا ایمان ہے بلا سوچے سمجھے دوسروں کی ہاں میں ہاں ملانا نہ مذہب ہے نہ دین اس طرح قومیں اپنی شناخت کھودیتی ہیں۔مگر آج کل ہو یہ رہا ہے کہ کسی نے مجلسوں مشاورتی اجتماع یا ہلال کمیٹی میں کیا بلالیا بھاگے بھاگے دوڑے دوڑے پہنچ جاتے ہیں اور آکر ملت میں خود کے عالم فاضل افضل العلماء مفتی ہونے کا سوانگ رچایا جاتا ہے جب کہ دوسرے گروہ اور فرقے انہیں صرف خانہ پوری کے لئے دعوت دیتے ہیں۔یہ غلامانہ سوچ ہے جو احساس کمتری کا مظاہرہ ہے ایسے عالموں رہبروں کی وجہ قومیں ذلیل وخوار ہوتی ہیں۔کچھ عرصہ پہلے سوشیل میڈیا پر ایک تصویر آئی تھی کہ جس میں کتوں کی ریس کی دوڑ میں ایک چیتا بھی تھا جب ریس شروع ہوئی تمام کتے بھاگنے لگے اور چیتا چپ چاپ بیٹھا رہا ٹس سے مس نہ ہوا ریس منعقد کرنے والے سے کسی نے پوچھا کہ چیتا کیوں نہیں بھاگا تو اس نے کہا کہ

''کبھی کبھی اپنی قابلیت ثابت کرنے کے لئے دوسروں کے ساتھ دوڑ میں شامل ہونا خود اپنی ہتک ذلت اور بے عزتی اور حماقت ہے' اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (سورۃ الرعد ۱۱) اللہ تعالیٰ اُس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت نہیں بدلتی''۔

جس مہدویہ دایرے میں نوبت اور ذکر دوام کا اہتمام اور تعلیمات مہدی پر عمل نہیں ہوتا ایسی مہدویت برائے نام ہے وہ رشد وہدایت اور رہبری کا مرجع بھی نہیں ہوسکتا صرف نماز پڑھنے یا رسوم ادا کرنے کا مقام ہوسکتا ہے۔ اور جس دایرے میں بزرگ اہل دایرہ جماعت خانہ یا مسجد کمسن خلفا کے ہاتھوں دے کر فارغ ہو گئے ہوں وہاں من مانی اور بے تکی حرکات ہی ہونگیں۔

جامع کمالات مخلوق انسان ہے

اس سے پہلے ہم نے نبی رسول پیغمبروں کے متعلق بات کی' کائنات میں حضور نبی کریم ﷺ واحد ایسی خلق ہیں جنہوں نے حیات دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اور دیدار کیا یہی ایک معاملہ آپ کی فضیلت بزرگی اور شرف انسانیت کی عظمت کے لئے کافی ہے۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں جو ان کے صلب سے پیدا ہوئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اولاد آدم کو انسان سے خطاب کیا ہے اِنْس اَنَسٌ سے متعلق ہے جس کے معنی مانوس ہونا یہ وہی بات ہے جو تخلیق آدمؑ پر اللہ تعالیٰ نے کہی تھی وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا (بقرہ ۳۱) اور اس نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے۔ یعنی انسان بہ نسبت دوسری مخلوق کے ہر چیز یا شئے سے مانوس ہوتا ہے یا جانتا ہے اسی لئے وہ ذاتی طور پر متمدن واقع ہوا ہے اور اس کی زندگی باہمی میل ملاپ اور خاندانی ہوتی ہے جسے نسب کہتے ہیں' نسب کے معنی ماں باپ سے پیدا ہونا جو اس کی شناخت ہے اَنَـــس کے معنی طاقت' توانائی' منی' تخم اور بیج کے ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کے انسان کی تخم ریزی کی مختلف کیفیت ہی اس کا انسان ہونا ہے۔ کسی بھی قابلیت خصوصیت طاقت یا توانائی کا انسان میں ہونا ابدی و ازلی ہے دیدار کو پانا بھی اسی خصوصیت اور قابلیت کا حصہ ہے کہ انسان کے اندر دیکھنے کی یا روشنی کو جذب کرنے کی جو قابلیت یا جسے بصیرت کہا گیا وہ حیات دنیا میں ہے۔ انسان غذائیں کھاتا ہے جب تک وہ جسم کے اندر رہتی ہیں طہارت اور پاکی کا وجوب ہیں جب باہر خارج ہوجاتی ہیں تو ناپاکی اور گندگی کا سبب ہیں پانی اور دوسری رطوبتیں اور سیال جب تک جسم کے اندر ہیں پاک اور جیسے ہی خارج ہوئیں ناپاک پیشاب کا ایک چھینٹا جسم پر گرنا اس حصہ کو جہنم کی آگ میں جلایا جانا ہوا' جسم میں کئی ایسے غدود ہیں جن سے رطوبتیں نکلتی ہیں جو غذا کو ہضم کرنے میں مدد دیتی ہیں اور غذا کے اجزاء کو اعتدال پر رکھتی ہیں مثلاً تلی سے انسولن کا نکلنا انسان میں شکر کو اعتدال پر رکھتا ہے جب تلی ناکارہ ہوجائے تو انسولن نہیں پیدا ہوتا انسان شکر کی موذی بیماری میں مبتلاء ہوجا ہے۔ ایسی ہی کئی رطوبتیں جب خارج ہوتی ہیں جیسے بلغم تو یہ کراہت اور ناپاکی کا سبب بن جاتا ہے۔ انسان غذا کھاتا ہے حیات کے سلسلے کو برقرار رکھنے جسم وجان کی افزائیش کے لئے جب تک وہ جسم میں ہیں پاک ہیں باہر خارج ہوکر گندگی کا سبب بن جاتی ہیں کیوں؟ یہاں تک کہ ان کا کپڑوں پر لگنا بھی نجاست مانا گیا اس سے عبادت اور قربت خداوندی نہیں ہوتی۔ **یہی حال روح کا ہے**

جب تک انسان کے اندر ہے روشنی نور اور حیات کا سبب بنتی ہے اور جب روح نکل جاتی ہے تو اسے عالم برزخ میں بھیج دیا جاتا ہے یعنی قیامت تک اسے معطل کر دیا جاتا ہے سوچنے سمجھنے سے سوائے گنہگاروں کی ارواح کو عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے یہ عذاب روح کو ہوتا ہے جسم کو نہیں ۔اب سوال یہ ہے کہ جب جسم میں روح ہے تو اس کی طاقت اور قوت اس میں طہارت بھی ہے تو جو روحیں اللہ کی عبادتوں ذکر تقوی پرہیزگاری سے مزید سے مزید تر خود کو نفیس اور قوی کر لیتی ہیں کیا وہ نور کے نظاروں سے مستفیض نہیں ہو سکتیں کیونکہ یہ طاقت صرف اسے قید جسم میں ملتی ہے بعد حیات نہیں تو اسے وہ بصارت اور دیدار کیوں نہیں ہو سکتا قدرت کی وسعتوں رعنائیوں عظمتوں قہر وغضب کے مناظر میں جلال وادب کی بصیرت کیوں نہیں حاصل ہو سکتی ۔

اب ان کیفیات کو دوسری مخلوقات میں دیکھیں کیا ہوتا ہے ۔اہل کتاب کے پاس فرشتوں یعنی اینجلس کا مصرف کیا ہے پہلے دیکھیں میکائیل کا کام انسانوں کو صحت وتندرستی دینا' اسرافیل کا کام مشکلوں سے بچا کر راحت دینا' عزرائیل کا کام محبت میں انسانی آپسی میل جول میں مدد کرنا جبرئیل کا کام نت نئے خیالات اور ایجادات کے خیال دلوں میں پیدا کرنا ۔یہ باتیں ان کی کتابوں میں نہیں ہیں جنہیں وہ آسمانی کتابیں کہتے ہیں یہ ان کے محسوسات اور اپنے خیالات ہیں وہ فرشتوں کا تصور انسانی بچوں اور کنواری لڑکیوں میں کرتے ہیں ۔اور سوائے اسلام کی روایتوں اور قصائص کے فرشتوں کا وہ مثبت تصور نہیں جو نظام کائنات کے لئے اللہ تعالی نے ان کی تخلیق کی ہے ۔فرشتوں کو تجسم کی کوئی قید نہیں وہ قید جسم سے آزاد ہیں ان میں کئی طاقتیں اور خصوصیتیں بھی ہیں لیکن !!وہ انبیاء ومرسلین جو اولاد آدمؑ قید جسم میں ہیں ان کے ماتحت کی گئی ہیں' ابلیس کو قید جسم نہیں مگر اس کی طاقتیں اور کمالات اولاد آدمؑ کے سامنے ہیچ ہیں جب تک انسان کی نظروں سے شیطان اوجھل رہتا ہے شرارت کرتا ہے جیسے ہی وہ کسی جسم میں یا شے میں داخل ہوا انسان اس پر قابو پالیتا ہے ۔ایک مثال حضرت جبرئیلؑ کی کافی ہے کہ جیسے ہی کوئی مسئلہ یا خیال حضور ﷺ کے دل میں آیا اللہ کے حکم سے وہ حاضر ہوتے دکھائی دیتے ہیں ۔فرشتے اسلام میں ایک ایسی نوری مخلوق ہے جن کا سراپا مکمل بیان میں نہیں ہے حضور ﷺ نے فرشتوں کو ان گنت مرتبہ کئی حالتوں اور کیفیتوں میں دیکھا اور بیان کیا ہے ایسا دوسرے انبیاء ومرسلین کے ساتھ بہت کم ہوا ایسا لگتا ہے کہ ملا ئکہ اور فرشتے حضور ﷺ کے گرد منڈلاتے رہے ہوں اور یہ سلسلہ نبوت کے تیئیس برسوں تک تو رہا ہی مگر نبوت کے پہلے بھی فرشتوں نے آپؐ کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھا ایسے دوسرے نبیوں کے ساتھ کم ہوا حضرت نوحؑ کے پاس کسی فرشتہ کے آنے کے پختہ ثبوت نہیں حضرت ابراہیم ھود موسی سلیمان وعیسی کے بیانوں میں فرشتوں کا ذکر گاہ گاہ ہے حضرت لوطؑ کے پاس نوجوان لڑکوں کی شکل میں فرشتوں کا آنا بیان ہے ۔حضرت آدمؑ کو ملکہ کے مقام کی نشاندہی کے لئے فرشتہ کے آنے کا ذکر ہے کسی بھی نبی کے واقعات میں فرشتوں کا ایسا ذکر نہیں جو نبی کریم ﷺ کے واقعات میں ہے لگتا ہے کہ ان کا تانتا لگا ہوا ہے ۔اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرح معرفت الہی کا وہ معیار یا پرواز اگلے زمانوں میں نہیں تھی جن کے ذریعہ فرشتے ملا ئکہ نظر آتے تھے حضور ﷺ کی اللہ سے معرفت بلندی کے انتہائی مقام پر تھی جبھی تو آپؐ کو معراج عطا ہوئی ۔جب حبیب خدا ﷺ کا ایسا مقام تھا تو اُمت میں کسی کو

یا کہیں پر اس کی جھلک دکھائی دیتی تھی یہ اللہ کے آخری نبیؐ کا امتیاز ہے جو آپ ﷺ کے توسط سے آپؐ کے تابع تام مہدی موعود آخرالز ماں کو پہنچا اورانہوں نے اس امتیاز کی طلب کوفرض قرار دیا ہے۔جن روحوں کوایسا امتیاز دیا گیا ہے وہ دنیا میں بھی دیدار سے مستفیض ہوسکتی ہیں یہ فیض محمد ﷺ ہے جومہدی نے جاری کیا ہے۔

ہم نے اس سے پہلے کہا ہے کہ انسانی ترقی وتمدن کے مطابق تمامی علوم کتابیں صحیفے اورشریعتیں بدلی گئیں اور نئی شریعتیں نازل کی گئیں۔حضور نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں آپ ﷺ کوتمام علوم ظاہری اورمعرفت الٰہی کے ساتھ مبعوث کیا گیا' باوجوداس کے اللہ تعالیٰ آپؐ سے کہتا ہے کہ **لا تحرک بلسانک** .... اس کے بعد کہا کہ **ثم ان علینا بیانہ** ..... یعنی کچھ باتوں کومزید بیان کرنے ان کی وضاحت کرنے کے لئے مزید انسانی علوم مذہبی سمجھ اورترقی کا ہونا ضروری تھا۔اس لئے ہم دیکھتے ہیں بعد مسلمانوں کوقرآن کے احکام بتانے کے لئے عالموں اورفقیہوں کووضاحتیں کرنی پڑیں۔اورمعرفت الٰہی کا معاملہ تو بالکل ہی حساس ہے اس کے لئے تو 9صدیوں بعد ایک ہادی ومہدی کوبھیجا گیا۔

انسان جب تک اللہ تعالیٰ کابندہ بنارہے تواوصاف شرف مخلوق میں داخل ہے۔بزرگوں کی عقیدت واحترام شریف النفس ہونے کی علامت ہے۔مگر!! جب اس عقیدت واحترام کاقد مخلوق سے اُنچا کر کے خالق کی خلقت میں دخل اندازی کی حدوں میں داخل کردیا جائے توبدعت کی شروعات وہیں سے شروع ہوتی ہے بعد کواس میں شرک کارنگ اختیار کرلیا جاتا ہے اس کے بعد یہ عقیدت واحترام نہ ہوکر خالق کی اطاعت میں بغاوت کی علامت بن جاتی ہے جس سے کہ عقیدت واحترام کرنے والا راہ حق سے نہ صرف بھٹک جاتا ہے بلکہ جس کا حد درجہ احترام کردیا گیا انہیں غروراورتکبر میں مبتلاء کردیتا ہے جہاں سے خدا کی بندگی کروانے کے بجائے خودکاغلام بنائے رکھنے کے نت نئے زاویے تلاش کرلئے جاتے ہیں۔مہدی موعودؑ کی ساری حیات کا مطالع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے سوا کبھی اپنی ذات کی طرف لوگوں کومتوجہ کرنے کا ہلکا سے موقع بھی نہیں دیا' مگر آج دوسرے گروہوں کی طرح دائروں میں شخصیت پرستی کارجحان زیادہ ہوتا جارہا ہے۔

حصول ایمان کے درجات

بحیثیت کلمہ گوایمان اسلام عقاید مراتب ومقامات کاحصول دین میں الگ الگ ہے۔اسے مہدوی مومن مسلمان کافرمشرک کی درجہ بندی میں دیکھیں۔قرآن وحدیث میں اللہ اوراللہ کے رسول ﷺ کے اشارات میں انہیں سمجھا جاسکتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ شرک کے سواء ہرگناہ معاف کریگا' جس نے کلمہ شہادت پڑھلیا وہ جنت کا حقدار' اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہے' اللہ تعالیٰ ستر ماؤں کی محبت رکھتا ہے ایسے بیانات قرآن وحدیث کا حصہ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ مخلوق انسان سے رحم وشفقت رکھتا ہے لیکن اس رحم وشفقت اور محبت کے تقاضے اوردرجات الگ الگ ہیں۔یعنی مقربین' عارفین' عرش کے نیچے قیام کرنے والے مکین جنت الفردوس میں رہنے والے جنت الماویٰ کے لوگ ایسے مراتب ومقامات بیان ہوئے ہیں ان درجات کے حصول کا انتخاب انسان کو دنیا میں کرنا ہے

۔مشرکین کے لئے تو بعد حیات الموت ہمیشہ کے لئے جہنم ہے لیکن کفر کا درجہ اس سے کم کا ہے کیونکہ کفر کئی اقسام کے ہوتے ہیں کفر معنی انکار کرنا خدا کا انکار کرنا رسول کا انکار کرنا خدا کے احکام کا انکار کرنا اس کے نبی رسولوں کے احکام کا انکار کرنا یہ ایسی درجہ بندی ہے جس کا صلہ احتساب کے بعد قیامت یا عقبیٰ میں ملے گا۔ جیسے انبیاء مرسلین' پیغمبر' خلیفۃ اللہ' مقربین' عارفین' صحابہ رسول و انبیاء' اولیاء' اتقیاء' عابدین' صالحین' متقین' ذاکرین' نمازی' روزہ دار' حج کرنے زکواۃ دینے والے کلمہ پڑھنے والے نیک اعمال کرنے والے' صلہ رحمی کرنے والے' ایسے بہت سے درجات ہیں انسان کو دنیا میں ان کا انتخاب کرنا ہے۔اللہ تعالی اپنے حقوق معاف کرنے کا وعدہ فرماتا ہے سوائے شرک کے لیکن! بندوں کے حقوق معاف نہیں کریگا ان کا حساب دینا ہوگا۔جیسے اللہ تعالی نے ہر انسان کا مقدر لکھ دیا ہے اگر دنیا میں کوئی اس حق یا مقدر میں سے کچھ چوری کر لیتا ہے یا دھوکہ سے حاصل کرتا ہے یا کسی انسان کا قتل ناحق کر دیتا ہے یا اللہ نے جو حقوق بتائے ہیں انہیں ادا نہیں کرتا یا مکر وفریب سے جادو سحر سے اس کی زندگی مفلوج کر دیتا ہے اس پر ظلم و جبر کرتا ہے اسے اللہ تعالی کے طے شدہ مقدر میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے یا اُس کام سے روک دیتا ہے جسے اللہ نے دنیا میں کرنا مقدر کیا تھا تو ان تمام کا حساب حشر میں دینا ہوگا اور فیصلہ اللہ تعالہ صادر فرمائے گا۔اب مخلوق انسان میں انبیاء مرسلین اور اللہ کے خلیفوں کو چھوڑ دیں جن سے کفر وانکار کی گنجایش نہیں ہوتی وہ معصوم عن الخطا ہوتے ہیں ان کے بعد ان کے صحابہؓ اولیاء اور صالحہ بندوں کے جو اعمال ہیں ان میں کہیں نہ کہیں خطا لغزش نسیاں کا ہونا انسانی فطرت کا تقاضہ ہے۔سو اللہ تعالی نے پیغمبر آخر الزماں حضور محمد ﷺ کی آخری اُمت میں آخری خلیفۃ اللہ مہدی موعود علیہ السلام کے ذریعہ تعلیمات مقیدہ مخصوصہ کے حصول کا ذریعہ بتایا تاکہ مخلوق انسان ان تمام اعمال اوصاف قبیحہ سے محفوظ دنیا سے رخصت اس طرح ہو کہ مثالی بندہ بن کر عقبیٰ میں داخل ہے جو مقربین کے مقام کا حقدار ہو سکے۔ورنہ ہر کلمہ گو اسلام سے بہرور ہونے سے مسلمان تو ہوتا ہے مقرب نہیں اس لئے اُسے بعد احتساب جہنم سے گزرنا ہے جو ایمان کی کمی اور قربت خداوندی سے دوری کا سبب ہے۔

اب حروف آخر پر آتے ہیں مقطعات قرآن مجید اور شاہد بینہ ہونے کے شواہد تو ہم نے کئی پیش کے جس میں اللہ تعالی نے اسماء الحسنیٰ اور مقطعات میں اپنی عظمت قدرت جلال ربوبیت کے کئی مظاہر پیش کرتے ہوئے سورتوں کو آیات کو ترتیب میں آگے پیچھے علم ریاضی کے دقیق اُصولوں پر اشارے دئے ہیں۔اور اللہ رسول افضل الانبیا محمد مصطفی ﷺ کے حق ہونے پر سارا قرآن مجید شاہد ہے اور اللہ تعالی نے بھی انہیں نبی رسول پیغمبر اور رحمت اللعالمین سے خطاب فرمانے کے ساتھ آپ ﷺ کا 5 مرتبہ نام لیکر بتایا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔اور مہدی علیہ السلام کو تابع رسول ﷺ کہکر مخاطب کیا اور اللہ کے رسولؐ نے انہیں خلیفۃ اللہ مہدی کہا۔سورہ یوسف کی ۱۰۸ ویں آیت آپ اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کر دیتے تو کافی تھا مگر آپؑ نے 14 سورتوں کی 18 آیات سے اپنے دعوی کو ثابت کیا ہے جو اللہ تعالی نے آپؑ کو نشاندہی کروائی تھی اور ان آیات کی بنیادوں پر آپ علیہ اسلام کو دعوی پیش کرنے کا حکم دیا تھا۔یہاں وہی اسماء الحسنی اور شہادت رسول ﷺ کا اُصول اپنایا گیا ہے کہ مکرر سکرر حق کو حق ثابت کرنے کی اللہ اور

رسول ﷺ کی سنت ہے مہدی کے لئے جو رسول ﷺ کے بعد ایک آخری بینہ ہیں ان کے شاہد قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔اسی شہادت کا اعادہ ہر دن بعد عشاء مہدوی کرتے ہیں۔نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اللہ ایک ہے اور محمدؐ اللہ کے نبی ہیں قرآن اور مہدی ہمارے امام ہیں جو آئے اور گئے۔

اس سے پہلے ہم نے مطابعت رسول گو مہدئ کی زندگی کے ایام میں کئی زاویوں اشاروں اور حقیقت میں پیش کیا اب آخر میں ایک یہ حقیقت بھی دیکھ لیں۔

سنہ عیسوی کے حساب سے حضور نبی کریم ﷺ کا سال وصال 632 ہے اس میں سے 32 کا عدد لیں اور اسے اُلٹ دیں یہ ہوگا 23 جو آپ ﷺ کی نبوت کی معیاد ہے۔اب حضورؐ کے مکی دور کے 13 برس کو لیں اس میں حضرت مہدی موعودؑ کی ابتدائے ہجرت کی سنہ 887 ہے اس میں ان 13 برسوں کو جمع کریں تو ہوئے 900 یعنی نویں صدی ہجری جو اللہ کے رسول ﷺ کے وعدہ مہدی کا زمانہ جہاں خاتم الانبیا ﷺ کی عروج نبوت کا دور شروع ہوتا ہے وہیں سے خاتم ولایت محمدیہ مقیدہ مخصوصہ کا دور شروع ہوا ہے۔اور اب اس 887 میں نبوت کے کل 23 برسوں کو جمع کریں خاتم ولایت محمدیہ کا وصال ہو جاتا ہے 910 سنہ ہجری میں' جس طرح نبوتؐ ولایت کی ابتداء ہے انہیں حالات میں ان کی انتہاء ہوئی ہے یہ محض اتفاق نہیں ہے بلکہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت میراں سید محمد جونپوری ہی مہدئ موعود علیہ السلام خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہؐ ہیں۔اس کی دوسری جہت یہ ہے کہ بی بی الہ دیتیؓ کا وصال 891 ہجری میں ہوا مہدی موعودؑ کا 910 ہجری میں یعنی 19 سال بعد اور حضرت بندگی سید محمود ثانی مہدیؓ کا وصال 919 ہجری میں۔ اک معجزہ ہے ترتیب عناصر کا ظہور

نماز ہی عبادت کیوں؟

مشرکوں کافروں کے یہاں عبادت ریاضت کا کوئی با ضابطہ طریقہ اور تعلیم نہیں ہے جو جس کی سمجھ میں آئے وہ کرسکتا ہے۔لیکن وحدانیت کے تینوں مذاہب میں عبادت کا ایک طریقہ اور تعلیم کا نظام ہے۔مثلاً یہودیوں کے یہاں دن میں تین وقت کی عبادت کی پابندی ہے صبح کی عبادت یہودی حضرت ابراہیمؑ کی اتباع میں کرتے ہیں جسے سخارت کہتے ہیں دوپہر کی عبادت حضرت اسحاقؑ کی اتباع میں پڑھتے ہیں جسے منحا کہتے ہیں شام کی عبادت حضرت یعقوبؑ کی اتباع میں پڑھتے ہیں جسے ماریو کہتے ہیں۔یہ تینوں عبادتیں وہ اتباع میں پڑھتے ہیں فرض کے طور پر نہیں کہ اللہ کا حکم ہے۔عیسایوں کے یہاں پہلے سات وقت کی عبادات تھیں بعد میں انہوں نے انہیں چار کر دیا اور وہ بھی عیسایوں کے ایک دوگروہ میں جبکہ زیادہ تعدا عیسایوں کی عیسی کی بت پرستی میں مبتلا ہے۔موحدین کے مذاہب میں یہ عبادتیں یاددھانی کے بطور رہیں کہ دنیا کی زندگی میں دوسری ضروریات اور مصروفیات کے باوجود خالق اور مالک رب العزت کو نہ بھولا جائے۔مذہب اسلام کے علاوہ کسی بھی موحد مذہب میں اجتماعی عبادات کا طریقہ یا تعلیم نہیں ہے۔صرف اسلام ہی واحد مذہب ہے جو اجتماعی اور انفرادی عبادت کی تعلیم دیتا اور طریقہ بتاتا ہے۔اُمت محمد ﷺ پر پچاس سے

پانچ نمازیں فرض ہوئیں یہ نہ صرف عبادتیں ہیں بلکہ اللہ رب العزت کے حضور عجز وانکساری کا اظہار ہے اور اُس کے حکم کی اطاعت ہے جو ہر عاقل وبالغ مسلمان پر فرض ہے جس کے ادا نہ کرنے پر مواخذہ اور عذاب کا وعدہ ہے۔ فرض نمازیں تو ہیں ہی ان کے ساتھ سنتوں کا بھی اہتمام ہے کہ جس میں موکدہ اور غیر موکدہ کے درجات ہیں اور مہدویوں پر پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ ترک حب دنیا فقراء اور صادقین کے لئے نماز تہجد کی ادائیگی ضروری ہے کیونکہ حضو ﷺ پر نماز تہجد فرض تھی مہدیٔ موعود علیہ السلام نے اسے موکدہ کی طرح پڑھا ہے طلب دیدار کے لئے اس لئے ترک حب دنیا فقراء کے لئے نماز تہجد سنت رسول ﷺ اور اتباع مہدی میں ضروری ہے طلب دیدار کے لئے۔ اس کے علاوہ مہدویوں کے فقراء کے لئے نوبت اور ذکر دوام بھی ضروری ہے باری باری آٹھوں پہر یہ اللہ تعالی خالق عالم سے انتہائی عجز وانکساری کے علاوہ طلب قربت خداوندی کے لئے ہے جو معرفت الٰہی کا منتہی ہے۔

میں کیا بتاؤں وہ کتنا قریب ہے میرے میرا خیال بھی اُس کو سنائی دیتا ہے زبیر علی تابش

خلافۃ اللہ اور جہاد

طلوع اسلام سے پہلے حکمرانوں اور بادشاہوں کے درمیان معرکوں اور جنگوں کے بہت سارے واقعات ہیں لیکن انبیا ومرسلین میں کسی نے جنگ یا معرکہ کیا ہو ایسا واقعہ نہیں ہے سوائے حضرت داؤدؑ کے انہوں نے بھی ساری فوج سے جنگ نہیں کی بلکہ صرف جالوت Goliath کو مارا تھا جو فلسطین سے طالوت Saul کی حکومت سے مقابلہ کرنے آئی فوج میں تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ یروشلم کے بادشاہ طالوت پر فلسطینی فوج نے حملہ کیا اور مقابلے کے لئے کسی زور آور کو میدان میں بھیجنے کا مطالبہ کیا کوئی بھی اس قوی ہیکل پہاڑ جالوت جیسے انسان سے مقابلہ کرنے پر راضی نہ ہوا تو حضرت داؤدؑ نے بادشاہ طالوت سے کہا کہ اگر میں جالوت کو ٹھکانے لگا دوں یا پچھاڑ دوں تو تم انعام میں کیا دو گے بادشاہ طالوت نے کہا کہ میں تمہیں اپنی دختر سے نکاح کرونگا اور حکومت میں حصہ دار بناؤں گا حضرت داؤدؑ نے جالوت کو اپنی غلیل یا گوپھن سے ہی مار گرا دیا اور اس طرح وہ بادشاہ بنے۔ اس واقعہ کا ذکر سورۂ بقرہ آیت 250-253 میں ہے۔ اس کے علاوہ بنی اسرائیل اُمت محمد ﷺ کے بعد سب سے بڑی اُمت مانی گئی ہے مگر ان کے کسی نبی رسول یا پیغمبر نے جنگ یا جہاد کیا ہو واقعات میں بیان نہیں ہے سوائے حضرت داؤدؑ کے۔ صرف واحد حضرت خاتم الانبیاء نبی کریم ﷺ کی ذات ہی ہے جنہیں اللہ تعالی نے جہاد کا حکم دیا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسانیت ارتقاء کے مراحل سے گزر کر ایک ایسے دور میں پہنچ گئی تھی جہاں پر حکومت وبادشاہت ہی نہیں مذہبی منافرت اور مقابلہ آرائی ایک حقیقت بن چکی تھی جو قوموں اور ملکوں کے درمیان ایک بڑی رنجش کی وجہ تھی۔ اس کی مثال رومی (عیسائی) اور پارسی (زرتشتی) قوموں کے معرکوں اور جنگوں کی شکل میں نمودار ہوئیں۔ اس کے تانے بانے مقدونیہ کے سکندر اعظم سے ملتے دکھائی دیتے ہیں۔ طلوع اسلام کے وقت جزیرہ نماء عرب کے دونوں اطراف ایرانی وبازنطینی حکومتیں تھیں جو اس وقت کی سوپر پاور تھیں۔ ان کے علاوہ علاقائی ومقامی حکمران بھی مذہبی اُمور پر ایک دوسرے سے مدمقابل ہو جایا کرتے تھے اس کی مثال ابرہہ الاشرم کا کعبہ پر حملہ کرنا ہے جس کا ذکر سورۂ

فیل میں ہے ابرہہ یمن کے اقسم فوج کا جرنیل تھا جو ایک یہودی مملکت تھی یہ بعد میں بادشاہ بن گیا تھا۔ لہٰذا بعثت نبوت کے بعد پیغمبر آخرالز ماں نبی کریم ﷺ کو ایسی طاقتوں سے مملکت اسلامیہ کو محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے جہاد و معرکہ آرائی کا اختیار دیا گیا۔ چونکہ پہلے کے انبیاء و مرسلین کے اصلاح و تبلیغ کے علاقے مقامی اور محدود ہوا کرتے تھے اس لئے کسی پیغمبر نبی رسول کے واقعات میں معرکہ یا جنگ اور عسکری مقابلہ آرائی کے واقعات نہیں ملتے انہیں صرف رشد و ہدایت کا کام سونپا گیا۔ اور محمد مصطفی ﷺ خاتم الانبیاء تھے قیامت تک آپ کی نبوت و رسالت کو جاری رکھنا تھا اور شریعت محمد ﷺ میں ملکی نظام حکومت اور جنگی نظام کا طریقہ رائج ہوا' اور بعد میں دیکھا بھی گیا کہ اسلام کی مخالفت میں سارا عالم ایک جٹ ہوتا نظر آیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مقدسہ میں معرکہ تبوک پہلا بڑا عسکری معرکہ تھا جو بازنطینی حکومت کے خلاف تھا آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے عہد 16 سولھویں ہجری یا 636 عیسوی میں پہلا بڑا عسکری معرکہ جنگ یرموک ہوا جس میں شام فلسطین اور لبنان کے علاقے اسلامی مملکت میں شامل ہو گئے اس کے بعد 637 عیسوی میں جنگ قادسیہ میں ساسانی حکومت کے وہ علاقے بشمول اعراق ارمینیا مصر انوتولیہ (ترکی) اسلامی مملکت کا حصہ بن گئے۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کے دور میں جو معرکے اور غزوات ہوئے وہ مسلمانوں کے دفاع Defence میں تھے ان میں حملہ آور کفار یہودی و عیسائی تھے اور جنگ یرموک اور قادسیہ بھی دفاع میں ہی لڑی گئیں کیونکہ ایرانی و بازنطینی فوجیں آئے دن مذہب اسلام پر لوٹ مار اور یورشیں کرنے لگی تھیں وہ دونوں جزیرہ عرب پر اپنا تسلط قایم کرنا چاہتے تھے جہاں سے حبشہ یا افریقی مما لک پر آسانی سے قبضہ کیا جا سکے۔ اگر آج کے حالات میں اسے سمجھنا ہے تو اسے ہرمز کی سمندری آبی گزرگاہ کے تناظر میں سمجھیں Strait of Hurmuz جو ایران' متحدہ عرب امارات قطر بحرین کے درمیان ہے۔ جہاں سے پورے مشرق وسطی یوروپ امریکہ اور ایشیائی مما لک تجارت کر سکتے اور خام تیل لا سکتے ہیں اس کے لئے یہ مما لک یہاں کے ملکوں کو ایک دوسرے سے لڑاتے اور اُلجھائے رکھتے ہیں تا کہ ان کی حکومت رہے اور تسلط بنا رہے۔ یہی حال مالا کہ اسٹریٹ Malaka Starit کا ہے جو آسٹریلیا چین جاپان انڈونیشیا مما لک کے درمیان اور خلیج بنگال اور بحرا وقیانوں کے درمیان ہے۔ طلوع اسلام کے وقت ہندوستان ایران یوروپ کے مما لک عرب کی راہداری کے ذریعہ تجارت کرتے اور عرب پر اپنا تسلط بنائے رکھنا چاہتے تھے۔ حضور ﷺ نے اس حقیقت اور اس کی Stratigic importance جنگی نکتہ نظر کی وجہ سے معرکہ تبوک کرنا نہایت ضروری سمجھا تا کہ اس بہانے یہ مما لک اسلام پر حملہ آور نہ ہوں۔ حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اسلامی مملکت کا ایک ڈھانچہ Structure بن چکا تھا اس کی سرحدیں اور علاقے وسیع ہونے لگی تھیں۔ اس لحاظ سے خلفائے راشدین جو خلفائے رسولؐ تھے مسلمانوں یا مملکت اسلامیہ کے خلیفہ ہونا اسلامی حکمران ہونا مان لیا گیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ بعد میں محمد ﷺ کے مبشر خلیفۃ اللہ مہدی موعود آخرالز ماں کے احوال و اعمال کو بھی خلافت دنیا سے جوڑ دیا گیا جب کہ مہدی اللہ کا خلیفہ ہونے کے مقام پر روحانی خلیفہ تھے نہ کہ دنیاوی حکمران۔ اور دنیاوی حکومت بادشاہت کو اسلامی شریعت سے ہونا تصور کر کے مہدی کو ایک جنگجو حاکم یا

حکمران کے طور پر تصور کرلیا گیا یہ ایک ایسا ابہام تھا جو اُمت میں پیدا ہو گیا جسے محدثوں اور عالموں نے بھی دور کرنے کی کوشش نہیں کی عامۃ الناس میں پھیلی ایک فرضی خوش فہمی کو دین کی ضرورت مان لیا گیا جبکہ معاملہ ایسا نہیں ہے ۔جو احادیث مہدی کے تعلق سے فوجوں جنگوں کی بیان ہوئی ہیں ان میں مہدی کا نام نہیں ہے صرف قیاس کی بناء پر انہیں مہدی کے بیانوں سے جوڑ دیا گیا ہے ایک واہمہ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔یہ نظریہ عوام میں مہدی کے حکمران اور جنگجو ہونے کا جو پھیل گیا اس ضمن میں علمائے اسلام کی کثیر تعداد خاموش ہے وہ کھل کر اپنی رائے اور خیال ظاہر نہیں کرتے کیونکہ ان کے پاس بھی مہدی آخرالز ماں کے جنگجو حکمران ہونے کے پختہ اور ٹھوس دلایل نہیں ہیں ۔مہدی کے تعلق سے احادیث میں جو وضاحتیں نام مہدی کے ساتھ آئی ہیں اُن میں مہدی کا عترت فاطمہؓ سے ہونا' خلیفۃ اللہ ہونا' معصوم عن الخطاء ہونا' سویت تقسیم کرنا (مال برابر برابر تقسیم کرنا) نویں صدی ہجری میں بعثت ہونا' ایک رات میں صلاحیت کا دیا جانا جیسے اُمور بیان ہوئے ہیں ۔اب ہوتا کیا ہے کہ جب عامۃ الناس میں جب کوئی نظریہ پھیل جائے تو اسے حقیقت مان لیا جاتا ہے ۔اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان عرب مما لک خصوصًا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے تقدس واحترام میں اور حضور ﷺ کے حکم کے مطابق عربوں کا ادب کرتے ہیں لیکن ان عرب مما لک میں ایشیائی افریقی وسط ایشائی مما لک کے مسلمانوں کے تئیں حقارت اور غلاموں اور مسکینوں کا نظریہ پایا جاتا ہے جبکہ ان کے مقابل اسلام ایمان اور تعداد میں عجمی مسلمان پابند اور قوی بھی ہیں ان عرب مما لک نے کچھ عالموں کو خرید کر ان کے ادب واحترام کا ایک بھرم پیدا کردیا ہے ۔دنیا میں 2015 کے اعداد وشمار کے مطابق ایک سواسی 180 کروڑ مسلمان ہیں ان میں 20 کروڑ ہندوستان میں 20 کروڑ پاکستان میں 13 کروڑ بنگلہ دیش میں 24 کروڑ انڈونیشیاء میں ہیں ان کے علاوہ ترکی 6 تا نجیریا 7 مصر 5 کروڑ ہیں اور دوسرے مما لک میں بھی آبادیاں ہیں ۔جبکہ سعودیہ میں 3.5 اردن 1 اعراق 4 کروڑ اور قطر 18 لاکھ فلسطین 45 لاکھ عمان 25 لاکھ کویت میں 22 لاکھ مسلمان ہیں اس طرح جو آبادی کا تناسب ہے وہ عربوں سے زیادہ دوسرے مما لک میں مسلمانوں کا ہے باوجود اس کے ان عربوں کی نگاہ میں دوسرے مسلمان مسلمان بھی نہیں اور اگر ہیں بھی تو مسکین کے زمرے میں رکھا ہے ۔یہ مذہبی اور اعتقادی حقارت ہر قوم ملک اور قطہ میں پائی جاتی ہے ۔اورتو اور دوسرے ملکوں کے مسلمانوں نے بھی ان عربوں کی غیر حقیقی سیادت کو تسلیم کرکے غلامی کا انداز اختیار کررکھا ہے مذہبی معاملات میں تو معاملہ ایسا ہے کہ عربوں کا کہا شریعت ہے مگر خود کی کوئی اوقات ہی نہیں جیسا تاثر اُمت میں پھیلا دیا ہے ایسا ہی کچھ اسلامی جہاد کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے ۔جبکہ حضور نبی کریم ﷺ میں جو جہاد یا معرکہ غزوات ہوئے وہ دفاع میں تھے حملے نہیں اور اس جہاد کا اختیار صرف خاتم الانبیا ﷺ کو دیا گیا اب اسے مہدی موعود علیہ السلام سے اس لئے جوڑ کر انہیں ایک جنگجو حکمران کے طور اس لئے پیش کردیا جاتا ہے کہ ان کے دنیا میں حکومت کرنے کی خواہش پوری ہو جبکہ اگلے انبیاء ومرسلین میں کسی بھی نبی ورسول کو صرف اصلاح وتبلیغ کے لئے ہی مبعوث کیا گیا زمانے حالات اور تقاضوں کے مطابق صرف حضو ﷺ کو اس کی اجازت دی گی ہے اور مہدی موعود آخرالز ماں چونکہ خلافۃ اللہ کی آخری کڑی ہیں اس لئے ان کی روحانی خلافت حقیقی ہے نہ کہ دنیاوی

خلافت ۔جب خاتم الانبیا ﷺ کی اُمت دنیا کی حاکم نہیں بنائی گئی تو مہدیٔ کیسے دنیا کے بادشاہ قرار پائیں گے جب کہ وہ تابع رسول ﷺ ہیں جس سے کہ متبوع ﷺ کا مرتبہ گھٹتا ہو۔

بات ہے جالوت کے قوی ہیکل Giant ہونے کی ۔حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ہے کہ اُن کے قد کی لمبائی کئی فیٹ تھی وہ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے فرشتوں کی تسبیح سنا کرتے تھے' ظاہر ہے کہ ان کی اولادیں بھی اتنی ہی لحیم شحیم ہونگی اور ان کی قد کاٹھی اور اعضاء بھی قوی ہیکل ہونگے ۔اور نوحؑ کا قد بھی ایسا ہی ہوگا ورنہ ایک فرد واحد حضرت نوحؑ ایسی کشتی کیسے تیار کرتے کہ جس میں آپؑ کے صحابہؓ کے علاوہ جانوروں کی تمام اقسام کے جوڑے سما گئے' چرند پرند درندے گھریلو جانور پانی کے جانوران کے اناج جمع کرنے کے لئے' کشتی بھی اتنی ہی ہوگی ۔لہٰذا ان کا قد ہی اس میں کام آیا ہوگا ۔اور روایتوں میں ہے کہ کشتی کی لکڑی لانے کے لئے' جس شخص کو کہا وہ سمندر میں پیدل چل کر جاتا تھا۔ یہاں پر تاریخی آثار میں غور کرنا ضروری ہو جاتا ہے ۔عیسائی دعویٰ کرتے ہیں کہ تاریخ لکھنا پہلے پانچویں 5 عیسوی میں ہیروڈیٹس نے شروع کیا جبکہ اس صدی میں جزیرہ عرب اور فلسطین میں کاغذ دستیاب نہیں تھا۔حضرت عیسیٰؑ سے پہلے فرعانہ مصر نے پیاپرس نامی ایک شۓ لکھنے کے لئے وضع کی تھی مگر وہ بہت کم مقدار میں میسر تھی ورنہ فرعانہ مصر اپنے کتبے دیواروں اور اہرام میں کیوں کندہ کرواتے ۔کاغذ کی دریافت چینی قوم نے کی پہلی صدی عیسوی میں مگر وہاں بھی محدود پیمانے پر کاغذ کا استعمال ہوتا تھا' چینی ریشمی کپڑوں پر اپنی تحاریر لکھتے تھے بعد میں ان کے ہاں کاغذ کا چلن عام ہو گیا اور انہوں نے پانچ یا چھ صدی میں کچھ ایک کتابیں لکھیں یا تحاریر کا اندراج کیا۔ بات ہے تاریخ مرتب کرنے کی سب سے پہلے باقاعدہ کتاب میں تاریخ لکھنے کا چلن مسلمانوں نے کیا قرآن کے محفوظ کرنے کے بعد جس کا ثبوت قرآن مجید کا مصحف محفوظ کرنا ہے ۔اس کے بعد حضور نبئ کریم ﷺ کے بعد ساتویں صدی میں کچھ تاریخی واقعات کو زبیر اور الاظہری نے قلمبند کیا جواب ناپید ہے موجود نہیں ۔ان کے بعد عروہ بن زبیر نے 712ء میں کچھ واقعات قلمبند کئے' وہب بن منبہ نے 7 ویں صدی میں کچھ قلمبند کیا' ان کے بعد ابن شہاب الاظہری ابن اسحاق ہشام بن کلبی نے 8 ویں صدی میں کچھ مواد اکھٹا کیا' اور واقدی نے بھی اسی دور میں تاریخ لکھی مگر بعد میں واقدی کی تاریخ کو علمائے اسلام نے نکار دیا کیونکہ وہ واقعات کے تحقیق پر مبنی نہیں تھی بلکہ سنی سنائی باتوں پر لکھی گئی تھی ۔ابوعبداللہ محمد سعد بن ابن مانی البصری نے 168 ہجری کے آس پاس تاریخ ابن سعد لکھی ان کے بعد 8/9 عیسوی میں محمد بن جریر تبری نے تاریخ لکھی ابن خلدون کا زمانہ 13 اور 14 عیسوی کا ہے ۔ان حالات کے تناظر میں دیکھیں تاریخ کا علم مسلمانوں نے شروع کیا عیسایوں نے پچھلے تین چار سو برسوں میں تاریخ لکھنے کا کام شروع کیا اس کے لئے انہوں آثار قدیمہ کی کھدائیوں پر اپنی تاریخ کی بنیاد رکھی اور کچھ عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید یعنی توریت زبور بائبل کے بیانوں کو تاریخ کا حصہ بنایا۔ اس لحاظ سے اگر انسانی عروج اور ترقی کا جائزہ لیں تو نوح علیہ السلام کی اولاد جب جزیرہ عرب کے شمال میں آباد ہوئی تو وہ بڑے شاہ زور اور قوی ہیکل تھے ۔جیسے جیسے ان کی آبادی بڑھتی گئی وہ دوسرے علاقوں کو نقل وطن کرنے لگے کچھ افریقہ میں چلے گئے' کچھ یوروپ میں کچھ انڈونیشیا وسطی ایشیا کے ممالک

میں گئےاور بہت سارے روم ترکی یونان منتقل ہوئےاور بعد میں براعظم امریکہ چلے گئےان دنوں یعنی آج سے آٹھ نوہزار برس پہلے یوروپ اورامریکی براعظم کے درمیان ایک زمینی راہداری ہوا کرتی تھی جوفلوریڈااور بہاماس کے درمیان سے ہوکرگزرتی تھی جسے Bimini Road کا نام دیا گیا ہے بعد میں یہ سمندر میں ڈوب گئی اس طرح کے کئی شہراور آبادیاں آج سمندر کےاندرتلاش کی جاچکی ہیں اورہندوستان میں دوارکا گجرات کاایک شہر ہے جوکبھی سمندر کے کنارےہوا کرتا تھااورآج سمندر کےاندرڈوب گیا ہے آج کئی جزیرے سمندر میں ڈوب گئے ہیں اورکئی نئے ابھرآئے ہیں۔اوران دیوہیکل لوگوں نے جہاں اپنا مسکن بنایاوہاں بڑی وسیع وعریض عمارتیں یعنی اہرام بنائے جوابھی حال کے برسوں میں ہی دریافت ہوئی ہیں جن کے آثار مالٹاترکی اورانڈونیشیامیکسیکوپیرو جیچانٹیا چولولہ انگلینڈ کےاسٹون ایج کی چٹانیں ساؤتھ امریکہ کے ماچوپچو آزٹیک قبیلےاورامیزان کےجنگلوں میں دریافت اہرام شامل ہیں اوراسی کے ساتھ ان لوگوں کاعرب اور یوروپ کوآنا جانا اورتعلقات کئی صدیوں تک جزیرہ عرب سے رہےان میں کس کس حکومت اورقوم کواللہ تعالیٰ کفروشرک کی پاداش میں عذاب دیا یہ اللہ ہی جانے۔اس کےعلاوہ پچھلی دوتین صدیوں میں انسانی جسم کے ایسے ڈھانچے ملے ہیں جن کاقد سوفیٹ سے زیادہ ہے۔ان سبھی کے بعد مصری قبطی قوم کازمانہ ہے جوترقی کی انتہا کوچھونے لگی تھی انہوں نے اپنے اہرام Pyramids جو بنائے وہ ساؤتھ امریکہ اورانڈونیشیا یامالٹا کے طرز پر بنائے ہیں اس کا خلاصہ آج کیا جارہا ہے۔ ورنہ پہلے یہ سمجھا جارہاتھا کہ فرعانہ مصرہی سب سے پہلے دنیا کی ترقی یافتہ قوم ہے۔مصری سورج کی پوجا کیا کرتے تھے کیونکہ جزیرہ نما عرب میں سورج کی تپش اورگرمی زیادہ ہوتی ہے جبکہ ساؤتھ امریکہ اورانڈونیشیا کے ان دیوں ہیکل لوگوں میں برسات اور طوفان کی پرستش ہوتی تھی یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ طوفان نوح کی ہلاکتوں سے ڈرتے تھےاورانہوں نے اہرام بنائے ہیں ان کے پتھر چالیس پچاس ٹن وزنی ہیں جبکہ مصر کےاہرام کے پتھر دوڈھائی ٹن وزنی ہیں اس سے اندازہ لگایا جارہا کہ بہ نسبت مصریوں کےان کی قدکاٹھی لمبی اورمضبوط تھی ہمارا یہ کہنا کہ پہلے کےانسان طویل قامت ہوا کرتے تھےاس کےثبوت مل چکے ہیں ہندودیومالا میں دیواورراکشش کا ذکر ہےاسی طرح یوروپی قوموں میں ایک گلیور Gulliver کی کہانی ملتی ہے جوغلطی سے بونے لوگوں کے جزیرے میں چلا جاتا ہے جن کاقد دوچارانچ سے زیادہ نہیں ہوتا۔انسانوں کااس قد کا آہستہ آہستہ گھٹنااللہ کی مرضی ہی سے ہوگا کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ ہم عام انسانوں میں بھی بونے یعنی Dwarf ہوتے ہیں۔بونے ہونے کی وجہ موجودہ سائنس ایک ہارمون کے نا ہونے کومانتی ہے۔کیا پتہ یہی بیماری انسانوں کاقد کم کرنے کا باعث بنی ہوسوچیے آج دنیا کی آبادی 8 سوکروڑ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے انسان کاقد چھوٹا نا کرکے دیوہیکل ہی رہنے دیاہوتاتو زمین پرانسانوں کے رہنے کی جگہ کی کتنی قلت ہوچکی ہوتی اورآج حکومت زمین حاصل کرنے کے لئے جوجنگیں ہورہی ہیں وہ اورکتنی زیادہ سنگین اورخونین ہوتیں۔انسان کانقل مکانی کرنا شروع سے ایک حقیقت رہی ہے ہندوستان کے آریائی نقل وطن کرکے شام اعراق ایران سے درہ خیبر کے راستے ہندوستان آئے تھےاور یہاں کے غیر مہذب قوموں پراپنا تسلط برقراررکھنے کے لئے خودکااونچی ذات ہونا اوران غیرمہذبوں کا کم ذات ہونا قراردے دیا تھا۔نسلی

خاندانی مذہبی برتری کا عفریت ہزاروں سال پرانا ہے' ہٹلر نے نسلی بربریت میں جنگ کی مسولنی نے بھی یہی کیا عیسائی اور یہودی بھی یہی صدیوں سے کرر ہے ہیں مسلمانوں میں شیعہ نسلی برتری کے قایل ہیں۔دور کیوں جائیں مہدویوں کے میاں کے فرزنداں مہدی کے فرزنداں کی تاتی تعصب دیکھ لیں عالموں رشد وہدایت والوں کو کوئی بات کہہ کرتو دیکھیں ان کا رویہ کیا ہوتا ہے؟ حقارت بھری نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ اپنے بھی ہمنا بولنے والا' جبکہ نہ ان میں قابلیت ہوتی ہے نا علم نا تجربہ۔**مہدیٔ موعودؑ نے ہر صحابی کو بھائی کہہ کر مخاطب کیا' بھائی نظامؓ بھائی خوندمیر بھائی نعمتؓ بھائی دلاورؓ حتٰی کہ اپنے فرزند دلبند کو بھائی محمودؓ سے خطاب کیا آپؑ نے نسل خاندان مقام مرتبہ کو فوقیت نہ دی۔مگر آج کیا ہے؟رہبروں کے کمسن بچوں کو نام لے کر بلائیں ان کے تیور دیکھیں۔جبکہ نا ان میں علم ہوتا ہے نا عمل**۔معاملہ یہ ہے کہ پچھلے سو برسوں سے یہ طریقہ اور وطیرہ مہدویوں میں اختیار کرلیا گیا کہ نا لکھا اور بولا جاتا اور نا ہی لکھنے بولنے کی اجازت تھی تعلیمات مہدی کی تبلیغ وتشہیر کیا کرتے' مگر زمانے کی ترقی اور انٹرنیٹ کے انقلاب نے تمام تہذیب وتمدن کا جہاں شیرازہ بکھیر دیا وہیں پرفرسودہ نظریات اور دبدبہ وقبضہ کے اُصول بھی بدل دیے۔یہ کتاب لکھتے وقت ہمارے ذہن میں یہ باتیں تھیں مگر ہم نے چھپوانے کا سوچا مگر کچھ ذمہ داریوں کی وجہ سے نا چھپوا سکے لیکن اسے انٹرنیٹ پر محفوظ کردیا جہاں سے کوئی بھی حاصل کرسکے۔کیونکہ اسلام اور مہدویت کی حقیقت اور سچائی کچھ عرصہ سے محدود اور غیر مناسب ہاتھوں میں رہ گئی' جس سے دین ایمان اور مذہب کا بڑا خسارہ ہوا اور مہدویت کو تو شدید نقصان پہنچایا گیا۔جس کی جواب دہی اللہ کے پاس سخت ہے۔ لہٰذا بات نسل خاندان یا جسامت وطاقت کی نہیں ہے بلکہ زمینی حقایق پر حق ہونے کی ہے۔اور جانوروں میں بھی یہ بات دیکھ سکتے ہیں کہ شتر مرغ اور مردار خور گدھ جسامت میں بڑے ہوتے ہیں لیکن ان کی بہ نسبت چھوٹی چڑیاں چالاکی اور پھرتی میں سبک رو ہوتی ہیں۔اس طرح انسان بھی ترقی کرنے اور چالاکی میں چھوٹا قد ہونے کے باوجود پھرتیلا اور چالاک بنتا گیا ہے۔پیغمبر آخرالزماں محمد ﷺ کی اُمت نہایت زیرک اور چالاک اور علم میں کمال کے عروج پر ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن جیسی عظیم کتاب انہیں دی گئی۔

جیسا اس سے پہلے کہا کہ قرآن سے پہلے کی آسمانی کتابیں کاغذ پر نہیں کتبوں پر کندہ تھیں کیونکہ کاغذ تھا ہی نہیں البتہ قبل مسیح فرعانہ مصر نے پیپرس نامی شے دریافت کی تھی مگر وہ عام طور پر دستیاب نہیں تھی۔لیکن سنہ 1946-1956 کے درمیان فلسطین کے پاس کی پہاڑیوں بحرمردار Dead Sea کے قریب ایک چرواہے نے کچھ نادر چیزیں دیکھیں بعد میں حکومت نے اسے جانچا تو پتہ چلا کہ یہ بہت صدیوں پہلے کی لکھی ہوئی کچھ تحریر ہے تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ یہ زبور اور توریت کا یہ قدیم نسخہ ہے جسے بعد میں بحرمردار کے نوشتے Dead sea scroll کا نام دیا گیا یہ پوری طرح مکمل نہیں ہے کچھ صفحات پر مشتمل تھے۔یہودیت اور عیسایت میں ان نوشتوں اور انجیل برناباس اور دوسری کتابوں کے صحیح نا ہونے پر بہت مباحث اور اختلافات ہیں جنہیں آج کے عیسائی محقق صحیح مان کر یہ تسلیم کرکے اپنی مخالفت بائبل کے متعلق جتا چکے ہیں۔ان میں Robert Blackhirst,Jhon Hudson, Timothy fereke, Kenneth Humphereas, D M Murdock,

. Achariya,Prof. RobertEisenmen, Joseph Atwiil شامل ہیں ان کی تحقیق اور ایک ویڈیو ڈاکیومنٹری ہے جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ جو بائبل آج موجود ہے وہ حقیقی انجیل نہیں بلکہ رومی یونانی بت پرستوں کی جنگی چال کی سیاسی کتاب ہے اس طرح انہوں نے موجودہ بائبل کو جھوٹی کتاب قرار دیا ہے۔ **سوال یہ ہے کہ یہاں پر اسے پیش کرنے میں ہمارا کیا فایدہ یا سبب ہے۔ جواب یہ ہے کہ آج کل مذہب اسلام کو بھی مسلمان کچھ اسی طرح پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں احادیث کو بدل کر قرآن کے غلط ترجمے کر کے۔** چلئے پہلے ان کی تحقیق کا جایزہ لیتے ہیں۔

فلسطین کے یہودیوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے یونانی و رومی بت پرستوں نے عیسایوں کا استعمال اس طرح کیا کہ عبرانی لفظ Massaia مسیحا کو اپنی زبان کے ترجمے میں Kristos بنایا جو بعد میں لاطینی اور انگریزی زبان میں Christ بن گیا۔ یہ کام فلانویس جوسفس Flanavis Josepus رومی نے ایک قصہ گوئی کی کتاب لکھی رومیوں کو یہودیوں پر سیاسی اور فوجی فایدہ پہنچانے کے لئے جس میں اس نے عبرانی زبان میں حضرت عیسی کے بیان ''جو درخت پھل نہیں دیتے ہوں انہیں کاٹ ڈالو'' کے معنی بدل کر لکھے ''جو پھلوں کے درخت ہیں انہیں کاٹ ڈالو تا کہ یہودی حملہ آوروں کو فایدہ نہ پہنچا سکیں''۔ اسی طرح توریت میں ہے کہ ''فرعون نے لڑکوں کا قتل عام کیا'' انہوں نے فرعون کے بجاے ایک رومی کا نام لیا ''ہیروڈ نے لڑکوں کا قتل عام کیا'' وہ (موسیٰ) پانی میں سے گزرے'' اس نے اسے بدل کر لکھا کہ پانی میں سے گزر کر ان یہودیوں کا باپتسمہ (پاک) کیا اس طرح الفاظ کو بدلنے کو رومیوں نے Typology کا نام دیا اس کا معنی اصل میں نبی رسولوں کا ایک دوسرے سے جڑنا ہے۔ دراصل رومی شاہی خاندان کے ایک فرد ٹائیٹس Titus کی یہ سیاسی چال تھی جو کامیاب ہوگئی۔ اس طرح عیسایت کو یہودیت کے خلاف محاذ آرائی کے حربے کے بطور استعمال کیا گیا۔ اس کا خاطر خواہ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ رومی افراد ہی عیسایت کے بادشاہ اور پادری بنتے چلے گئے اور آج تک ویٹکن Vatican کا مرکز عیسایت ہونا اس کا بین ثبوت ہے جو عین روم یونان اٹلی میں ہے۔ اس کی شروعات بعد حضرت عیسیٰ کے چالیس پچاس برس میں ہی شروع ہوگئی ان کے پہلے حاکم فلاویں کونستن تاین نے اعلان کروا دیا کہ تمام رومی حکومت کا مذہب عیسایت ہوگا' کیونکہ وہ ان کی ستاروں سیاروں کی بت پرستی کی طرح Son of God Kristoa کی بت پرستی پر مبنی تھا جو Sun God سورج دیوتا کا نعم البدل ہے۔ آج جو گوسپل عیسایوں کے پاس موجود ہے وہ حقیقی بائبل نہیں ہے یہ ان محققوں کا کہنا ہے کہ یہ اصل میں یونانی رومی زبان میں Evongolion یعنی Gods News of Victory کے معنی ہیں اس طرح رومیوں نے ایک سازش کے تحت Jesus کو پیدا کر دیا جو کہ خدا کا بیٹا ہے اس طرح گوسپل کے لکھنے والے عیسی کے حواری ہی نہیں تھے۔ یہ سب کچھ عیسی کے بعد ستر برسوں میں کر دیا گیا اور یونانی و رومیوں نے عیسایت پر اپنا پورا غلبہ پالیا۔ ان کے بادشاہوں کو جو قیصر کہلائے جاتے تھے انہیں جیسس بنا دیا۔ ان مخالف بائبل عیسائی محققوں کا کہنا ہے کہ انجیل بائبل نہیں ہے بلکہ بائبل رومی اساطیر' دیومالاؤں اور قصوں کی کتاب ہے۔ **اس طرح ان محققوں نے قرآن اور اسلام کا نام لئے بغیر قرآن کے بیانات کو حق ثابت**

کیا ہے۔انہوں نے مریم کے عیسی کوایام طفلی میں اٹھائے رکھنے کے بت کو ہندوں کے بھگوان کرشنا اوراس کی ماں دیوکی سے تشبیہ دی ہے۔اورثابت کیا کہ حضرت عیسی کی پیدائیش 25 دسمبر کونہیں ہوئی بلکہ یہ رومی ویونانی سورج دیوتا کی پیدائیش کا دن ہے کیونکہ رومیوں میں ستاروں کی پرستش کارواج تھا اس لحاظ سے ان کا سال 360 دن پر ختم ہوتا تھا جو 25 دسمبر ہوتا ہے ان رومی یونانیوں نے Sun God کے پہلے دن کو Son of God کی پیدائیش کا دن قرار دے دیا۔اوریہ محقق مان رہے ہیں کہ حضرت عیسی کا دوبارہ زمین پر آنا تین باتوں پر ہے ایک جس کے آثار آج ظاہر ہو چکے ہیں جنگ برائیاں تباہیاں خون خرابہ رومی بت پرستی یا عیسی پرستی کا خاتمہ تیسرا ایروشلم کی تباہی اور دیوار گریہ کا ایسا ڈھایا جانا کہ ایک پتھر بھی باقی نا رہے۔

اب اس تناظر میں مسلمانوں کا جایزہ لیں اس طرح مسلمان بھی یہود ونصاری کے نقش قدم پر چل نکلے ہیں۔ظاہر پرستی کا کھلم کھلا مظاہرہ روحانیت اورمعرفت الہی کا انکار۔اورآج مہدویوں کا کردار بھی یہی ہے شخصیت پرستی۔

اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جو کسمپری اورناداری کی حالت میں شروع ہوا' اسلام سے پہلے دنیا میں مذاہب کے نظریات یا طاقت کے بل پر یا کثرت تعداد کی بنیاد پر پھلتے پھولتے تھے۔پہلے مذاہب کو طاقت کے بل پر یا معاشرے میں اس کی کثرت پر قبول کیا جاتا' جس کی مثال آج کے تبلیغی وہابی اوردیوبندی ہیں جو کثرت تعداد کو دین مان رہے ہیں۔پہلے جنگوں میں پسپا ہونے کے بعد بھی مذاہب قبول کئے جاتے' جس کی مثال مصری رومی یونانی پارسی جنوبی امریکہ کی انکا اور ماین اورآزٹیک تہذیبوں میں دیکھنے کوملتی ہے اورہم ہندوستان تھائی لینڈ تایوان کی آریائی تہذیبوں میں دیکھ سکتے ہیں۔یہی نہیں بنی اسرائیل کو جب عروج حاصل ہوا تو یہودیت کچھ حصوں تک ہی پھیل سکی جس کی وجہ اُن کا نسلی وخاندانی غرور تھا' کچھ ایسا ہی زرتشتی پارسیوں کا حال ہے۔اس کے بعد عیسایوں نے اپنے نظریات پھیلانے کے لئے وحدانیت بت پرستی کا ایک نیا نظریہ پیش کیا جو کبھی موحدوں کو لبھایا اورکبھی بت پرستوں کو' عیسایت نے حضرت عیسیٰ کے بعد روم ویونان کے علاوہ یوروپ میں مقام بنایا کیونکہ وہاں خدائی اوتار کے نظریات پہلے سے تھے۔شام اعراق بابل ونینوا میں نمرود خود کو خدا مانتا تھا' شداد اورفرعون بھی خود کو خدا مانتے اورفرعانہ مصر خود کو سورج دیوتا کے بیٹے مانتے' یونان جو یوروپ میں ہے وہاں پر اولمپس قوم خود کو خدا کی اولاد کہتی تھی جو دیوتاؤں اورانسانوں کے ملن سے پیدا ہوئی ہیں۔ہندو برہمن خود کو برہما یعنی خدا کی اولاد سمجھتے ہیں۔بودھ دھرم کا ہر بھکشو اپنے اندر ایک خدا ہے۔بنی اسرائیل خود کو خدا کے بچے مانتے ہیں عیسائی تو حضرت عیسی کا خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔شیعہ کے کچھ فرقوں کا ماننا ہے کہ حضرت علی خدا کا روپ ہیں۔وہابی دیوبندی درمیان میں محمد ﷺ کو نہیں مانتے اُن کا رابطہ راست خدا سے ہے بریلوی قبروں مردوں کو خدا کا وسلیہ اور ذریعہ مانتے ہیں۔اور !!!! آج کے کچھ انپڑ جاہل مہدوی بھی مرشد کو خدا کا ذریعہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بغیر خدا نہیں مل سکتا اوران کا مشاہدہ خدا کا مشاہدہ ہے' اور کچھ تو یہ ماننے لگے ہیں کے مرشد کے اندر خدا ہے' کیونکہ انہیں ایسا بتایا گیا ہے کچھ ریاکار خودغرض شہرت نام ونمود کے دلدادہ نے۔ایسا نا مہدویہ بزرگوں نے کہا نہ کیا اورنا ہی تعلیمات مہدی میں اس کا شایبہ ہے یہ سب کچھ پچھلے سو برسوں میں گھڑا گیا ہے جبعلم

وعمل مہدویوں میں نہیں رہا تو اپنی ساکھ اور مقام بنائے رکھنے کیلئے من گھڑت باتیں وضع کرلیں۔ جب کہ اللہ کا فرمان ہے کہ "تم جہاں کہیں ہو وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے" (حدید) اور سورہ اعراف میں کہا کہ "میں (اللہ) غایب کب ہوں" یعنی ہر وقت حاضر ہوں۔ اور اللہ تعالی یہ بھی فرماتا ہے کہ "میں بندوں کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں"۔ ان سب حقیقتوں کے باوجود لوگ بندے اور اللہ کے درمیان خود کی حیثیت منوانے کا کام کرتے آئے ہیں۔ اسلام میں ماں باپ کی بڑی اہمیت ہے' مگر جب وہ کفر یا شرک کی تعلیم دیں تو ان کا حکم نا ماننے کو کہا گیا ہے تو کیا کوئی عالم یا رشد وہدایت کرنے والا اسلام ایمان معرفت الٰہی کے بجائے رسوم بدعت و عادت کی ترغیب دے تو کیا ان کا احترام ہونا چاہیے؟ کسی بھی ریا کار خود پرست عالم یا پیر یا مرشد سے تعلق منقطعہ کرلینا دین وایمان کا جز ہے۔ مہدویت دوسرے گروہوں تک نا پھیلنے کی وجہ کچھ ناسپاس لوگوں کی جہالت نااہلی اور خودغرضی و خاندانی اور وراثتی غرور تھا۔ مذہب وعقیدہ کو قبول کرنے کی آج بنیادی وجوہات علم اور عمل با اخلاص ہے اس بات کو کچھ مسلمان گروہوں نے مہدویہ تحریک کی کامیابی کے بعد ضروری خیال کرلیا اور اپنی جماعتیں بنالیں مگر خود مہدوی علم وعمل سے دور ہوتے چلے گئے۔ اسلام کو روکنے کے لئے عیسائی مشنریوں نے اپنی پوری طاقت جھونک دی اور کئی مسلم مما لک کو تہس نہس کردیا لیکن اسلام آج ان کے گھروں میں داخل ہوگیا ہے۔ مگر مہدویوں کا معاملہ اُلٹ ہے مہدویہ رہبروں نے مہدویت کو محدود اور مشکوک بنادیا۔ آج مہدویہ نوجوان کے منتشر خیالات کا ذمہ جو وہ دوسرے گروہوں اور جماعتوں پر ڈالتے ہیں اس کے وہ خود ذمہ دار ہیں جو ان کے بدعملی اور نااہلی اور بے علمی میں پوشیدہ ہے جسے وہ چھپانے کے لئے نت نئے سوشے چھوڑتے رہتے ہیں۔

مہدویت حقیقی اسلام ہے

ہم نے اس کتاب کو مکمل کر کے تقریباً ختم کردیا تھا' آخر میں اس باب کو باندھنے کا خیال اس لئے آیا کہ اس کے بغیر بات مکمل نہیں ہو پائے گی۔ اس کو سمجھنے کے لئے ہمیں شرک' اسلام اور ایمان کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کو دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد ہی بندوں کو ان سے آگاہ کرنا تھا تا کہ تخلیق انسان کا مقصد واضح ہوجائے۔ a) شرک وہ جو ماسواء اللہ کے جو خالق حقیقی ہے کسی اور کو معبود مانا یا اس کے خالق ومعبود ہونے کا انکار کرنا۔ b) اسلام وہ جو اللہ تعالی نے اپنی نبیوں رسولوں کے ذریعہ آدم سے عیسیٰ تک اپنے رسولوں صحیفوں کے ذریعہ تعلیم دی اور آخر میں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ رسول عربی ﷺ کے ذریعہ قرآن کے احکام اور سنت رسول ﷺ پر چلنا انہیں کی مطابق عبادت کرنا اللہ کو واحد ولاشریک ماننا اس کے خالق کائنات ہونے حشر کے دن کا مالک ہونے اور بندوں سے ان کے اعمال کا حساب لینے سزاء وجزاء کا مختار کل ہونے مخلوقات جیسے ملایک۔ اور فرشتے جو نظر نہیں آتے ان پر ایمان لانے اس کی بھیجی ہوئی کتابوں پر ایمان لاکر سلامتی کی راہ اختیار کرنے کا نام اسلام ہے۔ c) ایمان وہ کہ اللہ تعالی کو واحد ماننے اس کے نبیوں کا اقرار کرنے صرف اللہ کی بندگی اطاعت اختیار کرنے صرف اُسی سے مدد طلب کرنے اس کے بتائے ہوئے فرایض بجالانے اور محمد رسول اللہ کو آخری نبی رسول اور پیغمبر ماننے اور انہیں کی سنت پر عمل کرنا ایمان ہے۔ ان میں کسی بھی بات کا

انکار کرنا کفر ہے۔شرک کرنا اللہ کومعبود نہ مان کر کسی اور کومعبود ماننا' کفر کرنا اللہ کے احکام کا انکار کرنا یا کچھ کا اقرار کرنا کچھ کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔اوران سب میں ''احسان'' اُس عمل کیفیت اور حالت کو کہتے ہیں جو حضو ﷺ کی ذاتی زندگی میں اللہ تعالی کے درمیان جو عبادتیں اعمال اللہ کے ربوبیت کے شوق میں آپ ﷺ نے اختیار کی اسے کہا جائے گا۔اس میں معرفت الٰہی اور دیگر اُمور کے علاوہ اللہ تعالی کا دیدار شامل ہے۔یہ دونوں اُمور اللہ تعالی نے اپنی مرضی خاص سے اپنے حبیب ﷺ کو عطا کئے تھے ان اُمور کا حصول بندوں کے لئے اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔''نگاہیں اسے نہیں پاسکتیں وہ نگاہوں کو پالیتا ہے وہی اسکا علم بھی رکھتا ہے اور باریک بین بھی ہے''**لا تدرکه الابصار وهو یدرک البصار و هو الطیف الخبیر** (الانعام)

ہم نے اس پہلے کہیں سورہ حجرات کا حوالہ دیا ہے کہ ہم مسلمان اور مصدق تو کہلا سکتے ہیں مومن تب تک نہیں جب تک اللہ کے بتائے اُصولوں پر مومن نہیں بن جاتے۔''آپ فرمائے تم ایمان تو نہیں لائے البتہ یہ کہو کہ ہم نے اطاعت اختیار کر لی ہے اور ابھی تو ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔حجرات آیت ۱۴۔اور ایمان کیا ہوتا ہے وہ اللہ تعالی نے بتایا ہے۔''**وہ عقل مند جو یاد کرتے رہتے ہیں اللہ تعالی کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اور غور کرتے رہتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں' (اور تسلیم کرتے ہیں) اے ہمارے رب! نہیں پیدا فرمایا تو نے یہ (کائنات) بے کار پاک ہے تو (ہر عیب سے) بچالے ہمیں آگ کے عذاب سے**۔سورہ آل عمران ۱۹۱۔**اے رب بے شک ہم نے سنا منادی کرنے والے کو کہ بلند آواز سے بلاتا ہے ایمان کی طرف (اور کہتا ہے) کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر تو ہم ایمان لے آئے**۔عمران ۱۹۴۔ان آیات میں دو باتیں ہیں پہلے ایمان والوں کا ذکر کرنا اور **زمین و آسمان کی پیدائش میں غور کرنا اور یقین کرنا کہ اللہ نے انہیں بے مقصد پیدا نہیں کیا** یہاں ذکر کے ساتھ غور کرنا اللہ قدرت عظمت میں غور طلب ہے۔دوسرا ''**منادی**'' کرنے والا ''**بلند آواز سے ایمان کی دعوت دینے والا**'' قرآن حضور نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا اسے چودہ سو برس ہو گئے۔اب حضو ﷺ بہ ظاہر نہیں ہیں۔اب بہ ظاہر موجود ہے قرآن مجید جس کی ہر آیت کلمہ سورہ پکار پکار کر بلند آوام میں کہہ رہی ہے کہ غور کرو ایمان لاؤ دعوت ایمان دے رہی ہے معنی قرآن معجزاتی طور پر ہمیشہ ''ندا'' دیتا آیا ہے یا منادی کرتا آیا ہے۔ہم قرآن کو ہی عین اسلام و ایمان کہہ سکتے ہیں کسی کو نہیں۔

اب بات رہی نماز ہی کا دن میں پانچ وقت عبادت ہونا کیوں؟ یہ اللہ کا امتحان ہے کہ جو حکم میں نے دیا ہے بندوں کو اس پر کتنا عمل کرتے ہیں؟ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں پڑھنا لکھنا نہیں آتا یا پھر وہ عربی میں یا اپنی مادری زبان سے اچھی طرح واقف نہیں ہوتے' ایسے لوگ چند سورتیں یاد کر لیتے ہیں اور نماز پڑھ لیتے ہیں تو کیا ان کی نماز ٹھیک نہیں ہوتی؟ اور جو لوگ طویل سورتیں پڑھتے ہیں بہت سارا دینی علم جانتے ہیں وہی نمازی ہیں؟ ایسا نہیں ہے جیسے کہا اللہ کا آزانا ہے کہ دیکھیں بندہ میرے احکام کی کتنی قدر کرتا ہے' نماز صرف اُٹھک بیٹھک کا نام نہیں ہے یا بہت سارا علم جان لینا نماز ہے بلکہ پابندی سے دن میں پانچ وقت اللہ تعالی کے روبرو حاضر ہونا اور پورے اطمینان قلب سے اس کے حضور پہنچ جانا' لاکھ مصروفیتوں ذمہ داریوں کے' اس کے

لےصرف جسمانی طہارت کے باطنی طہارت کا ہونا ضروری ہے اسی لئے نماز تین آیات پڑھ لینے سے بھی پوری ہو جاتی ہے۔ ہا البتہ! تقوی توکل کے ساتھ نماز پڑھنے اہمیت اور درجات کی بلندی کا باعث ہوسکتا ہے۔ ضروری نہیں کے بہت سارا دین جانیں یا بڑی بڑی سورتیں اور آیات تلاوت کریں اور ریا کاری اور دکھاوا کریں' نماز کے لئے وقت کی پابندی طہارت اخلاص توجہ تقوی توکل اور احساس بندگی کا ہونا ضروری ہے۔ دوسری قومیں بتوں کے سامنے اپنے مطالبات پورے کرنے جاتی ہیں جبکہ مومن اللہ کی اطاعت اور حکم بجالانے کے لئے جاتا ہے' دعا اور طلب ایک الگ حقیقت ہے وہ کبھی بھی کی جاسکتی ہے۔ نماز فرض عبادت تو ہے ہی لیکن سب سے بڑی بات اس میں اطاعت اور بندگی ہے' نماز احساس ذمہ داری ہے نے کہ بوجھ' لوگ فطری طور پر نماز کو بوجھ سمجھتے ہیں اس لئے نماز نہیں پڑتے' اگر دنیا کی دوسری ذمہ داریوں کے ساتھ اسے ایک ذمہ داری کی عادت بنالیں تو بڑی آسانی سے اللہ کو راضی کیا جاسکتا ہے دنیا میں اور دین میں۔ جب نماز قایم ہوجا ئیگی تو دوسرے فرایض ادا کرنے کا خیال خود بخود پیدا ہوجاتا ہے۔ آج کل صرف نماز اور حج ہی دین رہ گیا ہے روزے زکواۃ تقوی توکل اخلاص بندگی کا دور دور تک پتہ نہیں۔ یہی بات ہے مہدیؑ موعودؑ نے تقوی توکل صحبت صادقین اور ذکر کے ساتھ فرایض کو مضبوط بنیادوں پر قایم کیا اور نفل عبادتوں کے بجائے فرایض کی پابندی کی تعلیم دی۔ آج لوگ اللہ اور اُسکے رسول ﷺ کی سننے کو تیار نہیں مہدی کی بات کیسے مانیں گے؟ صرف نماز کی پابندی تمام عبادات اور اطاعات کی طرف ایک انسان کو راغب کردیتی ہے اسی لئے نماز فرض ضروری ہے۔

شرک ایمان اسلام کا بیان اللہ کے رسول ﷺ نے پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ مگر ایک خصوی عمل احسان کی تعلیم کو نویں صدی تک موقوف رکھا اور آپ ﷺ کی اس بات کی گواہی اللہ تعالی نے دیتے ہوئے کہا کہ "کہدو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے جس پر بلاتا ہوں بصیرت کی بنیاد پر وہ وہ بھی بلائے گا جو آپ کا تابع ہے۔ اس تابع " کی خصوصیت متبوع ﷺ کی خصوصیت سے وابستہ ہے جن کے بعد میں نویں صدی میں اس تابع یا خلیفۃ اللہ کے آنے کا وعدہ آپؐ نے فرمایا۔ حضرت عیسی علیہ السلام بحیثیت نبی رسول کے خلیفہ اللہ اور معصوم عن الخطا تھے ہی۔ مگر حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد معصوم عن الخطا ہونا صرف مہدی آخرالزماں کے لئے فرمایا ہے **المھدی منی من یقفو اثری و لا یخطی** حضرت عیسی مہدی موعود کی طرح دافع بلاکت تو ہیں ہی مگر وہ ویسے تابع رسول نہیں ہیں جس کا بیان اللہ تعالی نے اپنے کلام میں کیا ہے **انا و من اتبعنی** تابع ہونے کی شرط مثل ہونا' عین بعین ہونا' ہو بہو ہونا' قدم بہ قدم ہونا جیسے اللہ کے رسول ﷺ نے کیا ویسا ہی کرنا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عیسیؑ کے آسمانوں سے اتارے جانے کا ذکر کیا ہے مگر مہدی موعود کے خلیفۃ اللہ ہونے اور اُن کی بیعت کرنا شرطیہ یعنی فرض قرار دیا ہے۔ بیعت کرنا معنی وہ جو بھی احکام دیں ان کا ماننا اور ان کی بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرنا' اس سے منصب و مقام مہدی موعود آخرالزماں کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ مہدی آخرالزماں کا تابع رسول ﷺ ہونا دافع بلاکت اُمت محمدؐ ہونا اور خلیفۃ اللہ ہونا ہے جبکہ ان کے اوصاف میں مبین کلام اللہ ہونا' مراداللہ ہونا اور بینہ یعنی دلیل روشن ہونا ہے۔

تعلیمات مہدی موعود حقیقی اسلام کیوں ہیں؟ کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ خاتم الانبیاء کی حقیقی شریعت کو اسلام و ایمان کی حقیقی بنیادوں پر مہدی موعودؑ نے قایم کیا ہے جس میں کسی دنیاوی علمی منطقی مباحث کے بغیر فرایض اسلام کو قایم کیا اور انہیں کے ساتھ حقیقی تعلیمات کے علاوہ حضور ﷺ کے وہ اعمال مخصوصہ عبادات جو قربت خداوندی کے لئے تھے انہیں فرایض ولایت مقیدہ مخصوصہ کے تعلیم اور تربیت دی اپنے مصدقوں کو کہ جس میں کسی شرک و بدعت کا شایبہ نہیں ہے ۔مہدی موعود میراں سید محمد جونپوری علیہ السلام کی مہدویت حقیقی اسلام ہے اس بات کو سمجھنے کے لے نہ صرف آپؑ کی بعثت سے پہلے کی فرقوں گروہوں کا اور آپؑ کے بعد کے فرقوں اور گروہوں کا ایک سرسری جایزہ ضروری ہے ۔اس ضمن میں بطور مثال کئی کتابیں موجود ہیں مگر ہم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی غنیۃ الطالبین سے یہاں کچھ فرقوں اور گروہوں کا جایزہ لیتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ جو گروہ دور صحابہؓ میں اسلام اور ایمان کی بیخ کنی کے لئے موجود تھے وہی آج تک اسلام کی بیکی اور مسلمانوں کی بے راہ روی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔حضرت شیخ نے جن گروہوں کا ذکر کیا ہے ان میں ا۔اہلسنت ۲۔خوارج ۳۔معتزلہ ۴۔مرجیۂ ۵۔مشبہہ ۶۔جہمیہ ۸۔ضراریہ ۹۔نجاریہ ۱۰۔کلابیہ ۔ان میں حضرت شیخ نے اہلسنت کو ایک جماعت گردانا ہے باقی میں کئی کئی اور فرقے بتائے ہیں۔

خوارج ۔کہتے ہیں "اللہ سب سے بڑا حاکم ہے اس کے سوا کسی کے فیصلے کو نہیں مانتے (بعض معاملات میں یہ حدیث کے احکام کو بھی نہیں مانتے)جیسے کہ آج ہمارے دور میں خود کو اہل قرآن کہنے والے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا انسان سمجھتے ہیں ۔یہ چاند سے پہلے روزہ رکھنے اور افطار کرنے کو جایز سمجھتے ہیں اس کے علاوہ ولی کے بغیر نکاح کو جایز سمجھتے ہیں ان کے نزدیک متعہ کرنا جایز ہے (یعنی کچھ پیسے دے کر عورت کو چند دن رکھنا بعد میں چھوڑ دینا)ان میں ایک گروہ نجدی کہلاتا ہے ان کے نزدیک امام کی ضرورت نہیں صرف اللہ کی کتاب کافی ہے یعنی غیر مقلد ہونا ان کا یہ گروہ حضرت شیخؒ کے زمانے میں نہیں تھا یہ آج کا گروہ ہے۔خوارج کا ایک گروہ پوتیوں نواسیوں بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح کو جایز سمجھتا ہے ۔ان میں ایک گروہ مانتا ہے کہ جب تک بچہ بالغ ہو کر اسلام نہیں قبول کرتا وہ مسلمان نہیں ہے ۔ان میں ایک گروہ دوسرے فرقوں کی عورتیں اور بچے جو لوٹ مار میں آتے ہیں انہیں قیدی بنانا اور ان کا قتل کرنا جایز مانتا ہے ۔ان میں ایک فرقہ مرجیۂ کا کہنا ہے کہ جو کلمہ پڑھ لے اس کے بعد ہر قسم کا گناہ کرتا رہے وہ جہنم میں نہیں جائے گا ۔ان کا کہنا ہے ایمان محض قول کا نام ہے عمل سے اس کا واسطہ نہیں اور جو شخص زبان سے اقرار کرلے عمل نہ بھی کرے تو وہ مومن ہے ۔جہمیہ ایک فرقہ جو کہتا ہے اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام سے کلام نہیں کیا نہ اللہ کلام کرتا ہے نہ دکھائی دیتا ہے اس کی عرش و کرسی کچھ بھی نہیں ہے یہ لوگ عذاب قبر جنت جہنم کا بھی انکار کرتے ہیں یہ اللہ تعالی کی صفات کا بھی انکار کرتے ہیں ۔انہیں میں کا ایک فرقہ حضرت عیسیٰؑ کے نبی ہونے کا انکار کرتا ہے ۔ایک فرقہ کرمیہ ہے جو منافق کو مومن مانتا ہے ۔معتزلہ اور قدریہ فرقہ یہ تقدیر کے قایل نہیں انہوں نے اللہ تعالی کے سمیع بصیر ہونے اللہ کو علم ہونے اور حیات قدرت کا انکار کیا ہے ۔معتزلہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت کو باطل قرار دیتے ہیں (آج کل وہابیہ دیوبندیہ اور تبلیغیہ یہی کہتے ہیں)معتزلہ میت کے زندہ لوگوں کی دعا سے

فایدہ اٹھانے نیز میت کی طرف سے صدقہ دینے ایصال ثواب کا بھی انکار کرتے ہیں (جیسے کہ آج کل وہابیہ اہل حدیث دیوبندیہ اور تبلیغیہ کا عقیدہ ہے) ان کا یہ بھی خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ انبیاء سے نہ فرشتوں سے کلام کرتا ہے جس طرح شیطان اور یہود ونصاری سے کلام نہیں کرتا۔ یہی عقاید تبلیغی جماعت اور دیوبندیوں وہابیوں کے ہیں۔ ان میں ایک فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو حرکت دینے کے قابل نہیں بلکہ وہ خود سے متحرک ہوتے ہیں۔ نظامیہ فرقہ کہتا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑے اسے لوٹانے کی ضرورت نہیں اور یہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کا فعل (معاذ اللہ) شیطان لعین کی فعل کی طرح ہے یہی بات دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے بانی بھی کہتے ہیں یہ فرقہ قبلہ کی طرف رخ کرنے والوں کو کافر کہتا ہے۔ ان کا ایک فرقہ معمریہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم نہیں ہے قرآن اللہ کی کتاب نہیں انسانی جسموں کی تخلیق ہے۔ ان کا خیال ہے کے اللہ تعالیٰ بندے کا مطیع ہوتا ہے یعنی بندوں کی اطاعت کرتا ہے۔ کعبیہ فرقہ مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ سمیع ہے نہ بصیر یعنی نہ وہ دیکھتا ہے نہ اسے سنائی دیتا ہے۔ سالمیہ فرقہ کہتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضورؐ کے کسی اُمتی کی شکل میں دکھائی دیگا۔ یہ ہیں وہ عقاید باطلہ کے فرقے جن کا ذکر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے کیا ہے اور بھی بہت ساری باتیں یہاں ہم نے طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیں۔ حضرت شیخ کا زمانہ 470 ہجری سے 561 کا ہے۔ اب خود اندازہ لگائیں ان کے بعد مسلمانوں کے فرقوں کے کیا حالات ہوئے ہونگے۔ نویں صدی ہجری یعنی بعثت مہدی تک تو یہ حالات بدترین صورت اختیار کر چکے تھے۔ یہ تو ہوئے بعثت مہدی موعودؑ کے پہلے حالات آپؑ کے بعد کے حالات کا بھی ایک جایزہ لے لیتے ہیں۔

مہدی موعود کے معاصرین کا انکار اور مخالفت ایک حقیقت ہے اس کے بعد دین اسلام کے متعلق اور حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق کیسی بداخلاقیاں اور بدزبانیاں خود ساختہ دینی عالموں نے کی ہیں اس کا جایزہ لیتے ہیں اس ضمن میں بہت ساری کتابیں ہیں ہم صرف ایک کتاب سے کچھ اقتباسات پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں۔ ''دیوبند سے بریلی تک''۔

1) اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد ا صفحہ ۱۹) 2) اللہ تعالیٰ کو پہلے علم نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے جب بندے کرتے ہیں تو اللہ کو علم ہوتا ہے (تفسیر بلغہ الحیر ان صفحہ ۱۵۷۔۱۵۸) 3) شیطان اور ملک الموت کا علم حضور اکرم ﷺ سے زیادہ ہے (براہین قاطعہ صفحہ ۵۱) 4) اللہ تعالیٰ کے نبی کو اپنے انجام اور دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہوتا (براہین قاطعہ ۵۱) 5) حضور ﷺ کو جیسا اور جتنا علم غیب عطا فرمایا ویسا ہی علم جانوروں پاگلوں اور بچوں کو بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان صفحہ ۷) 6) نماز میں حضور اکرم ﷺ کی طرف خیال جانا بھی بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بہت برا ہے۔ (صرط مستقیم ۸۶) 7) رحمت اللعالمین رسول اللہ ﷺ کی صفت خاص نہیں ہے حضور اکرم ﷺ کے علاوہ بھی دیگر بزرگوں کو رحمت اللعالمیں کہہ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲) 8) خاتم النبین کا معنی آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے۔ علم والوں کے نزدیک یہ معنی درست نہیں حضور اکرم کے زمانے کے بعد بھی اگر کوئی نبی پیدا ہوا تو خاتمیت محمد میں کچھ فرق نہیں آئے گا (تحذیر الناس) 9) حضور اکرم ﷺ کو دیوبند کے علماء کے تعلق سے اردو زبان آئی (براہین قاطعہ صفحہ ۲۶) 10)

نبی کی تعریف صرف بڑے بھائی کی سی کرنی چاہئے (تقویۃ الایمان صفحہ۱۶) 11) حضورا کرم ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے(تقویۃ الایمان ۵۹) 12) نبی رسول سب نا کارہ ہیں (تقویۃ الایمان ۲۹) 13) نبی کا ہر جھوٹ سے پاک ہونا اور معصوم ہونا ضروری نہیں (تصفیۃ العقاید ۲۵) 14) نبی کی تعریف صرف بشر سی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو(کمی کرو) (تقویۃ الایمان ۳۵) 15) بڑی مخلوق یعنی نبی اور چھوٹی مخلوق یعنی باقی سب بندے اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔(تقویۃ الایمان۱۴) 16) نبی کو طاغوت (شیطان)بولنا جائز ہے (تفسیر بلغۃ الحیر ان۴۳) 17) گاؤں میں چودھری زمین دار کا درجہ اُمت میں نبی کا ہے (تقویت الایمان۶۱) 18) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں نبی اور ولی کچھ نہیں کر سکتے (تقویۃ الایمان ۴۱) 19) اُمتی بظاہر عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے(تحذیر الناس ۵) 20) دیوبندی عالموں نے حضور ﷺ کو پل صراط سے گرنے سے بچالیا (بلغۃ الحیر ان۸) 21) **لا الہ الا اللہ اشرف علی (تھانوی)** **رسول اللہ اور الھم صلی علی سیدنا و نبینا اشرف علی (تھانوی)** کہنے میں تسلی ہے کوئی خرابی نہیں (رسالہ الامداد صفحہ ۳۵ مجریہ ماہنامہ صفر ۱۳۳۶ ھ روداد مناظرہ (گیا) الفرقان جلد۳ صفحہ ۵۸) یہ وہی اشرف علی تھانوی ہے جس کا قرآن کا ترجمہ دھڑلے سے فروخت ہو رہا ہے 22) میلادِ نبی منانا ایسا ہے جیسے ہندو اپنے کنہیا کا جنم دن مناتے ہیں (فتاوی میلاد شریف صفحہ ۸۰ براہین قاطعہ) 23) حضورا کرم ﷺ اور دجال دونوں بالذات حیات سے متصف ہیں جو خصوصیت نبی کریم ﷺ کی ہے وہی دجال کی ہے (آب حیات ۱۶۹) ۔ایسی ان گنت بے دینی اور کفریانہ باتیں کہی ہیں دیوبندی تبلیغی وہابی اور اہل حدیث جماعت کے عالموں اور بانیوں نے ۔ایسا نہیں کہ صوفیا کے طبقوں میں منافق بیدین اور بدعتی جماعتوں اور فرقوں نے ذلالتیں نہیں پھیلائیں ہوں ان کی بھی ایک لمبی فہرست ہے۔دیوبندیوں اور تبلیغیوں کا نبیوں والا کام کرنے میں یہی ذہنیت پوشیدہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کو نبی آخر الزماں نہیں مانتے جیسے کہ آگے کہا گیا اشرف علی تھانوی کو نبی مانتے ہیں ۔

اس سے پہلے ہم نے حضور نبی کریم ﷺ کے بعد سے بعثت مہدی موعود آخر الزماں یا نویں صدی ہجری سے پہلے کے فرقوں گروہوں اور عقاید باطلہ کے لوگوں کا ذکر کیا اور بعثت مہدیؑ کے بعد جن فرقوں گروہوں جماعتوں اور طایفوں نے دین اسلام کے عالم فاضل بن کر کیسی ضلالتیں اور کفریہ کلمات کے ذریعہ اپنا مقام ومرتبہ حاصل کیا اور جن لوگوں کا اژدھام انہوں نے جمع کر کے دنیا کو دکھایا کہ وہی اصل ایمان والے ہیں ان کے ماننے والوں کو خبر ہی نہیں کہ وہ کفر بیدینی اور احکام الٰہی اور گستاخی کے مرتکب لوگوں کی پیروی کرر ہے ہیں اور وہی دین سمجھ کر بھیڑ چال چل رہے ہیں یہی کام تو علمائے یہود ونصاریٰ نے بھی کیا ہے ۔ان سب کا جایزہ لینے کے بعد تعلیمات مہدی موعود کا اگر جایزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ نہ مہدی موعود علیہ السلام نے نہ آپ کے صحابہؓ نے نہ اسلاف مہدویہ نے ایسا گستاخانہ کلام کیا ہے اور نہ ہی مہدویہ مصدقوں سے قاکم بدہن ایسی گستاخیاں سرزد ہوئی ہیں ۔اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ گستاخی مبالغہ آرائی کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے 12 ویں برس حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں جو سب سے پہلے فرقہ پیدا ہوا وہ خوارجی تھی جنہوں نے سب سے پہلے حضرت علی کے پہلے خلیفہ ہونے کا مسلہ اُمت میں پیدا کیا جس کے لئے نئی اور غلط روایات اور تاویلات کا دور شروع کیا۔ان کے بعد روافضہ وشیعہ بنے'ان کے بعد کئی فرقے بنتے گئے جیسے معتزلہ'مرجیہ'جبریہ'جہمیہ'باطنیہ'اشریہ'ماتریدیہ'وہابیہ'بریلویہ'دیوبندیہ'تبلیغی'جماعت اسلامی'عبادی'سلافی'اور بھی بہت ہیں یہاں طوالت کے لحاظ سے چند کا نام پیش کیا ہے۔مگر پچھلے پچاس ساٹھ برسوں میں وہابیہ'جماعت اسلامی'دیوبندی'تبلیغی کا بڑا غلغلہ رہا۔لیکن جیسا کہ ہوتا آیا ہے روافضہ وشیعہ کو چھوڑ کر دوسرے فرقے آہستہ آہستہ معدوم اور غیر معروف ہوتے گئے۔آج کل جماعت اسلامی کی تحریک صرف ہند و پاکستان تک محدود ہے۔دیوبندی تحریک بڑے زوروشور سے کئی دہایوں تک جاری رہی مگر ان کے جھوٹے فتوؤں اور تشدد والی تعلیم نے پہلے طالبان کو جنم دیا بعد میں القایدہ اور دوسری جماعتیں بنیں جنہوں نے ان کی شدت پر روک لگا دی۔تبلیغی جماعت کا غلغلہ ستر اور اسی کے دہوں میں اپنے عروج پر تھا آج دھیما پڑنے لگا ہے حالانکہ وہ اپنی شناخت برقرار رکھنے کے لئے اجتماعات کرواتے رہتے ہیں مگر اب اس جماعت میں بے علم جاہلوں اور نادانوں کا غبضہ ہے جو ہر کوئی امیر جماعت بننے کی ہوڑ میں رہتا ہے۔بریلویوں کی مخالفت ان سبھی جماعتوں نے بڑی شدت سے کی اس طرح وہ صرف درگاہوں صندل عرس تک محدود ہوکر رہ گئے۔حالانکہ آج بھی یہ جماعتیں موجود ہیں لیکن اب اُن میں شدت اور وہ تحریک باقی نہیں رہیان کا کردار دھیما ہونے لگا ہے۔صرف وہابیہ دولت طاقت بادشاہت کے دم پر دنیا میں مالی امداد کے ذریعہ متحرک ہےجن کی بہت ساری شاخیں ہیں سلافیہ بھی انہیں کی شاخ ہے۔

ان تمام فرقوں کے درمیان آزاد مبلغوں کا آج کل چرچہ ہے جس کی شروعات ساوتھ افریقہ ڈربن کے احمد دیدات نے شروع کی' آج یوروپ اور امریکہ کی ہر ریاست میں ایک آزاد تبلیغ جماعت موجود ہے۔اس کی وجہ سوشیل میڈیا بشمول یو ٹیوب'فیس بک'انسٹاگرام' ٹک ٹاک'ٹویٹر کے انقلاب نے بہت سارا اسلامی ادب اور تاریخ و مذہب کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا'اسی کے ساتھ مسلمانوں کی مساجد'نماز عیدین'عام اور کثیر تعداد میں مسلمانوں کا روزہ افطار نے بڑا اہم کردار ادا کیا'وہ قومیں جو اسلام سے واقف نہیں تھیں وہ بھی واقف ہونے لگیں اور ہر قوم قرآن کا مطالعہ اور پیغمبر اسلام کی سنت صداقت اور حقانیت سے واقفیت حاصل کرنے لگی۔اس کے علاوہ عیسائی عالموں سائنس دانوں نے قرآن کی حیرت انگیز چودہ صدیوں پرانی پیش گویوں کی حقیقت کو جانچنے پرکھنے کے بعد ان کے حق اور صحیح ہونے کی صداقت کا نہ صرف اقرار کیا بلکہ اسلام قبول کرلیا اور یہ قبریں جنگل کی آگ کی طرح پھیلنے لگیں اب تو عالم یہ ہے کہ عیسائی یہودی اور بدھ مت کے رہبر ورہنما اسلام کی تحقیق کرکے مسلمان بننے لگے ہیں وہ انفرادی طور پر اسلام کی حقیقت سے واقف ہوکر مسلمان ہورہے ہیں'اور مسلمانوں کی جماعتوں کا ہر مبلغ طبقہ اس کامیابی کا سہرا اپنے سرباندھنا چاہتا ہے۔دوسری اقوام کے مذہبی مزاج کی تبدیلی نے مسلمانوں کو بھی حیران کررکھا ہے اب تو جاپان اور کوریا جیسے مما لک میں تبدیلی مذہب اسلام کا چرچہ ہونے لگا ہے جہاں پر کبھی اسلام کا نام بھی نہیں سنا گیا تھا۔اس تمام ہلچل کے درمیان مہدویوں کا رویہ

مایوس کن اور تباہ کن رہا ہے جوانہوں نے پچھلے ایک سو برس سے اختیار کر رکھا ہے' نا خود عالموں رہبروں نے مہدویت کی تبلیغ اور تعلیم میں پیش رفت کی بلکہ عام لوگوں اور صاحب علم واختیار کو نہ صرف مذہبی اُمور میں آگے بڑھنے سے روکا بلکہ ان کی سخت مخالفت کی کہ یہ ہمارا علاقہ مخصوص ہے یہاں قدم بڑھاؤ گے تو جل کر خاک ہو جاؤ گے اس مہدویہ تعلیم کو بڑھنے پھلنے پھولنے سے روک دیا ۔ان منفی رویہ کے باوجود خود غیر مذہبی جماعتوں اور فرقوں سے خود مرعوب اور متاثر ہوتے چلے گئے' کیونکہ ان کے پاس نا علم ہے نا عمل ہے ۔جبکہ تعلیمات مہدی میں معرفت الٰہی جو اسلام کی اصل دعوت ہے اس کا اعلیٰ وارفع طریقہ اور تعلیم موجود ہیان کی اس غیر ذمہ داری کی وجہ خاندانی اور موروثی وراثت کا تحفظ متاع حب دنیا مے ں ملوث ہونا نہ تقوی نہ توکل نہ خشیت الٰہی کا تصور اب تو دھڑلے سے جھوٹی تاویلات اور بیان کئے جاتے ہیں اور اپنے باپ دادا کی کتابوں کو قرآب حدیث کا درجہ دے رکھا ہے ۔اور اپنی اس کمزوری اور نا اہلی کو چھپانے شخصیت پرستی میں مبتلا جاہلوں کا ایک گروہ ہر جگہ موجود ہے جو زبردستی ان کا ادب واحترام کرانے کے لئے غنڈہ گردی گالم گلوچ تک کر جاتا ہے ۔اور نادان بے علم لوگوں کو تصوف کی بھول بھلیوں میں بھٹکا کر اپنا مطب نکالا جا رہا ہے جس کا تعلیمات مہدی سے کوئی واسطہ نہیں ۔اس تمام کے باوجود ایک ناراضگی اور بیزارگی کی لہر عوام میں ان کیخلاف چل رہی ہے جس دن وہ طوفان یا طغیانی کا روپ دھار لے گی یہ سارا خاندانی وموروثی نظام ریت کے ٹیلوں کی طرح زمین بوس ہو جائے گا ۔اللہ اپنے دین کا ناصر ہے وہ دوسرے اسباب پیدا فرمادے گا تعلیمات مہدی کو پھیلانے کے ۔اب بھی وقت ہے اپنا قبلہ سدھارنے کا تقوی توکل کی بنیاد پر تعلیمات مہدی کی اساس ذکر دوام اور نوبت کا اہتمام ہر جماعت خانہ اور مسجد میں کیا جائے' ورنہ یہ مقام رہبری ورہنمائی صرف مسجد کی امام اور موذن تک محدود ہو جائے گی ۔

اور مہدویہ تعلیمات کا لب لباب اسلام ایمان اور احسان کے اعمال حسنٰی سے بھرا پڑا ہے **۔ترک دنیا اور ترک علایق خدا کے لئے ۔عزلت از خلق خدا کی عبادت وبندگی میں منہمک ہونے کے لئے ۔صحبت صادقین منکرات وخبایث اعمال دنیا سے بچنے کے لئے' ۔تقوی وتوکل حرام اور ناجائز ذرایع سے کنارہ کرنے کے لئے ۔ذکر دوام تا کہ ہر ہمیشہ مالک وخالق حقیقی سے رابطہ بنانے کے لئے ۔ہجرت ظاہری وباطنی دنیا اور آلائش دنیا سے کنارہ کرنے کے لئے ۔جس کی آخری منزل طلب دیدار ہے ۔ان تمام اعمال ولایت مقیدہ مخصوصہ میں تمام قرآن کے احکام عبادتوں اذکار کو جمع کر دیا گیا ہے جو سنت رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہیں دنیا کی کوئی تعلیم طریقہ عقیدہ یا مذہب ایسی پاکیزہ تعلیمات کی عبادت کا جامع نہیں پیش کر سکتا جو اللہ کے رسول ﷺ کے مذہب کا نچوڑ ہیں** ۔مہدویہ تعلیمات میں نہ گمراہ کن عقاید کا شایبہ ہے نہ بے راہ روی اور دین وایمان میں بے اعتدالی کا یہی وجہ ہے کہ ملت آج تک اللہ کے فضل وکرم سے نفاق وبے دینی کی اتنی شکار نہیں ہوئی ۔ہاں مگر! اسلاف مہدویہ کے بعد کچھ ذاتی خواہشات خاندانی برتری ملت کو اپنے قابو میں رکھنے کی کچھ کوششیں اور بدعتیں ایجاد کرنے کے چلن کا دور شروع ہوا ہے جس میں طلب دنیا سب سے بری لعنت کے طور پر دکھائی دیتی ہے اس کی وجہ دوسروں کی اندھی تقلید اپنے اسلاف اور ماضی کو بھلا کر غیروں کے آگے اپنی تعلیمی اور عقایدی ورثے کو کمتر جاننا اور ایک

دوسرے کونیچا دکھانے کیلئے حد سے گزر جانے کا چلن شروع کیا گیا ہے۔اس معاملے میں لوگ اتنے اندھے ہو گئے ہیں کہ اپنے دین ایمان اور عقیدے کو بھی طاق پر رکھنا گوارا کرلیا ہے۔آج معاملہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہر طبقہ میں مدرسہ سے فارغ ہو کر آنے والا شخص خود کو معلم محدث مفسر مجتہد سمجھ کر آتا ہے جب کہ یہ معلوم حقیقت ہے کہ سو میں سے ایک دو ہی لوگ ان علوم کو سمجھ پاتے ہیں جسے انہوں نے حاصل کیا یہ بات تعلیم وتدریس کے ہر شعبہ کی ہے ایک ہزار ڈاکٹروں میں کامیاب ایک دو ہی ہوتے ہی باقی یوں ہی نیم حکیم خطرۂ جان ہوتے ہیں۔یہی حال انجنیر یا دوسرے شعبوں کا ہے مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ مدرسے کے طالب علم کو اپنے علامہ خطیب دوراں افضل العلماء ہونے کا زُعم سب سے زیادہ ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ باقی تمام اللہ کے بندے بے دین نافہم اور گناہ گار ہیں صرف وہی بخشے بخشائے ہُوئے ہیں جب کہ دیکھا گیا ہے کہ قرآن پڑہانے کی اُجرت یہ لیتے ہیں نماز پڑھانے کی اُجرت یہ لیتے ہیں یعنی دین کی تجارت کھلے عام کرتے ہیں جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن کا معاوضہ لینا پیٹ میں جہنم کی آگ بھرنا ہے مگر دھڑلے سے یہ کام ہورہا ہے۔مگر لوگوں کی ان تمام کوتاہیوں اور کمزوریوں کے مہدویت حقیقی اسلام ہے جس کی مثال دوسرا کوئی گروہ عقیدہ جماعت یا طایفہ نہیں پیش کرسکتا یہ ہماری خوش فہی نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے۔جس کی مثال اوران کی وجوہات کو ہم نے دوسرے گروہوں اور عقاید کے بیانوں میں پیش کیا ہے۔**ان تمام دلایل ثبوت اور حقایق کا جایزہ لینے کے بعد یہ بات حقیقت ہے کہ "مہدویت ہی حقیقی اسلام ہے" معنی وہ تعلیم اعمال اور حقایق جو حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدیٔ موعود علیہ السلام خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ ﷺ مراد اللہ مبین کلام اللہ دافع بلا کت اُمت محمدیہؑ نے پیش کیں ہیں۔یہ خوش فہمی یا خوش عقیدگی نہیں ہے بلکہ ٹھوس حقیقت ہے**۔حقیقت سے روشناس کرانا بندوں کی ذمہ داری ہے اس حقیقت کو قبول کرنا یا اس کا انکار کرنا اللہ کی توفیق یا اللہ کی ناراز گی اور اللہ تعالی کی روز ازل لوح محفوظ میں طےشدہ تقدیر کا حصہ ہے۔جن کی تقدیر میں ایمان احسان کی دولت ہوگی وہ حق کو قبول کرتے ہیں جن کی تقدیر میں انکار حجت اور کفر لکھا جا چکا ہوگا وہ کبھی حقیقت کو قبول نہیں کرینگے۔محمد ﷺ کے نبی رسول پیغمبر ہونے پر آپؐ کے بعد کڑوڑ ہا بے حساب لوگوں نے محمد ﷺ کو دیکھے بغیر ایمان لایا قبول کیا ہے مگر! آپ کی حیات اور موجودگی میں ابولہب ابوجہل جیسے کئی لوگ تھے جنہوں نے آپکا نہ صرف انکار کیا بلکہ انتہا درجہ کی مخالفت میں پیش پیش رہے جنگ بدر اُحد قندق حنین جیسے معرکوں میں واصل جہنم ہونا گوارہ کیا مگر ایمان نہ لائے یہ وحی کا تب تقدیر کی لکھی ہوی تقدیر ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔

انسانوں کی کثیر آبادی اُن اُصولوں اور قوانین کو مانتی ہے جو ان کی اپنی خواہشات ونفسانیات کے مطابق ہوں۔جو اُصول اور قوانین رائے عامہ اور دوسرے طبقوں کے لئے بہتر اور یکساں ہوں اور اُن میں انسان کی خواہش نفس کو دبانے کا جواز موجود ہوا یسے اُصولوں کو انسان نہیں مانتے "آزادیٔ رائے" کی حمایت میں یہی ذہنیت کارفرما ہوتی ہے۔مسلمانوں کے تمام فرقوں اور طبقوں میں فرایض اسلام یعنی نماز۔روزہ۔زکواۃ۔یا حج کو خوشی سے قبول کر لینے کا رحجان بخوبی پایا جاتا ہے۔لیکن! جہاں بات معرفت الٰہی کی آتی ہے کئی فرقے اور گروہ ایسے بدک جاتے ہیں جیسے بے مہار جانور کیونکہ اس میں "اپنی ذات کو خدا کے حوالے

کرنا پڑتا ہے'' جس میں رتی برابر بے اعتدالی تساہلی حکم عدولی کفر کے مترادف ہے۔اس میں اپنے نفس اور خواہشات پر جبر کرنا پڑتا ہے اور انسانیت کے دوسرے طبقوں کی ظاہری و باطنی دل شکنی تحقیر ایذا رسانی سے پرہیز کرنا پڑتا ہے اور ایک عامیانہ و درمیانہ و منصفانہ طرز زندگی کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔یہی بات انسان کا نفس نہیں چاہتا وہ دوسروں سے الگ بہتر اور تعیش اور فرماں روائی کی زندگی کا خواہاں ہوتا ہے۔اس طرح وہ شرک نہیں بھی کرتا تو کفر کا مرتکب تو ہو ہی جاتا ہے یعنی خدا و رسول کے احکام اور اُصولوں کا۔اگر شرک گناہ عظیم ہے تو کفر بھی گناہ صغیر تو ہے۔اور جو معرفت الٰہی کی راہ منتخب کرے گا وہ مومن ہے اور جو اس کا انکار کریگا وہ مسلمان ہے جس کا واسطہ اسلام سے تو ہے ایمان سے نہیں۔تعلیمات مہدی موعود آخر الزماں میں اسلام ایمان کے ''علاوہ' احسان یعنی معرفت الٰہی کا درس ''بنیادی'' ہے اور دیدار کی حقانیت اور اعمال ولایت مقیدہ مخصوصہ میں ہیں۔مصدق وہ نہیں ہے جو شش و پنج اور تذبذب کا شکار ہو وہ مہدوی ہوسکتا ہے مصدق نہیں۔حضرت میراں سید محمد جونپوری علیہ السلام کی مہدویت کی قبولیت اور عمل پر پیرا ہونا ''مصدق'' ہونا ہے۔دیکھا گیا ہے کہ مہدوی سبھی ہیں مصدق گنتی کے اور جو گنتی کے مصدق ہیں وہ بھی دوسروں کو مہدوی بنانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں خود مصدق بن کے مثال بننے کے لئے نہیں۔مہدوی کا تعلق ایمان سے تو ہے احسان سے نہیں مصدق کا تعلق اسلام ایمان اور احسان تینوں سے ہے جو معرفت الٰہی کی معراج ہے۔

چراغوں کی طرح خود کو جلائے رکھنا پڑتا ہے　　　یوں ہی مٹھیاں باندھ لینے سے انقلاب نہیں آتا

حضورﷺ نے نماز کو معراج المومنین کہا ہے کیوں؟ جبکہ اسلام کے بنیادی فرایض پانچ ہیں' کیونکہ نماز واحد عبادت ہے جو خالصتہً اللہ کو معبود برحق مانتے ہوے کی جاتی ہے باقی کے فرایض انسان کی اپنی ضرورت اور اس کی اجتماعی و معاشرتی زندگی کے حوایج' ہیں جیسے کہ زکواۃ دولت و آمدنی کا صدقہ تو ہیں لیکن اس میں دوسرے انسانوں کی مدد امداد باہمی کا خیال رکھا گیا ہے۔روزہ اس میں اللہ تعالی کے احکام کی تعمیل تو ہے مگر انسان کی روحانی ظاہری و باطنی اور جسمانی اعتدال کو برقرار رکھنے کا عمل ہے جو ہر سال کے ایک مہینے کے لئے کیا جاتا ہے۔حج تمام اُمت کے انسانوں کا ایک ہونے کا اظہار ہے جیسے کالے گورے آقا غلام امیر غریب سبھی کے ایک ہونے اور اتحاد کا مظہر اور حشر کی یاد دلانے کا سبب ہے۔اور نماز ہی وہ واحد جسمانی و روحانی عبادت ہے جس کے ہر عمل اور حرکت میں اللہ کی بندگی کا اظہار ہوتا ہے۔نیت اللہ کی بندگی کی کہ جس میں ارادہ کرلیا جاتا ہے کہ میں اللہ کے خواطر اور اسی کی طرف توجہ کرتا ہوں جو زمین و آسمانوں کی تمام خلایق کا خالق ہے اور میں دین حنیف یعنی حضرت ابراہیم اور دیگر انبیا و مرسلین اور خاتم الانبیا محمدﷺ کا دین اس کی پیروی کرتا ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔تکبیر تحریمہ یعنی نماز کی نیت اور ارادہ سے کچھ لحہ پہلے بات کرنے حرکت کرنے کھانے پینے ہنسنے بولنے ڈانٹنے ڈپٹنے کی اجازت تھی نیت نماز کے بعد تمام حلال چیزیں حرام ہوجاتی ہیں اس لئے اسے تکبیر تحریمہ یعنی تمام غیر اللہ کی باتوں کو حرام کردینے والی تکبیر کہتے اس کے بعد اپنے اعمال احوال احساسات توجہ سبھی اللہ تعالی معبود برحق کی طرف پھیر دینا ہے۔اس کے بعد اللہ کی ثناء بیان کرنا کہ میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں وہی ہے جو حمد اور تعریف کے قابل

ہےاس کے سوا کوئی نہیں اسی کی شان کبریائی ہے وہی قدرت والا ہے وہی معبود جس کے سواء کوئی معبود نہیں ۔بعد اس کے سورہ فاتحہ یعنی اُس کی حمد کی افتتاح بزرگی بلندی اور انسان کے حقیر ہونے اس کے سامنے عاجز و کمتر ہونے کے ساتھ اس کی پناہ میں رہنے نہ بھٹکنے کی دعا اس کے بعد قرات قران جس میں احکام واقعات معاملات ایمان کی تجدید کرنا انہیں یاد رکھنے کی کوشش کرنا ۔رکوع اللہ تعالی کے آگے سر جھکانا اس کی عظمت کی تسبیح کرنا سجدہ اس کے معبود ہونے کا اقرار کر کے اس کے آگے سر بسجود ہونا تسبیح وتہلیل کے بعد التحیات یعنی اپنے ایمان کی شہادت اور اللہ کے رسول ﷺ اور ارواح انبیا کو صلواۃ بھیجنا خصوصاً حضرت ابراہیم ان کی آل کو اور اپنے والدین کو درور و صلواۃ بھیجنا اللہ اور رسول کی گواہی کو دہرانا اور اور تمام ارواح مومنین کی مغفرت طلب کرنا اور اس کے بعد محتسب فرشتوں کو سلام کر کے نماز سے باہر آنا۔اس طرح نماز کے تمام اعمال حرکات سکنات تلاوت تسبیحات کا مرکز اور مرجع اللہ تعالی کی ذات ہوتی ہے ۔اور دوسرے فرایض میں کہیں اعمال کہیں احوال میں انسان کی اپنی کچھ ضرورتیں اور طلب پوشیدہ ہے مگر نماز محض اللہ کے لئے ہوتی ہے اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے نماز کو معراج المومنین فرمایا ہے ۔اور رسول اللہ ﷺ کے تابع تام خلیفۃ اللہ مہدی موعود آخرالزاں نے نماز کے ان تمام احوال کیفیات اور تسبیح و توجہ کو تعلیمات فرایض ولایت میں سمو دیا ہے ۔تقوی توکل ترک علایق اور ہجرت باطنی ذکر کثیر میں نماز کے تمام کوائف جمع ہیں جو کہ انسان کو اللہ تعالی کے روبرو کر دیتے ہیں وہ احسان کی پہلے احوال میں چلا جاتا ہے کہ اللہ تعالی مجھے دیکھ رہا اس لئے وہ تمام حلال باتوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے یہ ایمان کی علامت ہوئی جب انسان نماز کی حالت میں اللہ تعالی کی عظمت کے سمندر میں تیرنے لگتا ہے تو یہ کیفیت اسے احسان کی دوسری حالت میں لے جاتی ہے جہاں سے وہ بصیرت اور بصارت کے ذریعہ اس سے ملاقات کا متمنی ہونے لگتا ہے جس میں اس کے قلب و نظر اپنے خالق و معبود کے روبرو محسوس کراتے ہیں یہی اصل بندگی کی علامت ہیں ۔حضور سرور کائنات ﷺ کو یہ کیفیت واحوال اللہ تعالی نے اپنے حضور بلا کر کروائی جبکہ بندوں خصوصاً دیدار کے طالبوں کو قلب و نظر سے کراتا ہے یعنی احسان کی کیفیت احساس کے ساتھ بینائی کی یہ بنیاد ہے باقی سب کچھ اندھا پن ہے جس کا ذکر قرآن میں اللہ تعالی بار بار کرتا ہے یعنی نماز تو پڑھ رہے ہیں صرف اٹھک بیٹھک کے طور پر یا اللہ نے فرض قرار دیا ہے جان چھڑانے کے لئے تا کہ دنیا بھی کسی طرح گز جائے اور آخرت میں جنت مل جائے ۔دنیا میں آئے ہیں آدمی یا انسان بن کر واپس جانا ہے صرف بندہ بن کر ہم آدمیت اور انسانی پراگندگی کے ساتھ خدا کے حضور نہیں جاسکتے وہاں ''صرف بندہ'' بن کر ہی جایا جا سکتا ہے ایک ٹکٹ میں دو مزے نہیں ہوسکتے وہاں سے آنے کا ٹکٹ آدمی ہونا تھا یہاں سے جانے کا ٹکٹ بندگی ہے۔ پہلے والی حالت آزمائش میں کھرے اترنے کے لئے تھی دوسری حالت کامیاب ہوکر واپس جانے کی ہے۔ ہمارے دنیا میں آنے کے سفر کا بندوبست اللہ تعالی نے کیا تھا واپس جانے کے اسباب ہمیں تیار کرنے ہیں اسباب ہم تیار کریں گے سفر ''موت'' کا بندوبست یعنی کب کہاں کیسے سفر کرنا ہے اللہ تعالی فرمائے گا ۔ضرورت ہے سفر آخرت کے لئے کفر شرک اللہ تعالی کی حکم عدول کا نہیں بلکہ ایمان اور احسان کا توشہ لے جائیں اس کی اطاعت و بندگی کا توشہ لے جائیں ۔

مشرکوں نے شرک اختیار کیا کافروں نے کفر اختیار کیا ہے۔لیکن مسلمانوں نے اسلام اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالی کی حکم عدولی نہیں کی ہو یا نافرمانیاں نہ کی ہوں ایسا نہیں' مسلمانوں کی اللہ کی نافرمانی اور حکم عدولی کے واقعات سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے' جس میں علمائے سُو اور صوفیائے نفس پرست نے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔اسلام ایک مذہب ہے فرقہ اور گروہ مذہب نہیں ہیں یہ مسلمانوں کے اپنے اپنے خیالات اور عقاید اور اگروہ بندیاں ہیں۔مہدویت فرقہ یا عقیدہ نہیں ہے یہ وہی اسلام ہے جو حضور ﷺ کے پیش کردہ اقوال واحوال ہیں جو صحابہؓ رسول ﷺ نے اپنی زندگیوں میں اختیار کئے تھے جنہیں اللہ کے خلیفہ اور رسول اللہ ﷺ کے تابع مہدی علیہ السلام نے ازسرنوتازہ کرکے پیش کئے ہیں۔جس کا ذکر قرآن کرتا ہے ثُلَّةٌ مِنَ الأَوَّلِينَ کچھ اولین میں سے یعنی صحابہؓ رسولؐ اور قَلِيلٌ مِنَ الآخِرِينَ اور کچھ آخرین میں یعنی صحابہؓ مہدی ہیں۔صحابہ رسولؐ اور تابعین کے دور کے بعد جس طرح مسلمانوں نے اسلام میں اگروہ بندی اور فرقہ بندی کی ہے اسی طرح صحابہؓ مہدی اور تابعین کے بعد مہدویوں میں بھی گروہ بندی ہوئی ہے فرقہ بندی نہیں ہے۔مسلمانوں میں ایک گروہ ظاہری اعمال کی وکالت کرتا ہے دوسرا گروہ ظاہری اعمال کے ساتھ باطنی اعمال کی بھی وکالت کرتا ہے۔مہدویہ کے لئے ظاہری وباطنی اعمال کا خیال رکھنا ہی دین ہے۔اس کو سمجھنے کے لئے دوسری صدی ہجری کے بعد کے اسلام اور آج کے اسلام پر غور کرنا ضروری ہے۔

کمیونسٹوں کا نظر یہ ہے کہ انسان دنیا میں دوسرے حیوانات اور اشیا کی طرح پیدا ہوتا زندگی گزارتا اچھائی اور برائی کرتا ہے اور مرجاتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ انسان میں عقل ہے وہ منظم اور ترقی یافتہ ہوجاتا ہے جبکہ دیگر حیوانوں میں عقل نہیں ہے۔کمیونسٹ یا دہرئے یالادین گروہ کا نہ کوئی خدا ہے نہ معبود نہ حیات کے پہلے کچھ ہونے کا نظریہ اور نہ حیات بعد الموت کی ان کے پاس کوئی حقیقت ہے اس لئے ان کے پاس بے حیائی برائی حرام حلال کا کوئی عقیدہ یا فلسفہ نہیں ہے۔مسلمانوں کے کچھ گروہ کے دوسری صدی کے حالات میں اور آج کے کچھ گروہوں کے حالات کا یہی نظریہ اور عقیدہ ہے جیسے وہابیہ سلافیہ اہل حدیث دیوبندیہ جماعت اسلامی کے پاس خدا رسول قیامت حشر جنت جہنم کا عقیدہ تو ہے مگر ان گروہوں کے پاس ختم نبوت کا یقین نہیں بلکہ اللہ کی رسول محمد ﷺ کو وہ اپنے جیسا انسان مانتے ہیں اور کہتے ہیں نبی رسول سب بر کرمٹی میں مل گئے جبکہ احادیث میں ہے کہ انبیا اور مرسلین کے جسد کو مٹی نہیں کھاتی بلکہ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور معراج کے دن حضور ﷺ نے کئی انبیا کو اپنے قبروں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بیان کیا ہے۔مسلمانوں کے یہ گروہ مادی دنیا عیش وعشرت جاہ وحکومت کے دلدادہ ہیں اور صرف ظاہری اعمال پر عمل کرلینے کو مذہب خیال کئے ہوئے ہیں اور اسی کی تبلیغ اور تعلیم دیتے ہیں ان کے پاس تھوڑا قرآن پڑھ لینا چند احادیث یاد رکھ لینا نماز روزہ زکواۃ اور حج کرلینا ہی دین ہے جس کے بدلے انہیں جنت حور وغلماں مل جائیں مرنے کے بعد دودھ کی ندیاں شہد کی ندیاں سونے چاندی ہیرے جواہرات کے محل عطا کردئے جائیں بس۔خدا کی محبت اللہ تعالی کی قربت کا شوق اس کی عطا اور مہربانیوں کا شکر ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا۔دنیا میں پیدا ہوئے دنیا سے فلیدہ حاصل کیا دین کا صلہ مرنے کے بعد مل جائے یہی ان کا

مذہب اور دین ہے۔حضرت امام بخاری اور امام مسلم کا ان کے پاس قرآن کے بعد خاص درجہ ہے احادیث نبوی ﷺ کا نہیں اور دوسری احادیث کو نہ مانتے ہیں بلکہ انہیں نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ بخاری و مسلم میں ظاہری اعمال کا زیادہ بیان ہوا ہے جبکہ دوسرے محدثین نے ان احادیث اور روایتوں کو بیان کیا ہے جو معرفت الٰہی کے موضوعات سے لبریز ہیں۔کہیں کہیں یہ دوسرے محدثین کا اعلانیہ اور کبھی پوشیدہ انکار کردیتے ہیں۔چونکہ یہ کھل کر اعلانیہ کچھ احکام اور شریعت کا انکار نہیں کرسکتے اس لئے انہوں نے آیمہ اربعہ کی تقلید کا کھلا انکار اس لئے کرتے ہے کہ انہوں نے ظاہری اور باطنی علوم اور احادیث کو سامنے رکھ کر مسایل کا حل پیش کیا ہے ایسے گروہ ان آیمہ کے دور میں پیدا ہو چکے تھے جس کی مثال امام بخاری کا حضرت امام ابو حنیفہ کا مخالفت کرنا ہے اسی طرح ان گروہوں نے بعد میں مسلمان حاکموں کے ذریعہ علماے حق جیسے امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل پر مظالم ڈھائے انہیں قتل کروایا جس طرح آج کے کچھ مسلم حکمران یہودیوں اور عیسایوں اور مشرکوں کے ساتھ اعلانیہ مل کر اُمت پر مظالم ڈھا رہے ہیں۔ان کا حق پرست مسلمانوں پر حملہ کرنے کا سب سے بڑا ہتیار انہیں فتوؤں کے ذریعہ کافر قرار دے دینا ہے۔اور دوسری طرف تصوف اور ولایت کے سلسوں کا دعوی کرنے والوں میں بدعتی جھوٹے سلسلے اور طریقے رائج ہیں کہیں کہیں ان کی حدیں شرک و کفر سے جا کر ملتی ہیں۔ان تمام کا علمی عقایدی تاریخی جایزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ واحد تعلیمات مہدی آخر الزماں ہی ایسی تعلیمات اور اعمال ہیں جو قرآن و سنت محمد مصطفیٰ ﷺ پر مبنی ہیں۔ہمیں دین و ایمان کے لٹیروں ڈاکوؤں اور ٹھگوں سے ہشیار رہنے کی ضرورت ہے آج کل کے بے دین فرقوں اور گروہوں نے دین و ایمان پر ہر طرف سے حملہ کر رکھا ہے آئے دن اخباروں میں سوشیل میڈیا پر واعظ و بیان میں چند نئے عالموں محدثوں کے افکار خیالات اور انکے ترجموں سے بیان کردہ قرآن و حدیث کو ہی دین کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔ہم ایمان والوں کو ان کی شناخت کے لئے یہ نام بتا رہے ہیں تا کہ وہ ہشیار رہیں یہ نام نہاد دینی عالم ہیں ''حسن البانی۔ابن باض ربی المداخلی۔عمر سلیمان اشقر مقابل بن ہادی الودی۔محمد بن جمیل زینو۔حاتم الوانی۔ظہران الوش۔یہ تمام وہابیہ اور سلافیہ ہیں جو سنہ 1914 عیسوی کے بعد پیدا ہوے ہیں اور جزیرہ عرب میں وہابیت کی تبلیغ کے یہ پیشوا ہیں ان کا اسلام اور ایمان سے کوئی واسطہ نہیں جہاں کہیں ان کی بیان کردہ احادیث اور قرآن کے ترجمہ دیکھیں پہلے صحیح احادیث اور قرآن کے صحیح معنوں سے تحقیق کرلیں ان کے بیانوں میں مبالغہ اور جھوٹ ہے۔کیونکہ دیکھا گیا ہے نادانی اور ناعلمی کی وجہ سے کئی لوگ ان کے بیانوں کو شیر کردیتے ہیں۔

ان فرقوں میں فرق کیا ہے؟ اس فرق کو جاننے کے لئے پہلے یہود و نصاری کے گروہوں کا فرق جان لیں بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی۔یہودیوں میں جو حضرت موسیٰ کی توریت اور حضرت داوؤدؑ کی زبور کو مانتے ہیں ان میں بہت سارے گروہوں کے علاوہ چار بڑے گروہ ہیں۔فیاراسیس۔سدوسیس۔یسنس۔دیولات۔ان کے علاوہ ہرودی یا ہرودیم یہ کٹر قسم کے یہودی ہوتے ہیں۔داتی یہ بس مذہبی قسم کے۔ہلونی یہ گروہ جو آزادی رائے کا متمنی ہوتا ہے۔مسورتی یہ عامیانہ قسم کے یہودی ہیں۔عیسائی جس بائبل کو مانتے ہیں ان کی دنیا میں لگ بھگ ۶۶ یا ۷۰ مختلف بائبل ہیں جو ایک دوسرے سے نہیں ملتیں اور ان

بائبل میں یہودیوں کی چار کتابیں بھی شامل ہیں جینیسس' ایکسوڈس' ڈیوٹرونمی' نمبرس یا لیوٹکس ۔عیسائیوں میں باپٹسٹ ۔اپسکو پالین ۔ایوانجلسٹ (تبلیغی) میتھاڈسٹ' یہ پوپ جان وسیلے کے بتائے طریقے پر چلتے ہیں۔لتھرین یہ مارٹن لوتھر کے طریق پر چلتے ہیں ۔یہ فرنگی چرچ کے طریق پر چلتے ہیں ۔پنٹاکوسٹل یہ جادوٹونا' ولی ولیہ' روح القدس پوپ کے خدائی نمایندہ اور چرچ اور مرے ہوئے لوگوں سے خدائی رسائی کے اُمیدوار ہوتے ہیں ۔پروٹسٹنٹ ان کی چرچ میں کوئی مورتی بت یا تصویر نہیں ہوتی صرف ایک بائبل ہوتی ہے اسی کے سامنے عبادت کرتے ہیں۔اور رومن کیتھولک ان کے ہاں پوپ خدائی نمایندہ ہوتا ہے ان کے ہاں تقریبًا بت پرستی ہے ۔پوپ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرنے کے بعد پوپ انہیں جہنم سے نجات کے خداوند سے سفارش کردیتا ہے ۔
اب مسلمانوں کے آج کے گروہ دیکھ لیں وہابیہ اور سلافیہ یہ صرف قرآن اور امام بخاری کی اور مسلم کی احادیث ہی کو مانتے ہیں اور آیمہ اربعہ کی تقلید کو بدعت کہتے ہیں اور خود کو غیر مقلد کہتے ہیں یہ مذہبی آزادخیالی اور خود کی آزادی رائے کے متمنی ہیں ۔ان میں اہل حدیث اہل قرآن کچھ دیوبندی اور تبلیغی شامل ہیں ۔دوسرا گروہ بریلوی یہ مقلد تو ہیں مگر معرفت الٰہی کے حصول کے لئے قبروں ولیوں کو وسیلہ مانتے ہیں اور دنیاوی مسایل کے حل کے لئے انہیں ذریعہ سمجھتے ہیں ۔تیسرا گروہ دیوبندیہ اور تبلیغی یہ پہلے دوگروہ کے درمیان ہیں وہ جہاں مسایل میں لچک کی ضرورت ہوئی وہابیہ سلافیہ کا طریقہ اپناتے ہیں اور جہاں اعمال واشکال کی ضرورت ہوئی یہ اپنے بانیوں کو خدا کے مقرب یعنی لگ بھگ اولیا اور عالم ومجتہد سمجھتے ہیں اور دین کے ساتھ دنیا کے طالب ہیں ۔ان تینوں کا مقصد محض خدا کی ذات نہیں ہے بلکہ وسیلہ ذریعہ اور خودی آزادی رائے علم اور اجتہادہی مذہب ہے ۔مہدی موعود علیہ السلام کی تعلیمات میں محض خدا اور اُس کی ذات کے اور کوئی نہیں اور اس تعلیم محض حیات کو قایم رکھنے یا دنیا میں گزارے کے لئے ہے باقی سب اعمال خدا کے لئے ہیں ۔کسی بھی انسانی گروہ اژدھام یا جماعت کا کثیر ہونا مذہب ہونے کی علامت نہیں ہیاس طرح دیکھا جائے تو عیسائی آج دنیا کی کثیر آبادی ہیں تو کیا وہ حق پر ہیں؟ انگریزی کا ایک محاورہ ہے Be carefull when you blindly follow the Masses,some times 'M' is silent. انبوہ کثیر' اژدھام کو انگریزی میں Masses کہتے ہیں اور گدھوں کو assess۔

معرفت الٰہی کے خاتمے کے بعد قیامت کے آثار

قیامت کے آثار کے متعلق کی احادیث ہیں ان میں حدیث جبرئیل/احسان میں اسلام ایمان اور احسان کے بیان کے بعد حضور ﷺ اور حضرت جبرئیلؑ کے درمیان کے سوال وجواب کے آخر میں قیامت کا ذکر ہے یعنی معرفت الٰہی کا دور ختم ہونے کے بعد قیامت کا برپا ہونا ہم یہاں قیامت کی کچھ نشانیاں دیکھ لیتے ہیں جو مختلف احادیث میں بیان ہوئی ہیں ۔علم اُٹھالیا جائے گا' جہالت عام ہوجائے گی' شراب پی جائیگی' زنا عام ہوجائے گا' عبرتوں کی کثرت ہوجائیگی' ننگے بدن بکریوں کے چرواہے لوگوں کے سردار ہونگے' جانور چرانے والے بلند وبالا عالیشان عمارتیں محلات تعمیر کریں گے' امانتیں ضایع کی جائیں گی' صلح مشورہ کم

ہونے کے سبب لوگ ایک دوسرے پر شک کریں گے'غیبت پھیل جائی گی' مالداروں کی تعظیم کی جاے'گی'مسجدوں میں فاسقوں (جھوٹوں) کی آوازیں بلند ہونگیں' گناہ کرنے والے بڑھ جائیں گیاور ظلم کرنے والے غالب ہوجائیں گے' دین کے (ذریعہ) دنیا اختیار کی جائیگی' مال عام ہوجایگا' تجارت پھیل جاے گی' فتنہ وفساد عام ہوجاے گا' لوگ مسجدوں میں ایک دوسرے (کےعلم اور دولت پر) فخر کریں گے' سال مہینے کے برابر مہینہ ہفتے کے برابر اور ہفتہ دن کے برابر ہوجاے گا' سرزمین عرب چراگاہوں اور نہروں سے شاداب ہوجاے گی' زلزلے زیادہ ہوجائیں گے' زمانے قریب ہوجائیں گے' فتنے عام ہونگے' قتل عام ہوجاے'گا' مال کی کثرت ہوجاے'گی' خیانت (غبن) کرنے والےکوامین بنایا جاے'گا' برائی اور فحاشی عام ہوجاے'گی' لوگ بارش برسائیں گے' قیامت سے پہلے کذاب ظاہر ہونگے' دجال ظاہر ہوگا' دجال سے پہلے ستر دجال ظاہر ہونگے' آسمان سے موسلا دھار بارشیں ہونگی جس سے مکان ڈھ جائیں گے' شریر لوگ عام ہوجائیں گے جھوٹ بولنے والے کوسچا مانا جاے گا' قبیلےاور ہر بازار میں جھوٹےاور دھوکے بازکوسردار بنایا جاے گا' مرد مردوں کے ساتھ عورتیں عورتوں کے ساتھ اکتفا کریں گی' آباد مقامات کھنڈر بن جائیں گےاور کھنڈر آباد ہوجائیں گےاور ویرانے آباد کئےجائیں گے' سود عام کھایا جاے گا' گانا بجانا عام ہوجاے'گا' زمین کے خزانے باہر آجائیں گے' شرط لگانا اور شراب پینا عام ہوگا' طلاق کثرت سے ہوگی' ظلم و زیادتی عام ہوگی' حادثات عام ہوجائیں گے' موت کی کثرت ہوگی' سچ بولنے والے کوجھوٹا مانا جاے'گا' کنجوس اور بخیل عام ہونگے' امن کم ہوجاے'گا' ناانصافی عام ہوگی' مسجدوں میں تصویریں بنائی جائیں گی' عریانی ننگا پن عام ہوگا' ننگے بھوکے حکمران بن جائیں گے' عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کریں گی لوگ سلام کریں گے پہچان کے لئے' دین وایمان کے بغیر عالم بن جائیں گے' آخرت کے عمل کے ساتھ دنیا طلب کی جاے گی' سب سے کمینہ اوررذیل آدمی قوم کا سردار ہوگا' انصاف بیچا جاے گا' لوگ اپنے باپ داداؤں پرلعنت ملامت کریں گے' دل پتھر ہوجائیں گے' شریر لوگ بلند مرتبہ ہونگے اور نیک لوگوں کو پست اورحقیر مانا جاے گا' چاند سامنے دکھایا جاے گا (دوربین سے) لوگ مسجدوں میں نمازیں پڑھیں گےاور جمع ہونگے حالانکہ ان میں سے کوئی مومن نہ ہوگا' جہالت کو علم اورعلم کو جہالت سمجھا جاے گا' تقدیر کوجھٹلایا جایگا' مساجد میں کوئی بھی اللہ تعالی کی رضاء کے لئے سجدہ نہیں کرے گا' دس میں سے نولوگ حق کا انکار کریں گے' قرآن کوسونے سے مزین کریا جاے گا' مسجد کےمنبروں پر بچے خطبہ دیں گے' مسجدوں کواس طرح سجایا جسے گا جس طرح مندروں اورگرجا گھروں کوسجایا جاتا ہے' اونچےاونچے مینار بنائے جائیں گے' نمازوں میں صفیں بہت ہونگی مگر دلوں میں ایک دوسرے کا بغض ہوگا' خواہشات بےشمار ہونگی' مسلمان لونڈی سے زیادہ ذلیل ہوگا' لوگ تفریح اور شہرت کے لئے حج کریں گے' کتابیں زیادہ لکھی جائیں گی' عورتیں لباس پہنے ہوئے ننگی دکھائی دیں گی' زمینوں کا دھنسنا شکلوں کا بگڑنا بارشوں کا (کثرت سے) ہونا' جھوٹی گواہیوں کا عام ہونا' قراءزیادہ ہونگے فقہاکم ہوجائیں گے' قتل وغارت گیری عام ہوگی' لوگ قرآن پڑھیں گےمگر ان کےحلق کے نیچےنہیں اترےگا (معنی نہ اس کا مطلب سمجھیں گے نہ معنی۔رٹا مارنا) درندےانسانوں سے بات کریں گے۔ یہ کچھ

قیامت کے آثار وقرائن ہیں جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے آج کے حالات کا۔سوال یہ ہے کہ اس دور میں بھلائی نیکی ہوگی نہیں اس کی وجہ کیا ہے اس بات کو سمجھنے کے لئے میں نے یہاں انسانی آبادی کے کچھ اعداد وشمار اکھٹا کئے ہیں جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ معاملہ کیا ہے۔معاملہ یہ ہے کہ جس حضرت آدمؑ کو دنیا میں حوّا کے ساتھ اتارا گیا اس کے مقصد بتدریج سامنے آگئے نیک بد جنتی جہنمی مشرک کافر مسلمان مومن کی جو درجہ بندی ہونی ہے اُس کا اختتام ہونا ہے پہلے اس گوشوارے کو دیکھ لیں۔

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ کے وقت زمین پر اولاد آدم کی آبادی چالیس ہزار تھی 40000 طوفان نوح میں سبھی غرق ہو گئے صرف ستر یا اسی افراد کشتی میں مع جانوروں کے سوار ہوئے تھے بعد میں انہیں سے نسلیں پھیلیں۔یہ انسانوں کی آبادی بڑھتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے دور سے دو ہزار سال سے کچھ پہلے پچاس لاکھ تھی حضرت عیسیٰؑ کے دور میں یعنی 2000AD میں دو کروڑ ستر لاکھ تک پہنچی حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ 600 سنہ عیسوی میں انسانی آبادی روئے زمین پر 20 بیس کروڑ تھی۔حضرت مہدی موعودؑ کے وقتوں میں دنیا کی آبادی 35 پینتیس کروڑ ہوئی اس کے بعد سنہ 1900 یعنی گزشتہ صدی عیسوی کے آغاز میں یہی آبادی ایک سو ساٹھ کروڑ ہوگئی۔سنہ 1953 میں دو سو ستّر کروڑ چھیاہتر لاکھ سے زیادہ ہوگئی سنہ عیسوی 2003 میں چھ سو اڑتیں کروڑ بارہ لاکھ تک جا پہنچی اب یعنی سنہ 2020 میں تمام روئے زمین پر انسانوں کی آبادی سات سو اسی کروڑ اٹھیانوے لاکھ ہو چکی ہے۔ہر سال انسانوں کی آبادی میں 1.9 کے لگ بھگ اضافہ ہوا ہے یہ اعداد وشمار آپ کو انٹرنیٹ پر مل جائیں گے۔بات دنیا میں انسانی آبادی کے اعداد وشمار بتانے کی نہیں ہے بات ہے انسانی ترقی وتمدن کی ترقی وترویج کی ہے۔اس آبادی میں آج مسلمان ایک سو چالیس کروڑ ہیں یعنی زمانے کے ہر دور میں راہ راست اختیار کرنے والوں کا تناسب 17.72% سے کچھ زیادہ کچھ کم رہا ہے ان میں ایمان کو اختیار کرنے والوں کا تناسب اسی حساب سے کریں تو 13% ہوا یعنی اٹھارہ کروڑ اور ایمان پر چلنے والوں کا تناسب 2.34% فیصد یعنی لگ بھگ چار کروڑ اب اندازہ لگائیں معرفت الٰہی کو اختیار کرنے والوں کا تناسب 13 فیصد کے حساب سے 52 لاکھ یعنی آج سے پانچ ہزار سال پہلے حضرت ابراہیمؑ سے پہلے دنیا کی جو آبادی زمین پر تھی اتنی آبادی ان لگ بھگ آٹھ سو کروڑ انسانوں میں معرفت الٰہی کو ماننے والوں کی ہوگی معرفت پر چلنے والوں کی نہیں۔اس بات سے قرآن کا بیان سچ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں ایمان والے مٹھی بھر ہی رہے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مرتبہ جمّ غفیر یا اژدھام والوں کا نہیں ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ ......وَ قَلِيْلٌ مِنَ الْآخِرِيْنَ کا ہے۔انہیں انبیاء ومرسلین کہہ لیں یا ان کے صحابہؓ اور اللہ والے کہہ لیں یا پھر صحابہؓ رسول ﷺ یا صحابہؓ مہدی کہہ لیں اگر ہمارے اندر اللہ کے رسول محمد ﷺ کا طریقہ یا تعلیمات فرائض ولایت کے اعمال ہیں تو ان مٹھی بھر میں ہم خود کو شمار کر سکتے ہیں ورنہ منصف تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو فیصلہ صادر کریگی بروز حشر۔یہ اعداد تعداد گوشوارے بات سمجھنے کیلے ہیں ہم ان مثالوں سے بہت کچھ سمجھ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں چیونٹی کی مچھر کی شہد کی مکھی کی مکڑی جیسی حقیر مخلوق کی مثالوں سے ہمیں بات کو سمجھنے کی دعوت دیتا ہے ہم بھی ایسی مثالوں سے بات کو سمجھ سکتے ہیں۔

قیامت کی بات ہے تو قیامت کے عالم کا ذکر بھی ہونا چاہئے ۔اس کے لئے اللہ کے کلام سے بہتر رہنمائی نہیں ہوسکتی ۔یوں تو سارے قرآن میں جابجا قیامت کی حولنا کی کا ذکر ہوا ہے' مگر آخری سورتوں میں بڑے واضح انداز میں بتایا گیا ہے جو قرآن کے جز یا پارہ 30عــم میں ہیں ۔ بلکہ قرآن کی ۷۵ ویں سورہ قیامہ سے ان کا با قاعدہ بیان ہے جو پارہ تبارک الذی میں ہے ۔''(انسان ازارہ تمسخر)پوچھتا ہے کہ قیامت کب آئے گی ؟ (اسے معلوم نہیں) پھر جب آنکھ خیرہ ہو جائے گی (قیامت کی وحشت سے اس کی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی)اور چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند یکساں ہو جائیں گے (معنی دوسرے کروں اور ستاروں کی طرح)ایک دوسرے میں مدغم ہو جائیں گے یا ٹکرا جائیں گے ۔(سورہ قیامہ ۶ سے ۹ آیات)۔اور آسمان کھول دیا جائے گا تو وہ محض دروازہ رہ جائے گا(سورہ ۷۸ آیت ۱۹ سورہ نبا)مطلب آسمان کی چھت برابر کردی جائی گی سارے چاند ستارے سیارے صاف دکھائی دینگے سامنے ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے اوران سے انگارے برس رہے ہونگے ۔اور پہاڑ چلا دئے جائیں گے (پہاڑ ٹوٹتے بکھرتے اور ہوا میں تنکوں کی طرح چلتے اُڑتے پھر رہے ہونگے اور ایسا لگے گا کہ وہاں کبھی پہاڑ تھے ہی نہیں سپاٹ زمین تھی)سورہ نازعات ۷۹ آیت ۶ ۔۷''اور اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا پڑیگا (زلزلے کا یا ستاروں کے ٹکرانے سے)سورت التکویر ۸۱ آیت ۱ اور ۳۔''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا' ستارے ماند پڑ جائیں گے ۔اور پہاڑ چلا دئے جائیں گے ۔آیت ۱۲''اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی (معنی آسمان لپیٹ دیا جائے گا قیامت کے مناظر دیکھائی دینگے وحشت ہی وحشت ہوگی)جہنم کی تپش محسوس کی جائے گی ۔سورہ انفطار ۸۲ آیت ۱ سے ''جب آسمان پھٹ جائے گا' جب ستارے جھڑ پڑیں گے' جب دریا اُبل پڑیں گے سمندر پھاڑ دئے جائیں گے (سیلاب طوفان طغیانی سمندر اُبل کر زمین میں گھس آئے گا)قبریں پھاڑ دی جائیں گی ۔سورہ انشقاق ۸۴ جب آسمان پھٹ جائے گا...جب زمین پھیلا دی جائے گی (سپاٹ کردی جائے گی)اور جو کچھ اس کے اندر ہے نکالدیگی (آتش فشاں کی' زلزلے کی شکل میں)۔قرآن نے اس طرح قیامت کی حولنا کی سے آگاہ کیا ہے ۔ان تمام کے درمیان اللہ کے فرماں برداروں کو نوید مسرت بھی سنائی گئی ہے لیکن ان میں سورہ قیامہ کی آیت ۲۳ کا بیان ذرا مختلف ہے ۔وُجُوۡ ہٌ یَّوۡمَیِٕذٍ نَّاضِرَۃٌ .... اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ .... وَ وُجُوۡہٌ یَّوۡ مَیِذٍ بَا سِرَۃٌ کئی چہرے اس روز تروتازہ ہونگے ۔اور اپنے رب کے (انوار جمال) کی طرف دیکھ رہے ہونگے ۔اور کئی چہرے اس دن اُداس ہوں گے ۔ان تین آیات میں غور کریں ۔کئی چہروں کا تروتازہ ہونا کچھ کا افسردہ ہونا اور جن کے چہرے تروتازہ ہونگے ان کا اللہ کی طرف دیکھنا (دیدار)یہ معاملہ حشر کا ہے اور بتایا جارہا ہے کہ کچھ لوگوں کے چہرے مسرت سے چمک رہے ہونگے اللہ کو دیکھ کر' کچھ اداس ہونگے ۔یہاں دو لوگوں کی کیفیت ہے ایک اللہ کو دیکھ کر خوش ہونے والے دوسرے اداس ہونے والے یعنی جنھوں نے خدا کو دیکھا یا پہچانا وہ کیسے پہچانے ہونگے ؟ کیوں کہ انہوں نے اس سے پہلے بھی دار دنیا میں خدا کو دیکھا ہوگا جبھی تو اللہ تعالی کو پہچانا اور جنھوں نے دنیا میں خدا کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی وہ کیسے خدا کو دیکھ پائیں گے اسی لئے یہاں اُن کا اداس ہونا بیان ہے ۔

آخر میں نوجوانوں کے لئے کچھ باتیں جاننا ضروری ہیں۔مہدویت کیا ہے یہ تو تھوڑا بہت معلوم ہوا لیکن آج کل کے دوسرے عقاید اور طریقوں کے بارے میں جان رکھیں شاید کچھ باتوں کی تشفی ہو۔یہ اس لئے ضروری ہے کہ آج کا دور چرب زبانی شہرت اور دکھاوے کا ہے اس کی بنیاد آج سے تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے رکھی گئی ہے۔تیل کی دریافت سے پہلے جزیرہ عرب میں مفلسی اور غربت تھی وہاں کے بدو اور جاہل قبایل حاجیوں کے قافلوں اور کاروانوں کو لوٹ لیا کرتے تھے اس کے لئے دنیا کے مسلم ممالک نے مل کر اوقاف ادارے قایم کئے (وقف بورڈس) ان سے جو آمدن جمع ہوتی وہ عرب بھیجی جاتی تا کہ ان بدو قبایل کی مدد ہو اس کے باوجود لوٹ مار ہوتی تھی عرب اور حجاز مقدس ترکی خلافت کے ماتحت تھا ترکی کی حکومت نے اپنی سرحدیں اور علاقے تو محفوظ رکھے تھے لیکن مشکل تھی اُن مسلم ممالک کو جو وسط ایشیاء جیسے کاشغر ترکستان آزربایجان ایران افغانستان ہندوستان ملیشیا انڈونیشیا کے ملکوں کو تھی جو حج ادا کرنا چاہتے تھے ان بدو قبیلوں کے لوٹ لئے جانے کا خطرہ ہمیشہ ہوتا تھا۔انہیں قبیلوں میں علاقہ نجد کے قبایل کی بڑی دہشت تھی ان میں بہت سارے قبیلے یہودیوں کے بارہ قبیلوں کی شاخوں میں سے تھے جو اسلام سے پہلے کبھی عیسایت کبھی یہودیت کبھی آتش پرستی اختیار کر لیتے تھے اور بڑے ضدی وحشی جنگجو تھے طلوع اسلام کے بعد ان میں سے کئی نے مذہب اسلام قبول کرلیا مگر ان کی فطرت میں کوئی زیادہ فرق نہیں واقع ہوا تھا وہ اس طرح کہ ایک حدیث میں اس کا واضح ثبوت ہے کہ حضورﷺ کے پاس شام یمن کے بہت سے قبایل ملنے آئے انہیں میں نجد کے بھی کچھ لوگ تھے حضورﷺ نے شام اور یمن کے لئے دعا فرمائی تو نجد والوں نے اہل نجد کے لئے بھی دعا کی درخواست کی حضورﷺ خاموش رہے لیکن نجد والوں کے بار بار اصرار پر آپﷺ نے فرمایا کہ ''نجد فتنے ورتنزل کی جگہ ہے'' جہاں سے شیطان کی سینگھ ظاہر ہوگی۔لہٰذا آج جزیرہ عرب میں وہابیہ کی حکومت ہے جنہوں نے کعبۃ اللہ کے تقدس کو پایمال کر کے اتنا اونچا مینا بنا دیا جو بالکل شیطان کی سینگھ جیسا ہے دیکھا گیا ہے کہ حج کسے واپس آنے والے حاجی کعبہ کا نہیں اس کلاک ٹاور نما شیطان کی سینگھ کی تعریف زیادہ کرتے ہیں۔وہابیت کا بانی ابن وہاب نجدی تھا جوان لٹیرے قبیلوں کا سردار تھا جب ان کے پاس لوٹ مار کی دولت زیادہ ہوگئی تو ان میں عیاشی اور بدکاری پھیلنے لگی ابن عبدالوہاب نے ان کا دھان دوسری جانب پھیرنے کے لئے ان عالموں اور صوفیوں کی برائی شروع کی جو رسم وبدعت میں مبتلاء تھے اور اس مقصد کو اتنا پھیلایا کہ ان قبیلوں کو نہ صرف ان عالموں اور صوفیوں سے بدزن کر دیا بلکہ آیمہ صحابہؓ ورآل رسولؐ کے خلاف ماحول کو زہر یلا کر دیا اسی دور میں برطانیہ اور اُس کے حامیوں نے پہلی جنگ عظیم اور اس سے پہلے ترکی کی خلافت کے خلاف مورچہ کھول دیا جب جزیرہ عرب ترکی کے ماتحت تھا عیسایوں نے عرب کا علاقہ ترکی کی خلافت سے چھین کر وہاں عرب کے ایک جرنیل سعود بن عبدالعزیز کی بادشاہت قایم کر دی اسی دوران ابن وہاب کی تحریک زور پکڑ چکی تھی آل سعود بادشاہوں کو اس سے خطرہ لاحق ہوا اس خطرے سے نمٹنے کے لئے سعود حکمرانوں نے ابن عبدالوہاب نجدی کی شادی اپنے خاندان میں کر دی جو کہ انہیں کے قبیلے سے تھا۔جب تیل کی دریافت ہوئی تو یہاں دولت کی ریل پیل ہونے لگی یہ لوگ لٹیروں سے مہذب ہو گئے مگر فطری طور پر ضد وحشت یہودیت باقی رہی لہٰذا آج انہوں

نے پھر سے اسرائیل کی نہ صرف حمایت کی ہے بلکہ دنیا کے مسلمانوں کو حقیر اور مسکین سمجھتے ہیں جیسا یہودی خود کے علاوہ دنیا کے انسانوں کو حقیر قوم مانتے ہیں۔**وہابیت مذہب نہیں یہ سیاسی تحریک** ہے اورانہوں نے اپنا عقیدہ اور تحریک پھیلانے کے لئے دوسری جماعتیں قایم کیں اورانہیں مالی مدد دیتے ہیں ان میں اہل حدیث، دیوبندی، تبلیغی، جماعت اسلامی سلافی اور مصر میں اخوال المسلمین افریقہ میں بوکوہرم افغانستان میں طالبان جماعتیں ہیں۔ان جماعت کے بانیوں نے برملا اعلان کیا ہے کہ ہم وہابی ہیں اورانہوں نے علامہ باز عادل کلبانی، عبدالرحمٰن تیمی محمد مناجد محمد محسن خاں محمد البانی جیسے کچھ نام نہاد عالم محدث مشہور کرر کھے ہیں جن سے غلط تفاسیر اوراحادیث کی غلط بیانیاں مشہور کرر کھی ہیں۔بظاہر وہابیت اس کی شاخیں اسلام سے متعلق ہیں لیکن ان کے خیالات عقاید اور طریقے ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کے **دین الٰہی** کی عکاسی کرتی ہیں جس میں انسانی یا حکمرانوں کے پیش کردہ دین کو قبول کرنے پر زور دیا گیا تھا۔1582 میں شہنشاہ اکبر کا **دین الٰہی** پہلے **توحید الٰہی** بنا کر پیش کیا گیا بعد میں اس میں اس کی بادشاہت کے علاقوں کے دوسرے ادیان جیسے اسلام، ہندومت، آتش پرستی، عیسایت، جین مت، بدھ مت کے افکاراوران کے بیانوں کو دین کا حصہ بنا دیا اوراس نے 1575 میں فتح پور سیکری میں تمام مذاہب کا ایک مجموعی عبادت خانہ بھی بنایا جہاں ہر مذہب کا ایک پجاری ہوتا تھا۔ایسا ہی عبادت خانہ آج بھی ہندوستان کے شہر ممبئی میں ہے جسے فری میاسن لاج کہتے ہیں جو ''بہائی'' مت بھی کہلایا جاتا ہے۔ان کی عبادت کا نشان چھ 6 کونوں والا ستارہ ہے یہ وہی نشان ہے جسے یہودی داؤد کی ڈھال اور ''ماگن'' کہتے ہیں اندازہ کرلیں کے یہودیت کس طرح اپنا کام کرتی ہے۔ہندوستان کے مشہور میاسن میں ہندوستان کے صدر راجندر پرساد، رادھا کرشنن، کرکٹر منصور علی خاں پٹوڈی جیسے لوگ ہیں۔جس طرح ایمان دنیا میں ہر ہمیشہ موجود رہا کفر یا بے دینی بھی برابر رہتی آئی ہے۔اس لئے کسی بھی طریقہ یا عقیدہ کو اچھا سمجھنے یا اپنا خیال ظاہر کرنے سے پہلے اس عقیدہ اور طریقہ کی جانچ کرنا ضروری ہے ورنہ ایمان ذائع ہونے کا خطرہ ہے۔ہم نے ممکن حد تک اُن تمام احوال حالات عقاید اور طریقوں کو یہاں پیش کیا ہے تاکہ پڑھنے والے خود حق اور ناحق کا فیصلہ کریں۔جب ہم نے ان تمام حقیقتوں کا جایزہ لیا تو ہمیں تعلیمات مہدی موعود آخرالزماں حضرت میراں سید محمد جونپوری ہی ایک ایسا مذہب عقیدہ اور ضابطہ اخلاق نظر آیا جس میں بحث مباحثہ علمی پیچیدگیوں باریکیوں اور فضول باتوں کی بحث کے قرآن اور سنت رسول ﷺ کی بنیادی حقیقی باتوں اور ضرورتوں کے لحاظ کو مجتمع اور مرکوز کر کے ''تعلیمات ولایت مقیدہ مخصوصہ'' میں سمو دیا گیا ہے کہ نہ بحث و مباحثہ کرو نہ اُلجھو نہ دین ایمان کے زیاں کا سبب بنے والے طریقوں میں اپنی توانایئاں ذائع کرو، بلکہ عبات ذکر تقوی وتوکل کی زندگی اختیار کر کے اللہ کی باگاہ میں کامیاب ہوسکو۔اللہ کے رسول ﷺ کا یہی کہنا تھا کہ ''مہدی دین کواس طرح زندہ کریگا کہ جس طرح ہمارے وقتوں میں ہے'' اس لئے کوئی بھی حدیث یا قرآن مجید کا ترجمہ تفسیر یا وضاحت اور قول و بیان ہو پہلے انہیں جانچ لیں بے دھڑک اسے نہ بیان کریں نہ سوشیل میڈیا پر شیر کریں انجانے میں آپ بھی اس بدعقیدہ جماعتوں کا حصہ بن جائیں گے۔ہم نے دیکھ لیا یہ گروہ یہودیوں سے جا ملے ہیں اور حضور ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق یہ گروہ دجال سے بھی جاملیں گیا وراب اسلام سے تیری کی

طرح نکل چکے ہیں ۔تاریخ اسلام پڑھیں معلوم ہوگا کہ جنھوں نے حضرت امام ابوحنیفہ کوزہر دیا اور امام احمد بن حنبل کے ہاتھ پاؤں تڑوائے علماء وصوفیائے حق کی دشمنی عدوات میں پیش پیش جو رہے بالکل انہیں کے خیالات اورعقاید ان جماعتوں کے ہیں کہیں ان کا اظہار کردیتے ہیں کہیں چھپالیتے ہیں ۔لادینیت انتشار نفاق دینی آزادخیالی اللہ تعالی اوراس کے رسول ﷺ کی حکم عدولی کا سلسلہ عبداللہ بن سباء یہودی کے خوارجی تحریک سے شروع ہوا حضرت امام بخاری کے دور میں اس میں بحثیں ہوئیں امام ابن تیمیہ ابن قیم الجوزی کے دور میں یہ مضبوط ہوتے گئے اور ابن وہاب نجدی کے بعد اپنے عروج پر پہنچے اور آج گروہ اسلام کا کوئی بھی فرقہ عقیدہ انتشار خلفشار لادینیت اللہ اور رسول کی حکم عدولی سے بچا ہوانہیں ہے حالانکہ مہدویہ کے معاشرتی اور سماجی نظام دایروں کی مربوطی و مضبوطی کے باوجود یہ ان میں بھی اپنے اثرات دکھا رہے ہیں مگر اتنے موثر ابھی نہیں ہیں اللہ خیر کرے کہ شاید حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اس جماعت کے کچھ لوگوں کو حضرت عیسی علیہ السلام سے ملاقات کرنا ہے رسول ﷺ ومہدی موعود آخرالزماں کے صدقے کچھ تو بھرم بروز قیامت باقی رہے ۔آمین ثمہ آمین ۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انسانیت کے ہر دور میں دبے کچلے اور ظالمانہ نظام کے درمیان سے ایک نیا طبقہ پیدا ہوتا ہے جو ایک حقیقی اور کامیاب معاشرہ اور نظام تشکیل دیتا ہے اور عرصہ بعد آہستہ آہستہ اسی میں دوبارہ کمزوری تساہلی رسم وبدعت انتشار کے عناصر داخل ہونا شروع ہوجاتے ہیں ۔ایک مدعت کے بعد موقعہ پرست رہنما اور رہبر اس میں پیدا ہوتے ہیں' جونا کارہ نااہل اور جاہل لوگوں کا ایک گروہ تشکیل دے کر شخصیت پرستی کے ذریعہ اپنا قبصہ جمالیتے ہیں تاکہ پرانے حقیقی نظام پر اپنے خیال اور عقاید کا ملاجلا طریقہ بناکر لوگوں کو دھوکہ دے سکیں' اور سمجھا دیا جاتا ہے کہ ہم تو وہی پرانے حقیقی نظام پر قایم ہیں جس پر ہمارے آبا واجدا تھے جبکہ یہ سراسر جھوٹ ہوتا ہے جس کا خمیازہ بعد میں آنے والی نسلوں کو بھگتنا پڑتا ہے ۔جس کی بہترین مثال آج کا مہدویہ معاشرہ ہے جس کی رہنمائی ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں میں ہے ۔سوال ہے کہ کیا آج مہدویت زوال اور پستی کی طرف جارہی ہے؟اس کا جواب قیاسی نہیں تاریخی ہی دیا جاسکتا ہے کہ ایک وقت آئے گا جو قریب دکھائی دیتا ہے کہ مہدویہ معاشرہ نئی کروٹ ضرور لے گا' اور اس غیر حقیقی فرسودہ نظام کو اُلٹ کرر کھ دیگا اور آنے والا مہدویہ معاشرہ انفرادی نظام کے بجائے اجتماعی ہوگا جس کے آثار ظاہر ہونے لگے ہیں ۔مہدویہ معاشرہ انفرادی مرکزی اور شخصیت پرستی کے نظام سے اُوب چکا ہے ۔آج مہدوی اغیار کے غیر اُصولی تعلیمی اور رسم وبدعت کے نقلی صوفیانہ خیالات جو پچھلے سو برسوں میں داخل کردے گئے ہیں انسے بیزار ہے ۔لگتا یوں ہے کہ حضرت عیسیٰ کی بعثت تک مہدویہ معاشرہ انفرادی نہیں اجتماعی عقیدت کی طرز زندگی اختیار کرچکا ہوگا ۔یہ بات **مہدیٔ موعود علیہ السلام کے قول میں پوشیدہ ہیکہ "میرے لوگ حضرت عیسیٰ سے ملاقات کریں گے"۔آپؑ نے "میرے لوگ" کہا یہ نہیں کہا کہ حضرت عیسی میرے مصدق امام یا رہبر سے ملاقات کریں گے"**۔حضرت عیسیٰ فرضی اور ظاہر پرست اماموں رہبروں کے بجائے مخلص مصدق امام کی اقتداء کریں گے ایسا لگتا ہیمہدی موعودؑ کے اس قول سے ۔

بندگی اور پرستش

بندگی لغت میں عبادت کو کہتے ہیں خصوصاً ایک واحد خدا کی عبادت' بندہ کے معنی غلام کے ہیں' ایک خدا کا غلام ' جیسے کوئی بھی بیک وقت کئی مالکوں کی غلامی میں نہیں ہوتا کسی ایک آقا کا مطیع وفرمابردار ہوتا ہے' سر جھکا دینے والا۔ عربی میں خادم معنی بندہ ہے' بندہ یہ لفظ فارسی کا ہے۔ اردو میں بندھا ہوا بیگار۔ پرستش کے معنی عبادت تو ہے لیکن یہ لفظ بت پرستی کے معنوں میں زیادہ مستعمل ہے۔ اور بت پرستی معنی بہت سارے بتوں خداؤں کو پالن ہار یا مالک ماننا اس سے اپنی حاجتیں طلب کرنا۔ اگر ایسی توقع کسی انسان سے رکھی جائے تو بھی بت پرستی ہے جو اسلام میں شرک ہے یعنی ایک خدا خالق مالک کی قدرت وعظمت میں کسی کو شریک سمجھنا اور خیال کرنا کہ یہ انسان میں خدائی کمالات ہیں یا یہ خدا کے ہاں سفارشی اور ہمارا مددگار ہے یا اس کے بغیر ہم خدا کے دربار میں حاضر نہیں ہوسکتے یا یہ ہماری مرادیں خدا سے پوری کرواسکتا ہے یا یہ خدا کے دربار میں ہمیں پہنچانے کا سبب ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے سوا کسی سے کوئی شے طلب نہ کرو کیوں کہ میں ہی حاضر وناظر ہوں ہوں **عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ** وہ پوشیدہ اور ظاہر ہر چیز کا عالم ہے(رعد ۹) **سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ** تم میں سے کوئی شخص خواہ زور سے بات کرے یا آہستہ' کوئی رات کی تاریکی میں چھپا ہوا ہو یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو اس کے لئے سب یکساں ہیں (۱۰)۔ اور سورہ اعراف آیت ۷ میں فرماتا ہے کہ **وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ** آخر میں کہیں غایب تو نہیں۔ اس لئے ایمان کا تقاضہ ہے کہ طلب حاضر سے کی جائے۔ یہ موجودات حاضرات اور انسان آج ہیں کل نہیں ہونگے مرجائیں گے مٹ جائیں گے جو فنا ہونے والے ہیں ان سے کیسی طلب جو ہمیشہ قایم ہو اس سے طلب اور دعا کی جاتی ہے اور ایمان کا تقاضہ ہے کہ طلب ہمیشہ زندہ اور قایم رہنے والے سے کی جائے جو **حَيٌّ قَيُّوْمٌ** ہو۔ ایمان کفر وشرک کا نظام دنیا میں انسانوں کی آزمایش کے لئے ہے۔ اللہ تعالی نے نبی رسول پیغمبر پیدا کئے' عارفین عابدین زاہدین' ذاکرین بھی پیدا کئے اور کچھ ناظرین بھی پیدا کئے' جو بصیرت اور بصارت سے فہم وادراک سے اللہ کے قدرت میں غور کرتے ہیں۔ فرشتے اور ملا یک۔ اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے' اور کررہے ہیں جب آدم کو پیدا کیا گیا فرشتوں نے اللہ سے کہا کہ ہم تو تیری ذکر واطاعت میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے پھر اے رب تو کیوں آدمؑ کو پیدا فرماتا ہے؟ اللہ نے کہا کہ **علم آدم الاسماء كلها** میں نے آدم کو علم دیا ہے ہر چیز کے اسماء کا معنی غور وفکر اور ادراک دیا ہے تاکہ انسان اللہ کی صفات کو پہچانے جو دوسری مخلوق میں نہیں ہے۔ لیکن جب اللہ تعالی نے کہہ دیا کہ ''میں حاضر ہوں' تو پھر سورہ رعد ۱۱ میں یہ کیوں فرمایا؟ **لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ** (سورہ رعد ۱۱) ہر شخص کے آگے پیچھے مقرر کئے ہوئے نگراں (فرشتے) لگے ہوئے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس (انسان) حفاظت کررہے ہیں۔ اس آیت میں **يَحْفَظُوْنَهٗ** کالفظ آیا ہے۔ نکرین تو ہیں ہی دوسرے فرشتے بھی انسان کے محافظ ہیں۔ یہ اس لئے ہوسکتا ہے کہ ابلیس انسان کے دل میں اور خون میں نفس بن کر دوڑنے کی اجازت لے کر آیا ہے جب اُس نے آسمانوں پر جاکر حضرت آدم کو بہکا دیا ورغلایا اور گندم کھلادی جس سے آدمؑ نے نجاست کردی جس کی بدبو فرشتوں کو پریشان کرنے لگی

'دنیاتو مکافاتِ عمل ہے یہاں انسان کوسوچ سمجھ عقل عمل کی پوری آزادی میسر ہے یہاں ابلیس کا اولادآدم پر قابو پالینا آسان ہے 'یہاں مومنین کے لئے خطرہ زیادہ ہے کافروشرک تو نفس کے تابع ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے یہ حفاظت مومنوں کے لئے کررکھی ہے جو خوداللہ کی مرضی کے تابع رہنا چاہتے ہیں ۔اور جب تک اللہ نا چاہے انسان راہ راست نہیں پاسکتا' دنیا میں کفروشرک کا نظام مومنوں کی آزمایش کے لئے ہے ۔یہ وہی بات ہے ''کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا کہ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں''۔آدم کی اولاد کو اشرف المخلوقات کہا گیا تو کیا سارے اولادآدم اس زمرے میں شامل ہیں؟ جب کے دنیا میں کافرشرک خدا بھی ہیں اور خوداہل اسلام میں اللہ کی حدوداوراحکام سے انحراف کرنے والے ہیں جس کا بیان قرآن میں اللہ نے کیا ہے ۔بلکہ یہ شرف مخلوق خصوصیت کا حامل ہے جوذات محمد ﷺ سے مخصوص ہے جنہیں معراج میں یہ شرف عطا ہوا ۔یہ اس لئے کہا جائے گا کہ آپ ؐ کو دنیا میں بھیجے جانے سے پہلے ایک لاکھ چوبیں ہزارانبیا مرسلین بھیجے مگر ذات محمد ﷺ کے آنے کا چرچہ تمام زمانوں میں رہااور آپؐ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ہورہا ہے ۔آپ ﷺ زمین پر عظیم ترین نایب خدا ہیں' آپ ؐ کو قرآن مجید جیسے شریعت دی گئی ۔تمام انبیاء کی امامت کروائی گئی' دنیا سے آپ کی وداعی تقریب بھی شایان شان ہے کہ آپؐ کے بعد ایک خلیفۃ کو بھیجا گیا تا کہ اللہ کی معرفت جو آپ ﷺ سے منسوب تھی اس کی بھی تعلیم اُمت کودیدی جائے'اور حضرت عیسیٰ کو دوبارہ بھیجا جائے گا قام قیامت کے لئے ۔

بات چلی تھی شخصیت پرستی بت پرستی کی ۔جس طرح انبیا مرسلین بھیجے گئے'اسی طرح انسانوں کی آزمایش کے لئے کفروشرک کے اسباب یہاں موجودرہے ہیں ۔عرب میں ظہوراسلام سے پہلے جو بت پرستی تھی ان میں ایک بت ''لات'' طایف میں تھاایک چوکور پتھر کی شکل میں' دراصل ایک شخص لات ہوا کرتا تھا جومسافروں کوستوکھلاتا تھا زمانہ جاہلیت میں جب وہ مرگیا تو جس پتھر پر بیٹھ کر وہ ستوکھلاتا تھالوگ اسی کی پوجا کرنے لگ گئے ۔''عزیٰ' قدیم عرب میں ایک لڑکی نماجنیہ تھی جوبھی اس پرنظر ڈالتااس کابرا ہوجاتا جب وہ مرگئی تو لوگوں نے اس کا بت بنا کر پوجنا شروع کردیا ۔''منات''اور''یعغوث''حضرت نوحؑ کے زمانے کے اچھے لوگ تھے ان کے مرنے کے بعد شیطان نے قوم کے لوگوں کو ان پرستش کرنا سکھادیابعد میں عرب بھی ان کی پوجا کرنے لگے ۔''ودّ''اور''سوا''بادل کا دیوتا تھے''نصر''ایک گدھ مردارخور کی شکل کا دیوتا تھا جس کی پوجااہل روما کیا کرتے تھے ۔اس طرح بت پرستی کے تانے بانے دنیا کے دوردراز قطعوں میں پھیلتے گئے ,جب بابل ونینوا میں حق پرستوں یعنی انبیا کے حواریوں اور کافروشرکوں میں ٹکراؤ ہونے لگا تو لوگدور دراز علاقوں میں جا کر بسنے لگے جس طرح ''آریائی''ہنوستان آئے'اسی طرح ایشیا جنوب مشرق یوروپ اور دور دراز سمندری راستوں سے لوگ براعظم امریکہ کے جنوبی حصوں میں پہنچ گئے جنہیں پہلے''آزٹیک' بعد میں''ماین'' تہذیب کہا گیا ۔ان کے متعلق معلومات ابھی دیڑھ دوسو برسوں میں ملی ہیں'ورنہ فرعانہ مصر کی تہذیب کودنیا کی سب سے پہلی ترقی یافتہ تہذیب سمجھا جاتا تھا'یہ لوگ برسات اورطوفان دیوتا کی پوجا کیا کرتے تھے ۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان قوموں میں برسات اورطوفان کا خوف ہراس صدیوں تک چھایا رہا'جواس بات کی دلیل ہے کہ وہ طوفان نوحؑ کے بعد نقل مکانی کرکے جانے والی

قوموں میں سے تھے ۔آج ان کے آثار دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مصر کے فرعونوں سے زیادہ مہذب اور ترقی یافتہ تھے ۔**مگر مورخ بتا رہے ہیں کہ یہ قومیں صفحۂ ہستی سے اچانک مٹ گئیں یا غایب ہوگئیں ۔اس بات کو قرآن چودہ سو برس پہلے بتا چکا ہے کہ" ہم نے کئی قومیں نیست و نابود کر ڈالیں جن کا تم کو علم بھی نہیں**۔ظاہر ہے ان علاقوں تک مسلمان تو نہیں پہنچے لیکن آج ان ملکوں میں مسلمانوں کی کافی آبادی ہے ۔

جس طرح مسلمانوں میں اہل مغرب کے دباؤ میں کئی فرقے اور جماعتیں بنیں ۔کچھ اس طرح مہدویت میں بھی ہوا ہے دور اول کے مہدویہ بزرگوں نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ اپنا ایمان نہ صرف بچائے رکھا بلکہ انہیں دیکھ کر کئی لوگ تصدیق مہدی سے مشرف بھی ہوئے ُمگر پچھلے ایک سو برسوں کے عالموں اور رہبروں نے تعلیمات مہدی پر عمل کرنے اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کے بجائے خودنمائی خود پرستی آپسی چپقلپس اور مقابلہ آرائی کو خوب پھیلایا۔اور خاندانی اور وراثتی حصوں بخروں میں مہدویت کو بکھیر کر منتشر کرنے میں بڑا کردار ادا کیا جو آج بھی جاری ہے ۔اور شخصیت پرستی کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ اب وہ رسم و بدعت کی حدوں سے آگے گزر کر بت پرستی کی حدوں کو چھونے لگی ہے ۔اب لوگوں کو مرشد کے اندر خدا دکھنے لگا ہے مرشد کا کہا حرف آخر آج قرآن وسنت رسول ﷺ کو درکنار کردیا گیا ہے ۔جس طرح اسلام جنوبی امریکہ کے آزٹیک اور ماین تہذیب تک نہیں پہنچایا مسلمانوں نے اسی طرح مہدوی مصدیق مہدی کی تعلیم وعمل کو برصغیر سے آگے نا پہنچا سکے ۔مسلمانوں میں فرقہ پرستی ٗجماعت پرستی ٗشخصیت پرستی ٗمدرسہ پرستی ٗعلم پرستی ٗعقیدہ پرستی ٗقبر پرستی پیچان بنگئی اسی طرح مہدویوں میں شخصیت پرستی ایک نئے اور انوکھے رنگ روپ میں دکھائی دیتی ہے ٗجس کا دایرہ جماعت خانہ مسجد منبر محراب تک محدودو ہے ۔اسی شخصیت پرستی کو ختم کرنے کے لئے مہدی موعودؑ کی بعثت ہوئی تھی اور صحابہؓ نے اس کی تعلیم اور عمل پر خود چل کر دوسروں کو چلایا۔مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ ''اگر تم بندے کی کھال بھی پہن لو تو اللہ اس بات پر قادر ہے کہ بندے کی کھال اتار کر تم کو عذاب دے'' مہدویہ رہبروں کی صرف اتنی ذمہ داری تھی کہ وہ دینی اعمال واحوال کی نگرانی کرتے ۔دین دنیا معاشرہ ترقی تجارت سبھی پر اپنا حق جتادیا ہے ۔مہدئ موعودؑ کے اس قول میں ایک پیغام پوشیدہ ہے کہ ''میرے لوگ حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات کرینگے''۔آپ علیہ السلام نے ''میرے لوگ کہا'' بلکہ یہ نہیں کہا کہ میرے مصدق امام رہبر یا مرشد سے حضرت عیسیٰ ملاقات کریں گے۔

مہدئ موعود علیہ السلام کے خطابات والقابات

مہدی موعود آخر الزماں = حضور ﷺ کا دیا ہوا خطاب ہے ۔اس کے معنی ہدایات یافتہ یعنی پہلے ہی جن کی ہدایت کی جاچکی ہو ۔وہ ہادی مہدی جو قرب قیامت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے آئینگے ۔جن کے آنے کا وعدہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے ۔

خلیفۃ اللہ = حضور ﷺ کا دیا ہوا لقب ہے یعنی اللہ کا خلیفہ ۔خلیفہ کے معنی نایب ۔

اتبعنی = اتباع کرنے والا ۔ تابع ۔تام معنی مکمل ,پورا Perfect, یہ قرآن میں اللہ تعالی کا دیا

ہوا خطاب ہے ۔رسولؐ کی مکمل اتباع کرنے والا دنیا کے کوئی عالم یا ولی نہیں کہہ سکتے کے وہ اللہ کے رسول کی مکمل اتباع کرنے والے ہیں ۔یا Perfect ہیں ۔اور حضو ﷺ نے مہدی کو ہی من یقفو یخطی و لا یثری کوئی خطا نہیں کریگا میرے نقش قدم پر چلے گا کہا ہے ۔اس لحاظ سے مہدی موعود آخرالزماں کو ''تابع تام'' رسول اللہ کہا جا تا ہے Perfect follower of Khatim ul anbia Hz Muhammad sas wihout iota of doubt and Error.

مبین کلام اللہ = اللہ تعالی نے کہا کہ ایک خلق انسان کو پیدا کر کے ہم اس قرآن کا بیان کریں گے اور اس قرآن کا بیان ہمارے ذمہ ہے ثم ان علینا بیانہ مصدق اس بنیاد پر مہدیؑ کو مبین کلام اللہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں ۔

مراداللہ = اللہ کی مرضی کے مطابق قرآن کا بیان کرنا جیسا کہ اللہ تعالی چاہتا ہے نہ کہ تفسیر کرنا ۔مصدق آپؑ کو اس لقب سے یا کرتے ہیں ۔

میراں علیہ السلام = آپؑ تصدیق کرنے والے آپؑ کو مہدی آخرالزماں مانتے ہیں ان مصدقین کی جماعت کے آپؑ ''امیر'' تھے بہ لحاظ ادب مہدوی آپؑ کو ''میراں'' کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔بعد میں یہ لفظ آپؑ کی اولادوں اور صحابہؓ میں ''میاں'' سے منسوب ومشہور ہو گیا ۔عربی میں عَـلَـیَ کے معنی سب سے اُوپر بلندی پر کے ہیں عَـلَـیْـہ انسانوں میں سب سے بلند درجے والوں کو کہتے ہیں جو انبیاء اور مرسلین اور اللہ کے خلفاء ہوتے ہیں جو معصوم عن الخطا بھی یعنی جن سے غلطی کا احتمال کم ہوتا ہے کیونکہ ہر لحہ اللہ تعالی کی وہ نگرانی میں ہوتے ہیں ۔اس لئے ہر کوئی علیہ السلام نہیں ہوتا ۔چونکہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ حضو ﷺ کے بعد نبی ہیں اس لئے وہ حضرت علیؓ کے علاوہ امام حسن امام حسین اور دیگر اماموں کو علیہ السلام لگاتے ہیں جو معصوم نہیں ہیں ۔قرآن اور شریعت کے مطابق حضو ﷺ خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد مہدی موعود آخرالزماں خلیفۃ اللہ ہیں انہیں کو علیہ السلام کہا جائے گا کیونکہ حضو ﷺ نے انہیں مھدی منی یخفو اثری و لا یخطی کہا ہے معنی مہدی مجھ سے ہے وہ خطا نہیں کرے گا میرے قدم بہ قدم چلے گا ۔

علیہ السلام = کے معنی ان پر سلام یعنی خدا کی عنایت ہو ہے ۔جیسے علیہ الرحمتہ .ان پر خدا کی رحمت ہو ۔علیہم الرضوان اللہ ....ان سے اللہ تعالی راضی ہو ۔چونکہ علیہ السلام اللہ کے نبیوں رسولوں اور پیغمبروں سے منسوب ہے جو کہ اللہ کے خلیفہ ہوتے ہیں ۔اور رسول اللہ ﷺ نے مہدی موعود کو خلیفۃ اللہ کہا ہے اس لحاظ سے آپؑ کو لقب کے ساتھ علیہ السلام لگایا جاتا ہے ۔

رضی اللہ عنہ = حضو ﷺ کے عشرہ مبشر قطعی جنتی تھے جس کا مژدہ اللہ کے رسول ﷺ نے سنایا تھا کہ وہ دار دنیا میں اللہ ان سے راضی ہو گیا تھا ۔لہٰذا جنہوں نے حضو ﷺ کو دیکھا ملاقات کی ایمان لائے انہیں بھی اللہ کا راضی ہونا سمجھا گیا ہے بہ لحاظ ادب صحابہؓ رسولؐ کو رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے ۔چونکہ مہدی علیہ السلام کے صحابہؓ نے دیدار کیا تھا اور اللہ ان راضی ہوا تھا انہیں مہدی موعودؑ نے بشارت سنائی تھی انہیں بھی رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے ۔

رحمۃ اللہ علیہ = ان پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔چونکہ مہدویوں میں تارک الدنیافقراء کی جماعت ہوتی ہے
جوحصول دیدار میں منہمک ہوتی ہے اورمہدی موعودعلیہ السام نے اپنے مصدقوں میں کسی کرامت یا کرشمہ جیسے محیر العقل واقعات و عجایبات کے ظاہر نہ کۓ جانے پر اللہ تعالی سے دعا کی تھی جوقبول کر لی گی ۔چونکہ فقراء پہلے ہی اپنے آپ کواللہ کی رحمت کے حوالے کر چکے ہوتے ہیں اس لئے''دوبارہ''تم پر اللہ کی رحمت ہو کہنے کا کوئ جوازنہیں ہوتا۔اس لئےمہدویوں میں رحمۃ اللہ علیہ عام نہیں یہ اللہ اور بندے کا خاص معاملہ ہے۔جو پہلے ہی اللہ کی رحمت کا طلبگار رہوگیا ہواس کے لئے دوبارہ اللہ کی رحمت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حقیرفقیر = حضورﷺ نے اللہ تعالی سے بادشاہت اورسلطانی کے بجائے فقروفاقہ طلب کیاتھا''کہ میں ایک دن کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں''اسی سنت خاص کے مطابق اللہ کے طالبوں کومہدویہ میں فقیر کہا جاتا ہے۔

بندگی میاں: تاریخ اسلام وعقاید کے کسی معاشرے میں یا القاب وخطابات کے آداب کے الفاظ میں''بندگی میاں'' کالفظ نہیں ملتا یہ صرف مہدویوں کے عقایدی اصطلاح میں ہے۔بندگی معنی اللہ تعالی جو خالق حقیقی ہے اس کی عبادت کرنے والے اسکی غلامی اورخودسپردگی کرنے والے۔یہ لفظ نہیں ہے بیان خطاب کی ایسی صفت ہے جس میں اللہ تعالی کی اطاعت کا احاطہ کیا گیا ہے۔اس کے بعد''میاں'' کالفظ امیراں سے ماخوذ ہے جوادب واحترام میں کسی کومخصوص بناتا ہے۔یہ لفظ بعد میں مہدویوں کی خصوصی صناخت بن گیا۔بندگی اورمیاں میں ایک تقدس واحترام کا جذبہ پایا جاتا ہےاورعام طورپرمہدویوں میں بندگی میاں خاصان خدا کے لئےمخصوص ہے جواللہ کی راہ میں خودکووقف کر چکے ہوں۔یادرہے ہرشخص بندگی میاں ہونے کامدعی نہیں ہوسکتا۔وہ جن کے اعمال واخلاق حسنہ اللہ کے لئے جینامرنا زندگی کامقصد بن گۓ ہوں۔جن میں ایسے اوصاف حمیدہ نہ ہوں چاہے عالم فاضل ہی کیوں نہ ہوں''بندگی میاں'' کہلاۓ جانے کے مستحق نہیں ہوسکتے۔

تمت بالخیر

سید یوسف ۔ بنگلور بن ڈاکٹر سید موسیٰ مرحوم اہل چن پٹن ریاست کرناٹک

: مقام: بنگلور 7 ۱۴۴۲ھ مطابق 1 جون 2020ء جمعہ

نظر ثانی 12 ذی القعدہ 1444 بروز جمعہ مطابق o2-06-2023

" 3 شعبان 1445 بدھ " 14-02-2024

syedyusufsam92@gmail.com

This Book is available on

Scribd.com/document/476648104/ShahideBayyana-16F

for Free download www.archive.org/details/shahid-e-bayyana

	کتب جن سے استفادہ کیا گیا	نام مصنف	پبلشر	
1	تفسیر درمنثور	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	ضیاءالقرآن پبلی کیشنز	کراچی
2	تفسیر قرطبی	ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر قرطبی	ایضاً	
3	تفسیر ابن کثیر	اعماد الدین ابوالفداءابن کثیر	مکتبہ قدوسیہ	فیصل آباد
4	تفسیر ابن عباسؓ	حضرت عبداللہ ابن عباسؓ	فرید بک سٹال	لاہور
5	معرف القرآن	مفتی تقی عثمانی	مکتبہ معارف القرآن	کراچی
6	تفہیم القرآن	ابوالاعلیٰ موددوی	ترجمان القرآن	لاہور
7	قرآن کریم	فتح محمد خان جالندھری		
8	آسان اردو ترجمہ قرآن	حافظ نذر احمد	مسلم اکادمی	لاہور
9	الاتقان فی علوم القرآن	علامہ سیوطی	ادارہ اسلامیات	لاہور
10	اشاریہ مضامین قرآن	مولانا سید ممتاز علی	الفیصل	لاہور
11	گلوریس قرآن (انگلش)	عبداللہ یوسف علی		
12	تسہیل ونصب النحو	حافظ محمد خاں نوری	ضیاءالقرآن	کراچی
13	لغات القرآن	محمد عبدالرشید نعمانی	دارالاشاعت	کراچی
14	لغات الحدیث	وحیدالزماں	میر محمد کتب خانہ	کراچی
15	فیروزاللغات اردو	مولوی فیروزالدین	فیروزسنس	لاہور
16	اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق دھلوی		
17	بستان العارفین	ابواللیث سمرقندی	تالیفات اشرفیہ	ملتان
18	توریت	Old Testament		
19	زبور وانجیل(	New testament	(Bible &Psalms)	
20	فصوص الحکم	شیخ محی الدین ابن عربی	نظیر پبلی کیشنز	لاہور
21	فتوحات مکیہ	شیخ محی الدین ابن عربی	علی برادران جھنگ مارکٹ	فیصل آباد
22	فرہنگ آصفیہ		مطبع رفاہ عام	لاہور
23	المنجد	لوئیس معلوف	مکتبہ قدوسیہ ودارالاشاعت	کراچی

24 ترجمان القرآن — ابوالکلام آزاد

25 قاموس الفقہ — خالد سیف اللہ رحمانی — زم زم پبلی کیشنز — کراچی

26 فتاوی عالم گیری — مترجم سید امیر علی — مکتبہ رحمانیہ — لاہور

27 بائبل انگلش — کنگ جیمس ورژن

28 تاریخ ابن اسحاق وابن ہشام — مترجم خطب الدین احمد محمودی — اسلامی کتب خانہ — لاہور

29 تاریخ ابن خلدون — عبدالرحمٰن ابن خلدون — نفیس اکیڈمی — لاہور

30 قصص الانبیاء — ابن کثیر/فیض احمد اویسی — لاہور

31 سیرت النبیؐ — شبلی نعمانی/سید سلیمان ندوی — آر زیڈ پیکیجز — لاہور

32 طبقات ابن سعد — محمد بن سعد ترجمہ عبداللہ حمادی — نفیس اکیڈمی — لاہور

33 تاریخ ابن کثیر — عمادالدین ابن کثیر/کوکب شادانی — ایضاً — لاہور

34 تاریخ طبری — ابی جعفر محمد بن جریر الطبری/صدیق ہاشمی — ایضاً — ایضاً

35 انسائیکلوپیڈیا (تاریخ عالم) — ولیم ایل لینگر / مولانا غلام رسول مہر — الوقار پبلی کیشنز — لاہور

36 شرح عقیدہ شریفہ — حضرت بندگی میاں سید خوندمیر/

37 براہین مہدویہ — مولانا عبدالحکیم تدبیر — علامہ شمسی اکیڈمی — حیدرآباد دکن

38 رسالہ ہژدہ آیات — بندگی میاں عبدالغفور سجاوندیؒ — دارالاشاعت کتب سلف صالحین — حیدرآباد

39 مطلع الاولایت — بندگی میاں سید یوسفؒ — ایضاً

40 مخزن الدلایل — علامہ قاضی منتخب الدینؒ — ایضاً

41 مقدمہ سراج الابصار بہ شمول ضمیمہ — میاں سید مصطفیٰ تشریف اللّٰہی — چنچلگوڑہ — حیدرآباد دکن

42 تذکرہ — ابوالکلام آزاد — ساہتیہ اکیڈمی ہند

43 ظہور مہدی اٹل حقیقت — محمد منیر قمرالدین نواب — مکتبہ کتاب وسنت — سیالکوٹ

44 مسند امام ابوحنیفہ — مترجم محمد ظفر اقبال — مکتبہ رحمانیہ — لاہور

45 کیمیائے سعادت — حضرت امام غزالیؒ — ایضاً

46 مدراج النبوہ — شیخ عبدالحق محدث دہلوی — شبیر برادرز — لاہور

47 دلایل النبوہ — اما ابی بکر احمد بن حسین بیہقی — دارالاشاعت — کراچی

48	قواعد اردو	مولوی عبدالحق		
49	تحفۃ الکرام	میر شیر علی قانع ٹھٹوی	سندھی ادبی بورڈ جام شورو	
50	رودکوثر	شیخ محمد اکرام	ادارہ ثقافت اسلامیہ	کلب روڈ لاہور
51	تاریخ زوال اُمت اسلامیہ	اکبر شاہ خاں نجیب آبادی	اسلامک بک سنٹر	نئی دھلی
52	تاریخ ہندوستان	مولوی ذکاء اللہ	مطبع انسٹیوٹ	علی گڑھ
53	تاریخ سندھ	غلام رسول مہر	شیخ غلام علی اینڈ سنز	لاہور
54	فرہنگ آصفیہ	مولوی سید احمد دہلوی		
55	تحفہ اثناء عشریہ	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی		
56	دیوبند سے بریلی	کوکب نورانی	ضیاء القرآن پبلیکیشنز	لاہور
57	غنیۃ الطالبین	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	فرید بک اسٹال اردو بازار	لاہور
58	قصص الانبیاء	اعماد الدین ابوالفدا ابن کثیر	زاویہ پبلیشرز	لاہور
59	نقلیات بندگی میاں سید عالمؒ	مہدویہ کتب		
60	نقلیات بندگی میاں عبدالرشیدؒ	"		
61	عقیدہ شریفہ	"		
62	مجالس خمسہ	"		
63	براہین مہدویہ	"		
64	اور چند ایسی کتابیں جن سے حوالے تو درج کرلئے مگر ان کے نام درج نہیں کئے۔			

اولاد رسول ﷺ در شکم ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ — در شکم حضرت ماریہ قبطیہؓ

حضرت قاسم — حضرت زینب — حضرت عبداللہ — حضرت رقیہ — حضرت ام کلثوم — خاتون جنت فاطمہؓ — حضرت ابراہیم

فوت در طفلگی — عقد ابو العاص ربیع — الملقب طیب و طاہر — عقد عثمان غنیؓ — عقد عثمان غنیؓ — عقد حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ — فوت در طفلگی

حضور ﷺ کی اولاد نرینہ ایام طفلگی ہی میں فوت ہو گئی دختران میں حضرت زینب کا نکاح ابو العاص ربیع سے ہوا تھا اور بی بی رقیہ کا عقد عتبہ بن ابولہب سے عقد ہوا تھا طلاق کے بعد آپکا نکاح حضرت عثمان سے ہوا بی بی رقیہ کے انتقال کے بعد ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے ہوا اور حضرت فاطمہ طاہرا کا عقد حضرت علی سے ہوا دختران رسول میں صرف بی بی فاطمہ ہی کو اولاد تھی حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے چھے ماہ بعد بی بی فاطمہ کا انتقال ہوا

حضور ﷺ کا شجرہ نسب آدمؑ تک یوں ہے محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر/ قریش بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن عوبان بن مقوم بن ناحز بن تارخ بن یارب بن یشجب بن ثابت بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن آزر بن ناحور بن شارو بن راؤ بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لمک بن اخنوخ بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن یانش بن شیث بن آدمؑ

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الملقب بہ ابوتراب اسد اللہ حیدر کرار باب العلم وصال ۴۰ ہجری ۶۶۱ اولاد در شکم خاتون جنت بی بی فاطمۃ الزہراؓ

امام حسنؓ — امام حسینؓ — محسن — زینب — ام کلثوم

امام حسنؓ: شہادت ۲۸ صفر ۵۰ ھ ۷ دختر ۹ فرزند

امام حسینؓ: پیدائش ۳ شعبان ۴ھ | شہادت کربلا ۱۰ محرم ۶۱ ھ مطابق ۶۸۰ عیسوی عقد شہربانو دختر شاہ ایران یزدگرد دوم سے

حضرت امام زین العابدینؓ — علی اکبر — سکینہ — فاطمہ کبریٰ

عقد فاطمہ بنت حسنؓ — عقد قاسم بن حسنؓ

امام محمد باقرؓ — زید شہید

امام جعفر صادقؓ

عقد ام فروہ دختر قاسم بن ابوبکرؓ

حسن مثنیٰ
سید عبداللہ محض
سید موسیٰ جانی
سید داؤد
سید محمد

سید یحییٰ زاہد
سید عبداللہ
سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست
سید عبدالقادر جیلانیؒ
امام موسیٰ کاظم
عباس
علی
اسحاق
محمد
اسماء
فاطمہ
حلیمہ
اسمٰعیل
عبداللہ
فروہ
خلیفہ مامون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم
کو مدینہ سے بطور آل رسول نظر طوس لایا
جو اب ایران میں مشہد شہر کے شمال میں ہے
وہاں سے آپ کا خاندان خراسان چلا آیا اس
کے بعد نقل وطن کر کے سمرقند بخارا کی طرف گئے
سید اسمٰعیل
علی رضا
زید
عقیل
ہارون
حسن
حسین
عبداللہ
عبدالرحمٰن
اسحاق
یحییٰ
احمد
ابوبکر
محمد
اکبر
جعفر اکبر
جعفر اصغر
حمزہ
عباس
قاسم
امام علی تقی
امام علی نقی
سید نعمت اللہ
سید نعمت اللہ نے بغداد سے مرو ترک وطن کیا انکی اولاد
مرو سے بخارا چلی آئی انکی اولاد ہندستان بھی آئی
سید جلال الدین
سید یحییٰ
سید یوسف
سید عبداللہ
سید نجم الدین
سید قاسم
سید موسیٰ
سید خضر
سید عثمان
سید نجم الدین
سید حیدر
سید احمد
سید عیسیٰ
سید خلیل
سید عبداللہ
سید خورشید
سید جلال
سید خوند میر
سید موسیٰ
امام حسن عسکری
امام محمد مہدی
خواجہ سید عبدالحسن
سید معین الدین حسن طاہر
خواجہ سید غیاث الدین حسن
خواجہ معین الدین چشتیؒ
سید جعفر
سید علی
سید عبداللہ
سید احمد
سید یوسف
سید محمود
سید محمد
سید جعفر حسین
سید جعفر
سید علی موید
سید جلال الدین حسن میر سرخ بخاری اوچ پاکستان
سید محمد غوث
سید احمد کبیر
سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری

بندگی میاں سید خوندمیر
امیر سید عبداللہ المعروف سید خاں
عقد بی بی آمنہ
امیر سید جلال الدین
سید سلام اللہ
سید کریم اللہ
سید عبدالحی
بی بی راستی
عقد امیر سید احمد
بی بی الہ دیتی
عقد مہدی موعود
سید محمود
سید محمد
سید علی
سید احمد بخاری
سید اشرف بخاری
سید عبداللطیف بخاری (انکی اولاد دکن میں ہے)
حضرت سید محمد مہدی موعود امر اللہ مراد اللہ خلیفۃ اللہ تابع تام رسول اللہ خاتم ولایت محمدیہ صلعم
بروز پیر ۱۴ جمادی الاول ۸۴۷ ہجری جون پور ہندستان میں ولادت باسعادت ہوئی جو اب اتر پردیش میں ہے
۱۹ ذی القعدہ ۹۱۰ میں دنیا سے پردہ فرمایا اور فرہ مبارک افغانستان میں سپرد خاک ہوئے۔
اولاد در حکم بی بی الہ دیتی بنت امیر سید جلال الدین
مدفن چاپانیر گجرات ہجری
در حکم بی بی ملکان بنت میاں لاد شاہ
با اولاد میاں ابو بکر مدفن کھیلوٹ گجرات
بی بی ہدایت اللہ
بندگی میاں سید حمید
شہید بادل کھوڈ مہاراشٹرا
میاں سید میراں جی
مدفن لاکھ ولاپور
میاں سید یوسف عرف میراں صاحب
میاں سید محمود
میاں سید حمید
میاں سید اسمٰعیل
میاں سید محمود
سید جلال
سید میراں
سید مصطفی
میاں سید ولی
بی بی کبرا
بی بی بون جی
مدفن ڈونگرپورہ احمد آباد
بندگی میاں سید ابراہیم
ڈونگرپور احمد آباد
بی بی خورشید بانو
بندگی میاں سید علی شہید بعدہ رقعہ
احمد آباد بندگی شاہ نعمت کے بدل
خود کو پیش کردیا
دختر راجہ آمنہ

آئے، دن تصویروں میں اسم محمد ﷺ کو ابر میں درختوں پر جانوروں کی کھالوں پر میوؤں پر لکھا عکس دیکھا جاتا ہے
محمد
ہم نے ہجرت مہدی کے سفر کے نقشے کی لکیروں میں سورہ بینہ میں بیان
دونوں محمد کو ہند سے مکہ اور مکہ مکرمہ سے فراہ کے نقشہ میں یوں دیکھا
Google Maps
Iran
Afghanistan
Medina
المدينة المنورة
Sa
Oman
Eritrea
Red Sea
Islamabad
Lahore
PUNJAB
HARYANA
New Delhi
Jaipur
GUJARAT
India
Surat
MAHARASHTRA
Mumbai
Hyderabad
Measure distance
Total distance: 7,311.00 km (4,542.84 mi)
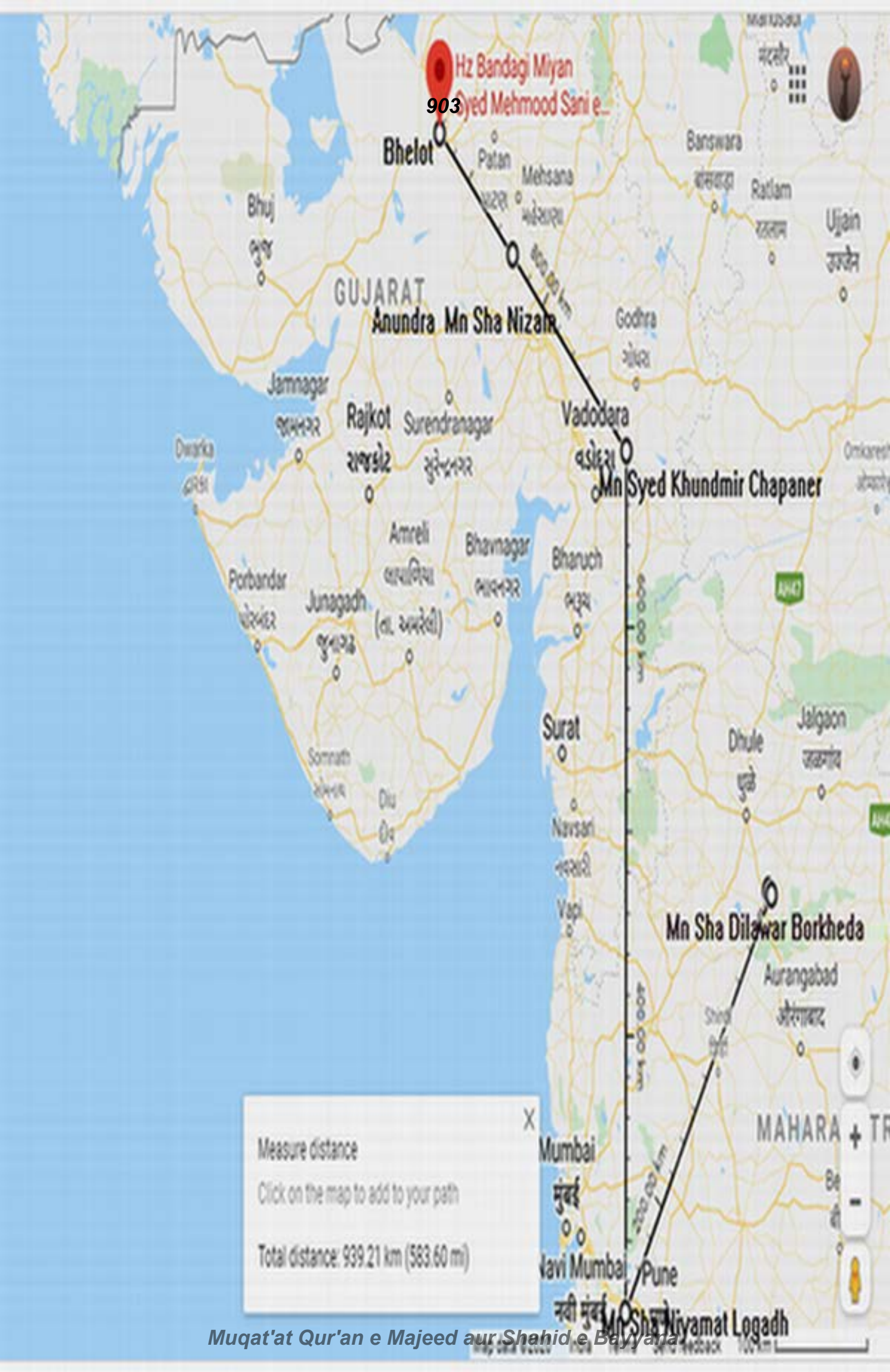
Hz Bandagi Miyan
Syed Mehmood Sani e...
903
Bhelot
Patan
Mehsana
Banswara
Ratlam
Ujjain
Bhuj
GUJARAT
Anundra Mn Sha Nizam
Godhra
Jamnagar
Rajkot
Surendranagar
Vadodara
Dwarka
Mn Syed Khundmir Chapaner
Amreli
Bhavnagar
Bharuch
Porbandar
Junagadh
Surat
Jalgaon
Dhule
Somnath
Diu
Navsari
Vapi
Mn Sha Dilawar Borkheda
Aurangabad
MAHARA
Measure distance
Click on the map to add to your path
Total distance: 939.21 km (583.60 mi)
Mumbai
Navi Mumbai
Pune
Mn Sha Niyamat Logadh

Facts of writing

Writing Started September 2018

words520844 , Lines 20590 , Characters 4747815 paragraph 2549

updated on 02-06-2023 ,12 Zi Qaida 1444 AH Friday

scale of paper mesured 28mm top 37bottom,23mm left 30right

The cover page and back paper design is just to look good.

photo png size 925/650

66-67=3, 87-88=4, 182-183=5-7,443-444=8-13, 449-450=14-15,

485-486=16-25,495-496=26-33, 650-651=34-37, 663-664=38,

692-693=39, 750-751=40-42,, 856-857=43-49, 855-=49 back cover

857+49 photo in pdf to Add=906

02-06-2023 Friday

21-02-2024 Wednesday